الحمد والمنۃ کہ ربع اول فتاوی معتبر مذہب امام اعظم مستند علمائے عرب و عجم مفید خواص و عوام

یعنی

غایۃ الاوطار

ترجمہ اردو

در مختار

جلد اول

مترجمہ مولوی خرم علی صاحب مرحوم بہ تکمیل مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی و تحفظ کاپی رائٹ

مطبع نامی منشی نول کشور واقع لکھنؤ میں

اطلاع۔ اس مطبع مین ہر علم وفن کی کتب کا ذخیرہ سلسلہ وار فروخت کے لیے موجود ہے جسکی فہرست مطول ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہے جسکے معائنہ و ملاحظہ سے شائقان اصلی حالات کتب کے معلوم فرما سکتے ہین قیمتین بھی ارزان ہین اس کتاب کے ٹیٹل پیج کے تین صفحہ جو سادے ہین انمین بعض کتب فقہ و حدیث و تفاسیر اردو و فارسی و عربی وغیرہ درج کرتے ہین تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہے اس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدردانون کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو

نام کتاب	قیمت
کتب فقہ اردو	
ہدایۃ الاسلام۔ مصنفہ مولوی	
ایامت اللہ صاحب غازی پوری۔	۲ پر ۲ پ
عین الہدایہ ترجمہ کامل ہدایہ ہر چہار	
جلد حامل المتن ترجمہ مولوی امیر علی	
صاحب مترجم فتاوائے عالمگیری وغیرہ	
کاغذ گندہ سفید۔	للعہ پ
اور جلدین کاغذ حنائی پر متفرق بھی فروخت	
کے لیے موجود ہین۔	معہ پ
جلد اول۔	ے ر پ
جلد دوم۔	للعہ ر پ
جلد سوم۔ کاغذ سفید	للعہ ر پ
ایضاً۔ کاغذ حنائی۔	للعہ ر پ
جلد چہارم۔ کاغذ سفید۔	للعہ ر پ
ایضاً۔ کاغذ حنائی	ے ر پ
راہ نجات۔ ضروری مسائل نماز و	
روزہ وغیرہ	ار
مفتاح الجنۃ۔ از مولوی کرامت علی	
جونپوری۔	[illegible]
حقیقۃ الصلوٰۃ مع رسالہ بے نمازان	۹ پائی
ترجمہ فتاوی عالمگیری۔ کامل ہر چہار	
جلد مع مقدمہ یعنے جلد اول مترجمہ	

نام کتاب	قیمت
مولانا احتشام الدین و مابقی ہر سہ جلد	
مع مقدمہ مترجمہ مولانا امیر علی صاحب	
کاغذ سفید و حنائی۔	عہ پ
کشف الحاجات۔ ترجمہ اردو ما لابد منہ	
از مولوی محمد نور الدین۔	۱۳ر
رسالہ خلاصۃ المسائل۔ نماز روزے	
کے مسائل اور زکوٰۃ اور نکاح وطلاق	
وعتاق کے احکام اور خرید و فروخت	
و وکالت و ضمانت وغیرہ کے جواز و	
عدم جواز کی صورتین اردو مین مفصل	
بیان کیا ہے مع حواشی مفید از جناب	
مولوی امیر علی صاحب مترجم فتاوی عالمگیری	
و ہدایہ و مصنف تفسیر مواہب الرحمن۔	د ر
نور الہدایہ ترجمہ شرح وقایہ اردو۔	
ہر چہار جلد یکجائی مطبوعہ نظامی کاغذ سفید	عہ ب
ہزار مسئلہ۔ شامل ہفت رسالہ (۱) ہزار مسئلہ	
(۲) مسائل ثمانیہ (۳) صدوسی مسئلہ	
(۴) مناجات بدرگاہ باری تعالیٰ (۵)	
حلیۂ شریف (۶) نور نامہ (۷) چہل مسائل	
مولفۂ مولوی عبد اللہ بن عبد السلام۔	۲ر
شرح محمدی منظوم مسائل فقہیہ از	
محمد خان قندھاری۔	۳ر

نام کتاب	قیمت
تنبیہ ال[illegible]ن۔ مسائل دینیہ۔	۸ر
حیرت ال[illegible] مسائل مشکلۂ فقہ از	
مولوی ابر[illegible]حسین بنگلوری۔	۱۰ر
جواب ال[illegible]لمین۔ بطور استفتا۔	ار ۶ پائی
کنز الدقائق [illegible] اردو ترجمہ از مولوی	
محمد سلطان خا[illegible]۔	۱۴ر
چہل مسائل [illegible] مولوی ابراہیم حسین	
بنگلوری۔	۳ پائی
اشرف الم[illegible] مصنفۂ مولوی	
اشرف علی [illegible]	۱۰ر
رسالہ تجہیز و تک[illegible]ت۔ از محمد عمر	ار
کتب [illegible]	
ہدایہ پیشانی [illegible]ل عربی اور تحت	
مین ترجمہ فارسی [illegible] از علمائے کلکتہ	
جو مدت سے م[illegible] مجلد کامل	
کاغذ سفید و حنائی	عہ پ
شرح سفر السعا[illegible] از مولانا	
عبد الحق دہلوی [illegible]	ے ر پ
تحج الحج مسمی بہ غای[illegible] از ملا محمد شاہ	۱۱ر
تذکرۃ الجمعہ۔ احکا[illegible] مولوی عبد السلام	۹ پائی
بدائع منظوم [illegible]ائل و نظم فارسی	
از ملا ناظم علی	۲ر

فہرست جلد اول غایۃ الاوطار ترجمۂ در المختار

بعون صانع مکین و مکان و فضل خلاق زمین و آسمان
الحمد للہ والمنۃ کہ ربع اول فتاوی معتمد مذہب امام اعظم مستند علماء عرب و عجم منیف
یعنی
غایۃ الاوطار
ترجمہ اردو
در المختار
جلد اول
مترجمہ مولوی خرم علی صاحب مرحوم بہ تکمیل مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی و تحفظ کاپی رائٹ
مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں طبع ہو کر مطبوع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ از طرف مطبع اودھ اخبار

الحمد للہ والمنۃ کہ یہ اُردو ترجمہ دُرِّ مختار جسکو عالم المعی فاضل لوذعی مولوی خرم علی صاحب مرحوم نے طحطاوی اور حاشیہ مدنی کے ساتھ ترجمہ کیا تھا لیکن حکم قادر مختار سے کسی کو چارہ نہیں منظور الٰہی نہ تھا کہ ترجمہ اتمام کو پہونچتا قضا نے وقفہ ایک دم کا نہ دیا کہ مولوی صاحب نے انتقال فرمایا اور ترجمہ ناتمام پڑا رہا ورثائے مولوی صاحب مرحوم اس مطبع سے خواستگار ہوے کہ اس ناتمام ترجمہ کا حق تصنیف ہمکو دین لیکن بوجہ غیر مکمل ہونے ترجمہ مذکور کے یہ تجویز ملتوی رہی الا اُس زمانہ مین جناب اکمل الفضلا افضل العلما حاجی مولوی محمد احسن صاحب صدیقی نانوتوی مدرس اول بریلی کالج نے معرفت مولوی حاجی الہ یار خان صاحب تاجر کتب بریلی روہیلکھنڈ کے حق تصنیف خرید کیا اور اپنی سعی موفور اور کوشش بلیغ سے موقع مناسب پر جہان ضرورت تکملہ کی تھی درست فرمایا اور حسن اہتمام اور انصرام سے باعانت جناب مستطاب معلی القاب حاجی الحرمین الشریفین نواب محمد کلب علی خان صاحب بہادر فرمان فرماے مصطفےٰ آباد عرف رامپور پر سرور علیۂ طبع سے آراستہ و پیراستہ کیا باآنکہ بوجہ عجلت جیسا اہتمام حسب مرضی اور پسند خاطر مبارک ممدوح چاہیے تھا [illegible] کاغذ اور طبع کا نہین ہوا مگر تاہم یہ نسخہ نہایت صحیح چھپا اور بقدر روانی شائقان اور برکت اعانت خدام فلک بارگاہ نواب صاحب [illegible] در محتشم الیہ سے بقدر جلد فروخت ہوا کہ مقامات دور و نزدیک سے اسکی خواستگاری اور تلاش ہوئی جب تجارت کے کاروبار مین اطراف [illegible] اکناف سے اس عدیم ترجمہ کی طلب و خواہش ہوئی تو معرفت مولوی حاجی الہ یار خان صاحب تاجر کتب متذکرۂ بالا کے اس مطبع نے بہ [illegible] پبلش پر بہا معاوضہ لائق کے ساتھ حق تصنیف اس ترجمہ کا خرید کیا - امید ہے کہ جب یہ نادر الوجود ترجمہ اس مطبع سے شائع ہوگا تو صفائی چھاپہ اور عمدگی طبع سے خریداران بنقد دل ہاتھون ہاتھ لینگے اور نوبت مکرر سہ کرر طبع کی عنایت ایزدی سے بروے کار آئیگی انشاء اللہ تعالیٰ

العبد خاکسار نول کشور عفی عنہ مالک مطبع اودھ اخبار
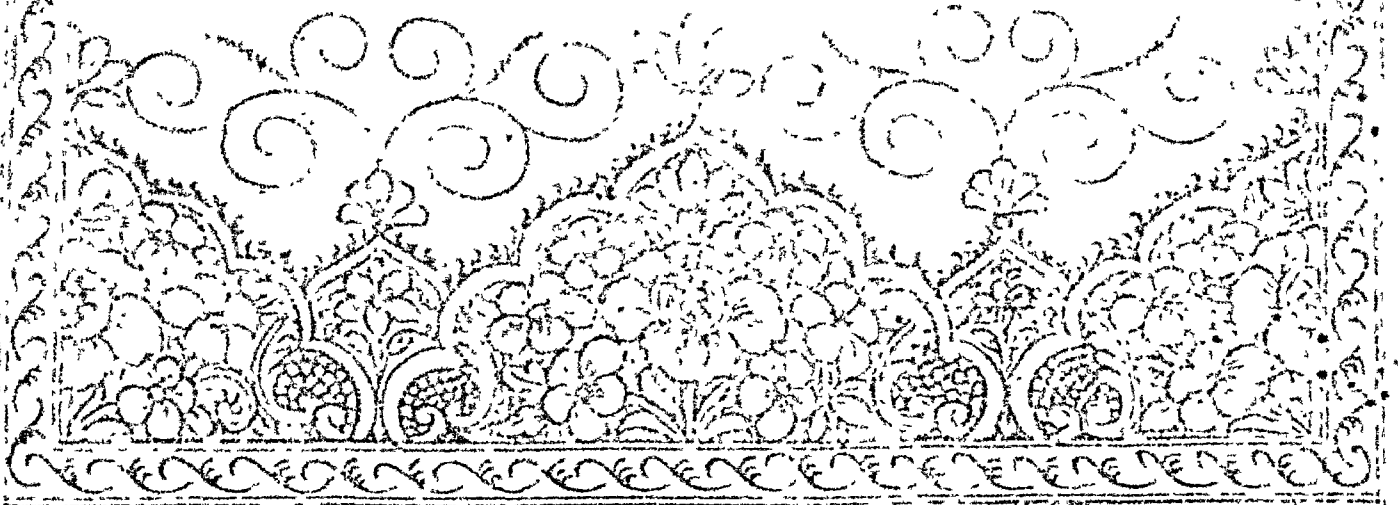
بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ از طرف مترجم ثانی

الحمد للہ رب العالمین اکمل الحمد علی کل حال والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا ومولانا محمد فی الغدو والاٰصال وعلی آلہ واصحابہ ذوی الشرف والکمال وعلی من تبعہم باحسان الی یوم الرجف والزلزال بعد حمد وصلوٰۃ کے احقر العباد محمد احسن صدیقی نانوتوی عرض کرتا ہے کہ کتاب درالمختار شرح تنویر الابصار فقہ امام اعظم رح ابو حنیفہ کوفی رحمۃ اللہ کی جنکا مذہب ہندوستان مین مروج ہے اس فن مین نہایت معتبر ہے اس زمانہ کے سب علما اس بات پر متفق ہین کہ جسطرح کی تنقیح مسائل اور تصحیح دلائل اس کتاب کے مؤلف محمد علاء الدین حصکفی علیہ الرحمۃ نے کی ہے دوسری کتابون مین نہین پائی جاتی ہے کہ یہ کتاب باوجود فتاوی ہونے کے مدار مذہب ٹھہر گئی اور سب علمانے اسکی روایات کو مستند جانا اور اسیواسطے بڑے بڑے عالم مثل علامہ حلبی اور علامہ طحطاوی اور شیخ رحمتی اور محمد عابد سندی مدنی اور ابن عابدین شامی وغیرہم نے اس کتاب پر حواشی لکھے فتاوٰن مین سے اور کوئی اسطرح کا نہین جسپر اسقدر حاشیے اول سے آخر تک ہون یا کسکے مسائل مثل متنون کے متصور ہون اس کتاب جلیل الشان کو مولوی خرم علی صاحب مرحوم بلہوری نے حسب فرمایش نواب صاحب بہادر مہرور والی باندہ سنہ ۱۲۵۸ ہجری مین کتاب النکاح سے اردو مین ترجمہ کرنا شروع کیا متواتر تیرہ برس ترجمہ کرکے رجب سنہ ۱۲۷۱ ہجری مین آخر کتاب تک پہونچا دیا پھر [illegible] سنہ ۱۲۷۲ ہجری تک کتاب الحج کا ترجمہ پورا کرکے شروع کتاب سے باب الاذان تک لکھنے پائے تھے کہ یکایک رہگرائے عالم بقا ہوے اس عاجز نے بنظر فائدہ عام ترجمۂ مذکورہ کو مترجم مرحوم کے ورثہ سے لیکر جسقدر باقی رہگیا تھا اسکی تکمیل اسی طرح پر کرکے تصحیح چھپوانے کا [illegible] کیا اور ازانجا کہ خود اسقدر مایہ نہ رکھتا تھا کہ تنہا اسکا متکفل ہوتا لہذا چند احباب کو اسمین شریک کیا ایک جلد بھی اسکی چھپنے نپائی تھی کہ بعض شرکا حوادث آسمانی کے باعث شرکت سے دست بردار ہوے اسوقت جو کیفیت میرے دل پر گذرتی تھی اسکو خدا ہی جانتا ہے رات دن بجز التجا اور تضرع کے جناب باری مین دوسرا کام نہ تھا اسی عرصہ مین ایک اشتہار اسکے طبع کا [illegible] کیا کہ شاید اس سبب طبع مین کچھ [illegible] قدرت قادر مطلق کو دیکھیے کہ جب اشتہار مذکور جناب مستطاب معلی القاب اعظم الامرا امیر الملک منتظم

ذروۂ شہامت وجلالت نقطۂ دائرۂ امارت وآیالت مؤید مراسم سیاست وعدالت مقوی ارکان ابہت وبسالت حامی دین متین ناصر الحق
ملجاء العلما ملاذ الفضلا ممہد قواعد خیر وسخا موسس قوانین علم وہدیٰ بیت قطرۂ از لطف او سرمایۂ دریا وکان * پرتوے از رای او پیرایۂ خورشید وماہ
یعنی جناب نواب محمد کلب علی خان صاحب بہادر والی رامپور دامت دولتہ بمزید النعم وطالت مدتہ فی نشر آثار الکرم کے لمس انامل
فیض شمائل سے مشرف ہوا تو احقر کے حاضر ہونے کا حکم دیا کمترین اسکو تائید غیبی جانکر بہ تعمیل ارشاد شرف ملازمت سے مشرف ہوا بہ کمال
قدردانی حال اس کتاب کے طبع کا استفسار فرمایا عاجز نے سب کیفیت مفصل عرض کی اسیوقت ارشاد ہوا کہ تم خاطر جمع رکھو اسکے تکمیل کی
صورت بدولت فرمائینگے چنانچہ دوسرے ہی روز جسقدر کمی کہ عاجز نے عرض کی تھی اُسکی وابند کا ارشاد فرمایا غرضکہ صرف ادنی توجہ جناب ممدوح
سے یہ کتاب انجام کو پہونچی اس کتاب کا فخر اتنا ہی بس ہے کہ اسکا دیباچہ ایسے امیر کبیر کے نام سے مزین ہوا کریم کارساز حقیقی نے یہ صحت جاودانی جناب
ممدوح الیہم کے واسطے مقرر فرمائی بیت این سعادت بزور بازو نیست * تا نہ بخشد خداے بخشندہ * یہ کمترین انکے شکریہ مین بجز اسکے کہ صدق دل سے
دعا کرے اور کیا کرسکتا ہے بیت از دست فقیر بے نوا ما یہ ہیچ * جز آنکہ بصدق دل دعائے بکند * اَللّٰهُمَّ وَفِّقْهُ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى وَاَعْظِمْ
سُعُوْدَهٗ فِي الدُّنْيَا وَاجْعَلْ سَعَادَتَهٗ مُلْتَزِمَ اَهْلِ الْغِنٰى وَاٰخِرَتَهٗ خَيْرًا مِّنَ الْاُوْلٰى بِحُرْمَةِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰى وَاٰلِهِ الْمُجْتَبٰى اب چند
باتین متعلق اس ترجمہ کے عرض کرتا ہون اول یہ کہ چونکہ مترجم اول کو مہلت سب کتاب کے پورا کرنے کی نہین ملی اسلیے اس ترجمہ کا
نہ کوئی دیباچہ لکھنے پائے اور نہ نام رکھنے پائے اور ازانجا کہ مترجم مرحوم نے ترجمہ کا شروع ۱۲۵۸ ہجری مین کیا اور ۱۲۸۰ ہجری تک سلسلہ ترجمہ کا
جاری رہا اس لحاظ سے مین نے اسکا نام تاریخی غایۃ الاوطار رکھا جسمین ۱۲۷۶ ہجری نکلتے ہین جو ۱۲۵۸ اور ۱۲۸۰ کا درمیانی سال ہے عجب نہین
کہ مترجم کی روح کو اس نام سے تازگی ہو دوم یہ کہ عبارت درمختار اور تنویر الابصار کی بخط نسخ لکھوائی گئی اور متن پر خط سیاہی کا
کھینچ دیا گیا سوم یہ کہ عبارت نسخ عنوانون کی جو قلم جلی سے لکھی گئی ہے وہ متن کی عبارت ہے ہان شارح نے جو فروع ہر باب کے آخر مین لکھے
ہین تو لفظ فروع کو بھی قلم جلی سے لکھا ہے اور اسکے بعد ترجمہ مین لکھدیا ہے کہ یہ مسائل جزئیہ شارح نے اضافہ کیے ہین اسی طرح لفظ فائدہ
جو کلام شارح مین کہین آیا ہے اسکو بھی جلی لکھا ہے اور اگر عبارت عنوان کی قلم جلی سے نہین لکھی گئی تو مقدار متن پر لکیر کردی گئی ہے چہارم
یہ کہ مترجم اول نے جہان کہین اقوال محشیون کے نقل کیے تھے تو انکے شروع مین یہ جملہ لکھا تھا - مترجم کہتا ہے مین نے اس جملہ کی جگہ
صرف میم جلی قلم سے لکھوا دیا ہے البتہ ہر جلد کے شروع مین ایک دو جگہ وہ جملہ بھی لکھدیا ہے تاکہ ناظرین جان جائین کہ میم جلی مختصر جملہ مذکور کا ہے
پنجم یہ کہ ترجمہ مین مترجم مرحوم نے اکثر جگہ فروگذاشت کردی تھین اور حاشیہ پر لکھدیا تھا کہ اس عبارت کا ترجمہ بعد تامل لکھا جاویگا انکو اس عاجز
نے پورا کردیا اور جس وجہ سے انہین تامل تھا کتب متداولہ کے دیکھنے سے اسکو صاف کردیا ششم یہ کہ بعض جا عبارت درمختار کی بالکل فروگذاشت
ہوگئی تھی یا تو نسخہ سے رہ گئی ہو یا جس نسخہ سے مترجم نے ترجمہ کیا تھا اسمین نہو بہرحال مین نے مقابلہ کے وقت ایسی عبارتون کو داخل ترجمہ کر دیا ہے
ہفتم یہ کہ نظر ثانی قرار واقعی مترجم سے نہونے پائی اسوجہ سے بعض جا خود ترجمہ غلط ہوگیا تھا ایسے مقامات کو اکثر مین نے بدل دیا ہے اور جہان
نہین بدلا وہان حاشیہ پر اشارہ کردیا ہے کہ مترجم اول سے اس جگہ تسامح ہوا ہے ہشتم یہ کہ مترجم موصوف نے اکثر جا محاورۂ اردو کے لحاظ سے
تذکیر وتانیث مین غلطی کی تھی اور کہین الفاظ غیر مانوس داخل ترجمہ کردیے تھے ان سب کو مین نے حال کے بول چال کے موافق صحیح
کردیا ہے نہم یہ کہ اثناء ترجمہ مین جو عبارت عربی کی یا الفاظ مشکل نظر آئے ان کے معانی حاشیہ پر یا لفظون کے نیچے لکھدیے
ہین دہم یہ کہ اثناء ترجمہ مین کوئی آیت قرآنی یا کوئی دعا بخط نسخ آگئی ہے تو اسکے دونون طرف خط قوس کھینچدیا ہے اسطرح ( ) تا

کوئی لگی عبارت ترجمہ کی نہ چھٹے یازدہم یہ کہ ہم دونون مترجمون نے اس بات کا التزام کیا ہے کہ عبارت اردو کا محاورہ بھی ہاتھ سے نہ جانے پائے
اور حتی الوسع نزاکت عربی کی رعایت بھی خوب رہے اس بات سے بیشتر تقدیم و تاخیر کرنی پڑی ہے مثلاً شامی نے مبتدا اور خبر یا فعل اور فاعل کے درمیان بہت
طولانی عبارت بڑھا دی ہے تو ہمنے ترجمہ مین اول پورا مبتدا ترجمہ کیا ہے اور اسکے بعد متعلق کی تحقیق کو بیان کیا ہے اور جس مقام پر ایک جملہ کی کئی خبرین یا ایک شرط کی کئی جزا
واقع ہوئی ہین تو ان مقامون مین ترجمہ کے اندر لفظ مبتدا یا شرط کو فہم مطلب کے لیے مکرر لکھا ہے اور اسیطرح متعلقات اور محذوفات کو اکثر ترجمہ مین ظاہر
کردیا ہے کہ ضمیرون کی بجاے انکے مرجع لکھدیئے ہین تاکہ عبارت کا مطلب بخوبی سمجھ مین آوے اور کسیطرح کی کچھ اشکال مسائل مین باقی نہ رہنے پاوے۔
دوازدہم یہ کہ حواشی کی پوری عبارت کا ترجمہ ہمنے نہین کیا بلکہ انہی باتون کا لحاظ رکھا ہے ۱- توضیح مطلب مسئلہ ۲- ترکیب نحوی اور مشتقات کا حال
اگر مشکل ہو ۳- شارح کا تسامح جسجگہ واقع ہوا ہو ۴- کسی بیان کی تفصیل جسکو شارح نے مجمل بیان کیا ہے ۵- جن مسائل کا حوالہ شارح نے دوسری
کتابون پر کیا ہے انکا نقل کرنا بشرطیکہ کوئی خاص فائدہ انسے متعلق تصور کیا ہے ۶- اگر شارح نے کسی مسئلہ مین قول ضعیف لکھدیا ہے تو اسمین روایت
قوی کتب مروجہ سے ۷- جس جگہ شارح نے لکھدیا ہے کہ اس مسئلہ کا حکم مین نے نہین دیکھا اسکی تصریح کتابون سے ۸- تطبیق شارح کے اقوال مین
اگر بظاہر مختلف معلوم ہوے ۹- عنوان باب کے مناسب کوئی مسئلہ ضروری جو حواشی مین نظر پڑا ۱۰- دلیل مسائل کی کتاب اور سنت اور اصول
سے خواہ دلیل عقلی ۱۱- اختلاف نسخون کا ذکر ۱۲- جس مسئلہ کو شارح نے اصح اور راجح لکھا ہے اسکا مقابل نقل کیا ہے اور اسکی صحت یا مرجوح
ہونے مین فقہا کے قول نقل کیے ہین سیزدہم یہ کہ کہین کہین ایسا بھی ہوا ہے کہ حواشی مین ایک عبارت دوسرے مقام کے نیچے لکھی ہوئی
تھی اور ہم نے اسکو اور مقام پر ترجمہ کرنا مناسب جانا اسلیے ہمنے یہ التزام نہین کیا کہ ہر قول کا حاشیہ اسی کے ذیل مین رہے دوسری جگہ نہو
چہاردہم یہ کہ اثناے ترجمہ مین اگر کوئی قید ہمنے زیادہ کی ہے تو جس کتاب مین وہ قید نظر پڑی ہے اسکا حوالہ اثناے ترجمہ مین کردیا ہے
مثلاً اگر بحر الرائق سے نقل کیا تو اس قید کے بعد کذا فی البحر لکھکر باقی عبارت کا ترجمہ کیا ہے پانزدہم یہ کہ جس حاشیہ سے ہمنے نقل کیا ہے اسکا
نام اور حوالہ کردیا ہے جیسے کذا فی الشامی یا قالہ الشامی اور کذا فی الطحطاوی اور ان محشیون نے جن کتابون سے نقل کیا ہے بعض جا انکا بھی
حوالہ کردیا ہے مثلاً کذا فی الشامی عن الحلبی اور کہین صرف ان کتابون کے نام پر اکتفا کیا ہے مثلاً کذا فی العینی اور کذا فی الہدایہ شانزدہم
یہ کہ عبارت حاشیہ کی اگر ہمنے طویل دیکھی ہے تو اسمین سے بقدر اپنے التزام کے لکھکر حوالہ کے بعد مختصراً لکھدیا ہے اور کسی جگہ اور قسم کا تصرف بھی
کرنا پڑا ہے تو وہان حوالہ کے بعد بتصرف یا ملتقطاً بڑھا دیا ہے اور بعض جا ایسا بھی ہوا ہے کہ صورت مسئلہ یا تحقیق کو سواے حواشی کے اور کتابون
مین پایا ہے تو وہان ان کتابون کا نام لکھدیا ہے ہفدہم یہ کہ بعض مواضع مین جن کتابون سے محشیون نے کوئی مضمون لیا ہے ہم نے
بدون رجوع اصل کتاب کے بتبعیت محشیون کے حوالہ لکھا ہے ہیجدہم یہ کہ جس عبارت مین شارح کو کوئی سہو محشیون نے بیان کیا ہے اسکا
ترجمہ ہمنے ان لفظون کے لحاظ سے کیا ہے جنکو محشیون نے صحیح قرار دیا ہے اور جابجا اسکی تصریح بھی کردی ہے کہ لفظ غلط کو چھوڑ کر ہمنے صحیح لفظ
کا ترجمہ کیا ہے نوزدہم یہ کہ مترجم اول نے اکثر اقوال حاشیہ طحطاوی اور ردالمحتار سے لیے ہین اگر کسی جگہ سہو کاتب سے حوالہ رہ گیا ہے تو
ناظرین جان لین کہ یہ مسئلہ انہین دو حاشیون مین سے کسی مین ہوگا اور مترجم ثانی ترجمہ کے وقت اکثر پیش نظر حاشیہ شامی رکھتا تھا تو میرے
ترجمہ مین جس جا حوالہ متروک ہو اسکو قول شامی کا تصور فرمائین مگر جگہ ایسی ہین جہان ہمنے اپنی طرف سے کچھ لکھا ہے اور جس جگہ لکھا ہے سیاق
عبارت باواز بلند کہہ رہا ہے کہ یہ ہماری بحث ہے نہ محشیون کا قول بستم یہ کہ بعض جا ایسا بھی ہوا ہے کہ ایک تقریر کو شامی نے اور طرح لکھا ہے
اور طحطاوی نے دوسری طرح تو ہمنے اس تقریر کا ترجمہ ایسی طرح کیا ہے کہ دونون حاشیون کی تحریر کو شامل ہے اور ایسی جگہ حوالہ مین دونون

کتابون کا نام لکھدیا ہی اور اسی طرح جو مسئلہ دونون مین یکسان نظر آیا ہی اسکے حوالہ مین بھی دونون کا نام مندرج کردیا ہی بست و یکم یہ کہ جو مسائل مفید اور فوائد عجیب کتاب مین نظر پڑے ہین انکا اشارہ حاشیہ پر ف لکھا کر دیا ہی اور نیز ایسے مسائل کو فہرست مین بھی لکھدیا ہی تاکہ ناظرین کو انکی تلاش مین دقت نہو بست و دوم یہ کہ اِس کتاب کی تکمیل مین مجھکو میرے بڑے بھائی جناب مستطاب معلی القاب مولانا مولوی محمد مظہر صاحب نے بہت سی مدد دی اللہ تعالیٰ اُنکی اور میری سعی کو مشکور فرماوے بست و سوم یہ کہ حتی الوسع تصحیح کتاب اور تنقیح مسائل مین مین نے بہت جانفشانی کی ہی اور باینہمہ اپنی قلت بضاعت کا معترف ہون اگر کسی جگہ غلطی ہوئی ہو تو ناظرین عالی ہمم سے راجی کرم ہون بیت ناظم بسرمایۂ فضل خویش * چہ ریزہ آورد ام دست پیش * اور اللہ تعالیٰ سے توقع رکھتا ہون کہ جیسے اُسنے اصل کتاب کو عرب و عجم کے باشندون مین مقبول اور مختار فرمایا ایسے ہی اس ترجمہ کو پسند ارباب دین اور اصحاب یقین فرمائے اور ہمارے لیے اسکو باقیات صالحات مین کرے

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَشْيَاعِهٖ وَاَحِبَّتِهٖ اَجْمَعِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ اٰمِيْن ط
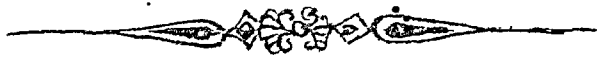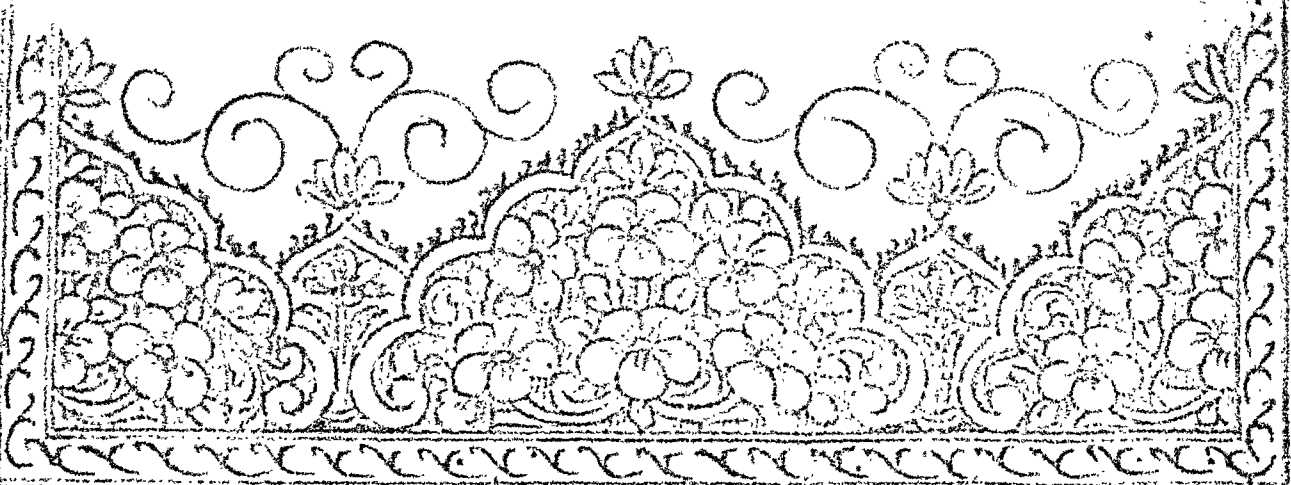
بسم اللہ الرحمن الرحیم

شروع کرتا ہوں مین اللہ تعالیٰ کے نام پاک سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

مترجم کہتا ہے شارح نے در المختار کو شروع تسمیہ کیا باتباع کلام مجید و بمضمون حدیث مشہور کہ جو امر ذیشان شروع ہو بسم اللہ الرحمن الرحیم سے وہ ابتر اور بے برکت ہو حمد اللک یا من شرحت صدورنا بانواع الہدایۃ سابقا ہم تیری ستایش کرتے ہین اے وہ ذات مقدس کہ تونے ہمارے سینون کو اول کشادہ کیا طرح طرح کی ہدایت سے ونورت بصائرنا بتنویر الابصار لاحقا اور بعد اسکے ہمارے باطن کی بینائیون کو تونے نورانی کر دیا ظاہر کی آنکھین روشن کرکے وافضت علینا من اشعۃ شریعتک المطہرۃ بحرا رائقا اور تونے اپنی پاک شریعت کی شعاعون سے ہمپر صاف غیر مکدر دریا بہا دیا واغدقت لدینا من بحار منحک المتوفرۃ نہرا فائقا اور تونے اپنی بخشش کے بہت بھرے دریاؤن سے ہمارے نزدیک نہر عالیقدر کو بکثرت روان کر دیا ہم شارح نے حمد الٰہی مین بطور براعت استہلال کے کتب فقہ کو ذکر کیا یعنی ہدایہ اور تنویر الابصار جو متن ہے در المختار کا اور بحر الرائق اور نہر الفائق جو کنز الدقائق کی شرحین ہین اور منح الغفار شرح تنویر الابصار ما تن کی شرح بالجملہ اگر انکے معانی لغویہ پر نظر کیجیے تو بھی مطلب صحیح ہے چنانچہ ترجمہ مین مذکور ہو چکا اور اگر کتابین مراد لیجیے تو بھی مدعا درست ہے کہ انسے خلق اللہ کو بڑا فیض حاصل ہوا تو ہمپر نعمت کا شکر واجب ہو گیا واتممت نعمتک علینا حیث یسرت ابتداء تبییض ہذا الشرح المختصر تجاہ وجہ منبع الشریعۃ والدرر اور تونے اپنا احسان پورا کیا ہمپر اسواسطے کہ اس شرح مختصر کی ابتدا تبییض تونے آسان کر دی ذات مقدس منبع شریعت اور درر کے سامنے یعنے مدینہ طیبہ مین روضہ مطہرہ کے سامنے شارح نے در المختار کو مسودے سے صاف کرنا شروع کیا عرف مؤلفین مین تبییض اس سے عبارت ہے کہ کتاب محرر ومسودہ غیر محرر لکھنے کے بعد غالبا اور درر یعنی موتیون سے مراد احکام فقہیہ ہین اور اسمین اشارہ ہے اس کتاب کا جسکا نام درر ہے کذا فی الطحاوی وضجیعیہ الجلیلین ابی بکر وعمر اور رسول کریم کے دو ساتھ لیٹنے والے جلیل القدر کے سامنے یعنے ابی بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما بعد الاذن منہ صلی اللہ علیہ وسلم در المختار کی تبییض شروع ہوئی رسول کریم کے اذن کے بعد حق تعالیٰ اس ذات مقدس پر رحمت خاص نازل کرے اور سلام ہم در المختار کی منقبت مین اسقدر کافی ہے کہ باذن نبوی مؤلف ہوئی اور یہ کتاب لائق ہے مرح کے اسواسطے کہ اہل مذہب نے اسطرح کی کتاب نہین ہوئی بعضے مصنفین نقل خلاف اور اقوال پر حریص ہین اور قول ضعیف کو قول قوی سے ممتاز نہین کرتے اور بعضے اقوال اہل مذہب اور انکے مخالفین کے استدلال پر مائل ہین اور بعضون نے عبارت مین کمال بسط کر دیا کہ افراط تک نوبت پہونچی اور اس کتاب مین شارح علامہ نے اختصار غیر مخل کا ارتکاب کیا اور اقوال معتمدہ کا التزام کیا یا تو ایک ہی قول پر اختصار کیا یا ایسے دو قول پر جو دونون صحیح ہین اور کثرت استدلال سے اسمین تعرض نہین کیا کیونکہ مقلد پر دلیل کا مطالبہ نہین اسواسطے کہ دلیل قائم کرنا مجتہد کا کام ہے اور اسیطرح

اس شرح کے متن کے واسطے بڑی فضیلت ثابت ہوچکی ہے یعنے ماتن نے خواب مین دیکھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم میرے گھر مین تشریف لائے
اور زبان مبارک کو میرے منھ مین داخل کیا بعد اس خواب کے ماتن نے تالیف اس متن کی شروع کی سو یہ مزیت ماتن اور شارح کے کمال اخلاص کا ثمرہ ہے کذا
فی الطحطاوی مختصرًا وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ الَّذِیْنَ حَازُوْا مِنْ مِنَحِ فَتْحِ کَشْفِ فَیْضِ فَضْلِہٖ الْوَافِیْ حَقَائِقَہَا اور رحمت خاص نازل ہو انکی آل اور اصحاب پر جنھون نے تیرے
فضل وافی کے فیض کے عطایا سے نصرت کاشفہ مظہرہ سے امور متحققہ کو جمع کیا اور گھیر لیا م شارح نے ہمین ان فقہ کی کتابون کی طرف اشارہ کیا جنسے شارح وغیرہ
نے روایات کو نقل کیا یعنی منح الغفار اور فتح القدیر اور کشف اور فیض اور روافی اور حقائق وَبَعْدُ فَیَقُوْلُ فَقِیْرُ رَحْمَۃِ ذِی اللُّطْفِ الْخَفِیِّ مُحَمَّدُ عَلَاءُ الدِّیْنِ الْحَصْکَفِیُّ اور
حمد وصلوٰۃ کے بعد کہتا ہے صاحب لطف خفی کی رحمت کا محتاج محمد علاء الدین حصکفی یا حصن کیفی کا رہنے والا امام طحطاوی نے لب لباب سے نقل کیا کہ حصکف
ایک شہر ہے دیار بکر مین انتہی اور بعضون نے کہا یہ نسبت ہے حصن کیفی کی طرف جو واقع ہے آمد اور جزیرۂ ابن عمر کے مابین مین شارح کا نام محمد ہے اور علاء الدین لقب
ہے رحمۃ اللہ علیہ ابن الشیخ علی الامام بجامع بنی امیۃ ثم المفتی بدمشق المحمیۃ الحنفی محمد علاء الدین بیٹا شیخ علی کا جو بنی امیہ کے جامع مسجد کا امام پھر مفتی محروسۂ دمشق
کا حنفی مذہب ہم شارح کا نسب یون ہے محمد علاء الدین بن الشیخ علی بن الشیخ محمد بن الشیخ علی بن الشیخ عبد الرحمن بن الشیخ محمد بن الشیخ جمال الدین بن الشیخ حسن
ابن الشیخ زین العابدین الحصنی ثم الدمشقی والخطیب الحنفی کذا فی الطحطاوی لَمَّا بَیَّضْتُ الْجُزْءَ الْاَوَّلَ مِنْ خَزَائِنِ الْاَسْرَارِ وَبَدَائِعِ الْاَفْکَارِ فِیْ شَرْحِ تَنْوِیْرِ الْاَبْصَارِ وَجَامِعِ الْبِحَارِ
قَدَّرْتُہٗ فِیْ عَشْرِ مُجَلَّدَاتٍ کِبَارٍ جبکہ پہلا جز خزائن الاسرار الی آخرہ کا مسودے سے کاغذ سادہ مین مین نے صاف کیا تو مین نے اس شرح کا بڑے بڑے دس مجلد
مین اندازہ کیا ہم شارح نے اس متن کی پہلے ایک شرح لکھی جسکا نام خزائن الاسرار وبدائع الافکار فی شرح تنویر الابصار وجامع البحار رکھا پھر جب مسودہ صاف کیا
تو اول ہی جز کے صاف کرنے سے تمام کتاب کا اندازہ کیا تو معلوم ہوا کہ بڑی بڑی دس جلدین ہونگی فَصَرَفْتُ عِنَانَ الْعِنَایَۃِ نَحْوَ الْاِخْتِصَارِ وَسَمَّیْتُہٗ بِالدُّرِّ الْمُخْتَارِ فِیْ شَرْحِ
تنویر الابصار سو پھیری مین نے اجتہاد اور کوشش کی باگ اختصار کی طرف اور اس شرح مختصر کا نام در المختار فی شرح تنویر الابصار مین نے رکھا مین یعنے خوف
تطویل سے شرح کو مختصر کیا اور دس جلد کا مطلب ایک جلد مین کردیا لہذا در المختار نہایت دقیق ہوا شرح نہین بلکہ متن متین ہوگیا اختصار عبارت ہے تقلیل لفظا و تکثیر معنے
سے اَلَّذِیْ فَاقَ کُتُبَ ہٰذَا الْفَنِّ فِی الضَّبْطِ وَالتَّصْحِیْحِ وَالْاِخْتِصَارِ وہ تنویر الابصار جو فائق اور عالی قدر ہے اس فن مین یعنے فن فقہ کی کتابون سے ضبط اور
تصحیح اور اختصار عبارت مین ہم ضبط عبارت ہے تحریر اور محافظت فروع سے یعنی تمام مسائل محتاج الیہا کا جمع کردینا اور تصحیح عبارت ہے اقوال صحیحہ کے ذکر کرنے
سے یا تصحیح ترکیب سے کذا فی الطحطاوی وَلَعَمْرِیْ لَقَدْ اَضْحَتْ رَوْضَتُہٗ ہٰذَا الْعِلْمِ بِہٖ مُفَتَّحَۃَ الْاَزْہَارِ مُسَلْسَلَۃَ الْاَنْہَارِ اور قسم اپنی زندگی کی کہ مقرر اس علم فقہ کا باغ اس متن کے
ہونے سے کھلی کلیون والا اور روان انہار ہوگیا یعنے مسائل فقہیہ جو کلیون کے مانند مغلق اور سربستہ تھے وہ پھولون کے مانند شگفتہ ہوگئے ماتن کے بیان کے وضوح
سے مِنْ عَجَائِبِہٖ ثَمَرَاتُ التَّحْقِیْقِ تُجْتَنٰی وَمِنْ غَرَائِبِہٖ ذَخَائِرُ تَدْقِیْقِ تَحْرِیْرِ الْاَفْکَارِ اس متن کے عجائب سے تحقیق کے پھل پسند کیے جاتے ہین اور اسکے غرائب سے
تدقیق کے وہ ذخیرے ہین جنسے عقول حیرت ناک ہین لِشَیْخِ شَیْخِنَا شَیْخِ الْاِسْلَامِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ التُّمُرْتَاشِیِّ الْحَنَفِیِّ الْغَزِّیِّ عُمْدَۃِ الْمُتَاخِّرِیْنَ الْاَخْیَارِ وہ متن موصوف
بصفات مذکورہ تصنیف ہے ہمارے استاد کے استاد کا یعنے شیخ الاسلام محمد بن عبد اللہ تمرتاشی حنفی مذہب غزی کا جو عمدہ ہے علماء متاخرین صالحین مین ہم تمرتاش
بضم تا و میم و سکون راے مہملہ و تا و شین معجمہ خوارزم کا قریہ ہے کذا فی الطحطاوی اور غزہ ایک شہر ہے شام مین اسکو غزۂ ہاشم کہتے ہین قاموس مین ہے کہ غزہ شہر ہے
فلسطین مین وہان امام شافعی رح پیدا ہوے اور ہاشم بن مناف وہان مرگئے انتہی نسب ماتن کا یون ہے محمد بن عبد اللہ بن احمد خطیب بن محمد خطیب بن ابراہیم
خطیب کذا فی المنح شرح الماتن معلوم کرنا چاہیے کہ ماتن رحمۃ اللہ علیہ کثیر التصانیف ہے از انجملہ یہ متن اور اسکی شرح ہے مسمی منح الغفار اور منظومہ فقہ مین
مسمے بہ تحفۃ الاقران اور حاشیہ درر وغرر کا اور شرح کنز اور شرح زاد الفقیر اور شرح وقایہ اور فتاوی دو مجلد اور شرح منار کے اصول مین اور شرح منظومہ
ابن وہبان اور معین المفتی علی جواب المستفتی وغیر ذلک من المصنفات المتعددۃ علم فقہ کا حاصل کیا شیخ زین ابن نجیم صاحب بحر الرائق اور امین الدین

منح الغفار شرح ہے مصنف کی اور فتح القدیر شرح ہدایہ کی ابن ہمام کی اور کشف شرح منار نسفی کی [illegible]

وہی مطالب ہے جو روایت علماء اعلام سے ہے انہوں سے نقل کیا از انجملہ شیخ صالح محشی شاہ وقتنا زینت الرشید ان سے انتقال کیا انہوں نے کمترا اور چہ سال
تجربہ کیا ہوں جزو اتم ہے اور وہی ہے مدفون ہوئے غفرلہ اللہ کذا فی الطحطاوی فحسانا فی رویتہ شیخنا الشیخ عبد الغنی الخلیلی عن المصنف الغزی عن ابن نجیم المصری
بسندہ الی صاحب المذہب ابی حنیفۃ بسندہ الی النبی المصطفیٰ المختار عن جبریل عن رب العزۃ کما ہو مبسوط فی اجازتنا بالطرق عدیدۃ عن المشائخ النحاریر
الکبار سو میں روایت کرتا ہوں اس فن کو یعنی علم فقہ کو اپنے استاد شیخ عبد الغنی خلیلی سے وہ روایت کرتے ہیں مصنف یعنی عبد اللہ غزی سے وہ
زین بن نجیم مصری سے وہ روایت کرتے ہیں اپنی اس سند سے جو متصل ہے امام ابو حنیفہ صاحب مذہب تک وہ روایت کرتے ہیں اپنی اس سند سے
جو متصل ہے نبی برگزیدہ و پسندیدہ تک یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روایت کرتے ہیں جبرئیل علیہ السلام سے وہ روایت کرتے ہیں اللہ واحد قہار سے جل جلالہ
چنانچہ سند مذکور مشرح اور مفصل مذکور ہے ہماری اجازت میں بہت طریقوں سے اساتذہ کثیر العلم عظیم الشان سے ہم شعرانی نے میزان میں ائمہ اربعہ کی یوں سند
ذکر کی ہے امام ابو حنیفہ عن عطا عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن جبرئیل عن اللہ عز وجل امام مالک عن نافع عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن جبرئیل
عن اللہ عز وجل امام شافعی عن مالک الی آخر السند امام احمد بن حنبل عن الشافعی عن مالک الی آخر السند کذا فی الطحطاوی وما کان فی الدرر والغرر لم اعزہ اذا اندر وما
عن نقلہ عزوتہ لقائلہ روما للاختصار اور جو قول کہ درر وغرر سے نقل کیا اسکو درر غرر کی طرف منسوب نہیں کیا بقصد اختصار مگر بضرورت کبھی بیان بھی کر دیا اور جو اسکے سوا ہے
درر وغرر سے وہ اسکے قائل کی طرف منسوب کر دیا ہے ہم یعنی در المختار منقول ہے مذہب حنفی کی کتب معتمدہ سے کہ بعض کتب سے نقل زیادہ ہے چنانچہ ملا
خسرو کی درر وغرر سے تو اختصار کے واسطے اسکے ہر قول میں شارح نے یہ نہیں کہا کہ یہ درر وغرر سے منقول ہے اسکے سوا اور کتابوں سے مستفاد بکثرت نقل ہیں تو وہاں
نسبت کر دیا کہ یہ قول فلانی کتاب سے ہے اور یہ شارح کی مزید دیانت پر دلیل ہے اور عدم اتمام ریاست علمی پر رحمۃ اللہ علیہ فاَمُولِیَ مِنَ النَّاظِرِ فِیہِ اَنْ یَنْظُرَ بِعَیْنِ
الرِّضَا وَالْاِسْتِبْصَارِ وَاَنْ یَتَلَافٰی تَلَافَہٗ بِقَدْرِ الْاِمْکَانِ اَوْ یَصْفَحَ لِیُصْفَحَ عَنْہُ عَالِمُ الْاَسْرَارِ وَالْاِضْمَارِ اور میری امید اس کتاب کے ناظر سے یہ ہے کہ اسکو چشم رضا اور
تامل سے دیکھے اور یہ کہ اسکے عیب اور نقصان کا تدارک کرے بقدر اپنی استطاعت اور قدرت کے یا درگذر کرے عیب گوئی سے تاکہ اسکے عیوب سے درگذر
ہو اور یہ جو چیز کا جانتے والا ہے چشم رضا کی قید اسواسطے لگائی کہ جو شخص بد گمانی کی آنکھ سے دیکھتا ہے اسکو حق باطل معلوم ہوتا ہے چشم ناراضی کر کے
اور عیب نما ہے ہنر مش در نظر وَلَعَمْرِیْ اِنَّ السَّلَامَۃَ مِنْ ہٰذَا الْخَطَرِ لَاَمْرٌ یَعِزُّ عَلَی الْبَشَرِ اور قسم ہے اپنی حیات کی کہ سلامت رہنا سہو اور غفلت کے امر عظیم سے البتہ وہ
امر ہے جو آدمی پر دشوار ہے ولا غرو فان النسیان من خصائص الانسانیۃ والخطاء والزلل من شعائر الآدمیۃ اور عدم سلامت کچھ عجیب نہیں اسواسطے کہ
بھولنا انسانیت کے مخصوصات سے ہے اور چوکنا اور لغزش قدم آدمیت کی نشانیوں سے ہے واستغفر اللہ مستعیذا بہ من حسد یسد باب الانصاف ویرد
عن جمیل الاوصاف اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگتا ہوں اس خطا سے جو اس کتاب میں واقع ہوئی پناہ بخدا طلب کرکے اس حسد سے جو منصفی کے
دروازے کو بند کر دے اور حاسد کو اوصاف جمیلہ سے پھیر دے ہم حسد اسکو کہتے ہیں کہ آدمی غیر کی نعمت کا زوال چاہے اور تمنا کرے کہ وہ مجکو ملے یا
مطلق زوال چاہے خواہ اسکو ملے یا نہ ملے اور وہ سخت مرض ہے کہ نیکیوں کو کھاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو کھاتی ہے چنانچہ یہ مضمون حدیث میں وارد ہے اور کا
حسد آدمی کو کفر تک پہونچا دیتا ہے اسواسطے کہ حسد کا انجام کار اعتراض ہے خدا پر کہ کیوں اسکو یہ نعمت دی اعوذ باللہ من الحسد ومن کل القبائح الا وان
الحسد حسک من تعلق بہ ہلک آگاہ رہنا بیشک حسد وہ کانٹا ہے جسکو لگا وہ ہلاک ہو گیا وکفی للحاسد ذما آخر سورۃ الفلق فی اضمارہ بالتعلق حاسد کی
مذمت میں پچھلی آیت سورۂ قل اعوذ برب الفلق کی کفایت کرتی ہے اسکے جل بھن جانے میں قلق کے سبب سے ہم سورۂ فلق کی پچھلی آیت میں حق تعالیٰ
نے حاسد کی طرف شر کو نسبت کیا اور اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو امر کیا کہ اس سے پناہ مانگے تو حسد کی کونسی مذمت اس سے زیادہ ہوگی للہ
در الحسد ما اعدلہ بدء بصاحبہ فقتلہ اللہ بھلا کرے حسد کا کیا خوب منصف ہے اول اپنے صاحب یعنی حاسد کو قلق دیا پھر اسکو مار رکھا سے

وما انا من کیدِ الحسود بامن ؍ ولا جاہلٍ یُؤذی ؍ ولا یتدبر ۔ اور مین حسد کرنے والے کے مکر اور فریب سے نڈر نہین اور اُس جاہل کے مکر سے جو عیب جوئی کرے (یعنے میری کتاب مین) اور تامل نکرے ۔ م ۔ یہ بیت ہی قصیدۂ ابن وہبان کی ابن شحنہ اُسکے شارح نے کہا سبب اسکا یہ ہی کہ صاحب قصیدہ حاسدون کے حسد اور معاندون کے مکر مین مبتلا ہوا بعضے کہتے تھے کہ وہبانیہ جدید کتاب ہی اور بعضے کہتے تھے کہ یہ کتاب قدیم ہی ابن وہبان نے اپنی طرف نسبت کرلی انتہی اسی طرح شارح مغفور بھی سہام طعن حاسدین کا نشانہ ہوا کذا فی الطحطاوی وللہ در القائل ؎ ہُم یحسدونی وشرّ الناس کلّہم ؍ من عاش فی الناس یوماً غیر محسودٍ ۔ اور خدا بھلا کرے اِس بیت کے قائل کا حاسد مجھپر حسد کرتے ہین اور سب آدمیون مین بدتر وہ شخص ہی جو ایکدن بھی غیر محسود جیا یعنے جسپر کسی نے حسد نکیا ۔ م ۔ غیر محسود ہوا اسواسطے بدتر ہوا کہ حسد اُسیکا ہوتا ہی جسمین اوصاف حمیدہ ہوتے ہین تو جسپر جب لوگون نے نکیا تو معلوم ہوا کہ اُسمین کچھ خوبی نہین چنانچہ شارح اسکے آگے اشارہ کرتا ہی اِذ لا یسود سید بدون ودود یمدح وحسود یقدح اسواسطے کہ کوئی سردار سرداری نہین پاتا بدون اُس دوست کے جو اُسکی خوبی بیان کرے اور بدون اُس حاسد کے جو بدگوئی کرے ۔ م ۔ جب آدمی نے اپنی بدگوئی سُنی اور اسپر تحمل کیا اور چشم پوشی کی تو اُسکی عالی ظرفی اور سرداری ثابت ہوگئی لانّ من زرع الاحن حصد المحن اسواسطے کہ جسنے کینون کا کھیت بویا بھجون کو خرمن کیا فاللئیم یفضح والکریم یصلح سو کمینہ اور کم ظرف فضیحت کرتا ہی اور شریف صاحب کرم اصلاح دیتا ہی اور درست کردیتا ہی ۔ م ۔ جب کلام سابق سے معلوم ہوا کہ آدمی دو قسم کے ہوتے ہین لئیم اور کریم سو لئیم تو عیب جوئی مین رہتا ہی اور کریم اصلاح کرتا ہی اگر کچھ خلل پاتا ہی بشرط قدرت یا چشم پوشی کرتا ہی لکن یا اخی بعد الوقوف علی حقیقۃ الحال والاطلاع علی ما حررہ المتاخرون کصاحب البحر والنہر والفیض والمصنف وجدّنا المرحوم وعزمی زادہ واخی زادہ وسعدی افندی والزیلعی والاکمل والکمال وابن الکمال لیکن اے بھائی خطا اس کتاب کی تلافی کرنا چاہیے بعد واقف ہونے کے حقیقت حال پر اور بعد مطلع ہونے کے علماء متاخرین کی تحریر اور تنقیح پر مانند صاحب بحر اور نہر اور فیض اور مصنف اور ہمارے جد مرحوم اور عزمی زادہ اور اخی زادہ اور سعدی افندی اور زیلعی اور اکمل اور کمال اور ابن الکمال کے ۔ م ۔ یعنے تدارک خلل بعد مطلع ہونے کے کتب مذکورہ پر چاہیے اور بمجرد خطور قلب کے اسپر جرأت مناسب نہین صاحب بحر الرائق زین بن نجیم مصری ہی اور صاحب نہر الفائق شیخ عمر بن نجیم بھائی صاحب بحر کا اور شاگرد نہر الفائق کو تصنیف کیا بھائی کی موت کے بعد اور بھائی پر اکثر مسائل مین مواخذہ کیا یون عذر بیان کرکے کہ بھول چوک سے محفوظ رہنا آدمی پر دشوار ہی اور عزمی زادہ محشی ہی درر کا اور اکمل شرح ہدایہ کا مصنف ہی اور کمال الدین ابن الہمام صاحب فتح القدیر محمد بن عبد الواحد بن عبد الحمید اسکندری ہی ہمام لقب ہی عبد الواحد کا مع تحقیقات سنح بالبال وتلقیتہا عن فحول الرجال ساتھ ملاحظہ اُن تحقیقات کے کہ بعض کو میرے دل نے پیدا اور ظاہر کیا اور بعض کو مین نے کاملون سے حاصل کیا ۔ م ۔ اگر کوئی کہے کہ شارح جیسے عالمون کی تحقیقات کا مسائل فقہ مین کچھ دخل نہین اسواسطے کہ وہ مجتہد مذہب اور صاحب فتوی نہین اور قیاس کرنیکا بھی اہل نہین اسواسطے کہ قیاس کرنا ہجری چار سو برس کے بعد مفقود ہوگیا پھر شارح کی تحقیقات سے کیا حاصل جواب اسکا یہ ہی کہ تحقیقات سے مراد نظائر کو جمع کرنا ہی اور معتمد کے قول کو لانا اور اشکالات کو عبارت لطیف سے دفع کرنا یا اسکا جواب دیا جاوے بموجب اس قول کے کہ قوت مدرک کا اعتبار ہی اور اللہ کے اہل پیدا ہوا کرتے ہین قدرت کاملہ سے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی وابی اللہ العصمۃ لکتاب غیر کتابہ اور حق تعالی ہر کتاب کی عصمت کو مکروہ رکھتا ہی سوا اپنی کتاب کے یعنی کلام اللہ کے سوا آدمی کی کتاب ایسی لازم العصمۃ نہین کہ اُسمین خطا کا احتمال نہو یہ شارح نے اپنی بھول چوک کا عذر بیان کیا والمنصف من اغتفر قلیل خطاء المرء فی کثیر صوابہ اور منصف وہ ہی جو آدمی کی تھوڑی خطا کو اسکی بہتیری درست گوئی مین چھپا ڈالے یعنے جب آدمی کا اکثر کلام حق اور صواب ہوا تو اسکی خطاء قلیل پر نظر کرنا منصفون کا کام ہی اور فقط خطا کو پکڑ لینا اور اسکی صواب گوئی سے چشم پوشی کرنا ظلم صریح اور خباثت ہی ومع ہذا فمن اتقن کتابی ہذا فہو الفقیہ الماہر اور ساتھ اسکے یعنے باوجود عدم عصمت کے سو جو شخص کہ خوب سمجھے گا میری اس کتاب کو تو وہ فقیہ ماہر ہی یعنے مسائل فقہ کا خوب واقف ہوگا ومن ظفر بما فیہ فیقول بملا فیہ کم ترک الاول للآخر اور جو فتحیاب ہوگا اس کتاب کے مطلب پر وہ اپنا منھ بھر کے کہیگا کہ بہت مطالب کو اگلا پچھلے کے واسطے چھوڑ گیا ۔ م ۔ یعنے متقدمین نے اکثر اشیا کی تصریح نہین کی اور متاخرین نے اُسمین

اور دلیل فحسب من لا اطلاع لہ ولا فہم عدولا عن السبیل پھر کبھی تو مین نے مسئلہ متن مین مخالفت کی یا دلیل مین جسکو اطلاع نہین اور نہ فہم اُسنے گمان کیا اُ سے بہکنا یعنی ناواقفی سے میرے مخالفت کو گمراہی سمجھا وربما غیرت تبعا لما شرح علیہ المصنف کلمۃ او حرفا وما دری ان ذلک لنکتۃ تدق عن نظرہ وتخفی اور کا ہے مین نے مصنف کی شرح کی پیروی سے کسی لفظ یا حرف کو بدل ڈالا اور حالانکہ اُس معترض کو معلوم نہین کہ یہ بدلنا اُس سخن باریک کے سبب سے ہی جو اسکی نظر سے تاریک اور پوشیدہ ہی وقد انشدنی شیخی الحبر السامی والبحر الطامی اوحد زمانہ وحسن اوانہ شیخ الاسلام الشیخ خیر الدین الرملی اطال اللہ تعالی بقاءہ اور البتہ اشعار آیندہ سنائے مجھکو میرے اُستاد علامہ عالیقدر دریاے لبالب اپنے زمانے کے یکتا اور اپنے وقت کے خوب فاضل تھے یعنے شیخ الاسلام شیخ خیر الدین ساکن رملہ نے اللہ تعالی اُنکی عمر کو دراز کرے رملہ شہر ہی فلسطین مین وہین اُنکا انتقال ہوا اُنکی تصانیف عمدہ بہت ہین از انجملہ فتاوی خیریہ ہی سہ قل لمن لم یر المعاصر شیئا ویری للاوائل التقدیما ؛ ان ذلک القدیم کان حدیثا ؛ وسیبقی ہذا الحدیث قدیما ؛ کہ اُس شخص سے جو ہمعصر کو کچھ نہین سمجھتا اور اگلے لوگون کو پچھلون پر تقدیم سمجھتا ہی کہ مقرر وہ پُرانا بھی اپنے وقت مین نیا تھا اور آگے یہ نیا بھی پرانا ٹھہر یگا ہم فی الواقع معاصر کتنا ہی کامل الوجود ہو لوگون کی نظرون مین نہین آتا اور بعد مدت کے وہی معتمد اور مقتدا ٹھہرتا ہی چنانچہ صاحب ؔ درالمختار اپنے معاصرین حاسدین سے کسقدر تنگ ہی اور اس زمانہ مین عرب وعجم مین درالمختار اعجوبۂ روزگار معتمد اول علماء کبار ہی علی ان المقصود والمراد ما انشدنی شیخی وبرکتی وولی نعمتی راس المحققین والنقاد محمد افندی المحاسنی وقد اجاد علاوہ برین اس شرح کے لکھنے سے مقصود ومراد وہ مضمون ہی جو شعر مین پڑھکر سنایا ہی میرے اُستاد اور میرے برکت اور میرے ولی نعمت محققین اور پرکھنے والون کے سردار یعنی محمد افندی محاسنی نے اور البتہ بہت خوب کہا ہی محاسنی نسبت ہی محاسن کیطرف یعنی خوبیون والا اور افندی کا لفظ بمعنی بزرگوار مستعمل ہی کذا فی الطحطاوی سہ لکل بنی الدنیا مراد ومقصد ؛ وان مرادی صحۃ وفراغ ؛ لاابلغ فی علم الشریعۃ مبلغا ؛ یکون بہ لی فی الجنان بلاغ ؛ ہر ایک اہل دنیا کا کچھ مراد اور مقصد ہوتا ہی اور البتہ میرا مقصد صحت اور فارغ البالی ہی تاکہ مین علم شریعت مین اُس درجے کو پہونچون جسکے سبب سے بہشتون مین میرا پہونچنا ہو سہ ففی مثل ہذا فلینافس اولو النہی ؛ وحسبی من الدنیا الغرور بلاغ ؛ تو ایسے مقصد عظیم الشان مین چاہیے کہ حرص کرین صاحبان عقول اور کافی ہی مجکو دغاباز دنیا سے بلاغ یعنے قدر کفایت یعنے حطام دنیا سے قلیل کافی ہی تو کوشش کرنا چاہیے اُنمین جس سے نعیم موبد اور بہرہ دائمی حاصل ہو کذا فی الطحطاوی سہ فما الفوز الا فی نعیم مؤبد ؛ بہ العیش رغد والشراب یساغ ؛ سو نہین ہی فتحیابی مراد کی مگر دائمی نعمت مین جسکے سبب سے معاش کی کشایش ہی اور حلق مین شربت خوشگوار ہی مقدمہ اہل تصانیف کی عادت ہی کہ قبل از شروع مقصود اُن امور کو ذکر کرتے ہین جنسے ناظر کتاب کو بصیرت حاصل ہو اُسکو مقدمہ کہتے ہین حق علی من حاول علما ان یتصور بحدہ او رسمہ ویعرف موضوعہ وغایتہ واستمدادہ جو شخص کہ کسی علم کے شروع کرنے کا قصد کرے اُسپر حق اور لازم ہی کہ اُس علم کی حد یا رسم کو تصور کرے اور اسکے موضوع اور غایت اور استمداد کو پہچانے حد اُس تعریف کو کہتے ہین جسمین ذاتیات مذکور ہون چنانچہ انسان کی تعریف مین کہنا کہ جاندار گویا اور رسم وہ ہی جسمین تعریف بعرض لازم ہو چنانکہ انسان کو ضاحک یا کاتب بولنا مقدمہ مین دس چیزین مذکور ہوتی ہین انہین سے شارح نے چار کو ذکر کیا تعریف علم اور موضوع اور غرض اور استمداد سو باقی چھ امور یہ ہین واضع علم اور نام علم کا اور حکم شارع کا اور تصور مسائل اور فضیلت اور نسبت سو چار چیزون کو خود شارح نے بیان کیا بافضیلت کو بھی باقی کا بیان یون ہی کہ واضع علم فقہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ہین اور نام علم کا فقہ ہی اور شارع کا حکم یہ ہی کہ فقہ کا حاصل کرنا بقدر ضرورت کے واجب ہی اور مسائل اس علم کے ہر ایک وہ جملہ ہی جسکا مبتدا مکلف کا فعل ہی اور احکام خمسہ اسکی خبر ہی چنانچہ یہ فعل واجب ہی یا حرام مثلا اور فضیلت علم فقہ کی یہ ہی کہ سوا اسکے علم عقائد اور تفسیر اور حدیث اور اصول فقہ کے باقی علمون سے فقہ کا علم افضل ہی اور نسبت یہ ہی کہ علم فقہ ظاہر کی اصلاح کرتا ہی جیسے عقائد اور تصوف باطن کی اصلاح کرتے ہین کذا فی الحلبی یتصرف فالفقہ لغۃ العلم بالشیء ثم خص بعلم الشریعۃ تو فقہ لغت عرب مین دریافت کرنا ہی شی کا پھر عرف مین مخصوص ہی بعلم شریعت ہی وفقہ بالکسر فقہا علم اور فقہ بکسرۂ قاف صیغہ ماضی کا بمعنی علم ہی یعنے دریافت کیا اور جانا اور فقہ بکسر اول وسکون ثانی اُسکا مصدر ہی بمعنی علم و فہم

ثابت ہی بقولہ تعالی (قل ہو اذی فاعتزلوا النساء فی المحیض) اور علت مشترکہ مقیس اور مقیس علیہ مین اذا ہی اور قیاس مستنبط من السنۃ کی مثال حرام ہونا چنے کے ایک پیمانہ کا چنے کے دو پیمانون سے بقیاس حرمت گیہون کے ایک پیمانہ گیہون کے دو پیمانونسے جو ثابت ہی اس حدیث سے کہ الحنطۃ بالحنطۃ مثلا بمثل یدا بید والفضل ربوا اور علت مشترکہ بیان اتحاد جنس و مقدار ہی اور قیاس مستنبط من الاجماع کی مثال قیاس کرنا ہی وطی حرام کا وطی حلال پر چنانچہ مادر مزنیہ کی وطی کی حرمت کو قیاس کیا ہی اور کنیز موطؤہ کی حرمت پر جو اجماع سے ثابت ہی یعنے جب اپنی لونڈی سے وطی کی تو اس لونڈی کی ماں کا حرام ہونا اجماع سے ثابت ہی اسمین کوئی نص نہین ہی کتاب اللہ و سنت ہی بلکہ امہات النساء یعنے خوشدامنون مین بلا اشتراط وطی کے نص وارد ہی کذا فی الطحطاوی بتصرف غایۃ الفوز بسعادۃ الدارین اور فقہ کی غرض و علت غائی سعادت دارین کی ظفریابی ہی و اما فضلہ فکثیر شہیر اور فقہ کی بزرگی اور فضیلت تو بہت مشہور ہی ہم جامع ترمذی مین ابو امامہؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ فضیلت عالم کی عابد پر جیسے میری فضیلت تمہارے ادنی شخص پر مقرر اللہ تعالی اور اُسکے فرشتے اور اہل سموات اور اہل ارض یہانتک کہ چیونٹی اپنے سوراخ مین اور مچھلیان دریا مین بھلائی چاہتے ہین انکی جو لوگون کو خیر کی تعلیم کرتے ہین اور ترمذی مین ابن عباسؓ سے روایت ہی کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک فقیہ شیطان پر سخت تر ہی ہزار عابد سے کذا فی تیسیر الوصول الی جامع الاصول و منہا فی الخلاصۃ وغیرہا النظر فی کتب اصحابنا من غیر سماع افضل من قیام اللیل اور منجملہ فضائل کے وہ قول ہی جو خلاصہ وغیرہا مین ہی کہ نظر کرنا ہمارے اصحاب کی کتابون مین بدون سماع یعنی فقہ کی کتابون کو مطالعہ کرنا بدون اسباب کے کہ اُستاد سے سنا ہو تہجد کی نماز سے بہتر ہی و تعلم الفقہ افضل من تعلم باقی القرآن اور فقہ کا سیکھنا افضل ہی باقی قرآن کے سیکھنے سے ہم یعنے زائد از حاجت فقہ کا سیکھنا غیر کے نفع کیواسطے باقی قرآن کے سیکھنے سے افضل ہی اسواسطے کہ فقہ کا تعلم بقدر حاجت کے فرض عین ہی وجہ فضیلت کی یہ ہی کہ تمام فقہ مین تعلم فقہ کا فرض کفایہ ہی اور قرآن کا تعلم سنت ہی اور فرض افضل ہی سنت سے مگر یہ وجہ مسلم نہین اسواسطے کہ تمام قرآن کا سیکھنا بھی فرض کفایہ ہی یا فضیلت کی یہ وجہ ہی کہ جمیع فقہ محتاج علیہ ہی اسواسطے کہ وقائع کا حدوث ہوتا ہی فقہ کے ہر باب مین بخلاف قرآن کے اسواسطے کہ قرآن مین ایک آیت کا سیکھنا تو فرض ہی اور سورۂ فاتحہ اور تین آیتون کا سیکھنا واجب ہی کذا فی الطحطاوی و جمیع الفقہ لا بد منہ اور تمام فقہ سے چارہ نہین یعنی ضرور ہی اگرچہ بطریق فرض کفایہ کے ہو الحاصل فقہ بجمیع انواع خود آدمیون کو ضرور ہی سو طہارت اور نماز اور روزہ کا دریافت کرنا تو علی العموم سبکو فرض ہی اور زکوۃ اور حج اور نکاح اور طلاق اور عتاق وغیر ذلک کا معلوم کرنا اُسپر فرض ہی جو اُنکا حاجتمند ہو یعنی اگر مالدار ہی تو زکوۃ اور حج کے مسائل کا معلوم کرنا اُسپر فرض ہی و علی ہذا القیاس نکاح کرنیوالا اور طلاق دینے والا وغیرہ عن محمد لا ینبغی للرجل ان یعرف بالشعر والنحو لان آخر امرہ الی المسئلۃ و تعلیم الصبیان ولا بالحساب لان آخر امرہ مساحۃ الارضین ولا بالتفسیر لان آخر امرہ الی التذکیر والقصص بل یکون علمہ فی الحلال والحرام وما لا بد منہ اور ملتقط وغیرہ مین محمد بن حسنؒ سے منقول ہی کہ مرد کو لائق نہین کہ شعر گوئی اور نحو دانی مین مشہور ہو اسلیے کہ اسکا انجام گدا گری ہی اور لڑکون کا پڑھانا اور نہ حساب دانی مین مشہور ہو کہ اُسکا انجام کار پیمایش ہی اراضی کی اور نہ تفسیر دانی مین مشہور ہو اسواسطے کہ اسکا انجام کار وعظ گوئی اور قصہ خوانی ہی بلکہ لائق یہ ہی کہ اُسکا علم ثابت ہو حلال اور حرام مین اور اسمین جس سے چارہ نہین ہم گدا گری کو شعر گوئی کا انجام ہو اسواسطے کہا کہ اکثر شاعر دنیا فانی کے طلب کرنیکے واسطے جو مدح کے لائق نہین اُنکی مدح کرتے ہین اور لگاتے ہجو کرتے ہین اُنکی جو مستحق مذمت کا نہین اور اُنکے اکثر اوقات مضامین تازہ کاذبہ کی تلاش مین سرگردانی سے برباد ہوتے ہین کما قیل ؎ اذا ما اعتز ذو علم بعلم ٭ فعلم الفقہ اولی باعتزاز ٭ فکم طیب یفوح ولا کمسک ٭ وکم طیر الطیر ولا کباز ٭ چنانچہ نظم مین کسی نے کہا ہی کہ جب فخر کرے صاحب علم کسی علم کے سبب سے تو فقہ کا علم مقدم تر اور اولی بافتخار ہی سو بہت سی خوشبوئین مہکتی ہین اور نہین مہکتی مشک کے مانند اور بہت سی چڑیان اُڑتی ہین اور نہین اُڑتی باز کے مانند یعنی فقہ اور علوم سے ایسا افضل ہی جیسا مشک اور خوشبوئیون سے اور باز اور پرندونسے و قد مدحہ اللہ تعالی بتسمیتہ خیرا بقولہ و من یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا و قد فسر الحکمۃ زمرۃ ارباب التفسیر بعلم الفروع الذی ہو علم الفقہ اور البتہ حق تعالی نے فقہ کی مدح کی ہی اُسکو مسمی بخیر کرکے اپنے اس قول مین و من یؤت الحکمۃ الخ یعنے جسکو حکمت دی گئی اُسکو بہت خیر دی گئی اور تفسیر مفسرین کے ایک گروہ نے

سرخسی رحمۃ اللہ کو ایک رات اسہال عارض ہوا اور وہ اپنے سبق کی تکرار کرتے تھے تو اس رات کو سترہ بار وضو کیا اسواسطے کہ وہ سبق کی تکرار بدون وضو کے نہ کرتے تھے
وجہ اسکی یہ ہے کہ علم نور ہے اور وضو بھی نور ہے تو علم کا نور وضو سے دوچند ہو جاتا ہے اور منجملہ تعظیم واجب کے یہ ہے کہ کتاب کیطرف پاؤن نہ پھیلائے اور کتاب کی تعظیم
ایک یہ ہے کہ خوشخط اور صحیح لکھے اور بہت باریک نہ لکھے امام اعظم رحمہ اللہ نے ایک کاتب کو دیکھا کہ باریک لکھتا تھا تو فرمایا کہ باریک مت لکھ کہ شاید تو زندہ رہا تو پچھتائیگا اور اگر
مرگیا تو تجھکو لوگ برا کہینگے یعنی اگر تو بوڑھا ہوگا اور تیری بصارت ضعیف ہوگی تو اس باریک تحریر پر تجھکو ندامت ہوگی اور منجملہ تعظیم علم کے ہمسبق بھائیون کی تعظیم ہے اور چاپلوسی
معیوب چیز ہے مگر طلب علم مین مذموم نہین اسواسطے کہ استاد اور ہمسبقون کی چاپلوسی کرنا لائق ہے تاکہ اُنسے فائدہ حاصل ہو کذا فی الطحطاوی مختصراً وقد قیل العلم وسیلۃ الی
کل فضیلۃ اور کہا گیا ہے یعنی علماء مجربین نے فرمایا ہے کہ علم وسیلہ ہے ہر بزرگی اور کمال کا یعنی ترقیات دارین کا سبب ہے العلم یرفع المملوک الی مجالس الملوک علم بلند مرتبہ
کرتا ہے غلام کو بادشاہون کی مجالس تک یعنی نہایت حقیر شخص علم کی جلالت شان سے بادشاہون کا مصاحب اور جلیس ہو جاتا ہے لولا العلماء لہلک الامراء اگر
عالم نہوتے تو امیر ہلاک اور تباہ ہو جاتے ہم وجہ اسکی یہ ہے کہ امیر خلق اللہ کے حاکم ہین تو اگر فصل خصومات مین علماء دین کی طرف رجوع نکرتے تو گمراہ ہوتے اور عذاب
آخرت مین گرفتار ہوتے باوجود اسکے علماء دین کو لائق نہین امیرونکے پاس جانا آنا دنیاے فانی کے حاصل کرنیکیواسطے عالم کو چاہیے کہ اپنے نفس کو ذلیل نکرے بلکہ
مقسوم پر راضی رہے ہمت کو عالی رکھے لوگون کے مال مین طمع نکرے زمانہ سابق مین دستور تھا کہ اول لوگ پیشہ سیکھتے پھر علم حاصل کرتے تھے تا خلق اللہ کے مال مین طمع کی
مجال باقی نرہے اور جبکہ عالم طامع ہوا تو اسکے علوم کی حرمت باقی نہین رہتی اور وہ حق گوئی سے بھی گیا تاہے ابن عساکر نے اپنی تاریخ مین انس رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی کہ
میری امت کی خرابی ہے علماء بدکردار سے اس علم کو تجارت قرار دینگے اسکو بیچینگے اپنے زمانے کے امیرون سے اپنی منفعت کیواسطے خدا انکی تجارت مین نفع نبخشے اور مروی ہے کہ بدتر
علماء وہین جو امیرونکے پاس جاتے ہین اور بہتر امیر وہ ہین جو عالمون کے دروازون پر آتے ہین اور مروی ہے کہ دو قسم آدمیون مین سے جب آراستہ ہوئے تو سب لوگ آراستہ
ہو جاتے ہین اور جب وہ بگڑے تو سب لوگ بگڑ جاتے ہین علماء اور امراء کذا فی الطحطاوی ملتقطاً وانما العلم لاربابہ ولایۃ لیس لہا عزل ور سوا اسبات کے نہین ہے کہ علم صاحبان علم
کیواسطے وہ منصب الہی ہے جسکی معزولی نہین یعنی بادشاہ اس منصب کو نہین چھین سکتا ان الامیر ہو الذی یضحی امیراً عند عزلہ ان زال سلطان الولایۃ فہو فی سلطان فضلہ ایتہ
اصلی امیر وہ ہے جو امیر بنا رہے اپنے معزول ہونیکے وقت اگر قوت منصب کی زائل ہوگئی تو وہ اپنے کمال کی قوت مین ثابت ہے واعلم ان تعلم العلم یکون فرض عین وہو بقدر
ما یحتاج لدینہ اور معلوم کراے مخاطب کہ علم کا سیکھنا فرض عین ہوتا ہے یعنے ہر شخص پر اور فرض عین اسقدر علم ہے جسکی طرف آدمی حاجتمند ہو اپنے دین کے واسطے ہم
تعلیم متعلم مین ہے کہ مسلمان پر ہر علم کا حاصل کرنا فرض نہین بلکہ علم حال کی طلب فرض ہے یعنی آدمی جس حال مین واقع ہو اس حال کا علم سیکھنا فرض ہے مثلاً جسپر نماز
وروزہ فرض ہوا اسپر صوم وصلوٰۃ کے مسائل کا دریافت کرنا فرض ہے اور اگر مال حاصل ہوا تو زکوٰۃ اور حج کے مسائل کا سیکھنا فرض عین ہے اور سوداگر پر علم بیع فرض ہے
بالجملہ جو جس چیز کا شغل رکھتا ہو اسپر اُسکا علم فرض ہے تاکہ حرام اور ارتکاب حرام سے محفوظ رہے اور علم واجب وہ ہے جسقدر سے امر واجب ادا ہو کذا فی الطحطاوی ملخصاً وفرض
کفایۃ اور علم کا سیکھنا فرض کفایہ ہوتا ہے فرض کفایہ وہ ہے کہ ہر شخص پر فرض نہین بلکہ بعض کا سیکھنا ایک شہر مین سبکی طرف سے کفایت کرتا ہے وہو مازاد علیہ لنفع غیرہ
اور فرض کفایہ وہ علم ہے جو اپنی حاجت سے زیادہ ہو غیر کے نفع کیواسطے یعنے ناواقفون کے بتانے کو تاکہ وہ لوگ مہالک اور محرمات سے بچین تو ایک عالم ہر نواحی مین ضرور
ہے کہ عوام مسلمین کو ضروریات دین کے سکھاوے نہین تو عوام ضائع ہونگے ومندوب وہو التبحر فی الفقہ وعلم القلب اور علم سیکھنا مستحب ہوتا ہے اور مستحب علم تبحر اور بہتایت کا حاصل کرنا
ہے فقہ مین اور دل کے علم مین ہم علم قلب سے علم اخلاق مراد ہے یعنی جس علم سے انواع فضائل اور اُنکے حاصل کرنیکی کیفیت معلوم ہو اور اقسام رذائل اور اُنسے بچنے کی کیفیت
دریافت ہو تعلیم متعلم مین ہے اسیطرح فرض ہے علم احوال قلوب چنانچہ توکل اور انابت اور خوف الٰہی اور رضا بالقضا اسواسطے کہ یہ سب احوال مین واقع ہے اور بزرگی اس علم کی کسی پر مخفی
نہین ہے اور اسیطرح اخلاق مین معرفت جود اور بخل اور تکبر اور تواضع اور عفت اور اسراف اور تقتیر وغیرہا کی فرض ہے اسواسطے کہ بخل اور نامردی اور تقتیر حرام ہے اور اس سے بچنا بدون اسکے علم
اور اسکی ضد کے ممکن نہین انتہی تو علم قلب فقہ پر عطف ہے نہ تبحر پر تو مطلب یہ ہوا کہ اصل علم اخلاق فرض ہے اور اُسمین تبحر پیدا کرنا مستحب ہے اور اگر تبحر پر عطف کیجیے تو تعلیم متعلم کے

حقتعالی کا ارادہ غیب ہی مگر فقیہ اسکو جانتے ہین اسواسطے کہ وہ جانگئے ہین حقتعالی کے ارادہ کو جو آنکے ساتھ ہی رسول صادق مصدوق کی اس حدیث کی دلیل سے کہ
جسکے ساتھ اللہ تعالی خیر کا ارادہ کرتا ہی اسکو دین مین فقیہ کرتا ہی یعنے امر دین مین فہم سلیم عطا کرتا ہی مع غور کرنا چاہیے کہ فقیہ سے مراد وہ ہی جو مصطلح فقہا ہی یہانتک کہ
جو تین مسئلے یاد رکھے وہ بھی فقیہ ٹھہرے یا اصطلاح اصولیون کا فقیہ یعنی مجتہد مراد ہی اور ظاہر مراد وہ ہی جو فقہ مین مشتغل ہو نہ وہ جو فروع قلیلہ کو یاد رکھتا ہو مین کہتا ہون یہ
استدلال اُسوقت تمام ہو جبکہ لسان شرع مین فقیہ کا اطلاق فقط اسی پر متعین ہو سو یہ کیونکر ہو اسواسطے کہ فقیہ کی تعریف مین اختلاف کثیر واقع ہی یہانتک کہ غزالی رح
نے اسکو علم تصوف پر محمول کیا ہی کذا فی الطحطاوی وفیہا کل شی یسال عنہ العبد یوم القیمۃ الا العلم لانہ طلب من نبیہ ان یطلب الزیادۃ منہ وقل رب زدنی
علما فکیف یسال عنہ و اشباہ کے فوائد مین ہی کہ ہر چیز سے بندہ پوچھا جائیگا قیامت کے دن مگر علم سے اسواسطے کہ حقتعالی نے اپنے نبی کریم سے یہ طلب کیا کہ علم
کی زیادت طلب کرے بدلیل اس آیت کریمہ کے (وقل رب زدنی علما) یعنے اور کہہ اے میرے پروردگار مجکو زیادہ علم دے سو کیونکر سوال ہوگا علم سے یعنے بعد
طلب کے مع یہ دلیل مدعا کی مفید نہین اسواسطے کہ ہر امر خیر علم ہو یا سوا اسکے شرع مین مطلوب الزیادۃ ہی علامہ ابو سعید نے کہا اس استدلال مین اعتراض ہی
اسواسطے کہ حدیث مین وارد ہی کہ بندے کے دونون قدم قیامت مین نہ ہٹینگے یہانتک کہ اس سے چار چیزون کا سوال ہوگا اسکی عمر سے سوال ہوگا کہ کس امر
مین اسکو فنا کیا اور اسکی جوانی سے سوال ہوگا کہ کس مین اسنے کھپائی اور اسکے مال سے سوال ہوگا کہ کونسی چیز سے اسکو حاصل کیا یعنے بوجہ حلال یا حرام اور
اسکے علم سے سوال ہوگا کہ اسنے اسمین کیا کیا یعنے علم کے موافق عمل کیا یا نہین وتمام البیان فی الطحطاوی وفیہا اذا سئلنا عن مذہبنا و مذہب مخالفنا قلنا وجوبا
مذہبنا صواب یحتمل الخطاء و مذہب مخالفنا خطاء یحتمل الصواب اور اشباہ کے فوائد مین ہی مصفی سے منقول کہ جب ہم سے سوال کیا جائے ہمارے
مذہب سے یعنے حنفی مذہب سے اور ہمارے مخالف کے مذہب سے یعنی شافعی یا مالکی یا حنبلی مذہب سے کہ کون مذہب حق ہی فروع مین تو ہم سوال کے جواب
مین کہینگے وجوبا یعنے ہمپر واجب ہی یون کہنا کہ ہمارا مذہب صواب ہی یعنے حق ہی مطابق واقع کے احتمال رکھتا ہی خطا کا یعنے چوکنے کا اور ہمارے مخالف کا مذہب
خطا ہی محتمل ہی صواب کا مع یہ جواب اسواسطے متعین ہوا کہ یہ مقلد ہی اور تقلید کسی شخص کی نہین چاہیے اسکو خاطی جانکر اور صواب کا یقین قطعاً اسواسطے نکیا کہ اگر قطعی
یقین کیا جائے تو مجتہدین کا یہ قول صحیح نہوے کہ المجتہد یخطی ویصیب یعنی مجتہد استنباط احکام مین خطا بھی کرتا ہی اور صواب بھی و اسیطرح مخالف کے مذہب کی خطا پر یقین
کر لینا جائز نہو خلاصہ مقام یہ ہی کہ یہ کلام نظر بمجتہد ہی یعنی جسطرف ہمارے امام اعظم رح گئے ہین وہ اُنکے نزدیک صواب ہی مع احتمال الخطاء اسواسطے کہ یہ مجتہد مصیب ہی اور
کبھی نفس الامر مین خطا بھی کرتا ہی اور باعتبار ہم مقلدون کے چارون امام حق پر ہین اپنے اجتہاد مین مصیب ہین تو ہر امام کا مقلد یہی عبارت جواب مین کہیگا جبکہ اُسکے
مذہب سے سوال ہوگا اپنے امام کیطرف سے جسکا وہ مقلد ہی اور یہ مراد نہین ہی کہ ہر مقلد اسکا مکلف ہی کہ دوسرے امام کی خطا کا معتقد ہو اسواسطے کہ ایک امام کی تقلید جائز
نہین ہوتی مگر بقدر ضروری ہونے تقلید کے اور تقلید کی ضرورت یہ ہی کہ مقلد اجتہاد کی لیاقت نہین رکھتا کہ احکام ظنیہ کا استنباط دلائل شرعیہ سے کرسکے تو ایک امام کی تقلید
فقط عمل مین کرتا ہی اگر کوئی کہے کہ وہ عمل کے ساتھ اعتقاد کرنے کا بھی مکلف ہی نہین تو ادائے تکالیف مع اعتقاد عدم صحت لازم آتا ہی اسکا جواب یہ ہی کہ یہ لازم نہین آتا ہی
اگرچہ مسائل تقلیدیہ کے عدم صحت کا معتقد ہو اور ہم یہ نہین کہتے ہین بلکہ مقلد ظاہراً صواب پر ہی کہ اسنے وہ کیا جو اُسپر واجب تھا بدلیل قولہ تعالی (فاسئلوا اہل الذکر
ان کنتم لا تعلمون) یعنے اخذ بقول مجتہد جو بموجب اس آیہ کریمہ کے اسپر واجب تھا سو اُسنے کیا اور مقلد اُسکا مکلف نہین ہی کہ اپنے خلاف مذہب کا تخطیہ کرے یعنے
اسکی خطا کا معتقد ہو ایسا ظاہر کیا ہی ہمارے اُستاد نے ابن طافر وح مکی حنفی کے قول سدید کا کذا فی الطحطاوی عن مفتی الروم ابی سعود واذا سئلنا عن معتقدنا و معتقد
خصومنا قلنا وجوبا الحق ما نحن علیہ والباطل ما علیہ خصومنا اور جب کوئی ہمسے سوال کرے ہمارے عقائد سے یعنے اہل سنت کے عقائد سے اور ہمارے مخالفین
کے عقائد سے یعنے معتزلہ اور خارجی اور رافضی کے عقائد سے کہ کون انمین سے حق پر ہی تو ہم جواب مین وجوبا کہینگے کہ مطابق واقع کے حق وہی عقائد ہین جنپر
ہم ہین اور باطل مخالف نفس الامر وہ عقائد ہین جنپر ہمارے مخالفین ہین وفیہا العلوم ثلثۃ علم نضج وما احترق وہو علم النحو والاصول اور اشباہ کے فوائد

[illegible] اور قواعد پر جزئیات تفریع ہو چکے اور وضع قواعد اور تفصیل اقاویل اور توضیح مشکلات ہو گئی اور اقوال سے مراد حدیث اور نہایت کو پہنچ اور تفسیر ہو مراد کی نہین تو نہ ترقی [illegible] احتیاج ہو کذا فی الحدیث توعلم نحو اور علم اصول کے [illegible] قواعد مدون ہو گئے لیکن انکے [illegible] کو نہین پہنچے

[illegible] مختلف ہین اور یہ امر فقاہر و مسلم ہے [illegible] نحو کی کتابون [illegible] کذا فی الدری و علم ما نضج ولا احترق وہو علم البیان والتفسیر اور ایک علم دوسرا ہے نہ پختہ ہوا اور نہ محترق ہوا وہ بیان اور تفسیر کا علم ہے بیان سے مراد بلاغت کے تینون علم یعنے علم معانی اور بیان اور بدیع ہوتے ہین مقصود انسان سے نفس کیونکہ علم بیان تو ذوق کی طرف راجع ہے تو اسکی کچھ نہایت نہین کیونکہ آدمی ہمیشہ مختلف ہین اور علم تفسیر کے عدم کمال کی وجہ یہ ہے کہ موضوع تفسیر کلام معجز ربانی ہے باعتبار معانی اور وجوہ اعجاز اور مواقع مناسبات وغیرہ ذلک کے جنکا کوئی احاطہ نہین ہو سکتا سوا ہے علام الغیوب کے سو اسکی نہایت کسطرح ہو سکتی

انتہی ملخصا وعلم نضج واحترق وہو علم الحدیث والفقہ اور ایک علم وہ ہے جو پختہ ہوا اور کمال کو بھی پہونچ گیا اور وہ علم حدیث اور علم فقہ کا ہے علم حدیث نہایت رتبہ کمال کو پہونچا اسواسطے کہ محدثین نے جزاہم اللہ خیرا اسماء رجال اور انکے نسب اور طبقات مین کتابین تصنیف کین اور قوی اور ضعیف اور فاسد الروایۃ اور صحیح الروایۃ کو بیان کر دیا اور بعضے ایک لاکھ اور بعضے مین لاکھ حدیثون کے حافظ ہین اور صحابہ کرام مین جو راوی تھے انکو جمع کر دیا اور مراد اور احکام حدیث کو ہر مجتہد کی فہم کے موافق بیان کیا اور فنون احادیث مین طرح طرح کی کتابین لکھین کوئی حالت منتظرہ باقی نہین رکھی اور فقہ کی تکمیل تو ظاہر ہے کہ مجتہدین نے قرآن اور حدیث مین معانی فکر کرکے بال کی کھال نکالی قواعد مقرر کیے اور انپر جزئیات متفرع کیے اور خلائق کے حوادث باوجود انکے اختلافات مراتب کے لکھدیے یا جو ان حوادث پر دلالت کرے بلکہ فقہانے ان امور مین تکلم کیا جو کبھی واقع نہین ہوتے اس تصور سے کہ مبادا اگر ایسا واقع ہو تو مسلمان حیران نہون اور کوئی جزئی منصوص نہین وہ نادر ہی کیاب اور کہا ہے منصوص بھی ہوتا ہے لیکن ناظر اسکے محل سے قاصر ہو فہم کا قصور ہے ہر امر فقہ مین مذکور ہے خواہ بنصوص خواہ بمنطوق کذا فی الطحطاوی ملخصا اگر اہل اسلام انصاف کرین تو حضرت مجتہدین اور فقہا کے احسان کی شکر گزاری سے آپ کو عاجز جانین اللّٰھم فارحم المجتہدین وفقہاء الدین واجزہم عنا خیر الجزاء یا ارحم الراحمین وقد قالوا الفقہ زرعہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وسقاہ علقمۃ وحصدہ ابراہیم النخعی ودرسہ حماد وطحنہ ابو حنیفۃ وعجنہ ابو یوسف وخبزہ محمد وسائر الناس یاکلون اور البتہ فقیہون نے کہا کہ فقہ کا کھیت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ نے بویا اور علقمہ رح نے اسکو سینچا اور ابراہیم نخعی رح نے اسکو کاٹا اور حماد رح نے اسکو ماڑا یعنے اناج جدا کیا بھوسی سے اور ابو حنیفہ رح نے اسکو پیسا اور ابو یوسف رح نے اسکو گوندھا اور محمد بن حسن رح نے اسکی روٹیان پکائین اور باقی لوگ اسکے کھانے والے ہین ہم ابو یوسف اور محمد رح شاگرد ہین ابو حنیفہ رح کے اور ابو حنیفہ رح شاگرد ہین حماد کے اور حماد ابراہیم نخعی کے اور ابراہیم نخعی علقمہ رح کے اور علقمہ عبد اللہ بن مسعودؓ صحابی کے تو خلاصہ یہ ہے کہ اجتہاد اور استنباط احکام کا طریقہ ابن مسعود سے شروع ہوا اور فقہ کی ترقی ہوتی گئی یہانتک کے امام اعظم رح نے کمال کو پہونچایا اور محمد بن حسن رح نے امام کی روایات کو جمع کر کے فروع کو جمع کیا اور جس قول سے امام نے رجوع کیا اسکو بیان کر دیا اور روایات انکے وقت مین بکثرت ہوے تو انھون نے فقہ کو مدون کیا اور کتابین تصنیف کین کہ ایک عالم کو فائدہ حاصل ہوا معلوم کرنا چاہیے کہ فقہ مذکور سے وہ فقہ مراد ہے جو ابو حنیفہ رح کے طریق سے مروی ہے اسواسطے کہ امام مالک رح کی فقہ مروی ہے نافع سے عن ابن عمر اور شافعی کی فقہ مروی ہے امام مالک سے اور احمد بن حنبل کا طریق مروی ہے شافعی سے اور یہ علماء [illegible] فقہ مین تکلم نہین کیا مگر ابن مسعودؓ اور ابو حنیفہ نے وقد نظم بعضہم فقال الفقہ زرع ابن مسعود وعلقمۃ حصادہ ثم ابراہیم دواس نعمان طاحنہ یعقوب عاجنہ محمد خابز والآکل الناس اور البتہ بعضے علما نے اسکو نظم کیا ہے کچھ بدلکر سو یون کہا ہے کہ فقہ کو ابن مسعودؓ نے بویا اور علقمہ اسکا کاٹنیوالا ہے پھر ابراہیم اسکا مید الاذ نعمان یعنی ابو حنیفہ پیسنے والا ہے اور یعقوب یعنی ابو یوسف رح اسکا گوندھنے والا ہے اور محمد بن حسن روٹی پکانے والا اور لوگ کھانے والے ہین وقد ظہر علمہ بتصانیفہ کالجامعین والمبسوط والزیادات والنوادر حتی قیل انہ صنف فی العلوم الدینیۃ تسعمائۃ وتسعین کتابا اور بے شک محمد بن حسن کا علم ظاہر ہو گیا انکی تصنیفات سے

چنانچہ جامع صغیر اور جامع کبیر اور مبسوط اور زیادات اور نوادر یہانتک کہ کہا گیا ہے کہ البتہ انھون نے دین کے علوم مین نوسو ننانوے کتابین تصنیف کی ہین ہم جامع صغیر
مین محمد رح روایت کرتے ہین ابو یوسف رح سے اور وہ امام اعظم رح سے اور جامع کبیر مین محمد رح روایت کرتے ہین امام رح سے بلاواسطہ ومن تلامذتہ الشافعی رضی اللہ عنہ تزوج
بام الشافعی وفوض الیہ کتبہ ومالہ فبسببہ صار الشافعی فقیہا اور شافعی محمد بن حسن رح کے شاگردون مین سے ہین اور نکاح کیا تھا شافعی رح کی مان سے اور اپنی کتابین اور
اپنا مال اُنکو سپرد کیا تھا سو اسی سبب سے شافعی فقیہ ہوگئے جو یہ قول ظاہر اماول ہی چلپی نے کہا ہان یہ کہنا صحیح ہے کہ محمد رح کی کتابون سے شافعی رح کو اُن مسائل پر اطلاع
ہوئی جنسے اُنکو قبل اسکے آگاہی نتھی اسواسطے کہ محمد رح سے کثرت سے تخریج مسائل کی ابتدا ہوئی ورنہ شافعی رح تو بغداد کے داخل ہونے اور محمد رح کے ملنے سے پہلے فقیہ
مجتہد تھے اور اجتہاد مطلق کیونکر مستفاد ہوا اُس شخص سے جسکو اجتہاد مطلق حاصل نہین انتہی مجتہد مطلق وہ ہے جو اصول و فروع مین دوسرے کا تابع نہو چنانچہ چارون امام
اور مجتہد مقید وہ ہے جو اصول مین دوسرے کا تابع ہو نہ فروع مین چنانچہ ابو یوسف اور محمد اور زفر رحمۃ اللہ علیہم ولقد انصف الشافعی حیث قال من اراد الفقہ فلیلازم
اصحاب ابی حنیفۃ فان المعانی قد تیسرت لہم واللہ ما صرت فقیہا الا بکتب محمد بن الحسن اور بیشک انصاف کیا ہے شافعی نے جہان یون کہا ہے کہ جو شخص فقہ حاصل
کرنے کا ارادہ کرے سو اُسکو چاہیے کہ ابو حنیفہ رح کے شاگردون کا ساتھ نچھوڑے اسواسطے کہ معانی دقیقہ اُنکو آسان اور سہل ہوگئے ہین اور خدا کی قسم ہے کہ مین فقیہ نہین
ہوگیا مگر محمد بن حسن شیبانی کی کتابون سے ہم یعنی مزید بصیرت فروع فقہیہ مین مجکو حاصل نہین ہوئی مگر انکی کتابون سے کذا فی الحلبی المحشی للدر المختار وقال اسمعیل
بن ابی رجاء رایت محمدا فی المنام فقلت لہ ما فعل اللہ بک قال غفر لی ثم قال لو اردت ان اعذبک ما جعلت ہذا العلم فیک فقلت لہ فاین ابو یوسف قال
فوقنا بدرجتین قلت فابو حنیفۃ قال ہیہات ذلک فی اعلی علیین اور اسمعیل بن ابی رجاء نے کہا کہ مین نے محمد بن حسن رح کو خواب مین دیکھا سو اُنسے کہا کہ خدا نے
تمھارے ساتھ کیا کیا اُنھون نے کہا کہ مجکو بخشدیا پھر حقتعالی نے فرمایا کہ اگر مین تیرے عذاب کرنے کا ارادہ کرتا تو یہ علم تجکو ندیتا پھر مین نے کہا تو ابو یوسف رح کہان ہین
کہا کہ ہم سے دو درجے اوپر ہین مین نے کہا تو ابو حنیفہ رح کہان ہین کہا وہ تو علیین کے اوپر ہین ہم علیین جنت مین بالاتر مکان ہے سو یہ بلندی رتبہ اضافی ہے یعنے
بنسبت صاحبین کے نہ مطلقا اسواسطے کہ انبیا اور صحابہ امام سے قطعا درجہ مین بلندتر ہین کیف وقد صلی الفجر بوضوء العشاء اربعین سنۃ امام کا بلند مرتبہ اس قدر
کیونکر نہو حالانکہ امام نے فجر کی نماز عشا کے وضو سے پڑھی چالیس برس مسعر بن کدام نے کہا کہ مین امام ابو حنیفہ رح کی مسجد مین گیا تو مین نے دیکھا کہ فجر کی نماز پڑھکے
لوگون کو تعلیم علم کیا کیے یہانتک کہ ظہر کی نماز پڑھی پھر عصر تک تعلیم مین مشغول رہے پھر مغرب تک درس فرماتے رہے پھر اسی طرح عشا تک پھر بعد نماز عشا گھر مین گئے
سو مین نے اپنے دل مین کہا کہ اس مرد کی مشغولی تو یہ ہے مطالعہ کب ہوتا ہوگا مین اسکا تجسس کرونگا جب لوگونکی آمد و رفت بند ہوئی تو امام نکلے مسجد مین آئے سو نماز مین قائم
رہے طلوع فجر تک جب صبح ہوئی گھر مین گئے پھر کپڑے پہنکر مسجد مین آئے اور فجر کی نماز پڑھی اور اسیطرح عشا تک تعلیم مین مشغول رہے پھر گھر مین گئے سو مین نے اپنے جی مین کہا
کہ آج رات تو آرام کرینگے آج بھی اسکا تجسس کرونگا جب آمد و رفت بند ہوئی تو مسجد مین آئے اور شب گذشتہ کیطرح نماز مین صبح کے طلوع ہونے تک مشغول رہے پھر گھر مین جاکر کپڑا
پہنکر نماز کے واسطے مسجد مین آئے اور نماز پڑھکر اسیطرح تا عشا تعلیم و ارشاد مین رہے پھر گھر مین گئے تو مین نے کہا کہ آج البتہ آرام کرینگے آج بھی تجسس کرونگا سو اس رات مین بھی
ویسا ہی کیا صبح تک تو مین نے اپنے جی مین کہا کہ مین انکا ساتھ نچھوڑونگا یہانتک کہ انکا انتقال ہو دنیا سے یا میرا سو مین نے انکی ملازمت کی انکی مسجد مین ابن معاذ نے کہا کہ
مسعر بن کدام ابو حنیفہ رح کی مسجد مین مرگئے سجدہ کے اندر حفص بن غیاث نے امام ابو حنیفہ رح سے پوچھا کہ طاعت پر کسچیز نے قوی کردیا کہا کہ مین نے حقتعالی سے دعا کی بواسطے
اُسکے اسماء مطہرہ کے تہجی کے حروف پر اور وہ دعا مقدمہ منظومہ مین مذکور ہے جلال الدین سیوطی نے تبییض الصحیفہ مین کہا کہ خطیب بغدادی محدث نے حفص بن عبد الرحمن سے روایت
کی کہ مین نے مسعر بن کدام سے سنا کہتے تھے کہ ایک رات مین مسجد مین گیا ایک مرد کو نماز پڑھتے دیکھا مجکو اُنکی قرأت پسند آئی سو اُسنے قرآن کا ساتوان حصہ پڑھا مین نے کہا اب رکوع
کریگا پھر اُسنے تہائی قرآن پڑھا مین نے کہا کہ اب رکوع کریگا پھر اُسنے آدھا قرآن پڑھا سو اسیطرح پڑھتا رہا یہانتک کہ تمام قرآن ختم کیا ایک رکعت مین پھر مین نے جو اُنکو دیکھا تو وہ
ابو حنیفہ رح تھے اور روایت کی خطیب نے خارجہ بن مصعب سے کہ قرآن کو ایک رکعت مین ختم کیا چار بزرگون نے انمین سے ایک امام ابو حنیفہ ہین اور خطیب نے یحیی بن نصر سے

روایت کی کہ ابو حنیفہ رح قرآن کو رمضان میں اکسٹھ بار ختم کیا کرتے تھے اور خطیب نے حماد بن یوسف سے روایت کی کہ میں نے سعد بن ہرون سے کہتے تھے کہ ابو حنیفہ نے
تیس برس تک صبح کی نماز عشا کے وضو سے پڑھی اور چالیس برس تک ہر رات تمام قرآن کو ایک رکعت میں پڑھتے تھے اور جس مکان میں انکی وفات ہوئی سات ہزار بار قرآن کو ختم کیا اور خطیب نے
حماد بن ابی حنیفہ سے روایت کی کہ جب ہمارے والد کا انتقال ہوا تو ہم نے حسن بن عمارہ سے کہا کہ تم انکو غسل دو جب انہوں نے نہلایا تو کہا اللہ تجھ پر رحم
کرے اور تیری مغفرت کرے تو نے افطار نہیں کیا تیس برس سے اور تیری آنکھیں نہیں سوئیں چالیس برس سے مقرر تو نے اپنے بعد مشقت میں ڈالا اور قاریوں کو
فضیحت کیا اور خطیب نے ابو یوسف رح سے روایت کی کہ میں چلا جاتا تھا ابو حنیفہ کے ساتھ میں نے سنا ایک مرد دوسرے سے کہتا تھا کہ یہ ابو حنیفہ ہیں کہ رات کو نہیں سوتے
ہیں تو امام نے کہا واللہ لوگ میرا حال وہ کہتے ہیں جو میں نہیں کرتا ہوں اور رات کو انکی عادت تھی نماز اور دعا اور تضرع کی کذا فی الخطا دفن رح خمسا و خمسین حجۃ
اور امام نے پچپن حج کیے ورای ربہ فی المنام مائۃ مرۃ و لہا قصۃ مشہورۃ اور اپنے پروردگار جل شانہ کو خواب میں سو بار دیکھا اور رویت کا ایک قصہ مشہور ہی
کہ حافظ نجم الدین غیطی نے وہ قصہ یوں مذکور کیا ہی کہ امام رح نے رب عزت کو خواب میں ننانوے بار دیکھا سو کہا اپنے جی میں کہ اگر اب سو ویں بار دیکھونگا تو سوال کرونگا
کہ خلائق اسکے عذاب سے قیامت کے دن کس چیز سے نجات پائیگی کہا امام رح نے پھر میں نے حق سبحانہ تعالی کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا ای پروردگار عز جارک و
جل ثناءک و تقدست اسماءک کس چیز سے نجات پائیگی خلائق تیرے عذاب سے قیامت کے دن تو فرمایا کہ جو صبح و شام یوں کہا کریگا سبحان الابدی الابد سبحان
الواحد الاحد سبحان الفرد الصمد سبحان رافع السماء بغیر عمد سبحان من بسط الارض علی ماء جمد سبحان من خلق الخلق فاحصاہم عدد سبحان من قسم الرزق
ولم ینس احد سبحان الذی لم یتخذ صاحبۃ ولا ولد سبحان الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد وہ شخص میرے عذاب سے نجات پاویگا کذا فی المطالب
وفی حجۃ الاخیرۃ استاذن حجبۃ الکعبۃ بالدخول لیلۃ فقام بین العمودین علی رجلہ الیمنی ووضع الیسری علی ظہرہا حتی ختم نصف القرآن ثم رکع و
سجد ثم قام علی رجلہ الیسری ووضع الیمنی علی ظہرہا حتی ختم القرآن فلما سلم بکی وناجی ربہ وقال الہی ما عبدک ہذا العبد الضعیف حق عبادتک لکن
عرفک حق معرفتک فہب نقصان خدمتہ لکمال معرفتہ فہتف ہاتف من جانب البیت یا ابا حنیفۃ قد عرفتنا حق المعرفۃ وقد خدمتنا فاحسنت الخدمۃ
وقد غفرنا لک ولمن اتبعک ممن کان علی مذہبک الی یوم القیمۃ اور امام رح نے اپنے اخیر حج میں کعبہ شریف کے خادموں سے ایک رات داخل ہونے
کی اجازت لی تو کھڑے ہوے نماز میں بیت اللہ کے دو ستونوں کے درمیان داہنے پاؤں پر اور بایاں پاؤں داہنے کی پشت پر رکھا یہانتک کہ آدھا قرآن
ختم کیا پھر رکوع اور سجدہ کیا پھر کھڑے ہوے بائیں پاؤں پر اور داہنا پاؤں اسکی پشت پر رکھا یہانتک کہ قرآن کو ختم کیا پھر جب سلام پھیرا تو روئے اور
مناجات کی اپنے رب سے اور کہا الہی تیرے اس بندہ ضعیف نے تیری عبادت نہیں کی جیسی کہ تجھکو لائق ہی لیکن تجھکو جانا جیسے کہ تیرے جاننے کا حق ہی
تو اسکی خدمت کے نقصان کو اسکے کمال معرفت کے سبب سے بخشدے یعنی کمال عرفان کو نقصان خدمت کا کفارہ کر تو بیت اللہ کے ایک جانب سے
آواز غیبی آئی کہ ای ابو حنیفہ رح تو نے ہمکو جانا جیسا کہ حق معرفت تھا اور البتہ تو نے ہماری خدمت کی تو خوب ہی خدمت کی اور مقرر ہمنے تجھکو بخشا اور اسکو بخشا
جو تیرا تابع ہوا ان لوگوں میں سے جو تیرے مذہب پر ہیں قیامت تک عمر شرنبلالی نے ذکر کیا کہ تراوح افضل ہی نصب قدمین سے تراوح کی حقیقت یہ ہی کہ ایکبار
ایک پاؤں پر اعتماد کرے اور دوسری بار دوسرے پاؤں پر اور یہی محمل ہی امام کے فعل مذکور کا انتہی لیکن یہ احتمال بعید ہی اسواسطے کہ ایک پاؤں کا دوسرے پاؤں کی
پشت پر رکھنا منقول ہی اور ضیاء معنوی میں مذکور ہی کہ ایک پاؤں پر فرائض میں کھڑا ہونا بدون عذر کے مکروہ ہی اور نوافل میں جائز ہی اور حق معرفت کا عرفان
جو مذکور ہوا تو اسکا مطلب یہ ہی کہ امام حق تعالی کی ان صفات کے بالیقین عارف تھے جو اسکے کبریا اور جلال پر دلالت کرتے ہیں اور یہ مراد نہیں کہ کنہ ذات اور
صفات ربانی کے عارف تھے اسواسطے کہ وہ تو محال ہی بدلیل ما عرفناک حق معرفتک اور تابعین امام کی مغفرت کی جو بشارت ہوئی تو اسکا مطلب یہ ہی کہ جو امام کے
مذہب پر چلے یعنی اسکے حلال اور حرام اور فرض اور واجب اور سنت اور مستحب پر موافقت سنت و کتاب عمل کرے اور تعصب باطل اور کجروی سے بچے اور یہ مراد نہیں کہ

کہ جو کہے مین حنفی مذہب ہون اسکی مغفرت ہوجائے کذا فی الطحطاوی مختصراً وقیل لابی حنیفۃ بم بلغت ما بلغت قال ما بخلت بالافادۃ وما استنکفت عن الاستفادۃ
اور امام ابوحنیفہ سے کہا گیا کہ کس چیز سے تم اس مرتبہ کو پہونچے کہا کہ مین نے بخل نہین کیا غیر کے بتانے سے اور نہ عار کی سیکھنے سے ہم امام سے کسی نے ایکبار پوچھا
کہ یہ علم آپ کو کیونکر حاصل ہوا جواب دیا کہ محنت اور شکرگزاری سے حاصل ہوا جب مین نے کسی حکمت اور فقہ کو سیکھا تو مین نے کہا الحمد للہ یعنی خدا کا شکر ہے جسنے مجکو اس
فہم کی توفیق دی تو میرا علم اس محنت اور شکرگزاری سے بڑھتا گیا یعنی اسواسطے کہ شکر مزید نعمت کا باعث ہے وقال مسعر بن کدام من جعل ابا حنیفۃ بینہ وبین اللہ رجوت
ان لا یخاف اور مسعر بن کدام نے کہا کہ جو امام ابوحنیفہ رح کو درمیان اپنے اور درمیان حق تعالی کے کرے یعنی انکو وسیلہ کرے اور انکے مذہب پر چلے مین امید
رکھتا ہون کہ اسکو کچھ خوف نہو وقال فیہ ؎ حسبی من الخیرات ما اعددتہ ٭ یوم القیمۃ فی رضی الرحمن ٭ دین النبی محمد خیر الوری ٭ ثم اعتقادی مذہب النعمان
اور مسعر بن کدام نے امام کی مدح مین کہا کہ کفایت کرتی ہے مجکو قیامت کے دن نیکیون سے دو چیز جو مین نے تیار کر رکھی ہے رحمن کی رضامندی مین سو وہ چیز
دین ہے نبی محمد کا جو تمام خلق سے بہتر ہین پھر بعد اسکے میرا اعتقاد نعمان کے مذہب کا یعنے ابوحنیفہ رح کے ہم مقدمہ غزنوی مین یہ دونون بیتین ابو یوسف رح کی
طرف منسوب ہین تو مسعر نے یہ کہا بطور حکایت عن الغیر کذا فی الطحطاوی مسعر بن کدام استاد ہین سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ کے کذا فی القاموس اور یہ دونون
بزرگ اور مجتہد استاد المحدثین ہین رحمۃ اللہ علیہم وعنہ علیہ الصلوۃ والسلام ان آدم افتخر بی وانا افتخر برجل من امتی اسمہ نعمان وکنیتہ ابوحنیفۃ ہو سراج
امتی اور روایت ہے نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے کہ مقرر آدم نے میرے سبب سے فخر کیا اور مین فخر کرتا ہون ایک مرد کے سبب سے جو میری امت مین
ہے نام اسکا نعمان ہے اور کنیت اسکی ابوحنیفہ ہے وہ میری امت کا چراغ ہے وعنہ علیہ الصلوۃ والسلام ان سائر الانبیاء یفتخرون بی وانا افتخر بابی حنیفۃ
من احبہ فقد احبنی ومن ابغضہ فقد ابغضنی کذا فی التقدمۃ شرح مقدمۃ ابی اللیث اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے روایت ہے کہ تمام انبیاء میرے سبب سے
فخر کرتے ہین اور مین ابوحنیفہ رح کے سبب سے فخر کرتا ہون جو اسکے ساتھ محبت رکھے سو مقرر اسنے میرے ساتھ محبت رکھی اور جو اسکے ساتھ دشمنی رکھے سو البتہ اسنے
میرے ساتھ دشمنی رکھی اصطلاح یہ دونون حدیثین تقدمہ مین مذکور ہین جو شرح ہے مقدمہ ابو اللیث کی ہم طحطاوی نے کہا اگر کوئی کہے کہ صحابہ کرام یقیناً افضل ہین
ابوحنیفہ رح سے تو وہ حضرات احق بالافتخار ہین اسکا جواب یہ ہے کہ ابوحنیفہ رح اس زمانہ مین موجود ہوے کہ صحابہ کا زمانہ منقطع ہوگیا تھا اور سنت مین کچھ ضعف طاری
تھا تو انکا وجود خلق کیواسطے رحمت ہوگیا اور احکام دینی کے فہم مین نفع عظیم حاصل ہوا قال فی الضیاء المعنوی وقول ابن الجوزی انہ موضوع تعصب لانہ روی
بطرق مختلفۃ ضیاء معنوی مین کہا اور ابن جوزی کا یہ قول کہ حدیث مذکور موضوع ہے یعنے دروغ بستہ ہے تعصب اور ناانصافی ہے اسواسطے کہ روایت اسکی اسناد
مختلفہ سے ثابت ہے ہم ضیاء معنوی مقدمہ غزنوی کی شرح ہے یعنے جبکہ روایت حدیث کی اسانید متعددہ سے ہوئی تو اسکو موضوع کہنا ناانصافی ہے زیادہ سے زیادہ یہ ہے
کہ ضعیف ہے نہ کہ موضوع علاوہ یہ ہے کہ جب ضعیف حدیث کے طریق متعدد ہوئے تو وہ مرتبہ حسن کے قریب ہوجاتی ہے کذا فی الطحطاوی وروی الجرجانی فی
مناقبہ بسندہ لسہل بن عبد اللہ التستری انہ لو کان فی امۃ موسی وعیسی مثل ابی حنیفۃ لما تہودوا ولما تنصروا اور جرجانی نے مناقب نعمانیہ مین اپنے سند
کے ساتھ سہل بن عبد اللہ تستری سے روایت کی کہ اگر امت موسی اور عیسی کی مین ابوحنیفہ رح کے مانند عقل و دیانت مین کوئی عالم ہوتا تو وہ لوگ یہودی اور
نصرانی نہوتے یعنی دین کی تحریف اور تبدیل نکرتے ومناقبہ اکثر من ان تحصی اور امام اعظم کے مناقب اور فضائل حصر کرنے سے زیادہ تر ہین یعنی حصر نہین ہوسکتے
ہم جلال الدین سیوطی شافعی رح نے تبییض الصحیفہ مین کہا کہ علماء نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امام مالک رح کی بشارت دی اس حدیث مین جسکا خلاصہ مطلب
یہ ہے کہ عنقریب لوگ سفر طویل اختیار کرینگے علم کے حاصل کرنے کے واسطے تو مدینہ کے عالم سے کسیکو عالم تر نپاوینگے اور امام شافعی کی بشارت دی اس حدیث
مین جسکا مطلب یہ ہے کہ قریش کو برا نکہو اسواسطے کہ قریش کا عالم طبقہ زمین کو علم سے بھر دیگا مین کہتا ہون کہ نبی صلعم نے امام ابوحنیفہ رح کی بشارت دی اس حدیث
مین جسکو ابو نعیم نے حلیہ مین ابوہریرہ سے روایت کی قال قال رسول اللہ صلعم لو کان العلم بالثریا لتناولہ رجال من ابناء فارس یعنی حضرت صلعم نے فرمایا کہ اگر

اعلم ثریا پر ہوتا تو البتہ چند مرد ابنا فارس کے اسکو پا لیتے اور حدیث ابو ہریرہ کی صحیح بخاری اور مسلم میں ان الفاظ سے ہے لو کان الایمان عند الثریا لتناوله رجال من فارس اور ایک روایت مسلم میں یون ہے لو کان الدین عند الثریا لذہب به رجل من ابناء فارس حتی یتناوله اور طبرانی نے انھوں کی حدیث شیرازی نے القاب میں اور ابو نعیم نے حلیہ میں
اور ابن مسعود کی حدیث طبرانی نے روایت کی ہے اور یہ حدیث صحیح جو بشارت اور فضیلت میں ہے ہوئے نیز موضوع کی کچھ حاجت نہیں انتہی اقوال السیوطی اور تبییض الصحیفہ میں ہے کہ خطیب بغدادی شافعی نے روایت کی یحیی بن نافع سے کہ میں نے ابو حنیفہ سے سنا کہتے تھے کہ میں نے ایک خواب دیکھا جس سے مجھکو بہت پریشانی ہوئی میں نے دیکھا کہ گویا
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو کھود رہا ہون سو میں بصرہ میں گیا میں نے ایک شخص سے کہا کہ محمد بن سیرین سے اس خواب کی تعبیر دریافت کرے تو انھون نے کہا کہ
یہ مرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی احادیث کو نشر اور مشہور کریگا اور خطیب نے ابی وہب بن مزاحم سے روایت کی کہ میں نے عبد اللہ بن مبارک سے
سنا کہتے تھے کہ اگر اللہ تعالی میری فریاد رسی نہ کرتا ابو حنیفہ رح اور سفیان رح کے سبب سے تو میں بھی اور لوگون کے مانند ہوتا اور خطیب نے یحیی بن عبد الجبار سے روایت کی
کہ قاسم بن معن بن عبد الرحمن بن عبد اللہ بن مسعود رض سے کہا گیا کہ تم ابو حنیفہ رح کے شاگردون میں داخل ہوتے ہو پس انھون نے کہا کہ کسی کی مجلس لوگون کو
ابو حنیفہ رح کی مجالس سے زیادہ نافع نہین اور ربیع بن عباد سے روایت ہے کہ میں ابن جریج کے پاس تھا اتنے میں خبر آئی کہ ابو حنیفہ رح کی موت کی خبر آئی تو
استرجاع کیا اور کہا کہ علم ذہب یعنی بہت بڑا علم جاتا رہا اس شخص کے مرنے سے اور خطیب نے ابن ابی الوزیر سے روایت کی کہ عبد اللہ بن مبارک نے کہا کہ
جب سفیان رح اور ابو حنیفہ رح مجتمع ہون تو انکے آگے کون شخص فتوی دیسکتا ہے اور کہتے تھے کہ جب یہ دونوں بزرگ ایک شے پر اتفاق کرین تو وہی قول ہے اور عبد اللہ بن داود
نے کہا کہ جب تو آثار یا حدیث کا قصد کرے تو سفیان ہین اور جبکہ تو ان دقائق اور موشگافیون کا ارادہ کرے تو ابو حنیفہ رح ہین اور خطیب نے محمد بن سعید کاتب سے روایت
کی کہ میں نے عبد اللہ بن داود سے سنا کہتے تھے کہ اہل اسلام پر اپنی نمازمیں ابو حنیفہ رح کے واسطے دعا کرنا واجب ہے کہ انھون نے لوگون کے واسطے سنن اور فقہ کو محفوظ کیا
اور خطیب نے احمد بن محمد بلخی سے روایت کی کہ میں نے شداد بن حکیم سے سنا کہتے تھے کہ میں نے ابو حنیفہ رح سے زیادہ تر عالم نہین دیکھا اور اسمعیل بن محمد فارسی سے روایت
کی کہ میں نے مکی بن ابراہیم سے سنا کہتے تھے کہ ابو حنیفہ رح اپنے اہل زمانہ میں سب سے زیادہ تر عالم تھے اور خطیب نے یحیی بن معین سے روایت کی کہ میں نے یحیی بن سعید
قطان سے سنا کہتے تھے کہ ہم دروغ نہین کہتے ہین ہم نے ابو حنیفہ رح کی رائے سے بہتر نہین سنا اور انکے اکثر اقوال کو ہم نے لیا ہے اور خطیب نے سلیمان بن ربیع سے روایت
کی کہ میں نے مکی بن ابراہیم سے سنا کہتے تھے کہ میں علماء کوفہ کی مجلس میں بیٹھا سو ان میں سے کسی کو ورع یعنی متقی تر ابو حنیفہ رح سے نہین دیکھا اور خطیب نے علی بن حفص بزاز سے
روایت کی کہ حفص بن عبد الرحمن تجارت میں امام کے شریک تھے سو انھون نے حفص بن عبد الرحمن کے پاس کپڑے کی متاع کو بھیجا اور انکو خبر بھیجی اور
اطلاع کی کہ فلانے فلانے کپڑے میں نقصان ہے جب بیچنا تو مشتری کو اسکا عیب جتا دینا سو حفص نے اسکو بیچا اور مشتری سے اسکا عیب بتانا بھول گئے جب ابو حنیفہ رح
کو یہ حال معلوم ہوا تو تمام مال کی قیمت خیرات کر دی کذا فی الطحاوی عن السیوطی ہم جب عبد اللہ بن مبارک اور ابن جریج اور عبد اللہ بن داود اور شداد بن حکیم اور یحیی بن سعید
اور مکی بن ابراہیم وغیرہم اہل اجتہاد اور اہل حدیث اور محدثین کے استادون میں انکے اقوال مستندہ مذکورہ سے زیادہ عالم اور زیادہ پرہیزگار ہونا اپنے وقتون میں امام ابو حنیفہ رح
کا ثابت ہوا تو بالیقین معلوم ہوگیا کہ صحیحین کی حدیث مذکور (لو کان العلم بالثریا لناله رجال من فارس) کا محل صحیح امام اعظم اور انکے اصحاب ہین کیونکہ اہل فارس میں انسے
زیادہ تر کوئی عالم عالی فہم وقیقہ رس نہین ہوا تو امام کے واسطے یہ بشارت اور فضیلت عظیم الشان ہے و صنف فیہا سبط ابن الجوزی مجلدین کبیرین و سماہ الانتصار
لامام ائمة الامصار اور ابن جوزی محدث کے پوتے نے مناقب امام اعظم میں دو مجلد بڑے بڑے تصنیف کیے اور اسکا نام رکھا الانتصار لامام ائمة الامصار
یعنے پیشوایان بلاد کے پیشوا کے لیے انتقام لینا امام کو امام الائمہ اسواسطے کہا کہ انکا اجتہاد سب مجتہدین مشہورین سے مقدم ہے اور اجتہاد کا دروازہ انھین نے
کھول دیا کما لا یخفی علی العلماء و صنف غیرہ اکثر من ذلک اور اسکے سوا اور علماء نے انکے فضائل اور مناقب میں اس سے زیادہ بہت کچھ تصنیف کیا بعض مختصر
ہین اور بعض مبسوط و الحاصل ان ابا حنیفة النعمان من اعظم معجزات المصطفی بعد القرآن اور حاصل کلام یہ ہے کہ بیشک امام ابو حنیفہ رح نعمان معجزات

معجزات مصطفوی میں سے قرآن کے بعد بڑا معجزہ ہے هم معجزہ کہا امام کو اسواسطے کہ انکی خبر دی قبل انکے وجود کے ان احادیث میں جو مذکور ہو چکیں عنقریب اسواسطے کہ احادیث علم ثریا امام اعظم پر قطعاً محمول ہیں بخلاف عالم قریش کی حدیث کے کہ اسکو بعضون نے ابن عباس پر محمول کیا ہے اور عالم مدینہ کی حدیث کو او علماء مدینہ پر محمول کیا ہے بخلاف حدیث مذکورہ کے کہ اسکا کوئی محمل واقعی صحیح نہیں سوا بے ابوحنیفہ اور انکے اصحاب کے اور یہاں معجزات سے مراد معجزات حقیقیہ نہیں ہیں اسواسطے کہ معجزہ وہ ہے جو مقترن بتحدی ہو بلکہ معجزات سے مراد کرامات ہیں کذا فی الطحطاوی وحسبک من مناقبہ اشتہار مذہبہ ما قال قولا الا اخذ بہ امام من الائمۃ الاعلام اور امام کے مناقب سے تجکو کفایت کرتا ہے انکے مذہب کا مشہور ہونا امام نے کوئی قول ایسا نہیں کہا جسکو کسی امام نے ائمۂ اعلام سے نہ لیا ہو هم اخذ سے مراد موافقت ہے اجتہاد میں نہ تقلید اسواسطے کہ ایک مجتہد دوسرے مجتہد کی تقلید نہیں کرتا وقد جعل اللہ الحکم لاصحابہ واتباعہ من زمنہ الی ہذا الایام الی ان یحکم بمذہبہ عیسیٰ علیہ السلام اور البتہ حق تعالیٰ نے ٹھہرایا ہے حکم شریعت اور سیاست کا تصرف میں امام کے اصحاب اور اتباع کے امام کے زمانے سے ان دنوں تک تا اینکہ امام کے مذہب کے موافق عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام حکم کرینگے هم یعنے احکام مذہب حنفی کے روم اور توران کی سلطنت میں تا زمان شارح باکہ اب تک جاری ہیں اور یہ جو کہا کہ حضرت عیسیٰ بھی اسی مذہب کے موافق عمل کرینگے سو جلبی محشی نے اسکا مطلب یون بیان کیا ہے کہ حضرت مسیح اجتہاد کرینگے اور انکا اجتہاد ابوحنیفہ کے اجتہاد کے موافق پڑیگا لیکن شافعیہ توافق اجتہاد شافعی کے مدعی ہونگے انتہی اور سید احمد طحطاوی حنفی نے بعد نقل کلام جلبی کے کہا میں کہتا ہون کہ جماعت حنفیہ کو ایسے الفاظ موہم بولنا ہرگز لائق نہیں کہ ایسے امور سے منقبت نہیں مذمت قائل کی ثابت ہوتی ہے ذخائر مہمات کے مصنف نے صاحب اشاعت سے نقل کیا کہ بعضے جہال حنفیون نے دعوی کیا کہ عیسیٰ اور مہدی دونون بزرگ مذہب حنفی کے مقلد ہونگے اور ملا علی قاری حنفی نے اپنی کتاب المشرب الوردی فی مذہب المہدی میں اسکو خوب رد کیا ہے اور امام مہدی کو مجتہد مطلق کہا ہے لیکن صاحب فتوحات انکے اجتہاد کے منکر ہیں کیونکہ انکو احکام شریعت کے خدا کی طرف سے تعلیم ہونگے بواسطہ ملک اور جماد لائل استحالہ تقلید ان حضرات کے یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نبی معصوم ہیں مطلقاً اور امام مہدی معصوم ہیں احکام میں اور ابوحنیفہ رح مجتہد ہیں اور مجتہد کبھی یخطی ویصیب اور لہذا صاحبین نے اکثر میں ثلث احکام سے انکا خلاف کیا ہے تو کیونکر تقلید کرے وہ شخص جو معصوم ہے کبھی خطا نہیں کرتا اس شخص کی جسکی صفت یخطی ویصیب ہے سو یہ سخن جاہلون کا فرط تعصب و عناد سے کچھ نہیں مگر ابوحنیفہ رح کی تفضیل اگرچہ بے اصل ہے گو وہ کلام مودی الی الکفر ہوا اور ان جاہلونکو علم نہیں امام اعظم رح کے ان فضائل جمیلہ کا جنہیں علماء محققین نے کتابیں تصنیف کی ہیں و لہذا انھون نے اس کذب اور افترا کو پسند کیا ہے جس سے اللہ اور اسکا رسول راضی نہیں بلکہ خود ابوحنیفہ رح راضی نہیں اور اگر ابوحنیفہ رح ایسے افترا کو سنتے تو قائل کے کفر کے قائل ہوتے امام کے دوستونکو انکے فضائل واقعیہ کافی ہیں اثبات تفضیل کے واسطے ایسے اقاویل کا ذبہ کی حاجت نہیں جنسے تنقیص انبیاء علیہم السلام کی لازم آوے فانا للہ وانا الیہ راجعون تو اے مخاطب تو اپنے اوپر اتباع سنت غرا لازم کر کہ وہ پناہ ہے جو اپر تکی سے اور سپر ہے سہام شیطانی سے اور چھوڑ تعصب اور ناحق جانب داری کو کہ وہ باب عظیم ہے ابواب شیطانیہ سے کذا فی الطحطاوی ملتقطاً هم حاشیۂ طحطاوی میں ملحدین کی جوڑی ایک حکایت طویل منقول ہے خلاصہ اسکا یہ ہے کہ احکام شرعی کو خضر علیہ السلام نے ابوحنیفہ رح سے تیس برس میں حاصل کیا پھر تین سال میں ابوالقاسم قشیری کو تعلیم کیا انھون نے مذہب حنفی میں ہزار کتابیں تصنیف کیں اور صندوقیں بند کرکے نہر جیحون میں امانت رکھیں جب عیسیٰ علیہ السلام قریب قیامت کے نزول کرینگے تو انکی کتابونکو نکال کر انکے موافق عمل کرینگے ملا علی قاری اور صاحب اشاعت نے اس دروغ بیفروغ کو بتفصیل تمام رد کیا ہے خوف تطویل سے اتنے پر اختصار کیا جو اسکی تفصیل کا طالب ہو وہ طحطاوی کی طرف رجوع کرے اعوذ باللہ من الافراط والتفریط ع دوستی بے خرد خود دشمنی ست و ہذا یدل علی امر عظیم اختص بہ من بین سائر العلماء العظام اور یہ یعنے وفور مناقب مذکورہ اس امر عظیم پر دلالت کرتا ہے جو مخصوص با امام ہے باقی علماء عظام کے مابین سے کیف لا وہو کالصدیق رضی اللہ عنہ لہ اجرہ واجر من دون الفقہ والفہ وفرع احکامہ علی اصولہ العظام الی یوم الحشر والقیام امام میں العلماء کیونکر مخصوص با امر عظیم نہ ہو حالانکہ امام تو صدیق کے مانند ہے اسکو اپنی ذات کے عمل کا ثواب ہے اور اس شخص کے برابر ثواب ہے جسنے فقہ کو

درمیان مدون کیا اور فقہ کے مسائل کو مرتب کر کے جدا جدا ابواب مقرر کئے قیامت تک مدون ہوتے رہینگے اول سب سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ہجرت کی تصدیق کی تو تم
جتنے لوگ ایمان لاتے ہیں ثواب جو ہوا وہ سب صدیق کو ہے کیونکہ انہی نے ثواب کے برابر صدیق کو ثواب ملیگا سوا سطے کہ حدیث میں ہے جو کوئی نیک طریقہ قائم کرے اسکو اسکا
ثواب اور اسپر عمل کرنیوالے کے برابر ثواب ملیگا بغیر اسکے کہ عمل کرنیوالون کے ثواب سے کچھ کم ہو اسیطرح امام ابو حنیفہ نے اول مدون فقہ کیا تو قیامت تک جو لوگ اسپر عمل کرینگے
مجتہدوں کے برابر ثواب حاصل ہوگا خوارزمی نے مجموعہ مسانید امام میں ذکر کیا ہے کہ امام نے سب سے پہلے علم شریعت کو مدون کیا اور ابواب پر مرتب کیا اور پیچھے بعد امام کے
مالک نے موطا میں یہی طریقہ اختیار کیا ہے اس باب میں ابو حنیفہ سے کسی نے سبقت نہیں کی اسواسطے کہ صحابہ اور تابعین نے علم شریعت میں ابواب کر کے کوئی تصنیف نہیں کی تھی بلکہ
اپنے حافظوں پر اعتماد رکھتے تھے اسواسطے امام نے جب علم کو منتشر دیکھا اور متاخرین کے سوء حفظ سے ڈرے کہ مبادا علم ضائع ہو جائے تو مدون کیا بیان کیا یعنی مدون کرنے میں انکی کرامت ہے ابتدا کی
طہارت سے پھر نماز سے پھر باقی عبادات سے پھر معاملات سے پھر خاتمہ کیا مواریث پر کذا فی الطحطاوی وقد اتبعہ علی مذہبہ کثیر من الاولیاء الکرام ممن اتصف بثبات المجاہدۃ ورکض
فی میدان المشاہدۃ کابراہیم بن ادہم وشقیق البلخی ومعروف الکرخی وابی یزید البسطامی وفضیل بن عیاض وداود الطائی وابی حامد اللفاف وخلف
بن ایوب وعبد اللہ بن المبارک ووکیع بن الجراح وابی بکر الوراق وغیرہم ممن لا یحصی لکثرۃ ان یستقصی کس طرح ممتاز ہوا اور حالات اسکے
امام کے مذہب کے تابع اور مقلد ہوتے آئے ہیں اکثر اولیائے کرام اُن حضرات میں سے جو متصف بصفات مجاہدہ ہیں اور موصوف بہ سیر دوڑی میدان مشاہدہ
چنانچہ ابراہیم ادہم اور شقیق بلخی اور معروف کرخی اور ابو یزید بسطامی اور فضیل بن عیاض اور داود طائی اور ابو حامد لفاف اور خلف بن ایوب اور
عبد اللہ بن مبارک اور وکیع بن جراح رحمہم اللہ تعالیٰ اور انکے سوا جنکا شمار نہایت دشوار ہے فلو وجدوا فیہ شبہۃ ما اتبعوہ ولا اقتدوا بہ ولا وافقوہ سو اگر یہ اولیا
کاملین امام میں کچھ شبہہ پاتے تو انکے تابع اور مقتدی نہوتے اور نہ انکی موافقت کرتے پس حقیقت مذہب امام کی ایک یہ بھی دلیل ہے کہ ارباب کشف و شہود
انکے تابع اور مقتدی ہیں وقد قال الاستاذ ابو القاسم القشیری فی رسالتہ مع صلابتہ فی مذہبہ وتقدمہ فی ہذہ الطریقۃ سمعت الاستاذ ابا علی الدقاق یقول انا
اخذت ہذہ الطریقۃ من ابی القاسم النصرآبادی وقال ابو القاسم انا اخذتہا من الشبلی وہو اخذہا من السری السقطی وہو من معروف الکرخی وہو من
داود الطائی وہو اخذ العلم والطریقۃ من ابی حنیفۃ اور مقرر کہا ہے استاد ابو القاسم قشیری نے اپنے رسالہ قشیریہ میں باوجود انکی صلابت کے اپنے مذہب
میں یعنی مذہب شافعی میں اور باوجود انکے مقدم ہونے کے اس طریقہ تصوف میں کہ میں نے سنا استاد ابو علی دقاق سے وہ کہتے تھے کہ میں نے یہ طریقہ لیا
ابو القاسم نصرآبادی سے اور ابو القاسم نے کہا کہ میں نے اسکو لیا شبلی سے اور شبلی نے لیا سری سقطی سے اور سری سقطی نے لیا معروف کرخی سے اور معروف
کرخی نے لیا داود طائی سے اور داود طائی نے علم اور طریقہ تصوف کا لیا ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں کہا کہ عبد الکریم ابو القاسم قشیری مفسر
فقیہ نحوی اور لغوی اور ادیب اور کاتب اور شجاع جامع تھے انواع محاسن کے ایسا کامل شخص دیکھنے والوں نے نہیں دیکھا شافعی مذہب تھے [illegible] ہجری
میں پیدا ہوئے حدیث کی سماعت کی حاکم وغیرہ سے اور خطیب وغیرہ نے اُنسے روایت کی اور بہت تصانیف اُنکے مشہور ہیں اور [illegible] ہجری میں وفات پائی
کذا فی الطحطاوی وکل منہم اثنی علیہ واقر بفضلہ فعجبا لک یا اخی الم تکن لک اسوۃ حسنۃ فی ہؤلاء السادۃ الکبار اکانوا متہمین فی ہذا الاقرار والافتخار وہم ائمۃ
ہذہ الطریقۃ وارباب الشریعۃ والحقیقۃ اور ہر ایک نے اُن اکابر سے ثنا کی ہے امام پر اور انکی فضیلت کا اقرار کیا ہے سو تعجب کرتا ہوں تجھسے اے بھائی کیا
تجھکو نیک پیروی نہ تھی اُن بزرگون میں کیا اُنپر تہمت ہونے کا گمان تھا اس اقرار اور افتخار میں اور حالانکہ وہ حضرات امام اور پیشوا ہیں اس طریقہ
تصوف اور روشنی کے اور وہ شریعت اور حقیقت والے لوگ ہیں ہم شارح کا یہ خطاب اُن لوگون سے ہے جو امام کے امر میں منکر یا متردد ہیں ومن
بعدہم فی ہذا الامر فلہم تبع وکل ما خالف ما اعتمدوہ مردود ومبتدع اور جو اہل کمال کہ اُن حضرات کے بعد ہیں وہ شریعت اور طریقت اور حقیقت
میں انکے تابع ہیں اور جو باتیں کہ ان بزرگون کی سمجھ بوجھ کی مخالف ہو وہ مردود اور ایجاد ناپسند ہے وبالجملۃ فلیس ابو حنیفۃ فی زہدہ وورعہ وعبادتہ

وعلمہ وفہمہ مشارک اور حاصل کلام اور قول مجمل یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ رح کے زہد اور تقوی اور عبادت اور علم اور فہم مین دوسرا کوئی شریک نہین یعنی بے نظیر ہین
ومما قال فیہ ابن المبارک ؏ لقد زان البلاد ومن علیہا ۞ امام المسلمین ابو حنیفۃ ۞ اور منجملہ اُن مدائح کے جو عبداللہ بن مبارک نے امام کی مدح مین کہا ہے
یہ ابیات ہین البتہ زینت دی شہرون کو اور شہر والون کو مسلمانون کے امام ابو حنیفہ نے ؏ باحکام واٰثار وفقہ ۞ کاٰیات الزبور علی الصحیفۃ ۞ زینت دی
بسبب احکام شرعی اور احادیث وفقہ کے جیسے زبور کی آیات ورق پر مرقوم ہین ؏ فما فی المشرقین لہ نظیر ۞ ولا فی المغربین ولا بکوفۃ ۞ سو نہین ہے دونون
مشرق مین اسکا نظیر اور نہ دونون مغرب مین اور نہ کوفہ مین ہم دونون مشرق یعنے ایک جاڑے کی مشرق اور دوسری گرمی کی مشرق اسی طرح دو مغرب کو
دریافت کرنا چاہیے مراد اس سے تمام دنیا ہے ؏ یبیت مشمرا سہر اللیالی ۞ وصام نہارہ للہ خیفۃ ۞ رات کاٹتا ہے امام دامن چڑھائے یعنے مستعد عبادت راتون
مین جاگتا اور دن مین روزہ رکھتا ہے اللہ کے خوف سے ہم چالیس برس تمام رات کی بیداری کی اور اس سے پہلے نصف شب کی اور تیس برس برابر روزہ
رکھا کذا فی الطحطاوی ؏ فمن کابی حنیفۃ فی علاہ ۞ لامام الخلیقۃ والخلیفۃ ۞ سو کون ہے ابو حنیفہ رح کے مانند بلند رتبگی مین امام خلق کا اور بادشاہ کا ؏ رأیت
العائبین لہ سفاہا ۞ خلاف الحق مع حجج ضعیفۃ ۞ دیکھا مین نے اسکے عیب کرنے والون کو بیوقوفی امر حق کے مخالف دلائل ضعیفہ کے ساتھ ؏ وکیف یحل
ان یؤذی فقیہ ۞ لہ فی الارض آثار شریفۃ ۞ اور کیونکر حلال ہے اُس فقیہ کا ایذا دینا جسکے آثار شریفہ زمین مین ثابت ہین ؏ فقد قال ابن ادریس مقالا ۞
صحیح النقل فی حکم لطیفۃ ۞ سو البتہ محمد بن ادریس رح شافعی نے ایک قول صحیح النقل کہا ہے لطیف حکمتون مین ؏ بان الناس فی فقہ عیال ۞ علی فقہ الامام
ابی حنیفۃ ۞ امام شافعی رح کا وہ قول یہ ہے کہ تمام لوگ فقہ مین عیال ہین یعنے بال بچے ہین امام ابو حنیفہ رح کی فقہ کے ہم خطیب نے ربیع سے روایت کی
کہ مین نے شافعی سے سنا کہتے تھے الناس عیال علی ابی حنیفۃ فی الفقہ یعنی لوگ ابو حنیفہ رح کے عیال ہین فقہ مین اور خطیب نے حرملہ بن یحیی سے روایت کی کہ
مین نے محمد بن ادریس شافعی رح سے سنا کہتے تھے کہ لوگ ابو حنیفہ رح کے عیال ہین فقہ مین ابو حنیفہ انھین ہے جسکو فقہ کی توفیق دی گئی کذا فی الطحطاوی عن تبییض الصحیفۃ
للسیوطی الشافعی ؏ فلعنۃ ربنا اعداد رمل ۞ علی من رد قول ابی حنیفۃ ۞ سو لعنت ہمارے رب کی بقدر شمار ریت کے اُسپر جو ابو حنیفہ رح کے قول کو رد کرے
ہم حلبی نے کہا مراد یہ ہے کہ جو ابو حنیفہ رح کے قول کو رد کرے اُنکو حقیر جانکر اُنکے اجتہاد کا منکر ہو اسواسطے کہ ائمہ اجتہاد بعضون کے قول کو ہمیشہ رد کرتے رہے ہین
اور وہ اسپر مستحق ثواب ہین اسوجہ سے کہ اُنھون نے نصرت حق کی اپنے گمان کے موافق تو ناظم کو یون کہنا لازم تھا علی من حط قدر ابی حنیفۃ انتہی طحطاوی
نے کہا جو امام کے قول کو رد کرے بصفت متقدمہ تو اسکا غایت رتبہ یہ ہے کہ وہ حرام کا مرتکب ہوا حالانکہ مرتکب حرام پر لعنت نہین بلکہ کافر مخصوص پر بھی لعنت
جائز نہین کہ شاید اسکا خاتمہ بخیر ہو ہان مجملا کفار پر لعنت جائز ہے لتتمہ مین کہتا ہون یواقیت ملتقطہ مین زکریا قزوینی کی کتاب آثار البلاد سے ابیات عبداللہ بن
مبارک کے نقل کی ہین لیکن لعنت کے بیت اُسمین نہین تو اغلب کہ یہ بعض متعصبین کے ملحقات سے ہے اسواسطے کہ علم اور ورع ابن مبارک سے اسقدر بیباکی
نہایت مستبعد ہے واللہ اعلم وقد ثبت ان ثابتا والد الامام ادرک الامام علی بن ابی طالب فدعا لہ ولذریتہ بالبرکۃ اور مقرر یہ بات ثابت ہے کہ امام اعظم رح کے
والد ماجد یعنی ثابت نے امیرالمومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کو پایا یعنی اُنکی خدمت مین حاضر ہوئے سو آپ نے ثابت اور اُنکی اولاد کیواسطے
برکت کی دعا کی ہم حافظ جمال الدین نے کتاب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال مین احمد بن عبداللہ بن شاذان مروزی سے روایت کی کہ میرے والد نے
اپنے والد سے روایت کی کہ مین نے اسمعیل بن حماد بن ابی حنیفۃ سے سنا کہتے تھے کہ مین اسمعیل بن حماد بن نعمان بن ثابت بن النعمان بن مرزبان ہون
مرزبان اہل فارس احرار کے فرزندون سے قسم خدا کی ہم مین رقیق کسی کا مملوک ہونا واقع نہین ہوا میرا جد یعنی امام اعظم رح پیدا ہوا ہجری اسی برس مین اور اسکا
باپ اسکو لیگیا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے پاس اور وہ صغیر تھا سو آپ نے دعا کی برکت کی اُسکے واسطے اور اُسکی اولاد کے واسطے اور ہم اُس
دعا کی قبولیت کی امید رکھتے ہین کذا فی الیواقیت الملتقطۃ فی مناقب الائمۃ الاربعۃ طحطاوی نے اس قول کو خطیب کی روایت سے تمام سند کے ساتھ نقل کیا

یہ کہا ہی کہ مین کہتا ہون معتقد ہو کر عظیم الشان کے مذہب کا یعنی ابوحنیفہ رح جو امر د نعمان کا جو تابعی ہی مقدم سب اماموں سے علم اور دین مین امت محمدیہ
چراغ (ایک جماعت کو نبی کے اصحاب سے اُسنے پایا بیشک اُنکا پیرو ہو گیا اور چلا وہ طریقہ جسکی راہ کھلی ہی سالم ہی تاریک گمراہی سے ؁ روی
عَنْ اَنَسٍ وَجَابِرٍ ✤ وَابْنِ اَبِیْ اَوْفٰی کَذَا عَنْ عَامِرٍ ✤ اور تحقیق روایت کی امام نے انس اور جابر اور عبداللہ بن ابی اوفی سے اور اسیطرح عامر سے
عم تبییض الصحیفة مین عامر کے بدلے معقل بن یسار مذکور ہی خوارزمی نے کہا کہ عامر سے روایت کرنے مین کلام ہی اسواسطے کہ عامر کا انتقال ہوا معاویہ کی دولت
مین اور معاویہ کا انتقال ہوا سنہ ۶۰ ہجری مین پھر کیونکر انکی روایت مقدور ہو کذا فی الطحطاوی ؁ اَعْنِیْ اَبَا الطُّفَیْلِ ذَا ابْنَ وَاثِلَةَ ✤ وَابْنَ اُنَیْسٍ الْفَتٰی وَوَاثِلَة
مراد عامر سے وہ ابو طفیل ہی جو واثلہ کا بیٹا ہی اور روایت کی عبداللہ بن انیس جوانمرد سے اور واثلہ بن اسقع سے ؁ عَنِ ابْنِ جَزْءٍ قَدْ رَوَی الْاِمَامُ ✤ بِنْتِ عَجْرَ
دِ التَّمَامُ ✤ روایت کی امام نے عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدی سے اور عائشہ بنت عجرد سے اسی پر آٹھ کا شمار تمام ہوا جزء بفتح جیم و سکون زا معجمہ و
ہمزہ وہ عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدی ہی امام اعظم رح سے مروی ہی کہ مین نے اپنے والد کے ساتھ سنہ ۹۶ ہجری مین حج کیا تو مین نے قریب کعبہ حلقہ دیکھا مین نے
والد سے کہا کہ یہ کیا ہی جواب دیا کہ اسمین ایک صحابی ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ حدیث بیان کرتا ہی تو مین نے جا کر سنا کہتا تھا قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اعانة المسلم فریضة علی کل مسلم یعنی وہ صحابی ابن جزء زبیدی تھے اور امام کے مسند مین خوارزمی نے ابن جزء سے اس حدیث کی روایت کی ہی من
تفقہ فی دین اللہ کفاہ اللہ ہمہ ورزقہ من حیث لا یحتسب) ابن شاہین نے کہا سماعت امام رح کی جابر بن عبداللہ سے صریح وہم ہی کیونکہ جابر باتفاق روایات ستر او
چند سال مین مرگئے اور ہنوز تک زندہ نہین رہے جسمین امام پیدا ہوتے انتہی اسکا جواب یون ممکن ہی کہ بعضے اہل تاریخ کے نزدیک امام کی ولادت سنہ ۶۱ ہجری مین ہی
تو بموجب اس قول کے سات یا نو برس کی عمر مین سماع حدیث ممکن ہی کذا فی الطحطاوی ملخصًا وَتُوُفِّیَ بِبَغْدَادَ قِیْلَ فِی السِّجْنِ لِیَلِیَ الْقَضَاءَ وَلَهٗ سَبْعُوْنَ سَنَةً بِتَارِیْخِ خَمْسِیْنَ وَمِائَةٍ
اور امام نے وفات پائی بغداد مین ایک سو پچاسوین سال ہجری مین اور انکی عمر ستر برس کی تھی بعضون نے کہا بندی خانہ مین انتقال کیا اسواسطے محبوس ہوئے
تھے کہ عہدۂ قضا کو قبول کرین ہم ابن خلکان وغیرہ مورخین نے کہا کہ ابوحنیفہ سنہ ۸۰ ہجری مین پیدا ہوئے اور ستر برس زندہ رہے اور سنہ ۱۵۰ ہجری مین وفات پائی
اور بعضون نے کہا ستر مین اور بعضون نے کہا اکہتر مین پیدائش ہی لیکن پہلا قول صحیح تر ہی پیدا ہوئے صحابہ کرام کے زمانہ مین اور فقیہ ہوئے تابعین کے زمانہ
مین رجب یا شعبان مین انتقال ہوا قیدخانہ مین اور قضا کا منصب قبول نہ کیا اور مقبرہ خیزران مین دفن ہوئے کذا فی الیواقیت شہرستانی کے ملل اور نحل مین
مذکور ہی کہ منصور دوانقی نے امام کو اسواسطے قید کیا تھا کہ انھون نے محمد بن عبداللہ بن حسن بن علی سے بیعت کی تھی یعنی حسن بن علی بن ابی طالب رض کے پوتے
سے بیعت کی تھی طحطاوی نے کہا ممکن ہی کہ عدم قبول قضا اور بیعت اہل بیت دونون سبب ہوئے ہون محبوس کرنے کے قِیْلَ وَیَوْمَ تُوُفِّیَ وُلِدَ الْاِمَامُ الشَّافِعِیُّ
رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ فَعُدَّ مِنْ مَنَاقِبِہٖ بعضون نے کہا کہ جسدن امام ابوحنیفہ رح نے وفات پائی اُسی دن امام شافعی رح پیدا ہوتے تو یہ ابوحنیفہ رح یا شافعی رح کے مناقب
مین شمار کیا گیا ہم امام اعظم کی منقبت اسواسطے ہوئی کہ حق تعالی نے اس جہان کو ایسے امام کے مانند سے خالی نہ رکھا کذا فی الطحطاوی اور شافعی رح کی منقبت یہ
ہوئی کہ ایسے کامل کے خلیفہ ٹھہرے وَقَدْ قِیْلَ اَلْحِکْمَةُ فِیْ مُخَالَفَةِ تَلَامِیْذِہٖ اَنَّهٗ رَاٰی صَبِیًّا یَلْعَبُ فِی الطِّیْنِ فَحَذَّرَهٗ عَنِ السُّقُوْطِ فَاَجَابَهٗ بِاَنْ اِحْذَرْ اَنْتَ مِنَ السُّقُوْطِ
فَاِنَّ فِیْ سُقُوْطِ الْعَالِمِ سُقُوْطَ الْعَالَمِ فَحِیْنَئِذٍ قَالَ لِاَصْحَابِہٖ اِنْ تَوَجَّهَ لَکُمْ دَلِیْلٌ فَقُوْلُوْا بِہٖ فَکَانَ کُلٌّ یَاْخُذُ بِرِوَایَةٍ عَنْهُ وَیُرَجِّحُهَا وَهٰذَا مِنْ اِحْتِیَاطِہٖ وَوَرَعِہٖ وَعِلْمِہٖ
بِاَنَّ الْاِخْتِلَافَ مِنْ اٰثَارِ الرَّحْمَةِ فَمَهْمَا کَانَ اَکْثَرَ کَانَتِ الرَّحْمَةُ اَوْفَرَ کَمَا قَالُوْا اور البتہ کہا گیا ہی کہ شاگردان امام کے مخالفت مین حکمت یہ ہی کہ امام اعظم رح نے
ایک لڑکا کھیلتے دیکھا کیچڑ مین سو اُسکو ڈرایا رپٹ پڑنے سے سو لڑکے نے امام کو جواب دیا کہ تم رپٹ پڑنے سے بچو اسواسطے کہ عالم کے رپٹنے سے تمام جہان کا
رپٹنا ہی تو اُسوقت سے امام نے اپنے شاگردون سے کہا کہ اگر تمھارے سامنے دلیل آوے یعنے اگر دلیل شرعی کتاب اور سنت سے تمیز ظاہر ہو تو اُسپر عمل کرو تو ہر
شاگرد امام کی ایک روایت کو لیتا تھا اور اسکو ترجیح دیتا تھا یعنے اُسکو قوی کرتا تھا اور دلیل سے اور یہ اجازت خلاف کرنے کی امام کی نہایت احتیاط اور تقوی سے ہی

انتہی قاضی خان کے فتاوی مین ہی کہ درصورت اختلاف اگر امام کے ساتھ ابو یوسف رح اور محمد رح ہین تو دونون کے متفق قول پر فتوی دیا جائے کیونکہ دونون میں
وفور شرائط اور راوی ثواب کا استجماع ہی اور اگر صاحبین رح کا قول امام کے مخالف ہو تو اگر انکا اختلاف بوجہ اختلاف عصر اور زمان کے ہو چنانچہ قضا بظاہر عدالت
شرائط جمع ۱۲
تو صاحبین کا قول مفتی لے اور مزارعت اور معاملات مین اور انکے مانند مین بھی صاحبین رح کے قول کو اختیار کرے کیونکہ متاخرین کا اسپر اجماع ہی اور اسکے سوائے
مین بعضون نے کہا کہ مفتی مجتہد مختار ہی اور عبد اللہ بن مبارک نے کہا کہ فقط امام کا قول لے اور مجتہد یعنی مجتہد مقید کی تعریف مین اختلاف ہی بعضون نے کہا کہ
جو دس سوالات کے جواب مین آٹھ سوال کا جواب ٹھیک دے اور دو جوابون مین چوک جائے وہ مجتہد ہی اور بعضون نے کہا کہ اجتہاد کے واسطے حفظ مبسوط اور
معرفت ناسخ اور منسوخ اور محکم اور ماول کی اور لوگون کے عادات اور عرف کا علم ضرور ہی انتہی ما فی الخانیۃ وصحح فی الحاوی القدسی قوۃ المدرک اور حاوی قدسی
مین قوت دلیل کی تصحیح کی ہی مدرک بصیغہ اسم مفعول بمعنی دلیل ہی اور یہ قول ترتیب سراجیہ کے مخالف ہی طحطاوی نے کہا یعنی جس قول کی دلیل قوی تر ہو یعنی امام
کا قول ہو یا ابو یوسف رح یا محمد رح کا وہی قول مقدم ہی اور وجہ توفیق ان دونون مختلف قولون مین یہ ہی کہ جس شخص کو قوت دلیل کی ادراک کی طاقت ہو وہ قول
قوی المدرک پر فتوی دے اور نہین تو سراجیہ کی ترتیب مقدم پر فتوی دے وفی وقف البحر وغیرہ متی کان فی المسئلۃ قولان مصححان جاز القضاء والافتاء باحدہما
اور کتاب الوقف بحر الرائق وغیرہ مین ہی کہ جب ایک مسئلہ مین دو قولون کی تصحیح واقع ہوئی تو ان دونون قولون مین سے ایک قول پر قاضی کو حکم دینا اور مفتی کو
فتوی دینا جائز ہی ہم طحطاوی نے کہا ظاہر عبارت ہی پر دلالت کرتی ہی کہ جب دو قول کی تصحیح ہوئی خواہ تصحیح بلفظ اصح کی ہو دونون مین یا بلفظ صحیح کی یا ایک مین
اصح کا لفظ ہو اور دوسری مین صحیح کا ہر صورت ایک قول پر قضا اور افتا جائز ہی وفی اول المضمرات اما العلامات للافتاء فقولہ وعلیہ الفتوی وبہ یفتی وبہ ناخذ
وعلیہ الاعتماد وعلیہ عمل الیوم وعلیہ عمل الامۃ وہو الصحیح او الاصح او الاظہر او الاشبہ او الاوجہ او المختار ونحوہا مما ذکر فی حاشیۃ البزدوی انتہی اور مضمرات کے
اول مین ہی کہ فتوی دینے کے علامات بارہ الفاظ ہین علیہ الفتوی سے مختار تک اور مانند ان الفاظ کے جو حاشیۂ بزدوی مین مذکور ہین انتہی ما فی المضمرات
ص الفاظ مذکورہ کا ترجمہ یون ہی وعلیہ الفتوی اور اسی قول پر فتوی ہی وبہ یفتی اور اسی قول کا فتوی دیا گیا وبہ ناخذ اور اسی کو ہم لیتے ہین وعلیہ الاعتماد اور اسی
قول پر اعتماد ہی وعلیہ عمل الیوم اور اسی پر عمل ہی آج کے دن کا وعلیہ عمل الامۃ اور اسی پر امت کا عمل ہی وہو الصحیح اور یہی قول صحیح ہی او الاصح یا صحیح تر ہی او الاظہر یا
ظاہر تر ہی او الاشبہ یا بحق مشابہ تر ہی او الاوجہ یا موجہ تر ہی او المختار یا پسندیدہ تر ہی اور ان الفاظ کے مانند وعلیہ عمل الیوم وبہ جری العرف وہو المتعارف وبہ
اخذ العلماء قال شیخنا الرملی فی فتاوہ وبعض الالفاظ آکد من بعض فلفظ الفتوی آکد من لفظ الصحیح والاصح والاشبہ وغیرہا ہمارے استاد خیر الدین رملی نے اپنے
فتاوے مین کہا اور بعضے الفاظ فتوی کے موکد تر ہین بعض سے تو فتوی کا لفظ موکد تر ہی صحیح اور اصح اور اشبہ وغیرہا کے الفاظ سے چنانچہ احوط اور اظہر سے ہم وجہ تاکید
ہی کہ فتوی جاری نہین ہوتا مگر اس امر کے سبب سے جو مقتضی ہی فتوی کا چنانچہ ابانی یا آکدیت اور لفظ فتوی ہی ایسے حروف صلیہ مراد ہین کسی صیغہ مین پائے جائین کذا فی
زیادہ موکد ہونا ۱۲
الطحطاوی ولفظ بہ یفتی آکد من الفتوی علیہ اور بہ یفتی کا لفظ موکد تر ہی الفتوی علیہ کی لفظ سے اسواسطے کہ تقدیم مفعول سے حصر ثابت ہوتا ہی اور اسی طرح لفظ علیہ
الفتوی کا الفتوی علیہ سے موکد تر ہی والاصح آکد من الصحیح والاحوط آکد من الاحتیاط انتہی اور راجح کا لفظ موکد تر ہی صحیح کے لفظ سے اور احوط کا لفظ موکد تر ہی احتیاط کے
لفظ سے انتہی قول الرملی ظاہر اسم تفضیل کے سب صیغون کا یہی حکم ہی قلت لکن فی شرح المنیۃ للحلبی عند قولہ لا یجوز مس المصحف الا بغلافہ اذا تعارض اماما معتبران عبر احدہما
بالصحیح والآخر بالاصح فالاخذ بالصحیح اولی لانہما اتفقا علی انہ صحیح والاخذ بالمتفق اوفق فلیحفظ شارح نے کہا مین کہتا ہون لیکن حلبی کی شرح منیہ مین ماتن کے اس قول کے
پاس کہ جائز نہین مصحف کا چھونا مگر اسکے غلاف کے ساتھ یہ قول ہی کہ جب مقابل اور مختلف ہون ترجیح اقوال مین دو امام معتبر اسطرح کہ ایک امام کہے کہ یہ قول صحیح
ہی اور دوسرا امام کہے کہ یہ قول اصح ہی تو صحیح پر عمل کرنا اولی ہی اسواسطے کہ دونون امام نے اس قول کے صحیح ہونے پر اتفاق کیا یعنی اور اصحیت مین اتفاق نہین بلکہ
ایک امام کا انفراد ہی اور حالانکہ قول متفق علیہ پر عمل کرنا موافق تر باحتیاط ہی تو اس استدراک کو یاد رکھنا ثم رایت فی رسالۃ آداب المفتی اذا ذیلت روایۃ فی کتاب

مستفتی بالتخییر او بعد وفی او ادوقتی و نحوہ فلہ ان یفتی باوقتی ھذا الخفظا ثبت پھر شرح میں وکھا ہے کہ اداب المفتی میں ہے جب کسی مسئلہ میں روایت ذیل او ہی
ایک روایت نے جو لکھا ہو کہ یہ حق ہے یا اولی یا ارفق ہے ور روایت اسکے خلاف کو وجہ و راجح ہو تو مفتی کو اختیار ہے کہ جس روایت کا چاہے فتوی دے سو اسکے مخالف
دوسری روایت کا بھی فتوی دے سکتا ہے دونون مین سے ہر اسواسطے کہ اسم تفضیل پر دلالت کرتا ہے کہ مقابل ہم اسم تفضیل کا بھی صحیح ہے کہ فی المعروف و فی
والادلۃ قیاس الاصح، ومنہ الحوذ به وبه یفتی وعلیه الفتوی لم یفتنا بخلافه اور جب کہ روایت کے بعد صحیح یا الحوذ به یا به یفتی یا علیه الفتوی لکھی ہو تو اسکے مخالف روایت کا
فتوی نہ دے اسواسطے کہ صحیح کا مقابل ضعیف اور ماخوذ به کا مقابل غیر ماخوذ به اور به یفتی و علیه الفتوی کا مقابل غیر مفتی به ہے الا اذا کان فی الھدایۃ مثلاً ھو الصحیح
وفی الکافی بخلافه ھو الصحیح فخیر و نختار الاقوی عنده والالیق والاصلح انتہی ملخصاً مگر جبکہ ہدایہ میں روایت کے ذیل میں ھو الصحیح ہو اور کافی میں اسکے مخالف روایت
کی ذیل میں ھو الصحیح ہو تو مفتی مخیر ہے اور وہ اس روایت کو اختیار کرے جو اسکے نزدیک قوی تر اور لائق تر اور اصلح تر ہو انتہی اور فی الرسالہ تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے
ہم تو صحیح ترکا اختیار کرنا حاوی قدسی کی عبارت سابقہ پر مبنی ہے یعنی بصورت اختلاف قوت دلیل کا اعتبار ہے کذا فی الطحطاوی حاصل ما ذکرہ الشیخ قاسم فی تصحیحه
انه لا فرق بین المفتی والقاضی الا ان المفتی مخبر عن الحکم والقاضی ملزم ہے اور جو شیخ قاسم نے اپنی تصحیح میں ذکر کیا ہے اسکا حاصل مطلب یہ ہے کہ کچھ فرق نہیں درمیان
مفتی اور قاضی کے یعنی موجب تفصیل مذکور کے قاضی بھی انھین علامات افتاء پر عمل کرے مفتی کے مانند مگر اتنا فرق ہے کہ مفتی حکم شرعی کا بتا دینے والا ہے اور
قاضی حکم مذکور کا لازم کرنے والا ہے بجا مت حبس اور تعزیرت اگر کوئی عمل نہ کرے اور نہ اسکو اختیار ہے اقامت حدود و قصاص کا کذا فی الطحطاوی وان الحکم
والفتیا بالقول المرجوح جہل وخرق للاجماع اور یہ کہ قاضی کا حکم کرنا اور مفتی کا فتوی دینا مرجوح قول پر جہالت اور اجماع کا پھاڑنا ہے یعنی حرام اور باطل ہے قول مرجوح
چنانچہ صاحبین رح کے قول پر عمل کرنا حالانکہ اس قول کی تصحیح نہین ہوئی یا اسکی وجہ کی تقویت نہین ہوئی اور سادل یا ببطلان ہے ظاہر الروایۃ کے مخالف پر فتوی
دینا بلا ثبوت تصحیح اور اسی طرح قول منسوخ عنه پر فتوی دینا کذا فی الحلبی وان الحکم الملفق باطل بالاجماع اور یہ کہ حکم ملفق یعنی ملا جلا چند مذاہب سے ایک حکم مرکب
کرنا بالاجماع باطل ہے چنانچہ وضو میں ایک سر کے بال کا مسح کیا بمذہب شافعی رح مقتدی ہو کر نماز پڑھی فاتحہ چھوڑ کے بموجب مذہب امام اعظم رح کے کذا
فی الطحطاوی شافعی رح مذہب پر نماز اسواسطے نہ ہوئی کہ فاتحہ پڑھنا واجب تھا سو اُسے ترک کیا اور حنفی مذہب پر اسواسطے نہ ہوئی کہ وضو کا فرض ترک ہوا یعنی چوتھا
سر کا مسح تو کسی مذہب پر نماز درست نہ ہوئی وان الرجوع عن التقلید بعد العمل باطل اتفاقا وھو المختار فی المذھب اور یہ کہ پھرنا تقلید سے عمل کر چکنے کے
بعد بالاتفاق باطل ہے اور یہی قول مختار ہے مذہب میں ہم مثلاً قاضی حنفی نے ثبوت نکاح بغیر شہود میں امام مالک رح کی تقلید کی پھر اس تقلید سے رجوع کرنے کا
قصد کیا یعنی چاہا کہ اپنے مذہب کے موافق زوج پر عدم لزوم مہر کا حکم کرے تو یہ اسکو جائز نہین معلوم کرنا چاہیئے کہ یہ مطلب نہین ہے کہ یہان جواز تقلید کی
مطلقاً نفی ہے بلکہ اسی صورت مذکورہ میں اسواسطے کہ یہان تقلید مذکور کے پھرنے سے غیر کا ضرر لازم آتا ہے اور اسکو دریافت کرنا چاہیئے کہ حنفی کو
مثلاً شافعی کی تقلید کرنا ایک مسئلہ میں عبارت ہے شافعی رح کے قول پر عمل کرنے سے باوجود باقی رہنے کے اپنے مذہب پر اسی مسئلہ میں یہانتک کہ اگر اسی
مسئلہ خاص میں جس میں حنفی نے شافعی رح کی تقلید کی ہے سوال کرے بطریق استفتاء کے تو جواب نہ دے مگر اپنے امام کے مذہب کے موافق اور بقا علی مذہبه کا مشابه
یہ ہے کہ اس مسئلہ میں عمل کے وقت بمذہب شافعی اپنے امام کی متابعت کے اعتقاد پر باقی ہے یعنی اگر زمانہ مستقبل میں ویسی ہی صورت جسپر عمل کر چکا ہے بمذہب شافعی
پیش آویگی تو اپنے امام کے مذہب پر عمل کریگا اگر کوئی کہے کہ اپنے مذہب پر باقی رہنا اور جواب مستفتی کو نہ دینا مگر اپنے امام کے قول پر پھر جانا ہے شافعی کی تقلید سے
مسئلہ مقلد فیہا مین تو اسکا جواب یہ ہے کہ اسی واقعہ مخصوصہ منقضیہ سے رجوع کرنا ممنوع ہے نہ اس واقعہ سے جو بعد اسکے اسی جنس کا حادث ہوا اور تقلید مذکور کے جواب
مین دو قول ہین قول مختار یہ ہے کہ تقلید جائز ہے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ اتنا کفایت کرتا ہے کہ جس مجتہد کے قول کی تقلید کی وہ اسکے نزدیک صواب اور راجح ہے باحتمال
خطا اور یہی بعینه جواب ہو سکتا ہے اس سوال کا کہ حنفی کو تقلید شافعی میں عمل بالخطا لازم آتا ہے اسواسطے کہ حنفی شافعی کے مذہب کو خطا محتمل الصواب جانتا ہے جو خود

یحییٰ بن سیف الدین سیرامی حنفی کے جواب کا اور مفتیان مصر نے بھی اسپر اتفاق کیا ہے اور اس تقریر سے نکلتا ہے کہ تقلید واجب ہے ایک امام کی بلا تعیین اور دو امام کی
تقلید ساتھ ہی جائز نہین اسطرح کہ حنفی اور حنبلی ایکساتھ ہوا۔ اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ جب حنفی مثلاً شافعی کی تقلید کرے مسئلہ مخصوصہ مین تو اسپر واجب ہے کہ اس مسئلہ
کی تمیع متعلقات مین مذہب شافعی کی رعایت کرے تاکہ تلفیق باطل لازم نہ آوے کذا فی الطحطاوی عن شیخ الاسلام ابی سعود مختصرا و ان الخلاف خاص بالقاضی المجتہد
اور یہ کہ خلاف مقلد مین بھی قاضی مجتہد ہے یعنی امام اور صاحبین کا خلاف ہے کہ جب قاضی اپنے مذہب کے سوا اور مذہب پر حکم کرے تو اسکا حکم نافذ ہوگا یا نہین تو
صاحبین نے کہا کہ اسکا حکم نافذ نہ ہوگا اور امام نے کہا کہ اگر مذہب کے مخالف بھول کر حکم کریگا تو نافذ ہوگا اور عمد مین امام سے دو روایتین ہین اور بزازی نے کہا
کہ صاحبین زیادہ حکم مین امام کے موافق ہین اور قاضی خان نے کہا کہ مخالف ہین کذا فی الطحطاوی واما المقلد فلا ینفذ قضاءہ بخلاف مذہبہ اصلا کما فی القنیہ اور مقلد قاضی کا
حکم تو برخلاف اپنے مذہب کے اصلا نافذ نہین ہوتا چنانچہ قنیہ مین ہے اور شرح طحطاوی وغیرہ کی عبارت قنیہ کے صریحاً مخالف ہے کما فی الطحطاوی قلت ولا سیما فی زماننا
فان السلطان ینص فی منشورہ علی نہیہ عن القضاء بالاقوال الضعیفۃ فکیف بخلاف مذہبہ فیکون معزولا بالنسبۃ بغیر المعتمد من مذہبہ فلا ینفذ قضاءہ فیہ وینقض کما بسط
فی قضاء الفتح والبحر والنہر مین کہتا ہون اور خصوصاً ہمارے زمانہ مین حکم مخالف مذہب نافذ ہوگا اسلیے کہ بادشاہ اپنے فرمان مین تصریح کر دیتا ہے قاضی کے روک دینے پر
اقوال ضعیفہ کے ساتھ حکم کرنے سے پھر خلاف مذہب پر حکم کرنا کیونکر درست ہوگا تو قاضی بہ نسبت قول غیر معتمد اپنے مذہب کے معزول ٹھہریگا تو اسکا حکم کرنا اپنے مذہب
کے غیر معتمد مین نافذ نہ ہوگا اور وہ حکم توڑا جائیگا چنانچہ فتح القدیر اور بحر الرائق اور نہر الفائق کی کتاب القضاء مین یہ قول مشرح مذکور ہے قال فی البرہان وہذا صریح الحق الذی
یعض علیہ بالنواجذ علامہ مظہر الحسینی نے برہان شرح مواہب الرحمن مین کہا اور یہ قول مذکورہ حق صریح ہے جسکو دانتون سے پکڑنا چاہیے ثم امر الامیر متی صادف فصلا
مجتہدا فیہ نفذ امرہ یعنی حاکم کا حکم جب فصل مجتہد فیہ کو پاوے یعنی مختلف فیہ صورت ہے جسمین اجتہاد مجتہدین کو گنجائش ہے حاکم کا حکم صادر ہو تو وہ حکم نافذ ہوجائیگا
کما فی سیر التاتارخانیہ و شرح السیر الکبیر للسرخسی اسیطرح مذکور ہے تاتارخانیہ کی کتاب السیر اور سیر کبیر کی شرح مین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وقد ذکروا ان المجتہد المطلق
قد فقد و البتہ علما نے ذکر کیا ہے کہ مجتہد مطلق یعنی جو اصول اور قواعد مین دوسرے مجتہد کا پیرو نہو وہ مفقود ہوگیا یعنی اب ایسا کوئی مجتہد نہین ہے ہم طحطاوی کے
کہنا مجتہد مطلق جائز الوجود ہے یعنے ہو سکتا ہے اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل کسی زمانہ مین مقید اور منحصر نہین نہی حافظ شیراز نے فرمایا ہے ۵ فیض روح القدس ار
باز مدد فرماید ۔ دیگران ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد ۔ واما المقید فعلی سبع مراتب مشہورۃ اور مجتہد مقید کے تو سات مرتبے مشہور ہین ہم مراتب سبعہ کا یون بیان ہے
کہ پہلا طبقہ مجتہدین شرع کا ہے چنانچہ چارون امام اور انکے مانند جنہون نے اصول اور قواعد کو موسس اور مقرر کیا اور احکام فروع کو دلائل اربعہ یعنی کتاب
اور سنت اور اجماع اور قیاس سے مستنبط کیا اور وہ آپ کسی کے مقلد نہین ہین دوسرا طبقہ مجتہدین فی المذہب کا چنانچہ ابو یوسف رح اور محمد رح وغیرہما
من اصحاب ابی حنیفہ رح جنہون نے احکام کو نکالا ادلۂ اربعہ سے موجب انہی قواعد کے جو امام اعظم رح نے ٹھہرائے اگرچہ صاحبین وغیرہما نے بعض احکام فروع
مین امام کا خلاف کیا لیکن قواعد اور اصول مین انکے تابع ہین اور اسی وجہ سے امام شافعی رح وغیرہ سے ممتاز ہین تیسرا طبقہ مجتہدین فی المسائل کا چنانچہ خصاف رح
اور طحطاوی اور ابو الحسن کرخی رح اور شمس الائمہ سرخسی اور شمس الائمہ حلوانی اور فخر الاسلام بزدوی اور فخر الدین قاضی خان اور مانند انکے اور علما جو امام کی مخالفت پر
قادر نہین نہ اصول مین نہ فروع مین لیکن وہ ان احکام اور مسائل کا استنباط کرتے ہین امام کے قواعد سے جنمین امام سے روایت نہین چوتھا طبقہ اصحاب تخریج
مقلدین سے چنانچہ رازی وغیرہ یہ لوگ اجتہاد پر اصلا قادر نہین لیکن احاطہ اصول اور ضبط ماخذ سے امام یا اصحاب امام کے قول پر مجمل ذی الوجہین اور حکم مبہم محتمل الامرین
یعنی پہلو دار قول کی تفصیل پر قادر ہین اسکے امثال اور نظائر پر قیاس کر کے ہدایہ مین جو بعض مواقع مین تخریج رازی کا ذکر آیا ہے سو اسکا یہی مطلب ہے پانچوان طبقہ
اصحاب ترجیح کا مقلدین سے ہے چنانچہ ابو الحسن قدوری اور صاحب ہدایہ اور مانند انکے انکا رتبہ یہ ہے کہ ایک روایت کو دوسری روایت پر تفضیل دیتے ہین اسطرح کہ
یہ قول اولیٰ ہے یا اصح ہے درایت کی راہ سے یا اصح ہے روایت کی راہ سے و ہذا اوفق للناس وہذا اوفق للقیاس چھٹا طبقہ ان مقلدون کا ہے جو مابین اقوی اور قوی اور ضعیف اور

اختیار مذہب [illegible] صاحب [illegible]

[illegible] کی بات [illegible] ساتوین طبقہ [illegible]

[illegible] نقل کرتے ہین روایات کو [illegible]

[illegible] طبقات محمود بن سلیمان کفوی [illegible] کتاب اعلام الاخیار من فقہاء مذہب النعمان المختار [illegible]

طبقات سے مختصر نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ [illegible] ان طبقات مین داخل ہے [illegible]

بھی [illegible] مین کچھ بھی اجتہاد پر اعتماد نہین ہے واما نحن فعلینا اتباع ما رجحوه وما صححوه کما لو افتوا فی حیوتهم اور ہم لوگون پر تو پیروی اس قول کی لازم ہے جسکو علمائے ترجیح نے

صحیح سے ترجیح دی ہے اور تصحیح کی ہے جیسے اس صورت مین ہم پر پیروی انکی لازم تھی کہ اگر وہ ہمارے زمانہ مین زندہ ہوتے اور فتوی دیتے م ترجیح اور تصحیح

سے انکی تمام علامات مذکورہ مراد ہین نہ فقط لفظ ترجیح یا تصحیح کا فان قلت قد یحکون اقوالا بلا ترجیح وقد یختلفون فی التصحیح پھر اگر تو سائل یون کہے کہ کبھی قول

بدون ترجیح کے نقل کرتے ہین اور کبھی تصحیح مین اختلاف کرتے ہین م حاصل سوال کا یہ ہے کہ اتباع مرجح کا نہین ہو سکتا جبتک کہ ایک قول کی ترجیح نہو اور جبکہ

علمائے ترجیح کو ترجیح یا تصحیح مین اختلاف ہوا تو اب اتباع کیونکر ہوگی قلت یعمل بمثل ما عملوا من اعتبار تغیر العرف واحوال الناس وما ہو الارفق وما ظهر علیه التعامل

وما قوی وجہه ولا یخلو الوجود ممن یمیز ہذا حقیقة لا ظنا وعلی من لم یمیز ان یرجع لمن یمیز لبراءة ذمته مین سوال مذکور کا جواب دیتا ہون کہ صورت مذکورہ مین عمل

کیا جائے جسطرح علمائے سابقین نے عمل کیا یعنے اعتبار کرنا عرف کے بدل جانے کا اور لوگون کے احوال کا اور اعتبار کرنا اُس قول کا جو لوگون پر آسان ہو اور

جسپر لوگون کا عمل جاری ہوگیا ہو اور جس قول کی دلیل مضبوط ہو اور وجود خالی نہوگا حقیقت مین نہ فقط گمان مین ایسے شخص سے جو تمیز کرے ان وجوہ کی یعنی تغیر عرف اور رفق

اور تعامل کو اور جسکو انکی تمیز نہو اُسپر لازم ہے کہ اہل تمیز کی طرف رجوع کرے اپنے بری الذمہ ہونے کے واسطے م تعامل یعنی رواج کا مرجع عرف کی طرف ہے تو یہ تکرار ہے

اور قوت دلیل کا اعتبار کرنا حاوی قدسی کے قول پر مبنی ہے اور یہ مشہور ترتیب سابق ہے اور شخص ممیز کی طرف رجوع کرنا اب دشوار تر ہوتا ہے کیونکہ وہ [illegible]

اور محکم تر وہی ترتیب ہے جو سراجیہ سے منقول ہو چکی یعنے امام کے قول پر فتوی علی الاطلاق پھر ابو یوسف پھر [illegible] کذا فی الطحطاوی فنسأل اللہ تعالی التوفیق والقبول

بجاہ الرسول سو اب ہم سوال کرتے ہین اللہ تعالی سے امر خیر کی مددگاری اور قبولیت اس کتاب کی بوسیلہ مرتبہ رسول کریم علیہ الصلوة والتسلیم کے کیف لا

وقد یسر اللہ تعالی ابتداء تعلیقه فی الروضة المحروسة والبقعة المانوسة تجاه وجه صاحب الرسالة وحائز الکمال والبسالة وضجیعیه الجلیلین الشهیرین الکاملین

رضی اللہ عنهما وعن سائر الصحابة اجمعین ووالدینا ومقلدیهم باحسان الی یوم الدین اور کیونکر یہ کتاب مقبول نہو حال آنکہ حق تعالی نے ابتدا عنایت کرنے

اس کتاب کے مُسودہ سے بسینہ کی طرف میسر کردی روضہ محفوظہ اور مکان مانوس مین سامنے چہرہ مبارک صاحب رسالت اور جامع کمال اور شجاعت

کے اور سامنے رسول کریم کے اور ہم خوابون کے جو جلیل القدر اور دو شہیر کامل الوجود ہین یعنے ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ تعالی ان دونون

سے اور باقی تمام اصحاب سے اور ہمارے باپ دادون سے اور اصحاب کے نیک پیروؤن سے قیامت کے دن تک ثم تجاه الکعبة الشریفة

تحت المیزاب وفی الحطیم والمقام واللہ تعالی المیسر للتمام پھر ابتداء اسکی کرنے کی ہوئی کعبہ شریفہ کے سامنے میزاب رحمت کے نیچے اور حطیم اور مقام ابراہیم

مین اور اللہ تعالی تمامی کتاب کا آسان کرنے والا ہے م تو ابتدا تحقیقی تصنیف اس کتاب متبرک کی مدینہ منورہ مین روضہ مقدسہ کے اندر مواجہہ شریف

نبوی مین ہوئی اور ابتداء اضافی بیت اللہ مین ہوئی وہذا من اول علامات القبول اگر کریم علی الاطلاق مترجم دور افتادہ ہند کے ترجمہ کو بجاہ رسول مقبول

صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم مقبول کرے تو اسکی رحمت بے علت سے کچھ دور نہین شعر ع بر آن راہ بیکان ببخشد کریم + بعد فراغ خطبہ [illegible]

رحمة اللہ علیہ متن کی شرح مین شروع کرتا ہے اور مترجم اسکے ترجمہ کرنے مین

کتاب الطہارۃ

یہ کتاب ہو طہارت کی یعنی پاک صاف ہونے کے مسائل قدمت العبادات علی غیرہا اہتماما بشانہا عبادات مقدم کی گئی غیر عبادات پر شان عبادات کی رعایت کرنے سے ہم دین کا مدار اعتقادات اور عبادات اور معاملات اور مزاجر اور آداب پر ہو لیکن اعتقادات اور آداب کی بحث فقہ مین داخل نہین اور عبادات پانچ قسم ہین نماز زکوۃ روزہ حج جہاد اور معاملات بھی پانچ قسم ہین معاوضات مالیہ مناکحات مخاصمات امانات شرکات اور مزاجر بھی پانچ قسم ہین قتل نفس کا زجر اور اخذ مال کا اور ہتک ستر کا اور ہتک عزت کا اور قطع طریق وغیرہ کا سوا اہل تصانیف نے فقہ کی کتابون مین اکثر عبادات کو معاملات وغیرہا پر مقدم ذکر کیا ہو اسواسطے کہ انکو شان عبادات کا اہتمام منظور رہا انہر الفائق مین ہو کہ کثرت احتیاج باعث ہو اس اہتمام کی یعنی مکلف کو عبادات کی بہت حاجت ہو نسبت معاملات وغیرہا اب آگے شارح اور عبادات پر تقدیم نماز کی وجہ بیان کرتا ہو والصلوۃ تالیۃ للایمان اور نماز ایمان کے پیچھے لگی ہوئی ہو یعنی قرآن اور حدیث مین ایمان کے بعد نماز کا ذکر ہو قال اللہ تعالیٰ الذین یومنون بالغیب ویقیمون الصلوۃ یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ متقی وہ ہین کہ ایمان بالغیب لاتے ہین اور نماز کو قائم کرتے ہین اب آگے شارح نماز پر تقدیم طہارت کی وجہ بیان کرتا ہو والطہارۃ مفتاحہا بالنص اور طہارت نماز کی مفتاح یعنی کنجی ہو کہ افتتاح نماز کا بدون طہارت کے نہین ہوتا حدیث شریف کی دلیل سے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مفتاح الصلوۃ الطہور وتحریمہا التکبیر وتحلیلہا التسلیم کذا فی الطحطاوی عن القہستانی وشرط بہا مختص لازم لہا فی کل الارکان اور طہارت شرط ہو مخصوص بنماز لازم ہو نماز کو اسکے تمام ارکان مین یعنی طہارت کا بیان جو نماز پر مقدم کیا تو دو وجہ سے ایک یہ کہ طہارت نماز کی مفتاح ہو دوسرے یہ کہ طہارت ایسی شرط ہو نماز کی کہ نماز ہی کو خاص ہو اور اسکے تمام ارکان کو لازم ہو اور شرط ہر شے کی مقدم ہوتی ہو اُسکے مشروط پر بالطبع تو اسکو بالوضع بھی مقدم کیا برخلاف باقی شروط صلوۃ کے اسواسطے وقت اور نیت کا لازم ہونا اول نماز سے آخر تک ضرور نہین ہو اور طہارت کا ہونا ضرور ہو الا بعذر و نیت کا ہونا تحریمہ کے وقت کافی ہو اور اسیطرح نیت کا علاوہ یہ ہو کہ نیت مخصوص بنماز نہین بلکہ جمیع عبادات کے خصائص سے ہو اور استقبال قبلہ جانور پر نماز پڑھنے سے ساقط ہوجاتا ہو تو ہر نماز کو لازم نہ ٹھہرا اگر کوئی کہے کہ طہارت مخصوص بنماز نہین ہو اسواسطے کہ مس مصحف اور طواف مین بھی طہارت شرط ہو طحطاوی نے کہا کہ اسکا جواب یون ہوسکتا ہو کہ طہارت نماز کے واسطے فرض ہو اور مس مصحف اور طواف کے واسطے واجب ہو تو اختصاص افتراض کی جہت سے ہو وما قیل قدمت لکونہا شرطا لا یسقط اصلا ولذا فاقد الطہورین یوخر الصلوۃ کما فی القنیۃ کذلک مردود کل ذلک اور وہ جو کہا گیا ہو کہ طہارت مقدم ہوئی بسبب ہونے طہارت کے ایسی شرط جو اصلا ساقط نہین ہوتی یعنی عذر کے ہونے سے بھی اور اسی واسطے فاقد الطہورین یعنی پانی اور مٹی کا نہ پانے والا نماز کو تاخیر کرتا ہو اور وہ اعتراض جو اس توجیہ پر وارد کیا گیا ہو کہ نیت بھی ایسی ہو کہ ہرگز ساقط نہین ہوتی سو یہ تینون دعوی مردود ہین ہم پہلا دعوی یہ ہو کہ طہارت ایسی شرط ہو کہ اصلا ساقط نہین ہوتی اسواسطے مقدم ہوئی نماز پر دوسرا دعوی اسی قول پر متفرع ہو کہ فاقد الطہورین نماز کو تاخیر کرتا ہو بوجہ عدم سقوط طہارت تیسرا دعوی یہ ہو کہ نیت بھی طہارت کیطرح اصلا ساقط نہین ہوتی پھر تقدیم طہارت کی کیا وجہ ہو شارح نے ان تینون دعوون کو غیر مرتب رد کیا فاقد الطہورین کی صورت یہ ہو کہ مثلاً ایک شخص ایسے مکان مین محبوس ہوا جہان پانی نہین اور اسکی زمین اور دیوارین نجس ہین اما النیۃ ففی القنیۃ وغیرہا من توالت علیہا الہموم تکفیہ النیۃ بلسانہ نیت کا جواب تو یہ ہو کہ قنیہ وغیرہا مین ہو کہ جس شخص پر ہجوم تشویشات کا برابر ہوا اسکو زبان سے نیت کرنا کفایت کرتا ہو ہم ارادہ دل کا نام نیت ہو نہ زبان سے بولنے کا تو دیکھو کہ یہان پریشان دل سے نیت کرنا ساقط ہوگیا تو نیت عدم سقوط مین طہارت کے برابر نہ ٹھہری یہ رد ہو تیسرے دعوی کا ابو سعود نے کہا کہ قنیہ کی روایت مین کلام ہو اسواسطے کہ اسمین الفاظ زبانی کو نیت کا بدلا ٹھہرانا مفہوم ہوتا ہو اور حالانکہ یہ ممنوع ہو حموی نے اسکا جواب دیا کہ یہان بدل کا ٹھہرانا مفہوم نہین ہوتا بلکہ جبکہ پریشان دل نیت دلی پر قادر نہ ہو تو ذکر لسانی اصل ہوگیا نہ بدل کذا فی الطحطاوی اور بعضون نے کہا کہ صاحب ہموم کو جسقدر نماز کا ارادہ دل مین آیا اسی قدر حصول نیت مین کافی ہو جیسے خیالات کا نماز کے اندر آنا نیت کو باطل نہین کرتا اور ذکر لسانی کا کافی ہونا قطع وسواس کے واسطے ہو اور یہ نہین کہ فقط الفاظ زبانی کافی ہین واما الطہارۃ فالظہیریۃ وغیرہا من قطعت

چنانچہ خاتم فضۃ یعنی چاندی کی انگوٹھی اور اگر ظرف ہی تو وہان اضافت بمعنی فی ظرفیہ کے ہوتی ہی چنانچہ صوم الیوم یعنی روزہ جو دن کے اندر واقع ہی تو جبکہ اضافت
کتاب الطہارۃ کی لامی ہوئی تو تقدیر یون ٹھہری کہ کتاب وضع لبیان مسائل الطہارۃ یعنی وہ کتاب جو بیان مسائل طہارت کیواسطے موضوع ہی اور چونکہ طہارت
عین کتاب نہین لہذا شارح نے اسکی نفی کی اس طرح کہ یہ اضافت من والی نہین ہی اور ماتن کی شرح مین جسکا منح الغفار نام ہی کہا ہی کہ یہان اضافت بمعنی
فی موجہ تر ہی تو مطلب یہ ہوگا کہ یہ کتاب ہی مسائل کے بیان مین وہل یتوقف حدہ لقباً علی معرفۃ مفردیہ اور کتاب الطہارۃ کی تعریف جبکہ وہ نام اور لقب ہی
ان مسائل کا اُسکے دونون مفرد یعنی کتاب اور طہارت کی شناخت پر موقوف ہی یا نہین ھم یہ سوال ہی شارح اسکا جواب آگے دیتا ہی الراجح نعم قول راجح یہ ہی
کہ ہان موقوف ہی م مرکب جبکہ نام ہو کسی چیز کا تو اسمین دو قول ہین قول ضعیف مرجوح یہ ہی کہ اسکی تعریف اُسکے اجزا کے معلوم ہونے پر موقوف نہین اسواسطے
کہ نام رکھنے سے اُسکے معنی افرادی مسلوب ہوگئے چنانچہ عبداللہ کسی کا نام رکھا اور قول راجح قوی یہ ہی کہ البتہ اجزا کے علم پر مرکب کا علم موقوف ہی مزید توضیح کی وجہ سے
علی الخصوص جبکہ نام مین معنی وصفی کا لحاظ ہو چنانچہ عمدہ باغ کا کوئی بہشت دنیا نام رکھے اب آگے شارح قول راجح پر مبنی کرکے دونون مفرد یعنی مضاف اور
مضاف الیہ کا بیان شروع کرتا ہی فالکتاب مصدر بمعنی الجمع لغۃ تو کتاب کا لفظ لغت عرب مین مصدر ہی بمعنے جمع یعنے ملانا ایک چیز کا دوسری چیز کے ساتھ اور
صاحب بحر وغیرہ نے جو کتاب کے معنی جمع حروف کہے ہین تو خصوصیت مقام کا لحاظ کیا ہی نہ لغوی معنی کا اور جیسے کتاب مصدر ہی کتب کا ویسی ہی کتابت اور
کتب بھی اُسکا مصدر ہی کذا فی الطحطاوی مصدر وہ ہی جس سے ماضی مضارع امر نہی وغیرہ مشتقات نکلین اور اُسکے ہندی معنی مین نا کا لفظ چنانچہ جلوس بیٹھنا
قیام کھڑا ہونا جعل شرعاً عنواناً لمسائل مستقلۃ بمعنی المکتوب اور اصطلاح اہل شرع مین کتاب کو مسائل مستقلہ کا سرنامہ اور لقب قرار دیا ہی بمعنی مجموع م یعنی
جمع کرنا اُن الفاظ کا جو مسائل مجموعہ پر دلالت کرین یہی مراد ہی کتاب سے اور استقلال مسائل کا مطلب یہ ہی کہ اُن مسائل کا تصور کرنا موقوف نہین اُس شی پر جو اُس
سے پہلے اور پیچھے ہی سو کتاب الطہارۃ باین معنی مستقل ہی یعنے کتاب الصلوۃ پر اسکے مسائل کا فہم موقوف نہین اور استقلال کا یہ مطلب نہین کہ وہ اصل ہی کسی کا
تابع نہین کیونکہ یہ مطلب صحیح نہین اسواسطے کہ طہارت تابع ہی صلوۃ کی مسائل کی قید سے اُن حروف اور کلمات کا جمع کرنا خارج ہوگیا جو مسائل نہین ہین اور
استقلال کی قید سے کتاب کی حقیقت سے باب اور فصل نکلگئی کیونکہ دونون مستقل نہین ہر کتاب کی تحت مین داخل ہین تو فصل وہ صنف ہی جو داخل ہی
اُس صنف کے تحت مین جسکا باب نام ہی اور باب اُس صنف کے تحت مین ہی جسکا نام کتاب ہی اور کتاب اُس صنف کے تحت مین ہی جو مسمی بعلم ہی تو علم مدون
صنف عالی ہی اور کتاب اور باب اور فصل اُسکے اصناف سافلہ مین درجہ بدرجہ اور تعریف کتاب کی شامل ہی اُسکو جسکے مسائل کی ایک ہی نوع ہی چنانچہ کتاب اللقطہ
اور اسکو جسکی بہت انواع ہین چنانچہ کتاب البیوع اور کتاب کو جو شارح نے بمعنی مکتوب کہا تو اسوجہ سے کہ مصدر بمعنی مفعول ہی یا کہ فعال کا صیغہ ہی بمعنی مفعول آتا ہی جیسے
لباس بمعنی ملبوس کذا فی نہر الفائق والطحطاوی ملتقطا منہما والطہارۃ مصدر طہر بالفتح والضم بمعنی النظافۃ لغۃ اور لغت مین طہارت بمعنی پاکیزگی مصدر ہی طہر کا جو فعل ماضی
مفتوح العین ہی اور مضموم العین بھی آیا ہی یعنے نقلت ھم صاحب قاموس نے عین ماضی کا فتحہ اور ضمہ برابر مذکور کیا ہی اور طہارت کو ضد نجاست کہا ہی ولذا افردہا اور
ماتن نے اسی واسطے طہارت کو مفرد ذکر کیا ہی یعنی چونکہ طہارت کا لفظ مصدر ہی اور اصل مصدر مین افراد ہی لہذا مصنف اُسکو مفرد لایا نہ جمع اگرچہ طہارت کے
انواع بہت ہین چنانچہ وضو اور غسل اور تیمم اسواسطے کہ مصدر قلیل اور کثیر سب پر مستعمل ہوتا ہی وشرعا النظافۃ عن حدث او خبث اور شرع مین طہارت پاک صاف ہونا ہی
نجاست حکمی یا نجاست حقیقی سے ومن جمع نظر لانواعہا اور جو طہارت کو بصیغہ جمع لایا یعنے جس مصنف نے کتاب الطہارات کہا اُسنے طہارت کے اقسام پر نظر کی جو کثیرۃ
اور اقسام طہارت کے بہت ہین چنانچہ وضو اور غسل پانی سے یا مٹی سے اور کپڑے یا مکان کی طہارت وحکمتہا شہیرۃ اور طہارت کی حکمتین مشہور ہین یعنی جن امور کے
واسطے طہارت مشروع ہوئی وہ اہل دین مین مشہور ہین ازانجملہ گناہون کا جھڑنا اور شیطان سے محفوظ رہنا وحکمہا استباحۃ ما لا یحل بدونہا اور حکم طہارت کا یعنی وہ اثر
اور ثمرہ جو طہارت پر مترتب ہوتا ہی مباح کرلینا ہی اُس عمل کا جو حلال نہین بدون طہارت چنانچہ نماز کا پڑھنا اور مصحف کا چھونا ثواب کو طہارت کا حکم نہ کہا اسواسطے کہ

نمازکا اور باوضو نہو تو وضو کرو من شاء مزید التوضیح فلیرجع الی المطولات واعلم ان اثر الخلاف انما یظہر فی نحو التعالیق اور اسکو دریافت کر کہ طہارت کے سبب
مین اختلاف کا اثر ظاہر نہین ہوتا ہی مگر تعلیقات کی مانند مین ہم تعلیق یہ کہ ایک چیز کا ہونا دوسری چیز پر معلق ہو چنانچہ مثال آیندہ سے معلوم ہوگا نحو ان وجب
علیک طہارۃ فانت طالق چنانچہ اس تعلیق مین کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تجھپر طہارت واجب ہوگی تو تجھپر طلاق ہی ہم تو ہر قائل کے نزدیک جب سبب
طہارت کا متحقق ہوگا تو طلاق واقع ہوگی چنانچہ صاحب بحر کے نزدیک ارادہ نماز سے اور حدث اور جنبت سے سرخسی کے نزدیک اور قیام الی الصلوۃ
سے ظاہریون کے نزدیک اور وجوب نماز سے علامہ قاسم کے نزدیک طلاق واقع ہوگی دون الاثم للاجماع علی عدمہ بالتاخیر عن الحدث ذکرہ فی التوشیح
اس اختلاف کا ثمرہ گناہ مین ظاہر نہوگا کیونکہ سب کا اتفاق ہی گناہ کے نہونے مین بسبب تاخیر ہونے وضو اور غسل کے حدث سے ایسا ذکر کیا ہی توشیح
مین وبہ اندفع مافی السراج من اثبات الثمرۃ من جہۃ الاثم بل وجوبہا موسع بدخول الوقت کالصلوۃ فاذا ضاق الوقت صار الوجوب فیہما مضیقا اور توشیح
کے کلام مذکور سے دفع ہوگیا وہ جو سراج وہاج مین ہی ثمرہ اختلاف کا ثابت کرنا گناہ مین بلکہ وجوب طہارت وسعت کے ساتھ ہی وقت کے آنے سے جیسے نماز
کے ادا کرنے مین وسعت ہی پھر جبکہ وقت تنگ ہوا تو طہارت اور نماز مین وجوب تنگی کے ساتھ ہوگا یعنے جب وقت تنگ ہوگا تو تاخیر طہارت اور نماز کی گنجایش
نرہیگی وشرائطہا ثلثۃ عشرۃ علی مافی الاشباہ اور طہارت کی شرطین تیرہ ہین بنا برانس بیان کے جو اشباہ مین ہی ہم شرائط جمع ہی شریطہ کی اور شریطہ معنی شرط ہی اور
شرط وہ ہی جسکے عدم سے عدم مشروط کا لازم آوے اور اسکے وجود سے مشروط کا نہ وجود لازم ہو نہ عدم کذافی الطحطاوی شرائط وجوبہا تسع ازانجملہ وجوب طہارت کی
نو شرطین ہین ہم شرائط وجوب کی انکو کہتے ہین کہ جب وہ شرطین مجتمع ہون تو آدمی پر طہارت کرنا واجب اور لازم ہو وشرائط صحتہا اربع اور صحت طہارت کی
شرطین چار ہین ہم شرائط صحت انکو کہتے ہین کہ طہارت بدون ان شرطون کے صحیح نہو اور یہ لازم نہین کہ جب وجوب کی شرط موجود نہو تو صحت کی بھی شرط موجود نہو دیکھو
لڑکا جبکہ طہارت کرے تو اسکی طہارت صحیح ہوگی حالانکہ طہارت کرنا صغیر پر واجب نہین ونظمہا شیخ مشایخنا العلامۃ علی المقدسی شارح نظم الکنز فقال ے شرط الوجوب
العقل والاسلام ٭ وقدرۃ ماء والاحتلام ٭ اور ان شرائط کو نظم کیا ہمارے استادون کے استاد علامہ علی مقدسی کنز منظوم کے شارح نے سو یون کہا کہ وجوب
طہارت کی شرط عقل ہی اور اسلام اور قادر ہونا مطہر کے استعمال پر اور پانی کا ہونا اور احتلام یعنی بالغ ہونا ہم تو مجنون پر اور کافر پر اور مقطوع الیدین والرجلین
پر اور فاقد الطہورین پر یعنی جسکو پانی اور خاک پاک نملے اور صغیر پر طہارت واجب نہین ے وحدث ونفی حیض وعدم ٭ نفاسہا وضیق وقت قد ہجم ٭ اور وجود حدث کا
صغر ہو یا کبر اور عدم حیض اور عدم نفاس اور تنگی وقت کی جبکہ ہجوم کر آئے یہ نو شرطین ہین وجوب طہارت کی ہم تو متوضی غیر جنب پر اور حیض اور نفاس والی عورت پر
اور وقت صلوۃ کے وسعت مین طہارت واجب نہین ے وشرط صحتہ عموم البشرۃ ٭ بماء الطہور ثم فی المرۃ ٭ فقد نفاسہا وحیضہا وان ٭ یزول کل مانع عن البدن
اور صحت طہارت کی شرط تمام ظاہر جلد پر مطہر پانی کا گذرنا پھر دوسری اور تیسری شرط عورت کے حق مین منقطع ہونا اسکے نفاس اور حیض کا اور چوتھی شرط
صحت کی وہ رہونا مانع طہارت کا بدن سے چنانچہ آنکھ کا کیچڑ یا موم بدن پر چپکا ہو ہم طحطاوی نے کہا کہ عدم حیض ونفاس وجوب طہارت کی بھی شرطین ہین اور
صحت طہارت کی بھی لیکن جہت مختلف ہی تو وجوب ہی خطاب کی وجہ سے اور صحت ہی ادا ے واجب کی وجہ سے وجعلہا البعض اربعۃ اور بعضے عالمون نے طہارت کی
شرطون کو چار قسم ٹھہرایا ہی شرط وجودہا الحسی ایک قسم طہارت کی وجود محسوس کی شرط ہی یعنے وہ شرط کہ طہارت بدون اسکے خارج مین محسوس اور مشاہد نہو سو اسمین تین
شرطین ہین وجود المزیل والمزال عنہ والقدرۃ علی الازالۃ ایک تو پایا جانا اس چیز کا جو نجاست کو زائل کردے چنانچہ پانی مثلاً دوسرے ہونا اس چیز کا جس سے
نجاست دور کیجائے چنانچہ بدن اور کپڑا مثلاً تیسرے قادر ہونا ازالہ پر یعنے مزیل نجاست کو استعمال کرسکنا وشرط وجودہا الشرعی دوسری قسم طہارت کی وجود شرعی
کی شرط ہی یعنی وہ شرط کہ طہارت کا وجود شریعت مین معتبر نہو بدون اسکے کذافی الطحطاوی کون المزیل مشروع الاستعمال فی مثلہ شرط مذکور ہونا ہی مزیل کا
مشروع الاستعمال اسی طرح کی مشروع ہین چنانچہ طاہر مطہر پانی کا استعمال کرنا وضو اور غسل مین مشروع ہی خلاصہ یہ ہی کہ جس مزیل کو جس مزال عنہ

شے جو پہلے شریعت مین معتبر کیجاتی ہو نجس ہے وہان طہارت حاصل ہوگی اور جبتک مثلاً خشک ہونے سے نہین وہ طہارت اور وہ وقت پاک ہونیکا ہو جب وہ
وہ ہے آن وشرط وجوبہا التکلیف بالحدث تیسری قسم وجوب طہارت کی شرط مکلف ہونا یعنے عاقل بالغ مسلم ہونا اور محدث ہونا ہم یہ چار شرطین ہین عقل
بلوغ اسلام حدث وشرط صحتہا صدورہا عن اہلہا فی محلہا فقد مانع چوتھی قسم صحت طہارت کی شرط صادر ہونا ہو طاہر کرنے والی چیز کا اہل تطہیر سے اسکے
محل مین مانع تطہیر کے نہونے کے ساتھ اہل تطہیر سے مراد یہ ہو کہ حائض اور نفسا نہو اور محل طہارت سے مراد عموم بشرہ ہو اور عدم مانع سے مراد یہ ہو کہ نہ ہو ا
مین ناقض وضو کذا فی الطحطاوی ونظمہا الکمال سے نظم شروط الوضوء حصرہ مقسمۃ فی اربع وثمان ہ اور بعض مذکورہ نے شرائط طہارت کو نظم کیا اور کہا اور مطلب
یہ ہے کہ وضو کی ضروری شرطون کو جو مقسوم ہین چار اور آٹھ یعنے بارہ شرطین ہین سے شرط وجود الحسی منہا ثلثۃ ہ سلامۃ اعضاء وقدرۃ امکان مستعمل
للماء القراح وجود مزال عنہ ہ ان مین سے وجود حسی کی تین شرطین ہین ایک تو اعضا کا سلامت ہونا جسکو سابق شرح مین وجود المزال عنہ کہا تھا اور دوسری شرط قدرت
کا ہونا خالص پانی کے استعمال کرنے کے واسطے اور وہ پانی تیسری شرط ہو شرطین مذکورین کے ساتھ جسکو شرح مین مزیل تعبیر کیا تھا ہ وشرط وجود الشرعی ثلثۃ
اطلاق ماء مع طہارۃ ہ مع طہوریۃ ایضا فافہم بیان ہ اور وجود شرعی کی شرط کو بعد غور اور تامل سے سو وہ مطلق پانی ہو اسکے پاک ہونے کے ساتھ
اور اسکے پاک کر دینے کے بھی ساتھ سو فکر یاب ہو اس بیان سے ما حاصل مطلب یہ ہو وجود شرعی طہارت کی تین شرطین ہین ایک تو پانی کا مطلق ہونا دوسرے
اسکا پاک ہونا تیسرے اسکا مطہر ہونا یعنے پاک کرنے والا ان شرطون کو شرح مین کون المزیل شرعی الاستعمال فی مثلہ کے ضمن مین تعبیر کیا پانی مطلق وہ ہو جو بدون
اضافت کے بولا جائے اسکے مقابل پانی مقید ہو جو اضافت کے ساتھ بولا جاتا ہو چنانچہ ماء الورد یعنے گلاب کا پانی یا ماء البطیخ یعنے تربوز کا پانی سو پانی مقید سے وضو
و غسل درست نہین چنانچہ آگے معلوم ہوگا سے وشرط وجوب وجوا اسلام بالغ ہ مع الحدث التمییز بالعقل یا عانی ہ اور وجوب طہارت کی شرط اسلام ہے
جوان کا حدث کے ساتھ اور تمیز کرنا عقل سے ای مخاطب فوائد کے قصد کرنے والے ہم یعنے وجوب طہارت کی چار شرطین ہین اسلام بلوغ عقل حدث
دریافت کرنا چاہیے کہ بعض نسخے در مختار مین بجائے یاعانی کے یامان مکتوب ہو سو ظاہرا صحیح نہین وزن کے برہم ہونے سے اور طحطاوی اور حلبی در المختار کے
محشیون نے یاعانی کی تصریح کی ہو اور اسکی تفسیر یا قاصد الفوائد کی ہو طحطاوی نے کہا تو عانی اسم فاعل ہو اعتنی یعنے عنایہ کا اور حلبی نے اسکو بمعنی اسیر کہا ہو
سے وشرط تصحیح الوضوء زوال مانع ہ بعد ایصال المیاہ من اوران ہ کشمع رمص ثم تخلیل ال ہ وضوء رفات ما عظیم قدر الشان ہ پہلے شرط زائل ہونا اُس میل
کچیل کا کہ پانی کو بدن پر نہ پہونچنے دے چنانچہ موم اور آنکھ کا کیچڑ پھر دوسری شرط یہ ہو (واہ کیا تصحیح ہو) کہ وضو کے اندر کوئی ناقض نہ آوے ای مخاطب بڑون کے
شے سے وزید علے ہذین ایضا تقاطر ہ مع انفسالات لیس ہذا الذی الثانی ہ اور ان دونون شرطون پر دہونے کے ساتھ پانی کا ٹپکنا بھی زیادہ کیا گیا ہو یہ شرط
امام ثانی یعنے ابو یوسف رح کے نزدیک نہین ہو مگر تقاطر کا قول معتمد ہو ہم مذہب حنفی کی کتابون مین امام بولتے ہین امام اعظم نعمان بن ثابت ابو حنیفہ کو اور
ثانی کہتے ہین قاضی ابو یوسف یعقوب رح کو جو بڑے شاگرد ہین امام کے اور ثالث کہتے ہین محمد بن حسن رح شیبانی کو جو دوسرے درجے کے شاگرد ہین امام کے
اور شیخین رح بولتے ہین امام اور ابو یوسف رح کو اور طرفین کہتے ہین امام رح اور محمد رح کو اور صاحبین رح کہتے ہین ابو یوسف رح اور محمد رح کو اس اصطلاح کو
یاد رکھنا چاہیے وصفتہا فرض للصلوۃ اور صفت طہارت کی یہ ہو کہ وضو فرض ہو نماز کے لیے خواہ نماز فرض ہو خواہ نفل وواجب للطواف اور واجب ہو کعبہ
معظمہ کے طواف کے واسطے قیل ومس المصحف للقول بان المطہرین الملائکۃ اور بعضون نے کہا اور وضو واجب ہو مصحف کے چھونے کے واسطے اس قول کی
وجہ سے کہ مطہرین سے ملائکہ مراد ہین ہم یعنے اس آیت مین کہ (لا یمسہ الا المطہرون) ہاتھ نہین لگاتے کتاب کو مگر پاک لوگ دو قول ہین ایک قول یہ ہو کہ مطہرین
سے ملائکہ مقربین مراد ہین اور کتاب سے لوح محفوظ مراد ہو اور دوسرا قول یہ ہو اور اسی قول پر اکثر مفسرین ہین کہ کتاب سے مراد قرآن جو الفاظ سے
مرکب ہو جسپر نقوش دلالت کرتے ہین اور مطہرین سے مراد پاک آدمی ہین دو قول ہونے سے ظاہر ہوا کہ آیت کی دلالت قطعی نہین ہو یعنے ظنی ہو جس سے فرض

ثابت نہیں ہوتا واجب ثابت ہوتا ہے تو جو شخص کہتا ہے کہ مس مصحف کے واسطے طہارت فرض ہے تو مراد اُسکی یہ ہے کہ فرض علمی ہے کذا فی الطحطاوی بایضاح (وسنۃ للنوم) اور
وضو سنت ہے سو رہنے کے وقت ہم فتاوی قاضی خان میں ہے کہ جب سونے کا ارادہ کرے تو وضو کرنا مستحب ہے اور شارح نے اسکو سنت کہا ہے (ومندوب فی
نیف وثلثین موضعاً ذکرتہا فی الخزائن منہا بعد کذب وغیبۃ وقہقہۃ وشعر واکل جزور وبعد کل خطیئۃ وللخروج من خلاف العلماء) اور وضو مستحب ہے تیس اور
کئی مقام میں جنکو میں نے خزائن میں مذکور کیا ہے از انجملہ بعد کذب اور غیبت اور قہقہہ مار کے ہنسنے اور شعر خوانی اور اونٹ کے گوشت کھانے کے بعد اور ہر گناہ
کے بعد صغیرہ ہو یا کبیرہ اور عالموں کے اختلاف سے بچنے کے واسطے ہم وہ شعر خوانی مراد ہے جو حکمتوں اور مدح نبوی سے خالی ہے اور بعضوں کے نزدیک
اونٹ کے گوشت کھانے سے وضو کرنا واجب ہے بظاہر حدیث کی دلالت سے اختلاف علما کی مثال چنانچہ مس ذکر اور مس عورت امام شافعی رح کے نزدیک
وضو کا ناقض ہے لیکن ہمارے نزدیک ناقض نہیں تو اگر ہاتھ وہاں لگ جائے تو مستحب یہ ہے کہ پھر وضو کرے تاکہ بالاتفاق نماز ادا ہو کذا فی الطحطاوی صاحب
دلائل الاسرار نے کہا میں نے خزائن کی طرف رجوع کیا وہاں فقط وضو کی مداومت اور وضو پر وضو کرنا مذکور ہے لیکن شرنبلالی نے مستحبات مذکورہ کو یوں نقل
کیا ہے کہ مستحب ہے سونے کے بعد بیدار ہو کر اور وضو پر مداومت اور وضو پر وضو کرنا جبکہ مجلس بدلے اور میت کے غسل دینے کو اور اُسکے اٹھانے کو اور نماز کے ہر وقت
میں وضو کرنا اور جنابت کے غسل سے پہلے وضو کرنا اور کھانے اور پینے اور سونے اور جماع کے وقت اور غصہ کرنے کے سبب سے اور قرآن اور حدیث
کے پڑھنے کے واسطے اور حدیث کی روایت اور علم کے درس کے لیے اور اذان اور اقامت اور خطبہ پڑھنے کے واسطے اگرچہ نکاح کا خطبہ ہو اور رسول کریم
صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم کی زیارت کے واسطے اور وقوف عرفات اور سعی کے واسطے اور کتب شرعیہ کے چھونے کے لیئے انکی تعظیم کی جہت سے انتہے
اور نہر الفائق میں ہے اور عورت کے محاسن دیکھکر اور مطلق ذکر کے واسطے اور ہر نماز کے واسطے اگرچہ وضو موجود ہو کہ شاید غیبت اور کذب صادر ہوا ہو سو اگر
وضو نہو سکے تو تیمم ہی کرلے اور گناہ دور ہونے کی نیت کرے ایسا ہی فتاوی صیرفیہ میں نوبت شارح کی مذکورات کے ساتھ تیس اور کئی مقام ہیں جنمیں وضو مستحب ہے
انتہے ما فی دلائل الاسرار (ورکنہا غسل ومسح وزوال نجس) اور طہارت کا رکن دھونا ہے اور مسح کرنا اور نجاست کا دور ہو جانا ہم بحر الرائق میں ہے کہ طہارت کے ارکان
حدث اصغر میں تین عضو کا دھونا اور چوتھائی سر کا مسح کرنا اور حدث اکبر میں سارے بدن کو دھونا اور نجاست میں سارے بدن کا دھونا اور نجاست
حقیقی میں جو نظر آتی ہے تو اُسکے جسم کو دور کرنا اور جو نظر نہ آتی ہو تو اُسکی جگہ کو تین بار دھونا اور ہر بار نچوڑنا اور اگر اُسکا نچوڑنا ممکن نہو تو ہر بار دھو کر خشک کرنا ہے
سو شارح کے بیان میں یہ سب آگیا اور نچوڑنے اور خشک کرنے کو شارح نے اسواسطے بیان نکیا کہ وہ دونوں رکن طہارت کے نہیں ہیں بلکہ طہارت کی شرطیں ہیں
کذا فی الطحطاوی (والتہا ماء وتراب ونحوہما) اور طہارت کا ہتھیار یعنے جس سے طہارت حاصل ہو وہ پانی اور مٹی ہے اور مانند انکے چنانچہ زمین کا خشک ہونا اور موزہ رگڑنا
چنانچہ آگے اسکا ذکر آویگا (ودلیلہا آیۃ اذا قمتم الی الصلوۃ) اور وجوب طہارت کی دلیل اذا قمتم الی الصلوۃ کی آیہ ہے ہم پوری آیت یوں ہے یا ایہا الذین آمنوا اذا قمتم الی الصلوۃ
فاغسلوا وجوہکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برؤسکم وارجلکم الی الکعبین وان کنتم جنبا فاطہروا وان کنتم مرضی او علی سفر او جاء احد منکم من الغائط او لامستم النساء فلم تجدوا ماء
فتیمموا صعیدا طیبا فامسحوا بوجوہکم وایدیکم منہ ما یرید اللہ لیجعل علیکم من حرج ولکن یرید لیطہرکم ولیتم نعمتہ علیکم لعلکم تشکرون یعنے اے ایمان والو جب تم نماز کو
تو دھو لو اپنے چہرے اور ہاتھ کہنیوں تک اور مل لو اپنے سروں کو اور پاؤں کو ٹخنوں تک اور اگر تمکو جنابت ہو یعنے غسل کی حاجت ہو تو خوب طرح
پاک صاف ہو اور اگر تم بیمار ہو یا مسافر یا کوئی شخص تم میں سے آیا ہے جائے ضرور سے یا ہاتھ لگایا تمنے عورتوں کو یعنے اُنسے صحبت کی پھر نپاؤ پانی تو قصد کرو زمین
پاک کا اور مل لو اپنے چہرے اور ہاتھ وہاں سے اللہ نہیں چاہتا کہ تمپر کچھ مشکل رکھے لیکن چاہتا ہے کہ تمکو پاک کرے اور اپنا احسان پورا کیا چاہتا ہے تمپر شاید
کہ تم احسان مانو تو یہ آیت مقدسہ طہارت ہے صغری اور کبری یعنے وضو اور غسل کو اور طہارت آبی اور خاکی سب کو شامل ہے وہی مدنیۃ اجماعاً اور وہ آیت مدنی ہے
یعنے مدینہ منورہ میں نازل ہوئی بہ اتفاق مفسرین ہم یہ آیت سورۂ مائدہ میں ہے اور وہ سورت قرآن میں پیچھے نازل ہوئی ہے سیوطی نے اتقان میں کہا

چھتیس مقام مستحب ہے ۱۲

کی تو فی وجہ جو جنابت کے بعد نازل ہوئی اگرچہ فیہ مدینہ میں اسکے نزول ہونا ہوا اور تیمم کی وجہ جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئی اگر وہ غیر تقریر میں اسکے نزول کا جو ہو چکی
قرآن مجید میں جو قوی ثابت ہو . واجمع اہل السیر ان الوضوء والغسل فرضا بمکۃ مع فرض الصلوۃ بتعلیم جبریل علیہ السلام اہل سیر یعنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
سیرت اور احوال کے بیان کرنے والوں نے اتفاق کیا ہے اسپر کہ وضو اور غسل مکہ معظمہ میں فرض ہوئے نماز کے فرض ہونے کے ساتھ جبریل علیہ السلام کی تعلیم
سے . وانہ علیہ الصلوۃ والسلام لم یصل قط الا بوضوء . اور اسپر اتفاق کیا ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے کبھی نماز بدون وضو کے نہیں پڑھی ہم
جواب ہے اس سوال کا کہ شاید آنحضرت نے بدون وضو کے نماز پڑھی ہو . بلکہ ترغیب وضو کی ہوئی ہے جیسے فی قبلتنا بدلیل ہذا وضوئی ووضوء الانبیاء
من قبلی بلکہ وضو کرنا شریعت ہے پہلے لوگوں کی اس حدیث کی دلیل سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے وضو کر کے فرمایا کہ
یہ میرا وضو ہے اور ان پیغمبروں کا جو مجھ سے پہلے تھے . وقد تقرر فی الاصول ان شرع من قبلنا شرع لنا اذا قصہ اللہ تعالی ورسولہ من غیر انکار ولم
یظہر نسخہ اور البتہ اصول علم کے علم میں یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ اگلوں کی شریعت ہماری بھی شریعت ہے یعنے اہل اسلام کو بھی اسپر عمل کرنا چاہیئے
بشرطیکہ اللہ تعالی نے قرآن مجید میں اور اسکے رسول نے حدیث میں اسکا بیان کر دیا ہو بدون انکے رد کے یعنے ناپسند نہ کیا ہو اسکو اور اسکا منسوخ
ہونا ظاہر نہ ہوا ہو جیسے شریعت سابقہ کا بیان قرآن میں بقولہ تعالی وکتبنا علیہم ان النفس بالنفس اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان فرمانا احادیث میں
چنانچہ صوم عاشورہ کا بیان کرنا چاہیئے کہ یہاں ایک سوال وارد ہوتا ہے تقریر اسکی یہ ہے کہ جب فرض ہو چکا مکہ معظمہ میں نماز کے ساتھ جبریل
(روزہ دسویں محرم کا ۱۲)
علیہ السلام کی تعلیم سے اور یہ شریعت سابقہ غیر منسوخہ بھی ہے تو مدت کے بعد مدینہ منورہ میں آیت وضو کے نازل کرنے کا کیا فائدہ ہوا اسکا جواب
شارح نے اگلے قول میں دیا فقائدۃ نزول الآیۃ تقریر الحکم الثابت وتلافی اختلاف العلماء الذی ہو رحمۃ تو فائدہ نزول آیت وضو کا جو ثابت کر دینا ہے
اس حکم کا جو قبل نزول کے ثابت تھا اور دوسرا فائدہ واقع ہونا عالموں کے اختلاف کا جو رحمت ہے امت کے واسطے ہم چونکہ وضو جزو عبادت مستقل نہیں بلکہ تابع
(باقی ہے)
نماز ہے تو احتمال تھا کہ امت کے لوگ اسکی شان کا اہتمام نکرین اور اسکی شرائط اور ارکان کی رعایت میں تساہل کرین طول عہد اور انقراض ناقلین کی وجہ سے
(ورائی کیا)
برخلاف اسکے جبکہ اثبات وضو کا اس نص متواتر سے ہوا جو ہر زمانے میں اور ہر زبان پر باقی ہے تو احتمالات مذکورہ کی گنجائش نرہی اور علما کا اختلاف ہوا آیت
مذکورہ کے عدد فرائض میں سو بعضے عالم کہتے ہین کہ فرض چار ہین اور بعضے زیادہ کہتے ہین اور بعضے لمستم کو جماع پر حمل کرتے ہین اور بعضے لفظ ہاتھ لگانے پر
اور جس عضو کے مسح کرنے کا حکم ہے تو اسمین اختلاف ہے کہ کل عضو کا مسح مراد ہے یا چوتھائی کا یا اس سے بھی کم ادنی اطلاق اور اختلاف علما کا رحمت ہونا دیباچہ
کتاب میں مذکور ہو چکا کیف وقد اشتملت علی نیف وعشرین حکما مبسوطۃ فی تیمم الضیاء عن فوائد الہدایۃ کیونکر فائدہ نہو آیت طہارت کے نزول میں حالانکہ وہ
آیت شامل ہے ستر اور کئی حکموں پر جو ضیا کے باب التیمم میں فوائد ہدایہ سے مشروحا مذکور ہین وعلی ثمانیۃ امور کلہا مثنی . اور حالانکہ آیت مذکورہ شامل ہے
آٹھ چیزون پر کہ ہر ایک انمین سے دو دو ہیں یعنے ہر واحد مین دو قسم ہیں تو سب سولہ ہوئے طہارتین الوضوء والغسل شامل ہے دو طہارت پر کہ وضو اور غسل ہے
ومطہرین الماء والصعید اور دو پاک کرنے والیوں پر کہ پانی اور خاک ہے وحکمین الغسل والمسح اور دو حکموں پر کہ دھونا اور مسح کرنا ہے وموجبین الحدث
والجنابۃ اور طہارت کے دو موجب پر کہ حدث اور جنابت ہے ومبیحین المرض والسفر اور تیمم کے دو مباح کرنے والون پر کہ بیماری ہے اور مسافری
ودلیلین التفصیلی فی الوضوء والاجمال فی الغسل اور دو دلیلوں پر دلیل تفصیلی وضو میں اور دلیل اجمالی غسل میں ہم وضو میں دھونے اور مسح کرنے کے
اعضا میں مفصل بتایا اور غسل میں اسی قدر مجمل فرمایا کہ فاطہروا یعنے طہارت کرو اعضا کی تفصیل نفرمائی وکنایتین الغائط والملامسۃ اور دو کنایہ
کہ غائط اور ملامسۃ ہے ہم کنایہ وہ لفظ ہے کہ معنی مراد پر صریحا دلالت نکرے سو غائط لغت میں پست مکان کو کہتے ہین یہان قضاء حاجت بشری مراد ہے
(جماع ۱۲)
اسلیئے کہ عرب جب قضاء حاجت کا ارادہ کرتے تو پست مکان کی طرف جاتے اور ملامست لغت میں ہاتھ لگانے کو بولتے ہین یہان مراد جماع ہے

(حاشیہ) اور لکھا ہم نے کہ نفس عوض نفس کا ۱۲

اسلیے کہ جو جماع کا ارادہ کرتا ہی تو وہ بوس و کنار سے شروع کرتا ہی کذا فی الطحطاوی و کرامتین تطہیر الذنوب واتمام النعمۃ ای بموتہ شہید لحدیث من داوم
علی الوضوء مات شہیدا ذکرہ فی الجوہرۃ اور دو بزرگیون پر یعنے حق تعالی نے اپنے مومن بندون کو طہارت مین دو طرح کی بزرگی عطا کی ایک تو
گناہون سے پاک کر دینا فی قولہ تعالی لیطہرکم یہ اور نعمت کو پورا کر دینا فی قولہ تعالی لیتم نعمتہ علیکم تمام نعمت ہی اُسکے شہید ہو کر مرنے سے اس حدیث کی دلیل سے
کہ جو وضو کرنے پر ہمیشگی کریگا وہ شہید مریگا ایسا ذکر کیا ہی جوہرہ مین جو قدوری کی شرح ہی وانما قال آمنوا بالغیبۃ دون آمنتم لیعم کل من آمن الی یوم القیمۃ
قالہ فی الضیاء وکانہ مبنی علی ان فی الآیۃ التفاتا والتحقیق خلافہ اور نہین فرمایا آمنوا غائب کے صیغہ سے نہ آمنتم مخاطب کے صیغہ سے مگر اسواسطے کہ خطاب
شامل رہے ہر ایک اُس شخص کو جو ایمان لاتا جائے قیامت تک یون کہا ہی ضیا مین اور شاید کہ یہ قول اسپر مبنی ہی کہ آیت وضو مین التفات ہی حاضر سے
غائب کی طرف اور قول محقق اسکے مخالف ہی ہم التفات اُسکو کہتے ہین کہ غائب بولنے کے مقام پر حاضر بولا جائے اور حاضر کے موقع پر غائب سو
بعضے عالم یا ایہا الذین آمنوا کو التفات کے قبیل سے سمجھتے ہین اسواسطے کہ آمنوا غائب کا صیغہ ہی اور آمنتم حاضر کا صیغہ ہی اور حق منادی کا مخاطب
ہونے کی وجہ سے یہ ہی کہ اسکی تعبیر حاضر کی ضمیر سے ہو اور قول صحیح یہ ہی کہ یہان التفات نہین ہی اسلیے کہ آمنوا صلہ ہی الذین کا اور موصولات بمنزلہ
غائب کے ہین اور جو ضمیر کہ صلہ سے راجع ہوتی ہو موصول کیطرف وہ نہین ہوتی ہی مگر غائب کذا فی العینی شرح الہدایۃ خلاصہ یہ ہی کہ صنعت التفات ہوتی ہوتی
کہ حاضر کے محل مین غائب کا صیغہ ہوتا سو یہان غائب کا صیغہ اپنے محل مین ہی واتی فی الوضوء باذا التحقیقیۃ وفی الجنابۃ بان التشکیکیۃ للاشارۃ الی ان الصلوۃ
من الامور اللازمۃ والجنابۃ من الامور العارضۃ اور حق تعالی وضو کے بیان مین اذا کا لفظ لایا جو محقق اور ثابت ہونے پر دلالت کرتا ہی اور جنابت
مین ان کا لفظ لایا جو مشکوک اور متردد ہونے پر دلالت کرتا ہی تاکہ اسکی طرف اشارہ ہو کہ قیام الی الصلوۃ امور لازمہ سے ہی اور جنابت امور عارضہ سے
ہم اذا اور ان شرط جزا پر آتے ہین تو اگر وقوع شرط کا یقینی ہو یا امید قوی ہو تو وہان اذا کا لفظ بولتے ہین اور اگر وقوع شرط کا یقین نہو یعنی تردد ہو
ہونے اور نہونے مین تو وہان ان کا لفظ بولتے ہین جب یہ معلوم ہوا تو دریافت کرنا چاہیے کہ وضو مین حق تعالی نے اذا قمتم الی الصلوۃ فرمایا اسواسطے
کہ نماز کے واسطے اُٹھنا امور لازمہ سے ہی اور بنظر دیانت مسلم غائب الوجود ہی کہ رات دن مین پانچ بار نماز فرض ہی اسواسطے کہ اذا کا لفظ جو اثبات
پر دلالت کرتا ہی مذکور کیا اور جنابت مین ان کنتم جنبا فرمایا کہ وہ بہ نسبت نماز کے قلیل الوجود ہی اور امور عارضہ متردد سے ہی کہ ہو یا نہو اس وجہ
سے کہ ان کا لفظ جو شک اور تردد پر دلالت کرتا ہی ارشاد کیا کذا فی العینی وصرح بذکر الحدث فی الغسل والتیمم دون الوضوء لیعلم ان الوضوء سنۃ وفرض
والحدث شرط للثانی لا الاول فیکون الغسل علی الغسل والتیمم علی التیمم عبثا والوضوء علی الوضوء نورا علی نور اور حق تعالی نے حدث کو صریحا ذکر کیا غسل اور تیمم مین
نہ وضو مین تا معلوم ہو کہ البتہ وضو سنت ہی بدون حدث کے اور فرض ہی حدث کے ساتھ اور حدث ثانی کی شرط ہی نہ اول کی یعنی فرض وضو کی شرط ہی نہ سنت
وضو کی تو ایک غسل پر دوسرا غسل کرنا اور ایک تیمم پر دوسرا تیمم کرنا عبث اور بیفائدہ ہوگا اور ایک وضو پر دوسرا وضو کرنا نور علی نور ہی ہم طحطاوی نے کہا شارح
کے کلام سے نکلتا ہی کہ تیمم اور غسل نہین ہوتے ہین مگر فرض اسمین خلل یہ ہی کہ غسل چند مواضع مین مستحب ہوتا ہی اور چند مواضع مین سنت اور اسی طرح تیمم کہ وضو کے
قائم مقام ہوتا ہی یعنی عدم فرضیت مین چنانچہ سونے کے وقت اور مسجد مین جانے کے واسطے تو غسل اور تیمم کا فقط فرض ہونا ثابت نہوا **ارکان الوضوء
اربعۃ** وضو کے رکن چار ہین ہم لغت مین رکن کہتے ہین ہر چیز کی جانب قوی کو اور وضوء ماخوذ ہی وضاءت سے جو بمعنی لطافت اور حسن کے ہی اور وضوء بالضم مصدر ہی
اور بالفتح وہ پانی ہی جس سے وضو کرتے ہین اور اصطلاح شرع مین وضو عبارت ہی اعضاء ثلثہ کے دھونے اور سر کے مسح کرنے سے عبر بالارکان لانہ افید
مصنف نے ارکان کہا فرض نہ کہا اور مصنفون کے مانند اسواسطے کہ رکن کہنا مفید تر ہی ہم اسلیے کہ رکن اخص ہی فرض سے اور تاکہ معلوم ہو کہ جن کتابون مین
فروض الوضوء مذکور ہی وہان فروض سے ارکان مراد ہین کذا فی شرح المصنف رکن فرض ہی اسلیے خاص ہوا کہ رکن اُس فرض کو کہتے ہین جو ماہیت

امتثال امر ایکبار کرنے سے ادا ہو گیا بار بار کرنا نہ ہو نہیں واسطے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گاہے ایکبار اعضاء وضو کو دھویا ہے اور گاہے دو دو بار اور گاہے
تین تین بار چنانچہ کتب احادیث میں مذکور ہے اور یہ نہایت رتبہ ہے تطہیر کا تین بار سے زیادہ کرنا اسراف ہے **وھو مشتق من المواجھۃ واشتقاق الثلاثی من المزید اذا کان**
فی المعنی شائع کاشتقاق الرعد من الارتعاد والیم من التیمم اور وہ یعنی وجہ کا لفظ مشتق یعنے نکلا ہے مواجہہ سے اور اشتقاق ثلاثی مجرد کا ثلاثی مزید سے جبکہ مزید مشہور تر ہو
مجرد سے رائج اور مشہور ہے جیسے اشتقاق رعد کا ارتعاد سے اور یم کا تیمم سے ہم ارتعاد بمعنی اضطراب مشہور ہے اسواسطے کہا کہ رعد ارتعاد سے نکلا ہے کیونکہ رعد بھی ابر میں مضطرب
رہتا ہے اور تیمم بمعنی قصد کے مشہور ہے لہذا یم بمعنی دریا کہا کہ تیمم سے مشتق ہے اسواسطے کہ دریا مقصود خلائق ہے کذا فی الحلبی علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں کہا اگر کوئی کہے کہ وجہ ثلاثی
مجرد ہے اور مواجہۃ ثلاثی مزید ہے اور مجرد مزید سے مشتق نہیں ہوتا تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ اشتقاق صغیر کی شرط ہے اور اشتقاق کبیر کی اور اشتقاق اکبر کی یہ شرط نہیں بلکہ فقط
تناسب ہونا لفظا اور معنی میں کافی ہے برخلاف اشتقاق صغیر کے کہ وہاں تناسب حروف اور ترتیب کا اور مناسبت لفظی اور معنوی مع تغایر وصفی شرط ہے اور اشتقاق کبیر میں ثلاثی
مجرد کا مشتق ہونا مزید سے جائز ہے جیسے جن بمعنی دیو کا اشتقاق اجتنان بمعنی استتار سے اسواسطے کہ اہل لغت کی غرض اس اشتقاق سے اس لفظ کے معنی کی حقیقت کا بیان کرنا ہے تو
جائز ہے کہ مزید اشہر ہو کثرت استعمال سے اور اشتقاق اکبر میں مخرج حروف کی مناسبت کا ہونا کافی ہے چنانچہ نعق کو کہتے ہیں کہ نہق سے مشتق ہے انتہی ملخصا **من مبدأ سطح جبھتہ**
ای المتوضی بقرینۃ المقام الی اسفل ذقنہ ای منبت اسنانہ السفلی طولا کان علیہ شعر اولا چہرے کا دھونا فرض ہے پیشانی متوضی کی سطح کے سرے سے اسکی ٹھوڑھی تک
یعنے جہاں نیچے کے دانت جمتے ہیں یہ حد ہے باعتبار طول چہرہ کے خواہ پیشانی پر بال ہوں یا نہوں وہاں کا دھونا فرض ہے شارح نے ضمیر پیشانی کا مرجع متوضی کو قرار دیا
مقام وضو کے قرینہ سے **عدل عن قولھم من قصاص شعرہ الجاری علی الغالب الی المطرد لیعم الاغم والاصلع والانزع** مصنف رحمہ نے اور مصنفوں کے من قصاص شعرہ
کے قول سے جو جاری تھا بنابر غالب حال کے عدول کیا اس قول مذکور کی طرف جو شامل ہے سب آدمیوں کو تا کہ اغم اور اصلع اور انزع کو بھی شامل رہے ہم تفصیل
اس اجمال کی یہ ہے کہ ہدایہ اور کنز وغیرہ میں وجہ کی حد میں من قصاص شعر کا لفظ واقع ہے یعنے سر کے بال جمنے تک نہایت سے اسفل ذقن تک چہرہ کی طولانی حد ہے سو
اسپر اغم اور اصلع اور انزع کا اعتراض وارد ہوتا ہے اغم وہ ہے جسکے بال سر سے اتر کے پیشانی پر جمے ہوں اور اصلع وہ ہے جسکے مقدم سر پر بال نہوں اور انزع وہ ہے کہ جسکی
پیشانی کے دونوں جانبیں بال سے خالی ہوں تو ہدایہ وغیرہ کی حد کے موافق لازم آتا ہے اصلع اور انزع کو سر کا دھونا اور اغم کی پیشانی کا دھونے سے ساقط ہونا لہذا
مصنف نے اس قول کو چھوڑا اور ابتدا سطح پیشانی کو اختیار کیا تا کہ اغم اور اصلع اور انزع کو یہ حد شامل رہے یعنی اغم پر پیشانی کے بال دھونا فرض ہوگا اور اصلع اور
انزع کو پیشانی کے اوپر لازم نہ آویگا **وما بین شحمتی الاذنین عرضا** اور دونوں کانوں کے دونوں لوکے مابین بنابر عرض کے یعنی اس نرمہ گوش سے
اس نرمہ گوش تک عرض میں چہرہ کی حد ہے **وحینئذ فیجب غسل الماقی وما یظھر من الشفۃ عند انضمامھا** اور جبکہ چہرہ کی طول اور عرض کی حد معلوم ہوئی تو واجب
ہوگا یعنے فرض ہوگا کویوں کا دھونا اور اسقدر لب کا کہ جتنا کھلا رہتا ہے منہ بند ہونے کے وقت ہم اکثر نسخوں میں ماقی مذکور ہے جو جمع ہے ماق اور موق کی یعنی
گوشہ چشم جسکو ہندی میں کویا کہتے ہیں اور یہی نسخہ مناسب مقام ہے اور بعضے نسخہ میں ملاقی کا لفظ ہے اور حلبی اور طحطاوی محشیوں نے ملاقی کا لفظ لیا ہے
اور اس سے ڈاڑھی مراد لی جو ملاقی وجہ ہے میں کہتا ہوں ماقی کا نسخہ ملاقی سے اولی ہے اسواسطے کہ ڈاڑھی تو بالاستقلال آگے متن میں مذکور ہوگی واللہ اعلم
وما بین العذار والاذن لدخولہ فی الحد وبہ یفتی اور واجب ہے دھونا اس سفیدی کا جو ڈاڑھی اور کان کے بیچ میں ہے بسبب داخل ہونے اس جگہ کے
چہرہ کی حد مذکور میں اور یہی قول مفتی بہ ہے ہم عذار عبارت ہے ڈاڑھی کے خط سے یعنی اسکا کنارہ قاموس میں تصریح ہے کہ عذار نام ہے ڈاڑھی کے دونوں جانبوں
کا مترجم نے سہولیت فہم کے واسطے حاصل مطلب کا ترجمہ کیا امام اور محمد کا یہی مذہب ہے کہ اس جگہ کا دھونا وضو میں فرض ہے اور ابو یوسف رحمہ کے نزدیک ڈاڑھی
والے کو اسکا دھونا فرض نہیں لیکن عورت اور امرد اور کھوسے کو اسکا دھونا بالاتفاق فرض ہے کذا فی الطحطاوی **لا غسل باطن العینین والانف والفم**
واصول شعر الحاجبین واللحیۃ والشارب وونیم ذباب للحرج اور فرض نہیں آنکھوں اور ناک اور منہ کے اندر کا دھونا اور بھوؤں اور ڈاڑھی اور مونچھ کے بالوں کی

لم یجز الا ان یکون مع الکف او بالا بہام والسبابۃ مع ما بینہما اور اگر ایکبار دو انگلیون کو سر پر کھینچا تو مسح جائز نہو گا مگر یہ کہ انگلیون کے ساتھ ہتھیلی بھی لگائے تو مسح درست ہوگا یا کھینچا انگوٹھے اور شہادت کی انگلی کو اُنکے مابین کے ساتھ تو بھی مسح درست ہوگا ہم طحطاوی نے کہا شاید کہ یہ قول ثلث اصابع کی روایت پر متفرع ہو والا اسقدر سے چہارم سر ثابت نہین ہوتا مگر یہ کہ مداور وضع مین تفرقہ کیا جائے یعنی کھینچنے سے چہارم سر ہو سکتا ہو نہ رکھدینے سے او بمیاہ یا چند بار جدید پانیون سے مسح کرے تو درست ہو ہم یہ مسئلہ دونون روایتون پر متفرع ہو سکتا ہو یعنی اگر ایک انگلی سے تین بار نیا پانی لیکر مسح کیا محل کو بدلکر تو ثلث اصابع پر متفرع ہو اور اگر زیادہ کیا بقدر چہارم سر کے تو ربع اس روایت پر متفرع ہو[١] ولو ادخل راسہ الاناء او خفیہ او جبیرتہ وھو محدث اجزاہ ولم یصر الماء مستعملاً وان نوی اتفاقاً علی الصحیح کما فی البحر عن البدائع اور اگر سر کو پانی بھرے برتن مین داخل کیا یا اپنے دو تون موزون کو یا مسح کی پٹی کو حالانکہ اُسکو وضو نہین ہو تو اسطرح کا مسح کفایت کرتا ہو اور اس فعل سے برتن کا پانی مستعمل نہو جائیگا بالاتفاق اگر اُسنے نیت مسح کرنے کی کی ہو قول صحیح پر چنانچہ بحر الرائق مین بدائع سے منقول ہو ہم یعنے محمد رحمہ کے نزدیک اگرچہ نیت سے پانی مستعمل ہو جاتا ہو مگر یہ پانی مستعمل نہوا اسلیے کہ مستعمل ہونے مین پانی کا بہنا شرط ہو نہ پانی کا لگجانا سو یہان پانی کا لگجانا صادق آیا نہ بہنا کذا فی الطحطاوی عن البحر و **غسل جمیع اللحیۃ فرض** یعنے عملیاً ایضاً علی المذھب الصحیح المفتی بہ المرجوع الیہ وما عدا ہذہ الروایۃ مرجوع عنہ کما فی البدائع اور تمام ڈاڑھی کا یعنی بقدر محاذات ذقن دھونا بھی فرض ہو بنابر اُس مذہب کے جسکو محقق عالمون نے صحیح کہا ہو اور جسکا فتویٰ دیا ہو اور اسی قول پر امام اعظم رح نے آخر کار رجوع کیا ہو اور اس روایت کے سوا اور روایتین سب متروک ہین چنانچہ بدائع مین مذکور ہو شارح نے کہا یہان فرض سے مراد فرض عملی ہو نہ فرض اعتقادی ہم ماتن نے اپنی شرح مین کہا چونکہ دھونا ڈاڑھی کا مذہب صحیح معتمد تھا لہذا مین نے اسی پر اعتماد کیا اس مختصر متن مین اور تعجب ہو اصحاب متون سے مذہب مرجوع عنہ کے ذکر کرنے مین اور مذہب مرجوع الیہ صحیح مفتی بہ کے چھوڑ دینے مین باوجودیکہ ڈاڑھی کا دھونا داخل ہو وجہ کی اُس حد مین جو انھون نے اپنی کتابون مین بیان کی ہو متروک[٢] انتہی طحطاوی نے کہا کہ ڈاڑھی مین روایات متروکہ غیر معتمد چھہ ہین ایک روایت تمام ڈاڑھی کا مسح ۲ چوتھائی کا مسح ۳ تہائی کا مسح ۴ چوتھائی کا دھونا ۵ تہائی کا دھونا ۶ نہ دھونا نہ مسح کرنا انتہی نہر الفائق مین کہا منجملہ روایات غیر صحیحہ ایک روایت یہ ہو کہ جسقدر ڈاڑھی ملاقی بشرہ ہو یعنی جتنی کھال سے ملی ہو اُسکا مسح فرض ہو قاضی خان نے اسکی ترجیح دی ہو جامع صغیر کی شرح مین ثم لا خلاف ان المسترسل لا یجب غسلہ ولا مسحہ بل یسن پھر اسمین اختلاف نہین کہ ٹھڈی سے لٹکتی ڈاڑھی کا نہ دھونا واجب ہو نہ اُسکا مسح کرنا بلکہ اُسکا مسح کرنا مسنون ہو ہم منتقی مین ہو کہ مسترسل سے مراد یہ کہ دائرہ وجہ چھوڑ گئی ہوئی اور رضیہ مین صریحاً مذکور ہو کہ لحیہ مسترسلہ کا مسح مسنون ہو کذا فی الطحطاوی وان الخفیفۃ التی تری بشرتہا یلزم غسل ما تحتہا کذا فی النہر اور اسمین اختلاف نہین کہ جو ایسی ہلکی ڈاڑھی ہو جسکے نیچے کی کھال نظر آتی ہو تو اُسکے تحت کا دھونا لازم ہو ایسا ہی نہر الفائق مین ہم تو خلاف سابق کا محل لحیہ کثیفہ ہو و فی البرہان یجب غسل بشرۃ لم یسترہا الشعر کحاجب وشارب و عنفقۃ فی المختار اور برہان مین ہو کہ اُس کھال کا دھونا واجب ہو جسکو بالون نے نہین چھپایا مانند بھوون اور مونچھ اور عنفقہ کے قول مختار مین ہم جو بال لب اور ٹھڈی کے درمیان ہین انکو عنفقہ کہتے ہین اور بعضے اہل ہند اُسکو بچی بولتے ہین ولا یعاد الوضوء بل ولا بل المحل بحلق راسہ ولحیتہ اور وضو دوسری بار نکیا جاوے سر اور ڈاڑھی کے مونڈنے سے بلکہ اُسکی جگہ کا تر کرنا بھی ضرور نہین اگرچہ وہ خشک نکلے کما لا یعاد الغسل للمحل ولا الوضوء بحلق شاربہ وحاجبہ وقلم ظفرہ وکشط جلدہ جیسے مونچھ اور بھوون کے مونڈنے سے اور ناخن تراشنے اور کھال اُکھاڑنے سے اُس جگہ کا دھونا دوسری بار لازم نہین اور نہ وضو کرنا ولذا لو کان علی اعضاء وضوئہ قرحۃ کالدملۃ وعلیہا جلدۃ رقیقۃ فتوضأ وامر الماء علیہا ثم نزعہا لا یلزمہ اعادۃ الغسل علی ما تحتہا الآن تالم بالنزع علی الاشبہ لعدم البدلیۃ بخلاف نزع الخف اور اسی طرح اگر وضو کے اعضا پر زخم ہو چنانچہ پھوڑا اور اُسپر باریک کھال ہو پھر اُسنے وضو کیا اور اُس کھال پر پانی بہایا اور کھال کو نوچ ڈالا تو اُس شخص پر لازم نہوگا دھونا کھال کے ماتحت کا بشرطیکہ درد ہوا ہو نوچنے سے بنابر اُس قول کے جو اشبہ بحق ہو عدم بدلیت سے یعنے دوسری بار دھونا اسواسطے لازم نہوا کہ نوچی کھال اپنے ماتحت کی بدلا نہ تھی برخلاف موزہ اُتارنے کے کہ پانون کا دھونا لازم ہوگا اسواسطے کہ موزہ کا مسح بدلا ہو پانون دھونیکا

بعضے شافعی جو کہتے ہیں کہ آنکھون کے نزدیک اگر کھال نوچنے سے وضو تو اس کا دھونا لازم ہے اور اگر وہ زخم اور کوئی چیز ان سے تعلق ہے تو وضو کیونکر
اگر کچھ نہیں تھا تو وہان کا دھونا لازم نہیں اور اشبہ یہ ہے کہ دونون صورتون مین دھونا لازم نہین آتی تو شارح کو یہ مثال اولیٰ تھا دان لم یتبلہ اشتریہ
ای اذا شبہ یعنی دھونا لازم نہین اگر چہ وہ وضو نوچنے سے قول اشبہ اسواسطے کہ در زور ہونے مین تو اختلاف نہین عدم لزوم مین کذا فی الطحطاوی محشیہ اینما
لنا الوضع فقد تم حتہ او قشرہ تو زخم کی کھال کا نوچنا ایسا ہو گیا جیسے کہ موزہ پر مسح ہو گیا پھر موزہ کو کھر وچا یا چھیلا یعنے باوجود اسکے مسح تمام ہے دوسری بار
مسح کرنا لازم نہین فروع یہ چند مسائل ہین جنکو شارح نے بڑھایا ہے شارح رحمہ اللہ کی عادت ہے اس کتاب مین کہ متن کی شرح کرنے کے بعد مناسب مقام پر
چند مسائل کو ملحق کرتا ہے تاکہ لوگون کو فائدہ حاصل ہو فی یدہ انشقاق فعلیہ ان قدر وا الا مسحہ والا ترکہ متوسی کے ہاتھون مین انشقاق ہے یعنی پرانی ہے تو اسکو
دھووے اگر دھو سکے اور اگر نہ دھو سکے تو اس عضو پر مسح کرے اور اگر مسح بھی نہ کر سکے تو اسکا مسح کرنا بھی چھوڑ دے اور اسکے آس پاس دھووے کذا فی
العالمگیری ولو بیدیہ ولا یقدر علے الماء تیمم اور اگر اسکے ہاتھ مین انشقاق ہو اور وہ پانی پر قادر نہو تو تیمم کرے یعنی اگر دونون ہاتھ پھٹے ہون اور پانی کا
استعمال نکر سکتا ہو تو تیمم کرے اسواسطے کہ اگر ایک ہاتھ صحیح سالم ہو گا تو اس ہاتھ سے دھونا لازم ہو گا ہر چند شارح نے ظاہرا ایک ہاتھ کو ذکر کیا مگر مراد
دونون ہاتھ ہین اسواسطے کہ مفرد مضاف عام ہو جاتا ہے تو دونون ہاتھون کو شامل ہو گا کذا فی الطحطاوی ولو قطع من المرفق غسل محل القطع اور اگر ہاتھ
کاٹا گیا کہنی سے تو قطع کی جگہ کو دھووے یعنی اگر کچھ کہنی باقی ہو اور اگر تمام کہنی کٹ گئی یا تمام ٹخنہ کٹ گیا تو ان ہاتھ اور پاؤن سے دھونا ساقط ہو گیا ولو خلق علیٰ
یدان ورجلان فلو یبطش بہما غسلہما ولو باحدہما فہی الاصلیۃ فیغسلہا اور اگر ایک شخص کے دو ہاتھ اور دو پاؤن مخلوق ہوے یعنی ایک کہنی کے اوپر سے دو ہاتھ
اور ٹخنہ کے اوپر سے دو پاؤن پھوٹ نکلے تو اگر دونون سے کام کرتا ہو تو دونون کو دھووے اور اگر ایک ہاتھ سے کرتا ہو تو وہی اصلی ہاتھ ہے تو اسی کو دھووے
یعنی دوسرا زائد اور بیکار ہے اسکا دھونا لازم نہین اور اسیطرح اگر دونون پاؤن سے چلتا ہو تو دونون کو دھووے والا بیکار زائد کا دھونا لازم نہین کذا الزائدۃ
ان نبتت فی محل الفرض اور اسی طرح اس زائد ہاتھ یا پاؤن کو دھووے جو جاے فرض کے مقام مین یعنی کہنی کے نیچے سے ہاتھ اور ٹخنے کے نیچے سے پاؤن پیدا
تو اسکا بھی دھونا لازم ہو گا کا صبع وکف زائدتین جیسے زائد انگلی اور زائد ہتھیلی کا دھونا لازم ہے والا فما حاذی منہا محل الفرض غسلہ والا فلا لکن یندب مجتبیٰ
اور اگر زائد ہاتھ یا پاؤن محل فرض مین نہین جا بلکہ اوپر سے جا ہے تو جتنا نہین سے محل فرض کے سامنے ہو اسکو دھووے اور جو فرض کے مقابل نہو تو اسکا دھونا فرض
نہین ہے لیکن مستحب ہے یہ مذکور ہے مجتبیٰ مین جو شرح ہے قدوری کی وسنتہ اور وضو کی سنتین افاد انہ لا واجب للوضوء ولا للغسل الا القدر نسنت شئے وضو
اور غسل مین فرض کے بعد سنتون کے ذکر کرنے سے یہ فائدہ ظاہر کیا کہ وضو اور غسل مین کوئی واجب نہین اور اگر کوئی واجب ہوتا تو اسکو سنتون سے پہلے
فرض کے پیچھے بیان کرتا یعنی اسواسطے کہ واجب سنت سے قوی تر ہے تو مناعت تصنیف اسکے تقدیم کی مقتضی ہے وجمعہا لان کل سنۃ مستقلۃ بدلیل وحکم اور زمنت
سنت کو بصیغہ جمع لایا اسلیے کہ ہر سنت جداگانہ ہے دلیل کی راہ سے اور حکم کی راہ سے ہم یعنی ارکان وضو کی ایک ہی دلیل ہے یعنے وضو کی آیت اور سنتون کے
دلائل احادیث جداگانہ ہین اور ہر سنت کا حکم بھی یعنے ثمرہ اور ثواب جداگانہ ہے یا یعنی کہ اگر ایک سنت ادا کی اور دوسری ترک کی تو جسکو ادا کیا اسکا ثواب ملیگا
بخلاف فرض کے یعنی اگر وضو کے فرض سے ایک فرض کو بھی ترک کریگا تو کچھ ثواب نہوگا وحکمہا ما یوجر علے فعلہ ویلام علی ترکہ اور سنت کا حکم یعنے اثر مترتب اور
اسکا ثمرہ یہ ہے کہ ثواب دیا جائیگا اسکے کرنے پر اور ملامت کیجائیگی اسکے چھوڑنے پر یعنی ترک سنت پر عتاب ہوگا عذاب نہوگا کذا فی البحر وکثیر ما یعرفون بہا نہ
محل لوقع انظار ہم اور فقہا اکثر حقیقت سنت کی ثمرہ سنت بیان کرتے ہین یعنی سنت کی ماہیت یون بیان کرتے ہین کہ سنت وہ ہے جسکے کرنے مین ثواب ہے
اور نہ کرنے مین عتاب ہے اسلیے کہ انکے افکار کا یہی جاے انداز ہے یعنے منظور نظر فقہا بیان کرنا ہے ثمرہ اعمال کا لہذا اکثر وہ تعریف شئ مین اسکا حکم اور ثمرہ بیان
کرتے ہین ہر چند کہ حکم شئ کا اس شئ کی حقیقت مین داخل نہین وعرفہا الشمنی بما ثبت بقولہ علیہ السلام او بفعلہ ولیس بواجب ولا مستحب لکنہ تعریف لمطلقہا

اور شمنی نے اُسکی تعریف کی یعنی سنت کی حقیقت یون بیان کی کہ سنت وہ ہی جو رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے قول یا فعل سے ثابت ہوا ور نہ وہ واجب
ہو نہ مستحب لیکن یہ مطلق سنت کی تعریف ہی یعنی سنت موکدہ اور غیر موکدہ کو جسکو مستحب کہتے ہین شامل ہی شارح اس استدراک مین صاحب نہر کا تابع ہی حالانکہ
سُنت غیر موکدہ کو شمنی نے خارج کر دیا ہی بقولہ ولا مستحب کذا فی الطحطاوی والشرط فی الموکدۃ مواظبۃ مع ترک ولو حکما اور سنت موکدہ کی تعریف مین شرط ہی
آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کا ہمیشہ کرنا چھوڑ دینے کے ساتھ یعنی گاہے ترک بھی کیا ہو اگرچہ ترک حکمی ہو یا اگرچہ مداومت حکمی ہو ترک حکمی سے
مراد عدم انکار ہی تارک پر تو عدم انکار بمنزلہ ترک حقیقی کے ہوا تو عشرہ اخیر رمضان کا اعتکاف سنت مین داخل رہا اگرچہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے
ہمیشہ اعتکاف کیا اور گاہے ترک نہین کیا اور یہ اسکا مقتضی ہی کہ اعتکاف واجب ٹھہرے لیکن ہرگاہ کہ اعتکاف نکرنے والون پر انکار نفرمایا تو یہ عدم انکار بمنزلہ
ترک کے ٹھہر گیا اور اگر مداومت حکمی مراد لیجیے تو تراویح سنت مین داخل ہوگی اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عدم شمول تراویح کا عذر بیان فرمایا یعنی کہین ایسا
تراویح فرض نہو جاے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود لکن شان الشروط ان لا تذکر فی التعاریف لیکن شروط کا حال یہ ہی کہ انکا مذکور تعریفات مین نہو اسواسطے
کہ تعریف ہوتی ہی ماہیت اور حقیقت کے بیان کیواسطے اور شروط ماہیت سے خارج ہوتے ہین تو شمنی کی تعریف مذکور صحیح ٹھہری اور عدم ذکر مواظبت خارج
ہوا تعریف سنت کا اسواسطے کہ مواظبت سنت موکدہ کی شرط ہی اور شروط کا ذکر تعریف مین مناسب نہین وا ورد علیہ فی البحر المباح جبا علی ما ہو المنصور من ان الاصل
فی الاشیا التوقف اور شمنی کی تعریف مذکور پر بحر الرائق مین مباح کا اعتراض وارد کیا ہی بنا بر اُس قول کے جو منصور اور مؤید ہی دلائل سے وہ قول یہ ہی کہ اصل اشیا مین
توقف کرنا ہی یعنے بدون حکم شرع کے نہ کوئی چیز حلال ہی نہ حرام ہی ہم آمین اختلاف ہی کہ اشیا مین اصل اباحت ہی یا حرمت یا توقف اول قول ہی شافعیہ اور بعض حنفیہ کا
اور ثانی قول کو شافعیہ امام ابو حنیفہ رح کیطرف نسبت کرتے ہین اور ثالث یعنی توقف کا قول یہی مذہب منصور ہی اکثر حنفیون کا تو اعتراض کی بنا اسی قول پر ہی
یعنی جب اصل توقف ٹھہرا تو مباح کی اباحت ثابت نہو گی بدون شارع کے تو سنت کی تعریف جو شمنی نے کی ہی وہ مباح پر صادق آئی الا ان الفقہاء کثیرا ما یلہجون
بان الاصل الاباحۃ فالتعریف بنار علیہ مگر یہ کہ فقہا حنفیہ بکثرت بولتے ہین کہ اصل اشیا مین اباحت ہی تو تعریف مذکور کی اسی پر بنا ہی یعنی تو مباح کی اباحت
اصل سے ثابت ہی نہ شارع سے ہم بحر الرائق مین سنت کی دو تعریفین پسند کی ہین اول تعریف یہ ہی السنۃ ہی الطریقۃ المسلوکۃ فی الدین من غیر لزوم علی سبیل
المواظبۃ یعنی سنت وہ طریقہ ہی جو دین مین جاری ہی بطریق مداومت کے بدون اس بات کے کہ وہ لازم اور واجب ہو اور ماتن نے اپنی شرح مین اسی پر اقتصار کیا
دوسری تعریف خود صاحب بحر الرائق کی ہی وہ یہ ہی کہ سنت وہ ہی جسپر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت کی لیکن اگر مواظبت لامع الترک ہی تو یہ دلیل سنت
موکدہ کی اور اگر ترک ہی احیانا تو یہ دلیل ہی سنت غیر موکدہ کی اور اگر مواظبت کے ساتھ تارک پر انکار ہی تو یہ دلیل ہی وجوب کی کذا فی الطحطاوی مختصرا شیخ الاسلام
عینی نے شرح ہدایہ مین سنت کی چند تعریفات کو مذکور کرکے انکا نقصان بیان کیا پھر کہا کہ خواہر زادہ کی تعریف احسن التعریفات ہی وہ یہ ہی السنۃ ما فعلہ علیہ السلام
علے سبیل المواظبۃ ویوجر باتیانہ ویلام علی ترکہ یعنی سنت وہ کام ہی جسکو رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے کیا بطریق مداومت کے اور اسکے کرنے مین ثواب
دیا جائیگا اور نہ کرنے مین ملامت ہوگی البدایۃ بالنیۃ ای نیۃ عبادۃ لا تصح الا بالطہارۃ کو ضوء او رفع حدث او امتثال امر سنت ہی وضو کا شروع کرنا نیت
کے ساتھ یعنے اُس عبادت کا ارادہ کرنا جو بدون طہارت کے صحیح نہین چنانچہ وضو کی نیت کرنا یا حدث دور کرنے کی نیت کرنا یا بجا آوری حکم شارع کا قصد کرنا
علم لغت مین نیت عبارت ہی عزم قلب سے کسی شی پر اور اصطلاح شرع مین نیت عبارت ہی ایجاد فعل مین طاعت اور تقرب الی اللہ کے قصد کرنے سے اور ایجاد
فعل مین منہیات بھی داخل ہین اسواسطے کہ منہیات سے جی کا روکنا یہ بھی فعل ہی نفس کا فتح القدیر مین ہی کہ رفع حدث کی نیت سے وضو کی نیت کرنا بہتر ہی اسلیے کہ
حدث چند قسم ہی تو طہارت مخصوصہ کی نیت نہ ٹھہری کذا فی الطحطاوی فتاوی عالمگیری مین ہی کہ وضو کی یون نیت کرے نویت ان اتوضأ للصلوۃ تقربا الی اللہ
تعالی یعنی مین نے وضو کا ارادہ کیا نماز کے لیے اللہ تعالی سے نزدیکی حاصل کرنے کو وصرحوا بانہ بدونہا لیس بعبادۃ اور فقیہون نے اسکی تصریح کر دی ہی کہ وضو بدون

[illegible] ۱۲

نیت کے عبادت ہی نہین ہم جب وضو بدون نیت کے عبادت نہوئی تو اسپر ثواب نملیگا اسواسطے کہ ثواب تو نیت پر موقوف ہی جیسی حدیث انما الاعمال
بالنیات مین طحطاوی نے مبسوط شیخ الاسلام سے نقل کیا ہی کہ ہم نہین کہتے ہین کہ وضو کو شرع مین مگر وہ بدون نیت کے عمل نہین ہوا لیکن اوس پر ثواب
موقوف نہین ہی اسواسطے کہ وضو شرعی غیر مقصود ہی بلکہ وسیلہ ہی تو معلوم ہوا کہ حاجت نیت اور بدون نیت دونون طرح حاصل ہو جاتی ہی کیونکہ پانی تو مطہر ہی بالذات
حاصل یہ ہی کہ وضو بلا نیت سے نماز ادا ہوگی مگر وضو کا ثواب بدون نیت کے نہوگا اور یا ثم ہو گا اور وضو کرنے والا نیت کے نہ کرنے سے گنہگار ہوگا اسمین اختلاف
ہی کہ سنت موکدہ کا تارک گنہگار ہی یا نہین اور منار الشافعی مین اس اختلاف کو یون جمع کیا ہی کہ اگر سنت موکدہ کے ترک کرنے پر عادت ہو گئی تو گنہگار ہی ورنہ اگر عادت
نہین تو گنہگار نہین کذا فی الطحطاوی مین کہتا ہون مدام اعتیاد مین اگرچہ گناہ نہین لیکن بلا شبہہ ملامت در عتاب ہی چنانچہ سنت کی تعریف اسپر دلیل ہی وہو ما واظب
علیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ اور الوضو المامور بہ فی التوضی بسور حمار و نبیذ تمر کہ تیمم اور اسپر تصریح ہی کہ نیت کرنا فرض ہی وضو مین اسکا شرع مین حکم ہی اور گدھے کے جھوٹے پانی سے اور شربت
کھجور سے وضو کرنے مین فرض ہی جیسے تیمم مین نیت فرض ہی ہم کھجور کے شربت سے وضو کو جائز ہونا ضعیف قول ہی اور معتمد قول یہ ہی کہ اس سے وضو جائز نہین
کذا فی الطحطاوی وہاتی ومحلہا عند غسل الوجہ اور اسپر تصریح ہی کہ نیت کرنے کا وقت وضو مین چہرہ دھونے کے ساتھ ہی و فی الاشباہ ینبغی ان تکون عند غسل الیدین الی الرسغین
لینال ثواب السنن اور اشباہ مین ہی کہ لایق یون ہی یعنی مستحب ہی کذا فی الطحطاوی کہ نیت ہو دونون ہاتھون کے دھونے کے وقت پہنچون تک تاکہ سب
سنتون کا ثواب پاوے قلت لکن فی القہستانی ومحلہا قبل سائر السنن کما فی التحفۃ فالسنن عندنا قبیل غسل الوجہ کما الفرض عند الشافعی انتہی مین کہتا ہون
لیکن قہستانی شرح نقایہ مین ہی اور نیت کا محل نیت کے سوا ہو سب سنتون سے پہلے چنانچہ تحفہ مین تصریح ہی تو مسنون نہین نیت کرنا ہمارے نزدیک
منہ دھونے سے پہلے جسطرح شافعی رح کے نزدیک فرض ہی انتہی مافی القہستانی مع تمام اسکے راک یہ ہی کہ اشباہ مین اپنی تجویز مذکور بروایت نہین اور
قہستانی مین روایت ہی تحفہ سے دوسری بات یہ ہی کہ قہستانی کے کلام سے تقدیم نیت کی تسمیہ پر بھی ثابت ہوتی ہی اور اشباہ مین یہ بات نہین وفیہا سئلۃ
سوالات مشہورۃ نظمہا العراقی فقال سبع سوالات لذی الفہم اتت یحکی لکل عالم فی النیۃ حقیقۃ حکم محل وزمن وشرطہا والقصد والکیفیۃ اور
نیت مین سات سوال مشہور ہین جنکو عراقی نے نظم کیا ہی سو یون کہا کہ سات سوال صاحب فہم کے لیے آئے ہین مذکور ہوتے ہین نیت کے باب مین ہر عالم
کے واسطے ایک سوال ہی نیت کے حق مین ۲ نیت کے حکم مین ۳ اسکے محل مین ۴ اسکے زمانے مین ۵ اسکی شرط مین ۶ اسکے قصد مین ۷ اسکی کیفیت مین ہم
پہلے سوال کا جواب یہ ہی کہ نیت کی حقیقت مین قصد طاعت اور تقرب الی اللہ ہی فعل کرنے کے ساتھ دوسرے سوال کا جواب یہ ہی کہ نیت کا حکم یہ ہی کہ
وضو غیر مامور بہ مین نیت کرنا مسنون ہی اور وضو مامور بہ مین اور گدھے کے جھوٹے پانی سے وضو کرنے مین اور تمام عبادات مقصودہ مین نیت کرنا فرض ہی
تیسرے سوال کا جواب یہ ہی کہ نیت کا محل دل ہی اور زبان سے نیت کرنا بدعت ہی سب عبادات مین مگر پریشان دل جو عزیمت پر تا در نہو اسکو زبان سے کہنا
مستحسن ہی کذا نقل الحلبی عن البحر چوتھے سوال کا جواب یہ کہ نیت کا زمانہ وضو اور غسل مین سب سنتون سے پہلے ہی اور نماز مین تکبیر تحریمہ کے نزدیک یا اس سے
پہلے بشرطیکہ کوئی فاصل مانع بنا نہو پانچوین سوال کا جواب یہ کہ نیت کی شرط اسلام اور عقل ہی چھٹے سوال کا جواب یہ کہ نیت سے قصد یعنی مقصود اور غایت
نیت کی امتیاز کرنا ہی عادات کا عبادات سے یا ایک عبادت کا دوسری عبادت سے جدا کرنا ساتوین سوال کا جواب یہ کہ کیفیت نیت کی یہ کہ عبادت کا
قصد کرے اسکو جانکر کہ یہ کون عبادت ہی یعنی مطلق طاعت اور تقرب کی نیت کفایت نہین کرتی بدون تخصیص کے کذا فی الطحطاوی اور ہمکی تفصیل کا یہ
عبادات کے مسائل مین اپنے اپنے موقع پر انشاء اللہ تعالی مذکور ہوگی والبدایۃ بالتسمیۃ قولا اور سنت ہی وضو کو بسم اللہ کہنے سے شروع کرنا ماتن نے
بیان اور غسل یدین مین بدایت کا لفظ مقدر کیا تاکہ معلوم ہو کہ نیت اور تسمیہ اور غسل تینون مین بدایت اور ابتدا مطلوب ہی اور ان مین کچھ منافات اور
تناقض نہین اسواسطے کہ نیت کا محل دل ہی اور تسمیہ کا محل زبان ہی اور دھونا متعلق ہاتھون سے ہی اور اسی دفع منافی کی طرف شارح نے قولا کے

لفظ سے اشارہ کردیا کذافی الطحطاوی وتحصل بکل ذکر اور تسمیہ مذکور یعنے خدا کا نام حاصل ہوتا ہی ہر ذکر سے یعنی لاالہ الا اللہ اور سبحان اللہ اور الحمد للہ یا تشہد
وغیر ذلک سے لکن الوارد عنہ علیہ الصلوۃ والسلام بسم اللہ العظیم والحمد للہ علے دین الاسلام لکن نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے یون روایت ہی کہ بسم اللہ العظیم
والحمد للہ علے دین الاسلام کہے ہم طحطاوی نے کہا کہ وضو کے تسمیہ مین سلف سے منقول ہی بسم اللہ العظیم والحمد للہ علی دین الاسلام اور اکمل نے کہا کہ یہ حدیث مرفوع ہی
مین کہتا ہون یہ اکمل کا عجز ہی یہ بیان نکیا کہ کسی امام نے ائمہ معتبرین سے اسکو مرفوع کیا سو مین کہتا ہون کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بسم اللہ والحمد للہ مروی ہی طبرانی
نے معجم اوسط مین بطریق علی بن ثابت عن محمد بن سیرین (عن ابی ہریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم یا ابا ہریرۃ اذا توضات فقل بسم اللہ
والحمد للہ فان حفظتک لاتزال تکتب لک الحسنات حتی تحدث من ذلک الوضوء) یعنی حضرت نے فرمایا کہ ای ابوہریرہ جب تو وضو کرے تو یون کہہ بسم اللہ والحمد للہ
اسواسطے کہ تیرے فرشتے نگہبان تیری نیکیان لکھا کرینگے اس وضو کے ٹوٹنے تک اور اس حدیث کی اسناد حسن ہی وبوسی نے کہا افضل یہ ہی بسم اللہ الرحمن الرحیم کہے
اور تعوذ کرے ابتدار وضو مین اور بسم اللہ کہے اور مجتبیٰ مین ہی کہ یون کہے (بسم اللہ الرحمن الرحیم بسم اللہ العظیم والحمد للہ علی دین الاسلام) آثار وارد ہین مین کہتا ہون
ان علمار کبار کو دیکھکر کہ حدیث یا اثر کو ذکر کرتے ہین اور اسکے مخرج کو نہین بیان کرتے ہین اور نہ اسکا صحت اور ضعف مذکور کرتے ہین اور یہ آفت بڑی ہی تقلید سے کذافی العینی
شرح الہدایہ تقلید سے مراد یہان یہ ہی کہ ایک مصنف دوسرے مصنف کی پیروی کرتا ہی نقل احادیث مین بلا بیان مخرج وبلا ذکر صحت وضعف اور یہ مطلب نہین کہ مطلق
تقلید معیوب ہی اسلیے کہ علامہ عینی خود مقلد ہی امام اعظم رح کا قبل الاستنجار وبعدہ خدا کا نام لینا سنت ہی استنجا کرنے سے پہلے اور بعد اسکے ہم اسواسطے کہ قبل از استنجا
ملحق بوضو ہی طہارت ہونے کی وجہ سے اور بعد از استنجا تو ابتدا ہی طہارت کی کذافی الغایۃ البیان اور صحیح روایت سے ثابت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلا کے
جانے کے وقت فرماتے تھے اللہم انی اعوذ بک من الخبث والخبائث الاحال انکشاف وفی محل نجاسۃ فیسمی بقلبہ مگر برہنہ ہونے کے وقت اور نجاست کے مکان مین
خدا کا نام زبان سے نہ لے تو اپنے دل مین نام لے ولو نسیہا فسمی فی خلالہ لاتحصل السنۃ بل المندوب اور اگر ابتدار طہارت مین خدا کا نام لینا بھول گیا پھر اسنے
درمیان وضو کے نام لیا تو سنت موکدہ حاصل نہوگی بلکہ مستحب حاصل ہوگا سنت اسواسطے حاصل نہوئی کہ اُسکا محل تھا ابتدا مین سو فوت ہوا اور وجہ استحباب یہ ہی
تاکہ وضو خالی نہ رہے نام خدا سے واما الاکل فتحصل السنۃ فی باقیہ لافیما فات ویقل بسم اللہ اولہ وآخرہ اور کھانے کے درمیان مین خدا کا نام لینے سے تو سنت
حاصل ہوگی باقی طعام مین نہ انمین جو گذر گیا اور بھولنے والے کو چاہیے کہ یون کہے بسم اللہ اولہ وآخرہ ہم شمائل ترمذی مین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہی
کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی کھانا کھاوے اور ذکر اللہ بھول جاوے کھانے پر تو یون کہے بسم اللہ اولہ وآخرہ ظاہر حدیث اسپر دلالت کرتی ہی
کہ اول طعام مین سنت حاصل ہوگئی اول طعام کے ذکر فرمانے سے اور یہ مخالف ہی شارح کے کلام سے جو اُسنے فتح القدیر سے نقل کیا ہی کذافی الطحطاوی والبدارۃ
بغسل الیدین الطاہرتین ثلثا قبل الاستنجار وبعدہ اور سنت ہی پاک دونون ہاتھون کے تین بار دھونے سے ابتدا کرنا استنجا کرنے سے پہلے اور بعد اسکے ہم پاک کی
قید اسواسطے لگائی کہ نجس ہاتھون کا دھونا فرض ہی بعضون کے نزدیک قبل از استنجا ہاتھ دھونا سنت ہی اور بعضون کے نزدیک بعد استنجا کرنے کے سنت ہی مجتبیٰ مین کہا کہ
اکثر کا قول یہ ہی کہ قبل اور بعد دونون حالت مین سنت ہی اور رقاضیخان نے اسکی تصحیح کی ہی تو قبل استنجا کے بدایت حقیقی ہی اور بعد اسکے بدایت اضافی ہی کذافی الطحطاوی
وقید الاستیقاظ اتفاقی اور جاگنے کی قید اتفاقی ہی نہ احترازی ہم یعنی ہدایہ یا حدیث مین جو ہاتھون کا دھونا جاگنے کے ساتھ مذکور ہی سو اتفاقی قید ہی احتراز مقصود
نہین اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو مین غسل یدین کی تقدیم مذکور ہی بلا تقیید نوم کذافی الطحطاوی بخاری مین ابوہریرہ رض سے روایت ہی کہ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (اذا استیقظ احدکم من منامہ فلیغسل یدیہ قبل ان یدخلہما الاناء فی وضوئہ فان احدکم لایدری این باتت یدہ) یعنی جب تمسے کوئی جاگے
اپنی نیند سے تو چاہیے کہ اپنے دونون ہاتھ دھوئے برتن مین ڈالنے سے پہلے وضو کے پانی مین اسواسطے کہ کوئی نہین جانتا کہ اسکا ہاتھ رات کو کہان رہا
یعنے نجاست پر پڑا یا پاک چیز پر ولذا لم یقل قبل ادخالہما الاناء لئلا یتوہم اختصاص السنۃ بوقت الحاجۃ اور چونکہ جاگنے کی قید اتفاقی تھی اسی واسطے مصنف نے

اسکو دھووے پھر برتن کو داہنے ہاتھ مین لے اور بائین ہاتھ پر پانی ڈالے اور تین بار اسکو دھووے پھر اگر برتن کا اٹھانا ممکن نہو تو ویسا کرے جیسا کہ شارح
نے کہا اور بڑے برتن مین انگلیان ملا کر اسوقت ڈالے جبکہ وہان چھوٹا برتن نہو اور اگر ہو تو ویسا کرے جیسا اول مذکور ہوچکا اگر کوئی کہے کہ ہاتھ کا ڈالنا
برتن مین نیند سے جاگنے والے کو حدیث مین منع ہی اسکا جواب یہ ہی کہ منع اس صورت مین ہی جبکہ چھوٹا برتن ہو یا بڑا برتن ہو اور اسکے ساتھ چھوٹا برتن بھی ہو
اور اگر بڑے برتن کے ساتھ چھوٹا برتن نہو تو ادخال کف ممنوع نہین کذا فی الطحطاوی عن البحر ولو ادخل الکف ان اراد الغسل صار الماء مستعملا وان اراد الاغتراف
لا اور اگر ہتھیلی کو پانی مین ڈالا اگر دھونے کا ارادہ کیا تو پانی مستعمل ہوجائیگا اور اگر چلو بھرنے کا ارادہ کیا تو پانی مستعمل نہ ہوگا یعنی ضرورت کی وجہ سے اگرچہ
طلب استعمال یعنی قربت اور رفع حدث متحقق ہو کذا فی الحلبی م دھونے کے قصد سے وہ پانی مستعمل ہوگا جو ملاقی ہی کف سے جبکہ جدا ہوا اور باقی تمام پانی
مستعمل نہوگا اور قصدا اغتراف سے پانی مستعمل نہوگا اگرچہ صاحب جنابت ہو اور اسیطرح اگر کوزہ گرگیا بڑے گہرے برتن مین سو اسکے لینے کو ہاتھ ڈالا کہنی تک
تو پانی مستعمل نہوگا کذا فی البحر ولو لم یمکنہ الاغتراف بشئ ویداہ نجستان تیمم وصلی ولم یعد اور اگر پانی لینا بڑے برتن سے ممکن نہو کسی چیز سے اور اسکے دونون
ہاتھ ناپاک ہین تو تیمم کرے اور نماز پڑھے اور نماز کا اعادہ نکرے م توضیح اسکی مضمرات مین اسطرح ہی کہ جب پانی نہ لے سکے اور ہاتھ ناپاک ہون تو دوسرے
شخص سے کہے کہ وہ پانی لیکر اسکے ہاتھ دھولادے اور اگر کوئی وہان نہو تو کپڑے کا ایک سرا پانی مین ڈالے اور دوسرا اسکا سرا ہاتھ مین پکڑے رہے
پھر پانی سے نکالکر اسکے قطرات سے داہنا ہاتھ دھووے پھر بایان ہاتھ دھووے یا دانتون سے کپڑا پکڑ کے دونون ہاتھ ساتھ ہی دھووے تین بار اور
اگر کپڑا نہو تو منہ سے پانی لیکر دونون ہاتھ دھووے اور اگر اسپر بھی قادر نہو تو تیمم کرے اور نماز پڑھے اور اس نماز کا دوبارہ پڑھنا واجب نہین وھو
سنۃ کما ان الفاتحۃ واجبۃ **ینوب عن الفرض** اور وہ یعنی بندوست تک ہاتھون کا دھونا ایسی سنت ہی کہ قائم مقام ہوتا ہی فرض کے جیسے
الحمد پڑھنا ایسا واجب ہی کہ قائم مقام ہوجاتا ہی فرض کے یعنی اس محل کا دھونا کہ فرض تھا اس مسنون دھونے سے ادا ہوگیا جیسے قرآن کا پڑھنا
کہ نماز مین فرض ہی الحمد پڑھنے سے کہ واجب ہی ادا ہوجاتا ہی وسین غسلھا ایضا مع الذراعین اور ذراعین کے ساتھ انکا بھی دھونا مسنون ہی یعنے
اگرچہ بندوست تک دھونے سے سنت اور فرض دونون ادا ہوگئے لیکن کہنیون تک ہاتھ دھونے کے ساتھ انکا بھی دھونا دوسری بار سنت ہے
بحر الرائق مین مذکور ہی کہ غسل یدین مین تین قول ہین ایک قول یہ ہی کہ وہ فرض ہی اور تقدیم اسکی سنت ہی اور فتح القدیر اور معراج اور خبازیہ مین اسکو
پسند کیا ہی دوسرا قول یہ ہی کہ وہ سنت ہی قائم مقام فرض کے ہوجاتا ہی الحمد کے مانند اور اسکو کافی مین پسند کیا ہی اور تیسرا قول سرخسی کا ہی کہ وہ سنت
ہی قائم مقام فرض کے نہین ہوتا تو انکے ظاہر و باطن کا دوبارہ دھونا چاہیے سرخسی نے کہا یہی صحیح ہی میرے نزدیک اور مشائخ کے ظاہر کلام سے
قول اول مذہب معلوم ہوتا ہی انتہی مختصرا الطحطاوی نے کہا کہ شارح کے کلام مین خلط ہی دو قول کا اسواسطے کہ جو کہتا ہی کہ غسل یدین سنت ہی اور قائم
مقام ہی فرض کے وہ نہین کہتا کہ غسل یدین دوسری بار سنت ہی بلکہ دوبارہ دھونا سرخسی کا قول ہی اور شارح کے موافق نہر الفائق مین ذخائر اشرفیہ
سے منقول ہی **والسواک** سنۃ موکدۃ کما فی الجوہرۃ عند المضمضۃ وقیل قبلہا اور مسواک کرنا سنت موکدہ ہی چنانچہ جوہرہ مین مذکور ہی کلی کرنے کے
وقت سنت ہی اور قول ضعیف یہ ہی کہ کلی سے پہلے سنت ہی م مسواک کرنے کی تاکیدات اور اسکے فضائل احادیث مین بکثرت ہین از انجملہ وہ حدیث
صحیح ہی جو امام مالک کے موطا مین ابو ہریرہ سے مروی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میری امت پر شاق نہوتا تو مین انکو مسواک کرنے
کا حکم کرتا ہر وضو کے ساتھ اور صحاح ستہ مین ابو ہریرہ سے مروی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میری امت پر شاق نہوتا تو مین انکو مسواک
کرنے کا حکم کرتا ہر نماز کے ساتھ اور احمد اور ابن خزیمہ اور حاکم اور دارقطنی اور بیہقی اور ابونعیم نے عائشہ صدیقہ سے روایت کی کہ آنحضرت نے فرمایا
کہ اس نماز کی فضیلت جسکے واسطے مسواک کی گئی اس نماز پر جسکے واسطے مسواک نہین کی گئی ہفتاد چند ہی یعنے ستر درجے زائد ہی ثواب مین

كذا في العيني وهو للوضوء عندنا اور مسواک وضو کی سنت ہے تمام فقیہون کے نزدیک ہم اور امام شافعی کے نزدیک مسواک نماز کی سنت ہے اور ثمرہ اختلاف
ظاہر ہوتا ہے اس شخص کے حق مین جنے مسواک والے ایک وضو سے چند نمازین پڑھین تو ہمارے نزدیک سنت ہے نماز کا ثواب ستر درجہ مسواک سے
بڑھ جاتا اور امام شافعی کے نزدیک اسقدر ہر نماز مین ثواب ہوگا جبتک ہر نماز کے واسطے جدا جدا مسواک نکرے کذا في البحر اور اذا نسي فيندب للصلوة كسنة
وضو کی سنت ہے مگر جبکہ وضو مین مسواک کرنا بھول گیا تو اب نماز کے واسطے مسواک کرنا مستحب جو کہا ہم نے نماز ظہر کے واسطے مسواک کرنا بھول گیا پھر جس
وقت یاد آیا تو اب مسواک کر لینا مستحب ہے کہ مسواک کی فضیلت بالاتفاق حاصل ہو کذا في نہر طحطاوی نے لکھا کہ صاحب نہر کی تجویز اور روایت دیکھنے
تو شارح کو مناسب تھا کہ اسپر آگا ذکر دیتا کما يندب لاصفرار سن وتغير رائحة وقراة قرآن جیسے مستحب ہے مسواک کرنا دانتون کی زردی اور بدبو سے دہن کے سبب
اور قرآن شریف کے پڑھنے کے لیے ہم اجتماع مسواک کا مثلاً کہ ہوتا ہے ارادہ نماز اور وضو اور قرات قرآن اور نیت جاگنے کے وقت اور سونے سے پہلے اسواسطے
کہ امام اعظم سے منقول ہے کہ مسواک کرنا دین کی سنت ہے تو سب احوال آپ برابر ہین چنانچہ احمد اور ترمذی نے ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے حدیث مرفوع
روایت کی ہے کہ چار چیزین انبیاء مرسلین کی سنت ہین ختنہ کرنا اور مسواک کرنا اور عطر لگانا اور نکاح کرنا کذا في العيني واقله ثلث في الاعالي وثلث في الاسافل
اور ادنے درجہ مسواک کا تین بار پھیرنا ہے اوپر کے دانتون مین اور تین بار نیچے کے دانتون مین ہم اوپر کے دانتون مین ابتدا دہنی طرف سے کرے پھر بائین طرف
اور اسیطرح نیچے کے دانتون مین کرنا چاہیے کذا في البحر عيني مين ہے کہ مسواک کرنے کی کچھ حد نہین یہانتک مسواک کرے کہ زردی دانت اور گندہ دہنی کے زوال کی
اطمینان حاصل ہو بمياه ثلثة تین پانی سے ہم یہ پانی مضمضہ کے پانی کے سواے ہین اسطرح کہ مسواک کو تین بار دھوئے اسواسطے کہ مضمضہ کا بیان آگے آویگا
كذا في الطحطاوي وندب امساكه بيمناه اور مستحب ہے پکڑنا مسواک کا داہنے ہاتھ مین ہم مسواک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ داہنے ہاتھ کی چھنگلی کو مسواک کے نیچے رکھے اور
انگوٹھے کو مسواک کے سرے کے نیچے کرے اور باقی تین انگلیان مسواک کے اوپر رہین اسیطرح مروی ہے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کذا في الطحطاوي عن النهر وكونه لينا
مستويا بلا عقد في غلظ خنصر وطول شبر اور مستحب ہے ہونا مسواک کا نرم سیدھی برابر بے گرہ بقدر چھنگلی کے موٹی اور بالشت بھر لمبی ہم انار اور بانس کے سوا ہر لکڑی
کی مسواک درست ہے کذا في الطحطاوي اور افضل پیلو اور زیتون کی ہے عینی نے طبرانی اوسط سے حدیث مرفوع روایت کی کہ بہتر مسواک زیتون کی ہے مبارک درخت سے
منہ کو خوشبودار کرتی ہے اور بدبو دفع کرتی ہے اور مجھسے اگلے انبیاء کی مسواک ہے اور وہ میری مسواک ہے اور عرضا لا طولا اور مسواک کرے دانتون کے عرض مین طول
مین ہم اسواسطے کہ طول مین مسواک کرنے سے مسوڑے زخمی ہو جاتے ہین کذا في الطحطاوي عینی نے کہا ابو نعیم نے حدیث مرفوع نقل کی کہ آنحضرت علیہ الصلوة
والسلام مسواک عرض مین کرتے تھے نہ طول مین اور ابو داؤد کی سنن مین حدیث ہے کہ جب تم مسواک کرو تو عرض مین مسواک کیا کرو ولا يستاك مضطجعا فانه
يورث كبر الطحال اور مسواک نکرے لیٹکر کروٹ سے کیونکہ اس سے تلی بڑھجاتی ہے ولا يقبضه فانه يورث الباسور اور اسکو مٹھی بھر نہ پکڑے اسواسطے کہ اس سے
بواسیر پیدا ہوتی ہے ولا يمصه فانه يورث العمى اور نہ چوسے مسواک کو کہ اس سے آدمی اندھا ہو جاتا ہے ثم يغسله والا فيستاك الشيطان به اور مسواک کرکے
پھر مسواک کو دھو ڈالا کرے نہین تو شیطان اُس سے مسواک کریگا ولا يزاد على الشبر والا فالشيطان يركب عليه اور ایک بالشت سے مسواک زیادہ نہ کیجیے
نہین تو شیطان اُسپر سوار ہوگا ولا يضعه بل ينصبه والا فخطر الجنون قهستاني اور مسواک کو پڑی نہ رکھے بلکہ کھڑی کرے نہین تو جنون کا خوف ہے یہ سب کہا ہے
قہستانی نے دیکرہ بعود يحرم بذي سم اور مکروہ ہے مسواک کرنا ایذا دینے والی لکڑی سے چنانچہ قصب فارسی اور حرام ہے زہر دار لکڑی سے ومن منافعه انه شفاء
لما دون الموت ومذكر للشهادة عنده اور منجملہ منافع مسواک کے یہ ہے کہ وہ شفا ہے ہر مرض کی سواے موت کے اور وہ کلمہ شہادت کی یاد دلانے والی ہے موت
کے نزدیک ہم نہر الفائق مین ہے کہ مسواک کے منافع ۳۶ ہین ادنی منافع اوسکی ہے یعنی دور ہونا گندہ دہنی کا اور اعلی تذکیر ہے شہادت کے مرنے کے وقت اور
ابو سعود مین ہے کہ مسواک مسوڑھون کو مضبوط کرتی ہے اور بصارت کو تیز اور پیری مین دیر لگنی ہوتی ہے اور پل صراط کے چلنے مین سرعت بخشتی ہے کذا في الطحطاوی

وعند فقدہ او فقد اسنانہ تقوم الخرقۃ الخشنۃ او الاصبع مقامہ اور جس وقت مسواک موجود نہو یا دانت باقی نہ رہے ہون تو کھردرا کپڑا یا اُنگلی قائم مقام مسواک کے ہوجاتی ہے یعنی تحصیل ثواب مین کذا فی النہر وغیرہ ہم سنن احمد مین مروی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے پانی کا کوزہ مانگا پھر چہرہ اپنا دھویا اور دونون ہتھیلیون کو تین بار اور کلی کی پھر بعض اُنگلی اپنے مُنھ مین ڈالی الی آخر الحدیث اور آخر کو فرمایا کہ یہ وضو ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کذا فی العینی کما یقوم العلک مقامہ للمرأۃ مع القدرۃ علیہ جیسے صنوبر اور بطم کا گوند چبانا عورت کے حق مین قائم مقام ہے مسواک کے باوجود قادر ہونے کے مسواک پر وجہ اسکی یہ ہے کہ عورت کو مواظبت کرنا مسواک پر مضعف ہے اسکے دانتون کا تو اُسکو اُسکا فعل مستحب ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر وغسل الفم ای استیعابہ ولذا عبر بالغسل او للاختصار اور مُنھ کے اندر کا دھونا سنت ہے یعنی تمام داخل مُنھ کا دھونا اور اسی واسطے یعنی تمام مراد ہونے کے لیے مصنف غسل کا لفظ بولا یعنی غسل کا لفظ باقی اعضاء مغسولہ کے قرینہ سے استیعاب پر دلالت کرتا ہے یا اختصار کے واسطے یہ عبارت اختیار کی ہے ہم اکثر کتب فقہ مین والمضمضۃ والاستنشاق مذکور ہے لیکن مصنف نے موافق کنز او درر کے بجاے اُس عبارت کے غسل الفم والانف کو اختیار کیا صراحت استیعاب کے واسطے یا اختصار کے لیے ہرچند مضمضہ اصطلاحی بھی استیعاب پر دلالت کرتا ہے مگر غسل کا لفظ استیعاب پر زیادہ تر دلالت کرتا ہے کذا فی النہر اور عبارت مذکورہ سے مصنف کی عبارت مین چار حروف کی کمی ہے تو اختصار ثابت ہوا بمیاہ ثلثۃ کلی کرنا سنت ہے تین پانیون سے جدا جدا والانف ببلوغ الماء المارن بمیاہ اور ناک کے اندر کا دھونا سنت ہے نرم ناک تک تین بار پانی پہونچا کر ہم امام شافعی رح کے نزدیک تین بار مضمضہ اور استنشاق سنت ہے اسطرح کہ ایک چلو پانی سے مضمضہ بھی کرے اور استنشاق بھی اور دلیل انکی چند احادیث صحیح ہین امام اعظم رح کے نزدیک احادیث مذکورہ سے جواز نکلتا ہے لیکن سنت یہ ہے کہ ہر واحد مضمضہ اور استنشاق کے واسطے تین بار جدا جدا پانی لیا جاے چنانچہ ابوداؤد اور طبرانی مین طلحہ بن مصرف کی حدیث سے اسکی تصریح موجود ہے اور جو لوگ کہ اس حدیث کی صحت مین گفتگو کرتے ہین اُسکا جواب فتح القدیر اور عینی شرح ہدایہ مین مشروحا مذکور ہے خوف طوالت سے مترجم بیان مذکور نہ کرسکا وہما سنتان موکدتان اور مضمضہ اور استنشاق دونون سنت موکدہ ہین ہم تو انکا ترک کرنا گناہ ہے مذہب صحیح پر اسلیے کہ سنت موکدہ بمنزلہ واجب کے ہے اور جن لوگون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وضو کی حکایت کی ہے وہ بائیس صحابہ کرام ہین مضمضہ اور استنشاق کو سب نے ذکر کیا ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر عن الفتح اور علامہ عینی نے شرح ہدایہ مین ۲۳ صحابیون سے نام بنام مع تسریح مخرجین حدیث مذکور کو بیان کیا ہے شکر اللہ مساعیہ مشتملتان علے سنن خمس الترتیب والتثلیث وتجدید الماء وفعلہا بالیمنی مضمضہ اور استنشاق پانچ سنتون پر شامل ہین ایک تو ترتیب یعنے پہلے کلی کرنا پھر ناک دھونا دوسرے ہر ایک کو تین تین بار کرنا تیسرے ہر بار نیا پانی لینا چوتھے دونون کو داہنے ہاتھ سے کرنا ہم لیکن ناک کا جھاڑنا بائین ہاتھ سے چاہیے کذا فی الطحطاوی عن المبسوط والمبالغۃ فیہما بالغرغرۃ ومجاوزۃ المارن پانچوین مبالغہ کرنا مضمضہ مین غرغرہ کرکے اور استنشاق مین بانسے تک پانی پہونچا کے لغیر الصائم لاحتمال الفساد مبالغہ کرنا مسنون ہے اُسکو جو روزہ دار نہین اسلیے کہ صائم کو مبالغہ کرنے سے فساد صوم کا احتمال ہے ہم اصحاب سنن نے لقیط بن صبرہؓ سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وضو کامل اور پورا کر اور انگلیون کے اندر خلال کر اور مبالغہ کر استنشاق مین مگر یہ کہ تو روزہ دار ہو کذا فی تیسیر الوصول الی جامع الاصول وسر تقدیمہما اعتبار اوصاف الماء لان لونہ یدرک بالبصر وطعمہ بالفم وریحہ بالانف اور مضمضہ اور استنشاق کے مقدم کرنے کی حکمت پانی کے اوصاف کا دریافت ہونا ہے اسواسطے کہ پانی کا رنگ آنکھ سے اور مزہ اسکا مُنھ سے اور بو اسکی ناک سے معلوم ہوجاتی ہے ہم وضو کے واسطے پاک اور پاک کرنے والا پانی ضرور ہے اور ناپاک پانی وہ ہے جسکے اوصاف ثلثہ یعنی رنگ یا مزہ یا بو نجاست سے بدل جاے ولو عندہ ما یکفی للغسل مرۃ معہما وثلثا بدونہما غسل مرۃ اور اگر وضو کرنے والے کے پاس اتنا پانی ہو کہ اگر مضمضہ اور استنشاق کرے تو ایکبار اعضا کو دھو سکے اور جو انکو نکرے تو تین بار اعضا کو دھو سکے تو ایکبار اعضا کو دھووے اور مضمضہ اور استنشاق کرے یعنے تین بار دھونے سے مضمضہ اور استنشاق زیادہ تر موکد ہین ہم اسواسطے کہ مع الامکان ترک تکرار مکروہ نہین اور سب ناقلین صحابہ کرام نے آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے وضو مین

المقنعہ اور تہذیب ماثور کو ذکر کیا ہے اور یکبار دھونا وضو میں آپ کے فعل سے ثابت ہے اور فرمایا کہ یہ وہ وضو ہے کہ بدون اسکے حق تعالیٰ نماز کو قبول نہیں فرماتا کذا فی الطحطاوی من المجتبی وما اقتصار مختص بجعفہ ومنصوص بابقیہ ابزار وغیرہ الا اور اگر پانی لیا چلو بھر سو تھوڑے سے پانی سے کلی کی اور باقی سے ناک میں تو اسکو کفایت کرتا ہے اور اسکے برعکس یعنی پہلے ناک میں ڈالا پھر باقی پانی سے کلی کی تو کافی نہیں ہو یعنے اسواسطے کہ پانی اس صورت میں مستعمل ہو گیا اسلیے کہ پانی ناک میں نہیں تھم سکتا اور منہ میں تھم رہتا ہے تو اول کلی کرنے سے باقی پانی مستعمل نہیں ہو جاتا اور ناک سے پانی بہ آتا ہے لہذا باقی مستعمل ہو جاتا ہے کذا فی الطحطاوی وفیہ تحمل تجب فی سنہ ماء آخذ الارقی قہستانی اور منقول کیا اپنی انگلی اپنے منہ یا ناک میں ڈالے یا نہ ڈالے جواب یہ ہے کہ ڈالے کذا فی القہستانی **وتخلیل اللحیۃ بغیر المحرم بعد التثلیث ویجعل ظہر کفہ الی عنقہ** اور سنت ہے ڈاڑھی کو خلال کرنا غیر محرم کو تین بار منہ دھونے کے بعد اور خلال کرنے کے وقت اپنی ہتھیلی کی پشت اپنی گردن کی طرف کرے سنن ابو داؤد میں انس رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو کرتے تھے ایک چلو مبارک میں پانی لیتے تھے اور تحت الحنک داخل کرتے تھے اور اس سے ریش مبارک کو خلال کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اسیطرح میرے رب نے فرمایا ہے مجھکو م تخلیل ریش میں چار قول ہیں پہلا قول یہ ہے کہ واجب ہے یہ قول ہے سعید بن جبیر کا دوسرا قول یہ ہے کہ سنت ہے یہ مذہب ہے ابو یوسف اور شافعی کا اور روایت ہے محمد سے غیر مطلوب میں کہا کہ سنت کا قول بھی صحیح ہے تیسرا قول یہ ہے کہ مستحب ہے اور چوتھا قول یہ ہے کہ جائز ہے ابو حنیفہ اور محمد کے نزدیک اور یہی قول ہے مالک کا جائز کا مطلب یہ ہے کہ اسکا کرنے والا منسوب بہ بدعت نہیں اور مبسوط میں ہے کہ تخلیل ریش ابو حنیفہ رحمہ کے نزدیک مستحب ہے صاحبین کے نزدیک جائز ہے کذا فی العینی شرح الکنز اور کیفیت تخلیل بطور سنت کے یہ ہے کہ ہاتھ کی انگلیاں ڈاڑھی کے بالوں میں نیچے سے ڈالے اوپر کی طرف لاوے اسطرح کہ پشت ہاتھ کی متوجہ بجانب بدن ہو **وتخلیل الاصابع الیدین بالتشبیک والرجلین بخنصر یدہ الیسری بادیا بخنصر رجلہ الیمنی** اور سنت ہے انگلیوں کا خلال کرنا دونوں ہاتھوں کا خلال بطریق تشبیک ہے یعنی ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کرنا جسطرح پنجہ کرتے ہیں اور دونوں پاؤں کا خلال بائیں ہاتھ کی چھنگلی سے ابتدا کرے داہنے پاؤں کی چھنگلی سے اور ختم کرے بائیں پاؤں کی چھنگلی پر م بحر الرائق میں ہے کہ تخلیل پاؤں کی اسفل اصابع سے شروع کرے پشت قدم کی طرف لاوے انتہی عینی نے کہا اس کیفیت کی کچھ اصل نہیں ابو داؤد اور ترمذی نے مستورد سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب وضو کرتے تو اصابع یدین کو ملتے اپنی چھنگلی سے تو حدیث بدایت خنصر کی مقتضی ہے انتہی ترمذی نے ابن عباس رضہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو وضو کرے تو خلال کر انگلیوں دونوں ہاتھوں کو اور دونوں پاؤں کو ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے نہر الفائق میں ہے ابن ماجہ کی روایت میں تخلیل بالخنصر آئی ہے لیکن بائیں چھنگلی یا اسفل سے واللہ اعلم بہ انتہی **وہذا بعد دخول الماء خلالہا فلو منضمۃ فرض** اور یہ یعنی تخلیل اصابع کا سنت ہونا پانی داخل ہونے کے بعد ہے انگلیوں کے اندر تو اگر انگلیاں ملی ہوں تو انکے بیچ کا دھونا فرض ہے م فتح القدیر میں ہے کہ جب وہاں پانی نہ پہونچا تو دھونا وہاں کا فرض ہوگا کیونکہ تخلیل اور چیز ہے اور غسل اور چیز ہے کما لا یخفی کذا فی الطحطاوی عن البحر **وتثلیث الغسل المستوعب ولا عبرۃ للغرفات** اور تین بار پورا دھونا ہر عضو مغسول کا سنت ہے اور چلوؤں کا اعتبار نہیں بدون استیعاب کے م یعنی تین بار تکرار غسل سنت ہے پہلا دھونا فرض ہے اور دوسرا اور تیسرا سنت مؤکدہ ہے قول صحیح پر چنانچہ بحر الرائق میں منقول ہے سراج سے اور ہر بار کے غسل میں استیعاب یعنی پورا دھونا سنت ہے تین چلو کا اعتبار نہیں تو اگر اول بار چلو ڈالے اور کچھ خشک باقی رہا پھر دوسری بار تھوڑا دھویا پھر تیسری بار تمام عضو پورا ہو گیا تو یہ تین بار کا دھونا نہوگا کذا فی الطحطاوی **ولو اکتفی بمرۃ اذا اعتاد اثم** اور اگر ایکبار دھونے پر اکتفا کیا جبکہ اسکی عادت کریگا تو گنہگار ہوگا م گناہ کی وجہ یہ ہے کہ اسنے سنت مشہورہ کے ترک پر عادت کی صاحب بحر نے کہا گنہگار اسوقت ہوگا جبکہ تثلیث غسل کے ہونے کا معتقد نہو **ولو زاد لطمانینۃ القلب او لقصد الوضوء علی الوضوء لا باس بہ** اور اگر تین بار سے زیادہ دھویا دل کی تسکین کے واسطے یا ایک وضو پر دوسرا وضو کرنے کو تو کچھ مضائقہ نہیں زیادت میں م در صورت شک خاطر جمع کیواسطے تین بار سے زیادہ دھونا اور اسیطرح پانی کی قلت سے یا سردی کی شدت سے یا اور حاجت سے تین بار سے کم کرنا مکروہ نہیں کذا فی امالیہ بہ شیخ الاسلام

عینی نے کہا کہ تسکین خاطر کیواسطے زیادہ کرنا شک کے نزدیک یا دوسرے وضو کی نیت کرنا لاباس بہ ہی بدلیل حدیث ابن عمرؓ کہ آنحضرت علیہ السلام فرماتے تھے کہ جسنے وضو کیا وضو پر اُسکے واسطے حق تعالی دس نیکیان لکھیگا روایت کیا اسکو ابو داؤد اور ابن ماجہ اور بیہقی اور ترمذی نے ہرچند بعضون نے اسکو ضعیف کہا ہی لیکن دفع ضعف کا جواب شافی بھی موجود ہی شرح عینی مین **وحدیث فقد تعدی محمول علے الاعتقاد** اور وہ حدیث جسمین فقد تعدی فرمایا ہی وہ اعتقاد پر محمول ہی جو بحر الرائق مین حدیث مذکور یون مذکور ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک بار وضو کیا اور فرمایا کہ یہ وہ وضو ہی کہ اللہ تعالی نماز کو بدون اسکے قبول نہین کرتا اور دو دو بار وضو کیا اور فرمایا کہ یہ وضو ہی اُس شخص کا جسکو دونا ثواب عطا ہوتا ہی اور تین تین بار وضو کیا اور فرمایا کہ یہ میرا وضو ہی اور مجھسے پہلے کے انبیا کا وضو ہی سو جو شخص کہ اسپر زیادہ کرے یا کم کرے فقد تعدی وظلم یعنی اُسنے حد سے تجاوز کیا در صورت زیادت اور ظلم کیا در صورت کمی بدائع مین ہی کہ صحیح تر قول یہی ہی کہ زیادت سے گنہگار نہوگا مگر جبکہ یہ اعتقاد کرے کہ وضو جائز نہین مگر تین بار سے زیادہ کرنے مین مین کہتا ہون کہ زیادت سے گنہگار ہوگا اسراف کی بہت سے اگرچہ فقط تین بار دھونے کے مسنون ہونے کا معتقد ہو کذا فی الطحطاوی مختصراً **ولعل کراہتہم تکرارہ فی مجلس تنزیہیۃ بل فی القہستانی معزیا للجواہر الاسراف فی الماء الجاری جائز لانہ غیر مضیع فتامل** اور شاید کہ فقہا کا مکروہ کہنا تکرار وضو کا ایک مجلس مین مکروہ بکراہت تنزیہی ہی یعنی ترک اولی ہی گناہ نہین بلکہ قہستانی مین جواہر سے منقول ہی کہ اسراف جاری پانی مین جائز ہی اسواسطے کہ یہ شخص پانی کا ضائع کرنے والا نہین ہی سو اسکو تامل کر مین یہ جواب ہی اس سوال مقدر کا کہ اگر تین بار سے زیادت تسکین دل اور وضو پر وضو کرنے مین جائز ہی اور وعید حدیث مذکور کا معتقد کے حق مین ہی تو فقہا نے تکرار وضو کو مجلس واحد مین کیون مکروہ کہا ہی جواب دیا کہ کراہت تنزیہی ہی جسکو لاباس بہ کہتے ہین بلکہ قہستانی نے اسپر بھی ترقی کی کہ آب جاری مین مطلقاً زیادت کو جائز رکھا طحطاوی نے کہا خلاصہ مین ہی کہ تکرار وضو ایک مجلس مین جائز ہی اور سراج مین ہی کہ مکروہ ہی نہر الفائق مین ہی کہ دونون روایتون مین اختلاف نہین اسواسطے کہ خلاصہ کا جواز اعادہ واحدہ پر محمول ہی اور سراج کی کراہت چند بار کرنے پر محمول ہی چنانچہ سراج مین چند بار کا لفظ صریحاً اسپر دلالت کرتا ہی انتہی تو اگر شارح کے کلام کو چند بار تکرار پر محمول کیجے چنانچہ حلبی محشی نے کہا ہی تو بلاشبہا اسراف ہی اور اسراف مکروہ تحریمی ہی نہ تنزیہی اور قہستانی کا کلام آب جاری پر قاصر ہی اور شارح کا کلام سابق عام ہی اور قہستانی نے جو کہا کہ آب جاری مین اسراف جائز ہی سو ضعیف قول ہی بلکہ وہ مکروہ ہی مطلقاً بلاحاجت اور شارح نے بلفظ تامل اسکی توہین اور تضعیف کیطرف اشارہ کردیا انتہی ما فی الطحطاوی ملخصاً پس قہستانی کا کلام اعتماد کے قابل نہین کہ صریح حدیث کے مخالف ہی اسواسطے کہ احمد اور ابن ماجہ مین مروی ہی کہ آنحضرت صلعم سعد بن ابی وقاص پر گذرے اور وہ وضو کرتے تھے تو فرمایا کہ پانی مین اسراف مت کر سعد نے کہا کیا پانی مین بھی اسراف ہی فرمایا نعم وان کنت علی نہر جار یعنی ہان پانی مین بھی اسراف ہی اگرچہ تو جاری نہر پر ہو کذا فی شرح سفر السعادت للدہلوی **ومسح کل راسہ مرۃ مستوعبۃ** اور سنت ہی اپنے تمام سر کا مسح کرنا ایکبار اسطرح کہ بالکل سر پر دونون ہاتھ پھر جاوین اندک بھی باقی نہ رہے ہم صحیحین مین عبد اللہ بن زید سے روایت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر مبارک کو مسح کیا دونون ہاتھون سے سو دونون ہاتھ آگے سے پیچھے لیگئے اور پیچھے سے آگے کو لائے ایکبار اور محمد بن حسن کی موطا مین عبد اللہ بن زید بن عاصم سے آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے وضو کی حکایت مین مروی ہی کہ مسح کیا مقدم سر تا اینکہ دونون ہاتھون کو قفا (گُدی) تک لیگئے پھر دونون ہاتھون کو پھیر لائے اُس مکان تک جہان سے مسح کرنا شروع کیا تھا اور جو کیفیت مسح کی اس حدیث مین مذکور ہی یہی مشہور ہی اور اسکے سوا جو شارحین ہدایہ نے کیفیات مسح کی بیان کی ہین وہ کسی حدیث سے ثابت نہین کذا فی العینی طحطاوی نے کہا کہ ظاہر تر کیفیت مسح کی یہ ہی کہ دونون ہتھیلیان اور انگلیان مقدم سر پر رکھے اور انکو قفا تک کھینچ لیجائے اسطرح کہ تمام سر پہ استیعاب ہوجائے پھر دو انگلیون سے دونون کانون کا مسح کرے اور اسطرح سے پانی مستعمل نہین ہوجاتا کذا فی البحر عن الزیلعی اور یہ جو بعضون نے کہا کہ دونون کف کو اور سبابہ اور ابہام کو علحدہ رکھے اسکی تضعیف کی ہی بحر الرائق مین **فلو ترکہ دام علیہ اثم** اور اگر تمام سر کا مسح ترک کیا اور ترک استیعاب پر ہمیشگی کی تو گنہگار ہوگیا یعنی اسواسطے کہ سنت موکدہ بمنزلہ واجب کے ہی **واذنیہ معا ولو بمائہ** اور سنت ہی دونون کانون کا ساتھ مسح کرنا یعنی یہان تقدیم نہین مستحب نہین اگرچہ کانون کا مسح سر کے مسح کے پانی سے ہو شارح نے اس کلام سے خلاف شافعی کیطرف اشارہ کیا

یعنی امام شافعی کے نزدیک کانون کے مسح کے واسطے نیا پانی لینا شرط ہے ہماری دلیل یہ حدیث ہے کہ الاذنان من الراس یعنی دونون کان سر مین داخل ہین تو ان کا مسح بھی
سر کے مسح کے ساتھ ہوگا یہ حدیث [illegible] سے نقل کیا اگرچہ اکثر طرق اس حدیث کے ضعیف ہین لیکن ابن عباس کی حدیث جو
[illegible] ابن قطان نے اسکو صحیح [illegible] اور بزار نے اسکو [illegible] ہے لیکن [illegible] ہان اگر مسح سر کے بعد [illegible] تو نیا پانی لیکر
مسح کرے [illegible] والترتیب المذکور فی النص اور سنت ہے وہ ترتیب جو نص قرآن مین مذکور ہے یعنی اول چہرہ دھونا پھر دونون ہاتھ [illegible]
پھر پاؤن دھونا [illegible] وعند الشافعی رضی اللہ عنہ فرض وھو مطالب بالدلیل اور امام شافعی رضی اللہ عنہ کے نزدیک ترتیب فرض ہے اور ان سے دلیل [illegible]
[illegible] بحرالرائق مین بعد دلائل اور بحث کے کہا [illegible] عدم افتراض [illegible] دلیل کی حاجت نہین کیونکہ [illegible] عدم افتراض اصل [illegible]
ہے والولاء بکسر الواو وغسل المتاخر او مسحہ قبل جفاف الاول بلا عذر حتی لو فنی ماؤہ فمضی لطلبہ لا باس بہ اور سنت ہے ولا بکسر واو یعنی پدر پے دھونا [illegible] عبارت ہے عضو
پیچھے دھونے یا مسح کرنے سے عضو اول کے خشک ہو جانے سے پہلے بدون عذر کے یعنی اگر عذر سے خشک ہو جیسا کہ ہوا گرم اور تیز ہے تو کچھ مضائقہ نہین یا مثلاً
کہ اگر درمیان وضو کے پانی چک گیا سو وہ اسکے لینے کو گیا اور عضو خشک ہو گیا تو پدر پے کی سنت فوت نہوگی اس عذر سے ہم موالاۃ مین [illegible] اعتدال ہوا اور
اعتدال بدن اور عدم عذر کی قید لگائی ہے کذا فی الطحطاوی تو اگر ہوا کی گرمی یا سردی یا بدن کی گرمی اور سردی سے خشکی طاری ہو گی اثناء وضو مین تو یہ [illegible] نہین
پدر پے کی سنت ادا ہونے کو وشملہ الغسل والتیمم اور وضو کے مانند غسل اور تیمم ہے کہ انکے افعال بھی پدر پے مسنون ہین اور اگر کسی عذر سے تابع فوت ہو جائے
تو کچھ ڈر نہین طحطاوی نے کہا تیمم مین بحث ہے کیونکہ انہین خشکی کو مانع موالاۃ قرار دینا متصور نہین وعند مالک فرض اور امام مالک کے نزدیک موالاۃ یعنی پے در
پدر پے کرنا فرض ہے ومن السنن الدلک وترک الاسراف وترک لطم الوجہ بالماء وغسل فرجہا الخارج اور منجملہ سنتون کے عضو مغسول کا ملنا اور پانی کا اسراف
چھوڑنا یعنی زیادہ خرچ نکرنا اور منہہ پر پانی سخت نہ مارنا اور عورت کو باہر کی شرمگاہ کا دھونا مسنون ہے [illegible] حلبی نے کہا کہ عورت کی شرمگاہ دہن کے مانند ہے تو جیسے
دہان یعنی منہہ کا دھونا وضو مین مسنون ہے اور غسل مین واجب ہے اسی طرح شرمگاہ کا دھونا ہے اور ظاہر [illegible] شرمگاہ کا دھونا فقط حالت استنجا مین مسنون ہے نہ وضو
کرنے کے وقت لیکن ظاہر بیان شارح اسکے مخالف ہے کذا فی الطحطاوی تتمہ مصنف نے تیرہ سنتین مذکور کین اور شارح نے چار زیادہ کین کتب فقہ مین کم و بیش مذکور
کرتے ہین بعضے استحباب کو سنن مین اور بعضے سنن کو مستحبات مین شمار کرتے ہین تحفہ مین اکیس سنتین وضو کی مذکور ہین اسطرح کہ استنجا کرنا ڈھیلون سے اور نیت
اور تسمیہ اور غسل یدین الی الرسغین اور استنجا کرنا پانی سے اور وہ زمانہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مین آداب سے تھا اور آپ کے زمانہ کے بعد سنت ہو گیا باجماع صحابہ تراویح
کے مانند اور مضمضہ اور استنشاق اور دونون مین ترتیب اور ہر ایک کے واسطے جدا پانی لینا اور مضمضہ اور استنشاق مین مبالغہ کرنا مگر صوم کی حالت مین اور مسواک کرنا
مضمضہ کے وقت اور ترتیب اور موالات اور تثلیث غسل اعضاء مغسولہ اور داہنے سے غسل شروع کرنا اور انگلیون کے سرے سے غسل شروع کرنا ہاتھ پاؤن مین اور
تخلیل اصابع اور استیعاب تمام سر کا اور شروع کرنا مقدم سر سے اور ایکبار مسح کرنا اور تثلیث مسح کو ترک کرنا اور کانون کے ظاہر و باطن کو مسح کرنا سر کے پانی سے نہ آب
جدید سے اور تخلیل ریش ابو یوسف رحمہ کے نزدیک اور مسح گردن مین اختلاف ہے بعضون کے نزدیک سنت ہے اور بعضون کے نزدیک ادب کذا فی البحر ومستحبہ ویسمی مندوبا
وادبا وفضیلۃ وھو ما فعلہ علیہ الصلوۃ والسلام مرۃ وترکہ اخری وما احبہ السلف اور وضو کے مستحب تمام مین اور مسح رقبہ مین اور مستحب کو مندوب اور ادب اور فضیلت بھی
کہتے ہین اور مستحب وہ عمل ہے جسکو رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے کبھی کیا کبھی نہ کیا اور وہ عمل جسکو سلف صالحین نے دوست رکھا اور پسند کیا [illegible] اصولیون کے نزدیک
مستحب اور مندوب ایک چیز ہین اور فقہا کے نزدیک مستحب وہ ہے جسکو رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے گاہے کیا گاہے ترک کیا اور مندوب وہ ہے جسکو ایک دوبار کیا
جواز کی تعلیم کیواسطے ایسا ہے شرح نقایہ مین لیکن اس تعریف مین قصور ہے اسواسطے کہ جس فعل مین شارع نے ترغیب دی اور خود نکیا وہ اس سے خارج ہوا جاتا ہے اور محدثین
مندوب کی وہ تعریف کی ہے جو بیان مستحب کی تعریف ہے کذا فی البحر نہر الفائق مین کہا صاحب کنز اکثر مندوب کہتا ہے اور اس سے مستحب کا ارادہ کرتا ہے اور یہی قول ہے

اصولیون کا اسی وجہ سے تحریر مین کہا ہو کہ جسپر مواظبت نہین ہو وہ مندوب اور مستحب ہو اگرچہ اُسکو نہ کیا ہو ترغیب کے بعد انتہی التیامن فی الیدین والرجلین مستحب ہی
داہنی طرف سے شروع کرنا ہاتھ پانون کے دھونے مین ہم صحاح ستہ مین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیامن کو یعنی داہنی طرف سے
شروع کرنے کو دوست رکھتے تھے ہر چیز مین یہانتک کہ طہارت کرنے مین اور جوتے پہننے مین اور بالون کی کنگھی کرنے مین اور سب کامون مین اور بخاری اور مسلم مین ابوہریرہ سے
روایت ہو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم مین سے کوئی شخص جوتی پہنے تو چاہیے کہ داہنے پانون سے شروع کرے اور جب اُتارے تو بائین پانون سے
شروع کرے تا کہ داہنا پانون جوتے پہننے مین اول ہو اور اُتارنے مین آخر ہو اور انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ جب تو مسجد مین داخل ہو تو داہنے پانون سے ابتدا کر اور جب تو نکلے
تو بائین پانون سے ابتدا کر حاکم نے کہا کہ یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہو والہذا باتفاق علما داہنے کی تقدیم مستحب ہو ہر ایک اُس امر مین جو از قسم تکریم کی ہو چنانچہ وضو مین اور
غسل مین اور کپڑا اور جوتی اور موزہ اور پاجامہ کے پہننے مین اور مسجد کے داخل ہونے مین اور مسواک کرنے اور سرمہ لگانے اور ناخن تراشنے اور موچھ کترنے اور بغل کے بال
اُکھاڑنے اور سر کے مونڈنے مین اور نماز کے بعد سلام پھیرنے مین اور بیت الخلا سے نکلنے مین اور کھانے اور پینے اور مصافحہ کرنے مین اور حجر اسود کے بوسہ لینے مین اور چیز کے
دینے اور لینے مین اور سوائے انکے جو اس قسم کے افعال ہین اور بائین کی تقدیم ہو امور مذکورہ کے مخالف کامون مین چنانچہ ناک صاف کرنا اور استنجا اور بیت الخلا مین جانا
اور مسجد سے نکلنا اور جوتی اور موزہ اور پاجامہ اور کپڑا اُتارنا اور مانند انکے اور افعال کذا فی العینی شرح الہدایۃ ولو مسحًا داہنے کی تقدیم اگرچہ مسح کرنے مین ہو یعنی بصورت
موزہ پوشی یا جراحت کے مسح کرنے مین تیامن مستحب ہو لا الاذنین والخدین فیلغز ای عضوین لا یستحب التیامن فیہما تیامن مستحب نہین دونون کانون کے مسح مین اور
دونون رخسارون کے دھونے مین تو اسی وجہ سے پہیلی کیطرح پوچھتے ہین کہ وہ دو عضو کون ہین جنمین داہنے عضو کی تقدیم مستحب نہین ہم عنقریب شارح مذکور کرگیا ہو
کہ دونون کانون کا مسح ساتھ ہی سنت ہو اور اگر ایک ہی ہاتھ ہو یا ایک ہاتھ مین زخم ہو کہ ساتھ ہی دونون کانون کا مسح نہین کرسکتا تو اب البتہ داہنے کان کو تقدیم ہو
کذا فی العالمگیریۃ ومسح الرقبۃ بظہر یدیہ اور مستحب ہو گردن کا مسح کرنا اپنے دونون ہاتھون کی پیٹھ سے یعنی اسواسطے کہ پشت دست کا پانی مستعمل نہین لا الحلقوم
لانہ بدعۃ حلقوم یعنی گلے کا مسح کرنا مستحب نہین کیونکہ وہ بدعت ہو ہم بدعت جب مطلق مذکور ہو تو بدعت سیئہ مراد ہوتی ہو نہ بدعت حسنہ کذا فی الطحطاوی ومن
ادابہ عبر بمن لان لہ آدابا آخر وصلہا فی الفتح الی نیف وعشرین واوصلہا فی الخزائن الی نیف وستین استقبال القبلۃ اور وضو کے آداب یعنی مستحبات سے وضو کے
وقت قبلہ رو بیٹھنا ہو شارح نے کہا مصنف من کا لفظ جو بعض پر دلالت کرتا ہو لایا اسواسطے کہ آداب وضو سوائے متن کے اور بھی ہین فتح القدیر مین آداب وضو کو بیس اور
کئی تک پہونچایا ہو اور مین نے خزائن الاسرار مین (جو پہلے شرح لکھی تھی اس متن کی) ساٹھ اور کئی آداب تک نوبت پہونچائی ہم ماتن نے پندرہ مستحبات ذکر کیے اور شارح نے آٹھ
زیادہ کیے اور طحطاوی محشی نے سوائے انکے چودہ بڑھائے تو سب یہ ہم مستحب ہوئے مستحبات مذکورہ طحطاوی یہ ہین حالت استنجا مین اُس انگوٹھی کا اُتار رکھنا جسپر اللہ تعالی
یا اُسکے رسول کریم کا نام پاک ہو اور مٹی کے برتن سے وضو کرنا اور دوسرا نشستگاہ آفتابہ کو تین بار دھونا اور تیسرا آفتابہ وضو کو بائین طرف رکھنا اور اگر بڑا برتن طشت وغیرہ کے
مانند ہو اُسکو داہنی طرف رکھنا اور غسل کرنے مین آفتابہ کی دستگی پر ہاتھ رکھنا نہ اُسکے سر پر اور وضو کے جمیع افعال مین نیت کو ساتھ رکھنا اور وضو مین جلدی اور شتابی
نکرنا ایسا مذکور ہو فتاوی عالمگیری مین اور وضو کا برتن حاجت سے پہلے بھر رکھنا اور استنشاق کے وقت بائین ہاتھ سے ناک جھاڑنا اور بھون اور موچھ کے نیچے
پانی پہونچانا اور چہرہ دھونے کی ابتدا اوپر سے کرنا اور سر کا مسح مقدم سے شروع کرنا اور ہاتھ پانون کا دھونا انگلیون کے سرون سے شروع کرنا ایسا مذکور ہو معراج
الدرایۃ مین کذا فی الطحطاوی ودلک اعضائہ فی المرۃ الاولی اور مستحب ہو اپنے اعضا کو ملنا اول بار کے دھونے مین ہم مصنف نے دلک اعضا کو مستحبات مین شمار کیا
اور خلاصہ مین کہا ہو کہ دلک اعضا ہمارے مذہب مین سنت ہو خصوصًا موسم سرما مین چنانچہ صاحب فتح القدیر نے کہا ہو لہذا شارح نے دلک اعضا کو سنتون مین شمار کیا کذا
فی الطحطاوی وادخال خنصرہ المبلولۃ صماخ اذنیہ عند مسحہا اور مستحب ہو اپنی بھیگی چھنگلی کا داخل کرنا دونون کانون کے سوراخ مین اُنکے مسح کرنے کے وقت وتقدیمہ
علی الوقت لغیر المعذور اور نماز کے وقت سے پہلے وضو کرنا غیر معذور کو یعنی وہ معذور جسکا پیشاب اور ریح ہر وقت جاری ہو اُسکے حق مین تقدیم وضو کی مستحب نہین

اور یہ جو کہا کہ مسائل ثلثة المستثناة من قوله فرض افضل من النفل ان الوضوء قبل الوقت مندوب وهو افضل من الفرض اور یہ تینوں وضو کا مسئلہ ایک ان
تینون مسئلون سے جو مستثنیٰ ہین اس قاعدہ سے کہ فرض افضل ہے نفل سے اسواسطے کہ وضو وقت سے پہلے مستحب ہے اور وقت آنیکے بعد فرض ہے اور قاعدہ
مذکورہ سے تینوں مسئلے خارج ہین اسواسطے کہ یہین نفل یعنے مستحب افضل ہے فرض سے الثانیة ابراء المعسر مندوب افضل من انظاره الواجب دوسرا مسئلہ یہ
کہ مفلس کو دین چھوڑ دینا مستحب ہے وہ افضل ہے مفلس کی مہلت دینے سے کہ وہ واجب ہے یعنی مفلس مدیون کو مہلت دینا واجب ہے بموجب اس آیت کے (و
ان کان ذو عسرة فنظرة الی میسرة) یعنی اگر مدیون تنگدست ہو تو اسکو مہلت دینا چاہئے کشادگی تک تو دیکھو یہان چھوڑنا جو مستحب تھا افضل ٹھہرا مہلت دینے
سے جو واجب ہے الثالثة الابتداء بالسلام سنة افضل من رده وهو فرض تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ سلام کرنا سنت ہے سو افضل ہے سلام کے جواب دینے سے اور
حالانکہ جواب دینا فرض کفایہ ہے وقد نظم من قال سه الفرض افضل من تطوع عابد حتی ولو قد جاء منه باکثر الا التطهر قبل وقت وابتداء للسلام کذاک
ابراء معسر اور مسائل ثلثة کو نظم میں بیان کیا ہے جس شاعر نے یون کہا ہے کہ فرض افضل ہے عابد کے نفل سے اگرچہ نفل کو اسنے زیادہ تر کیا ہو فرض سے مگر طہارت
کرنا وقت سے پہلے اور ابتداء سلام اسی طرح مفلس کا دین چھوڑ دینا افضل ہے وقت آنے کے پہلے طہارت اور جواب دینے اور مہلت دینے سے وتحریک خاتمه الواسع
اور مستحب ہے کشادہ انگوٹھی کا گھمانا اور پھیرنا وضو کے وقت ومثله القرط اور یہی حال کان کی بالی کا یعنی غسل کے وقت اسکا بھی پھیرنا مستحب ہے تاکہ پانی سوراخ کے
اندر پہونچ جاوے وکذا الضیق ان علم وصول الماء والا فرض اور اسی طرح تنگ انگوٹھی کی تحریک مستحب ہے اگر اسکے نیچے پانی کا پہونچنا معلوم ہو گیا ہو اور اگر پانی کا پہنچنا
معلوم نہو تو اب تحریک اسکی فرض ہے نہ مستحب وعدم الاستعانة بغیره الا لعذر اور غیر سے مدد نچاہنا وضو میں مستحب ہے مگر معذور کو استعانت مخالف استحباب نہین ہے
عذر یہ کہ برتن بھاری ہے اٹھہ نہین سکتا یا کہ وضو کرنے والا بیمار اور ضعیف ہے کذا فی الطحطاوی واما استعانته علیه الصلوة والسلام بالمغیرة فلتعلیم الجواز اور رسول
کریم علیه الصلوة والسلام کا مدد چاہنا وضو مین مغیرہ بن شعبہ صحابی سے جواز استعانت کی تعلیم تھی م یہ جواب ہے اس سوال مقدر کا کہ اگر استعانت غیر سے خلاف
استحباب ہوتی تو حضرت سے واقع نہوتی جواب دیا کہ یہ امر تعلیم جواز کے واسطے تھا اور شارع کو تعلیم افضل ہے مستحب سے کذا فی الطحطاوی مغیرہ بن شعبہ کی حدیث مین ہے
کہ مین حضرت کے ساتھ سفر مین تھا اور آپ شامی جبہ تنگ آستین کا پہنے تھے تنگی آستین سے ہاتھ نہ نکل سکا آپ نے اسفل آستین سے ہاتھ نکالا اسو مین نے پانی
ڈالا آپ نے وضو کیا اور موزون پر مسح کیا مسلم اور بخاری نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے امام غزالی نے کہا کہ تنگی آستین کی وجہ سے استعانت تھی اور بعضون
نے کہا سفر کی جہت سے کذا فی العینی وعدم التکلم بکلام الناس الا لحاجة تفوته اور مستحب ہے وضو مین نہ بولنا آدمیون کی سی بات کا مگر اس حاجت کیواسطے بولنا
خلاف استحباب نہین جو بدون بولے فوت ہوتی ہو والجلوس فی مکان مرتفع تحرزا عن الماء المستعمل اور مستحب ہے وضو کرنے کو اونچے مکان پر بیٹھنا مستعمل پانی سے
بچنے کو اگرچہ صحیح قول مین مستعمل پانی طاہر ہے لیکن اختلاف سے بچنے مین احتیاط ہے وعبارة الکمال وحفظ ثیابه عن التقاطر وهی اشمل اور شیخ کمال الدین صاحب
فتح القدیر کی عبارت یون ہے کہ بچانا کپڑون کا تقاطر سے مستحب ہے اور یہ عبارت بنسبت ماتن زیادہ تر صورتون کو شامل ہے اسواسطے کہ کبھی وضو کرنے والا اونچے
مکان پر ہوتا ہے اور چھینٹون سے نہین بچتا کذا فی الطحطاوی والجمع بین نیة القلب وفعل اللسان اور مستحب ہے جمع کرنا دل کی نیت مین اور زبان کے لفظ
مین یعنی دل کی نیت کے ساتھ زبان سے بھی کہے کہ وضو کرتا ہون رفع حدث یا استباحت صلوة یا امتثال امر کیواسطے هذه رتبة وسطی بین من سن التلفظ بالنیة ومن
کرهه لعدم نقله عن السلف اور یہ یعنی زبانی قول کو مستحب کہنا میانہ روی ہے دو قول مین ایک قول اس شخص کا جو سنت کہتا ہے زبانی نیت کرنے کو چنانچہ امام شافعی
اور دوسرا قول اسکا جو زبانی نیت کو مکروہ کہتا ہے کیونکہ نیت کو زبان سے کہنا سلف سے یعنی صحابہ اور تابعین سے منقول نہین م یعنی استحباب رتبہ ہے سنت
کہنے اور مکروہ کہنے کے درمیان تو جمع کرنا نیت دلی اور تلفظ زبانی کا متوسط رتبہ ٹھہرا وخیر الامور اوسطها والتسمیة کما مر عند غسل کل عضو وکذا الممسوح اور
بسم اللہ کہنا چنانچہ مذکور ہو چکا ہر عضو کے دھونے کے وقت مستحب ہے اور اسی طرح مسح کرنے کے وقت م ابتداء وضو مین بسم اللہ کہنا سنت ہے اور ہر عضو کے

اللہم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطہرین تک اور آنحضرت ﷺ سے ... ابو سعید خدری سے یون روایت ہے کہ جو وضو کرے پھر کہے
سبحانک اللہم وبحمدک اشہد ان لا الہ الا انت استغفرک واتوب الیک تو لکھا جاویگا ورق میں پھر مہر کیجاویگی اور نہ توڑی جاویگی قیامت کے دن تک یہ روایت صحیح
اور وقف میں اختلاف ہے لیکن نسائی اور طبرانی نے اسکے موقوف ہونے کی تصحیح کی ہے اور نووی نے کتاب اذکار اور شرح مہذب میں مرفوع اور موقوف ہونے کی تضعیف
کی سو غلط ہے اسلیئے کہ موقوف کے صحیح ہونے میں شک نہیں کذا فی اللمعات شیخ عبد الحق دہلوی نے شرح سفر السعادة میں نسائی اور ابن السنی سے ابو موسی اشعری کی روایت
لکھی ہے کہ میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کیواسطے وضو کا پانی لایا آپ نے وضو کیا پھر مینے سنا کہ آپ فرماتے تھے اللہم اغفر لی ذنبی ووسع لی فی داری وبارک لی فی رزقی وان
یشرب بعدہ من فضل وضوئہ کماء زمزم مستقبل القبلة قائما او قاعدا اور مستحب ہے وضو کے بعد بچے وضو کا بچا پانی پینا زمزم کے پانی کی اقتدا پر کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر
وفیما عداہما یکرہ قائما تنزیہا اور وضو اور زمزم کے پانی کے سوا اور پانی کھڑے ہو کر پینا مکروہ تنزیہی ہے یعنی اسواسطے کہ یہ طب کی راہ سے مضرت ہے نہ دین کی راہ سے کذا
فی الطحطاوی وعن ابن عمر کنا ناکل علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ونحن نمشی ونشرب ونحن قیام اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کے وقت میں کھاتے تھے چلنے کی حالت میں اور پیتے تھے کھڑے ہوئے ہم شافعی نے اس روایت سے ثابت کیا کہ کھانا چلتے ہوئے اور پینا کھڑے ہوئے جائز ہے ورخص
للمسافر شربہ ماشیا اور اجازت ہے مسافر کو پانی پینے کی چلتے ہوئے ومن الآداب تعاہد موقیہ وکعبیہ وعرقوبیہ واخمصیہ اور مستحبات سے ہے خبرگیری اپنی دونوں آنکھوں کے
کویون کی اور دونوں ٹخنوں کی اور دونوں ایڑیوں کی اور دونوں تلوؤں کی خبرگیری یعنی وضو کے اندر ان مقاموں میں پانی پہونچانا اور نہ غافل رہنا مستحب ہے
اسواسطے کہ اونچے نیچے ہونے کے سبب سے ان مقامات میں کبھی تھوڑی سی خشکی باقی رہجاتی ہے اور اسی لیئے حدیث صحیح بخاری و مسلم میں وارد ہے کہ ویل للاعقاب من النار یعنی خرابی
ایڑیوں کے واسطے دوزخ کی آگ سے یعنی جن ایڑیوں میں خشکی رہگئی وضو کرنے میں غفلت سے واطالة غرتہ وتحجیلہ اور مستحب ہے دراز کرنا چہرہ اور ہاتھ پانوں کے دھونے کا
یعنی اعضاء مغسول کے حدود معینہ سے زیادہ دھونا مستحب ہے صحیحین اور نسائی میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوة والسلام نے فرمایا کہ میری امت بلائی جاویگی
آوینگے وضو کے آثار سے سو جس سے ہوسکے اپنا غرہ بڑھایا کرے اور دوسری روایت میں ہے کہ ابو ہریرہ نے وضو کیا سو اپنا چہرہ دھویا اور دونوں ہاتھوں کو دھویا
یہانتک کہ قریب تھا کہ دونوں مونڈھوں تک پہونچا پھر دونوں پانوں دھوئے پنڈلیوں تک پھر حدیث مذکور پڑھی غرہ کہتے ہین گھوڑے کے چہرہ کی سفیدی کو تحجیل کہتے ہین
اسکے ہاتھ پانوں کی سفیدی کو اور یہ زینت ہے گھوڑے کے حق میں تو حدیث میں غرہ اور تحجیل استعارہ ہے انسان کے واسطے وضو کے آثار ہین کذا فی التیسیر یعنی منہ
اور ہاتھ پانوں روشن ہونگے وضو کے آثار سے تو حدود معینہ سے زیادہ کرنا مستحب ٹھہرا طحطاوی نے علی زادہ کی شرح شرعہ سے نقل کیا کہ دونوں ہاتھوں کا دھونا نصف
بازو تک اور پانوں کا دھونا نصف ساق تک مستحب ہے وغسل رجلیہ بیسارہ اور مستحب ہے دونوں پانوں کا دھونا بائیں ہاتھ سے وبلہما عند ابتداء الوضوء فی الشتاء
اور مستحب ہے دونوں پانوں کا پانی سے چھڑکنا ابتداء وضو میں جاڑے کے موسم میں ہم فتاوی عالمگیری میں بدائع سے تعمیم اعضاء مذکور ہے اسطرح کہ خلف بن ایوب نے
کہا کہ لائق یون ہے کہ سرما میں اعضا کو پانی سے چپڑے تیل ملنے کی طرح پھر اوپر پانی روان کرے اسواسطے کہ سرما میں پانی عضو پر خوب نہیں پھیلتا ہے کذا فی الطحطاوی
والتمسح بمندیل اور مستحب ہے اعضا کو پونچھنا رومال سے ہم یعنی موضع استنجا کو کپڑے سے پونچھنا مستحب ہے ایسا ہے فتح القدیر میں اور عالمگیری میں ہے کہ باقی اعضاء وضو کو
نہ پونچھے اس کپڑے سے جس سے موضع استنجا کو پونچھا تو اور کپڑے سے پونچھنا درست ہے اور معراج میں ہے کہ لائق یہ ہے کہ مبالغہ نہ پونچھے کذا فی الطحطاوی عینی نے کہا
کہ بعد وضو کے رومال وغیرہ سے پونچھنے میں علما کا اختلاف ہے سو ہمارا مذہب یہ ہے کہ لا باس یعنی کچھ مضائقہ نہیں اور ترک افضل ہے اور امام شافعی کے نزدیک
صحیح قول یہ ہے کہ مکروہ نہیں لیکن اسکا ترک مستحب ہے اور بعضوں نے کہا کہ موسم گرما میں مکروہ ہے اور سرما میں سردی کے عذر سے مکروہ نہیں اور ابن شاہین نے جو
ناسخ اور منسوخ میں عدم مسح کی حدیث روایت کی ہے اور ترمذی نے جو حدیث آنحضرت علیہ الصلوة والسلام کے پونچھنے کی روایت کی ہے سو دونوں حدیثین
ضعیف ہین انتہی ما فی العینی مختصرا وعدم نفض یدہ اور مستحب ہے ہاتھ کا نہ جھاڑنا اسواسطے کہ جھاڑنا طہارت کی کراہت اور بیزاری پر دلالت کرتا ہے کذا فی الطحطاوی

وقراءة سورة القدر اور مستحب ہی سورہ انا انزلنا کا پڑھنا وضو کے بعد شارح نے اسپر بہت ثواب ذکر کیا ہی کذا فی الطحطاوی وصلوٰة رکعتین فی غیر وقت کراہۃ
اور مستحب ہی بعد وضو کے دو رکعت کا پڑھنا سواے وقت کراہت کے ہم اس نماز کو تحیۃ الوضو کہتے ہیں صحیح مسلم وغیرہ مین عقبہ بن عامر سے مروی ہی کہ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہین کوئی ایسا مسلمان جو وضو کرے اچھی طرح سے پھر کھڑا ہو اور دو رکعت نماز پڑھے دونون رکعتون پر متوجہ ہو کر اپنے دل اور
چہرہ سے مگر اسکے واسطے جنت واجب ہوگئی کذا فی تیسیر الوصول الی جامع الاصول یعنے حضور ظاہری اور باطنی پر جنت کا وعدہ ہی و مکروہہ لطم الوجہ او
غیرہ بالماء تنزیہا اور مکروہ تنزیہی ہی چہرہ وغیرہ پر پانی کو زور سے مارنا والتقتیر والاسراف اور حاجت سے کم وبیش کرنا کمی کی صورت یہ ہی کہ غسل ایسا
مین تیل کے مانند پانی چپڑے بلکہ اچھی طرح اعضا پر تین بار پانی کو روان کرے ومنہ الزیادة علی الثلث اور منجملہ اسراف کے ہی تین بار سے زیادہ دھونا لیکن
تسکین دل یا وضو پر دوسرے وضو کے قصد سے زیادت درست ہی چنانچہ مذکور ہو چکا ہم بخاری اور مسلم اور ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی مین حدیث صحیح ثابت ہی
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مد سے وضو کرتے اور ایک صاع سے غسل فرماتے تھے اور بعضے روایات مین کم وبیش بھی آیا ہی اور صاع چار مد کا ہوتا ہی
اور مد دو رطل کا اور رطل بیس استار کا ہر استار ساڑھے چار مثقال کا اور مد اور من شرعی ایک ہی چیز ہی آنحضرت علیہ الصلوٰة والسلام خود پانی وضو کا کم خرچ
کرتے اور بہت پانی بہانے سے منع فرماتے اور فرماتے کہ میری امت مین وہ لوگ پیدا ہونگے جو وضو مین تعدی اور تجاوز حد سے کرین اور فرماتے تھے کہ وضو کا ایک
شیطان ہی نام اسکا ولہان ہی تو پانی کے وسواس سے پرہیز کرو کذا فی سفر السعادة وشرحہ آپ چونکہ ہر مثقال ساڑھے چار ماشہ کا ہوتا ہی تو مد اور من شرعی لکھنو کے
سیر کے حساب سے تخمیناً تین پاؤ پختہ کا ہوا اسواسطے کہ لکھنو کا پختہ سیر ٩٦ روپیہ کا ہی اور ہر روپیہ گیارہ ماشہ کا اور صاع جس سے غسل سنت ہی تین سیر قدرے زائد کا
عادت ہوگئی ہی پانی کے اسراف کی لہذا اکثر لوگ اسقدر پانی مین متحیر ہوتے ہین اگر تنگ ٹونٹی کے لوٹے سے باحتیاط وضو کرین اسطرح سے کہ بدن پر پانی گرے
زمین پر بیفائدہ نگرے تو تین پاؤ پانی سے بخوبی وضو ہوسکتا ہی اسکا ضرور اہتمام کرنا چاہیے تاکہ سنت پر عمل کرنے کا ثواب حاصل ہو اور اسراف مکروہ سے اجتناب فیہ
تحریما لو بماء النہر والمملوک لہ پانی مین اسراف مکروہ تحریمی ہی اگر نہر کے پانی سے یا اپنے مملوک پانی سے وضو ہو ہم مکروہ تحریمی شیخین کے نزدیک حرام نہین حرام
سے قریب ہی اور محمد رح کے نزدیک مکروہ تحریمی حرام ہی بعینہ اما الموقوف علی من یطہر ومنہ ماء المدارس فحرام اور وہ پانی جو طہارت کرنے والون پر وقف کیا گیا اور
وقف کی قسم سے ہی مدرسون کا پانی سو اسمین تو اسراف کرنا حرام ہی بالاتفاق وتثلیث المسح بماء جدید اور تین بار مسح کرنا نئے پانی سے مکروہ ہی اما بماء واحد
فمندوب او مسنون اور ایک ہی پانی سے تین بار مسح کرنا تو مستحب ہی یا مسنون چنانچہ منح الغفار مین زیلعی سے منقول ہی ہم ہدایہ مین اسکو مشروع کہا ہی اور عینی نے
کہا کہ مسنون ہونے کی بھی امام سے روایت ہی اور صحیح قول امام سے ترک تثلیث کا ہی انتہی ومن منہیاتہ التوضی بفضل ماء المرأة اور وضو کی ممنوعات سے
عورت کے وضو یا غسل سے باقی رہے پانی سے وضو کرنا ہم اسواسطے کہ شاید اس سے مرد کو کچھ تلذذ حاصل ہو یا یہ وجہ ہی کہ اکثر عورتون کو نجاست سے محافظت کم
ہوتی ہی اور یہ کراہت تنزیہی پر دلالت کرتا ہی کذا فی الطحطاوی او فی موضع نجس لان لماء الوضوء حرمۃ یا مکروہ ہی وضو کرنا ناپاک مکان مین اسلیے کہ وضو کے پانی کی
کچھ حرمت ہی ہم طحطاوی نے کہا اور یہ بھی وجہ ہی کہ وہان نجاست کی چھینٹون کے پڑنے کا خوف ہی او فی المسجد الا فی اناء یا مکروہ ہی وضو کرنا مسجد کے اندر مگر کسی
برتن کے اندر وضو جائز ہی او فی موضع اعد لذلک یا وضو جائز ہی مسجد کے اس مکان مین جو وضو کرنے کو بنایا گیا چنانچہ اس ملک مین مسجد کے لب فرش وضو
کے واسطے بناتے ہین والقاء النخامۃ والامتخاط فی الماء اور مکروہ ہی تھوکنا اور سنکنا پانی مین یعنی اگرچہ آب جاری ہو طحطاوی نے کہا یہ کراہت تنزیہی ہی اسواسطے
کہ اسکے ترک کرنے کو مستحبات مین شمار کیا ہی وینقضہ خروج کل خارج نجس بالفتح ویکسر منہ ای من المتوضی الحی اور وضو کو توڑتا ہی نکلنا ہر ناپاک چیز نکلنے والی کا
زندہ وضو کرنے والے سے شارح نے کہا نجس بفتح جیم ہی اور کبھی جیم کو کسرہ یعنی زیر بھی دیا جاتا ہی ہم نجس بفتح جیم عین نجاست کا نام ہی اور بکسر جیم اسکا نام ہی جو ناپاک
ہو تو یہ عام تر ہی تو متن مین دونون طرح ہوسکتا ہی مگر فتحہ جیم کا الیق ہی کہ تکلف سے دور ہی اور لغت کی راہ سے دونون مین کچھ فرق نہین چنانچہ نہر الفائق مین ہی

مقدار صاع و مد
حساب وزن سیر

نواقض وضو

فیہ شہدۃ الی ایسا ہے کہ خروج نجاست کا مرد وعورت ناقض ہے اسکے وضو کا نہیں بلکہ وقت نجاست کو دھونا چاہیے کذا فی الحلیۃ وفی منتقی اور ولد عرب ثنا علاوہ
چیزیں جیسے پاخانہ پیشاب اور ہوا اور ریح یا عادت کی چیزیں جیسے پانچ خون کو شامل ہیں سبیلین اور بول و براز کی راہ سے نجاست نکلے یعنی الی ما یطہر لیشمل الحکم
یعنی حکم التطہیر وضو ہو یا غسل نجاست کا اس مقام تک جس سے جو ظاہر کیا جاتا ہو یعنی جسکے پاک کرنے کا حکم لاحق ہوتا ہو وضو یا غسل میں ثم المراد بالخروج
من السبیلین مجرد الظہور یعنی اسکو معلوم کر کہ خروج سبیلین سے مراد فقط ظاہر ہونا ہے بدون سیلان کے یعنی جب نجاست بول اور براز کی راہ سے ظاہر ہوئی
خروج متحقق ہوا اور وضو ٹوٹ گیا اگر سیلان نوجہم میں ہو کہ مد خروج کی انتقال ہے باطن سے ظاہر کی طرف اور یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ بسبب سیلان
کرنے کے مرتب نجاست سے اسلئے خروج کی تعبیر سیلان سے کی برخلاف اسکے اگر نجاست ظاہر ہوئی سبیلین کے سرے پر تو وہ وضو کی ناقض ہے اگرچہ سائل نہو
اسواسطے کہ راس سبیلین نجاست کا مکان نہیں ہے پس ان تو نجاست آتی ہے اپنے مکان اصلی سے منتقل ہو کر تو انتقال نجاست کا اور سے معلوم ہوا تو ظہور کو
خروج ہی کے قائم مقام کردیا کذا فی الدرر لما ذکرہ وفی غیرہما عین السیلان اور سبیلین کے سوا میں خروج بعینہ سیلان ہے یعنی بہنا یعنی خروج سیلان بہنے
کو کہتے ہیں کہ نجاست زخم کے اوپر آوے پھر وہاں سے ڈھلک جائے ایسا بیان کیا ہے ابو یوسف نے اسواسطے کہ جتنا حصہ سر زخم سے ڈھلنا پایا گیا وہ اپنے
مکان سے نجاست کا انتقال ہوگا کیونکہ جبتک خون سر زخم کے محاذی اور سامنے ہے وہی اسکا مکان اصلی ہے اور اسی تقریر سے معلوم ہوگیا کہ غیر سبیلین میں خروج
عین سیلان ہے کذا فی الدرر الحاصل سبیلین میں خروج نجاست کا تحقق فقط ظاہر ہو جانے سے ہوتا ہے اگرچہ سیلان نہو اور غیر سبیلین میں یعنی زخم وغیرہ میں خروج
ثابت نہوگا بدون سیلان کے ولو بالقوۃ لما قالوا لو مسح الدم کلما خرج ولو ترکہ لسال انتقض والا لا اگرچہ سیلان بالفعل نہو بلکہ بالقوۃ ہو یعنی بہنے کی لیاقت اور
قابلیت رکھتا ہو تو ناقض ہوگا اسلئے کہ فقیہوں نے کہا ہے کہ اگر خون نکلنے کو پونچھتا رہا اور بہنے نہ دیا لیکن اگر نہ پونچھتا تو بہتا تو ایسا خون وضو کو توڑتا ہے اور
جو ایسا نہیں وہ ناقض نہیں یعنی اگر بہنے کے لائق نہیں وہ وضو کو نہیں توڑتا کما لو سال فی باطن عین او جرح او ذکر ولم یخرج جیسے وضو کو نہیں توڑتا وہ خون
جو بہا آنکھ کے اندر یا زخم کے اندر یا ذکر کے اندر اور باہر نہ نکلا اسواسطے کہ ان مواضع کا دھونا نہ وضو میں لازم ہے نہ غسل میں یہ متعذر ہے تو لاحقہ حکم التطہیر کا وکدمع
وعرق الا عرق مدمن الخمر فناقض علی ما سیذکرہ المصنف ولنا فیہ کلام اور جیسے آنسو اور پسینا وضو کو نہیں توڑتا اسلئے کہ نجس نہیں مگر دائم الخمر کا پسینا تو وضو
کا ناقض ہے بنا بر اس قول کے جسکو مصنف ذکر کریگا آخر کتاب فوائد شتے میں اور ہمکو اسمیں گفتگو ہے ہم تامل کلام شارح یہ ہے کہ وہ قول ضعیف اور تخریج غریب ہے
تو اعتماد کے لائق نہیں کذا فی الطحطاوی وخروج غیر نجس مثل ریح او دودۃ او حصاۃ من دبر اور وضو کو توڑتا ہے نکلنا پاک چیز کا مقعد سے چنانچہ
ہوا یا کیڑا یا پتھری ہم ریح اگرچہ ناپاک نہیں قول صحیح میں چنانچہ زاہدی وغیرہ میں ہے مگر وضو کی ناقض ہے نجس کی مجاورت کے سبب سے اور کیڑے اور پتھری
وغیرہ پر اگرچہ نجاست قلیل ہے لیکن انکا نکلنا سبیلین سے ناقض وضو ہے چنانچہ درر میں تصریح ہے کذا فی المنح لا خروج ذلک من جرح ناقض وضو نہیں نکلنا
ریح اور کیڑے اور پتھری کا زخم سے ولا خروج ریح من قبل غیر مفضاۃ اور ناقض وضو نہیں نکلنا ریح کا اس عورت کی فرج سے جو مفضاۃ نہیں ہے
اما ہی فیندب لہا الوضوء وقیل یجب وقیل لو منتنۃ لیکن مفضاۃ کو تو وضو کرنا مستحب ہے فرج کے ریح نکلنے سے اور بعضوں نے کہا واجب ہے اور بعضوں نے کہا کہ اگر
بدبو ہو ریح میں تو واجب ہے وضو اور نہیں تو نہیں ہم مفضاۃ وہ عورت ہے جسکی دونوں راہیں ایک ہوگئیں درمیان کا پردہ پھٹ کر وذکر لانہ اختلاج اور ناقض وضو نہیں
نکلنے کی ریح اسواسطے کہ یہ اختلاج ہے یعنی عضو کا پھڑکنا ہے درحقیقت خروج ریح نہیں ہم مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں کہا کہ فرج اور ذکر
کی ریح اسواسطے وضو کی ناقض نہیں کہ وہ نجاست کے مقام سے نہیں آتی اور ریح ناقض نہیں ہوتی مگر اسی وجہ سے اور یہ وجہ نہیں ہے کہ ریح خود نجس ہے
حتی لو خرج ریح من الدبر وہو یعلم انہ لم یکن من الاعلی فہو اختلاج فلا ینقض یہانتک کہ اگر خارج ہوئی ریح مقعد سے اور وہ جانتا ہے کہ اوپر
سے نہیں اتری تو وہ بھی اختلاج ہے درحقیقت خروج نہیں تو ناقض وضو نہوگا کذا فی المنح عن الخلاصۃ وانما قید بالریح لان خروج الدودۃ

والحصاۃ منہما ناقض اجماعا کما فی الجوہرۃ اور مصنف نے ریح کی قید نہین لگائی مگر اسواسطے کہ کیڑے اور پتھری کا نکلنا فرج اور ذکر سے وضو کا توڑنے والا ہی
بالاتفاق چنانچہ جوہرہ مین مذکور ہو ہم اسی طرح خانیہ مین مصرح ہو اور سراج وہاج مین اسپر اجماع نقل کیا ہو لیکن زیلعی نے اُس کیڑے مین جو فرج سے نکلا ہو
خلاف نقل کیا ہو اور اسیطرح شارح وقایہ نے کذا فی النہر ولا خروج دودۃ من جرحٍ او اُذنٍ او انفٍ او فمٍ وکذا لحم سقط منہ لطہارتہما وعدم
السیلان فیما علیہما وہو مناط النقض اور وضو کو نہین توڑتا نکلنا کیڑے کا زخم سے یا کان سے یا ناک سے یا مُنھ سے اور اسی طرح ناقض وضو نہین وہ
گوشت جو گر پڑا زخم سے بسبب پاک ہونے کیڑے اور گوشت کے اور نہ بہنے اُس رطوبت کے جو اُن دونون پر ہو اور سیلان یہی مدار ہو وضو توڑنے کا
یعنی غیر سبیلین مین ہم زخم کا کیڑا پیدا ہوا ہو گوشت سے اور گوشت پاک ہو برخلاف اُس کیڑے کے جو مقعد سے نکلا کہ وہ نجاست سے پیدا ہوا ہو اور گوشت
کی طہارت اُس شخص کے حق مین ہو اسواسطے کہ فقہا نے کہا کہ جو چیز زندہ سے جدا ہوئی وہ مردار کے مانند ہو مگر اُسی زندہ کی ذات کے حق مین یہانتک کہ اگر اسکو
وہ لیے رہیگا تو نماز اُسکی فاسد نہوگی تو حلبی کا یہ اشکال ساقط ہو گیا کہ گوشت یعنے ساقط گوشت نجس ہو نہ طاہر کذا فی الطحطاوی والمخرج بعصرٍ والخارج
بنفسہ سیان فی حکم النقض علی المختار کما فی البزازیۃ قال لان فی الاخراج خروجا فصار کالفصد وفی الفتح عن الکافی انہ الاصح واعتمدہ القہستانی وفی القنیۃ
وجامع الفتاوی انہ الاشبہ ومعناہ انہ الاشبہ بالمنصوص روایۃ والراجح درایۃ فیکون الفتوی علیہ اور جو خون وغیرہ زخم اور پھوڑے سے نکالا گیا دابنے
اور نچوڑنے سے اور جو آپ سے نکلا دونون برابر ہین وضو توڑنے کے حکم مین بنا بر قول مختار کے چنانچہ بزازیہ مین ہو اسکے مصنف یعنی بزازی نے کہا
اسواسطے کہ نکالنے مین نکلنا بھی ثابت ہو یعنی خروج اخراج کو لازم ہو تو نکلنا فصد کے مانند ہو گیا یعنی فصد بالاتفاق ناقض ہو باوجود اخراج کے اور فتح القدیر
مین کافی سے منقول ہو کہ مخرج کا ناقض ہونا صحیح تر قول ہو اور اسپر قہستانی شارح نقایہ نے اعتماد کیا ہو اور قنیہ اور جامع الفتوی مین ہو کہ یہی قول اشبہ ہو
اور اشبہ کا مطلب یہ ہو کہ قول مذکور زیادہ تر مشابہت رکھتا ہو اُس قول سے جو منصوص ہو روایت کی راہ سے یعنی فصد سے اور اُس قول سے جو راجح ہو
ادراک عقلی کی راہ سے تو بموجب نقول مذکورہ کے اسی پر فتوی ہوگا ہم مخرج کا ناقض ہونا عالمگیری مین وجیز کردری اور قنیہ اور شرح منیہ سے منقول ہو اور حسن چلپی کے
حاشیہ شرح وقایہ مین بھی قول تتمہ اور خلاصہ اور کافی اور شمس الائمہ سرخسی سے مذکور ہو حجامت اور فصد اور مص علق پر قیاس کرنے سے اگرچہ محشی مذکور نے
قیاس مذکور کو غیر مستقیم کہا ہو اور خارج بنفسہ اور مخرج بالعصر مین تفرقہ ثابت کیا ہو لیکن بقول علامہ عینی کے باب عبادت مین مخرج کے ناقض ٹھہرانے مین
احتیاط ہو اگرچہ صاحب ہدایہ اور شارح وقایہ اور ظہیریہ کے مصنف اسکو ناقض نہین کہتے وینقضہ قیٔ ملأ فاہ بان یضبط بتکلف اور ناقض وضو قی ہو منہ بھر کے
اسطرح پر کہ بہت تکلف سے مُنھ کے اندر تھم سکے ہم اور ینابیع مین کہا کہ قول صحیح یہ ہو کہ مُنھ بھر کے قی وہ ہو جسکے روکنے پر قدرت نہو کذا فی الطحطاوی من مرۃ بالکسر
ای صفراء او علق ای سوداء قی مذکور ناقض ہو صفرا سے ہو یا سودا سے مرہ بکسر میم وتشدید را عبارت ہو صفرا سے یعنے زرد کڑوا پانی اور علق بفتح عین ولام
عبارت ہو سودا سے ہم قاموس مین ہو کہ علق بالتحریک خون ہو مطلق یا نہایت سرخ یا غلیظ یا بستہ خون طحطاوی نے کہا یہان خون بستہ مراد ہو خون بستہ کی
قید اسلیے لگائی کہ اگر خون سائل ہو تو ناقض ہو اگرچہ مُنھ بھر کے قی نہو انتہی قولہ شارح نے علق کو سودا کہا حالانکہ یہان علق سے خون بستہ مراد ہو اسواسطے کہ خون
بستہ نہین ہوتا مگر احتراق سے ہر خلط سودا ہو جاتا ہو تو علق خون حقیقی نہ اسود ہو گیا کذا فی العینی واما العلق النازل من الراس فغیر ناقض اور جو خون
بستہ کہ سر سے اُترا وہ تو وضو کو نہین توڑتا او طعام او ماء اذا وصل الی معدتہ وان لم یستقر یا قی ہو کھانے یا پانی کی جبکہ کھانا یا پانی پیٹ تک پہونچ گیا
اگرچہ وہین نہ ٹھہرا فوراً اگر پڑا ناقض ہو وضو کا ہم اور حسن کا قول یہ ہو کہ اگر طعام اور پانی فوراً گر پڑا تو ناقض نہین مجتبی مین اسکو مختار کہا ہو اور معراج
الدرایہ مین اسکی تصحیح کی ہو تو یہان دونون قول مختلف کی تصحیح واقع ہوئی ہو کذا فی الطحطاوی وہو نجس مغلظ ولو من صبی ساعۃ ارتضاعہ
ہو الصحیح لمخالطۃ النجاسۃ ذکرہ الحلبی اور وہ قی مذکور نجس مغلظ ہو اگرچہ شیر خوار لڑکے نے قی کی ہو دودھ پی کر فوراً یہی قول صحیح ہو بسبب

قولہ تو اس صورت مین تجاوز ورم سے بھی وضو ٹوٹیگا کما لا یخفی ولو شد بالرباط ان نفذ البلل للخارج نقض اور اگر زخم کو پٹی سے باندھا اگر تراوت باہر کی طرف توڑ آئی تو وضو کی ناقض ہو م فتح القدیر مین ہو اسکا مطلب یون سمجھنا واجب ہو کہ وہ زخم ایسا ہو کہ اگر پٹی نہوتی تو بہتا اسواسطے کہ اگر قمیص زخم پر پھیرے سو تر ہو جاوے ناپاک نہین ہوتا جبتک ویسا نہو کیونکہ وہ حدث نہین کذا فی الطحطاوی ویجمع متفرق القی ویجعل کقی واحد لاتحاد السبب

یعنے زخم بہتا نہو ۱۲

وہو الغثیان عند محمد وہو الاصح لان الاصل اضافة الاحکام لاسبابها الا لمانع کما بسط فی الکافی اور متفرق قے کو جو منھ بھر کے نہین اٹکل سے جمع کیجیے اور ایک قے اسکو ٹھہرائے مسبب کے متحد ہونے سے اور سبب قے کا متلی ہو محمد کے نزدیک یعنی اگر ایک ہی متلی سے چند بار تھوڑی تھوڑی قے آئی اور مجموع کرنے سے پری دہن کو پہونچی ہو تو وضو کی ناقض ہو محمد کے نزدیک اور یہی قول صحیح تر ہو اسواسطے کہ نسبت کرنا احکام کا انکے اسباب کی طرف اصل ہو مگر یہ کہ اسباب کیطرف نسبت کرنے سے کوئی چیز مانع ہو تو ایسے سبب کیطرف نسبت نہوگی چنانچہ اسکی تشریح کافی مین ہو م مانع کی مثال چنانچہ سجدۂ تلاوت ہو جبکہ اسکا سبب مکرر ہو مجلس واحد مین کیونکہ اگر یہان سبب معتبر ہو تو تداخل فوت ہوتا ہو اسواسطے کہ ہر بار کی تلاوت سبب ہو سجدہ کا اور غیر اصح قول ہو ابو یوسف کا یعنے جمع متفرق کے واسطے انکے نزدیک اتحاد مجلس معتبر ہو وکل مالیس بحدث اصلا بقرینة زیادة الباء لقی قلیل ودم لو ترک لم یسل لیس بنجس عند الثانی اور جو چیز حدث نہین یعنی ناقض وضو کی نہین کسی طرح سے چنانچہ تھوڑی قے اور خون جو اسکو چھوڑ دیے تو سائل نہو تو وہ ناپاک نہین ابو یوسف رح کے نزدیک شارح نے کہا حدث مین اصلا کی قید یعنے لگائی با جارہ کے زائد ہونے کے قرینہ سے م اسواسطے کہ با جارہ کی زیادت خبر کے عموم نفی پر دلالت کرتی ہو علم نحو کے قاعدہ سے تو اصلا کی قید لگانے سے اس حدث سے احتراز ہوا جو معذور سے خارج ہوتا ہو وقت نماز کے خارج ہونے سے پہلے اسواسطے کہ مثلاً معذور کے پیشاب کا جاری ہونا معذور کے حق مین حدث نہین لیکن وہ ناپاک ہو اسواسطے کہ پیشاب غیر معذور کے حق مین حدث ہو تو اصلا کی قید لگانے سے وہ داخل نہ رہا اس کلیہ کے تحت مین بالجملہ کلیہ مذکور صحیح ہو کہ جو کسی وجہ سے ناقض وضو نہین وہ ناپاک نہین اور اسکا عکس درست نہین یعنی جو نجس نہین وہ حدث نہین اسواسطے کہ نوم اور اغما اور ریح نجس نہین مگر حدث ہین یعنی ناقض وضو ہین کذا فی الطحطاوی و درر مین ہو کہ قے قلیل اسواسطے نجس نہین کہ امعائے معدہ سے خارج ہوتی ہو اور وہ نجاست کا مکان نہین ہو اور قلیل خون غیر مسفوح ہو یعنی سائل نہین تو بفحوائے آیۂ کریمہ (او دما مسفوحا) حرام نہوا تو نجس بھی نہوگا اور آدمی

یا خون بہتا ہوا ۱۲

کا غیر مسفوح خون جو حرام ہو تو وہ مبنی ہو اسکے گوشت کی حرمت پر تو نجاست کا موجب نہوگا اسواسطے کہ حرمت بزرگی کے سبب سے ہو نہ نجاست کی وجہ سے تو آدمی کا خون غیر مسفوح اپنی اصلی طہارت پر ہو اگرچہ وہ حرام ہو وہو الصحیح رفقا باصحاب القروح خلافا لمحمد اور قلیل قے اور خون کا نجس نہونا یہی قول صحیح ہو زخمیون کی آسانی کے واسطے برخلاف محمد رح کے یعنی انکے نزدیک قے قلیل اور خون قلیل ناپاک ہو وفی الجوہرة یفتی بقول محمد رح لو المصاب مائعا اور جوہرہ نیرہ قدوری کی شرح مین ہو کہ محمد رح کے قول پر فتوی دیا جاوے اگر سائل چیز مین قلیل قے یا خون ملگیا یعنی اگر پانی وغیرہ مین تھوڑا خون ملگیا تو اسکو ناپاک جانیے اور اگر کپڑے وغیرہ خشک چیز مین لگے تو اسکو پاک سمجھیے وینقضه حکما نوم اور نیند وضو کو توڑتی ہو حکم شرع کی راہ سے م شارح نے حکما کے لفظ کو زیادہ کرکے اشارہ کر دیا کہ مصنف نے نواقض حقیقیہ کے بیان کے بعد اب نواقض حکمیہ کو شروع کیا یزیل مسکته ای قوته الماسکة بحیث تزول مقعدته من الارض وہ نیند ناقض وضو ہو جو آدمی کی قوت ماسکہ کو یعنی جس قوت سے آدمی ریح کو روکتا ہو زائل کر دے اسطرح پر کہ اسکی مقعد زمین سے ملجائے م صحیح قول یہ ہو کہ نوم فی نفسہ ناقض نہین بلکہ احتمال خروج ریح وغیرہ کا ناقض ہو اسلیے کہ جب زمین سے مقعد کا زوال ہوا تو باعتبار عادت کے خروج شے سے خالی نہین اور جو ثابت ہو عادتا سے وہ متیقن کے مانند ہو وہو النوم علی احد جنبیه او ورکیه او قفاه او وجهه اور نوم ناقض سوتا ہو ایک کروٹ پر یا ایک سرین پر ٹیک دیکر یا چت یا پٹ یعنی یہ چار طرح کی نیند ناقض وضو ہو قوت ماسکہ کے زائل ہو جانے سے والا ای وان لم یزل مسکته لا ینقض وان تعمد فی الصلوۃ او غیرہا علی المختار اور اگر ویسی نیند نہین یعنے اسکی قوت ماسکہ کو زائل نہین کیا تو وہ نیند ناقض وضو کی نہین اگرچہ آدمی قصدا سو گیا ہو نماز مین یا غیر نماز مین

فقہا کی کتابون مین علامہ ابوسعود نے کہا علاوہ یہ ہی کہ نوم کی کچھ خصوصیت نہین بلکہ نوم کے سوا اور نواقض کا بھی حکم ہی تو اسوقت مین حضرات انبیا علیہم الصلوۃ
والسلام کا وضو کرنا امتون کی تشریع کے واسطے تھا مگر منجملہ نواقض کے اغما اور غشی مستثنی ہین کذا فی الطحطاوی وہل ینقض اغماؤہم وغشیہم ظاہر کلام المبسوط نعم
اور انبیا علیہم الصلوۃ والسلام کا اغما اور غشی ناقض وضو ہی یا نہین جواب اسکا ظاہر کلام مبسوط سے یہ ہی کہ ہان ناقض ہی حم اغما یعنی بیہوشی بیماری کی ایک قسم ہی
جس سے قوت ضعیف ہو جاتی ہی اور عقل زائل نہین ہوتی بلکہ عقل کو چھپا لیتی ہی برخلاف جنون کے کہ وہ عقل کو زائل کر دیتا ہی اور غشی یہ ہی کہ قوت محرکہ اور حساسہ
معطل ہو جاوے بسبب قلب ضعیف ہو جانے کے گرسنگی وغیرہ سے چنانچہ قہستانی مین ہی تو غشی نوم کے برابر ہی زوال اختیار اور فوت قدرت مین بلکہ نوم سے زائد ہی
اسواسطے کہ نائم جگانے سے ہوشیار ہو جاتا ہی اور غشی جو اغما کی ایک قسم ہی اسکا صاحب ہوشیار کرنے سے بھی ہوشیار نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی ونقیضہ اغماء ومنہ
الغشی اور وضو کو توڑتا ہی اغما اور اسکی قسم سے ہی غشی یعنے اغما اور غشی دونون ناقض ہین وجنون اور جنون یعنے دیوانگی ناقض وضو ہی جنون عبارت ہی
زوال عقل سے اور اسکا ناقض ہونا ظاہر ہی باعتبار عدم مبالات کے اور عدم تمیز حدث کی غیر حدث سے کیونکہ مجنون مسلوب العقل ہو جاتا ہی لہذا انبیا
علیہم الصلوۃ والسلام پر جنون کا ہونا صحیح نہین اور اغما صحیح ہی اسواسطے کہ عقل اسمین مغلوب ہی نہ مسلوب کذا فی العینی وسکر یدخل فی مشیتہ تمایل ولو باکل الحشیشۃ
اور ناقض وضو ہی وہ نشا کہ مست اپنی چال مین ادھر ادھر جھکتا جاتا ہو اگرچہ بھنگ کے کھانے سے نشا حاصل ہوا ہو حم نشا اور مستی عبارت ہی اس
سرور سے جو عقل پر غالب ہو جاوے بعض مسکرات کے استعمال سے تو آدمی عقل کے موافق عمل نہین کر سکتا مگر اسکی عقل زائل نہین ہو جاتی اسی واسطے وہ خطاب
شرع کے لائق باقی رہتا ہی یہی قول تحقیق ہی اور بعضون نے کہا کہ مستی کا سرور عقل کو زائل کر دیتا ہی اور باوجود زوال عقل کے اسکا مکلف ہونا بطریق زجر (نشہ لانے والی ۱۲)
اور توبیخ کے ہی کذا فی الطحطاوی وقہقہۃ اور قہقہہ یعنے ٹھٹھا مار کے ہنسنا ناقض ہی بشروط آئندہ حم قیاس اسکو چاہتا ہی کہ قہقہہ ناقض نہو اسواسطے کہ وہ خارج
نجس نہین اور یہی مذہب ہی شافعی رح اور مالک رح اور احمد وغیرہم کا اور ہمارے مذہب کی دلیل وہ حدیث ہی جو چھ صحابیون سے مرفوع مروی ہی از انجملہ ایک طریق ہی
جو معجم طبرانی مین ابو العالیہ ابو موسی اشعری رض سے راوی ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھاتے تھے کہ ایک کم نظر آدمی آیا اور اس گڑھے مین گر پڑا جو مسجد مین تھا اس
بہت لوگ جو نماز مین تھے ہنس پڑے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہنسنے والون کو فرمایا کہ وضو اور نماز کا اعادہ کرین اور بیہقی نے خلافیات مین مانند اسکے روایت
کی پھر اس حدیث کو معلول کہا اسطرح پر کہ ثقات کی جماعت نے اس حدیث کو عن ابی العالیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرسل روایت کیا یعنی تابعی نے صحابی کا نام
نہین کیا مین کہتا ہون بیہقی اس حدیث کے رد کرنے پر قادر نہوا اسواسطے مرسل کہنے کے اور حدیث مرسل ہمارے نزدیک حجت ہی اور مرسل ابو العالیہ کا صحیح ہی اور عجب ہی
احمد بن حنبل سے اسواسطے کہ انکا مذہب یہ ہی کہ حدیث مرسل اور حدیث ضعیف کو تقدیم دیتے ہین قیاس پر سو یہان انھون نے قیاس کو حدیث مرسل پر مقدم کیا
کذا فی العینی مختصرا او تمام البیان فیہ ہی بالسمع جیرانہ قہقہہ وہ ہنسی ہی جسکو پاس کے لوگ سنین اور ضحک وہ ہنسی ہی جسکو آپ آدمی سنے اور کوئی نہ سنے اور ضحک کا
حکم یہ ہی کہ وہ وضو کا ناقض نہین نماز کا مبطل ہی اور تبسم وہ ہنسی ہی جسمین مطلق آواز نہو بلکہ فقط دانت کھل جاوین اسکا حکم یہ ہی کہ نہ وضو اس سے جاتا ہی نہ نماز
بالغ ولو امراۃ سہوا یقظان قہقہہ جاگتے جوان کا ناقض ہی اگرچہ عورت ہو گو بھول کر قہقہہ کیا ہو فلا یبطل وضوء صبی ونائم بل صلاتہما بہ یفتی تو لڑکے اور
سوتے کا قہقہہ وضو کو باطل نکریگا بلکہ دونون کی نماز کو باطل کریگا اسی قول کا فتوی ہی مصلی ولو حکما کالبانی ناقض وضو ہی قہقہہ اس جاگتے جوان کا جو نماز
پڑھتا ہی خواہ افعال نماز کے بالفعل ادا کرتا ہی یا نمازی کا حکم رکھتا ہی بانی کے مانند بانی وہ شخص ہی جسکا وضو نماز مین ٹوٹا پھر وضو کرنے کو گیا اس قصد سے
کہ وضو کے بعد نماز مذکور کو تمام کرونگا سو وضو کرنے کے بعد قہقہہ مار کے ہنسا وضو ٹوٹ گیا کذا فی فتاوی قاضیخان بطہارۃ صغری ولو تیمما اصالۃ مستقلۃ
نماز پڑھتا ہو اس طہارت صغری کے ساتھ جو بالاستقلال کی ہی نہ در ضمن غسل اگرچہ تیمم ہو حم طہارت صغری عبارت ہی وضو اور تیمم سے اور طہارت کبری عبارت ہی
غسل سے فلا یبطل وضوء فی ضمن الغسل تو باطل نہوگا وہ وضو قہقہہ سے جو تمام بدن کے دھونے کے ضمن مین حاصل ہوا ہو اور اگر اول وضو کرکے غسل کریگا

لمس جب مقارن ہو عورتون سے تو جماع مراد ہوتا ہی اور صحیح مسلم مین حضرت عائشہ رض کا چھونا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پانون کا نماز کے اندر ثابت ہی
اور صحیحین مین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ہٹاتا عائشہ صدیقہ رض کے پانون کا نماز مین ثابت ہی لکن یندب للخروج من الخلاف لاسیما للامام لکن [illegible]
مس ذکر اور مس عورت سے مستحب ہی تاکہ باتفاق مجتہدین کے طہارت حاصل ہو خصوصاً امام کے حق مین یعنے اسواسطے کہ امام کے پیچھے موافق اور
مخالف سب نماز پڑھتے ہین تو مقتدیون کی رعایت کرنا خوب بات ہی لکن بشرط عدم لزوم ارتکابہ مکروہ فی مذہبہ لیکن بشرطیکہ ارتکاب مکروہ کا اپنے
مذہب مین لازم نہ آوے ہم شارح نے استدراک کیا اُس مفہوم سے جو اس کلام سے سمجھا گیا کہ امام کو مراعات مقتدیون کے مذہب کی مستحب ہی خواہ
اس مسئلے مین یا اسکے غیر مین والا اس مسئلے مین تو اپنے مذہب کے مکروہ کا کچھ بھی ارتکاب نہین کذا فی الطحطاوی عن الحلبی کما لاینقض لو خرج من
اذنہ ونحوہا کعینہ وثدیہ قیح ونحوہ کصدید وماء سرۃ وغیرہ لا بوجع جیسے وضو نہین ٹوٹتا اگر متوضی کے کان سے اور مانند اسکے چنانچہ اسکی آنکھ یا پستان
سے بدون درد کے پیپ نکلا اور اسکے مانند چنانچہ زرد آب اور ناف کا پانی وغیرہ یعنی ناف کا پیپ اور زرد آب نکلا ناقض نہوگا بدون درد کے وان خرج
بہ ای بوجع نقض لانہ دلیل الجرح اور اگر پیپ وغیرہ درد کے ساتھ نکلا تو وضو کا ناقض ہوگا اسواسطے کہ درد کے ساتھ نکلنا وجود زخم کی دلیل ہی ہم بحر الرائق مین
کہا کہ پانی مین یہ تفصیل البتہ خوب ہی اور پیپ اور زرد آب تو بدون زخم کے نہین ہوتا نہر الفائق مین اسکا جواب دیا کہ ممکن ہی کہ زخم چنگا ہو کر پیپ نکلا ہو اور
درد کا نہونا یہی صحت کی علامت ہی فتاوی عالمگیری مین ماتن کی تفصیل کے موافق محیط سے شمس الائمہ حلوائی کا فتوی نقل کیا ہی اور کہا ہی کہ اسطرح
ذخیرہ اور زیلعی اور سراج وہاج مین مذکور ہی تو صاحب بحر کا شبہہ لائق التفات کے نہین رہا فدمع من بعینہ رمد او عمش ناقض فان استمر صار ذا عذر مجتبے
والناس عنہ غافلون جب معلوم ہوا کہ جو درد کے ساتھ خارج ہو وہ ناقض ہی تو آنسو اُس شخص کا جسکی آنکھ اُٹھنے آئی اور دُکھتی ہی یا ایسی چوندھی اور چپڑی
کہ اکثر پانی بہا کرتا ہی ناقض وضو ہی اور اگر آنسو بہنا دائمی ہو گیا تو یہ شخص معذور ہو گیا اور معذور کا حکم باب الحیض مین معلوم ہوگا ایسا مذکور ہی مجتبے مین اور
لوگ اس مسئلے کے حکم سے غافل ہین یعنے اس آنسو کو ناقض وضو نہین جانتے ہین ہم فقہا نے کہا ہی جسکی آنکھ سے رمد یا عمش سے آنسو جاری ہوا اسکو ہر وقت
درد ۱۲ چوندھا پن ۱۲
نماز کے وضو کرنے کا امر کیا جاوے صاحب بحر نے کہا یہ تعلیل اسکی مقتضی ہی کہ یہ استحباب کا امر ہی صاحب نہر نے کہا بلکہ وجوب کا امر ہی بقرینۂ مرض اسیطرح فتح القدیر
مین ہی اور مجتبی مین اسکی وجہ یون بیان کی ہی کہ شاید پلکون کے زخم سے آنسو آتا ہو کذا فی الطحطاوی کما ینقض لو حشی احلیلہ بقطنہ وابتل الطرف
الظاہر ہذا لو القطنۃ عالیۃ او محاذیۃ لراس الاحلیل وان تسفلت عنہ لاینقض جیسے ناقض وضو ہی اگر مرد نے پیشاب کے سوراخ مین روئی بھر دی ہو
اور روئی کی ظاہر طرف تر ہو گئی یہ نقض وضو کا حکم اُس صورت مین ہی کہ اگر روئی سوراخ کے سرے سے اونچی ہو یا برابر ہو اور اگر سوراخ کے سرے سے
نیچی ہی اور طرف ظاہر تر ہو جاوے تو تر ہونا ناقض نہوگا اسواسطے کہ خروج متحقق نہوا وکذا الحکم فی الدبر والفرج الداخل اور اسی طرح کا حکم ہی مقعد اور
فرج داخلی کی روئی کا یعنی اگر وہان کی روئی وغیرہ اونچی یا برابر ہی تو طرف ظاہر کے تر ہونے سے وضو ٹوٹیگا ورنہ وضو قائم ہی ہم منیۃ المصلی مین ہی کہ اگر
روئی یا کپڑا فرج خارج مین ہی اور تر ہو گیا تو وضو ٹوٹا نافذ ہو یا نہ ہو کذا فی الطحطاوی وان ابتل الطرف الداخل لاینقض اور اگر روئی وغیرہ کی
اندر کی طرف تر ہو گئی تو ناقض وضو نہین ولو سقطت فان رطبۃ انتقض والا لا اگر روئی وغیرہ ساقط ہوئی یعنے گر پڑی تو اگر تر ہی تو وضو ٹوٹا
اور اگر تر نہین تو نہین ٹوٹا وکذا لو ادخل اصبعہ فی دبرہ ولم یغیبہا اور اسی طرح کا حکم ہی اگر انگلی مقعد مین داخل کی اور ساری انگلی غائب نہین کی
یعنی اگر تر نکلی تو وضو ٹوٹا اور اگر خشک نکلی تو نہین ٹوٹا فان غیبہا او ادخلہا عند الاستنجاء بطل وضوءہ وصومہ پھر اگر انگلی تمام غائب کر دی یا پانی
سے استنجا کرتے داخل کی تو وضو اور روزہ اسکا باطل ہو گیا ہم شارح کے کلام مین لف ونشر مرتب ہی تو بطلان وضو کا انگلی غائب کرنے سے
متعلق ہی اور بطلان صوم ادخال حالت استنجا سے متعلق ہی اسواسطے کہ جب انگلی غائب ہوئی تو ملوث نجاست سے نکلیگی تو وضو باطل ہوگا اور جبکہ استنجا

کرنے مین انگلی داخل کی تو پانی کا داخل ہونا بیچ مین نہ رہا اسیواسطے صوم باطل ہوگیا کذا فی الطحطاوی بعضون نے بعد تشریح دھیان نہین کیا تو شارح پر
اعتراض کیا کہ انگلی کے داخل کرنے سے اگر تر نہو تو صوم باطل نہین ہوتا شارح نے یہ کیا کہا لاکن شارح کا مطلب یہ ہے کہ انگلی غائب کرنے سے روزہ باطل
ہوتا ہے یہ صوم اور ادخال حالت آنے سے صوم باطل ہوتا ہے فروع مسائل لغت شارح کے ہم فرعات ہے فرع کی اور فرع کہتے ہین ہر شی کے اعلی کو اور قوم سے
شریعت کو توزیعت سے مسائل عالیہ اور شرعیہ مراد ہین بطریق استعارہ کے شارحین کی عادت ہے کہ بلفظ فروع اُن مسائل کو جو متن سے زائد ہوت
یا مستغرب مین ذکر کرتے ہین مناسب ہر مقام کے کذا فی الطحطاوی شارح رحمۃ اللہ علیہ آخر بحث مین فروع منفردہ اور عجیبہ اکثر بیان کرتا ہے اور کہ یہ
انشاء اللہ بیت کلام مین مناسب مقام یستحب للرجل ان یحتشی ان راہ الشیطان و یجب ان کان لا ینقطع الا بہ قدر ما یصلی مرد کو مستحب ہے کہ احلیل مین روئی
وغیرہ رکھنا اگر شیطان اسکو شک مین ڈالتا ہو قطرہ آنے کے وسوسے سے اور واجب ہے بقدر نماز پڑھنے کے اگر نہ منقطع ہوتا ہو بدون روئی رکھنے کے
اسیلئے کہ نماز بقدر طہارت سے حاصل ہو ہم طحطاوی نے کہا جب محدث نے وضو کیا اور جب نہایا پیشاب کے بعد چیزنے اپنے ذکر پر تری اور تراوت دیکھی
اور اسکو معلوم نہین کہ وہ پانی ہو یا پیشاب ہو تو وہ وضو کا اعادہ کرے اور اگر نماز کے اندر یہی بات حاصل ہوئی اور شیطان اسکا بہت وسوسہ ڈالے اور
اسکو نجاست کا یقین نہین ہو تو وہ نماز پڑھتا رہے اور اسکا دھیان نہ کرے جبتک اسکے پیشاب ہونے کا یقین حاصل نہو اور جو مبتلا ہوا ہیسے وسواس کا
اسکو چاہیے کہ وہ اپنی شرمگاہ پر پانی چھڑکے تاکہ اگر تراوت نظر آوے تو اسکو پانی جانے نہ پیشاب کذا فی الحلیۃ باسوری خرج دبرہ ان ادخلہ بیدہ انتقض
وضوءہ وان دخل بنفسہ لا بواسیر والے کی مقعد باہر نکلی اگر اسکو اپنے ہاتھ سے اندر کردیا تو اسکا وضو ٹوٹا اور اگر خود بخود داخل ہوگئی تو وضو نہین ٹوٹا لیکن
اگر کچھ نجاست ظاہر ہوگی تو ناقض وضو ہے کذا فی الطحطاوی وکذا لو خرج بعض الدودۃ فدخلت اور یہی طرح اگر کیڑا تھوڑا سا نکلا پھر گھس گیا تو ناقض نہین
من لذکرہ راسان فالذی لا یخرج منہ البول المعتاد بمنزلۃ الجرح جس شخص کے ذکر کے دو سر ہون تو جس سرے عادت والا پیشاب نہین نکلتا وہ بمنزلہ زخم کے
ہے پس اُس سے اگر کوئی چیز نکلے گی تو وضو نہ ٹوٹیگا جبتک وہ شی سائل نہو گی جیسے زخم سے نکلنا بدون سیلان ناقض نہین الخنثی غیر المشکل فرجہ الآخر کالجرح
جو خنثی کہ مشکل نہین اسکی دوسری فرج بمنزلہ زخم کے ہے تو وضو نہ ٹوٹیگا بدون بہنے کے ایسا ہے فتح القدیر وغیرہ مین اور اکثر فقہا کہتے ہین کہ وضو
ٹوٹیگا دونون فرج کے پیشاب نکلنے سے سائل ہو یا نہو اسکا حال ظاہر ہوگیا ہو یا نہو نہر الفائق مین زیلعی سے نقل کیا کہ اول قول پر اعتماد کرنا لائق ہے
کذا فی الطحطاوی والمشکل ینقض وضوءہ بکل اور خنثی مشکل کا وضو ٹوٹتا ہے ہر فرج کے نکلنے سے بدون سیلان کے بنظر احتیاط کے کذا فی التوضیح خنثی مشکل
اسکو کہتے ہین کہ مرد اور عورت ہونا کسی علامت سے ثابت نہو نہ قبل از بلوغ نہ بعد از بلوغ منکر الوضوء ہل یکفر ان انکر الوضوء للصلوۃ نعم ولغیرہا لا سوال
وضو کا منکر کافر ہے یا نہین جواب اگر اُسنے وضو کا انکار کیا نماز کے واسطے تو ہان وہ کافر ہوا اور غیر نماز کے واسطے منکر وضو ہونے سے کافر نہین ہوگا جو نماز
کے وضو کا منکر اسواسطے کافر ہوا کہ اُسنے قرآن کی تکذیب کی قال اللہ تعالی یا ایہا الذین آمنوا اذا قمتم الی الصلوۃ الخ اور غیر نماز اگرچہ مس مصحف کے
وضو کا انکار کرے کافر نہوگا اسواسطے کہ اسکی آیت مین اختلاف ہے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی تو قطعی کا منکر نہ ٹھہرا شک فی بعض وضوءہ اعاد ما شک فیہ لو فی
خلالہ لم یکن الشک عادۃ لہ والا لا شک پڑا وضو کے بعض افعال مین یعنی کسی عضو کے غسل مین یا مسح مین تو جس فعل مین شک پڑا کہ کیا یا نہین کیا
اسکو پھر کرے اگر اثناء وضو کرنے مین شک ہوا ہو اور شک کا ہونا اسکی عادت نہو ورنہ اعادہ نہین یعنی اگر اثناء وضو مین شک نہین پڑا بلکہ
بعد وضو کر چکنے کے شک پڑا خواہ اسکو شک کی عادت ہو یا نہو یا اسکو شک کی عادت خواہ اثناء وضو مین ہو یا بعد وضو ان دونون صورتون مین اعادہ
نکرے اور شک کی طرف التفات نہ کرے اور آپ کو باوضو سمجھے کذا فی الطحطاوی ملخصا ولو علم انہ لم یغسل عضوا وشک فی تعیینہ غسل رجلہ الیسری
لانہ آخر العمل اور اگر اسکو بالیقین معلوم ہو کہ اسنے ایک عضو کو نہین دھویا اور شک پڑا اسکو عضو کے معین کرنے مین کہ ہاتھ ہے یا پانون تو

بائین پانون کو دھوے اسواسطے کہ وہ پچھلا عمل ہے وضو مین تو نسیان کی طرف وہی اقرب ہے باقی رہی یہ بات کہ اگر پچھلے پانون کے دھونے کا یقین ہو صورت مذکورہ مین تو ظاہر اُسکے ماقبل عضو کا اعتبار ہوگا فہذا کما فی الطحطاوی ولو تیقن بالطہارۃ وشک بالحدث او بالعکس اخذ بالیقین اور اگر طہارت کر چکنے کا یقین ہو اور وضو کے ٹوٹنے مین شک پڑے یا اسکے بالعکس یعنے وضو ٹوٹنے کا یقین ہے اور طہارت کرنے مین شک پڑے تو یقین کو لے اور شک کو چھوڑے یعنی پہلی صورت مین طہارت کو اعتبار کرے اور دوسری صورت مین زوال طہارت کو معتبر جانے اسواسطے کہ یقین شک سے نہین ٹل سکتا کیونکہ یقین قوی چیز ہے اور شک نہایت قوی ضعیف سے کیونکر ٹل سکے ولو تیقنہما وشک فی السابق فہو متطہر اور اگر طہارت اور حدث دونون کا یقین ہو اور سابق مین شک پڑے یعنی یہ یاد نہین رہا کہ اول طہارت تھی یا حدث تو وہ شخص شرعا باطہارت ہے اسواسطے کہ غالبا طہارت بعد حدث کے ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی ومثلہ المتیمم والمتوضی کے حکم مین تیمم کرنے والا ہے یعنی اگر تیمم کا یقین حاصل ہے اور بے وضو ہونے مین شک واقع ہوا ہے یا حدث کا یقین ہے اور تیمم مین شک ہے یقین پر عمل کرے اور وجود دونون کا یقین ہے اور تقدم اور تاخر مین شک ہے تو یہ شخص با تیمم ہے ولو شک فی نجاسۃ ماء او ثوب او طلاق او عتق لم یعتبر وتمامہ فی الاشباہ ۱۲ جو شک پڑے پانی یا کپڑے کی نجاست مین یا زوجہ کی طلاق مین شک پڑے کہ طلاق دی یا نہین دی یا لونڈی غلام کے آزاد کرنے مین شک واقع ہو اس شک کا کچھ اعتبار نہین پانی اور کپڑے کو پاک جانے اور عورت کو اپنی زوجہ اور لونڈی غلام کو مملوک سمجھے اور مسائل شک کا پورا بیان اشباہ ونظائر مین ہے الیقین لا یزول بالشک کے قاعدہ مین ہم مجتبی مین ہے کہ خون اور پیپ اور زرد آب اور زخم کا پانی اور آبلہ اور پھنسی اور آنکھ اور کان کا پانی بیماری کی جہت سے سب برابر ہین بنا بر قول اصح کے جو ناقض وضو نہین چنانچہ قلیل قے یا خون وہ طاہر ہے مگر خون استحاضہ اگر خون غیر سائل سے کپڑا ملوث ہو گیا تو جواز نماز کا مانع نہین جیسے اصحاب القروح کے کپڑے بار بار خون بلا سیلان اور بلا تجاوز کے نکلنے سے بھر جاتے ہین مانع نماز نہین عذر کے سبب سے اگرچہ خون بکثرت ہو اسی پر فتوی ہے منیا مین ہے کہ تیل ڈالا احلیل مین پھر وہ نکل آیا وضو نہین ٹوٹا امام کے نزدیک خلافا للصاحبین محیط مین ہے کہ وضو کیا پھر ذکر سے تراوت سائل دیکھی تو پھر وضو کرے اور اگر معلوم ہو کہ وہ کیا ہے تو التفات نہ کرے نماز پڑھے کہ وہ شیطانی وسوسہ ہے اور شرمگاہ کو پانی سے چھڑک دے دفع وسوسہ کے واسطے اور اگر رقیق چیز دماغ تک پہونچی ناک کے سُڑکنے سے یا اسکے اندر ٹپکانے سے پھر وہ ناک سے اُتر آئی تو ناقض وضو نہین اسواسطے کہ وہ پاک مکان سے خارج ہوئی اور اگر سوئی چبھائی ہاتھ مین اور خون ظاہر ہوا سوئی کے سرے سے زیادہ تو ناقض نہین اور محمد بن عبد اللہ اُسکو سائل جانکر نقض وضو کی طرف مائل ہے جسنے روٹی یا پھل کھایا اور اُسمین خون کا اثر دیکھا مسوڑون سے تو چاہیے کہ وہان انگلی رکھے اگر انگلی مین خون کا اثر پاوے تو وضو ٹوٹا اور اگر اثر خون کا مسوڑھے پر ہاتھ رکھنے سے نپایا تو وضو قائم ہے الکل من العینی شرح الہدایۃ وفرض الغسل اراد بہ ما یعم العملی کما مر ماتن نے کہا اور فرض غسل مضمضہ اور استنشاق اور باقی بدن کا دھونا ہے شارح نے کہا ماتن نے فرض سے اُسکا ارادہ کیا جو فرض عملی کو بھی شامل ہے چنانچہ وضو مین گذر گیا ہم یعنی فرض سے یہان وہ معنی مراد ہے جو فرض اعتقادی اور فرض عملی دونون کو شامل ہے فرض عملی وہ ہے جسکے فوت ہو جانے سے جواز فوت ہو جاے وجہ ارادہ یہ ہے کہ مضمضہ اور استنشاق قطعی نہین ہے کیونکہ امام شافعی اُن دونون کو غسل مین مسنون کہتے ہین کذا فی الحلبی وبالغسل المفروض کما فی الجوہرۃ اور غسل سے مراد مفروض غسل ہے چنانچہ جوہرہ مین مذکور ہے یعنی جنابت اور حیض اور نفاس کا غسل کذا فی المنح وظاہرہ عدم شرطیۃ غسل فمہ وانفہ فی المسنون کذا فی البحر یعنے عدم فرضیتہما فیہ والا فہما شرطان فی تحصیل السنۃ اور جوہرہ کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہے کہ منھ ناک کا دھونا غسل مسنون مین شرط نہین ایسا مذکور ہے بحر الرائق مین مراد صاحب بحر کی یہ ہے کہ غسل مسنون مین مضمضہ اور استنشاق فرض نہین ہین اور اگر یہ مراد نکیجے تو صحیح نہین اسواسطے کہ سنت کے حاصل کرنے مین مضمضہ اور استنشاق دونون شرط ہین غسل کل فمہ غسل مین فرض ہے سارے منھ کے اندر دھونا ہم شارح نے بتقدیر لفظ کل اشارہ کیا کہ اضافت عموم کے واسطے ہے اور مراد کل فم اور کل انف کے دھونے سے مضمضہ اور استنشاق ہے ویکفی الشرب عبا لان المج لیس بشرط فی الاصح اور اس فرض کے ادا ہونے مین پانی پینا منھ بھر کے کفایت کرتا ہے

سوراخ ذکر ۱۲

یعنی کلی ۱۲

بغیر منہ کے ۱۲

یعنی نہین ۱۲

اسمین شک ہے کہ اپنی زوجہ کو ۱۲

۱۰ ج ۱

قرار دیا تو زیلعی کا اعتراض ساقط ہو گیا حاصل اعتراض کا یہ ہے کہ اگر داخل قلفہ کا غسل مین دھونا واجب نہین باوجود صیغہ مبالغہ فاطہروا کے تو اسکو داخل بدن کا
حکم دیا تو اسمین پیشاب کے قطرے آنے سے کیون وضو ٹوٹتا ہے قول صحیح پر سقوط اعتراض کی وجہ یہ ہے کہ عدم وجوب غسل دفع حرج کی وجہ سے ہے نہ اسواسطے کہ
یہ ظاہر بدن نہین ہے وفی المسعودی ان امکن فتح القلفۃ بلا مشقۃ یجب والا لا اور مسعودی مین ہے کہ اگر کھولنا قلفہ کا بدون مشقت کے ہو سکے تو اندر کا دھونا
واجب ہے ورنہ واجب نہین ہم اسی قول کو شرنبلالی نے پسند کیا ہے اور اسی کی طرف فتح القدیر کا کلام مشیر ہے اسواسطے کہ سقوط کو مقید بحرج کیا ہے تو جہان حرج نہین
وہان دھونا بھی ساقط نہین کذا فی الطحطاوی وکفی بل اصل ضفیرتہا ای شعر المرأۃ المضفور للحرج اور کفایت کرتا ہے تر کرنا اور بھگونا عورت کی گوندھی
چوٹی کی جڑ کا یعنی گوندھے بالون کا دھونا عورت پر فرض نہین جڑون کا تر کر دینا کفایت کرتا ہے تکلیف اور مشقت کی وجہ سے ضفیرہ سے مراد عورت کے گوندھے
بال ہین ہم صحیح مسلم مین حضرت ام سلمہ رضہ سے روایت ہے کہ مین نے کہا یا رسول اللہ مین وہ عورت ہون کہ اپنے سر کی گوندھی چوٹی خوب مضبوط کر کے باندھتی ہون
کیا حیض اور جنابت کے غسل کے واسطے اسکو کھولا کرون فرمایا نہین تجکو تو تین بار دونون ہاتھون مین پانی لیکر سر پر ڈالنا کفایت کرتا ہے پھر اپنے اوپر پانی بہا
اور پاک ہونا اور ابوداؤد مین ثوبان سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے غسل جنابت کا سوال ہوا تو فرمایا کہ مرد تو اپنے بال کھول ڈالے اور بالون کو دھووے
یہانتک کہ بالون کی جڑ تک پہونچے اور عورت پر تو بالون کا کھولنا ضرور نہین اسکو تو تین چلو بھر کے پانی سر پر ڈالنا کفایت کرتا ہے کذا فی التیسیر المنقوض فیفرض
غسل کلہا اتفاقا اور عورت کو کھلے بالون کا تو بالکل دھونا فرض ہے بالاتفاق یعنی یہان فقط جڑون کا تر کرنا کافی نہوگا ولو لم یبتل اصلہا یجب نقضہا مطلقا ہو الصحیح
اور اگر گوندھی چوٹی کی جڑ نہ بھیگے تو چوٹی کا کھولنا واجب ہے ہر طرح سے یہی قول صحیح ہے ہم ہر طرح کھولنا واجب ہے خواہ آسین تکلیف ہو یا نہو اور غیر صحیح وہ قول ہے کہ
بالون کا نچوڑنا دھونے کے بعد ضرور ہے خواہ بال گوندھے ہون یا کھلے کذا فی الطحطاوی ولو ضرہا غسل راسہا ترکتہ اور اگر سر کا دھونا عورت کو ضرر کرتا ہو تو سر کا
دھونا چھوڑ دے یعنی در صورت ضرر سر کا دھونا اور مسح کرنا بھی غسل جنابت وغیرہ مین ساقط ہے سر کو چھوڑ کے باقی بدن دھووے پاک ہو جاویگی وقیل تمسحہ اور
بعضون نے کہا کہ سر کو مسح کرے اگر دھونا ضرر کرتا ہو ولا تمنع زوجہا ویجی فی التیمم اور نہ منع کرے اپنے زوج کو جماع سے اور اسکا ذکر آگے آویگا تیمم کے مسائل مین ہم
یعنی اگر عورت کو سر کا دھونا ضرر کرتا ہو اس عذر سے اسکو اپنے شوہر کا روکنا جماع سے نہین پہنچتا ہے اسواسطے کہ وہ شوہر کا حق ہے اور اسکے دفع ضرر کا علاج یہ ہے کہ
بقول اول غسل اور مسح دونون کو ترک کرے یا بقول ثانی سر کو مسح کرے کذا فی الطحطاوی لا یکفی بل ضفیرتہ فینقضہا وجوبا ولو علویا او ترکیا لامکان حلقہ
کفایت نہین کرتا ہے مرد کی گوندھی چوٹی کا بھگونا تو واجب یعنی فرض ہے اسکا کھولنا اگرچہ مرد علوی یا ترکی ہو اسواسطے کہ مرد کو سر کا مونڈنا یعنی بدون قباحت اور
بدنمائی کے ممکن ہے برخلاف عورت کے ہم علوی یعنی سادات مرتضوی اور ترکیون کی عادت ہے بال رکھنے اور چوٹی گوندھنے کی اسواسطے انکو بالخصوص ذکر کیا
ولا یمنع الطہارۃ ونیم ای خرء ذباب وبرغوث لم یصل الماء تحتہ اور طہارت کا مانع نہین مکھی اور مچھر کا وہ گو جسکے نیچے پانی نہین پہونچا اسواسطے کہ اس سے
بچنا ممکن نہین کذا فی الطحطاوی وحناء ولو جرمہ بہ یفتی اور نہ مہندی طہارت کی مانع ہے اگرچہ مہندی کا جرم لگا ہو اسی کا فتوی ہے ہم لیکن اگر مہندی کا جرم ہوگا تو
اسکے نیچے پانی کا پہونچنا ضرور ہے اور اگر نہ پہونچیگا تو طہارت حاصل نہوگی وانہ البحر الرائق مین کہا ہے کہ اگر عورت نے اپنے سر مین خوشبو چپکائی ہو اسطرح کہ پانی
بالون کی جڑون مین نہ پہونچتا ہو تو اسپر واجب ہے اسکا دور کرنا کذا فی الطحطاوی ودرن ووسخ عطف تفسیر وکذا دہن ودسومۃ اور نہ میل بدن کا مانع طہارت ہے
اور اسی طرح تیل اور چکنائی مانع طہارت کی نہین شارح نے کہا وسخ کا عطف تفسیری ہے یعنی درن اور وسخ دونون ایک معنی ہین وتراب وطین ولو فی
ظفر مطلقا ای قرویا او مدنیا فی الاصح اور خشک مٹی اور گیلی مٹی مانع طہارت کی نہین اگرچہ ناخن کے اندر ہو خواہ وہ شخص گنوار ہو یا شہر کا رہنے والا دونون
برابر ہین قول اصح مین ہم اور غیر صحیح قول یہ ہے کہ شہری کے حق مین ناخن کی مٹی مانع طہارت ہے نہ گنوار کے حق مین اسواسطے کہ شہری کا بدن چکنا ہوتا ہے تو
پانی نفوذ نہین کرتا الطحطاوی نے کہا قول اصح کی وجہ یہ ہے کہ بہر صورت پانی نفوذ کر جاتا ہے بخلاف نحو عجین برخلاف گوندھے آٹے کے مانند کہ وہ طہارت کا مانع ہے

[حاشیہ:] سادات مرتضوی وہ کہلاتے ہین جو حضرت علی رضہ کی اولاد مین سوا حضرت فاطمہ رضہ سے ۱۲

کہ نجاست حقیقی کے ساتھ نماز صحیح ہوتی ہے اور نجاست حکمی کے ساتھ اصلا صحیح نہین منیہ اور اُسکی شرح مین ہے کہ کشف عورت نہ کرے کسی کے سامنے اسواسطے کہ
حرام ہے اور پانی سے استنجا کرنا افضل ہے اگر بلا کشف ممکن ہو اور اگر ممکن نہو تو ڈھیلون پر کفایت کرنا واجب ہے کذا فی الطحطاوی مختصراً وسنتہ کسنن الوضو
سوی الترتیب اور غسل کی سنتین وضو کی سنتون کے مانند ہین چنانچہ نیت کرنا اور بسم اللہ کہنا سواے ترتیب کے یعنے اسواسطے کہ وضو کی ترتیب اور
غسل کی ترتیب یکسان نہین وآدابہ کآدابہ سوی استقبال القبلۃ لانہ یکون غالبا مع کشف العورۃ اور غسل کے مستحبات وضو کے مستحبات کے مانند ہین
سواے استقبال قبلہ کے اسواسطے کہ غسل اکثر برہنہ ہوتا ہے ہم متجملہ مستحبات غسل اعضا کا ملنا اور چھنگلی کان کے سوراخ مین ڈالنا پانی پہونچانے کے بعد
اور تحریک خاتم واسع اور نیت زبان سے کرنا اور اونچے مکان مین بیٹھکر نہانا تاکہ چھینٹین بدن پر نہ پڑین اور عدم استعانت اور تکلم بکلام ناس نکرنا
اور غسل کے مکروہات وضو کے مکروہات کے مانند ہین یعنے منھ پر پانی زور سے مارنا اور بقدر ضرورت سے پانی کم کرنا یا حاجت سے زیادہ پانی بہانا کذا فی الطحطاوی
ملتقطا وقالوا لو مکث فی ماء جار او حوض کبیر او مطر قدر الوضوء والغسل فقد اکمل السنۃ اور فقہا نے کہا ہے کہ اگر جاری پانی یا بڑے حوض یا مینھ مین بقدر مدت وضو
اور غسل کرنے کے ٹھہرا تو البتہ اُسنے پوری سنت ادا کی یعنے وہ سنت جو اُسکے لائق ہے کامل ہوگی چنانچہ تثلیث اور دلک وغیرہ کی سنت ادا ہوگئی مگر تلفظ
نیت کا فقط ٹھہرنے سے ادا نہوگا البدارۃ بالغسل یدیہ وفرجہ وان لم یکن بہ خبث اتباعا للحدیث اور سنت ہے غسل مین دونون ہاتھون اور شرمگاہ
کے دھونے سے شروع کرنا اگرچہ پیشاب کی جگہ پر کچھ نجاست نہو حدیث کی پیروی سے وخبث بدنہ ان کان علیہ خبث لئلا یشیع اور شروع کرنا
بدن کی نجاست دھونے سے اگر اُسکے بدن پر نجاست ہو تاکہ باقی بدن پر نجاست نہ پھیلے ثم یتوضأ اطلقہ فانصرف الی الکامل فلا یوخر قدمیہ ولو
فی مجمع الماء لما ان المعتمد طہارۃ الماء المستعمل پھر وضو کرے مصنف نے وضو کو مطلق بلا قید کہا اور مطلق جب بولتے ہین تو اُسکا فرد کامل مراد ہوتا ہے
تو یہان پورا وضو مراد ٹھہرا تو دونون قدمون کے دھونے کو تاخیر نہ کرے اگرچہ نہایا ہو پانی جمع ہونے کے مقام مین اسواسطے کہ مذہب معتمد ہے کہ
مستعمل پانی پاک ہے ہم جب وضو کامل مراد ہوا تو اسمین اشارہ ہے کہ سر کا مسح کرے اور یہی قول صحیح ہے اور یہ بھی اشارہ ہے کہ تمیع سنن اور مستحبات وضو
کے بجالاوے ایسا کہا ہے صاحب بحر نے اور عدم تاخیر غسل قدمین بعض مشائخ کا قول ہے اور یہی صحیح تر ہے مذہب شافعی مین اور بعضون نے کہا تاخیر کرے
مطلقًا اور بعضون نے کہا اگر وہان پانی جمع ہو تو تاخیر کرے یہی قول مذکور ہے مبسوط اور ہدایہ مین کذا فی الطحطاوی علی انہ لا یوصف بالاستعمال الا بعد
انفصالہ عن کل البدن لان فی الغسل کعضو واحد علاوہ یہ ہے کہ پانی مستعمل نہین ہوتا مگر بعد جدا ہونے کے تمام بدن سے اسواسطے کہ غسل مین تمام بدن
ایک عضو کے مانند ہے ہم تجزی حدث مین دو روایتین ہین ایکد روایت یہ ہے کہ حدث متجزی ہے یعنے جو عضو مغسول ہوگا وہ پاک ہوگا اور باقی ناپاک اور
دوسری روایت یہ ہے کہ حدث متجزی نہین یعنے بعضے اعضاء مغسولہ پاک نہونگے جبتک سارا بدن نہ دھویا جاویگا تو یہ قول شارح کا مبنی ہے عدم تجزی حدث پر
منح الغفار مین کہا کہ عدم تجزی کی روایت پر یہ پانی مستعمل نہوگا مگر بعد جدا ہونے پانی کے تمام بدن سے جو پانی کہ دونون قدم کو لگا ہے وہ مستعمل نہین ہے اسواسطے
کہ تمام بدن غسل مین ایک عضو کے مانند ہے یہانتک کہ غسل مین تراوت کا نقل کرنا ایک عضو سے دوسرے عضو کی طرف جائز ہے انتہی فحینئذ لا حاجۃ الی غسلہما
ثانیا تو اسوقت مین جبکہ معلوم ہوا کہ یہ پانی مستعمل نہین ہے تو دونون قدم کے دھونے کی دوسری بار حاجت نہین ہم مگر بطریق پاکیزگی اور افضلیت کے دھونا
بہتر ہے نہ بطریق لزوم کے تو جو تفصیل ہدایہ مین ہے اور اُسکو مجتبیٰ مین اصح کہا ہے وہ محمول ہے ماء مستعمل کی نجاست پر اور ہمارے مذہب کے علما کے بہت فروع اسی
قول پر مبنی ہین لیکن ہمنے بعض مشائخ کے قول کو اختیار کیا اسواسطے کہ طہارت ماء مستعمل کی معتمد فی المذہب ہے کذا فی المنح ملتقطا الا اذا کان ببدنہ خبث مگر جبکہ اُسکے
بدن پر نجاست حقیقی ہو تو قدمون کو دوسری بار دھو ڈالے ازالۂ نجاست کے واسطے نہ ازالۂ حدث کے واسطے کہ وہ تو زائل ہوگیا کذا فی الطحطاوی ولعل
القائلین بتاخیر غسلہما انما استحبوہ لیکون البدء والختم باعضاء الوضوء شاید کہ وہ فقہا جو پانون دھونے کی تاخیر کے قائل ہین فقط اسی واسطے تاخیر کو

مین صحاح ستہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث یون منقول ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب غسل جنابت کرتے تھے تو پہلے دونون ہاتھ دھوتے پھر نماز کے
مانند وضو کرتے پھر انگلیان پانی مین ڈالتے اور اُنسے بالون کی جڑون مین خلال کرتے یہانتک کہ ساری جلد پر پانی پہونچ جانے کا ظن حاصل ہوتا تب اُسپر تین بار
پانی بہاتے پھر باقی بدن کو دھوتے پھر دونون پانؤن دھوتے اور صحیحین کی ایک روایت حضرت عائشہ رضہ سے یہ ہو کہ جب غسل جنابت فرماتے تو پانی کا برتن ہاتھ
مین لیتے اور سر کے داہنی طرف سے شروع کرتے پھر سر کے بائین طرف سے انتہی پس ان احادیث صحیحہ سے بعد وضو کے نہانے کی ابتدا سر سے ثابت ہوئی اور ختمام
غسل کا پانؤن پر اور یہی مذکور ہو ہدایہ مین تو اسی کو قوی اور مسنون سمجھنا چاہیے واللہ اعلم وصح نقل بلۃ عضو الی عضو اخر فیہ بشرط التقاطر اور غسل مین صحیح ہو
ایک عضو کا پانی دوسرے عضو پر لیجانا بشرط ٹپکنے کے ہم یعنی نقل مین یہ شرط ہو کہ دوسرے عضو پر جا کر ٹپکے تاکہ دھونا اُسکا ثابت ہو نہ چپڑنا مصنف نے اپنی شرح مین
یہ مسئلہ تقاطر کی شرط کے ساتھ فوائد تاجیہ سے نقل کیا ہو لا فی الوضوء لما مران البدن کلہ کعضو واحد نقل کرنا ایک عضو کا پانی دوسرے عضو کے واسطے وضو مین
صحیح نہین اسواسطے کہ یہ مذکور ہو گیا ہو کہ غسل مین تمام بدن ایک عضو کے مانند ہو یعنی برخلاف وضو کے کہ اُسمین چار عضو جدا جدا ہین و فرض الغسل عند خروج
منی من العضو اور غسل فرض کیا گیا ہو نزدیک نکلنے منی کے عضو سے یعنی ذکر اور فرج سے والا فلا یفرض اتفاقا لانہ فی حکم الباطن اور اگر منی عضو سے باہر نہ نکلی تو
بالاتفاق غسل مفروض نہین اسواسطے کہ وہ باطن اور داخل کے حکم مین ہو یعنے شرع مین اُسکا اعتبار نہین جیسے بدن کے اندر کی نجاست کا اعتبار نہین جنابت
ثابت ہوتی ہو دو سبب سے ایک منفصل ہونے منی کے شہوت سے دوسرے ادخال سے آدمی کی شرمگاہ مین کذا فی الخانیہ منفصل عن مقرہ ہو صلب الرجل وترائب
المرأۃ وہ منی جو جدا ہوئی اپنے ٹھکانے سے وہ یعنی منی کا قرارگاہ مرد کی پیٹھ ہو اور عورت کی چھاتی کی ہڈیان ومنیہ ابیض اور مرد کی منی سفید ہو یعنی اور گاڑھی
جسکے نکلنے سے آلہ سست ہو جاتا ہو ومنیہا اصفر اور عورت کی منی زرد ہو یعنی پتلی فلو اغتسلت فخرج منہا منی ان کان منیہا اعادت الغسل لا الصلوٰۃ والا لا
تو اگر عورت نے مرد کی صحبت کے بعد غسل کیا پھر اُسکی شرمگاہ سے منی نکلی تو اگر عورت کی منی ہو یعنے زرد اور رقیق ہو تو غسل کا اعادہ کرے نہ اُس نماز کا جو
غسل کے بعد اس منی کے نکلنے سے پہلے پڑھی اور اگر عورت کی منی نہین بلکہ مرد کی منی سفید اور گاڑھی ہو عورت کی شرمگاہ سے نکلی تو عورت دوسری بار غسل
نکرے ہم اعادہ غسل کا امام محمد رح کے معتمد قول پر ہو کیونکہ پہلا غسل ٹوٹ گیا اور اعادہ نماز کا اسواسطے نہین کہ نماز اُسوقت ادا ہوئی جبکہ منی درحکم باطن کے
تھی تو نماز باطل نہوگی نزول منی سے بعد اُسکے کذا فی الطحطاوی بشہوۃ ای لذۃ ولو حکما کمحتلم غسل فرض ہوتا ہو اُس منی سے جو شہوت یعنے لذت کے
ساتھ نکلے اگرچہ لذت حقیقی نہو بلکہ لذت حکمی ہو جیسے خواب دیکھنے والے کی لذت ہم احتلام والے کو حقیقی لذت نہین ہوتی کیونکہ اُسکا ادراک مفقود ہو در رمین
ہو کہ شہوت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر منی بھاری چیز کے اُٹھانے سے اور مانند اُسکے بلا شہوت نکلی تو غسل فرض نہین خلافا للشافعی ولم یذکر الدفق لیشمل
منی المرأۃ لان الدفق فیہ غیر ظاہر اور مصنف نے منی کی صفت مین دفق کا لفظ جو بمعنی اچھلنے اور کودنے کے ہو ذکر نہ کیا تاکہ منی عورت کو بھی شامل رہے
اسواسطے کہ اچھل کر منی نکلنا عورت کی منی مین ظاہر نہین ہم ہدایہ اور کنز مین دفق مذکور رہی لیکن چونکہ امام رح اور محمد رح کے نزدیک احلیل سے منی نکلنے مین
دفق شرط نہین اور عورت کی منی مین دفق ظاہر نہین لہذا مصنف نے عبارت کتب مذکورہ سے عدول کیا مصنف نے اپنی شرح مین دلوالجی سے
نقل کیا کہ منی عورت کی دافق نہین یعنے کود کر نہین نکلتی اُسکی چھاتی سے شرمگاہ مین اُتر آتی ہو طحطاوی نے کہا کہ اتساع محل کے سبب سے اُسمین
دفق نہین ہوتا اور اُسمین خارج کی طرف دفع کرنے کی قوت نہین برخلاف مرد کے کہ تنگی محل سے اُسکی منی خارج کی طرف مندفع ہو جاتی ہو دار اسناد
الیہ ایضا فی قولہ تعالی خلق من ماء دافق الایۃ فیحتمل التغلیب اور عورت کی منی کی طرف بھی دفق کی نسبت کرنا حق تعالے کے اس قول مین کہ خلق من ماء
دافق الخ سو اُسمین تو صنعت تغلیب کا احتمال ہو ہم یہ جواب ہو سوال مقدر کا تقریر سوال کی یہ ہو کہ قرآن مجید مین ارشاد ہوا کہ آدمی بنایا گیا
کودنے والے پانی سے جو نکلتا ہو پیٹھ اور چھاتی کے درمیان سے تو معلوم ہوا کہ عورت کی منی مین بھی جہندگی ہوتی ہو شارح نے اسکا جواب دیا

اور انفصال سب دونون پائے گئے بطریق دفق اور شہوت کے کذا فی الطحطاوی وعند ایلاج حشفۃ ہی او قدرہا من ذکر مقطوع ای فوق ختان آدمی احتراز عن الجنی یعنی اذا لم تنزل و
اذا لم یظہر لہا فی صورۃ الادمی کما فی البحر اور غسل بفرض ہی آدمی کے تمام حشفہ داخل کرنے کے وقت آلہ تناسل مین حشفہ اُسکا نام ہی جو ختنہ کرنے کے مقام
سے اوپر ہی جسکو سپاری کہتے ہین آدمی کا حشفہ کہنا احتراز ہی جن کے حشفہ سے یعنی اگر جن عورت سے جماع کرے اور اُسکے سامنے آدمی کی صورت پر ظاہر نہوا ہو
جبکہ عورت کو انزال نہو چنانچہ بحر الرائق مین ہی کہ عورت پر غسل نہین ہم جب عورت نے کہا کہ میرے ساتھ ایک جن ہی خواب مین آتا ہی بارہا اور مجکو وہ لذت
حاصل ہوتی ہی جو میرے زوج کے جماع سے حاصل ہوتی ہی تو اُسپر غسل نہین بدون انزال کے اور اگر انزال ہوا تو غسل واجب ہی گویا وہ احتلام ہی اور اگر جن آدمی
کی صورت پر ظاہر ہوا تو فقط ادخال حشفہ سے غسل واجب ہوگا انزال ہو یا نہو اسواسطے کہ مدار احکام کا ظاہر پر ہی کذا فی البحر او ایلاج قدرہا من مقطوعہا یا وقت
داخل کرنے بقدر حشفہ کے اُس شخص سے جسکا حشفہ کٹا ہی ولو لم یبق منہ قدرہا قال فی الاشباہ لم یتعلق بہ حکم ولم ارہ اور جو بقدر حشفہ کے ذکر سے باقی نرہا اشباہ مین کہا
ہم کو کوئی حکم اسکے ساتھ متعلق نرہا اور ہمنے اُسکو کسی کتاب مین نہین دیکھا ہم یعنی جو احکام کہ حشفہ داخل کرنے سے تعلق رکھتے ہین چنانچہ وجوب غسل اور حلال ہونا
مطلقہ کا اور جماع کی قسم مین حانث ہونا یا نہونا اس صورت مین باقی نہ رہے سید علی مقدسی نے کہا کہ قدر حشفہ کی تقلید کے مفہوم سے یہ نکلتا ہی کہ اُسکے ساتھ کچھ حکم
متعلق نرہا اور عند السوال اسی کا فتوی دیا جاسے کذا فی الطحطاوی فی احد سبیلی آدمی حی یجامع مثلہ سیجی محترزہ غسل فرض ہوتا ہی حشفہ داخل کرنے سے
ایک راہ مین دو راہون سے کہ قبل اور دبر ہی اُس زندہ آدمی کی کہ ویسی کا جماع ہو سکتا ہی اور قیود ثلثہ مین سے ہر قید کا محترز آگے آویگا یعنی آدمی کی قید سے جانور سے
احتراز ہوا اور زندہ کی قید سے مردہ نکل گیا اور قابل جماع کی قید سے صغیر غیر قابل جماع خارج ہوا ہم اور مجرد غائب ہونے حشفہ بدون انزال کے غسل کے واجب ہونے
پر بہت احادیث دلیل ہین از انجملہ ابوہریرہ کی حدیث ہی صحیح بخاری اور مسلم مین کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مرد بیٹھا عورت کی چار شاخون مین
اور کچھوا ایک ختان یعنی ختنہ گاہ نے دوسرے ختان کو تو البتہ غسل واجب ہو گیا مسلم کی روایت مین اتنا زیادہ ہی اگرچہ اُسکو انزال نہوا ہو اور یہ جو مسلم کی حدیث ہی کہ انما
الماء من الماء سو احتلام پر محمول ہی چنانچہ جامع ترمذی مین عبد اللہ بن عباس سے بتصریح مروی ہی کذا فی العینی علیہما ای الفاعل والمفعول لو کانا مکلفین دونون پر
غسل فرض ہی یعنی فاعل اور مفعول پر بشرطیکہ فاعل اور مفعول دونون مکلف ہون یعنی عاقل بالغ مسلمان ہون ولو احدہما مکلفا فعلیہ فقط اور اگر دونون مین سے
ایک مکلف ہو یعنی دوسرا صغیر یا مجنون تو صرف مکلف پر غسل واجب ہی دون المراہق لکن یمنع من الصلوۃ حتی یغتسل غسل فرض نہین مراہق پر لیکن وہ نماز
پڑھنے سے روکا جائیگا یہانتک کہ نہاوے ہم مراہق وہ صغیر ہی کہ ہنوز بالغ نہین قریب باحتلام ہی ویؤمر بہ ابن عشر تادیبا اور دس برس کے لڑکے کو غسل کرنے کا
امر کیا جائے ادب سکھانے کو تا طہارت کی اُسکو عادت ہو جیسے نماز کا اُسکو امر کیا جاتا ہی ہم دس برس کے صغیر نے جماع کیا عورت بالغہ کا تو عورت پر غسل ہی صغیر پر
نہین لیکن عادت پڑنے کے واسطے اُسکو غسل کرنے کا امر ہوگا کذا فی العالمگیریۃ عن المحیط وان وطیئہ لم ینزل منیا بالاجماع ادخال حشفہ سے مکلف پر غسل فرض ہی
بالاجماع اگرچہ اُسنے منی نہین ٹپکائی ہم عالمگیری مین محیط سے منقول ہی کہ یہی مذہب ہی ہمارے علما کا اور یہی صحیح ہی چنانچہ فتاوی قاضی خان مین ہی یعنی لو فی دبر غیرہ
اما فی دبر نفسہ فرجح فی النہر عدم الوجوب الا بالانزال یعنے دبر مین حشفہ داخل کرنے سے اُسوقت غسل فرض ہوتا ہی کہ غیر شخص کی دبر مین داخل کرے اور اگر اپنی دبر
مین حشفہ داخل کیا سو نہر الفائق مین عدم وجوب غسل کو ترجیح دی ہی بدون انزال کے ہم نہر الفائق مین کہا کہ اعتماد کے لائق عدم وجوب ہی مگر بانزال اسواسطے
کہ وہ اولی ہی صغیرہ اور میتہ سے قصور لذت مین ولا یرد الخنثی المشکل فانہ لا غسل علیہ بایلاج فی قبل او دبر ولا علی من جامعہ الا بالانزال لان الکلام فی حشفۃ
وسبیلین محققین اور مصنف پر خنثی مشکل کا اعتراض وارد نہین ہوتا اسواسطے کہ اُسپر غسل واجب نہین حشفہ داخل کرنے سے قبل یا دبر مین اور نہ اُس شخص پر جو خنثی مشکل
سے جماع کرے مگر انزال سے البتہ غسل ہی اسواسطے کہ مصنف کا کلام حشفہ واقعی اور اُس قبل اور دبر مین ہی جو بلاشبہہ محقق اور ثابت ہین ہم یعنی مصنف کے اس قول پر کہ حشفہ داخل
کرنے سے احد السبیلین مین مکلف پر غسل واجب ہوتا ہی خنثی مشکل کے فاعل اور مفعول ہونے سے عدم وجوب غسل کا اعتراض وارد نہوگا اسواسطے کہ خنثی مشکل کا حشفہ اور فرج

ف

پیشاب پانی سے اگر فرض کر غسل انزال سے ہوتا ہی ۱۲

نہ دیکھیگا وکذا المرأۃ مثل الرجل علی المذہب اور اسی طرح عورت کا حکم ہو مرد کے مانند بنابر معتمد مذہب کے یعنی بدون دیکھنے رطوبت کے احتلام یاد ہونے سے عورت پر غسل نہین جیسے مرد پر غسل نہین طحطاوی نے کہا یہی مذہب معتمد ہر سب کے نزدیک اور وہ جو محمد رح سے روایت ہر عورت کے وجوب غسل کی وہ اعتماد کے لائق نہین شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ ہم اُس روایت کو نہین لیتے ہین انتہی مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور اس مسئلہ کی دلیل وہ حدیث ہر جو بخاری اور مسلم مین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہر کہ ام سلیم ابو طلحہ کی عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہا کہ مجکو احتلام ہوا یا رسول اللہ حق تعالی شرم نہین کرتا حق سے کیا عورت پر غسل ہر جبکہ اسکو احتلام ہو فرمایا کہ ہان جبکہ وہ پانی کو دیکھے یعنے جبکہ منی نظر آوے نووی نے شرح مہذب مین اسپر اجماع نقل کیا ہر اگر کوئی کہے کہ تمہارے مذہب مین مفہوم شرط کا معتبر نہین ہم جواب دینگے کہ حکم غسل کا معلق بشرط ہر تو غسل کا حکم منعدم ہوا عدم اصلی سے اور یہ نہین کہ عدم شرط کو عدم حکم مین اثر ہر انتہی ما فی المنح ملخصا ولو وجد بین الزوجین ماء ولا ممیز ولا تذکر ولا نام قبلہما غیرہما اغتسلا اور اگر درمیان زوجہ اور زوج کے پانی یعنی منی یا مذی پائی گئی یعنی بستر پر جسپر سوتے تھے جب بیدار ہوئے تو بستر پر منی یا مذی پائی اور تمیز کی کوئی وجہ نہین جس سے مرد یا عورت کی منی ممتاز ہو اور نہ دونون کو احتلام یاد ہر اور نہ ان دونون سے پہلے کوئی اور شخص اُس بستر پر سویا تھا تو دونون پر نہانا واجب ہر احتیاطا کذا فی الخانیہ وجہ تمیز کی یہ ہر کہ مرد کی منی سفید اور گاڑھی ہوتی ہر اور عورت کی منی پتلی اور زرد اور مرد کی منی طول مین واقع ہوتی ہر اور عورت کی عرض مین تو جسکی علامت پائی جاوے اسپر غسل لازم ہوگا اور جسکو احتلام یاد ہوگا اسپر غسل لازم ہوگا اور جو اس بستر پر اول کوئی سویا ہوگا اور منی خشک ہوگی تو ظاہر اکسی پر زوجین سے غسل واجب نہوگا کذا فی البحر بحثا ادخل حشفتہ او قدرہا ملفوفۃ بخرقۃ ان وجد لذۃ الجماع وجب الغسل والا لا علی الاصح والاحوط الوجوب حشفہ کپڑے مین لپیٹا ہوا قبل یا دبر مین داخل کیا یا بقدر حشفہ مقطوع الحشفہ نے اسی طرح داخل کیا اگر لذت جماع کی پائی تو نہانا واجب ہوا کذا فی المنح اور اگر لذت اور گرمی نہین پائی تو غسل واجب نہین بنابر اصح قول کے اور زیادہ تر احتیاط ہر غسل کے واجب ہونے مین دونون صورتون مین لذت حاصل ہو یا نہو کذا فی البحر وعند انقطاع حیض ونفاس ہذا وما قبلہ من اضافۃ الحکم الی الشرط ای یجب عندہ لا بہ بل بوجوب الصلوۃ او ارادۃ ما لا یحل کما مر اور غسل فرض ہر حیض ونفاس کے منقطع ہونے کے وقت شارح نے کہا یہ یعنی انقطاع حیض و نفاس اور جو اس سے پہلے مذکور ہو چکا یعنی خروج منی اور ادخال حشفہ اور رویت مستیقظ وہ من قبیل نسبت کرنے حکم کے ہر طرف شرط کے یعنی غسل واجب ہر خروج منی اور ادخال حشفہ اور رویت مستیقظ اور انقطاع حیض اور نفاس کے اوقات مین نہ ان اشیا کے سبب سے بلکہ غسل واجب ہر بسبب واجب ہونے نماز کے یا بسبب ارادہ کرنے اُس فعل کے جو بدون غسل کے حلال نہین جیسا نچہ تلاوت قرآن مثلا جیسا کہ مسائل وضو مین گذر گیا امام بیہقی فقہ کی جن کتابون مین خروج منی وغیرہ کو غسل کا سبب کہا ہر تو وہان حکم کو شرط کی طرف نسبت کیا ہر کیونکہ امور مذکورہ سبب غسل کے نہین مین بلکہ غسل کی شروط ہین اور غسل کا سبب توفی الحقیقۃ وجوب صلوۃ ہر یا ارادہ تلاوت قرآن مثلا لا عند مذی او ودی غسل فرض نہین مذی اور ودی کے نکلنے کے وقت اور مستیقظ کو جو مذی کے دیکھنے سے غسل لازم ہوتا ہر تو اس احتمال سے کہ بدن کی یا ہوا کی گرمی سے منی رقیق ہو گئی بل الوضوء منہ ومن البول جمیعا علی الظاہر بلکہ وضو لازم ہر ودی اور بول دونون سے بنابر ظاہر الروایۃ کے ثمرہ اسکا نظیر رعاف بعد البول ہر یا بول بعد الرعاف تو اگر قسم کھائی وضو نکریگا رعاف سے پھر اسکو رعاف ہوئی پھر پیشاب کیا یا اسکے بالعکس تو وضو دونون سے ثابت ہوگا اور وہ شخص حانث ہوگا اگر کوئی کہے کہ کیا فائدہ ہر ودی سے وضو کے واجب کہنے مین اور حالانکہ بول سابق سے تو وضو واجب ہو گیا اسکے پانچ جواب بحر الرائق مین مذکور ہین از انجملہ ایک جواب یہ ہر کہ جسکو سلس البول کی بیماری ہو تو اُسکا وضو ودی سے ٹوٹیگا نہ پیشاب سے اور از انجملہ یہ ہر کہ جسنے وضو کیا بعد بول کے ودی نکلنے سے پہلے تو اب ودی سے وضو واجب ہوگا اور از انجملہ وہ جواب ہر جو شارح نے ذکر کیا کذا فی الطحطاوی مختصرا

ولا عند ادخال الاصبع ونحوہ کالذکر الغیر الآدمی والذکر المقطوع والمیت والصبی الذی لا یشتہی والمیتۃ من تخرقب فی الدبر او القبل سے الفتنا اور نہ فرض نہیں ہوتا وقت داخل کرنے انگلی اور اُسکے مانند کے چنانچہ آدمی کے سوا کسی جانور کا ذکر اور کٹا ذکر اور میت اور اُس صغیر کا ذکر جسکو شہوت نہیں ہوتی اور جو چیز آلت کے مانند بنائی جاتی ہو لکڑی وغیرہ سے یعنی ہر کا صورتیں شہوت رانی کیواسطے بناتی ہیں جسکو اہل ہند مہودر کہتے ہیں یہ ان اشیا کے قبل یا دبر میں داخل کرنے سے غسل لازم نہیں بنا بر قول مختار کے ہم دبر میں تو ترجیح متفق ہو مگر قبل میں ترجیح مختلف ہو اسواسطے کہ شیخ الاسلام ابو سعود نے نوح آفندی کے کلام سے نقل کیا ہو کہ ادخال قبل میں وجوب غسل کا مختار ہو جبکہ عورت شہوت رانی کا قصد کرے یعنی بدون انزال کے بھی غسل واجب ہو اسواسطے کہ عورتوں میں شہوت غالب ہوتی ہو تو سبب کو مقام مسبب کے قائم کیا کذا فی الطحطاوی ۔ ایضا ولا عند وطی بہیمۃ او میتۃ او صغیرۃ غیر مشتہاۃ اور فرض نہیں نہانا زندہ یا مردہ جانور کے جماع سے اور نہ اُس صغیرہ کے جماع سے جو شہوت کے لائق نہیں ہم یہ احتراز ہو اُس قول سابق کا کہ زندہ آدمی قابل شہوت کے دونوں سبیلین میں ادخال حشفہ سے نہانا فرض ہوتا ہو زندہ آدمی کی قید سے جانور زندہ اور مردہ نکل گیا اور قابل شہوت کے قید سے صغیرہ غیر مشتہاۃ خارج ہو گئی ہاں تفسیر نفضاۃ بالوطی صغیرۃ غیر مشتہاۃ یعنی قابل شہوت نہونا اسطرح پر ہو کہ جماع کرنے سے دمیان کا پردہ پھٹ کر دونوں راہیں یعنی قبل اور دبر ایک ہو جاویں وان نامت المشتہاۃ جانور وغیرہ کے جماع سے غسل نہیں اگرچہ حشفہ اندر چھپ جاوے ولا ینتقض الوضو فما یلزم الا الغسل الذکر قہستانی عن النظم اور ایسے جماع سے وضو نہیں ٹوٹتا تو سوائے آلت دھو ڈالنے کے کوئی چیز لازم نہیں آتی ایسا نقل کیا ہو قہستانی نے نظم سے وقیل ان رطوبۃ الفرج طاہرۃ عندہ فتنبہ اور آگے آویگا کہ رطوبت فرج کی پاک ہو امام کے نزدیک تو ہوشیار رہو جا کہ جماع صغیرہ غیر مشتہاۃ کے جماع سے آلت کا دھونا صاحبین کے قول پر ہو نہ امام کے قول پر اور یہ اختلاف فرج داخل میں ہو اسواسطے کہ فرج خارج کی رطوبت بالاتفاق طاہر ہو اس دلیل سے کہ امام اور صاحبین کے نزدیک اسکا دھونا وضو میں سنت ہو اور اگر نجس ہوتی صاحبین کے نزدیک تو دھونا فرض ہوتا کذا فی الحلبی بلا انزال لقصور الشہوۃ اشیاء مذکورہ میں بدون انزال کے غسل لازم نہیں لذت کے ناقص ہونے کی وجہ سے ہم یہ علت ہو اشیاء متقدم کی عدم وجوب غسل کی یعنی لذت کامل ہوتی ہو مرغوب بالطبع کے جماع سے یا انزال سے پھر جب محل مرغوب نہوا تو بدون انزال کے کمال لذت نہیں اما وفیحال علیہ اور انزال ہونے کے ساتھ تو غسل کا واجب ہونا انزال ہی پر حوالہ کیا جائیگا یعنی اسوقت میں انزال ہی منظور الیہ ہو مقصود فی الوجوب ہوگا جیسے محال علیہ مقصود بالمطالبہ ہوتا ہو کذا فی الطحطاوی کما لا غسل لو اتی عذراء ولم یزل عذرتہا النظم فتکون البکارۃ فانہا تمنع التقاء الختانین الا اذا حبلت لانزالہا وتعید ما صلت قبل الغسل کذا قالوا چنانچہ غسل لازم نہیں جو باکرہ سے جماع کیا اور اُسکی بکارت قائم رہی اسواسطے کہ بکارت مرد اور عورت کے ختنہ گاہوں کے ملنے سے یعنی فرج میں دخول حشفہ سے مانع ہو مگر جبکہ باکرہ اس وطی سے حاملہ ہو گئی تو غسل لازم ہوگا عورت کے انزال ہونے کی وجہ سے یعنے اسواسطے کہ بدون انزال جانبین کے حمل متحقق نہیں ہوتا اور باکرہ بعد حمل کے ان نمازوں کو پھر پڑھے جو غسل کرنے سے پہلے پڑھ چکی ایسا کہا ہو علماء مذہب نے شارح نے کما عذرہ بعضہم میں وسکون ذال معجمہ بکارت ہو بکارت سے ہم اعادہ نماز کی یہ وجہ ہو کہ حمل کے بعد ظاہر ہو گیا کہ اُسنے بدون طہارت کے نماز پڑھی وفیہ نظر لان خروج منیہا من فرجہا الداخل شرط لوجوب الغسل علی المفتی بہ ولم یوجد قالہ الحلبی اور قول مذکور سے کہ وجوب غسل میں اعتراض ہو اسواسطے کہ عورت کی منی کا نکلنا فرج داخل سے وجوب غسل کی شرط ہو بنا بر قول مفتی بہ کے اور وہ یہاں پایا نہیں گیا ایسا کہا حلبی نے ہم یعنے جبکہ خروج منی کا نہوا تو اُسپر غسل واجب نہیں اگرچہ حمل رہ گیا ہوا الحاصل باکرہ پر غسل واجب نہیں ہوتا مطلقا اگرچہ وہ حاملہ ہو جاوے اسواسطے کہ قول اصح یہ ہو کہ اُسپر وجوب غسل کا انزال سے اُسوقت ہوتا ہو جبکہ منی فرج داخل سے فرج خارج کی طرف پہونچے اور مرد پر تو غسل لازم ہوگا اسلیے کہ ظہور حمل کا علامت ہو مرد کے انزال کی اگرچہ اُسکو معلوم نہ

مین کہتا ہون اور اعتراض مذکور تمام نہوگا کیونکہ بکارت خروج منی کی مانع ہو اور حالانکہ برخلاف اسکے ثابت ہو اسواسطے کہ حیض اُسی محل سے خارج ہوتا ہی
وتمامہ فی الطحطاوی ویجب ای یفرض علی الاحیاء المسلمین کفایۃ اجماعا ان یغسلوا بالتخفیف المیت المسلم الا الخنثی المشکل فییمم اور واجب ہی
یعنے فرض ہی زندہ مسلمانون پر بطور فرض کفایہ اجماع کی دلیل سے یہ کہ نہلاوین مردہ مسلمان کو سوائے اُس مردہ کے جو خنثی مشکل ہو تو اسکو غسل نہ دیجیے بلکہ
اسکو غسل کے عوض تیمم کروائے ہم شارح نے وجوب کی تفسیر فرض کی تا معلوم ہو کہ یہان وجوب اصطلاحی مراد نہین جیسے اگلے مسئلے مین بھی وجوب سے
فرض مراد ہی مصنف نے اپنی شرح مین فتح القدیر سے نقل کیا کہ یہ فرضیت اجماع سے ثابت ہی اور غسل میت کی صحت مین نیت شرط نہین ہان ذمہ مکلفین
سے اسقاط فرض کا نہوگا بدون نیت کے تو غریق کو بھی تین بار غسل دینا زندون پر لازم ہوگا مگر خانیہ مین زندون پر بھی نیت کو لازم نہین کہا انتہی شارح
نے یغسلوا مین تخفیف کی قید لگائی حالانکہ تخفیف و تشدید دونون متعدی ہین کذا فی القاموس تو مترجم کے ذہن ناقص مین آتا ہی کہ بالتخفیف کا لفظ بعد
لفظ میت کے ہوگا شاید کہ کاتب سے تقدیم واقع ہوگئی اسلیے کہ طحطاوی وغیرہ نے تصریح کی ہی کہ میت بالتخفیف وہ ہی جو مرگیا اور میّت بالتشدید وہ ہی جو
زندہ ہی آگے مریگا کما یجب علی من اسلم جنبا او حائضا او نفساء ولو بعد الانقطاع علی الاصح کذا فی الشرنبلالیۃ من البرہان وعللہ ابن الکمال ببقاء
الحدث الحکمی جیسے واجب یعنی فرض ہی نہانا اُس شخص پر جو مسلمان ہو حالت جنابت یا حیض یا نفاس مین اگرچہ حیض اور نفاس کے موقوف ہوجانے
کے بعد اسلام قبول کیا بنا بر صحیح تر قول کے چنانچہ شرنبلالیہ مین برہان سے منقول ہی اور ابن کمال نے وجوب غسل بعد الانقطاع کی دلیل بیان کی ہی حدث
حکمی کے باقی رہنے سے یعنی جبکہ حدث باقی رہا تو وہ زائل نہوگا بدون غسل کے او بلغ لا بالسن بل بانزال او حیض او ولدت ولم تر دما او اصابت کل بدنہ
نجاسۃ او بعضہ وخفی مکانہا یا جوان ہوا آدمی عمر کے حساب سے نہین بلکہ انزال یا حیض کے آنے سے یا کہ عورت جنی اور اُسنے خون کو نہ دیکھا یا آدمی کے
تمام بدن پر نجاست لگی یا تھوڑے بدن پر نجاست لگی اور نجاست کا مکان مخفی رہا تو ان پانچون صورتون مین غسل کرنا لازم ہوگا ہم اور اگر بلوغ عمر کے
حساب سے ہوگا تو غسل واجب نہین مستحب ہی چنانچہ عنقریب آتا ہی اور بلوغ کی عمر لڑکا اور لڑکی پندرہ برس ہی اسی قول پر فتوی ہی فی الاصح راجع للجمیع
غسل لازم ہی صحیح تر قول مین شارح نے کہا اصح ہونا سب پانچون صورتون کی طرف راجع ہی وفی التاتارخانیۃ معزیا للعتابیۃ والمختار وجوبہ علی المجنون اذا افاق
قلت وھو یخالف ما یاتی متنا الا ان یحمل انہ رای منیا اور تاتارخانیہ مین عتابیہ کی طرف منسوب ہی کہ قول مختار وجوب غسل کا ہی اُس مجنون پر جو ہوش
مین آگیا مین کہتا ہون یہ قول مخالف ہی اس قول کے جو متن مین آویگا یعنے استحباب غسل کا مگر یہ کہ وجوب غسل کو اسپر محمول کیجیے کہ مجنون نے بعد افاقہ اپنے
بدن یا کپڑے پر منی دیکھی اور استحباب کے قول کو عدم رویت پر محمول کیجیے تو اب خلاف باقی نہ رہا وھل السکران والمغمی علیہ کذلک یراجع اور کیا مست
اور صاحب غشی کا حکم اسی طرح مجنون کے مانند ہی ہوشیار ہونے کے بعد کتابون مین اسکا حکم دیکھنا چاہیے یعنی ہمنے اسکا حکم نہین دیکھا تو تلاش کرنا چاہیے
ہم بحرالرائق مین مذکور ہی کہ مست جب ہوش مین آیا اور اُسنے مذی کو دیکھا تو اُسپر بالاتفاق غسل نہین تو اگر مذی نہ دیکھیگا تو بطریق اولی اُسپر غسل لازم نہوگا اور
صاحب غشی کو تو خود شارح نے مستحبات مین غرر الاذکار سے نقل کیا ہی کذا فی الطحطاوی والا بان اسلم طاہرا او بلغ بالسن فمندوب اور اگر دیسا نہین
یعنی جنابت یا حیض یا نفاس سے پاک حالت مسلمان ہوا یا عمر کے حساب سے جوان ہوا تو غسل کرنا مستحب ہی فرض نہین وسن لصلوۃ جمعۃ ولصلوۃ
عید ہو الصحیح کما فی غرر الاذکار وغیرہ اور غسل کرنا سنت ہی جمعہ کی نماز کے واسطے اور عید کی نماز کے واسطے یہی قول صحیح ہی چنانچہ غرر الاذکار وغیرہ مین ہی
ہم ابو یوسف رح کے نزدیک جمعہ کا غسل نماز کے واسطے ہی اور حسن بن زیاد کے نزدیک جمعہ کے دن کے واسطے ہی اور ثمرہ اختلاف کا ظاہر ہوتا ہی اُسی
شخص مین جسنے جمعہ کے دن غسل کیا پھر اُسکا وضو ٹوٹا اور اُسنے وضو کیا اور جمعہ کی نماز پڑھی تو ابو یوسف کے نزدیک سنت نہ ادا ہوئی اور حسن کے نزدیک
ادا ہوئی کذا فی المنح وفی الخانیۃ لو اغتسل بعد صلوۃ الجمعۃ لا یعتبر اجماعا اور خانیہ مین ہی کہ اگر بعد نماز جمعہ کے غسل کیا تو وہ غسل معتبر نہین بالاتفاق ابو یوسف رح

اور حسن کے نزدیک سبب اعتبار غسل کی یہ وجہ بحر الرائق مین بیان کی کہ غسل اسواسطے شروع ہوا کہ آدمی کے بدن کا میل دور ہو جسمین ابو یوسف کا
اختلاف ہوتی ہی اور روایات تو کل نہین نماز جمعہ کے بعد نہانا سنت ہے اور حسن کے نزدیک کہ غسل دن کے سبب سے ہی نہ نماز کے سبب سے تحقیق یہ شرط ہی کہ غسل
نماز سے پہلے ہووا اور جیسا دن کے نزدیک اتفاقی ذکر کی ہی بیت صحیح نہین اسواسطے کہ بعض نے تصریح کی ہی کہ غسل کرنے کے بعد نماز بدے حسن کے نزدیک سنت
ادا ہوتی کذا فی الطحطاوی مختصراً وظاہر غسل واحد لعید وجمعة اجتمعت جنابة ودکفا یت کرتا ہی ایکبار غسل کرنا اوس عید اور جمعہ کے واسطے جو جنابت کے ساتھ جمع
ہوئے ہم یعنی جمعہ کے دن عید واقع ہوئی اور ایک شخص کو جنابت بھی ہی تو ایک بار نہانا غسل سنت اور غسل فرض سب کو کفایت کرتا ہی کذا فی النہر من باب الدیتہ
کما الفرض جنابة وحیض جیسے جنابت اور حیض دونوں فرضون کے واسطے ایک غسل کفایت کرتا ہی اجتماع حیض اور جنابت کی صورت یہ ہی کہ انقطاع حیض کے
بعد جنابت یا احتلام واقع ہوا ولاجل احرام اور غسل سنت ہی احرام حج یا عمرہ کے واسطے وفی جبل عرفة بعد الزوال اور غسل سنت ہی عرفات کے پہاڑ مین دوپہر
ڈھلنے کے بعد ہم شارح نے پہاڑ کا لفظ زیادہ کرکے اشارہ کیا غسل عرفہ اسوقت سنت ہی جبکہ داخل عرفات ہو ابن امیر حاج نے کہا کہ یہ غسل فقط دن کیواسطے نہین
بلکہ ظاہر وقوف عرفات کے واسطے ہی کذا فی الطحطاوی **وندب لمجنون افاق** اور غسل کرنا مستحب ہی اوس دیوانہ کے واسطے جو ہوش مین آگیا ہم
غسل تین قسم پر ہی فرض سنت مستحب فرض غسل چھ قسم ہی انزال منی سے بشہوت دوسرے ادخال حشفہ سے تیسرے انقطاع حیض سے چوتھے انقطاع نفاس
سے پانچوین غسل میت چھٹے سارے بدن مین نجاست لگنے سے یا بعض بدن مین اور نجاست کا مکان مخفی ہو اور غسل سنت چار ہین نماز جمعہ کے واسطے اور
عید کی نماز کے لیے اور احرام کے واسطے اور وقوف عرفات کے لیے اور مستحب غسل کا بیان اب شروع ہوا مجنون سے وکذا المغمی علیہ کما فی غرر الاذکار اور
اسی طرح صاحب غشی کا غسل مستحب ہی افاقہ ہونے کے بعد چنانچہ غرر الاذکار مین مذکور ہی ولی السکران کذا لم اره اور کیا مست کا بھی اسی طرح کا حکم ہی مین نے
اسکو کسی کتاب مین نہین دیکھا ہم شارح سے یہ کلام مکرر واقع ہوا اور اسکی گفتگو بحر الرائق سے مذکور ہو گئی وعند حجامة اور غسل مستحب ہی پچھنے لگانے کے وقت
یعنے پچھنے لگانے کے بعد وفی لیلة براءة اور غسل مستحب ہی شب برات مین یعنے شعبان کی پندرھوین رات مین اوس رات کی تعظیم کے واسطے اور شب
بیداری کے لیے اسواسطے کہ اسمین ارزاق اور آجال کی تقسیم ہوتی ہی اور مومن کے واسطے براءة من النار اور براءة من الذنوب حاصل ہوتی ہی کذا فی
الطحطاوی وعرفة اور غسل مستحب ہی شب عرفہ یعنی نوین رات ذی الحجہ مین وقدر اذا راہا اور غسل مستحب ہی شب قدر مین جبکہ اسکو دیکھے یعنے جبکہ اسکو جانتا ہو
بطن غالب اور شرنبلالی کی امداد الفتاح مین ہی کہ غسل مستحب ہی جبکہ شب قدر کو یقینا دیکھے یا ان احادیث پر عمل کرے جو بیان اوقات شب قدر مین وارد
ہین کذا فی الطحطاوی ہم اکثر احادیث صحاح مین عشرہ اخیرہ رمضان المبارک کی طاق راتون مین طلب کرنا شب قدر کا وارد ہی علی الخصوص اکیسوین اور تیئیسوین
اور ستائیسوین واللہ اعلم وعند الوقوف بمزدلفة غداة یوم النحر للوقوف اور غسل مستحب ہی نزدیک ٹھہرنے مزدلفہ کے روز قربانی کی صبح کو وہان ٹھہرنے
کے واسطے ہم مزدلفہ ایک مکان ہی عرفات اور منی کے درمیان وعند دخول منی یوم النحر لرمی الجمرة وکذا البقیة الرمی اور غسل مستحب ہی نزدیک داخل
ہونے منی کے قربانی کے دن جمرہ کو پتھریان مارنے کے واسطے اور اسی طرح باقی سنگساری کے واسطے یعنے یوم النحر کے بعد تین دن جمرات ثلثہ کی سنگساری
جو ہوتی ہی تو ہر روز کا نہانا سنگساری کے واسطے مستحب ہی وعند دخول مکة لطواف الزیارة اور غسل مستحب ہی نزدیک داخل ہونے مکہ معظمہ کے
طواف الزیارة کے واسطے تاکہ فرض ادا ہو واکمل طہارتین کے ساتھ اور اسی طرح ہر بار اوس مکان مقدس کے دخول مین بلا نسک غسل مستحب ہی حرمت مکان
کی تعظیم کے واسطے کذا فی امداد الفتاح **ولصلوة کسوف وخسوف** اور غسل مستحب ہی سورج گہن اور چاند گہن کی نماز کے واسطے ہم کسوف اور خسوف نشانیان مین
بندون کے ڈرانے کے واسطے تو اقرب حالات تضرع طہارت کاملہ ہی نماز کے واسطے کذا فی امداد الفتاح **واستسقاء وفزع وظلمة وریح شدید** اور واسطے
طلب بارش کے اور خوف اور تاریکی روز اور سخت آندھی مین غسل کرنا مستحب ہی تاکہ باکمل طہارتین التجا الی اللہ تعالی دفع مصیبت کے واسطے حاصل ہو

کذا فی امداد الفتاح وکذا لدخول المدینۃ ولحضور مجمع الناس ولمن لبس ثوبا جدیدا اوغسل میتا اور اسی طرح غسل مستحب ہو مدینہ منورہ کے داخل ہونے مین حضرت
رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور تکریم کے واسطے اور آدمیون کے مجمع مین جانے کے واسطے غسل مستحب ہو تاکہ لوگون کو میل اور پسینہ کی بدبو سے
تکلیف نہو اور اسکو غسل مستحب ہو جو نیا کپڑا پہنے یا مردہ نہلاوے م ظاہر کلام شارح دلالت کرتا ہو کہ مجمع کا غسل مذہب حنفی مین منصوص ہو حالانکہ ایسا نہین بلکہ
صاحب بحر نے کہا کہ یہ نووی شافعی کا قول ہو ہمنے اپنے علما کے قول مین نہین دیکھا کذا فی الطحطاوی اوبراد قتلہ یا اس شخص کو غسل کرنا مستحب ہو جسکے قتل کا ارادہ کیا
جاتا ہو یعنی قتل اسکا خواہ بحد یا قصاص یا بظلم ہو بہرصورت غسل مستحب ہو تاکہ موت طہارت کے ساتھ ہو اور وہ شہید ہوکر مرے کذا فی الطحطاوی ولتائب من ذنب
اور گناہ سے توبہ کرنے والے کو غسل مستحب ہو تاکہ توافق حاصل ہو طہارت ظاہری کو طہارت باطنی کے ساتھ اسواسطے کہ طہارت ظاہری نافع نہین بدون
طہارت باطنی کے ولقادم من سفر اور غسل مستحب ہو سفر سے آنے والے کو ولمستحاضۃ انقطع دمہا اور اس عورت مستحاضہ کو غسل کرنا مستحب ہو جسکا خون بند ہوگیا
کہ شاید استحاضہ کے اندر حیض واقع ہوا ہو کذا فی الطحطاوی ثمن ماء اغتسالہا ووضوئہا علیہ ای الزوج ولو غنیۃ کما فی الفتح لانہ لا بد لہا منہ فصار
کالشرب فاجرۃ الحمام علیہ اور زوجہ کے غسل اور وضو کے پانی کی قیمت زوج پر لازم ہو اگرچہ زوجہ مالدار ہو چنانچہ فتح القدیر مین ہو اسواسطے کہ عورت
کو غسل اور وضو کا پانی ضرور ہو پینے کے پانی کے برابر تو حمام کی اجرت بھی زوج پر ہو م حمام کی اجرت قیاس ہو صاحب بحر کا مذہب کی روایت نہین اور بیرجو
خلاصہ مین تفصیل مذکور ہو کہ محتاج زوجہ کے غسل اور وضو کا پانی زوج پر ہو اور مالدار کا نہین سو ضعیف قول ہو کذا فی الطحطاوی ولو کان الاغتسال
لا عن جنابۃ وحیض بل لازالۃ الشعث والتفث قال شیخنا الظاہر انہ لا یلزمہ اور اگر زوجہ کا نہانا جنابت اور حیض سے نہو بلکہ سر کی گرد آلودگی اور میل
کے دور کرنے کے واسطے ہو تو ہمارے اُستاد خیر الدین رملی نے کہا کہ ظاہرا ایسے نہانے کے پانی کی قیمت زوج پر لازم نہین م اسواسطے کہ یہ ضروریات سے نہین ہو
بلکہ از قسم پاکیزگی بدن کے ہو اور اس کلام سے نکلتا ہو کہ سر کا تیل اور مشاطہ کی اجرت واجب نہین زوج پر کذا فی الطحطاوی ویحرم بالحدث الاکبر
دخول مسجد لا مصلی عید وجنازۃ ورباط ومدرسۃ ذکرہ المصنف وغیرہ فی الحیض وقبیل الوتر لکن فی وقف القنیۃ المدرسۃ اذا لم یمنع اہلہا الناس
من الصلوۃ فیہا فہی مسجد اور حدث اکبر یعنی جنابت اور حیض اور نفاس سے حرام ہو جانا مسجد کا اور حرام نہین داخل ہونا عیدگاہ اور جنازہ گاہ کا اور
صوفیون کی خانقاہ اور مدرسہ کا ایسا ذکر کیا ہو مصنف وغیرہ نے حیض مین اور مسائل وتر کے پہلے لیکن قنیہ کی کتاب الوقف مین ہو کہ جب اہل مدرسہ لوگون
کو اُسکے اندر نماز پڑھنے سے مانع نہون تو وہ مدرسہ مسجد ہو م تو مدرسہ مذکورہ مین مسجد کے احکام مرعی ہونگے اور فنا مسجد در حکم مسجد ہو جواز اقتدا مین اگرچہ
صفوف متصل نہون نہ دخول کے حرام ہونے مین کذا فی الطحطاوی عن النہر ولو للعبور خلافا للشافعی الا لضرورۃ بحیث لا یمکنہ غیرہ جنب وغیرہ پر دخول
مسجد کا حرام ہو اگرچہ دخول[1] گذران ہو خلافاً للامام الشافعی مگر عبور کرنا مسجد مین جائز ہو ضرورت سے اسطرح پر کہ سوائے مسجد کے اور طرف سے نکلنا
اُسکو ممکن نہین م ضرورت کی یہ صورت ہو کہ اُسکے گھر کا دروازہ مسجد مین ہو اور غیر ضرورت کی قید ملا خسرو نے درر مین لگائی ہو اور خوب قید ہو اگرچہ اطلاق
مشائخ کے مخالف ہو صاحب بحر نے کہا اسمین یہ قید لگانا بھی لائق ہو کہ دوسری طرف دروازہ نہین کرسکتا اور اُس گھر کے سوائے اور مکان کے رہنے پر
قادر نہین کذا فی المنح ولو احتلم فیہ ان خرج مسرعا تیمم ندبا وان مکث لخوف فوجوبا ولا یصلی ولا یقرا اور اگر کسی شخص کو مسجد مین احتلام ہوا تو اگر
مسجد سے جلد نکلا تو اُسکو تیمم کرنا مستحب ہو اور اگر مسجد مین ٹھہرا رہا خوف کے سبب سے بدن کا خوف ہو یا مال کا تو تیمم کر لینا واجب ہو اور اس تیمم سے
نہ نماز پڑھے نہ قرآن م اس تیمم سے نماز اسواسطے صحیح نہین کہ مسجد کا ٹھہرنا عبادت مقصودہ نہین اور اباحت نماز کے واسطے وہ تیمم شرط ہو کہ عبادت مقصودہ
کے واسطے کیا ہو کذا فی الطحطاوی ویحرم بہ تلاوۃ قرآن ولو دون آیۃ علی المختار اور حدث اکبر سے حرام ہو تلاوت قرآن کی اگرچہ آیت سے کم
پڑھے بنا بر قول مختار کے م حرمت کی دلیل وہ حدیث ہو جسکو ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا اور منذری نے اُسکو حسن اور صحیح کہا قال رسول اللہ

[1] یعنی گذرنا … مسجد دوسرے مکان میں گذرنے کے لیے

صلی اللہ علیہ وسلم لا یقرأ الحائض ولا الجنب شیئا من القرآن یعنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ پڑھے حائض اور نہ جنب کچھ قرآن کو تو یہ اطلاق
آیت اور کم آیت دونون کو شامل ہو اور یہی قول کرخی کا ہو اور صاحب ہدایہ نے اسکو تجنیس مین اور قاضی خان نے شرح جامع صغیر مین اور ولوالجی نے
اپنے فتاوی مین صحیح کہا ہو اور اسی طرح فی ادرکانی مین ہو اور صاحب بدائع نے اسکو عامہ مشایخ کی طرف منسوب کیا ہو ترجیح کے ساتھ اس دلیل سے
کہ احادیث مین قلیل اور کثیر کی تفصیل نہین اور طحاوی کی روایت مین آیت سے کم قرآن کا پڑھنا مباح ہو اور صاحب خلاصہ نے اسکو صحیح کہا اور
فخر الاسلام نے شرح جامع صغیر مین اور زاہدی نے اکثر مشایخ کی طرف نسبت کیا صاحب بحر الرائق نے بعد حکایت مذکور کے کہا کہ اول مین کمتر از
آیت مین تصحیح متعارض ہو لیکن منع تلاوت کا قول راجح ہو اسواسطے کہ احادیث مین تفصیل نہین اور تعلیل نص کے مقابلہ مین مردود ہو اسواسطے کہ لفظ
شیئا کا جیسا کہ کافی مین ہو نکرہ ہو سیاق نفی مین تو اُسنے عموم کا فائدہ دیا اور کمتر از آیت بھی قرآن ہو تو اسکی بھی قرأت ممنوع ٹھہری پوری آیت کے
مانند کذا فی منح الغفار لو قصد الدعاء او الثناء او افتتاح امر او التعلیم ولقن کلمۃ کلمۃ حل فی الاصح قرآن کو ارادہ کرکے جنب وغیرہ کو تلاوت
کرنا حرام ہو تو اگر آیات قرآنی سے دعا کرنے کا قصد کیا یا ستائش کا یا شروع کرنا کسی کام کا یا تعلیم کا اور ایک ایک کلمہ جدا جدا تعلیم کیا تو اس طرح
حلال ہو صحیح تر قول مین ہم عیون مین ہو کہ اگر سورۂ فاتحہ کو پڑھا بطریق دعا کے یا اور آیات کو جنمین دعا کے معنی ہین اور تلاوت کا قصد نہ کیا تو لا بأس
بہ انتہے اور اسی کو حلوانی نے مختار کہا ہو اور صاحب غایۃ البیان نے اور ہندوانی نے کہا کہ مین اسکا فتوے نہین دیتا اگرچہ امام سے مروی ہو
کذا فی الطحطاوی حتے لو قصد بالفاتحۃ الثناء فی الجنازۃ لم یکرہ یہانتک کہ فاتحہ سے ستائش کا قصد کرے نماز جنازہ مین تو مکروہ نہین یعنے قرآن کا
پڑھنا اگرچہ نماز جنازہ مین جائز نہین لیکن اگر بعد سبحانک اللہم کے سورۂ فاتحہ بقصد ثنا پڑھیگا تو جائز ہو یہ تفریع ہو لو قصد الثناء پر الا اذا
قرأ المصلی قاصدا الثناء فانہا تجزیہ لانہا فی محلہا فلا یتغیر حکمہا بالقصد مگر جبکہ نماز گزار اپنی نماز مین سورۂ فاتحہ پڑھے ثنا کی نیت کرکے تو وہ قرأت اسکو
کافی ہو اسواسطے کہ قرأت فاتحہ اپنے مناسب مقام مین ہو تو اُسکا حکم نہ بدلیگا اُسکے قصد کرنے ثنا سے ہم یہ استثنا کلام محذوف سے مرتبط ہو تقدیر کلام
یون ہو کہ نماز جنازہ مین فاتحہ مکروہ نہین اسواسطے کہ قصد ثنا سے فاتحہ قرآنیت سے خارج ہوئی مگر اس صورت مین خارج نہین اور نیز یہ جواب ہو
اُس سوال مقدر کا کہ اگر سورۂ فاتحہ کا اخراج قرآنیت سے بقصد ثنا صحیح ہو تو چاہیے فاتحہ پڑھنا ثنا کے قصد سے نماز کامل مین کفایت نکرے حالانکہ
وہ کافی ہو شارح نے اسکا جواب دیا کہ نماز کامل مین سورۂ فاتحہ اپنے محل پر ہو تو اب ثنا کا قصد کرنا اُسکے حکم کو بدل نہین سکتا کذا فی الطحطاوی
عن النہر یعنے اور نماز جنازہ مین فاتحہ خوانی بے محل تھی تو وہان قصد ثنا نے حکم کو بدل دیا ومس المصحف مستدرک لانہ بعدہ مذکور وما قبلہ ساقط
من نسخ الشرح وکانہ سقط لانہ ذکرہ فی الحیض اور حدث اکبر سے حرام ہو چھونا مصحف مجید کا شارح نے کہا کہ مس مصحف کا مسئلہ زائد بے حاجت ہو اسواسطے
کہ بعد اسکے یہی مسئلہ مذکور ہو اور وہ اور ماقبل اسکا یعنے مس مصحف اور تلاوت قرآن مصنف کی شرح کے نسخون سے ساقط ہو اور شاید کہ مصنف کا ساقط
کرنا شرح سے اسواسطے ہو کہ اُسکو حیض کے مسائل مین مصنف نے ذکر کیا ہو ویحرم بہ طواف لوجوب الطہارۃ فیہ اور حدث اکبر سے بیت اللہ کا
طواف کرنا حرام ہو بسبب واجب ہونے طہارت کے طواف مین ہم صحیحین مین مروی ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ
عنہا کو حالت حیض مین طواف بیت اللہ سے منع کیا اور باقی افعال حج کی اجازت دی اور صاحب ہدایہ نے دخول مسجد کو علت قرار دیا ہو طواف
کی حرمت کا فتح القدیر مین کہا کہ اس تعلیل پر اقتصار اولے نہین بلکہ طواف مین طہارت واجب ہو تو اگر دیوار مسجد نہ ہوتی تو بھی طواف جنب پر
حرام ہوتا کذا فی المنح ویحرم بہ ای بالاکبر وبالاصغر مس مصحف ای ما فیہ آیۃ کدرہم وجدار اور حرام ہوتا ہو حدث اکبر اور حدث اصغر
سے چھونا مصحف کا مصحف سے بیان مراد وہ چیز ہو جسمین قرآن شریف کی آیت مرقوم ہو جیسا کہ روپیہ اور دیوار ہم جنب اور محدث کو مصحف مجید

کا چھونا حرام ہی اگرچہ خط فارسی مین لکہا ہو یہی صحیح ہی باتفاق امام اور صاحبین کے چنانچہ نہر مین ہی تجنیس سے اور حرمت مین موضع کتابت اور
غیر موضع کتابت دونون برابر ہین اور بعضون نے کہا غیر مرقوم کا چھونا درست ہی اور محل خلاف مصحف مجید مین اور غیر مصحف مین اگر آیت لکہی ہو
تو انہین حرام نہین مگر مرقوم کا چھونا کذا فی باب الحیض من البحر وہل مس نحو التورٰیۃ کذلک ظاہر کلامہم لا اور توریت اور مانند اسکے چنانچہ انجیل اور
زبور کا چھونا بھی مصحف کے مانند حرام ہی یا نہین فقہا کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہی کہ انکا چھونا حرام نہین علم اسی طرح نہر الفائق مین مذکور ہی اور قہستانی
مین ذخیرہ سے منقول ہی کہ توریت وغیرہ مین جہان تحریف اور تبدیل واقع نہین ہوئی اسکا چھونا بدون طہارت کے مکروہ ہی کذا فی الطحطاوی الا بغلاف
متجاف غیر مشرز او بصرۃ بہ یفتی مگر جدا گانہ غلاف کے ساتھ کہ مصحف پر چپکا نہین مس مصحف حرام نہین یا درم کی تھیلی کے ساتھ اُس درم کا چھونا
جسپر آیت لکہی حرام نہین اسی کا فتوی ہی وہ غلاف جدا گانہ چنانچہ مصحف کا جزدان اور غلاف ملصق اور چپکا چنانچہ مصحف کی چولی تو جزدان کے ساتھ
چھونا جائز ہی اور چولی کے ساتھ جائز نہین اسپر فتوی ہی سراج مین اور کافی مین چولی کے ساتھ بھی چھونے کو اصح کہا ہی تو یہان دونون قولون کی
تصحیح واقع ہوئی اور آستین کے ساتھ چھونے مین اختلاف ہی تو بموجب کافی کے جائز ہی اور بموجب سراج کے جائز نہین ہدایہ مین اسی کو اصح کہا ہی
اور خلاصہ مین ہی کہ اسی پر اکثر مشائخ ہین اور کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہی کذا فی الطحطاوی عن النہر وحل قلبہ بعود اور پلٹنا مصحف کے ورق کا
لکڑی سے حلال ہی واختلفوا فی مسہ بغیر اعضاء الطہارۃ وبما غسل منہا وفی القراءۃ بعد المضمضۃ والمنع اصح اور علما نے اختلاف کیا مصحف کے چھونے
مین غیر اعضاء طہارت سے اور انمین سے جسکو دھولیا اور جنب کے قرآن پڑھنے مین کلی کرنے کے بعد اور جائز نکہنا صحیح تر قول ہی مراد اعضاء طہارت سے
اعضاء وضو مراد ہین اسواسطے کہ حدث اکبر مین تمام اعضاء طہارت کے ہین ولا یکرہ النظر الیہ ای القرآن لجنب وحائض ونفساء لان الجنابۃ
لا تحل العین اور قرآن کا دیکہنا جنب اور حیض اور نفاس والی عورت کو مکروہ نہین اسواسطے کہ ناپاکی آنکہ مین نہین گھس جاتی کما لا تکرہ ادعیۃ
ای تحریما جیسے دعاؤن کا پڑھنا بے طہارت مکروہ نہین یعنے مکروہ بکراہت تحریمی نہین والا فالوضوء لمطلق الذکر مندوب وترکہ خلاف الاولی وہو
مرجع کراہۃ التنزیہ اور اگر تحریمی کراہت مراد نہ لیجیے تو صحیح نہین اسواسطے کہ مطلق ذکر کے واسطے دعا ہو یا غیر دعا وضو مستحب کا ترک کرنا خلاف
اولی ہی اور خلاف اولی مآل کار ہی کراہت تنزیہی کا ہم اور بعضون کے نزدیک کراہت تنزیہی تو سنت موکدہ کے مقابلہ مین ہی اور خلاف اولی مین
تو اصلا کراہت نہین کذا فی الطحطاوی ولا یکرہ مس صبی لمصحف ولوح اور مکروہ نہین چھونا لڑکے بے وضو کا مصحف اور اُس تختی کو جسپر
قرآن لکہا ہی ولا باس بدفعہ الیہ وطلبہ منہ بحر للضرورۃ اذ الحفظ فی الصغر کالنقش فی الحجر اور کچھ ڈر نہین بالغ باوضو کو مصحف کے دینے مین بے وضو
لڑکے کو اور مصحف کے منگانے مین اُس سے چنانچہ بحر الرائق مین ہی مصحف کا دینا لینا جائز ہوا بسبب ضرورت کے اسواسطے کہ یاد کرنا لڑکپن
مین جیسے نقش پتھر مین ہم چونکہ لڑکون سے وضو کروانا ہر وقت مشقت ہی انپر اور تا بلوغ تاخیر کرنے مین حفظ قرآن کی تقلیل ہی تو بسبب ضرورت سے
انکو مس مصحف اور انکا دینا لینا جائز ہوا ولا تکرہ کتابۃ قرآن والصحیفۃ او اللوح علی الارض عند الثانی خلافا لمحمد وینبغی ان
یقال ان وضع علی الصحیفۃ ما یحول بینہا وبین یدہ یوخذ بقول الثانی والا فبقول الثالث قالہ الحلبی اور مکروہ نہین بے وضو کو لکھنا قرآن کا
اسطرح کہ کاغذ یا تختی جسپر لکہتا ہی زمین پر ہو ابو یوسف رح کے نزدیک برخلاف قول محمد رح کے اور یون کہنا مناسب ہی کہ اگر کاغذ پر وہ چیز رکھی جاے
جو درمیان کاغذ اور ہاتھ کے حائل ہو تو ابو یوسف رح کا قول لیا جاے اور اگر یہ نہین ہی تو محمد رح کا قول لیا جاسے ایسا کہا ہی حلبی نے ہم اور
دوسری وجہ توفیق یہ ہی کہ ابو یوسف رح کا قول کراہت تحریمی کی نفی پر محمول ہی اور محمد رح کا قول تنزیہی پر بدلیل قول محمد رح احب الی ان
لا یکتب یعنے میرے نزدیک پسندیدہ تر عدم کتابت ہی کذا فی الطحطاوی ویکرہ لہ قراءۃ توریۃ وانجیل وزبور لان الکل کلام اللہ وما بدل

بن حسن نے جائز کہا ہے جبکہ کافر نے غسل کیا ہو ہم ظاہر اً یہ قول معتمد نہین کہ شیخین کے مخالف ہے کذا فی الطحطاوی ولا باس بتعلیمہ القرآن والفقہ عسے
ان یہتدی اور مضائقہ نہین کافر کو قرآن اور فقہ کے سکھانے مین شاید کہ راہ راست پر آجائے یعنے مسلمان ہو ہم معلوم ہوا کہ تعلیم قرآن کافر کو بتوقع
ہدایت جائز ہے تو اس زمانہ مین جو بعضے نام کے مسلمان نصاری کو قرآن پڑھاتے ہین نوکری کی طمع سے سو جائز نہین بلکہ بالیقین حرام ہے اسواسطے
کہ نصاری مسلمانون کے الزام دینے کے واسطے سیکھتے ہین اور قرآن مجید کے رد کرنے مین اپنے گمان فاسد مین کتابین تصنیف کرتے ہین حق تعالی
اہل اسلام کو عبرت دے کہ مزید طمع اور حرص سے ایسی بے غیرتی اور بے دینی اختیار نکرین ویکرہ وضع المصحف تحت رأسہ الا للحفظ والمقلمۃ
علے الکتاب الا للکتابۃ اور مکروہ ہے مصحف کا رکھنا اپنے سر کے نیچے مگر حفاظت کی نیت سے درست ہے اور قلمدان کا رکھنا کتاب پر مکروہ ہے
مگر لکھنے کے واسطے جائز ہے یعنے کتابت کی حالت مین ویوضع النحو ثم فوقہ التعبیر ثم الکلام ثم الفقہ ثم الاخبار والمواعظ ثم التفسیر اور صندوق وغیرہ
مین اول رکھی جاوین علم نحو کی کتابین پھر انکے اوپر علم تعبیر کی کتابین پھر انکے اوپر علم کلام یعنے عقائد کی کتابین پھر انکے اوپر فقہ کی کتابین پھر احادیث
اور پند کی کتابین پھر تفسیر کی کتابین ہم لغت کی کتابین نحو کے مانند ہین چنانچہ قنیہ مین ہے اور مصحف کا ذکر نہین کیا اسواسطے کہ وہ فوق الکل ہے
تکرہ اذابۃ درہم علیہ آیۃ الا اذا کسرہ مکروہ ہے پگھلانا اور گلانا اُس درم کا جسپر آیت قرآنی کا سکہ ہے مگر جبکہ درم توڑا جائے تو اب درست ہے
ہم توڑنے سے حروف متفرق ہو گئے تو اب گلانے مین اہانت نہین اور اگر آیت سے کمتر ہے تو بدون توڑنے کے بھی گلانا درست ہے کذا فی
الطحطاوی رُقیۃ فی غلاف متجاف لم یکرہ دخول الخلاء بہ والاحتراز افضل جو تعویذ جداگانہ غلاف مین ہو یعنے تعویذ پر مڑھا نہو تو اُسکا لیجانا پاخانہ
مین مکروہ تحریمی نہین اور پرہیز کرنا یعنی باہر رکھ جانا بہتر ہے ہم علامہ عزیزی کی شرح جامع صغیر مین ہے کہ عالمون کا اجماع ہے اسپر کہ تعویذ اور
افسون تین شرطون کے ساتھ جائز ہے ایک یہ کہ تعویذ اور افسون کلام اللہ اور اُسکے صفات سے ہو اور دوسری یہ کہ عربی زبان مین ہو یا
اُس زبان مین جسکے معنی معلوم ہون تیسری یہ کہ یہ عتقاد ہو کہ افسون بالذات متاثر نہین بلکہ بتقدیر الٰہی اثر کرتا ہے اور قرطبی نے کہا کہ رُقیہ یعنے
افسون تین قسم ہے ایک قسم وہ جسکا مطلب اور معنی معلوم نہین تو اُس سے پرہیز کرنا واجب ہے کہ مبادا اُسمین شرک ہو دوسری قسم یہ ہے کہ بکلام الٰہی
اور بصفات ربانی ہو تو جائز ہے پھر اگر احادیث مین منقول ہے تو وہ مستحب ہے تیسری قسم یہ کہ اسمار ربانی کے سوا فرشتہ یا ولی یا جلیل القدر
مخلوقات چنانچہ عرش کے نام سے ہو تو اس سے پرہیز واجب نہین اور نہ اُسکا شرع مین حکم ہے تو اسکا ترک کرنا بہتر ہے مگر یہ کہ متضمن تعظیم ہو چنانچہ
حلف بغیر اللہ تو اب پرہیز کرنا لائق ہے کذا فی الطحطاوی ملخصاً یجوز رمی براثۃ القلم الجدید ولا ترمی براثۃ القلم المستعمل لاحترامہ کحشیش المسجد
وکناستہ ولا تلقی فی موضع یخل بالتعظیم اور جائز ہے نئے قلم کا تراشا پھینکنا اور نہ پھینکا جائے مستعمل قلم کا تراشا اُسکی حرمت اور تعظیم کی وجہ سے
جیسے مسجد کی گھاس اور کوڑہ اور نہ ڈالا جائے ایسے مقام مین کہ مخل ہو اُسکی تعظیم کا ہم لکھنے والے قلم کی تراشے کی تعظیم اس جہت سے کہ قلم سے
اسمار ربانی اور انبیا اور ملائکہ علیہم السلام کے اسمار مبارک لکھے جاتے ہین علاوہ یہ ہے کہ حروف کو بذاتہ خود احترام ہے اور قلم جدید کے تراشے
مین یہ بات نہین کذا فی الطحطاوی ولا یجوز لف شئ فی کاغذ فیہ فقہ وفی کتب الطب یجوز ولو فیہ اسم اللہ تعالی والرسول فیجوز محوہ لیلف فیہ شئ
اور جائز نہین لپیٹنا کسی چیز کا اُس کاغذ مین جسمین فقہ کے مسائل لکھے ہون اور طب کی کتابون مین لپیٹنا جائز ہے اور اگر اسمین اللہ تعالے
اور رسول کریم کا نام ہو تو اُسکا مٹانا کسی چیز کے لپیٹنے کے واسطے جائز ہے ومحو بعض الکتابۃ بالریق یجوز اور بعضے لکھے حرفون کا مٹانا لعاب دہن
سے جائز ہے ہم بعض کی قید سے اللہ تعالی کا نام پاک اور قرآن خارج ہو گیا چنانچہ اسکی تصریح مذکور ہوتی ہے وقد ورد النہی فی محو اسم اللہ
بالبزاق اور البتہ نہی وارد ہے اللہ تعالے کے نام مٹانے مین تھوک سے وعنہ علیہ الصلوۃ والسلام القرآن احب الی اللہ تعالے

ترتیب رکھنے کتب کی

تعویذ کی نسبت درست ہے

مسجد کا کوڑا پھینکنا بوجہ تعظیم جگہ مین درست نہین

چیز کے واسطے موضوع ہو چنانچہ مرد اور عورت اور پانی سو عرب کا قاعدہ یہ ہی کہ نکرہ نفی کے بعد عام ہوتا ہی یعنے اپنے سب افراد کو شامل ہو جاتا ہی لیکن
اثبات مین نکرہ ہر جگہ عام نہین ہوتا بلکہ مقام امتنان مین عام ہوتا ہی سو اس آیت شریف مین کہ احسان جتانے کا مقام ہی لفظ ما کا کہ نکرہ مثبت ہی
سب پانیون کے اقسام کو شامل ہو گیا کیونکہ اگر عموم پر دلالت نکرے تو مطلب فوت ہوتا ہی **وماء زمزم بلا کراہۃ وعن احمد یکرہ** اور چاہ زمزم
کے پانی سے حدث اکبر اور اصغر دور کیا جاتا ہی بدون کراہت کے اور امام احمد بن حنبل سے کراہت منقول ہی ھم ہر چند زمزم کنوون مین داخل تھا
لیکن ماتن نے اسکو بالخصوص ذکر کیا اسکی شرافت کی وجہ سے اور اختلاف کے سبب سے **وبماء قصد تشمیسہ بلا کراہۃ** اور اُس پانی سے طہارت
درست ہی جو قصداً دھوپ مین رکھا گیا بدون کراہت کے **وکراہتہ عند الشافعیۃ طبیۃ** اور دھوپ کے گرم پانی کی کراہت شافعیون کے نزدیک
طب کی راہ سے ہی اسواسطے کہ مورث برص ہی **وکرہ احمد المسخن بالنجاسۃ** اور مکروہ سمجھا ہی احمد بن حنبل نے اُس پانی کو جو نجاست سے گرم کیا گیا
ویرفع بماء ینعقد بہ ملح لا بماء حاصل بذوبان ملح لبقاء الاول علی طبیعۃ الاصلیۃ وانقلاب الثانی الی طبیعۃ الملحیۃ اور حدث دور ہوتا ہی اُس
پانی سے کہ جمتا ہی اُس سے نمک یعنی اُسمین جمکر نمک ہو جانے کی استعداد ہی نہ اُس پانی سے جو نمک پگھل کر پانی ہو جاتا ہی بسبب باقی رہنے پہلے پانی کے
اپنی اصلی پیدایشی طبیعت پر اور بسبب بدل جانے دوسرے پانی کے نمک بنجانے کی طبیعت کی طرف ھم تو نمک پگھلنے کے بعد وہ پانی ایسا ہو گیا جیسے
سونے اور چاندی محلول کا پانی نمک کا پانی گرمی مین جمتا ہی اور سردی مین پگھلتا ہی برخلاف اور پانی کے **ولا بعصیر نبات ای معتصر من شجر او
ثمر لانہ مقید** اور نہ روئیدگی کے پانی سے یعنے جو پانی کہ درخت اور پھل سے نچوڑا گیا چنانچہ کیلے کے درخت سے اور تربوز سے اسواسطے کہ وہ مقید پانی ہی
یعنے ازالہ حدث کے واسطے مطلق پانی شرط ہی نہ مقید اور اگر مطلق پانی نہ ہو اور کیلے یا تربوز کا پانی ہو تو اُس سے جائز نہین تیمم کرنا چاہیے **کذا فی البحر
بخلاف ما یقطر من الکرم او الفواکہ بنفسہ فانہ یرفع الحدث وقیل لا وہو الاظہر کما فی الشرنبلالیۃ عن البرہان** برخلاف اُس پانی کے جو انگور کے درخت
یا پھلون سے خود بخود ٹپکتا ہی بہار کے موسم مین اسواسطے کہ وہ دور کرتا ہی حدث کو اور بعضون نے کہا کہ وہ رافع حدث نہین اور یہی عدم جواز کا قول ظاہر ہی
چنانچہ شرنبلالیہ مین برہان سے منقول ہی ھم جو پانی کہ درخت اور پھل سے لوگون نے نچوڑا اور ٹپکایا وہ بالاتفاق رافع حدث نہین اور جو کہ درخت یا
پھل سے خود بخود ٹپکا اُسمین اختلاف ہی ماتن نے باتباع صاحب ہدایہ جواز رفع حدث کو اختیار کیا طحطاوی نے بحر الرائق سے نقل کیا عدم جواز بہت
کتابون مین مصرح ہی اور قاضی خان اور صاحب محیط اور کافی نے اسی قول پر اقتصار کیا ہی اور شرح منیہ مین ہی کہ عدم جواز اشبہ ہی تو یہی قول اولیٰ ٹھہرا
کمال امتزاج کی وجہ سے **واعتمدہ القہستانی فقال واعتصار یعم الحقیقی والحکمی کماء الکرم وکذا ماء الدابوغۃ والبطیخ بلا استخراج وکذا نبیذ التمر** اور عدم جواز پر
اعتماد کیا ہی قہستانی شارح نقایہ نے سو یون کہا کہ اعتصار یعنی نچوڑنا شامل ہی اعتصار حقیقی کو چنانچہ کوٹ کر یا داب کر پانی نکالنا اور اعتصار حکمی
جیسے انگور کے درخت کا پانی کہ خود بخود ٹپکتا ہی اور انگور کے پانی کے مانند ہی دابوغہ اور خربزے کا پانی جو خود بخود نکلا بدون نکالنے کے اور اسیطرح ہی شربت
خرما کا ھم حلبی محشی نے کہا کہ مین نے تفسیر دابوغہ اپنے پاس کے کتب لغت مین نہین پائی طحطاوی نے کہا کہ ایک شخص ساکن بلدہ خلیل علیہ الصلوۃ والسلام
نے مجھسے کہا کہ وہان کے لوگ زمین سے جڑین نکالتے ہین اور پانی مین رکھتے ہین وہ پانی سرخ ہو جاتا ہی اس سے کھال کی دباغت کرتے ہین اُسکو دابوغہ بولتے
ہین انتہی مین کہتا ہون مخزن الادویہ کی فرہنگ مین دربوقہ کو بطیخ ہندی یعنی تربوز لکھا ہی ظاہر ایہی مناسب مقام ہی شاید کہ دابوغہ معرب ہو دربوقہ کا
واللہ اعلم ولا بماء مغلوب بشئ طاہر اور طہارت جائز نہین اُس پانی سے جو مغلوب ہو گیا پاک چیز کے ملجانے سے ھم مغلوب ہو گیا یعنی اپنی طبیعت اور
اصل خلقت سے خارج ہو گیا چنانچہ شربت اور سرکہ اور گلاب اور باقلا کا مطبوخ پانی اور شوربا اسواسطے کہ ان چیزون سے پانی کا نام زائل ہو گیا مغلوب کی
قید اسواسطے لگائی کہ اگر پانی مغلوب نہو بلکہ غالب ہو تو طہارت جائز ہی چنانچہ آگے آویگا دریافت کر کہ اس مقام مین کتب فقہ کی عبارتین مختلف ہین تو قاعدہ کلیہ چاہیے

تساوی المستعمل علی ما حققہ فی البحر والنہر والمنح تو وضو کرنا صغیر حوضون مین جائز ہی جبتک مستعمل کا برابر ہونا آب طہور کے ساتھ معلوم نہو یہ قاعدہ ہی بنابر
اُس تحقیق کے جو بحرالرائق اور نہرالفائق اور منح الغفار مین مذکور ہی م یہ تفریع ہی اس قول متقدم پر کہ وضو جائز ہی اگر مطلق پانی اکثر ہو والا جائز نہین
بحرالرائق مین کہا اور اسپر دلیل وہ ہی جو شیخ سراج الدین قاری ہدایہ نے اپنے فتاوے مین جسکو اُنکے شاگرد صاحب فتح القدیر نے جمع کیا ہی کہ کسی نے
اُنسے سوال کیا فسقیہ صغیرہ سے جسمین لوگ وضو کرتے ہین اور اُسمین مستعمل پانی گرتا ہی اور ہر روز اُسمین نیا پانی نازل ہوتا ہی اُسمین وضو کرنا جائز ہی یا نہین
تو جواب دیا کہ جب اُس حوض مین سوائے پانی مذکور کے اور کوئی چیز واقع نہین ہوئی تو کچھ ضرر نہین انتہی یعنی اگر اسمین نجاست پڑیگی تو وہ ناپاک ہو جائیگا
صغیر ہونے کے سبب سے کذا فی الطحطاوی قلت لکن الشرنبلالی فی شرح الوہبانیۃ فرق بینہما فراجعہ متاملا لیکن شرنبلالی نے وہبانیہ کی شرح مین ملقی اور
ملاقی مین تفرقہ کیا ہی تو اُسکی طرف رجوع کر غور و تامل کے ساتھ م خلاصہ کلام شرح وہبانیہ یہ ہی کہ قلیل مستعمل کے ملنے سے کثیر مطلق مستعمل نہین ہو جاتا
اور بدن کی ملاقات سے تمام پانی حکماً مستعمل ہو جاتا ہی انتہی لیکن اس توہم کو صاحب بحر نے ذکر کیا اور اُسکی طرف التفات نہین کیا سو یون کہا کہ جب
تجھکو یہ معلوم ہوا تو ظاہر ہو گیا اُس شخص کے قول کا ضعیف ہونا جو ہمارے زمانہ مین کہتا ہی کہ آب مستعمل جب ڈالا جاے آب مطلق مین اور حالانکہ مطلق
غالب ہی تو وضو سارے پانی سے جائز ہی اور جبکہ وضو کیا فسقیہ یعنے صغیر حوض مین تو سب مستعمل ہو گیا اسلیے کہ دونون مسئلون مین کچھ فرق نہین اور یون فرق
کرنا کہ وضو مین استعمال سارے پانی مین شائع ہو جاتا ہی برخلاف ڈالنے کے مدفوع ہی اسطرح پر کہ شیوع اور اختلاط دونون صورتون مین برابر ہی تو من جہۃ
الحکم دونون صورتون مین کچھ فرق نہین معلوم ہوتا الحاصل فساقی صغار یعنے چھوٹے حوضون سے وضو کرنا جائز ہی جبتک اُسکا گمان غالب نہو کہ آب مستعمل
اکثر یا مساوی ہی اور وقوع نجاست کا گمان غالب نہو انتہی از بسکہ ملقی اور ملاقی مین کچھ فرق ظاہر نہین اسی واسطے شارح نے اسکی طرف بلفظ تامل اشارہ
کر دیا کذا فی الطحطاوی ویجوز رفع الحدث بما ذکر فان مات فیہ ای الماء ولو قلیلا غیر دموی کزنبور وعقرب وبق ای بعوض وقیل بق الخشب و جائز ہی
دور کرنا حدث کا مطلق پانی کے اُن اقسام سے جنکا بیان گذر گیا اگرچہ وہ پانی قلیل ہو گو کہ اُسمین مرگیا ہو وہ جانور جسمین خون سائل نہین چنانچہ بھڑ اور بچھو
اور بق یعنی مچھر اور بعضون نے کہا بق سے مراد لکڑی کا کیڑا ہی وفی المجتبے الاصح فی علق مص الدم انہ یفسد ومنہ یعلم حکم بق وقراد وحلم اور مجتبی مین صحیح تر حکم ہی
جونک کا جسنے خون کو چوسا اور قلیل پانی مین مرگئی یہ ہی کہ وہ پانی فاسد ہوتا ہی یعنے ناپاک ہو جاتا ہی اور اسی ترجیح سے معلوم ہوتا ہی حکم مچھر اور چھوٹی چیچڑی اور
بڑی چیچڑی کا یعنی اگر مچھر اور چیچڑی خون پی کر قلیل پانی مین مرجاے تو پانی ناپاک ہوگا جیسے خون کی چوسی ہوئی جونک کے مرنے سے ناپاک ہوتا ہی قول اصح
مین اسلیے کہ جونک اور مچھر مین خون ذاتی نہین مستعار ہی کذا فی النہر وفی الوہبانیۃ دود القز وماؤہ وبزرہ وخرءہ طاہر کدودۃ متولدۃ من نجاسۃ اور وہبانیہ مین ہی
کہ ریشم کا کیڑا اور اُسکا جوشیدہ پانی اور اُسکے انڈے اور بیخال پاک ہی جیسے نجاست کا پیدا ہوا کیڑا پاک ہی م پانی سے وہ پانی مراد ہی جسمین ریشم کے کیڑے اوٹائے
جاتے ہین ریشم کے نکالنے کے واسطے کذا فی الحلبی ومائی مولد ولو کلب الماء او خنزیرہ کسمک وسرطان وضفدع اور اگرچہ آب مطلق قلیل مین وہ جانور
مرگیا ہو جسکی پیدائش کا مکان پانی ہی چنانچہ مچھلی اور کیکڑا اور مینڈک اگرچہ پانی کا کتا اور سور ہو م مصنف نے صاحب ہدایہ کی پیروی کرکے دو مسئلہ بیان
ٹھہرائے ایک اُس جانور کا جسمین خون سائل نہین دوسرے وہ جانور جو پانی مین پیدا ہوتا ہی اور کنز کی طرح یون نہ کہا کہ موت ما لا دم لہ الخ اسواسطے کہ کنز پر اعتراض
لگتا ہی اُس جانور کا جو پانی مین پیدا ہوتا ہی اور وہین رہتا ہی اور اُسمین خون سائل ہی اسواسطے کہ ظاہر الروایۃ مین اُنکی موت مین پانی نجس نہین ہوتا لہذا مصنف
نے دونون صورتون کو جمع کر دیا بحرالرائق مین کہا کہ پانی کے کتے مین مشائخ کا اختلاف ہی بلا ترجیح چنانچہ معراج الدرایۃ مین ہی لیکن خلاصہ مین ہی کہ پانی کا کتا
اور پانی کا سور جب پانی مین مرجاوین تو اسپر فقہا کا اجماع ہی کہ پانی فاسد نہین ہوجاتا تو شاید کہ قول ضعیف کا اعتبار نہین کیا کذا فی الطحطاوی الا بریا لہ دم
سائل وہو ما لا سترۃ لہ بین اصابعہ فیفسد فی الاصح کحیۃ بریۃ ان لہا دم الا لا مگر جنگلی مینڈک مین خون سائل ہوتا ہی اور جنگلی وہ ہی جسکی اُنگلیون کے درمیان مین

مسئلہ شامی نے فتاوی سے نقل کیا کہ بق مچھر ہی اور بعض کہتے ہین او بق الخشب سے مراد کھٹمل ہی ۱۲

پیدا ہو نہیں ہوتا بلکہ مانند تری کی موت سے پانی فاسد یعنی نجس ہو جاتا ہے صحیح تر قول مین جیسے خشکی کے سانپ کی موت سے پانی نجس ہو جاتا ہے اگر اسمین
خون سائل ہو ورنہ اگر خون نہو یا خون سائل نہو تو ناپاک نہین ہوتا وکذا الحکم لو مات ماء او خارجہ ثم القی فیہ فی الاصح ولو تفتت فیہ نحو ضفدع جاز الوضوء بہ
لا شربہ لحرمۃ لحمہ اور یہی حکم ہے یعنے پانی ناپاک نہین ہوتا اگر مرگیا وہ جانور جو مذکور ہوا پانی سے باہر اور پانی مین ڈالا گیا صحیح تر قول مین تو اگر پانی مین
مینڈک کے مانند جانور ریزہ ریزہ ہو گیا تو وضو اس سے جائز ہے پینا اسکا جائز نہین اسکے گوشت کے حرام ہونے سے ہم مینڈک کے مانند وہ جانور ہے جو ناپاک نہین
مگر اسکا کھانا حرام ہے وتنجس الماء القلیل بموت مائی معاش بری مولد فی الاصح کبط واوز اور ناپاک ہوتا ہے تھوڑا پانی صحیح تر قول مین اس جانور کے مرنے سے
جو پانی مین رہتا ہے خشکی مین پیدا ہوتا ہے جیسا بط اور بطخ یعنی بطاسم پانی کی چڑیون مین تصحیح مختلف ہے لیکن شرح جامع صغیر قاضی خان کی تصحیح موجہ تر ہے لہذا اسی نے
اسی پر اعتماد کیا کذا فی المنح وحکم سائر المائعات کالماء فی الاصح اور پانی کے سوا باقی سائل چیزون کا حکم پانی کے مانند ہے صحیح تر قول مین یعنی وقوع نجاست
سے قلیل فاسد ہوتا ہے نہ کثیر حتی لو وقع بول فی عصیر عشر فی عشر لم یفسد حتی کہ اگر آدمی کا پیشاب پڑا اس حوض مین جسمین دہ در دہ رس ہے کسی چیز کا تو وہ فاسد یعنی
ناپاک نہوگا جیسے اتنا پانی ناپاک نہین ہوتا ولو سال دم رجلہ مع العصیر لا ینجس خلافا لمحمد ذکرہ المحشی وغیرہ اور اگر پانون کا خون بہا رس کے ساتھ یعنی جاری
رس کے ساتھ کذا فی الطحطاوی تو وہ ناپاک نہوگا برخلاف محمد کے ایسا ذکر کیا ہے محشی وغیرہ نے ہم انگور وغیرہ کا پانون سے داب کر رس نچوڑتے ہین تو اگر
پانون کا خون جاری رس کے ساتھ بہیگا ناپاک نہوگا جیسے آب روان کے ساتھ خون کا بہنا ناپاک نہین کرتا وبتغیر احد اوصافہ من لون او طعم او ریح ینجس
الکثیر اور ایک وصف کے بدلنے سے پانی کے تین اوصاف مین سے کہ رنگ اور مزہ اور بو ہے ناپاک ہو جاتا ہے بہت پانی اور اسی طرح رس ہم شارح نے کثیر کا
لفظ ذکر کر کے اشارہ کیا کہ ینجس کا لفظ فعل مضارع ہے اور کثیر اسکا فاعل ہے سو یہ بات ٹھیک نہین بلکہ حق یہ ہے کہ قولہ وبتغیر عطف ہے بموت مائی پر تو وہ
متعلق ہے تنجس بموت مائی کا جسکو شارح مضارع سمجھتا ہے وہ جار مجرور ہے یعنے باے جارہ ہے نہ یاے تحتانیہ اور یہ جار مجرور متعلق ہے بتغیر کا تو مطلب یہ ہے کہ ناپاک
ہو جاتا ہے پانی ایک وصف کے متغیر ہونے سے بسبب واقع ہونے نجاست کے اور شارح کے بیان مین یہ خلل ہے کہ فاعل کا حذف کرنا بدون قرینہ جائز
نہین اور یہ بھی معلوم نہین ہوتا کہ پانی کا تغیر کس چیز سے ہوا پاک چیز سے یا ناپاک سے کذا فی الطحطاوی مختصرا ولو جاریا اجماعا ایک صفت کا بدلنا نجاست
سے پانی کو نجس کرتا ہے اگرچہ جاری اور بہتا ہوا پانی ہو بالاتفاق ہم علما کا اسپر اجماع اور اتفاق ہے کہ جب پانی کا ایک وصف بھی نجاست سے بدل گیا
اس سے طہارت جائز نہین خواہ پانی قلیل ہو یا کثیر جاری ہو یا غیر جاری اسی طرح منقول ہے ہم حنفیون کی کتابون مین اور امام نووی شافعی نے
بھی شرح مہذب مین اسی طرح نقل کیا ہے اور اگر نجاست سے تغیر نہین ہوا تو اتفاق ہے عامہ علما کا اسپر کہ قلیل ناپاک ہو جاتا ہے نہ کثیر لیکن حد قلیل اور
کثیر مین اختلاف ہے چنانچہ آگے معلوم ہوگا کذا فی البحر والمنح اما القلیل فینجس وان لم یتغیر خلافا لمالک اور قلیل پانی تو ناپاک ہو جاتا ہے نجاست کے واقع
ہونے سے اگرچہ پانی کا رنگ یا مزہ یا بو نہ بدلے برخلاف امام مالک کے مذہب کے ہم امام مالک کا یہ مذہب ہے کہ وقوع نجاست سے قلیل پانی مین
نجس نہین ہوتا جب تک کہ رنگ یا مزہ یا بو اسکی متغیر نہو لیکن اسپر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ جو پانی متغیر نہو وہ کثیر ہے امام مالک کے نزدیک نہ قلیل
کذا فی البحر لا لو تغیر بطول مکث ناپاک نہین ہوتا پانی اگر اسکا مزہ وغیرہ بدل گیا زیادہ ٹھہرنے سے فلو علم نتنہ بنجاسۃ لم یجز تو اگر اسکی گندگی
معلوم ہوئی نجاست کے سبب سے تو طہارت جائز نہین ولو شک فالاصل الطہارۃ اور اگر گندگی مین شک پڑے معلوم نہین کہ زیادہ ٹھہرنے کے سبب سے
ہے یا نجاست کے سبب سے تو اصل طہارت ہے تو اصل ہی کا اعتبار کرنا چاہیئے لوگون سے اسکی تحقیق اور تفتیش ضرور نہین کذا فی المنح والتوضی
من الحوض افضل من النہر رغما للمعتزلۃ اور وضو کرنا حوض سے بہتر ہے نہر سے معتزلہ کے توڑ پر ہم معتزلہ ایک فرقہ ہے اسلام مین اہل سنت کے مخالف مین
اصول اور فروع حنفی مین مگر اس مسئلہ مین مخالف ہین یعنے انکے نزدیک حوض کبیر وقوع نجاست سے نجس ہوتا ہے اگرچہ نجاست قلیل ہو بحر الرائق مین

فتح القدیر سے نقل کیا کہ اُنکے مخالف اس صورت مین ہی جبکہ معتزلہ موجود ہون اور جہان وہ لوگ نہین تو وہان وضو کرنا نہر سے بہتر ہی حوض سے وکذا
یجوز بجار خالطہ طاہر جامد مطلقا کاشنان وزعفران اور اسی طرح طہارت جائز ہی اُس پانی سے جسکے ساتھ مخلوط ہوگئی پاک چیز بستہ غیر سائل ہر طرح
کی چنانچہ اشنان اور زعفران ہم طاہر غیر سائل کا ملنا ہر طرح مانع طہارت نہین خواہ وہ چیز زمین کی جنس سے ہو چنانچہ مٹی اور چونہ یا بالقصد تنظیف تخلیط ہوئی
چنانچہ اشنان اور صابون یا کوئی اور چیز ہی چنانچہ زعفران امام کے نزدیک کذا فی المنح لکن فی البحر عن القنیۃ ان امکن الصبغ بہ لم یجز کنبیذ تمر لیکن بحر الرائق مین
قنیہ سے منقول ہی کہ اگر زعفران کے پانی سے رنگنا کپڑے وغیرہ کا ممکن ہو تو طہارت اُس سے جائز نہین جیسے شربت خرما سے جائز نہین وفاکہۃ وورق
شجر وان غیر کل اوصافہ فی الاصح اور جیسے پھل اور درخت کے پتون کے پانی مین ملجانے سے طہارت جائز ہی اگرچہ پتی سے پانی کے تمام اوصاف بدل گئے
ہون صحیح تر قول مین ہم نہایہ مین ہی اُستادون سے منقول ہی کہ وہ وضو کیا کرتے تھے اُن حوضون سے جنمین درختون کی پتی واقع ہوتی تھی باوجود تغیر ہو جانے
تمام اوصاف کے اور کوئی کسی کو منع نہین کرتا تھا اور مقابل اصح کے محمد بن ابراہیم میدانی کا قول ہی کہ اگر اُس پانی کی رنگت ہتھیلی مین اُٹھانے سے معلوم ہو
تو اُس سے وضو درست نہین اُسکا پینا درست ہی ان بقیت رقتہ ای واسمہ کما مر بشرطیکہ اُس پانی کا پتلاپن اور نام اُسکا باقی رہا چنانچہ گذر گیا آب مغلوب
کے بیان مین ہم اور جبکہ پانی کا نام زائل ہو چنانچہ زعفران کا پانی اُس صورت مین کہ کپڑے وغیرہ رنگتا ہو تو اُس سے وضو جائز نہین کیونکہ عربی زبان مین اُسکا نام
صبغ ہو گیا چنانچہ نبیذ تمر کذا فی الطحطاوی ویجوز بجار وقعت فیہ نجاسۃ اور طہارت جائز ہی اُس بہتے پانی سے جسمین نجاست پڑی ہم خواہ نجاست نظر
آتی ہو پانی مین یا نظر نہ آتی ہو آب جاری مین سے ناپاک نہین ہوتا خود محل وقوع نجاست سے وضو درست ہی ابو یوسف رح کے نزدیک اور یہی مختار ہی
مشایخ بخارا کا نصاب مین کہا کہ اسی قول پر فتویٰ ہی کذا فی الطحطاوی والجاری ہو ما یعد جاریا عرفا اور جاری پانی وہ ہی جسکو روان اور بہتا عرف مین
شمار کرتے ہین وقیل ما یذہب بتبنۃ والاول اظہر والثانی اشہر اور بعضون نے کہا جاری پانی وہ ہی جو تنکے کو بہا لیجائے اور پہلا قول ظاہر تر ہی اور دوسرا قول
مشہور تر ہی کذا فی البحر وان وصلیۃ لم یکن جریانہ بمدد فی الاصح آب روان ناپاک نہین ہوتا اگرچہ اُسکا بہنا اوپر کے پانی کی مدد سے نہو صحیح تر قول مین یعنی
اگرچہ مبدا اور منشا اُسکا چشمہ یا جبل یا مینہ نہو ہم عدم اشتراط مدد کی تصحیح صاحب سراج اور صاحب تجنیس نے کی ہی اور مقابل اسکے فتح القدیر کا قول ہی
کہ جاری ہونے مین پانی کی مدد ضرور ہی چنانچہ چشمہ اور کنوان یہی قول مختار ہی تو یہان دونون قولون کی تصحیح واقع ہی کذا فی الطحطاوی فلو سُدّ النہر
من فوق فتوضأ رجل بما یجری بلا مدد جاز لانہ جار تو اگر نہر بند کی گئی اوپر سے اسطرح کہ بند سے مطلقًا پانی نہین رستا ہی پھر کسی مرد نے وضو کیا اُس پانی سے
جو بہتا ہی بدون مدد کے تو جائز ہی اسواسطے کہ وہ جاری پانی ہی وکذا لو حفر نہرا من حوض صغیر او صب رفیقہ الماء فی طرف میزاب وتوضأ فیہ وعند طرفہ الآخر
اناء یجمع الماء جاز توضیہ بہ ثانیا وثم وثم وتمامہ فی البحر اور اسی طرح اگر نہر کھودی چھوٹے حوض سے اور اُسمین پانی بہا حوض کا یا ایک شخص کے رفیق نے
پانی ڈالا پرنالے کے ایک کنارے پر اور اُس شخص نے وضو کیا نہر یا پرنالے کے روان پانی مین اور پرنالے کے دوسری طرف کوئی برتن ہی جسمین وہ
روان پانی جمع ہوتا جاتا ہی تو دوسری بار اسی پانی سے وضو کرنا جائز ہی اور پھر تیسری بار اسی طرح اور پھر چوتھی بار اسی طرح پانی بہا کر وضو جائز ہی اور
اسکا پورا بیان بحر الرائق مین ہی ہم یعنے حوض صغیر سے پانی بہا یا نہر مین اور بہنے کی حالت مین وضو کیا پھر وہ پانی جمع ہوا ایک مکان مین سو دوسرے
آدمی نے اُس مکان سے نہر کھودی اور اُسمین پانی بہایا اور وضو کیا جاری ہونے کی حالت مین پھر وہ پانی جمع ہو گیا اور مکان مین پھر اور آدمی نے
اسی طرح کیا تو سب شخصون کا وضو درست ہی اسواسطے کہ ہر ایک نے پانی بہنے کی حالت مین وضو کیا اور جاری پانی نجس نہین ہوتا جب تک متغیر
نہو جاوے چنانچہ بحر الرائق مین ہی اور جو پانی کہ جمع ہوا وہ طاہر اور طہور ہی یعنے پاک کرنے والا ہی اسواسطے کہ اُسکا استعمال جاری ہونے کی حالت مین
ہوا ہی اور جاری پانی مستعمل نہین ہوتا استعمال کرنے سے اسی طرح منقول ہی شیخ زاہد ابو الحسن رستغفنی سے علامہ نوح نے کہا کہ یہ فرع مبنی ہی آب مستعمل

نہین ہوجاتا بلا ظہور اثر نجاست کے تجویز غالب معتبر ہی مبتلی بہ کی یعنے اُس شخص کی جسکو طہارت کے واسطے پانی کی حاجت پڑی تو اگر اسکے گمان مین عدم پہنچنا
یعنے نہ پہونچنا نجاست کا دوسری طرف غالب ٹھہر گیا تو وہ آب کثیر ہی اس آب بستہ سے وضو اور غسل جائز ہی اگر یہ گمان غالب نہین ہوتا تو وہ قلیل پانی ہی طہارت
اُس سے جائز نہین یہی ظاہر الروایۃ ہی امام اعظم رح سے اور اسی قول کی طرف محمد رح نے جنسے دہ دردہ کا قول منقول ہی رجوع کیا ہی اور یہی قول صحیح تر ہی چنانچہ
غایۃ البیان وغیرہ مین ہی اور بحر الرائق مین ثابت کیا ہی کہ یہی قوی مذہب ہی اور اُسی پر عمل کرنا چاہیے ہم بحر الرائق مین دس روایات سے اُسکو مذہب ثابت
کیا ہی پھر یون کہا ہی کہ یہ جو ہمارے اکثر بلکہ تمام علماء متاخرین نے دہ دردہ کو آب کثیر قرار دیا ہی وہ ہمارے اصحاب کا مذہب نہین اور محمد رح نے اگرچہ اسکی
تقدیر کی ہی مگر اس سے رجوع کیا ہی اور اگر رجوع بھی ثابت نہوتا تو یہ تقدیر لازم نہین مگر اُنھین کے حق مین اسواسطے کہ جبکہ ہر حاجتمند کے استکثار کا اعتبار ہوا
تو ایک شخص کا کثیر سمجھنا دوسرے پر لازم نہین بلکہ یہ امر مختلف ہی جو جسکے دل مین پڑے اُسپر وہ عمل کریگا اور یہ امر اُن امور سے نہین ہی جسمین عامی پر مجتہد کی
تقلید واجب ہو چنانچہ فتح القدیر مین ہی کذا فی الطحطاوی مصنف نے اپنی شرح مین کہا چونکہ حد آب کثیر مین ظن غالب ظاہر الروایۃ تھا اور اُسکی تصحیح اکثر کتب
معتمدہ مین واقع تھی لہذا ہمنے اس متن مین اسی پر اعتماد کیا اور متاخرین نے جو دہ دردہ کو اختیار کیا وہ ظاہر الروایۃ نہین اور نہ ہمارے علمای متقدمین کا
مذہب ہی اگرچہ صاحب کنز نے اسپر یقین کیا ہی اور صاحب ہدایہ نے اُسپر فتوی ٹھہرایا ہی تو جو مذہب مین صحیح قول ہی اسی پر عمل کرنا متعین ہی انتہی وان تقدیر
بعشر فی عشر لا یرجع الی اصل یعتمد علیہ ورد ما اجاب بہ صدر الشریعۃ اور بحر الرائق مین یہ ثابت کیا ہی کہ آب کثیر مین اندازہ ٹھہرانا دہ دردہ کا اصل معتمد علیہ کی
طرف راجع نہین ہوتا اور جو ثبوت اصل کا جواب دیا ہی صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ مین اُسکو رد کیا امام صدر الشریعۃ نے دہ دردہ کی یہ حدیث اصل ٹھہرائی کہ جو
کنوان کھودے تو اُسکا حق کنوئین کے گرداگرد ۴۰ گز ہی تو اُسکے گرد چارون طرف سے۔ اگر ہوے تو اگر دوسرا شخص دس گز کے اندر بیر بالوعہ یعنی نجاست ڈالنے
کا کھود یگا تو روکا جائیگا اسواسطے کہ پہلے کنوئین کی طرف نجاست سرایت کریگی اور اگر دس گز کے بعد کھودیگا تو روکا نجائیگا تو معلوم ہوا کہ شرع نے دہ دردہ
کو عدم سرایت مین اعتبار کیا ہی صاحب بحر نے اسکو تین وجہ سے رد کیا ہی ازانجملہ ایک وجہ یہ ہی کہ حریم چاہ کا دس گز ہونا بعض کا قول ہی اور صحیح قول تو یہ ہی کہ
اُسکا حریم ہر طرف سے ۴۰ گز ہی دوسری وجہ یہ ہی کہ زمین بمراتب سخت ہی پانی سے تو پانی کو زمین پر قیاس کرنا عدم سرایت مین صحیح نہین کذا فی الطحطاوی مختصراً علامہ
عینی نے شرح ہدایہ مین فرمایا کہ حدیث بیر بضاعہ دہ دردہ کی سند ہو سکتی ہی بیان اُسکا یہ ہی کہ محمد بن حسن سے جب آب کثیر کا سوال ہوا تو کہا کہ اگر میری مسجد کے برابر ہو
تو وہ کثیر ہی جب اُسکو ناپا تو مسجد اندر سے ہشت درہشت تھی اور باہر سے دہ دردہ تھی اور قول ضعیف یہ ہی کہ دوازدہ دردوازدہ تھی اور بیر بضاعہ کی مساحت ہشت
درہشت تھی اور دلیل اُسپر ابوداؤد سجستانی صاحب سنن کا قول ہی کہ مین نے بیر بضاعہ کو ناپا اپنی چادر سے تو عرض اُسکا چھ گز تھا اور مین نے وہان پوچھا کہ زمان سابق سے
اُسمین کچھ تغیر ہوا ہی جواب دیا کہ نہین پھر جب اُسکا عرض چھ گز کا ہوا تو طول اُسکا زیادہ ہوگا اسواسطے کہ اکثر طول زیادہ ہوتا ہی عرض سے اور اگر وہ کنوان مدور ہوتا تو
کہتے کہ اُسکا دور چھ گز کا تھا تو جبکہ طول کی زیادت عرض کے ساتھ ملائی جاوے تو مقدار اُسکی ہشت درہشت یا زیادہ ٹھہریگی تو محمد رح نے اس تقدیر کو لیا لیکن باب عبادات
مین احتیاط لازم ہی لہذا انکی مسجد اصلی کے خارج کو یعنی دہ دردہ کو اعتبار کیا انتہی لکن فی النہر وانت خبیر بان اعتبار العشر اضبط ولا سیما فی حق من لا رای لہ من العوام فلذا
افتی بہ المتاخرون الاعلام لیکن نہر الفائق مین ہی کہ ای مخاطب تو جانتا ہی کہ مقرر اعتبار کرنا دہ دردہ کا انضباط اور بندوبست کی بات ہی خصوصاً عوام لوگون کے حق مین جنکو
ظن غالب اور تجویز حاصل نہین تو اسی واسطے علماء کبار متاخرین نے دہ دردہ کا فتوی دیا ہم قوت دلیل صاحب بحر الرائق کے کلام مین ہی اور جبکہ تو صاحب بحر اور صاحب
نہر دونون کے کلام پر بخوبی آگاہ ہو تو تجھکو اسکا یقین حاصل ہوجاے اور جو کہ صاحب نہر نے مذکور کیا اسکو صاحب بحر نے بھی ذکر کیا اور اُسکو قابل التفات کے نجانا کذا فی
الطحطاوی ای فی المربع باربعین وفی المدور بستۃ وثلثین وفی المثلث من کل جانب خمسۃ عشر ربعا وخمسا بذراع الکرباس یعنی متاخرین کا فتوی ہی حوض مربع مین ۴۰ گز ہو اور
حوض مدور مین ۳۶ گز ہو اور حوض مثلث مین ہر طرف سے پندرہ گز اور چوتھائی اور پانچوان حصہ گز پر تینون صورت مین کپڑے ناپنے کا گز مراد ہی عم یعنی جو عرض مین

پانی میں دہ دردہ کی مقدار کسی اصل سے ماخوذ نہیں ۱۲

ہمارے زمانہ کے گز سے جو آٹھ مٹھی اور تین انگلیون کا ہے یہ قول ہے بنا بر فتوی متاخرین کے دہ دردہ کے کثیر ہونے مین یعنی اگرچہ دہ دردہ حقیقۃ نہو بلکہ حکماً ہو اسواسطے
ہمنے کہا تا کہ دہ دردہ شامل ہو جاوے اُس حوض طویل کو جسمین طول ہے بدون عرض کے صحیح تر قول مین اور اسی طرح شامل رہے اُس کنوئین کو جسکا عمق یعنی گہراو دس گز
کا ہے صحیح تر قول مین ہم طول بلا عرض مین اختلاف ہے ایک قول ہے کہ اگر اُسکا پانی بقدر دہ دردہ کے ہے تو وہ وقوع نجاست سے ناپاک نہین ہوتا چنانچہ سابق مین گذرا
اور یعنی مذاہب اور محیط اور اختیار وغیرہا مین اسکی تصحیح کی ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ نجس ہو جاتا ہے قاضی خان نے اسکو عامہ مشایخ کی طرف نسبت کیا ہے اور فتح القدیر
مین اسی کو اختیار کیا ہے اور قاسم نے اسکو صحیح کہا ہے تو دونون قول مصحح ہین کذا فی الطحطاوی وحینئذ فلو ماؤہا بقدر العشر لم ینجس کما فی المنیۃ اور اسوقت مین یعنی جبکہ
عمق کا اعتبار ہوا تو اگر اُسکا پانی دہ دردہ کے برابر ہے تو نجاست کے پڑنے سے وہ کنوان ناپاک نہوگا چنانچہ منیۃ المصلی مین ہے ہم یہ قول ضعیف ہے چنانچہ شارح عنقریب
اسپر آگاہ کریگا وحینئذ فعمق خمس اصابع تقریباً ثلثۃ آلاف وثلث مائۃ واثنا عشر منا من الماء الصافی ولیسعہ غدیر کل ضلع منہ طولا وعرضا وعمقا ذراعان وثلثۃ ارباع
ذراع ونصف اصبع تقریباً کل ذراع ربع وعشرون اصبعا انتہی اور اسوقت مین یعنے جبکہ عمیق کنوان حوض کبیر کے مانند ہوا تو پانچ انگلیون کا عمق
دہ دردہ کے حوض مین ۳۳۱۲ سیر صاف پانی کا ہے اور گنجائش کرتا ہے اسقدر پانی کو وہ حوض جسکی ہر جانب طول اور عرض اور عمق مین دو گز اور پون گز اور
آدھی انگلی ہے تخمیناً ہر گز ۲۴ انگلی کا اب تمام ہو گیا کلام قہستانی کا قلت وفیہ کلام اذ المعتمد عدم اعتبار العمق احدہ فتبصر مین کہتا ہون اور قہستانی کے
اس کلام مین کلام ہے یعنی مسلم نہین اسواسطے کہ فقط عمق کا اعتبار کرنا بدون طول اور عرض کے معتمد قول نہین تو اے مخاطب ہوشیار رہیو م بحر الرائق مین
فتح القدیر سے منقول ہے کہ عمیق تنگ جوانب کو آب کثیر قرار دینا موجہ نہین اسواسطے کہ مدار کثرت اسپر ہے کہ دوسری جانب کو نجاست نہ پہونچے اور تقارب
جوانب مین بلاشک وصول غالب ہے اور پانی کا استعمال تو اوپر کی سطح سے ہوتا ہے نہ عمق سے کذا فی الطحطاوی ملخصاً فائدہ بڑا تالاب ہے کہ ایام گرما مین
خشک ہو جاتا ہے اور چوپائے اسمین لید کرتے ہین پھر اسمین پانی آیا اور بھر گیا تو نظر کرنا چاہیے اگر نجاست ہو پانی کے داخل ہونے کے مکان مین تو سب
پانی نجس ہے اور اگر وہ پانی بستہ ہو گیا وہ بھی ناپاک ہوگا اسواسطے کہ جو پانی اس راہ سے آیا وہ ناپاک ہو گیا تو اب وہ ناپاک نہوگا اور اگر نجاست موضع دخول آب
مین نہین پھر وہ پاک پانی جمع ہوا پاک مکان مین جو دہ دردہ ہے پھر وہان سے بڑھا موضع نجاست تک تو سب پانی پاک ہے اور جو برف اس سے جمے وہ بھی طاہر ہے
جبتک کہ اسمین نجاست کا اثر ظاہر نہو اور اسی طرح جس تالاب کا پانی کم ہو کر چار در چار ہو گیا اور اسمین نجاست پڑی پھر نیا پانی آیا اگر نیا پانی دہ دردہ ہو گیا
نجس پانی کے ملنے سے پہلے تو سب پانی پاک ہے کذا فی الخانیۃ یعنی فتاوی قاضی خان ولا یجوز بماء بالمد زال طبعہ وہو السیلان والارواء والانبات لسبب
طبخ کمرق وماء باقلاء الا بما قصد بہ التنظیف کاشنان وصابون فیجوز ان بقی رقتہ اور جائز نہین طہارت وضو اور غسل کی اُس پانی سے جسکی طبیعت یعنی اسکی پیدایشی
صفت کہ بہنا اور پیاس کا کھونا اور نباتات کا اوگانا ہے زائل ہو گیا پکانے کے سبب سے چنانچہ شوربا اور آب باقلا مطبوخ مگر وہ پانی جو پکایا گیا اُس چیز کے ساتھ
جس سے میل کا صاف کرنا مقصود ہے چنانچہ اشنان اور صابون تو اُس سے طہارت جائز ہے اگر اسکی رقت باقی ہو یعنی گاڑھا نہوا ہو چنانچہ سابق مذکور ہو گیا او
بماء استعمل لاجل قربۃ ای ثواب ولو مع رفع حدث یا جائز نہین طہارت اُس پانی سے جسکو استعمال کیا قربت یعنی ثواب حاصل کرنے کو اگرچہ ہو قربت رفع حدث
کے ساتھ معلوم کرنا چاہیے کہ مستعمل پانی مین کلام واقع ہوتا ہے چار مقام مین اول استعمال کے سبب سے سو مصنف نے اسکو بیان کیا بقولہ القربۃ اور رفع حدث
مقام ثانی ثبوت استعمال کے وقت مین سو مصنف نے اُسکا اشارہ کیا بقولہ اذا انفصل مقام ثالث مستعمل کی صفت مین سو اسکو بیان کیا بقولہ طاہر مقام رابع
مستعمل کے حکم مین سو اُسکو ذکر کیا بقولہ غیر مطہر قربت کے واسطے وضو کرنے سے باتفاق شیخین رح ومحمد رح کے استعمال ثابت ہے خواہ فقط قربت ہو یا قربت رفع
حدث کے ساتھ ہو کذا فی الطحطاوی فقط قربت بلا ازالہ حدث کی یہ صورت ہے کہ غیر محدث یعنی با وضو آدمی دوسرا وضو نیت کے ساتھ کرے یا طاہر غسل کرے
اور فقط ازالہ حدث بلا قربت کی یہ صورت ہے کہ محدث یعنے بیوضو آدمی وضو کرے بدون نیت کے تو یہان ازالہ حدث تو ہوا مگر قربت یعنی ثواب نہین اسواسطے کہ بدون نیت

جسکے ثواب ملتا ہو اور انکے نزدیک سبب استعمال کا فقط قربت ہے اور امام زفر اور ابو یوسف کے نزدیک قربت بھی سبب ہے اور ازالۂ حدث بھی لیکن اسقاط فرض
بھی دمعت نظیر وہ ... ہے یا ... استعمال پانی کو ... صاحب بحر ... عبادت کی عادت باقی رہنے کے واسطے نہیں ... جو وضو کرے ثواب
کی نیت سے یا ... وضو پر وضو ... چنانچہ اسکو مستحب ہے کہ نماز کے وقت وضو کرکے جا نماز پر بیٹھ کر تسبیح اور تہلیل کرے تاکہ نماز کی عادت چھوٹ نہ جائے
وہ پانی بھی مستعمل ہے تقرب کے سبب سے اس مستعمل سے بھی وضو جائز نہیں او غسل میت یا جو استعمال پانی کہ میت کے نہلانے سے یعنی میت طاہر ہو اگر اسکے
بدن پر نجاست نہو وہو الاصح اور دوسرا قول یہ ہے کہ نجس ہے نجاست جنب تو اسکا غسالہ نجس ہوگی اور اس قول کی بھی تصحیح واقع ہے اور محمد نے جو غسالۂ میت
کو مطلقا نجس کہا ہے تو اسوجہ سے کہ غالبا نجاست سے خالی نہیں ہوتا کذا فی البحر او بدلیل وضممنہ بید استنجا استعمال ہو ہاتھ کے دھونے سے کھانے کے واسطے
یا کھانے سے فراغت کرکے اوس سنت کے قصد سے جو حدیث میں وارد ہے کہ کھانے کی برکت ہے پہلے اور بعد کھانے کے ہاتھ دھونا تو اگر اس نیت سے
ہاتھ دھوئے ثواب حاصل ہوا اور پانی مستعمل ہو گیا اور اگر یہ نیت نہیں چنانچہ میل صاف کرنے کے واسطے دھوئے تب پانی مستعمل نہوگا کیونکہ نہ ازالہ حدث ہی
نہ اقامت قربت کذا فی الطحطاوی اولاجل رفع حدث ولو مع قربۃ کوضوء محدث ولو للتبرد یا مستعمل ہو پانی ازالہ حدث کے سبب سے اگرچہ ازالہ حدث
قربت کے ساتھ مجتمع ہو جیسے بے وضو شخص کا وضو کرنا اگرچہ اسنے سرد ہونے کے واسطے وضو کیا ہو ہم جبکہ بے وضو نے وضو کیا قربت کی نیت سے تو یہاں
دو سبب استعمال کے جمع ہو گئے یعنے ازالہ حدث بھی اور قربت بھی اور اگر فقط گرمی کے رفع کرنے کو وضو کیا تو فقط ازالہ حدث ثابت ہوا نہ قربت بہر صورت پانی مستعمل
ٹھہرا فلو توضأ متوضئ للتبرد او لتعلیم او للطین بیدہ لم یصر مستعملا اتفاقا اور اگر باوضو شخص نے وضو کیا سرد ہونے کو یا تعلیم وضو کے واسطے یا مٹی دھونے کے واسطے اپنے ہاتھ
سے تو وہ پانی باتفاق شیخین اور محمد کے مستعمل نہوگا ہم یہ تفریع ہے اس تقیید پر کہ استعمال ثابت ہوتا ہے قربت یا ازالہ حدث سے سو ان صورتوں میں کوئی سبب
استعمال کا نہیں قربت تو اسواسطے نہیں کہ نیت نہیں کیونکہ ثواب بدون نیت کے نہیں ہوتا اور ازالہ حدث بھی نہیں اسواسطے کہ وہ شخص باوضو ہے اگر کوئی کہے کہ
تعلیم سنت مقصود ہے بلاشبہ ثواب ہے پھر کیا وجہ ہے کہ تعلیم قربت نہو اسکا جواب یہ ہے کہ قربت تو فقط تعلیم میں ہے نہ پانی کے استعمال میں ولہذا اگر تعلیم قولی کرے تو اس
تعلیم فعلی کی کچھ حاجت نہیں رہی کذا ... او زاد علی الثلث بلا نیۃ قربۃ چنانچہ پانی مستعمل نہیں ہوتا تین بار دھونے پر زیادہ کرنے سے بدون قصد کرنے ثواب کے یعنی
بلا ارادہ وضو تین بار سے زیادہ دھونے سے مستعمل نہیں ہوتا او غسل ثوب طاہر او دابۃ تو کل ... جیسے پانی مستعمل نہیں ہوتا مثل ان کے پاک کپڑے کے
یا پاک ... کے دھونے سے ہم مثل ران سے مراد اعضاء غیر وضو ہیں یعنی اگر غیر جنب اپنی ران دھووے تو وہ پانی مستعمل نہوگا بنابر قول صحیح کے کذا فی البحر اسواسطے کہ
اسمیں نہ قربت ہے نہ رفع حدث نہ اسقاط فرض اور کپڑے کے مانند پاک برتن ہے او لاجل اسقاط فرض یا مستعمل ہو پانی اسقاط فرض کے سبب سے ہم خلاصہ کلام
بحر الرائق میں ہے کہ پانی مستعمل ہو جاتا ہے تین چیزوں میں سے ایک سبب سے یا ازالہ حدث سے خواہ اسکے ساتھ تقرب ہو یا نہو یا اقامت قربت سے خواہ اسکے ساتھ
ازالہ حدث ہو یا نہو یا اسقاط فرض کے سبب سے یہ دلیل قول ثالث کہ ہو اپنے ہاتھ کہنیوں تک یا ایک پانوں تغاری میں ڈالے تو پانی مستعمل ہوگا اور اس صورت
میں نہ ازالہ حدث ہوا اور نہ قربت کی نیت پانی گری فقط فرض ساقط ہو گیا عضو مغسول سے صاحب نہر نے کہا کہ اسقاط فرض کو زیادہ کرنا یعنے برخلاف اور کتابوں
کے اسقاط فرض کو استعمال کا سبب ثالث قرار دینا اس تقدیر میں تمام ہوگا کہ اسقاط میں ثواب نہو ورنہ قربت ثابت ہوگی انتہی اسکا جواب یہ ہے کہ فرض
ساقط ہو جاتا ہے مکلف کے فعل سے اگرچہ نیت نہو اور جبکہ نیت نہیں تو ثواب نہیں تو ثواب اسقاط فرض کیونکر قربت ہوگا کذا فی الطحطاوی وہو الاصل
فی الاستعمال الکمال یہی یعنے فرض کا ساقط کرنا اصل سبب ہے پانی کے مستعمل ہونے کا چنانچہ اسپر آگاہ کر دیا ہے کمال الدین محقق نے ہم یعنے رفع حدث میں
حقیقۃ اور قربت میں حکما اسقاط فرض موجود ہے اسواسطے کہ قربت بمنزلہ اسقاط کے ہے دوسری بار کذا فی الطحطاوی بان یغسل بعض اعضائہ او
یدخل یدہ او رجلہ فی جب لغیر اغتراف ونحوہ کرفع کوز فانہ یصیر مستعملا لسقوط الفرض اتفاقا اسقاط فرض کا اسطرح ہے کہ دھووے محدث اپنے بعض

اعضا کو یا اپنا ہاتھ پانون ڈالے مٹکے مین بغیر پانی لینے کے اور مانند اسکے چنانچہ کوزہ نکالنے کو جو مٹکے مین گر گیا ہی تو البتہ اس صورت مین پانی مستعمل ہو جائیگا
فرض کے ساتھ ساقط ہو جانے کی وجہ سے بالاتفاق یعنی اگر وضو یا غسل مین اس عضو کو نہ دھو دیگا تو کافی ہی اور ہم یہ صورت حدث اصغر اور اکبر دونون کو
شامل ہی لیکن محیط مین ابو یوسف رح سے مشہور روایت یہ ہی کہ پورا عضو پانی مین ڈالنا مستعمل ہو جانے مین مشروط ہی اور ایک دو انگلی کے ڈالنے سے مستعمل ہوگا اور
او خالی کف سے مستعمل ہوگا چنانچہ عالمگیری مین ہی بغیر پانی لینے کے یہ صورت ہی کہ مٹی یا خمیر ہاتھ مین بھرا تھا اسکے دھونے کے واسطے ہاتھ مٹکے مین ڈالا تو معلوم
ہوا کہ اگر پانی لینے کے قصد سے ہاتھ مٹکے مین ڈالیگا تو پانی مستعمل نہوگا ضرورت کے سبب سے اور اسی طرح سے ہاتھ ڈالنا کوزہ نکالنے کو یا کنوے مین ازماڈول
نکالنے کو اس سے بھی پانی مستعمل نہین ہوتا اور اتفاق سے یہان مراد ان فقہا کا اتفاق ہی جو تجزی حدث کے قائل ہین اور جو کہ قائل نہین کذا فی الطحطاوی بدائع
لم یزل حدث عضوہ او جنابتہ بالم تیم لعدم تجزیہما زوالا و ثبوتا علی المعتمد اگرچہ شخص مذکور کے عضو کا حدث یا اسکی جنابت زائل نہوگی جبتک کہ اسقاط فرض کا
پورا نہوگا بسبب نہ متجزی ہونے حدث اور جنابت کے زائل ہونے اور ثابت ہونے کی راہ سے قول معتمد پر ہم یعنی زوال حدث و جنابت کا اور انکا ثابت ہونا تجزی
یعنے پارہ پارہ نہین تو جبکہ دونون زائل ہونگے تو بالکل زائل ہونگے اور جبکہ ثابت ہونگے تو بالکل ثابت ہونگے تو سقوط فرض کا شلا ہاتھ سے اسکا مقتضی ہی
کہ ہاتھ کا دھونا دوسری بار باقی اعضا کے ساتھ واجب نہوا اور حدث کا زائل ہونا باقی اعضا کے دھونے پر موقوف ہی ایسا ہی بحر الرائق مین شیخ قاسم نے
حواشی مجمع مین کہا کہ حدث کا اطلاق دو معنون پر ہوتا ہی اول معنی مانعیت شرعیہ یعنی شرعًا ممنوع ہونا اس فعل کا جو حلال نہین بدون طہارت کے اور تجزی
نہین بالاتفاق امام اور صاحبین کے اور ثانی معنی نجاست حکمیہ اور یہ متجزی ہی ثبوت اور ارتفاع مین بلا خلاف اور پانی کا مستعمل ہو جانا نجاست حکمیہ کے ازالہ
سے ہی قاسم نے کہا کہ یہ تحقیق یاد رکھنے کے لائق ہی کذا فی الطحطاوی وینبغی ان یزاد او سنۃ لیعم المضمضۃ والاستنشاق فتامل اور چاہیے کہ زیادہ کیا جاوے لفظ
او سنۃ کا بعد اسقاط فرض کے تاکہ مضمضہ اور استنشاق کو بھی شامل ہو تو اسمین تامل کر ہم یعنے یون کہنا چاہیے اولا سقاط فرض او سنۃ تو مطلب ٹھہریگا
کہ یا مستعمل ہونا پانی کا فرض یا سنت کے اسقاط سے تو اب کلی اور ناک کا پانی بھی مستعمل ٹھہریگا حلبی محشی نے کہا سنت کے زیادہ کرنے کی کچھ حاجت نہین کہ وہ تو
قربت مین داخل ہی اسواسطے کہ سنت ادا نہین ہوتی بدون نیت کے پھر جب سنت مین نیت ہوئی تو قربت ٹھہری انتہی یعنے وجہ ہی تامل کی جسکی طرف شارح
نے اشارہ کیا اذا انفصل عن عضو وان لم یستقر فی شئ علی المذہب ان سب صورتون مین پانی مستعمل ہو جاتا ہی اسوقت جب کہ جدا ہوا عضو سے اگرچہ
کسی چیز مین نہین ٹھہرا بنا بر مذہب درست کے وقیل اذا استقر ورجح للحرج اور قول ضعیف یہ ہی کہ جب عضو سے جدا ہو کر کسی مکان مین یعنی زمین یا کوزہ یا
کپڑے مین ٹھہر جاوے اور حرکت سے باز رہے تب مستعمل ہوگا اور اس قول کی ترجیح دیگئی ہی حرج کے سبب سے ہم یعنے اگر مجرد انفصال سے عضو سے
استعمال ثابت ہی تو اسمین مشقت ہی اسلیے کہ کپڑے پر گرنے سے نجس ہوگا نجاست مستعمل کے قول پر اور ثمرہ اختلاف ظاہر ہوتا ہی اس صورت مین کہ جب پانی
عضو سے جدا ہوا اور ہنوز کہین نہین ٹھہرا بلکہ وہ ہوا مین ہی پھر وہ اگر کسی آدمی کے عضو پر اور اسپر بہا بدون اسکے کہ لیوے اپنی ہتھیلی مین پایا ہو تو اول قول
پر اسکا وضو صحیح نہین اور قول ثانی پر صحیح ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر وثمرۃ ان ما یصیب منہ یل منوضی وثیابہ عفو اتفاقا وان کثر اور دہ ترجیح مردود ہی اسطرح
سے کہ جو مستعمل پانی وضو کرنے والے کے رومال اور کپڑون کو لگ جاتا ہی وہ معاف ہی باتفاق شیخین اور محمد رح کے اگرچہ مقدار درم سے زیادہ ہو یعنے جب
معاف ہوا تو حرج ثابت نہوا امام محمد کے نزدیک مستعمل پانی پاک ہی تو انکے قول پر معاف کہنا مناسب نہین اور شیخین کے نزدیک اگرچہ بعضی روایت مین وہ نجس ہی
مگر یہان ضرورت کی وجہ سے نجاست ساقط الاعتبار ہی وہو طاہر ولو من جنب علی الظاہر اور مستعمل پانی پاک ہی اگرچہ وہ جنابت والے کا ہو ظاہر مذہب پر
مشائخ عراق نے کہا کہ مستعمل پانی بالاتفاق طاہر ہی اور دوسرا قول یہ ہی کہ طہارت محمد رح کا قول ہی اور امام رح سے بھی مروی ہی اور تیسرا قول یہ ہی کہ وہ نجس
مغلظ ہی اسکو حسن نے روایت کیا اور چوتھا قول یہ ہی کہ نجس مخفف ہی اور اسکو ابو یوسف رح نے امام سے روایت کیا اور اسی پر انکا عمل ہی لیکن علمانے طہارت

ای روایت کو صحیح کہا ہے یہانتک کہ مجتبیٰ مین ہے کہ مشائخ عراق نے امام اور محمد سے تین روایتیں صحیح روایات نقل کی ہیں کہ وہ طاہر غیر طہور ہے اور حسن کی روایت نجاست غلیظہ کی ہے اور یہی کہا کہ
اسی پر فتویٰ مختار ہے ہمارے نزدیک اور یہی مذکور ہے محمد سے کی تمام کتابون مین جو مروی ہین ہمارے علماء سے اور اسی کو محققین اور اکثر نے اختیار کیا ہے اور صحیح
یہ ہے کہ یہی قول مشہور ہے امام سے اور اکثر کتابون مین جو ظاہر ہوتے ہیں فتوی مذکور ہے بلا تفصیل بین المحدث و جنب کذا فی الطحطاوی مجتبیٰ نے کہا یہی قول ہے
احمد بن حنبل کا اور مذہب شافعی رحمۃ میں یہی قول صحیح ہے اور روایت ہے امام مالک سے نووی شافعی رحمۃ نے کہا یہی قول طہارت کا جمہور سلف و خلف کا قول ہے
یعنی مکروہ تحریمہ و امحن پینا اسکا مستقذر ہونے کی روایت نجاست نہ رہی لیکن مستعمل پانی کو پینا اور اس سے گوندھنا مکروہ تنزیہی ہے گھناؤنے کی وجہ سے اور اسکی نجاست
کی روایت پر مکروہ تحریمی ہے و علمہ انہ لیس بطہور لحدث بل لخبث علی الراجح المعتمد اور مستعمل پانی کا حکم یعنی اثر مترتب یہ ہے کہ وہ حدث اصغر اور اکبر کا پاک کرنیوالا
نہین یعنی وضو اور غسل کے لائق نہین بلکہ نجاست بقول راجح معتمد کے نجاست حقیقی کا پاک کرنیوالا ہے مجتبیٰ اور شرح ارشاد مین ہے کہ ازالہ نجاست کا مستعمل
پانی سے جائز ہے بنا بر روایات ظاہرہ کے کذا فی المنح قوله ومسئلۃ البئر جحط الاخ اختلف فی محدث انغمس فی البئر لدلو اولتبرد مستنجیا بالماء ولا نجس علیہ و لم ینو ولم یتدلک والاصح
انہ طاہر والماء مستعمل لاشتراط الانفصال للاستعمال اختلاف واقع ہوا اس محدث کے حکم مین جسنے غوطہ مارا کنوین مین ڈول نکالنے کو یا ٹھنڈک حاصل کرنے
کو غوطہ مارا پانی سے استنجا کرکے اور اسکے بدن پر نجاست نہین اور نہانے وضو یا غسل کی نیت کی اور نہ بدن کو ملا اور صحیح تر قول یہ ہے کہ وہ شخص پاک ہے اور
کنوین کا پانی مستعمل ہے اسواسطے کہ مستعمل ہونے کے واسطے جدا ہونا پانی کا شرط ہے یعنی جب شخص کنوے سے نکلا تو انفصال پایا گیا محدث حدث اکبر کو بھی
شامل ہے خواہ جنابت سے ہو خواہ حیض یا نفاس سے یعنی جبکہ عورت بعد انقطاع حیض یا نفاس کے کنوئین مین گھسے اور اگر قبل انقطاع جاویگی تو بشرطیکہ
اسکے اعضا پر نجاست نہو تو عورت اور پانی دونون طاہر کے مانند ہین اسواسطے کہ وہ خارج نہین ہوئی حیض اور نفاس سے تو پانی مستعمل نہوگا چنانچہ خانیہ
اور خلاصہ مین ہے اور کنوے سے وہ مراد ہے جو وہ دردہ سے کم ہے ڈول نکالنے اور سرد ہونے کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر غوطہ مار لیگا نہانے کے قصد سے تو پانی
بالاتفاق مستعمل ہوگا اسواسطے کہ ازالہ حدث اور نیت قربت کی پائی گئی اور اگر ڈھیلاون سے استنجا کیا ہوگا تو پانی بالاتفاق ناپاک ہوگا اور اسی طرح
اگر اسکے بدن پر نجاست ہوگی یا ازالہ حدث کی نیت کریگا اور عدم دلک کی قید محیط اور خلاصہ مین مذکور ہے بحر الرائق مین کہا اسواسطے کہ ملنا نیت اغتسال
کے قائم مقام ہے تو ملنے سے پانی بالاتفاق مستعمل ٹھہریگا اور راجح کے مقابل غیر راجح ایک یہ کہ مرد اور پانی دونون ناپاک ہین اور یہ امام سے روایت ہے اور
دوسرا قول یہ کہ مرد کا حدث بحال سابق قائم ہے اور پانی طاہر اور مطہر ہے یہ روایت ہے ابو یوسف سے اور یہ جو شارح نے کہا کہ پانی مستعمل ہے سو بعض کا قول
اسواسطے کہ ڈول نکالنے کی ضرورت سے اصلا استعمال نہین چنانچہ محدث اگر پانی ہاتھ سے لے تو پانی مستعمل نہوگا بلا خلاف کذا فی الطحطاوی ملخصا
والمراد ان ما اتصل باعضائه وانفصل عنها مستعمل لا کل الماء علی ما مر اور مراد یہ ہے کہ جو پانی کہ شخص کے اعضا سے ملا اور پھر جدا ہوا اعضا سے وہ مستعمل ہے نہ تمام
پانی کنوین کا مستعمل ہے بنا بر اس قول کے جو گذر گیا ہم یعنی ایسی صورت مین اجزا کا اعتبار ہے یعنی جو پانی کہ ساقط ہوا اعضا سے وہ مغلوب اور نہایت کم ہے کنوین کے
باقی پانی سے وکل اہاب دبغ الا المثانة والکرش قال القہستانی فالاولی وما دبغ ولو شمس وهو تحلیلها لطہر قطعے یہ وتیہ خاصنا اور جو کچا چمڑا دباغت کیا جاے
یعنی پکایا جاوے اگرچہ دھوپ مین ڈالکر اور وہ دباغت کے لائق ہو تو وہ پکانے سے پاک ہوگا تو آدمی پوستین پہنکر نماز پڑھے اور چمڑے کی ڈولچی وغیرہ بنا کر اس
سے وضو کرے شارح نے کہا کہ اور جھلی کے مانند دباغت قبول کرنے مین جھکنا اور اوجھڑی ہے قہستانی نے کہا تو بجاے کل اہاب دبغ کے وما دبغ کہنا بہتر تھا یعنی جس چیز
کی دباغت ہو وہ پاک ہوگی تاکہ چمڑے اور جھلے اور اوجھڑی سب کو شامل ہو ہم چمڑے کی دباغت سے تین مطالب متعلق ہین اسکا پاک ہونا یہ متعلق بہ کتاب الصید ہے
اور اسمین نماز کا جائز ہونا یہ متعلق کتاب الصلوۃ سے ہے اور اس سے وضو کا جائز ہونا یہ متعلق ہے پانی سے لہذا مصنف نے پانی کی بحث مین اسکو ذکر کیا دباغت
دو قسم ہے حقیقی اور حکمی حقیقی وہ جو پھٹکری یا ببول کے پتہ وغیرہ سے ہو وہ پانی پہونچنے سے ناپاک نہین ہوتی بہ اتفاق روایات اور حکمی دباغت وہ ہے جو

دھوپ سے خشک ہوا نہیں پانی پہونچنے سے دور واتیں ہیں ایک روایت یہ ہر کہ وہ ناپاک ہوجاویگی دوسری روایت یہ ہر کہ ناپاک نہوگی وبالا کثرہا فسلبا
وعلیہ الفتوی اور چمڑا وغیرہ دباغت پذیر نہیں وہ پاک نہوگا اور اسی قول پر فتوے ہر فلا یطہر جلد حیۃ صغیرۃ ذکرہ الزیلعی اما قمیصہا فطاہر تو پاک نہوگی دباغت
سے چھوٹے سانپ کی کھال ایسا ذکر کیا ہر زیلعی نے لیکن سانپ کی کیچلی تو پاک ہر وفارۃ اور پاک نہیں ہوتی چوہے کی کھال یعنی عدم احتمال دباغت سے
کما انہ لا یطہر ذکاۃ لتقییدہا بالمحتمل جیسے کہ سانپ اور چوہے کی کھال پاک نہیں ہوتی ذبح کرنے سے اسواسطے کہ دباغت اور ذبح میں احتمال اور لیاقت
کی قید ہر یعنے دباغت سے پاک ہوجاتی ہر وہ کھال جو دباغت کی لیاقت رکھتی ہر اور ذبح کرنے سے اُس جانور کی کھال طاہر ہوجاتی ہر جو ذبح کرنے کے
لائق ہر خلا جلد خنزیر فلا یطہر وقدم لان المقام للاہانۃ مہر چمڑا دباغت سے پاک ہوتا ہر سور کی کھال کے سوا سو وہ پکانے سے پاک نہیں ہوتی اور سور کو پہلے
ذکر کیا آدمی سے اسواسطے کہ یہ ذلت اور خواری کا مقام ہر یعنے نجاست کا تو یہان ذلیل اور خوار چیز کو بیان کرنا مقتضائے بلاغت ہر وآدمی فلا یدبغ
لکرامتہ او ر آدمی کے سوا تو آدمی کی کھال کو دباغت نہیں دیجاتی اسکی تعظیم اور توقیر کے سبب سے ہم بعضون کے نزدیک سور اور آدمی کی کھال پاک نہیں
ہوتی اسواسطے کہ پرت پرت ہونے سے دباغت پذیر نہیں اور بعضون نے کہا کہ آدمی کی کھال پاک ہوجاتی ہر دباغت سے لیکن اسکا استعمال جائز نہیں اور یہی
منقول ہر مذہب مین شارح کا کلام قول ثانی پر مبنی ہر ولو دبغ طہر وان حرم استعمالہ حتی لو طحن عظمہ فی دقیق لم یوکل فی الاصح احتراماً اور اگر آدمی کی کھال
دباغت کیجاوے تو پاک ہوگی اگرچہ اسکا استعمال کرنا حرام ہر یہانتک کہ اگر آدمی کی ہڈی پیسی گئی آٹے مین تو اُس آٹے کو نہ کھاوے صحیح تر قول مین اُسکی تعظیم کی
وجہ سے وافاد کلامہ طہارۃ جلد کلب وفیل وہو المعتمد اور مصنف کے کلام نے فائدہ دیا کتا اور ہاتھی کی کھال کے پاک ہونے کا یعنے دباغت سے اور یہی قول
معتمد ہر جبکہ سب کھالون کی طہارت سے سور اور آدمی کو استثنا کرلیا تو معلوم ہوگیا کہ انکے سوا سب چمڑے دباغت سے پاک ہوجاتے ہین وما ای اہاب
طہر بہ بدباغ طہر بذکاۃ علی المذہب لا یطہر لحمہ وعلی قول الاکثر ان کان غیر ماکول ہذا اصح ما یفتی بہ وان قال فی الفیض الفتوی علی طہارتہ اور جو
کھال کہ پاک ہوتی ہر دباغت کرنے سے وہ پاک ہوجاتی ہر جانور کے ذبح کرنے سے مذہب صحیح پر پاک نہیں ہوتا اُسکا گوشت اکثر علما کے نزدیک اگر
وہ جانور جسکو ذبح کیا غیر ماکول اللحم ہر اقوال مفتی بہ مین یہی قول عدم طہارت کا صحیح تر قول ہر اگرچہ فیض مین کہا ہر کہ گوشت کی طہارت پر فتوے ہر ہم
معراج الدرایہ مین کہا کہ عدم طہارت کا قول محققین کا قول ہر افعل التفضیل کے صیغہ سے طہارت کی قول کی بھی تصحیح معلوم ہوتی ہر مگر عدم طہارت
زیادہ تر صحیح ہر کذا فی الطحطاوی وہل یشترط لطہارۃ جلدہ کون الزکوۃ شرعیۃ بان تکون من الاہل فی المحل بالتسمیۃ قیل نعم وقیل لا والاول اظہر
لان ذبح المجوسی وتارک التسمیۃ عمداً کلا ذبح وان صحح الثانی صححہ الزاہدی فی القنیۃ والمجتبی واقرہ فی البحر سوال اور کیا شرط ہر اُسکے کھال
کے پاک ہونے مین بطور حکم شرع کے ذبح کرنا اسطرح کہ ذبح کرنا صادر ہو اہل سے یعنے مسلم عاقل یا کتابی سے ذبح کرنے کے مقام مین بسم اللہ
کے ساتھ جواب ایک قول یہ ہر کہ ہان ذبح شرعی شرط ہر اور دوسرا قول یہ ہر کہ شرط نہیں اور پہلا قول ظاہر تر ہر اسواسطے کہ ذبح کرنا مجوسی کا اور اس
مسلمان اور کتابی کا جسنے بسم اللہ کہنا عمداً ترک کیا عدم ذبح کے مانند ہر اگرچہ قول ثانی کی زاہدی نے قنیہ اور مجتبی مین تصحیح کی ہر اور بحر الرائق مین اس
تصحیح کو ثابت رکھا ہر ہم اشتراط ذبح شرعی اکثر کتب معتمدہ مذہب مین مسطور ہر کذا فی النہر زاہدی امام مشہور ہر قنیہ اور مجتبی کا مصنف ہر قنیہ فتاوی
اور مجتبی شرح ہر قدوری کی زاہدی عقائد مین معتزلی مذہب ہر اور فروع مین حنفی ہر **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا تخریج من وار الحرب لستحاب
ان علم دبغہ بطاہر فطاہر او بنجس فنجس وان شک فغسلہ افضل جو چمڑا کہ کفار کے ملک سے نکلتا ہر اور دار الاسلام مین آتا ہر چنانچہ سنجاب اگر اُسکی
دباغت پاک چیز سے معلوم ہوجاوے تو وہ چمڑا پاک ہر یعنے اُسکو پہن کر نماز درست ہر اور اگر اُسکی دباغت ناپاک چیز سے مثلاً مردار کی چربی سے معلوم
ہو تو وہ ناپاک ہر اور اگر شک واقع ہو یعنے معلوم نہ ہو کہ پاک چیز سے دباغت ہوگی یا ناپاک سے تو اُسکا دھونا بہتر ہر یعنے واجب نہیں دستور التنیۃ

لیعیٰ الخنزیر علی المذہب اور بال مردار جانور کے پاک ہین سواے سور کے مذہب درست پر ہم بال وغیرہ کی طہارت پانی کی بحث مین اسواسطے بیان کی
معلوم ہو کہ اسکے پانی مین واقع ہونے سے پانی ناپاک نہین ہوجاتا ہے جب مردہ جانور کے بال وغیرہ پاک ٹھہرے تو زندہ کے بطریق اولی پاک ہین
اور خوک کے تو بال اور ہڈی اور تمام اجزا اسکے ناپاک ہین امام ابو یوسف رح کے نزدیک اگر قلیل پانی مین واقع ہون ناپاک ہوگا کذا فی الفتح وہی
وعظمہا وعصبہا علی المشہور اور مردار کی ہڈی اور پٹھا پاک ہی مذہب کے مشہور قول پر عصب یعنی پٹھے مین دو روایتین ہین سراج الوہاج مین کہا کہ
اسکی نجاست صحیح ہی کہ صاحب فتح القدیر نے ہدایہ کا اتباع کیا اور اسکی طہارت مین اور یہی قول مشہور اور روایۃ ادر دہ مین اسی پر یقین کیا ہی کذا فی النہر
وما فارقتہ من الدسومۃ اور مردار کا سم اور سینگ خالی چکنائی سے پاک ہی یعنی بال اور ہڈی اور پٹھے اور سم اور سینگ اسوقت پاک ہین
بلکہ انپر چکنائی نہ لگی ہو اور اگر چکنائی ہوگی تو ناپاک ہین یہ ناپاکی ذاتی نہین بلکہ چکنائی کے لگنے سے ہی کذا فی البحر الاولیٰ والتعیین بالاوّل
اور اسی طرح پاک ہی مردار کی ہر ایک وہ چیز جسمین زندگی نہین سمائی یعنی جاندار کے بدن مین وہ چیزین بے جان ہین چنانچہ بال اور پر اور چونچ
یا نکہ کہ پنیر مایہ یعنی جیسا اور مردار کا دودھ بنابر قول راجح کے ہم انفحۃ بکسر ہمزہ و فتح فا دودھ ہی جو شیرخوار بچے کے پیٹ مین ہوتا ہی یعنے پنیر مایہ جیسا
ڈالنے سے دودھ جمتا ہی وہ امام کے نزدیک پاک ہی جبکہ مردار سے نکلے خواہ بستہ خواہ سائل اور صاحبین کے نزدیک سائل نجس ہی اور بستہ دھونے
سے پاک ہوجاتا ہی اور اگر مذبوح جانور سے خارج ہو تو بالاتفاق پاک ہی کذا فی الطحطاوی وشعر الانسان غیر المنتوف اور انسان کا بال جو اکھاڑا
نہین پاک ہی یعنے اکھاڑے بال ناپاک ہین اور اسکی بیع کا جائز نہونا تعظیم کے سبب سے نہ نجاست کی وجہ سے وعظمہ وسنہ مطلقاً علی المذہب اور آدمی کی
ہڈی اور دانت مطلقاً پاک ہین مذہب درست پر مطلقاً خواہ اپنا دانت ہو یا غیر کا واختلف فی اذنہ ففی البدائع نجسۃ وفی الخانیۃ لا اور اختلاف ہی آدمی
کے کان مین سو بدائع مین ہی کہ وہ ناپاک ہی اور خانیہ مین ہی کہ ناپاک نہین وفی الاشباہ المنفصل من الحی کمیتۃ الا فی حق صاحبہ فطاہر وان کثر اور اشباہ
مین ہی کہ جو چیز کہ زندہ شخص سے جدا ہوگئی وہ مردار کے مانند ہی مگر اسی شخص کے حق مین جسکا وہ جز ہی پاک ہی اگرچہ قدر درہم سے زیادہ ہو ہم منفصل سے
مراد وہ عضو ہی جسمین جان ہی تو ناخن اور بال منفصل ہونے سے ناپاک نہ ٹھہرینگے اور یہ جو کہا کہ منفصل اسی کے حق مین پاک ہی یعنے بالخصوص نماز مین
اسکا حل درست ہی نہ پانی وغیرہ مین اسواسطے کہ پانی فاسد ہوگا اسکے بقدر ناخن کے پڑنے سے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود ویفسد الماء بوقوع قدر الظفر
من جلدہ لا بالظفر اور ناپاک ہوجاتا ہی قلیل پانی بقدر ناخن کے آدمی کی کھال کے گرنے سے نہ ناخن کے گرنے سے ہم یعنے آدمی کی کھال یا اسکا چھلکا
پانی مین گرا اور زیادہ شمار مین آیا پانی ناپاک ہوگا اسواسطے کہ کھال اور چھلکا آدمی کے منجملہ گوشت کے ہی اور ناخن کے گرنے سے ناپاک نہوگا اسواسطے
کہ ناخن عصب یعنے پٹھا ہی کذا فی البحر ودم سمک طاہر اور خون مچھلی کا پاک ہی ہم اسواسطے کہ مچھلی کا خون حقیقت مین خون نہین ہی اسواسطے کہ جب
خشک ہوتا ہی تو سفید ہوجاتا ہی کذا فی المنح واعلم انہ لیس الکلب بنجس العین عند الامام وعلیہ الفتوی وان رجح بعضہم النجاسۃ کما بسطہ ابن الشحنۃ اور
اسکو جان رکھ کہ کتا نجس العین نہین یعنی اسکی نجاست ذاتی نہین خوک کے مانند امام اعظم کے نزدیک اور اسی قول پر فتوے ہی اگرچہ بعضے علما نے چنانچہ
زاہدی اور فقیہ ابو اللیث نے نجس العین ہونے کو ترجیح دی ہی چنانچہ ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے اسکو مشرح بیان کیا ہی ہم کتے سے حفاظت اور شکار کرنا
شرعاً درست ہی اگر وہ نجس العین ہوتا تو اس سے نفع حاصل کرنا درست نہوتا خوک کے مانند بحر الرائق مین ہی کہ کتے کی ہڈی اور بال اور عصب اور جو چیز اسکی
نہین وہ پاک ہی اور گوشت اسکا ناپاک ہی فیباع ویوجر ویضمن ویتخذ جلدہ مصلے و دلواً جبکہ کتا نجس العین نہوا تو اسکا بیچنا اور اجارہ دینا اور اسکے تلف
کرنے والے پر تاوان لازم ہونا اور اسکی کھال کا جانماز اور ڈول بنانا جائز ہی ولو اخرج حیا ولم یصب فمہ الماء لا یفسد الماء ولا الثوب بانتفاضہ ولا
بعضہ الم یر اور اگر کتا کنوئین مین سے زندہ نکالا گیا اور اسکا منہ پانی مین نہ لگا تو کنوئین کا پانی ناپاک نہوگا اور نہ کپڑا ناپاک ہوگا جھٹکے سے کتے کی

چھیچھڑون سے اور نہ اسکے کاٹنے سے جبتک اسکی رال کا لگنا بدن پر معلوم نہو ہم یعنے اگر کنوئین مین کتا منھ ڈالدیگا یا کاٹنے مین اسکی رال بدن پر نکلیگی تو پانی اور بدن ناپاک ہوگا اسواسطے کہ رال پیدا ہوتی ہر گوشت سے اور گوشت اسکا ناپاک ہو ولا صلوۃ حاملہ ولو کبیرا اور نہ فاسد ہوگی نماز اسکی جو نماز پڑھنے مین کتے کو لیے رہا اگرچہ بڑا کتا ہو ہم یعنے اسواسطے کہ ظاہر اُسکا ناپاک نہین اور باطن کی نجاست نماز کی مانع نہین شارح نے تقوید ولو کبیرا اشارہ کیا کہ یہ جو بعضی روایت مین کلب صغیر کی قید ہے سو اتفاقی قید ہے نہ احترازی و شرط الحلوانی شد فمہ اور شمس الائمہ حلوانی نے کہتے کہ منھ بند کرلینا شرط کیا ہر یعنے حامل سگ کی نماز اس شرط سے فاسد نہین کہ اسکا منھ بند ہو تاکہ اُسکا لعاب مصلی کے بدن پر اور کپڑے کو نہ لگے اسواسطے کہ ظاہر بدن ہر جانور کا پاک ہر نجس نہین ہوتا بدون موت کے اور اسکے باطن کی نجاست اپنے معدن مین قائم ہر تو اُسکا حکم ظاہر نہین ہوتا جیسے باطن مصلی کی نجاست کا کذا فی البحر ولا خلاف فی نجاسۃ لحمہ وطہارۃ شعرہ اور امام اور صاحبین کا اختلاف نہین کتے کے گوشت کے ناپاک ہونے مین اور اسکے بال کے پاک ہونے مین م بعضون نے وہم کیا کہ جب کتا نجس العین نہوا تو اُسکا پس خوردہ کیونکر ناپاک ہوگا حالانکہ وہ بالاتفاق حرام ہر اسکا جواب یہ ہر کہ طہارت مین اسکی مستلزم نہین کہ اُسکا ہر جز پاک ہو پس خوردہ اسکا اسوجہ سے ناپاک ہر کہ اسکے ساتھ لعاب اُسکا مختلط ہر اور لعاب پیدا ہوتا ہر گوشت سے اور گوشت ناپاک ہر دم مسفوح کے اختلاط سے والمسک طاہر حلال فیوکل بکل حال اور مشک پاک حلال ہر ماکول ہر ہر حالت مین یعنے خواہ غذا مین خواہ دوا مین خواہ ضرورت ہو یا نہو م طاہر کے بعد حلال کا لفظ اسواسطے زیادہ کیا کہ طہارت کو حلت اکل لازم نہین اسواسطے کہ مٹی پاک ہر مگر اسکا کھانا حلال نہین وکذا نافجتہ طاہرۃ مطلقا علی الاصح فتح وکذا الزباد اشباہ لاستحالتہ الی الطیبۃ اور اسی طرح مشک کا نافہ پاک ہر مطلقاً یعنے خواہ پانی کے لگنے سے فاسد ہو یا نہو بنابر قول اصح کے کذا فی الفتح اور اسی طرح زباد پاک ہر کذا فی الاشباہ بسبب خوشبو ہو جانے کے ہر ایک مشک اور زباد کے م یعنے ہرچند مشک اصل مین خون تھا اور زباد غیر ماکول کا پسینہ ہر لیکن اب مستحیل بخوشبو ہو گیا حقیقت اسکی بدل گئی دونون پاک ہین اور غیر اصح زیلعی کا قول ہر کہ اگر نافہ مشک پانی لگنے سے فاسد نہو تو پاک ہر اور یہ اختلاف مردار جانور کے نافہ مین ہر اور زندہ غزال کا نافہ بالاتفاق پاک ہر زباد بزا معجمہ وبا موحدہ بروزن سحاب خوشبودار چیز ہر یعنے ایک قسم کی بلی کا پسینہ اور میل ہر کہ اسکے دم کے نیچے مخرج کے پاس مجتمع ہو جاتا ہر اسکو کپڑے کی طرح لیتے ہین قاموس مین ہر کہ جسنے زباد کی تفسیر جانور کی اُسنے غلط کہا کذا فی الطحطاوی وبول ماکول اللحم نجس نجاسۃ مخففۃ وطہرہ محمد اور ماکول اللحم یعنے جس جانور کا گوشت کھانا حلال ہر جیسا نچہ بکری اور اونٹ اُسکا پیشاب نجس ہر بہ نجاست خفیفہ اور محمد بن حسن نے اُسکو پاک کہا ہر ولا یشرب بولہ اصلا لا للتداوی لا لغیرہ عند ابی حنیفۃ اور ماکول اللحم کا پیشاب نہ پیا جاوے ہرگز نہ دوا کے واسطے اور نہ سوا اسے دوا کے امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک م اور محمد رح کے نزدیک مطلقا جائز ہر اور ابو یوسف رح کے نزدیک دوا کے واسطے جائز ہر فرع مسئلہ متعلقہ شارح کا اختلف فی التداوی بالمحرم وظاہر المذہب المنع کما فی رضاع البحر لکن نقل المصنف ثمہ وہنا عن الحاوی وقیل یرخص اذا علم فیہ الشفاء ولم یعلم دواء آخر کما رخص الخمر للعطشان وعلیہ الفتوی حرام چیز سے دوا کرنے مین علما کا اختلاف ہر اور ظاہر مذہب یہ ہر کہ درست نہین ہر چنانچہ بحر الرائق کی کتاب الرضاع مین ہر لیکن مصنف نے اپنی شرح مین وہان یعنے کتاب الرضاع مین اور یہان حاوی قدسی سے نقل کیا ہر یہ مسئلہ اسطرح اور بعضون نے کہا کہ حرام سے دوا کرنے کی رخصت دیجاتی ہر جبکہ معلوم ہو کہ حرام مین شفا ہر اور کوئی دوسری دوا معلوم نہو جیسے نہایت پیاسے کو شراب پینے کی رخصت دیگئی ہر اور اسی قول پر فتوی ہر م خانیہ مین ہر قال علیہ الصلوۃ والسلام ان اللہ تعالی لم یجعل شفاءکم فیما حرم علیکم یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالے نے تمہارے واسطے شفا نہین ٹھہرائی اُس چیز مین جو تم پر حرام کی یہ حضرت نے ان چیزون کے حق مین فرمایا جنمین شفا نہین ہر اور جنمین شفا ہر اسکے دوا کرنے کا کچھ مضائقہ نہین کیا تو نہین جانتا کہ پیاسے کو شراب کا پینا حلال ہر ضرورت کے سبب سے انتہی اور اسی قول کو اختیار کیا ہر صاحب ہدایہ نے تجنیس مین اسواسطے کہ حرمت ساقط ہر شفا حاصل ہونے کے

شامی نے کہا کہ یہی حال عنبر کا ہر کہ وہ بھی پاک ہر اور حلال ہر گو اسکو بعض نا واقف

ہو جو دس قدم میں ہو کہ جب خون آدمی کے ناک سے نکلے ... بہنے کا خوف ہوا ور تیمم ہو اور اسکا خون بے حیات معلوم ہو
الخ ... کتاب یا سوا ... اس خون سے ... لکھے ... خون نہ ہو تو ایک قول میں رخصت نہیں ہے اور دوسرے قول میں رخصت ہے
جیسے شرب خمر کی رخصت ہے ... گراں ہوا کہا نہایت گرفتگی میں اور یہی فتویٰ ہے کذا فی منح المصنف مختصرا فصل فی البیر یعنی فصل ہے کنوئین
کے مسائل میں اذا وقعت نجاسۃ لیست بحیوان ولو مخففۃ او قطرۃ بول او دم او ذنب فارۃ لم تشمع فلو شمع فمنہ الی الفارۃ جب گری وہ نجاست جو جاندار نہیں
اگرچہ نجاست مخففہ ہو یا ایک قطرہ پیشاب یا خون کا یا چوہے کی ایسی دم گری کہ محل قطع موم سے بند نہیں سو اگر محل قطع موم سے بند ہو گا تو اسکا گرنے سے
اتنے ڈول نکالے جاوینگے جتنے چوہے کے گرنے سے نکالے جاتے ہیں یعنی بیس ڈول ہم عدم حیوانیت کی قید اسواسطے لگائی کہ جاندار کے احکام آگے مذکور
ہونگے اور نجاست مخففہ کا اسواسطے ذکر کیا کہ پانی میں نجاست مغلظہ اور مخففہ کیساں ہے کچھ فرق نہیں فی بئر دون القدر الکثیر سے متعلق ہے یعنی جب نجاست مذکور
گری اس کنوئین میں جو کم ہے مقدار کثیر سے بنا بر کلام گذشتہ ہم سابق میں ہو مذکور ہو چکا کہ آب کثیر میں مبتلی بہ کا ظن غالب معتبر ہے اور متاخرین کے فتوے پر
دہ در دہ کثیر ہے تو اگر کنواں دہ در دہ ہو گا تو نجاست مذکور کے گرنے سے ناپاک نہو گا تا وقتیکہ اسکا رنگ یا مزہ یا بو متغیر نہو والا اعتبار للعمق علی المعتمد اور کچھ اعتبار
نہیں کنوئین کے عمق کا بنا بر قول معتمد کے یعنے کثرت میں طول اور عرض کا اعتبار ہے نہ عمق کا تو عمق اگرچہ دس گز کا ہو وقوع نجاست سے ناپاک ہوگا
کذا فی البحر او مات فیہا او خارجہا والقی فیہا ولو فارۃ یابسۃ علی المعتمد الا الشہید النظیف او المسلم المغسول اما الکافر فینجسہا مطلقا یا مر کنوئین میں یا
مرا کنوئین سے باہر اور ڈالا گیا اسمین اگرچہ مردہ خشک چوہا ہو بنا بر معتمد قول پر مگر وہ شہید کہ پاک صاف ہے خون وغیرہ سے اور وہ مردہ مسلمان جو کہ نہلایا گیا
ان دونون کے کنوئین میں گرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا ہے لیکن کافر مردہ تو کنوئین کو ناپاک کرتا ہے ہر طرح یعنے مغسول ہو یا غیر مغسول جیسے اسقاط حمل کا
بچہ ناپاک کر دیتا ہے حیوان دموی غیر مائی لما مر جاندار روان خون والا جو کہ آبی نہیں بدلیل گذشتہ ہم مذکور ہو چکا کہ غیر دموی کی موت سے پانی نجس نہیں
اگرچہ پھول یا پھٹ گیا ہو اور پانی کا جانور اگرچہ خون والا ہو اسکے مرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی وانتفخ او تمعط او تفسخ ولو تفسخ خارجہا
ذکرہ الوالی جانور دموی مر کے پھول گیا یا اسکے بال جھڑ گئے یا پارہ پارہ ہو گیا اگرچہ کنوئین کے باہر پھٹ گیا پھر اسمین گرا ایسا ذکر کیا ہے علامہ والی محشی درر نے
ینزح کل مائہا الذی کان فیہا وقت الوقوع ذکرہ ابن الکمال نکالا جاوے کنوئین کا وہ سب پانی جو اسمین تھا نجاست اور جانور مذکور کے گرنے کے وقت
ایسا ذکر کیا ہے ابن کمال نے یعنی تو اگر پانی نکالنے سے پہلے کچھ پانی زیادہ ہو گا تو اسقدر کا نکالنا لازم نہو گا بعد اخراجہ الا اذا تعذر کخشبۃ او خرقۃ متنجسۃ فینزح
الماء الی حد لا یملاء نصف الدلو یطہر الکل تبعا پانی نکالا جاوے نجاست اور جانور کے نکال ڈالنے کے بعد مگر جبکہ اسکا نکالنا نہو سکے جیسا کہ لکڑی کا گرا ناپاک
کپڑا کہ غائب ہو گیا تو اسقدر پانی نکالنے سے کہ آدھا ڈول نہ بھرے یہ سب چیزین پاک ہو جاوینگی کنوئین پاک ہونے کے ساتھ ہم یعنے ڈول اور رسی اور
گھرنی اور کنوئین کے گرد مٹی اور پانی نکالنے والے کا ہاتھ اسواسطے کہ ان چیزون کی نجاست کنوئین کے ناپاک ہو جانے کے سبب سے تھی تو اسکے پاک
ہو جانے سے یہ بھی پاک ہونگی جیسے شراب کا مٹکا پاک ہو جاتا ہے جبکہ شراب سرکہ بنجاوے اور استنجا کرنے والے کا ہاتھ طاہر ہو جاتا ہے محل کی طہارت سے کذا
فی البحر ولو نزح بعضہ ثم زاد فی الغد نزح قدر الباقی فی الصحیح خلاصۃ اور جو تھوڑا پانی آج نکالا گیا پھر اسکے دن زیادہ ہو گیا تو اسی قدر نکالا جائے جتنا باقی تھا
قول صحیح میں کذا فی الخلاصہ ہم یعنی یہ اسواسطے کہ نہی الاتصال پانی نکالنا شرط نہیں تو دوسرے دن سارا پانی نکالنا ضرور نہیں قید بالموت لانہ لو خرج حیا ولیس
بنجس العین ولا بہ حدث او خبث لم ینزح شئی الا ان یدخل فمہ الماء فیعتبر بسورہ فان نجسا نزح الکل والا لا ہو الصحیح مصنف نے کنوئین کے پانی نکالنے میں موت
حیوان کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر جاندار زندہ نکالا گیا اور حالانکہ وہ نجس العین نہیں مانند سور کے اور اسپر نجاست حکمی یا نجاست حقیقی ہے
تو کچھ پانی نکالا نجاویگا مگر اسوقت جبکہ اسکا منہ پانی میں داخل ہو تو اسوقت اسکے جھوٹھے کا اعتبار ہوگا اگر اس حیوان کا جھوٹھا ناپاک ہے تو سارا پانی

نکالا جائیگا اور اگر پاک ہو یا مکروہ یا مشکوک تو کچھ بھی نکالنا واجب نہیں یہی قول صحیح ہو م نجس العین کے ساقط ہونے سے تمام پانی نجس ہو گا خواہ مرے
یا نہ مرے منہ اسکا پانی مین داخل ہو یا نہو اور شارح نے نجاست حکمی کو جو بیان کیا تو شاید کہ یہ قول آب مستعمل کی نجاست پر متفرع ہو کذا فی الطحطاوی نعم یندب
عشرۃ فی المشکوک لاجل الطہوریۃ کما فی الخانیۃ ہان مستحب ہو دس ڈول کا نکالدینا مشکوک مین مطہر ہونے کے واسطے چنانچہ خانیہ مین ہو م اور بعضون نے
مزید احتیاط کے واسطے سارے پانی کا نکالنا مستحب کہا ہو چنانچہ عالمگیری وغیرہ مین ہو زاد فی التاتارخانیۃ وعشرین فی الفارۃ واربعین فی سنور ودجاجۃ مخلاۃ
کآدمی محدث تاتارخانیہ مین اتنا زیادہ کہا ہو کہ مستحب ہو ۲۰ ڈول نکالنا چوہے مین اور ۴۰ بلی اور کوچہ گرد مرغی مین جیسے بے وضو اور بے غسل آدمی کے کنوئین مین
گرنے اور زندہ نکلنے مین ۴۰ ڈول کا نکالنا مستحب ہو ثم ہذا او الم تکن الفارۃ ہاربۃ من ہرۃ ولا الہرۃ من کلب ولا الشاۃ من سبع فان کان نزح کلہ مطلقا کما فی
الجوہرۃ پھر یہ حکم یعنی سارا پانی نہ نکالنا جبکہ حیوان زندہ نکلے اور وہ نجس العین نہو اس صورت مین ہو جبکہ چوہا بھاگا نہو بلی سے اور نہ بلی کتے سے اور
نہ بکری درندے سے ۔ و اگر ہر ایک بھاگ کر کنوئین مین گرا ہو تو سارا پانی نکالا جاویگا مطلقاً یعنے پانی مین اسکا منہ داخل ہوا ہو یا نہ داخل ہوا ہو چنانچہ جوہرہ
مین ہو م جانور گریختہ خوف سے پیشاب کر دیتا ہو یہ وجہ ہو تمام پانی نکالنے کی لکن فی النہر عن المجتبی الفتوی علی خلافہ لان فی بولہا شکا لیکن نہر الفائق
مین مجتبی سے منقول ہو کہ فتوے اسکے خلاف پر ہو یعنے پانی نکالنا واجب نہیں اسواسطے کہ پیشاب کے وجود مین شک ہو یعنے اور شک سے کوئی چیز ثابت
نہین ہوتی فان تعذر نزح کلہا لکونہا معینا فبقدر ما فیہا وقت ابتداء النزح قالہ الحلبی پھر اگر متعذر ہو تمام پانی کا نکالنا بسبب ہونے کنوئین کے
چشمہ دار تو اسقدر پانی نکالا جاوے جتنا اسمین تھا ابتداء اخراج کے وقت ایسا کہا ہو حلبی نے م یعنے زائد کا نکالنا لازم نہین اور شارح نے ابن کمال سے پہلے
وقت و قوع کا اعتبار کرنا نقل کیا ہو یؤخذ فی ذلک بقول رجلین عدلین لہما بصارۃ بالماء بہ یفتی وقیل یفتی بمائتین الی ثلثمائۃ وہذا ایسر وذاک احوط عمل
کرنا چاہیے اسمین یعنے پانی کی مقدار مین اُن متقی دو مردون کے قول پر جنکو پانی کی خوب اٹکل ہو اسی قول پر فتوے ہو یعنے جب اُنکے اندازے کے موافق
پانی نکل چکا کنواں پاک ہو گیا اور دوسرا ضعیف قول یہ ہو کہ چشمہ دار کنوئین مین دو سو ڈول کا تین سو ڈول تک فتوے ہو اور دوسرا قول آسان ہو
اور وہ پہلا قول بہت احتیاط والا ہو م دوسرا قول محمد رح سے مروی ہو اور جبکہ اُنھون نے دیکھا کہ بغداد کے کنوئین ۳۰۰ ڈول سے زیادہ نہ تھے تب یہ
فتوی دیا لیکن یہ قول ضعیف ہو اسلیے کہ نجاست کے سبب سے حکم شرع یہ ہو کہ سارا پانی نکالا جاوے تو عدد مخصوص پر اقتصار کرنا ظاہر ہو جانے مین بلا دلیل
سمعی کیونکر مقبول ہو بلکہ ابن عباس رض اور ابن زبیر رض سے مخالف اسکے منقول ہو کذا فی الطحطاوی عن البحر فاذا اخرج الحیوان غیر منتفخ ولا منفسخ ولا متمعط
فان کان کآدمی وکذا سقط وسخلۃ وجدی وجاء وز کبیر نزح کلہ پھر جبکہ کنوئین سے مردہ جانور نکالا گیا حالانکہ وہ پھولا نہین اور نہ پھٹا اور نہ اسکے
بال جھڑے ہین تو اگر جانور آدمی کے برابر ہو جسمیت مین اور اسکے مانند ہو ساقط حمل اور بکری اور بھیڑ کا بچہ اور بڑی بط تو تمام پانی نکالا جاوے
وان کان کحمامۃ وہرۃ نزح اربعون من الدلاء وجوبا الی ستین ندبا اور اگر جانور کبوتر اور بلی کے مانند ہو تو ۴۰ ڈول نکالے جائین وجوب کی راہ سے
ساٹھ ڈول تک نکالنا ہو استحباب کی راہ سے وان کعصفور وفارۃ فعشرون الی ثلثین کما مر اور اگر جانور ہو کنجشک اور چوہے کے مانند تو ۲۰ ڈول نکالے
جائین ۳۰ ڈول تک جسطرح مذکور ہو چکا یعنے ۲۰ کا نکالنا واجب ہو اور ۳۰ کا مستحب وہذا یعم المعین وغیرہا بخلاف نحو صہریج وجب حیث یہراق الماء
کلہ لتخصیص الآبار بالآثار بحر ونہر اور یہ حکم شماری ڈول نکالنے کا شامل ہو چشمہ دار کنوئین اور غیر چشمہ دار کو برخلاف حوض اور منبع کے اسواسطے کہ اسکا تمام
پانی بہا دیا جاویگا اگر اسمین جانور گر کے مرجاوے اسواسطے کہ کنوون کا ناپاک ہونا پھر انکا چند ڈول کے نکالنے سے پاک ہو جانا بالخصوص ثابت ہوا ہو
صحابہ کرام کے اقوال اور افعال سے کذا فی البحر والنہر م یعنے کنوون کا حکم برخلاف قیاس آثار سے ثابت ہو تو حوض اور منبع کو غیر چشمہ دار کنوئین کے ساتھ
ملحق نہین کر سکتے قال المصنف فی حواشیہ علی الکنز وبحثہ فی النہر مصنف نے کنز الدقائق کے حواشی مین کہا اور بحر الرائق اور نہر الفائق کے مانند ہو تتمہ

لیا ہے کذا فی البحر ویحکم بنجاستہا مغلظۃ من وقت الوقوع ان علم اور کنوئیں کی نجاست مغلظہ کا حکم کیا جاتا ہے جانور کے گرنے کے وقت سے اگر وقت معلوم
ہو والا فمذ یوم ولیلۃ ان لم ینتفخ اور اگر جانور کے گرنے کا وقت معلوم نہو تو ایک رات اور ایک دن پہلے سے ناپاکی کا حکم ہوگا بشرطیکہ پھول نہ گیا ہو یعنی اور
نہ پھٹا اور نہ بال جھڑا ہو کذا فی الطحطاوی وہذا فی حق الوضوء والغسل وما عجن بہ فیطعم للکلاب وقیل یباع من شافعی اور یہ حکم یعنے کنوئیں کا ناپاک ہونا ایک رات
اور دن سے وضو اور غسل کے حق میں ہے اور اُس آٹے کے حق میں جو گوندھا گیا اُس پانی سے تو وہ کھلایا جاوے کتوں کو اور بعضوں نے کہا کہ شافعی مذہب
کے ہاتھ بیچا جاوے یعنے اسواسطے کہ شافعی کے مذہب میں یہ پانی ناپاک نہیں اما فی حق غیرہ کغسل ثوب فیحکم بنجاستہ فی الحال اور وضو اور غسل کے اسواکے
حق میں چنانچہ کپڑا دھونے کے حق میں تو پانی کی نجاست کا حکم کیا جاویگا فی الحال یعنے یہاں ایک رات دن کا اعتبار نہو گا الحاصل وضو و غسل میں حکم نجاست
کا بطریق استناد کے ہے اور انکے ماسوا میں بطریق اقتصار کے وہذا لو تطہر من حدث او غسل من جنب و الا الم یلزم شئی اجماعا جوہرہ اور یہ حکم یعنے وضو اور غسل
میں ناپاک ہونا بطریق استناد اور کپڑے میں بطریق اقتصار کے اسوقت ہے کہ وضو اور غسل کیا ہو حدث اصغر اور اکبر سے یا کوئی چیز دھوئی ہو نجاست حقیقی کے
دور کرنے کو اور اگر ایسا نہو یعنے وضو یا غسل کیا بدون حدث کے یا کپڑا دھویا بدون نجاست کے تو کوئی چیز لازم نہیں باتفاق امام اور صاحبین کے
کذا فی الجوہرۃ یعنی نماز کا اعادہ اور دھونا کپڑے کا لازم نہیں اسواسطے کہ مقتضی صحت نماز کا پایا گیا یعنے طہارت سابقہ اور مانع میں شک ہے اسواسطے کہ پانی
کی طہارت اور نجاست مشکوک ہے اور نماز شک سے باطل نہیں ہوتی برخلاف پہلی صورت کے اسواسطے کہ اسمیں تو مانع بالیقین ثابت ہے یعنی حدث اصغر
یا اکبر اور کپڑے کی نجاست اور مزیل میں شک ہے کذا فی الطحطاوی و منذ ثلثۃ ایام بلیالیہا ان انتفخ او تفسخ استحسانا اور تین رات دن سے نجاست کا حکم
کیا جاوے اگر جانور پھولا یا پھٹا ہو استحسان کی رو سے م استحسان عبارت ہے احسن امر کے طلب کرنے سے اور بعضوں نے کہا عبارت ہے قیاس کے
ترک کرنے اور اس امر کے لینے سے جو لوگوں کو آسان تر ہے اور بعضوں نے کہا عبارت ہے احکام میں آسانی طلب کرنے سے اور خلاصہ ان عبارتوں کا یہ ہے کہ
استحسان سختی کا چھوڑنا ہے اور آسانی کا لینا قال اللہ تعالے یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر کذا فی الطحطاوی اور بعضوں نے کہا کہ استحسان اُس قیاس
کو کہتے ہیں جسکی وجہ مخفی ہے لیکن قیاس جلی سے قوی تر ہے نہر الفائق میں ہے وجہ استحسان یہ ہے کہ پانی میں حیوان دموی کا واقع ہونا اسکی موت کا سبب
ظاہر ہے تو اسی پر موت کا حوالہ ہوگا نہ موہوم سبب پر اور بلاشک وجود دیر زمانہ وقوع کا سابق ہے تو انتفاخ میں تین دن کی تقدیر ہوئی اور اسکے غیر
میں ایک دن رات کی بنا بر اکثر عادت کے وقالا من وقت العلم فلا یلزمہم شئی قبلہ قیل وبہ یفتی اور صاحبین نے کہا کہ پانی کی نجاست کا حکم ہوگا حیوان
کے معلوم ہونے کے وقت سے تو لوگوں کو معلوم ہونے سے پہلے کوئی چیز لازم نہو گی بعضوں نے اسی قول کو مفتی بہ کہا ہے م صاحبین کا قول یہی
قیاس ہے اسواسطے کہ یقین یعنے طہارت کا متیقن ہونا زمانہ گذشتہ میں زائل نہیں ہوتا شک سے یعنی نجاست سے اسواسطے کہ احتمال ہے کہ حیوان کنوئیں سے
باہر مرا ہو پھر اسکو سخت ہوا نے یا کسی نادان نے یا چڑیا نے کنوئیں میں ڈال دیا ہو نہر الفائق میں ہے کہ غایۃ البیان میں کہا کہ امام کا قول احوط ہے اور صاحبین کا
قول لوگوں کو آسان تر ہے فتاوی عتابی میں ہے کہ صاحبین کا قول مختار ہے اور شیخ قاسم نے اسکو رد کیا ہے کیونکہ اکثر کتب کے مخالف ہے اسواسطے کہ امام کی دلیل
کی اکثر کتب میں ترجیح واقع ہے اور وہ احوط بھی ہے انتہی طحطاوی نے کہا شارح کو یوں کہنا بہتر تھا قیل وہو المختار اسواسطے کہ اختیار کو افتا لازم نہیں فرع
مسئلہ ملحقہ شارح کا وجد فی ثوبہ منیا او بولا او دما اعاد من آخر احتلام و بول و رعاف اپنے کپڑے میں منی یا پیشاب یا خون کو پایا تو نماز کا اعادہ کرے پچھلے
احتلام یا پیشاب یا نکسیر پھوٹنے سے م نوادر ابن رستم میں امام سے منقول ہے کہ خون میں نماز کا اعادہ نہیں اور اسی کو محیط میں اختیار کیا ہے کذا فی النہر
ظاہر عدم اعادہ کی وجہ یہ ہے کہ غیر شخص کا خون شاید لگ گیا ہو ولو وجد فی جبتہ فارۃ میتۃ فان لم تکن فیہا ثقب اعاد وقد وضع القطن والا فثلثۃ ایام
ان منتفخۃ او ناسفۃ والا فیوم ولیلۃ اور اگر اپنے جبہ میں مردہ چوہا پایا تو اگر جبہ میں سوراخ نہو تو نماز کا اعادہ کرے روئی بھرنے کے

وقت سے اور اگر جوہے مین سوراخ ہو تو تین دن کی نماز پھیرے اگر جوہا پھولا یا پھٹا ہو اور اگر جوہا پھولا یا پھٹا نہو تو ایک دن کی نماز پھیرے ہم روئی بھیرنے
کے وقت سے اسوقت اعادہ ہوگا جبکہ جسکو دیکھے [illegible] ہو کذا فی التحفہ وہی دونون ترجیح دی قول ثانی کو [illegible] تصحیح فیض اور کنوئین سے پانی نکالنا لازم نہین
چوہے کے پیشاب مین صحیح تر قول مین کذا فی الفیض والابخرء حمامۃ وعصفور وکذا سباع طیر فی الاصح لتعذر صونہا عنہا اور پانی نکالنا لازم نہین کبوتر اور گنجشک
کی بیٹ پڑنے سے کنوئین مین اور اسی طرح کا حکم ہے پرندہ درندہ کی بیٹ کا صحیح تر قول مین اسواسطے کہ حفاظت کنوئون کی ان سے نہین ہو سکتی [illegible]
بول کروس ابر وغبار نجس للعفو عنہما اور ناپاک پیشاب کے چھینٹے [illegible] سے جسکی چھینٹین نہایت صغیر ہین جیسا کہ سر سوزن اور ناپاک غبار کے پڑنے سے
اسواسطے کہ یہ دونون معاف ہین وبعر ابل وغنم اور اونٹ اور بھیڑ بکری کی دو مینگنیون کے پڑنے سے کنوئین کا پانی نکالنا لازم ہے کما فی
او وقعتا فی محلب وقت حلب فرمیتا فورا قبل تغیر لون جسطرح معاف ہے اگر دو مینگنیان پڑ گئین دودھ کے برتن مین دوہنے کے وقت پھر
پھینکین اور دودھ کے رنگین ہونے سے پہلے نکال کر پھینکی گئین ہم یہ معافی ہے ضرورت کے سبب سے اسواسطے کہ دوہنے کے وقت مینگنی گرنے کی عادت
ہے تو سواے اس وقت کے عفو نہین کذا فی النہر والتعبیر بالبعرتین اتفاقی لان ما فوق ذلک کذلک ذکرہ فی الفیض وغیرہ اور دو مینگنیون کا ذکر کرنا مصنف
کا اتفاقی ہے نہ احترازی اسواسطے کہ مینگنیون سے زیادہ کا بھی یہی حکم ہے عفو کا کذا فی الفیض وغیرہ ولذا قال قیل القلیل المعفو عنہ ما یستقلہ الناظر
والکثیر بعکسہ وعلیہ الاعتماد وکما فی الہدایہ وغیرہا لان ابا حنیفۃ لا یقدر شیئا بالرای اور اسی واسطے یعنے اسلیے کہ دو سے زیادہ مینگنیان بھی عفو مین مصنف
نے بیان کیا کہا گیا ہے کہ تھوڑی مینگنی وہ ہین جنکو دیکھنے والا تھوڑی سمجھے اور کثیر اسکے بالعکس ہے یعنے جنکو ناظر بہت سمجھے اور اسی قول پر اعتماد ہے چنانچہ ہدایہ
وغیرہ مین مذکور ہے اسواسطے کہ امام ابو حنیفہ رح کسی چیز کا اندازہ اپنی تجویز سے نہین ٹھہرایا کرتے ہم معراج الدرایہ مین کہا کہ یہی قول مختار ہے کذا فی الطحطاوی اور
غیر معتمد اور غیر مختار تین قول ہین ایک یہ ہے کہ جو ہر ڈول مین مینگنی آوے تو کثیر ہے والا قلیل دوسرے یہ کہ اگر چوتھائی پانی پر مینگنیان ہون تو کثیر ہے والا قلیل اور
تیسرے یہ کہ تہائی پانی پر ہو تو کثیر ہے والا قلیل فرع مسئلہ لطیفہ شارح کا البعد بین البیر والبالوعۃ بقدر ما لا یظہر للنجس اثر پانی کے کنوئین اور نجاست کے کنوئین
اور گڑھے مین اسقدر دور ہونا معتبر ہے کہ نجاست کا اثر پانی کے کنوئین مین ظاہر نہو ہم جب پانی کا اثر یعنے رنگ اور بو اور مزہ ظاہر نہو تو کنواں پاک ہے
اگرچہ دونون مین ایک گز کا فرق ہو اور اگر نجاست کا اثر ظاہر ہو تو ناپاک ہے اگرچہ دونون مین دس گز کا فرق ہو کذا فی الطحطاوی ویعتبر سور بمسر السین
فاعل من اسار ای ابقی لاختلاطہ بلعابہ اور جھوٹے کی طہارت اور نجاست مین [illegible] جاندار کا اعتبار کیا جاتا ہے اسلیے کہ جھوٹی چیز مین اس
جاندار کا لعاب ملجاتا ہے شارح نے کہا کہ سور اسم فاعل کا صیغہ مشتق ہے اسار فعل ماضی سے جو بمعنی ابقی ہے ہم جب مصنف نے پانی کے فساد اور عدم فساد کے
بیان سے نسبت واقع ہونے حیوانات کے فراغت پائی تو اب اسکا بیان شروع کیا جو حیوانات سے پیدا ہوتا ہے یعنے ان کا جھوٹا اور [illegible] یعنے جھوٹھا
اسکو کہتے ہین جو پینے والے سے برتن یا حوض مین پانی باقی رہے پھر بقیہ طعام وغیرہ کو بھی سور بولتے ہین بطریق استعارہ کے اور چونکہ لعاب متولد ہوتا ہے
جاندار کے گوشت سے تو اسی کو معتبر رکھا طہارت اور نجاست اور کراہت اور شک مین کذا فی الطحطاوی فسور آدمی مطلقا ولو جنبا او کافرا او امراۃ
تو جھوٹھا آدمی کا مطلقا اگرچہ وہ جنب یا کافر یا عورت ہو پاک ہے ہم کافر کی نجاست اعتقادی ہے نہ حسی اسواسطے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے
کافرون کو مسجد مین شب باش ہونے دیا کذا فی البحر نعم یکرہ سور المراۃ للرجل وعکسہ للاستلذاذ واستعمال ریق الغیر وہو لا یجوز یعنی ہان مکروہ ہے جھوٹھا عورت
کا مرد کو اور مرد کا جھوٹھا عورت کو یعنے اجنبی مرد اور عورت کے حق مین لذت گیری کے سبب سے اور غیر کی رال کا استعمال کرنا جائز نہین کذا فی المجتبی
ہم یعنے یہ کراہت استلذاذ کی وجہ سے ہے نہ نجاست کے سبب سے طحطاوی نے کہا اس سے نکلتا ہے کہ اگر حلاق امرد ہو اور خلوق اپنے سر مین اسکے ہاتھ
لگانے سے لذت پاوے تو مکروہ ہے تو حمامی امرد کی نسبت بالطریق اولی مکروہ ہو گی اور اسی طرح ہاتھ پانون کا دبوانا امرد سے وما کول [illegible]

والفرس فی الاصح ومثلہ ما لا دم لہ اور اس جانور کا جھوٹھا پاک ہے جسکا گوشت کھانا حلال ہے اور اسی قسم سے گھوڑا صحیح تر قول مین اور اسی کے مانند ہے وہ
جانور جسمین دم مسفوح نہین ہے گھوڑے کے گوشت کی کراہت امام کے نزدیک احترام کی وجہ سے ہے کہ جہاد کا آلہ ہے نہ نجاست کی وجہ سے تو اسکا جھوٹھا مکروہ
نہین طاہر الفم قید الکل طاہر طہور بلا کراہۃ طاہر الفم سب کی قید ہے یعنے آدمی اور ماکول اللحم اور گھوڑا اور جسمین خون سائل نہین جبکہ اُنکے منھ پاک
ہون نجاست سے تو انکا جھوٹھا بذات خود پاک ہے اور غیر کا پاک کرنے والا ہے احداث اور انجاس سے بلا کراہت مطلقاً یعنے مکروہ تنزیہی بھی نہین ہے
وسور خنزیر وکلب وسباع بہائم ومنہ الہرۃ البریۃ وشارب خمر فور شربہا اور جھوٹھا سور اور کتے اور چوپائے درندون کا ناپاک ہے
اور درندون مین جنگلی بلی داخل ہے اور شراب پینے والے کا جھوٹھا شراب پینے کے وقت فوراً ناپاک ہے اور چوپائے درندے چنانچہ شیر اور چیتا
اور بھیڑیا شراب خوار مین فوراً کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر شراب پی کر اتنا توقف کیا کہ رال نے منھ اُسکا دھو گیا پھر اُسنے پانی پیا تو اب اسکا جھوٹھا ناپاک
نہین ولو شاربہ طویلاً لا یستوعبہ اللسان نجس ولو بعد زمان اور اگر شراب خوار کی موچھ اسقدر دراز ہے کہ اُسپر زبان نہین پہونچتی تو اُسکا جھوٹھا ہر صورت
ناپاک ہے اگرچہ بعد مدت کے اُسنے پانی پیا ہو وہرۃ فور اکل فارۃ نجس مغلظ اور بلی کا جھوٹھا چوہے کھانے کے وقت فوراً نجس مغلظ ہے اور
اگر بلی نے چوہا کھانے کے بعد زبان سے اپنے منھ کو چاٹا یہانتک کہ اُسکا پاک ہو جانا مظنون ہوا تو اب اُسکا جھوٹھا پاک ہے کذا فی الطحطاوی وسور ہرۃ
ودجاجۃ مخلاۃ وابل وبقر جلالۃ فالاحسن ترک دجاجۃ لتعم الابل والبقر قہستانی وسباع طیر لم یعلم ربہا طہارۃ منقارہا وسواکن البیوت طاہر
للضرورۃ مکروہ تنزیہا فی الاصح ان وجد غیرہ والا لم یکرہ اصلاً کاکلہ لفقیر اور جھوٹھا مرغی کوچہ گرد کا اور اونٹ اور گائے بیل نجاست خور کا اور
ان درندون پرند کا جنکے پالنے والون کو انکی چونچ کی طہارت معلوم نہین اور جھوٹھا گھرون کے رہنے والے جانورون کا پاک ہے ضرورت کی وجہ
سے مکروہ تنزیہی ہے صحیح تر قول مین اگر سوا اُسکے اور پانی ملے اور اگر اُنکے جھوٹھے پانی کے سوا اور پانی نہ ملے تو اب مکروہ تنزیہی بھی نہین اصلاً جیسے
اُنکے طعام کا کھانا محتاج کو مکروہ نہین قہستانی نے کہا تو بہتر یہ تھا کہ مصنف مرغی کا لفظ نہ کہتا تو کوچہ گرد کا لفظ اونٹ اور گائے اور بیل کو شامل ہو جاتا
یعنے اسواسطے کہ کوچہ گرد سے مراد نجاست خور ہے تو اُسمین مرغی اور اونٹ اور بیل سب داخل رہتے ہین اور سباع طیر سے مراد چنانچہ باز اور شکرہ اور شاہین ہے
چونکہ انکا گوشت حرام ہے تو قیاس یہ تھا کہ اُنکا جھوٹھا بھی نجس ہو تا وجہ استحسان یہ ہے کہ یہ پرند چونچ سے پانی پیتے ہین اور وہ خشک ہڈی ہے پاک لیکن غالباً
مردار خور ہین تو کوچہ گرد مرغی کے مانند ہوے تو کراہت کا شبہہ پیدا ہوا پھر اگر یہ شکاری جانور محبوس ہون اور اُنکے پالنے والے کو اُنکی چونچ کی طہارت معلوم ہو
تو اُنکے جھوٹھے پانی سے وضو کرنا مکروہ نہین یہ روایت ہے ابو یوسف رح سے اسکو پسند کیا ہے متاخرین نے اور اسپر فتوی دیا ہے ضرورت مذکورہ کا بیان یہ ہے کہ
قیاس چاہتا تھا کہ اُنکا جھوٹھا نجس ہو انکے گوشت کے نجس ہونے سے لیکن نجاست اُنکی ساقط ہو گئی طواف کی علت سے جو حدیث مین بلی کے حق مین وارد ہوئی
کراہت ثابت ہے نجاست کے توہم سے کذا فی الطحطاوی مختصراً وسور حمار اہلی ولو ذکراً فی الاصح وبغل امہ حمارۃ اور جھوٹھا پالو گدھے کا اگرچہ نر ہو صحیح تر قول مین
اور اس خچر کا جسکی مان گدھی ہے مشکوک ہے مقابل اصح بعضون کا قول ہے کہ نر گدھے کا جھوٹھا نجس ہے اسواسطے کہ نر گدھا مادہ کا پیشاب سونگھتا ہے اصح کی وجہ یہ ہے
کہ سونگھنا امر موہوم غالب الوجود نہین تو اسکا اعتبار نہین فلو فرساً او بقرۃ فطاہر کمتولد من حمار وحشی وبقرۃ ولا عبرۃ لغلبۃ الشبہ لتصریح بحل اکل ذئب ولدتہ
شاۃ لاعتبار الام وجواز الاکل یستلزم طہارۃ السؤر کما لا یخفی تو اگر خچر کی مان گھوڑی یا گائے ہو تو اُسکا جھوٹھا پاک ہے جیسے اس جانور کا جھوٹھا پاک ہے
جو پیدا ہوا گورخر اور گائے سے اور غلبہ مشابہت کا کچھ اعتبار نہین بسبب تصریح کرنے فقہا کے اس بھیڑیے کے حلال ہونے مین جسکو بھیڑ یا بکری نے جنا
مان کے اعتبار کرنے کی وجہ سے اور کھانا حلال ہونا مستلزم ہے جھوٹھے کی طہارت کو چنانچہ یہ امر پوشیدہ نہین ہے یہ وہی ملا مسکین شارح کنز ہے کہ اُسنے مشابہت
کا اعتبار کیا ہے وما نقلہ المصنف عن الاشباہ من تصحیح عدم الحل قال شیخنا غریب اور جو مصنف نے اپنی شرح مین اشباہ سے عدم حلت کی تصحیح نقل کی ہے ہمارے

تیمم دو مقام مین مذکور ہی سورہ نسا اور سورہ مائدہ مین سو حق تعالے نے پہلے وضو کو بیان کیا پھر تیمم کو سو مصنف نے بھی قرآن مجید کی اقتدا کی وہو من خصائص
ہذہ الامۃ بلا ارتیاب اور تیمم اس محمدی امت کی مخصوصات سے ہی بلا شبہہ یعنے اگلی امتون کو اسکا حکم نہ تھا حق تعالے نے نرا رحمت سے ہم خاکسارون کے حق
مین خاک کو مطہر قرار دیا والحمد للہ علی ذلک وہو لغۃ القصد وشرعا قصد صعید شرط القصد لانہ النیۃ مطہر تیمم لغت عرب مین بمعنی مطلق قصد کے ہی اور شرع کی اصطلاح
مین تیمم قصد کرنا ہی پاک کرنے والی مٹی کا مصنف نے قصد کو شرط کیا اسواسطے کہ قصد عبارت ہی نیت سے اور نیت تیمم مین فرض ہی هم یہ تعریف تیمم کی مقبول نہین
اسلیے کہ قصد تیمم مین شرط ہی نہ رکن فتح القدیر مین تعریف تیمم کی یون مذکور ہی کہ تیمم نام ہی چہرہ اور دونون ہاتھون کے مسح کرنے کا پاک مٹی پر مارکے بشرط نیت
کذا فی النہر بحر الرائق مین کہا کہ یہی تعریف حق ہی اور قصد شرط ہی کیونکہ قصد کو نیت کہتے ہین خرج الارض النجسۃ اذا جفت فانہا کالماء المستعمل مطہر کی قید سے ناپاک
مٹی جبکہ وہ خشک ہوجاوے تیمم کی تعریف سے خارج ہوگئی اسواسطے کہ وہ تو مستعمل پانی کے مانند پاک ہی مگر پاک کرنے والی نہین ہی کہ تیمم اسپر درست ہو لیکن
نماز اسپر درست ہی واستعمالہ حقیقۃ او حکما لیعم التیمم بالحجر الاملس اور استعمال اسکا خواہ حقیقۃ ہو خواہ حکما تاکہ صاف پتھر پر تیمم کرنے کو شامل رہے هم یہ جواب ہی سوال
مقدر کا تقریر اسکی یہ ہی کہ صاف چکنے پتھر پر تیمم جائز ہی اور حالانکہ اسمین استعمال نہین جواب دیا کہ اسپر دونون ہاتھ کے رکھنے سے استعمال حکمی پایا گیا بصفۃ
مخصوصۃ قصد کرنا مطہر مٹی کا اور اسکا استعمال ایک خاص طور پر هم طور خاص سے تیمم کی کیفیت مراد ہی وہ یہ ہی کہ دونون ہاتھ مٹی پہ مارے پھر انکو جھاڑے
پھر انسے چہرے کو ملے اسطرح پر کہ کچھ باقی نہ رہے پھر دونون ہاتھ مٹی پر مارے پھر انکو جھاڑے پھر انسے دونون ہاتھ کہنیون تک ملے کذا فی المنح ہذا التقیید ان الضربتین
رکن وہو الاصح الاحوط یہ یعنی طور خاص نے اسکا فائدہ دیا کہ دوبار مٹی پر ہاتھ کا مارنا تیمم کا رکن ہی اور یہی قول صحیح تر اور زیادہ تر احتیاط والا ہی هم بعضون نے
ضربتین کو شرط کہا ہی اور صحیح یہ ہی کہ رکن ہی اسواسطے کہ حدیث مین وارد ہی التیمم ضربتان تو ضربتین تیمم کی ماہیت مین داخل ہین ولہذا ابو شجاع نے کہا کہ اگر
بعد ضرب حدث کیا قبل مسح کے تو اعادہ کرے اور اس مٹی سے مسح کرنا جائز نہین اور اسی قول کو خلاصہ مین صحیح کہا ہی اور یہی مختار ہی شمس الائمہ کا اگرچہ
اسبیجابی کا قول اسکے مخالف ہی کذا فی المنح لاجل اقامۃ القربۃ خرج التیمم للتعلیم فانہ لا یصلی بہ تیمم کرنا بہ صفت خاص چاہیے عبادت کے ادا
کرنے کے واسطے اس کہنے سے تعلیم قرآن کا تیمم خارج ہوگیا اسلیے کہ اس تیمم سے نماز جائز نہین هم اسواسطے کہ جواز نماز کے حق مین شرط ہی اس عبادت
مقصودہ کی نیت کرنا کہ وہ بدون طہارت کے صحیح نہین اور تعلیم تو بدون طہارت کے بھی صحیح ہی کذا فی الطحطاوی ورکنہ شیئان الضربتان والاستیعاب
اور تیمم کی رکن دو چیزین ہین ضربتین یعنے دوبار مٹی پر ہاتھ مارنا اور تمام اعضاء تیمم پر ہاتھ پھیرنا وشروطہ ستۃ النیۃ والمسح وکونہ بثلث اصابع فاکثر
والصعید وکونہ مطہرا وفقد الماء اور تیمم کی چھ شرطین ہین ایک نیت ۲۔ مسح ۳۔ تین یا زیادہ انگلیون سے مسح کرنا ۴۔ مٹی ۵۔ مٹی کا مطہر ہونا ۶۔ پانی
کا نہ پانا هم فقدان آب عام ہی حقیقی ہو چنانچہ اسوقت پانی کا اصلا نہونا یا فقدان حکمی ہو چنانچہ بیماری سے پانی کا استعمال نہ کرسکنا وسننہ ثمانیۃ الضرب
بباطن کفیہ واقبالہما وادبارہما ونفضہما وتفریج اصابعہ وتسمیۃ وترتیب وولاء اور تیمم کی سنتین آٹھ ہین اول باطن کفین یعنے دو ہتھیلیون کے اندر
کی طرف سے مٹی پر مارنا ۲۔ ہتھیلیون کو مٹی پر رکھ کر آگے کھینچنا ۳۔ انکو مٹی پر رکھے ہوئے پیچھے ہٹانا کذا فی النہر الفائق ۴۔ انکو جھاڑنا ۵۔ مٹی پر
رکھنے کے وقت انگلیون کو کشادہ رکھنا تاکہ غبار انکے مابین مین آجاوے ۶۔ بسم اللہ کہنا بطور وضو کے ۷۔ ترتیب یعنے اول منھ کو مسح کرنا پھر داہنے ہاتھ
پھر بائین ہاتھ کو ۸۔ پے در پے بلا توقف مسح کرنا اسطرح کہ اگر پانی کا استعمال ہوتا تو عضو متقدم خشک نہوتا کذا فی الطحطاوی وزاد ابن وہبان فی الشروط الاسلام
فزدتہ وضممت سنۃ الثانیۃ فی بیت اخر وغیرت شطر بیتہ الاول فقلت سے دو الاسلام شرط عذر ضرب ونیۃ ومسح وتتمیم صعید مطہر وسننہ مسمی عد بطن و
فرجن ولفض ورتب وآل اقبل وتدبر ولا اور ابن وہبان نے دہبانیہ منظومہ مین تیمم کی شرطون مین اسلام کو زیادہ کیا هم مین نے بھی اسکو زیادہ کیا
اور تیمم کی آٹھ سنتون کو دوسری بیت مین ملا دیا اور انکی بیت کے نصف اول کو بدل ڈالا هم مین نے یون کہا ہی دو اسلام شرط ہی تیمم کے وقت

اشد ضرب تیمم کی یعنے پانی کا دونا یا پاوی اور ضرب کفین اور نیت اور مسح کرنا دونون سارے اعضاء تیمم پر اور جیسے اور شرط کی دو ہاتھ نے نبیو ضرب دونو
اور سنتین تیمم کی یہ ہین کہ اول تیمم کرنیوالے تسمیہ الله کہے اور باطن کفین سے ضرب کرے اور انگلیون کو کشادہ رکھے اور ہتھیلیون کو جھاڑے اور ترتیب کے ساتھ تیمم کرے
اور یہ ہے کہ پہلے منہ پر تیمم کرے اور دونوں ہاتھ کہنیون تک اور یہ کہ مسح پے درپے ہوام اور منجملہ شرط ہونے تیمم کے جو اہل تصانیف نے ذکر کی ان شرائط میں اور نفس ہونا
پانی کا ہے چنانچہ ہدایہ وغیرہ کا افتراء تیمم ہو الذی العاجز عن استعمال الماء المطلق الکافی لطہارتہ الصلوٰۃ تفوت
الی خلف ابداً وہ تیمم الی المصر میل جو شخص کہ عاجز ہو اس آب مطلق کے استعمال سے جو کافی ہو اسکی طہارت کو اس نماز کے واسطے جو فوت ہوتی ہو اپنا خلیفہ
چھوڑ کر اسکا عاجز ہونا پانی کے بعید ہونے سے ہو ایک میل اگرچہ وہ شخص شہر کا مقیم ہو شارح نے کہا من مبتدا ہے اور تیمم اسکی خبر ہو جو آگے آویگا سطر کے بعد
ہم آب مطلق اور کافی کی قید اسواسطے لگائی کہ آب مقید اور غیر کافی بمنزلہ عدم کے ہے اگر اتنا پانی ہو کہ فقط وضو یا انقطار النجاسات کو جو کپڑے مین نماز کی مانع ہے
اگر کافی ہو تو اس سے کپڑا دھووے اور وضو کے عوض تیمم کرے سب کے نزدیک اور اگر وضو کرے نجس کپڑے سے نماز پڑھیگا تو نماز ادا ہوگی مگر گنہگار ہوگا چنانچہ
بحرالرائق مین ہے خانیہ سے اور جو نماز کہ خلیفہ چھوڑ کر فوت ہوتی ہے وہ پنجگانہ نماز ہے جسکا خلیفہ قضا ہے اور نماز جمعہ ہے جسکا خلیفہ ظہر ہے اور جس نماز کا خلیفہ کوئی نہین وہ
نماز جنازہ اور عیدین ہے تو نماز جنازہ اور عیدین کے واسطے تیمم کرنا درست ہے اگرچہ پانی موجود ہو شارح نے مقیم شہر کو اسواسطے شامل کرلیا کہ تیمم کی شرط عدم آب
ہے جہان یہ شرط متحقق ہو وہین تیمم جائز ہے سفر ہو یا اقامت چنانچہ یہ مسئلہ اسرار مین مصرح ہے خانیہ مین ہے کہ قلیل سفر اور کثیر تیمم مین برابر ہے قہستانی نے
الطحطاوی اربعۃ آلاف ذراع وہو اربع وعشرون اصبعا وہی ست شعرات ظہر البطن وانہ ست شعرات بغل میل چار ہزار گز ہے اور گز ہم انگل کا ہے اور
انگلی چھ جو کی ہے اسطرح کہ ایک جو کی پیٹھ دوسرے جو کے پیٹ سے ملی ہو اور ہر جو کے چھ بال اونٹ کا ہے او لمرض یشتد او یمتد بغلبۃ ظن او قول حاذق مسلم ولو بتحرک
یا عاجز ہو پانی کے استعمال سے اس بیماری کے سبب سے جو سخت ہوتی ہے یا دراز ہوجاتی ہے بظن غالب یا طبیب کامل مسلمان کے کہنے سے اگرچہ شدت
مرض اور درازی اوجاصل ہوتا ہو حرکت کرنے سے ہم یعنی جب بیمار کو ظن غالب ہو کہ اگر مین وضو یا غسل کرونگا تو بیماری تیز ہوگی یا دیر سے پہنچیگی یا طبیب حاذق
مسلم یہی بتادے تو تیمم کرنا جائز ہے اسی طرح اگر بیمار کے پاس پانی نہین ہے اور اسکے پاؤن مین سخت پھوڑا یا نہروا ہے اور وہ یہ ظن غالب جانتا ہے کہ مین اٹھکر
پانی لاؤنگا تو بیماری دراز ہوگی تو اب بھی تیمم اسکو جائز ہے اور لم یجد من یوضیہ یا بیمار نے نہ پایا اسکو جو اسکو وضو کرا دے اور وہ خود وضو کرنیکی طاقت نہین
رکھتا فان وجد ولو باجر المثل ولہ ذلک لا یتیمم فی ظاہر المذہب کما فی البحر پھر اگر بیمار وضو کرانے والے کو پاوے اگرچہ دستور کے موافق مزدوری دیکر
ملتا ہو اور اسکو مزدوری دینے کی طاقت ہو تو ایسا بیمار تیمم نہ کرے ظاہر مذہب مین چنانچہ بحرالرائق مین ہے وفیہ لا یجب علی احد الزوجین توضی صاحبہ وتعہد
ولی مملوکہ یجب اور بحرالرائق مین ہے کہ زوجین مین سے ایک پر وضو کرانا دوسرے کا یا خبرگیری اسکی واجب نہین اور لونڈی غلام مین واجب ہے یعنے
مالک مملوک کی خبرگیری کرے اور مملوک مالک کی او برد یہلک الجنب او یمرضہ ولو فی المصر اذا لم یکن لہ اجرۃ الحمام ولا ما یدفیہ یا عاجز ہو اس سردی سے
جو جنابت والے کو ہلاک کرتی ہے یا بیمار کرتی ہے اگرچہ جنب شہر مین ہو جبکہ اسکے پاس حمام مین نہانے کی مزدوری نہو اور نہ وہ چیز جو غسل کرنیوالے
کو گرم کردے یعنے پانی گرم کرنیکا سامان نہو اور نہ مکان محفوظ اور نہ ایسا لباس ہم شارح نے جنب کی قید اسواسطے لگائی کہ سردی کے خوف سے
وضو کو چھوڑ کر تیمم کرنا جائز نہین صحیح قول مین مصفی مین اسپر اجماع نقل کیا ہے اسواسطے کہ یہ تو فقط وہم ہے کیونکہ وضو مین پانی سے تندرست کی بیماری
نہین ہوتی عادت مین کذا فی البحر وما قیل انہ فی زماننا یتحیل بالعدۃ فما لم یاذن بہ الشرع اور وہ قول جو کسی نے کہا کہ جو جنب ہلاکی سے ڈرے
وہ ہمارے زمانے مین حمام کے نہانے کے واسطے حیلہ کرے مزدوری دینے کا وعدہ کرے سو یہ بات اس قسم سے ہے جسکی شرع شریف نے اجازت نہین
دی یعنے جو مفلس ہو وہ معذور ہے تیمم کرے اس حیلہ گری کی کچھ حاجت نہین نعم الکان لہ مال غائب یلزمہ الشراء نسیۃ والا لا ہاں اگر اس شخص کا

مال اسوقت موجود نہو تو اسکو لازم نہیں خرید کرنا وغیرہ پاس چیز کا جو سردی کو دفع کرے اور اگر سکے پاس مال ہو تو خرید لازم نہین وہ معذور ہی تیمم کر لے وخوف عدو کحیۃ او نار علی نفسہ ولو من فاسق او حبس غریم او مالہ ولو امانۃ یا عاجز ہو پانی کے استعمال سے دشمن کے خوف سے اپنی جان پر خواہ دشمن آدمی ہو یا غیر آدمی چنانچہ سانپ یا آگ کا ہونا پانی کے پاس اگرچہ ہو خوف عورت کو بدکار فاسق سے کہ پانی کے پاس ہو یا خوف ہو قرض خواہ کے گرفتار کر لینے سے یا خوف ہو اپنے مال پر اگرچہ اسکے پاس کا مال بطریق امانت کے ہو ہم اگر مدیون مفلس ہو تو خوف حبس کا البتہ عذر ہی اور اگر مقدور والا ہو تو عذر نہیں اسواسطے کہ وہ ظالم ہو ادائے قرض مین دیر لگانے سے ثم ان نشاء الخوف بسبب وعید عبد اعاد الصلوٰۃ والا لا لانہ سماوی پھر اگر خوف ہوا ہو بندے کے ڈرانے سے تو تیمم بعد زوال کے نماز کو پھر پڑھے اور اگر بندہ کی طرف سے نہیں ہو تو اعادہ نہ کرے اسواسطے کہ وہ خوف آسمانی ہو یعنے خدا کی طرف سے ہو کذا فی البحر بحثا ہم خلاصہ اور خانیہ مین ہو کہ اگر اسیر مسلم کو کافر نے وضو اور نماز سے منع کیا تو تیمم کرے اور اشارہ سے نماز پڑھے پھر نماز کا اعادہ کرے جب چھوٹے اور اسی طرح جبکہ مالک نے کہا اپنے غلام سے کہ جب تو وضو کریگا تو تجھکو قید کر دونگا یا قتل کر دونگا تو وہ تیمم سے نماز پڑھے پھر اعادہ کرے محبوس کے مانند اسواسطے کہ تیمم کی طہارت سے منع وجوب اعادہ مین ظاہر نہیں کذا فی الطحطاوی او عطش ولو لکلبہ او رفیق القافلۃ حالا او مالا یا عاجز ہو بالفعل یا بالقوہ کی تشنگی کے خوف سے اگرچہ اپنے کتے یا رفیق قافلہ کی تشنگی کا خوف ہو ہم جب پانی کی دفع عطش کے واسطے حاجت ہو وہ بمنزلہ معدوم کے ہی خواہ اپنی پیاس ہو یا اپنے جانور کی یا اہل قافلہ کی آشنا ہو یا اجنبی تو ان صورتون مین باوجود پانی کے تیمم جائز ہی وکذا العجین او ازالۃ نجس کما سیجی اور تشنگی کے مانند ہو آٹا گوندھنا یا بدن اور کپڑے سے نجاست کا دور کرنا چنانچہ اسکا بیان عنقریب آویگا وقید ابن الکمال عطش دوابہ بتعذر حفظ الغسالۃ لعدم الاناء اور ابن کمال نے چوپایون کی تشنگی کے خوف کو مقید کیا ہو بتعذر حفظ غسالی کے ساتھ برتن کے نہونے سے یعنے وضو اور غسل کا غسالہ برتن کے ہونے سے رہسکتا ہو تو تیمم جائز نہین اسواسطے کہ انکی دفع تشنگی غسالہ مذکورہ سے ممکن ہی اور اگر برتن نہو تو جانور کے واسطے پانی رکھے اور آپ تیمم کرے وفی السراج للمضطر اخذہ قہرا وقتالہ اور سراج مین ہی کہ مضطر کو یعنے جو شخص کہ پیاس کے مارے مرتا ہو تو اسکو دوسرے شخص کا پانی زبردستی لینا اور اگر وہ نہ دے تو اس سے لڑنا جائز ہو بشرطیکہ پانی کا مالک بوجہ تشنگی پانی کی طرف حاجتمند نہو حالا وہی مقدم ہو غیر سے کذا فی البحر فان قتل رب الماء فہدر پھر اگر لڑائی مین پانی کا مالک مارا گیا تو اسکا خون رائگان ہی یعنے نہ اسمین قصاص ہی نہ خون بہا نہ کفارہ کذا فی البحر وان المضطر ضمن بقود او دیۃ اور اگر مضطر مارا گیا تو پانی کا مالک ضامن ہوگا قصاص یا دیت کا یعنے اگر قتل عمد ہو تو قصاص ہی اور اگر شبہ عمد یا خطا یا جاری مجرای خطا ہو تو عاقلہ پر دیت ہی اور قاتل پر کفارہ کذا فی البحر او عدم آلۃ طاہرۃ یستخرج بہا الماء یا عاجز ہو پانی کے استعمال سے بسبب نہونے اس پاک سامان کے جس سے پانی نکالا جاے ہم یعنے جب کنوئین مین پانی ہو اور رسی اور ڈول نہو تو عاجزی ثابت ہو لی کنوئین کا وجود اور عدم برابر ہی اور اگر ڈول ناپاک ہو تو بھی اسکا وجود اور عدم برابر ہی تیمم جائز ہی لم یجز دلو نجسا تیمم جائز نہین اگرچہ تھوڑا تھوڑا پانی نکل سکتا ہو ہم اور اسی کے مانند رومال اور کپڑا ہی یعنی اگر کپڑا لٹکا کر کچھ پانی نکلنا ممکن ہو تو اسکو نچوڑ کر وضو کرنا لازم ہی اگرچہ پورا وضو چند مرتبہ لٹکانے سے متصور ہو ایسی صورت مین تیمم جائز نہین وان نقص بادلائہ او شقہ نصفین قدر قیمۃ الماء تیمم جائز نہین اگرچہ کپڑا وغیرہ کنوئین مین لٹکانے یا اسکے دو ٹکڑے کرنے سے بقدر قیمت پانی کے ناقص اور خراب ہو جاے ہم صورت اسکی یہ ہی کہ مثلاً کچے رنگ کی پگڑی ہی کہ پانی مین ڈالنے سے بدرنگ ہو کر کم قیمت ہو جاتی ہی یا دوپٹہ وغیرہ ہی کہ نصفا نصف پھاڑنے سے پانی تک پہونچتا ہی تو اگر پگڑی یا دوپٹہ کا نقصان اسقدر ہی جسقدر سے پانی خرید ہو سکتا ہی تو تیمم جائز نہین پانی نکال کر طہارت کرے اور اگر اسکی قیمت سے زیادہ تر نقصان لازم آتا ہو تو تیمم جائز ہی طحطاوی نے کہا کہ یہ مسئلہ ہمارے مذہب مین منصوص نہین ہی بلکہ شافعی مذہب مین مذکور ہی توشیح مین کہا ہی کہ یہ سب ہمارے مذہب کے قواعد کے موافق ہی کما لو وجد من ینزل الیہ باجر چنانچہ اگر پاوے اس شخص کو جو کنوئین مین اترے اور پانی لاوے مزدوری کے بدلے یعنے اگر اجرت مثل لے تو اجرت دینا لازم ہی اور تیمم جائز نہین اور اگر زیادہ مانگے دستور سے تو تیمم بلا اعادہ جائز ہی کذا فی البحر تیمم لبعدہ

اور غبار نہو ہم زمین کی جنس سے مراد وہ چیز ہی جو آگ سے پگھلے اور نہ راکھ ہو جاے جلکر چنانچہ پتھر اور ریگ اور چونہ اور سرمہ اور گیرو اور ہرتال اور گندھک اور یاقوت اور زبرجد اور فیروزہ اور عقیق اور ریہو اور پختہ اینٹ اور پہاڑ کے نمک مین یعنے سیندھا لون مین دو روایتین ہین مگر جواز تیمم پر فتوی ہی چنانچہ تجنیس مین ہی تو وہ جست اور شیشہ جو ریت اور ریگ سے بنتا ہی جنس ارض سے خارج ہو گیا الحاصل جو منطبع اور ترمد پذیر نہو وہ جنس ارض سے ہی اسپر تیمم کرنا جائز ہی ورنہ جائز نہین لذا فی الطحطاوی فلو لم یدخل بین اصابعہ لم یحتج الی الضربۃ الثالثۃ للتخلل تو اگر غبار داخل نہ ہوا انگلیون کے اندر تو تیسری بار ہاتھ مارنے سے خلال کرنے کے واسطے حاجت نہین بلکہ خلال کرے بدون ضرب کے اور یہ مراد نہین کہ اصلا خلال نہ کرے اسلیے کہ استیعاب مسح پوری حقیقت ہی تیمم کی چنانچہ منیہ اور اسکی شرح مین ہی اور یہی ظاہر الروایہ ہی اور عالمگیری مین ہی کہ اگر غبار انگلیون مین داخل نہو تو تخلیل اصابع واجب یعنی فرض ہی اور صحیح یہ ہی کہ کف کا مسح کرنا ضرور نہین بلکہ ضرب بالکف کافی ہی کذا فی الطحطاوی وعن محمد یحتاج الیہا اور محمد رحمتہ سے روایت یہ ہی کہ اگر غبار داخل نہو تو تیسری ضرب کی حاجت ہی لو تیمم غیرہ یضرب ثلثا للوجہ والیمنی والیسری قہستانی ہان اگر دوسرے کو تیمم کرا دے تو تین بار ہاتھ زمین پر مارے ایک چہرے کے واسطے اور دوسری بار داہنے ہاتھ کے واسطے اور تیسری بار بائین ہاتھ کے لیے ایسا کہا ہی قہستانی شارح نقایہ نے وبہ مطلقا عجز عن التراب اولا انہ تراب دقیق اور غبار سے ہر طرح تیمم جائز ہی مٹی ملے یا نہ ملے اسواسطے کہ غبار تو باریک مٹی ہی فلا یجوز بلولؤ ولو مسحوقا لتولدہ من حیوان البحر لا بمرجان ایضا لشبہہ بالنبات لکونہ اشجارا نابتۃ فی قعر البحر علے ما حررہ المصنف تیمم کے واسطے جنس زمین کا ہونا شرط ہوا تو تیمم جائز نہین موتی سے اگرچہ وہ پیسا ہوا اسواسطے کہ اسکی پیدائش ہی سمندر کے جانور سے اور مونگے سے بھی تیمم جائز نہین کہ وہ روئیدگی کے مشابہ ہی اسواسطے کہ مونگا ان درختون مین ہی جو سمندر کی تہ مین جمتے ہین ایسی تحریر اور تنقیح کی ہی مصنف نے اپنی شرح مین م یہ رد ہی صاحب بحر پر اسواسطے کہ انہنے فتح القدیر سے عدم جواز تیمم کا مونگے سے نقل کیا پھر اسکے سہو حکم کیا اسواسطے کہ غایۃ البیان اور توشیح اور عنایہ اور محیط اور معراج الدرایہ اور تبیین مین جواز ثابت ہی مصنف نے اپنی شرح مین کہا ظاہر یہ سہو نہین اسواسطے کہ عدم جواز کی وجہ یہ ہی کہ مونگا منعقد ہوتا ہی پانی سے موتی کے مانند بدلیل شہادت اہل تجربہ اور جو جواز کے قائل ہین وہ اسکو اجزا ارض سے سمجھتے ہین کذا فی الطحطاوی ومنقر او لا منطبع کفضۃ وزجاج اور تیمم جائز نہین اس چیز سے جو آگ سے گداختہ ہو یعنی پگھل جاے جیسے چاندی اور کانچ ومترمد بالاحتراق ورنہ راکھ ہو جانیوالی چیز سے جو آگ سے جلکر راکھ ہو جاے چنانچہ درخت الا رماد الحجر فیجوز لحجر مدقوق او مغسول او حائط مطین او مجصص او اوان من طین غیر مدھونۃ وطین غیر مغلوب بماء مگر پتھر کی راکھ سے تو تیمم جائز ہی جیسے جائز ہی کٹے پتھر یا دھوئے صاف پتھر سے یعنے اگرچہ اسپر غبار نہو اور جائز ہی کہگل کی ہوئی یا گچ لگائی ہوئی دیوار سے اور مٹی کے برتنون سے جو روغنی نہین اور گیلی مٹی سے جو پانی سے مغلوب نہین ہم تو ظروف چینی سے تیمم جائز نہین اسواسطے کہ اسپر کانچ کا روغن ہوتا ہی ہان اگر جنس ارض سے انپر روغن ہو چنانچہ گیرو کا تو جائز ہی چنانچہ بحر الرائق سے مستفاد ہوتا ہی اور گیلی مٹی جسکو گارا اور گچ یا بولتے ہین اگر اسمین پانی غالب ہی مٹی پر یا برابر ہی تو اس سے تیمم جائز نہین چنانچہ متن مین مذکور ہی کہ غالب چیز کا حکم ہی لکن لا ینبغی التیمم بہ قبل خوف فوت وقت لئلا یصیر مثلۃ بلا ضرورۃ لیکن گیلی مٹی سے تیمم کرنا فوت ہو جانے کے ڈر سے پہلے نہ چاہیے تاکہ بدشکل نہو جاے بھبوت ملکر بدون ضرورت کے ہم یعنے گیلی مٹی سے تیمم خلاف اولی ہی اور اگر کر لیگا تو جائز ہی ولو اجنبیا بیتہ ہی کہ اگر مسافر گارے کی جگہ مین ہو اور صعید یعنے خشک مٹی نپاوے تو اپنا کپڑا جھاڑ کر تیمم کرے اگر اسپر غبار ہو اور اگر غبار نہو تو اپنے کپڑے مین گیلی مٹی لگا دے جب وہ خشک ہو تو تیمم کرے کذا فی النہر ومعادن فی محالہا فیجوز لتراب علیہا جیسے جائز ہی تیمم کانی چیزون سے جو اپنے اصلی مکانون مین ہین یعنے جب تک انکو خاک سے جدا نہین کیا چنانچہ خاک آمیختہ سونا اور چاندی اور لوہا کھان کا تو تیمم انپر جائز ہی بسبب اس مٹی کے جو اسپر لپٹی ہی لذا فی النہر وقیدہ الاسبیجابی بان یستبین اثر التراب بمدیدہ علیہ وان لم یستبین لم یجز اور معدن مین جواز تیمم کے واسطے اسبیجابی نے یہ قید لگائی کہ مٹی کا اثر ظاہر ہو اسپر دونون ہاتھ پھیلا کر اور اگر مٹی کا اثر ظاہر نہو تو معادن سے تیمم کرنا جائز نہین وکذا کل ما لا یجوز التیمم علیہ لحظہ وجوخہ فلیحفظ اور مثل

عادت کے ... [illegible] جیسے تیمم جائز نہیں اور نہاتے ہوں اور بات سے تو اسکو دیکھنا چاہیے کہ ... ہے کذا فی النہر الفائق ... [illegible]
تعریف منقول ہو کہ جب تیمم کرنے کی صورت ہو کہ اپنے دونوں ہاتھ اسکے اوپر مارے یا کمیں میں اور مانند اسکے اسباب مذکورہ میں جن پر غبار ہو جس سے
غبار اسکے ہاتھوں پر پڑے تو تیمم کرے یا اپنے ہاتھ اسکے غبار پر پھر اپنا ہاتھ دھوے غبار میں ہو اسکے اندر سو جبکہ غبار ہاتھوں پر پڑے تو تیمم کرے
والحکم للغالب لو اختلط التراب بغیرہ کذہب وفضۃ ونحوہا یعنی اور حکم ہی غالب چیز کا یعنی غالب چیز کا اعتبار ہی اگر مٹی ملی ہو دوسری
چیز سے جس پر تیمم جائز نہیں جیسے سونا اور چاندی اگرچہ دونوں گداختہ ہوں اور مٹی سے صاف ہو گئے ہوں مترجم کہتا ہی شارح اس تعمیم میں شرح مصنف کا تابع
ہوا اور مصنف نے اسکو بحر الرائق میں المحیط سے نقل کیا لیکن میں نے جو بحر الرائق کو دیکھا تو اسمیں محیط سے یہ تفصیل مذکور ہی کہ اگر تیمم کیا سونے یا چاندی سے
اگر وہ مسبوک یعنی گداختہ ہوں تو جائز نہیں اور اگر گداختہ نہیں اور مختلط ہیں مٹی سے اور غلبہ مٹی کو ہی تو جائز ہی اور یہ اسمیں مذکور نہیں کہ جب گداختہ
ہوں اور مٹی کے ساتھ ہوں اور غلبہ مٹی میں ہو کہ تیمم جائز ہی سونے اور چاندی اور لوہے اور تانبے سے اور مانند اسکے جبتک کہ وہ زمین پر ہیں اور اُنسے کوئی
چیز نہیں بنائی گئی اور بعد گداختگی تیمم جائز نہیں کذا فی الطحطاوی وارض محترقۃ فلو الغلبۃ للتراب جاز والا لا خانیۃ اور جلی مٹی راکھ سے ملے
تو اگر مٹی غالب ہو راکھ سے تو تیمم جائز ہی اور اگر غالب نہیں یعنی مغلوب یا برابر ہی تو تیمم جائز نہیں کذا فی الخانیۃ مترجم یعنی زمین پر کا جھاڑ بوٹا جل گیا
اور اسکی مٹی سے مل گیا تو غالب کا اعتبار ہی اور اگر مٹی جلی بدون اختلاط کسی چیز کے یہانتک کہ سیاہ ہو گئی تو اس سے تیمم جائز ہی اسواسطے کہ احتراق سے
مٹی کا رنگ بدل گیا نہ اسکی ذات کذا فی الطحطاوی ومنہ علم حکم المساوی اور خانیہ کی تقیید غلبہ تراب سے معلوم ہو گیا برابر کا حکم یعنی اگر مٹی برابر ہو
دوسری چیز سے تو تیمم جائز نہیں اسواسطے کہ مٹی غالب نہیں وجاز قبل الوقت ولا کثر من فرض وجاز لغیرہ کالنفل لانہ بدل مطلق عندنا لا ضروری
اور تیمم جائز ہی نماز کے وقت سے پہلے اور ایک تیمم چند فرضوں کے واسطے اور تیمم جائز ہی غیر فرض کے لیے چنانچہ نفل کے واسطے اسواسطے کہ تیمم مطلق بدل ہی
وضو اور غسل کا ہمارے نزدیک نہ ضروری بدل یعنی جبکہ پانی نہو تو تیمم بدل مطلق ہی اور اس سے حدث مرتفع ہو جاتا ہی باوجود آب اور یہ نہیں کہ وہ نماز
کو مباح کر دیتا ہی باوجود قائم ہونے حدث کے اور شافعی کے نزدیک تیمم بدل ضروری ہی اور مبیح نماز ہی حالانکہ حدث حقیقۃً موجود ہی تو اُنکے نزدیک قبل
وقت کے جائز نہیں اور اس ایک فرض سے زیادہ نماز جائز نہیں اور ہمارے نزدیک فرض اور نفل جو چاہے پڑھے کذا فی المنح وجاز لخوف فوت صلوۃ جنازۃ
ای کل تکبیراتہا ولو جنبا او حائضا اور تیمم جائز ہی نماز جنازہ کی فوت ہو جانے کے خوف سے یعنی تکبیروں کے فوت ہونے کے ڈر سے اگرچہ تیمم کرنے والا
جنب یا حائض ہو مترجم اور اگر فوت ہونے کا خوف نہو اسطرح پر کہ ایک ہی شخص نماز جنازہ کا واقف ہو اور جبکہ وضو کرنے جائیگا تو اُسکا انتظار ہوگا تو اُسکو
تیمم جائز نہیں اور اگر معلوم کرے کہ وضو کرنے میں بعض تکبیرات میں شریک ہوگا تو بھی اسکو تیمم جائز نہیں اسواسطے کہ باقی ادا کرنا تنہا اسکو ممکن ہی کذا فی
البحر عن البدائع ولو جی باخری ان امکنہ التوضی بینہما ثم زال تمکنہ اعاد التیمم والا لا بہ یفتی اور جو ایک جنازہ کی نماز کے بعد دوسرا جنازہ لوگ لائے تو
اگر اس تیمم کو مابین ان دونوں کے وضو کرنا ممکن ہوا یا پانی ملنے اور فرصت پانے سے پھر یہ قدرت زائل ہو گئی تو پھر تیمم کرے دوسرے جنازہ کے واسطے
بالاتفاق اور جو مابین میں وضو پر قدرت نہوئی تو تیمم کا اعادہ نہیں شیخین کے نزدیک اسی قول اخیر پر فتویٰ ہی کذا فی البحر عن المصفی وفوت عید
بفراغ امام او زوال شمس اور جائز ہی تیمم نماز عید کی فوت ہو جانے کے ڈر سے بسبب فراغت کرنے امام کے یا ڈھلنے آفتاب کے مترجم یہ حکم ہی کل نماز عید کے
فوت ہونے کا اور اگر مقتدی وضو کرکے شریک ہو بعض نماز میں تو تیمم جائز نہیں کذا فی الطحطاوی عن البحر ولو کان یبنی بنا بعد شروعہ متوضیا وسبق حدثہ
اگرچہ خائف فوت نماز جنازہ یا عید تیمم کرکے بنا کرتا ہو بعد شروع کرنے نماز کے وضو سے اور غالب ہونے حدث کے یعنی وضو کرکے نماز جنازہ یا
عید شروع کی پھر وضو ٹوٹ گیا اور خوف ہی کہ اگر وضو پھر کریگا تو نماز فوت ہو جاویگی تو امام کے نزدیک تیمم کرکے بنا کرنا جائز ہی خلافاً للصاحبین کذا

فی البحر بلا فرق بین کونہ اماما اولا فی الاصح بدون فرق کے درمیان ہونے اس پانی کے امام یا غیر امام صحیح تر قول میں یعنے جب فوت نماز عید یا جنازہ کا خوف ہو تو امام اور غیر امام دونوں کو تیمم جائز ہے لان المناط خوف الفوت لا الی بدل اسواسطے کہ جواز تیمم کا مدار اس صورت میں خوف ہی فوت ہونے کا بلا عوض یعنے جو نماز فوت ہوتی ہو اور اسکا بدلا نہو سکتا ہو قضا کرنے سے تو اسکے فوت ہو جانے کے ڈر سے تیمم جائز ہے فجاز لکسوف وسنن رواتب ولو سنۃ فجر خاف فوتہا وحدہا جب جواز تیمم کا خوف فوت پر مدار ہوا تو تیمم جائز ہے سورج گہن اور اسی طرح چاند گہن کی نماز کے واسطے اور موکدہ سنتوں کے واسطے اگرچہ ہو فجر کی سنت کہ ڈرا ہو فقط اسکے فوت ہونے سے بدون فرض کے ہم یہ بحث ہے حلبی شارح منیۃ المصلی کی کذا فی الطحطاوی یعنی اگر خوف ہو کہ پانی کے پاس جانے تک سورج گہن ہو چکیگا یا ظہر اور مغرب کا فرض ادا کر چکا اور وضو ٹوٹ گیا اور پانی تک جانے میں وقت فوت ہوتا ہے تو تیمم کرکے سنتیں پڑھے اور فقط سنت فجر کی فوت ہونے کے بدون فرض کی صورت یہ ہے کہ پانی میل بھر سے کم ہے خادم پانی لینے گیا ہے لیکن اسکے آنے تک فقط وضو کرنے اور فرض پڑھنے کا وقت باقی رہیگا تو تیمم کرکے فجر کی سنتیں پڑھے پھر جب پانی آوے تو وضو کرکے فرض ادا کرے طحطاوی نے کہا فقط فوت سنت فجر کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر سنت کا فرض کے ساتھ فوت ہونے کا خوف ہو تو تیمم نہ کرے اسواسطے کہ سنت کو فرض کے ساتھ قضا کرلیگا ولنوم وسلام ورده وان لم تجز الصلوۃ بہ اور جائز ہے تیمم سونے اور سلام کرنے اور سلام کے جواب دینے کے واسطے یعنے باوجود پانی کے ہونے کے اگرچہ اس تیمم سے نماز پڑھنا جائز نہیں ہم اس تیمم سے نماز اسواسطے جائز نہیں کہ نماز کے تیمم کے واسطے فقدان آب حقیقۃً یا حکماً ضرور ہے اور یہ کہ اس عبادت مقصودہ کی نیت کرے جو حلال نہیں بدون طہارت کے قال فی البحر وکذا لکل ما لا یشترط لہ الطہارۃ لما فی المبتغی او جاز لدخول مسجد مع وجود الماء وللنوم فیہ واقرہ المصنف بحر الرائق میں کہا اور اسی طرح تیمم جائز ہے یعنے باوجود پانی کے ہر ایک اس عمل کے واسطے جسکے لیے طہارت شرط نہیں بدلیل اس قول کے جو مبتغی میں یوں ہے اور جائز ہے تیمم مسجد میں جانے کے واسطے باوجود پانی ہونے کے اور مسجد میں سونے کے واسطے اور مصنف نے اپنی شرح میں اسکو ثابت رکھا ہے یعنے اسپر رد نہیں کیا لکن فی النہر الظاہر ان مراد المبتغی للجنب فسقط الدلیل لیکن نہر الفائق میں ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ مبتغی کی مراد جنب ہے تو بحر الرائق کی دلیل ساقط ہوگئی ہم یعنے جب مبتغی کے کلام سے جنب مراد ہوا تو صاحب بحر کا کلیہ ثابت نہ رہا کیونکہ جنب کو طہارت شرط ہے لیکن حلبی محشی نے کہا کہ کلام مبتغی سے ارادہ کرنا جنب کا مسلم نہیں اسواسطے کہ دو حال سے خالی نہیں کہ پانی مسجد کے باہر ہے یا اندر اگر باہر ہے تو وہ باطل ہے کیونکہ جنب کا داخل ہونا مسجد میں باوجود ہونے پانی کے خارج میں بہ اتفاق ہمارے علماء کے جائز نہیں اور اگر مسجد کے اندر ہے اور یہی احتمال صحیح ہے مگر یہ احتمال مبتغی کی عبارت سے بعید ہے بدلیل قولہ والنوم فیہ کذا فی الطحطاوی وقلت وفی المنیۃ وشرحہا تیممہ لدخول مسجد ومس مصحف مع وجود الماء لیس بشیٔ بل ہو عدم لانہ لیس بعبادۃ یخاف فوتہا میں کہتا ہوں اور منیۃ المصلی اور اسکی شرح میں ہے کہ شخص کا تیمم کرنا مسجد کے داخل ہونے اور مصحف کے چھونے کے واسطے باوجود پانی کے کوئی چیز نہیں بلکہ وہ معدوم یعنے کرنا نہ کرنے کے برابر ہے اسواسطے کہ دخول مسجد اور مصحف کا مس وہ عبادت نہیں ہے جسکے فوت ہو جانے کا ڈر ہو ہم یہ تائید ہے صاحب نہر کی اور اگر دخول مسجد کو جنب پر محمول کیجیے تو کلام مبتغی کے مخالف نہیں ہے لکن فی القہستانی عن المختار جوازہ مع الماء لسجدۃ التلاوۃ لیکن قہستانی میں مختار سے منقول ہے کہ پسندیدہ قول جواز تیمم کا ہے پانی ہونے کے ساتھ سجدہ تلاوت کے واسطے ہم یہ استدراک ہے منیۃ المصلی کی دلیل پر کہ جس عبادت کے فوت ہونے کا کچھ خوف نہو اسکے واسطے تیمم جائز نہیں یعنے سجدۂ تلاوت میں طہارت شرط ہے اور اسکے فوت ہونے کا خوف نہیں باوجود اسکے تیمم جائز ٹھہرا حلبی نے کہا کہ یہ نقل ضعیف مصادم ہے قاعدہ سے کیونکہ سجدۂ تلاوت میں طہارت مشروط ہے اور فوت ہوتی ہے خلیفہ اپنا چھوڑ کر لکن سیجیٔ تقییدہ بالسفر لا الحضر لیکن عنقریب فروع میں آویگا مقید کرنا جواز تیمم کا سجدۂ تلاوت کے واسطے سفر کے ساتھ یعنے یہ سفر میں درست ہے نہ حضر میں ہم اس مسئلہ کی گفتگو فروع میں مذکور ہے گی ثم رائیت فی الشرعۃ وشرحہا ما یؤید کلام البحر پھر علامہ ابو بکر بخاری

تلاش فرض ہی اگر گمان قوی ہو پانی کے پاس ہونے کا ایک میل سے کم کسی علامت سے یا ایک متقی آدمی کے خبر دینے سے ہم ظن مین اور ظن غالب مین یہ فرق ہی کہ اگر احد الطرفین قوی اور راجح ہو دوسرے سے اور دل نہ جھکے راجح پر اور نہ چھوڑے دوسرے کو تو اُسکا نام ظن و گمان ہی اور جبکہ احد الطرفین دل مین جم جاوے اور دوسری جانب کو چھوڑ دے اُسکا نام اکبر ظن اور غالب الرائے ہی میل کی قید اسواسطے لگائی کہ میل اور مافوق میل بعید ہی اُسکی طلب واجب نہین قرب پانی کی علامت یہ ہی کہ سبزہ نظر آوے اور چڑیان گھومتی ہون کذا فی الطحطاوی والا یغلب علی ظنہ قربہ لا یجب بل یندب ان رجا والا لا اور اگر پانی کے نزدیک ہونے کا اُسکو ظن غالب نہو یعنے شک ہو یا غیر قوی ظن ہو تو تلاش واجب نہین بلکہ مستحب ہی اگر امید ہو نزدیکی کی اور اگر امید نہو تو تلاش مستحب بھی نہین ولو صلی بتیمم ثمہ من یسئلہ ثم اخبرہ بالماء اعاد والا لا اور اگر نماز پڑھی تیمم سے بدون پوچھنے کے اور حالانکہ وہان وہ شخص تھا جس سے پوچھتا پھر نماز کے بعد اُس شخص نے پانی کے نزدیک ہونے کی خبر دی تو نماز کو پھر پڑھے ورنہ اعادہ نہ کرے کذا فی الزیلعی ہم بحر الرائق مین سراج سے منقول ہی کہ تیمم کیا بدون طلب کے اور طلب واجب تھی اور نماز پڑھی پھر تلاش کی سو پانی نہ پایا تو اعادہ واجب ہی طرفین کے نزدیک مطلقاً خواہ بعد اُسکے پانی کی کوئی خبر دے یا نہ دے خلافاً لابی یوسف کذا فی الطحطاوی و شرط لہ ای للتیمم فی حق جواز الصلوۃ بہ نیۃ عبادۃ اور مشروط ہی تیمم کے واسطے نماز جائز ہونے کے حق مین عبادت کی نیت کرنا ہم جواز نماز کی قید اسواسطے لگائی کہ نماز کے سواے چنانچہ سلام یا جواب سلام کے واسطے فقط تیمم کی نیت کفایت کرتی ہی اور عبادت کی نیت مانند طہارت یا استباحت نماز یا رفع حدث یا رفع جنابت کی نیت ہی کذا فی البحر ولو صلوۃ جنازۃ او سجدۃ تلاوۃ لا شکر فی الاصح اگرچہ عبادت نماز جنازہ ہو یا سجدۂ تلاوت کا نہ سجدۂ شکر کا امام کے صحیح تر قول مین یعنے اگر نماز جنازہ یا سجدۂ تلاوت کی نیت سے تیمم کیا تو اس تیمم سے مطلق نماز جائز ہی اور اگر سجدۂ شکر کے واسطے تیمم کیا تو اس سے نماز پڑھنا درست نہین کیونکہ وہ عبادت نہین امام کے نزدیک حلبی نے کہا کہ صاحبین کے نزدیک سجدۂ شکر مستحب ہی اور اسی پر فتوی ہی چنانچہ سجدۂ تلاوت کے باب مین مذکور ہوگا تو جب عبادت ہو تو اُس تیمم سے نماز صحیح ہوگی مقصودۃ تیمم کے واسطے اُس عبادت کی نیت مشروط ہی جو مقصود بالذات ہو یعنے دوسری عبادت کا وسیلہ نہو خرج دخول مسجد و مس مصحف عبادت مقصودہ کی قید سے مسجد کا داخل ہونا اور مصحف کا چھونا نکل گیا یعنے دخول مسجد اور مس مصحف خود عبادت مقصودہ نہین بلکہ نماز ادا قرآن پڑھنے کے وسیلے ہین اگر کوئی کہے کہ دخول مسجد قطع نظر نماز کے اعتکاف کے واسطے ہوتا ہی اُسکا جواب یہ ہی کہ عبادت تو اعتکاف ہی اور دخول مسجد اُسکا تابع ہی تو عبادت مقصودہ نہ ٹھہرا اور قرارت کی نیت سے تیمم کرنے مین تفصیل تو ہی چنانچہ بدائع مین ہی کہ اگر جنب نے قرارت کے واسطے تیمم کیا تو اُسکو اور نماز پڑھنا جائز مین کذ فی الطحطاوی لا تصح ای لا تحل لیتیمم قرارۃ القرآن للجنب بدون الطہارۃ تیمم کے واسطے وہ عبادت مقصودہ مشروط ہی جو صحیح نہین یعنے حلال نہین بدون طہارت کے لا تصح کی تفسیر لا تحل اسواسطے کی تاکہ عبادت مقصودہ جنب کی قرآن خوانی کو بھی شامل ہوجاے ہم زیلعی اور سراج وہاج وغیرہا مین مطلق مذکور ہی کہ صحیح تر یہ ہی کہ قرآن خوانی کے تیمم سے نماز پڑھنا درست نہین لیکن بدائع اور غایۃ البیان اور مجتبی مین کہا کہ اطلاق صحیح نہین تفصیل حق یہ ہی یعنے اگر جنب قرآن خوانی کے واسطے تیمم کرے تو اور نماز بھی پڑھنا درست ہین چنانچہ بحر الرائق مین ہی کہ شرط یہ ہی کہ منوی عبادت مقصودہ ہو یا عبادت مقصودہ کا جزو ہو اور وہ حلال نہو بدون طہارت کے تو قرآن خوانی عبادت مقصودہ یعنے نماز کا جزو ہی لیکن اگر قرآن خوان جنب ہو تو شرط اخیر یعنے عدم حلۃ فعل الا بالطہارۃ پائی گئی تو تیمم کی شرط پوری ہوگئی تو نماز اس سے درست ہوئی اور اگر قرآن خوان جنب نہین بلکہ بیوضو ہی تو شرط اخیر نہ پائی گئی تو اس تیمم سے نماز جائز نہوئی کذا فی المنح شارح نے لا تصح کی تفسیر لا تحل کی تاکہ اشارہ ہو اس تفصیل تحقیقی کی طرف خرج السلام ورد و شرط اخیر سے سلام کرنے اور سلام کے جواب دینے کا تیمم خارج ہوگیا یعنے سلام اور جواب اگرچہ عبادت مقصودہ ہین لیکن بدون طہارت کے بھی صحیح ہین تو اُنکے تیمم سے نماز پڑھنا جائز نہین فلغا تیمم کا فر لا وضوءہ لانہ لیس باہل للنیۃ فالنیۃ المفتقر الیہا لا تصح منہ جب تیمم مین نیت مخصوصہ

لانہ مبذول عادۃ کما فی البحر عن المبسوط اور پانی مانگنے سے پہلے تیمم نہ کرے بنا بر ظاہر الروایۃ کے ہمارے اصحاب یعنی ابوحنیفہ اور ابو یوسف اور محمد رحمہم اللہ سے
اسواسطے کہ پانی مین بخل نہین ہوتا دینے اور خرچ کرنے کی چیز ہی عادت مین چنانچہ بحرالرائق مین مبسوط سے منقول ہی ہم اور جو چیز محتاج الیہ ہو اور اُسکے
دینے مین بخل کی عادت نہو تو اسکے مانگنے مین کچھ ذلت اور خواری نہین اسواسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض حوائج کو غیرون سے سوال کیا
ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر وعلیہ فیجب طلب الدلو والرشا اور بنا بر اُسکے چونکہ پانی کا طلب کرنا واجب ہی مبذول ہونے کے سبب سے تو ڈول اور رسی کا مانگنا
واجب ہی یعنی اسمین بھی بخل کی عادت نہین وکذا الانتظار لو قال حتی استقی وان خرج الوقت اور اسی طرح انتظار کرنا واجب ہی اگر طالب سے کہا ڈول اور رسی کے
مالک نے ٹھہر جا یہانتک کہ پانی بھر لون اگرچہ انتظار مین نماز کا وقت نکلجاے ہم اور دوسرا قول یہ ہی کہ انتظار کرنا واجب نہین مستحب ہی کذا فی الطحطاوی ولو کان
فی الصلوۃ ان ظن الاعطاء قطع والالا اور اگر متیمم نماز مین کسی دوسرے شخص کے پاس پانی دیکھے اگر اسکو پانی دینے کا گمان ہو تو نماز کو قطع کرے اور اگر دینے کا
گمان نہو تو نماز نہ توڑے نہر الفائق مین ہی کہ تیمم کرنے والا نماز مین ہو اور اسکو دینے کا گمان غالب ہو تو قطع کرے اور طلب کرے پھر اگر وہ نہ دے تو تیمم اُسکا باقی ہی پھر اگر اُسنے
بلا سوال نماز تمام کی پھر سوال کیا تو اگر اُسنے پانی دیا تو نماز پھر پڑھے ورنہ نماز تمام ہو گئی کذا فی الطحطاوی لکن فی القہستانی عن المحیط ان ظن اعطاء الماء والالۃ وجب
الطلب والالا لیکن قہستانی مین محیط سے منقول ہی کہ اگر پانی یا ڈول اور رسی دینے کا گمان ہو تو طلب کرنا واجب ہی ورنہ واجب نہین ہم یہ روایت مخالف ہی
ظاہر الروایہ مین جو متن مین مذکور ہو چکی اور محیط کے مانند وافی مین بھی تفصیل مذکور ہی کذا فی الطحطاوی والمحصور فاقد الماء والتراب الطہورین بان حبس فی
مکان نجس ولا یمکنہ اخراج مطہر وکذا العاجز عنہما لمرض یؤخرہا عندہ اور بندیوان نپانے والا پانی اور مٹی پاک کرنے والون کا اسطرح پر کہ وہ شخص بند کیا گیا ناپاک
مکان مین اور اُسکو ممکن نہین پاک مٹی کا نکالنا زمین یا دیوار کھود کر اور اسی طرح بندیوان کے مانند وہ شخص ہی جو پانی اور مٹی مطہر سے عاجز ہی بیماری کے سبب سے
نماز کو تاخیر کرے امام کے نزدیک ہم تاخیر کرے یعنی اُسپر نماز حرام ہی ایسا نقل کیا ہی نووی شافعی نے امام کا مذہب کذا فی النہر اور اگر پاک کرنے والی مٹی کے نکالنے
پر قادر ہو تو مٹی نکال کے نماز پڑھے بہ اتفاق امام اور صاحبین کے چنانچہ خلاصہ مین ہی وقالا یتشبہ بالمصلین وجوبا فیرکع ویسجد ان وجد مکانا یابسا والا یومی
قائما ثم یعید کالصوم اور صاحبین نے کہا کہ فاقد الطہورین نماز یون کے مشابہ بنجاے وجوبا تو رکوع اور سجدہ کرے اگر خشک مکان پاوے اور اگر خشک مکان
نملے تو نماز کا اشارہ کرے کھڑے ہو کر پھر جب پانی یا مٹی پاوے تو نماز کا اعادہ کرے صوم کے مانند ہم یعنی اگر مسافر موضع اقامت مین داخل ہوا کھانے کے
رمضان شریف مین یا سوقت پہونچا کہ نیت صوم کا وقت باقی نرہا تو باقی دن مین اُسپر امساک واجب ہی روزہ دارون کے مشابہ بنکر پھر اس روزہ کا اعادہ
واجب ہی کذا فی الطحطاوی بہ یفتی والیہ صح رجوعہ ای الامام کما فی الفیض اور اُسی صاحبین کے قول پر فتوی ہی اور اُسی قول کی طرف امام کا رجوع کرنا صحیح ہی چنانچہ
فیض مین ہی وفیہ ایضا مقطوع الیدین والرجلین اذا کان بوجہہ جراحۃ یصلی بغیر طہارۃ ولا یتیمم ولا یعید علی الاصح اور یہ مسئلہ بھی فیض مین ہی کہ
جسکے دونون ہاتھ اور دونون پاؤن کٹے ہوے ہین جبکہ اُسکے چہرے پر زخم ہو تو بدون طہارت کے نماز پڑھے اور تیمم نکرے اور نماز کا اعادہ نکرے صحیح تر قول پر ہم
اور اگر چہرہ صحیح اور سالم ہو تو مٹی پر مل لے اور جسکے ہاتھ شل یعنی خشک ہو گئے وہ اپنا چہرہ اور ہاتھ مٹی سے مل لے اور نماز کو نہ چھوڑے اور اقطع یعنی جسکے دونون
ہاتھ کٹے ہون وہ باقی کا مسح کرے اگر غسل مفروض کا کچھ محل باقی ہو والا لا کذا فی الطحطاوی وبہذا ظہر ان تعمد الصلوۃ بلا طہر غیر مکفر فلیحفظ وقد مر فی صلوۃ
المریض اور مسئلہ سابقہ سے ظاہر ہو گیا کہ قصداً نماز پڑھنا بدون طہارت کے نماز پڑھنے والے کو کافر نہین کر دیتا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے اور البتہ یہ مسئلہ مذکور ہو گیا
اول کتاب الطہارۃ مین اور آگے بھی آویگا صلوۃ المریض کے باب مین فروع مسائل ملحقہ شارح کی صلی المحبوس بالتیمم ان فی المصر اعاد والا محبوس نے
تیمم کے ساتھ نماز پڑھی اگر وہ قیدی شہر مین ہی تو خلاص ہونے کے بعد نماز کو پھیرے اور اگر شہر مین نہین ہی تو نہ پھیرے ہم یعنی مقیم محبوس پر اعادہ ہی نہ مسافر پر
اسواسطے کہ سفر کا عذر عجز حقیقی کے ساتھ لگیا اور سفر مین غالب بے آبی ہی تو عدم متحقق ہو گیا ہر وجہ سے اور مقیم کو اعادہ اسواسطے ہوا کہ عجز متحقق

تو موزوں پر مسح نکرے بلکہ اُنکو اُتارے اور پانْوں کو دھووے کیونکہ جنابت پانْوں میں سرایت کر گئی پھر موزے پہنے اور مسح کرتا رہے بعد حدث کے کذا فی
الطحطاوی قمع سے فی عبارۃ صدر الشریعۃ بمعنی بعد کما فی ان مع العسر یسرا فافہم تو مع کا لفظ صدر الشریعۃ کی عبارت میں بمعنی بعد کے ہی جسطرح اِنَّ
مع العسر یسرا میں مع بمعنی بعد ہی یعنے دشواری کے بعد آسانی ہی سو اُسکو سمجھ لے ای مخاطب ہم شرح وقایہ میں اول باب تیمم میں صدر الشریعۃ کی عبارت
اسطرح ہی (اما اذا کان مع الجنابۃ حدث یوجب الوضوء یجب علیہ الوضوء) یعنے جبکہ مع الجنابۃ حدث موجب وضو ہو تو اُسپر وضو واجب ہی تو اُسکا مطلب یہ ہی
کہ جب جنابت کے تیمم کے بعد حدث پایا جاوے تب وضو واجب ہی اسواسطے کہ جنابت کے ساتھ وضو کرنے کی حاجت نہیں چنانچہ قہستانی میں یوں مصرح ہی
کہ اگر جنب کے پاس اتنا پانی ہو کہ اُس سے کچھ اعضا یا وضو کو کفایت کرتا ہو تو وہ تیمم کرے اور اسپر واجب نہیں پانی کا صرف کرنا اعضا یا وضو کی طرف
مگر جبکہ جنابت کا تیمم کیا پھر حدث واقع ہوا وضو کا موجب تو اب اسوقت اُسپر وضو کرنا واجب ہی کیونکہ وہ پانی بقدر کفایت پر قادر ہوا کذا فی الطحطاوی
اور اسی طرح حسن چلپی محشی شرح وقایہ سے عبارت مذکورہ کے وضو کو بعد تیمم جنابت کے محمول کیا ہی وَ قُدْرَةُ عَلٰی مَاءٍ وَلَوْ اِبَاحَةً فِی الصَّلٰوۃِ اور ناقض تیمم ہی
قادر ہونا پانی پر اگرچہ قدرت بطریق اباحت کے ہو نماز میں ہم یعنے اگر ایک شخص نے پانی کے نہونے سے تیمم کر کے نماز شروع کی اور عین نماز میں کسی شخص نے
اُسپر پانی مباح کر دیا تو قدرت حاصل ہوئی نماز چھوڑ کر وضو کرے اور نماز پڑھے مصنف نے شرح میں کہا کہ رویت سے قدرت کو تعبیر کرنا بہتر ہی اسواسطے کہ
مریض پانی کو دیکھتا ہی اور پھر بھی تیمم کرتا ہی اور بعد زوال مرض تیمم باطل ہوگا بسبب قدرت کے اگرچہ پانی نظر نہ آوے کافٍ لطُہرہ وَلَو مرّۃً مرّۃً قدرت اسقدر
پانی کی ناقض ہی جو کافی ہو اسکی طہارت کو یعنے وضو یا غسل کو اگرچہ ایک ایک بار اعضا کا دھونا ممکن ہو فَضَلَ عَنْ حَاجَتِہٖ کعطشٍ وعجنٍ وغسل نجسٍ مانعٍ
ولمعۃ جنابۃٍ لان المشغول بالحاجۃ وغیر الکافی کالمعدوم قدرت اُس پانی کی ناقض ہی جو اُسکی حاجت سے زائد ہی چنانچہ تشنگی سے اور آٹا گوندھنے اور
نجاست سے مانع نماز کے دھونے سے اور اُس عضو کے دھونے سے کہ غسل جنابت سے خشک رہا تھا اسواسطے کہ جو پانی کہ حاجت کے ساتھ مشغول ہی
اور وضو یا غسل کو کفایت نہیں کرتا ہی وہ نہونے کے برابر ہی لا رِدَّۃٌ نہ ارتداد یعنے تیمم کا ناقض نہیں مرتد ہو جانا یعنے اگر مسلمان نے تیمم کیا پھر معاذ اللہ وہ مرتد ہوگیا
پھر توبہ کی تو وہ تیمم باقی ہی نماز اُس سے جائز ہی وکذا ینقضہ کل مانعٍ وجودہ التیمم اذا وجد بعدہ لان ما جاز بعذرٍ بطل بزوالہ اور اسی طرح توڑتی ہی
تیمم کو ہر ایک وہ چیز جسکا ہونا تیمم کا مانع ہی جبکہ وہ تیمم کے بعد پائی جاوے اسواسطے کہ جو چیز جائز ہوئی کسی عذر کے ہونے سے باطل ہو جاتی ہی اُسکے زائل ہو جانے
سے فلو تیمم لمرضٍ بطل ببرئہ اولبردٍ وبطل بزوالہ تو اگر تیمم کیا بیماری کے سبب سے تو تیمم باطل ہو جاتا ہی بیماری کے جاتے رہنے سے یا تیمم کیا تھا سردی
کے سبب سے تو باطل ہوتا ہی سردی کے زوال سے والحاصل ان کل ما یمنع وجودہ التیمم نقض وجودہ التیمم اور خلاصہ اسکا یہ ہی کہ جس چیز کا وجود
مانع ہی تیمم کا اُسکا موجود ہونا تیمم کا ناقض ہی ہم طحطاوی نے کہا شارح کا یہ کلام بعینہ متن کا کلام ہی تو اُسکا کچھ فائدہ حاصل نہوا اور توضیح اسکی یوں ہی
کہ تیمم جائز نہیں ابتدا میں پانی کے ہوتے اور بعد اسکے اگر پانی میل سے کم ہی سو اگر وہ متیمم تھا پھر پانی حاضر ہوا یا متیمم چلا یہانتک کہ میل سے کم ہوگیا تو تیمم ٹوٹ گیا
اور اگر مریض نے تیمم کیا مرض کے سبب سے پانی کے ہوتے پھر پانی حاضر ہوا تو تیمم نہیں ٹوٹتا انتہی وما لا یمنع وجودہ فی الابتداء فلا ینقض وجودہ بعد ذلک
التیمم اور جس چیز کا وجود تیمم کا مانع نہیں ابتدا میں تو اُسکا موجود ہونا بعد اُسکے تیمم کو توڑتا ہی ہم چنانچہ مریض مذکور کی مثال سے یہ امر واضح ہوتا ہی وَلَوْ
قال وکذا زوال ما اباح الیٰ التیمم لکان اظہر واخصر اور اگر مصنف یوں کہتا اور اسی طرح ناقض تیمم کا ہی زائل ہونا اُس چیز کا جسنے تیمم کو مباح کر دیا تو
ظاہر تر اور مختصر تر ہوتا مصنف کی عبارت سابقہ سے کما لا یخفی ظہورہ واختصارہ وعلیہ لو تیمم لبعد میلٍ فسار فانتقص انتقض فلیحفظ اور بنابر قاعدہ
مذکورہ کے اگر تیمم کیا ایک میل پانی کے دور ہونے سے پھر متیمم پانی کی طرف چلا سو میل سے کم ہو گیا تو وضو ٹوٹ گیا اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم اسواسطے ٹوٹ گیا
کہ تیمم کی اباحت ہوئی تھی بقدر میل کے دور ہونے سے پھر جب میل پھر نرہا تیمم ٹوٹ گیا اور موجب متن کے یہ وجہ ہی نقض تیمم کی اتنا میل کا وجود تیمم کا مانع ہی

چکا ہو بعد پانی پایا اسکے جنابت سے تو تیمم ٹوٹ گیا وہ مرتد نہ ہو گا جس کا تیمم حدث ہونا کو غیر ثابت تیمم من جنابۃ ثم احدث و ایک شخص جنب تھا اس نے گذرا اس
وہ محبت نہ تیمم کیا حدث سے اپنی نہ اپنا پھر پانی پر گذرا اس کو کوئی ہر جا کے شخص کے اندر تیمم ٹوٹ گیا اس گذرنے سے
الجنابۃ وھو الروایۃ الصحیحۃ ھکذا فی المختار و مشتغی ہی اور صاحبین نے ایسا ہی ذکر کر کے تیمم کو باقی کہا ہے اور یہی روایت صحیح ٹھہرائی گئی ہے امام سے
پس یہ عذر قبول دینے کے واسطے ہم جواب یہ مسئلہ اختلافی نہ اتفاقی ہو گیا کذا فی التیمم و لظہیریۃ کذا فی البحر وغیرہ والقول للمصنف جیسے مسئلہ تیمم
. . قادر ایک شخص نے تیمم کیا اور اسکے نزدیک پانی ہے اور وہ اسکو نہیں جانتا ہے ایسا مذکور ہے بحر الرائق وغیرہ میں اور اسکو مصنف نے اپنی شرح
میں ثابت رکھا ہے تیمم۔ ولو کان اکثرہ او اکثر اعضاء الوضوء وتعددا وفی الغسل مساحۃ مجروحا او بہ جدری اعتبارا للاکثر تیمم کرے جو اکثر یعنی آدھے سے
زیادہ وضو کے اعضا شمار کی راہ سے اور غسل میں پیمائش کی راہ سے زخمی ہوں یا بدن میں چیچک نکلی ہو تیمم کا حکم ہوا اکثر کے اعتبار کرنے سے
اسواسطے کہ للاکثر حکم الکل ہے تو اگر سر اور چہرہ اور دونوں ہاتھوں میں زخم ہو اور پاؤں میں زخم نہ ہو تو تیمم کرے خواہ اعضا زخمی اکثر مجروح ہوں
یا صحیح اور یہی قول مختار ہے کذا فی البحر اور غسل میں پیمائش کا اعتبار کرنا یہ صاحب بحر کی تجویز ہے اور صاحب نہر نے بھی اسکو مسلم رکھا ہے کذا فی الطحطاوی
و لعکسہ یغسل الصحیح ویمسح الجریح اور اسکے عکس میں یعنی اکثر اعضا صحیح ہوں اور اقل مجروح تو دھووے صحیح کو اور مسح کرے مجروح کو یعنی محل جراحت
پر مسح کرے اور اگر تاب نہ ہو تو کپڑے پر مسح کرے حلبی شارح منیہ کے کلام سے نکلتا ہے کہ کپڑا باندھنا واجب ہے کذا فی الطحطاوی وکذا ان استویا غسل
الصحیح من اعضاء الوضوء ولا روایۃ فی الغسل اور اسی طرح اگر اعضا صحیح اور برابر ہوں تو اعضاء صحیح وضو کو دھووے اور مجروح کو مسح کرے اور غسل
میں درصورت مساوات کوئی روایت نہیں ہے اور اسمیں مشایخ کا اختلاف ہے اور دھونا اور مسح کرنا احوط قول ہے چنانچہ متن میں ہے کذا فی الحلبی ویمسح
الباقی منہا وھو الاصح لانہ احوط فکان اولی درصورت مساوات صحیح کو دھووے اور باقی اعضاء مجروحہ کو مسح کرے اور یہی قول صحیح تر ہے اسواسطے
کہ اسمیں زیادہ تر احتیاط ہے تو یہی قول بہتر ٹھہرا و صحح فی الفیض وغیرہ التیمم اور فیض وغیرہ میں تیمم کرنے کو درصورت مساوات کے صحیح کہا ہے کما تیمم
لو الجرح بیدیہ وان وجد من یوضیہ خلافا لہما جیسے تیمم کرے اگر اسکے دونوں ہاتھوں میں زخم ہو اگرچہ پاوے اس شخص کو جو اسکو وضو کرا دے برخلاف
صاحبین کے امام کے نزدیک غیر شخص سے اعانت مستحب ہے اور صاحبین کے نزدیک فرض ہے منیہ کی شرح ابن امیر حاج میں مذکور ہے کہ جبکہ یہ
حال ہو کہ صحیح عضو کے دھونے سے مجروح عضو کو پانی پہنچتا ہو تو تیمم کرے کذا فی الطحطاوی ولا یجمع بینہما ای تیمم وغسل اور جمع نکیا جاوے دونوں میں
یعنی تیمم اور دھونے میں ہے یہاں غسل بالضم مراد نہیں بلکہ بالفتح مراد ہے تاکہ غسل اور وضو دونوں کو شامل ہے اور وضو میں یا تیمم اور غسل میں اسواسطے
جمع کرنا جائز نہیں کہ بدل اور مبدل میں جمع کرنا شرع سے ثابت نہیں کما لا یجمع بین حیض وحبل او استحاضۃ او نفاس چنانچہ اجتماع نہیں درمیان حیض
اور حمل یا حیض اور استحاضہ یا حیض اور نفاس کے ولا بین نفاس واستحاضۃ وحبل اور نہ درمیان نفاس اور استحاضہ یا نفاس اور حمل کے
ولا زکوۃ وعشر او خراج او فطرۃ اور نہ اجتماع ہے زکوۃ اور عشر میں یا زکوۃ اور خراج میں یا زکوۃ اور فطرہ میں ہے اجتماع زکوۃ اور عشر یا خراج کی صورت
یہ ہے کہ عشر خارج کا یا خراج زمین کا ادا کیا اور غلہ باقیہ میں تجارت کی نیت کی اور ایک سال اسپر گذر گیا تو اسمیں زکوۃ نہیں اور حلبی محشی منیہ نے اسکی یہ صورت
مذکور کی ہے کہ زمین کا خراج ادا کیا پھر اسمیں تجارت کی نیت کی اور سال اسپر گذر گیا تو اسمیں زکوۃ نہیں اور اجتماع زکوۃ اور فطرہ کی یہ صورت ہے
کہ ایک شخص کی تجارت کے غلام ہیں انپر سال گذرا تو انمیں مولی پر زکوۃ ہے اور فطرہ نہیں ہے کذا فی الطحطاوی ولا عشر مع خراج اور عشر نہیں
خراج کے ساتھ اسواسطے کہ زمین یا عشری ہے یا خراجی عشری پر خراج نہیں اور خراجی پر عشر نہیں ولا فدیۃ وصوم اور اجتماع نہیں فدیہ اور
صوم میں اسواسطے کہ جسپر روزہ رکھنا لازم ہے اسپر فدیہ دینا نہیں اور جسکو فدیہ دینا چاہیے چنانچہ شیخ فانی اسپر روزہ نہیں ہے تفصیل طحطاوی نے کیا

یہان سہو کاتب سے کفارہ ساقط ہوگیا تو بحر الرائق کے موافق عبارت اسطرح مناسب تھی ولا بین القصاص والکفارۃ یعنے اجتماع نہین درمیان قصاص اور کفارہ کے اسواسطے کہ قصاص ہوتا ہی قتل عمد مین اور اسمین کفارہ نہین اور کفارہ ہوتا ہی شبہ عمد اور خطا اور اُسکے جاری مجرا مین اور اسمین قصاص نہین انتہی ما فی الطحطاوی اور بعضے نسخون مین یون عبارت ہی او قصاص او دیۃ یعنے جمع نہین درمیان قصاص اور دیت کے واللہ اعلم ولا الضمان والقطع او اجر ادر اجتماع نہین تاوان اور قطع مین یا تاوان اور اجرت مین یعنے جب سارق کا ہاتھ کاٹا گیا تو اُسپر مال مسروقہ کا تاوان نہین اور جس مزدور پر مال کے تلف کرنے سے تاوان ہی اُسکے واسطے مزدوری نہین اور جسکی مزدوری لازم ہی اُسپر تاوان نہین ولا جلد مع رجم او نفی اور نہ درہ مارنا سنگساری اور تغریب کے ساتھ یعنے اخراج از وطن ہم اسواسطے کہ کنوارے کی حد درّے ہین اور بیاہے کی حد سنگساری اور درہ مارنا تغریب کے ساتھ جمع نہین ہوتا مگر تجویز حاکم لیکن درہ مارنا قید کرنے کے ساتھ جمع ہو سکتا ہی کذا فی الطحطاوی ولا مہر ومتعۃ او حد او ضمان افضائہا او سوتہا من جماعۃ اور اجتماع نہین مہر اور متعہ مین یا مہر مین اور حد مین اور عورت کی ضمان افضا یا اسکی موت مین زوج کے جماع سے ہم مہر اور متعہ مین اسواسطے اجتماع نہین کہ مطلقہ قبل از دخول کا اگر مہر مسمی ہی تو نصف مہر واجب ہی اور اگر مہر مسمی نہین تو متعہ واجب ہی یہان متعہ سے کرتی اور اوڑھنی اور چادر مراد ہی اور مہر اور حد مین عدم اجتماع کی وجہ یہ ہی کہ اگر وطی صحیح یا شبہہ سے ہی تو مہر واجب ہی اور حد نہین اور اگر وطی زنا کی ہی تو حد ہی اور مہر نہین اور افضا کی حقیقت یہ ہی کہ زوج کے جماع سے عورت کے بول اور براز کی دونون راہین پھٹ کر ایک ہو گئین تو یہان زوج پر ضمان ہی نہ مہر اور اسی طرح اگر اسکے جماع سے زوجہ مر گئی تو تاوان ہی نہ مہر ولا مہر مثل وتسمیۃ اور اجتماع نہین مہر مثل اور مہر معین مین اسواسطے کہ اگر مہر جائز کا تعین ہو گیا تو وہی واجب ہی اور اگر مہر کا ذکر نہ ہوا یا غیر جائز کو معین کیا چنانچہ شراب یا سور تو مہر مثل واجب ہوگا ولا وصیۃ

ومیراث اور اجتماع نہین وصیت اور میراث مین یعنے وارث کے واسطے وصیت کرنا صحیح نہین الا باجازت باقی ورثہ کذا فی الطحطاوی وغیرہ مما بیجیٔ

فی محلہ ان شاء اللہ تعالی اور ان اشیاء مذکورہ کے سوا اور چیزین عدم الاجتماع ہین جنکا ذکر آویگا اپنے موقع پر اگر حق تعالی نے چاہا من بہ وجع راس

لا یستطیع معہ مسحہ محدثا ولا غسلہ جنبا ففی الفیض عن غریب الروایۃ یتیمم وافتی قاری الہدایۃ انہ یسقط عنہ فرض مسحہ جسکے سر مین ایسا درد ہی کہ اُسکے ساتھ مسح نہین کر سکتا بے وضو ہونے مین اور نہ اسکو دھو سکتا ہی نہانے کی حاجت مین تو فیض مین ظاہر الروایۃ کے خلاف غریب الروایۃ سے ذکور ہی کہ وہ شخص تیمم کرے

یعنے وضو اور غسل کے عوض اور قاری ہدایہ نے اسکا فتوے دیا ہی کہ اس شخص سے مسح سر کی فرضیت وضو مین ساقط ہی ولو علیہ جبیرۃ ففی مسحہا قولان

اور اگر سر پر کھپاچون کی ٹپی ہی تو اسکے مسح مین دو قول ہین مسح کرنا اور نکرنا ہم اور وجوب مسح کا قول اظہر ہی کذا فی الطحطاوی وکذا یسقط غسلہ فیمسحہ ولو

علی الجبیرۃ ان لم یضرہ والا سقط اصلا وجعل عادما لذلک العضو حکما کما فی المعدوم حقیقۃ اور اسی طرح غسل مین دھونا سر کا ساقط ہوتا ہی تو سر کو مسح کرے اگرچہ ٹپی پر مسح ہو بشرطیکہ مسح اُسکو ضرر نکرتا ہو اور اگر ضرر کرتا ہو تو دھونا اور مسح کرنا دونون بالکل ساقط ہین اور یہ شخص حکم شرع مین بدون اس عضو کے ٹھہرایا گیا گویا اُسکے سر ہی نہین جسطرح سے فی الحقیقۃ معدوم العضو سے دھونا اور مسح کرنا ساقط ہوتا ہی

باب المسح علی الخفین

یہ باب ہی دونون موزون پر مسح کرنے کا اخرہ لثبوتہ بالسنۃ مصنف نے موزون پر مسح کرنا تیمم کے بعد ذکر کیا بسبب ثابت ہونے مسح کے حدیث سے اور تیمم ثابت ہی قرآن مجید سے وہو لغۃ امرار الید علی الشیٔ اور مسح لغت عرب مین ہاتھ کا پھیرنا ہی کسی چیز پر خواہ وہ چیز موزہ ہو یا عضو یا دیوار وشرعا اصابۃ البلۃ لخف مخصوص فی زمن مخصوص اور شرع کی اصطلاح مین مسح عبارت ہی تراوت کے پہونچانے سے خاص موزے کو زمانہ خاص مین ہم خاص موزہ جسمین شرط آئندہ دیکھو ہون اور زمانہ خاص سے مراد ایک دن اور ایک رات ہی مقیم کے واسطے اور تین رات اور دو دن مسافر کو والخف شرعا الساتر للکعبین فاکثر من جلد ونحوہ اور شرع مین موزہ اُسکا نام ہی جو ڈھک لے دونون ٹخنون کو پھر زیادہ تر کو بنا ہو چمڑے اور اُسکے مانند اور چیز سے شرطا مسحہ

حکم مین ہی کذا فی الطحطاوی عن القہستانی وفی التحفۃ ثبوتہ بالاجماع بل بالتواتر رواتہ اکثر من ثمانین منہم العشرۃ القہستانی اور تحفہ مین ہی کہ ثبوت مسح کا اجماع
سے بلکہ تواتر سے ہی راوی اُسکے صحابیون سے زیادہ ترہین اسّی سے ازانجملہ عشرہ مبشرہ ہین کذا فی القہستانی م علامہ عینی نے شرح ہدایہ مین مذکور کیا کہ مجھ
معانی الآثار کی شرح مین ۷۶ صحابیون کی روایت احادیث کی مذکور کی ہی مع المخرجین وقیل بالکتاب ورد بانہ غیر مغیا بالکعبین اجماعا فالجر للجوار اور قول ضعیف
یہ ہی کہ ثبوت مسح موزے کا قرآن مجید سے ہی اور یہ قول رد کیا گیا ہی اسطرح کہ مسح موزے کی نہایت دونون ٹخنے نہین بالاجماع تو ارجلکم کا زیر قرب مجرور کے وجہ
سے ہی م ارجلکم کے لام مین دو قرائتین نصب اور جر کی ہین بعضون نے کہا چونکہ دونون قرارت مین تعارض واقع ہوا تو جر کی قرارت کو موزہ پہننے پر محمول کیا
اور نصب کی قرارت کو جبکہ موزہ پانون مین نہو اس قول کا رد یون ہی کہ اگر جر کی قرارت سے مسح موزے کا مراد ہوتا تو کعبین مسح کی غایت ٹھہرتی یعنے ٹخنون تک
مسح کرنا واجب ہوتا اسواسطے کہ ارجلکم کے بعد الی الکعبین مذکور ہی حالانکہ بالاتفاق یہ ثابت نہین اور ارجلکم کے جر کا جواب یہ ہی کہ وہ عضو مغسول پر عطف ہی
تو نصب لازم تھا چونکہ وہ مجرور کے پاس پڑا یعنے برؤسکم کے پاس تو اُسکو بھی مجرور کر دیا چنانچہ عرب کا یہ قول مشہور ہی حجر ضب خرب لمحدث ظاہرہ عدم جوازہ
لمجدد الوضوء الا ان یقال لما حصل لہ القربۃ بذلک صار کانہ محدث مسح جائز ہی بے وضو شخص کو مفہوم ظاہر اس کلام کا عدم جواز مسح کا ہی تازہ وضو کرنے والے
کے حق مین مگر اسکا یون جواب دیا جاے کہ پھر گاہ تازہ وضو کرنے والے کو ثواب حاصل ہوا اس وضو پر وضو کرنے سے تو وہ بے وضو کے مانند ہو گیا لا جنب
وحائض جائز نہین مسح کرنا موزے کا جنب اور حائض کو یعنے جسپر غسل واجب ہی جنابت یا حیض یا نفاس سے اُسکو مسح جائز نہین اسواسطے کہ اُسکو تمام بدن
کا دھونا لازم ہی اور مسح مین یہ بات حاصل نہین نسائی اور ابن ماجہ اور ترمذی مین صفوان ابن عسال سے روایت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمکو حکم
کرتے تھے جبکہ ہم سفر مین ہوتے تھے کہ ہم اپنے موزے نہ اُتارین تین دن اور تین رات مگر جنابت سے ولیکن بول اور غائط اور نوم سے کذا فی ہدایۃ العینی
طحطاوی نے بحر الرائق سے نقل کیا کہ حائض کا مسئلہ ابو یوسف رح کے قول پر مبنی ہی اسواسطے کہ اقل حیض اُنکے نزدیک دو دن اور اکثر ثالث کا ہی تو سفر مین اُسکی تصویر
ہو سکتی ہی برخلاف طرفین کے انتہی مختصرا واستغنی لا یلزم تصویرہ اور جسکی نفی ہو گئی اُسکی تصویر لازم نہین یعنے حکم ممنوع کے وجود کی صورت بیان کرنا ضرور نہین
کیونکہ اُسکی طرف کچھ حاجت نہین اور عدم لزوم تصویر اُسکے امکان کا منافی نہین کذا فی الطحطاوی چونکہ جنابت کی حالت مین وضو کرنا ضرور نہین تاکہ مسح موزے
کا جائز نہو لہذا اُسکے فرض صورت مین تردد تھا شارح نے اسکا دفع دخل کر دیا کہ حکم ممنوع کا وجود بیان کرنا لازم نہین وفیہ ان النفی الشرعی یفتقر الی اثبات
عقلی اور دفع دخل مذکور مین یہ خلل ہی کہ شرعی نفی وجود عقلی یعنے تصور عقلی کی محتاج ہی م یہ بحث ہی قہستانی کی نفی مین شرعی کی قید اسواسطے لگائی تاکہ
نفی عقلی سے احتراز ہو چنانچہ شریک باری کہ اُسکی نفی مین اثبات عقلی کی حاجت نہین اور اثبات عقلی سے تصور بوجہ مراد ہی مگر اسمین یہ خلل ہی کہ
اسمین بھی تصور ذہنی کی تصریح واقع ہی تاکہ نفی کرنا حاصل ہو سکے کیونکہ نفی شے کی فرع ہی اُسکے تصور کی تو شرعی کی قید لگانا مفید نہین اور مسح جنب کی صورت
کفایہ مین یون مذکور ہی کہ وضو کیا اور مجلد جراب کا پہنا پھر جنب ہو گیا تو اُسکو جائز نہین کہ جرابون کو باندھ کر تمام بدن کو دھووے لیٹ کر اور جرابون پر
مسح کرے کذا فی الطحطاوی اور ہدایۃ العینی مین اسکی تصویر منتقی سے یون مذکور ہی کہ ایک مرد نے وضو کیا اور موزہ پہنا پھر جنب ہوا پھر اتنا پانی پایا کہ وضو کو کفایت
کرتا ہو نہ غسل کو تو وہ شخص وضو کرے اور پاؤن دھووے اور مسح کرے اور جنابت کے واسطے تیمم کرے انتہی ما فی العینی ثم ظاہرہ جواز مسح مغتسل جمعۃ ونحوہ پھر
ظاہر کلام ماتن جائز ہونا مسح کا ہی جمعہ کے اور اسکے مانند کے نہانے والے کو م یعنی ماتن نے جنب کے مسح کی نفی کی تو اس کلام سے مفہوم ہوا کہ جمعہ یا عید کے نہانے
والے کو مسح کرنا جائز ہو کیونکہ یہ غسل واجب نہین ولیس کذلک علی ما فی المبسوط اور حالانکہ ایسا نہین بنا بر اس مضمون کے جو مبسوط مین ہی ولا یبعد ان یجعل فی حکمہ اور مغتسل
جمعہ وغیرہ کو جنب کے حکم مین ٹھہرانا کچھ بعید نہین فالاحسن للمتوضی لا للمغتسل تو بہتر عبارت للمتوضی لا للمغتسل ہی یعنے بجاے لمحدث لا لجنب کے للمتوضی لا للمغتسل کہنا
بہتر ہی یعنے مسح موزے کا وضو کرنے والے کو جائز ہی نہ نہانے والے کو م طحطاوی نے کہا یہ بحث اور احسنیت قہستانی کی ہی والسنۃ ان یخط خطوطا باصابع

یہ طریقہ فعلیہ اور سنت یہ ہے کہ مسح کرنے میں ہاتھ کی انگلیوں سے کشادہ رہے تھوڑا سا انگلیوں کو کھول کر جدا رکھے من قبل اصابع رجلیہ متوجہا الی اصل الساق مسح
شروع کرے پاؤں کی انگلیوں کی طرف سے پنڈلی کی جڑ کی طرف رخ کرتا ہوا اور کیفیت مسح کی قاضی خان کی شرح جامع صغیر میں اس طرح ہے کہ داہنے ہاتھ
کی انگلیاں رکھے داہنے موزے کے سرے پر اور بائیں ہاتھ کی انگلیاں بائیں موزے کے سرے پر انگلیوں کی طرف سے پھر جبکہ انگلیاں وہاں ٹھہریں تو کھینچے
پنڈلی کی جڑ تک دونوں ٹخنوں کے اوپر اس واسطے کہ ٹخنوں کا دھونا فرض ہے اور ان کا مسح کرنا سنت ہے اور اگر انگلیوں کے ساتھ ہتھیلی بھی رکھے تو بہتر ہے اسی طرح
مروی ہے محمد بن حسن رحمہ سے اور مسح فرض ہے ہاتھ کی تین انگلیوں کے برابر صحیح قول پر اور یہ فرض عملی ہے اور تین انگلیوں کے برابر ہر قدم پر فرض ہے اور دونوں کے
اندر سے مسح کرنا مستحب ہے اور اگر موضع مسح پر پانی لگ جائے تو کافی ہے اور اسی طرح اگر گھاس پر چلے اگرچہ گھاس شبنم سے تر ہو یہی قول معتمد ہے کذا فی الطحطاوی ومحلہ
علی ظاہر خفیہ من رؤس اصابعہ الی معقد الشراک اور مسح کرنے کا مقام دونوں موزوں کا ظاہر ہے انگلیوں کے سروں سے معقد شراک تک یعنی جہاں
تسمہ بندھا رہتا ہے حلبی میں طحطاوی نے کہا معقد شراک سے وسط قدم مراد ہے اور یہ قول قاضی خان کے قول مذکور کے مخالف ہے ظاہر موزے کی قید سے معلوم
ہوا کہ اگر باطن یا جوانب یا ایڑی یا ٹخنے پر مسح کریگا تو جائز نہوگا چنانچہ زیلعی میں ہے انتہی فی الطحطاوی ویستحب الجمع بین ظاہر و باطن ظاہر اور مسح میں مستحب ہے
جمع کرنا درمیان ظاہر موزہ کے اور باطن کے جو ظاہر ہے باطن سے موزے کا تلوہ مراد ہے نہ داخل موزے کا لہذا باطن کو موصوف بظاہر کیا ہے شارح اس مقام
میں صاحب نہر کا تابع ہوا ہے اور بحر الرائق میں محیط سے منقول ہے کہ مسح باطن موزے کا ظاہر کے ساتھ مسنون نہیں اور محیط کے سوا اور کتابوں میں استحباب
کی نفی ہے اور اعلیٰ اور اسفل موزے کے مسح کی حدیث کو ابو داؤد اور ترمذی نے ضعیف کہا ہے انتہی فی الطحطاوی علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں اس تضعیف
کا جواب مشرح ذکر کیا ہے اور صاحب بدائع سے نقل کیا ہے کہ ہمارے نزدیک جمع بین الظاہر والباطن مستحب ہے انتہی لیکن ہمارے جمہور اصحاب نے
علی مرتضیٰ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ اگر دین رائے سے ہوتا تو البتہ اسفل موزے کا مسح کرنے میں ظاہر سے مقدم تھا حالانکہ میں نے رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ مسح کرتے تھے موزوں کے ظاہر پر اسکو ابو داؤد اور احمد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور یہ جو کہا
ہدایہ نے کہا ہے کہ باطن موزے پر مسح جائز نہیں اگر یہ مراد ہے کہ باطن پر اقتصار جائز نہیں تو مسلم ہے اور اگر یہ مراد ہے کہ باطن کو ظاہر کے ساتھ مسح کرنا جائز نہیں تو مسلم
نہیں کما ذکرنا انتہی فی العینی مختصرا من شاء مزید التوضیح فلیرجع الیہ او جرموقیہ ولو فوق خف او لفافۃ یا جائز ہے مسح ظاہر جرموقین پر اگرچہ پہنے ہوں موزہ کے
اوپر یا پاؤں کے لپیٹنے کپڑے پر جرموق بضم جیم چمڑا ہے جسکو موزے پر پہنتے ہیں کیچڑ وغیرہ کی حفاظت کے واسطے اور نہر الفائق میں ہے کہ موق اور جرموق
فارسی ہے معرب اسکو موزے پر پہنتے ہیں اسکی ساق موزے سے کمتر ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی شرح الغفار میں ہے کہ جرموق جو موزے پر پہنا جاتا ہے اسکی حفاظت
کے واسطے سو اگر جرموق چمڑے اور اسکے مانند کا ہے تو اسپر مسح جائز ہے خواہ اسکو تنہا پہنا ہو یا موزے پر اور اگر جرموق کپڑے کا ہے تو اگر تنہا اسکو پہنا ہے تو مسح
اسپر جائز نہیں اور اسی طرح اگر اسکو موزے پر پہنا تو بھی جائز نہیں ہاں مگر جبکہ تراوش اندر کے موزے پر پہنچے تو جائز ہے انتہی مختصرا ولا اعتبار
بما فی فتاوی الشاذی لانہ رجل مجہول لا یقلد فیما خالف النقول اور کچھ اعتبار نہیں اس قول کا جو فتاوی شاذی میں ہے اس واسطے کہ شاذی مرد
مجہول غیر مشہور ہے تو اسکی پیروی نہ کیجائے اس مسئلہ میں جو منقولات مذہب کے مخالف ہے اور فتاوی شاذی میں ہے کہ جو کرباس مجرد تحت الخف
پہنا جاتا ہے وہ موزے پر مسح کرنے کا مانع ہے کیونکہ وہ فاصل یعنی پاؤں کو اسنے موزے سے جدا کر دیا ہے انتہی لیکن اسکے مخالف کافی میں یوں ہے کہ اگر
موزے پاریدگی کے سبب سے مسح کے لائق نہوں تو جرموق پر بالاتفاق مسح جائز ہے انتہی تو جبکہ خف غیر صالح فاصل نہ ٹھہرا تو کرباس یعنی کپڑا
بطریق اولیٰ فاصل نہوگا چنانچہ شرح مجمع میں ہے اور مانند اسکے غایۃ البیان میں صاحب بحر نے کہا یہی حق ہے کذا فی المنح مختصرا او جوربیہ
ذو من غزل او شعر او الثخینین بحیث یمشی فرسخا ویثبت علی الساق بنفسہ ولا یری ما تحتہ ولا یشف الماء الا ان ینفذ الی الخف قدر الغرض یا مسح کرے

جرابون پر اگرچہ وہ ہون سوت سے یا بال سے اسطرح کی گاڑھی جرابون پر مسح جائز ہے کہ اُنکو پہین کے تین کوس آدمی چلے اور وہ پنڈلی پر آپ سے ٹھہری
رہین بدون باندھنے کے اور اسکے اندر کی چیز نظر نہ آوے اور پانی اُسمین نہ چھنے مگر اسوقت مسح جائز ہے کہ پانی نفوذ کرکے اسکے نیچے کے موزے تک پہونچ جاوے
بقدر فرض کے ہم ہر چند شفوف لغت مین بمعنی رقت ثوب ہے لیکن یہان مراد پانی کا نفوذ ہے بدلیل استثنا اور تاکہ تکرار لازم نہ آوے کذا فی الطحطاوی مختصراً
ولو نزع جرموقیہ اعاد مسح خفیہ اور اگر اُتارے دونون جرموق موزون پر سے تو مسح کرے دوسری بار اپنے موزون پر ولو نزع احدہما مسح الخف والجرموق
الباقی اور اگر ایک جرموق اُتارے تو مسح کرنے موزے کو اور باقی جرموق کو یعنے اسواسطے کہ ایک کے نکالنے سے دونون کا مسح جاتا رہا ولو ادخل یدہ
تحتہما ومسح خفیہ لم یجز اور اگر اپنا ہاتھ دونون جرموق کے اندر داخل کیا اور اندر کے موزون کو مسح کیا تو جائز نہین یعنے اسواسطے کہ حدث کا محل جرموق
خارج ہے نہ خف داخل والمنعلین بسکون نون ما جعل علی اسفلہ جلدۃ اور منعل جرابون پر مسح جائز ہے منعل بسکون نون وہ جراب ہے جسکے نیچے چمڑا لگایا گیا
یعنے اسکے تلوے پر فقط چمڑا ہے نہ ٹخنون پر والمجلدین اور چمڑا مڈھی جرابون پر مسح جائز ہے نہر الفائق مین ہے جسراب مجلد وہ ہے جسکے اوپر اور نیچے
چمڑا مڑھا ہو مرۃ مسح کرنا ہے ایک بار یعنے دو تین بار مسح کرنا خلاف مسنون ہے کذا فی البحر لو امراۃ او خنثی مسح جائز ہے اگرچہ ہو محدث عورت یا خنثے
ملبوسین علی طہر مسح جائز ہے ایسی حالت مین کہ موزے یا جرموق یا جرابین پہنی گئی ہین طہارت پر فلو احدث ومسح بخفیہ او لم یمسح فلبس جرموقیہ
لا یمسح علیہ تو اگر لابس خف کا وضو ٹوٹا اور اُسنے اپنے موزون پر مسح کیا یا نہ کیا پھر اُسنے جرموق کو پہنا تو جرموق پر مسح نہ کرے یعنے اسواسطے کہ جرموق
کو اسنے طہارت پر نہین پہنا بلکہ موزون پر مسح کرنا متعین ہوگا کیونکہ اُنکو طہارت پر پہنا ہے کذا فی الطحطاوی تام خرج الناقص حقیقۃ
کلمعۃ او معنی کتیمم معذور پر موزے ملبوس ہون طہر تام یعنے پوری طہارت پر تام کی قید سے ناقص حقیقی یا ناقص معنوی طہارت خارج ہوگئی ناقص
حقیقی چنانچہ اعضاء وضو مین سے قدرے خشک رہگیا اور ناقص معنوی چنانچہ تیمم کرنے والے اور معذور کی طہارت ہم صورت تیمم کی یہ ہے کہ پانی کے
نہونے سے تیمم کیا اور موزہ پہنا تو اسکو اب مسح کرنا پانی ملنے کے وقت جائز نہین اور اگر وضو کیا اور موزہ پہنا پھر وضو ٹوٹا اور پانی نہ پانے سے تیمم کیا پھر بعد
اُسکے پانی پایا تو اُسکو مدت کے اندر مسح کرنا درست ہے کذا فی الطحطاوی فانہ یمسح فی الوقت فقط اسواسطے کہ معذور تو فقط وقت مین مسح کرتا ہے یعنے
معذور نے عذر کے موجود ہونے سے مثلاً ظہر کو وضو کیا اور موزہ پہنا پھر وضو کسی اور سبب سے ٹوٹا جب تک ظہر کا وقت باقی ہے مسح جائز ہے بعد ظہر کے عصر کے
وقت مسح جائز نہین الا بعد تجدید وضو کامل الا اذا توضأ ولبس علی الانقطاع فکالصحیح مگر جبکہ معذور نے وضو کیا اور موزہ پہنا انقطاع عذر پر تو وہ صحیح
سالم کے مانند ہے جواز یعنے اگر وضو اور موزہ پہننے کے وقت عذر منقطع ہے تو تا بقاے مدت مسح اُسکو تندرست کے مانند جائز ہے عند الحدث طہر تام چاہیئے
وضو ٹوٹنے کے وقت یعنے مسح کے واسطے موزہ پہننے کے وقت طہارت کامل ہونا ضرور نہین بلکہ حدث کے وقت ضرور ہے فلو تخفف المحدث ثم خاض الماء
فابتل قدماہ ثم تمم وضوءہ ثم احدث جاز ان یمسح تو اگر بیوضو شخص نے موزہ پہنا پھر وہ پانی کے اندر گھس گیا سو دونون پانون اُسکے تر ہوگئے پھر اُسنے باقی
اعضاء وضو کو پورا کیا پھر اُسکا وضو ٹوٹا تو اسکو مسح کرنا جائز ہے یعنی اسواسطے کہ حدث کے وقت طہارت شرط ہے اگرچہ موزہ پہننے کے وقت نہو ہم اسیطرح اگر اُسنے
دونون پاؤن کو دھویا پھر موزون کو پہنا پھر وضو کو پورا کیا یا کہ وضو کیا اور پانون نہ دھوئے پھر ایک پانون دھویا اور موزہ پہنا پھر دوسرا پانون دھویا اور دوسرا
موزہ پہنا ان صورتون مین بھی مسح جائز ہے بدلیل مذکور یوما ولیلۃ للمقیم وثلثۃ ایام ولیالیہا للمسافر مسح کرنا جائز ہے مقیم کو ایک رات دن اور مسافر کو
تین رات دن وابتداء المدۃ من وقت الحدث اور اس مدت کی ابتدا وضو کے ٹوٹنے سے ہے یعنے ایک رات دن یا تین رات دن کا شروع وضو کے
ٹوٹنے سے ہے نہ موزے کے پہننے سے اور نہ وضو کرنے سے فقد یمسح المقیم ستا جب یہ معلوم ہوا تو مقیم کا ہے مسح کرتا ہے چھ نماز مین ہم صورت اُسکی یہ ہے
کہ مثلاً ظہر کی تاخیر کی آخر وقت تک با وضو موزہ پہنے ہوئے پھر وضو ٹوٹا اور مسح کرکے آخر وقت مین نماز ظہر کی پڑھی پھر ظہر کی نماز دوسرے دن

۵۷ موزہ پہننے والا ۱۲

ہی نماز وقت میں کر لی فی القنیۃ وغیرہ تیقن ان مدۃ مسحہ اور کبھی آدمی کو وہم ہوتا ہو کہ شاید مدت گذر گئی تو شاید خف جس انقضا مدت سے پہلے ٹوٹ جاوے
قضیہ امدت چنانچہ ایک شخص نے وضو کیا اور موزہ پہنا تیمم ہونے سے پہلے پھر بعد صبح کے نماز پڑھی پھر جب التحیات پڑھ چکا وضو ٹوٹ گیا اور اسیطرح
شخص کو آخر کی نماز پڑھنا صبح تک سات ہو ممکن نہیں اسواسطے کہ حدث واقع ہوا اسکے آخر نماز میں کذا فی الاشباہ لیکن مغرب تک پاؤن کو مسح کر لے
لیکن مسح کرنا چاہیے اور دوسرے دن کی فجر کے واسطے اگر مسح کرے تو نماز ٹوٹ جاوے یعنی مدت گذرنے کے ساتھ اور یہ مفسد نماز ہو اگر بحوف خطرے گا اور تو
التشہد وبرقع وقفازین الاعدم الحرج جائز نہیں مسح کرنا پگڑی اور ٹوپی اور برقع اور دستانون پر بسبب نہ ہونے مشقت اور تکلیف کے اور دو
دوسری وجہ عدم جواز کی یہ ہو کہ مسح موزے کا ثابت ہوا حدیث سے برخلاف قیاس تو اور چیز کا قیاس موزے پر نہیں ہو سکتا وفرضہ عملاً قدر ثلث
اصابع الید اصغرہا طولاً وعرضاً من کل رجل لا من الخف اور مسح کا فرض عملی ہاتھ کی تین چھوٹی انگلیون کے برابر ہو طول اور عرض میں ہر
پاؤن سے نہ ہر موزے سے ہم پینے فرض مسح اسی قدر ہو خواہ ابتدا مسح کی پاؤن کی انگلیون سے ہو خواہ پنڈلی سے خواہ وسط پاؤن سے اور مسنون
مسح بیٹھ نکو ہم پہچکا کہ انگلیون سے ہو پنڈلی تک ہر پاؤن کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ایک پاؤن پر بقدر چار انگلی کے مسح کیا اور دوسری پر بقدر
دو انگلی کے تو فرض ادا نہوگا اور اسی طرح اگر موزہ زیادہ ہو پاؤن سے اور اسپر وہان مسح کیا جو پاؤن کے محاذی نہیں تو بھی فرض ادا نہوگا فمنع
مد الاصبع جب فرض بقدر تین انگلی کے مسح ہوا تو فقیہون نے مسح مین ایک انگلی کا کھینچنا منع کیا ہو یعنے اگر ایک انگلی کو ایکبار تر کر کے بقدر تین
انگلی کے مسح کیا تو جائز نہیں اور اگر ایک انگلی سے تین بار مسح کیا اور ہر بار نیا پانی لیا اور جدے جدے مقام پر مسح کیا تو جائز ہو کذا فی البحر فلو مسح برؤس
اصابعہ وجافی اصولہا لم یجز سو اگر انگلیون کے سرون پر مسح کیا اور انگلیون کی جڑون کو موزے سے جدا رکھا تو مسح جائز نہوا یعنے اسواسطے کہ مستعمل پانی
سے مسح ہوا الا ان یبتل من الخف عند الوضع قدر الفرض قالہ المصنف مگر یہ کہ انگلیون کے رکھنے کے وقت بقدر فرض کے موزہ تر ہو گیا تو مسح اب
جائز ہو ایسا کہا ہو مصنف نے اپنی شرح میں ہم اسواسطے کہ فرض حاصل ہو گیا بدون مستعمل پانی کے کذا فی الطحطاوی ثم قال وفی الذخیرۃ ان لما
متقاطر اجاز والالا پھر مصنف نے شرح مین کہا اور ذخیرہ مین ہو کہ اگر انگلیون کے سرون سے پانی ٹپکتا ہو تو مسح جائز ہو یعنے اسواسطے کہ فرض حاصل ہوا
غیر مستعمل پانی سے اور اگر ٹپکتا نہین ہو تو مسح جائز نہین ولو قطع قدمہ ان بقی من ظہرہ قدر الفرض مسح والا غسل کمن قطع من کعبہ اور اگر ایک آدمی کا
پاؤن کاٹا گیا تو اگر پشت قدم بقدر فرض کے یعنے تین انگشت کے باقی ہو تو موزون پر مسح کرے اور اگر بقدر فرض باقی نہین تو دونون پاؤن کو
دھووے مانند اس شخص کے جسکا پاؤن ٹخنون سے کاٹا گیا یعنی ٹخنون کے نیچے سے سو اسکو بھی مسح کرنا جائز نہین کیونکہ مسح کا محل باقی نہین رہا مگر
غسل کا محل باقی ہو ولو لہ رجل واحدۃ مسحہا اور اگر ایک آدمی کے ایک ہی پاؤن ہو یعنے یا ایک پاؤن ٹخنے سے اوپر کاٹا گیا تو اسی ایک پاؤن
کو یعنی اسکے موزے کو مسح کرے وجاز مسح خف مغصوب خلافاً للحنابلۃ اور جائز ہو مسح کرنا چھینے موزے پر برخلاف حنبلی مذہبون کے ہم ہر چند
غصب کرنا گناہ کبیرہ ہو لیکن ماسح کی نماز ادا ہوگی کما جاز غسل رجل مغصوبۃ اجماعاً جسطرح جائز ہو دھونا مغصوب پاؤن کا بالاتفاق ہم اطلاق غصب کا
اسپر مسامحہ ہو اور اسکی صورت یہ ہو کہ کسی شخص کا پاؤن بسبب سرقہ یا قصاص کے مستحق قطع ہوا پھر وہ بھاگ گیا اور وضو کر کے اُسنے پاؤن دھو لیا کذا فی
الطحطاوی والخرق الکبیر بموحدۃ او مثلثۃ وہو قدر ثلث اصابع القدم اصاغرہا وقطوعہا یعتبر بالاصابع مالہ یمنعہ اور موزے کا بڑا پھٹ
سوراخ یعنی قدم کی چھوٹی پوری تین انگلیون کی برابر مانع ہو مسح کرنے کا اور جس شخص کی سب انگلیان کٹی ہین تو اسکے مثل دوسرے شخص کی انگلیون کا
اعتبار کیا جاویگا شارح نے کہا لفظ کبیر کا بائے موحدہ یا ثائے مثلثہ دونون سے ہو سکتا ہو طحطاوی نے شرح منیۃ المصلی سے نقل کیا کہ بائے موحدہ کی روایت صحیح ہو
اگرچہ ثائے مثلثہ بھی بتاویل متصور ہو الا ان یکون فوقہ خف آخر او جرموق فیمسح علیہ مگر یہ کہ پھٹے موزے پر دوسرا درست موزہ یا جرموق ہو تو اسپر مسح کر لے

اسواسطے کہ اعلی کا اعتبار ہے نہ اسفل کا و ہذا او الخرق علے غیر اصابعہ و عقبہ دیری ماتحتہ او ہو یعنی اصابع میں صغیر کا اعتبار کیا اسوقت ہی کہ سوراخ اور
دریدگی اسکی انگلیوں اور ایڑی پر نہو اور سوراخ کے نیچے پانوں نظر آتا ہو فلو علیہا اعتبر الثلث ولو کبار اور اگر دریدگی انگلیوں پر ہو تو عدم جواز مسح
مین تین انگلیوں کا اعتبار ہوگا اگرچہ بڑی انگلیاں ہوں یعنے تو اس صورت میں صغیر کا اعتبار نہیں تو اگر ابہام اور کلمہ شہادت کی انگلی منکشف ہوجاوے اور
وہ بقدر تین چھوٹی انگلیوں کے ہو تو مسح اسپر جائز ہی اور اگر ان دونوں کے بیچ کی انگلی بھی کھلجاوے تو مسح جائز نہوگا علی الاصح کذا فی الطحطاوی عن
تتمۃ الفتاوی ولو علیہ اعتبر بدو الاکثرہ اور اگر دریدگی ایڑی پر ہی تو اکثر ایڑی کا کھل جانا معتبر ہی یعنے آدھی ایڑی سے اگر زیادہ کشوف ہی تو مسح جائز نہیں
ہم قاضی خان نے شرح جامع صغیر میں اسی قول پر اقتصار کیا ہی اور ظاہر متنوں میں ہر مقام میں تین انگلیوں کا اعتبار ہی اور اسی قول کو کمال الدین
صاحب فتح القدیر اور سرخسی نے پسند کیا ہی کذا فی الطحطاوی ولو لم یر القدر المانع عند المشی لصلابتہ لم یمنع وان کثر اور اگر نظر نہ پڑے قدر اسقدر جو مسح
کا مانع ہی پیادہ پا چلنے کے وقت موزے کی سختی کے سبب سے تو مسح کا مانع نہیں اگرچہ بہت پھٹا ہو ہم حلبی نے کہا کہ زمین سے پانوں اٹھانے کے
وقت اگر نظر نہ آوے تو مسح کا مانع نہیں کمالو انشقت الظہارۃ دون البطانۃ چنانچہ اگر موزے کا ابرہ پھٹ گیا نہ اسکا استر تو مسح کا مانع نہیں خواہ استر
چمڑے کا ہو یا کپڑے کا سیا ہوا موزے میں کذا فی الطحطاوی ویجمع الخروق فے خف واحد لا فیہما اور متفرق سوراخ جمع کیے جاتے ہیں ایک
موزے میں نہ دونوں موزوں میں یعنے اگر ایک موزے میں کئی جگہ تھوڑا تھوڑا پھٹا ہی تو اسکو جمع کر کے دیکھینگے اگر بقدر تین انگشت کے ہی تو مسح
جائز نہیں ورنہ جائز ہی اور اگر ایک موزے میں بقدر دو انگشت کے پھٹا ہی اور دوسرے موزے میں بقدر ایک انگشت کے تو دونوں پر مسح جائز ہی
بشرط ان یقع فرضہ علے الخف نفسہ لا علی ما ظہر من خرق یسیر مسح جائز ہی دونوں موزوں پر اس شرط سے کہ فرض مسح کا واقع ہو نفس موزے پر نہ اس
مقام پر جو تھوڑا پھٹا ہی واقل خرق یجمع لیمنع المسح الحالی والاستقبالی کما ینقض الماضوی قہستانی اور کمتر سوراخ جو جمع کیا جاتا ہی واسطے منع کرنے
مسح حالی اور استقبالی کے جسطرح گذشتہ مسح کو توڑتا ہی کذا فی القہستانی ہم مسح حالی وہ جسکے فی الحال کرنے کا ارادہ ہی اور استقبالی مسح وہ ہی جو آگے ہوگا
اور مسح ماضی کی یہ صورت ہی کہ درست موزے پر مسح کیا پھر وہ اسقدر پھٹ گیا کہ مانع ہوا مسح کا تو مسح سابق ٹوٹ گیا کذا فی الطحطاوی قلت و ان
ما ینقض التیمم یمنع و یرفع کنجاستہ وانکشاف حتے انعقادہ کما سیجی فلیحفظ میں کہتا ہوں اور یہ مذکور ہوچکا باب تیمم میں کہ جو چیز تیمم کی ناقض ہی جیسا کہ
پانی کا موجود ہونا اور اسکے استعمال پر قادر ہونا وہ ابتدا تیمم کا مانع ہی اور رفع کرنے والا ہی تیمم موجود کا مانند نجاست اور انکشاف عورت کے کہ وہ
ابتداء صلوۃ کی مانع ہی اور صلوۃ موجودہ کی رافع ہی یہاں تک کہ انعقاد صلوۃ یعنے تحریمہ کا مانع ہی چنانچہ آگے آویگا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم خلاصہ
(دور کرنے والی ۱۲)
یہ ہی کہ جسطرح ناقض تیمم اور نجاست اور انکشاف عورت مانع اور رافع ہی اسی طرح خرق موزہ بھی مانع اور رافع ہی ما تدخل فیہ المسلۃ لا ما دونہ
الحاقالہ بمواضع الخرز کمتر سوراخ جو منع مسح کے واسطے جمع کیا جاتا ہی وہ ہی جسمیں ٹاٹ وغیرہ کے سینے کا سوا داخل ہوا نہ وہ سوراخ جو اس سے
کمتر ہی بوجہ الحاق بمواضع دوخت یعنے جیسے دوخت موزے کے سوراخ بالاتفاق عفو ہیں لائق شمار کے نہیں اسی طرح یہ سوراخ بھی لائق شمار کے نہیں
بخلاف نجاستہ متفرقۃ وانکشاف عورۃ وطیب محرم و اعلام ثوب من حریر فانہا تجمع مطلقاً بخلاف متفرق نجاست اور انکشاف عورت کے
اور خوشبوے محرم کے اور کپڑے پر ریشم کی بوٹیاں اسواسطے کہ یہ سب جمع کیے جاتے ہیں مطلقاً یعنے ایک مقام میں ہوں یا چند مقامات میں ہم نجاست متفرقہ
موزوں میں ہو یا کپڑے یا بدن یا مکان میں یا مجموع میں اور انکشاف متفرق چنانچہ عورت کی کچھ شرمگاہ اور اسکی پیٹھ اور رانوں میں تو یہ جمع کیا جاویگا
نجاست کے مانند اور نماز کا مانع ہوگا اور محرم کی خوشبو متفرق اکثر اعضا میں جمع ہوگی اگر بقدر ایک عضو کے ہوجاویگی تو جانور کا ذبح کرنا لازم ہوگا اور ریشم کی
بوٹیاں بھی جمع کیجاوینگی اگر چار انگشت سے زیادہ ہونگی تو مرد کو اسکا پہننا جائز نہوگا یہی قول معتمد ہی کذا فی الطحطاوی واختلف فی جمع خرق اذنی الضحیۃ

ف ۱ یہ لفظ اجتنابا ہی اسکی خبر ما تدخل ہی جو چند سطر بعد آویگی ۱۲
[illegible]

بالاجماع کما یعلم من البرجندی معزیا للنہایۃ وکذا القہستانی لکن باختصار حتے زعم بعضہم انہ خرق الاجماع فتنبہ لیکن جبکہ ایڑی کا ٹخنا اپنے محل سے
قصد سے نہو بلکہ موزے کی کشادگی یا اُسکے سوا اور وجہ سے ہو تو مسح نہین ٹوٹتا ہے بالاتفاق روایات چنانچہ برجندی سے معلوم ہوتا ہے یہ قول نہایہ کی
طرف منسوب ہوتا ہے اور اسی طرح قہستانی شارح نقایہ نے بیان کیا مگر اختصار عبارت کے ساتھ یہان تک کہ بعضے لوگون نے گمان کیا ہے کہ قہستانی نے
اجماع کو پھاڑا یعنے مخالف اجماع کے بیان کیا سو خبردار ہو کہ اسکا قول اجماع کے مخالف نہین ہے وینتقض ایضا بغسل اکثر الرجل فیہ لو ادخل الماء
خفیہ صححہ غیر واحد اور موزے مین اکثر پانون کے دھوجانے سے بھی مسح ٹوٹتا ہے اگر اُسنے اپنے موزون مین پانی کو داخل کیا اور اس قول کو بہت فقیہون
نے صحیح کیا ہے ہم حلبی نے کہا اور اسی طرح کا حکم ہے اگر پانی خود موزے مین داخل ہو گیا وقیل لا ینتقض وان بلغ الماء الرکبۃ وہو الاظہر کما فی البحر
عن السراج لان استتار القدم بالخف یمنع سرایۃ الحدث الی الرجل فلا یقع ہذا غسلا معتبرا فلا یوجب البطلان المسح نہر فیغسلہما ثانیا بعد المدۃ او النزع کما
اور بعضون نے کہا کہ موزے مین پانی تک داخل ہونے سے مسح نہین ٹوٹتا ہے اگرچہ پانی زانو تک پہونچا ہوا اور یہی قول ظاہر تر ہے چنانچہ بحرالرائق مین
سراج سے منقول ہے اسواسطے کہ چھپنا قدم کا موزے سے منع کرتا ہے حدث کے پہونچنے کو پانون تک تو اسطرح کا دھوجانا معتبر دھونا نہ ٹھہریگا تو بطلان
مسح کا موجب نہوگا چنانچہ نہرالفائق مین ہے تو دونون قدمون کو مدت اور اُتارنے کے بعد دوسری بار دھویگا چنانچہ مذکور ہو چکا وبقی من نواقضہ
الخرق وخروج الوقت للمعذور اور مسح کے نواقض مین سے باقی رہا موزے کا پھٹنا اور معذور کے حق مین نماز کے وقت کا نکلجانا **مسح مقیم** بعد حدثہ
فسافر قبل تمام یوم ولیلۃ فلو بعدہ نزع **یمسح ثلثا** مقیم نے مسح کیا وضو ٹوٹنے کے بعد پھر اُسنے سفر کیا ایک رات اور دن کے تمام ہوجانے سے پہلے تو وہ
تین رات اور دن مسح کرے تو اگر مدت کے تمام ہوجانے کے بعد سفر کرے تو موزہ اُتارے ہم تین دن مسح کرے یعنے مسح کی مدت کو پورا کرے اسطرح پر
کہ مجموع تین دن ہوجاوین اور یہ مراد نہین کہ سفر سے تین دن تک مسح کرتا رہے کذا فی الطحطاوی ولو اقام مسافر بعد مضے مدۃ مقیم نزع والا اتمہا
لانہ صار مقیما اور اگر مسافر مقیم ہو گیا مدت مقیم یعنے ایک رات دن کے بعد تو موزہ اُتارے اور پانون دھوے اور اگر ایک رات دن نہین گذرا تو مقیم کی
مدت کو پورا کرلے اسواسطے کہ مسافر اب مقیم ہو گیا **وحکم مسح جبیرۃ** ہی عیدان یجبر بہا الکسر **وخرقۃ قرحۃ وموضع فصد** وکی ونحو ذلک کعصابۃ جراحۃ
ولو براسہ **کغسل لما تحتہا** اور مسح جبیرہ کا حکم اور زخم کے چھپانے کا حکم فصد اور داغ کے مکان کا اور مانند اُسکے چنانچہ زخم کی پٹی اگرچہ زخم سر مین ہو اُسکے
ماتحت کے دھونے کے مانند ہے یعنے بدل نہین ہین شارح نے کہا جبیرہ وہ لکڑیان ہین جنسے ٹوٹی ہڈی باندھی جاتی ہے فیکون فرضا یعنے عملیا لثبوتہ بظنی
وہذا قولہما والیہ رجع الامام وخلاصۃ وعلیہ الفتوی شرح مجمع جبکہ مسح جبیرہ وغیرہ کا ماتحت کے دھونے کے مانند ہوا تو مسح کرنا فرض ہوگا یعنی فرض
عملی نہ فرض اعتقادی بسبب ثابت ہونے مسح کے دلیل ظنی سے اور حکم یہ یعنے مسح مذکور کو فرض کہنا صاحبین کا قول ہے اور اسی کی طرف امام نے آخر
کو رجوع کیا چنانچہ خلاصہ مین ہے اور اسی فرض پر فتوی ہے چنانچہ مجمع کی شرح مین ہے ہم جواز مسح جبیرہ کی دلیل یہ ہے کہ علی مرتضیؓ کے ہاتھ کی ہڈی جنگ احد
یا خیبر مین ٹوٹ گئی تھی سو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو مسح کرنے کا امر فرمایا اگرچہ حدیث ضعیف ہے لیکن تعدد طرق سے قوی ہوگئی
ہے امام اول مسح جبیرہ کو واجب کہتے تھے پھر فرض ہونے کے قائل ہوئے قدمنا ان لفظ الفتوی آکد فی التصحیح من المختار والاصح والصحیح اور ہمنے دیباچہ
کتاب مین پہلے ذکر کردیا ہے کہ فتوے کا لفظ تصحیح مین موکد تر ہے مختار اور اصح اور صحیح کے الفاظ سے ہم یعنے ہرچند بعضون نے وجوب مسح کی تصحیح کی ہے
لیکن فرضیت مین فتوے کا لفظ واقع ہوا ہے تو فرضیت موکدہ تر ٹھہری ثم انہ یخالف مسح الخف من وجوہ ذکر منہا ثلثۃ عشر پھر معلوم کرنا چاہیے
کہ مسح جبیرہ کا مخالف ہے مسح موزے کی کئی وجہون سے اُنہین سے مصنف نے تیرہ وجہون کو یہان ذکر کیا ہے فقال **فلا یتوقت** لانہ کالغسل حتے
یکمل الاصحاء سو مصنف نے کہا تو مسح کا وقت یعنے مدت معین نہین اسواسطے کہ وہ دھونے کے مانند ہے تا اینکہ مسح کرنے والا تندرستون کی

ادا ہو جائے کرتا ہے یعنے اسواسطے کہ وہ صاحب عذر نہیں کذا فی المحیط ولو دیہ لما اجری الماء تحت العلیا لم یجب اعادۃ المسح لان بہ ب اور اگر ایک
جبیرہ کو بدل کر دوسرے جبیرہ کو باندھا یا اوپر کی جبیرہ ساقط ہو گئی تو دوسری پر مسح کرنا واجب نہیں لیکن مستحب ہے و یجمع بین مسح جبیرۃ قدم و غسل
الاخرے غسل حرجی اور جمع کیا جاتا ہے ایک پاؤن کی پٹی کا مسح دوسرے پاؤن کے دھونے کے ساتھ یعنے اگر مسح جبیرہ کا مسح ہوتا ہے تا غسل
کے ساتھ جمع ہوتا ہے جیسے ایک قدم کا دھونا اور دوسرے قدم کے موزے پر مسح کرنا جائز نہیں کذا فی الدرر لا مسح خفیہا مسح نہیں کیا جاتا جبیرہ کے
موزے کا مسح دوسرے قدم کی جبیرہ کے مسح کے ساتھ یعنے اگر دونون قدم پر جبیرہ ہو سواے ایک قدم کے جبیرہ پر مسح کیا اور دوسرے قدم کے موزے
پر مسح کیا تو جائز نہیں طحطاوی نے کہا اسواسطے کہ اصل اور بدل میں جمع کرنا لازم آیا بل خفیہ لکنہ دونون موزون کا مسح جمع کیا جاتا ہے صورت
اسکی یہ ہے کہ اگر ایک پاؤن پر جبیرہ ہے سو اسکا مسح کیا اور دوسرے پاؤن کو دھویا پھر دونون قدم پر موزے پہنے پھر وضو ٹوٹا تو دونون پر مسح کرنا جائز
ہے اسواسطے کہ جمع متقدم بیان نہیں ہے یعنے اصل اور بدل میں بیان اجتماع نہیں کذا فی الطحطاوی ویجوز ای یصح مسحہا ولو شدت بلا وضوء
وغسل دفعا للحرج اور جائز ہے یعنے مسح جبیرہ کا صحیح ہے اگرچہ جبیرہ بدون وضو اور دھونے کے باندھی گئی ہو دفع مشقت کے واسطے ویترک المسح
کالغسل ان ضر والا لا یترک اور ترک کیا جاتا ہے جبیرہ کا مسح جیسے دھونا وہان کا متروک ہے اگر ضرر کرتا ہو اور اگر ضرر نہ ہو تو ترک نکیا جاوے ہم
ضرر سے مراد وہ ضرر ہے جو اعتبار کے لائق ہے نہ مطلق ضرر اسواسطے کہ حمل او نے ضرر سے خالی نہیں اور یہ ترک کو مباح نہیں کرتا کذا فی الطحطاوی
وہو اے مسحہا مشروط بالعجز عن مسح نفس الموضع اور وہ یعنی جبیرہ کا مسح کرنا مشروط ہے ساتھ عاجز ہونے کے مسح کرنے نفس موضع سے
یعنے عضو کو جب مسح نکر سکے تب جبیرہ کا مسح صحیح ہے ہم عاجزی کی صورت یہ ہے کہ موضع جبیرہ کو پانی ضرر کرتا ہو یا پٹی بندھی ہو جسکا کھولنا ضرر کرتا ہے کذا
فی الدرر فان قدر علیہ فلا مسح علیہا سو اگر عضو کے مسح پر قادر ہو تو پٹی پر مسح کرنا صحیح نہیں ہم محیط میں ہے کہ اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ لوگ اس شرط
سے غافل ہیں کذا فی الدرر والحاصل لزوم غسل المحل ولو بماء حار فان ضر مسحہ فان ضر مسحہا فان ضر سقط اصلا حاصل کلام یہ ہے کہ دھونا محل مکسورہ کا لازم
ہے اگرچہ گرم پانی سے ہو یعنے اگر سرد پانی سے دھونا ضرر کرتا ہو تو گرم پانی سے دھونا چاہیے اور گرم پانی سے دھونا وہان کا ضرر کرتا ہو تو عضو کو مسح
کرے اور اگر نفس عضو کا مسح ضرر کرتا ہو تو اسکی پٹی پر مسح کرے اور اگر پٹی پر مسح کرنا بھی ضرر کرتا ہو تو بالکل ساقط ہو گیا یعنی دھونا لازم رہا نہ مسح کرنا ومسح
نحو مفتصد وجرح علی کل عصابتہ مع فرجتہا فی الاصح ان ضرہ الماء او حلہا اور مسح کرے فصد لینے والا اور زخمی اور جو اسکی مانند ہو ساری پٹی پر
مکان کے ساتھ جو پٹی کی گرہ کے دونون طرف کشادہ ہے صحیح تر قول میں اگر اسکو پانی ضرر کرتا ہو یا پٹی کا کھولنا مضر ہو ہم مصنف استیعاب مسح میں صاحب کنز کا
تابع ہوا اور قول اصح جسپر فتوی ہے یہ ہے کہ اکثر عصابہ کا مسح کافی ہے اور گرہ کے پاس کشادگی کا مسح کرنا کافی ہے ذخیرہ میں کہا کہ یہی قول صحیح ہے یعنے خلاصہ میں جو وہان
کے دھونے کو فرض کہا ہے سو صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی ومنہ ان لا یمکنہ ربطہا بنفسہ ولا یجد من یربطہا اور منجملہ ضرر کے یہ ہے کہ اس شخص کو خود پٹی کا باندھنا
ممکن نہیں اور نہ اس شخص کو پاتا ہے جو پٹی کو باندھ دے انکسر ظفرہ فجعل علیہ دواء او وضعہ علی شقوق رجلہ اجری الماء علیہ ان قدر والا مسحہ
والا ترکہ ایک شخص کا ناخن ٹوٹا سو اوسنے اسپر دوا رکھی یا پاؤن کی بوائی پر دوا لگائی تو وضو میں اسپر پانی کو بہا دے اگر ہو سکے اور اگر نہ ہو سکے تو اسکو
مسح کرے اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو چھوڑ دے یعنے تو دھونا اور مسح کرنا دونون ساقط ہو گیا عذر سے والمسح یبطلہ سقوطہا عن برء والا لا اور مسح کو باطل
کرتا ہے گر پڑنا پٹی کا زخم کے چنگے ہو جانے سے اور اگر بدون صحت کے پٹی ساقط ہو گئی تو مسح باطل نہیں ہوتا بر خلاف مسح موزے کے فان سقطت فی الصلوۃ
استانفہا پھر اگر پٹی صحت کے بعد نماز میں ساقط ہو گئی تو نماز کو پھر شروع کرے وکذا الحکم لو سقط الدواء او برء موضعہا ولم یسقط مجتبی اور اسی طرح حکم تفصیل
ہے اگر دوا ساقط ہو گئی یا پٹی کا مکان اچھا ہو گیا اور ہنوز پٹی نہیں گری کذا فی المجتبی ہم یعنی اگر دوا صحت کے بعد نماز میں ساقط ہوئی یا پٹی کا محل اچھا ہو گیا تو نماز کو دہراوے۔

شروع کرے وینبغی تقییدہ بما اذا لم یضرّ ازالتھا فان ضرہ فلا بحر اور حکم مذکور کو مقید کرنا چاہیئے اس صورت کے ساتھ جبکہ پٹی کا اُتارنا ضرر نکرے تو اگر مضر ہو تو
باطل نہین کذا فی البحر م یعنے پٹی کے ساقط ہونے سے بعد صحت کے اُسوقت مسح باطل ہوتا ہی جبکہ پٹی کا کھولڈالنا ضرر نکرتا ہو اور اگر مضر ہو اسطرح کہ پٹی
نہایت چپکی ہو گوشت سے اور اُسکے جدا کرنے مین تازگی زخم کا احتمال ہی تو اس صورت مین مسح باطل نہوگا والرجل والمرأۃ والمحدث والجنب فی المسح
علیہا وسےعلی توابعہا سواء اتفاقا اور مرد اور عورت اور محدث اور جنب جبیرہ کے مسح مین اور اُسکے توابع مین برابر ہین بالاتفاق م توابع جبیرہ جیسا
اور فصد کی پٹی اور داغ کا موضع اور وہ تندرست مقام جو ضرورت کے سبب سے پٹی کے نیچے آگیا ہی ولا یشترط فی مسحہا استیعاب وتکرار فی الاصح فیکفی مسح
اکثرہا مرۃ بہ یفتی اور پٹی کے مسح مین پوری پٹی پر مسح کرنا اور مسح کو مکرر کرنا شرط نہین صحیح تر قول مین تو پٹی کا ایکبار آدھے سے زیادہ مسح کرنا کفایت کرتا ہی
اسی قول پر فتوی ہی م یہ قول مخالف ہی قول سابق کے کہ وہان پوری پٹی کا مسح مذکور ہی اور اگر اسی قول اخیر پر اقتصار ہوتا تو بہتر تھا اسواسطے کہ فتوی
اسی قول پر ہی کذا فی الطحطاوی وکذا لا یشترط فیہا نیۃ اتفاقا بخلاف الخف فی قول اور اسی طرح پٹی کے مسح مین نیت شرط نہین برخلاف مسح موزہ
کے کہ اُسمین ایک قول مین نیت شرط ہی اور راجح قول یہ ہی کہ موزے کے مسح مین نیت شرط نہین وما فی نسخ المتن ربما عنہ المصنف فی شرحہ اور جو عبارت
متن کے نسخون مین ہی مصنف نے اُسکو ترک کیا ہی اپنی شرح مین م یعنے شرح منح الغفار مین ومسح نحو مفتصد وجریح سے آخر تک ساقط ہی طحطاوی نے کہا
تو اُسکا ذکر نکرنا بہتر تھا تاکہ تناقض کا مصنف پر اعتراض نلگتا

باب الحیض

یہ باب ہی حیض کے احکام اور مسائل مین عنونہ بہ لکثرتہ واصالتہ والا فہی ثلثۃ حیض ونفاس واستحاضۃ مصنف نے حیض کو عنوان قرار دیا اس باب کا حیض
کی کثرت اور اصالت کے سبب سے ورنہ عورت کے خون تو تین قسم کے ہین حیض اور نفاس اور استحاضہ یعنی ہرچند اس باب مین حیض و نفاس و استحاضہ
تینون خونون کے احکام مذکور ہین مگر مصنف نے اس باب کو فقط باب الحیض کرکے آغاز کیا تو اُسکی وجہ یہی ہی کہ حیض کثیر الوقوع اور اصل ہی برخلاف نفاس کے
کہ ہمیشہ نہین ہوتا بچہ پیدا ہونے کے بعد ہوتا ہی اور استحاضہ بھی بیمار عورت کو ہوتا ہی نہ ہر عورت کو ہو لغۃ السیلان وشرعا علی القول بانہ من الاحداث مانعیۃ شرعیۃ
بسبب الدم المذکور وہ یعنی حیض لغت عرب مین روانگی اور بہنے کو کہتے اور اصطلاح شرع مین بنابر اس قول کے کہ حیض حدث ہی منجملہ حدث اور احداث کے
شرعی روکنا ہی خون مذکور کے سبب سے یعنے جن عبادات مین طہارت شرط ہی چنانچہ نماز اور مس مصحف اور دخول مسجد اُنمین شارع نے حیض کو مانع طہارت اعتبار
کیا ہی اگرچہ مانعیت حسیہ نہو وعلی القول بانہ من الانجاس دم من رحم اور بنابر اس قول کے کہ حیض ناپاک چیز ہی منجملہ اور نجاسات کے تو وہ خون ہی کہ عورت کے
رحم یعنے بچہ دان سے جاری ہوتا ہی خرج الاستحاضۃ رحم کی قید سے استحاضہ حیض کی تعریف سے نکلگیا اسواسطے کہ استحاضہ رحم کا خون نہین بلکہ رگ کے پھٹ
جانے سے نکلتا ہی اور اسی طرح نکسیر اور زخمون کا خون اور جو کہ مقعد سے خارج ہو وہ زخم کی قید سے خارج ہو گیا ومنہ ما تراہ صغیرۃ وآئسۃ ومشکل اور منجملہ
استحاضہ وہ خون ہی جسکو نو برس سے کم عمر کی چھوٹی لڑکی دیکھتی ہی اور وہ بڈھی عورت جسکو حیض کی امید نرہی اور جو خون کہ خنثی مشکل دیکھے قول مختار یہ ہی کہ
۵۵ برس کی عورت آئسہ ہی کذا فی الاکثر المعتبرات لا لولادۃ خرج النفاس نہ ولادت کے سبب سے اس قید سے نفاس خارج ہو گیا حیض کی تعریف سے اسواسطے
کہ نفاس خارج ہوتا ہی رحم سے ولادت کے سبب سے برخلاف حیض کے وسببہ ابتداء ابتلاء اللہ لحوا لاکل الشجرۃ اور حیض کے ہونے کا پہلا سبب خدا کا مبتلا کرنا تھا
حوا علیہا السلام کو درخت منہی عنہ کے کھا لینے سے وہ درخت گیہون تھا یا انجیر یا انگور ورکنہ بروز الدم من الرحم اور حیض کا رکن خون کا باہر نکل آنا ہی رحم سے
یعنی فرج داخل کے کنارے کے برابر ہوجانے [جس سے منع کیا گیا ۱۲] یہی قول معتمد ہی اور محمد رح کے نزدیک احساس رکن ہی حیض کا اور ثمرۂ اختلاف اس صورت مین ظاہر ہوتا ہی کہ عورت نے
وضو کیا پھر گدی رکھی پھر نزول خون کا احساس ہوا قبل غروب کے پھر گدی جدا کی اُسکے بعد [معلوم کرتا ۱۲] تو محمد رح کے نزدیک سارا روزہ ٹوٹا برخلاف شیخین کے یعنے جبکہ خون کنارہ فرج کے [معلوم کرے ۱۲]

مداومی ہوا اور اگر معاوی ہو تو بالاتفاق حیض یا نفاس ثابت ہوگا کذا فی البحر وی من نفرد و تسریلہ تقدم نصاب الطہر ولو حکما و حیض کی شرط مقدم ہونا ہے
نصاب طہر یعنے اقل مدت طہر کا کہ پندرہ دن ہین اگرچہ طہر حکمی ہو ہم طہر حکمی کی دو صورتین ہین ایک تو وہ مدت استحاضہ کہ بعد ایام حیض کے وہ خاص ہو یکھا
اگر خون ہا کرے دوسری وہ صورت جبکہ اول بار حیض نمود ہوا تو یہان بھی نصاب طہر کا مقدم ہونا حکما ہو وعدم نقصہ عن اقلہ اور شرط حیض کی کم نہونا کمتر سے
مدت حیض سے یعنی تین دن سے اور ادائہ بعد الست اور حیض کا زمانہ نو برس کے بعد ہو وقت ثبوتہ بالبروز فیہ تترک الصلوٰۃ ولو مبتداۃ فی الاصح لان الاصل الصحۃ والحیض
دم صحۃ یعنی اور حیض کے ثابت ہونے کا وقت اسکے ظاہر ہونے سے ہو اسوقت مین عورت نماز کو چھوڑ دے اگرچہ اسکو پہلے پہل حیض آیا ہو صحیح تر قول مین
اسواسطے کہ صحیح سالم ہونا اصل ہو اور حیض صحت کا خون ہو کذا فی المنحی مع غیر ارجح یہ قول ہو کہ جسنے اول بار خون دیکھا وہ تین دن کے بعد نماز چھوڑ دے
کہ شاید وہ خون استحاضہ کا ہو نہ حیض اور راجح قول اکثر مشائخ بخارا کا ہو کہ جب اُسنے حالت بلوغ مین خون دیکھا تو بمجرد دیکھنے کے نماز ترک کرے اسواسطے
کہ صحت اجسام اصل ہو اور مرض مقتضی استحاضہ عارض ہو تو بمقتضاء اصالت اس خون کو حیض قرار دینا چاہیے نہ استحاضہ واقلہ ثلثۃ ایام بلیالیہا الثلث
اور کمتر مدت حیض کی تین دن ہین تین راتون کے ساتھ خواہ اُنہین دنون کی راتین ہون یا نہون فالاضافۃ لبیان العدد والمقدر بالساعات الفلکیۃ
لا لاختصاص تو اضافت اور نسبت لیالی کی ایام ضمیر کی طرف اس زمانہ کے شمار کے واسطے ہو جسکا اندازہ ساعات فلکیہ یعنے نجومی گھڑیون سے کیا گیا
نہ خصوصیت کے بیان کے واسطے یعنے یہ مراد نہین کہ انہین ایام مخصوصہ کی تین راتین ہون ہم ساعت دو قسم ہو ساعت فلکی اور ساعت زمانی ساعت
فلکی پندرہ درجہ کی ہوتی ہو اسکو ساعت معتدلہ بھی کہتے ہین ایک رات اور دن کی ۲۴ گھڑیان ہوتی ہین تو اقل مدت حیض کی ۷۲ گھڑیان ہوئین اور ساعت
زمانی رات یا دن کے بارھوین حصے کا نام ہو اسکو ساعت معوجہ بھی کہتے ہین تو ساعت فلکی کی قید سے ساعت زمانی سے احتراز ہوا اور اسیطرح ساعت
لغوی اور ساعت شرعی سے کہ عبارت ہو زمانہ کے ہر ایک جزء سے اگرچہ وہ قلیل ہو تو اگر عورت کو اول بار خون آیا جبکہ نصف قرص آفتاب کا طالع تھا اور چوتھے
دن منقطع ہوا جبکہ چہارم قرص طالع تھا تو وہ استحاضہ ہو حیض نہین کیونکہ اقل مدت اسکی پائی نہین گئی اور اگر نصف قرص کے طلوع ہونے کے بعد خون منقطع ہوا
تو البتہ حیض ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی عن القہستانی قہ فلا یلزم کونہا لیالی تلک الایام جبکہ اضافت مذکورہ بیان عدد کے واسطے ٹھہری نہ اختصاص کے واسطے
تو راتون کو انہین دنون کی راتین ہونا لازم نہین ہم رات مقدم ہوتی ہو دن پر تو اگر جمعہ کے دن سے حیض شروع ہوا تو یہ لازم نہین کہ جمعہ کی رات مین بھی ہو بلکہ
مطلقا تین راتین لازم ہین جسطرح یہ لازم نہین کہ تین دن پورے ہون آفتاب کے طلوع سے بلکہ مقدار تین دن کے زمانہ گذرنا چاہیے وکذا قولہ واکثرہ
عشرۃ بعشر لیالی کذا رواہ الدارقطنی وغیرہ اور اسی طرح مصنف کا یہ قول ہو کہ اکثر مدت حیض کی دس دن ہین دس راتون کے ساتھ مطلقا خواہ اُنہین
دنون کی راتین ہون یا نہون ایسا روایت کیا ہو اقل اور اکثر مدت کو دارقطنی وغیرہ نے ہم یہ حدیث طرق متعددہ سے مروی ہو تو مرتبہ حسن کو پہونچکر لائق احتجاج
کے ہو گئی کذا فی النہر والناقص عن اقلہ والزائد علی اکثرہ او اکثر النفاس او علی العادۃ وجاوز اکثرہما وما تراہ صغیرۃ دون تسع علی المعتمد وآئسۃ علی
ظاہر المذہب وحامل ولو قبل خروج اکثر الولد استحاضۃ اور جو خون کہ حیض کی اقل مدت یعنی تین رات اور تین دن سے کم ہو اور جو اکثر مدت حیض سے
یا اکثر مدت نفاس سے زائد ہو یا زائد ہو حیض اور نفاس کی عادت سے جو مقرر تھی اور بڑھ گیا اکثر مدت حیض اور نفاس سے اور جو خون کہ نو برس سے کم عمر کی
لڑکی دیکھے بنابر قول معتمد کے اور جو خون کہ وہ بڈھی عورت دیکھے جسکو حیض سے نا امیدی ہو گئی بنابر ظاہر مذہب کے اور جو خون کہ حاملہ عورت دیکھے اگرچہ
وہ اکثر ولد کے نکلنے سے پہلے ہو یہ سب استحاضہ ہو ہم اقل اور اکثر مدت سے ناقص اور زائد ہونا استحاضہ ہو اگرچہ کمی اور زیادتی نہایت کم ہو تو اگر عورت کو پانچ
دن کی مثلا عادت ہو اور اسکا خون جاری ہوا پہلی تاریخ جبکہ نصف قرص آفتاب کا طالع ہوا اور گیارھوین تاریخ منقطع ہوا جبکہ دو ثلث قرص طالع ہوا تھا تو جو پانچ دن سے
زیادہ ہو وہ استحاضہ ہو اسواسطے کہ دس دن سے بقدر سدس کے زائد ہو گیا کذا فی الطحطاوی عن القہستانی واقل الطہر بین الحیضتین او النفاس والحیض

خمسة عشر یوما ولیالیها اجماعا اور کمتر مدت طہر کی یعنے پاک رہنے کی دو حیض کے درمیان یا نفاس اور حیض کے درمیان پندرہ دن اور راتین ہاتین باتفاق
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مع نفاس اور حیض کے درمیان کا طہر اس صورت مین پندرہ دن ہوتا ہی جبکہ نفاس کی اکثر مدت پوری ہوگئی ہو کذا فی الطحطاوی
ولا حد لاکثرہ وان استغرق العمر اور حد مقرر نہین اکثر مدت طہر کی اگرچہ تمام عمر کو احاطہ کرجاے ہم استغراق طہر کی تین صورتین مین پہلی صورت یہ ہی کہ
عورت بالغہ ہوجاے عمر کی وجہ سے اور تمام عمر اُسکو خون نہ آوے تو وہ روزہ رکھا کرے اور نماز پڑھا کرے اور ہمیشہ شوہر سے قربت کیا کرے اور اسکی
عدت مہینون سے منقضی ہوگی دوسری یہ کہ بلوغ کے نزدیک یا بعد اُسکے تین دن سے کم خون کو دیکھے پھر ہمیشہ کو خون منقطع ہوجاے اسکا حکم پہلی صورت
کا سا حکم ہی تیسری یہ کہ ایسا خون دیکھے جو حیض ہوسکتا ہی پھر دائمی انقطاع ہوجاے اسکا حکم بھی پہلی صورت کے مانند ہی مگر یہ کہ اُسکی عدت منقضی نہوگی مگر حیض سے
اگر حیض طاری ہو قبل از سن ایاس اور اگر طاری نہو تو مہینون سے اُسکی عدت منقضی ہوگی ابتداء سن ایاس سے چنانچہ باب عدۃ مین مذکور ہوگا الا عند الاحتیاج
الی نصب عادۃ لہا اذا استمر بہا الدم اکثر طہر کی حد نہین مگر عورت کی عادت مقرر کرنے کی احتیاج کے وقت جبکہ اسکا خون برابر بلا انقطاع جاری ہو جاے یعنے
سیلان دائمی مین اکثر طہر کے محدود کرنے کی حاجت ہوگی فیحد لاجل العدۃ بشہرین بہ یفتی تو طلاق کی عدت کیواسطے طہر کی اکثر مدت دو مہینے ٹھہرائے جاینگے
یہی قول مفتی بہ ہی ہم نہایہ مین کہا کہ حاکم شہید کے اس قول پر اسواسطے فتوی ہوا کہ یہ آسان تر ہی اور یہ دو مہینون کی حد معتادہ اور متحیرہ کے حق مین ہی نہ مبتداۃ
مین یعنی جس عورت کو جوان ہوتے ابتداء جوانی سے برابر خون جاری ہوگیا اسواسطے کہ مبتداۃ کا حیض ہر مہینے سے دس دن ہین ابتداء دیت سے خواہ عشرہ
اولی ہو یا عشرہ ثانیہ ہو یا ثالثہ اور باقی ایام طہر کے مین سو اگر مبتداۃ کو اُسکے زوج نے طلاق دی آخر طہر مین تو اُسکی عدت ۴۹ اُنچاس دن مین منقضی ہوگی تین حیض مین ۳۰
دن کے اور دو طہر ایک طہر ۲۰ دن کا اور دوسرا اُنیس دن کا اور اگر اول طہر مین طلاق دی تو عدت آخر ہوگی ۶۸ یا ۶۹ دن مین تین حیض تو تیس دن کے اور تین
طہر ایک طہر ۲۰ دن کا اور دو طہر اُنیس اُنیس دن کے یا ایک طہر اُنیس دن کا اور دو طہر بیس بیس ۲۰ دن کے اور اگر طلاق دی اول حیض مین عدت منقضی ہوگی ۹۰
یا ۹۹ دن مین چار حیض چالیس دن کے اور تین طہر بطہر سابق کے کذا فی الطحطاوی وعم کلامہ المبتداۃ والمعتادۃ ومن نسیت عادتہا اور مصنف کا کلام نصب
عادت مین شامل ہی مبتداۃ اور معتادہ یعنی وہ عورت کہ اپنی عادت نہین بھولی اور اس عورت کو جو اپنے حیض کی عادت بھول گئی ہم یہ کلام فی نفسہ صحیح ہی اگرچہ اکثر
طہر کی حد مختلف ہی اسواسطے کہ معتادہ اور ناسیہ کی اکثر طہر کی حد دو مہینے ہین اور مبتداۃ کے ۲۰ دن ہین حالت استحاضہ مین طحطاوی نے کہا مصنف کا یہ کلام الا
عند نصب عادۃ لہا اذا استمر بہا الدم مبتداۃ کے ۲۰ دن پر بھی صادق آتا ہی وتسمی المحیرۃ والمضللۃ اور جو کہ حیض کی عادت بھول گئی اُسکو محیرہ اور مضللہ کہتے ہین ہم محیرہ
اور مضللہ بصیغہ مفعول اور فاعل دونون جائز ہین یعنے وہ عورت اپنے حیض اور طہر مین حیران اور گمراہ ہی یا یہ کہ اُسنے فقہا کو حیران کر رکھا ہی اور اُسکو ناسیہ بھی کہتے ہین رسالہ ۱۲
اور متحیرہ بھی بولتے ہین واضلالہا اما بعدد او بمکان او بہما کما بسط فی البحر والحاوی اور اُسکا گم کرنا اور بھول جانا یا تو شمار ایام حیض کا بھولنا ہی کہ کے دن حیض آتا تھا
یا مکان کا بھولنا ہی یعنے شمار ایام کا تو یاد ہی مگر تاریخ یاد نہین کہ عشرہ اولی مین ہوتا تھا یا ثانیہ یا ثالثہ مین یا دونون کا بھولنا ہی یعنے نہ شمار یاد ہی نہ تاریخ چنانچہ
بحر الرائق اور حاوی مین شرح مذکور ہی وحاصلہ انہا تتحری اور حاصل اس بیان شرح کا یہ ہی کہ بھولنے والی اٹکل دوڑاوے اور خوب سوچے یعنی ظن غالب پر
عمل کرے یعنی جن دنون کو طہر گمان کرے تو وہ پاک ہی ہر وقت وضو کرکے نماز پڑھا کرے اور جن دنون کو حیض سمجھے اُنمین نماز روزہ ترک کرے خلاصہ کلام یہ ہی
کہ جب اُسکو حیض کا یقین ہو وقت مخصوص مین تو عبادت ترک کرے اور اگر یقین نہو تو گمان غالب پر عمل کرے اور اگر کسی طرح رائے نہ ٹھہرے اور تردد واقع ہو
اُسکا حکم شارح بیان کرتا ہی ومتی ترددت بین حیض ودخول فیہ وطہر توضأت لکل صلوۃ اور جبکہ عورت مذکورہ کو تردد واقع ہو حیض مین اور حیض کے آنے مین اور
طاہر ہونے مین تو ہر نماز کیواسطے وضو کرے یعنی جسدن یہ تردد ہو کہ شاید یہ دن حیض کا ہی یا حیض شروع ہوا یا شاید پاکی کا دن ہی تو ہر نماز مین وضو کیا کرے
یہی قول صحیح ہی اور واجبات اور سنن موکدہ ادا کرے اور قرآن بقدر مفروض اور واجب کے پڑھے اور مسجد مین نجاوے اور قرآن کا مس نکرے وتمامہ فی الطحطاوی

ان الفاظ کی تفسیر آگے آتی ہے ۱۲ (منہ)

و لا ینبغی الدخول فیہ مسجد اتفاقاً و ما اگر درد ہو جنبی اور ظہر میں بعد طہر کے داخل ہونے یعنے حیض سے خلاصی ہونے میں تو ہر نماز کے وقت غسل کرے
اسواسطے کہ شاید حیض سے خلاصی ہوئی ہو تو مین دخل ہونے ... غیرہ کرے تو صحابہ ... اور چھوڑے نماز نہ پڑھے کہ ... مسجد کے باہر کرے اور جماع کو یعنے وقت
اپنے ... اور روزہ ... شاید حیض میں جماع واقع ہو ... یہ دوسری صورت سے متعلق ہے ... نقصان ... عشرین ... حق
ابتدائیہ اور سارے رمضان میں روزہ رکھے پھر ... دن قضا کرے اگر جانتی ہو شروع ہونا حیض کا اس ... رات کو ہم ... ہے
ہو اور رات ... ہو گا ... روزہ رمضان میں سارا ... دن کے فاسد ہوا اور ... دن قضا کے فاسد ہو گئے کذا فی الحلبی قضا کے دن فاسد ہوئے حیض کے
احتمال سے تو ... دن تک قضا کرے میں دس روزے بالیقین طہر میں واقع ہو گئے والا ثنین و عشرین ورنہ بائیس دن قضا کرے یعنے اگر ابتدا حیض دن سے
جانتی ہو تو ... دن قضا کرے اسواسطے کہ اگر حیض دن سے شروع ہوا تو دن میں ختم ہو گا گیارھویں دن تو گیارہ روزے اُسکے فاسد ہو گئے اور اسی قدر قضا
کذا فی الحلبی تو ... دن کی قضا میں گیارہ روزے بالیقین طہر میں واقع ہو گئے و تطوف لرکن ثم بعید بعد عشرۃ اور طواف کرے فرض جسکو طواف الزیارت کہتے
ہیں پھر اُسکا اعادہ کرے دس دن کے بعد یعنے اسواسطے کہ طواف الزیارۃ میں طہارۃ واجب ہے اور شاید کہ وہ طواف حیض میں واقع ہوا ہو و لتصدر ولا تعید
اور طواف الصدر کرے یعنے کعبہ سے رخصت ہونے کا طواف اور اُسکا اعادہ نہ کرے اسواسطے کہ حائض پر طواف الصدر ساقط ہے و تعتد للطلاق بسبعۃ اشہر
سنۃ المفتی بہ اور عدت کرے طلاق کی وجہ سے سات مہینے مفتے بہ قول پر یعنے مضلہ اور اسی طرح ممتادۃ الدم بقول حاکم شہید سات مہینے کی مدت کرے
کذا فی الحلبی اسلیے کہ تین حیض کے تیس دن اور چھ مہینے کے تین طہر چنانچہ سابق میں گذرا کہ اکثر طہر اُسکا دو مہینے کا ہے و ما تراہ من لون الکدرۃ والترتیبۃ
فی مدۃ المعتادۃ اور حیض کی مدت معتادہ میں جو رنگ کہ دیکھے چنانچہ تیرگی اور خاکستری وہ حیض ہے حکم جبکہ تیرہ اور خاکستر خون حیض ٹھہرا تو سرخ اور
سیاہ اور زرد اور سبز بطریق اولے حیض ہو گا سوی بیاض خالص قیل ہو شئ یشبہ الخیط الابیض سفیدی خالص کے سوا کہ وہ حیض نہیں ہے بعضوں
نے کہا کہ بیاض خالص ایک چیز ہے سفید دھاگے کی مانند یعنی بعد اختتام حیض کے گدی پر ظاہر ہوتی ہے لیکن تحقیق یہ ہے کہ بیاض خالص سے انقطاع حیض
مراد ہے کذا فی نہر الفائق و لو المرئی طہراً متخللاً بین الدمین فیہا حیض اگرچہ مدت کے اندر دو خونوں کے درمیان طہر معلوم ہو وہ بھی حیض ہے یعنے حیض کے دس
دن کی مدت میں اول خون نظر آیا اور آخر میں بھی نمود ہوا اور درمیان میں خشکی معلوم ہوئی تو یہ طہر متخلل بین الدمین بھی حیض میں داخل ہے لان العبرۃ لاولہ و آخرہ
و علیہ المتون فلیحفظ طہر متخلل اسواسطے حیض ٹھہرا کہ اُسکے اول اور آخر کا اعتبار ہے اور اسی قول پر متون فقہ کا اتفاق ہے تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے ہم یعنے جیسے
وجوب زکوٰۃ میں ابتدا اور انتہاء سال میں نصاب کا ہونا کافی ہے اگرچہ سال کے اندر پوری نصاب باقی نہ رہی ہو اسی طرح حیض میں مدت کے اول و آخر کا
اعتبار ہے درمیان کی خشکی ساقط الاعتبار ہے شارح نے اس قول سے صاحب بحر کے اس کلام کے رد ہونے پر اشارہ کیا اگرچہ اس روایت کو اصحاب متون نے اختیار
کیا ہے لیکن اصحاب شروح نے اُسکی تصحیح نہیں کی اسواسطے کہ نصاب پر قیاس صحیح نہیں کیونکہ یہاں خون اثناء مدت میں منقطع ہے اور زکوٰۃ میں بقاء جز نصاب
اثناء سال میں مشروط ہے صاحب نہر الفائق نے اُسکو یوں رد کیا ہے کہ یہ قیاس نہیں ہے نصاب پر بلکہ اُسکا نظیر بیان کیا ہے ثم ذکر احکامہ بقولہ یمنع صلوٰۃ مطلقاً
و لو سجدۃ شکر پھر مصنف نے احکام حیض کے بیان کیے اپنے اس قول سے کہ حیض منع کرتا ہے نماز کو مطلقاً یعنے خواہ رکوع سجود والی نماز ہو خواہ جنازہ کی اگرچہ سجدہ
شکر کا ہو و صوماً و جماعاً اور حیض مانع ہے روزہ اور جماع کو و تقضیہ لزوماً دونہا للحرج اور عورت روزہ کو قضا کرے بضرورت نہ نماز کو بسبب حرج اور مشقت
کے کہ نماز ہر سال ہر روز فرض ہے اور روزہ سال بھر میں ایک مہینا تو قضاء صوم میں حرج نہیں اور نماز کی قضا میں دقت ہے و لو شرعت تطوعاً فیہما
قضت فیہما خلافاً لما زعم صدر الشریعۃ بحر اور اگر عورت نے نفل نماز روزہ شروع کیا پھر وہ حائض ہو گئی تو نماز روزہ دونوں قضا کرے برخلاف
اُس قول کے جو صدر الشریعۃ نے گمان کیا ہے کذا فی البحر یعنے شارح وقایہ نے کہا ہے کہ روزہ قضا کرے نہ نماز و فی الفیض لو نامت طاہرۃ و قامت

حائضۃ حکم بحیضہا مذ قامت او رنفیض مین ہی کہ اگر عورت سوئی پاک اور اُٹھی حیض کی حالت مین تو اُسکے ثبوت حیض کا حکم ہوگا جب سے کہ وہ اُٹھی ہم یہ حکم
نظر باحتیاط ہی تو اگر عشا کے وقت بدون نماز پڑھے سوگئی اور صبح کو اُٹھی تو عشا کو قضا کرے اسواسطے کہ اضافت حوادث کی اقرب اوقات کی طرف ہوتی ہی
ولطاہرۃ مذ نامت احتیاطًا اسکے بالعکس مین یعنے سوئی حائض اور اُٹھی طاہر تو اسکی طہارت کا حکم ہوگا سونے کے وقت سے احتیاط کی راہ سے م بعضون نے
کہا قولہ احتیاطًا عکس کی علت ہی مین کہتا ہون کہ وہ دونون صورتون کی علت ہی چنانچہ عنقریب مذکور ہوگا اور اسپر دلیل بحر الرائق کا کلام ہی کہ اگر عورت نے
گدی رکھی رات کو اور فجر کو پاک اُٹھی تو عشا کی نماز قضا کرے پھر اگر وہ طاہر تھی سوا اُسنے تراوٹ دیکھی صبح کو تو بھی عشا کو قضا کرے اگر نماز نہ پڑھی ہو گدی رکھنے
سے پہلے اسکو پاک قرار دینے کی وجہ سے پہلی صورت مین گدی رکھنے کے وقت سے اور حائض قرار دینے کی علت سے دوسری صورت مین گدی کے جدا کرنے کے
وقت سے نظر باحتیاط دونون صورتون مین کذا فی الطحطاوی **ویمنع حلّ دخول المسجد** اور منع کرتا ہی حیض دخول مسجد کے حلال ہونے کو م اس سے معلوم
ہوا کہ جسکے بدن پر نجاست لگی ہو وہ مسجد مین نجائے مسجد کی قید سے عیدگاہ خارج ہی اور اسی طرح خانقاہ اور مدرسہ اور جسکے پیٹ مین ریح گھومی وہ اُسکے خارج
کرنے کو باہر مسجد کے نکلجائے یہی قول اصح ہی اور اگر مسجد مین کسی کو احتلام ہو وہ تیمم کرکے باہر نکلے اگر خوف نہو دشمن یا جانور کا اور اگر خوف ہو تو تیمم کرکے وہین
ٹھہرا رہے اگر مسجد سے جلد نکلے تو تیمم کرنا جائز ہی اور اگر خوف سے وہین ٹھہرے تو واجب ہی کذا فی الطحطاوی مختصرا **و حلّ الطواف ولو بعد دخولہا المسجد وشروعہا**
فیہ اور حیض حلت طواف کا مانع ہی اگرچہ حیض بعد داخل ہونے مسجد الحرام کے اور طواف مین شروع کرنے کے بعد عارض ہوا ہو **وقربان ما تحت الازار**
یعنے مابین سرۃ ورکبۃ ولو بلا شہوۃ اور منع کرتا ہی حیض تہ بند کے نیچے کی نزدیکی سے یعنی اس بدن کی قربت سے جو ناف اور گھٹنے کے درمیان ہی اگرچہ قربت
بدون شہوت کے ہو یعنے جماع کرنا اور ران وہان لگانا اور بدون شہوت کے ہاتھ لگانا سب حرام ہی م یہ حرمت استمتاع[لہ] ما تحت الازار کی در صورت عدم حیلولت
کے ہی اور اگر بدون جماع کے استمتاع ما تحت الازار ہو حیلولت کے ساتھ یعنے کپڑا درمیان مین حائل ہو تو جائز ہی اگرچہ خون سے آلودگی ہو اور حائض کا کھانا
پکانا اور اسکے آٹے اور پانی چھوئے کو استعمال کرنا مکروہ نہین اور حائض کے بچھونے سے علیحدہ رہنا لائق نہین کہ یہ یہودیون کا فعل ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر
وحل ما عداہ مطلقًا اور قربت مذکورہ کے سوا ہر فعل حلال ہی مطلقًا م ماسوائے قربت مذکورہ نظر ما تحت الازار اور استمتاع بقیہ بدن پر صادق ہی خواہ نظر
کرنا اور استمتاع شہوت کے ساتھ ہو یا بدون شہوت اور یہی مطلب ہی اطلاق کا کذا فی الحلبی وہل یحل النظر ومباشرتہا لہ فیہ تردد اور کیا نظر کرنا عورت
کی ما تحت الازار کو اور بدن سے بدن لگانا عورت کا مرد کو حلال ہی یا نہین جواب اسکا یہ ہی کہ اسمین تردد ہی م شارح کو یہ تردد پیدا ہوا ہی صاحب بحر کے
متردد ہونے سے لیکن تحقیق یہ ہی کہ نظر کے حلال ہونے مین کچھ تردد نہین اسکی تحریم پر کوئی معتمد دلیل نہین وہ داخل ہی اس قول کے تحت مین وحل ما عداہ مطلقًا
کذا فی الطحطاوی **وقراءۃ قرآن** بقصدہ اور حیض منع کرتا ہی قرآن پڑھنے کو قرآن کی نیت سے م حائض کو قرآن پڑھنا ممنوع ہی خواہ پوری آیت ہو یا کم
یہی قول ہی کرخی کا اور اکثر کتب مین اسی کی تصحیح ہی کذا فی البحر لیکن اگر قرآن پڑھا بقصد ثنا یا افتتاح امر یا بقصد دعا تو اصح روایت مین ممنوع نہین اور
بسم اللہ پڑھنا بالاتفاق ممنوع نہین اور اذکار کا پڑھنا مباح ہی مطلقًا اور ذکر کے واسطے حائض کو وضو کرنا مستحب ہی اور ترک اسکا خلاف اولے ہی کذا
فی الطحطاوی **ومسّہ ولو مکتوبًا بالفارسیۃ فی الاصح** اور حیض منع کرتا ہی قرآن کے چھونے کو اگرچہ قرآن فارسی خط مین لکھا ہو صحیح تر قول مین م
مس قرآن جنب اور حائض کو جائز نہین خواہ لوح پر لکھا ہو خواہ درم یا دیوار پر مصحف کا مس کسی طرح جائز نہین نہ حوض کا نہ حاشیہ کا یہی قول معتمد ہی
برخلاف غیر مصحف کہ اسمین مکتوب کا مس جائز نہین اور غیر مکتوب کا مس جائز ہی کذا فی البحر **الا بغلافہ المنفصل** لیکن مگر قرآن کا چھونا جدے غلاف سے جائز ہی
چنانچہ گذرا یعنے جزدان کے ساتھ چھونا درست ہی چولی کے ساتھ درست نہین م قرآن کے مانند توریت اور انجیل اور زبور ہین جنمین تبدیل و تحریف واقع
نہین ہوئی فقہا نے کہا ہی کہ تفسیر اور فقہ اور احادیث کی کتابون کا چھونا حائض کو مکروہ ہی کیونکہ آیات قرآنی سے خالی نہین اس تعلیل سے معلوم ہوتا ہی

[لہ] یعنی حاصل کرنا نفع کا ۱۲

کہ بیچ حضرت شیخ محمد تمرتاشی ہے کذا فی النہر و کذا مس جلد کتبت و ورق فیہ آیۃ اور اسی طرح مکروہ ہے قرآن کے اٹھانے کو جیسے مس ستھے در
ق کہ جدا ہے لیکن جس میں آیت قرآنی مکتوب ہو اور اگر آیت سے کم لکھی ہو تو اسکا چھونا مکروہ نہیں کذا فی الفتح و من حق التوضیح والا بأس
للحائض والجنب بقراءۃ ادعیۃ و مسہا وحملہا و ذکر اللہ تعالیٰ والتسبیح و زیارۃ القبور و دخول مصلے العید اور کچھ مضائقہ نہیں حائض اور جنب کو دعاؤں
کے پڑھنے اور چھونے اور اٹھانے میں اور اللہ تعالیٰ کے ذکر میں اور سبحان اللہ کہنے اور قبروں کی زیارت اور عیدگاہ کے داخل ہونے میں ہم اس پر کہتے
ہیں کہ اشارہ ہے کہ جنب اور حائض کو ان چیزوں میں وضو کر لینا مستحب ہے واکل وشرب بعد مضمضۃ وغسل ید اور کھانے پینے میں کلی کرنے اور ہاتھ
دھونے کے بعد ہم کو کلی اور ہاتھ دھونے کے بعد کھانا پینا اچھا اور مکروہ نہیں حائض کو یہ لفظ لا بأس کا خلاف اولیٰ پر جو مرجع ہے کراہت تنزیہی کا دلالت
کرتا ہے قبل تول شارح واما قبلہما فیکرہ کذا فی الخلاصۃ وفی فیکرہ للجنب لا الحائض الم تخاطب بغسل ذکرہ الحلبی اور کلی اور ہاتھ دھونے سے پہلے کھانا
پینا جنب کو مکروہ ہے نہ حائض کو جبتک کہ حائض کو نہانے کا حکم نہو یعنے طاہر ہونے کے بعد ایسا ذکر کیا ہے حلبی نے ہم جنب اور حائض میں فرق یہ ہے کہ جنب
کا منہ دھونا کلی سے ساقط ہو جاتا ہے تو پانی مستعمل ہوگا اور مستعمل پانی پینا مکروہ ہے ہر چند یہ تعلیل طعام میں جاری نہیں برخلاف حائض کہ اسکا حدث مرتفع
نہیں ہوتا قبل از انقطاع حیض ولا یکرہ تحریما مس قرآن بکم عند الجمہور تیسیرا وصحح فی الہدایۃ الکراہۃ وہو احوط اور مکروہ تحریمی نہیں چھونا قرآن کا
آستین سے اکثر عالموں کے نزدیک آسانی کے واسطے اور ہدایہ میں اسکے مکروہ ہونے کو صحیح کہا اور اسمیں زیادہ تر احتیاط ہے ہم آستین سے مراد وہ کپڑا جو چھونے والے
کے بدن سے متصل ہے ویحل وطیہا اذا انقطع حیضہا لاکثرہ بلا غسل وجوبا بل ندبا اور حلال ہے عورت سے جماع کرنا جبکہ اسکا حیض منقطع ہو لیا
حیض کی اکثر مدت کے بعد بدون غسل واجب کے بلکہ قبل جماع کے نہانا مستحب ہے یعنے جبکہ دس رات دن کے بعد حیض بند ہوا تو بدون نہانے کے اس
عورت کا جماع درست ہے اور قبل جماع کے غسل کرنا واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے تو جماع بلا غسل مکروہ تنزیہی ہے وان انقطع لدون اقلہ تتوضأ وتصلی آخر
الوقت اور اگر منقطع ہوا خون حیض کی اقل مدت سے کمتر میں یعنے رات دن سے کم مدت میں بند ہوا تو عورت وضو کرے اور نماز پڑھے نماز کے آخر وقت میں
ہم یہاں غسل نہ ثابت ہوا کیونکہ یہ خون حیض کا نہیں ہے طحطاوی نے کہا شارح نے اس صورت میں جماع کا حکم بیان نہیں کیا لیکن اسکا حلال نہونا اگلے مسئلے
سے ظاہر ہوتا ہے یعنے جبکہ عادت سے کم اقل مدت کے بعد منقطع ہونے سے حلت نہیں تو یہاں بطریق اولےٰ حلت نہوگی وان لاقلہ فان لدون عادتہا
لم یحل اور اگر حیض منقطع ہوا اپنی اقل مدت کے بعد پھر اگر عادت سے کم مدت میں بند ہو گیا تو جماع حلال نہیں اگرچہ وہ غسل کر چکی ہو کذا فی البحر وتغتسل وتصلی وتصوم
احتیاطا اور عورت مذکورہ غسل کرے اور نماز پڑھے اور روزہ رکھے احتیاط کی راہ سے ہم تاخیر کرنا غسل کا آخر وقت تک مستحب ہے جبکہ پوری عادت کے بعد حیض
منقطع ہوا ہو اور اگر عادت سے کم منقطع ہوا ہو تو تاخیر واجب ہے کذا فی النہر وان لعادتہا فان کتابیۃ حل فی الحال اور اگر اقل مدت کے بعد عورت کی عادت پر حیض منقطع
ہوا تو اگر وہ عورت اہل کتاب سے ہو تو اسکا جماع کرنا فی الحال حلال ہو گیا یعنی اسواسطے کہ اسپر غسل کرنا واجب نہیں کیونکہ کفار احکام شرعیہ کے مخاطب نہیں
کذا فی البحر والا لا یحل حتی تغتسل او تتیمم بشرطہ اور اگر عورت مذکورہ مسلمان ہے تو جماع حلال نہیں یہانتک کہ غسل کرے یا تیمم کرے بدلے غسل کے تیمم کی شرط کے
موافق یعنے اگر آب مطلق کافی کے استعمال سے عاجز ہے تب اسکو تیمم درست ہوگا نہر الفائق میں ہے کہ تیمم کے بعد بدون نماز پڑھے جماع اسکا حلال نہیں بالاجماع بنابر قول
اصح کے او یمضی علیہا زمن یسع الغسل ولبس الثیاب والتحریمۃ یعنے من آخر وقت الصلوۃ لتعلیلہم بوجوبہا فی ذمتہا حتی لو طہرت فی وقت العید لابد ان یمضی
وقت الظہر کما فی السراج یا انقطاع حیض کے بعد اسقدر زمانہ گذر جائے کہ جو گنجائش رکھتا ہو نہانے اور کپڑے پہننے اور تحریمہ باندھنے کی یعنے نماز کے
آخر وقت سے اسقدر زمانہ چاہیے بسبب وجہ بیان کرنے فقہا کے واجب ہونے نماز کے عورت کے ذمہ پر یعنے وجوب نماز کا ثابت نہیں بدون خروج وقت
کے تو اگر عورت طاہر ہوئی عید کے وقت تو ضرور ہے کہ ظہر کا وقت گذر جائے چنانچہ سراج وہاج میں مذکور ہے ہم تو مراد یہ ہے کہ ایسے وقت میں پاک ہو

کہ خروج وقت تک اسقدر باقی ہو کہ نہانا اور کپڑے پہننا اور تحریمہ باندھنا ہو سکتا ہو اور یہ مراد نہیں کہ نماز کے اول وقت میں پاک ہو اور اسقدر زمانہ گذر جاوے
جیسا کہ بعضے غلط سمجھے ہیں ہر چند مصنف کی عبارت عام ہو لیکن مراد یہی ہو جو مذکور ہو گیا اور جماع کو اسواسطے مخصوص کر کے ذکر کیا تا معلوم ہو کہ حیض و نفاس
کی طہارت وقت مذکور کے گذر جانے سے جماع کے حق میں ہو نہ قرآن پڑھنے کے حق میں کذا فی الطحطاوی عن الحموی عن البرجندی و در مین ہو کہ اگر حیض
بند ہوا دس دن کے بعد تو وہ پاک ہو گئی اور غسل واجب ہوا اور اگر تین دن سے کم میں خون بند ہوا یا تین دن سے زیادہ عادت سے کم یا عادت کے وقت
بند ہوا اور پھر جاری ہوا دس دن کی مدت میں تو اسکی طہارت کا حکم باطل ہو گیا خواہ وہ مبتداۃ ہو خواہ معتادہ انتہی ۔ ہل یعتبر التحریمۃ فی الصوم الاصح لا
اور کیا صوم میں بھی تحریمہ معتبر ہو یا نہیں جواب یہ ہو کہ صحیح تر قول میں معتبر نہیں یعنے اگر قبل فجر کے طاہر ہوئی تو وجوب صوم کے واسطے اسقدر زمانہ شرط ہو رات
کا جسمیں نہانا اور کپڑے پہننا ممکن ہو تو نماز اور صوم میں کچھ فرق نہیں سوائے تحریمہ کے کہ نماز میں تحریمہ معتبر ہو اور صوم میں معتبر نہیں وہی من الطہر مطلقا
اور وہ یعنے تحریمہ طہر اور پاکی میں داخل ہو نہ حیض میں ہر صورت سے خواہ انقطاع اکثر مدت سے ہو یا ہو خواہ اقل سے کذا فی الحلبی وکذا الغسل لو لاکثرہ والا
فمن الحیض فیقضی مطلقا ان بقی قدر الغسل والتحریمۃ ولو لعشرۃ فقدر التحریمۃ فقط لئلا تزید ایامہ علی عشرۃ فلیحفظ اور اسی طرح غسل بھی طہر میں داخل ہو اگر
حیض منقطع ہوا ہو اکثر مدت پر اور اگر ایسا نہیں تو وہ حیض میں داخل ہو تو عورت نماز قضا کرے مطلقا اگر زمانہ بقدر غسل اور تحریمہ کے باقی ہو تا کہ حیض
کے ایام دس سے زیادہ نہو جاویں سو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنے اگر اکثر مدت میں انقطاع ہوا ہو تو غسل کا زمانہ حیض میں شمار نہو گا ورنہ ایام حیض کے دس
سے زیادہ ٹھہر ینگے اور یہ شرع سے ثابت نہیں و وطیہا یکفر مستحلہ کما جزم بہ غیر واحد اور جماع کرنا حیض سے کافر ٹھہراتا ہو اسکے حلال سمجھنے والے کو جیسا کہ اس
تکفیر پر ایک نے نہیں بہت فقہا نے یقین کیا ہو ازانجملہ صاحب مبسوط اور صاحب اختیار اور صاحب فتح القدیر ہو کذا فی الطحطاوی وکذا مستحل وطی الدبر عند
الجمہور مجتبی اور اسی طرح وطی دبر کا حلال سمجھنے والا کافر ہو اکثر علما کے نزدیک کذا فی المجتبی اے حلال عورت کی دبر مراد ہو اور غلام وغیرہ کی دبر میں ظاہرا
یہ تکفیر کا خلاف جاری نہیں کذا فی الطحطاوی وقیل لا یکفر فی المسئلتین وہو الصحیح خلاصۃ وعلیہ المعول لانہ حرام لغیرہ ولما یجیئ فی المرتد انہ لا یفتے
بتکفیر مسلم کان فی کفرہ خلاف ولو روایۃ ضعیفۃ اور بعضوں نے کہا کہ حلال سمجھنے والے کو کافر کہنا نچاہیے دونوں مسئلوں میں اور یہی قول صحیح ہو
کذا فی الخلاصۃ اور اسی قول پر اعتماد ہو اسواسطے کہ وہ اپنے غیر کے سبب سے حرام ہو یعنی حیض اور براز کی نجاست کے وجہ سے اور اسلیے کہ باب المرتدین
آویگا کہ فتوی نہیں دیا جاتا اس مسلمان کی تکفیر کا جسکے کفر میں عالموں کا خلاف واقع ہو اگرچہ ضعیف ہی روایت ہو ۔ حرام لغیرہ کے مستحل کی تکفیر پر فتوے
نہیں بلکہ حرام لعینہ کے مستحل پر فتوی ہو جبکہ اسکی حرمت دلیل قطعی سے ثابت ہو سو اگر حرام لغیرہ دلیل قطعی سے ثابت ہو یا حرام لعینہ احادیث سے تو اسکی حلت
کا معتقد کافر نہیں کذا فی الطحطاوی عن البحر ثم ہو کبیرۃ لو عامدا مختارا عالما بالحرمۃ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ جماع کرنا حیض میں گناہ کبیرہ ہو اگر دانستہ ہو اپنے
اختیار سے حرمت کو جان بوجھ کر لا جاہلا او مکرہا او ناسیا گناہ کبیرہ نہیں اگر اسکی حرمت کو نہ جانتا ہو یا بے اختیار ہو کسی کے جبر کرنے سے یا حیض کو بھول کر جماع
کیا ہو فتلزمہ التوبۃ جب گناہ کبیرہ ہوا تو اسکے فاعل کو توبہ اور استغفار لازم ہو و یندب تصدقہ بدینار او بنصفہ اور مستحب ہو اسکو صدقہ دینا ایک دینار
یا نصف دینار کا ہم دینار ساڑھے چار ماشہ سونے کا ہوتا ہو اصحاب سنن کی ابن عباس رض سے ایک روایت یون ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کسی
نے حائض سے جماع کیا اول خون میں اور حالانکہ خون سرخ ہو تو ایک دینار صدقہ کرے اور اگر انقطاع خون میں جماع کیا اور حالانکہ خون زرد ہو تو نصف
دینار خیرات کرے کذا فی تیسیر جامع الاصول ومصرفہ کزکوۃ اور مصرف اس دینار اور نصف دینار کا زکوۃ کی مانند ہو وہل علی المرأۃ تصدق قال فی الضیاء الظاہر لا
اور کیا عورت پر بھی خیرات کرنا مستحب ہو ضیاء میں کہا کہ ظاہرا عورت پر یہ حکم نہیں ہو و دم استحاضۃ حکمہ کرعاف دائم وقتا کاملا اور استحاضہ کے خون کا
حکم نکسیر دائمی کے مانند ہو کہ نماز کے پورے وقت میں جاری ہو ۔ خون استحاضہ چھ قسم ہو ایک وہ ہو جو اقل حیض سے کم ہو ۲ ۔ یہ کہ اگر حیض سے زیادہ ہو

ہو۔ یہ کہ حیض تین دن سے کم نہیں ہوتا اور دس دن سے زیادہ نہیں ہوتا بخلاف نفاس کے۔ یہ کہ نفاس میں کم کی حد نہیں ہے۔ یہ کہ نفاس چالیس دن سے زیادہ ہو اور اسکے نفاس ہم دن کو فرض ہے یہ حیض اور نفاس میں کی ولادت سے زیادہ ہوا اور دونوں کی اکثر مدت سے تجاوز کر جائے وہ حاملہ کا خون کہ ان اعضو کی اور آسیہ اور صغیرہ اور بڑھیا کہ ہوتا ہیں تیسم کا ہی کہ ذکر و یہ السعود اور خون استحاضہ کی علامت یہ ہی کہ اس میں بو نہیں ہوتی اور حیض کے خون میں بدبو ہوتی ہی کذا فی الحموی عن ابو البقا ہیں صوم و صلوٰۃ و وطی و توضئی وصلی و ان قطر الدم علی الحصیر یعنی خون استحاضہ منع نہیں صوم اور صلوٰۃ کا اگرچہ نفل کی نماز ہو اور جماع کو منع نہیں بدلیل اس حدیث کے کہ فاطمہ بنت ابی حبیش سے فرمایا کہ وضو کیا کر اور نماز پڑھا کر اگرچہ خون چٹائی پر ٹپکے ہم حکم نماز کا حدیث کی عبارۃ النص سے ثابت ہوا صوم اور جماع کا دلالۃ النص سے کذا فی الفتح والنفاس لغۃ ولادۃ المرأۃ وشرعا دم فلو لم تره بل تكون نفساء المعتمد نعم تخرج من رحم اور نفاس عرب میں عورت کا جننا ہی اور اصطلاح شرع میں نفاس وہ خون ہی جو رحم سے نکلے لڑکا پیدا ہونے کے بعد پھر اگر عورت ولادت کے بعد خون نہ دیکھے کیا وہ نفساء یعنے زچا ٹھیریگی یا نہیں جواب یہ ہی کہ ان معتمد قول یہی ہی کہ وہ زچا ہی ہم تو اسپر غسل واجب ہی احتیاط کی راہ سے اسواسطے کہ ولادت قلیل خون سے خالی نہیں کذا فی البحر فلو ولدته من سرتها ان سال الدم من الرحم فنفساء والا فذات جرح وان ثبت له احکام الولد پھر اگر عورت لڑکا جنی اپنی ناف سے اسطرح کہ ناف میں زخم تھا وہ پھٹ گیا اور بچہ نکل آیا تو اگر خون بچہ دان سے جاری ہوا تو وہ زچا ہی اور جو اگر خون وہاں سے جاری نہیں ہوا تو وہ عورت زچا نہ ہوگی زخم والی ٹھیریگی اگرچہ اس مولود کو احکام ولد کے ثابت ہونگے ہم احکام مولود کے یہ ہیں کہ اسکی ماں کی عدت منقضی ہوگی اور وہ ام ولد ٹھیریگی اور اسکی طلاق اگر ولادت پر معلق ہوگی تو اسکے پیدا ہونے سے واقع ہوگی کذا فی الطحطاوی عن الظہیریۃ عقب ولد او اکثرہ ولو متقطعا عضوا عضوا النفاس ثابت ہوتا ہی پورا لڑکا پیدا ہونے یا اکثر یعنے نصف سے زیادہ نکلنے کے بعد اگرچہ تمام یا اکثر کٹ کٹ کر ہو کر نکلا ہو لا اقلہ فتتوضا ان قدرت او تتیمم و تومی بصلوٰۃ ولا تؤخر فما عذر الصحیح القادر و نفاس ثابت نہیں کمتر مولود کے نکلنے سے یعنے اگر نصف بدن سے کم خارج ہوا تو وہ عورت زچا نہیں تو اب وہ اس حالت میں وضو کرے اگر وہ قادر ہو یا تیمم کرے اور اشارہ سے نماز پڑھے اور نماز کو تاخیر کرے تو اب کون عذر باقی ہی تاخیر یا ترک نماز کا جسکے بھلے تندرست شخص کو یعنے جب ایسی سخت حالت میں عورت کو تاخیر نماز کا حکم نہیں تو تندرست تو انا مرد کو کہاں عذر باقی رہا ہم عورت مذکورہ کو یوں نماز پڑھنا چاہیے کہ اپنے نیچے ٹھیکرے رکھے یا گڑھا کھود لے اور پھر نماز پڑھے تاکہ لڑکے کو تکلیف نہو کذا فی الطحطاوی وحکمہ کالحیض فی کل شئی الا فی سبعۃ ذکرتہا فی الخزائن وشرحی للملتقی اور نفاس کا حکم حیض کے مانند ہی ہر چیز میں مگر سات چیزوں میں جنکو میں نے خزائن الاسرار اور ملتقی الابحر کی اپنی شرح میں ذکر کیا ہی ہم وہ سات چیزیں یہ ہیں بلوغ اور استبراء اور عدت اور یہ کہ اقل نفاس کی کچھ حد نہیں اور اکثر نفاس کی چالیس دن کا ہوتا ہی اور نفاس صوم کفارہ کے تتابع کا قاطع ہی اور نفاس سے طلاق سنت اور طلاق بدعت میں فصل واقع نہیں ہوتا کذا فی الحلبی منہا انہ لا حد لاقلہ منجملہ ان سات چیزوں کے ایک چیز یہ ہی کہ اقل نفاس کی کچھ حد مقرر نہیں الا اذا احتیج الیہ لعدۃ کقولہ اذا ولدت فانت طالق فقالت مضت عدتی فقدرہ الامام بخمسۃ وعشرین یوما مع ثلث حیض والثانی باحد عشر والثالث بساعۃ اقل نفاس کی حد نہیں مگر جبکہ عدت کے واسطے اسکی طرف حاجت پڑے چنانچہ مرد کے اس قول میں کہ اسنے اپنی عورت سے کہا کہ جب تو جنے تو تجھکو طلاق ہی سو اس عورت نے کہا کہ میری عدت طلاق کی گذر گئی تو امام اعظم نے اقل مدت نفاس کی اس صورت میں ۲۵ دن کی ٹھہرائی ہی تین حیضوں کے ساتھ اور ابو یوسف رح نے گیارہ دن کی اور محمد رح نے ایک ساعت کی مدت ٹھہرائی ہی ہم یہاں امام کے قول پر فتوی ہی کذا فی النہر تو اگر عورت نے ولادت سے ۸۵ دن کے بعد کہا کہ میری عدت گذر گئی تو امام رح کے نزدیک اسکی تصدیق ہوگی کیونکہ ۲۵ دن نفاس کے اور ۱۵ دن کا طہر نفاس اور حیض کے مابین اور تین حیضوں کے پندرہ دن ہر حیض پانچ دن کا اور مابین تین حیضوں کے دو طہر ۳۰ دن کے اور ابو یوسف رح کے نزدیک ادنے مدت تصدیق کی ۶۵ دن ہیں گیارہ دن نفاس کے اور پندرہ دن طہر کے اور تین حیض ۹ دن کے اور انکے مابین دو طہر ۳۰ دن کے اور محمد رح کے نزدیک ادنی مدت

تصدیق کی ۴۵ دن اور ایک ساعت نفاس کی اور ۱۵ دن طہر کے اور تین حیض ۹ دن کے اور مابین کے طہر کے ۳۰ دن کذا فی الطحطاوی واکثرہ اربعون
یوما کذا رواہ الترمذی وغیرہ ولان اکثرہ اربعۃ امثال اکثر الحیض اور اکثر مدت نفاس کی ۴۰ دن ہین اسی طرح ترمذی وغیرہ محدثین نے روایت کی ہے
اور اسواسطے کہ اکثر نفاس اکثر حیض کا چہار چند ہے ہم اکثر حیض دس دن کا ہے تو اُسکا چوگنا ۴۰ دن ہوئے چہار چند ہونے کی یہ وجہ ہے کہ چہار مہینے کے بعد
بچے مین جان پڑتی ہے تو اُسوقت سے حیض کا خون اُسکی غذا ہوتا ہے اور پہلے جو چار مہینے خون بند رہا وہ نفاس ہوکر نکلتا ہے واللہ اعلم والزائد علے اکثرہ
استحاضۃ لو مبتداۃ اور جو خون کہ زیادہ ہو اکثر نفاس یعنے ۴۰ دن سے وہ استحاضہ ہے اگر وہ عورت مبتداۃ ہے یعنے پہلے پہل جنی ہے اُسکی عادت مقرر نہین ہوئی
اما المعتادۃ فترد لعادتہا اور عادت والی زچا تو اپنی عادت کی طرف پھیری جاویگی یعنی اگر اُسکی عادت ۳۰ دن کے نفاس کی ہے اور خون ۴۵ دن جاری رہا
تو ۳۰ دن نفاس کے ہین اور باقی استحاضہ ہے وکذا الحائض اور اسی طرح حائضہ کا حکم ہے یعنے اگر مبتداۃ مین دس دن سے زیادہ خون جاری ہوا تو
زائد استحاضہ ہے اور عادت والی تو اپنی عادت کی طرف پھیری جاویگی کذا فی الطحطاوی فان انقطع علے اکثرہما او قبلہ فالکل نفاس وکذا الحیض ان
ولیہ طہر تام پھر اگر خون بند ہوگیا نفاس اور حیض کی اکثر مدت پر یا پہلے اُسکے تو سارا خون نفاس مین نفاس ہے اور حیض مین تمام حیض ہے اگر ہر ایک
نفاس اور حیض کے بعد پورے طہر یعنے پندرہ دن کا اتصال ہوا والا فعادتہا اور اگر ایسا نہین ہے یعنے اگر اس خون کے بعد ۱۵ دن کا طہر نہوا تو عادت
کے موافق نفاس اور حیض ہے اور عادت سے زیادہ استحاضہ ہے ہم حیض کی صورت یہ ہے کہ عورت کی عادت تھی ہر مہینہ مین مثلاً پانچ دن کی سو اُسکو
چھ دن خون آیا تو چھٹا دن حیض کا ہے پھر اگر اُسکے بعد ۱۴ دن طاہر رہی پھر خون آیا تو اپنی عادت کی طرف پھیری جاویگی اور زائد استحاضہ ہوگا اور
اگر ۱۵ دن طہر رہا تو اب چھ دن کی اُسکی عادت ٹھہر گئی اور نفاس کی صورت یہ ہے کہ اُسکی عادت تھی ہر نفاس مین ۳۰ دن کی پھر اُسکو ایکبار ۳۱ دن خون آیا (ایک روز زائد ۱۲)
پھر ۱۴ دن طہر ہوا پھر خون آیا تو اپنی عادت کی طرف پھیری جاویگی اور یوم زائدہ ۱۵ دن کے طہر مین شمار ہوگا کذا فی الطحطاوی وتثبت وتنتقل بمرۃ بہ یفتی
وتمامہ فیما علقناہ علی الملتقے اور عادت ثابت ہوتی ہے اور بدل جاتی ہے ایکبار سے اسی قول پر فتوے ہے اور اسکا پورا بیان ملتقی الابحر کی ہماری شرح مین ہے
م مثلاً مبتداۃ کو چار دن خون آیا یہ اُسکی عادت ٹھہری پھر جبکہ پانچ دن مثلاً خون آیا تو اب یہی عادت ٹھہری پہلی عادت بدل گئی دوبارہ ایکطرح پر آنا اثبات
اور انتقال عادت مین ابو یوسف کے نزدیک شرط نہین اسی قول پر فتوی ہے اور طرفین کے نزدیک عادت ثابت نہین ہوتی بدون دوبارہ کے والنفاس
لام توأمین من الاول ہا ولدان بینہما دون نصف حول اور دو جوڑوان بچون کی مان نفاس پہلے بچے کے پیدا ہونے سے ثابت ہوتا ہے توأمین دو دو
بچے ہین جنکے مابین مین آدھے برس سے کم زمانہ ہے یعنے اسواسطے کہ ولد اول سے انفتاح رحم ظاہر ہوا تو اُسکے بعد کا خون نفاس ٹھہریگا وکذا الثلاثۃ ولو بین
الاول والثالث اکثر منہ فی الاصح اور اسی طرح کا حکم تین بچون کا ہے اگرچہ مابین ولد اول اور ولد ثالث کے نصف سال سے زیادہ زمانہ ہوگیا ہو صحیح تر
قول مین یعنی اول اور ثانی مین اور ثانی اور ثالث مین نصف سال سے کم ہو تو اول اور ثالث کے زیادہ ہونے کا اصح قول مین کچھ اعتبار نہین مصنف نے
اپنی شرح مین بحر الرائق سے نقل کیا کہ جو خون کہ ولد ثانی کے بعد آیا اگر ۴۰ دن سے پہلے ہے تو وہ ولد اول کا نفاس ہے پورے ۴۰ دن تک اور ۴۰ دن کے
بعد استحاضہ ہے تو عورت غسل کرے اور نماز پڑھے بمجرد وضع ثانی کے وہو الصحیح انتہی وانقضاء العدۃ من الاخیر وفاقا لتعلقہ بالفراغ اور عدت کا منقضی
ہونا پچھلے بچے سے ہے بالاتفاق بسبب متعلق ہونے انقضا اور اختتام کے رحم کے خالی ہوجانے سے وسقط مثلث السین ای مسقوط ظہر بعض خلقہ کید
او رجل او اصبع او ظفر او شعر ولا یستبین خلقہ الا بعد مائۃ وعشرین یوما ولد حکما اور سقط یعنے جو پیٹ سے ایسا بچہ ناتمام گر پڑا جسکی بعض خلقت ظاہر ہوگئی جیسے
ہاتھ یا پاؤن یا اُنگلی یا ناخن یا بال تو وہ بچہ ہے حکم شرع مین شارح نے کہا کہ سقط کے سین مین تینون حرکات زبر زیر پیش لغت مین جائز ہین اور وہ بمعنی مسقوط کے ہے
اور ظہور اعضا نہین ہوتا مگر ایک سو بیس دن کے بعد ہم بحر الرائق مین ہے کہ سقط کی تعبیر ساقط کے ساتھ حق ہے لفظاً ومعنیً اسواسطے کہ سقط لازم ہے

مدت کا مقرر نہیں آتا اور نفاس کی مدت مقرر ہوئی ولد ہو جاوے اگر جائے اگر اسکا کوئی عضو ظاہر ہو جائے فتصیر المرأۃ بہ نفساء والامۃ ام ولد ویحنث بہ فی تعلیقہ وتنقضی
بہ العدۃ تو جبکہ ساقط ولد ہوا تو عورت اسکے سبب سے نفاس والی اور لونڈی ام ولد ہو جاویگی اور مرد اسکے سبب سے اپنے تعلیق میں قسم توڑنے والا ہوگا
اور اسی سبب سے عدت منقضی ہو جاویگی مع لونڈی ام ولد ہو جاتی ہے یعنی جب اسکا مولی دعوی کرے کہ یہ میرے نطفہ سے ہے اور تعلیق کی یہ صورت ہے کہ عتق یا طلاق
وغیرہ کو عورت کی ولادت پر معلق کیا او طلاق اور عتاق واقع ہوگی ساقط کے پیدا ہونے سے اور عدہ کی مدت آخر ہوگی خواہ وہ بی بی ہو یا لونڈی یا اسکا شوہر مرگیا ہو
المذکور فی العدۃ فان لم یظہر لہ شیء فلیس بشیء پھر اگر حمل ساقط ہوا اور کچھ اعضاء ظاہر نہو تو وہ کوئی چیز نہیں یعنی نفاس وغیرہ کا حکم اس سے متعلق نہیں والمرئی
حیض ان دام ثلاثا وتقدمہ طہر تام اور جو خون کہ اسکے بعد دیکھا جاوے وہ حیض ہے اگر جاری رہا تین دن اور اسکے پہلے پورا طہر گذرا یعنی پندرہ دن کا والا استحاضۃ
اور اگر ایسا نہیں یعنی تین دن جاری نہ رہا اور پورا طہر مقدم ہوا یا تین دن جاری رہا اور پورا طہر مقدم نہیں ہوا تو وہ خون استحاضہ ہے ولو لم یدر حالہ
ولا مدۃ ایام حملہا ودام الدم تدع الصلاۃ ایام حیضہا بیقین ثم تغتسل ثم تصلی کمعذور اور اگر حمل ساقط کا حال معلوم نہوا کہ اسکی بعض خلقت ظاہر ہوئی یا نہیں مثلا
بدررو میں گرا اور پھینک دیا گیا اور نہ حمل کے دنوں کا شمار دریافت رہا اور خون ہمیشہ جاری ہو گیا تو نماز کو چھوڑے اپنے حیض کے یقینی دنوں میں پھر نہا کر
پھر نماز پڑھا کرے معذور کے مانند ولا یحد ایاس بمدۃ بل ہو ان تبلغ من السن ما لا تحیض مثلہا فیہ فاذا بلغت وانقطع دمہا حکم بایاسہا اور محدود
نہیں ناامیدی حیض کی پیری کی وجہ سے کسی مدت معین کے ساتھ بلکہ ایاس یعنی ناامیدی یہ ہے کہ عورت اتنی عمر کو پہونچے کہ ویسی عورت کو اتنی عمر میں حیض نہ آتا ہو
پھر عورت جبکہ اس عمر کو پہونچی اور خون اسکا بند ہو گیا تو اسکے ایاس کا حکم ہوگا مع حلبی محشی نے کہا کہ یہ امام سے روایت ہے اور حکم ایاس کا فائدہ یہ ہے کہ عدت
عدت مہینوں سے ٹھہرے گی اگر اثنائے عدت میں خون نمود نہوا فما رأتہ بعد الانقطاع حیض فیبطل الاعتداد بالاشہر وتفسد الانکحۃ پھر جو خون کہ دیکھا اسنے
انقطاع کے بعد وہ حیض ہے تو باطل ہوگا عدت کا شمار مہینوں سے اور نکاح فاسد ہو جاوینگے مع طلاق کی عدت تین حیض سے منقضی ہوتی ہے اور ایاس میں تین
مہینوں سے پھر جب بعد انقطاع کے حیض آیا تو مہینوں کی عدت باطل ہو گئی اب حیض سے عدت کرنا چاہیے اور نکاح اسواسطے فاسد ہوا کہ عدت کے اندر
نکاح واقع ہوا وہ جائز نہیں وقیل یحد بخمسین سنۃ وعلیہ المعول والفتوی فی زماننا مجتبی وغیرہ تیسیرا اور بعضوں نے کہا کہ ایاس کی مدت پچاس برس کے ساتھ
محدود ہے اور اسی قول پر اعتماد ہے اور اسی پر فتوی ہے ہمارے زمانہ میں چنانچہ مجتبی وغیرہ میں ہے آسانی کے واسطے وحدہ فی العدۃ بخمس وخمسین قال فی الضیاء
وعلیہ الاعتماد اور مصنف نے باب العدۃ میں پچپن برس کی حد ایاس بیان کی ہے ضیاء میں کہا اور اسی قول پر اعتماد ہے وما رأتہ بعدہا ای بعد المدۃ المذکورۃ
فلیس بحیض فی ظاہر المذہب الا اذا کان دما خالصا فحیض حتی یبطل بہ الاعتداد بالاشہر لکن قبل تمامہا لا بعدہ حتی لا تفسد الانکحۃ وہو المختار للفتوی
جوہرہ وغیرہا وتحقیقہ فی العدۃ اور جو خون کہ عورت دیکھیگی مدت مذکورہ کے بعد یعنی پچاس یا پچپن برس کے بعد وہ حیض نہیں ہے ظاہر مذہب میں مگر جبکہ
خون خالص ہو تو وہ حیض ہے تو باطل ہو جاویگا خون خالص کے نکلنے سے عدت کا شمار کرنا مہینوں سے لیکن قبل تمام ہونے عدت کے بطلان ہے نہ بعد
تمام ہونے کے تو نکاح فاسد نہونگے بعد عدت کے خون خالص کے نکلنے سے اور یہی قول فتوی کے واسطے مختار ہے چنانچہ جوہرہ نیرہ وغیرہ میں ہے اور ہم
آگے اسکی تحقیق مذکور کرینگے باب العدۃ میں وصاحب عذر من بہ سلسل بول لا یمکنہ امساکہ او استطلاق بطن وانفلات ریح واستحاضۃ
او بعینہ رمد او عمش او غرب وکذا کل ما یخرج بوجع ولو من اذن وثدی وسرۃ اور صاحب عذر یعنی معذور وہ شخص ہے جسکو سلسل بول کی بیماری ہے یعنی
جسکا پیشاب ہر وقت جاری ہے اسطرح کہ اسکو روک نہیں سکتا یا کہ اسکا پیٹ چلتا ہے یعنی دست آتے ہیں یا ریح نہیں تھمتی یا استحاضہ ہے یا اسکی آنکھ میں
جو تم ہے یعنی درد کے ساتھ یا آنکھ چوندھی ہے یا کیچڑ بہتا ہے یا گوشہ چشم میں ناسور ہے اور اسی طرح جو پیپ یا پانی بدن سے نکلے درد کے ساتھ اگرچہ کان
اور پستان اور ناف سے نکلے وہ معذور ہے مع جوش چشم اور ناسور وغیرہ میں آنسو اور پانی کا نکلنا درد کے ساتھ شرط ہے عذر کی ان استوعب عذرہ

اور شخص تو ناز ترک کرے اور اس حدث سے وضو ٹوٹ جائے تو یہ ہے کہ فورًا پاک ہوجاتا ہے تو اسکو ترک فرض جاننا حکم صورت اسکی یہ ہے کہ وضو پر
باقی نہیں رہتا تو نماز کے واسطے وضو لیا پھر جاتا رہا تو اسکے وضو کی نجاست اور قبل نماز پاک ہوجاتا ہے تو جب اسکو ترک
کیا تو جب نماز پڑھے تو اس سے مراد یہ ہے کہ تمام نماز کذا فی الطحطاوی والمعذور انما تبقی طہارتہ فی الوقت بشرطین اذا توضأ لعذرہ ولم
یطرأ علیہ حدث آخر اور معذور کی طہارت باقی رہتی وقت میں مگر دو شرطوں سے ایک یہ کہ جب وضو کیا اپنے عذر کے سبب سے اور دوسرے یہ کہ

اور حدث عذر کی سوا ہوا اگر وضو کیا حدث آخر والعذر منقطع تم سال او توضأ لعذرہ ثم طرأ علیہ حدث آخر بان سال احد منخریہ او جرحیہ او قرحتیہ ولو من
عذر کے تمام سال الآخر فلا تبقی طہارتہ یعنی جب وضو کیا معذور نے کسی اور حدث کے سبب سے اور اسکا عذر سابق بند تھا پھر اسکا عذر روان ہوا یا وضو
کیا اپنے عذر معلوم کے سبب سے پھر اس معذور کو کوئی اور حدث طاری ہوا اسطرح پر کہ اسکا ایک نتھنا یا ایک زخم یا ایک قرحہ جاری ہوا اگرچہ وہ چیچک کا
چیچک دوسرا نتھنا یا دوسرا زخم یا دوسرا قرحہ جاری ہوگیا تو طہارت اسکی باقی نہ رہی ہم پہلی صورت میں اسلئے کہ وضو عذر کے واسطے ہوا کہ وضو عذر کی وجہ سے
ہوا تھا بلکہ دوسرے حدث واقع ہونے سے جاتا رہا اور اسکی شرح میں ہے اور اگر دونوں نتھنے یا دونوں زخم ساتھ ہی جاری ہوئے پھر ایک بند ہوگیا تو اسکا
وضو باقی ہے جبتک کہ وضو ٹوٹنے کا وقت باقی ہے کذا فی البحر فروع مسائل متفرقہ شارح کے یجب رد عذرہ او تقلیلہ بقدر قدرتہ ولو بصلوتہ مومیا واجب ہے منع کرنا اور
روکنا اپنے عذر کا یا اسکا کم کردینا بقدر اپنی طاقت کے اگرچہ اشارہ کرکے نماز پڑھنے سے عذر موقوف ہوسکے یعنی اگر عذر روک سکتا ہو تو اسکو روکنا
یا کم کردے بحرالرائق میں ہے کہ جب معذور قادر ہو روکنے سیلان پر پٹی باندھنے یا روئی اندر کرنے سے یا اگر بیٹھ کر پڑھے تو سیلان بند ہو تو روکنا واجب
ہے یعنی فرض ہے تو بیٹھکر اشارہ سے نماز پڑھے اگر سیلان سے سیلان ہوتا ہے اسواسطے کہ ترک سجدہ آسان ہے حدث کے ساتھ نماز پڑھنے سے وبرد و
یعنی صاحب عذر اور عذر کے روک دینے سے وہ شخص معذور باقی نہ رہیگا یعنے تندرست کا حکم پیدا کریگا بخلاف الحائض بخلاف حیض والی عورت
کے یعنی اگر حائض حیض کا سیلان روک دے کسی تدبیر سے تو وہ حائض ہی باقی رہیگی اور مستحاضہ میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ وہ معذور کے مانند ہے
اور بعضوں نے کہا کہ حائض کے مانند طحطاوی نے کہا کہ مستحاضہ عذرات میں داخل ہے تو قول ثانی ضعیف ہے ولا یصلی من بہ انفلات ریح خلف من بہ سلس
بول لانہ معہ حدث ونجس اور نماز نہ پڑھے وہ شخص جسکی ریح جاری ہے پیچھے اُس شخص کے جسکا پیشاب نہیں تھمتا اسواسطے کہ امام میں دو عذر ہیں ایک حدث
اور دوسرا نجاست یعنی مقتدی میں ایک ہی عذر ہے حدث کا نہ نجاست کا

باب الانجاس

یہ باب ہے نجاستوں اور ناپاکیوں کے احکام میں ہم جبکہ نجاست حکمیہ کے بیان سے فراغت ہوئی تو نجاست حقیقیہ اور اسکے پاک کرنے کا بیان شروع ہوا اور
حکمیہ کو اسواسطے مقدم کیا کہ وہ قوی تر ہے کیونکہ نجاست حکمیہ قلیل بھی نماز کی مانع ہے بالاتفاق اور اسکا وجوب ازالہ کسی عذر سے ساقط نہیں بخلاف
نجاست حقیقیہ کے جمع نجس بفتحتین وہو لغۃ یعم الحقیقی والحکمی وعرفا یختص بالاول انجاس جمع ہے نجس کی بفتح نون وجیم اور وہ لغت عرب میں شامل ہے پاک حقیقی
اور حکمی کو اور عرف میں اول یعنے حقیقی کو خاص ہے ہم نجس بالفتح جیم مخصوص نجاست ذاتیہ ہے اور نجس بکسر جیم ذاتیہ اور عرضیہ دونوں میں مستعمل ہے تو
وہ عام ہے مطلقا تو گوہ اور پیشاب کو نجس بالفتح اور بالکسر دونوں کہینگے اور جس کپڑے میں نجاست لگ گئی اسکو نجس بالفتح جیم نہ کہینگے بلکہ اسکو نجس
بکسر جیم بولینگے اور خبث کا لفظ نجاست حقیقی کے ساتھ اور حدث نجاست حکمی کے ساتھ مخصوص ہے اور ازالہ حقیقی کا بدن اور کپڑے اور مکان سے
فرض ہے اگر بقدر مانع صلوۃ ہو اور اسکا ازالہ بلا ارتکاب امر اشد ممکن ہو تو اگر ازالہ بلا کشف عورت ممکن نہو تو نجاست کے ساتھ نماز پڑھے کیونکہ کشف عورت
شدید تر ہے تو اگر کشف عورت لوگوں میں کریگا تو فاسق ہوگا اسواسطے کہ جو شخص دو امر قبیح میں مبتلا ہو وہ آسان تر کو اختیار کرے کذا فی الطحطاوی مختصرا پھر رفع

نجاستہ حقیقیۃ عن محلہا ولو انا راد یا کولا علم محلہا او لا بماء ولو مستعملاً بہ یفتی جائز ہے دور کرنا نجاست حقیقی کا اُسکے مقام سے یعنی جہان وہ لگی ہے اگرچہ محل
نجاست برتن یا کھانے کی چیز ہو چنانچہ روٹی یا کڑاہی خواہ محل اُسکا معلوم ہو یا نہو پانی سے دھو کر اگرچہ مستعمل پانی ہو اسی کا فتویٰ دیا گیا ہے م طحطاوی
مین خلاصہ سے منقول ہے کہ کپڑے کا ایک کنارہ نجس ہو گیا سو یاد نرہا کہ کونسا ہے سو اُسنے کوئی کنارہ دھو ڈالا بدون اٹکل کے تو کپڑا پاک ہو گیا یہی قول مختار
ہے و بکل مائع طاہر قالع للنجاستہ ینعصر بالعصر کخل وماء ورد حتی الریق فتطہر اصبع وثدی تنجس بلحس ثلثا اور جائز ہے رفع نجاست ہر ایک بہنے والی پاک نجاست
اُکھاڑنے والی چیز سے کہ نچڑ جاوے نچوڑنے سے چنانچہ سرکہ اور گلاب یہانتک کہ مُنھ کی رال بھی تو جو اُنگلی اور پستان کہ ناپاک ہوئی پاک ہو جاتی ہے تین بار کے
چاٹنے سے م گلاب اور سرکہ کے مانند آب باقلا اور آب زعفران اور اشجار اور اثمار اور تربوز کا پانی بھی نجاست کو دور کرتا ہے اور پستان نجس ہو جاتی ہے شیر
خوار کی قے سے پھر اُسکے تین بار چاٹنے اور ازالہ اثر سے پاک ہو جاتی ہے بخلاف نحو لبن کزیت لانہ غیر قالع بخلاف مثل دودھ کے چنانچہ تیل اسواسطے کہ وہ نجاست
کو نہیں دور کرتا یعنے اپنی چکنائی کے سبب سے وما قیل ان اللبن وبول مایوکل مزیل مخالف المختار اور یہ جو بعضون نے کہا ہے کہ دودھ اور حلال جانور کا پیشاب
نجاست کا دور کرنے والا ہے سو قول مختار کے مخالف ہے م یہ قول غیر مختار ابو یوسف رح کا قول ہے ویطہر خف ونحوہ کنعل تنجس بذی جرم ہو کل ما یرٰی بعد
الجفاف ولو من غیرہا کخمر وبول اصابہ تراب بہ یفتی بدلک یزول بہ اثرہا اور موزہ اور اُسکے مانند چنانچہ جوتا جو ناپاک ہو گیا جسم والی نجاست سے پاک ہو جاتا ہے
ایسے رگڑنے سے کہ اثر اُسکا اس سے دور ہو جاوے جسم دار وہ نجاست ہے جو نظر آوے خشکی کے بعد اگرچہ اور چیز سے ملکر خشک ہونے کے بعد نظر پڑے چنانچہ
شراب اور پیشاب جسکو مٹی لگ گئی اسی کا فتویٰ دیا جاتا ہے م موزہ کی قید اسواسطے لگائی کہ بدن اور کپڑا رگڑنے سے پاک نہیں ہوتا مگر منی کے رگڑ ڈالنے
سے کپڑا پاک ہو جاتا ہے شراب اور پیشاب اگرچہ بعد خشکی کے نظر نہیں آتا مگر مٹی سے ملکر جرم دار ٹھہریگا تو وہ بھی رگڑنے سے پاک ہو جائیگا اثر سے مراد
اوصاف ثلثہ ہین یعنے رنگ اور مزا اور بو تو اگر کوئی بھی باقی رہیگا تو پاک نہوگا رگڑنا خواہ زمین پر ہو خواہ ناخن اور لکڑی اور پتھر سے کذا فی الطحطاوی والا
جرم لہا کبول فیغسل اور اگر نجاست کا جرم نہو تو موزہ اور مانند اُسکے دھویا جاوے یعنے تین بار خشک کرنے کے ساتھ ایسا ہی بحر الرائق مین لیکن حلبی مین قہستانی
سے منقول ہے کہ قول مختار یہ ہے کہ تین بار اُسپر پانی ڈالے اور چھوڑ دے یہانتک کہ ٹپکنا بند ہو جاوے ویطہر صیقل لا مسام لہ کمرآۃ وظفر وعظم وزجاج وآنیۃ مدہونۃ
وخراطی وصفائح فضۃ غیر منقوشۃ بمسح یزول بہ اثرہا مطلقاً بہ یفتی اور پاک ہوتا ہے صیقل دار یعنے گھونٹ والا جسمین مسام نہین چنانچہ آئینہ اور ناخن اور ہڈی
اور شیشہ اور روغنی برتن چنانچہ رکابی اور پیالی چینی اور خرادی سخت لکڑی چکنی اور بے نقش چاندی کے پتر پونچھنے سے اسطرح کہ اثر نجاست کا باقی نرہے
خواہ نجاست تر ہو یا خشک اسی کا فتویٰ دیا جاتا ہے م پونچھنا صیقلی چیز کا قول معتمد مین مطہر ہے خواہ مٹی سے پونچھے خواہ کپڑے اور صوف سے خواہ نجاست
تر ہو یا خشک کذا فی الطحطاوی وتطہر ارض بخلاف نحو بساط بیبسہا ای جفافہا ولو بریح اور پاک ہو جاتی ہے زمین اُسکے خشک ہو جانے سے اگرچہ حرارت
ہوا سے خشکی حاصل ہو بر خلاف فرش اور اُسکے مانند کے کہ وہ پاک نہین ہوتا بدون پانی جاری کرنے کے م اگر زمین تر ہو تو بدون دھونے کے پاک
نہوگی پھر اگر ایسی نرم زمین ہو کہ پانی کو سوکتی ہو تو اتنا پانی اُسپر ڈالے کہ اُسکے پاک ہو جانے کا ظن غالب حاصل ہو اور اگر سخت ہو اور ڈھالو ہو تو اُسکے
اسفل مین گڑھا کھود دے اور زمین پر پانی ڈالے جب گڑھے مین پانی جمع ہو تو اُسکو مٹی سے توپ دے اور اگر سخت زمین برابر ہے تو اُسکا دھونا ممکن نہین بلکہ
اُسکو کھود کر نیچے کی مٹی اوپر اور اوپر کی نیچے کر دے اور کچی زمین ہو تو اُسپر پانی ڈالے پھر اُسکو رگڑے اور کپڑے یا صوف سے پانی اُسکا خشک کر لے
تین بار اسطرح کرے اور اگر بہت سا پانی اُسپر ڈالے کہ نجاست کا بالکل اثر باقی نہ رہے پھر اُسکو چھوڑے کہ خشک ہو جاوے تو پاک ہو جاویگی کذا فی
الطحطاوی عن السراج والخلاصۃ والمحیط وذہب اثرہا کلون وریح لاجل صلوٰۃ علیہا لا لتیمم بہا اور نجاست کا اثر جاتا رہے زمین پر نماز پڑھنے کے واسطے
ہے نہ اس سے تیمم کرنے کے لیے م نجاست کا اثر چنانچہ رنگ اور بو اور اسی طرح مزہ لان المشروط لہا الطہارۃ ولہ طہوریۃ اسواسطے کہ نماز کے لیے

فی الخزائن المطہرات الی نیف وثلثین وغیرت نظم ابن وہبان فقلت اور التبہ مین نے پہونچایا ہی خزائن الاسرار مین مطہرات کو کئی اور تیس تک اور
بدل ڈالا مین نے ابن وہبان کی نظم کو سو مین نے یون کہا ہے ۵ وغسل ومسح والجفاف مطہر ؛ ونحت وقلب العین والحفر یذکر ؛ اور دھونا
اور پونچھنا اور خشک کرنا پاک کرنے والا ہی اور چھیلنا اور ذات کا بدل جانا اور کھودنا مذکور ہی مطہرات مین ہم دھونا جیسے مثلاً کپڑے مین اور
پونچھنا صیقل دار مین اور خشکی زمین مین اور چھیلنا لکڑی مین اور ذات کا بدل جانا گدھے اور سور کے نمک ہو جانے مین اور کھودنا زمین مین طاہر
کرتا ہی ؛ ودبغ وتخلیل ذکوۃ تحلل ؛ وفرک ودلک والدخول التغور ؛ اور دباغت کرنا چمڑے کا اور سرکہ بنانا شراب کا نمک وغیرہ ڈال کر اور
ذبح کرنا جانور کا اور شراب کا خود بخود سرکہ بنجانا اور خشک منی کا مل ڈالنا اور موزے کا رگڑنا اور حوض نجس مین پاک پانی کا اسقدر داخل ہونا کہ وہ
پھر روان ہو جاے اور کنوئین کے پانی ناپاک کا زمین کے اندر گھسنا اور دھس جانا طاہر کرتا ہی تصرفہ فی البعض ندف ونزحہا ؛ ونار وغلے
غسل بعض تقور ؛ تصرف کرنا بعض مین اور روئی کا دھننا اور کنوئین کے پانی کا نکال ڈالنا اور ناپاک چیز کا آگ مین جلجانا اور ابالنا اور بعض کا
دھونا اور بستہ چیز مین نجاست نکال کر گرڈھا کر دینا م تصرف بعض کا اسطرح مطہر ہی کہ اناج جب بھوسے سے جدا ہوتا ہی بیلون کے روندنے سے
تو انکے پیشاب اور گوبر سے ناپاک ہو جاتا ہی تو جب اسمین کچھ خرچ کیا تو سب پاک ہو گیا خرچ کرنا عام ہی خواہ کھانے کے واسطے ہو خواہ بیع خواہ ہبہ
خواہ خیرات کے واسطے فتاوے عالمگیری مین ہی کہ اگر نصف سے کمتر روئی ناپاک ہوئی تو دھنے سے پاک ہو جاویگی اور قہستانی مین ہی کہ تیل اور اسکے
مانند جیسے گھی یا شہد ناپاک ہوا پھر اسمین پانچوان حصہ پانی ڈالکر ابالا کہ پانی جلگیا تو وہ پاک ہوا اور کپڑا ناپاک ہوا معلوم نہین کہ ناپاکی کہان ہی تو ایک
طرف کے دھونے سے پاک ہو جاتا ہی اور گھی یا شہد یا راب گاڑھی ہی اور اسمین چوہا گرکے مر گیا تو چوہے کو اور اسکے گردپیش کے گھی کو نکال ڈالے کہ گرڈھا
بنجاسے تو باقی چیز پاک ہو گئی ویطہر زیت تنجس بجعلہ صابونا بہ یفتی للبلوے کتنور رش بماء نجس لا باس بالخبز فیہ اور پاک ہو جاتا ہی ناپاک تیل اسکو صابون
بنا ڈالنے سے اسی قول پر فتوے ہی بوجہ بلوی کے یعنی اس سے بچاؤ دشوار ہی جیسے وہ تنور جو ناپاک پانی سے چھڑکا گیا اسمین روٹی پکانے کا کچھ ڈر نہین
کطین تنجس فجعل منہ کوز بعد جعلہ فی النار یطہر ان لم یظہر فیہ اثر النجس بعد الطبخ ذکرہ الحلبی چنانچہ وہ مٹی کہ ناپاک ہو گئی سو اسکا کوزہ بنایا گیا
آگ مین ڈالنے کے بعد پاک ہو جاتا ہی اگر اسمین نجاست کا اثر پکانے کے بعد ظاہر نہین ہوا ایسا ذکر کیا ہی حلبی نے ہم یہ حلبی شارح ہی منیۃ المصلی کا
اور دوسرا حلبی ابراہیم ہی درمختار کا محشی وعفا الشارع عن قدر درہم وان کرہ تحریما فیجب غسلہ اور صاحب شرع نے نجاست بقدر درہم کے معاف
کردی ہی اگرچہ اسکے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہی تو بقدر درم کے نجاست کا دھونا واجب ہی ہم عفو سے مراد یہ ہی کہ قدر درم کی نجاست کے ساتھ نماز
صحیح ہی بدون اسکے دھونے کے اور یہ مراد نہین کہ وہ مکروہ بھی نہین کیونکہ اسکی کراہت ثابت ہی اور اگر نماز شروع کرچکا تو اسکے دھونے کے واسطے نماز کا توڑنا
جائز ہی کذا فی الطحطاوی وما دونہ تنزیہا فیسن اور مکروہ تنزیہی ہی درم سے کم نجاست تو اسکا دھونا مسنون ہی نہ واجب اور فرض ہم یہی قول معتمد ہی پھر اگر
درم سے کم نجاست کے ساتھ نماز شروع کرچکا تو تامل کرے اگر وقت مین وسعت ہو تو دھونا افضل ہی پھر نماز پڑھنا اور اگر جماعت فوت ہوتی ہو تو اگر پانی
ملسکتا ہو اور دوسری جماعت پاسکتا ہو دوسرے مقام مین تو بھی دھونا افضل ہی ورنہ نماز قطع نکرے وفوقہ مبطل فیفرض اور درم سے زیادہ نجاست
نماز کو باطل کرتی ہی تو اسکا دھونا فرض ہی والعبرۃ لوقت الصلوۃ لا الاصابۃ علی الاکثر نہر اور اعتبار نجاست کی مقدار مین نماز پڑھنے کے وقت کا ہی نہ نجاست
لگ جانے کے وقت کا اکثر علما کے نزدیک چنانچہ نہر الفائق مین ہی وہو مثقال وزنہ عشرون قیراطا فی نجس کثیف لہ جرم وعرض مقعر الکف وہو داخل مفاصل
الاصابع فی رقیقہ من مغلظۃ کعذرۃ آدمی اور وہ یعنے درم بوزن ایک مثقال کے ہی یعنے ۲۰ قیراط کی گاڑھی نجاست جرم دار مین اور بقدر چوڑائی قعر
کف دست کے ہی پتلی نجاست مین اور قعر کف دست اندر ہی انگلیون کے جوڑون کا غلیظ نجاست سے جیسے آدمی کا گوہ م نجاست غلیظہ ایک درم

معاف ہو بعضون نے درم کے وزن کا اعتبار کیا مثقال اور بعضون نے ساحت کا ہندوانی نے دونون قولون مین توفیق دی اسطرح کہ اگر نجاست گاڑھی ہو
تو درم کے وزن کا اعتبار ہوگا اور اگر پتلی ہو تو ساحت درم کا اعتبار ہوگا بدائع مین کہا یہی قول مشائخ ماوراء النہر کے نزدیک مختار ہے [illegible]
نے اسی کو صحیح کہا ہے امام اعظم کے نزدیک نجاست غلیظہ جسمین دو نص متعارض نہون صاحبین نے کہا اور اسکے ساتھ مجتہدین صاحبین [illegible]
کا اسمین اختلاف ہو [illegible] نجاست خفیفہ امام کے نزدیک یہ ہے جسمین دو نص متعارض ہون صاحبین نے کہا اور دیگر کے ساتھ مجتہدین کا اختلاف بھی ہو اور خفیفہ کی
تعریف مین [illegible] اسکا اعتبار ہے جس مین بلوی یعنی حرج واقع ہو کذا فی الطحطاوی مختصراً وکذا کل ما خرج منہ موجبا لوضوء او غسل مغلظ اور اسیطرح جو چیز
آدمی کے بدن سے نکلے [illegible] وضو یا غسل کی موجب ہو کر وہ نجاست غلیظہ ہے مثلاً چنانچہ پیشاب اور منی اور مذی اور ودی اور پیپ اور قے منہ بھر کے اور خون حیض
کا [illegible] مین کا اختلاف وارد ہوتا ہے کہ باوجودیکہ ناقض وضو ہے پر طاہر ہے وبول غیر ماکول ولو من صغیر لم یطعم الا
بول [illegible] اور چنانچہ جانور غیر ماکول کا پیشاب آدمی ہو یا غیر آدمی اگرچہ شیرخوار بچے کا پیشاب ہو مگر چمگیدڑ کا پیشاب اور اسکی بیٹ پاک ہے
ولو [illegible] کما فی التاتارخانیہ اور اسیطرح چوہے کا پیشاب پاک ہے یعنے معاف ہے بسبب نہ ہوسکنے بچاؤ کے اس سے اور
اسی [illegible] چنانچہ [illegible] مین ہے حلبی نے کہا یہ معافی کپڑون اور طعام مین ہے نہ پانی مین بزازیہ اور فتاوی قاضیخان مین چوہے کی نجاست کو
ظاہر الروایۃ [illegible] سے مقدم ہے کذا فی الطحطاوی وتجیئ فی آخر الکتاب ان خرء الفارۃ لا تفسد ما لم یظہر اثرہ اور آخر کتاب مین آویگا کہ چوہے کی
مینگنی ناپاک نہین کرتی جبتک اسکا اثر ظاہر نہو یعنی رنگ یا بو مثلاً روٹی کے اندر چوہے کی مینگنی نکلی اگر وہ سخت ہو تو اسکو نکال ڈالے اور روٹی کو کھالے کہ وہ
پاک ہے کذا فی البحر وفی الاشباہ بول السنور فی غیر اوانی الماء عفو وعلیہ الفتوی اور اشباہ مین ہے کہ بلی کا پیشاب پانی کے برتنون کے سوا معاف ہے اور اسی پر
فتوی ہے ودم مسفوح من سائر الحیوانات الا دم شہید ما دام علیہ وما بقی فی لحم مہزول وعروق وکبد وطحال وقلب وما لم یسل ودم سمک وقمل وبرغوث وبق
اور نجاست غلیظہ ہے خون رواں تمام حیوانات کا مگر شہید کا خون پاک ہے جبتک اسکے جسم پر ہے اور جو خون کہ دبلے گوشت اور رگون اور کلیجی اور تلی اور
دل مین باقی رہا یعنی ذبح کے بعد اور جو خون کہ جاری نہین اور مچھلی اور جون اور پسو اور مچھر کا خون کہ یہ سب پاک ہین سو جو خون کہ کلیجی وغیرہ مین باقی
رہتا ہے وہ جاری نہین تو وہ دم مسفوح کی قید سے خارج ہوگیا تو استثنا کی کچھ حاجت نہین زاد فی السراج وکتان وہی کما فی القاموس کرمان دویبۃ حمراء [illegible]
اور سراج وہاج مین ہے اور خون کتان بروزن رمان کا چنانچہ قاموس مین ہے چھوٹا سا کیڑا ہے سرخ رنگ بسیار گزندہ شاید کہ کتان مذکور کھٹمل ہو واللہ اعلم
فالمستثنیٰ اثنا عشر تو حیوانات سے بارہ خون مذکور مستثنیٰ ہین کہ وہ ناپاک نہین وخمر وفی باقی الاشربۃ روایات التغلیظ والتخفیف والطہارۃ ورجح فی البحر
الاول وفی النہر الاوسط اور جیسے خمر یعنی شراب انگوری کہ وہ نجس مغلظ ہے اور باقی مسکر شرابون مین تغلیظ اور تخفیف اور طہارت کی روایات مختلف
ہین بحرالرائق مین اول یعنے تغلیظ کی روایت کی ترجیح ہے اور نہرالفائق مین یعنے تخفیف کی ترجیح ہے صاحب نہر نے منیہ کے اس مسئلہ سے
استدلال کیا ہے کہ اگر نماز پڑھے اور اسکے کپڑے مین شراب مسکر سے کثیر فاحش نہین تو قول اصح مین وہ کافی ہے حلبی نے کہا یہ نص ہے تخفیف نجاست مین
تو صاحب نہر ہی کا قول ہے اسواسطے کہ فرع منصوص کی طرف رجوع ہے اور صاحب بحر کی ترجیح تو فقط بحث کی راہ سے ہے وخرء کل طیر لا یذرق فی الہواء کبط
اہلی ودجاج اور نجاست غلیظہ ہے جیسے بیٹ ہر ایک اس پرندہ کی جو ہوا مین نہین اڑتا چنانچہ خانگی بطخ اور مرغی واما ما یذرق فیہ فان ماکولا فطاہر والا فمخفف لیکن
جو پرندہ کہ ہوا مین اڑا کرتا ہے تو اگر وہ حلال ہے جیسے کبوتر اور گنجشک تو اسکی بیٹ پاک ہے اور اگر حرام ہے تو اسکی بیٹ ناپاک نجاست خفیفہ ہے چنانچہ باز اور شکرا اور
چیل لیکن انکی بیٹ سے کنوان ناپاک نہین ہوتا عموم بلوی کی جہت سے یعنی اس سے بچنا مشکل ہے کذا فی الطحطاوی وروث وخثی اور نجاست غلیظہ ہے جیسے لید
اور گوبر بحرالرائق مین ہے کہ فضلہ فرس اور حمار کو عرب مین روث یعنی لید کہتے ہین اور گائے بیل بھینس کو خثی یعنی گوبر کہتے ہین اور فضلہ اونٹ کو بعر یعنی مینگنی [illegible]

انسان کو نائط یعنی گوہ بیستے ہین افاد بہا نجاستہ خرء کل حیوان غیر الطیور مصنف نے لید اور گوبر کے لفظ سے ہر حیوان کے فضلے کی نجاست کو جتا دیا سوا ے
چڑیون کے ہم بہتر یہ تھا کہ شارح کہتا کہ تغلیظ نجاست پر آگاہ کر دیا وجہ افادہ یہ ہو کہ تغلیظ نجاست حلال جانور کے فضلہ مین ثابت ہوئی تو حرام جانور مین بھی ثابت
ہو گی بلکہ بطریق اولی کذا فی الطحطاوی وقالا مخففۃ اور صاحبین نے کہا کہ لید اور گوبر نجس نجاست خفیفہ ہین ہم صاحب بحر نے کافی سے نقل کیا ہی کتے اور درندے
جانورون کے گوہ کی نجاست غلیظہ ہونے مین امام اور صاحبین کا اتفاق ہی تو اختلاف نہین مگر لید اور گوبر مین کذا فی الطحطاوی وفی النہر بلا بلیۃ قولہما اظہر اور
نہر بلا بلیہ مین ہی کہ صاحبین کا قول ظاہر تر ہی اسواسطے کہ علما کا اختلاف ہی نجاست اور طہارت مین تو یہ اختلاف خفت کا مورث ہی اور عموم بلوے کے سبب سے
بھی کہ راہین اس سے پر رہتی ہین برخلاف حمار وغیرہ غیر ماکول اللحم کے پیشاب کے کہ زمین اسکو سوکھ جاتی ہی کذا فی الزیلعی وطہرہا محمد آخرا للبلوی وبہ قال مالک ومحمد بن
حسن نے لید اور گوبر کو آخر حال مین پاک کہا عموم بلوی اور مزید مشقت کی وجہ سے اور یہی قول ہی امام مالک کا ہم جبکہ امام محمد رح خلیفہ کے ساتھ رے مین داخل ہوئے اور
تکلیف اور مشقت لوگون کی دیکھی کہ راہین اور سرائین اس سے پر ہین تو مجبور یہ کر تخفیف کا پہلا قول ترک کر کے طہارت کے قائل ہوئے ولو اصابہ من نجاسۃ غلیظۃ
ونجاسۃ خفیفۃ جعلت الخفیفۃ تبعا للغلیظۃ احتیاطا کما فی الظہیریۃ اور اگر بدن یا کپڑے کو نجاست غلیظہ اور نجاست خفیفہ لگ گئی تو خفیفہ تابع غلیظہ کے ٹھہرائی جاویگی
احتیاط کی راہ سے چنانچہ ظہیریہ مین ہی یعنے خفیفہ اس صورت مین بمنزلہ غلیظہ کے ہو گی تو اگر دونون ملکر قدر درم سے زائد ہون تو نماز جائز نہو گی ثم متی اطلقوا
النجاسۃ فظاہرہ التغلیظ پھر جاننا چاہیے کہ جب فقہا نجاست کو مطلق بلا قید بولین تو ظاہر اطلاق کا تغلیظ نجاست پر دلالت کرتا ہی وعفی دون ربع جمیع بدن
وثوب ولو کبیرا ہو المختار ذکرہ الحلبی ورجحہ فی النہر علی التقدیر بربع المصاب کذیل وکم وان قال فی الحقائق وعلیہ الفتوی اور نجاست خفیفہ معاف ہی تمام بدن
اور کپڑے کی چوتھائی سے کم اگرچہ کپڑا بڑا ہو چنانچہ جامہ اور پگڑی ایسا ذکر کیا ہی حلبی نے اور اس قول کو نہر الفائق مین راجح کہا ہی اس چیز کی چوتھائی تقدیر جسکو
نجاست لگ گئی ہی چنانچہ دامن اور آستین اگرچہ حقائق مین کہا ہی وعلیہ الفتوی یعنی بدن یا کپڑے کے جس ٹکڑے کو نجاست لگی اسی کی چوتھائی سے کم ہونے کی معافی کی
فتوی ہی حقائق مین نہ تمام بدن اور جمیع ثوب کی چوتھائی پر فتاوی عالمگیری مین ہی کہ اسی قول کو صاحب تحفہ اور محیط اور بدائع اور مجتبی اور سراج وہاج نے صحیح کہا ہی
حلبی محشی در المختار نے کہا کہ فتوی کا لفظ مقدم ہی مختار اور راجح کے لفظ پر من نجاسۃ مخففۃ کبول ماکول ومنہ الفرس وطہرہ محمد کم از چہارم کی معافی ہی نجاست
خفیفہ سے جیسے ماکول اللحم کا پیشاب اور اسی قسم سے ہی گھوڑے کا پیشاب اور ماکول اللحم کے پیشاب کو محمد رح نے پاک کہا ہی ہم شیخین کے نزدیک گھوڑے کے پیشاب کی نجاست
خفیفہ ہی اور امام نے اسکے گوشت کو مکروہ جو کہا ہی تو اسواسطے کہ وہ جہاد کا سامان ہی نہ اسواسطے کہ اسکا گوشت ناپاک ہی وخرء طیر من السباع او غیرہا غیر ماکول
اور چنانچہ بیخال غیر ماکول اللحم چڑیون کی خفیف نجس ہی خواہ وہ چڑیان درندہ ہون مثل باز چرہ یا درندہ نہون وقیل طاہر وصحح اور بعضون نے اسکو پاک کہا ہی
اور اسکی تصحیح بھی بعضون نے کی ہی ثم الخفۃ انما تظہر فی غیر الماء فلیحفظ پھر جاننا چاہیے کہ نجاست کی خفت مین پانی کے غیر مین ظاہر ہوتی ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے
یعنے نجاست خفیفہ کے پڑنے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہی حلبی نے کہا اگر طیر غیر ماکول کی بیٹ سے کنوان نجس نہین ہوتا تو یہ مستثنی ہی چنانچہ سابق مذکور ہو چکا
وعفی دم سمک ولعاب بغل وحمار والمذہب طہارتہا اور معاف ہی خون مچھلی کا اور رال خچر اور گدھے کی اور صحیح مذہب انکے طاہر ہونے کا ہی وبول انتضح
کرؤس الابر اور معاف ہی پیشاب چھینٹین ہو کر لگا سوئیون کے سرون کے مانند یعنی ہر چھینٹ سوئی کی نوک کے برابر ہو اگرچہ سیکڑون ہون وکذا جانبہا الآخر اور
اسی طرح ہر سوزن کے مانند سوئی کی دوسری طرف ہی جدھر سوئی کا ناکا ہوتا ہی وان کثر باصابۃ الماء للضرورۃ اگرچہ پیشاب کی چھینٹین بہت ہو جاوین پانی
لگانے سے یہ معافی ہی ضرورت کے سبب سے یعنی اس سے بچنا دشوار ہی لکن لو وقع فی ماء قلیل نجسہ فی الاصح لان طہارۃ الماء آکد جوہرہ لیکن اگر پیشاب کی
چھینٹ تھوڑے پانی مین پڑیگی تو اسکو ناپاک کریگی صحیح تر قول مین اسواسطے کہ پانی کی طہارت مین زیادہ تر تاکید ہی کذا فی الجوہرۃ ہم پانی اس صورت مین سے
نجس ہوگا جبکہ چھینٹ کا اثر پانی پر ظاہر ہو اسطرح کہ گرنے کے وقت پانی مین فرجہ ہو جاوے یا پانی ہلجاے ورنہ اسکا کچھ اعتبار نہین چنانچہ قہستانی نے تمرتاشی سے

اور اسبیجابی کے قول کا بدائع مین سارے کپڑے کے دھونے کو واجب کہا ہی اور اسبیجابی نے اٹکل کرکے دھونا شرط کیا ہی کذا فی الطحطاوی ثم لو ظهر انه فی
طرف آخر بل یعید فی الخلاصة نعم وفی الظهیریة المختار انه لا یعید الا الصلوٰة التی هو فیها پھر اگر دھونے کے بعد ظاہر ہوا کہ نجاست دوسری طرف ہی جو نہین
دھویا تو دھونے کا اعادہ کرے یا نکرے خلاصہ مین ہی کہ ہان دھو دے اور ظہیریہ مین قول مختار یہ ہی کہ اعادہ نکرے مگر اُس نماز کا جسمین اُسنے نجاست کو
دیکھا م یہ غفلت ہی شارح سے صاحب نہر الفائق کے اتباع سے اسواسطے کہ ظہیریہ کا یہ مسئلہ مغایر ہی مسئلہ خلاصہ کے چنانچہ بحر الرائق کی عبارت اسمین صریح ہی
ظہیریہ مین یون ہی کہ نماز پڑھنے والے نے اپنے کپڑے پر نجاست دیکھی اور معلوم نہین کہ کب سے لگی ہی تو امام کی روایات مختلفہ سے قول مختار یہ ہی کہ اعادہ
نکرے مگر اُس نماز کا جسمین وہ مشغول ہی کذا فی الحلبی کما لو بال حمر خصها التغلیظ بولها اتفاقا علی نحو حنطة تدوسها فقسم او غسل بعضه او ذهب بهبة او اکل
او بیع کما مر چنانچہ اگر گدھون نے پیشاب کیا مثلاً اُس گیہون پر جسکو وہ ماڑتے ہین یعنے روند کر بھوسے سے جدا کرتے ہین پھر گیہون بانٹے گئے یا تھوڑے
سے دھوئے گئے یا کچھ جاتے رہے بخشش یا کھانے یا بیع کی وجہ سے چنانچہ ابیات سابقہ مین اسکا بیان گذرا مصنف نے گدھون کو خاص کرکے
اسواسطے بیان کیا کہ اُنکے پیشاب کی نجاست بالاتفاق ہی حیث یطهر الباقی وکذا الذاهب لاحتمال وقوع النجس فی کل طرف کمسئلة الثوب اسواسطے
کہ باقی گیہون پاک ہوجاتے ہین اور اسی طرح وہ گیہون بھی پاک ہوجاتے ہین جو صرف ہوگئے بسبب احتمال واقع ہونے ناپاک کے ہر طرف مین یعنے
ہوسکتا ہی کہ جسقدر گیہون بعد تصرف کے باقی رہے ناپاک گیہون انھین مین ہون تو اس صورت مین جدا ہوئے پاک ٹھہرینگے اور یہ بھی ممکن ہی کہ ناپاک
گیہون اُنہین جاتے رہے ہون جو تصرف ہوگئے ہین تو اس صورت مین باقی پاک ٹھہرینگے جیسے کپڑے کا مسئلہ کہ ایک طرف کے دھونے سے پاک ٹھہرا نجاست
دھوجانے کے احتمال سے وکذا یطهر محل نجاسة اما عینها فلا تقبل الطهارة مرئیة بعد جفاف کدم بقلعها ای بزوال عینها واثرها ولو بمرة او بما فوق الثلث
فی الاصح اور اسی طرح خشکی کے بعد نمودار نجاست چنانچہ خون پاک ہوجاتی ہی اُسکے اُکھاڑنے اور بالکل دور کرڈالنے سے یعنی عین نجاست اور اُسکے اثر کے زائل
ہوجانے سے اگرچہ زوال ایکبار کے ازالہ سے ہو یا تین بار سے زیادہ صحیح تر قول مین مصنف نے طہارت کے محل کو اسواسطے ذکر کیا کہ عین نجاست تو طہارت کو قبول
نہین کرتی م غایة البیان مین کہا نمودار نجاست سے مراد وہ نجاست ہی جو خشک ہوجانے سے نظر آئے چنانچہ خون اور گوہ اور جو خشکی کے بعد نظر نہ آوے وہ نمودار
نہین اصح یہی ہی کہ ایکبار کے دھونے سے بھی بشرط ازالہ کلی طہارت حاصل ہوتی ہی خواہ گرم پانی سے ہو خواہ آب کثیر بستہ سے خواہ آب ریختہ سے خواہ تغار مین
تین بار سے زیادہ دھونا اُسوقت ہی جبکہ اقل کافی نہو اور غیر صحیح یہ قول ہی کہ بعد زوال عین دو بار دھونا واجب ہی یا تین بار یا ایکبار اصطلح کذا فی الطحطاوی کما
لم یقل بغسلها لیعم نحو ذلک وفرک اور مصنف نے قلع نجاست کہا نہ اُسکے دھونے کو تاکہ کُرَٹنے اور رگڑنے وغیرہ کو بھی شامل رہے یعنے تطہیر فقط دھونے پر منحصر
نہین بلکہ رگڑنے سے چنانچہ موزے مین اور ملنے سے چنانچہ منی مین بھی طہارت حاصل ہوتی ہی ولا یضر بقاء اثر کلون وریح لازم فلا یکلف فی ازالته الی
ماء حار او صابون ونحوه اور طہارت مین ضرر نہین کرتا باقی رہنا نجاست کے اثر لازم کا یعنے جسکا زوال دشوار ہی اثر نجاست چنانچہ رنگ اور بو تو مسلمان
مکلف نہین اثر لازم کے دور کرنے مین گرم پانی یا صابون اور اُسکے مانند اور چیز کی طرف م مانند اُسکے وہ برتن ہی جسمین شراب تھی خواہ برتن نیا ہو یا پرانا
تو بو کا باقی رہنا مضر طہارت نہین یعنے دھونے کے بعد کذا فی الطحطاوی عن البحر عن الفتح بل یطهر ما صبغ او خضب بنجس بغسله ثلثا بلکہ پاک ہوجاتا ہی وہ
جو رنگا گیا یا خضاب کیا گیا ناپاک چیز چنانچہ مہندی اور کسم ناپاک سے اُسکے تین بار دھو ڈالنے سے م نجس سے مراد یہان متنجس ہی نہ نجس العین بدلیل مسئلة الحناء
مردار تو اگر رنگ یا خضاب کیا گیا نجس العین سے چنانچہ خون سے تو اسکی عین اور مزہ اور بو کا ازالہ واجب ہی رنگ کا باقی رہنا مضر نہین م والاولی غسله الی ان یصفو
الماء اور بہتر ہی اسکا دھونا یہانتک کہ دھونے کا پانی صاف بے رنگ نکلے ولا یضر اثر دهن الا دهن ودک میتة لانه عین النجاسة حتی لا یدبغ به جلد
بل یستصبح به فی غیر مسجد اور ضرر نہین کرتا ظاہر ہونے مین ناپاک تیل کی چکنائی کا رہنا مگر مردار جانور کی چربی کی چکنائی مضر طہارت ہی کیونکہ عین

انکی بات پر ہے مانند کہ اس سے چمڑے کو دباغت کر لیجے لیکن مسجد کے سوا اور جگہ اسکے چراغ میں جلانا جائز ہے ویطہر محل نجس غیر مرئی بغلبۃ ظن غاسل
یتطہرہ بلا عدد والا تستعمل ... دکھائی نہ دے یعنی اور جو نجاست دکھائی نہیں دیتی اسکے محل پاک ہونا ہے دھونے والے کے گمان غالب سے اسکے دفع
ہو جانے کا بعینہ دو دفعہ وہ تین دفعہ ہی ہیں جبکہ غاسل کو طہارت محل کا ظن غالب حاصل ہوا تو محل نجاست پاک ہے بشرطیکہ دھونے والا شکّی نہ
ناقص العقل ہوا و جو دھونے والا مکلف نہیں جیسے صغیر یا مجنون ہو تو اسکے استعمال کرانے والے کے ظن غالب کا اعتبار ہے ہم دھونے کی حالت میں جبکہ نہایت
ظن کا ان غالب حاصل ہوا اگرچہ ایک ہی بار دھونے سے یہ بات حاصل ہو تو کفایت کرتا ہے چنانچہ کرخی نے اسکی تصریح کی ہے اور اسبیجابی نے اسکو اختیار
کیا ہے کذا فی الطحطاوی وقدر لموسوس بغسل وعصر ثلثا او سبعا فیما ینعصر مبالغا بحیث لا یقطر اور یہ دھونا وسواس والے کے حق میں اندازہ کیا گیا ہے
دھونے اور نچوڑنے سے تین بار یا سات بار اس چیز میں جو نچڑ سکتی ہے بحالت مبالغہ اسطرح پر کہ پھر نچوڑنے سے بوند نہ ٹپکے ہم از بسکہ موسوس کو ظن غالب کثرت
اوہام سے حاصل نہیں ہوتا اسکے حق میں یہ اندازہ شرع میں مقرر ہوا فقہاء عراق کا قول ظن غالب کا اعتبار کرنا اور فقہاء بخارا کا تین بار دھونے کا صاحب
سراج نے دونوں قولوں میں توفیق کی کہ اگر شخص وسواسی نہیں تو ظن غالب معتبر ہے اور اگر وسواسی ہے تو تین بار کا دھونا کافی ہے سات بار کا دھونا واجب
نہیں مستحب ہے بخلاف شافعی کا نہ اور اشتراط عصر علی العموم نہیں کہ بعضے برتنوں میں نہیں ہوتا بحر الرائق میں حاوی قدسی سے منقول ہے کہ برتن تین طرح کے
میں مٹی کے اور لکڑی کے اور لوہے وغیرہ کے اور انکی تطہیر چار طرح پر ہے جلانا اور چھیلنا اور پونچھنا اور دھونا تو اگر برتن مٹی یا پتھر کا ہے اور نجاست اسکے اجزا
میں گھس گئی تو جلایا جاوے اور اگر پرانا ہو تو دھویا جاوے اور اگر نئی لکڑی کا برتن ہے تو چھیل ڈالا جاوے اور اگر پرانی کا ہے تو دھویا جاوے اور اگر لوہے یا پیتل
یا رانگ یا کانچ کا ہے اور چکنا صیقلدار ہے تو پونچھ ڈالا جاوے اور اگر چکنا نہیں کھردرا ہے تو دھویا جاوے اور ذخیرہ میں ہے کہ اگر بدن میں نجاست لگی تو تین بار پے در پے
دھویا جاوے اسلیے کہ نچوڑنا متعذر ہے تو پے در پے دھونا قائم مقام نچوڑنے کے ہے کذا فی الطحطاوی ولو کان لو عصرہ غیرہ قطر طہر بالنسبۃ الیہ دون ذلک الغیر اور اگر یہ
حال ہو کہ اگر دھونے والے کے سوا غیر شخص اسکو نچوڑے تو وہ ٹپکے تو وہ پاک ہو گیا دھونے والے کی نسبت نہ غیر شخص کی نسبت ہم وجہ اسکی یہ ہے کہ ہر شخص
مخاطب ہے بقدر اپنی طاقت کے تو دوسرے کی قدرت سے یہ شخص قادر نہ ٹھہریگا ولو لم یبالغ لرقتہ ہل یطہر الاظہر نعم للضرورۃ اور اگر نچوڑنے میں مبالغہ کیا
کپڑے کے باریک ہونے کی وجہ سے تو پاک ہوگا یا نہیں ظاہر تر جواب یہ ہے کہ ہاں پاک ہوگا ضرورت کے سبب سے ہم فتاوی قاضیخان میں عدم طہارت
کو پسند کیا ہے وقدر بتثلیث جفاف ای انقطاع التقاطر فی غیرہ ای غیر منعصر مما یتشرب النجاسۃ والا فبقلعہا کما مر اور ٹھہرایا گیا ہے دھونے میں تین بار کا
خشک ہو جانا یعنے تقاطر کا بند ہونا اسکے غیر میں یعنے جو چیز نچڑ نہیں سکتی اس قسم سے کہ نجاست کو سوکھتی ہے اور اگر سوکھتی نہیں تو ازالہ نجاست سے پاک ہو جاتی ہے
یعنے اسمیں خشک کرنا شرط نہیں کذا فی الطحطاوی وہذا کلہ اذا غسل فی اجانۃ اما لو غسل فی غدیر او صب علیہ ماء کثیر او جری علیہ الماء طہر مطلقا
بلا شرط عصر وتجفیف وتکرار غمس ہو المختار اور یہ سب یعنی تین بار دھونا اور نچوڑنا نچڑنے والی چیز میں اور دھونا تین بار خشکی کے ساتھ اسکے غیر میں اسوقت
ہے جبکہ دھویا جاوے طشت اور طغاری میں لیکن اگر چھوٹا تالاب میں دھویا جاوے یا اسپر پانی بہت سا ڈالا جاوے یا اسپر پانی جاری ہو تو وہ پاک
ہو جاتا ہے مطلقًا بلا شرط نچوڑنے اور سکھانے اور چند بار غوطہ دینے کے یہی قول مختار اور پسندیدہ ہے ہم فرش ناپاک پر جب پانی جاری ہوا اسقدر کہ زوال نجاست
کا گمان آیا تو وہ پاک ہو گیا کیونکہ پانی کا جاری کرنا قائم مقام نچوڑنے کے ہے کذا فی الطحطاوی عن المحیط ویطہر لبن وعسل ودبس ودہن یغلی ثلثا اور پاک
ہوتا ہے دودھ اور شہد اور شیرہ خرما اور تیل تین بار کے جوش دینے سے ہم ان چیزوں کے پاک کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ مثلًا شہد کا نجس حصہ پانی اسمیں ڈالکر
جوش دے کہ پانی جل جاوے اسیطرح تین بار کرے کذا فی الطحطاوی عن البحر والقہستانی ولحم طبخ بخمر یغلی وتبرید ثلثا اور جو گوشت کہ پکایا گیا شراب میں
وہ پاک ہوتا ہے تین بار جوش دینے اور سرد کرنے سے اور سرد کرنے سے مراد خشک کرنا ہے یہ قول ہے ابو یوسف کا اور امام کا قول مفتی بہ عدم طہارت ہے ابدًا کذا فی القہستانی

عن البحر وکذا دجاجۃ ملقاۃ حالۃ غلی الماء للنتف قبل شقہا فتح اور اسی طرح پاک ہوتی ہے تین بار دھونے اور خشک کرنے سے وہ مرغی جو پانی کے جوش میں ڈالی گئی
پر اکھاڑنے کے واسطے پیٹ پھاڑنے سے پہلے کذا فی الفتح م یہ مرغی امام کے قول پر کبھی پاک نہوگی ابو یوسف کے نزدیک پاک ہے چنانچہ فتح القدیر میں ہے تو بہتر یہ ہے
کہ پہلے گرم پانی میں ڈالنے سے اُسکے پیٹ کی آلائش نکال ڈالے اور محل ذبح میں جو خون کہ جما ہو دھو ڈالے کذا فی الطحطاوی وفی التجنیس حنطۃ طبخت فی خمر
لا تطہر ابدا بہ یفتی اور تجنیس میں ہے کہ جو گیہوں کہ پکایا گیا شراب میں وہ کبھی پاک نہیں ہوتا اسی کا فتوی ہے م یہ امام کا قول ہے اور ابو یوسف کے نزدیک تین بار
جوش دینے اور خشک کرنے سے پاک ہوتا ہے ولو انتفخ من بول نقعت وجففت ثلثا اور جو گیہوں پیشاب میں پھولا وہ پانی میں تین بار خشک کیا جائے
اور سکھایا جاوے ولو عجن خبز بخمر صب فیہ خل حتی یذہب اثرہا فیطہر اور جو گوندا گیا آٹا شراب میں اور روٹی پکی تو اسمیں سرکہ ڈالا جائے یہانتک کہ
شراب کا اثر جاتا رہے تو پاک ہوجائے م یہ روٹی دھونے سے پاک نہیں ہوتی بدون سرکہ کے اسطرح کہ ٹکڑے ٹکڑے کرکے اسمیں ڈالی جائے فرع
چھری بجھائی گئی ناپاک پانی میں وہ تین بار پاک چیز میں بجھائی جائے گوشت کے شوربے میں نجاست گری جوش کی حالت میں وہ تین بار ابالا جائے
تو پاک ہو اور اگر جوش کی حالت میں نہیں گری تو تین بار گوشت دھویا جائے کذا فی الطحطاوی فصل یہ فصل ہے استنجا کے احکام میں م ایک
نسخہ میں فصل ہے تنوین کے ساتھ اور دوسرے نسخہ میں فصل فی الاستنجاء ہو الاستنجاء ازالۃ نجس عن سبیل فلا یسن من ریح وحصاۃ ونوم وفصد استنجا
دور کرنا ہے نجاست کا نجاست کی راہ سے یعنی قبل اور دبر سے تو استنجا کرنا مسنون نہیں ریح اور پتھر اور نیند سے اور فصد کے خون سے م اسواسطے کہ ریح اور پتھری
اور نیند نجاست نہیں اور خون فصد کا قبل اور دبر سے نہیں جو اُسکا ازالہ مسنون ہو وہو سنۃ مؤکدۃ مطلقا اور استنجا سنت مؤکدہ ہے ہر حال میں یعنی خواہ
نجاست حسب عادت ہو یا نہو تر یا خشک خواہ استنجا پانی سے ہو یا ڈھیلوں سے خواہ بے وضو ہو یا جنب یا حائض وما قیل من افتراضہ لنحو حیض ومجاوزۃ مخرج
فتسامح اور وہ جو کسی نے استنجا فرض ہونا کہا ہے مانند حیض اور مخرج سے بڑھجانے میں سو قول تحقیقی نہیں م حیض کے مانند چنانچہ جنابت اور نفاس وارکانہ اربعۃ
شخص مستنج وشیٔ مستنجی بہ کماء وحجر ونجس خارج من احد السبیلین وکذا لو اصابہ من خارج وان قام من موضعہ علی المعتمد ومخرج دبر او قبل اور ارکان استنجا کے
چار ہیں ایک تو شخص استنجا کرنے والا دوسرے وہ چیز جس سے استنجا کیا جاتا ہے چنانچہ پانی اور پتھر تیسرے نجاست نکلنے والی بول یا براز کی راہ سے اور اسیطرح
مسنون ہے استنجا اگر احد السبیلین کو باہر سے نجاست لگجائے اگرچہ وہ شخص قضاے حاجت کے مکان سے اٹھ کھڑا ہو قول معتمد پر چوتھا رکن ہے نجاست نکلنے کا مقام
دبر یا قبل ونحو حجر ماہو عین طاہرۃ قالعۃ لا قیمۃ لہا کمدر منق استنجا سنت ہے پتھر ایسی چیز سے اس قسم سے کہ وہ چیز پاک نجاست کی دور کرنے والی ہے جسکی کچھ قیمت نہیں
چنانچہ صاف کرنے والا ڈھیلا م ڈھیلے کے مانند خاک اور لکڑی اور کپڑا اور روئی اور پرانی کھال ہے اور دیوار اور زمین سے رگڑنا لیکن خانہ غیر مملوک بدون کرایہ
استنجا جائز نہیں بہتر طریقہ استنجا کا یہ ہے کہ بدن کو نہایت ڈھیلا کرکے بیٹھے مگر جبکہ روزہ دار ہو اور استنجا پانی سے کرتا ہو اور مناسب ہے کہ بعد استنجا کے اٹھنے
سے پہلے موضع استنجا کو پونچھ ڈالے اور کپڑوں کو آب مستعمل سے بچاوے اور قبل از استنجا اور بعد از استنجا دونوں ہاتھوں کو دھووے کذا فی الطحطاوی
لانہ ہو المقصود فیختار الابلغ والاسلم عن التلویث اسواسطے کہ یہی پاک صاف کرنا استنجا کرنے سے مقصود ہے تو استنجا کرنے کو وہ چیز اختیار کرے جو بہت پاک صاف کرنے
والی اور نہایت سلامت رکھنے والی ہو آلودہ کرنے سے ولا یتقید باقبال وادبار شتاء وصیفا اور استنجا مقید نہیں اقبال اور ادبار کے ساتھ جاڑے اور گرمی میں
م اقبال یہ کہ پیچھے کی طرف سے آگے ڈھیلا لاوے اور ادبار یہ کہ آگے سے پیچھے لیجاوے یعنی استنجا سے مقصود ازالہ نجاست ہے یہ مسنون نہیں کہ جاڑے میں پہلا
ڈھیلا پیچھے سے آگے لاوے اور دوسرا آگے سے پیچھے اور تیسرا اول کے مانند اور گرمی میں اسکے بالعکس کرے اور عورت ہر موسم میں اول اقبال کرے
یہ اقبال اور ادبار کا قول قاضیخان کا ہے اور قہستانی اور شمنی نے اسکو اختیار کیا ہے ولیس العدد ثلثا بمسنون فیہ بل مستحب اور تین ڈھیلوں کا شمار
استنجا میں مسنون نہیں بلکہ مستحب ہے م استنجا کرنے سے مقصود پاک صاف کرنا ہے خواہ ایک ڈھیلے سے ہو یا تین یا پانچ یا زیادہ سے اور تین ڈھیلوں کو ذکر

جیسے کہ احادیث میں ہر بنا بر غالب عادت کے یعنی غالباً استنجا سے پاکی حاصل ہوتی ہے و غسل بالماء الی ان یقع فی قلبہ انہ طہر ولم یقدر بعدد الا اذا کان موسوسا فیقدر بثلث کہ تین بار پانی سے دھونا یہانتک کہ استنجا کرنیوالے کے دل میں یہ گمان حاصل ہو کہ موضع استنجا پاک ہو گیا ہے اور کوئی عدد مقرر نہیں ہے مگر جو شخص وسواسی ہو تو وسواسی کے حق میں تین بار کا دھونا ٹھہرایا جاتا ہے جیسا کہ نجاست غیر مرئیہ میں کذا في البدائع ثم ان تحقق لا یکشف عورتہ عند احد بالماء بعد ڈھیلوں کے بعد پانی سے شرمگاہ دھونے کے لیے ایسے بدن کھولے اُس شخص کے روبرو جس سے چھپانا ضروری ہے لازم ہے ہرگز ڈھیلون کے بعد پانی سے دھونا پھر اُسکے بعد فقط پانی پر اکتفا کرنا پھر اُسکے بعد فقط ڈھیلوں پر کفایت کرنا کذا فی الطحطاوی اسمعہ فیمن یکرہ الماء اور کشف عورت کے ساتھ دھوئے گویا ایسے چنانچہ نفس کی سنتوں سے پہلے مذکور ہو چکا فلو کشف لہ صار فاسقا تو اگر دھونے کے واسطے اپنے بدن کھولا تو گنہگار ہو جاویگا کما فی بحر الرائق میں ہی اگر ایسی صورت میں ڈھیلوں پر کفایت کرے پانی سے استنجا کرے نہیں تو گنہگار ہو گا اور عوام نمازی اکثر ایسا کرتے ہیں الا لو کشف لاغتسال او تغوط کما بحثہ ابن الشحنۃ گنہگار نہ ہو گا اگر غسل واجب یا پاخانے کے واسطے شرمگاہ کھولی چنانچہ ابن شحنۃ شارح وہبانیہ نے اسکو بحث کی راہ سے نہ روایت کی راہ سے بیان کیا ہے سنۃ

یعنی سراج ڈھیلوں کے بعد پانی سے دھونا سنت ہے ہر زمانہ میں اسی کا فتوی ہے کذا فی السراج یعنی ہمارے زمانے اور صحابہ کرام کے زمانے میں یکساں سنت ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ ہمارے زمانے میں سنت ہے صحابہ کرام کے وقت میں مستحب تھا و یجب ای یفرض غسلہ ان جاوز المخرج نجس مانع اور واجب یعنی فرض ہے محل استنجا کا دھونا اگر مخرج سے تجاوز کر گئی ہو وہ نجاست جو نماز کی مانع ہے یعنی اگر قدر درہم سے زائد ہے مخرج عام ہے قبل ہو یا دبر و یعتبر القدر المانع لصلوۃ فیما وراء موضع الاستنجاء لان ما علی المخرج ساقط شرعا وان کثر ولہذا لا تکرہ الصلوۃ معہ اور مانع نماز کی مقدار نجاست اور موضع استنجا میں معتبر ہے اسواسطے کہ جو نجاست کہ مخرج پر ہے وہ شرعاً ساقط الاعتبار ہے اگرچہ وہاں کثرت ہو یعنی درہم سے زیادہ ہو و لہذا اُس نجاست کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے قدر درہم سے زیادہ نجاست کا ہونا مخرج پر اسواسطے ممکن ہے کہ ایک شخص کی مقعد بڑی ہو اور عدم کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہے نہیں تو ترک استنجا مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ استنجا سنت ہے کذا فی الطحطاوی و کرہ تحریما بعظم و طعام و روث یابس کعذرۃ یابسۃ و حجر استنجی بہ الا بحرف آخر اور مکروہ تحریمی ہے استنجا کرنا ہڈی اور کھانے کی چیز اور خشک لید سے جیسے مکروہ ہے آدمی کے خشک گوہ سے اور اُس ڈھیلے سے جس سے ایکبار استنجا کیا گیا مگر اسکی دوسری نوک سے کہ آلودہ نجاست سے نہیں استنجا کرنا مکروہ نہیں و آجر و خزف و زجاج و شیء محترم کخرقۃ دیباج و یمین لا عذر بیسراہ اور مکروہ تحریمی ہے پکی اینٹ اور ٹھیکری اور کانچ اور حرمت والی چیز جیسے ریشمی کپڑے سے اور داہنے ہاتھ سے اس حالت میں کہ اسکے بائیں ہاتھ میں کچھ عذر نہیں ہے اینٹ وغیرہ سے استنجا کرنے میں جراحت موضع کا ضرر ہے اور محترم چیز سے اسکی تضییع تحقیر ہے اور داہنے ہاتھ سے استنجا اور مس کرنا منع ہے تو چاہیے کہ پیشاب کے بعد ذکر کو بائیں ہاتھ سے کپڑے اور دیوار یا زمین سے رگڑے اور اگر نہ ہو سکے تو داہنے ہاتھ میں ڈھیلا لے اور اسکو حرکت نہ دے بلکہ ذکر کو اسپر رگڑے بائیں ہاتھ سے کذا فی البحر فلو شلتا و لم یجد ماء جاریا ولا صابا ترک الماء پھر اگر بایاں ہاتھ لنجا ہو اور وہ شخص جاری پانی نہ پاوے اور نہ اس شخص کو جو پانی ڈالے تو پانی سے استنجا کرنا ترک کرے ہم اور اگر جاری پانی ہو یا پانی کا ڈالنے والا جس سے شرعاً پردہ نہیں تو داہنے ہاتھ سے استنجا کرے ولو شلتا سقط اصلا کالمریض والمریضۃ لم یجدا من یحل جماعہ اور اگر دونوں ہاتھ لنجے ہوں تو استنجا بالکل ساقط ہو گیا یعنی ڈھیلوں سے بھی اور پانی سے بھی اُس بیمار مرد اور عورت کے مانند جنھوں نے اُس شخص کو نہ پایا جسکا جماع کرنا حلال ہے کہ اُنسے بھی استنجا مطلقاً ساقط ہے یعنی اگر بیمار مرد کو زوجہ یا حلال لونڈی اور بیمار عورت کو زوج میسر ہو تو اُنسے استنجا کروالے و فحم و علف حیوان و حق غیر و کل ما ینتفع بہ اور مکروہ تحریمی ہے استنجا کرنا کوئلے سے اور جانور کے چارے سے اور غیر شخص کے حق سے چنانچہ غیر کی دیوار بدون کرایہ اور جو چیز قابل انتفاع ہو اُس سے چنانچہ کاغذ اور پتا اور نرکل اور بانس اور روئی اور کپڑا ان سب سے استنجا مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر فلو فعل اجزاہ مع الکراہۃ لحصول الانقاء پھر اگر ہڈی وغیرہ سے استنجا کیا تو کفایت کرتا ہے کراہت تحریمی کے ساتھ بسبب حاصل ہونے

[illegible]

صفائی کے ہم قہستانی مین نظم سے منقول ہی یون کرنا چاہیے کہ تین ڈھیلون سے استنجا کرے پھر اگر نپاوے تو تیسرے کرے پھر اگر اُسکو بھی نپاوے تو تنقی پھر خاک
سے ان تین چیزون کے سوا استنجا نکرے کہ بموجب حدیث کے مورث فقیری ہی اور کیفیت استنجا کرنے کی یون ہی کہ انگشت وسطی کو تھوڑا سا اونچا کرے اور اُسکا
موضع دھووے پھر بنصر کو اونچا کرے اور دھووے پھر خنصر کو پھر سبابہ کو اونچا کرکے دھووے یہانتک کہ اطمینان حاصل ہو صحیح قول مین اور بعضون نے کہا ہے تک
دھووے کہ وہان سے چکنائی دور ہو کر کھڑدرا ہو جاوے اور عورت اول بنصر اور وسطی کو اونچا کرکے دھووے پھر مرد کیطرح دھووے اور موسم سرما مین زیادہ تر مبالغہ کرے گر
ٹھنڈا پانی ہو اور اگر گرم پانی ہو تو موسم گرما کے مانند مبالغہ کی حاجت نہین لیکن آب سرد کا ثواب زیادہ تر ہی آب گرم سے کذا فی الطحطاوی فیہ نظر لما مر انہ سنۃ لا غیر فینبغی
ان لا یکون مقیا لہا بالنہی عنہ اور مصنف کے اس قول مین کہ ہڈی وغیرہ سے استنجا کرنا کافی ہی خلل ہی اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ استنجا سنت ہی کچھ اور تو لائق یہ ہی کہ
تو سنی قائم کرنے والا سنت کا ممنوع چیز سے ہم صاحب نہر الفائق نے اسکا یون جواب دیا کہ مسنون تو ازالہ ہی نجاست کا اور ڈھیلا وغیرہ مقصود بالذات نہین
بلکہ اس جہت سے کہ وہ مزیل ہی غایۃ الامر یہ ہی کہ اس شی مخصوص سے ازالہ ممنوع ہی اس سے نفی ازالہ نہین ہوتی چنانچہ غصب کے مکان مین سنت پڑھنے سے سنت
ادا ہو گی لیکن ارتکاب منہی عنہ لازم آویگا کما کرہ تحریما استقبال قبلۃ واستدبارہا لاجل بول او غائط جیسے مکروہ تحریمی ہی قبلہ کا سامنا اور اسکو پیٹھ دینا پیشاب کرنے [illegible]
یا ہگنے کے واسطے ہم قبلہ کسی جہت مین ہو اُسکا استقبال اور ادبار ممنوع ہی اور یہ جو حدیث مین وارد ہی کہ مشرق مغرب کی طرف بول براز کے واسطے بیٹھا کرو تو اسکے
معنی یہ ہین جنکا قبلہ مشرق اور مغرب کی طرف نہین چنانچہ اہل مدینہ کا قبلہ جنوب کی طرف ہی فلو للاستنجاء لم یکرہ پھر اگر استنجا کرنے کے وقت استقبال یا استدبار
قبلہ ہو تو مکروہ نہین یعنی مکروہ تحریمی نہین یعنی کراہت تنزیہی ثابت ہی کیونکہ ترک ادب ہی کذا فی الطحطاوی ولو فی بنیان لاطلاق النہی اور استقبال و استدبار
قبلہ مکروہ ہی اگرچہ عمارت کے اندر ہو جیسے میدان مین مکروہ ہی بسبب مطلق ہونے نہی کے یعنی حدیث شریف مین عمارت اور میدان کی قید نہین تو ہر مقام مین
کراہت ثابت ہی فلو جلس مستقبلا لہا غافلا ثم ذکرہ انحرف ندبا لحدیث الطبری من جلس یبول قبالۃ القبلۃ فذکرہا فانحرف عنہا اجلالا لہا لم یقم من مجلسہ حتی
یغفر لہ سو اگر قبلہ کے سامنے بیٹھا غفلت سے پھر اسکو یاد آیا تو پھر جاوے اُسکی طرف سے استحباب کی راہ سے بدلیل حدیث طبرانی کہ جو بیٹھا پیشاب کرنے کو قبلہ کے سامنے
پھر اسکو یاد پڑا سو پھر گیا اسکی طرف سے قبلہ کی تعظیم اور تکریم کی وجہ سے تو کھڑا نہو گا اپنی نشست گاہ سے یہانتک کہ بخشا جاویگا ان امکنہ والا فلا باس [illegible]
اگر ممکن ہو قبلہ کی طرف سے پھرنا اور اگر ممکن نہو تو کچھ ڈر نہین عدم انحراف سے وکذا یکرہ ہذہ تعم التحریمیۃ والتنزیہیۃ للمرأۃ امساک صغیر لبول او غائط
نحو القبلۃ اور اسی طرح عورت کو مکروہ ہی تھامنا صغیر کا پیشاب یا ہگنے کے واسطے قبلہ کی طرف شارح نے کہا کہ یہ کراہت کے اقسام شامل ہین کراہت تحریمی
اور تنزیہی دونون کو وکذا مد رجلیہ الیہا اور اسی طرح پانو پھیلانا قبلہ کی طرف مکروہ ہی ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ کراہت تنزیہی ہی و استقبال شمس و قمر
لہما ای لاجل بول او غائط اور مکروہ ہی سامنا سورج اور چاند کا پیشاب یا ہگنے کے واسطے و بول و غائط فی ماء ولو جاریا فی الاصح وفی البحر انہا
فی الراکد تحریمیۃ وفی الجاری تنزیہیۃ اور مکروہ ہی بول اور براز پانی مین اگرچہ جاری پانی ہو صحیح تر قول مین اور بحر الرائق مین ہی کہ آب بستہ مین کراہت تحریمی
ہی اور آب رواں مین کراہت تنزیہی ہی ہم طحطاوی نے کہا مگر عذر سے مکروہ نہین چنانچہ کشتی اور جہاز سے اترنا ممکن نہو وعلی طرف نہر او بئر او حوض
او عین او تحت شجرۃ مثمرۃ او فی زرع او فی ظل ینتفع بالجلوس فیہ اور مکروہ ہی بول یا براز نہر یا کنوئین یا حوض یا چشمہ کے کنارے پر یا پھلے درخت
کے نیچے یا کھیت مین یا اس سایہ مین جس سے لوگ فائدہ پاتے ہین اسمین بیٹھ کر ہم یہ سب کراہت تحریمی ہی کیونکہ اسکی نہی احادیث مین وارد ہی کذا فی الطحطاوی
انتفاع جلوس کی قید سے معلوم ہو کہ جو سایہ آبادی سے دور ہو اسکے نیچے بول اور براز مکروہ نہین وبجنب مسجد ومصلی عید وفی مقابر وبین دواب
وفی طریق الناس اور مکروہ ہی مسجد اور عیدگاہ کے آس پاس اور قبرستان مین اور چارپایون کے درمیان اور لوگون کی راہ مین ہم قبرستان مین وجہ
کراہت یہ ہی کہ میت کو تکلیف ہوتی ہی جس سے زندہ کو تکلیف ہوتی ہی اور ظاہر ایہ کراہت تحریمی ہی اسواسطے کہ فقہانے تصریح کی ہی کہ جو قبرستان مین جدید راہ حادث

ہوئی ہو اُس میں پیشاب کرنا حرام ہے اور پیشاب و پاخانہ بطور تحقیق اولی ممنوع ہوگا کذا فی الشامی ولی ثقب بالحجر وخیر فارۃ اوحیۃ وغلۃ وثقب وہ سوراخ ہے کہ کھوجے

میں اور وہ چوہا یا سانپ یا چیونٹی کے بل میں اور سوراخ میں اور اینبیی وفی موقفت بعبرعلیہ احدا وبقعد نحیہ وتحت طریق او قافلۃ اوخیمۃ وشمسٍ اوظلٍ ادرجل

اسلام میں پنہا نیادہ کہا ہے اور مکروہ ہے اُس مکان میں جہاں کوئی گذرتا ہو یا وہاں بیٹھا ہو اور راہ یا قافلہ یا خیمہ کے برابر اور پست زمین پر منکشف ہو کر بلند زمین

کی طرف پیشاب کرنا مکروہ ہے تو نجاست کی وجہ سے واتقدم علیہ اور مکروہ ہے بولنا بول و براز کرتے ہیں اسواسطے کہ حق تعالیٰ اسپر ناخوش ہوتا ہے اور بول وبراز

کرتے خدا کا ذکر نکرے اور چھینک پر الحمد للہ کہے اور چھینکنے والے کو دعا کرے اور سلام کا جواب نہ دے اور نہ اذان کا جواب دے اور بلا ضرورت شرمگاہ اور

بول و براز کو نہ دیکھے اور نہ وہاں تھوکے نہ ناک کو جھاڑے اور نہ کھکھارے اور بے پروا اس طرح نہ بیٹھے اور اپنے بدن سے بہت فضل نکرے اور آسمان کی طرف سر

اٹھا وے اور وہاں بہت نہ بیٹھے کہ بواسیر پیدا ہوتی ہے اور دیگر حادث ہوتا ہے چنانچہ لقمان علیہ السلام سے مروی ہے اور مستحب ہے کہ ننگے سر وہان نجاوے اگر

میسر ہو نہیں تو خوب حفاظت کرے نجاست کے لگ جانے سے اور آب مستعمل سے اور سر برہنہ نجاوے اور وہاں داخل ہونے کے پہلے اللّٰھم انی اعوذ بک من الخبث

والخبائث واعوذ بک من الرجس النجس الخبیث المخبث الشیطان الرجیم اور وہاں وہ انگوٹھی لیجاوے جسپر خدا کا نام یا قرآن لکھا ہو اور وہاں داخل ہوتے بایان

پانوں اول بڑھاوے اور کھڑے ہو کے شرمگاہ کو نہ کھولے اور دونوں پانوں کو کشادہ کر کے بیٹھے اور بائیں پانوں پر جھکا رہے پھر جب فراغت پاوے تو کہے

الحمد للہ الذی دفع عنی الاذی وعافانی کذا فی الطحطاوی وان یبول قائما او مضطجعا او متجردا من ثوبہ بلا عذر اور مکروہ ہے پیشاب کرنا کھڑے ہو کر یا لیٹے یا

کپڑوں سے برہنہ ہو کر بدون عذر کے اور بلا عذر کی قید سب سے متعلق ہے اسواسطے کہ عذر سے کھڑے وغیرہ پیشاب کرنا جائز ہے اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کھڑے پیشاب کیا بیٹھ کے درد کی وجہ سے کذا فی البحر او یبول فی موضع یتوضأ ہو او یغتسل فیہ لحدیث لایبولن احدکم فی مستحمہ فان عامۃ الوسواس منہ

یا مکروہ ہے پیشاب کرنا اس مکان میں جہاں وہ شخص وضو کرتا ہے یا اسمیں غسل کرتا ہے اس حدیث کی دلیل سے کہ ہرگز پیشاب نکرے کوئی شخص تم لوگوں میں

اپنے غسل خانہ میں اسواسطے کہ اکثر وسواس اسی سے پیدا ہوتا ہے فروع مسائل لحقہ شارح کے یجب الاستبراء بمشی وتنحنح ونوم علی شقہ الایسر واجب یعنی

فرض ہے استبراء یعنے پیشاب کے بعد خوب پاکیزگی اور صفائی حاصل کرنا پیادہ پا چل کر اور کھکھار کر اور بائیں پہلو پر لیٹ کر ہم حدیث میں وارد ہے کہ خوب پاکیزگی

حاصل کرو پیشاب سے کہ اکثر عذاب قبر اسی سے یعنی عدم پاکیزگی سے ہوتا ہے ہم استبراء عبارت ہے ازالہ خارج سے تا انکہ منقطع ہو جاے کذا فی الطحطاوی ویختلف بطباع

الناس اور استبرا مختلف ہوتا ہے لوگوں کے اختلاف طبائع کے سبب سے یعنی کسی کو جلد پاکیزگی حاصل ہوتی ہے کسی کو دیر سے کسی کو چلنے سے کسی کو کھکھارنے وغیرہ

ومع طہارۃ المغسول تطہر الید اور مغسول کی طہارت کے ساتھ ہاتھ بھی پاک ہو جاتا ہے یعنی جب دھونے کا محل پاک ہوا ہاتھ بھی اُسکے ساتھ پاک ہو گیا اُسکے

علیحدہ دھونیکی حاجت نہیں خواہ محل دھونے کا استنجا ہے یا سواے اُسکے ویشترط ازالۃ الرائحۃ عنہا وعن المخرج الا اذا عجز والناس عنہا غافلون اور طہارت

میں شرط ہے دور کرنا بدبو کا ہاتھ سے اور مخرج نجاست سے مگر جبکہ عاجز ہو آدمی بو کے دفع کرنے سے یعنی ہر چند دھوتا ہے بدبو دفع نہیں ہوتی تو اب معاف ہے اور لوگ

اس شرط سے غافل اور بے خبر ہیں ہم ہاتھ سے بدبو کا دفع ہونا سونگھنے سے معلوم ہوتا ہے اور مخرج سے معلوم ہونا ظن غالب کے حاصل ہونے سے کذا فی الطحطاوی

استنجی المتوضی ان علی وجہ السنۃ بان ارخی انتقض والا لا اوضو شخص نے استنجا کیا اگر استنجا مسنون وجہ سے کیا اسطرح کہ مخرج کو ڈھیلا کر کے استنجا کیا تو وضو

ٹوٹ گیا اور اگر بطریق سنت کے استنجا نہ کیا تو وضو نہ ٹوٹا انام ادستی ملے نجاسۃ ان ظہر عینہا تنجس والا لا سویا چلا نجاست پر اگر نجاست کی ذات ظاہر ہوئی

بدن یا کپڑے یا پانوں یا موزہ یا جوتی پر تو ناپاک ہوا ورنہ ناپاک نہوا ہم نور الایضاح میں لفظ عین کے عوض میں اثر کا لفظ وارد ہے اور یہی بہتر ہے

کہ بو وغیرہ کو بھی شامل ہے کذا فی الطحطاوی ولو وضعت فی نہر فاصاب ثوبہ ان ظہر اثرہا تنجس والا لا اور اگر نجاست گری نہر میں پھر آدمی کے کپڑے

پر وہ پانی پڑا اگر نجاست کا اثر یعنے رنگ یا بو ظاہر ہوا تو کپڑا ناپاک ہوا اور اگر ایسا نہیں تو ناپاک نہیں لف طاہر فی تخص متبتل بماء ان بحیث لو عصر قطر

(حاشیہ:) ۱۲ ... زمین میں ... آدمی ... اور ... بدن ... شیطان ... نہایت کی ۱۲

نجس والا لا پاک کپڑا لپیٹا گیا اُس ناپاک کپڑے مین جو تر ہوگیا ہو پانی سے اگر پاک کپڑا اسقدر تر ہو کہ جو اُسکو نچوڑیے تو ٹپکے تو وہ ناپاک ہوگیا اور اگر ایسا نہین تو
ناپاک نہین اگرچہ نم ہوگیا ہو ولو لف فی مبتل ببول ان ظہر نداوتہ او اثرہ تنجس والا لا اور اگر پاک کپڑا لپیٹا گیا اُس ناپاک کپڑے مین جو تر ہوگیا ہو
پیشاب کے مانند نجس العین سے تو اگر اُسکی ترادت یا اثر اُسکا ظاہر ہوا تو پاک کپڑا ناپاک ہوگیا اور اگر ترادت یا اثر ظاہر نہین تو ناپاک نہین فارۃ وجدت
فی خمر فرمیت فتخلل ان تفسخت فنجس والا لا چوہا نکلا شراب مین سو پھینکا گیا پھر وہ شراب سرکہ بنگئی اگرچہ پھٹا پھوٹا تھا تو سرکہ ناپاک ہے اور اگر ایسا نہین تو ناپاک
نہین م تفسخ سے اجزا چوہے کے شراب مین ملگئے تو شراب کے منقلب ہوجانے سے چوہے کے اجزاء نجسہ منقلب بطہارت نہین ہوسکتے وقع خمر فی خل
ان قطرۃ لم یحل الا بعد ساعۃ وان کوزا حل فی الحال شراب گری سرکہ مین اگر ایک قطرہ گرا تو سرکہ کھانا حلال نہین مگر ایک ساعت کے بعد اور اگر شراب
کوزہ بھر ہو تو وہ سرکہ فی الحال حلال ہے م وجہ اسکی یہ ہے کہ ایک قطرہ مین نہ مزہ ہے نہ بو جس سے انقلاب عین پر استدلال کیجیے تو کچھ توقف کرنا چاہیے اور
اگر کوزہ بھر شراب سرکہ مین گری اور اُسکا مزہ اور بو باقی نرہا تو صاف معلوم ہوگیا کہ وہ منقلب بسرکہ ہوگئی کذا فی الحلبی فارۃ وجدت فی قمقمۃ ولم یدر
ماتت فیہا ام فی جرۃ ام فی بئر یحمل علی قمقمۃ مردہ چوہا پایا گیا لوٹے مین اور معلوم نہین کہ وہ لوٹے مین مرا یا گھڑے مین یا کنوئین مین تو اُسکا مرنا لوٹے مین
محمول ہوگا یعنی اسواسطے کہ حادث کی اضافت اُسکی اقرب اوقات کی طرف ہوتی ہے کذا فی الحلبی ثلث قرب من سمن وعسل ودبس اخذ من کل حصۃ
خلط فوجد فیہ فارۃ تضعہا فی الشمس فان خرج منہا الدہن فسمن والا فان بقی بحال الجمد فالعسل او متلطخا فالدبس تین مشکین مین گھی اور شہد اور شیرہ خرما
تھی ہر ایک سے حصہ لیا گیا اور باہم مخلوط کیا گیا سو اُسمین مردہ چوہا نکلا تو ای مخاطب تو اُس چوہے کو آفتاب مین رکھ پھر اگر اُس چوہے سے چکنائی نکلے تو
گھی ناپاک ہے اور اگر چکنائی نہین نکلی تو اگر بحال آب بستہ جما ہوا باقی رہا تو شہد ناپاک ہے یا لتھڑا چپ چپاتا رہا تو شیرہ خرما ناپاک ہے یعنے اسلیے کہ دھوپ سے
گھی پگھل جاتا ہے اور شہد سمٹتا ہے اور شیرہ خرما نرم ہوجاتا ہے یعمل بخبر الحرمۃ فی الذبیحۃ وبخبر الحل فی ماء وطعام عمل کیا جاے حرمت کی خبر پر ذبیحہ مین
اور حلت کی خبر پر پانی اور کھانے مین م یعنے ذبیحہ اور پانی اور طعام کی حرمت اور حلت مین دو خبرین متعارض مسموع ہوئین یعنے ایک متقی کہتا ہے
کہ یہ حلال ہے دوسرا کہتا ہے کہ حرام ہے تو ذبیحہ مین اُسکو حرام سمجھنا چاہیے اسواسطے کہ ذبیحہ مین اصل حرمت ہے کیونکہ ذبح حیوان کی تعذیب ہے اور پانی اور
طعام مین اصل حلت ہے تو دونون خبرون کو ساقط الاعتبار کرکے اصل پر عمل کرنا چاہیے تحری فی ثیاب اقلہا طاہر تحری کرے یعنے سوچے اور اٹکل دوڑاے
پاک کے دریافت کرنے مین اُن کپڑون مین جو آدھے سے کم پاک ہین اور اکثر ناپاک ہین م جب سوچنے سے ایک کپڑا پاک ٹھہرا نہ اُسی مین نماز
پڑھا کرے نقض تحری جائز نہین مگر قبلہ مین ہان اگر اسمین نجاست ظاہر ہو تو دوسرا کپڑا سوچ کر اختیار کرے کذا فی الطحطاوی وفی اوان اکثرہا
طاہر لا اقلہا بل یحکم بالاغلب الا لضرورۃ شرب اور سوچ کرے پانی کے اُن برتنون مین جنمین اکثر یعنے آدھے سے زیادہ پاک ہین نہ اُن برتنون مین جو
آدھے سے کم پاک ہین بلکہ غالب پر حکم کرنا چاہیے یعنی سب کو ناپاک جانیے مگر پینے کی ضرورت سے اقل مین بھی سوچ پر عمل کرے یحرم اکل لحم انتن
لا نحو سمن ولبن حرام ہے کھانا اُس گوشت کا جو سڑ گیا نہ گھی اور دودھ ایسی سڑی چیز کا م طحطاوی نے کہا اسواسطے کہ سڑا گھی ضرر نہین کرتا یعنی برخلاف
سڑے گوشت کے شعیر فی بعر او روث صلب یوکل بعد غسلہ وفی خثی لا جو نکلے سوکھی مینگنی یا لید مین تو دھونے کے بعد کھائے جاوین اور اگر گوبر مین
نکلے تو نکھاے جاوین مرارۃ کل حیوان کبولہ وجرتہ کزبلہ پتا ہر جانور کا اُسکے پیشاب کے مانند ہے اور جگالی ہر جانور کی اُسکے سرگین کے مانند ہے یعنی جو بول
ماکول اللحم کی طہارت کا قائل ہے وہ اُسکے پتے کو بھی طاہر کہتا ہے حکم العصیر حکم الماء پھل اور گھاس کے رس کا حکم پانی کے مانند ہے یعنے جیسے نجاست حقیقی
پانی سے دور ہوتی ہے ویسے ہی رس سے اور جیسا آب کثیر وقوع نجاست سے ناپاک نہین ہوتا ویسا ہی وہ بھی اگر وہ دہ در دہ ہو تو ناپاک نہوگا رطوبۃ الفرج
طاہرۃ خلافا لہما عورت کی شرمگاہ کی رطوبت پاک ہے امام کے نزدیک ناپاک ہے صاحبین کے نزدیک العبرۃ للطاہر من تراب وماء اختلطا بہ یفتی اعتبار پاک کا ہے مٹی یا پانی سے

اگر باہم مخلوط ہو گئی اسی واسطے ہو جیسی پانی اور مٹی سے جو گارا بنا اگر زمین سے آیا بھی پاک ہے تو وہ گارا پاک ہے اور یہ قول ضعیف ہے بحر الرائق مین ہے کہ جب گارا بنا پاک
پانی سے یا ناپاک مٹی سے تو صحیح قول یہ ہے کہ گارا ناپاک ہے دونون مین سے کوئی ناپاک ہو یہی قول مختار ہے قاضیخان اور فقیہ ابو لیث کا اور ترکیب کا مسئلہ مین جو عبارت کی توجیہ
اِنی ہے کہ ترکیب سے وہ دوسری چیز ہو گئی وہ خلاف ہے اور امام نہین اسواسطے کہ اس سے لازم آتا ہے کہ جن کھانون کو پانی یا گھی نجس ہو وہ پاک ہون کیونکہ ترکیب
سے اور چیز ہو گئی وعلی ہذا سب مرکبات جبکہ انکے بعض مفردات ناپاک ہون حالانکہ یہ خلاف ہے الفساد ہے کذا فی الحلبی مشی فی حمام ونحوہ لا یحبس ما لم یعلم انہ غسالۃ
نجس پیادہ پا چلا حمام اور اُسکے مانند اور مکان مین جیسے غسل خانہ مین تو ناپاک نہوگا جبتک یہ معلوم نہو جاوے کہ جو پانی پاون مین لگا وہ نجاست کا
دھوون ہے ہم مراد یہ ہے کہ برہنہ پاؤن چلا تو بدون پاؤن دھوئے نماز جائز ہے اور احتیاط یہ ہے کہ نماز کا اعادہ کرے کذا فی البحر لا یمنع اخذ الماء من الانبوبۃ
لانہ یتبع الماء وکذا پانی لینا اس نال سے جسکا پانی حوض مین گرتا ہے بچنا چاہیے اسواسطے کہ حوض کا پانی بستہ غیر جاری ہو جائیگا شاید کہ ہاتھ مین نجاست
ہو تو پانی بہنے سے حوض مین نجاست واقع ہو گی یا مستعمل اُسمین گریگا تو ناپاک ہو گا آب مستعمل کی نجاست کے قول پر طحطاوی نے کہا یہ قول ظاہر اعلے
سبیل الاولویۃ کے ہے یا آب مستعمل کی نجاست پر مبنی ہے وتبکیر الی الحمام لیس من المروءۃ لان فیہ اظہار مقلوب الکنایۃ علی الصباح حمام مین غسل کے واسطے
جانا مروت کے افعال سے نہین ہے یعنے بے شرمی ہے اسواسطے کہ اسمین مقلوب کنایہ کا اظہار ہے ہم مقلوب کنایہ نیک ہے یعنی جماع یعنے لوگون کے سامنے حمام مین
جانا صبح کے وقت ظاہر کرنا ہے رات کے جماع کا اور یہ بے شرمی ہے طحطاوی نے کہا بہتر یون تھا کہ شارح بجاے مقلوب کنایہ مقلوب کان کہتا اور وہ مقلوب
ناک ہے یعنی جماع ثیاب الفسقۃ واہل الذمۃ طاہرۃ فاسقون اور ذمیون کے کپڑے پاک ہین ہم یعنے انکے مستعمل کپڑون مین نماز درست ہے تا وقتیکہ
نجاست کا یقین نہو اور تجنیس مین ہے کہ ذمیون کے پاجامون مین نماز مکروہ ہے حلبی نے کہا شاید اسوجہ سے کہ وہ استبرا اور استنجا نہین کرتے ودیباج اہل فارس نجس
لجعلہم فیہ البول لبریقہ اہل فارس کا دیبا یعنی ریشمی کپڑا ناپاک ہے اُسمین پیشاب ڈالنے کی وجہ سے چمک کیواسطے ہم فارسیون کا پیشاب ڈالنا بالیقین معلوم ہے
لہذا اسکو ناپاک کہا اسی طرح جبکہ انگریزی کپڑے مین نجاست کا پڑنا بالیقین معلوم ہو اسکو ترک کرنا چاہیے اور فقط احتمال سے ترک کرنا ضرور نہین اسواسطے
کہ کپڑون مین اصل حلت ہے رای فی ثوب غیرہ نجسا ان غلب علی ظنہ انہ لو اخبرہ ازالہا وجب والا فالامر بالمعروف علی ہذا ایک شخص نے دوسرے کے
کپڑے مین نجاست دیکھی کہ وہ نماز کی مانع ہے یعنی درم سے زیادہ ہے اگر اسکو اسکا ظن غالب حاصل ہو کہ اگر اسکو خبر کریگا تو وہ نجاست کو دور کریگا تو خبر دینا
واجب ہے یعنی فرض ہے اور اگر اسکا ظن غالب نہو تو بتانا فرض نہین تو امر بالمعروف کا فرض ہونا بھی اسی تفصیل پر ہے ہم یعنی اگر ظن غالب ہو اسکا کہ وہ شخص
عمل کریگا تو امر بالمعروف فرض ہے ورنہ فرض نہین اور یہ بھی امر بالمعروف مین شرط ہے کہ اپنی ذات پر ضرر کا خوف نہ ہو ورنہ وہ شخص مختار ہے چاہے کرے چاہے
نکرے اور نہی عن المنکر مین یہ بھی ہے کہ خود مرتکب نہوتا ہو اُس فعل کا جو منہی عنہ ہے اعظم ہے اور وجوب فاسق پر بھی ثابت ہے اگرچہ اُسکا امر اور نہی فائدہ بخش نہین
کذا فی الطحطاوی حمل السجادۃ فی زماننا اولی احتیاطا والا ورد اول ما یسال عنہ فی القبر الطہارۃ وفی الموقف الصلوۃ جانماز کا لیے رہنا ہمارے زمانہ مین بہتر ہے
احتیاط کی راہ سے اسواسطے کہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ قبر مین پہلے طہارت کا سوال ہوگا اور قیامت مین نماز کی اول پرسش ہوگی ہم شارح رحمۃ اللہ علیہ کے
حسن بیان کو غور کرنا چاہیے کہ اختتام کتاب الطہارۃ اور آغاز کتاب الصلوۃ مین اس حدیث کو لایا غفر اللہ لہ ولنا بجاہ صاحب ہذا الحدیث صلی اللہ علیہ وسلم

کتاب الصلوۃ

کتاب الصلوۃ

یہ کتاب ہے نماز کے احکام اور مسائل کے بیان مین شرع فی المقصود بعد بیان الوسیلۃ یہ شروع ہے اصل مقصد مین کہ نماز ہے بعد بیان کرنے وسیلہ
کے طہارت ہے ولم تخل عنہا شریعۃ مرسل نماز سے خالی نہین رہی کسی رسول کی شریعت یعنی یہ عبادت دائمی قدیمی ہے کبھی منسوخ نہین ہوئی ولما صارت قربۃ
بواسطۃ الکعبۃ کانت دون الایمان لانہ بل من فروعہ اور جبکہ شریعت محمدی مین نماز عبادت ٹھہری بواسطہ کعبہ معظمہ کے تو کمتر ہوئی ایمان سے ایمان کے

اجزاے بلکہ وہ ایمان کے فروع سے ہے م یعنی چونکہ ایمان بلا واسطہ عبادت ہے اور نماز بواسطہ استقبال قبلہ عبادت ہے بلا واسطہ عبادت نہیں لہذا نماز ایمان
مین داخل نہین بلکہ اسکی شاخ ہے باعتبار فعل کے اور باعتبار اسکے حکم کے یعنی اسکے فرض ہونے کی راہ سے تو وہ ایمان مین داخل ہے اسواسطے کہ ایمان عبارت
ہے جمیع ارشادات قطعیہ نبویہ کی تصدیق سے کذا فی الطحطاوی وہی لغۃ الدعاء فنقلت شرعا الی الافعال المعلومۃ وہو الظاہر لوجودہا بدون الدعاء فی الامی الاخرس اور
نماز لغت عرب مین بمعنی دعا ہے پھر شرع مین منقول ہوئے افعال معلومہ یعنی رکوع اور سجود وغیرہ کی طرف اور یہی منقول ہونا ظاہر ہے بسبب موجود ہونے نماز کے
بدون دعا کے جاہل اور گونگے کی نماز مین م شارح نے اشارہ کیا کہ صلوٰۃ منقول شرعی ہے اور منقول شرعی ہے جسمین معنی وضعی باقی نہو اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ صلوٰۃ دعا مین حقیقت ہے افعال
مخصوصہ کو صلوٰۃ اسواسطے کہا کہ ان مین دعا بھی داخل ہے کذا فی الطحطاوی ہی فرض عین علی کل مکلف بالاجماع نماز یعنے پنجگانہ نماز فرض عین ہے ہر مسلمان عاقل بالغ پر
باجماع اہل اسلام م اجتماع نماز پنجگانہ اسی امت کو مخصوص ہے کسی امت کو یہ اجتماع حاصل نہوا اور عشا کی نماز بھی اسی امت کو خاص ہے کسی نے نہین پڑھی اور اذان
اور اقامت اور شروع نماز مین اللہ اکبر کہنا اور آمین اور رکوع کرنا بھی امت محمدی کو مخصوص ہے چنانچہ ایک جماعت مفسرین نے اسکو ذکر کیا ہے اور نماز مین
اللھم ربنا ولک الحمد کہنا اور نماز مین گفتگو کا حرام ہونا بھی اسی امت کو خاص ہے چنانچہ جلال الدین سیوطی نے انموذج مین بیان کیا ہے اور بعضون نے کہا کہ عشا کی نماز اول
حضرت موسی علیہ السلام نے پڑھی جبکہ مدین سے نکلے اور راہ بھول گئے تھے کذا فی الطحطاوی عینی شرح ہدایہ مین ہے کہ فجر کی نماز حضرت آدم علیہ السلام نے پڑھی
جبکہ بہشت سے نکلے اور اندھیرا ہو کر صبح ہوئی اور ظہر کی نماز حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پڑھی جبکہ انکو ذبح فرزند کا حکم ہوا زوال آفتاب کے بعد اور عصر کی
نماز حضرت یونس علیہ السلام نے پڑھی جبکہ انکو مچھلی کے پیٹ سے نجات حاصل ہوئی اور مغرب کی نماز حضرت عیسی علیہ السلام نے اور عشا کی نماز حضرت موسی
علیہ السلام نے پڑھی ان حضرات نے شکرانہ نماز نفل پڑھی اور ہمپر فرض ہے انتہی مختصرا اور فرضیت اجماعی نماز کی سند یہ آیت ہے قرآن مجید کی کہ اقیموا الصلوٰۃ
یعنے اے مسلمانون قائم کرو نماز کو وغیر ذلک من الآیات والاحادیث المشہورۃ فرضت فی الاسراء لیلۃ السبت سابع عشر رمضان قبل الہجرۃ بسنۃ ونصف و
کانت قبلہ صلوتین قبل طلوع الشمس وقبل غروبہا شمنی نماز فرض ہوئی معراج مین شب شنبہ رمضان شریف کی سترھوین تاریخ ڈیڑھ برس ہجرت سے پہلے اور
معراج سے پہلے دو نمازین تھین ایک تو آفتاب کے نکلنے سے پہلے اور دوسری اسکے ڈوبنے سے پہلے کذا فی الشمنی م یہ جو شارح نے معراج کا ہونا رمضان شریف مین
ذکر کیا سو ایک قول ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ معراج رجب مین ہوئی تھی اور یہی لوگون مین مشہور ہے اور امام نووی نے سیر روضہ مین اسی کو ذکر کیا ہے و ان وجب
ضرب ابن عشر علیہا بید لا بخشبۃ لحدیث مروا اولادکم بالصلوٰۃ وہم ابناء سبع واضربوہم وہم ابناء عشر نماز فرض ہے عاقل بالغ مسلمان پر اگرچہ واجب ہے دس برس
والے لڑکے کو ترک نماز پر مارنا ہاتھ سے نہ لکڑی سے اس حدیث کی دلیل سے کہ اپنی اولاد کو نماز کا حکم کرو جس حال مین کہ وہ سات برس کے ہون اور انکو مارو جبکہ وہ
دس برس کے ہون م ہر چند حدیث مین مطلق ضرب مذکور ہے لیکن چونکہ لکڑی کی مار مکلف کی جنایت مین وارد ہے اور صغیر محل جنایت نہین لہذا اسکی ضرب ہاتھ پر محمول
ہوئی نہ لکڑی پر اور صغیر کی ضرب باوجود عدم فرضیت نماز کے اسواسطے مشروع ہوئی تاکہ اسکو نماز کی اسی عمر سے عادت پڑ جاوے طحطاوی نے کہا کہ صغیر کو تین بار
ضرب متوسط سلیم مارنا چاہیے قلت والصوم کالصلوٰۃ علی الصحیح کما فی صوم القہستانی معزیا للزاہدی وفی حظر الاختیار انہ یومر بالصوم والصلوٰۃ وینہی عن
شرب الخمر لیالف الخیر ویترک الشر مین کہتا ہون اور روزہ نماز کے مانند ہے حکم کرنے اور مارنے مین بنا بر صحیح قول کے چنانچہ قہستانی کی کتاب الصوم مین
زاہدی سے منقول ہے اور اختیار شرح مختار کی کتاب الحظر مین ہے کہ صغیر کو امر کرنا چاہیے روزہ اور نماز کا اور روکنا چاہیے شراب پینے سے تاکہ اسکو
نیکی کی عادت پڑے اور بدی کو چھوڑے م مراد یہ ہے کہ صغیر کو تمام مامورات کا امر کرنا اور جمیع منہیات سے روکنا چاہیے تو صوم اور صلوٰۃ اور شراب کی
کچھ خصوصیت نہین ویکفر جاحدہا لثبوتہا بدلیل قطعی اور نماز کا انکار کرنے والا کافر ہو جاتا ہے بسبب ثابت ہونے نماز کے دلیل قطعی سے یعنے قرآن اور احادیث
اور اجماع کی یقینی دلیل سے نماز ثابت ہے جسمین کچھ احتمال نہین منح الغفار مین ہے کہ منکر نماز کا حکم مرتد کا حکم ہے و تارکہا عمدا مجانۃ ای تکاسلا

واجب بھی ہر شافعی کے نزدیک حق اللہ سبحانہ تعالیٰ وقیل یضرب حتی یسیل منہ الدم وعند الشافعی یقتل بصلوۃ واحدۃ حدا وقیل کفرا روز نماز کو قصدا چھوڑنے والا سستی اور کاہلی کی راہ سے گنہگار ہر قید کیا جائے یہانتک کہ نماز پڑھے اسواسطے کہ مکلف محبوس ہوتا ہر حق العبد کے سبب سے تو خدا کے حق مین حبس کرنا بطریق اولیٰ ہر اور بعض امام محبوبی نے کہا کہ تارک الصلوۃ مارا جائے یہانتک کہ اسکا خون جاری ہو اور امام شافعی کے نزدیک تارک الصلوۃ قتل کیا جاتا ہر ایک نماز کے چھوڑنے سے یہ قتل بر حد کی راہ سے اور دوسرا قول یہ ہر کہ قتل ہر کفر کی راہ سے ہم اسی طرح رمضان کے تارک الصوم پر واجب الحبس ہر اور شافعی کے مانند مالک اور احمد کے نزدیک بھی منکر تارک الصلوۃ مثل سا لازم القتل ہر مگر کیسی کے نزدیک وہ کافر نہین سوائے امام احمد کے کذا فی الطحطاوی ویحکم باسلام فاعلہا بشروط اربعۃ ان یصلی فی الوقت مع جماعۃ موتما متما اور حکم کیا جاتا ہر نماز پڑھنے والے کے مسلمان ہونے کا چار شرطون کے ساتھ یہ کہ نماز پڑھے عین وقت مین جماعت کے ساتھ امام کے پیچھے نماز کو پورا کرکے ہم اسطرح نماز پڑھنا امت محمدی مین مخصوص ہر لہذا اسکے فاعل پر اسلام کا حکم ہوا وقت کی قید اسواسطے لگائی کہ وہ دلیل ہر فرضیت نماز کی اعتقاد کے برخلاف قضا کہ اسمین نفل کا احتمال ہر یا اعتقاد فرضیت وقت قضا کا اور چونکہ جماعت مقتدی اور امام دونون کو شامل تھی لہذا شارح نے اقتدا کی قید زیادہ کی اسواسطے کہ اقتدا اتباع سبیل مومنین پر دلالت کرتا ہر برخلاف امام ہونے کے کہ اسمین نیت انفراد کا بھی احتمال ہر تو جماعت ثابت نہوگی اور اتمام صلوۃ سے مراد یہ ہر کہ اسکو فاسد نکرے کذا فی الطحطاوی وکذا لو اذن فی الوقت او سجد للتلاوۃ وزکی السائمۃ صار مسلما اور اسی طرح اگر اسنے وقت نماز مین اذان دی یا تلاوت قران کا سجدہ کیا یا چرنے والے جانورون کی زکوۃ ادا کی تو وہ مسلمان ٹھہریگا ہم اسواسطے کہ یہ امور خصوصیات اہل اسلام سے ہین لا لو صلی فی غیر الوقت او منفردا او اماما او افسدہا او فعل لبقیۃ العبادات لانہا لا تختص بشرعنا مسلمان نٹھہریگا اگر ایک شخص نے غیر وقت مین نماز پڑھی یا تنہا یا امام ہوکر نماز پڑھی یا نماز کو فاسد کرڈالا یا ان مذکورات کے سوا باقی عبادات اسنے کیے اسواسطے کہ امور مذکورہ ہماری شریعت محمدی کے ساتھ مخصوص نہین ہم باقی عبادات چنانچہ زکوۃ اموال غیر سوائم اور روزہ اور حج غیر کامل اور صدقات امت محمدی مین مخصوص نہین لیکن ہیئت کاملہ پر حج کرنا اور قرآن کا پڑھنا بھی اس امت کی خصوصیات سے ہر تو انکو بھی مستثنی کرنا چاہیے کذا فی النہر ونظمہا صاحب النہر فقال ؎ وکافر فی الوقت صلی باقتدار ؛ متمما صلوتہ لا مفسدا ؛ او اذن ایضا معلنا او زکی ؛ سوائما کان سجدۃ تزکی ؛ فمسلم لا بالصلوۃ منفرد ؛ ولا الزکوۃ والصیام الحج زد ؛ اور خصوصیات مذکورہ اسلام کو صاحب نہر الفائق نے نظم مین یون کہا ہر اور کافر نے عین وقت مین نماز پڑھی امام کے پیچھے اپنی نماز کو پورا کرکے نہ فاسد کرکے یا اذان بھی دی آشکارا یا چرنے والے جانورون کی زکوۃ ادا کی مانند سجدہ تلاوت کرنے کے پاک ہوکر تو وہ کافر ان افعال سے مسلمان ٹھہریگا نہ تنہا نماز پڑھنے سے اور نہ اور اموال کی زکوۃ دینے سے اور نہ روزہ رکھنے سے اور نہ حج غیر کامل کرنے سے وہی عبادۃ بدنیۃ محضۃ فلا نیابۃ فیہا اصلا ای بالنفس کما صحت فی الحج ولا بالمال کما صحت فی الصوم بالفدیۃ للفانی لانہا انما تجوز باذن الشارع ولم یوجد اور وہ یعنے نماز صرف بدن کی عبادت ہر تو اسمین نیابت نہین کسی طرح یعنی نہ جان کی نیابت جیسے حج مین صحیح ہر نہ مال کی نیابت جیسے کہ روزے مین درست ہر فدیہ دے کر شیخ فانی کو اسواسطے کہ نیابت یا فدیہ تو فقط شارع کے اذن سے جائز ہوتا ہر سو وہ اذن نماز مین پایا نہین گیا ہم نماز محض عبادت بدنی ہر یعنے مرکب نہین مال اور بدن سے جیسے کہ حج مرکب ہر اور حج نفل مین دوسرے شخص کو نائب کرنا ہر طرح درست ہر اور حج فرض مین بشرط عجز دائمی صحیح ہر اور صوم کے فدیہ مین بھی عجز دائمی تا موت شرط ہر شیخ الغفار مین ہر کہ نماز مین نیابت اسواسطے بھی درست نہین کہ تکالیف شرعیہ سے مقصود ابتلا اور مشقت ہر سو وہ عبادات بدنیہ مین جان اور اعضا کی محنت کشی مین افعال مخصوصہ کے کرنے سے حاصل ہر اور نائب کے کرنے سے منیب کے نفس پر مشقت متحقق نہین ہوتی تو نیابت مطلقا جائز نہین عجز مین نہ قدرت مین انتہی سببہا ترادف النعم ثم الخطاب ثم الوقت نماز کا سبب پے در پے ہونا ہر احسانات ربانی کا پھر حکم قرآنی پھر وقت نماز کا تمام سبب عبارت ہی

مفضی الی الحکم سے بدون تاثیر کے کذا فی البحر تو نماز کا سبب حقیقی اوقات پنجگانہ مین تواتر نعمات ہی پھر حکم قرآن مجید کا چنانچہ اقیموا الصلوٰۃ وان الصلوٰۃ کانت
علے المؤمنین کتابا موقوتا پھر سبب ظاہری وقت ہی اسواسطے کہ وجوب متجدد ہوتا ہی اوقات کے تجدد سے یہی علامت ہی سبب ہونے کی کذا فی الطحطاوی
ای الجزء الاول منہ ان اتصل بہ الاداء والا فما ای جزء من الوقت متصل بہ الاداء والا متصل الاداء بالجزء فالسبب ہو الجزء الاخیر وقت سبب ہی
یعنے اسکا پہلا جزء سبب ہی اگر اسکے ساتھ اداے نماز متصل ہو اور اگر جزء اول مین نماز نہ پڑھے تو وقت کے جس جزء سے اداے نماز کا اتصال ہوگا وہی جزء
سبب ٹھہریگا اور اگر وقت کے کسی جزء سے ادا متصل نہوئی تو وقت کا پچھلا جزء سبب ہوگا ہم خلاصہ مقام یہ ہی کہ وجوب نماز مین وسعت ہی تو جزء اول اور ثانی
اور ثالث کی تاخیر سے مثلاً گنہگار نہوگا حلبی نے کہا مختصر بیان یہ ہی کہ نماز کا سبب وقت کا وہ جزء ہی جس سے ادا متصل ہو والا جملہ وقت سبب ہی کذا فی
الطحطاوی ولو ناقصاً حتی تجب علی مجنون ومغمی علیہ افاقا وحائض ونفساء طہرتا وصبی بلغ ومرتد اسلم وان صلیا فی اول الوقت وقت کا پچھلا جزء سبب ہی اگرچہ
ناقص ہو چنانچہ عصر مین دھوپ کا زرد ہو جانا تو واجب ہوگی نماز مجنون اور غشی والے پر کہ دونون ہوش مین آگئے پچھلے جزء مین اور حیض والی اور نفاس
والی عورت پر کہ دونون پاک ہوگئین اور صغیر پر کہ وہ بالغ ہوگیا اور مرتد پر کہ جزء اخیر مین مسلمان ہوا اگرچہ صغیر اور مرتد نے اول وقت مین نماز پڑھی ہو جزء
اخیر سے مراد وہ جزء ہی جو تکبیر تحریمہ کی گنجایش رکھتا ہو نہ وہ آن اور لحظہ جسمین اللہ اکبر کہنا نہو سکے تو اگر بعد افاقہ اور طہارت اور بلوغ اور اسلام کے بقدر تحریمہ وقت
باقی ہی تو اسوقت کی نماز اسپر واجب ہوگی اور نہین تو نہین اور کافر اصلی کا حکم مرتد کا حکم ہی اور نماز مرتد کی صورت یہ ہی کہ وہ مسلمان تھا اول وقت ظہر مین
مثلاً اسنے فرض نماز ادا کی پھر وہ معاذ اللہ مرتد ہوگیا پھر ظہر کے آخر وقت مین اسلام لایا تو وہ ظہر کی نماز کا اعادہ کرے کیونکہ پہلی نماز ارتداد سے باطل ہوگئی کذا فی
الطحطاوی مختصراً وبعد خروجہ یضاف السبب الی جملتہ لیثبت الواجب بصفۃ الکمال وانہ الاصل فیلزم القضاء فی کامل ہو الصحیح اور بعد نکل جانے وقت کے
مضاف ہوتا ہی سبب جمیع وقت کی طرف تاکہ واجب ثابت ہو کمال کی صفت پر اور حالانکہ ثبوت وجوب علی صفۃ الکمال بھی اصل ہی تو مجنون وغیرہ کو قضا کرنا لازم
ہوگا کامل وقت مین نہ ناقص مین یہی قول صحیح ہی تو اگر آج کی عصر فوت ہوئی اور کل یاد پڑی آخر وقت عصر مین غروب سے پہلے تو اسوقت قضا نکرے اسواسطے
کہ وہ ناقص وقت ہی وقت صلوٰۃ الفجر قدمہ لانہ لا اختلاف فی طرفیہ نماز فجر کا وقت شارح نے کہا مصنف نے فجر کے وقت کو مقدم کیا اسواسطے کہ اسکے دونون طرفون
مین یعنی اسکے اول اور آخر مین خلاف نہین اتفاق ہی اسکا برخلاف ظہر وغیرہ کے ہم اور یہ جو بعضون نے اول فجر مین اختلاف کیا ہی کہ اول صبح ہی یا انتشار اسکا
اور آخر وقت قدر سے آفتاب کی کرن کے طلوع تک ہی یا تیر انداز کو تیر گرنے کے مقام کے نظر آنے تک سو بسبب ضعیف ہونے اس قول کے لائق اعتماد کے نہین کذا
فی الطحطاوی واول من صلاہ آدم واول الخمس وجوباً اور اسواسطے فجر کو مقدم کیا کہ اول اسکو آدم علیہ السلام نے ادا کیا اور وہ پنجگانہ نماز کے پہلے ہی واجب
ہونیکی راہ سے یعنی پنجگانہ نماز شب معراج مین فرض ہوئی تو اس رات کے بعد پہلے نماز فجر کی ٹھہری انس بن مالک سے روایت ہی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر شب
معراج مین ٥٠ نمازین فرض ہوئین پھر کم ہوئین یہانتک کہ پانچ ٹھہر گئین پھر ندا ہوئی یا محمد ہمارے نزدیک بات نہین بدلتی تمکو پانچ وقت کی نماز مین ٥٠ وقت
کا ثواب ملیگا اس حدیث کو نسائی اور احمد اور ترمذی نے روایت کیا ہی کذا فی العینی شرح الہدایۃ وقدم محمد الظہر لانہ اول ما ظہر اور بیانا اور امام محمد بن
حسن شیبانی نے جامع صغیر مین ظہر کو اول مذکور کیا ہی اسواسطے کہ وہ نماز پنجگانہ سے پہلی ہی باعتبار ظاہر ہونے اور بیان کرنے جبرئیل علیہ السلام کے ہم یہ قول
مبنی ہی اسپر کہ جبرئیل علیہ السلام کی امامت اول ظہر کے وقت ہوئی تھی شب معراج کے بعد اور صبح کی امامت دوسرے دن ہوئی تھی اسمین دو روایتین ہین دوسری
یہ بھی روایت ہی کہ ابتدا امامت ظہر سے ہوئی کذا فی الطحطاوی ولا یخفی توقف وجوب الاداء علی العلم بالکیفیۃ فلذا لم یقض نبینا صلے اللہ علیہ وسلم الفجر صبیحۃ لیلۃ الاسراء
اور پوشیدہ نہین موقوف ہونا وجوب ادا کا کیفیت نماز کی دانست پر تو اسیواسطے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز کی قضا نہ کی شب معراج کی صبح کو ہم
یہ جواب ہی سوال مقدر کا حاصل سوال یہ ہی کہ جب فجر کی نماز پنجگانہ نماز کے اول ٹھہری تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیونکر ترک کی شب معراج کی صبح کو باوجودیکہ وہ واجب

اصحاب متون نے اسی کو پسند کیا اور شارحین اسی پر راضی ہوے کذا فی الطحطاوی عن البحر وعنہ مثلہ وہو قولہما وزفر والائمۃ الثلثۃ قال الامام الطحاوی وبہ
ناخذ وفی غرر الاذکار وہو الماخوذ بہ وفی البرہان وہو الاظہر لبیان جبرئیل وہو نص فی الباب وفی الفیض وعلیہ عمل الناس الیوم وبہ یفتیٰ اور امام سے
ایک مثل کی روایت ہو یعنے حسن نے امام سے روایت کی کہ جب سایہ ہر چیز کا برابر اُس چیز کے ہو گیا ظہر کا وقت آخر ہو گیا اور یہی صاحبین کا قول ہو اور
زفر اور تینوں اماموں کا یعنی امام شافعی اور امام مالک اور امام احمد کا امام طحاوی نے کہا اور اسی قول کو ہم لیتے ہین اور غرر الاذکار مین ہو کہ
یہی قول لیا گیا ہو یعنی اسی پر عمل ہو اور برہان مین ہو کہ یہی قول ظاہر تر ہو جبرئیل علیہ السلام کے بیان کر دینے سے اور قول جبرئیل باب موافقت مین نص
صریح ہو اور فیض مین ہو کہ اسی پر لوگون کا آج عمل ہو اور اسی کا فتویٰ ہو ہم بحر الرائق مین ہو کہ طحاوی کا قول اسپر دلالت نہین کرتا کہ یہی مذہب صحیح ہو
تصحیحات متقدمہ کے مذکور ہونے کے بعد اور سراج وہاج مین ہو کہ شیخ الاسلام نے کہا کہ احتیاط اسمین ہو کہ ظہر کی نماز مثل تک تاخیر نکرے اور عصر کی نماز
نہ پڑھے جبتک مثلین تک سایہ نہ پہونچے تاکہ دونون نمازین اپنے وقتون پر بالاتفاق ادا ہون کذا فی الطحطاوی سوی فی یکون للاشیاء قبیل الزوال
سوا اُس سایہ کے جو سب چیز دن کا ہوتا ہو زوال آفتاب سے پہلے تھوڑا سا مین یعنے ٹھیک دوپہر مین آفتاب ڈھلنے سے پہلے جو ہر چیز کا سایہ باقی رہتا ہو
وہ ظہر اور عصر کے وقت سے خارج ہو مثل اور مثلین کے حساب مین داخل نہین اسی سایہ کو فے بروزن شَے اور سایہ اصلی کہتے ہین طحطاوی نے کہا فی الزوال
کو اسواسطے استثنا کیا کہ گاہے سایہ اصلی برابر ہوتا ہو ہر چیز کے بعضے مواضع مین ایام سرما مین اور گاہے دونا ہوتا ہو تو اگر مثل کو اعتبار کیجیے ذی الظل کے
پاس سے تو ظہر کا وقت نہ صاحبین کے نزدیک پایا جاے نہ امام کے نزدیک یہ حال ہو وہان کے لوگون کا جنکے سرون پر آفتاب سامنے نہین آتا لیکن
جن لوگون کے سرون کے اوپر آفتاب آجاتا ہو وہان مثل کا اعتبار ذی الظل کے پاس سے ہوتا ہو یعنی اسواسطے کہ وہان سایہ اصلی منعدم ہوتا ہو ویختلف
باختلاف الزمان والمکان اور فی الزوال اور سایہ اصلی مختلف ہوتا ہو زمان اور مکان کے اختلاف سے م یعنے سرما مین سایہ اصلی بڑا ہوتا ہو اور گرما مین چھوٹا
اور جو ملک معدل النہار اور خط استوا سے قریب ہین وہان سایہ چھوٹا ہو اور جو بعید ہین وہان بڑا ہو اور جن بلاد کا عرض میل کلی کے مانند ہو وہان سایہ اصلی
ایک دن بالکل منعدم ہوتا ہو یعنی جبکہ آفتاب نقطۂ سرطان مین داخل ہوا اور سال بھر مین یہی دن بہت بڑا ہوتا ہو اور جن بلاد کا عرض میل کلی
سے کم ہوتا ہو وہان کا سایہ اصلی سال مین دو بار بالکل نابود ہو جاتا ہو چنانچہ مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کذا فی الحلبی ولو لم یجد ما یغرز اعتبر بقامتہ وہی ستۃ اقدام
ونصف بقدمہ من طرف ابہامہ اور اگر نمازی سایہ شناسی کے واسطے وہ چیز نپاوے جسکو زمین پر گاڑ کر سایہ دریافت کرے تو اپنے قد کا اعتبار کرے
اور قد ہر آدمی کا ساڑھے چھ قدم کا ہوتا ہو اُسی شخص کے قدم سے انگوٹھے کی طرف سے م یہ کلام محذوف پر مرتب ہو اور معلوم ہوتا ہو بحر الرائق وغیرہ
کی عبارت سے اسمین یون ہو کہ زوال کی شناخت مین چند روایت ہین اُنمین صحیح تر یہ ہو یعنے ابو شجاع کی روایت کہ سیدھی لکڑی برابر زمین مین جلشت
کے وقت گاڑے اور سایہ کے سرے پر نشان کرے پھر اگر سایہ کم ہو جاتا ہو نشان مذکور سے تو آفتاب نہین ڈھلا پھر اگر سایہ ٹھہر گیا زیادتی اور نقصان
سے تو یہ وقت ہو ٹھیک دوپہر کا اور جسقدر سایہ اسوقت باقی رہا وہ فی الزوال اور سایہ اصلی ہو اور جبکہ سایہ فی الزوال کے خط سے بڑھا اور لنبا ہوا تو
معلوم ہوا کہ آفتاب ڈھلگیا چنانچہ ظہیریہ مین ہو اور مجتبیٰ مین ہو کہ اگر کوئی لکڑی گاڑنے کو نملے تو فی الزوال اور امثال کی شناخت کو تو اپنے قد سے
قیاس کرے ساڑھے چھ قدم طحاوی نے کہا جمہور مشائخ سات قدم کہتے ہین اور جمع بین القولین یون ہو سکتا ہو کہ آدمی کا قد سات قدم ساق کی سمت سے
ہوتا ہو اور ساڑھے چھ قدم انگوٹھے کیطرف سے انتہی اور محمد سے وہ قول منقول ہو جو اُس سے بھی زیادہ تر آسان ہو وہ یہ ہو کہ آدمی قبلہ کے سامنے کھڑا ہو پھر
آفتاب ابروے راست پر آیا ڈھلگیا کذا فی الطحطاوی منصف عینی مین یون ہو کہ جب آفتاب بائین طرف سے ڈھلا تو بھی زوال کا وقت ہو انتہی م مین اوسیکا
اختلاف باعتبار اختلاف بلاد کے ہوتا ہو کما فی حاشیۃ العینی عن السراج ووقت العصر منہ الی قبیل الغروب اور عصر کا وقت سایہ مثلین سے ہو آفتاب کے ڈوبنے تک

کہنے والا یہ یعنی مبتدا ہو وہی ہے کہا یہی قول مشہور ہو اور قول ضعیف یہ ہو کہ آفتاب کے زرد ہونے تک ہو قصہ مرجعت شمس ذریعت میں یہ ہو کہ وقت اخیر ہو جائے
آفتاب ڈوب کے پھر نکل آیا تو عصر کا وقت دوسری بار عود کر گیا یا نہیں جواب یہ ہو کہ ہان وقت پھر آئیگا عجب ہے صاحب نہر کی بدیہیس حدیث
یہ قصہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علی مرتضیٰ کی گود میں سو گئے جب آپ جاگے تو معلوم ہوا کہ علی مرتضیٰ نے عصر کی نماز نہیں پڑھی تو فرمایا کہ
الٰہی علی تیری اور تیرے رسول کی طاعت میں تھا تو آفتاب کو پھیر دے سو آفتاب پھر نکل آیا یہانتک کہ انھون نے عصر کی نماز پڑھ لی اور یہ روایت
صحیح ہو یہ اتھا اس حدیث کو طحاوی اور قاضی عیاض نے صحیح کہا ہو اور چند محدثین نے اسکو روایت کیا ہو از انجملہ طبرانی نے سند حسن سے اسکو روایت
کیا ہو اور جسنے اسکو موضوع کہا جیسا کہ ابن جوزی نے اسنے خطا کی اور ہمارے قواعد بھی اسکے مخالف نہیں کذا فی الطحطاوی دیوان الوسطیٰ میں
اور یہی حنفیہ کی نماز وسطیٰ ہو بنا بر مذہب صحیح کے ہم قرآن مجید میں فرمایا (حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطیٰ) یعنے محافظت کرو نمازون پر اور نماز وسطیٰ
پر یعنی درمیان کی افضل نماز پر سو نماز وسطیٰ کی تعیین میں بیس قول ہیں جو دو میانیہ اور اسکی شرح میں مذکور ہیں از انجملہ ایک قول یہ ہو جو شارح نے ذکر کیا
والوسطیٰ ہو العصر و وقت المغرب منہ الی غروب الشفق وہو الحمرۃ عندہما وبہ قالت الثلثۃ والیہ رجع الامام کما فی شروح المجمع وغیرہا فکان ہو المذہب
اور مغرب کا وقت آفتاب کے غروب ہونے سے ہو شفق کے ڈوبنے تک اور شفق سے وہ سرخی مراد ہو جو غروب آفتاب کے بعد مغرب کی طرف رہتی ہو صاحبین کے
نزدیک اور یہی کہا ہو تینون اماموں نے اور اس قول کی طرف امام اعظم نے رجوع کیا ہو چنانچہ مجمع وغیرہ کی شرحون میں مذکور ہو تو یہی صاحبین کا قول
صحیح مذہب ٹھہریگا امام اعظم کے نزدیک وہ سفیدی ہو جو سرخی کے بعد افق میں ہوتی ہو اور یہی قول ہو صدیق اکبر اور انس اور معاذ اور عائشہ صدیقہ کا
اور ایک روایت ہو ابن عباسؓ اور ابو ہریرہؓ سے اور یہی مذہب عمر بن عبد العزیز اور اوزاعی اور زفر اور مزنی اور ابن منذر اور خطابی کا اور یہی مختار ہو
مبرد اور ثعلب ائمہ لغت کا ابو داؤد میں حدیث ہو کہ جبرئیل علیہ السلام نے نزول کیا اور فرمایا کہ نماز عشا کا وقت وہ ہو جبکہ افق سیاہ ہو جائے ابن حبان نے اسکو اپنی
صحیح میں روایت کیا ہو اور ابو داؤد اور نسائی اور احمد نے نعمان بن بشیر سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم عشا کی نماز اسوقت پڑھتے تھے جبکہ تیسری
تاریخ کا چاند ساقط ہوتا تھا کذا فی العینی اور محقق نے فتح القدیر میں امام کے قول کو ترجیح دی ہو اور کہا کہ شفق کو حمرت کہنا امام کی روایت سے ثابت نہیں ہو دوسرا
سے اول تو اسواسطے کہ امام کی ظاہر الروایۃ کے مخالف ہو اور ثانی تو بدلیل حدیث ابن فضیل کے کہ آخر وقت مغرب کا یہانتک ہو کہ افق غائب ہو جائے
غائب ہونا افق یعنی کنارہ سے آسمان کا اس سفیدی کے ساقط ہونے سے ہوتا ہو جو سرخی کے بعد ہوتی ہو اور محقق کے شاگرد شیخ قاسم نے تصحیح قدوری میں کہا تو ثابت
ہوا کہ امام ہی کا قول صحیح تر ہو انتہی تو اس سے ظاہر ہوا کہ فتویٰ اور عمل نہیں مگر امام اعظم رح کے قول پر اور اسکو چھوڑ کر صاحبین کے قول کو یا کسی اور کے
قول کو لینا نہ چاہیے الا بضرورت ضعیف دلیل یا تعامل کے اگرچہ مشائخ نے صاحبین کے قول پر فتویٰ دیا ہو چنانچہ اسی مسئلہ میں اور معراج میں ہو کہ
صاحبین کا قول اوسع ہو اور امام کا قول احوط کما فی البحر اور یہ جو درر میں ہو کہ یہان صاحبین کے قول پر فتویٰ ہو نوح افندی نے اسکو یون رد کیا ہو کہ اسپر اعتماد
جائز نہیں اور امام کے قول پر صاحبین کے قول کو ترجیح دینا درست نہیں مگر بموجب ضعیف دلیل کے بالضرورت یا بسبب تعامل یا اختلاف زمان کے حالانکہ ان
چارون امور سے کوئی متحقق نہیں تو امام ہی کے قول پر عمل کرنا علی الخصوص جبکہ احتیاط بھی امام ہی کے مذہب پر ہو چنانچہ اس مسئلہ میں لازم ٹھہرا انتہی وفیہ ان الشامل
لکنہ خلافہ اگر کوئی کہے کہ جب امام ایک جانب ہون اور صاحبین دوسری جانب تو مفتی مختار ہو جسپر چاہے عمل کرے اسکے دو جواب ہیں ایک یہ کہ یہ حکم مفتی مجتہد کے لیے
ہو اور جو مجتہد نہیں تو اصح یہ ہو کہ امام ہی کے قول پر فتویٰ دے چنانچہ سراجیہ میں مصرح ہو اور دوسرا جواب یہ ہو کہ وہ بعض مشائخ کا قول ہو اور بعض کے
نزدیک تو امام کے قول کے ہوتے صاحبین کے قول پر عمل نہ چاہیے از انجملہ صاحب ہدایہ ہیں اسنے تجنیس میں کہا کہ میرے نزدیک واجب یہ ہو کہ امام کے قول پر ہر حال
میں فتویٰ دیا جائے کذا فی الطحطاوی لمخصا و وقت العشاء والوتر منہ الی الصبح اور نماز عشا اور وتر کا وقت غروب شفق سے ہو صبح تک و لکن لا یقدم ان الثانی علیہا الوترا

ناسیا لوجوب الترتیب لانہما فرضان عند الامام ولیکن صحیح نہین عشا پر وتر کا مقدم کرنا مگر بھولکر بسبب واجب ہونے ترتیب کے اسواسطے کہ عشا اور وتر دونون
فرض ہین امام کے نزدیک ہم لیکن عشا فرض قطعی ہی اور وتر فرض عملی ہی اور صاحبین اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک وتر سنت ہی والدلائل فی المبسوطات وفاقد
وقتہما کبلغار فان فیہا یطلع الفجر قبل غروب الشفق فی اربعینیۃ الشتاء اور نہ پانے والا عشا اور وتر کے وقت کے جیسے بلغار کے ساکن اسواسطے کہ بلغار
مین فجر طلوع کرتی ہی شفق کے غروب ہونے سے پہلے چلہ سرما مین ہم قاموس مین ہی کہ بلغار ایک شہر ہی ملک صقالیہ کے نہایت مین جانب شمال کے شدید البرد
اور یہ جو شارح نے چلہ سرما کو ذکر کیا سو سہو ہے اور ٹھیک یہ ہی کہ اقصر لیالی سال مین وہان عشا کا وقت نہین ہوتا چنانچہ بحر الرائق اور امداد الفتاح مین کو ہی
یعنے اول صیف مین جبکہ آفتاب حلول کرتا ہی راس سرطان مین تو اسوقت آفتاب زمین پر ۲۳ گھنٹے ٹھہرتا ہی اور ایک ساعت یعنے گھنٹہ بھر غروب
ہوتا ہی عرض بلد کے حساب پر چنانچہ علم ہیئت مین اسکی تفصیل مذکور ہی کذا فی الطحطاوی عن الحلبی مکلف بہما فیقدر لہما یانے والا عشا اور وتر کا مکلف
ان دونون کا یعنی اُسپر عشا اور وتر کا پڑھنا فرض ہی تو اندازہ کرے اُن دونون نمازون کے واسطے یعنی جسقدر مدت کے بعد غروب ہونے سے پیچھے عشا اور
وتر ہوتی تھی اُسیقدر مدت کے بعد دونون کو پڑھے یا بلاد قریبہ پر قیاس کرے ولا ینوی القضاء لفقد وقت الاداء بہ افتی البرہان الکبیر اور عشا اور وتر کے قضا کی
نیت نکرے وقت ادا کے نہونے کے سبب سے اسی کا فتوی دیا ہی برہان الدین کبیر نے ہم قضا کی نیت اسواسطے نکرے کہ قضا اسکو کہتے ہین جسکا وقت ہو اور فوت
ہوجاوے اور یہان وقت ہی نہین تو قضا بھی نہین واختارہ الکمال وتبعہ ابن الشحنہ فی الغازہ وصححہ فزعم المصنف انہ المذہب اور فرضیت عشا اور وتر کو اختیار
کیا ہی کمال الدین صاحب فتح القدیر نے اور ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے اُسکی پیروی کی ہی اپنے الغاز مین سو اسی کی تصحیح کی ہی تو مصنف اس متن نے اسی
قول کو مذہب صحیح گمان کیا یعنی ولہذا اسکو متن مین داخل کیا برخلاف کنز کے اور کنز کے قول کی تضعیف کی چنانچہ اسکو اُسکے بعد بصیغہ تمریض کرکر کلام شارح
نے اسمین تضعیف قول مصنف پر اشارہ کیا اور شرنبلالی نے امداد الفتاح مین اُسکے ضعیف ہونے کی تصریح کی ہی کذا فی الطحطاوی وقیل لا یکلف بہما لعدم سببہما
اور بعضون نے کہا کہ عشا اور وتر کے وقت کا نپانے والا مکلف اُن دونون نمازون کا نہین اُنکے سبب کے نہونے کی وجہ سے یعنی وجوب نماز کا سبب وقت
ہی اور انتفا سبب مستلزم انتفا مسبب ہی وبہ جزم فی الکنز والدرر والملتقی اور اسی عدم وجوب کا یقین کیا ہی متون ثلثہ یعنے کنز الدقائق اور درر اور ملتقی الابحر
مین وبہ افتی البقالی ووافقہ الحلوانی والمرغینانی اور اسیکا فتوی دیا علامہ بقالی نے اور اُنکی موافقت کی بعد مخالفت کے حلوانی اور مرغینانی نے ہم مجتبی مین ہی
کہ برہان الائمہ کے وقت مین استفتا وارد ہوا کہ جو لوگ اپنے شہر مین عشا کا وقت نہین پاتے تو اُنپر عشا کی نماز واجب ہی یا نہین تو جواب یہ لکھا کہ اُنپر واجب
نہین اور اسیکا ظہیر الدین مرغینانی نے فتوی دیا اور اسی کا استفتا بلغار سے وارد ہوا شمس الائمہ حلوانی پر تو قضا کرنے عشا کا فتوی دیا پھر خوارزم مین
سیف السنہ بقالی سے بھی استفتا ہوا تو اُنھون نے عدم وجوب کا فتوی دیا سو اُنکا جواب حلوانی کو پہونچا تو ایک شخص کو بھیجا اُنکے پاس خوارزم مین کہ مجمع مین اُن سے
سوال کرے کہ کیا کہتے ہو اُس شخص کے حق مین جو پانچ فرضون مین سے ایک فرض کا انکار کرتا ہی وہ کافر ہی یا نہین تو شیخ بقالی مطلب سوال کا سمجھ گئے تو جواب دیا
کہ تم کیا کہتے ہو اُس شخص کی نسبت جسکے دونون ہاتھ کہنیون سمیت یا دونون پانون ٹخنون سمیت کاٹے گئے اُسکے وضو مین کتنے فرض ہین سائل نے جواب
دیا کہ تین فرض ہین بسبب نہونے محل چوتھے فرض کے بقالی نے کہا کہ اسی طرح پانچوین نماز بھی فرض نہین اُسکے وقت کے نہونے سے پھر جبکہ یہ جواب حلوانی
کو پہونچا تو پسند کیا اور اس مسئلہ مین اُنکے موافق ہوگئے کذا فی الفتح ورجحہ الشرنبلالی والحلبی واوسعا المقال ومنعا ما ذکرہ الکمال اور عدم وجوب عشا کی
ترجیح دی شرنبلالی اور ابراہیم حلبی شارح منیہ نے اور اسمین بہت گفتگو کی ہی اور نہین مانا اُس قول کو جو کمال الدین محقق نے فتح القدیر مین ذکر کیا ہی ہم
خلاصہ کلام محقق یہ ہی کہ قیاس عدم وجوب عشا سقوط غسل یدین مقطوعین پر قیاس مع الفارق ہی کیونکہ عدم محل فرض مین اور عدم سبب جعلی مین جو وجوب
خفی نفس الامری کی علامت ہی فرق صریح ہی علاوہ اُسکے اخبار متواترہ شب معراج سے فرضیت صلوٰۃ خمسہ جمیع آفاق میں بلا تفصیل شریعت عام ہی

اور اسی طرح حدیث صحیح مسلم دلیل ہے جو مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کو ذکر کیا صحابہ نے کہا کہ وہ زمین میں کتنا ٹھہریگا فرمایا چالیس دن ایک دن سال
کے برابر اور ایک دن مہینے کے برابر اور ایک دن ہفتے کے برابر اور باقی دن تمہارے دنوں کے مانند صحابہ نے کہا یا رسول اللہ سو جو دن کہ سال کے
برابر ہوگا کیا ہمکو ایک دن کی نماز کفایت کریگی فرمایا نہیں اسکے واسطے اندازہ کر لینا کرنا سو اسدن میں ہم نے زیادہ عصر کی نماز واجب ہوئی قبل مثلین
کے سایہ ہو جانے سے پہلے انتہی کلام الکمال خلاصہ جواب جلبی یہ ہے کہ جیسے صلوات خمسہ ٹھہر چکی ہیں اسی طرح وجوب کے واسطے اسباب اور شروط ٹھہر گئے ہیں
کہ بدون انکے وجوب نہیں پایا جاتا ہے تو اگر صلوات خمسہ کی حکم عام اسباب اور شروط کے ساتھ مراد ہے تو مسلم ہے اور تمکو مفید نہیں اور اگر ہر فرد مکلف کا عموم مطلق
مراد ہے تو باطل ہے اسلئے کہ حائض اگر بعد طلوع آفتاب کے طاہر ہو مثلاً تو اسپر اسدن فقط چار نمازیں واجب ہیں نہ پانچ اور حدیث دجال کی مخالف قیاس ہے
تو اسپر غیر کو قیاس نہیں کر سکتے وتمامہ فی الطحطاوی وغیرہ ومن المبسوطات قلت ولا فیما عدہ حدیث الدجال لانہ وان وجب اکثر من ثلثمائۃ ظہر مثلا قبل
الزوال لیس کمسئلتنا لان المفقود فیہ العلامۃ لا الزمان واما فیہا فقد فقد الامران میں کہتا ہوں اور کمال الدین کو ساعدت نہیں کرتی دجال کی حدیث
اسواسطے کہ اگرچہ دہاں تین سو ظہر سے مثلاً زیادہ تر واجب ہوئے زوال آفتاب سے پہلے ہمارے اس مسئلہ کے مانند وہ دن نہیں اسواسطے کہ یوم
دجال میں فقط علامت اوقات مفقود ہے زمانہ مفقود نہیں اور بلغار کی عشاء وتر میں علامت اوقات اور زمانہ دونوں امر مفقود ہیں یعنے نہ علامت عشا
کی موجود ہے اور نہ اسقدر زمانہ ممتد ہے کہ مغرب اور عشاء اور صبح کے اوقات کے برابر ہو بلکہ مابین غروب اور طلوع آفتاب کے فقط بقدر مغرب اور صبح کے
زمانہ ہوتا ہے ہم شارح کا یہ کلام مسلم نہیں اسواسطے کہ یوم دجال سال بھر کا ہے تو چوبیس چوبیس ساعت یعنی ۲۴ گھنٹے میں پانچ نمازیں ادا ہونگی اور بلغار کا دن
بھی اپنی رات کے ساتھ ۲۴ گھنٹے کا ہے تو اسمیں بھی پانچ نمازیں واجب ہونگی تو زمانہ پایا گیا اور بمنزلہ الیوم دجال کے ہو گیا میں کہتا ہوں الحاصل وجوب اور عدم
وجوب عشا میں دونوں قولوں کی تصحیح ثابت ہے مگر یہ کہ دلیل تقدیر کی مرجح ہے اور محکو بلغار کے رہنے والے نے خبر دی کہ جلد ایام گرما میں شفق سرخ کے غائب
ہونے سے پہلے فجر طلوع کرتی ہے اور وہاں کے لوگ صوم میں رات کی مدت میں ایکبار یا دو بار کھاتے ہیں قبل ظاہر ہونے فجر کے اور وہاں سے بھی دور کے
رہنے والے شخص نے مجھسے حکایت کی کہ وہاں مطلق اندھیرا نہیں ہوتا اور بعضے اور بلاد میں ہمیشہ اندھیرا رہتا ہے وہاں روشنی نہیں مگر چراغ کی فسبحان العلیم
بحقائق الاحوال کذا فی الطحطاوی والمستحب للرجل الابتداء فی الفجر باسفار والختم بہ ہو المختار بحیث یرتل اربعین آیۃ ثم یعید ولطہارۃ لو فسد اور مرد کو مستحب ہے
شروع کرنا نماز فجر کا روشنی میں اور ختم کرنا روشنی میں یہی قول مختار ہے اسطرح پر کہ ۴۰ آیت کو ادا ہے حروف کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کے دونوں رکعتوں میں پڑھے
پھر نماز کو اعادہ کرے طہارت کے ساتھ اگر فساد نماز کا ظاہر ہو وہم فساد کی صورت یہ ہے کہ بدون طہارت کے سہو سے نماز پڑھے یا نماز میں کوئی فساد واقع ہو وقیل یوخر
جدا لان الفساد موہوم اور قول ضعیف یہ ہے کہ فجر کی نماز کو بہت تاخیر کرے اسواسطے کہ فاسد ہو جانا نماز کا امر موہوم ہے کم بحر الرائق میں ہے لیکن اسقدر تاخیر کرے
کہ طلوع آفتاب میں شک واقع ہو الا الحاج بمزدلفۃ فالتغلیس افضل کمرأۃ مطلقاً مگر حاجی کو مزدلفہ میں روز روشن میں نماز پڑھنا مستحب نہیں تو وہاں اندھیرے میں
نماز افضل ہے جیسے عورت کو مطلقاً خواہ حج میں یا غیر حج میں اندھیرے میں نماز بہتر ہے اسواسطے کہ بنا بحال نسوان پردہ داری میں ہے سو وہ اندھیرے میں حاصل ہوتی
غیر الفجر الافضل لہا انتظار فراغ الجماعۃ اور فجر کے سوا اور نمازوں میں عورت کو فراغت جماعت کا انتظار کرنا افضل ہے یعنے جب مردوں کی جماعت ہو چکے تب
عورت مسجد میں نماز پڑھے وتاخیر ظہر الصیف بحیث یمشی فے الظل مطلقاً کذا فی المجمع وغیرہ ای بلا اشتراط شدۃ حر وحرارۃ بلد وقصد جماعۃ اور مستحب ہے دیر
کرنا گرمی کی ظہر کا اسطرح کہ دیواروں کے سایہ میں چلکے مسجد جانے کے وقت مطلقاً ایسا ہی مجمع وغیرہ میں مطلقاً کی تفسیر یہ ہے کہ تاخیر مذکور میں شرط نہیں
شدت موسم گرما کی اور نہ گرمی شہر کی اور نہ قصد جماعت کا م صیف کی قید میں اشارہ ہے کہ ربیع اور خریف کے موسم میں تعجیل ظہر کی مستحب ہے اور تاخیر کی
حد یہ ہے کہ قبل از مثل نماز ہو اسواسطے کہ خزانہ میں ہے کہ وقت مکروہ وہ ہے جو اختلاف کی حد میں داخل ہو اور جبکہ سایہ ہر شے کا اسکے برابر ہو تو اختلاف میں

داخل ہوا اور یہ قول شارح کے کلام سے بہتر ہے اسواسطے کہ مصر کی دیوارون کا سایہ انکی بلندی کے سبب سے جلد حاصل ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی عن الحلبی یا
شئے الجوہرہ وغیرہا من اشتراط ذلک منظور فیہ اور جو کہ جوہرہ وغیرہ مین ہے شرط ہونا تاخیر کے واسطے امور مذکورہ کا یعنی شدت حرارت وغیرہ کا جو مسلم نہین ہے ومن حال ہے
وجمعۃ کظہر اصلا واستحبابا فی الزمانین لانہا خلفہ اور جمعہ ظہر کے مانند ہے اصل اور استحباب کی راہ سے دونون موسم گرمی اور جاڑے مین اسواسطے کہ
جمعہ خلیفہ ہے ظہر کا م یعنی اصل وقت جو ظہر کا ہے وہی جمعہ کا ہے اور جیسے صیف مین ظہر کی تاخیر مستحب ہے اور تعجیل اور ایام مین ویسا ہی جمعہ مین ہے اور اشباہ مین ہے
کہ جمعہ کو سرد وقت مین پڑھنا مسنون نہین سو شاید اس مسئلہ مین دو روایتین ہین اور جو یہ کہا کہ جمعہ خلیفہ ہے ظہر کا سو احد القولین ہے اور دوسرا قول مشہور یہ ہے کہ جمعہ
فرض مستقل ہے ظہر سے زیادہ تر موکد ہے کذا فی الطحطاوی و تاخیر عصر صیفا وشتاء توسعۃ للنوافل اور مستحب ہے تاخیر کرنا عصر کا گرمی اور جاڑے مین نوافل کی گنجائش
کے واسطے م ابوداود مین حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عصر کو تاخیر کرتے تھے جبتک کہ آفتاب سفید اور صاف رہتا تھا کذا فی البحر مالم تتغیر ذکاء
بان لاتحار العین فیہا فی الاصح تاخیر عصر کی مستحب ہے جبتک کہ آفتاب متغیر نہو اسطرح پر کہ آنکھ قرص آفتاب مین حیران نہو صحیح تر قول مین م مراد یہ ہے کہ آفتاب
کی روشنی کی چمک جاتی رہے تو بصارت کو اس سے حیرت حاصل نہو اور تغیر روشنی کا اعتبار نہین اسلیے کہ وہ تو زوال کے بعد حاصل ہوتا ہے اور قول ضعیف یہ ہے
کہ شعاع دیوارون پر بدل جاے اور بعضون نے کہا قرص آفتاب متغیر ہوجاے کذا فی الطحطاوی عن السراج و تاخیر عشاء الی ثلث اللیل قیدہ فی الخانیۃ وغیرہا
بالشتاء اما الصیف فیندب تعجیلہا اور مستحب ہے دیر کر پڑھنا عشا کا تہائی رات تک خانیہ وغیرہا مین اس تاخیر کو مقید کیا ہے جاڑون کے ساتھ اور گرمیون مین تو
جلد پڑھنا عشا کا مستحب ہے یعنی اس خوف سے کہ عشا کا وقت خارج نہوجاے غلبہ خواب سے کیونکہ رات بہت کم ہوتی ہے فان اخرہا الی ما زاد علی
النصف کرہ لتقلیل الجماعۃ اما الیہ فمباح پھر اگر عشا کی تاخیر کی یہانتک کہ آدھی رات سے زیادہ ہوگئی تو یہ تاخیر مکروہ ہے تقلیل جماعت کی وجہ سے اور آدھی رات
تک تو تاخیر مباح ہے م نصف شب سے زیادہ تر تاخیر مکروہ تحریمی ہے کذا فی الطحطاوی عن المنح والبحر تتمہ عشا کی تاخیر اسواسطے مستحب ہے تا قصہ خوانی مکروہ قطع ہو
اور نامہ اعمال نماز پر ختم ہو جیسے شروع ہوا تھا صبح کی نماز سے تاکہ درمیان کی خطائین مٹ جاوین حقتعالی نے فرمایا (ان الحسنات یذہبن السیئات) نیکیان
برائیون کو دفع کرتی ہین اور عشا سے پہلے سونا مکروہ ہے فوت جماعت کے خوف سے اور بعد نماز کے بے حاجت گفتگو مکروہ ہے ورنہ مکروہ نہین چنانچہ قرآن
پڑھنا اور ذکر کرنا اور حکایات صالحین اور مذاکرہ فقہ اور گفتگو کرنا مہمان اور اپنی جورو سے اور مکروہ ہے کلام بعد فجر ہونے کے پھر نماز پڑھ چکے تو مکروہ نہین
کذا فی الطحطاوی و اخر العصر الی اصفرار ذکاء اور عصر کی تاخیر کی آفتاب کے زرد ہوجانے تک تو مکروہ ہے فلو شرع فیہ قبل التغیر فمدہ الیہ لایکرہ پھر اگر عصر
شروع کی آفتاب کے متغیر ہونے سے پہلے پھر نماز کو بڑھایا زردی آفتاب تک تو مکروہ نہین و اخر المغرب الی اشتباک النجوم ای کثرتہا کرہ ای التاخیر لا الفعل
لانہ مامور بہ اور اگر مغرب کی تاخیر کی تارون کے چھٹک جانے تک یعنے انکے بکثرت نمود ہونے تک تو یہ تاخیر کرنا مکروہ ہے نہ نماز پڑھنا اسوقت کا اسواسطے
کہ نماز خوانی کا تو حکم ہے وہ کیونکر مکروہ ہوسکے تحریما الا بعذر کسفر وکونہ علی اکل تاخیر عشا زائد از نصف شب اور تاخیر عصر تا زردی آفتاب اور تاخیر مغرب
تا ظہور نجوم مکروہ تحریمی ہے مگر سفر اور کھانا کھانے کے عذر سے تاخیر مکروہ نہین م کراہت تحریمی تینون مسئلون سے متعلق ہے کذا فی الطحطاوی لہذا ترجمہ
مین اسکی تصریح کردی و تاخیر الوتر الی آخر اللیل لواثق بالانتباہ اور تاخیر کرنا وتر کا آخر شب تک مستحب ہے اسکو جو اسوقت کے جاگنے پر بھروسا رکھتا
ہے والا فقبل النوم اور اگر جاگنے پر اعتماد نہو تو سونے سے پہلے وتر کا پڑھنا افضل ہے فان افاق فانہ الافضل پھر اگر اول وقت وتر پڑھ کر سونے کے بعد
جاگا تو امر مستحب فوت ہوگیا م ظاہرا غیر واثق کے جاگنے سے استحباب فوت نہین ہوتا بدلیل قول قاضیخان کہ جسکو وثوق نہو تو اسکو مطلقا تعجیل افضل ہے
کذا فی الطحطاوی و المستحب تعجیل ظہر شتاء اور مستحب ہے جلد پڑھنا ظہر کی نماز کا جاڑے مین م شتاء وہ زمانہ ہے جسمین سردی شدید ہو اور صیف وہ ہے جسمین
گرمی سخت ہو اور بعضون نے کہا کہ شتاء وہ ہے جسمین دو چیز کی حاجت ہوتا پینے کی اور روئی بھرے کپڑے کی اور صیف وہ ہے جسمین دونون چیزونکی حاجت نہو ربیع اور خریف

اور جمیع کتب مذہب میں [illegible] وہ دونون چیزون کی کذا فی الطحطاوی عن الفتح وتحقیق [illegible] بالصیف [illegible]
معمول ہونا [illegible] بحث [illegible] صاحب بحر کی اور منقول مذہب کے مخالف ہی اسواسطے کہ شرنبلالی نے جمع الروایات سے نقل کیا کہ [illegible]
تعجیل ظہر کی مستحب ہی چنانچہ نقل کی ہوئی بحث کا کچھ اعتبار نہین کذا فی الطحطاوی وتعجیل عصر وعشاء یوم غیم اور مستحب ہی تعجیل عصر اور عشا کی ابر کے
دن مین بھی اسواسطے کہ تاخیر مین احتمال ذکر کروہ وقت کے آجانیکا اور عشا کی تاخیر مین تقلیل جماعت کا احتمال ہی بارش برسنے اور کیچڑ کے خوف سے
وتعجیل مغرب مطلقا اور بلاد [illegible] مغرب [illegible] ہر موسم میں اور صیف مین مستحب ہی اور اطلاق سے یہ مراد نہین کہ ابر ہو یا نہ ہو تعجیل مغرب کی مستحب ہی اسواسطے کہ ابر
کے دن تاخیر مغرب کی مضر ہی اور تاخیر بقدر تعیین کروہ [illegible] اور مغرب کی تاخیر کرنا بقدر دو رکعت کے مکروہ تنزیہی ہی اور تاخیر غیرہا اور عشا کے سوا
اور نمازون مین ابر کے دن تاخیر کرنا مستحب ہی یعنی فجر و ظہر اور مغرب مین تاخیر ابر کے دن مین افضل ہی اسواسطے کہ فجر اور ظہر کے وقت مین کراہت نہین
تو تاخیر مضر نہین اور مغرب کی تعجیل مین یہ خوف ہی کہ قبل از غروب ادا واقع ہو وہذا فی دیارہم لکثرۃ شتائہا وقلۃ [illegible] اما فی دیارنا یعنی تعجیل عصر اور عشا کا اور تاخیر
انکے سوا کا ابر کے دن ان ملکون مین ہی جنمین جاڑا اکثر ہوتا ہی اور رعایت اوقات نماز ابر کے سبب سے کم ہوتی ہی چنانچہ بخارا وغیرہ اور ماوراء النہر کے ملک مین
اما فی دیارنا فیراعی الحکم الاول اور ہمارے ملک مین یعنی مصر اور شام مین تو پہلا حکم مرعی ہی یعنی تاخیر عصر کی مطلقا اور عشا کی تا ثلث لیل اور تعجیل ظہر سرما
اور ابراد ظہر صیف الی آخر ما تقدم یہ بحث بحر عینی کی اور صاحب نہر نے اسکو پسند کیا ہی کذا فی الطحطاوی وحکم الاذان کالصلوۃ تعجیلا وتاخیرا اور اذان کا حکم
نماز کے مانند ہی تعجیل اور تاخیر مین تفصیل سابق کے موافق ذکرہ بحر بحثا وکل مالا یجوز مکروہ صلوۃ مطلقا ولو قضاء او واجبۃ او نافلۃ او علی جنازۃ وسجدۃ تلاوۃ وسہو
لا شکر قنیۃ مع شروق اور طلوع آفتاب کے ساتھ مکروہ تحریمی ہی مطلقا نماز اگرچہ قضا ہو یا واجب یا نفل یا جنازہ پر کی نماز اور سجدہ تلاوت اور سجدہ سہو کا اتباع
سے کہا شکر کا سجدہ اسوقت مکروہ نہین کذا فی القنیۃ اور جو چیز جائز نہین وہ مکروہ ہی یہ جواب ہی سوال مقدر کا وہ یہ ہی کہ مصنف نے مکروہ مین مطلق نماز کو
جو غیر منعقد کو بھی شامل ہی ذکر کیا اور غیر منعقد باطل ہی نہ مکروہ خلاصہ جواب یہ ہی کہ مصنف نے کراہت لغوی کا ارادہ کیا اور شارح غیر جائز کو مکروہ رکھتا ہی خواہ
غیر جائز حرام ہو یا باطل یا مکروہ باصطلاح فقہ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ اصل مین مذکور ہی کہ جبتک آفتاب بقدر نیزہ بلند نہو تو وہ در حکم طلوع ہی اور امام فضلی کا یہ قول
مختار ہی کہ جبتک آدمی آفتاب کے دیکھنے پر قدرت رکھتا ہی وہ طلوع مین داخل ہی اسمین نماز حلال نہین پھر جب عاجز ہو اسکے نظر کرنے سے تو نماز حلال ہوگئی یہی تفسیر
صحیح کی مناسب ہی چنانچہ سابق مین گذر گیا کذا فی الطحطاوی الا العوام فلا یمنعون من فعلہا لانہم یترکونہا والاداء الجائز عند البعض اولی من الترک اصلا کما فی
القنیۃ وغیرہا مگر عوام لوگ روکے نجاوین اسوقت کی نماز سے اسواسطے کہ وہ نماز چھوڑ دینگے اور جو ادا کہ بعضون کے نزدیک جائز ہی وہ بالکل چھوڑ دینے سے
اولے ہی چنانچہ قنیہ وغیرہا مین ہی اور بعض سے یہان امام شافعی رح مراد ہین کذا فی الطحطاوی واستواء الا النفل یوم الجمعۃ علی قول الثانی المصحح المعتمد کذا فی
الاشباہ ونقل الحلبی عن الحاوی ان علیہ الفتوی اور نماز مطلق مکروہ تحریمی ہی آفتاب کے متوسط ہونے کے وقت آسمان مین یعنے ٹھیک دوپہر کو مگر نفل
جمعہ کے نفل مکروہ نہین ابو یوسف رح کے قول صحیح معتمد پر چنانچہ اشباہ مین ہی اور حلبی شارح منیہ نے حاوی سے نقل کیا کہ ابو یوسف رح کے قول پر
فتوے ہی وغروب الا عصر یومہ فلا یکرہ فعلہ لادائہ کما وجب بخلاف الفجر والاحادیث تعارضت فتساقطت کما بسطہ صدر الشریعۃ اور نماز مکروہ تحریمی
ہی آفتاب کے غروب ہونے کے ساتھ مگر روز غروب کی عصر تو اسکا پڑھنا اسوقت مکروہ نہین بسبب اسکے ادا ہو جانے کے جسطرح کہ وہ ناقص واجب
ہوئی تھی برخلاف فجر کے اور احادیث اسمین متعارض ہین تو ساقط الادا ہو گئی چنانچہ شرح وقایہ مین صدر الشریعہ نے اسکو مشرح بیان کیا ہی ہم
دن کی عصر جائز ہی یعنے کل کی عصر غروب کے وقت جائز نہین وجوب ناقص کی وجہ یہ ہی کہ وجوب عصر کا سبب آخر وقت ہی یعنے تغیر آفتاب کا
وقت اور وہ ناقص ہی یعنے عبادت کفار کا وقت ہی برخلاف فجر کے کہ اسکا تمام وقت کامل ہی تو وجوب بھی کامل ہی تو طلوع ہونے سے وہ باطل

ہوجاویگی وقت اداکے ناقص ہونے سے تعارض احادیث کا یہ بیان ہی کہ جماعۂ محدثین نے حدیث مرفوع ابوہریرہ رض سے روایت کی کہ جس شخص نے عصر کی ایک
رکعت قبل غروب کے پائی اُسنے پوری نماز پائی اور جسنے ایک رکعت صبح کی پائی قبل طلوع آفتاب کے تو اُسنے پوری صبح کی نماز پائی چونکہ اس حدیث مین
اور اُس حدیث مین جسمین اوقات ثلثہ مین نماز ممنوع ہی تعارض واقع ہوا تو ہمنے قیاس کی طرف رجوع کیا دفع تعارض کے واسطے چنانچہ تعارض کا یہی حکم ہی
تو ہمنے اس حدیث کے حکم کو ترجیح دی عصر کی نماز مین کذا فی الطحطاوی عن البحر وینعقد نفل بشروع فیہا بکراہۃ التحریم کراہت تحریمی کے ساتھ منعقد ہوتی ہی
نفل اوقات ثلثہ مین شروع کرنے سے یعنے تو اُسکا قطع کرنا اور اُسکو کامل وقت مین قضا کرنا واجب ہی ہم جبکا نماز نام ہی اگرچہ مجازاً اُسکو نماز بولتے ہین وہ تین
قسم ہی فرض واجب نفل اول قسم عملی ہی اور قطعی تو فرض عملی وتر ہی اور فرض قطعی کفایہ ہی اور عین سو فرض کفایہ نماز جنازہ ہی اور فرض عین نماز پنجگانہ اور
جمعہ اور سجدہ صلبیہ ہی اور قسم ثانی یا واجب لعینہ ہی یعنے جو خدا کے واجب کر دینے سے ہو یا واجب لغیرہ ہی یعنے جو بندہ نے اپنے اوپر اپنے فعل سے واجب کر لیا
ہو سو واجب لعینہ وتر اور نماز عیدین اور سجدۂ تلاوت ہی اور واجب لغیرہ سجدہ سہو اور دو رکعتین طواف کی اور اُس نفل کی قضا جسکو اُسنے فاسد کر دیا
اور نذر کی نماز اور قسم ثالث یعنی نفل یا سنت موکدہ ہی یا غیر موکدہ اور اسکو دریافت کر کہ اوقات مکروہہ دو نوع ہین نوع اول طلوع اور استوا اور غروب ہی
اور نوع ثانی مابین فجر اور آفتاب کے اور مابین نماز عصر کے آفتاب کے زرد ہونے تک تو اوقات کے نوع اول مین جمیع اقسام مذکورہ نماز کی منعقد نہین ہوتی
مگر نفل اور نذر مقید باوقات مذکورہ اور قضا اُس نفل کی جسکو اُنھین اوقات مین فاسد کیا اور نماز اُس جنازہ کی جو اُنھین وقتون مین آیا اور سجدۂ تلاوت
اُس آیت کا جو اُنھین مین پڑھی گئی اور عصر اُسی دن کی منعقد ہوتی ہین یہ چھ نماز ین کراہت کے ساتھ تو اُنکو قطع کرنا اور کامل وقت مین قضا کرنا واجب ہی
مگر اُسی دن کی عصر کو قطع کرنا جائز نہین اور نوع ثانی مین تمام اقسام مذکورہ نماز کی منعقد ہوجاتی ہین سواے نفل اور واجب لغیرہ کے کہ اُسکا انعقاد کراہت
کے ساتھ ہوتا ہی تو اُسکا قطع اور قضا کامل وقت مین واجب ہی کذا فی الحلبی لا ینعقد الفرض وما ہو ملحق بہ کواجب لعینہ کوتر وسجدۃ تلاوۃ وصلوٰۃ
جنازۃ تلیت الآیۃ فی کامل وحضرت الجنازۃ قبل لوجوبہ کاملا فلا یتادے ناقصا اوقات ثلثہ مین منعقد نہین ہوتا ہی فرض اور جو فرض کے ساتھ
ملحق ہی چنانچہ واجب لعینہ مانند وتر کے اور سجدہ اُس آیت کا جو کامل وقت مین پڑھی گئی اور نماز اُس جنازہ کی جو حاضر ہوا ان وقتون سے پہلے
بسبب اُسکے واجب ہونے کے کامل ہو کر تو ادا نہوگا ناقص ہو کر فلو وجبتا فیہا لم یکرہ فعلہما اے تحریما اور اگر سجدۂ تلاوت اور نماز جنازہ اُنھین اوقات مین
واجب ہوئی تو اُنکا فعل مکروہ نہین یعنے مکروہ بکراہت تحریمی نہین ہم تحریمی کی قید سے معلوم ہوا کہ کراہت تنزیہی ثابت ہی وفی التحفۃ الافضل ان لا توخر الجنازۃ
اور تحفہ مین ہی کہ بہتر یہ ہی کہ اوقات ثلثہ مین جنازہ کی نماز کی تاخیر نکرے ہم صاحب بحر اور نہر نے بھی اسی قول کو ثابت رکھا ہی کذا فی الطحطاوی و
صح مع الکراہۃ تطوع بدا بہ فیہا ونذر اداہ فیہا وقد نذرہ فیہا وقضاء تطوع بدا بہ فیہا فاسدہ لوجوبہ ناقصا اور صحیح ہی کراہت کے ساتھ
وہ نفل جسکو شروع کیا اُنھین اوقات مین اور وہ نذر کی نماز جسکو ادا کیا اُنھین وقتون مین اور حالانکہ نذر بھی اُنھین مین کی اور اس نفل کی قضا
جسکو اُنھین اوقات مین شروع کیا پھر اُسکو فاسد کر دیا وجہ صحت نقصان وجوب ہی ثم ظاہر الروایۃ وجوب القطع والقضاء فی کامل کما فی البحر پھر
معلوم کر کہ ظاہر الروایۃ وجوب قطع اور وجوب قضا ہی کامل وقت مین چنانچہ بحر الرائق مین ہی وفیہ عن البغیۃ الصلوٰۃ فیہا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم
افضل من قرأۃ القرآن وکانہ لانہا من ارکان الصلوٰۃ فالاولی ترک ما کان رکنا لہا اور بحر الرائق مین بغیہ سے منقول ہی کہ اوقات مذکورہ مین نبی
صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا افضل ہی قرآن کے پڑھنے سے اور شاید کہ وہ اسواسطے ہی کہ قرآن خوانی نماز کے ارکان سے ہی تو جو نماز کا رکن ہی اُسکا
ترک اولی ہی ہم بغیہ بالضم وبالکسر بمعنی مطلوب ہی اور یہان کتاب کا نام ہی جو قنیہ کا مختصر ہی کذا فی الحلبی عن البحر وکرہ نفل قصدا ولو تحیۃ مسجد وکل ما کان
واجبا لا لعینہ بل لغیرہ وہو ما یتوقف وجوبہ علی فعلہ کمنذور ورکعتی طواف وسجدتی سہو والذی شرع فیہ فی وقت مستحب او مکروہ ثم افسدہ

ولو سنۃ الفجر بعد صلوٰۃ الفجر و صلوٰۃ عصر اور بعد فجر اور عصر کی نماز کے قصداً نفل مکروہ ہے اگرچہ تحیۃ المسجد ہو اور جو نماز کہ واجب لعینہٖ نہیں بلکہ واجب
لغیرہٖ ہو واجب لغیرہٖ وہ ہے جسکا وجوب عبد کے فعل پر موقوف ہے جیسا نذر کی نماز اور طواف کی دو رکعتین اور دو سجدہ سہو کے اور جس نماز کو
شروع کیا مستحب یا مکروہ وقت میں پھر اسکو فاسد کر دیا اگرچہ فجر کی سنت ہو ہم یہ رد ہے اس قول کا کہ جب فجر کی اقامت ہو اور فوت ہونے فرض کا
خوف ہو تو سنت کو شروع کرکے قطع کرے پھر اسکو قضا کرے طلوع سے پہلے وجہ رد یہ ہے کہ جس نفل کو فاسد کیا اسکی قضا اسوقت میں مکروہ ہے علاوہ
اسکے کہ قطع کے واسطے شروع کرنا شرعاً قبیح ہے نفل میں قصد کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر تہجد کی نماز پڑھتا ہو اور ایک رکعت کے بعد فجر طالع ہو تو افضل
یہ ہے کہ دوسری پڑھ لے کیونکہ نفل بعد فجر کے بدون قصد کے واقع ہوئی اور یہ نماز سنت فجر کے قائم مقام نہیں ہو سکتی صحیح تر قول میں کذا فی
الطحطاوی ولو المجموعۃ بعرفۃ نفل وغیرہ عصر کے بعد مکروہ ہے اگرچہ عصر ظہر کے ساتھ ملائی گئی ہو عرفات میں کذا فی النہر عن المعراج والقنیہ لا یکرہ قضاء
فائتۃ ولو وترا او لا سجدۃ تلاوۃ و صلوٰۃ جنازۃ مکروہ نہیں قضا فوت ہوگئی نماز کی اگرچہ فائتہ وتر ہو اور نہ سجدہ تلاوت کا اور نہ نماز جنازہ بعد
نماز فجر اور عصر کے وکذا الحکم من کراہۃ نفل و واجب لغیرہٖ لا فرض و واجب لعینہٖ بعد طلوع فجر سوے سنتہ لشغل الوقت بہ تقدیراً اور اسیطرح حکم ہے مکروہ
ہونے نفل اور واجب لغیرہٖ کا نہ فرض اور واجب لعینہٖ کا بعد طلوع ہونے فجر کے سوائے سنت فجر کے بسبب مشغول ہونے اسوقت یعنے فجر کی نماز فجر کے
ساتھ تقدیراً یعنے شارع نے اسوقت میں نوافل اور واجب کی گنجائش نہیں رکھی سوائے سنت فجر کے ہم کراہت نفل کی دلیل صحیح مسلم کی وہ حدیث ہے جو
ام المومنین حفصہؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر طلوع کرتی تھی نہیں پڑھتے تھے مگر ہلکی دو رکعتین اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دو
رکعت سنت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے باوجود شوق کثرت نوافل اور مخفی نہ ہے کہ سنت فجر میں خفیف قرات چاہیے بدلیل قول ابن عمرؓ کہ میں نے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ دونوں رکعتوں میں (قل یا ایہا الکافرون) اور (قل ہو اللہ) پڑھتے تھے کذا فی العینی حتے لو نوی تطوعاً کان سنۃ الفجر لاشتراط التعیین
یہانتک کہ اگر بعد طلوع فجر کے کسی نفل کی نیت کی تو وہ سنت فجر کی ہو جاویگی بدون تعیین کرنے کے ہم یہ مبنی ہے اس قول راجح پر کہ تعیین نیت مشروط
نہیں سنت اور مستحب میں بلکہ اسکو مطلق نیت نماز کی کافی ہے کذا فی الطحطاوی وقبل صلوٰۃ مغرب الکراہۃ تاخیرہ الا یسیراً اور مکروہ ہے نفل اور واجب
لغیرہٖ نماز مغرب سے پہلے بسبب مکروہ ہونے تاخیر مغرب کے مگر تھوڑی تاخیر مکروہ نہیں ہم قضا فائتہ اور نماز جنازہ اور سجدۂ تلاوت اسوقت بلا کراہت جائز
ہے اور پہلے مغرب کی نماز پڑھے پھر جنازہ کی نماز پھر سنت مغرب کی اور شاید کہ یہ افضلیت کا بیان ہے اور شرح منیہ میں ہے کہ فتوی اسپر ہے کہ جمعہ کی سنت کے
بعد نماز جنازہ کی پڑھتے تو بموجب اسکے مغرب کی سنت سے بھی تاخیر جنازہ چاہیے اسواسطے کہ موکد تر ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر وعند خروج امام
من الحجرۃ او قیامہ للصعود ان لم یکن لہ حجرۃ لخطبۃ یا دیجی انہا عشر الی تمام صلوٰتہ اور مکروہ ہے نفل اور واجب لغیرہٖ وقت نکلنے امام کے حجرہ سے کوئی خطبہ
پڑھنے کے واسطے یا امام کے کھڑے ہونے کے وقت منبر پر چڑھنے کے لیے اگر امام کا حجرہ نہو آخر نماز امام تک اور آگے باب العیدین میں آویگا کہ سب خطبے دس ہیں
یعنی خطبہ جمعہ اور خطبہ عید الفطر اور خطبہ عید الضحی اور تین خطبے حج کے اور خطبہ ختم قرآن اور خطبہ نکاح اور خطبہ استسقا اور خطبہ کسوف بخلاف فائتۃ فانہا
لا تکرہ برخلاف نماز فائتہ کہ اسکی قضا وقت خطبہ مکروہ نہیں وقیدہ المصنف فی الجمعۃ بلازمۃ الترتیب فالا فیکرہ وبہ یحصل التوفیق بین کلامی النہایۃ والصدر
اور مصنف نے فائتہ میں باب الجمعۃ میں لازم الترتیب کی قید لگائی اور اگر وہ نماز فائتہ لازم الترتیب نہیں تو اسکی قضا خطبہ کے وقت مکروہ ہے اور
اس قید سے موافقت حاصل ہوتی ہے نہایہ اور صدر الشریعہ کے دونوں کلام میں ہم صاحب نہایہ کہتا ہے کہ وقت خطبہ فائتہ مکروہ نہیں اور
شرح وقایہ میں صدر الشریعہ کا یہ قول ہے کہ مکروہ ہے تو صاحب نہایہ کا قول لازم الترتیب پر محمول ہے اور صدر الشریعہ کا کلام غیر لازم الترتیب
پر وکذا یکرہ تطوع عند اقامۃ صلوٰۃ مکتوبۃ اے اقامۃ امام مذہبہ لحدیث اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا صلوٰۃ الا المکتوبۃ اور اسی طرح نفل مکروہ ہے

نماز فرض کی اقامت کے وقت بدلیل اس حدیث کے کہ جب اقامت ہو نماز کی تو سوائے فرض کے کوئی نماز نہین شارح نے کہا اقامت سے مراد اپنے
ہم مذہب امام کی اقامت ہی م مفہوم کلام شارح یہ ہی کہ مخالف مذہب کے اقامت مین نفل مکروہ نہین خواہ معلوم ہو کہ امام مقتدی کے مذہب کی رعایت
کرتا ہی یا معلوم نہو اور بحر الرائق مین یون ہی کہ جب مراعات معلوم ہو تو اقتدا مکروہ نہین اور یہ مستلزم کراہت نفل ہی کذا فی الطحطاوی الا سنۃ فجر ان لم
یخف فوت الجماعۃ ولو بادراک تشہدہا فان خاف ترکہا اصلاً اقامت فرض مین نفل مکروہ ہی مگر سنت فجر کی مکروہ نہین اگر جماعت کے فوت ہوجانے کا
خوف نہو اگرچہ حصول اسکے التحیات کے پاجانے سے ہو پھر اگر ڈرے فوت جماعت سے تو سنتون کو ترک کرے اصل سے یعنی اُنکو قضا بھی نکرے قبل طلوع
کے اور نہ بعد طلوع کے بلکہ اُسی دن قبل از زوال قضا کرے اور یہ جو شارح نے ادراک تشہد کو ذکر کیا سو مصنف اور شرنبلالی اور صاحب بحر کے کلام
اعتبار کیا ہی لیکن صاحب نہر الفائق نے اسکی تضعیف کی اور ظاہر مذہب کو اختیار کیا یعنے بعد اقامت کے سنت فجر نہ پڑھے جبکہ یہ جانے کہ ایک رکعت جماعت
کے ساتھ پاویگا کذا فی الطحطاوی وما ذکر من الحیل مردود اور جو حیلے کہ قضاء سنت فجر کے واسطے مذکور کیے ہین سو مردود ہین مقبول نہین م از انجملہ یہ حیلہ ہی کہ سنت
کو شروع کرے پھر قطع کرے تو اب سنت واجب ہوگئی تو اسکو قضا کرے قبل طلوع آفتاب کے یا سنت مین شروع کرے پھر فرض مین شروع کرے بدون قطع
کے پھر اُسکو قضا کرے قبل طلوع کے وجہ رد یہ ہی کہ شروع کسی امر کا کرنا قطع کے واسطے شرعاً قبیح ہی اور دونون حیلون مین قطع ہی دوسری وجہ یہ ہی کہ اُنہین
واجب لغیرہ کو فجر کے وقت مین ادا کیا اور حالانکہ وہ مکروہ ہی چنانچہ مذکور ہوچکا وکذا یکرہ غیر المکتوبۃ عند ضیق الوقت اور اسی طرح مکروہ ہی نفل وغیرہ سوا
وقتی فرض کے وقت کی تنگی کے وقت م مکتوبہ سے فرض وقتی مراد ہی تو نفل اور سنت اور واجب اور فائتہ سب مکروہ ٹھہرین اور ضیق وقت سے وقت مستحب مراد ہی
کیونکہ ترتیب ساقط ہوجاتی ہی وقت مستحب کی تنگی سے تو اگر شارح یون کہتا وکذا یکرہ غیر الوقتیۃ عند ضیق الوقت المستحب تو بہتر ہوتا کذا فی الحلبی یعنے غیر
وقتیہ مکروہ ہی وقت مستحب کے تنگ ہونے کے وقت وقبل صلوٰۃ العیدین مطلقاً اور مکروہ ہی نفل عیدین کی نماز سے پہلے ہر طرح یعنے مسجد مین
بھی اور گھر مین بھی وبعدہا بمسجد لا ببیت فی الاصح اور بعد نماز عیدین کے مسجد مین نفل مکروہ ہی نہ گھر مین صحیح تر قول مین م یہ رد ہی اُس قول کا کہ گھر
مین نفل مکروہ نہین نہ قبل عید کے نہ بعد عید کے اور اس قول کا کہ عید کے بعد نفل مکروہ نہین نہ گھر مین نہ مسجد مین کذا فی الحلبی وبین صلوتی الجمع
بعرفۃ ومزدلفۃ اور مکروہ ہی نفل مابین دو نمازون کے جو ملائی جاتی ہین عرفہ اور مزدلفہ مین م یعنے عرفات مین ظہر کے وقت ظہر اور عصر ملاکر پڑھتے ہین اور
مزدلفہ مین مغرب اور عشا پڑھتے ہین عشا کے وقت سو ان دو دو نمازون کے درمیان نفل پڑھنا مکروہ ہی وکذا بعدہما کما مر اور اسی طرح نفل مکروہ ہی
عرفات کی دو نمازون کے بعد چنانچہ مذکور ہوچکا عند قولہ وکرہ الجمع بعرفۃ م ضمیر تثنیہ کی عرفات کی دو نمازون کی طرف راجع ہی فقط نہ مزدلفہ کی نمازون
کی طرف بھی اگرچہ کلام شارح اسکا بھی موہم ہی اسواسطے کہ مزدلفہ کی نمازون کے بعد نفل مکروہ نہین کذا فی الحلبی وعند مدافعۃ الاخبثین او احدہما او الریح
اور مکروہ ہی نماز بول اور براز یا فقط بول یا فقط براز یا ریح کے دبانے کے وقت ووقت حضور طعام تاقت نفسہ الیہ اور نماز مکروہ ہی اُس کھانے کے حاضر ہونے
کے وقت جسکی طرف آدمی کا دل مشتاق ہی م بطریق مفہوم معلوم ہوتا ہی کہ اگر طعام کی طرف طبیعت حریص نہو تو نماز مکروہ نہین کذا فی الطحطاوی
وکذا کل ما یشغل بالہ عن افعالہا ویخل بخشوعہا کائنا ما کان اور طعام کے مانند ہر ایک وہ چیز ہی جو نمازی آدمی کے دل کو نماز کے افعال سے باز رکھے
اور نماز کے خشوع وخضوع مین خلل ڈالے کوئی چیز ہو یعنے ایسی چیز کے ہونے کے وقت جو حضور دل کی مانع ہی نماز مکروہ ہی اور حضور دل اہل دل کے
نزدیک فرض ہی حدیث مین وارد ہی کہ انسان کو نماز سے فائدہ نہین مگر بقدر حضور دل تو گاہے نماز کا دسوان حصہ اُسکو ملتا ہی یا کم یا زیادہ کذا فی الطحطاوی
فہذہ نیف وثلثون وقتاً تو یہ چند اور تیس وقت ہین جنمین نماز مکروہ ہی یعنے طلوع آفتاب اور استوا اور غروب اور بعد نماز فجر اور بعد نماز عصر اور قبل
نماز فجر اور قبل نماز مغرب کے اور دس خطبون کے وقت اور اقامت فرض کے وقت اور ضیق وقت مین اور عید الفطر کی نماز سے پہلے اور اُسکے بعد

سجدہ میں اور حدیث عقبی کی ممانعت ہے اور منت سجدہ میں اور ... میں جمع تقدیم کے عرفات میں اور ... جمع تاخیر کے مزدلفہ میں اور ممانعت بول کے وقت
اور ممانعت بڑھنے وقت اور بدفون کی ممانعت کے وقت اور ممانعت ... کے وقت اور اس مقام کے حضور کے وقت جسکی طرف طبیعت مشتاق ہو
اور اس چیز کے حضور کے وقت جو خشوع سے مانع ہو اور عشا پڑھنا آدھی رات کے بعد اور تاخیر مغرب کی تارون کے چمکنے تک اور اگر عرفہ کی نمازون کے بعد کا اور
اوقات مستحبہ کے مقابل کا اعتبار کیجیے چنانچہ قبل اسفار کا صبح میں اور مقابل ابراد کا ظہر صیف میں تو انپر زیادہ ہو جاوینگے **فائدہ** طلوع اور استوا اور
غروب کی کراہت ان اوقات کے نقصان کے سبب سے ہو یعنے عبادت کفار کے وقت میں اور انکے سوا اور اوقات میں وجہ کراہت نقصان وقت نہین

بلکہ اور وجوہ مین کذا فی الطحطاوی وکذا تکرہ فی اماکن کفوق کعبۃ وفی طریق ومزبلۃ ومجزرۃ ومقبرۃ ومغتسل وحمام وبطن واد ومعاطن ابل وغنم وبقر
اور اسی طرح اوقات مذکور کے امکنہ نماز کروہ ہو چند مکانو مین چنانچہ کعبۂ معظمہ پر اور راہ مین اور ... گھورے کا اور جہان جانور ذبح ہوتے ہین اور قبرستان مین
اور غسل خانہ مین اور حمام مین اور نالے کے اندر اور اونٹ اور بکری گھری اور گاے بیل کے گھاٹ پر یعنے جہان پانی پی کر اسکے پاس چوپائے بیٹھتے ہین

زاد فی الکافی ومرابض دواب واصطبل وطاحون وکنیف وسطوحہا ومسیل واد وارض مغصوبۃ اولغیر ولو مزروعۃ او مکروبۃ وصحراء بلا سترۃ نماز کافی مین اتنا
زیادہ کہا اور نماز مکروہ ہو چوپایون کے بندھنے کے مقامون مین اور گھوڑون کے اصطبل مین اور اس چکی کے پاس جسکو بیل یا گدھے گھماتے ہین اور
پاخانہ مین اور انکی چھتون پر اور نالہ بہنے کے مقام مین یا چھینی ہوئی زمین مین یا بیگانی زمین مین بشرطیکہ بوئی یا جوتی ہو اور جنگل مین بدون سترہ یعنے
جبکہ چلنے والے کیواسطے کوئی چیز اوٹ نہو وکرہ النوم قبل العشاء اور مکروہ ہو سونا نماز عشا سے پہلے یہ اسکے حق مین محمول ہو جسکو نماز کے واسطے جاگنے کا اعتماد
نہو کذا فی البحر والکلام المباح بعدہا اور مکروہ ہو مباح کلام کرنا عشا کے بعد مباح کلام سے مراد وہ کلام ہو جسکی حاجت نہو اور حاجت والے کلام
سے کراہت لازم نہین آتی چنانچہ قرآن پڑھنا اور ذکر کرنا اور حکایات صالحین اور مذاکرہ فقہ اور حدیث کا اور گفتگو کرنا مہمان کے ساتھ کذا فی البحر

وبعد طلوع الفجر الی اداۂ ثم لا بأس بسعیہ لحاجتہ وقیل یکرہ الی طلوع ذکاء وقیل الی ارتفاعہا فیض اور مکروہ ہو بات چیت کرنا بعد طلوع ہونے
فجر کے نماز فجر کے ادا کرنے تک پھر نماز کے بعد کچھ ڈر نہین چلنے پھرنے مین اپنی حاجت کے لیے اور بعضون نے کہا طلوع فجر سے تا طلوع آفتاب مکروہ
ہو یعنے وہی کلام جسکی طرف متکلم کی حاجت نہو اور بعضون نے کہا آفتاب کے بلند ہونے تک کلام مکروہ ہو کذا فی الفیض م اور سنت فجر کے بعد
کلام کرنے سے سنت باطل نہین ہوجاتی بقول معتمد لیکن ثواب کم ہوجاتا ہو چنانچہ آگے معلوم ہوگا **ولا جمع بین فرضین فی وقت بعذر**
سفر ومطر خلافاً للشافعی اور جمع کرنا دو فرض نمازون کا ایک فرض کے وقت مین جائز نہین سفر اور بارش کے عذر سے برخلاف امام شافعیؒ
کے کہ انکے نزدیک سفر اور مطر کے عذر سے جمع کرنا درست ہو صحیح بخاری اور مسلم مین ابن مسعودؓ سے مروی ہو کہ انکی قسم جسکے سوائے کوئی معبود برحق نہین
کہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی نماز کبھی نہین پڑھی مگر اسکے وقت مین لیکن دو نمازون کو جمع کیا ظہر اور عصر کو عرفات مین اور مغرب اور عشا کو
مزدلفہ مین کذا فی النہر وما رواہ محمول علی الجمع فعلا لا وقتا اور جو کہ امام شافعی نے جمع بین الصلوتین کی احادیث کی روایت کی ہو وہ جمع فعلی پر
محمول ہو نہ جمع وقتی پر جمع فعلی کی صورت یہ ہو کہ پہلی نماز مثلاً ظہر کی تاخیر کی اور دوسری نماز مثلاً عصر کی تعجیل کی تو درحقیقت یہ جمع حقیقی نہین بلکہ
صوری اور ظاہری ہو اور جو صریح خروج وقت کی روایت ہو وہ قرب خروج پر محمول ہو چنانچہ نے قولہ تعالے فاذا بلغن اجلہن فامسکوہن ہے
قارب بلوغ الاجل چنانچہ زیلعی مین ہو اور اس حل سے معلوم ہوتا ہو کہ اگر مغرب کو سفر مین آخر وقت تک تاخیر کرے تو اسمین کراہت نہین کذا
فی الطحطاوی فان جمع فسد لو قدم الفرض علی وقتہ پھر اگر دو فرضون کو جمع کیا ایک وقت مین تو وہ فرض فاسد ہو جسکو اسکے وقت پر مقدم
کیا یعنے اگر ظہر کے وقت عصر پڑھی تو عصر کی نماز فاسد ہوگئی وحرم لو عکس ای اخرہ عنہ وان صح بطریق القضاء اور حرام ہو تاخیر اگر اسکے برعکس کیا

[illegible]
مستحاضہ اور ... میں
... مثال ...
... مستحب ...
... سترہ ...
آدمی مین ظہر کو دادا
کر ۱۲ ... تو جب وہ
... اسی ... کو تو
... عصر پڑھے
... وقت ... پورا
... ۱۲

یعنے فرض کی تاخیر کی وقت سے چنانچہ مغرب عشا کے ساتھ ملا کر پڑھے اگرچہ تاخیر سے فرض صحیح ہی بطریق قضا کے الا لحاج بعرفۃ ومزدلفۃ کما سیجی
مگر حاجی کو جمع کرنا ظہر اور عصر کا عرفات میں اور مغرب اور عشا کا مزدلفہ میں ثابت ہی چنانچہ کتاب الحج میں آویگا ولا باس بالتقلید عند الضرورۃ اور
کچھ مضائقہ نہیں اپنے امام کے سوا دوسرے امام کی تقلید کرنے میں ضرورت کے وقت یعنے اگر امام شافعی کی سفر کی ضرورت سے جمع بین
الصلوتین میں مثلاً تقلید کرے تو جائز ہی علے الخصوص سفر حجاز میں کہ وہاں اہل قافلہ نہیں ٹھہرتے اور تنہا رہنے میں جان ومال کا خوف ہی طحطاوی
نے کہا کہ ظاہر ضرورت کی قید سے معلوم ہوتا ہی کہ بدون ضرورت کے تقلید غیر امام جائز نہیں اور یہ ایک قول ہی مذہب میں اور دوسرا قول مختار یہ ہی
کہ تقلید دوسرے امام کی جائز ہی اگرچہ بدون ضرورت کے ہو گو کہ بعد وقوع اور نزول کے ہو چنانچہ خطبہ اس کتاب میں ہم مذکور کر چکے ہیں اور البتہ مسئلہ
تقلید میں چند رسائل جداگانہ تصنیف ہوے ہیں دونوں قولوں پر انتہی ما فی الطحطاوی ولکن بشترط ان یلتزم جمیع ما یوجبہ ذلک الامام لما قدمنا ان
الحکم الملفق باطل بالاجماع لیکن دوسرے امام کی تقلید میں شرط ہی کہ لازم پکڑلے سب اُن احکام کو جنکو اس عمل کے واسطے اس امام نے واجب ٹھہرایا ہی
اسواسطے کہ ہم آگے مذکور کر چکے ہیں کہ جو حکم دو مذہب سے مخلوط ہی وہ بالاجماع باطل ہی ہم جمع بین الصلوتین میں امام شافعی رح کے احکام یہ ہیں کہ
اگر جمع تقدیم ہی تو اسمیں شرط ہی پہلے نماز کی تقدیم اور جمع کی نیت کر لینا پہلی نماز کے فارغ ہونے سے پہلے اور دونوں نمازوں میں اسقدر جدائی نکرے
جسکو عرف میں جدائی جانتے ہوں اور جمع تاخیر میں اسکے سوائے کوئی شرط نہیں کہ نیت کرے جمع بین الصلوتین پہلی نماز کے وقت خارج ہونے سے
پہلے اور جمع تقدیم افضل ہی مسافر کو منزل پر اور جمع تاخیر بہتر ہی چلنے کی حالت میں اور مسافر اکثر مبتلا ہوتا ہی ایسے فعل کا خصوصاً حاجی اور تقلید میں
کچھ عذر نہیں کذا فی النہر الفائق

باب الاذان

یہ باب ہی اذان کے بیان میں ہم اذان بروزن زمان مصدر ہی اور بعضوں نے کہا اسم مصدر ہی اسلیے کہ ماضی اسکی اذّن بالتشدید ہی اور مصدر
تاذین آتا ہی ہو لغۃ الاعلام اذان لغت میں بمعنی اعلام ہی یعنے آگاہ وخبردار کرنا وشرعاً اعلام مخصوص لم یقل بدخول الوقت لیعلم الفائتۃ وبین یدی الخطیب
علے وجہ مخصوص بالفاظ کذلک ای مخصوصۃ اور شریعت میں اذان ایک مخصوص خبردار کرنا ہی یعنے نماز کے لیے بطریق مخصوص چند الفاظ معینہ ترتیبوار
سے مصنف نے اذان کو اعلام مخصوص بدخول وقت نکہا تھا کہ اذان کی تعریف قضا کی اذان اور خطیب کے سامنے کی اذان کو بھی شامل رہے یعنی قضا
کی اذان میں وقت نہیں ہوتا اور خطیب والی اذان میں اگرچہ وقت ہی مگر اسکی آگاہی تو اذان سے پہلے ہو چکی ہم جن لوگوں نے دخول وقت کی قید لگائی ہی
تو انھوں نے اصل مشروعیت اذان کا لحاظ کیا ہی اور اس صورت میں اذان فائتہ اور خطیب کے سامنے کی بھی داخل رہیگی اور الفاظ مخصوصہ کی
قید سے یہ اشارہ ہوا کہ فارسی میں اذان درست نہیں گو لوگ جان لیں کہ اذان ہوتی ہی کذا فی الشامی ناقلا عن السراج سببہ ابتداء اذان جبرئیل لیلۃ
الاسراء واقامتہ حین اماسہ علیہ السلام ثم رویا عبد اللہ بن زید اذان الملک النازل من السماء فی السنۃ الاولی من الہجرۃ شروع میں اذان کا سبب جبرئیل علیہ السلام کی اذان
ہی اور اقامت انکی شب معراج میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے امام ہونے کے وقت یعنی جب بیت المقدس میں آپ امام ہوے تھے حضرات انبیا علیہم السلام کے دو رکعت
نفل میں پھر اسکے بعد خواب میں دیکھنا عبد اللہ بن زید انصاری کا اول سال ہجری میں اس فرشتے کی اذان جو آسمان سے اُترا تھا ہم یہاں یہ اعتراض
ہوتا ہی کہ غیر انبیا کے خواب پر بنا احکام شرعی نہیں ہوتی پھر عبد اللہ وغیرہ کے خواب سے اذان کیسے مشروع ہوئی تو اسکا جواب یہ ہی کہ ثبوت اذان کا
فقط عبد اللہ وغیرہ کے خواب سے نہیں ہوا بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہوا بعد وحی کے اسواسطے کہ عبد الرزاق اور ابو داؤد نے مراسیل میں روایت
کی کہ عمر نے جب اذان خواب میں دیکھی اور حضرت کو خبر دینے کو آئے تو معلوم ہوا کہ وحی میں اسکا حکم ہو چکا اور بلال رض کی اذان کان میں پہونچی پس سو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے

باب الاذان

ف بیان سبب ابتداء اذان

فرمایا کہ اذان میں دونوں جھیں سنت کر گئی ابن حجر کی نے شرح مختصر میں ذکر کیا ہے کہ محققین اس بات پر دال ہیں کہ اذان کہ مکہ میں قبل ہجرت مشروع
ہوئی چنانچہ طبرانی اور دارقطنی اور بزار نے اس مضمون کی حدیثیں روایت کی ہیں مگر حق یہ ہے کہ ان احادیث میں سے کوئی صحیح نہیں نہ خبر صحیح یہ ہے کہ مشروع ذات
المدینہ پاک میں ہوا جیسا الاسلام میں مذکور ہے کذا فی الشامی مرادہ جبرئیل قبل وقیل سوال اذان کا فرشتہ جبرئیل تھے یا کوئی اور جواب مضمون نے کہا جبرئیل
تھے اور مضمون نے کہا غیر جبرئیل علیہ السلام سببہ ابقاء دخول الوقت اور اذان کا سبب بقا کی راہ سے نماز کے وقت کا داخل ہونا ہے شامی نے کہا
لہ ابقاء غیرہ جب کہ نماز الیہ پھیر دیا گیا ہے یعنی سبب اس کے باقی رہنے کا اس سے یہ مراد ہے کہ جس سبب کے حادث ہونے سے اذان از سر نو کسی ہے سبب وہ
دخول وقت ہے وہو سنۃ للرجال فی مکان عال موکدۃ ہی کالواجب فی لحوق الاثم للفرائض الخمس اور اذان مردوں کے واسطے اونچے مکان میں سنت
موکدہ ہے فرائض پنجگانہ کے لیے سنت موکدہ واجب کے مانند ہے گنہگار ہونے میں اسکے چھوڑ دینے سے امام محمد نے کہا کہ اگر اہل شہر ترک اذان پر اتفاق کریں
تو ان کا قتال حلال ہے اور ابو یوسف رحمہ نے کہا کہ وہ لوگ مارنے اور قید کرنے کے لائق ہیں اور وہ سنت کفایہ ہے یعنے شہر میں ایک شخص کی اذان کفایت کرتی ہے
کذا فی الطحطاوی فی وقتہا ولو قضاء لانہ سنۃ للصلوۃ حتی یبرد بہ لا للوقت اذان سنت ہے فرائض کے وقت میں اگرچہ فرض قضا ہو اس واسطے کہ اذان نماز کی
سنت ہے نہ وقت کی یہاں تک کہ گرمیوں کے ظہر کی ٹھنڈا کرتے وقت اذان دیجاتی ہے یعنے تقدیم و تاخیر میں اذان نماز کی تابع ہے کذا فی الطحطاوی لا لغیرہا
کعید اذان مسنون نہیں سوائے فرض نمازوں کے لیے مانند عید کے مانند نماز جنازہ اور نماز کسوف اور نماز استسقا اور تراویح اور سنن رواتب
ہیں اور وتر ہے چنانچہ امام اعظم کے نزدیک واجب ہے مگر چونکہ وقت عشا میں ادا کیا جاتا ہے تو عشا ہی کی اذان پر اکتفا کیا گیا کذا فی الشامی فیعاد اذان وقع
بعضہ قبلہ کالاقامۃ خلافا للثانی فی الفجر تو دوسری بار اذان کہی جائے اگر بعضے کلمات اذان کے فرض کے وقت سے پہلے واقع ہوئے ہیں اقامت کے مانند
برخلاف ابو یوسف رحمہ کے فجر میں یعنے انکے نزدیک آدھی رات کے بعد فجر کی اذان درست ہے اور اقامت اگر قبل وقت ہو تو اسکا اعادہ بالاتفاق ہے اور اگر
امام حاضر ہوا اقامت کے بعد ساعت بھر پیچھے اور اس نے فجر کی سنت پڑھی تو اقامت کو دوسری بار کہنا واجب نہیں تو صریحا معلوم ہو گیا کہ اگر اقامت کے بعد
فی الفور نماز نہ پڑھے تو اقامت باطل نہیں ہوتی کذا فی الطحطاوی عن المنح بتربیع تکبیر فی ابتدائہ وعن الثانی تثنیتہ اذان سنت ہے چار بار تکبیر یعنی اللہ اکبر
کہنے کے ساتھ شروع اذان میں اور ابو یوسف سے ایک روایت میں دو بار تکبیر ہے ہم پہلے اذان میں چار بار اللہ اکبر کہے اس طرح کہ ایک آواز میں دو بار اور دوسری
آواز میں بھی دو بار اللہ اکبر کہے یعنی چار آوازوں سے چاروں تکبیر کو علیحدہ علیحدہ نہ کہے کذا فی الطحطاوی ویفتح راء اکبر والعوام یضمونہا وفتحہ اکبر کی رے
کو زبر کے ساتھ کہے اور عوام لوگ اسکو پیش دیتے ہیں کذا فی روضہ مضمرات میں ہے کہ موذن کو اختیار ہے چاہے اللہ اکبر کی رے کو ضمہ یعنی پیش دے چاہے جزم
اور اگر آتش زدگی میں اللہ اکبر چند بار مکرر کہے تو اسم ذات مرفوع ہے ہر بار اور اکبر کا لفظ پچھلی بار کے سوا چاہے پیش کے ساتھ کہے چاہے جزم کے ساتھ
کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود لکن فی الطلبۃ معنی قولہ علیہ السلام الاذان جزم ای مقطوع المد فلا یقول آللہ اکبر لانہ استفہام وانہ لحن شرعی لکن طلبہ
میں ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے قول الاذان جزم کا یہ مطلب ہے کہ اذان مقطوع المد ہے یعنے اللہ کے لفظ میں الف کو کشش نہیں تو اسکے الف کو بڑھا کر
نہ کہے کہ وہ پوچھنا ہے کہ کیا اللہ بڑا ہے اور یوں کہنا شرعا غلط ہے ہم جبکہ یہ شرعا غلط ہوا تو اس طرح اذان مکروہ ہے اگر استفہام کا ارادہ کریگا تو کافر ہوگا کذا فی
الطحطاوی اور شامی میں ہے کہ سیوطی سے اس حدیث کا حال پوچھا گیا تو کہا کہ یہ حدیث ثابت نہیں بلکہ ابراہیم نخعی کا قول ہے مرادہ مقطوع حرکۃ الآخر للوقف
فلا یقف بالرفع فانہ لحن نحوی فتاوی الصیرفیہ من الباب السادس والثلثین یا حدیث مذکور کا یہ مطلب ہے کہ آخر کی حرکت مقطوع ہے تو وقف کرے تو پیش نہ
کہ رفع لغت عرب میں غلط ہے چنانچہ فتاوی صیرفیہ کے چھتیسویں باب میں ہے یعنے اذان میں جتنے جملے ہیں سب کے آخر حرف پر وقف کرے حرکت نہ دے لیکن
پہلے اللہ اکبر جو اذان میں ہیں ان تینوں سے اول اور تیسرے اور پانچویں میں اکبر کی رے کو چاہے ساکن ادا کرے چاہے فتحہ کے ساتھ آگے ملا دے اور اگر

ع
نسخہ اول
... الطحطاوی
۱۲

بیچ میں سے ملا دیگا تو خلاف سنت ہوگا کذا فی الطحطاوی والشامی ملخصًا ولا ترجیع فانہ مکروہ ملتقی اور اذان میں ترجیع نہیں اسلیے کہ ترجیع مکروہ ہے کذا فی الملتقی ہم ترجیع یہ ہے کہ شہادتین یعنی اشہد ان لا الہ الا اللہ اشہد ان لا الہ الا اللہ اشہد ان محمد رسول اللہ اشہد ان محمد رسول اللہ کو پہلے آہستہ کہے پھر چاروں کلمات کو زور سے کہے یہ شافعی مذہب میں سنت ہے اور ہمارے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے کذا فی الحلبی اور ابی محذورہ کی اذان میں جو ترجیع حدیث میں مذکور ہے وہ اس بات پر محمول ہے کہ بطریق تعلیم کے تھی کیونکہ جمیع روایات متفق ہیں اسپر کہ بلال اذان میں ترجیع کرتے تھے اسکے سوا طبرانی میں ابی محذورہ کی اذان میں بھی ترجیع نہیں تو عدم ترجیع ہی ثابت ہوا اور وجہ کراہت یہ ہے کہ اذان اعلام کے لیے مشروع ہے اور آہستہ کہنے سے اعلام نہیں ہوتا کذا فی الشامی ولا لحن فیہ ای تغنی بغیر کلماتہ فانہ لا یحل فعلہ وسماعہ کالتغنی بالقرآن اور اذان میں یعنے وہ راگنی جو اذان کے کلمات متغیر کردے کہ اُسکا کرنا اور سننا حلال نہیں جیسے قرآن کے تغنی کا فعل اور سماع حلال نہیں ہم لحن یہ ہے کہ حروف کے ادا میں اور اُنکی حرکات اور سکنات میں کمی بیشی واقع ہو چنانچہ گانے میں ایسا ہوتا ہے اور خطا اعرابی کو بھی لحن بولتے ہیں وبلا تغیر حسن اور خوش آوازی بغیر متغیر کرنے کلمات اور حرکات اور سکنات کے خوب ہے اذان اور قرآن میں ہم تغنی بلا تغیر خوب ہے اسواسطے کہ تحسین صوت مطلوب ہے اور تحسین صوت کو تغییر لازم نہیں کذا فی البحر وقیل لا باس بہ فی الحیعلتین اور قول ضعیف یہ ہے کہ کچھ ڈر نہیں حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کی لحن میں ہم قائل اس قول کا حلوانی ہے اور وجہ یہ بیان کی ہے کہ یہ دونوں کلمات ذکر نہیں اور لفظ لا باس بہ سے اشارہ ہے اسطرف کہ اولی یہ ہے کہ انمیں بھی لحن نکرے کذا فی الشامی ویترسل فیہ بسکتۃ بین کل کلمتین ویکرہ ترکہ ویندب اعادتہ اور موذن اذان کو ٹھہر ٹھہر کرے اندک سکوت کرکے دو دو کلمے کے درمیان میں اور ترسل یعنے سکتہ کا ترک کرنا مکروہ ہے اور اُسکے ترک سے اذان کو پھر کہنا مستحب ہے کذا فی الطحطاوی عن الظہیریہ والملتقط فیہ وکذا فیہا مطلقا قبل ان الحل مستعجلا یمینا وشمالا فقط لئلا یستدبر القبلۃ بصلاۃ وفلاح اور اذان میں منہ پھیرے داہنے اور بائیں حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کہنے کے ساتھ اور اسی طرح اقامت میں التفات کرے ہر حال میں یعنی جگہ میں وسعت ہو یا نہو اور بعضوں نے کہا کہ اگر جماعت کا مکان کشادہ ہو تو التفات کرے التفات فقط داہنے اور بائیں ہے تاکہ پشت واقع ہو قبلہ کیطرف ولو وحدہ او لمولود لانہ سنۃ الاذان مطلقًا التفات مذکور ترک نکرے اگرچہ موذن تنہا ہو یا بچہ ہونے کے وقت اذان کہتا ہو اسواسطے کہ التفات اذان کی سنت ہے ہر طرح ویستدیر فی المنارۃ لو متسعۃ ویخرج رأسہ منہا اور موذن گردش کرے اذان گھ منارے میں اگر وہ کشادہ ہو اور اپنا سر اُسکے طاقچے سے نکالے لوگوں کے خبردار کرنے کو ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت منارہ اذان کے لیے نہ تھا حضرت بلال رض مسجد کی چھت پر اذان کہا کرتے تھے بعد کو امیر معاویہ رض کے حکم سے منارہ بنا گیا ویقول ندبًا بعد فلاح اذان الفجر الصلوٰۃ خیر من النوم مرتین لانہ وقت نوم اور استحباب کے طریق سے دو بار کہے اذان فجر کی حی علی الفلاح کے بعد الصلوٰۃ خیر من النوم یعنی نماز بہتر ہے نیند سے اسواسطے کہ یہ نیند کا وقت ہے ویجعل ندبًا اصبعیہ فی صماخ اذنیہ فاذانہ بدونہ حسن وبہ احسن اور بطریق استحباب کے کرے اپنی دونوں اُنگلیاں اپنے دونوں کانوں کے سوراخ میں کہ اذان بغیر اُنگلی رکھنے کے خوب ہے اور اُنگلی رکھ کر بہت خوب ہے ہم کان میں اُنگلی رکھنے کا فائدہ یہ ہے کہ اس فعل سے آواز بلند ہوتی ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلال رض کو فرمایا کہ دونوں کانوں میں اُنگلیاں کرلو کہ اس سے تمہاری آواز زیادہ بلند ہوگی اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ بہرا اور دور کا آدمی آواز نہیں سنتا اس فعل کو دیکھکر آگاہ ہوجاتا ہے کہ اذان ہے والاقامۃ کالاذان فیما مر اور اقامت جسکو عوام تکبیر بولتے ہیں اذان کے مانند ہے احکام مذکورہ میں ہم اذان کے احکام جو متن میں مذکور کیے دس ہیں یعنی مسنون ہونا فرائض کیواسطے اور اعادہ اُسکا اگر وقت سے پہلے ہوئی اور شروع کرنا چار تکبیر سے اور ترجیع نکرنا اور لحن نکرنا اور ٹھہر ٹھہر کے کہنا اور التفات اور گردش اور فجر میں الصلوٰۃ خیر من النوم کا زیادہ کرنا اور کانوں میں اُنگلیاں رکھنا لیکن مصنف نے تین احکام کو ان احکام عشرہ سے نکال ڈالا تو ٹھہر ٹھہر کہنے کے بدلے جلد جلد کہنا اور الصلوٰۃ خیر من النوم کے عوض قد قامت الصلوٰۃ کہنا اور کان میں اُنگلی نرکھنا مذکور کیا تو سات حکم مشترک باقی رہے حلبی نے کہا تو مصنف کو گردش کا نفی کرنا بھی لازم تھا لکن ہی ای الاقامۃ وکذا الامامۃ افضل منہ فتح لیکن اقامت اور اسیطرح امامت افضل ہے اذان سے کذا فی الفتح ولا یضع المقیم اصبعیہ فی اذنیہ لانہا اخفض والاقامت

لگنے والا ہی دونون انگلیان اپنی کانون مین رکھے اسواسطے کہ اقامت کی آواز پست رہوتی ہو اذان کی آواز سے وجید بتم الدال کی تصحیح فیہما اور اقامت
کہنے مین جلدی کرے یعنی مین انگلیین رکھنے کی ضرورت نہ ہو اگر عمد بضم وال جنی لبے رہ نہے سرعت کرے تو رسل لم بجید یا فی الذخیرۃ وانا اقامت چھوڑ کہ
اذان کے بعد نما اسکا اعادہ ذکرے صحیح تر قول مین مم لیکن اگر اذان کو جلد جلد بکبر کہدیا ہو تو اسکا دوبارہ کہنا مستحب ہو کیونکہ اذان مین تکرار شرعی جو جیسا چیج
کے ہو اور تلبیہ مین تکرار شریعت مین ثابت نہین وزید بعد فلاح اہ قامت الصلوٰۃ بعد فلاح امر مین اور اقامت کی حی علی الفلاح کے بعد دو بار کہے قد قامت
الصلوٰۃ وہو مذہب النثلاثہ یہی مذہب ہی اور امام شافعی اور امام مالک اور امام احمد تینون کے نزدیک اقامت بالا یک کلمہ ہو ویستقبل غیر الراکب القبلۃ بہا اور سوار کے سوا دونو
شخص اذان اور اقامت مین قبلہ رخ ہو جاے ہم جماعت کے واسطے سوار ہو کر اذان کہے سفر کے حال مین سوار کو اپنے واسطے اذان و اقامت درست ہے
و استقبال قبلہ شرط نہین ویکرہ ترکہ تنزیہا اور ترک استقبال قبلہ کروہ تنزیہی ہم صاحب نہ استقبال قبلہ کو احسن کہا ہی صاحب بحر نے اس سے ایکا
استکا ترک کروہ تنزیہی ہو کذا فی الطحطاوی ولو قدم فیہا موخر ا اعاد ما قدم فقط اور اگر اذان اور اقامت مین موخر لفظ کو مقدم کیا تو فقط مقدم لفظ کو پھر کے بیتنی
لفظ کا اسی کے محل مین اعادہ کرے مثلاً حی علی الفلاح کو حی علی الصلوٰۃ سے پہلے کہدیا تو اعادہ صرف اسی دونون کلمون کا صحیح طور پر کر دے تمام اذان
کا اعادہ ضرور نہین ولا یتکلم فیہما اصلا ولو رد سلام اور اذان اور اقامت مین اصلا کلام نکرے اگرچہ وہ کلام جواب سلام کا ہو یعنی سلام کا جواب نہ دے نہ
اپنے دل مین اور نہ اذان اور اقامت کے بعد یہی قول صحیح ہی اور کھنکھار نا بھی کلام مین داخل ہی مگر تحسین صوت کے واسطے جائز ہی کذا فی البحر فان تکلم استانفہ
اگر اذان اور اقامت مین بولا تو پھر سرے سے شروع کرے ویثوب بین الاذان والاقامۃ فی الکل للکل باتعارفوہ اور موذن اذان اور اقامت مین بلاوے سب
نمازیون کو یعنی تخصیص امیر وغیرہ کے سب نمازون مین جسطرح کہ انکے بلانے کی عادت ہو ہم تثویب یعنی اعلام بعد الاذان کا طریقہ یہ ہی کہ بعد اذان بقدر بیس آیت
پڑھنے کے ٹھہر جاے پھر بلاوے اسطرح کہ الصلوٰۃ الصلوٰۃ یا کہے کہ چلو نماز تیار ہی یا جسطرح کا رواج ہو پھر اسکے بعد بقدر بیس آیت کے توقف کرے پھر اقامت
کہے کذا فی البحر مگر مغرب مین تثویب نہین چنانچہ نقایہ کی شرح مین مصرح ہی اور متن کے اگلے کلام سے بھی نکلتا ہی ویجلس بینہما بقدر ما یحضر الملازمون مراعیا لوقت
الندب اور موذن بیٹھ جاے اذان اور اقامت مین بقدر آنے ہمیشہ آنے والون کے وقت مستحب کی رعایت کرکے ہم جیسے صبح مین اسفار کا اور ظہر بعض مین ابراد
کا لحاظ موذن کو لازم ہی الا فی المغرب فیسکت قائما قدر ثلث آیات قصار مگر مغرب مین تثویب اور جلوس نچاہیے تو موذن چپکا کھڑا رہے چھوٹی تین
آیتون کی مقدار ویکرہ الوصل اجماعا اور بالا توقف ملا دینا اذان اور اقامت کا بالاتفاق مکروہ ہی ہم بدلیل اس حدیث کے کہ تو اپنی اذان اور اقامت مین
توقف کر اسقدر کہ کھانے والا اپنے کھانے سے فراغت حاصل کرے فائدہ فائدہ لحقہ شارح کا التسلیم بعد الاذان حدث فی ربیع الاخر سنۃ سبعمائۃ
واحدی وثمانین فی عشاء لیلۃ الاثنین ثم یوم الجمعۃ ثم بعد عشر سنین احدث فی الکل الا المغرب ثم فیہا مرتین وہو بدعۃ حسنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
سلم پر سلام کہنا پیدا ہوا ربیع الآخر ۷۸۱ سال ہجری مین دو شنبہ کی رات عشا کی نماز مین پھر جمعہ کے دن پھر دس برس کے بعد پیدا ہوا سب نمازون
مین سوا مغرب کے پھر مغرب مین بھی دو بار سلام کہنا رائج ہوگیا اور یہ امر بدعت حسنہ ہی ہم یہ فائدہ شارح نے جلال الدین سیوطی شافعی رح کے
حسن المحاضرہ سے نقل کیا اور سخاوی کے قول بدیع مین ہی کہ اسکی ابتدا احدوث سلطان صلاح الدین بن المظفر بن ایوب کے حکم سے ہوئی ۷۹۱ ہجری
مین طحطاوی نے کہا کہ مغرب کا سلام ہمارے وقت مین رائج نہین اور نہ سیوطی کی اس عبارت مین ہی جو نہر الفائق مین منقول ہی انتہی بدعت حسنہ وہ ہو
جو قواعد شریعت کے مخالف نہو ویسن ان یوذن ویقیم لفائتہ رافعا صوتہ لو بجماعۃ او صحراء لا ببیتہ منفردا اور مسنون ہی اذان دینا اور اقامت کہنا قضا
کی نماز کے واسطے آواز بلند کرکے اگر جماعت سے قضا کرتا ہو یا جنگل مین نہ اپنے گھر مین اکیلے اگر گھر مین بھی جماعت کے ساتھ قضا کرے تو بلند آواز سے اذان
کہے وکذا یسنان لاولی الفوائت لا الفاسدۃ اور اسیطرح اذان اور اقامت مسنون ہی چند قضا نمازون مین سے پہلی نماز کیواسطے نہ ناقص نماز کیواسطے یعنی

جسکا اعادہ کیا وقت مین وبخیر فیہ للباقی لوفی مجلس وفعلہ اولی ویقیم للکل اور آدمی اذان اور اقامت مین مختار ہی قضا کی باقی نمازون کے واسطے اگر ایک
مجلس مین ہوا اور اگر چند مجالس مین قضاؤن کو ادا کرے تو ہر مجلس مین اذان واقامت کہے کذا فی الشامی اور باقی مین اذان کہنا بہتر ہی اور اقامت کہے
سب نمازون قضا مین اسواسطے کہ جنگ خندق مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چار نمازون کی قضا مین اذان اور اقامت کا حکم کیا کذا فی الطحطاوی
ولا یسن ذلک فیما تصلیہ النساء اداءً وقضاءً ولو جماعۃ کجماعۃ صبیان وعبید اور یہ یعنی اذان اور اقامت مسنون نہین اُس نماز مین جسکو عورتین پڑھتی
ہین ادا اور قضا اگرچہ جماعت سے پڑھتی ہون جیسے لڑکے اور غلامون کی جماعت مین اذان اور اقامت مسنون نہین ہم اگر شارح بجاے ولو جماعۃ کے
ولو منفردۃ کہتا تو بہتر تھا اسلیے کہ عورتون کی جماعت مشروع نہین رہی کذا فی الشامی ولا فیما یقضی الظہر یوم الجمعۃ فی مصر اور نہی اذان اور اقامت سنت
نہین جمعہ کے دن ظہر کی نماز کیواسطے شہر مین ہم اسواسطے کہ اسمین شبہہ پڑتا ہی مخالفت جمعہ کا اور شہر کی قید سے معلوم ہوا کہ گانؤن مین اذان جمعہ کے روز مکروہ
نہین ولا فیما یقضی من الفوائت فی مسجد لان فیہ تشویشاً وتغلیطاً اور نہین مسنون اذان اور اقامت اُس نماز مین فوایت سے جسکو قضا کرتے ہون مسجد
مین اسواسطے کہ اسمین لوگون کی پریشان خاطری اور غلط اندازی ہی یعنے وہ وقت کی اذان سمجھینگے ویکرہ قضاؤہا فیہ لان التاخیر معصیۃ فلا یظہر ہا بزازیہ
اور نماز فائتہ کا قضا کرنا مسجد مین مکروہ ہی اسواسطے کہ وقت سے نماز کا تاخیر کرنا گناہ ہی تو گناہ کو ظاہر نکرے کذا فی البزازیہ ہم یہ وجہ جماعت مین ظاہر ہی نہ منفرد مین
اسلیے کہ منفرد اذان آہستہ کہتا ہی مگر تعلیل مسئلہ سے معلوم ہوتا ہی کہ قضا کو جتا کر ادا کرنا مکروہ ہی خواہ جماعت مین ہو خواہ اکیلے ویجوز بلا کراہۃ اذان صبی مراہق
وعبد اور بلا کراہت جائز ہی اذان صغیر مراہق یعنی عاقل اور غلام کی ہم کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہی ورنہ کراہت تنزیہی تو ثابت ہی جیسا کہ بحر الرائق مین خلاصہ
سے منقول ہی کہ سوا انکے اور شخص اولی ہی تو انکی اذان مین ترک اولی ہوا کذا فی الشامی ولا یحل الا باذن کاجیر خاص اور غلام کو اذان جماعت کی حلال نہین
مگر مولی کے اذن سے خاص مزدور کے مانند کہ اسکو بھی اذان حلال نہین بلا اذن مستاجر کیونکہ مراعات اوقات سے نقصان مولی اور مستاجر کا لازم آویگا اور
اسیوجہ سے مزدور خاص کو نوافل کا پڑھنا درست نہین واعمی وولد زنا واعرابی اور جائز ہی اذان اندھے اور ولد الزنا اور دہقانی کی وانما یستحق ثواب
المؤذنین اذا کان عالما بالسنۃ والاوقات ولو غیر محتسب بحر اور اذان کہنے والا مؤذنون کے ثواب کا مستحق نہین ہوتا مگر جبکہ وہ اذان کے طریقہ مسنونہ کو
جانتا ہو اور نماز کے اوقات کو پہچانتا ہو اگرچہ غیر محتسب ہو کذا فی البحر یعنی اگرچہ صرف بہ نیت ثواب نہ کہتا ہو بلکہ اجرت لیکر اذان کہتا ہو طحطاوی نے کہا ولو غیر
محتسب یقین کرنے کے لائق نہین اسواسطے کہ صاحب بحر نے اسکو بطریق احتمال کے بیان کیا ہی ویکرہ اذان جنب واقامتہ محدث لا اذانہ علی المذہب
اور مکروہ ہی اذان نہانے کی حاجت والے کی اور اسکی اقامت اور بے وضو آدمی کی اقامت نہ اذان محدث کی مذہب درست پر ہم مکروہ سے مراد ظاہرا
مکروہ تحریمی ہی اور وجہ کراہت جنب کی اذان کی یہ ہی کہ وہ لوگون کو نماز کے لیے بلاتا ہی اور خود اسکی اجابت نہین کرتا کذا فی الشامی واذان امراۃ وخنثی وفاسق
ولو عالما لکنہ اولی باما متہ واذان من جاہل تقی اور مکروہ ہی اذان عورت اور خنثی اور فاسق کی اگرچہ فاسق عالم ہو لیکن امامت اور اذان مین فاسق عالم اولی ہی
جاہل پرہیزگار سے یعنی جہان سواے اُس فاسق کے دوسرا عالم نہو کذا فی حاشیۃ الحلبی وسکران ولو بمباح اور اذان مکروہ ہی متوالے کی اگرچہ مباح چیز سے
مست ہو گیا ہو چنانچہ خراسانی اجوائن سے کمعتوہ وصبی لا یعقل جیسے مدہوش اور صغیر غیر عاقل کی اذان مکروہ ہی وقاعد الا اذا اذن لنفسہ اور مرد نشستہ
کی اذان مکروہ ہی مگر جبکہ وہ اپنے واسطے اذان کہے تو مکروہ نہین وراکب الا لمسافر اور سوار کی اذان مکروہ ہی مگر مسافر سوار کی اذان مکروہ نہین ویعاد اذان
جنب ندبا وقیل وجوبا اور پھر کہی جاے اذان جنب کی استحباب کی راہ سے اور بعضون نے کہا کہ وجوب کی راہ سے لا اقامتہ لمشروعیۃ تکرارہ فی الجمعۃ دون
تکرار ہا دوبارہ نہی جاے اقامت جنب کی بسبب مشروع ہونے تکرار اذان کے جمعہ مین اور نہ مشروع ہونے اقامت کی تکرار کے یعنے جمعہ کی اذان مکرر ہونے سے معلوم
ہوا کہ عمدہ سے تکرار اذان درست ہی وکذا یعاد اذان امراۃ ومجنون ومعتوہ وسکران وصبی لا یعقل لا اقامتہم لما مر اور اسی طرح اعادہ کیا جاے عورت

تشویشاً اور اسکی مثل تغلیطاً دونون مصدر ہین

اور علم سکھانے اور علم کے سیکھنے مین برخلاف قرآن کے یعنی اگر قرآن پڑھتا ہو تو موقوف کرکے اذان کا جواب دے **بان یقول** بلسانہ کمقالتہ ان سمع المسنون منہ
وہو ما کان عربیا لالحن فیہ جواب دے اسطرح کہ کہے اپنی زبان سے مؤذن کے کلام کے مانند بشرطیکہ مؤذن سے مسنون اذان سنے مسنون اذان وہ ہے
جو بطور عرب کے ہو اسمین لحن نہو یعنی تغیر کلمات نہو ہم اذان عربی ہو یعنے مفسر الالفاظ ہو حروف کے حق ادا ہوے ہون سواب جو اذان بعض لوگ کہتے ہین حروف
اور حرکات کو بڑھا گھٹا کر وہ حرام ہے اُس اذان کا جواب دینا چاہیے کذا فی الطحطاوی ملخصا ولو تکرر اجاب الاول اور اگر اذان مکرر ہو تو پہلی اذان کا جواب دے خواہ وہ
مسجد کی اذان ہو یا اور مقام کی کذا فی الحلبی الا فی الحیعلتین فیحوقل جو مؤذن کہے وہی جواب دینے والا کہے مگر حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح مین کہ لاحول
ولا قوۃ الا باللہ کہے وفی الصلوۃ خیر من النوم فیقول صدقت وبررت اور الصلوۃ خیر من النوم مین یون کہے صدقت وبررت یعنی تو صادق اور نیکوکار ہے
اس کہنے مین کہ نماز نیند سے بہتر ہے ویندب القیام عند سماع الاذان بزازیہ اور مستحب ہے کھڑا ہو جانا اذان کے سننے کے وقت کذا فی البزازیہ ولم یذکر ہل یستمر اسلے
قاعدا و یجلس اور بزازی نے یہ ذکر نہین کیا کہ کھڑا رہے اذان کی فراغت ہونے تک یا بیٹھ جاوے ولو لم یجبہ حتی فرغ لم ارہ وینبغی تدارکہ ان قصر الفصل اور
اگر سامع نے مؤذن کا جواب نہ دیا یہانتک کہ وہ اذان سے فارغ ہوا اُسکا حکم مین نے نہین دیکھا کتاب مین اور مناسب یہ ہے کہ اسکا تدارک کرلے اگر فصل
تھوڑا ہو یعنے اگر بہت عرصہ گذر گیا ہو ہم یہ بحث صاحب بحر کی ہے اور اس سے یہ نکلتا ہے کہ جواب دینے والا مؤذن سے بیشتر کلمات جواب کے نکہے بلکہ ہر کلمے کے
تمام ہونے پر اُسکا جواب کہے کہ حدیث عمر ابن ابی امامہ مین اسکی تصریح موجود ہے اور اس سے ظاہر ایہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ساتھ ساتھ جواب دینا بھی کافی نہین کذا
فی الشامی ویدعو عند فراغہ بالوسیلۃ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اذان کی فراغت کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے وسیلہ مانگے ہم
دعاء وسیلہ مستحب ہے اسواسطے کہ صحیح مسلم مین عبد اللہ بن عمرو بن عاص سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم مؤذن کو سنو تو کہو مثل اُس
قول کے جو وہ کہتا ہے پھر مجھپر درود پڑھو اسواسطے کہ جو مجھپر درود پڑھیگا حقتعالی اُسکے بدلے اُسپر دس بار رحمت کریگا پھر اللہ سے میرے لیے وسیلہ مانگو اسواسطے کہ وسیلہ
ایک مرتبہ ہے بہشت مین کہ وہ لائق نہین مگر ایک بندے کیواسطے خدا کے بندون سے اور مین امید رکھتا ہون کہ وہ بندہ مین ہون سو جو شخص میرے لیے وسیلہ مانگیگا تو میری
شفاعت اُسکے لیے ضرور ہوگی انتہی یعنی اسکی شفاعت واجب ہوگی انت سے زیادہ تر بسبب اس مناسبت کے کذا فی الطحطاوی من المواہب وترجاوردعاء وسیلہ
کا طریقہ صحیح مسلم وغیرہ مین جابر سے یون مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کہے اذان کو سنکر (اللہم رب ہذہ الدعوۃ التامۃ والصلوۃ القائمۃ آت محمد
ن الوسیلۃ والفضیلۃ وابعثہ مقاما محمود ن الذی وعدتہ) تو اسکے واسطے میری شفاعت حلول کریگی یعنے واجب ہوگی کذا فی تیسیر الوصول الی الجامع الاصول اور
بیہقی نے وعدتہ کے بعد انک لاتخلف المیعاد اس دعا مین زیادہ روایت کیا ہے ابن حجر نے شرح منہاج مین کہا کہ الفضیلۃ کے بعد جو درجۃ الرفیعۃ کہتے ہین اور تمامی پر یا ارحم
الراحمین تو ان دو نون کی کچھ اصل نہین اور اسیطرح وعدتہ کے بعد وارزقنا شفاعتہ کی زیادتی کا حال ہے کذا فی الشامی ولو کان فی المسجد حین سمعہ لیس علیہ
الاجابۃ ولو کان خارجہ اجاب بالمشی الیہ بالقدم اور اگر اذان کا سننے والا مسجد مین ہو جبکہ اُسنے اذان سُنی تو اسپر جواب دینا لازم نہین اور اگر مسجد کے باہر ہو تو
جواب دے اُسکی طرف قدم سے چلکر ولو اجاب باللسان لابہ لایکون مجیبا وہذا بناء علے الاجابۃ المطلوبۃ بقدمہ لابلسانہ کما ہو قول الحلوانی اور
اگر اذان کا جواب دیا زبان سے نہ قدم سے چلکر تو وہ شخص مجیب نہوگا اور اس قول کی بنا اسپر ہے کہ اجابت مطلوبہ شرع مین قدم سے ہے نہ زبان سے چنانچہ
یہی قول ہے حلوانی کا فیقطع قراءۃ القرآن لو کان یقرا بمنزلہ ویجیب لو اذان مسجدہ کما یاتی ولو بمسجد لا لانہ اجاب بالحضور اور بموجب اسی قول
کے قطع کرے قرآن کا پڑھنا اگر پڑھتا ہو اپنے گھر مین اور جواب دے قدم سے چلکر اگر اُسکی مسجد محلہ کی اذان ہو چنانچہ آگے مذکور ہوگا تاتارخانیہ سے اور اگر
مسجد مین قرآن پڑھتا ہو تو پڑھنا قطع نکرے اسواسطے کہ وہ مجیب ہوگا مسجد کے حاضر ہونے سے وہذا متفرع علی قول الحلوانی والظاہر وجوبہا بلسانہ لظاہر
الامر فی حدیث اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما یقول کما بسط فی البحر واقرہ المصنف وقواہ فی النہر ناقلا عن المحیط وغیرہ بانہ علے الاول لا

علیہ الصلوۃ والسلام وان قال لا ایطیقہما لا یجیب والاصح فی غیر الحیعلۃ انہ یجیب اور ہدایہ میں شیخ الاسلام نے اجابت بالقدم کو ذکر کیا ہے اور مستصفی میں حلوانی کے قول پر
اور ظاہر قول پر واجب ہونا جواب کا زبان سے دلیل ظاہر ہے جو اس حدیث میں ہے کہ جب تم موذن کی اذان سنو تو کہو مثل اس قول کے جو موذن
کہتا ہے چنانچہ اسکو شمنی نے بیان کیا ہے بحر الرائق میں اور تاتارخانیہ میں اسکو منتقی سے نقل کیا ہے اور زبان سے جواب دینے کو قوی کہا ہے نہر الفائق میں محیط
وغیرہ سے نقل کر کے اسطرح کہا کہ اول قول پر یعنی موجب اجابت زبانی پر اذان کا سننے والا سلام کا جواب نہ دے اور نہ کسی کو سلام کرے اور نہ قرآن پڑھے بلکہ قرآن
کو قطع کرے اور اذان کو جواب دے اور مشغول نہو کسی عمل میں سوا اجابت کے قال وینبغی ان لا یجیب بلسانہ اتفاقا فی الاذان بین یدی الخطیب ان یجیب بقدمہ
اتفاقا فی الاذان الاول یوم الجمعۃ لوجوب السعی بالنص صاحب نہر نے کہا اور یہ چاہیے کہ زبان سے جواب نہ دے باتفاق قولین خطیب کے سامنے کی اذان
میں جمعہ کے دن اور یہ کہ اجابت بالقدم کرے باتفاق قولین روز جمعہ کی پہلی اذان میں بسبب واجب ہونے سعی کے نص قرآنی سے ہم عدم اجابت لسانی
کی یہ وجہ ہے کہ جب خطیب منبر پر چڑھے تو امام کے نزدیک مطلقاً کلام مکروہ ہے لیکن باب الجمعہ میں آویگا کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ امام کے نزدیک اذکار جائز ہیں خطبہ
شروع ہونے سے پہلے تو اب کون مانع ہے اجابت کا کذا فی الطحطاوی وفی التاتارخانیۃ انما یجیب اذان مسجدہ اور تاتارخانیہ میں ہے کہ جواب نہ دے مگر اپنی مسجد
کی اذان کا ہم یعنی جواب قدم سے چلکر اپنی مسجد کو مخصوص ہے یہ متفرع ہے حلوانی کے قول پر چنانچہ شارح نے اسپر پہلے اشارہ کر دیا کما یاتی کذا فی الطحطاوی
وسئل ظہیر الدین عمن سمعہ فی آن من جہات ما ذا یجب علیہ قال اجابۃ اذان مسجدہ بالفعل اور ظہیر الدین سے سوال ہوا کہ جس شخص نے ایک آن میں اذان
سنی کئی طرف سے اسپر کیا واجب ہے کہا کہ اسپر اپنی مسجد کی اذان کی اجابت فعلی یعنی قدم سے چلکر واجب ہے ویجیب الاقامۃ ندبا اجماعا کالاذان ویقول عند
قد قامت الصلوۃ اقامہا اللہ وادامہا اور جواب لسانی دے اقامت کا استحباب کی راہ سے بالاتفاق اذان کے مانند اور کہے قد قامت الصلوۃ کے وقت
اقامہا اللہ وادامہا ہم ان الفاظ کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے اسقدر زیادتی کے ساتھ ما دامت السموات والارض وجعلنی من صالحی اہلہا یعنی اللہ تعالیٰ نماز کو
قائم و دائم رکھے جب تک آسمان و زمین ہیں اور مجھکو زمین کے نیکبخت باشندوں میں کرے وقیل لا یجیبہا وبہ جزم الشمنی اور بعضوں نے کہا کہ اقامت کا جواب
نہ دے اور اسی قول کا یقین کیا ہے شمنی شارح نقایہ نے ہم یہ نفی اجماع سابق کی مخل نہیں کیونکہ یہ نفی نفی وجوب پر محمول ہے اور انعقاد اجماع استحباب پر ہے
فروع مسائل متفرقہ شارح نے کہا ولو صلی السنۃ بعد الاقامۃ او حضر الامام بعدہا لا یعیدہا بزازیۃ مترجم نے سنت نماز پڑھی یعنی اقامت کے بعد یا امام آیا اقامت کے بعد تو اقامت
کا اعادہ نکرے کذا فی البزازیہ وینبغی ان طال الفصل او وجد ما یعد قاطعا کاکل ان تعاد اور لائق یعنی مستحب ہے کہ اگر اقامت اور نماز میں مدت زیادہ ہو جاوے
یا پایا جاوے وہ عمل جو قاطع اور فاصل گنا جاوے درمیان اقامت اور نماز کے چنانچہ کھانا تو اقامت پھر سے کہی جاوے دخل المسجد والموذن یقیم قعد الی قیام الامام
فی مصلاہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اس حال میں کہ موذن اقامت کہتا ہے تو بیٹھ جاوے امام کے کھڑے ہونے تک اپنی جاے نماز پر رئیس المحلۃ لا ینتظر الا من شریرا
والوقت متسع رئیس محلہ کا انتظار نہ کیا جاوے جبتک کہ وہ شریر نہو اور نماز کا وقت فراخ ہو یعنی اگر وقت وسیع اور رئیس شریر ہے تو اسکی انتظاری جائز ہے اور اگر وقت
تنگ ہے تو انتظار نچاہیے اگرچہ رئیس بدذات ہو یکرہ لہ ان یوذن فی مسجدین موذن کو مکروہ ہے اذان کہنا دو مسجدوں میں ہم یہ کراہت اسوقت ہے جبکہ موذن
پہلی مسجد میں نماز پڑھ چکا ہو کذا فی البحر ولایۃ الاذان والاقامۃ لبانی المسجد مطلقاً اذان اور اقامت کا اختیار مسجد کے بنانے والے کے واسطے ہے ہر طرح یعنی خواہ
عادل ہو یا غیر عادل اگرچہ لوگوں کو پسند نہو کذا فی البحر وکذا الامامۃ لو عدلا اور اسیطرح مسجد کے بنانے والے کو امامت کا اختیار ہے اگر عادل ہو یعنی فاسق نہو
الافضل کون الامام ہو الموذن امام ہی کا موذن ہونا بہتر ہے ہم امام ابو حنیفہؒ یہی کیا کرتے تھے کذا فی الطحطاوی وفی الضیاء انہ علیہ الصلوۃ والسلام اذن فی سفر
بنفسہ واقام وصلی الظہر وقد حققناہ فی الخزائن اور ضیاء مقدسی میں ہے کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے سفر میں بذات مقدس اذان اور اقامت کہی اور
ظہر کی نماز پڑھی اور الشارح نے اسکو تحقیق بیان کیا ہے خزائن الاسرار میں ہم سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اذان کہی جبکہ آپ سوار تھے کذا فی الطحطاوی عن فتاوی قاری

اور آپ کا اذان کہنا سفر مین ترمذی کی حدیث مین مروی ہی اور نووی نے اُسپر یقین کیا ہی مگر مسند احمد مین اُسی طریق سے جو حدیث کی تخریج کی ہی اُسمین یون ہی
کہ بلال کو حکم اذان کا دیا تو معلوم ہوا کہ اذان کہنا آپ کا صرف حکم دینا تھا اور عطا وغیرہ تابعین نے ایسا کیا ہی کذا فی الشامی

باب شروط الصلوٰۃ

یہ باب ہی نماز کی شرطون کے بیان مین ہم شرط تین قسم ہی شرط عقلی جیسے بسولا بڑھئی کے واسطے اور شرط شرعی جیسے طہارت نماز کیواسطے اور شرط جعلی جیسے گھر جانا زوجہ کا جسکے ساتھ طلاق مشروط ہو کذا فی العینی تو یہان شروط شرعیہ مراد ہین نہ عقلیہ اور جعلیہ اور شروط شرعیہ سے وہ شروط مقصود ہین جو صحت نماز کی شرطین ہین نہ نماز کے واجب ہونے کی منجملہ شرائط وجوب ایک تکلیف ہی یعنے مسلمان ہونا اور عاقل و بالغ ہونا اور ازانجملہ عاجز نہونا نماز سے وازانجملہ وقت ہی ہی ثلثہ انواع شرطین تین قسم ہین شرط انعقاد ایک قسم شرط ہی انعقاد نماز کی ہم شرط انعقاد وہ ہی جسکا وجود ضرور ہی ابتدا نماز مین پیشتر سے موجود ہو کر آخر نماز تک موجود رہے یا نرہے کذا فی الحلبی کنیۃ و تحریمۃ و وقت و خطبۃ جیسے نیت اور تکبیر تحریمہ اور وقت نماز کا اور خطبہ جمعہ کے واسطے تو جبتک امور مذکورہ اول نہونگے نماز کا وجود نہوگا
نہین نیت تو آخر نماز تک موجود رہسکتی ہی اور تحریمہ اور خطبہ ایسا نہین وشرط دوام کطہارۃ وستر عورۃ واستقبال قبلۃ اور دوسری قسم شرط ہی دوام نماز کی جیسے طہارت اور ستر عورت اور استقبال قبلہ ہم شرط دوام وہ ہی جسکا وجود مشروط ہی اول نماز سے آخر تک وشرط بقاء فلا یشترط فیہ تقدم ولا مقارنۃ بابتداء وہو القراءۃ اور تیسری قسم شرط ہی باقی رہنے نماز کی بعد موجود ہو جانے نماز کے تو اُسمین آگے ہونا اس شرط کا مشروط نہین اور نہ ابتدا نماز سے اُسکا متصل رہنا اور وہ یعنی بقاء نماز کی شرط قرأت ہی ہم شرط بقاء نماز وہ ہی جو اثنا نماز مین پائی جاسے بطریق استمرار کے اور قرأت اسیطرح کی ہی کہ اثنا نماز مین اُسکا وجود ہوتا ہی استمرار کے طور پر اور یہ تینون شرطین ایک دوسری مین متداخل ہین کیونکہ انمین عموم و خصوص مطلق ہی شرط دوام خاص ہی اور شرط انعقاد اور بقا عام مثلاً طہارت جو شرط دوام ہی اگر ابتدا نماز مین اُسکے وجود کا لحاظ کرین تو شرط انعقاد ہو جائیگی اور اگر حالت بقا مین اُسکے وجود کو مشروط سمجھین تو شرط بقا ہوگی اور سوا سے وقت جمع کے اور وقت نماز کے لیے صرف شرط انعقاد ہی کہ نہ اُسکا دوام شرط ہی اور نہ بقا اور صرف شرط بقا کی مثال قرأت ہی کہ اثنا نماز مین حادث ہو کر انتہا تک رہتی ہی
گو وجود حکمی ہو جیسے مقتدی کی قرأت کہ امام کی قرأت گویا اُسی کی قرأت ہی کذا فی الشامی بتصرف فانہ رکن فی نفسہ شرط فی غیرہ لوجودہ فی کل الارکان تقدیرا اسواسطے کہ قرأت بذات خود تو رکن ہی اور اپنے غیر کے حق مین شرط ہی بسبب پائے جانے قرأت کے تمام ارکان مین تقدیراً یعنی اگرچہ سب ارکان مین قرأت حقیقی موجود نہین لیکن گویا موجود ہی ہم رکن اُسکو کہتے ہین جو ماہیت مین داخل ہو اور شرط وہ ہی جو ماہیت سے خارج ہو اور یہ دونون ایک دوسرے کے مخالف ہین مگر چونکہ رکن دو طرح کا ہوتا ہی ایک اصلی جو کبھی ساقط نہین ہوتا دوسرا زائد جو کبھی ساقط بھی ہو جاتا ہی جیسے قرأت کہ مقتدی سے ساقط ہو جاتی ہی تو اس لحاظ سے ایک حالت مین اُسکو رکن کہا اور دوسری مین شرط سے تعبیر کیا کذا فی الشامی بتصرف ولذا لم یجز استخلاف الامی اور اسواسطے کہ وجود قرأت کا سب ارکان مین ضروری ہی اُمی شخص کا خلیفہ کرنا نماز مین اگرچہ تشہد اخیر ہو جائز نہین ثم الشرط لغۃ العلامۃ اللازمۃ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ شرط بفتح اول و سکون ثانی لغت مین علامت لازمہ کو کہتے ہین یعنی جو نشانی کہ ایک ہی چیز مین پائی جاسے دوسری چیز مین نہو و شرعا ما یتوقف علیہ الشیء ولا یدخل فیہ اور اصطلاح شرع مین شرط وہ ہی جسپر کوئی چیز موقوف ہو اور وہ اُس چیز مین داخل نہو یعنے اُسکا جز نہو خارج ہو اُس سے ہم کسی چیز کا متعلق اگر اُسکی ماہیت مین داخل ہوتا ہی تو رکن کہلاتا ہی جیسے رکوع نماز کے اندر اور اگر خارج ہو تو دو حال سے خالی نہین یا چیز مین موثر ہوگا یا نہوگا اگر موثر ہی تو اُسکو علت کہتے ہین جیسے عقد نکاح حلت کے لیے اور اگر موثر نہین تو پھر چیز کیطرف فی الجملہ موصل ہی یا نہین اگر ہی تو اُسکو سبب کہتے ہین جیسے وقت ہی اور اگر موصل نہین تو چیز اُسپر موقوف ہوگی یا نہوگی اگر موقوف ہوگی تو اُسکو شرط کہتے ہین جیسے وضو ہی نماز کے حق مین اور اگر چیز اُسپر موقوف بھی نہین تو اُسکو علامت بولتے ہین تو شارح کی تعریف سے رکن اور علامت نکلگئی مگر سبب اور علت شرط مین داخل رہی اسلیے چاہیے تھا کہ شرط کی تعریف مین اتنا اور زیادہ کہتا کہ ولا موثر فیہ ولا یوصل الیہ

بیان شروط الصلوٰۃ

الی الجانب الاخر ہو یعنی جسم مین نہ جاوے اسکی طرف کسیقدر متصل ہو کذا فی الشامی یعنی شرح کی اور بعضون نے شرط کی یون تعریف کی ہر کہ شرط وہ ہر جسکے نہ ہونے سے شی
معدوم ہو اور نہ لازم ہو وجود اسکا شرط کے وجود سے شرط اول طہارت بدنہ ای جسدہ لدخول الاطراف فی الجسد دون البدن
شرط نماز کی یہ ہر یعنی شرط پاک ہونا ہر نمازی کے بدن کا بدن سے مراد جسد ہر بسبب داخل ہونے ہاتھ پانون کے جسد مین نہ بدن مین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے
کیونکہ لغت عرب کی رو سے ہاتھ پانون بدن مین داخل نہین لہذا شارح نے بدن کی تفسیر جسد کی تاکہ ہاتھ پانون کی بھی طہارت ثابت ہو اگرچہ اردو زبان
مین بدن سارے جسم کو کہتے ہین من حدث بنوعیہ طہارت بدن کی شرط ہر دونون قسم کے حدث یعنی حکمی ناپاکی سے ہم دونون قسم سے مراد حدث اصغر اور
حدث اکبر ہین اول مقتضی وضو کا ہر اور دوم موجب غسل کا وقدمہ لانہ اغلظ اور مصنف نے مقدم کیا حدث یعنی نجاست حکمی کو نجاست حقیقی پر اسواسطے کہ وہ
غلیظ تر اور سخت تر ہر نجاست حقیقی سے ہم یعنی اسواسطے کہ نجاست حکمی تھوڑی بھی معاف نہین برخلاف نجاست حقیقی کے کہ وہ قلیل معاف ہر وخبث مانع
کذلک اور طہارت شرط ہر اسیطرح دونون قسم کی نجاست حقیقی سے جو نماز کی مانع ہر ہم دونون قسم کی نجاست یعنی مغلظہ اور مخففہ سے مغلظہ زائد از درہم مانع نماز ہر
اور مخففہ زائد از ربع ثوب وثوبہ وکذا ما یتحرک بحرکتہ دوسری شرط نماز کی پاک ہونا نمازی کے کپڑے کا ہر اور اسیطرح پاک ہونا اس چیز کا جو ہلنے نمازی کے ہلنے سے
ہم یعنے ایسی چیز جو نمازی کے بدن سے متصل ہو مثلاً ایک چادر کا آنچل اسکے بدن پر ہر اور دوسرے آنچل پر ایسی نجاست ہر جو مانع نماز ہر تو اگر نمازی کی
حرکت سے ناپاک آنچل بھی حرکت کرے تو نماز کا مانع ہر اور نہین تو نہین اور اگر وہ چیز اسکے بدن سے متصل نہین مثلاً چٹائی کا ایک کنارہ ناپاک ہر اور دوسرے
کنارے پر نماز پڑھتا ہر تو یہ نجاست نماز کی مانع نہین خواہ چٹائی بڑی ہو یا چھوٹی کذا فی الشامی او یعد حاملا لہ کصبی علیہ نجاسۃ ان لم یستمسک بنفسہ منع والا لا یا
نمازی اس چیز کا اٹھانے والا گنا جاوے جیسے وہ لڑکا جسپر نجاست ہر بشرطیکہ وہ آپ نہ تھم سکے بدون تھامنے نمازی کے تو نماز کا مانع ہر اور اگر لڑکا نمازی
کے تھامنے کا محتاج نہو خود اسکو چمٹا ہو تو نمازی اسکا حامل نہ ٹھہریگا تو نماز کا بھی مانع نہوگا ہم اور یہی حکم ناپاک چھت اور چھپر اور خیمہ نجس کا ہر
بلکہ نمازی کا سر کھڑے ہونے سے ان چیزون مین لگتا ہو کذا فی الطحطاوی کجنب وکلب ان سد فمہ تفے الاصح جسطرح مانع نماز نہین اگر نمازی پر جنب
آدمی اور کتا ہو اگر اسکا منھ بندھا ہو صحیح تر قول مین ہم اگر شارح یون کہتا کہ کتا بشرطیکہ اس سے لعاب وغیرہ مانع نماز نہ بہے تو بہتر ہوتا کذا فی الشامی بحر الرائق
مین ہر کہ اگر نمازی کے پاس وہ انڈا ہر جو اندر سے خون ہوگیا تو نماز جائز ہر کیونکہ وہ اپنے معدن مین ہر برخلاف اس شیشے کے جسمین پیشاب ہر یعنی وہ
مانع نماز ہر ومکانہ ای موضع قدمیہ او احدہما ان رفع الاخری وموضع سجودہ اتفاقا فی الاصح اور تیسری شرط پاک ہونا مصلی کے مکان کا ہر یعنی اسکے
دونون قدمون کی جگہ کا یا ایک قدم کی جگہ کا اگر نمازی نے دوسرا قدم اٹھالیا اور سجدہ کی جگہ کا بالاتفاق صحیح تر قول مین ہم موضع قدمین کی طہارت امام
اور صاحبین کے نزدیک شرط ہر بالاتفاق بلا نقل خلاف اور موضع سجود مین خلاف ہر مگر صحیح تر یہی قول ہر کہ امام کے نزدیک اسکی طہارت بھی شرط ہر اگر
نمازی کے کپڑون کی اطراف پر نجاست پڑی اور نماز پڑھی تو کچھ ضرر نہین کذا فی الطحطاوی لا موضع یدیہ ورکبتیہ علی الظاہر الا اذا سجد علی کفہ کما سیجی
شرط نہین پاک ہونا دونون ہاتھون اور دونون گھٹنون کے مکان کا ظاہر الروایۃ مین مگر جبکہ سجدہ کیا مصلی نے اپنی ہتھیلی پر چنانچہ آگے آویگا یعنے
اسوقت ہاتھ کے مکان کی طہارت شرط ہوگی کیونکہ یہ سجدہ کا مکان ٹھہرا ہم فقیہ ابو اللیث کے نزدیک ہاتھون کے مکان کی عدم طہارت سے نماز فاسد ہوتی
ہر اور اسی کی تصحیح کی ہر عیون مین اور اطلاق متون بھی اسی پر دلالت کرتا ہر اور شیخ الاسلام ابو سعود مفتی روم نے کہا کہ جس عضو کا رکھنا واجب ہر اگرچہ
دونون ہاتھ ہون تو اسکے مکان کی طہارت شرط ہر کذا فی الطحطاوی من الثانی ای الخبث لقولہ تعالے وثیابک فطہر فبدنہ ومکانہ بالاولے
لانہما الزم کپڑے اور مکان کی طہارت شرط ہر ثانی یعنے نجاست حقیقی سے بدلیل قول حقتعالے وثیابک فطہر اور اپنے کپڑون کو پاک کر تو جب کپڑے
پاک کرنے لازم ہوے تو مصلی کے بدن اور مکان کا پاک ہونا بطریق اولے لازم ہوا اسواسطے کہ بدن اور مکان بہ نسبت کپڑون کے زیادہ لازم ہین یعنی سوائے

کہ کپڑون کا جانا ہوجانا متصور ہی بخلاف بدن اور مکان کے ہم اظہر یہ ہی کہ آیت کریمہ مین نماز کے ثیاب ملبوسہ مراد ہین اور نجاست سے انکا پاک کرنا قول ہی
جمیع فقہا کا اور ارجح تفاسیر کذا فی الطحطاوی والرابع ستر عورتہ ووجوبہ عام ولو فی الخلوۃ علی الصحیح الا لغرض صحیح اور نماز کی چوتھی شرط ڈھکنا اور اوڑھنا
ہی اپنی عورت یعنی شرمگاہ کا اور ستر عورت کا واجب ہونا علی العموم ہی اگرچہ آدمی خالی مکان مین ہو بنا بر قول صحیح کے مگر غرض صحیح کے واسطے شرمگاہ
کھولنا جائز ہی چنانچہ دفع بول و براز یا ختنہ یا علاج یا جماع حلال ہم ستر عورت غیر سے واجب ہی نہ اپنی ذات سے جمہور کے نزدیک یہی قول صحیح ہی
کذا فی الزیلعی لیکن ادب نہین تو تصحیح مین اختلاف واقع ہوا اور ڈھکنا برہنگی کا چار طرف سے ہی نہ اسفل سے تو اگر کوئی انسان نیچے سے برہنگی دوسرے
کی دیکھ لے تو نماز فاسد نہوگی کذا فی الطحطاوی وله لبس ثوب نجس فی غیر صلوٰۃ اور مسلمان کو ناپاک کپڑا پہننا جائز ہی اور حال مین سوائے نماز کے وہی للرجل
ما تحت سرتہ الی ما تحت رکبتیہ اور عورت یعنی مرد کی شرمگاہ ناف کے نیچے سے ہی دونون گھٹنون کے نیچے تک ہم عورت کا لفظ نکلا ہی عور سے جو
بمعنی نقصان اور عیب کے ہی تو شرمگاہ کو عورت کہا اس واسطے کہ اسکا کھولنا اور ظاہر کرنا عار اور قبیح اور عیب اور بیحیائی ہی کذا فی الطحطاوی اردو مین عورت
مرد کے مقابل کو کہتے ہین فارسی مین زن اور ہندی مین لگائی اور جورو بولتے ہین ۔ شرط احمد ستر احد منکبیہ ایضا اور امام احمد بن حنبل نے ڈھکنا ایک
کندھے کا بھی نماز مین شرط کیا ہی وعن مالک ہی القبل والدبر فقط اور امام مالک سے ایک روایت یہ ہی کہ عورت یعنی شرمگاہ فقط فرج اور مقعد ہی
ہم امام اعظم کے مذہب مین شرمگاہ کی جو یہ حد ہی کہ زیر ناف سے زیر زانو تک یہ جوان کے حق مین ہی نہ صغیر کے حق مین کہ اسکا چھونا اور دیکھنا جائز ہی
اور جوانین حکم زانو کا خفیف تر ہی ران سے تو جو شخص اپنا زانو کھولے ہو اسپر انکار نرمی سے کرنا چاہیے اور اگر اصرار کرتا ہو تو اس سے نزاع کرنا لائق نہین
اور جو اپنی ران کھولے ہو اسپر انکار درشتی اور سختی کے ساتھ کرنا چاہیے بدون ضرب کے اگر اصرار کرتا ہو کذا فی الطحطاوی وما ہو عورۃ منہ عورۃ من
الامۃ ولو خنثی او مدبرۃ او مکاتبۃ او ام ولد مع ظہرہا وبطنہا اور جسقدر کہ مرد کا بدن شرمگاہ ہی اتنا لونڈی کا بھی شرمگاہ ہی اسکی پیٹھ اور پیٹ کے ساتھ اگرچہ
لونڈی خنثی یا مدبرہ یا مکاتبہ یا ام ولد ہو ہم مدبرہ وہ لونڈی ہی جسکو آقا نے کہدیا ہو کہ میرے مرنے کے بعد تو آزاد ہی اور مکاتبہ وہ جسکو یہ کہا ہو کہ اگر تو اتنا
مال دے تو آزاد ہی اور ام ولد وہ لونڈی جسکے آقا سے اولاد ہوئی ہو واما جنبہا فتبع لہا اور لونڈی کا پہلو اسکی پیٹھ اور پیٹ کا تابع ہی یعنی جسقدر پہلو
پیٹ سے متصل ہی وہ پیٹ کا تابع ہی اور جسقدر پیٹھ سے ملا ہی وہ پیٹھ کا تابع ہی یعنی اسکے پہلو بھی شرمگاہ ہین ولو اعتقہا مصلیۃ ان استترت کما قدرت صحت
والا لا علمت بعتقہ اولا علی المذہب اور اگر مولی نے لونڈی کو آزاد کیا نماز کی حالت مین اگر اسنے اپنا بدن ڈھک لیا فوراً جبکہ وہ قادر ہوئی تو نماز
صحیح ہی اور اگر فوراً باوجود قدرت بدن نہ چھپایا تو نماز درست نہوئی مولی کے آزاد کرنے کو اسنے جانا ہو یا نہ جانا ہو بنا بر مذہب درست کے ہم پردہ سازی سے
اسقدر مراد ہی جسقدر حرہ یعنی بی بی کو پردہ چاہیے اور استتار مین یہ شرط ہی کہ عمل قلیل ہو اور قبل ادائے رکن ہو اور اگر استتار سے عاجز ہوگی تو نماز باطل
نہوگی قال ان صلیت صلوۃ صحیحۃ فانت حرۃ قبلہا فصلت بلا قناع ینبغی الغاء القبلیۃ ووقوع العتق کما رجحوہ بالطلاق الدوری مولی نے کہا اپنی لونڈی سے کہ اگر تو
صحیح نماز پڑھیگی تو تو آزاد ہی نماز سے پہلے پس اسنے بدون اوڑھنی کے نماز پڑھی تو قبلیت کا لغو کر دینا اور طلاق کا واقع ہونا لائق ہی چنانچہ فقہا نے قبلیت
کے لغو کرنے کو طلاق دوری مین ترجیح دی ہی ہم یہ مسئلہ روایت مذہب نہین بلکہ صاحب بحر الرائق کی تخریج ہی طلاق دوری پر قیاس کرکے طلاق دوری کی
یہ صورت ہی کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر مین تجکو طلاق دون تو تجکو تین طلاق ہین قبل از طلاق پھر اسنے بلا شرط طلاق دی تو شرط پائی گئی تو تین طلاقین اس طلاق
سے پہلے واقع ہونگی اور انکا واقع ہونا یہ چاہتا ہی کہ پچھلی طلاق واقع نہو کیونکہ تین طلاق کے بعد عورت محل طلاق نہین رہتی تو جب انہنے قبلیت کو لغو کر دیا تو ایسا
ہو گیا گویا اسنے یون کہا کہ اگر مین تجکو طلاق دون تو تجکو تین بار طلاق ہی تو ایک طلاق اسکے واقع کرنے سے واقع ہوگی اور دو طلاقین تعلیق سے واقع ہونگی
اور تیسری طلاق باطل ہو جاویگی عدم محل کے سبب سے وللحرۃ ولو خنثی جمیع بدنہا حتی شعرہا النازل فی الاصح اور حرہ یعنی بی بی کا تمام بدن شرمگاہ ہی

بھی چھپانا واجب ہے (وشعرہا) اسکے شعر یعنی بال بھی عورت ہیں صحیح قول میں اگرچہ حرہ ہو غیر منسوخ (ومسترسلۃ) بالون کی چھپا اسواسطے کہ لٹکتی ہو بال سر پر ہون
بالاتفاق عورت ہیں (خلا الوجہ والکفین) مگر چہرہ اور ہتھیلیان عورت نہیں ہیں مذہب ہو الفقہ میں (ہی العتابی) یعنی کل تمام بدن عورت ہے مگر ایسا نہیں ہے وجہ اور دونوں
ہتھیلیاں اور دونوں قدم عورت نہیں قول معتمد پر تو پشت کف دست کا چھپانا واجب ہے مذہب درست پر ہم ویسا قوال ناسم ہے یہی کہ پشت کف دست
بھی عورت نہیں اور بعض صاحبوں نے کہا کہ دونوں مطلقاً عورت نہیں اور بعضوں نے کہا کہ دونوں قدم عورت ہیں اور کسی نے انکو صحیح بھی کہا ہے کذا فی الطحطاوی
(وصوتہا) علی الراجح اور حرہ کی آواز عورت نہیں راجح قول پر ہے اور آواز کا بلند کرنا جو حرام ہے تو بخوف فتنہ حرام ہے اور بعضون نے کہا کہ اسکا [illegible] بھی
کرنا واجب ہے کذا فی الطحطاوی (وذراعیہا علی المرجوح) اور حرہ کی دونوں کلائیاں عورت نہیں مرجوح یعنی ضعیف قول پر ہے یہ ابو یوسف کا قول ہے اور جنیا
شرح مجمع میں اسی کو راجح کہا ہے لیکن مذہب راجح اور قوی یہ ہے کہ کلائیاں عورت ہیں کذا فی الطحطاوی (وتمنع المرأۃ الشابۃ من کشف الوجہ بین الرجال
لا لانہ عورۃ بل لخوف الفتنۃ) اور جوان عورت منع کیجاوے چہرہ کھولنے سے درمیان مردون کے نہ اسوجہ سے کہ چہرہ اُسکا عورت ہے بلکہ بخوف فتنہ منع کا
حکم ہے (کمسہ وان امن الشہوۃ لانہ اغلظ ولذا ثبت بہ حرمۃ المصاہرۃ کما یاتی فی باب الحظر) جیسے مرد کو عورت کا چہرہ چھونا ممنوع ہے اگرچہ شہوت کا خوف
نہ ہو اسواسطے کہ چھونا سخت تر ہے نظر کرنے سے اور اسیواسطے شہوت کے چھونے سے حرمت مصاہرت کی ثابت ہوتی ہے چنانچہ باب الحظر میں آویگا (ولا یجوز
النظر الیہ بشہوۃ کوجہ امرد فانہ یحرم النظر الی وجہہا ووجہ الامرد اذا شک فی الشہوۃ اما بدونہا فیباح ولو جمیلا کما اعتمدہ الکمال) اور جائز نہیں نظر
کرنا عورت کے چہرہ کی طرف شہوت سے مانند چہرہ امرد کے یعنی بے ریش لڑکے کے اسواسطے کہ حرام ہے نظر کرنا عورت کے چہرہ کا اور امرد کے چہرہ کا جبکہ شہوت
کا شک اور تردد ہو اور بدون شہوت کے تو نظر کرنا مباح ہے اگرچہ امرد خوبصورت ہو چنانچہ اسی قول پر کمال الدین صاحب فتح القدیر نے اعتماد کیا ہے
(قال فحل النظر منوط بعدم خشیۃ الشہوۃ مع عدم العورۃ) کہا کمال الدین نے تو حلت نظر وابستہ بعدم خوف شہوت ہے ساتھ اس امر کے کہ وہ محل واجب الاخفا
نہ ہو یعنی جبکہ محل نظر وہ مقام نہ ہو جسکا چھپانا چاہیے اور شہوت کا خوف نہ ہو تو نظر کرنا حلال ہے ورنہ حلال نہیں (وفی السراج لا عورۃ للصغیر جدا ثم ما دام لم یشتہ
فقبل ودبر ثم تغلظ الی عشر سنین ثم کبالغ) اور سراج وہاج میں ہے کہ نہایت صغیر کا بدن عورت نہیں یعنی ڈھکنے کے لائق نہیں پھر جبتک کہ وہ قابل خواہش کے
کے نہیں تو بول و براز کی راہ چھپانے کے لائق ہے پھر عورت غلیظہ ہوتی ہے دس برس تک یعنی بول و براز کا مقام مع گرد و نواح کے قابل چھپانے کے ہے پھر
ہر چیز دس برس کے بعد جوان کے مانند پھر برہنگی کے چھپانے میں ہے نہایت صغیر سے مراد چار برس کا بچہ ہے لڑکا ہو یا لڑکی کذا فی الطحطاوی عن الحلبی عن
منیۃ (وفی الاشباہ یدخل علی النساء الی خمسۃ عشر سنۃ) اور اشباہ میں ہے کہ اندر جاوے لڑکا عورتوں میں فقط پندرہ برس کی عمر تک ہم یہ اس صورت
میں ہے کہ اسکا بلوغ بجز عمر کے ثابت نہو اور اگر احتلام وغیرہ سے اسکا بلوغ ثابت ہوا ہو تو پندرہ برس سے پہلے بھی اسکو عورتوں میں جانا منع ہوگا (وما حل
عضو کہ عورت ہے بدن میں ملا ہوا اسکا دیکھنا بدن سے جدا ہونے کے بعد بھی درست نہیں کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ شارح کو خمس عشرۃ کہنا مناسب
تھا اسلیئے کہ لفظ سنۃ مونث ہے (ویمنع) حتی انعقادہا (کشف ربع عضو قدر اداء رکن بلا صنعہ) من عورۃ غلیظۃ او خفیفۃ علی المعتمد) اور منع کرتا ہے نماز کو
یہانتک کہ انعقاد نماز کو منع کرتا ہے چوتھائی عضو کا بقدر ادا کرنے رکن کے بدون فعل مصلی کے عورت غلیظہ یا خفیفہ سے معتمد قول پر ہے کشف ربع عورت مانع
نماز اسوقت ہوگا جبکہ تکبیر تحریمہ کی حالت میں ہو اگرچہ ادائے رکن سے کم مدت ہو اور ادائے رکن کی مقدار تین بار سبحان اللہ کہنا ہے اور اگر کشف عورت
بفعل مصلی ہوگا تو فی الحال نماز فاسد ہو جائیگی اگرچہ کمتر ہو ادائے رکن کی مقدار سے (والغلیظۃ قبل ودبر وما حولہما والخفیفۃ ما عدا ذلک من الرجل
والمرأۃ) اور عورت غلیظہ مرد اور عورت میں بول و براز کا محل ہے اور جو مکان کہ ان دونوں کے آس پاس ہے اور عورت خفیفہ وہ ہے جو اسکے سوا ہے (ویجمع بالاجزاء
لو فی عضو واحد) اور چند جگہ سے کھلی ہوئی برہنگی جمع کیجائیگی اجزاء اگر ایک عضو میں ہو ہم اجزاء سے مراد کسور حسابیہ ہیں مثلاً پانچوان اور چھٹا اور آٹھوان

حصہ تو اگر مثلاً ران ایک جگہ سے آٹھواں حصہ اور دوسری جگہ سے بھی اُسیقدر کھلی ہے تو دونوں کو جمع کرینگے تو چہارم حصہ ٹھہریگا اور نماز کا مانع ہوگا اور اگر
جمع کرنے سے اُس عضو کا چہارم نہوگا تو مانع نماز کا نہوگا والا فبالقدر اور اگر عورت مکشوفہ متفرق ایک عضو مین نہین بلکہ چند اعضا مین ہے تو وہ پیمائش
سے جمع کیجائیگی نہ اجزا سے فان بلغ ربع ادناہا کاذون منع سو اگر کھلے اعضا مین سے کمتر عضو کی چہارم کو پیمائش پہونچ جائیگی چنانچہ کان تو یہ کھلجانا
نماز کا مانع ہوگا مثلاً سولھوان حصہ ران کا اور کچھ کان عورت کا کھل گیا تو اسکی نماز جائز نہوگی اسواسطے کہ دونون کا مجموعہ کان کی چہارم سے زیادہ ہے
اور یہی قول حق ہے برخلاف بحر الرائق کے کہ اسمین مجموع اعضاء منکشفہ کے چہارم کو معتبر رکھا ہے کذا فی الطحطاوی والشرط سترہا عن غیرہ ولو حکماً کمکان
مظلم اور شرط ہے ڈھکنا برہنگی کا غیر شخص سے اگرچہ ستر حکمی ہے چنانچہ نمازی ہو اندھیرے مکان مین یعنے اگرچہ وہ مستور ہے باعتبار حس کے بایمعنی کہ وہ نظر نہین
آتا لیکن وہ حکم شرع مین مستور نہین تو اسپر چھپانا کپڑے وغیرہ سے واجب ہے کذا فی الحلبی لا سترہا عن نفسہ وبہ یفتی شرط نہین چھپانا برہنگی کا اپنی ذات سے
اُسیپر فتوی دیا ہے فلو راٰہا من زیقہ لم تفسد وان کرہ پھر اگر نمازی نے شرمگاہ کو دیکھا اپنے گریبان کی راہ سے تو نماز فاسد نہوگی اگرچہ یہ نظر کرنا مکروہ تحریمی
ہے کذا فی الطحطاوی وعادم ساتر لا یصف ما تحتہ اور نہ پانیوالا اُس چھپانیوالی چیز کا جو اپنے اندر کی چیز کو ظاہر نکردے یعنی جسمین بدن نظر نہ آوے عادم
مبتدا ہے اسکی خبر آگے آتی ہے یعنی یصلی قاعداً ساتر مین یہ قید اسواسطے لگائی کہ اگر ایسا کپڑا ہے جس سے نیچے کا بدن معلوم ہوتا ہے چنانچہ باریک ململ یا جالی تو
وہ بمنزلہ معدوم کے ہے ولا یضر التصاقہ وتشکلہ اور ضرر نہین کرتا ساتر کے بدن مین چپٹنا اور عضو کی شکل پکڑنا یعنی نماز ایسے کپڑے سے درست ہوجائیگی ولو
حریراً او طیناً یبقی الی تمام صلوتہ او ماء کدراً اگرچہ ساتر شرمگاہ کا ریشمی کپڑا یا گیلی مٹی ہو جو پوری نماز تک بدن پر باقی رہے یا گدلا پانی ہو ہم اگرچہ ریشمی کپڑا مرد کو
حرام ہے اور اسکے ساتھ نماز مکروہ لیکن اگر کوئی چیز ساتر نپاوے تو ریشمی سے بدن چھپا کر نماز پڑھے اسکے ہوتے نماز برہنہ جائز نہین لا صافیاً ان وجد غیرہ نہ صاف پانی
اگر اسکے سوا کوئی چیز ساتر پاوے یعنے صاف پانی مین بیٹھ کر برہنہ آدمی نماز نہ پڑھے اگر دوسری چیز ملسکتی ہو اور اگر نہ ملی تو اسمین نماز واجب ہے بوجہ تھوڑا کھلنے کے
کذا فی الطحطاوی وہل تکفیہ الظلمۃ فی مجمع الانہر بحثاً نعم فی الاضطرار لا الاختیار سوال اور کیا برہنہ شخص کو اندھیرے مین نماز کفایت کرتی ہے مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر
مین بحث کرکے یون جواب دیا ہے کہ ہان اضطرار مین کافی ہے نہ اختیار مین ہم اس کلام کا ثمرہ کچھ معلوم نہین ہوتا اسواسطے کہ جب ساتر مفقود ہوا تو ہر حال مین نماز
پڑھے خواہ اندھیرا ہو یا روشنی اور شاید کہ اسمین اشارہ ہے بعضے مشائخ کے اس قول کا کہ برہنہ دن کو بیٹھ کر نماز پڑھے اور رات کو کھڑے نماز پڑھے اسواسطے کہ رات کا اندھیرا
اسکی شرمگاہ کا ساتر ہے کذا فی الطحطاوی یصلی قاعداً کما فی الصلوۃ نہ پانیوالا کسی چیز ساتر کا نماز پڑھے بیٹھ کر جیسے نماز مین بیٹھتے ہین یعنے مرد بائین پانون پر بیٹھے داہنا
پانون کھڑا کرکے اور عورت سرین پر بیٹھے وقیل مادّاً رجلیہ اور بعضون نے کہا دونون پانون پھیلا کر بیٹھے ہم اور عورت غلیظہ پر ہاتھ رکھلے اور راجح پہلا قول ہے
کہ اسمین کثرت استتار ہے باوجود خالی ہونے کے قبلہ کیطرف پانون پھیلانے سے جو بہتر نہین کذا فی البحر مومیاً برکوع وسجود بیٹھ کے نماز پڑھے رکوع اور سجود کا
اشارہ کرکے تاکہ برہنگی نہ کھلے وہو افضل من صلوتہ قائماً برکوع وسجود وقائماً بایماء او برکوع وسجود لان الستر اہم من اداء الارکان اور وہ یعنے برہنہ شخص
کو بیٹھ کے رکوع سجود کا اشارہ کرکے نماز پڑھنا افضل ہے اسکی نماز سے بیٹھ کر اور رکوع اور سجود کرکے اور کھڑے ہوکر اشارہ سے یا رکوع سجود کرکے اسواسطے کہ شرمگاہ
کا چھپانا زیادہ تر مقصود ہے ارکان کے ادا کرنے سے ہم اسواسطے کہ ستر عورت مطلقاً فرض ہے نماز اور غیر نماز مین اور ارکان یعنے قیام اور رکوع اور سجود نماز مین فرض
ہین ولو ابیح لہ ثوب ولو باعارۃ ثبتت قدرتہ ہو الاصح اور اگر برہنہ کو مباح کیا جاوے کپڑا اگرچہ اباحت بطور عاریت کے ہو تو اسکا قادر ہونا ساتر پر ثابت
ہوگیا یہی قول صحیح تر ہے یعنی اگر اس صورت مین برہنہ نماز پڑھیگا تو نماز جائز نہوگی ولو وعد بہ ینتظر ما لم یخف فوت الوقت ہو الاظہر کراجی ماء وثوب وطہارۃ مکان اور
اگر اباحت یا عاریت کا کوئی شخص اس سے وعدہ کرے تو اُسکا انتظار کرے جبتک فوت وقت کا خوف نہو یہی قول ظاہر تر ہے جیسے انتظار کرے پانی اور
کپڑے اور طہارت مکان کا امیدوار یعنی اگر مکان نجس مین مثلاً قید ہو اور توقع قوی وہان سے نکلنے کی ہو تو نماز مین تاخیر کرے جب تک کہ فوت وقت کا خوف ہو ولو

[illegible] سے نماز [illegible] سوال [illegible] کہ پہلا شخص [illegible] ضرور [illegible] اُسکی [illegible] سے جواب [illegible] وجہ [illegible]
ہو جاسے جو نیا [illegible] کی [illegible] دیت مین ولو وجد با من ساتر الخ یعنی [illegible] اس [illegible] تو [illegible]
اذا اقل من ربع طاہر بدب صلوۃ فیہ وجوبا لاندبا [illegible] جو پایا [illegible] وہ ساتر کہ اُسکا کل نجاست [illegible] پاک ہو اصلی ناپاک
نہین اصلی ناپاک جیسے مردار کی کھال جسکی دباغت نہین ہوئی تو [illegible] ستر عورت نکرے اس اصلی ناپاک سے نماز مین بالاتفاق بلکہ نجاست
کے اُس سے ستر کرنا [illegible] ذکر کیا ہو مدار [illegible] وغیرہ نے ایسا ساتر پایا جو چوتھائی سے کمتر پاک ہو تو اُسکو اُسمین نماز پڑھنا مستحب ہوا اور
جائز ہو [illegible] جیسا کہ [illegible] اشارہ سے گذر گیا وختم محمد لبسہ واختنہ فی الاشرار وب قالت الثلثۃ وزفر بن حسن نے اُس ساتر کو
[illegible] پاک ہو یا چہارم سے کمتر [illegible] لازم کیا ہو نہ مستحب [illegible] اس قول کو اچھا سمجھا ہو اور یہی قول ہو ائمہ ثلثہ کا ولو کان ربعہ طاہرا
صلی فیہ حتما اذ الربع کالکل اور اگر ساتر کا چوتھائی حصہ پاک ہو تو اُسی ساتر مین بالضرور نماز پڑھے اسواسطے کہ چہارم کل کے برابر ہو یعنی چوتھائی کا حکم کل کا سا
ہو مثلا محرم کو چوتھائی سر کا منڈانا کل کے برابر ہو اور چوتھائی برہنگی کا کھلنا نماز [illegible] وجد [illegible] بالنجاسۃ او تقلیلہا [illegible]
اُسوقت ہو جبکہ نہ پاوے اُس چیز کو جو نجاست کو دور کرے یا اُسکو کم کر ڈالے جیسے اگر [illegible] نجاست پاوے تو ازالہ واجب ہو [illegible] لبس اخف
نجاستہ حیث تقلیل نجاست کا حکم ہوا تو لازم ہو نماز مین پہننا اپنے دونون ناپاک کپڑون سے اُس کپڑے کا جسکی نجاست کمتر ہو دوسرے سے والضابطۃ
ان من ابتلی ببلیتین فان تساویا خیر وان اختلفا اختار الاخف اور قاعدہ کلیہ اس مسئلہ کا یہ ہو کہ جو شخص مبتلا ہو وے بلاؤن مین مثلا دو ناپاک کپڑون مین
سو اگر دونون برابر ہون منع نماز مین تو اُسکو اختیار ہو چاہے اُسکو اور چاہے اُسکو لے اور اگر دونون مختلف ہین یعنے ایک بلا کم ہو اور دوسری زیادہ تو [illegible]
ہلکی کو اختیار کرے مثلا زخمی اگر سجدہ کرتا ہو تو زخم سیلان کرتا ہو اور نہین تو نہین وہ بیٹھکر اشارہ سے نماز پڑھے اسواسطے کہ ترک سجدہ ہلکا ہو بہ نسبت وضو ٹوٹنے
کے ساتھ نماز سے اور ترک سجدہ حالت اختیار مین بھی کر سکتا ہو مثلا سواری پر نماز نفل [illegible] درست ہو تو حالت عذر مین ترک سجدہ کا مضائقہ نہین کذا
فی البحر ولو وجدت الحرۃ البالغۃ ساترا یستر بدنہا مع ربع راسہا یجب سترہا فلو ترکت ستر راسہا اعادت بخلاف المراہقۃ لانہ لما سقط بعذر الرق
فبعذر الصبی اولی اور اگر آزاد جوان عورت نے پایا ایسا ساتر جو ڈھکتا ہو اُسکے بدن کو اُسکے چوتھائی سر کے ساتھ تو بدن اور چہارم سر کا ڈھکنا واجب
ہو یعنی فرض ہو دونون کا ڈھکنا تو اگر اپنے سر کا ڈھکنا چھوڑیگی تو نماز کا اعادہ کرے برخلاف قریب البلوغ عورت کے یعنے اگر وہ بدون سر ڈھکنے کے
نماز پڑھیگی تو اعادہ نماز کا ضرور نہین اسواسطے کہ سر کا ڈھکنا جبکہ ساقط ہو گیا تو لونڈی ہونے کے عذر سے تو لڑکپن کے عذر سے ساقط ہونا اولی ہو [illegible]
کو ملت بیان کرنا اس حدیث سے مناسب تھا کہ کوئی بالغ عورت نماز بدون سر ڈھانکنے کے نہ پڑھے کیونکہ شارح کے قول سے مفہوم ہوتا ہو کہ حرہ کا سر ڈھکنا
لونڈی ہونے کی جہت سے ساقط ہوا اُسکا ڈھکنا لڑکپن سے ساقط ہو حالانکہ یہ کلیہ نہین کذا فی الشامی ولو کان یستر اقل من ربع الراس لا یجب بل یندب
اور اگر ساتر ڈھکتا ہو کمتر چوتھائی سر سے تو اُسکو ڈھکنا واجب نہین بلکہ مستحب ہو لیکن قولہ ولو وجد المکلف ما یستر بہ بعض العورۃ وجب استعمالہ
ذکرہ الکمال زاد الحلبی وان قل یقتضی وجوبہ مطلقا فتامل لیکن مصنف کا یہ قول اور اگر پاوے مکلف وہ چیز جس سے بعض برہنگی کو چھپا دے تو اُسکا
استعمال واجب ہو ذکر کیا ہو اُسکو کمال الدین نے فتح القدیر مین حلبی شارح منیہ نے اتنا زیادہ کیا ہو وان قل یعنے اگرچہ وہ ساتر قلیل ہو چاہتا ہو ساتر کے
استعمال کو مطلقا خواہ چوتھائی کا ساتر ہو یا کمتر کا سو تامل کرو اے مخاطب ہم یعنی مصنف کے دونون قولون مین تناقض ہو پہلا قول یہ ہو کہ چہارم سر سے
کمتر کا ڈھکنا واجب نہین اور دوسرا قول یہ ہو کہ بعض عورت کا ڈھکنا واجب ہو خواہ چہارم ہو یا کمتر حلبی محشی در المختار نے کہا کہ اگر کمال الدین کے کلام کو
سر کے سوا محمول کیجیے اسواسطے کہ سر کا عورت ہونا خفیف تر ہو باقی عورت سے اس دلیل سے کہ صلوۃ مراہقہ سر کھلی کی صحیح ہو تو اب تناقض باقی نرہیگا ویستر

القبل والدبر اولاً اور ڈھکے پیشاب کی راہ کو اور جاضرور کی راہ کو پہلے فان وجد ما یستر احدہما قیل یستر الدبر لانہ افحش فی الرکوع والسجود وقیل
القبل حکاہما فی البحر بلا ترجیح پھر اگر پاوے وہ چیز جو ایک شرمگاہ کو چھپا دے بعضون نے کہا دبر کو چھپا وے اسواسطے کہ اسکا کھلنا رکوع اور سجدہ مین
فاحش تر اور قبیح تر ہی اور بعضون نے کہا قبل کو چھپا وے یعنے اسلیے کہ وہ قبلہ رخ ہی اور کوئی عضو اسکی آڑ نہین جیسے سرین مقعد کا حجاب ہین کذا
فی الشامی نقل کیا ہی دونون قولون کو بحر الرائق مین بدون ترجیح کے وفی النہر الظاہر ان الخلاف فی الاولویۃ والتعلیل یفید انہ لوصلی بالایماء تعین
ستر القبل ثم فخذہ ثم بطن المرأۃ وظہرہا ثم الرکبۃ ثم الباقی علی السواء اور نہر الفائق مین ہی کہ ظاہر ادونون قولون کا خلاف اولی ہونے مین ہی اور تعلیل
یعنی کشف دبر کا قبیح ہونا رکوع اور سجدہ مین اسکا مقید ہی کہ اگر بدون رکوع اور سجدہ کے اشارہ سے نماز پڑھے تو قبل کا چھپانا متعین ہوگا پھر اسکے بعد ران
کا پھر عورت کے پیٹ اور پیٹھ کا پھر زانو کا پھر باقی بدن برابر ہی ہم ران وغیرہ کا ذکر حلبی کے کلام سے ہی نہ نہر الفائق سے یعنی اگر زیادہ ہووے کپڑا تو قبل
کے بعد ران کو پھر عورت اپنے پیٹ اور پیٹھ کو پھر زانو کو چھپاوے کذا فی الطحطاوی واذا لم یجد المکلف المسافر ما یزیل بہ نجاستہ او یقللہا لبعدہ میلا او
لعطش صلی معہا او عاریا ولا اعادۃ علیہ اور اگر عاقل بالغ مسافر نپاوے اس چیز کو جس سے نجاست کو دور کرے یا اسکو کم کر ڈالے بسبب دور رہنے
مزیل کے کوس بھر یا پیاس کے سبب سے تو نماز پڑھے نجاست کے ساتھ یا برہنہ ہو کر اور اسپر اعادہ نماز کا نہین وینبغی لزومہا لو العجز عن مزیل وساتر لفعل العباد کما
فی التیمم اور لزوم اعادہ نماز لائق ہی اگر عاجز ہونا مزیل نجاست اور ساتر سے بندون کے فعل سے ہو چنانچہ تیمم مین گذر گیا ہم یہ بحث ہی صاحب بحر الرائق کی
اور مصنف نے اپنی شرح مین اسکو ثابت رکھا ہی ثم ہذا للمسافر لان للمقیم یشترط طہارۃ الساتر فان لم یملکہ قہستانی پھر معلوم کر کہ یہ نماز کا برہنہ جائز ہونا مسافر کے
حق مین ہی اسلیے کہ مقیم کے واسطے طہارت ساتر کی شرط ہی اگرچہ ساتر کا وہ مالک نہو چنانچہ قہستانی مین ہی ہم طحطاوی نے کہا کہ اس حکم کی تخصیص مقیم کے
ساتھ بلا وجہ ہی والخامس النیۃ بالاجماع اور پانچوین شرط نماز کی نیت یعنی پختہ ارادہ ہی بدلیل اجماع واتفاق ہم یعنی اشتراط نیت کی دلیل اجماع ہی نہ آیت
(وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ) اسواسطے کہ عبادت سے یہان توحید مراد ہی تو یہ اخلاص یعنے خلوص ارادہ و نیت اس آیت سے توحید مین پایا گیا
نہ عبادت مین اور یہ حدیث بھی دلیل نہین ہی کہ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ اسواسطے کہ اسمین تو نیت کا ثواب مراد ہی اور صحت سے تعرض نہین کذا فی الطحطاوی
وہی الارادۃ المرجحۃ لاحد المتساویین اور نیت ارادہ ہی ترجیح دینے والا ایک چیز کا دو برابر چیزون سے ہم دو چیزین برابر چنانچہ کرنا اور نکرنا افعال اختیاریہ کا مثلاً نماز
پڑھنا اور نہ پڑھنا دونون برابر ہین کہ بذات خود نہ فعل اسکا لازم اور محال ہی نہ ترک اسکا پھر جبکہ ارادہ متعلق ہوا فعل سے تو نماز واقع ہوئی تو ترجیح فعل کی ترک پر صرف
ارادہ سے ہوئی اسی ارادۂ مرجحہ کو نیت کہتے ہین طحطاوی نے کہا کہ نیت مطلق ارادہ کا نام نہین بلکہ عبارت ہی اس ارادہ فعل سے جو فعل کے ساتھ ہو اور علم مین امر
سے پہلے ہو ای ارادۃ الصلوۃ للہ تعالی علی الخلوص یعنی نماز کا ارادہ خالص اللہ تعالی کیواسطے ہم شارح نے اشارہ کیا کہ الارادۃ کا الف لام عہد کا ہی یعنی نیت ہر ارادہ کا
نام نہین بلکہ یہان ارادہ نماز کا مراد ہی خلوص کے ساتھ یعنی اللہ تعالی کے ساتھ کسی کو شریک نکرے عبادت مین نہ شرک جلی مشرکون کے مانند نہ شرک خفی ریاکارون کے
طور پر لا مطلق العلم فی الاصح الا تری ان من علم الکفر لا یکفر ولو نواہ یکفر نیت عبارت ہی ارادہ مذکور سے نہ مطلق دانست سے صحیح تر قول مین کیا تو نہین دیکھتا کہ جسنے
کفر کو جانا وہ کافر نہین ہوتا اور اگر کفر کی نیت کی تو کافر ہوجاتا ہی ہم غیر اصح عبد الواحد کا یہ قول ہی کہ نیت دانست کا نام ہی حالانکہ دونونکے مفہوم متباین ہین
ارادہ کو علم یعنے دانست لازم ہی اور دانست کو ارادہ لازم نہین کذا فی الطحطاوی والمعتبر فیہا عمل القلب اللازم للارادۃ فلا عبرۃ للذکر باللسان
وان خالف القلب لانہ کلام لا نیۃ اور نیت مین معتبر دل کا عمل ہی جسکو ارادہ لازم ہی تو کچھ اعتبار نہین زبان کے ذکر کا اگرچہ وہ دل کے مخالف ہو اسواسطے
کہ زبانی ذکر کلام ہی نیت نہین ہی ہم جب عمل دل معتبر ہوا نہ عمل زبان تو اگر زبان نے خطا کی تو کچھ ضرر نہین مثلاً دل مین ارادہ ہو ظہر کا اور
زبان سے عصر نکلا تو نیت صحیح ہے اور عدد رکعات مین خطاء قلبی بھی مضرت نہین کرتی اسواسطے کہ تعیین عدد شرط نہین تو اسکی خطا بھی مضر نہین

انکو یہی حکم ہوا کہ اللہ کی عبادت کرین اخلاص کے ساتھ ۱۲

كذا في الفتح والخلاصة ونحوه من عشرة لعموم البلوى فاغتفر النسيان کبھی کہ جگہ آدمی بنا رہ جو دل کے حاضر کرنے سے اسکے بادر شتوشات کے واسطے
زبان سے نیت کرنا سنت ہے تاکہ زبان دل سے بجائے دل کے کفایت کرے کذا فی الحلبی وہو ادنی عمل القلب ان یعلم عند الارادۃ بدیہۃ ای صلوۃ
یصلی فلو لم یعلم الا بتأمل لم یجز اور وہ ادنی دل کا عمل یہ ہے کہ جانے آدمی نماز کے وقت فوراً بدون غور اور تأمل کے کہ کون سی نماز پڑھتا ہے اور اگر بغیر
تأمل کرنے سے تو نماز جائز نہیں ہے یہ استحضار فقط نیت کے وقت شرط ہے تمام نماز میں شرط نہیں یعنے اگر اثنا نماز میں نہ ہوگا تو کچھ حرج نہیں اور
نہیں کسی کو اختلاف ہے کذا فی الطحطاوی مختصراً والتلفظ عند الارادۃ بہا مستحب ہو المختار اور ارادۂ نماز کے وقت زبان سے نیت کرنا مستحب ہے
یہی قول مختار ہے وتکون بلفظ الماضی ولو فارسیا لانہ الاغلب فی الانشاءات وتصح بالحال قہستانی اور ہووے زبان سے کہنا ماضی کے لفظ کے ساتھ جو
زمانہ گذشتہ پر دلالت کرتا ہے اگرچہ فارسی بولی میں ہو اسواسطے کہ ماضی کا لفظ اکثر مستعمل ہے انشاءات میں یعنے ان الفاظ میں جو ایجاد اشیا میں بولے جاتے
ہیں چنانچہ معاملات میں اور صحیح ہے نیت کرنا حال کے لفظ کے ساتھ جو زمانہ موجود پر دلالت کرتا ہے کذا فی القہستانی شرح النقایۃ والحال صیغہ مضارع کا
مراد ہے جس سے فقط حال مقصود ہو نہ استقبال اسواسطے کہ ارادہ استقبال سے وعدہ سمجھا جاتا ہے نہ وقوع تو عربی میں نیت بلفظ ماضی اس طرح ہے
نویت ان اصلی الفجر اور فارسی میں یوں کہ نیت کردم کہ نماز فجر گذارم اور ہندی میں یوں کہ نماز فجر کی میں نے نیت کی اور بلفظ حال اس طرح
اکنون ارید ان اصلی الفجر اور فارسی میں یوں کہ نماز فجر را نیت میکنم اور ہندی میں یوں کہ نماز فجر کی نیت کرتا ہوں وقیل سنۃ یعنی احبہ اوسنۃ
علماءنا لانہ لم ینقل عن المصطفی ولا الصحابۃ ولا التابعین بل قیل بدعۃ اور بعضوں نے کہا کہ زبان سے نیت کرنا سنت موکدہ وانم العمل ہے
یعنے یہاں سنت سے مراد یہ ہے کہ پسند کیا ہے اسکو یا اسکو طریقہ قرار دیا ہے ہمارے عالموں نے سنت شرعی یہاں مراد نہیں اسلیے کہ زبان سے
نیت کرنا جناب مصطفی علیہ الصلوۃ والسلام سے اور اصحاب اور تابعین رضی اللہ عنہم سے منقول نہیں بلکہ بعضے عالموں نے اسکو بدعت
کہا ہے ہم بدعت سے یہاں بدعت حسنہ مراد تقول مستند ہے نہ بدعت سیئہ بحر الرائق میں کہا کہ زبان سے نیت کرنا مستحسن ہے اطمینان کے سبب سے نہ
اور وجہ سے یعنی انسان کبھی پریشان خاطر ہوتا ہے اور زبان کے کہنے سے ارادہ دل کو جمعیت ہو جاتی ہے اسلیے زبان سے کہنا مستحسن ہوا
کذا فی الطحطاوی وفی المحیط انہ یقول اللہم انی ارید ان اصلی صلوۃ کذا فیسرلی او لتقبلہا منی وہکذا فی الحج اور محیط میں ہے کہ نماز کا پڑھنے والا یوں
کہے کہ اے اللہ میں ارادہ کرتا ہوں فلانی نماز کے پڑھنے کا سو اسکو میرے لیے آسان کر دے اور میری طرف سے اسکو قبول کر اور عنقریب
اسکا بیان کتاب الحج میں آویگا ہم یہ مثال ہے نیت کی بلفظ حال نہر الفائق میں کہا کہ اکثر علما نے کہا ہے کہ یہ نیت حج کے واسطے مخصوص ہے
اسواسطے کہ حج زمانہ دراز میں پورا ہوتا ہے اور اسمیں مشقتیں بہت ہوتی ہیں برخلاف نماز کے کذا فی الطحطاوی وجاز تقدیمہا علی التکبیرۃ
ولو قبل الوقت اور جائز ہے مقدم کرنا نیت کا تکبیر تحریمہ پر اگرچہ تقدم نیت کی نماز کے وقت سے پہلے ہووے اور نماز کے مانند جمیع عبادات پر تقدیم
نیت کی جائز ہے صحیح قول میں وفی البدائع خرج من منزلہ یرید الجماعۃ فلما انتہی الی الامام کبر ولم تحضرہ النیۃ جاز ومفادہ جواز التقدیم
نیۃ الاقتداء ایضا فلیحفظ اور بدائع میں ہے کہ ایک شخص نکلا اپنے گھر سے جماعت کی نماز کے قصد سے پھر جب امام تک پہونچا تو اسنے تکبیر تحریمہ
کی اور نیت اقتدا کی اسکو اسوقت حاضر نہوئی تو جائز ہے اور بدائع کے اس کلام سے مستفاد ہوتا ہے کہ نیت اقتدا کی بھی تقدیم جائز ہے تو اسکا
یاد رکھنا چاہیے لیکن قہستانی میں ہے کہ نیت اقتدا کی تقدیم امام کی تحریمہ پر صحیح نہیں مالم یوجد بینہما قاطع ہا من عمل غیر لائق بالصلوۃ
تقدیم نیت کی جائز ہے جب تک کہ نیت اور نماز کے درمیان کوئی عمل قطع کرنے والا نیت کا جو نماز کے مناسب نہیں ہے پایا جاوے ہم عمل قاطع نیت
چنانچہ کھانا اور پینا اور لکڑی خرید کرنا کذا فی البحر وہو کل ما یمنع البناء اور وہ یعنی عمل غیر مناسب نماز وہ عمل ہے جو بنا نماز کا مانع ہے ہم اگر اثنا نماز میں

نمازی کا وضو جاتا رہے تو وہ چپ چاپ جاوے اور دوسرا وضو کرکے بقیہ نماز پڑھے اس بقیہ کے پڑھنے کو بنا کہتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ جانا اور
وضو کرنا قاطع نیت نہوگا کیونکہ یہ دونون کام نماز کے اندر قاطع نہین ہوتے تو نماز کے خارج بطریق اولے قاطع نہونگے و شرط الشافعی قرانہا
فیندب عندنا اور امام شافعی نے نیت کا متصل کرنا تحریمہ کے ساتھ شرط کیا ہے تو نیت کا ملانا تحریمہ کے ساتھ ہمارے نزدیک مستحب ہوگا اسواسطے
کہ محل اختلاف سے بچنا مستحب ہے اگرچہ ہمارے نزدیک قرآن شرط نہین و لا عبرۃ بنیۃ متاخرۃ عنہا علے المذہب وجوزہ الکرخی الی الرکوع اور اس
نیت کا اعتبار نہین جو تحریمہ کے بعد ہو بنابر صحیح مذہب کے اور کرخی نے رکوع تک تاخیر نیت کو جائز کہا ہے م شافعی نے کہا کہ رکوع وغیرہ کی تصریح کرخی
نے نہین کی بلکہ علما نے اُنکے مذہب کے بموجب تاخیر کا جواز نکالا ہے کسی نے ثنا تک کسی نے رکوع تک کسی نے قعدہ تک و کفی مطلق نیۃ
الصلوٰۃ وان لم یقل للہ تعالی لنفل وسنۃ راتبۃ وتراویح علے المعتمد اذ تعیینہا بوقوعہا وقت الشروع اور کفایت کرتی ہے مطلق نیت نماز کی
نفل اور سنت مؤکدہ اور تراویح کے واسطے معتمد قول پر اگرچہ اُسنے نکہا ہو کہ اللہ تعالی کیواسطے نیت کرتا ہون اسلیے کہ نفل اور سنت اور تراویح کا تعین
ہونا ثابت ہوجاتا ہے اُنکے واقع ہونے سے شروع کرنے کے وقت م یعنے یون کہنا یا ارادہ کرنا کہ نیت کرتا ہون نفل کی یا سنت فجر کی مثلاً
یا تراویح کی ضرور نہین بلکہ بلاقید نیت کرنا کافی ہے پھر جبکہ فجر کے وقت مطلق نیت سے نماز پڑھیگا تو سنت کا تعین حاصل ہوگا و قولہ وان لم یقل
للہ بیان ہے اطلاق نیت کا والتعیین احوط اور نفل یا سنت کا متعین کرلینا احوط ہے یعنے تعیین مین زیادہ تر احتیاط ہے اسواسطے کہ اطلاق
اور تعیین کی تصحیح مین اختلاف ہے کذا فی البحر ولا بد من التعیین عند النیۃ فلو جہل الفرضیۃ لم یجز اور فرض نماز مین متعین کرلینا نیت کے وقت
ضرور ہے تو اگر نماز کے فرض ہونے سے ناواقف ہوگا تو نماز اسکی جائز نہوگی م ایک شخص پانچ وقت کی فرض نماز پڑھتا ہے لیکن اُنکا فرض ہونا نہین
جانتا ہے تو اسکی نماز جائز نہین اُسپر قضا کرنا واجب ہے کیونکہ اُسنے فرض معین کی نیت نہین کی کذا فی الطحطاوی ولو علم ولم یمیز الفرض من غیرہ ان
نوی الفرض فی الکل جاز اور اگر اُسنے بعضی نمازون کو فرض اور بعض کو نفل جانا اور جدا نکیا فرض کو غیر فرض سے تو اگر سب نمازون مین فرض کی
نیت کی تو جائز ہے یعنے اُسقدر فرض کے فرض ہوگی اور باقی نفل و کذا الامام غیرہ فیما لا سنۃ قبلہا اور اسی طرح نماز جائز ہے اگر غیر ممیز نے غیر شخص کی امامت
کی فرض کی نیت سے اُس نماز مین جسکے پہلے سنت نہین ہے م یعنے جو شخص فرض اور نفل کو ممتاز نہین کرتا وہ غیر کی امامت کرے فرض کی نیت سے
مغرب اور عصر اور عشا مین جنکے پہلے سنت مؤکدہ نہین تو مقتدیون اور امام کی نماز صحیح ہے اشباہ مین قنیہ سے منقول ہے کہ نمازی چھ قسم ہین پہلی قسم وہ
نمازی ہے جو فرض اور نفل نماز کو جانتا ہے یعنی جانتا ہے کہ فرض وہ ہے جسکے کرنے مین ثواب اور نکرنے مین عذاب ہے اور سنت وہ ہے جسکے کرنے مین ثواب
ہے اور نکرنے مین عذاب نہین سو اُسنے ظہر یا فجر کی نیت کی تو کافی ہے ۲ وہ نمازی ہے جو فرض اور نفل کو جانتا ہے اور فرض کی نیت سے نماز پڑھتا ہے مگر یہ
نہین جانتا کہ فرض کسقدر ہے اور سنت کتنی اُسکی بھی نماز درست ہے ۳ وہ نمازی ہے جو فرض کی نیت سے نماز پڑھتا ہے مگر فرض کے معنی نہین جانتا تو
اُسکی نماز کفایت نہین کرتی ۴ وہ نمازی ہے جو یہ جانتا ہے کہ آدمی جو نماز پڑھتے ہین اُنمین بعض نماز فرض ہے اور بعض نفل اور امتیاز نہین کرتا فرض اور
نفل مین تو اُسکی نماز جائز نہین اسواسطے کہ فرض مین نیت کا معین کرنا شرط ہے اور بعضون نے کہا کہ اُسنے جو نماز کہ جماعت سے پڑھی اور امام کی
نماز کی نیت کی تو درست ہے ۵ وہ نمازی ہے جسنے یہ اعتقاد کیا کہ ہر نماز فرض ہے تو اُسکی نماز جائز ہے ۶ وہ نمازی ہے جو یہ نہین جانتا ہے کہ خدا کی نماز بندون پر
فرض ہے ولیکن وہ پنجگانہ نماز پڑھتا ہے اُسکی نماز جائز نہین ہے انتہی ملخصاً فالفرض انہ ظہر او عصر قرنہ بالیوم او الوقت اولا ہو الاصح یعنے ضرور ہے نیت کی تعیین
فرض کیواسطے اسطرح پر کہ وہ نماز ظہر کی ہے یا عصر کی خواہ ظہر یا عصر کے ساتھ دن اور وقت کو ملاوے یا نملاوے یہی قول صحیح تر ہے م یعنی یون کہنا یا نیت
کرنا کہ اصلی ظہر الیوم یا ظہر الوقت یعنی آج کی ظہر یا اسوقت کی ظہر ادا کرتا ہون کچھ ضرور نہین فقط ظہر یا عصر کی نیت کرنا بلا اضافت کافی ہے اصح قول مین

نیت کرے کہ فرض وقت پڑھتا ہون تو اس نیت سے نماز درست ہوگی الا فی الجمعۃ فانہا بدل مگر جمعہ کی نماز مین فرض وقت کی جائز نہین اسلیے کہ جمعہ کی
نماز عوض ہے اُس روز کے ظہر کا یعنی فرض وقت ظہر ہے نہ جمعہ الا ان یکون عندہ فی اعتقادہ انہا فرض الوقت کما ہو رای البعض قنستج مگر یہ کہ نمازی
کے عندیہ اور اعتقاد مین ہو کہ جمعہ فرض وقت ہے ظہر کا بدل نہین چنانچہ بعض فقہا کی تجویز یہی ہے تو اس صورت مین جمعہ فرض وقت کی نیت سے درست ہوگا
ولو نوی ظہر الوقت فلو مع بقائہ ای الوقت جاز ولو فی الجمعۃ اور اگر وقت ظہر کی مثلاً نیت کی تو اگر وقت کے باقی رہنے کے ساتھ ہوگی تو جائز ہے اگرچہ جمعہ مین ہو
م فیض الغفار شرح المختار مین ہے کہ اگر نیت ظہر کے وقت کی جمعہ کے سوا مین کریگا تو اگر وقت کے اندر ہوگی تو درست ہے اسلیے شارح نے شرنبلالیہ کی تبعیت سے
ولو فی الجمعۃ کی قید لگائی تا کہ معلوم ہو کہ اس حکم مین جمعہ اور غیر جمعہ برابر ہین کذا فی الشامی ملتقطا ولو مع عدمہ بان کان قد خرج وہو لا یعلمہ لا یصح فی الاصح
اور اگر ظہر الوقت کی نیت وقت کے نہونے کے ساتھ ہو اسطرح کہ وقت نکل چکا ہو اور نمازی اسکے نکلنے کو نجانتا ہو تو صحیح تر قول مین درست نہوگی ہم وقت کے
نکلنے کو نہ جاننے کی قید اسلیے لگائی کہ اگر وقت کے نکلنے کو جانکر ایسی نیت کریگا تو درست ہوگی کذا فی الشامی ومثلہ فرض الوقت اور ظہر الوقت کی مثل ہے
حکم فرض الوقت کا یعنی اگر وقت کے نکلنے پر نیت وقت کے فرض کی کریگا اور وقت کے گذر جانے کو نجانتا ہوگا تو یہ بھی اول مسئلہ کی طرح صحیح تر قول مین درست
نہوگی اور اشباہ مین جو درستی کا قول منقول ہے وہ اصح کے خلاف ہے کذا فی الشامی فالاولی نیۃ ظہر الیوم لجوازہ مطلقا لصحۃ القضاء بنیۃ الاداء وعکسہ ہو المختار پس
بہتر یہ ہے کہ نیت آج کے ظہر کی کرے واسطے اُسکے جائز ہونے کے ہر طرح سے یعنی اگرچہ عین وقت مین پڑھے یا وقت نکل گیا ہو بسبب درست ہونے قضا کے
ادا کی نیت سے مثل اسکے عکس کے یعنے صحیح ہونے ادا کے قضا کی نیت سے یہی قول مختار ہے م یعنی اگر آج کے ظہر کی نیت ہوگی تو ہر چند وقت گذر بھی گیا ہوگا تب بھی
وہ نماز اُس روز کے ظہر کی ہوگی اور وقت کے ظہر کی نیت سے وقت نکلنے پر اُسوقت کا ظہر نہ ٹھہریگا اور شارح نے جو یہ کہا کہ بسبب درست ہونے قضا بہ نیت
ادا اسکا مطلب یہ ہے کہ وقت کے گذرنے پر اگر بے علمی مین ظہر الیوم کی نیت کریگا تو گویا قضا کو بہ نیت ادا پڑھیگا حالانکہ یہ جائز ہے جیسے کوئی قیدی اٹکل سے
رمضان کے روزے رکھے اور بعد کو معلوم ہو کہ رمضان ہو چکا تھا تو اُسکے روزے درست ہونگے مگر اس تعلیل مین یہ خلل ہے کہ یہ اسوقت ٹھیک ہے کہ نمازی ادا کی
نیت سے پڑھے اور اگر اُسکی نیت کچھ نہو نہ ادا کی نہ قضا کی تو اُسوقت یہ تعلیل نہ بنے گی کذا فی الطحطاوی وتمامہ فی الشامی ومصلی الجنازۃ ینوی الصلوۃ للہ تعالی
وینوی ایضا الدعاء للمیت اور جنازہ کی نماز پڑھنے والا نیت کرے نماز کی خاص اللہ تعالی کے لیے اور نیز دعا کی نیت کرے مردہ کے لیے لانہ الواجب علیہ اسلیے
کہ نیت نماز اور دعا نمازی پر واجب ہے م طحطاوی نے کہا کہ اگر مرجع ضمیر لانہ کا نماز و دعا دونون کی طرف ہے تو یہ خلل رہیگا کہ دعا جنازہ مسنون ہے نہ واجب اسلیے
حلبی نے مرجع ضمیر صرف نیت صلوۃ قرار دیا ہے جو ینوی الصلوۃ سے سمجھا جاتا ہے اور شامی نے کہا کہ مرجع ضمیر نیت دعا اس اعتبار سے ہے کہ نماز جنازہ خود دعا ہے کیونکہ
اسمین قرات اور رکوع اور سجدہ اور تشہد نہین اور اسکا مؤید وہ قول ہے جو متن مین مذکور ہے کہ نماز جنازہ امام اعظم اور انکے اصحاب کے قول مین درحقیقت دعا ہے نماز
فیقول اصلی للہ داعیا للمیت تو جنازہ کی نماز پڑھنے والا یون کہے کہ مین نماز پڑھتا ہون اللہ تعالی کے لیے دعا مانگنے والا مردہ کے واسطے وان اشتبہ علیہ المیت ذکر ام
انثی یقول نویت ان اصلی مع الامام علی من یصلی علیہ الامام اور اگر میت نمازی پر مشتبہ ہو جاوے معلوم نہو کہ مرد ہے یا عورت تو وہ یون کہے کہ مین نیت کرتا ہون کہ
نماز پڑھون امام کے ساتھ جس شخص پر کہ امام نماز پڑھتا ہے وافاد فی الاشباہ بحثا انہ لو نوی المیت الذکر فبان انہ انثی او عکسہ لم یجز اور اشباہ مین بحث کرکے یہ ادا
کیا ہے کہ اگر نیت کی مذکر مردہ کی پھر معلوم ہوا کہ وہ عورت ہے یا اسکا عکس کیا مردہ عورت کی نیت کی پھر ظاہر ہوا کہ مرد ہے تو نماز درست نہوگی م وجہ عدم جواز کی
یہ ہے کہ میت مثل امام کے ٹھہری اُسکی تعیین مین چوک جانا ایسا ہے جیسا امام کی تعیین مین چوکنا تو جیسے امام کی تعیین مین چوکنے سے نماز درست نہین ہوتی ویسے ہی میت
کی تعیین مین خطا ہونے سے درست نہوگی مثلاً اگر نیت کی کہ زید پر نماز پڑھتا ہون پھر معلوم ہوا کہ وہ عمر ہے تو نماز درست نہوگی ہان اگر اشارہ کرکے کہے کہ اس
مردہ پر پڑھتا ہون جو زید ہے پھر ظاہر ہو کہ وہ عمرو ہے تو نماز درست ہوگی کیونکہ اشارہ کرنے سے نام مین خطا کرنا لغو ہو جاتا ہے کذا فی الشامی انہ لا یضر تعیین عدد الموتی الا اذا بان [illegible]

نہ اقتدا صحیح ہے اور امام ہو اشباہ میں بھی مذکور ہے اور دونوں کے مسئلہ دونوں کا معین کرنا ضرور ہے کہ جس صورت میں اشتباہ ہو کہ جنازہ مرد کا یا عورت کا تعیین سے
اور وہ ہے تب بھی اسکی نیت [illegible] اعتبار کے یعنی کہ نمازی نے نیت کی جنازہ والے کی اور وہ حقیقت میں [illegible] ہو
پڑھ لیا ہوئے ہو درست ہو گی [illegible] اور [illegible] اسکی نیت نہیں پائی گئی [illegible] کہ اس صورت میں [illegible] عورت کی تمیز کی تو درست
ہو گی کیونکہ [illegible] غیر معین کی نیت کی [illegible] داخل نہیں اسی لیے اسکی نماز باطل ہو گی والامام ینوی صلوتہ فقط
اور امام صرف اپنی نماز کی نیت کرے مع یعنی کسی کے امام ہونے کی نیت نہ کرے اسلیے کہ وہ خاص اپنے حق میں تنہا پڑھنے والے کی طرح ہے اب یہاں ایک
وہم ہوا ہے کہ امام کا حال مثل مقتدی کے ہونا چاہیے یعنے جیسے مقتدی کو نیت اقتدا شرط ہے ویسے ہی امام کو امامت کی نیت شرط ہونی چاہیے اس وہم کو مصنف
اور شارح نے آئندہ قول میں دفع کیا ولا یشترط لصحة الاقتداء نیة امامة المقتدی بل لنیل الثواب عند اقتداء احد بہ لا قبلہ کما بحثہ فی الاشباہ لو ام رجالا
اور شرط نہیں اقتدا کی درستی کے لیے امام کو مقتدی کی امامت کی نیت کرنی جس صورت میں کہ مردوں کا امام ہو بلکہ ثواب جماعت کا حاصل کرنے
کے لیے امامت مقتدی کی نیت شرط ہے جبکہ کوئی امام کا اقتدا کرے نہ پیشتر اقتدا کے چنانچہ اسکو اشباہ میں بیان کیا ہے یعنے اقتدا کے صحیح ہونے کے لیے ضرور
نہیں کہ امام نیت امامت کی کرے بلکہ جماعت کا ثواب حاصل کرنے کو امامت کی نیت چاہیے اور یہ نیت اسوقت ہو جب کوئی امام کی اقتدا کرے پہلے سے
یہ بھی ضرور نہیں اگرچہ پہلے سے نیت کر لینی بھی جائز ہے فلا یحنث فی لا یؤم احدا ان لم ینو الامامة تو آدمی قسم میں جھوٹا نہ ہوگا اس قسم میں کہ کسی کا امام نہ ہونگا جب تک
کہ امامت کی نیت نہ کریگا مع شارح نے یہ مسئلہ اپنے اس قول پر متفرع کیا کہ صحت اقتدا کے لیے امام کو نیت امامت کی ضروری نہیں اور صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ ایک
شخص نے قسم کھائی کہ میں کسی کی امامت نہ کرونگا پھر جب وہ نماز کو بدون نیت امامت کے کھڑا ہوا تو لوگ اسکے پیچھے نماز پڑھنے لگے پس اس صورت میں اسکی قسم نہ ٹوٹیگی
اسلیے کہ قسم ٹوٹنے کی شرط یہ تھی کہ امامت کا قصد کرتا اور یہ شرط بدون نیت امامت کے موجود نہیں ہوئی اسلیے قسم نہ ٹوٹی کذا فی الشامی متصرفا وان ام النساء
فان اقتدت بہ المرأة محاذیة لرجل فی غیر صلوة جنازة فلا بد لصحة صلوتہا من نیة امامتہا لئلا یلزم الفساد بالمحاذاة بلا التزام اور اگر نمازی عورتوں کا
امام ہو تو اگر کوئی عورت اسکا اقتدا کسی مرد کے برابر کھڑے ہو کر جنازہ کی نماز کے سوا میں کریگی تو اس عورت کی نماز درست ہونے کے لیے اسکی امامت کی
نیت ضرور ہو گی تاکہ عورت کی برابری سے نماز کی خرابی بدون لازم پکڑنے کے لازم نہ آوے مع صلوة جنازہ کو اسلیے استثنا کیا کہ اسکے اندر نیت عورتوں کی
امامت کی بالاتفاق شرط نہیں اور محاذاة سے وہ برابری مراد ہے جو ان شروط کے ساتھ ہو جو آگے باب الامامة میں مذکور ہونگی اور التزام سے غرض نیت
امامت ہے اور حاصل شارح کی تعلیل کا یہ ہے کہ اگر عورت کا اقتدا بدون نیت کے درست ہو جاوے تو امام پر خراب کرنا مرد کی نماز کا بدون التزام کے لازم آ
جاوے اگر بالفرض عورت مرد کے برابر کھڑی ہوگی اور بدون نیت امامت کے اسکا اقتدا صحیح ہو گیا تو چاہیے کہ امام کی جہت سے اس مرد کی نماز فاسد ہو جاوے
حالانکہ لازم آنا کسی چیز کا اسپر بدون اسکے لازم پکڑنے کے جائز نہیں اسلیے عورت کی اقتدا کے لیے نیت اسکی امامت کی شرط ہوئی وان لم تقتد محاذیة
اختلف فیہ فقیل یشترط وقیل لا کجنازة اجماعا وکجمعة وعید علی الاصح خلاصة واشباہ اور اگر عورت نے محاذی مرد کے ہو کر اقتدا نکیا تو اسمیں اختلاف ہے بعض
نے کہا کہ صحت اقتدا کے لیے نیت امامت کی شرط ہے اور بعضوں نے کہا کہ شرط نہیں جیسے جنازہ میں بالاتفاق شرط نہیں اور جیسے جمعہ اور عید میں اصح
قول پر شرط نہیں مع جمعہ اور عید میں اصح کی قید اسواسطے لگائی کہ جمہور کے نزدیک ان دونوں میں نیت امامت عورت کی شرط ہے کذا فی الطحاوی وعلیہ
ان لم تحاذ احدا تمت صلوتہا والا لا اور اس قول پر کہ عورت کی اقتدا کے لیے اسکی امامت کی نیت شرط نہیں یہ ہے کہ عورت کسیکی محاذی نہ ہو بلکہ اسکے پیچھے ہو
گی تب تو اسکی نماز پوری ہو جاویگی اور آگے بڑھ جاویگی یا برابر ہوگی تو اسکا اقتدا باقی نہ رہیگا اور نماز تمام نہ ہو گی ونیة استقبال القبلة لیست بشرط
مطلقا علی الراجح اور نیت قبلہ کیطرف منہ کرنے کی شرط نہیں ہر حال میں یعنی خواہ نمازی کعبہ کے قریب ہو یا دور جنگل میں ہو یا مسجد میں بنابر قول راجح کے مع تنقی

قول قوی یہ کہ قول ضعیف ہو کہ چونکہ قریب شخص کے لیے کعبہ کا سامنے ہونا فرض ہو بالاتفاق اور دور والے کو یہ امر ممکن نہین بجز اسکے کہ دل مین نیت کرلے اسلیے دور والیکو نیت قبلہ کیطرف مُنھ کرنے کی شرط کی گئی فما قیل لو نوی بناء الکعبۃ او المقام او محراب مسجدہ لم یجز متفرع علی المرجوح تو یہ جو کسی نے کہا ہو کہ اگر نمازی عمارت کعبہ کی نیت کریگا یا مقام ابراہیم کی یا اپنی مسجد کی محراب کی تو درست نہو گی یہ مسئلہ قول ضعیف پر متفرع ہو م یعنے جو لوگ نیت قبلہ رخ ہونے کی شرط کہتے ہین اُنکے نزدیک اگر کعبہ کے سوا اور طرف مُنھ کرنے کی نیت ہو گی تو درست نہو گی مثلاً نیت کعبہ کی عمارت کی جائز نہو گی اسلیے کہ کعبہ میدان خاص ہو اُسکا نام ہو نہ عمارت کا اور مقام ابراہیم وہ پتھر ہو جسپر حضرت ابراہیم علیہ السلام خانہ کعبہ بنانے کے وقت کھڑے ہوتے تھے اور محراب مسجد علامت سمت کعبہ کی ہو غرضکہ اِن صورتون مین عین کعبہ کیطرف مُنھ کرنے کی نیت نہین پائی جاتی اسلیے اُنکے نزدیک نماز بھی درست نہو گی اور یہ قول ضعیف ہو اور قول قوی کے بموجب نماز درست ہوگی اسلیے کہ جب نیت کعبہ شرط نہین تو غیر کعبہ کی نیت سے کچھ نقصان نہو گا کذا فی الشامی ملتقطاً کنیتہ تعیین الامام فی صحۃ الاقتداء فانہا لیست بشرط جیسے نیت امام کی تعیین کی اقتدا کی درستی مین کہ وہ بھی شرط نہین فلو اتم بہ بظنہ زیداً فاذا ہو بکر صح مثلاً اگر امام کا اقتدا کیا اُسکو زید سمجھکر پس وہ بکر نکلا تو اقتدا درست ہو گا اسلیے کہ اُسنے امام موجود کے اقتدا کی نیت کی تھی تو اب اگر اُسکا نام کچھ اور سمجھ لیا تو کیا نقصان ہو کیونکہ اعتبار نیت کا ہو نہ سمجھ کا کذا فی الحلیۃ الا اذا عینہ باسمہ فبان غیرہ مگر اس صورت مین اقتدا درست نہین کہ امام کو اُسکے نام سے معین کیا پھر کوئی غیر نکلا یعنے اقتدا مین امام موجود کی نیت نہ کی بلکہ اقتدا زید کی نیت کی خواہ اُسکا نام زبان سے کہا یا نہ کہا تو اب اگر وہ عمرو ہو گا تو اقتدا درست نہو گا کیونکہ نیت کا اعتبار ہو اور اُسنے امام حاضر کے غیر کے اقتدا کی نیت کی اسلیے صحیح نہو گی الا اذا عرفہ بمکان کالقائم فی المحراب او اشارۃ کہذا الامام الذی ہو زید مگر نام کے ساتھ تعیین مین اُسوقت اقتدا درست ہو گا کہ امام کا پتا درست بتا دے مثلاً یون کہے کہ زید جو محراب مین کھڑا ہو یا اشارہ سے اُسکو بتا دے کہ یہ امام جو زید ہو تو اب اگر کوئی اور امام نکلیگا تو کچھ مضائقہ نہین اسلیے کہ اشارہ کر دینے سے نام لینے کا اعتبار جاتا رہا کذا فی الشامی الا اذا اشار بصفۃ مختصۃ کہذا الشاب فاذا ہو شیخ فلا یصح ہان اگر کسی صفت خاص سے اشارہ کریگا اور وہ صفت امام مین نپائی جائیگی تو اقتدا صحیح نہو گا مثلاً یون کہا کہ اس جوان کے پیچھے اور وہ بوڑھا ہو تو اقتدا صحیح نہین وبعکسہ یصح لان الشاب یدعی شیخاً لعلمہ اور اسکے عکس مین اقتدا درست ہو یعنی اگر نیت کی کہ اس بوڑھے کے پیچھے اور وہ جوان نکلا تو اقتدا صحیح ہو کیونکہ جوان کو اُسکے علم کی جہت سے شیخ کہا کرتے ہین وفی المجتبی نوی ان لا یصلی الا خلف من ہو علی مذہبہ فاذا ہو غیرہ لم یجز اور مجتبیٰ مین ہو کہ مقتدی نے نیت کی کہ اُسکے پیچھے نماز پڑھتا ہون جو میرے طریق پر ہو اور پھر وہ اُس طریق کا نہ تھا تو اقتدا درست نہو گا م وجہ عدم جواز کی یہ ہو کہ جب اُسنے اپنے مذہب کے امام کی نیت کی اور امام غیر مذہب کا نکلا تو گویا اُسنے امام معدوم کی اقتدا کی نیت کی کذا فی الشامی عن المنیۃ فائدہ یہ ایک کام کی بات ہو اما کان الاعتبار بالتسمیۃ عندنا لم یختص ثواب الصلوۃ فی مسجدہ علیہ الصلوۃ والسلام بما کان فی زمنہ فلیحفظ۔ چونکہ ہم حنفیون کے نزدیک اعتبار نام لینے کا ہو (یعنے اُس صورت مین کہ اشارہ نہو) اسلیے ثواب نماز کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مسجد شریف مین مخصوص اُس مقدار پر نہو گا جو آپ کے عہد مبارک مین تھی تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے م یعنی یہ جو بخاری اور مسلم نے حضرت ابوہریرہ رض سے روایت کی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک نماز میری اس مسجد مین بہتر ہو ہزار نماز دن سے اُسکے سوا دوسری مسجد مین سوا مسجد حرام کے تو یہ ہزار گنا ہونا نماز کا صرف اُسقدر مسجد پر مخصوص نہین جو حضرت کے وقت مبارک مین تھی بلکہ مسجد شریف مین جو حضرت عمر رض اور حضرت عثمان رض اور ولید اور مہدی نے اضافہ کیا ہو اُس زیادہ کی ہوئی مین بھی ایک نماز ہزار کے برابر ہو گی اسلیے کہ حدیث مین میری مسجد ارشاد فرمایا ہو اور ظاہر ہو کہ جو مسجد اب موجود ہو وہ سب مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کہلاتی ہو تو بڑھی ہوئی مقدار مین بھی ثواب ہزار گنا ہو گا اور امام نووی نے اس ثواب کو خاص اسی مقدار کے ساتھ کیا ہو جو آپ کے عہد مبارک مین تھی وہ یہ فرماتے ہین کہ حدیث مین سوا نام لینے کے اشارہ بھی ہو کہ فی مسجدی ہذا فرمایا ہو یعنے میری اس مسجد مین جس سے جگہ خاص جو اُس روز موجود تھی مراد ہو پس بڑھی ہوئی مقدار اُسمین داخل نہو گی اُسکے داخل ہونے کو کوئی دلیل چاہیے اور حنفیہ جواب دیتے ہین کہ یہ اشارہ جگہ کے خاص

[illegible] بیت المقدس کی طرف ... مدینہ منورہ ... حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف منسوب ہین وہ اس تفصیلات مین داخل نہین کذا فی
[illegible] استقبال القبلة حقیقۃ او حکماً ... یعنی شرط نماز کی کعبہ کیطرف منہ کرنا ہی خواہ حقیقت مین ہو یا حکماً ہو جیسے ...
[illegible] ... قبلہ ... نہین ہوسکتا تو جہت کہ ... اپنا منہ کرتے ہین یا قبلہ کا ...
کو قبلہ ... التحری ... قبلہ ... ہونا ... کا طلب کرنا اس لیئے شرط صرف استقبال ہی کہ مقابلہ کعبہ کا پایا جاوے اس
مقابلہ کا طلب کرنا شرط نہین یعنی سبب اور ہی استقبال مین جبکہ طلب نہین ہاں جس صورت مین کہ حصول قبلہ طلب پر موقوف ہو تو اسوقت طلب شرط
ہو گی کذا فی الشامی ... للابتلاء لا للبیت ... اور کعبہ کیطرف منہ کا ہونا ایک زائد شرط ہی بندون کے امتحان کے لیے ساقط ہو جاتی ہی
... سبب ... یعنی عبادت مین مقصود نہین اور امتحان سے یہ مراد ہی کہ عاقل بالغ شخص جو خدا تعالی پر جہت کو محال جانتا ہی اسکی اصل
پیدائش اسکی مقتضی ہی کہ نماز مین کسی خاص طرف کو منہ نہ کرے اسلیے اللہ تعالی نے مکلف بندون کو ایسی بات کا حکم کیا جو انکی مقتضائے اصل پیدائش کے خلاف
ہو تاکہ امتحان کرے کہ کہنا مانتے ہین یا نہین کذا فی الحلبی حتی لو سجد للکعبۃ نفسہا کفر یہانتک کہ اگر خود کعبہ کو سجدہ کریگا تو کافر ہو جائیگا م یعنے جب کعبہ کیطرف
منہ کرنا شرط زائد ٹھیرا اور مقصود سجدہ کا اللہ تعالی ہی تو عین کعبہ کو سجدہ کرنا کفر ہوگا کذا فی الشامی فللمکی وکذا المدنی لثبوت قبلتہا بالوحی اصابۃ عینہا
یہ المعاین وغیرہ لکن فی البحر انہ ضعیف والاصح ان من بینہ وبینہا حائل کالغائب واقرہ المصنف قائلا فالمراد بقولی فللمکی لمعاین الکعبۃ تو مکہ کے
رہنے والے کا قبلہ اور اسیطرح مدینہ کے باشندہ کا کیونکہ مدینہ کا قبلہ وحی سے ثابت ہوا ہی عین کعبہ کی سیدھ ہی یہ قول ماتن کا عام ہی کعبہ کے دیکھنے والے
یعنے سب اہل مکہ اور مدینہ کو نماز مین عین کعبہ کی سیدھ پر نماز پڑھنی چاہیے شامی نے کہا کہ لام للمکی کا بمعنی علے ہی یعنے مکی پر واجب ہی سیدھ بالذات کعبہ کی مگر
بحر الرائق مین ہی کہ یہ قول ضعیف ہی اور صحیح تر قول یہ ہی کہ جس شخص کے اور کعبہ کے درمیان مین آڑ ہو مثل دیوار یا پہاڑ کے تو اسکا حال مثل غائب کے ہی یعنی
اسکا قبلہ جہت کعبہ ہی نہ عین کعبہ اور ثابت رکھا ہی اس قول کو مصنف نے یہ کہکر کہ مراد میرے قول فللمکی سے وہ مکہ کا رہنے والا ہی جو کعبہ کو دیکھتا ہو وغیرہ اے
غیر معاینہا اصابۃ جہتہا اور مکی کے سوا کا قبلہ یعنے اس شخص کا جو کعبہ کو دیکھتا نہو سیدھ ہی کعبہ کی جہت کی بان یبقی شیء من سطح الوجہ مسامتا للکعبۃ او لہوائہا
بان یفرض من تلقاء وجہ مستقبلہا حقیقۃ فی بعض البلاد خط علی زاویۃ قائمۃ الی الافق مارا علی الکعبۃ وخط اخر یقطعہ علے زاویتین قائمتین یمنۃ ویسرۃ منح یعنی
چہرہ کی سطح مقابل کعبہ کے یا ہوا کعبہ کے باقی رہے اسطرح کہ جو شخص بعض شہرون مین حقیقت مین کعبہ کیطرف کو منہ کیے ہی اسکے چہرہ کی سیدھ سے ایک خط زاویہ
قائمہ پر افق تک کعبہ پر گذرتا ہوا فرض کیا جاوے اور ایک دوسرا خط اس خط کو دو زاویہ قائمہ پر اس شخص کے داہنے بائین قطع کرے تو یہ خط دوسرا کعبہ
کے مقابل ہوگا جہت کعبہ کی ہو گی کذا فی المنح م جہت کے معنون مین شارح نے اختصار کو کام فرمایا جس سے مراد کا سمجھنا دشوار ہو گیا اسلیے تعریف جہت کی
ایسی طرح پر کرنی جس سے مقصود معلوم ہو جاوے ضروری ہی معراج مین جہت کی تعریف یہ لکھی ہی کہ جہت کعبہ وہ طرف ہی کہ جب آدمی اسکی طرف منہ کرے تو کعبہ
کا یا اسکی ہوا کا مقابلہ تحقیقاً ہو جاوے یا تقریباً اور مقابلہ تحقیقی سے یہ غرض ہی کہ اگر ایک خط اسکے چہرہ کی سیدھ سے افق پر عمود کھینچا جاوے تو وہ کعبہ پر یا اسکی
ہوا پر گذرے اور تقریبی مقابلہ یہ ہی کہ خط مذکور کعبہ یا اسکی ہوا سے منحرف ہو مگر نہ اسقدر کہ اس سے بالکل مقابلہ جاتا رہے بلکہ کسیقدر چہرہ کی سطح کعبہ کے یا اسکی ہوا
کے مقابل باقی رہے اب جہت کے معلوم کرنے کے دو طریق ہین ایک وہ کہ شارح نے مختصر طور پر ذکر کیا جسکو ہم تشریح سے لکھتے ہین فرض کرو کہ نقطہ د پر
ایک نمازی ہی جسکی پیشانی سے اگر عمود افق پر نکالا جاتا ہی تو وہ کعبہ کی دیوار خواہ اسکی ہوا پر نقطہ ج مین ملاقی ہوتا ہی اس خط دج پر اگر ایک عمود نمازی
کے داہنے بائین نکالو مثلاً اب تو خط اب جہت کعبہ کی ہو گی یعنی جو شخص اس خط پر سوائے نقطہ د کے کسی جگہ داہنے یا بائین ہو جائیگا تو وہ تقریباً
مقابل کعبہ کا یا اسکی ہوا کا ہوگا اسلیے کہ تھوڑے فاصلہ مین تو ذرا سا داہنے بائین سرکنے سے مقابلہ جاتا رہتا ہی اور جب فاصلہ زیادہ ہوتا ہی تو اسی کے

مناسب سرکنے سے مقابلہ جاتا ہی تھوڑا سا دہنے بائین ہونے سے نہین جاتا مثلاً چار پانچ کوس سے بہت دور ہی تمام شہر کے آدمیون کو یکسان معلوم ہوگا یعنی اگر ایک کے سر پر ایک جگہ ہوگا تو اسوقت سب شہر کے لوگون کو ہر جگہ سر پر ہی معلوم ہوگا اسیطرح کعبہ کا فاصلہ جب بہت دور ہوتا ہی تو مقام تحقیق کے مقام سے اِدھر اُدھر ٹل جانے سے مقابلہ زائل نہین ہوتا ہی اور یہی وجہ ہی کہ ہندوستان کے اکثر شہرون کی مسجدین ایک سمت کو ہین ❊

دوسرا طریق جہت معلوم ہونے کا یہ ہی کہ نمازی کی آنکھون کے بیچ کے نقطہ سے دو خط ایسے کھینچے جائین کہ وہ ایک دوسرے سے ملکر زاویہ قائمہ سے کم بنائین تو اگر کعبہ اِن دونون خطون کے درمیان مین واقع ہوگا تو مقابلہ زائل نہوگا ورنہ زائل ہوگا اُسکی صورت یہ ہی کذا فی الشامی بتصرف

قلت فھذا معنی التیامن والتیاسر فی عبارۃ الدرر میں کہتا ہون کہ یہی معنی ہین دہنے بائین ہٹنے کے درر کی عبارت مین تو اِسکو خوب دھیان لگا لے کہ مطلب دقیق ہی ہم یعنے درر کا یہ مطلب نہین کہ کعبہ کو دہنی طرف کرلے یا بائین طرف کہ اِسصورت مین قطعاً مقابلہ جاتا رہیگا بلکہ مراد یہ ہی کہ خط جہت پر داہنے بائین ہونے سے مقابلہ باقی رہتا ہی جیسا ہمنے اوپر بیان کیا جہت کے طریق اول مین وتعرف بالدلیل اور قبلہ پہچانا جاتا ہی اُس علامت سے جو قبلہ کو بتائے وھو فی القری والامصار محاریب الصحابۃ والتابعین وفی المفاوز والبحار النجوم کالقطب اور علامت قبلہ شہرون اور گانون مین مسجدین صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم کی ہین اور جنگلون اور سمندرون مین ستارے ہین جیسے قطب یعنی جس جگہ مسجدین قدیم موجود ہون وہان سمت قبلہ کی اُنسے معلوم ہو سکتی ہی ورنہ قطب وغیرہ ستارون سے مثلاً ہندوستان کے اکثر شہرون مین قطب نمازی کے دہنے شانہ پر رہتا ہی تو رات کو ہر جگہ اُس سے سمت قبلہ معلوم ہو سکتی ہی والا فمن الاھل العالم بھا ممن لو صاح بہ سمعہ اور نہین تو اُس جگہ کے باشندہ قبلہ کے جاننے والے سے پوچھا جاے اور باشندہ اُنمین سے ہو کہ اگر نمازی اسکو زور سے پکارے تو وہ اسکی پکار سُن لے م یعنی اگر نہ مسجدین ہون نہ قطب سے حال کھلے نہ کوئی آلہ مثل قبلہ نما کے پاس ہو تو سمت قبلہ کو اُس جگہ کے باشندے سے پوچھنا چاہیے اُس سے پوچھنے مین دو شرطین ہین ایک یہ کہ قبلہ کا جاننے والا ہو نہر الفائق مین کہا کہ اسکے ساتھ یہ بھی چاہیے کہ مقبول الشہادۃ ہو تو اُس سے معلوم ہوا کہ ذمی اور جاہل کا کہنا اس باب مین مفید نہین دوسرے یہ کہ نمازی کی پکار سُنے طحطاوی نے کہا کہ ممن لو صاح بدل پڑا ہی اہل سے والمعتبر فی القبلۃ العرصۃ لا البناء فھی من الارض السابعۃ الی العرش اور قبلہ کے باب مین معتبر کشادگی اور میدان کعبہ ہی نہ اُسکی عمارت تو وہ کشادگی ساتوین زمین سے لیکر عرش تک ہی طحطاوی نے کہا کہ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص زمین کے اندر گہرے کنوئین یا اونچے پہاڑون پر نماز پڑھیگا تو اُسکی نماز درست ہوگی جیسے کعبہ کی چھت پر نماز جائز ہی سبب اگر قبلہ عمارت ہوتی تو نماز صحیح نہوتی وقبلۃ العاجز عنھا المرض وان وجد موجھا عند الامام او خوف مال وکذا کل من سقط عنہ الارکان جھتہ قدرتہ ولو مستلقیا بایماء لخوف رؤیۃ عدو اور قبلہ اُس شخص کا جو کسی مرض کے سبب سے قبلہ رخ ہونے سے عاجز ہو گو کسی قبلہ رخ کر دینے والیکو پاوے امام کے نزدیک یا مال کے چوری جانے وغیرہ کے خوف سے قبلہ کیطرف ہونے سے عاجز ہو اسیطرح ہر شخص جس سے ارکان نماز ساقط ہوگئے ہون ہر ایک کا قبلہ اسکی قدرت کی جہت ہی یعنے جدھر کو پڑھ سکتا ہو اگرچہ قبلہ رخ ہونا لازم نہین اسلیے کہ خود کعبہ تو مقصود ہی نہین اور امتحان ایسی صورت مین بھی حاصل ہی اگرچہ دشمن کے دیکھنے کے خوف سے نماز لیٹکر اشارہ سے پڑھے م امام کے نزدیک اسلیے کہا کہ صاحبین کے نزدیک اگر دوسرے کی مدد سے قبلہ رخ ہو سکتا ہو اور دوسرا اسکے پاس موجود ہو تو اسکو جہت قدرت کیطرف نماز درست نہوگی اور جس سے ارکان نماز کے ساقط ہوگئے ہون اُسکی مثال بوڑھا آدمی ہی جو پیری کے ضعف سے قیام وقعود نہین کرسکتا

ہوا اس سے قبلہ ثابت ہونا بھی ساقط ہے اور ایک مثال شارح نے سقوط ارکان کی دشمن کے دیکھ پانے کے خوف سے بیان کی ہے یعنی اگر آدمی کو خوف ہو کہ
اگر ہونے یا بیٹھنے سے دشمن دیکھ لیگا تو اسپر سب ارکان ساقط ہو جائینگے لیکن اشارہ سے نماز درست ہوگی تو ایسے شخص سے استقبال قبلہ بھی ایسی صورتمین ساقط
اذ ذاك العجز لعيد الان الطاقة بحسب الشافة اور اس نماز کا اعادہ نکرے اسلیے کہ طاعت موافق طاقت کے ہوتی ہے یعنی یہ سند آسمانی ہے کسی مخلوق کی جہت سے نہین یعنے
مرض اور پیری وغیرہ کسی کے کرنے سے نہین ہوتی ہے یہانتک کہ خوف بھی کسی کے کرنے سے پیدا نہین ہوتا اسلیے ان عذرون مین نماز کا دوبارہ پڑھنا نہین کذا فی
الشامی ویتحری ہو بذل المجهود لنیل المقصود عاجز عن معرفة القبلة بما مر اور تحری کرے وہ شخص جو عاجز ہو قبلہ معلوم کرنے سے بذریعہ ان امور کے جو پیشتر گذر چکے یعنی محراب
ہو نہ ستارہ نہ کوئی بتانے والا الشارح نے کہا کہ تحری کے معنی ہین کوشش کا کرنا مقصود حاصل کرنے کے لیے اور مراد تحری سے یہان اٹکل کرنا اور قیاس دوڑانا ہے یعنی اگر مسجد وغیرہ
قبلہ کا پتا نہ معلوم ہو تو نمازی اٹکل سے کوئی سمت قبلہ ٹھہرائے فان ظهر خطاؤہ لم يعد لما مر پس اگر نماز کے بعد اٹکل مین خطا ظاہر ہو تو نماز کو دوبارہ نہ پڑھے اسوجہ
سے کہ پیشتر گذرا یعنی طاعت بحسب طاقت ہوتی ہے اُسنے نماز پڑھنے مین وہ امر کر لیا تھا جو اُسکی طاقت مین تھا وان علم به في صلوته او تحول رأيه يعني فيحول و
استدار ولو بني اور اگر اپنی خطا کو نماز کے اندر جانا یا اُسکی راے بدلگئی اگرچہ سہو کے سجدون مین بدلی ہو تو اُسی وقت پھر جاوے اور بنا کرے یعنے اگر نماز کے اندر راے
بدلگئی کہ قبلہ اسطرف نہین دوسری طرف ہے تو دوسری طرف فوراً پھر جاوے اگر ایک رکن کے موافق توقف کریگا تو نماز فاسد ہوجائیگی کذا فی الشامی اور بنا کرنے کا
مطلب یہ ہے کہ بقیہ رکعات کو پورا کرے از سر نو نماز نہ پڑھے یعنی راے کی غلطی سے پہلے کی نماز جاتی نہین رہی وہ بھی قائم ہے باقی کو اُسی پر بنا کرے حتى لو صلى
كل ركعة لجهة جاز ولو بمكة او مسجد مظلم حتی کہ اگر ہر رکعت کو جداگانہ جہت کو پڑھیگا تو نماز درست ہوگی اگرچہ نمازی مکہ مین ہو یا کسی مسجد تاریک مین صورت مسئلہ
کی یہ ہے کہ ایک شخص کو قبلہ معلوم نہ تھا اُسنے ایکطرف اٹکل سے ایک رکعت پڑھی دوسری رکعت مین اُسکی اٹکل دوسری طرف ہوگئی تو دوسری رکعت اُسطرف کو
ادا کی اسیطرح نماز کے آخر تک تو یہ نماز جائز ہے اور مکہ مین ہونیکی یہ صورت ہے کہ مکہ مین مقید ہوا اور ایسا شخص پاس نہو جس سے قبلہ دریافت کرے پھر اٹکل سے
نماز پڑھے اور اسمین خطا ظاہر ہو کذا فی الشامی ولا يلزمه قرع الابواب ومس الجدران اور لازم نہین نمازی کو لوگون کے دروازے کھٹکھٹانا کہ کوئی قبلہ بتادے
اور دیوارون کو ٹٹولنا کہ محراب قبلہ معلوم ہو جاوے یعنی اندھیری رات مین اگر مسجد مین جاوے اور قبلہ نہ سوجھے تو اٹکل کرلے لوگون کے پاس قبلہ پوچھتا نہ پھرے
اور نہ دیوارون کو ٹٹولے صاحب مفتاح نے کہا کہ یہ حکم بعض مسجدون مین ہو سکتا ہے مگر اکثر مین تو محراب قبلہ اندھیری مین بھی معلوم ہو جاتی ہے تو ایسی مسجدون مین
اٹکل نکرے کذا فی الشامی ولو اعمى فسواه رجل بنى ولم يقتد الرجل به اور اگر نمازی اندھا ہے اور اُسکو کسی شخص نے سیدھا قبلہ کیطرف کردیا تو وہ اندھا نماز کو پہلی ہی
نماز پر بنا کرے اور سیدھا کرنیوالا شخص اندھے کا اقتدا نکرے اسلیے کہ اُسکو معلوم ہوگیا کہ شروع کی نماز اندھے کی قبلہ رخ نہین تھی ولا المتحري تحول اور نہ اُس اٹکل کرنیوالے
کا اقتدا کرے جو ایکطرف کو ترک کرکے نماز کے اندر ہی دوسری طرف پھر گیا ہو شامی نے کہا کہ اسمین یہ قید ہے کہ مقتدی امام کا پہلا حال جانتا ہو اور اگر پہلا حال اُسکو
معلوم نہو تو اقتدا مین کچھ خرابی نہین ولو ائتم متحر بلا تحرم لم يجز ان اخطاء الامام اور اگر کسی تحری کرنے والے کا اقتدا کیا بدون تحری کے تو اگر امام نے تحری مین غلطی
کی ہوگی تو اقتدا درست نہوگا اسلیے کہ اشتباہ کی صورت مین بدون تحری کی نماز جب ہی درست ہوتی ہے کہ ٹھیک قبلہ کیطرف ہو مگر امام کی نماز درست ہے کہ اُسنے
تحری کے بعد پڑھی ولو سلم فتحول رأي مسبوق ولاحق استدار المسبوق واستانف اللاحق اور اگر امام نے سلام پھیرا پھر راے مسبوق اور لاحق کی بدلگئی یعنے
اُنکی راے مین قبلہ اور طرف ٹھہرا تو مسبوق اپنی راے کی سمت کیطرف پھرے اور نماز پوری کرے اور لاحق نماز از سر نو پڑھے ہم مسبوق وہ مقتدی ہے کہ ایک یا
زیادہ رکعت اسکو نہ ملی ہو اُسکو پھرنے کا حکم اسلیے ہوا کہ وہ باقی نماز کے پڑھنے مین مثل منفرد کے ہے تو جیسے منفرد کو نماز کے اندر راے بدل جانے سے پھرنا پڑتا ہے
ویسے ہی مسبوق کو پھرنا ہوگا اور لاحق وہ ہے جو شروع نماز سے امام کا شریک تھا بیچ مین مثلاً وضو کے جانے یا اور کسی عذر سے کچھ نماز امام کے ساتھ نملی آخر
مین پھر شریک ہو گیا تو اُسکا حکم یہ ہے کہ نماز از سر نو پڑھے اسلیے کہ باقی نماز مین یہ حکماً امام کے پیچھے ہے تو جیسے مقتدی امام کے پیچھے ہو اور اُسکو معلوم ہو کہ قبلہ امام کے نزدیک

طرف نہین دوسری طرف کو ہی تو وہ اپنی نماز کی اصلاح نہین کر سکتا اسلیے کہ اگر دوسری طرف کو منھ پھیرتا ہی تو امام کی مخالفت لازم آتی ہی جو نماز کی مفسد ہی اور
اگر نہین پھیرتا تو جان بوجھکر قبلہ کے سوا اور طرف کو نماز پڑھتا ہی یہ بھی مفسد نماز ہی تو یہی حال لاحق کا بھی ہی جب نماز کی اصلاح گھومنے سے نہین ہو سکتی اسلیے از سر نو
پڑھے کذا فی الشامی ملخصًا و ان لم یقع تحریہ علی شی یصلی لکل جہۃ مرۃ احتیاطًا اور جسکی اٹکل کسی طرف کو نہو بلکہ سب طرفین قبلہ ہونے مین اُسکے نزدیک برابر ہون تو وہ
ہر طرف کو ایکبار نماز پڑھے بلحاظ احتیاط کے م جب نمازی قبلہ کے لیے چارون طرف اٹکل دوڑا دے اور کسیطرف نہ جمے تو اُسمین تین قول ہین ایک یہ کہ نماز مین تاخیر کرے
جبتک کہ ایکطرف قبلہ اُسکے عندیہ مین ظاہر ہو دوسرے یہ کہ چارون طرف کو ایک ایک نماز پڑھ لے تیسرے یہ کہ اُسکو اختیار ہی چاہیے تاخیر کرے چاہے چار نمازین
پڑھے مگر فتاوے عالمگیری مین مضمرات سے نقل کیا ہی کہ زیادہ درست دوسرا قول ہی اسلیے شارح نے اُسکو اختیار کیا اور شرح منیہ مین بھی اُسکو احوط کہا ہی
کذا فی الشامی ملخصًا و ان تحول رایہ لجہۃ الاولی استدار اور جس شخص کی راے پہلی طرف کو پھر جاے وہ اسیطرف کو پھر جاے یعنے کچھ نماز ایک طرف کو تحری کے بعد پڑھی
پھر نماز مین دوسری جانب قبلہ کی معلوم ہوئی اور اسطرف کو پھر گیا اُسکے بعد پھر اول ہی جانب پر راے آگئی تو اسیطرف کو پھر جاوے اور خلاصہ مین ایک قول یہ ہی کہ
از سر نو پڑھے مگر تاتارخانیہ اور قہستانی نے اول قول کو مقدم کیا ہی اور طحطاوی اور شامی نے بھی اُسکو اوجہ ذکر کیا ہی و من تذکر ترک سجدۃ من الاولی استانف
اور جس شخص کو پہلی رکعت کا سجدہ چھوٹ جانا یاد آیا وہ از سر نو نماز پڑھے م صورت اسکی یہ ہی کہ ایک شخص نے تحری کے بعد ایک رکعت ایک جانب کو پڑھی پھر
راے بدل گئی دوسری رکعت دوسری طرف کو پڑھنے لگا اُسوقت یاد آیا کہ پہلی رکعت کا سجدہ نہین کیا تو نماز کو پھر سے پڑھے اسلیے کہ اگر سجدہ مذکور اُس جانب کو ادا
جدھر دوسری رکعت پڑھتا ہی تو سجدہ قبلہ کیطرف نہوگا اسلیے کہ پہلی رکعت کا قبلہ یہ طرف نہ تھی اور یہ سجدہ رکعت مذکور کا جز ہی اور اگر پہلی رکعت کے قبلہ کیطرف کو ادا کرے
تو جو طرف اب اسکے نزدیک قبلہ ہی اُس سے پھرنا لازم آتا ہی اسلیے نماز از سر نو پڑھے کذا فی الشامی و ان شرع بلا تحر لم یجز و ان اصاب لترکہ فرض التحری اور جو شخص
قبلہ معلوم کرنے سے عاجز ہو اگر وہ نماز کو بدون تحری کے شروع کریگا تو شروع درست نہوگا اگرچہ ٹھیک قبلہ کو پڑھتا ہوا اسلیے کہ اُسنے فرض تحری کو چھوڑ دیا یعنی
بصورت اشتباہ قبلہ کے تحری فرض تھی اُسکو اُسنے چھوڑ دیا الا اذا علم اصابتہ بعد فراغہ فلا یعید اتفاقًا مگر جب اپنے فارغ ہونے کے بعد ٹھیک قبلہ کو ہونا
جانے تو دوبارہ نماز نہ پڑھے بالاتفاق بخلاف مخالف جہۃ تحریہ فانہ یستانف مطلقًا بخلاف جہت تحری کے سوا اور طرف پڑھنے والا اسلیے کہ وہ از سر نو
پڑھے ہر حال مین یعنی اگر تحری ایک طرف پر ہوئی اور اُسنے دوسری طرف نماز پڑھی تو نماز کو پھر سے پڑھے ہر حال مین یعنے خواہ نماز مین جانے کہ ٹھیک قبلہ
کی طرف پڑھی یا خطا کی یا بعد نماز کے جانے یا کچھ بھی معلوم نہو اور امام اعظم سے مروی ہی کہ اُس شخص پر خوف کفر ہی کذا فی الشامی ملخصًا علی انہ محدث او ثوبہ نجس
او الوقت لم یدخل فبان بخلافہ لم یجز جیسے نماز پڑھنے والا اس گمان سے کہ وہ بے وضو ہی یا اُسکا کپڑا ناپاک ہی یا وقت نہین آیا پھر اُسکا خلاف معلوم ہوا
تو اُسکی نماز درست نہوگی وہ بھی نماز از سر نو پڑھے وجہ ناجائز ہونے کی یہ ہی کہ اُسکے عندیہ مین نماز فاسد ہو چکی ہی تو اب خلاف ظاہر ہونے سے جائز نہوگی
کذا فی الطحطاوی صلی جماعۃ عند اشتباہ القبلۃ فلو لم تشتبہ ان اصاب جاز بالتحری مع امام و تبین انہم صلوا الی جہات مختلفۃ و من تیقن منہم
مخالفۃ امامہ فی الجہۃ او تقدمہ علیہ حالۃ الاداء اما بعدہ فلا یضر لم تجز صلوتہ ایک جماعت نے نماز پڑھی قبلہ کے مشتبہ ہونے کے وقت تحری سے
ایک امام کے ساتھ اور ظاہر ہوا کہ اُنھون نے مختلف سمتون کیطرف نماز پڑھی تو جس شخص کو اُنمین سے یقین ہوا حالت ادا مین یعنی غلبہ ظن ہوا کذا فی الفیض
کہ اُسنے امام کے مخالف جانب نماز پڑھی یا امام سے آگے بڑھنے کا یقین ہوا تو اسکی نماز درست نہوگی اور بعد ادا کے مخالفت کا حال معلوم ہونا اسکو مضر نہین
شارح نے کہا کہ اگر قبلہ مشتبہ نہ تھا تو اگر نمازی ٹھیک طرف کو پڑھیگا تو درست ہوگی یعنی اگر کوئی ایسا شخص موجود تھا جس سے قبلہ پوچھ لینا ممکن تھا مگر بدون
دریافت کے تحری سے نماز پڑھی تو اگر ٹھیک قبلہ کیطرف کو پڑھی ہوگی تو درست ہوگی ورنہ درست نہوگی شامی نے کہا کہ حالۃ الاداء ظرف ہی تیقن مخالفت کا اور تقدم
کا اس سے کچھ علاقہ نہین اسلیے کہ آگے بڑھنے سے تو نماز ہر صورت سے درست نہین خواہ حالت ادا مین آگے بڑھنا معلوم ہو خواہ ادا کے بعد لاعتقادہ خطاءہ

اما وقتہ کہ فرض اقتداء بالت و این امام کی مخالفت معلوم کرنے والے کی نماز اسطرح نہو گی کہ اسکو اپنے امام کے جوتے کا اقتدا ہو پیشا اپنے شدید بیان ام
مطلب پر سمجھا ہو جو اسکا اقتدا کیسے صحیح ہو اور آگے بڑھنے کو معلوم کرنے والے کی نماز اسوجہ سے نہو گی کہ اُسنے تمام کے فرض کو ترک کیا یعنی اسکو امام کے پیچھے
کھڑا ہونا فرض تھا آگے بڑھنے سے یہ فرض چھوٹ گیا شامی اور طحطاوی نے کہا کہ اعتقاد وا تم نشر مرتب ہو دن لم یعلم ذلک فصلوتہ صحیحۃ اور جس
شخص کو حال مخالفت امام اور آگے بڑھنے کا معلوم نہو تو اسکی نماز درست ہو کما لو لم یعین الامام بان رای جلین فیشیان فائتم بواحد لا بعینہ جیسا امام کو
متعین نکرنے سے نماز درست نہین اسطرح کہ دو شخصون کو نماز پڑھتے دیکھا اور ایک غیر معین کا اقتدا کر لیا تو صحیح نہو کام ظاہر عبارت سے ایسا معلوم ہوتا ہو
کہ تشبیہ صحت نماز کی ہو حالانکہ تشبیہ عدم جواز کی ہو تو شارح کو مناسب تھا کہ اسکو تحریر صلوۃ کے بعد ذکر کرتا کذا فی الطحطاوی فروع مسائل متفرقہ شارح کے
شامی نے کہا کہ اگر شارح ان مسائل کو متصل نیت کے بیان کرتا یعنی پیشتر استقبال قبلہ سے تو بہتر ہوتا النیۃ عند ما شرط سلطانیت ہمارے نزدیک شرط ہی
سب عبادتون مین یعنی کسی عبادت مین نیت رکن نہین بلکہ سب مین شرط ہو النیۃ تکبیر تحریمہ مین اختلاف ہو کہ اسکو بعض نے رکن بھی کہا ہو مگر معتمد یہی ہو
کہ وہ شرط ہو دلو عقبہا بمشیتہ فلو ما تعلق باقوال کطلاق وعتاق تبطل والا لا اور اگر الفاظ نیت کہکر انشاء اللہ کہا تو اگر نیت کی ہوئی چیزان کامون سے ہوگی
جو زبانی قولون سے متعلق ہین جیسے طلاق اور آزادی تو انشاء اللہ کہنے سے وہ باطل ہو جائینگے اور اگر ایسے نہین جو قول سے متعلق ہون جیسے روزہ تو
اُنکی نیت کے بعد انشاء اللہ کہنے سے وہ باطل نہونگے لیس لنا من نوی خلاف ما یو دی الا علی قول محمد فی الجمعۃ وہو ضعیف ہم حنفیون کے نزدیک
ایسا کوئی نہین جو نیت کچھ کرے اور ادا کچھ کرے مگر امام محمد کے قول پر جمعہ مین ایسی صورت ممکن ہو اور وہ قول ضعیف ہو صورت جمعہ کے مسئلہ کی اسطرح ہو کہ
انکے نزدیک جمعہ نہین ہوتا جبتک کہ نمازی کو ایک رکعت نملے تو اگر کسی شخص نے دوسری رکعت کے رکوع کے بعد جمعہ مین امام کا اقتدا کیا تو وہ یہ فرماتے ہین
کہ مقتدی جمعہ کی نیت کرے اور بعد امام کے فارغ ہونے کے ظہر کی نماز پوری کرے پس اس صورت مین نیت تو کچھ اور تھی یعنی جمعہ کی اور ادا دوسری چیز کی یعنی
نماز ظہر اس صورت کے سوا دوسری ایسی نہین کہ نیت اور کچھ ہو اور ادا اور کچھ کذا فی الشامی المعتمد ان العبادۃ ذات الافعال صاحب نہایہ کا لکھا قول معتمد یہ
ہو کہ عبادت بہت سے فعلون والی کی نیت اُن سب افعال پر پہنچ جاتی ہو یعنی اسکے ہر فعل ورکن کے لیے جدا جدا نیت ضرور نہین ایک نیت شروع مین
کافی ہو جیسے اُس عبادت مین کہ ایک ہی فعل ہو چنانچہ روزہ کہ بلاخلاف اسکے اول مین نیت کر لینا کافی ہو فتح فالصلاۃ خالطہ الریاء اعتبر السابق شروع کیا
عمل کو اخلاص کے ساتھ پھر اس عمل مین ریا کا یعنی نمود کا خلط ہو گیا تو اعتبار سابق کا ہوگا یعنی عمل اخلاص کے ساتھ ہی رہیگا شامی نے کہا کہ اسکی وجہ
شاید یہ ہو کہ نماز قابل قسمت نہین تو ایسا نہین ہو سکتا کہ بعض خالص خدا تعالیٰ کے لیے ہو اور بعض غیر کے لیے ہان اگر بعض کو دکھانے کے لیے بنا سنوار کر
پڑھیگا تو اُس بنانے اور سنوارنے کا کچھ ثواب نپاویگا والریاء انہ لو خلا عن الناس لا یصلی اور ریا کامل یہ ہو کہ اگر نمازی لوگون سے علحدہ ہوتا تو نماز نہ پڑھتا
فلو مع الناس یحسنہا ووحدہ لا فلہ ثواب اصل الصلوۃ پس اگر لوگون کے ساتھ ہو کر نماز کو اچھی طرح پڑھے اور تنہا اچھی طرح نہ ادا کرے تو اسکو اصل نماز کا ثواب ملیگا
اچھی طرح پڑھنے کا ثواب نملیگا بظاہر یہ حکم فرض اور نفل دونون کو شامل ہو کذا فی الطحطاوی ولا یترک لخوف دخول الریاء لانہ امر موہوم اور نماز یا دوسرے
نیک کام کو نہ چھوڑے ریا کے داخل ہونے کے خوف سے اسلیے کہ ریا کا داخل ہونا ایک وہمی بات ہو تو وہمی بات کے لیے نیک کام کیون چھوڑا جاوے
ولا ریاء فی الفرائض فی حق سقوط الواجب اور نمود نہین ہو فرضون مین واجب کے ساقط ہونے کے باب مین یعنی ریا فرض کو باطل نہین کرتا اور فقیہ ابو اللیث نے
نوازل مین اپنے بعض اساتذہ کا قول نقل کیا ہو کہ مذہب مستقیم یہ ہو کہ ریا اصل ثواب کو نہین کھوتا بلکہ زیادتی ثواب کو فوت کرتا ہو تو اگر کوئی شخص ریا کے ساتھ
نماز پڑھیگا تو اسکے ذمہ سے واجب ساقط ہو جائیگا بسبب پائے جانے شرائط اور ارکان نماز کے کذا فی الشامی قیل لشخص صل الظہر ولک دینار فصلی بہذہ النیۃ
ینبغی ان تجزیہ ولا یستحق الدینار ایک شخص سے کہا گیا کہ ظہر کی نماز پڑھ لے تجھکو ایک دینار ملیگا سو اُسنے اسی ارادہ سے نماز پڑھی تو چاہیے کہ یہ نماز اسکو کافی ہو

اور وہ مستحق دینار کا نہو صرف نماز کا کافی ہونا تو اسوجہ سے ہے کہ فرض میں ریا کو دخل نہیں اور دینار کا استحقاق اسوجہ سے نرہا کہ نماز اسکے ذمہ واجب تھی واجب چیز پر اجرت کا استحقاق نہیں ہوتا مثلاً باپ اپنے بیٹے کو اپنی خدمت کے لیے نوکر رکھے تو بیٹا کچھ نوکری کا مستحق نہو گا اسلیے کہ باپ کی خدمت اسپر واجب ہے کذا فی الشامی

الصلوٰۃ لارضاء الخصوم لا یفید بل یصلی للہ تعالیٰ فان لم یعف خصمہ اخذ من حسناتہ نماز کا پڑھنا دشمنوں کے راضی کرنیکے لیے مفید نہیں بلکہ نماز اللہ تعالیٰ کیواسطے پڑھے پھر اگر اسکا دشمن اپنا حق معاف نکریگا تو آخرت میں اسکی نیکیوں میں سے لیکر حقدار کو حوالہ کیا جائیگا مگر شارح نے اس نماز کے جواز اور عدم جواز کو ذکر نکیا بلکہ یہ کہا کہ مفید نہیں لیکن مختارات النوازل میں کہا کہ ایسی نماز درست نہیں یعنے اگر نماز اس نیت سے پڑھے کہ خدا کیواسطے پڑھتا ہوں تاکہ وہ حقدار وں کو مجھسے راضی کر دے تو درست نہو گی اسلیے کہ بدعت ہے کذا فی الشامی جاء انہ یوخذ لدانق ثواب سبعمائۃ صلوٰۃ بالجماعۃ بعض کتب آسمانی میں آیا ہے کہ ایک دانگ کے لیے ثواب سات سو نماز باجماعت کا لیا جائیگا اور دانگ درم کے چھٹے حصّے کو کہتے ہیں اور نماز باجماعت سے غرض فرائض ہیں کہ جماعت انھیں میں ہوتی ہے یعنی اگر کسی کا حق ایک دانگ دوسرے کے ذمہ ہوگا جو حال کے سکہ کے اعتبار سے پون آنہ کے قریب ہوتا ہے تو اسکے عوض آخرت میں سات سو فرضوں کا ثواب ظالم سے حقدار کو دلایا جائیگا دلو ادرک القوم فی الصلوٰۃ ولم یدر فرض ام تراویح نوی الفرض فان ہم فیہ صح والا تقع نفلا اور اگر نمازی نے لوگوں کو نماز میں پایا اور یہ نجانا کہ نماز فرض پڑھتے ہیں یا تراویح تو یہ شخص فرض کی نیت سے انکا شریک ہو جائے پھر اگر وہ فرض ہی میں ہونگے تو اسکا فرض بھی درست ہوگا ورنہ نماز نفل ہو جائیگی یعنی تراویح نہ ہوگی کیونکہ تراویح بعد فرض عشا کے ہوتی ہے کذا فی الشامی ولو نوی فرضین کالمکتوبۃ والجنازۃ فالمکتوبۃ اور اگر نمازی نے نیت کی دو فرضوں کی یعنی فرض عین اور فرض کفایہ کی ایک ساتھ نیت کی جیسا کہ فرض وقت اور جنازہ کی نیت تو یہ نیت صرف فرض وقت کی ہوگی اسلیے کہ فرض وقت قوی ہے اور حقیقت میں نماز اسی کا نام ہے کہ اسمیں رکوع اور سجدہ سب ارکان ہیں بخلاف جنازہ کے مگر قاعدہ کلیہ اس طرح کی نیت کا یہ ہے کہ جب دو عبادتوں کو ایک نیت کے ساتھ جمع کریگا تو اگر ان دونوں میں سے ایک قوی ہوگی تو نیت اسی کی ہو جائیگی اور اگر دونوں برابر ہونگی تو نیت لغو ہوگی اور کسی میں شروع کرنیوالا نہوگا کذا فی الطحطاوی ولو مکتوبتین فللوقتیۃ اور اگر دو فرض کی نیت کی یعنے ایک جسکا وقت موجود ہے اور ایک جسکا وقت ابھی نہیں ہوا مثلاً ظہر کے وقت میں عصر کے ساتھ نیت کی تو نیت اسکی ہوگی جسکا وقت ہے اسلیے کہ عصر کی نیت ظہر کے وقت میں درست نہیں اگرچہ نمازی عرفات میں ہو کیونکہ ظہر کا مقدم کرنا عصر پر واجب ہے بسبب ترتیب کے کذا فی الطحطاوی عن الحلبی ولو فائتتین فللاولی لو من اہل الترتیب اور اگر دو قضا نمازوں کی نیت کی تو اُنمیں سے پہلی کی نیت ہوگی بشرطیکہ نمازی اہل ترتیب سے ہو مگر اہل ترتیب اسکو کہتے ہیں جسکے ذمہ شروع فرضیت نماز سے پانچ نمازیں متصل باقی نہوں تو ایسا شخص اگر دو قضا نمازوں کی ایک ساتھ نیت کریگا تو یہ نیت پہلی کی ہوگی اسلیے کہ ترتیب والے کی دوسری نماز نہیں ہوتی جبتک پہلی کو ادا نکرلے کذا فی الشامی والا لغا فلیحفظ اور اگر صاحب ترتیب نہو اور دو قضا نمازوں کی ایک ساتھ نیت کرے تو یہ نیت لغو ہوگی کوئی سی نماز صحیح نہوگی تو اسکو یاد کرنا چاہیے مگر وجہ لغو ہونیکی یہ ہے کہ ایک ساتھ تو دونوں کا ادا ممکن نہیں کیونکہ ہر ایک کو ایک فعل علحدہ چاہیے اور خاص ایک کا ادا ہونا ترجیح بلا مرجح ہے اور صاحب ترتیب نہونے سے اولیت ترتیب معتبر نہیں رہی کہ اول کی نیت ہو جاتی ہے اسلیے نیت لغو ہوگئی کذا فی الطحطاوی عن الحلبی ولو فائتۃ ووقتیۃ فللفائتۃ لو الوقت متسعا اور اگر ایک قضا نماز اور ایک وقت کی نماز کی نیت اکٹھی کی تو نیت قضا کی ہوگی بشرطیکہ وقت میں گنجایش ہو یعنی بعد قضا پڑھنے کے وقتی کو ادا کر سکے طحطاوی نے کہا کہ وقت میں گنجایش ہونے کے سوا یہ بھی شرط ہے کہ نمازی صاحب ترتیب ہو اگر صاحب ترتیب نہوگا تو نیت لغو ہو جائیگی اور اگر وقت تنگ ہوگا تو نیت وقتی ہی کیلیے ہوگی خواہ صاحب ترتیب ہو یا نہو ولو فرضا ونفلا فللفرض اور اگر فرض اور نفل کی ایک ساتھ نیت کریگا تو نیت فرض کی ہوگی بسبب قوی ہونے فرض کے ولو نافلتین کسنۃ فجر وتحیۃ مسجد فعنہما اور اگر دو نفل نمازوں کی نیت کریگا جیسے سنت فجر اور تحیۃ المسجد کی تو نیت دونوں کی طرف سے کافی ہوگی یعنے دونوں کا ثواب پاویگا ولو نافلۃ وجنازۃ فنافلۃ اور اگر نفل اور جنازہ کی نیت کریگا تو نفل ہوگی اسلیے کہ نفل حقیقت میں

بوجہ اتصال تکبیر میں ملحوظ ہوئی ہیں یہ نہیں کہ خود تکبیر کے رکن ہونے کی جہت سے ملحوظ ہوئی ہوں وقد منعہ الزیلعی اور زیلعی نے تکبیر تحریمہ کے لیے شرائط کی مراعات کا انکار کیا ہے یعنی امام شافعی جو اسکے رکن ہونے کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ جو شرطیں نماز کی ہیں وہی تکبیر کے لیے ہیں اُنکے جواب میں زیلعی نے کہا ہے کہ یہ کہاں ہے کہ جو شرطیں نماز کے لیے ضرور ہیں وہی تکبیر کے لیے ہوں مثلاً ایک شخص نے نجاست کو اٹھائے تکبیر تحریمہ کی اور تحریمہ سے فارغ ہوکر نجاست ڈال دی یا شرمگاہ کھولے تحریمہ کی اور تحریمہ کے بعد تھوڑی سی حرکت سے شرمگاہ چھپائی تو نماز درست ہوگی حالانکہ نماز میں یہ امور مفسد نماز ہیں تو شرائط نماز کی رعایت تحریمہ میں نہیں تم جانتے ہو

لقولہ ولئن سلم پھر زیلعی نے مراعات شروط کی طرف رجوع کیا اپنے اس قول میں کہ اگر مراعات شروط نماز تحریمہ میں مان لیجاے تو ہم یہ کہینگے کہ یہ مراعات اسلیے نہیں کہ تحریمہ رکن نماز ہے بلکہ اس وجہ سے ہے کہ ادا نماز تحریمہ سے متصل ہے طحطاوی نے کہا کہ شارح نے جو زیلعی کا رجوع قرار دیا تو اسمین کلام ہے اسلیے کہ یہ قول بر سبیل فرض وتنزل ہے نہ بطور یقین اور جزم اور رجوع وہ سمرا کہلاتا ہے نہ یہ الا نعم نے التلویح لقدیم المنع علے التسلیم اوسطے ان التلویح میں ہے کہ مراعات شروط کے نکرنے کو رعایت شرائط کے مان لینے پر ترجیح دینا بہتر ہے یعنے یہی اچھا ہے کہ تحریمہ میں مراعات شروط نماز کا انکار کیا جاے ورنہ جو صورتیں زیلعی نے لکھی ہیں وہ بن نہ سکینگی طحطاوی نے کہا کہ جب شارح نے زیلعی کے قول کو بلفظ رجوع بیان کیا تو اس سے یہ نکلتا تھا کہ شاید وہی قول معتمد ہوگا اسلیے تلویح کے اس جملے سے اس وہم کو دور کردیا لکن لقول لاحتیاط خلافہ مگر ہم یہ کہتے ہیں کہ احتیاط اسکے خلاف ہے یعنے ہر چند تلویح کے قول سے ترجیح عدم مراعات کی معلوم ہوتی ہے مگر احتیاط کی صورت یہی ہے کہ مراعات شروط کو مان لیا جاے طحطاوی نے کہا کہ ظاہر عبارت بحر الرائق اور نہر الفائق اور منح الغفار سے یہی ہے کہ عدم مراعات پر اعتماد ہو وعبارۃ البرہان دانما اشترط لہا ما اشترط للصلوٰۃ لا باعتبار کونہا بل باعتبار اتصالہا بالقیام الذی ہو رکنہا اور عبارت برہان کی یہ ہے کہ تحریمہ کے لیے جو وہ چیز شرط ہوئی جو نماز کے لیے ہے تو وہ باعتبار تحریمہ کے رکن ہونے کی نہیں بلکہ اس لحاظ سے ہے کہ تحریمہ قیام سے متصل ہے جو نماز کا رکن ہے ومنہا القیام بحیث لو مد یدیہ لا ینال رکبتیہ اور ایک فرض نماز جسکے بدون نماز نہیں ہوتی کھڑا ہونا ہے اسطرح کہ اگر کھڑا ہوا اپنے دونوں ہاتھ پھیلا تو اسکے دو گھٹنوں کو نہ پہونچیں یعنے اگر نماز میں خوب سیدھا نہو گا کسیقدر جھکا ہوگا تو فرض ادا ہوجایگا لیکن جب اتنا جھکیگا کہ ہاتھ گھٹنوں کو لگجائیں تو فرض ادا نہوگا ومفروضہ وواجبہ ومسنونہ ومندوبہ بقدر القراءۃ فیہ اور مقدار قیام کے فرض اور واجب اور مسنون اور مستحب ہونے کی تحصر اسکے اندر قرأت کی مقدار پر ہے یعنے قیام مقدار ایک آیت کی فرض ہے اور بقدر سورۂ فاتحہ اور دوسری صورت یا تین چھوٹی آیتوں کے واجب ہے اور وتر میں اتنا قیام جسمین سورۂ اعلے اور کافرون اور اخلاص پڑھی جاسے مسنون ہے اور صبح میں طوال المفصل کے پڑھنے کی قدر مستحب ہے غرضکہ نماز میں جسقدر قرأت فرض یا واجب وغیرہ ہے اسیقدر قیام بھی فرض و واجب وغیرہ ہے فلو کبر قائما فرکع ولم یقف صح لان ما اتے بہ من القیام الی ان یبلغ الرکوع یکفیہ قنیۃ پس اگر کھڑے ہوکر اللہ اکبر کہا اور رکوع کیا اور اللہ اکبر اور رکوع کے درمیان میں وقفہ نہیں کیا تو قیام صحیح ہوگیا اسلیے کہ جتنا قیام اسنے رکوع میں پہونچنے تک کیا اسی قدر کافی ہے کذا فی القنیۃ یعنے رکوع میں جھکنے کے وقت بھی جب تک گھٹنوں تک ہاتھ نہ پہونچینگے قیام ہی میں داخل ہے طحطاوی نے کہا کہ یہ صورت اس شخص کے حق میں ممکن ہے جسپر قرأت نہو جیسے امی یا مقتدی جو امام کو رکوع میں پاوے یا کہ وہ ادنے قرأت پر اقتصار کرے مثلاً ثم نظر کہہ لے وفی فرض وملحق بہ کنذر وسنۃ فجر فی الاصح قیام فرض ہے فرض نماز میں اور جو فرض سے ملحق ہے جیسا نچہ نماز نذر سنت فجر صحیح تر قول میں یعنے فجر کی سنتیں بعضوں کے نزدیک واجب ہیں تو اُنکے وجوب کی رعایت سے جو انکو مسنون کہتے ہیں وہ بھی قیام کو ان میں فرض کہتے ہیں خلاصہ میں ہے کہ فجر کی سنتیں بدون عذر کے بیٹھکر جائز نہیں بالاجماع چنانچہ یہی روایت ہے حسن کی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے

لقادر علیہ وعلے السجود قیام فرض ہے اُس شخص پر جو قادر ہو قیام پر اور سجدہ پر فلو قدر علیہ دون السجود ندب ایماؤہ قاعداً پھر اگر صرف قیام پر قادر ہو نہ سجدہ پر تو مستحب ہے اشارہ سے پڑھنا بیٹھکر اسلیے کہ قیام ذریعہ ہے سجدہ کا جب اصل پر قدرت نہیں

یعنے اصل عبادت سجدہ ہے اور قیام اُسکا وسیلہ ہے اور سجدہ کے اصل ہونے کی یہ وجہ ہے کہ وہ تنہا بدون قیام عبادت ہوسکتا ہے جیسے سجدہ تلاوت اور سہو بخلاف قیام کے کہ تنہا قیام عبادت نہیں ...

بالذات نہیں ذریعہ خروج ہی طحطاوی نے کہا کہ یہ علت شرط ہونے کے لیے کافی نہیں کیونکہ قیام بھی ذریعہ سجدہ کا ہی حالانکہ وہ رکن ہی نہ شرط تم قعدہ
اخیرہ میں اختلاف ہی بعض کے نزدیک یہ رکن اصلی ہی اور بعض کے نزدیک شرط اور بعض کے نزدیک رکن زائد پھر اسمین بھی اختلاف ہی کہ فرض ہی یا واجب
مگر صحیح یہی ہی کہ فرض ہی اور رکن ہی وصحح فی البدائع انہ رکن زائد یحنث بہ من حلف لا یصلی بالرفع من السجود اور بدائع مین تصحیح کی ہی اس بات کی کہ قعدہ اخیرہ
رکن زائد ہی اسوجہ سے کہ اگر کوئی قسم کھائے کہ نماز نہیں پڑھونگا تو اسکی قسم سجدہ سے سر اٹھانے پر ٹوٹ جاتی ہی اگر قعدہ اخیرہ رکن اصلی ہوتا تو جبتک وہ نہ ہو چکتا
قسم نہ ٹوٹتی وفی السراجیۃ لا یکفر منکرہ اور سراجیہ مین ہی کہ قعدہ اخیرہ کا منکر کافر نہیں شامی نے کہا کہ مراد منکر سے اسکی فرضیت کا منکر ہی اسلیے کہ بعض کے نزدیک
قعدہ اخیرہ واجب ہی اور اگر اسکی اصل مشروع ہونے کا منکر ہوگا تو کافر ہوجانا چاہیے کیونکہ اسکا ثبوت حق ہی بالاجماع قدر ادنی قراءۃ التشہد الی عبدہ ورسولہ
بلا شرط موالاۃ وعدم فاصل قعدہ اخیرہ فرض ہی مقدار کم سے کم تشہد پڑھنے کی عبدہ ورسولہ تک بدون شرط پیہم بیٹھنے اور فاصلہ نکرنے کے یعنی قعدہ
اخیرہ اتنی دیر کا صحیح ہوگا جسمین جلد جلد صحت الفاظ کے ساتھ التحیات پوری عبدہ ورسولہ تک پڑھ سکے اور اسقدر بیٹھنے مین پیہم ہونا اور فاصلہ نکرنا شرط
نہیں لما فی الولوالجیۃ صلے اربعا وجلس لحظۃ فظنہا الثالثۃ فقام ثم تذکر فجلس ثم تکلم فان کان الجلستین قدر التشہد صحت والا لا موالات کی شرط اسلیے
نہیں کہ ولوالجیہ مین یہ مسئلہ ہی کہ ایک شخص چار رکعتین پڑھ کر ایک لحظہ بیٹھا پھر اسکو تین رکعتین سمجھکر اٹھا پھر یاد کرکے بیٹھ گیا پھر بول پڑا تو اگر دونون بار کا
بیٹھنا مقدار التحیات کے ہوگا تو نماز اسکی صحیح ہوگی اور اگر اسقدر نہوگا تو صحیح نہوگی تو دیکھو اس صورت مین بیٹھنا پیہم نہیں بیچ مین اٹھنا بھی
موجود ہی ومنہا الخروج بصنعہ کفعل المنافی لہا بعد تمامہا وان کرہ تحریما اور ایک فرض نماز کا باہر ہونا نمازی کا ہی اپنے کام سے چنانچہ اسکا کرنا وہ
کام جو مخالف ہی نماز کے بعد پورا ہونے ارکان نماز کے اگرچہ ایسا کام کرنا مکروہ تحریمی ہی ہم مراد خروج سے بذریعہ اپنے فعل کے سلام پھیرنا اور
لفظ السلام کہنا واجب ہی اور اسکی جگہ دوسرا فعل قصدا مخالف نماز کرنا مثل کھانے اور پینے اور باتین کرنے کے مکروہ تحریمی ہی بسبب ترک کرنے
واجب یعنی لفظ سلام کے اگرچہ نماز فاسد نہیں ہوتی اور نماز کی تمامی کی قید اسلیے لگائی کہ اگر ایسا فعل قبل تمامی کے ہوگا مثلا قعدہ سے پیشتر تو وہ بالاتفاق
نماز کا مفسد ہوگا کذا فی الطحطاوی والشامی والصحیح انہ لیس بفرض اتفاقا قال الزیلعی وغیرہ وعا قرہ المصنف وفی المجتبی وعلیہ المحققون اور صحیح یہ ہی
کہ خروج بصنعہ فرض نہیں بالاتفاق امام اور صاحبین کے کہا ہی اسکو زیلعی وغیرہ نے اور ثابت رکھا ہی اسکو مصنف نے اور مجتبی مین ہی کہ اسی پر
ہین تحقیق والے ہم اپنے فعل کے ساتھ نماز سے باہر آنا امام اعظم رح سے صراحۃ نہیں ثابت ہی کہ فرض ہی بلکہ احمد بن حسین بردعی نے اثنا عشریہ مسئلون
سے جو مفسدات نماز کے پیشتر مذکور ہین اور جنمین بعد تمامی ارکان نماز کے امام اعظم کے نزدیک نماز باطل ہوتی ہی اور صاحبین کے نزدیک نہیں ہوتی یہ
نکالا کہ خروج بصنعہ امام کے نزدیک فرض ہی حالانکہ بردعی کی رائے غلط ہی کیونکہ ان مسائل مین نماز کا باطل ہونا اسوجہ سے نہیں کہ خروج بصنعہ نہ پایا
گیا تو ایک فرض چھوٹ گیا بلکہ اسوجہ سے بطلان ہی کہ نماز کے اندر ایسے عوارض پیش ہوتے ہین جیسے فرض اور کا اور ہو جاتا ہی چنانچہ معلوم ہوگا کذا
فی الشامی وبقی من الفروض تمییز المفروض اور باتین سے جو فرض مذکور کیے انمین اتنے فرض اور باقی رہے اول جدا کرنا مفروض کا امام حلبی نے کہا کہ تمییز مفروض سے
یہ غرض ہی کہ جتنی نمازین اسپر فرض ہین انکو تمییز کرے اُنسے جو فرض نہیں یہانتک کہ اگر کوئی شخص پانچ نمازون کے فرض ہونے کو نجانتا ہو مگر اسنے
اوقات مین انکو پڑھ لیا کرتا ہو تو یہ پڑھنا اسکو کافی نہوگا اور طحطاوی نے تمییز مفروض کے یہ معنی لکھے ہین کہ سجدہ ثانیہ کو پہلے سجدہ سے جدا کرے
یعنے سجدہ اول فرض ہی تو دوسرے کو اس سے جدا کرنا چاہیے اسطرح کہ دونون کے بیچ مین سر اٹھا دے اگر بدون سر اٹھانے کے سجدہ ثانیہ ادا
کریگا تو نماز نہوگی والترتیب القیام علی الرکوع والرکوع علی السجود والقعود الاخیر علی ما قبلہ دوسرا فرض جو اتنے بیان نہ کیا ترتیب ہی نماز کے
ارکان مین یعنے مقدم کرنا قیام کا رکوع پر اور رکوع کا سجدہ پر اور موخر کرنا قعدہ اخیرہ کا اسکے پیشتر کے ارکان سے حلبی نے کہا کہ اگر مثلا کوئی

سب کو ایک طرح پر بیان کرتا تو اچھا ہوتا یعنی یون کہتا کہ قعدہ پر قیام کی رکعت پر ... رکوع کی سجدہ پر اور سجدہ کی قعدہ واجبہ پر پس اگر اس ترتیب کے خلاف
کر لیا تو نماز فاسد ہو جائیگی کذا فی النہر وہی وہ تمام الصلوٰۃ نوان فرض جو ان کے بیان سے رہ گیا نماز کا پورا کرنا ہے یعنی ایسی طرح ادا کرنا کہ کوئی فرض
نہ چھوٹے ہم نے شامی نے ابو السعود سے نقل کیا کہ شارح کے اس قول کے بعد کہ قعدہ اخیرہ کو ما قبل کے ارکان سے موخر کرنا اسکی حاجت نہین کیونکہ
کے اتمام کو جب فرض کیا جاسکتا کیونکہ اس سے تمام نماز کا خود لازم آتا ہے والانتقال من رکن الی آخر چھٹا فرض ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف جانا ہے
ومتابعتہ لامامہ فی الفرض پانچوان فرض اپنے امام کی پیروی ہے فرضون کے اندر یعنی ہر رکن مین امام کے ساتھ یا اسکے بعد شریک ہو اس سے پیشتر ادا کرے
ورنہ نماز نہو گی اور فرضون کی قید اسلیے لگائی کہ اگر واجب اور سنت نمازون مین متابعت ترک کریگا تو نماز فاسد نہوگی کذا فی الشامی وصحۃ صلوٰۃ امامہ
فی رایہ چھٹا فرض یہ ہے کہ اپنے عندیہ مین اپنے امام کی نماز کو صحیح جانتا ہو مثلاً شافعی مذہب امام نے اپنی ذکر یا عورت کو چھو لیا اور اسکے پیچھے کسی حنفی نے
اقتدا کیا تو حنفی کی نماز درست ہوگی کیونکہ اسکے نزدیک یہ دونون باتین ناقض وضو نہین وعدم تقدمہ علیہ ساتوان فرض مقتدی کا آگے نہ بڑھنا ہے
امام پر یعنی ایڑیان امام سے آگے قبلہ کی جانب نہ بڑھین وعدم مخالفتہ فی الجہۃ آٹھوان فرض جہت مین امام کے مخالف نہونا ہے یعنی اقتدا اور
اسکے وقت یہ جانتا ہو کہ امام کا منہ اس طرف ہے ورنہ نماز نہ ہوگی چنانچہ پہلے گذر چکا وعدم تذکر فائتۃ وعدم محاذاۃ امراۃ بشرطہما نوان
فرض نہ یاد ہونا قضا نماز کا ہے اور دسوان فرض نہ برابر ہونا کسی عورت کا بموجب شرطان دونون کے یعنی قضا کے نہ یاد ہونے کی فرضیت مین
یہ شرط ہے کہ نمازی صاحب ترتیب ہو اور وقت مین گنجایش ہو اور عورت کے برابر نہونے مین وہ شرط ہے جو امامت کے بیان مین مذکور ہوگی وتعدیل
الارکان عند الثانی والائمۃ الثلاثۃ گیارھوان فرض ارکان نماز مین تعدیل ہے امام ابو یوسف اور باقی تین امامون شافعی اور مالک اور احمد کے
نزدیک ہم تعدیل لغت مین برابر کرنے کو کہتے ہین اور شرع اصطلاح کا ساکن کرنا رکوع اور سجدہ اور قومہ اور جلسہ مین یعنی ان ارکان کو اطمینان کے ساتھ
ادا کرنا چنانچہ اسکا بیان آگے آویگا قال العینی وہو المختار واقرہ المصنف وبسطناہ فی الخزائن عینی نے کہا اور تعدیل ارکان کا فرض ہونا ہی مختار ہے
اور اسکو مصنف نے ثابت رکھا ہے اور ہمنے خزائن الاسرار مین مفصل لکھا ہے وشرط فی ادائہا اسے ہذہ الفرائض اور شرط ہے ان فرائض یعنی
ارکان کے ادا کے لیے اختیار یعنی بیداری ہم شرط البصیغہ مجہول ماضی ہے اسکا نائب فاعل لفظ الاختیار ہے جو نظم کے مذکور ہے قلت وبلغت ثنتا عشرین
وقد نظم الشرنبلالی فی شرحہ للوہبانیۃ للتحریمۃ عشرین شرطا ولغیرہا ثلاثۃ عشر فقال مین کہتا ہون کہ اس شرط اختیار کے ساتھ شرطین بکجا ہو کر
بیس یعنے اکیس ہوگئین اور شرنبلالی نے اپنی شرح وہبانیہ مین تحریمہ کے لیے بیس شرطین اور اسکے سوا باقی نماز کے لیے تیرہ شرطین نظم کی
ہین چنانچہ کہا ہے ۔ شروط التحریم حظیت بجمعہا ۔ مہذبۃ حسانۃ کالدر تنتثر ۔ یعنی کچھ شرطین ہین تکبیر تحریمہ کی بہرہ در ہوا مین انکے اکٹھا کر دینے سے
حالانکہ وہ شرطین آراستہ ہین خوبی سے اور زمانہ بکھر چکی ہین سو دخول لوقت واعتقاد دخولہ ۔ وستر وطہر والقیام المحرر ۔ وہ شرطین یہ ہین
داخل ہونا وقت فرض کا اور اعتقاد یا غلبہ ظن وقت کے داخل ہونے کا کیونکہ دخول وقت مین شک کرکے شروع کریگا تو کافی نہوگا اور ستر عورت اور
طہارت حدث سے اور بدن اور کپڑے اور مکان کی نجاست سے اور قیام تنقیح کیا ہوا یعنے قدرت والے کے لیے اسطرح کھڑا ہونا کہ ہاتھ ان سے گھٹنے
نہ پکڑ سکے ۔ ونیۃ اتباع الامام ونطقہا ۔ وتعیین فرض او وجوب فیذکر ۔ اور نیت امام کی متابعت کی مقتدی کے حق مین اور بولنا تکبیر کا ایسی
طرح کہ اپنے آپ اچھی طرح سن سکے اور معین کرنا فرض یا واجب کا نیت مین کہ ظہر ہے یا عصر ادا ہے یا قضا پھر نمازی ذکر کرے یعنی اگلے شعر مین جو ذکر کیا
مذکور ہے اسکو منہ سے ادا کرے ۔ بجملۃ ذکر خالص عن مرادہ ۔ وبسملۃ عربا وان ہو یقدر ۔ بولنے ایک جملہ ذکر کا جو خالص ہو اسکی حاجت سے جیسے اللہ اکبر
اس سے معلوم ہوا کہ اگر اللہم اغفرلی کہیگا تو تحریمہ درست نہوگی کیونکہ یہ جملہ خالی حاجت سے نہین اور خالص ہو وہ جملہ بسم اللہ سے کہ بسم اللہ سے بھی

تحریمہ صحیح نہیں چنانچہ بنایہ مین ہے اور وہ جملہ عربی ہو اگر نمازی عربی پر قادر ہو اور اگر عاجز ہوگا تو فارسی جملہ سے بھی تحریمہ صحیح ہے شامی نے کہا کہ آگے آویگا کہ شروع کرنا نماز کا سوائے عربی زبان کے بھی درست ہے بالاتفاق اگرچہ نمازی عربی پر قادر ہو ہان فارسی مین قرأت صحیح نہین ہے ۵ وعن ترک ہاء الہٖ وجلالتہٖ وعن مدہمزات وباء باکبرہٖ اور خالی ہو لفظ اللہ اکبر صحیح رہنے سے یادی یعنی الف دوم لفظ اللہ کے اور خالی ہو جھوڑنے ہا لفظ اللہ سے اور خالی ہو دونون ہمزون کے مد سے یعنی نہ اللہ کے ہمزہ پر مد ہو نہ اکبر کے اور خالی ہو اکبر کی ب کے مد سے کہ ان باتون سے معنی بگڑ جاتے ہین ۵ وعن فاصل فعل کلام مباین ٭ وعن سبق تکبیر مثلک بعذر٭ اور خالی ہو وہ جملہ بیچ مین آنے والے فعل نماز کے مخالف سے جیسے اگر نیت کے بعد کپڑے یا بدن سے کھیل کیا پھر تحریمہ کی تو درست نہوگی اور خالی ہو کلام فاصل نماز کے مخالف سے مثلاً نیت کرکے کچھ کام دنیاوی کیا پھر اللہ اکبر کہا تو درست نہوگا اور خالی ہو اللہ اکبر کے پیشتر کہنے سے یعنی ایسا نہو کہ اول اللہ اکبر کہے پھر نیت کرے ورنہ نیت صحیح نہوگی اور مثل تیرا اے مخاطب معذور رکھتا ہے یہ جملہ ناظم نے اپنے انکسار سے کہا کہ مخاطب اگر کوئی خلل الفاظ مین دیکھے تو ناظم کا عذر قبول کرے کہ نظم مین تنگی الفاظ کی مجبوری ہو جاتی ہے ۵ فدونک ذی مستقبلا القبلۃ٭ لعلک تحظی بالقبول وتشکر٭ پس ان باتون کو لے سیدھا باندھنے والا قبلہ کیطرف یعنی شرط اخیر قبلہ رخ ہونا ہے بعذر روالے کے حق مین تاکہ تو بہرہ پاوے ان اشعار کے قبول کا اور شکر گذار ہو اللہ تعالیٰ کا کہ اُسنے ایسی نعمت دی یا شکرگزار ہو ناظم کا کہ شروط متفرق کو نظم سے ایک جا کر دیا ۵ فجلتہا العشرون بل زید غیرہا٭ ومانظمہا جواجواد فیغفر٭ تو مجموعہ ان شرطون کا بیس ہوا بلکہ اُنکے سوا زیادہ بھی لی گئی ہین مثلاً مطلق نماز کی نیت اور اعتقاد طہارت کا اور تمیز مفروض اور نظم کرنے والا ان شرطون کا توقع رکھتا ہے اللہ تعالیٰ بہت جود کرنے والے سے کہ بھی اسکی مغفرت فرمائیگا ۵ وازکی صلوٰۃ مع سلام المصطفے٭ وخیرۃ خلق اللہ للدین ینصر٭ اور عمدہ درود وسلام کے ساتھ مخصوص ہے سرورکائنات حضرت مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جو ورلیعہ ہین اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے اور دین کے مددگار ہین ۵ واختصار امن بعد ذلک لغیرہا٭ ثلثۃ عشر للمصلین تظہر٭ اور اضافہ کیا مین نے بعد بیان ان شرطون کے تحریمہ کے سوا اور نماز کے لیے تیرہ شرطون کو جو نمازیون کے لیے ظاہر ہوتی ہین ۵ قیامک فی الفرض مقدار آیۃ ہو القرأ فی ثنتین منہ تخیر٭ اور وہ شرطین یہ ہین کھڑا ہونا تیرا بقدر ایک آیت کے فرض نماز مین اور جو فرض سے ملحق ہو یعنی واجب اور سنت فجر مین اور فرض کی دو رکعتون مین تیری قرأت لیکن تجکو اختیار دیا جاتا ہے کہ چاہے اول کی دو مین پڑھے چاہے پچھلی دو مین ۵ وفی رکعات النفل والوتر فرضہا٭ ومن کان موتما عن تلک یحظر٭ اور نفل اور وتر کی سب رکعتون مین قرأت فرض ہے اور جو مقتدی ہو وہ اس قرأت سے منع کیا جاتا ہے یعنی اسکے حق مین قرأت مکروہ تحریمی ہے کیونکہ امام کی قرأت اسکی قرأت ہے بموجب حدیث کے ہم نفل کی سب رکعتون مین قرأت اسلیے فرض ہوئی کہ ہر ایک دوگانہ اُسکا نماز علیحدہ ہے اور وتر بھی مشابہ سنتون کے ہے اس اعتبار سے کہ اسکے لیے اذان وتکبیر نہین ہوتی کذافی الشامی ۵ وشرط سجود فالقرار لجبہۃ٭ وقرب قعود حد فصل محرر٭ اور سجدہ کی شرط پیشانی کا ٹھہر جانا ہے یعنی ایسی طرح کہ اگر نمازی مبالغہ کرے تو اُسکا سر نیچے نہوجاوے جیسا رکھا تھا اُسی حالت پر رہے اس سے معلوم ہوا کہ اگر چاول یا سوئیرہ وغیرہ کے ڈھیر پر سجدہ کریگا جائز نہوگا ہان اگر غلہ گون مین بھرا ہوگا تو درست ہوگا کیونکہ اس صورت مین قرار ممکن ہے اسیطرح روئی اور گدیلے پر درست نہوگا لیکن اگر سر رکھنے سے زمین کی سختی محسوس ہوگی تو درست ہوگا اور بیٹھنے کے قریب ہوجانا حد فاصل دونون سجدون کی مقرر ہوئی ہے یعنے ایک سجدہ کے بعد دوسرے کے لیے اتنا اُٹھے کہ بیٹھنے کے قریب ہوجاوے تب نماز درست ہوگی اس سے معلوم ہوا کہ بعض فقہا نے جو ادنیٰ اٹھانے کو حد ٹھہرایا ہے وہ قول صحیح نہین ہے ۵ وبعد قیام فالرکوع فسجدۃ٭ وثانیۃ قد صح عنہا توخر٭ اور بعد قیام کے فرض رکوع ہے پھر سجدہ اور یہ ستاوان فرض ترتیب ہے جو ناظم کے قول بعد اور حرف فا سے سمجھی جاتی ہے اور دوسرا سجدہ پہلے سجدہ سے موخر کرنا صحیح ہے یعنے دونون سجدون مین ترتیب فرض نہین بلکہ واجب ہے اور دوسرے سجدہ کی تاخیر آخر نماز تک صحیح ہے ۵ علی ظہر کف او علی فضل ثوبہ٭ اذا الطہر الارض انجاز مقرر٭ جبکہ زمین پاک ہو تو اپنی ہتھیلی پر یا اپنے کپڑے کی زیادتی پر مثلاً آستین یا دامن وغیرہ پر سجدہ کرنیکا جواز ثابت ہے ہم خلاصہ اس شعر کا آٹھوین فرض کا بیان کرنا ہے یعنی آٹھوان فرض

ہی دکھائی ہے کیونکہ پاؤں ہونا ہر کو سجدہ میں جیسے پاؤں کا کثرت پر بہت سجدہ کی یہ حالت دفع ہو سکتا ہے کہ بہ سجدہ مفسد اور ہمارا کیا تو سجدہ کرے تیسرا دوسری جگہ میں اور
اس شخص کی پشت پر جو نماز کے سجدہ میں تیسرا شریک ہو … اور جسکے سجدہ میں … ہے بیان ہو چکا ہے یعنی سجدہ پشت پر جو زمین سے اونچی
جگہ پر سجدہ ادا کیا جبکہ بھیڑ کی بہت سے یا اور کسی عذر سے ہو تو معاف ہے اسی طرح اگر کثرت اور بھیڑ کی بہت سے نمازی کسی شخص کی پشت پر سجدہ کرے بشرطیکہ
وہ شخص بھی وہی نماز پڑھتا ہو جو نمازی پڑھتا ہے تو بھی معاف ہے کذا فی الشامی … افعال الصلوۃ … ومنہا … کا تمام کرنا افعال
کو … تغییر مفروض کی تکبیر تحریمہ سے … وختم افعال الصلوۃ … وفی نسخۃ … تحریمہ اور ختم کرنا ہے نماز کے افعال کو قعدہ کرنا نمازی کا اور
باہر آنا نماز سے بسبب اپنے فعل کے … ہے شامی نے کہا کہ فی بمعنی ب ہے اور منہا متعلق خروج ہے اور ضمیر صلوۃ کی طرف ہے الاختیار اسے الاستبداد
اور اسے فرائض کے لیے اختیار شرط ہے یعنی ہوش میں ہونا اور جاگنا ہے اور ایک نسخہ میں (وشرط فی ادائہا الاختیار) ہے چونکہ متن کے قول میں (وشرط فی ادائہا) گذر چکا ہے
تو شارح نے تکرار کا فضول جو لیکن … بسبب دور ہونے قول متن کے اعادہ اسکا خالی فائدہ سے نہیں … اجزاء تو اگر رکوع کیا
یا سجدہ کیا بالکل غفلت کی حالت میں تو اسکا کافی ہوگا … غفلت اور بھول مخالف اختیار کے نہیں بلکہ منافی اسکے مخالف ہے چنانچہ متن کہتا ہے فان اتی بہا
ادیا … قیام او قراۃ او رکوع او سجود او قعد الاخیر نائما لا یعتد بہا بل یعیدہ ولو القراۃ واما القعدۃ … الاصح اگر ادا کیا سب فرائض کو یا انہیں سے
ایک کو سونے کی حالت میں اسطرح کہ سونے میں قیام کیا یا قرات کی یا رکوع یا سجدہ یا قعدہ اخیرہ کیا تو جو رکن سونے میں ادا کیا وہ معتبر نہ ہوگا بلکہ
اسکو دوبارہ ادا کرے اگرچہ قرات یا قعدہ ہو صحیح تر قول کے بموجب … قول غیر اصح قرات اور قعدہ کے باب میں فقیہ ابو اللیث کا قول ہے کہ انکے نزدیک یہ دونوں
رکن سونے کی حالت میں بھی معتبر ہوتے ہیں کذا فی الشامی وان لم یعدہ تفسد لصدورہ لا عن اختیار فکان وجودہ کعدمہ والناس عنہ غافلون اور
اگر جس رکن کو سوتے ہوئے ادا کیا اسکو نہ دہراویگا تو نماز فاسد ہو جاویگی بسبب صادر ہونے اس رکن کے بے اختیاری سے تو اسکا وجود اور عدم برابر
ہو گیا اور لوگ اس سے غافل ہیں یعنی ایسے ارکان کو دوبارہ نہیں پڑھتے جنکو سونے کی حالت میں ادا کیا ہو فلو اتی النائم برکعۃ تامۃ تفسد صلاتہ لانہ زاد
رکعۃ وہی لا تقبل الرفض پھر اگر سونے والے نے ایک رکعت پوری ادا کی تو اسکی نماز فاسد ہو جاویگی اسلیے کہ اسنے ایک رکعت زیادہ کر دی حالانکہ وہ رکعت
ترک کو قبول نہیں کرتی یعنی سونے میں جو رکعت ادا کی وہ غیر معتبر ہوئی اسکے عوض دوسری رکعت ادا کی تو اب پوری نماز میں ایک رکعت بڑھ گئی اور ایسا ہو نہیں سکتا
کہ قدر غیر معتبر کو ترک کرکے باقی کو صحیح کہا جاوے جیسے چار رکعتوں کی جگہ کوئی پانچ پڑھ دے تو نماز درست نہیں ہو سکتی اسی طرح یہ نماز بھی درست نہیں ہوگی
ولو رکع او سجد فنام فیہ اجزاہ لحصول الرفع والوضع بالاختیار اور اگر نمازی نے رکوع کیا یا سجدہ کیا اور رکوع یا سجدہ میں سو گیا تو اسکو کافی ہوگا واسطے حاصل ہونے
سر اٹھانے اور رکھنے کے اختیار کے ساتھ یعنی رکوع کے لیے جھکنا اور سر اٹھانا اور سجدہ کے لیے زمین پر سر رکھنا اور اٹھانا افعال اختیاری ہیں انکے بیچ میں سونا

مضر نہیں ولہا واجبات لا تفسد بترکہا اور نماز کے کچھ واجب ہیں جنکے ترک سے نماز فاسد یعنی باطل نہیں ہوتی ہم شارح نے لا تفسد … قہستانی کے قول کو رد کیا
لانہ … ذکر کیا ہے کہ واجب کے ترک سے نماز فاسد ہوتی ہے مگر باطل نہیں ہوتی وجہ رد یہ ہے کہ ائمہ فقہا عبادات میں فاسد اور باطل کو ایک ہی معنے میں
بولتے ہیں تو پھر اسکے کیا معنی کہ فاسد ہوتی ہے باطل نہیں ہوتی البتہ معاملات میں فاسد اور باطل جدا جدا معنی میں مستعمل ہیں فاسد انکو کہتے ہیں جس سے
کوئی وصف مرغوب جاتا رہے اور باطل وہ ہے جسمیں سے کوئی رکن مفقود ہو جاوے وتعاد وجوبا فی العمد والسہو ان لم یسجد لہ اور جس نماز میں واجب ترک ہوا ہو وہ
دوبارہ پڑھی جاوے بطور وجوب کے دانستگی میں اور بھول میں بشرطیکہ بھول کا سجدہ نہ کیا ہو یعنی اگر دانستہ واجب ترک کیا ہو یا سہو سے کیا مگر سجدہ سہو نہیں کیا
تو دونوں صورتوں میں اس نماز کا دوبارہ پڑھنا واجب ہے وان لم یعدہا یکون فاسقا آثما اور اگر اس نماز کو نہ دہراویگا تو فاسق اور گنہگار ہوگا اسلیے کہ ترک واجب
مکروہ تحریمی ہے اور مکروہ تحریمی کے ارتکاب سے فاسق اور گنہگار ہوتا ہے وکذا کل صلوۃ ادیت مع کراہۃ التحریم تجب اعادتہا اور اسیطرح جو نماز کراہت تحریمی کے ساتھ

اوا کیجائے مثلاً بول یا براز کو بدقت روک کر یا جس کپڑے مین تصویر ہو اُسکو پہنکر نماز ادا کی تو ایسی نماز کا دُہرانا واجب ہے والمختار انہ جابر للاول لان الفرض لا یتکرر اور مختار یہ ہے کہ دوبارہ پڑھنا اس نماز کا پہلی نماز کے نقصان کا پورا کرنے والا ہے اسلیے کہ فرض مکرر نہین ہوتا مقابل قول مختار کا مقابل قول ابی الیسر کا ہے کہ دوبارہ کی نماز کو فرض کہتا ہے نہ اول کو شارح کہتا ہے کہ نماز دوم اول کے نقصان کو زائل کرتی ہے جیسے سجدہ سہو سے نقصان دور ہوتا ہے تو وہ نماز فرض نہین ہے کیونکہ اگر اسکو فرض قرار دین تو اول نماز بھی فرض ہی تھی اسلیے کہ اسکے سب ارکان و فرائض ادا ہوئے تو کیا وجہ کہ فرض نہو علاوہ اسکے فرض وقت اسکے سبب سے ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے اس سے بھی معلوم ہوا کہ نماز اول فرض ہے تو ایک وقت مین دو فرض جمع ہو جائینگے حالانکہ ایک ہی فرض دو بار ایک وقت مین نہین ہو سکتا کذا فی الشامی تصرف اس سے معلوم ہوا کہ اگر امام ترک واجب کی جہت سے نماز کو دُہرا دے تو اگر کوئی نیا مقتدی دوسری بار مین جماعت کا شریک ہوگا تو اسکی نماز نہوگی کیونکہ جب امام کی نماز فرض نہین تو اقتدا فرض والیکا اُسکے پیچھے درست نہوگا وہی علی ما ذکرہ اربعۃ عشر اور نماز کے واجبات بموجب اس بیان کے جو مصنف نے بیان کیے ہین چودہ ہین یعنے واقع کے اعتبار سے یہ شمار نہین بلکہ اس سے بہت زائد ہین قراءۃ فاتحۃ الکتاب فیسجد للسہو بترک اکثرہا لا اقلہا اول واجب الحمد کا پڑھنا ہے تو نمازی اسکے اکثر کے چھوڑنے سے سجدہ سہو کرے نہ اسکے کمتر کے چھوڑنے سے ہم قہستانی مین ہے کہ امام اعظم کے نزدیک بالکل الحمد واجب ہے اور صاحبین کے نزدیک نصف سے زائد واجب ہے اسلیے باقی کو بھولنے سے سجدہ سہو واجب نہین تو شارح کا قول صاحبین کے مذہب پر ہے کذا فی الطحطاوی لکن فی المجتبیٰ یسجد بترک آیۃ منہا وہو اولیٰ لیکن مجتبیٰ مین ہے کہ سجدہ سہو کرے الحمد کی ایک آیت چھوڑنے سے اور یہ بہتر ہے طحطاوی نے کہا کہ وجہ اولویت کی شاید الحمد کی مواظبت ہے اور مواظبت مفید ہے واجب ہونے کو قلت وعلیہ فکل آیۃ واجبۃ ککل تکبیرۃ عید وتعدیل رکن واتیان کل مین کہتا ہون اور مجتبیٰ کے قول پر تو ہر آیت واجب ہے مثل ہر ایک تکبیر کے عید کی چھ تکبیرون سے اور مثل اطمینان سے ادا کرنے رکن کے اور مثل بجالانے ہر واجب کے ہم طحطاوی نے کہا کہ تعدیل رکن کی برابر ہے تعدیل قومہ اور جلسہ کے کذا فی الحلبی اور اتیان کل کے یا یہ معنی ہین کہ واجبات مین سے ہر ایک واجب کا ادا کرنا واجب ہے یا یہ کہ ہر واجب کو اپنی جگہ پر ادا کرنا واجب ہے وترک تکررہ کما یاتی فافہم اور مثل ترک کرنے ہر واجب کے مکرر کرنے کے چنانچہ آگے آویگا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے طحطاوی نے کہا کہ کرر نکرنا واجب کا واجب ہے مگر الحمد اس سے مستثنیٰ ہے یعنے اگر سورہ کے بعد پھر الحمد کو کمر پڑھیگا تو سجدہ سہو لازم نہوگا وضم اقصر سورۃ کالکوثر او ما قام مقامہا وہو ثلاث آیات قصار نحو ثم نظر ثم عبس وبسر ثم ادبر واستکبر وکذا لو کانت الآیۃ او الآیتان تعدل ثلاثا قصارا ذکرہ الحلبی اور واجب ہے ملانا الحمد کے ساتھ بہت چھوٹی سورۃ کا مثل سورۃ کوثر کے یا جو قائم مقام ہو چھوٹی سورہ کے اور اسکا قائم مقام تین چھوٹی آیتین ہین جیسے یہ تین آیتین سورۂ مدثر کی (ثم نظر ثم عبس وبسر ثم ادبر واستکبر) اور اسی طرح قائم مقام چھوٹی سورۃ کے ہے اگر ایک آیت یا دو آیتین تین چھوٹی آیتون کے برابر ہون ذکر کیا ہے اسکو حلبی نے ہم چھوٹی تین آیتون سے کم ملانا مکروہ تحریمی ہے کذا فی الشامی فی الاولیین من الفرض وہل یکرہ فی الآخریین المختار لا لا ملانا سورہ کا واجب ہے فرض کی دو پہلی رکعتون مین اور کیا ملانا سورہ کا پچھلی دو رکعتون مین مکروہ ہے مذہب مختار یہ ہے کہ مکروہ نہین یعنے مکروہ تحریمی نہین بلکہ خلاف سنت ہونے کی وجہ سے مکروہ تنزیہی ہے وفی جمیع رکعات النفل لان کل شفع منہ صلوٰۃ اور ملانا سورہ کا واجب ہے نفل کی سب رکعتون مین اسلیے کہ ہر ایک دوگانہ اُسکا نماز جدا گانہ ہے ہم تو اگر نمازی نے چار رکعت کی نیت کی تو اس تحریمہ سے صرف دو رکعت اُسپر واجب ہونگی اور جب تیسری کو اُٹھیگا تو گویا نئی تحریمہ ہوگی اور اگر ان دوگانون مین کسی مین فساد ہوگا تو صرف وہی فاسد ہوگا نہ دوسرا وکل الوتر احتیاطا اور ملانا سورہ کا واجب ہے وتر کی ہر رکعت مین براہ احتیاط ہم یعنی جب وتر مین آثار سنت ہونیکے ظاہر ہوئے کہ نہ اسکے لیے اذان دیجاتی ہے نہ تکبیر کہی جاتی ہے تو احتیاط اسی کی مقتضی ہے کہ قراءت کے باب مین اُسپر سنت کا حکم جاری کیا جاوے کذا فی الشامی وتعیین القراءۃ فی الاولیین من الفرض علی المذہب اور واجب ہے معین کرنا قراءت کا فرض کی پہلی دو رکعتون مین مذہب مشہور کے بموجب ہم فرض سے مراد یہان وہ ہے جو تین رکعتون یا چار کا ہو اور تعیین اور چیز ہے اور سورہ ملانا دوسری چیز تو یہ قول شارح کا مکرر نہین اب معلوم کرنا چاہیے کہ فرض قراءت کے باب مین تین قول ہین اول یہ ہے کہ قراءت کی جگہ خاص پہلی دو رکعتین ہین بدائع مین اسکی تصحیح کی ہے دوسرا قول یہ ہے کہ محل

امام محمد نفل مین ہر دوگانہ کے بعد قعدہ فرض کہتے ہین اسوجہ سے کہ ہر دوگانہ نماز علٰحدہ ہی تو اسکا قعدہ وہی اخیرہ ہوا اور صحیح تر قول یہ ہی کہ نفلون مین بھی قعدہ
اول واجب ہی کیونکہ جب قعدہ کے تیسری رکعت کو اٹھا تو معلوم ہو گیا کہ وہ قعدہ اخیرہ نہین اسلیے فرض نہ رہا کذا فی الشامی ولذا ترک الزیادۃ فیہ علی التشہد
اور اسی طرح واجب ہی قعدہ اول مین التحیات سے زیادہ نہ پڑھنا شامی نے کہا کہ اگر قعدہ اول مین التحیات تمام کرکے بمقدار اللھم صلی علی محمد کے کوئی چیز پڑھیگا
تو واجب فوت ہو جائیگا وارادبالاول غیر الاخیر اور مصنف نے قعدہ اول سے وہ مراد لیا جو اخیر نہو یہ شارح نے اسلیے کہا کہ اگر آٹھ یا دس یا زائد نفل رکعتون کو
ایک تحریمہ سے پڑھیگا تو سواے قعدہ اخیرہ کے سب پیشتر کے قعدون کا یہی حکم ہی یعنے واجب ہونگے لکن یرد علیہ لواستخلف مسافر سبقہ الحدث مقیما فان القعود الاول
فرض علیہ وقد یجاب بانہ عارض لیکن اول سے غیر اخیرہ مراد لینے پر یہ اعتراض ہوتا ہی کہ اگر کوئی مسافر امام بے وضو ہو کر مقیم کو اپنا خلیفہ کر دے تو اس صورت
مین اس مقیم پر پہلا قاعدہ امام کی نیابت کی وجہ سے فرض ہی اور اسکا جواب یہ ہی کہ یہ فرضیت عارضی ہی اسیطرح اگر کوئی مسبوق مغرب کی تیسری یا دوسری
رکعت مین ملا تو بوجہ متابعت امام کے اسپر وہ قعدہ فرض ہوگا جو اسکے حق مین اخیر نہین والتشہدان یسجد للسھو بترک بعضہ ککلہ وکذا فی کل قعدۃ فی الاصح
اور واجب ہین دونون تشہد یعنے دونون قعدون مین التحیات کا پڑھنا اور سجدہ کرے سہو کا بعض تشہد چھوڑنے سے یعنے اگرچہ نصف سے کم چھوڑا ہو کذا
فی الطحطاوی مثل کل تشہد کے چھوڑنے کے اور اسیطرح واجب ہی تشہد ہر قعدہ مین صحیح تر قول مین م اور قول ضعیف یہ ہی کہ سواے اخیر قعدہ کے اور مین
تشہد سنت ہی اس قول سے شارح نے تعریض کی کہ مصنف اگر تشہد کو بصیغہ تثنیہ نہ کہتا تو اچھا تھا کیونکہ اگر مفرد لاتا تو اسم جنس ہوتا اور ہر تشہد کو شامل ہوتا چنانچہ
بحر الرائق مین اسکی طرف اشارہ کیا ہی کذا فی الحلبی اذا قد یتکرر عشرا کمن ادرک الامام فی تشہدی المغرب وعلیہ سھو فسجد معہ وتشہد ثم تذکر سجود تلاوۃ
فسجد معہ وتشہد ثم سجد للسھو وتشہد معہ ثم قضی الرکعتین بتشہدین دفع لہ کذلک وجوب تشہد کی قید ہر قعدہ مین اسلیے لگائی کہ بعض اوقات
تشہد دس بار مکرر ہوتا ہی مثلاً ایک شخص نے مغرب کی دو تشہدون مین امام کا اقتدا کیا یعنے پہلے قعدہ مین اسکا شریک ہوا حالانکہ امام پر سہو تھا
تو اسنے امام کے ساتھ سجدہ سہو کیا اور تیسرا تشہد پڑھا پھر امام کو سجدہ تلاوت یاد پڑا اور سجدہ کیا تو مقتدی نے بھی اسکے ساتھ سجدہ کرکے تشہد چہارم پڑھا
اب چونکہ سجدہ تلاوت سے پیشتر کے قعدے اور تشہد باطل ہو گئے تو امام نے پھر سجدہ سہو کو دوہرایا اور مقتدی نے اسکے ساتھ تشہد پنجم پڑھا پھر مقتدی
نے اپنی باقی دو رکعتون کو دو تشہدون سے پڑھا تو سات تشہد ہوے اب جو امام کو پیش ہوا تھا وہی مقتدی کو پیش آیا یعنے ان دو رکعتون مین اسکو سہو
ہوا تو سجدہ سہو کرکے آٹھوان تشہد پڑھا پھر معلوم ہوا کہ سجدہ تلاوت بھی اسکے ذمہ ہو گیا تھا تو اسکو ادا کرکے نوان تشہد پڑھا اور چونکہ اس سجدہ سے پہلے کے
قعدے اور تشہد بیکار ہو گئے اور سجدہ سہو بعد قعدہ اخیرہ کے چاہیے اسلیے سجدہ سہو کرکے دسوان تشہد پڑھا تو یہ سب تشہد واجب ہین خصوصیت تشہد
الی نہین قلت ومثل التلاوۃ تذکر الصلبیۃ فلو فرضنا تذکرھا ایضا لھما یزاد اربع اخر لما مر مین کہتا ہون اور سجدہ تلاوت کی مثل ہی یاد ہونا سجدہ صلبی کا
تو اگر ہم فرض کرین اسکا بھی یاد پڑنا امام و مقتدی دونون کو تو چار تشہد اور بڑھ جاوینگے اسی وجہ سے جو گذر چکی کہ صلبی سجدہ کے بعد پھر سجدہ
سہو کرنا پڑیگا م صورت اسکی یہ ہی کہ امام نے صورت مذکورہ بالا مین پانچوین تشہد کے بعد سجدہ صلبی کو یاد کیا اور اسکو ادا کرکے چھٹا تشہد پڑھا پھر سجدہ
سہو کرکے ساتوان تشہد پڑھا تو امام کے سات تشہد ہوے اور چونکہ مقتدی کو اپنی باقی نماز مین بھی اسی طرح سات تشہد پڑھنے پڑے اور سات امام کے
ساتھ پڑھ چکا ہی تو اسکے چودہ تشہد ہوے اسلیے شارح نے کہا کہ چار اور بڑھ جاوینگے یعنے پہلے دس تھے اور اس صورت مین چودہ ہو جاوینگے ولو فرضنا
تعدد التلاوتیۃ والصلبیۃ لھما ایضا زید ست ایضا اور اگر فرض کرین تعدد سجدہ تلاوت اور سجدہ صلبی کا بھی امام اور مقتدی کے لیے تو چھ تشہد
اور بھی بڑھ جاوینگے م صورت اسکی یہ ہی کہ صورت مفروضہ بالا مین امام کو ساتوین تشہد کے بعد ایک سجدہ صلبی اور یاد پڑا تو اسنے اسکو ادا کرکے
آٹھوان تشہد پڑھا پھر قبل سجدہ سہو کے ایک سجدۂ تلاوۃ دوسرا یاد کیا تو اسکو بھی ادا کیا اور نوان تشہد پڑھا اب سب کے بعد سجدۂ سہو کیا

(بقیہ صفحہ آئندہ)

مسنون کہا ہی اسلیے شارح نے اصح کی قید لگائی کذا فی الشامی فلو اتم بہ بعدہ قبل قولہ علیکم لم یجز وہل تنقطع التحریمۃ بالاول ام بالثانی جزم فی الجوہرۃ

والبرہان وغیرہما بالاول وصحح شارح التکملۃ الثانی وعلیہ فیصح الاقتداء قبلہ المعتمد عند الشافعیۃ انہ لو اقتدی بہ بعد شروعہ فی السلام وقبل علیکم لم یصح

القدوۃ ذکرہ الرملی الشافعی ہ نے باب سجود السہو میں اگر اقتدا کیا امام کا بعد لفظ سلام کے اور پیشتر علیکم کہنے کے تو جائز ہوگا اور نماز کی تحریمہ سلام

اول پر منقطع ہوجاتی ہی یا دوسرے پر جوہرہ اور برہان اور ان دونوں کے سوا اور کتابوں میں تو اول پر یقین کیا ہی یعنے سلام اول پر تحریمہ

تمام ہوجاتی ہی اور شارح تکملہ نے دوسرے کی تصحیح کی ہی کہ دوسرے سلام پر تحریمہ کا انقطاع ہوتا ہی اور اس قول پر اقتدا دوسرے سلام سے پیشتر درست

ہوگا اور شافعی مذہب والوں کے نزدیک معتمد یہ ہی کہ اگر اقتدا کیا امام کا بعد شروع کرنے امام کے سلام کو اور پیشتر علیکم کہنے سے تو اقتدا صحیح نہوگا ذکر

کیا ہی اسکا رملی شافعی نے سجدہ سہو کے باب میں ہم شامی نے کہا کہ یہ عبارت فلو اتم سے آخر تک در المختار کے بعض نسخوں میں ہی و قرأت قنوت الوتر وہو

مطلق الدعاء وکذا تکبیرۃ قنوتہ اور واجب ہی پڑھنا قنوت وتر کا اور قنوت مطلق دعا ہی یعنے ہر ایک دعا سے حاصل ہوتا ہی خصوصیت اللہم انا نستعینک

الخ کی نہیں کہ اس خاص دعا کا پڑھنا سنت ہی اور اسی طرح واجب ہی قنوت وتر کے لیے اللہ اکبر کہنا ہم بعضوں نے اس اللہ اکبر کہنے کو سنت کہا ہی

کذا فی الحلبی اور زیلعی نے کہا ہی کہ اسکے ترک کرنے سے سجدہ سہو واجب ہی کذا فی الشامی وتکبیرۃ رکوع الثالثۃ زیلعی اور واجب ہی اللہ اکبر کہنا تیسری

رکعت وتر کے رکوع کا کذا فی الزیلعی ہم زیلعی میں اس مسئلہ کا وجود نہ اسجگہ ہی نہ سجدہ سہو کے بیان میں اس سے معلوم ہوا کہ شارح کا بیان صحیح نہیں یعنے

یہ تکبیر رکوع کی واجب نہیں بلکہ سنت ہی وتکبیرات العیدین وکذا احدہا اور واجب ہیں تکبیریں دونوں عید کی جو چھ بار اللہ اکبر کہنا ہی ہر رکعت میں تین بار

اور اسیطرح واجب ہی انمیں سے ایک یعنی ہر تکبیر واجب جدا گانہ ہی یہ نہیں کہ چھوں ملکر واجب ہوں طحطاوی نے کہا کہ اسیطرح واجب ہیں تکبیریں ایام

تشریق کی چنانچہ انکا بیان آگے آویگا وتکبیر رکوع رکعۃ الثانیۃ کلفظ التکبیر فی افتتاحہ اور واجب ہی تکبیر عید کی دوسری رکعت کے رکوع کی جیسے

واجب ہی اللہ اکبر کہنا عید کی نماز کے شروع میں یعنے اگر سوا اللہ اکبر کے اور کسی لفظ سے شروع کریگا تو مکروہ تحریمی ہوگا کذا فی الشامی لکن الاشبہ

وجوبہ فی کل صلوتہ بحر فلیحفظ لیکن مشابہ ترجیح یہ ہی کہ اللہ اکبر کہنا ہر نماز کے شروع میں واجب ہی کذا فی البحر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے والجہر للامام

والاسرار للکل فیما یجہر فیہ ویسر اور واجب ہی پکار کر پڑھنا امام کو ان نمازوں میں کہ پکار کر پڑھا جاتا ہی یعنے صبح اور مغرب اور عشا اور جمعہ وغیرہ میں

اور واجب ہی آہستہ پڑھنا سبکو یعنی امام کو بالاتفاق اور تنہا کو صحیح تر قول میں ان نمازوں میں کہ آہستہ پڑھی جاتی ہیں چنانچہ ظہر اور عصر اور پچھلی رکعت مغرب کی

وغیرہ وبقی من الواجبات ایتان کل واجب او فرض فی محلہ اور باقی رہے واجبات میں سے واجبات آیندہ یعنی ایک واجب ادا کرنا ہی ہر واجب یا فرض کا

اسکے محل میں فلو اتم القراءۃ فمکث متفکرا سہوا ثم رکع او تذکر السورۃ فی الرکوع فضمہا قائما اعاد الرکوع وسجد للسہو تو اگر نمازی قراءت کو تمام کرکے

بھولے سے سوچتا رہگیا پھر رکوع کیا تو سجدہ سہو کرے یا یہ صورت ہوئی کہ سورہ کو ملانا بھول گیا اور رکوع کرنے میں اسکو یاد ہوا سو اسنے سورہ

کو کھڑے ہوکر ملایا تو رکوع دوبارہ کرے اور سجدہ سہو کرے ہم پہلی صورت مثال ہی فرض کی تاخیر کی اسکی موقع سے یعنے بعد قراءت کے رکوع فورا

فرض تھا تو اسنے رکوع کو اسکے محل سے ٹلا دیا اور دوسری مثال ہی واجب کو اسکی جگہ سے ٹالنی کی یعنے ضم سورہ واجب تھا بعد الحمد کے اسمیں ایک

رکوع زائد حائل ہوگیا شامی نے کہا کہ شارح کی عبارت میں ضعف ہی (اعاد الرکوع سجد للسہو) کہتا تو خوب تھا یعنے اس عبارت سے وہم یہ ہوتا ہی کہ اعادہ رکوع اور

سجدہ سہو دونوں مسئلوں سے متعلق ہی حالانکہ اعادہ رکوع صرف مسئلہ دوم سے متعلق ہی اور سجدہ سہو دونوں سے و ترک تکریر رکوع و تثلیث سجود اور واجب ہی

ترک کرنا رکوع کے مکرر کرنے کو اور سجدہ کے سہ بارہ کرنے کو یعنے اگر ایکبار رکوع کرکے پھر اعادہ اسکا کریگا یا دو سجدوں کی جگہ تین کریگا تو سجدہ سہو

لازم ہوگا وترک قعود قبل ثانیۃ او رابعۃ اور واجب ہی ترک کرنا قعدہ کا دوسری یا چوتھی رکعت سے پہلے تو اگر پہلی رکعت میں قعدہ کریگا

دو یا ہر رکعت والی نماز میں دوسری رکعت پر قعدہ کر لیگا تو سجدہ سہو لازم ہوگا کیونکہ زیادہ تحصل تین فرضین ورواجب جو ترک کرنا ہو زیادتی کا موجود فرضون
کے بیچ مین جیسے شامی میں ہے اور دو فرضون کی کچھ قید نہیں فرض اور واجب کے بیچ میں بھی زیادتی کا یہی حکم ہو مثلاً قعدہ اول کے تشہد مین زیادتی کی اور تیسری
رکعت کو نہ اٹھا تب بھی سجدہ سہو لازم ہوگا اور زیادتی میں یہ چپ رہنا بھی داخل ہو وفی النصاب الفتاویٰ ہی اور واجب ہو چپ رہنا مقتدی کا تو اگر مقتدی امام کے
پیچھے قرارت پڑھیگا تو قرارت کروہ تحریمی ہوگی مگر اصح قول میں نماز فاسد نہوگی اور اگر بھول کر پڑھیگا تو سجدہ سہو لازم نہوگا کیونکہ مقتدی پر سہو نہیں ہو
و متابعۃ الامام یعنی فی المجتہد فیہ اور واجب ہو امام کی پیروی اُن افعال مین جنمین اختلاف مجتہدین ہو مجتہد فیہ سے یہ مراد ہو کہ جسکی بنا دلیل
معتبر شرعی پر ہو جسکی رو سے مجتہد کو غیر کی مخالفت جائز ہو مثلاً امام نے عید کی تکبیرین تین سے زیادہ کہین جیسے شافعی پانچ کہتے ہین یا دعا قنوت رکوع سے
پہلے کہ سلام سے پیشتر کیے یا وتر مین قنوت بعد رکوع کے پڑھا تو ایسے امور مین پیروی امام کی واجب ہو اسی طرح جن امور مین اتفاق ہو انمین متابعت
بطریق اولیٰ واجب ہو لا فی المقطوع بنسخہ نہین واجب ہو متابعت اس فعل مین جسکا منسوخ ہونا قطعی ہو جیسے نماز جنازہ مین امام نے پانچ تکبیرین
کہین تو پانچوین مین اتباع نکرے اسلیے کہ ہر چند آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پانچ اور سات اور نو اور زیادہ تکبیرین مروی ہین مگر آخر فعل آپ کا
چار تکبیرین تھین تو یہ فعل پیشتر کے افعال کا ناسخ ہوا کذا فی الشامی عن الامداد او بعدم سنیتہ کقنوت فجر یا الیقین ہوا اس فعل کے نہ مسنون ہونے کا تو
اسمین بھی متابعت امام کی واجب نہین جیسے فجر کا قنوت یعنے اس صورت مین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک قوم پر بد دعا ایک مہینے تک
کی تھی پھر اسکا مسنون ہونا منسوخ ہوگیا تو اسمین بھی متابعت امام کی نکرے طحطاوی نے کہا کہ اس تقدیر پر کہ قنوت فجر پہلے سنت تھا اب منسوخ ہوگیا
یہی مثال مقطوع النسخ کی بھی ہوسکتی ہو وانما الفسد لمخالفتہ فی الفرض کما بسطناہ فی الخزائن اور نماز صرف فرض مین امام کی مخالفت کرنے سے فاسد
ہوتی ہو چنانچہ ہمنے اسکو خزائن الاسرار مین شرح بیان کیا ہو شامی نے کہا کہ فساد نماز واقع مین فرض کے ترک سے ہوتا ہو نہ متابعت کے ترک سے
مگر چونکہ ترک متابعت سے ترک فرض لازم آتا ہو اسلیے نماز کے فساد کو مخالفت کیطرف منسوب کیا اور فرض کی قید سے معلوم ہوا کہ واجب یا سنت
کے ترک سے نماز فاسد نہین ہوتی قلت فبلغت اصولہا نیفا و اربعین مین کہتا ہون کہ اصول واجبات کے کچھ اوپر ۴۰ ہوگئے ہم یعنے چودہ۱۴ واجب
مصنف نے بیان کیے تھے اور ۲۸ شارح نے زاید کیے تو کل ۴۲ ہوگئے اور انکی تفصیل شامی نے یون بیان کی ہو کہ الحمد کو ماتن نے ایک واجب
کہا شارح نے چھوڑ دن آیتون کو جدا جدا واجب بیان کیا تو پانچ واجب اسمین بڑھے اسی طرح عیدین کی چھو دن تکبیرون کو ماتن نے ایک کہا اور
شارح نے ہر ایک کو علیحدہ کہا تو پانچ انمین زیادہ ہوے اور تعدیل ارکان کو ایک واجب ماتن نے شمار کیا اور شارح نے رکوع اور سجدہ اور قومہ اور
جلسہ مین چارون جگہ تعدیل کو واجب کہا تو تین واجب اسمین زیادہ ہوے تو کل تیرہ۱۳ ہوے چودھوان۱۴ نہ مکرر پڑھنا فاتحہ کا پہلے سورہ کے پندرھوان۱۵
ترتیب قرارت اور رکوع مین سولھوان۱۶ ترتیب عدد رکعات مین سترھوان۱۷ بیچ کی التحیات پر زیادتی نکرنی اٹھارھوان۱۸ تکبیر قنوت انیسوان۱۹ تکبیر قنوت کے
رکوع کی بیسوان۲۰ تکبیر رکوع دوم دوگانہ عید کی اکیسوان۲۱ عید کے دوگانہ کے شروع مین اللہ اکبر کہنا بائیسوان۲۲ ہر فرض و واجب کو اپنے محل پر
ادا کرنا تیئیسوان۲۳ ترک کرنا مکرر رکوع چوبیسوان۲۴ ترک کرنا تثلیث سجدہ کا پچیسوان۲۵ ترک کرنا قعدہ کا دوسری یا چوتھی رکعت سے پیشتر
چھبیسوان ترک کرنا زیادتی کا بیچ مین دو فرضون کے ستائیسوان۲۷ چپ رہنا مقتدی کا اٹھائیسوان۲۸ پیروی امام کی اور چونکہ ان واجبات مین
واجبات ضرب اور تفصیل کی نہین اسلیے شارح نے انکو اصول واجبات کہا انتہی ولو بالبسط اکثر من الف اذا اختر بنج ۲۰ من نب ب تمتہ قعدہ
المنزب تشہد او ترک القعود منہ فیزید فیہ اھ علیہ نے ۷ کا مراد پھیلانے سے تعداد واجبات کی ایک لاکھ سے زیادہ ہو جائیگی اسلیے
کہ ایک واجب یعنے تشہد ۹ ۳ واجب پیدا کرتا ہو یعنی پانچ واجب مفصلۂ ذیل کے ضرب کرنے سے ۸ تشہدون مین جنکا بیان اوپر گذر الیعنی جہان شارح

نے کہا ہے کہ تشہد کبھی دس بار مکرر ہوتا ہے الخ اور وہ پانچ واجب یہ ہین اول قعدہ مغرب دوم اسکی التحیات سوم التحیات کو ناقص نہ پڑھنا چہارم اسکے کلمات کے اثنا مین زیادتی نکرنی پنجم اسکے تمام کرنے پر کچھ زیادہ نہ کرنا تو چونکہ ہر تشہد مین ۷۰ تشہدون سے یہ پانچون واجب ضرور ہونے چاہئین اسلیے پانچ کو ۷۰ مین ضرب کیا ۳۵۰ ہوے م شامی نے کہا کہ ان واجبات مذکورۂ بالا مین سو سے زیادہ سجدہ ہین اور ہر سجدہ مین تین واجب ہین تعدیل اور دونون ہاتھون کا زمین پر رکھنا اور دونون زانو کا رکھنا ان تین کو سو مین ضرب کرنے سے تین سو ہوتے ہین اور پہلے واجبات مین ملانے سے ۷۰۰ کے قریب ہو جاتے ہین اور جب اس رقم کو بقیہ ۴۲ واجبات مین ضرب کرو گے تو ۲۵ ہزار سے زائد ہونگے اور چونکہ مقتدی کی متابعت کچھ اوپر ۲۰ فرض مین اور کچھ اوپر ۴۰ واجبات مین واجب ہے یعنے کچھ اوپر ۶۰ جگہ واجب ہے تو اب اگر اوپر کے مجموعہ کو ۶۰ مین ضرب کرو تو ۱۵ لاکھ سے زائد واجب ہو سکتے ہین حالانکہ ابھی اور واجبات باقی ہین مثلاً ناک پر سجدہ کرنا اور رکوع مین قراءت نہ پڑھنا اور التحیات اور سلام سے پیشتر کھڑا نہونا وغیرہ پس انہین ضرب دینے سے تعداد اور بھی بڑھ جائیگی اسلیے شارح نے کہا والتتبع ینفی الحصر فتبصر اور تلاش واجبات کی نفی کرتی ہے حصر کو یعنے تلاش سے معلوم ہوتا ہے کہ لاتعد ولاتحصی ہین تو اسکو خوب دیکھ بھال لو م شامی نے کہا کہ ان واجبات مین اکثر صورتین فرضی اور عقلی ہین کہ کبھی خارج مین نہین پائی جاتی اور انکی تلاش سے بجز تضییع اوقات اور کچھ فائدہ نہین اور اگر ضرورت شارح کے کلام کے بیان کی نہوتی تو بہتر تھا کہ اس سے پہلو تہی کیجاتی انتہی مترجم نے بھی اسلیے مختصر ترجمہ پر کفایت کی اور شامی کی عبارت مین بہت کچھ تصرف کیا تاکہ صرف مطلب عبارت شارح کا ظاہر ہو جاے جو کوئی تفصیل اس مقام کی چاہے وہ شامی کو دیکھے فیلغز ای واجب لیستوجب ۹۳ واجبا تو چیستان پوچھی جاتی ہے کہ وہ کونسا واجب ہے جو ۹۳ واجبون کا مستوجب ہوتا ہے جس سے ۹۳ واجب لازم آتے ہین م جواب اس چیستان کا وہی قاعدہ اول مغرب کا ہے مقتدی کے حق مین بتفصیل مذکورۂ بالا وسننہا اور نماز کی سنتین یہ ہین جو آگے مذکور ہوتی ہین

ترک السنۃ لایوجب فسادا ولا سہوا بل اساءۃ لو عامدا غیر مستخف ترک کرنا سنت کا نہ تو نماز کے فساد کا موجب ہوتا ہے نہ سجدہ سہو کا بلکہ اساءت یعنے برا کرنے کا موجب ہے اگر نمازی نے دانستہ ترک کیا ہو اور سنت کو ہلکا نہ سمجھا ہو م یعنے اگر سنت نادانستگی مین ہو تو کچھ برائی بھی نہوگی اور اگر سنت کو حقیر جانیگا تو کافر ہو گا چنانچہ نہر الفائق مین بزازیہ سے منقول ہے کہ اگر سنت کو حق نجانیگا تو کافر ہوگا اسلیے کہ حق نجاننا حقیر سمجھنا ہے وقالوا الاساءۃ دون الکراہۃ اور فقہا نے کہا ہے کہ اساءت کم ہے بہ نسبت کراہت کے م شامی نے کہا کہ مراد کراہت سے تحریمی کراہت ہے یعنے اساءت مین ملامت بہ نسبت مکروہ تحریمی فعل کے کمتر ہے اور مکروہ تنزیہی سے زیادہ ہے اسلیے کہ تلویح مین ہے کہ سنت موکدہ کا چھوڑنا حرام سے قریب ہے اور نہر الفائق مین ہے کہ حکم سنت کا یہ ہے کہ اسکے ترک پر ملامت کیجاے اور کسی قدر گناہ بھی لاحق ہو اور طحطاوی نے کہا کہ اساءت کے معنے ترک اولی ہین تو وہ اور کراہت تنزیہی ایک ہوئی ثم ہی علی ما ذکرہ ثلاثۃ وعشرون پھر یہ سنتین بموجب مصنف کے بیان کے ۲۳ ہین اور واقع مین زیادہ ہین چنانچہ شارح بیان کریگا رفع الیدین للتحریمۃ فی الخلاصۃ ان اعتاد ترکہ اثم سنت ہے اٹھانا دونون ہاتھون کا تحریمہ کے لیے یعنے تکبیر سے پیشتر اور بعضون نے کہا کہ تکبیر کے ساتھ اور خلاصہ مین ہے کہ اگر ہاتھ نہ اٹھانے کا عادی ہو گا تو گناہگار ہو گا اور اگر کبھی ایسا ہو جاوے تو گناہگار نہو گا ونشر الاصابع اے ترکہا بحالہا اور سنت ہے تکبیر کے وقت پھیلا رکھنا انگلیون کا یعنے انکو بحال خود چھوڑنا کہ نہ بہت ملی ہون نہ بہت پھیلی وان لایطاطی راسہ عند التکبیر فانہ بدعۃ اور سنت ہے تکبیر کے وقت اپنے سر کو نہ جھکانا کیونکہ سر جھکانا اسوقت بدعت ہے طحطاوی نے کہا کہ ظاہرا تمام قیام مین سر جھکانا ایسا ہی ہے وجہر الامام بالتکبیر بقدر حاجتہ للاعلام بالدخول والانتقال وکذا بالتسمیع والسلام اور سنت ہے پکار کر کہنا امام کا اللہ اکبر کو بقدر اسکی حاجت کے خبردار کرنے کے لیے دخول اور انتقال پر یعنے اسقدر پکار کر کہے کہ مقتدیون کو نماز مین داخل ہونے اور ایک رکن سے دوسرے کی طرف جانے کی خبر ہو جاوے اور اسیطرح سنت ہے پکار کر کہنا سمع اللہ لمن حمدہ اور سلام کا م طحطاوی نے کہا کہ اگر امام حاجت سے زیادہ پکار کر کہیگا تو مکروہ ہوگا شامی نے کہا

نہ کرے اُس صورت مین کہ حاجت زیادتی بلانے کی نہو کیونکہ تشہیر آواز کی آپ ہی بتا دیتی اور آواز کو زیادہ ضرورت مین بلند کرنا باعث مکروہ
ہوگا بلکہ یہ معلوم کرنا چاہیے کہ جب امام شروع مین اللہ اکبر کہے تو اگر اسکی نیت صرف لوگون کو خبردار کرنیکی ہوگی تو اسکی نماز نہوگی اور نہ کسی مقتدی کی
ہوگی بلکہ خبردار کرنے کے ساتھ نیت اپنی نماز کی تحریمہ کی بھی کرے اسیطرح کبر جو امام کی آواز دوسرے لوگون کو پہنچاتا ہے وہ بھی اگر فقط خبردار کرنے کی نیت سے
اللہ اکبر کہیگا تو نماز نہ اسکی ہوگی نہ اُس شخص کی جو اسکی آواز پر اقتدا کریگا بلکہ پکار کر کہنے کے ساتھ تکبیر تحریمہ کا قصد کریگا تو نماز ہوگی اور بدون حاجت کے پکار
کر کہنا مکروہ ہے اور جو امام کہتا ہے سمع اللہ لمن حمدہ وہ اور مقتدی دونون آہستہ کہین والثناء والتعوذ والتسمیۃ والتامین سراً اور مسنون ہے پڑھنا اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کہنا اور بسم اللہ کہنا اور الحمد کے بعد آمین کہنا اور ان سب کا
آہستہ ہونا یعنی آہستہ کہنا سنت ہے ہر ایک کا پڑھنا سنت جداگانہ و وضع یمینہ علی یسارہ وکونہ تحت السرۃ للرجال لقول علی
رضی اللہ عنہ من السنۃ وضعہما تحت السرۃ ولخوف اجتماع الدم فی رؤس الاصابع اور مسنون ہے رکھنا اپنے داہنے ہاتھ کا بائین پر اور مسنون ہے مردون کو
رکھنا انکا ناف کے نیچے بسبب فرمانے علی مرتضیٰ کے کہ سنت ہے رکھنا دونون ہاتھون کا ناف کے نیچے اور بسبب خوف خون جمع ہو جانے کے انگلیون کے
پورون مین یعنی حکمت ہاتھون کے کھلے نہ رکھنے مین یہ ہے کہ زیادہ کھڑے رہنے سے انگلیون مین خون نہ اتر آوے وتکبیر الرکوع وکذا الرفع منہ بحیث
یستوی قائماً والتسبیح فیہ ثلاثاً والصاق کعبیہ واخذ رکبتیہ بیدیہ فی الرکوع وتفریج اصابعہ للرجل ولا یندب التفریج الا ہنا ولا الضم
الا فی السجود اور مسنون ہے رکوع کے لیے اللہ اکبر کہنا اور اسی طرح مسنون ہے رکوع سے سر اٹھانا اسطرح پر کہ برابر کھڑا ہو جاوے اور مسنون ہے رکوع مین
تین بار سبحان ربی العظیم کہنا یعنی تین بار سے کم کہنا مکروہ تنزیہی ہے اور مسنون ہے دونون ٹخنون کا ملانا یعنی اگر بلا عذر ہو سکے اور مسنون ہے پکڑنا اپنے دونون زانو
کا اپنے دونون ہاتھون سے رکوع کے اندر اور مسنون ہے پھیلانا اپنی انگلیون کا مرد کو اور نہین مستحب ہے کشادہ رکھنا انگلیون کا مگر رکوع کے اندر اور
نہ ملا ہوا رکھنا مگر سجدہ کے اندر وتکبیر السجود وکذا الرفع منہ بحیث یستوی جالساً وکذا التکبیرہ والتسبیح فیہ ثلاثاً ووضع یدیہ ورکبتیہ فی السجود
اور مسنون ہے سجدہ کے لیے اللہ اکبر کہنا اور اسی طرح مسنون ہے سجدہ سے اٹھنا اسطرح کہ برابر بیٹھ جاوے اور ایسے ہی مسنون ہے سجدہ سے اٹھنے کو تکبیر
کہنا اور مسنون ہے سجدہ مین تین بار سبحان ربی الاعلیٰ کہنا اور مسنون ہے دونون ہاتھون اور زانوؤن کا رکھنا سجدہ مین ہم اکثر فقہا نے ہاتھون اور زانون
کا زمین پر رکھنا مسنون کہا ہے اور فقیہ ابو اللیث نے فرض کہا ہے اور فتوی عدم فرضیت پر ہے اور فتح القدیر مین اسکو واجب کہا ہے اسوجہ سے کہ مطابق حدیث
کے ہے اور اسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت فرمائی ہے بحر الرائق مین کہا کہ انشاء اللہ وجوب کا قول سب اقوال سے بہتر اور متوسط ہے بسبب اسکے
موافق ہونے کے اصول سے کذا فی الشامی فلا تلزم طہارۃ مکانہما عندنا پس لازم نہین پاک ہونا ہاتھ اور زانو کی جگہ کا ہم حنفیون کے نزدیک کذا فی المجتبیٰ
یعنے جب انکا رکھنا سجدہ مین فرض نہین تو اگر ناپاک جگہ پر رکھے جاوینگے تو نماز فاسد نہوگی ہم شامی نے کہا کہ ان دونون اعضا کے مکان کی طہارت
کا شرط نہونا روایت ضعیف ہے صحیح یہ ہے کہ اگر انکی جگہ بھی ناپاک ہوگی تو نماز فاسد ہوگی کیونکہ اعضا کا نجاست سے لگنا ایسا ہے جیسے نجاست کا اٹھانا
الا اذا سجد علی کفہ کما مر مگر جس صورت مین کہ سجدہ اپنی ہتھیلی پر کریگا اُسوقت پاک ہونا اسکی جگہ کا شرط ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا وافتراش
رجلہ الیسریٰ فی تشہد الرجل اور مسنون ہے بچھانا اپنے بائین پاؤن کا مرد کے تشہد مین یعنے التحیات پڑھنے مین مسرد بائین پاؤن
کو بچھا لے والجلسۃ بین السجدتین اور مسنون ہے بیٹھنا دونون سجدون کے درمیان مین ٹھنڈا دی نے کہا کہ ماتن نے اول سر اٹھانا
سجدہ سے مسنون کہا تھا شارح نے انہین یہ قید لگائی کہ اسطرح سر اٹھاوے کہ برابر بیٹھ جاوے تو اس قید سے بیٹھنا مکرر ٹھہرا ہے لیکن اگر
شارح کی قید کا لحاظ نکرو تو سر اٹھانا جدا سنت ہے اور جلسہ جدا ووضع یدیہ فیہا علی فخذیہ کالتشہد للتوارث اور مسنون ہے رکھنا اپنے

دونون ہاتھون کا جلسہ مین اپنے دونون زانوون پر جیسے التحیات مین ہاتھون کا رکھنا زانوون پر مسنون ہی بسبب توارث کے یعنے اکابر سے اسی طرح پہونچا ہی طحطاوی نے کہا کہ ہاتھ ایسی طرح رکھے کہ انگلیون کی پورین گھٹنون کے پاس ہون وهذا مما اغفله اہل المتون والشروح الا فی امداد الفتاح للشرنبلالی اور یہ یعنی جلسہ کا مثل التحیات کے بیٹھنے کے ہونا اس قسم سے ہی کہ متن اور شرح والون نے اسکا ذکر نہین کیا چنانچہ شرنبلالی کی امداد الفتاح مین ہی قلت یاتی معزیا للمنیۃ فافہم مین کہتا ہون اور یہ ذکر منسوب منیہ کی طرف آگے آویگا تو اسکو سمجھ لے ہم شاید فافہم سے یہ اشارہ ہی کہ کلام فقہا سے اس جلسہ کا حال مثل تشہد کے جلسہ کے نکلسکتا ہی اسطرح کہ اگر ان دونون مین کچھ مخالفت ہوتی تو اسکو بیان کر دیتے جیسے جلسہ اخیرہ مین دونون پانون کے ایکطرف نکالنے کو بیان کرتے ہین توجب مطلق بیان کیا تو معلوم ہوا کہ یہ جلسہ مثل جلسہ تشہد کے ہی کذا فی الشامی والصلوٰۃ علی النبی فی القعدۃ الاخیرۃ وفرض الشافعی قول اللہم صل علی محمد اور مسنون ہی درود پڑھنا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قعدہ اخیرہ مین اور فرض کہا ہی امام شافعی نے کہنا اللہم صل علی محمد کا یعنے اُنکے نزدیک قعدہ اخیرہ مین درود اسقدر فرض ہی ونسبوہ الی الشذوذ ومخالفۃ الاجماع اور محدثین نے اس قول کو شاذ اور مخالف اجماع کے کہا ہی م طحاوی اور ابوبکر رازی اور خطابی اور بغوی اور ابن منذر اور ابن جریر طبری نے اسکو شاذ کہا ہی لیکن بحر الرائق مین منقول ہی کہ بعض صحابہ اور تابعین سے روایت موافق امام شافعی کے پائی جاتی ہی تو اس صورت مین شاذ کہنا بلا وجہ ہی کذا فی الشامی والدعاء بما یشبہ الفاظ القرآن والسنۃ لا کلام الناس خلافا لمن اطلقہ کالشافعی اور مسنون ہی درود کے بعد اور قبل سلام کے ایسی چیز کی دعا جسکا مانگنا بندون سے محال ہو جو دعا کہ اس باب مین مسنون ہی اسکا ذکر فصل آئندہ مین آویگا وبقی تکبیرات الانتقالات حتی تکبیرۃ القنوت علی قول اور سنتون مین سے باقی رہی اور تکبیرین ایک رکن سے دوسرے رکن مین جانے کی یعنے رکن کے بدلنے کے لیے اللہ اکبر کہنا مسنون ہی یہان تک کہ قنوت کے لیے اللہ اکبر کہنا ایک قول کے بموجب طحطاوی نے کہا کہ اس تکبیر کے مسنون ہونے کا قول ضعیف ہی بلکہ وہ واجب ہی جیسا پہلے بیان ہوا والتسبیح للامام والتحمید لغیرہ اور مسنون ہی سمع اللہ لمن حمدہ کہنا امام کو اور ربنا لک الحمد کہنا امام کے غیر کو یعنے مقتدی اور تنہا پڑھنے والے کو وتحویل الوجہ یمنۃ ویسرۃ للسلام اور پھیرنا منھ کا داہنے اور بائین سلام کے وقت م اور مسنون ہی سلام مین ابتدا کرنا داہنے سے اور امام کو نیت مردون اور فرشتون کی کرنی اور پست کہنا دوسرے سلام کا بہ نسبت اول کے کذا فی الشامی ولہا آداب اور نماز کے کچھ آداب ہین ترکہ لا یوجب اساءۃ ولا عتابا کترک سنۃ الزوائد لکن فعلہ افضل آداب کا ترک کرنا نہ مکروہ تنزیہی ہونیکا موجب ہی اور عتاب کا باعث جیسے چھوڑنا سنت زوائد کا عتاب وکراہت کا موجب نہین لیکن کرنا ادب کا افضل ہی م نماز مین ادب اسکو کہتے ہین جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یا دو بار کیا ہو اور اسپر مداومت نفرمائی ہو جیسے رکوع اور سجدہ مین تین بار سے زیادہ تسبیح کہنا اور علما مین کئی تعریفین ادب کی کرکے آخر کو کہا کہ ظاہرا ادب اور مستحب ایک ہی چیز ہین اور سنت زائدہ اسکو کہتے ہین جو موکد نہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو بطور عادت کے کیا ہو جیسے آپ کی سیرت لباس اور نشست وبرخاست مین یا نماز چاشت اور اسکا مقابل سنت ہدی ہی یعنی سنت موکدہ جیسے اذان اور جماعت ہی کذا فی الشامی نظرہ الی موضع سجودہ حال قیامہ والی ظہر قدمیہ حال رکوعہ والی ارنبۃ انفہ حال سجودہ والی حجرہ حال قعودہ والی منکبیہ الایمن والایسر عند التسلیمۃ الاولی والثانیۃ لتحصیل الخشوع مستحب ہی دیکھنا نمازی کا کھڑے ہونیکے وقت اپنے سجدہ گاہ کیطرف اور رکوع کے وقت اپنے دونون پانون کی پشت کیطرف اور سجدہ کرنے مین اپنی ناک کی نوک کی طرف اور قعود کی حالت مین اپنی گود کی طرف اور پہلے سلام پھیرنے کے وقت اپنے داہنے شانے کی طرف اور دوسرے سلام کے وقت اپنے بائین شانہ کیطرف یہ سب آداب ہین واسطے حاصل کرنے خشوع اور انکسار کے طحطاوی نے کہا کہ ظاہرا اگر ان جگہون مین کوئی ایسی چیز ہو گی جس سے دل ہٹے تو اُنکی طرف دیکھنا

مستحب ہے کیونکہ اس سے فاسد ہو جاتا ہے اور یہ جو مستحب ہے بقدر قدرت ہے و امساک فمہ عند التثاؤب ولو باخذ شفتہ بسنہ فان لم یقدر غطاہ بظہر
یدہ الیسری وقیل بالیمنی لو قائما والا فیسراہ مجتبی و مستحب ہے اپنا منہ بند کرنا جماہی لینے کے وقت اگرچہ ہونٹ کو دانت سے پکڑنے سے بند کیا ہو پھر اگر نہ بند
ہو سکے تو اسکو اپنے بائیں ہاتھ کی پیٹھ سے چھپا دے اور بعضوں نے کہا کہ اگر کھڑا ہو تو داہنے کی پیٹھ سے چھپا دے اور نہیں تو بائیں کی پیٹھ سے کذا
فی المجتبی مترجم کہتا ہے کہ بنا کرنے کی یہ ہے کہ جماہی لینا نماز میں و خارج نماز کے مکروہ ہے اور کھڑے ہونے میں داہنا ہاتھ اسلیے کہا کہ حرکت ایک ہاتھ کی ہو
حالانکہ بائیں ہاتھ کو داہنے کے نیچے سے نکالنے میں دونوں ہاتھوں کو حرکت ہوگی اور بعض نسخوں میں لفظ شفتیہ بصیغہ تثنیہ ہے کہ جس کے دونوں ہونٹ کا دبانا
کے دفع کے لیے دانت سے و تثنیہ کا صیغہ ضرور درست ہے کذا فی الشامی و کمیہ یا ہاتھ کو چھپا دے اپنی آستین سے لان التغطیۃ بلا ضرورۃ مکروہۃ تحریما آستین
سے منہ اسوقت چھپا دے کہ جب بلا ضرورت ہاتھ آستین سے منہ بند ہوا اسلیے کہ منہ کا چھپانا بدون ضرورت کے مکروہ ہے اگر جو منہ کو دانت سے دبا کر جماہی
روک سکتا تھا مگر اسوقت نہ روکا بلکہ ہاتھ یا آستین سے منہ کو چھپایا تو مکروہ ہوگا کذا فی الخلاصہ فائدہ ترکیب جماہی کے دور کرنے کی یہ نہایت عمدہ ہے کہ اپنے
دل میں سوچے کہ انبیا علیہم السلام نے جماہی نہیں لی قدوری اور شامی نے ذکر کیا کہ ہم نے اسکا بارہا امتحان کیا فورا جماہی دفع ہوگئی واخراج کفیہ من کمیہ
عند التکبیر للرجل الا لضرورۃ کبرد اور مستحب ہے اپنی دونوں آستینوں میں سے دونوں ہاتھوں کا باہر کرنا مرد کو اللہ اکبر کہنے کے وقت یعنی شروع نماز
میں مگر کسی ضرورت سے مثل سردی کے باہر نکالنا ہاتھوں کا مستحب نہیں رہتا ودفع السعال ما استطاع لانہ بلا عذر مفسد فیجتنبہ اور مستحب ہے دفع کرنا
کھانسی کا اپنے مقدور بھر اسلیے کہ کھانسنا بلا عذر مفسد نماز ہے یعنی جبکہ اس سے حروف پیدا ہوں کذا فی العینی تو اس سے اجتناب کرے والقیام لامام
ومؤتم حین قیل حی علی الفلاح خلافا لزفر فعندہ عند حی علی الصلوۃ ابن کمال اور مستحب ہے کھڑا ہونا امام اور مقتدی کو جبکہ تکبیر میں حی علی الفلاح
کہا جائے بخلاف قول زفر کے کہ انکے نزدیک حی علی الصلوۃ کہنے کے وقت کھڑا ہونا مستحب ہے کذا ذکرہ ابن کمال شامی نے کہا کہ یہ نقل قول زفر کی
درست نہیں بلکہ حسن بن زیاد اور زفر کا قول یہ ہے کہ قد قامت الصلوۃ کہنے کے وقت کھڑا ہو ان کان الامام بقرب المحراب والا فیقوم کل صف ینتہی
الیہ الامام علی الاظہر حی علی الفلاح کے وقت کھڑا ہونا اسوقت مستحب ہے کہ امام محراب کے پاس ہو اور اگر محراب سے دور ہو یعنی صفوں کے پیچھے سے
اپنی جگہ جانا چاہے تو جس صف میں امام پہونچے وہی کھڑی ہو جائے ظاہر قول میں وان دخل من قدام قاموا حین یقع بصرہم علیہ اور اگر امام آگے
کی جانب سے داخل ہو تو لوگ اسوقت کھڑے ہوں جب انکی نظر امام پر پڑے الا اذا اقام الامام بنفسہ فی مسجد فلا یقفوا حتی یتم اقامتہ ظہیریہ
جبکہ امام خود مسجد میں تکبیر کہے تو مقتدی کھڑے نہوں یہانتک کہ امام اقامت پوری کرے کذا فی الظہیریہ شامی نے کہا کہ شارح کو فی المسجد
الف لام کے ساتھ اور فلا یقفون کہنا مناسب تھا بصیغہ نفی وان خارجہ قام کل صف ینتہی الیہ بحر اور اگر امام مسجد کے باہر ہو تو جس صف تک
پہونچے وہ کھڑی ہو کذا فی البحر شامی نے کہا کہ اس قول کو ہمنے بحر الرائق میں نہ پایا بلکہ نہر الفائق میں مذکور ہے وشروع الامام فی الصلوۃ
مذ قیل قد قامت الصلوۃ ولو اخر حتی اتمہا لا باس بہ اجماعا وہو قول الثانی والثلاثۃ وہو اعدل المذاہب کما فی شرح المجمع لمصنفہ وفی القہستانی
معزیا للخلاصۃ انہ الاصح اور مستحب ہے نماز شروع کرنا امام کا جبکہ قد قامت الصلوۃ کہا جائے اور اگر نماز کے شروع کرنے میں تاخیر کی یہانتک
کہ مؤذن نے اقامت تمام کر لی تو اسمیں کچھ مضائقہ نہیں بالاتفاق اور وہ یعنی تاخیر کرنا امام ابو یوسف اور ائمہ ثلاثہ کا قول ہے اور وہی بہتر
مذاہب کا ہے جیسا کہ شرح مجمع میں اسکے مصنف نے ذکر کیا ہے اور قہستانی میں منسوب بخلاصہ یوں ہے کہ تاخیر کرنا ہی صحیح تر قول ہے اسلیے کہ اس
سے نمازیوں پر اشتباہ نہ ہوگا اور مؤذن بھی امام کے ساتھ نماز شروع کر سکیگا فرع مسئلہ لحقہ شارح کا لو لم یعلم ما فی الصلوۃ من فرائض
وسنن اجزاہ قنیہ اور اگر نمازی نے یہ نہ جانا کہ جو فرض مثلا ادا کرتا ہے اسمیں فرض کیا افعال ہیں اور سنت کیا تو یہ نماز اسکو کافی ہوگی کذا فی القنیہ

فصل

اس فصل میں نماز کے ادا کرنے کا بیان شروع سے آخر تک اس طریق پر ہے جو سلف سے منقول چلا آیا ہے (وَاِذَا اَرَادَ الشُّرُوْعَ فِی الصَّلٰوۃِ کَبَّرَ لَوْ قَادِرًا
لِلْاِفْتِتَاحِ اَیْ قَالَ وُجُوْبًا اَللّٰہُ اَکْبَرُ) اور جب نمازی نماز شروع کرنا چاہے تو شروع نماز کے لیے تکبیر کہے اگر کہنے پر قادر ہو یعنی بر اوجوب لفظ اللہ اکبر کہے طحطاوی
نے کہا کہ قادر کی قید سے عاجز نکل گیا اور اللہ اکبر کہنے کے وجوب سے یہ نکلا کہ اگر اللہ کبیر یا اللہ اکبر یا اللہ الکبیر کہیگا تو واجب ادا نہ ہوگا (وَلَا یَصِیْرُ شَارِعًا بِالْمُبْتَدَاءِ
فَقَطْ کَاللّٰہِ وَلَا بِاَکْبَرَ فَقَطْ ھُوَ الْمُخْتَارُ) اور نماز کا شروع کرنے والا نہوگا صرف مبتدا کہنے سے جیسے فقط اللہ کہے اور خبر کچھ نہ کہے اور نہ صرف اکبر کہنے سے شروع
کرنے والا ہوگا یہی قول مختار ہے شامی نے کہا کہ یہی قول امام محمد کا ہے اور یہی ظاہر الروایۃ ہے امام اعظم سے اور وجہ شروع کرنیوالا نہونے کی یہ ہے کہ شروع
نماز کی شرط پورا جملہ ہے تو صرف مبتدا یا خبر کہنے سے شرط نپائی جاویگی (فَلَوْ قَالَ اللّٰہُ مَعَ الْاِمَامِ وَاَکْبَرُ قَبْلَہٗ اَوْ اَدْرَکَ الْاِمَامَ رَاکِعًا فَقَالَ اللّٰہُ قَائِمًا وَاَکْبَرُ رَاکِعًا لَمْ یَصِحَّ
فِی الْاَصَحِّ) پس اگر مقتدی نے لفظ اللہ امام کے ساتھ کہا اور لفظ اکبر کو امام کے فارغ ہونے سے پیشتر کہہ لیا یعنے ہنوز امام نے اکبر کو پورا نہیں کیا تھا کہ مقتدی کہہ چکا یا
مقتدی نے امام کو رکوع میں پایا تو لفظ اللہ تو کھڑے ہوئے کہا اور اکبر رکوع میں تو دونوں صورتوں میں اسکا اقتدا درست نہوگا صحیح تر قول میں ہم پہلی صورت میں اقتدا
اسلیے صحیح نہوا کہ امام بوجہ ناتمام ہونے اللہ اکبر کے ابھی نماز کا شروع کرنے والا نہیں ہوا تھا کہ مقتدی نے اسکا اقتدا کر لیا تو خارج نماز کا اقتدا ہوا اور دوسری
صورت میں شرط تحریمہ مفقود ہے یعنے حالت قیام میں پورا جملہ چاہیے تھا وہ نہوا اسلیے اقتدا بھی صحیح نہوا شامی نے کہا کہ جیسے اقتدا صحیح نہیں ویسے ہی مقتدی
خود اپنی نماز کا شروع کرنے والا بھی نہوگا کیونکہ اُسنے قصد شریک ہوکر پڑھنے کا کیا تھا یعنے تنہا پڑھنے کی نیت پہلے ہی نہ تھی (کَمَا لَوْ فَرَغَ مِنَ اللّٰہِ قَبْلَ الْاِمَامِ)
جیسے اقتدا صحیح نہیں جبکہ فارغ ہوا مقتدی لفظ اللہ کے کہنے سے پہلے شروع کرنے امام کے یعنے امام نے تکبیر تحریمہ ابھی شروع نہیں کی کہ مقتدی
اللہ کہہ چکا تو اقتدا صحیح نہوگا (وَلَوْ ذَکَرَ الْاِسْمَ بِلَا صِفَۃٍ صَحَّ عِنْدَ الْاِمَامِ خِلَافًا لِمُحَمَّدٍ رَحِمَہُ اللّٰہُ) اور اگر صرف اسم ذات کو یعنے لفظ اللہ کو ذکر کیا بدون صفت یعنی اکبر کے تو صحیح ہے
امام کے نزدیک برخلاف محمد کے طحطاوی نے کہا کہ یہ مسئلہ مکرر ہوگیا اور باوجود مکرر ہونے کے ضعیف ہے کیونکہ ظاہر الروایت پر مبنی نہیں کذا ذکرہ الحلبی ہم
اگر پہلی صورت کو یعنے صرف مبتدا کے ذکر کرنے سے شروع کرنیوالا نہونے کو منفرد یا امام کے لیے محمول کریں اور اس صورت کو حالت اقتدا پر تو تکرار نہیں ہوتا
(بِالْحَذْفِ اَوْ مَدَّ اَحَدَ الْھَمْزَتَیْنِ مُفْسِدٌ وَتَعَمُّدُہٗ کُفْرٌ وَکَذَا الْبَاءُ فِی الْاَصَحِّ اللّٰہُ اَکْبَرُ وُجُوْبًا) کہے ہمزوں کے حذف کرنے کے ساتھ یعنے اللہ اور اکبر کے ہمزوں کو
بڑھا کر نہ کہے اسلیے کہ کھینچکر پڑھنا ان دو ہمزوں میں سے ایک کا مفسد ہے شروع نماز کا اگر نادانستگی میں بڑھا کر پڑھا ہوا اور جانکر انکو مد کرنا کفر ہے اور
اسیطرح ب کا بڑھانا لفظ اکبر سے صحیح تر قول میں مفسد ہے ہم مقابل اسکا وہ ہے جو حلبی نے شرح منیہ میں ذکر کیا ہے کہ ب کا بڑھانا مفسد نہیں کذا فی الطحطاوی
(وَیُشْتَرَطُ کَوْنُہٗ قَائِمًا فَلَوْ وَجَدَ الْاِمَامَ رَاکِعًا فَکَبَّرَ مُنْحَنِیًا اِنْ اِلَی الْقِیَامِ اَقْرَبُ صَحَّ وَلَغَتْ نِیَّۃُ تَکْبِیْرَۃِ الرُّکُوْعِ) اور شرط ہے اللہ اکبر کہنا کھڑے ہوکر یعنے فرض
نماز میں باوجود قدرت کھڑے ہوکر تحریمہ کرنا چاہیے پس اگر امام کو رکوع میں پایا اور جھکے ہوئے اللہ اکبر کہا تو اگر یہ جھکنا قیام سے قریب ہوگا
یعنے اسقدر جھکا ہوگا کہ ہاتھوں سے گھٹنوں کو نہ پکڑ سکے تو شروع صحیح ہوگا اور تکبیر رکوع کی نیت لغو ہوگی ہم صورت اسکی یہ ہے کہ مقتدی نے جو
اللہ اکبر کہا اس سے رکوع کی نیت کی نہ نماز کے شروع کی تو یہ تکبیر تحریمہ کی ہوجائیگی اور رکوع کی نیت لغو ہوگی اسلیے کہ تکبیر تحریمہ فرض اور شرط ہے اور رکوع
کی تکبیر نفل ہے اور چونکہ یہ نفل فرض کے محل میں واقع ہوئی اسلیے فرض کی طرف پھیری گئی کذا فی الشامی مختصراً (فُرُوْعٌ) مسائل ملحقہ شارح کے (کَبَّرَ غَیْرَ عَالِمٍ
بِتَکْبِیْرِ اِمَامِہٖ اِنْ اَکْبَرُ رَأْیِہٖ اَنَّہٗ کَبَّرَ قَبْلَہٗ لَمْ یُجْزِہٖ وَاِلَّا اَجْزَأَ مُحِیْطٌ) مقتدی نے اللہ اکبر کہا اور یہ نہیں جانتا کہ امام اللہ اکبر کہہ چکا ہے یا نہیں تو اگر اسکی رائے غالب
یہ ہے کہ میں نے امام سے پہلے اللہ اکبر کہا ہے تب تو اقتدا درست نہوگا ورنہ جائز ہوگا کذا فی المحیط یعنے اگر گمان غالب یہ ہوگا کہ امام کے ساتھ یا
اسکے بعد اللہ اکبر کہا ہے یا کچھ گمان ہی نہو کہ پہلے کہا یا پیچھے تو اقتدا درست ہوگا کذا فی الشامی (وَلَوْ اَرَادَ بِتَکْبِیْرِہٖ التَّعَجُّبَ اَوْ مُتَابَعَۃَ الْمُؤَذِّنِ

م یعنی جو نماز اذان میں شروع کرنا اللہ اکبر کہنے سے تعجب کا کیا یا موذن کے جواب دینے کا ارادہ کیا تو شروع کرنا نماز کا نہ ہوگا کیونکہ تعجب کرنا اور
جواب اذان کا دینا اجنبی باتین ہین اور نماز کی منافی ہین تو انسے شروع درست نہو گا و یجزم الراء لقوله صلی اللہ علیہ وسلم الاذان جزم والاقامة
جزم والتکبیر جزم م یعنی الاذان اور اللہ اکبر کی ر کو جزم کرے بسبب فرمانے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ اذان جزم ہے
اور اقامت جزم ہے اور اللہ اکبر کہنا جزم ہے کذا فی الفتح اور یہ حدیث باب الاذان مین گذری م اذان جزم ہے یعنی اسکے کلمات کے آخر پر حرکت نہین یہ
حدیث ابراہیم نخعی سے موقوفا اور مرفوعا مروی ہے و اکتفا بتیسیر شارحنا بالنیة عند التکبیر لا به وحده ولا بها وحدها بل بهما اور بات یون ہے کہ شروع
کرنا نماز کا نیت سے ہوتا ہے اللہ اکبر کہنے کے وقت نہ صرف اللہ اکبر کہنے سے اور نہ صرف نیت سے بلکہ دونون چیزون سے م یعنے چونکہ نیت بھی
صحت نماز کی شرط ہے اور تحریمہ بھی اور نیت تحریمہ سے پیشتر بھی جائز ہے بشرطیکہ کوئی اجنبی فعل مثل کھانے پینے کے بیچ مین واقع نہو تو اس سے یہ
وہم ہوتا ہے کہ شاید صرف نیت کافی ہو اسلیے ماتن نے تصریح کر دی کہ نیت تحریمہ کے وقت ہونی چاہیے کذا فی الشامی و لا یلزم العاجز عن النطق
کاخرس وامی تحریک لسانه وکذا فی حق القراءة ہو الصحیح لتعذر الواجب فلا یلزم غیرہ الا بدلیل فتکفی النیة اور جو شخص کہ بولنے سے عاجز ہے جیسے گونگا
اور امی اسکو اللہ اکبر کہنے کے لیے اپنی زبان کا ہلانا ضرور نہین اور اسی طرح قرات کے حق مین زبان کا ہلانا ضرور نہین یہی صحیح ہے زبان کا ہلانا لازم
نہین بسبب دشوار ہونے واجب کے تو نہین لازم ہو گا واجب کا غیر بدون دلیل کے اسلیے نیت کافی ہو گی م یعنی اللہ اکبر کہنا اور قرات واجب ہے اور
یہ واجب عاجز سے ادا نہین ہو سکتا تو دوسری چیز یعنے زبان ہلانے کو اسپر لازم کرنا بدون دلیل کے کیسے درست ہو اسلیے عاجز کی نیت ہی نماز مین کافی
ہے لکن ینبغی ان یشترط فیها القیام وعدم تقدیمها علی القیام لقیامها مقام التحریمة ولم اره لیکن سزاوار یہ ہے کہ عاجز کی نیت مین قیام شرط ہو اور نماز سے پیشتر نہو کیونکہ
نیت اس صورت مین قائم مقام تحریمہ کی ہے اور مین نے اسکو دیکھا نہین م یعنے چونکہ عاجز کے حق مین نیت کافی ہے تحریمہ کی کچھ ضرورت نہین اس سے
یہ نکلا کہ نیت قائم مقام تحریمہ کے ہو گئی تو شارح نے بہ تبعیت مصنف نہر الفائق کے کہا ہے کہ تحریمہ کی شرطین یعنے قیام اور مقدم نہونا عاجز کی نیت مین ملحوظ
ہونا چاہیے مگر مین نے اسکی تصریح نہین دیکھی شامی نے کہا کہ عاجز کی نیت کا قائم مقام تحریمہ کے ہونا بدون دلیل کیسے مانا جاوے کیونکہ نیت اور تحریمہ دونون
شرطین علحدہ ہین تو جب ایک شرط کسی عذر سے ساقط ہو گئی اور دوسری پر اکتفا کی گئی تو اس سے یہ کیسے لازم آیا کہ دوسری شرط ساقط کے قائم مقام ہو گئی
ثم فی الاشباه فی قاعدة التابع تابع فالمفتی به لزومه فی تکبیرة وتلبیة لا قراءة پھر اشباہ مین اس قاعدہ کے بیان مین کہ تابع تابع رہتا ہے یہ ہے کہ فتوی
اسپر ہے کہ زبان ہلانا عاجز پر لازم ہے اللہ اکبر کہنے اور لبیک کہنے مین اور لازم نہین قرات مین م شامی مین محیط سے منقول ہے کہ قرات فرض قطعی ہے و
تلبیہ فرض ظنی تو چاہیے کہ تلبیہ مین بطریق اولی لازم نہو و رفع یدیه قبل التکبیر وقیل معه ماسا بابهامیه شحمتی اذنیه اور اٹھاوے اپنے دونون ہاتھ اللہ اکبر
کہنے سے پہلے اور بعضون نے کہا کہ اللہ اکبر کے ساتھ ہی اٹھاوے لگانے والا دونون انگوٹھون کو دونون کانون کی لو سے م اللہ اکبر سے پہلے
ہاتھون کا اٹھانا منسوب ہے طرفین کیطرف اور صاحب ہدایہ نے اسکی تصحیح کی ہے اور خلاصہ اور محیط وغیرہ مین ہے کہ جب اللہ اکبر کہنا شروع کرے اسیوقت ہاتھون
کا اٹھانا شروع کرے اور جب اسکو تمام کرے اسیوقت اسکو تمام کرے اور تیسرا قول یہ ہے کہ بعد اللہ اکبر کے اٹھاوے اور یہ سب اقوال حدیث شریف مین مروی
ہین کذا فی الشامی ہو المراد بالمحاذاة لانها لا تتیقن الا بذلك کانون تک ہاتھون کا اٹھانا ہی مراد ہے محاذات سے جو کہ ظاہر الروایة اور بعض احادیث
مین وارد ہے اسلیے کہ محاذات بدون اسطرح اٹھانے کے یقینی نہو گی م یعنے بعض احادیث مین جو حذو اذنیه آیا ہے یعنے دونون کانون کے برابر ہاتھ
اٹھاوے اس سے مراد یہی ہے کہ انگوٹھے کانون کی لو کو لگین اور شانون تک اٹھانے مین برابری کانون کی ثابت نہین اور جن حدیثون مین شانون تک
اٹھانا مروی ہے اس حالت پر محمول ہے کہ ہاتھ سردی کے سبب کپڑون کے اندر ہون اور ابن ہمام نے دونون حدیثون مین توفیق اسطرح کی ہے کہ ہتھیلیون کو

انگوٹھوں کے برابر کرنے سے کانوں کی محاذات انگوٹھوں سے ہو جاتی ہے کذا فی الشامی بتصرف ویستقبل بکفیہ القبلۃ وقیل خدیہ اور اپنی دونوں ہتھیلیوں
کو قبلہ کی طرف متوجہ کرے اور قول ضعیف یہ ہے کہ ہتھیلیوں کا رخ دونوں رخساروں کی طرف کو رکھے والمرأۃ ولو امۃ کما فی البحر لکن فی النہر عن السراج
انہا ہنا کالرجل وفی غیرہ کالحرۃ اور عورت اگر لونڈی ہو چنانچہ بحر الرائق میں ہے لیکن نہر الفائق میں سراج سے منقول ہے کہ لونڈی اس مقام میں یعنے
رفع یدین میں مرد کے برابر ہے اور دوسرے افعال مثلاً رکوع اور سجدہ میں مثل آزاد بی بی کے ہے ترفع بحیث یکون رؤس اصابعہا حذاء منکبیہا وقیل
کالرجل عورت اپنے ہاتھ اسطرح اٹھادے کہ اسکی انگلیوں کے برابر اسکے دونوں شانوں کے ہو جائیں اور حسن نے امام اعظم سے روایت کی
کہ عورت مثل مرد کے ہے ہاتھ اٹھانے میں مگر اول قول کو ہدایہ میں صحیح کہا ہے وصح شروعہ ایضاً مع کراہۃ التحریم بتسبیح وتہلیل وتحمید وسائر کلم التعظیم
الخالصۃ لہ تعالیٰ ولو مشترکۃ کرحیم وکریم فی الاصح اور نیز صحیح ہے شروع کرنا نمازی کا نماز کو کراہت تحریمی کے ساتھ سبحان اللہ کہنے اور لا الہ الا اللہ
کہنے اور الحمد للہ کہنے سے اور سب اللہ تعالیٰ کے خالص تعظیم کے کلمات سے اگرچہ مشترک ہوں مثل رحیم اور کریم کے صحیح تر قول میں م تعظیم میں
خالص کی قید اسلیے لگائی کہ جو کلمات شامل ہوں دعا اور حاجت پر وہ نکل جائیں شامی نے کہا کہ لہ تعالیٰ متعلق تعظیم سے ہے نہ خالص سے ورنہ
اسکے بعد ولو مشترکۃ نہ بنیگا اور اصح قول کا مخالف ذخیرہ اور خانیہ میں ہے کہ شروع نماز کو خالص لفظ اللہ اکبر سے مخصوص کیا ہے وخصہ الثانی باکبر وکبیر منکرا
ومعرفا زاد فی الخلاصۃ والکبار مخففا ومثقلا اور مخصوص کیا ہے شروع کو امام ابو یوسف نے لفظ اللہ اکبر و کبیر سے خواہ انکو نکرہ بے الف لام کے بولے یا الف
لام کے ساتھ خلاصہ میں کبار کو بھی تخفیف اور تشدید کے ساتھ زیادہ کیا ہے م کبار بضم اول وتخفیف موحدہ خواہ تشدید آن بمعنی کبیر ہے یعنے ابو یوسف رح
کے نزدیک اللہ اکبر یا اللہ الاکبر یا اللہ کبیر یا اللہ الکبیر یا اللہ کبار یا اللہ الکبار کہنے سے شروع نماز صحیح ہو جائیگا اور الفاظ سے صحیح نہوگا شامی نے کہا کہ
باب میں صحیح طرفین کا قول ہے چنانچہ نہر الفائق میں ہے کما صح لو شرع بغیر عربیۃ ای لسان کان جیسے کہ صحیح ہے اگر نماز کو شروع کیا عربی کے سوا دوسری
زبان میں کوئی سی زبان ہو وخصہ البردعی بالفارسیۃ لمزیتہا بحدیث لسان اہل الجنۃ العربیۃ والفارسیۃ الدریۃ بتشدید الراء قہستانی اور خاص
کیا ہے دوسری زبان کو احمد بن حسین بردعی نے فارسی کے ساتھ بسبب اسکے فائق ہونے کے اس حدیث سے کہ زبان جنت والوں کی عربی ہے اور دری
فارسی ہے اور لفظ دری راء مہملہ کی تشدید سے ہے کذا فی القہستانی م محشی اس حدیث کی تخریج کے درپے نہیں ہوئے اور دری منسوب ہے در کیطرف بمعنی دروازہ کہ
یہ زبان ان لوگوں کی ہے جو بادشاہی دروازوں پر رہتے ہیں اور فارس نام ایک قلعہ کا ہے جسکی طرف ایک قوم منسوب ہے ان لوگوں کی زبان عربی کے
بعد اشرف اور مشہور تر ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وشرطا عجزہ اور صاحبین نے دوسری زبان میں شروع نماز کے صحیح ہونے کے لیے عاجز ہونا
نمازی کا عربی میں تکبیر کہنے سے شرط کیا ہے وعلی ہذا الخلاف الخطبۃ وجمیع اذکار الصلوٰۃ اور اسی خلاف پر ہیں خطبہ اور سب ذکر نماز کے یعنی امام اعظم رح کے نزدیک
اور زبانوں میں خطبہ اور ثنا اور دوسری دعائیں درست ہیں اور صاحبین کے نزدیک عربی سے عاجز ہونے کی صورت میں درست ہیں طحطاوی نے
کہا کہ معتمد امام کا قول ہے واما ما ذکرہ بقولہ وامن اولبی اوسمی عند ذبح اوشہد عند حاکم اورد سلاما ولم یحسن العربیۃ اطلاقا او قرأ بہا عاجزا فجائز اجماعا
اور جو امور کہ نماز کے ذکر میں داخل نہیں اور انکو مصنف نے اپنے قول میں ذکر کیا ہے یعنے خواہ ایمان لایا یا لبیک کہا یا سلام کیا یا ذبح کے
وقت خدا تعالیٰ کا نام لیا یا کسی حاکم کے سامنے گواہی دی یا جواب سلام کا دیا یا قراءت پڑھی عربی سے عاجز ہو کر تو یہ سب باتیں باتفاق امام اور
صاحبین کے غیر زبان میں جائز ہیں شارح نے کہا کہ اگر چھینک کا جواب غیر زبان میں دیا تو اسکا حکم میں نے نہیں دیکھا شامی نے
حلبی سے نقل کیا کہ سلام کے جواب اور چھینک کے جواب میں کچھ فرق نہیں معلوم ہوتا قید القراءۃ بالعجز لان الاصح رجوعہ الی قولہما
وعلیہ الفتوی مصنف نے قراءت میں عربی سے عاجز ہونے کی قید لگائی اسلیے کہ صحیح تر ہے رجوع کرنا امام کا صاحبین کے قول کی طرف اور

زبان ہی کو کہتے ہین ویجوز کتابۃ آیۃ او آیتین بالفارسیۃ لا اکثر اور درست ہی لکھنا ایک آیت یا دو آیتون کا فارسی مین نہ زیادہ کا طحطاوی نے حلبی سے
نقل کیا کہ اسکی وجہ یہ ہی کہ ایک یا دو آیت قلیل ہی اور قلیل معاف ہی نہ کثیر تو بدون ضرورت کے کثیر معاف نہوگا اور ضرورت کی صورت مین زیادہ کے
لکھنے مین بھی کچھ مضائقہ نہین ویکرہ کتب التفسیر تحتہ بہا اور مکروہ ہی لکھنا قرآن کی تفسیر کا قرآن کے نیچے فارسی مین طحطاوی نے کہا کہ اسکی وجہ یہ ہی کہ شریعت
مین حکم ہی قرآن کے خالی رکھنے کا غیر قرآن سے اور فتح القدیر مین کافی سے منقول ہی کہ لکھنا قرآن کا اور تفسیر ہر حرف کی اور ترجمہ اسکے نیچے لکھنا جائز ہی اس سے
معلوم ہوا کہ کراہت سے تنزیہی کراہت مراد ہی اور فارسی کی کچھ قید نہین ہر زبان کا یہی حکم ہی جو مترجم کے نزدیک بہتر طریق یہ ہی کہ قرآن مجید متن مین اور ترجمہ
حاشیہ پر لکھے تاکہ اس کراہت سے بچے ولو شرع بمشوب بحاجتہ کتعوذ وبسملۃ وحوقلۃ واللہم اغفرلی او ذکرہا عند الذبح لم یجز اور اگر نماز کو شروع کیا ان
لفظون سے جو مخلوط ہین نمازی کی حاجت کے ساتھ تو شروع درست نہوگا جیسے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کہنا کہ یہ قائم مقام دعا کے ہی گویا کہ یہ کہا کہ الٰہی مجکو پناہ
دے شیطان سے اور جیسے بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع کرنا کہ یہ بھی برکت کے واسطے ہی تو گویا یون کہا کہ الٰہی تو میرے واسطے برکت کر اور جیسے لاحول ولا قوۃ
الا باللہ سے شروع کرنا کہ واقع مین یہ بھی دعا ہی تو گویا یون کہیگا کہ الٰہی مجکو اپنی معصیت سے پھیر دے اور اپنی طاعت پر قوت دے کہ سوا تیرے اور کسیکو
یہ طاقت نہین اور جیسے اللہم اغفرلی کہنا کہ صریح دعا ہی مغفرت کی پس ان سب سے نماز کا شروع جائز نہین یا ذکر کیا اللہم اغفرلی کو ذبح کے وقت تو ذبح درست
نہوگا بخلاف اللہم فقط فانہ یجوز فیہما فی الاصح کیا اللہ بخلاف صرف لفظ اللہم کے کہ شروع اور ذبح دونون مین جائز ہی صحیح تر قول مین مثل
یا اللہ کے کہ وہ بھی شروع اور ذبح مین درست ہی باتفاق شامی اور طحطاوی نے کہا کہ اصح کی قید سے ان لوگون کا قول نکل گیا جو عدم صحت شروع اور
ذبح کے قائل ہین چنانچہ جوہرہ مین اس قول کی تصحیح کی ہی اور اللہم بمعنی یا اللہ ہی ووضع الرجل یمینہ علی یسارہ تحت سرتہ آخذا رسغہا بخنصرہ
وابہامہ ہو المختار اور رکھے مرد لیتے بعد تحریمہ کے اپنا داہنا ہاتھ بائین پر نیچے اپنی ناف کے پکڑنے والا بائین ہاتھ کی کلائی کو داہنی چھنگلی اور انگوٹھے
سے یہی مختار ہی یعنے چھنگلی اور انگوٹھے کا حلقہ کرکے بائین ہاتھ کی کلائی کو پکڑ لے اور باقی تین انگلیان اسپر پھیلا دے اور بعضون نے کہا کہ خنصر اور
بنصر اور ابہام سے حلقہ کرے دو کو پہونچے پر رکھے مگر مختار اول طور ہی اور وجہ مختار ہونے کی یہ ہی کہ بعض احادیث مین ہاتھ رکھنا دوسرے ہاتھ پر مروی
ہی اور بعض مین پکڑنا تو اسطرح رکھنے مین دونون باتین حاصل ہین کذا فی الشامی مصرف وتضع المرأۃ والخنثی الکف علی الکف تحت ثدیہا اور
رکھے عورت اور خنثی مشکل دہنی ہتھیلی کو بائین ہتھیلی پر اپنی دونون پستان کے نیچے شامی نے کہا کہ منیہ کے بعض نسخون مین تحت ہی اور بعضون مین علے
یعنی پستان کے اوپر رکھے مگر بہتر تھا کہ یون کہتا کہ سینہ پر رکھے کہ اکثر فقہا نے سینہ پر رکھنا لکھا ہی نہ پستان پر م خنثی اسکو کہتے ہین جسمین مرد اور عورت
دونون کی علامت ہو پس اگر مرد کی علامت کو قوت ہوگی تو اسکو حکم مردون کا ہوگا اور اگر عورت کی علامت کو غلبہ ہوگا تو اسکا حکم عورتون کا سا ہی اور
اگر کسی علامت کو غلبہ اور قوت نہو تو وہ خنثی مشکل ہی کما فرغ من التکبیر بلا ارسال فی الاصح ہاتھ رکھے بمجرد فارغ ہونے کے اللہ اکبر کہنے سے بدون ہاتھ
لٹکانے کے صحیح تر قول مین شامی نے کہا کہ ظاہر الروایت یہی ہی اور اسکا مقابل نوادر مین امام محمد سے مروی ہی کہ ثنا پڑھنے کے وقت دونون ہاتھون
کو لٹکا رکھے جب سبحانک اللہم الخ سے فارغ ہو جائے تو ہاتھ باندھ لے م کاف کما فرغ کا مبادرت کا کاف کہلاتا ہی وہو سنۃ قیام اور ہاتھونکا باندھنا سنت
ہی قیام کی یعنی شیخین کے نزدیک اور امام محمد کے نزدیک قرات کی سنت ہی اسلیئے ثنا مین انکے نزدیک ہاتھون کا لٹکانا اور انکو نہ باندھنا اسوقت تک درست
ہی کہ قرات شروع کرے ظاہرہ ان القاعد لا یضع ولم ارہ اور ہاتھون کے باندھنے کو سنت قیام ٹھہرانے سے ایسا ظاہر ہوتا ہی کہ بیٹھنے والا اپنے ہاتھ
باندھے اور مین نے اسکو مصرح نہین دیکھا ثم رایت فی مجمع الانہر المراد من القیام ما ہو الاعم لان القاعد یفعل کذلک پھر مین نے مجمع الانہر مین دیکھا
کہ مراد قیام سے وہ ہی جو عام ہی حقیقی اور حکمی سے اسلیئے کہ بیٹھنے والا بھی ایسا ہی کرتا ہی یعنے ہاتھ وہ بھی باندھتا ہی تو معلوم ہوا کہ قیام خواہ حقیقی ہو یا

تو یہ لفظ مثل تنازع کے ہوا یعنی جیسے دو فعل ایک اسم مین تنازع کرتے ہین فاعل اور مفعول ہونے مین ویسے لفظا سرا و فصلون تعوذا و رقراءۃ کے اجار
دونون کی قید واقع ہوا ہی تو تنازع کے مشابہ ہوا اور خود تنازع اسلیے نکہا کہ تنازع مفعول لہ اور تمیز اور حال مین ہوتا اور یہان حال وا مفعول
مطلق فعل محذوف کا القراءۃ فان ذکرہ بعد الفاتحۃ ترکہ ولو قیل کما لما التعوذ ینبغی ان یستانفہا ذکرہ الحلبی اعوذ پڑھے قرارت کے لیے اس سے یہ نکلا کہ اگر بعد الحمد کے اعوذ کا نہ پڑھنا
یاد پڑا تو اسکو ترک کرے اور اگر الحمد کے پورا کرنے کے پیشتر یاد ہوا تو اعوذ پڑھ لے اور چاہیے یون کہ الحمد کو از سر نو پڑھے ذکر کیا ہی اسکو حلبی نے ہم شامی نے
کہا کہ اصل مسئلہ خلاصہ مین مذکور ہی حلبی نے اسکو بے موقع سمجھ لیا اسلیے ایسا لکھا یہ کیسے ہو سکتا ہی کہ قرارت کو جو فرض ہی چھوڑ کر اعوذ پڑھے جو سنت ہی پس تحقیق اس
باب مین وہ ہی جو فقیہ ابو جعفر نے نوادر مین بیان کی ہی کہ اگر تکبیر کے بعد قرارت شروع کر دے اور ثنا اور تعوذ کو بھول گیا تو انکو ترک کرے اسلیے کہ انکے پڑھنے کا موقع
جاتا رہا ولا یتعوذ التلمیذ اذا قرء علی استاذہ ذخیرہ ای لا یسن فلیحفظ اور اعوذ نہ پڑھے شاگرد جب اپنے استاد کے پاس سبق پڑھے کذا فی الذخیرہ یعنے اعوذ پڑھنا اسکو
مسنون نہین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنی چونکہ اعوذ پڑھنا قرارت قرآن کے لیے مسنون ہی اسلیے اور عبارت کے پہلے پڑھنا مسنون نہوگا فیاتی بہ المسبوق عند
قیامہ لقضاء ما فاتہ لقراءتہ لا المقتدی لعدمہا پس اعوذ پڑھے مسبوق جسوقت کھڑا ہو اپنی باقی نماز پورا کرنے کو اعوذ پڑھے اسلیے کہ اسکو باقی نماز مین قرارت
پڑھنی ہوگی نہ اعوذ پڑھے مقتدی بسبب نہ پڑھنے قرارت کے ویؤخر الامام التعوذ عن تکبیرات العید لقراءتہ بعدہا اور امام اعوذ کو عید کی تکبیرون سے پیچھے
پڑھے بوجہ قرارت پڑھنے کے بعد تکبیرون کے ہم طرفین کے نزدیک اعوذ قرارت کا تابع ہی اور امام ابو یوسف کے نزدیک ثنا کا تابع تو انکے نزدیک ثنا کے بعد پڑھنا
چاہیے اس صورت مین تکبیرون سے پہلے اعوذ پڑھنا ہوگا اور خلاصہ مین اسکو اصح کہا ہی مگر قاضی خان اور ہدایہ و کافی وغیرہا کا مختار طرفین کا قول ہی نہر ح
منیہ مین کہا کہ اسکو ہم لیتے ہین کذا فی الشامی وکما تعوذ سمی غیر المؤتم بلفظ البسملۃ لا مطلق الذکر کما فی ذبیحۃ ووضوء سرا فی اول کل رکعۃ ولو جہریۃ اور تعوذ پڑھے کے
غیر مقتدی یعنے امام اور تنہا پڑھنے والا اللہ کا نام لے بلفظ بسم اللہ الرحمن الرحیم نہ مطلق ذکر جیسے ذبیحہ اور وضو مین مطلق ذکر کافی ہی خصوصیت بسم اللہ کی نہین
بسم اللہ کہے ہر رکعت کے شروع مین آہستہ سے اگرچہ رکعت جہری ہو ہم غیر مقتدی کی قید اسلیے لگائی کہ مقتدی قرارت نہین پڑھتا اور ہر رکعت کے شروع
مین اسلیے بسم اللہ پڑھے کہ ہر رکعت نماز مستقل کی جگہ ہی اور جہری کی قید منیہ کے قول کے رد کرنے کے لیے ہی کہ بسم اللہ سری نماز مین پڑھے نہ جہری مین حالانکہ یہ
قول غلط ہی کذا فی الطحطاوی لا تسن بین الفاتحۃ والسورۃ مطلقا ولو سریۃ ولا تکرہ اتفاقا نہین مسنون ہی بسم اللہ کہنا الحمد اور سورہ کے درمیان مین مطلق خواہ
پہلی ہی رکعت ہو یا اور کوئی اگرچہ نماز سری ہو اور نہین مکروہ ہی بسم اللہ کہنا سورہ پر بالاتفاق ہم شامی نے کہا کہ وجہ نہ مکروہ ہونیکی یہ ہی کہ بعض کے نزدیک بسم اللہ
ہر سورہ کی آیت ہی تو بسم اللہ کہہ لینے سے شبہہ اختلاف جاتا رہیگا بلکہ ذخیرہ اور مجتبی مین تصریح کی کہ سورہ سے پیشتر اسکا کہہ لینا اچھا ہی وما صححہ الزاہدی من وجوبہا
ضعفہ فی البحر اور زاہدی نے جو بسم اللہ کے واجب ہونے کی یعنے الحمد کے شروع مین تصحیح کی ہی اسکو بحر الرائق مین ضعیف کہا ہی اسوجہ سے کہ مخالف ظاہر مذہب
ہے جو مسنون ہے اور شروح اور فتاوی مین مذکور ہی اور نہر الفائق مین کہا کہ حق یہ ہی کہ دونون قول مرجح ہین وہی آیۃ واحدۃ من القرآن کلہ انزلت للفصل
بین السور اور بسم اللہ ایک آیت ہی تمام قرآن مین سے اتری ہی سورتون مین جدائی کرنے کو شامی نے کہا کہ تو الحمد کے شروع مین تبرک کے لیے مذکور ہی فما فی النمل
بعض آیۃ اجماعا تو جو سورہ نمل مین بسم اللہ الرحمن الرحیم ہی وہ آیت کا ٹکڑا ہی بالاتفاق یعنے شروع آیت انہ من سلیمان سے ہی اور انتہا واتونی مسلمین پر ولیست من
الفاتحۃ ولا من کل سورۃ فی الاصح اور بسم اللہ الحمد کا جز نہین اور نہ ہر سورۃ کا صحیح تر قول مین ہم شارح کو مناسب تھا کہ من الفاتحۃ کے بعد فی الاصح کو ذکر کرتا تا
حلوانی کے قول کا رد ہوتا کہ انہنے لکھا ہی کہ اکثر مشائخ کے نزدیک بسم اللہ فاتحہ کا جز ہی اور ہر سورہ کا جز سوا سورہ توبہ کے تو امام شافعی فرماتے ہین تو انکے
خلاف دفع کرنیکو غیر الاصح کہنا فقہا کا دستور نہین فتحرم علی الجنب ولم تجز الصلوۃ بہا احتیاطا پس بسم اللہ پڑھنا حرام ہی جنب کو اور اسیطرح حائض اور نفسا کو اور نہین
جائز ہی صرف بسم اللہ سے نماز احتیاط کی راہ سے ہم شامی نے کہا کہ احتیاطا دونون مسئلون کی علت ہی یعنے چونکہ بسم اللہ بوجہ متواتر لکھے جانے کے قرآن اسکا ہونا معلوم ہوتی ہی

مخالف ہی تو شارح اسکا جواب دیتا ہی کہ حدیث مین آمین کہنے کو ایک شرط معلوم الوجود پر مشروط کیا ہی یعنے جگہ آمین کہنے کی مقرر کردی ہی بدلیل دوسری حدیث کے
کہ جب امام ولا الضالین کہے تو آمین کہو اس سے یہ غرض ہی کہ جب الحمد کا تمام ہونا معلوم کرو تو آمین کہو پس آمین کہنا امام سے سننے پر موقوف نہین بلکہ الحمد کی تامی
معلوم کرنے پر ہی خواہ امام سے سنکر تامی کا علم ہو یا مقتدی سے سنکر کذا فی الطحطاوی ملتقطا ثم کما فرغ یکبر مع الانحطاط للرکوع پھر قرارت سے فارغ ہوتے ہی رکوع
کے لیے اللہ اکبر کہے جھکنے کے ساتھ ہی یعنی مسنون یہ ہی کہ جھکنا اور اللہ اکبر کہنا ایک ساتھ شروع ہون ولا یکرہ وصل القرأۃ بتکبیرۃ اور مکروہ نہین قرارت کا ملا دینا
رکوع کے اللہ اکبر مین یعنی آخر حرف قراءت کو لام اللہ اکبر مین ملانا مکروہ نہین مثلاً سورہ نشرح کا خاتمہ فارغب پر ہی تو اگر اسکی بے کو اللہ اکبر مین زیر سے ملا کر پڑھیگا تو
مکروہ نہوگا ھ شامی نے تاتارخانیہ سے اس باب مین یہ تفصیل ذکر کی ہی کہ اگر آخر سورہ مین ثنا ہو مثلاً کبرہ تکبیرا تو ایسی صورتمین ملانا بہتر ہی ورنہ جدا کرنا بہتر ہی جیسے
سورۂ کوثر کا اخیر کہ اُسکو ملانا بہتر نہین ولو بقی حرف او کلمۃ فاتمہ حالۃ الانحنار لا باس بہ عند البعض منیۃ المصلی اور اگر قرارت مین سے کوئی حرف یا کلمہ باقی رہا اور
اُسکو جھکنے کی حالت مین پورا کیا تو بعض کے نزدیک کچھ مضائقہ نہین کذا فی منیۃ المصلی شامی نے کہا کہ یہ قول ضعیف ہی معتمد وہی ہی کہ سب قرارت کو پوری کر کے رکوع
کرے ویضع یدیہ معتمدا بہما علی رکبتیہ ویفرج اصابعہ للتمکن اور اپنے دونون ہاتھون کو دونون زانو پر سہارا دے کر رکھے اور ہاتھون کی انگلیون کو پھیلا دے
تمکن کے لیے یعنی تاکہ گھٹنون کو اچھی طرح پکڑ سکے طحطاوی نے کہا کہ ہاتھون کا رکھنا اور اُنسے گھٹنون کا پکڑنا اور انگلیون کا کشادہ رکھنا سنت ہی ویسن ان یلصق
کعبیہ وینصب ساقیہ ویبسط ظہرہ ویسوی ظہرہ بعجزہ غیر رافع ولا منکس راسہ اور مسنون ہی رکوع مین اپنے دونون ٹخنون کا ملانا اور دونون پنڈلیون کا سیدھا
کھڑا رکھنا اور اپنی پشت کا پھیلانا اور پشت کو سرین کے برابر رکھنا بدون سر کے اُبھارنے یا نیچے ڈالنے کے یعنی سر بھی کمر کے برابر رہے نہ اونچا ہو نہ نیچا شامی نے کہا
کہ پنڈلیون کو کمان کیطرح کرنا جیسے اکثر عوام کرتے ہین مکروہ ہی اور شارح کو مناسب تھا کہ لفظ یسن کو یضع کے پیشتر لاتا تاکہ وضع اور زانو کے پکڑنے وغیرہ مسنون
کو شامل ہوتا اور یہ سب سنتین مردون کے حق مین ہین اور عورتین رکوع مین تھوڑا جھکین اور انگلیان نہ پھیلا دین بلکہ ملی رکھین اور ہاتھ گھٹنون پر رکھیں یعنی
پکڑنا انکو مسنون نہین اور اپنے گھٹنون کو جھکالین اور بازوون کو علحدہ نکرین ویسبح فیہ واقلہ ثلثا فلو ترکہ او نقصہ کرہ تنزیہا اور رکوع مین تسبیح کہے اور کمتر
تسبیح تین بار ہی پس اگر تسبیح کو ترک کریگا یا کم کریگا تو مکروہ تنزیہی ہوگا ھ امام احمد کے نزدیک ایکبار تسبیح واجب ہی اور حلبی بھی وجوب کیطرف مائل ہی تو تسبیح
ضرور کہنی چاہیے تاکہ اختلاف سے بچا رہے وکرہ تحریما اطالۃ رکوع او قرارۃ لادراک الجائی ای ان عرفہ والا فلا باس بہ اور مکروہ تحریمی ہی رکوع یا قرارت کا
دراز کرنا اس غرض سے کہ آنیوالا نماز مین ملجاے یعنے اگر امام اُسکو پہچان کر طول دے تو مکروہ ہوگا ورنہ کچھ مضائقہ نہین شامی نے کہا کہ اس صورتمین طول بقدر
ہی کہ دوسرے مقتدیون پر بار نہو اور لفظ لا باس سے معلوم ہوا کہ طول نہ دینا افضل ہی ولو اراد التقرب الی اللہ تعالی لم یکرہ اتفاقا لکنہ نادر وتسمی مسئلۃ الریا فینبغی
التحرز عنہا اور اگر امام نے طول قرارت یا رکوع سے صرف اللہ تعالی کا تقرب ارادہ کیا نہ آنیوالے کا ملجانا تو مکروہ نہوگا بالاتفاق مگر خاص تقرب الٰہی کی نیت
ہونی کمیاب ہی اور یہ مسئلہ مسمی بہ مسئلہ نمود ہی تو اس سے احتراز چاہیے واعلم ان مما یبتنی علی لزوم المتابعۃ فی الارکان انہ لو رفع الامام راسہ من الرکوع والسجود
قبل ان یتم الماموم التسبیحات الثلاث وجب متابعتہ وکذا عکسہ فیعود ولا یصیر ذلک رکوعین اور جان کہ ارکان مین امام کی پیروی لازم ہونے پر
یہ مسئلہ مبنی ہی کہ اگر امام نے اپنا سر رکوع یا سجدہ سے اُٹھایا پیشتر اس سے کہ مقتدی تین بار تسبیح پوری کرے تو مقتدی کو امام کی متابعت واجب ہی یعنی
جسقدر تسبیح رہگئی ہو اُسکو ترک کر کے امام کے ساتھ ہی سر اُٹھاے اور یہی طرح حکم ہی اسکے عکس کا یعنی اگر مقتدی نے امام کی تسبیحین پوری ہونے سے پیشتر سر
اُٹھا لیا مثلاً رکوع سے تو متابعت امام کی واجب ہی یعنی پھر سے رکوع مین چلا جاے اگر نجائیگا تو مکروہ تحریمی کا مرتکب ہوگا اور یہ دو رکوع نہونگے کیونکہ دوبارہ کا
رکوع پہلے کی تکمیل کے لیے ہی نہ جداگانہ مستقل کذا فی الحلبی بخلاف سلامہ او قیامہ لثالثۃ قبل اتمام المؤتم التشہد فانہ لا یتابعہ بل یتمہ لوجوبہ ولو لم یتم جاز
بخلاف امام کے سلام پھیرنے اور تیسری رکعت کے لیے اُٹھنے کے کہ پیشتر مقتدی کی التحیات پوری کرنے کے کہ مقتدی متابعت امام کی نکرے بلکہ التحیات کو

امام کے سبب واجب ہونے التحیات کے اور اگر التحیات پوری کر چکا اور امام نے ساتھ سلام پھیر دیا یا تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو گیا تو جائز ہوگا۔ اس واسطے
کہ پڑھنا التحیات واجب ہے اور متابعت بھی واجب ہے تو ایک واجب کو ترک کر کے دوسرے کو کرنا باکراہت درست ہوگا کذا فی البحر اور اگر عمدا بھی نہ کیا تو نماز درست ہوگی
کراہت تحریمی کے ساتھ کیونکہ التحیات کے پورا کرنے سے متابعت بالکل چھوٹ نہیں جاتی بلکہ تھوڑی تاخیر واقع ہوگی اور متابعت کرنے سے التحیات کا بقیہ فوت
ہو جائیگا اور یہ پوری تقریر شامی میں ہے ولو سلم والموتم فی ادعیۃ التشہد تابعہ لانہا سنۃ والناس عنہا غافلون اور اگر امام سلام پھیرے اور مقتدی تشہد کی
دعائیں پڑھتا ہو تو امام کی متابعت کرے کیونکہ دعائیں سنتوں میں ہیں واجب نہیں کہ انکا پورا کرنا ضرور ہو اور لوگ اس امر سے غافل ہیں یعنے دعائیں پڑھتے
رہتے ہیں امام کے ساتھ سلام نہیں پھیرتے سنت کے لیے واجب میں تاخیر کرتے ہیں شامی نے کہا کہ دعا میں درود بھی داخل ہے ثم یرفع راسہ
من رکوعہ سمعا پھر رکوع سے اپنا سر اٹھا دے سمع اللہ لمن حمدہ کہتا ہوا یعنی سر اٹھانے کے ساتھ ہی یہ الفاظ شروع کرے نہ جھکے ہوئے نہ سیدھا ہو کر
فی الولوالجیۃ لو ابدل النون لاما یفسد ولوالجیہ میں ہے کہ اگر نون کو لام سے بدلا کر کہا یعنی لمن حمدہ کی جگہ لمل حمدہ آویگا تو نماز فاسد ہوگی اسلیے کہ معنی لغو ہو گیا
شامی نے کہا کہ قنیہ میں ہے کہ غالبا فاسد نہ ہوگی علی شارح منیہ نے کہا کہ انکا حکم تو ایسے آدمی کا سا ہے جسے اگر قادر نہ ہو کا صحیح کہنے پر تو فاسد نہ ہوگی وہل یقف بجزم
الدال او تحریک قولان اور کیا وقف کرے حمدہ کی ہ پر جزم یا حرکت سے اس میں دو قول ہیں یعنی جو لوگ اس ہ کو سکوت کے لیے کہتے ہیں وہ جزم پر وقف کرتے ہیں اور
جو ضمیر کہتے ہیں وہ ضمہ اشباع کے ساتھ کہتے ہیں کذا فی الشامی ویکتفی بہ الامام وقالا یضم التحمید سرا ویکتفی بالتحمید الموتم اور کفایت کرے سمع اللہ لمن
حمدہ پر امام اور صاحبین نے کہا کہ آہستہ ربنا ولک الحمد آہستہ سے ملا دے اور کفایت کرے ربنا ولک الحمد پر مقتدی طحطاوی نے کہا کہ انکی دلیل یہ ہے کہ حدیث
میں وارد ہوا ہے کہ جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا ولک الحمد کہو وافضلہ اللہم ربنا ولک الحمد ثم حذف الواو ثم حذف اللہم فقط اور تحمید کے کلمات میں سے افضل اللہم
ربنا ولک الحمد ہے پھر حذف کرنا واو کا یعنے اللہم ربنا لک الحمد پھر حذف کرنا صرف اللہم کا بدون حذف واو کے یعنی ربنا ولک الحمد شامی نے کہا کہ اسکے بعد چوتھی صورت
یہ ہے کہ اللہم اور واو دونوں محذوف ہوں یعنے ربنا لک الحمد اور واو میں اختلاف ہے بعض زائد کہتے ہیں اور بعض واو عطف ویجمع بینہما لو منفردا علی المعتمد
یسمع رافعا ویحمد مستویا اور ان دونوں کو جمع کرے اگر تنہا پڑھتا ہو مذہب معتمد پر یعنے سمع اللہ لمن حمدہ کہے سر اٹھاتے وقت اور تحمید کہے سیدھا ہو کر ویقوم
مستویا لما مر من انہ سنۃ او واجب او فرض اور کھڑا ہو سیدھا برابر اسوجہ سے کہ پیشتر گذری کہ یہ قیام سنت ہے یا واجب یا فرض یعنی سنت ہے بقول طرفین اور
واجب ہے بموجب اختیار کمال الدین صاحب فتح القدیر کے اور فرض ہے بقول امام ابو یوسف رح کے کذا فی الطحطاوی ثم یکبر مع الخرور ویسجد واضعا رکبتیہ اولا
لقربہما من الارض ثم یدیہ الا لعذر ثم وجہہ مقدما انفہ لما مر لکنہ اعتبارا لآخر الرکعۃ باولہا شاما اصابع یدیہ لتتوجہ للقبلۃ پھر اللہ اکبر کہے جھکنے کے ساتھ ہی اور
سجدہ کرے اسطرح کہ اپنے دونوں گھٹنے زمین پر اول رکھے کیونکہ زمین سے قریب وہی ہیں پھر اپنے دونوں ہاتھ رکھے مگر کسی عذر سے اگر ہاتھ پہلے رکھے گھٹنوں سے
تو مضائقہ نہیں پھر اپنا منہ یعنی پیشانی رکھے اسطرح کہ پہلے ناک ہے اسی دلیل سے کہ گذری یعنی ناک بہ نسبت پیشانی کے زمین سے قریب ہے پیشانی کو رکھے دونوں
ہتھیلیوں کے بیچ میں ایسے طور پر کہ انگوٹھے کانوں کی لو کے برابر ہو جائیں واسطے اعتبار کرنے رکعت کے آخر کے اسکے اول پر یعنے جیسے شروع رکعت اول میں
تحریمہ کے وقت سر دونوں ہتھیلیوں کے بیچ میں تھا آخر میں بھی ویسا ہی ہو جائے اور دوسری تیسری وغیرہ رکعتوں کو اول پر قیاس کر لیا جیسیوں تحریمہ ہے
اور دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ملی رکھے تاکہ سب قبلہ کیطرف متوجہ رہیں وبعکس نہوضہ اور برعکس کرے سجدہ سے اٹھنے میں یعنی سجدہ سے سر اٹھانے میں اول پیشانی
اٹھائے پھر ناک پھر ہاتھ پھر گھٹنے وسجد بانفہ ای علی ما صلب منہ وجبہتہ حدہا طولا من الصدغ الی الصدغ وعرضا من اسفل الحاجبین الی القحف اور سجدہ
کرے اپنی ناک سے یعنی ناک کے اس مقام سے کہ سخت ہے طحطاوی نے بحر الرائق سے نقل کیا کہ اگر ناک کے نرم مقام پر سجدہ میں اکتفا کریگا تو جائز نہوگی بالاتفاق
اور سجدہ کرے اپنی پیشانی سے پیشانی کی حد طول میں ایک کنپٹی سے دوسری تک اور عرض میں دونوں بھووں سے لیکر کھوپڑی تک اور جنہوں نے

پیشانی کی یہ لکھی ہے کہ بھوؤن کے اوپر سے سر کے بال جمنے تک ہے اور یہ حد واضح تر ہے کذا فی الشامی ووضع اکثرہا واجب وقیل فرض کبعضها وان قل اور رکھنا
اکثر پیشانی کا سجدہ مین واجب ہے اور بعضون نے کہا فرض ہے جیسے بعض پیشانی کا رکھنا فرض ہے اگرچہ قلیل ہو ہم کہتے ہین اختلاف ہے کہ سجدہ مین اکثر پیشانی کا
رکھنا فرض ہے یا کسیقدر کا اور راجح دوسرا قول ہے مگر اکثر پیشانی کا رکھنا واجب ہے مواظبت کی وجہ سے کذا فی البحر اور معراج مین ہے کہ پیشانی کی سب اطراف کا
رکھنا شرط نہین بالاجماع تو اگر بعض اطراف پر اکتفا کریگا گو قلیل ہو تو سجدہ جائز ہوگا کذا فی الشامی وکرہ اقتصاره فی السجود علی احدهما ومنعا الاقتصار
بالانف بلا عذر والیه صح رجوعه وعلیه الفتوی کما حررناه فی شرح الملتقی اور مکروہ تحریمی ہے اکتفا کرنا سجدہ مین پیشانی اور ناک مین سے ایک پر اور صاحبین نے
منع کیا ہے ناک پر اکتفا کرنے کو بدون عذر کے اور صاحبین کے قول کیطرف صحیح ہوا ہے رجوع کرنا امام کا اور اسی پر فتوی ہے کہ صرف ناک پر سجدہ کرنے سے سجدہ ادا
نہوگا چنانچہ ہمنے شرح ملتقی مین اسکی تنقیح کی ہے وفیه یفترض وضع اصابع القدم ولو واحدة نحو القبلة والالم تجز والناس عنه غافلون اور شرح ملتقی مین ہے کہ
فرض ہے پانؤن کی انگلیون کا رکھنا اگرچہ ایک ہی ہو قبلہ کیطرف ورنہ سجدہ درست نہوگا اور لوگ اس سے غافل ہین ہم شامی نے سراج سے نقل کیا کہ اگر سجدہ
مین دونون پانؤن زمین سے اُٹھ جائینگے تو سجدہ درست نہوگا اور اگر ایک اُٹھ جائیگا تو درست ہو جائیگا اور اسی پر فتوی ہے اور برجندی اور قہستانی
مین ہے کہ قبلہ رخ رکھنا پانؤن کی انگلیون کا سنت ہے اور اس سنت کا ترک مکروہ ہے کما یکرہ تنزیها بکور عمامته الا لتعذر وان صح عندنا بشرط کونه علی جبهته
کلها او بعضها کما مر جیسے مکروہ تنزیہی ہے سجدہ کرنا اپنی پگڑی کے پیچ پر بدون کسی عذر کے اگرچہ ہمارے نزدیک درست ہے بشرطیکہ پیچ ساری پیشانی پر ہو
یا تھوڑی پر چنانچہ گذر گیا کہ سجدہ بعض پیشانی پر فرض ہے یعنے اگر پیچ ڈھلک کر ماتھے پر آگیا ہوگا تو اسپر سجدہ کرنا مکروہ تنزیہی ہے نہ یہ کہ سر کے پیچ
پر ہو اسلیے کہ اُسپر تو سجدہ درست نہین چنانچہ مصنف بیان کرتا ہے اما اذا کان الکور علی راسه فقط وسجد علیه مقتصرا ای ولم تصب الارض جبهته ولا
انفه علی القول به لا یصح لعدم السجود علی محله اور جس صورت مین کہ پیچ صرف نمازی کے سر پر ہو اور سجدہ کرے اُسپر اکتفا کرکے یعنے زمین کو نہ اسکی پیشانی
لگے اور نہ ناک اُس قول کے بموجب کہ ناک پر اکتفا درست ہے سجدہ درست نہوگا بسبب نہونے سجدہ کے اپنے مقام پر یعنی محل سجدہ ناک اور ماتھا ہے
تو جب یہ دونون یا ایک زمین پر نہ لگے تو سجدہ جائز نہو او بشرط طهارة المکان وان یجد حجم الارض والناس عنه غافلون اور پیچ پر سجدہ کرنے مین یہ
شرط ہے کہ سجدہ کی جگہ پاک ہو اور یہ کہ پیچ کے نیچے سے زمین کی سختی نمازی کو معلوم ہوتی ہو اور لوگ اس شرط سے غافل ہین ہم شامی نے کہا کہ زمین کے
حجم معلوم ہونے سے یہ مراد ہے کہ اگر نمازی سجدہ مین زور کرے تو سر زیادہ نیچے کو نہو ولو سجد علی کمه او فاضل ثوبه صح لو المکان المبسوط علیه
ذلک طاهرا والا لا الم یعد سجوده علی طاهر فیصح اتفاقا اور اگر سجدہ کرے اپنی آستین پر یا بچھے ہوئے کپڑے پر تو درست ہوگا بشرطیکہ جس جگہ آستین
یا بچا ہوا کپڑا بچھیلا ہے وہ پاک ہو اور اگر وہ جگہ پاک نہو گی تو سجدہ درست نہوگا جبتک کہ دوبارہ پاک جگہ پر سجدہ نکرے اور پاک جگہ پر سجدہ دوبارہ
کرنے سے بالاتفاق درست ہو جائیگا طحطاوی نے کہا کہ شارح مفسدات نماز مین ذکر کریگا کہ ناپاک جگہ مین سجدہ کرنا نماز کا مفسد ہے گو دوبارہ
پاک جگہ پر کرلے تو یہ بیان اُسکے مخالف ہے اور یہ جو فرق کیا گیا ہے کہ یہان سجدہ کی جگہ مین آڑ ہے اور وہان بدون حائل کے سجدہ ہے تو یہ وجہ بعید ہے
وکذا حکم کل متصل ولو بعضه ککفه فی الاصح وفخذه ولو بعذر لا رکبتیه لکن صحح الحلبی انها کفخذه اور اسی طرح حکم ہے ہر چیز کا جو نمازی سے ملی ہو یعنی اُسپر
سجدہ صحیح ہے بشرطیکہ اُسکے نیچے کی جگہ پاک ہو اگرچہ متصل چیز نمازی کا جز ہو مثل اُسکی ہتھیلی صحیح تر قول مین اور اُسکی ران اگر کسی عذر سے
ران پر سجدہ کرے مثلاً پشت کے درد کی وجہ سے نہین صحیح ہے سجدہ زانو پر لیکن حلبی نے تصحیح کی ہے کہ گھٹنا بھی مثل ران کے ہے یعنے عذر سے
اُسپر سجدہ درست ہے اور بلا عذر دونون پر درست نہین کذا فی الطحطاوی وکرہ بسط ذلک ان لم یکن ثمه تراب او حصاة او حر او
برد لانه ترفع اور مکروہ ہے بچھانا آستین وغیرہ متصل چیز کا سجدہ کے لیے اگر سجدہ کی جگہ مٹی یا کنکر یا گرمی یا سردی نہو اسلیے کہ یہ فعل تکبر ہے

انگشت ہوتی ہو تو مقدار دونون کی اونچائی کی نصف ہاتھ ہوا یعنی بارہ انگشت ذکر کیا ہو اُسکو حلبی نے مع یہ بلندی ایک بالشت کی ہوتی ہو متوسط آدمی
ویظہر عضدیہ فی غیر زحمۃ **ویباعد بطنہ عن فخذیہ** لیظہر کل عضو بنفسہ بخلاف الصفوف فان المقصود اتحادہم حتے کانہم جسد واحد اور ظاہر کرے
اپنے دونون بازؤن کو بدون ازدحام ہونے کی صورت مین اور دور رکھے اپنے پیٹ کو دونون زانوون سے تاکہ ہر عضو خود بخود ظاہر ہو جاسے
یعنے ایک کو دوسرے پر سہارا نہ رہے بخلاف صفون کے کہ اُنکے اندر اپنے بازو چپٹائے رکھے علٰحدہ نکرے اسلیے کہ مقصود صفون سے سب لوگون کا ایک
ہو جاتا ہو یہانتک کہ گویا ایک ہی جسم ہین اور یہ مقصود بازوون کے ملے رہنے سے خوب حاصل ہوتا ہو **مستقبل باطراف اصابع رجلیہ القبلۃ** وکرہ
ان لم یفعل ذلک اور متوجہ کرے اپنے پانؤن کی انگلیون کے سرون کو قبلہ کیطرف اور مکروہ تنزیہی ہو اگر قبلہ رخ نہ کریگا اسلیے کہ قبلہ رخ کرنا سنت ہو
کذا فی الشامی کما یکرہ لو وضع قدما ورفع اخری بلا عذر جیسے مکروہ ہو اگر ایک پانؤن کو رکھا اور دوسرے کو بدون عذر اُٹھا لیا امام طحطاوی نے کہا کہ
ظاہر یہ کراہت تحریمی ہو اسلیے کہ یہ فعل عبث اور لغو ہو تو اُسکا کرنا مکروہ تحریمی ہوگا **ویسبح فیہ ثلاثا کما مر** اور تسبیح پڑھے یعنے سبحان ربی الاعلی کہے
سجدہ مین تین بار چنانچہ اوپر گذرا رکوع کے بیان مین کہ اگر بالکل تسبیح کو ترک کریگا یا تین بار سے کم کہیگا تو مکروہ تنزیہی ہوگا **والمراۃ تخفض فلا تبدی**
عضدیہا وتلصق بطنہا بفخذیہا لانہ استر وحررنا فی الخزائن انہا تخالف الرجل فی خمسۃ وعشرین اور عورت سجدہ مین پست ہو یعنی اپنے بازوون کو
ظاہر نکرے اور اپنے پیٹ کو اپنی رانون سے ملا رکھے اسلیے کہ یہ امر اسکے لیے زیادہ پردہ کا ہو اور ہمنے خزائن الاسرار مین لکھا ہو کہ عورت مرد کے
مخالف ہو پچیس باتون مین مع شامی مین اُن مواضع کو خزائن سے مع اپنی تحقیق کے اسطرح ضبط کیا ہو ۱ عورت تحریمہ مین ہاتھ اُٹھاوے اپنے
شانون کے برابر ۲ ہاتھ آستینون سے باہر نہ نکالے ۳ داہنے ہاتھ کی ہتھیلی دوسری ہتھیلی پر رکھے ۴ ہاتھ پستان کے نیچے باندھے ۵ رکوع مین تھوڑا
جھکے ۶ رکوع مین ہاتھون پر سہارا نہ دے ۷ رکوع مین ہاتھون کی انگلیون کو نہ پھیلاوے بلکہ ملی رکھے ۸ رکوع مین ہاتھ گھٹنون پر رکھے
انکو پکڑلے نہین ۹ اپنے گھٹنون کو رکوع مین جھکائے ۱۰ رکوع مین سمٹی رہے ۱۱ سجدہ مین اپنی بغلین نہ کھولے یعنی اسمین بھی سمٹی رہے ۱۲ سجدہ مین
اپنے دونون ہاتھ بچھاوے ۱۳ التحیات مین دونون پانؤن داہنی طرف کو نکالکر سرین پر بیٹھے ۱۴ التحیات مین ہاتھون کی انگلیان ملی رکھے ۱۵ جب کوئی امر
نماز مین پیش آوے تو تالی بجاوے یعنی مردون کی طرح سبحان اللہ نکہے ۱۶ مرد کی امامت نہ کرے ۱۷ عورتون کی جماعت مکروہ ہو ۱۸ عورتون کی جماعت مین
امام عورت بیچ مین کھڑی ہو نہ آگے بڑھ کر ۱۹ مکروہ ہو اُسکا حاضر ہونا جماعت مین ۲۰ مردون کے ساتھ مین عورت پیچھے کھڑی ہو ۲۱ عورت پر جمعہ فرض
نہین لیکن اگر پڑھ لیگی تو صحیح ہو جائیگا ۲۲ عورت پر عید کی نماز واجب نہین ۲۳ عورت پر ایام تشریق مین نمازون کے بعد تکبیر واجب نہین ۲۴ عورت
کو مستحب نہین کہ نماز فجر خوب اُجالا ہونے کے بعد پڑھے ۲۵ نماز جہری مین پکار کر نہ پڑھے بلکہ جن لوگون کے نزدیک عورت کی آواز داخل ستر ہو اُنکے
نزدیک نماز فاسد ہو جائیگی اور بحر الرائق مین ذکر کیا ہو کہ عورت پانؤن کی انگلیون کو سجدہ مین کھڑی نہ رکھے طحطاوی نے دو باتین اور زیادہ
کی ہین کہ عورت اذان نہ دے نہ مسجد مین اعتکاف کرے اور یہ مخالفت عورتون کی مردون سے صرف نماز مین ہو ورنہ عورت بہت سے مسائل
مین مردون سے علٰحدہ ہو جنکا بیان اشباہ کے احکامات مین ہو **ثم یرفع راسہ مکبرا ویکفی فیہ مع الکراہۃ ادنی ما یطلق علیہ اسم الرفع**
کما صححہ فی المحیط لتعلق الرکنیۃ بالادنی کسائر الارکان پھر نمازی سجدہ سے اپنا سر اُٹھاوے اللہ اکبر کہتا ہوا اور کافی ہو سر اُٹھانے مین کراہت تحریمی کے
ساتھ نہایت کم سر اُٹھانا جسپر نام اُٹھانے کا بولا جاے چنانچہ اسکی تصحیح کی ہو محیط مین اتنا اُٹھانا کافی ہو بسبب متعلق ہونے رکنیت کے ادنی کے ساتھ
مثل تمام ارکان کے یعنے ادنی بھی آخر رکن ہی کہلائیگا تو جن لوگون کے نزدیک اُٹھانا رکن ہو اُنکے نزدیک بھی سب رکن پائے جائینگے بل لو سجد علی
لوح فنزع فسجد بلا رفع اصلا صح بلکہ اگر سجدہ کیا تختی پر پھر وہ نکال لی گئی سر کے نیچے سے پھر سجدہ کیا بدون کچھ بھی سر اُٹھانیکے تو صحیح ہو

[illegible] ہے تو یہ کے ساتھ [illegible] ایۃ مذکور [illegible] اور حدیث [illegible] تصحیح کی ہے [illegible]

اگر دونوں سجدوں کے قریب ہو جائے تب تو سجدہ ثانیہ [illegible] اور [illegible] الحاق [illegible] تو [illegible] سجدہ ثانیہ

اور اصح عند محمد و علیہ الفتوی چونکہ دو سجدہ [illegible] تو سر اٹھانے سے امام محمد کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک سجدہ

[illegible] اٹھانے سے تو اگر [illegible] کوئی بے وضو ہو جائے تو [illegible] وضو کے امام محمد کے نزدیک اس سجدہ کو اعادہ کرنا چاہیے اور امام ابو یوسف کے

نزدیک [illegible] نہیں چاہیے کذا فی البحر [illegible] جیسے سجدہ تلاوت سر اٹھانے سے پورا ہوتا ہے بالاتفاق [illegible]

[illegible] فی البحر [illegible] کہا کہ تو فرق تلاش کرنا چاہیے کہ ابو یوسف کے نزدیک سجدہ تلاوت صرف سر رکھنے سے کیوں نہیں ہوتا اور نماز کا سجدہ کیوں ہوتا

و جلس بین السجدتین مطمئنا لما مر [illegible] قنیہ کو تشہد کی طرح بیٹھے دونوں سجدوں کے درمیان اطمینان سے یعنی بقدر ایکبار سبحان اللہ

کہنے کے اس دلیل کے باعث کہ ذکر ہو چکی بیٹھنے یہ جلسہ یا سنت ہے یا واجب یا فرض اور رکھے اپنے دونوں ہاتھ دونوں رانوں پر جیسے التحیات میں بیٹھ

میں کذا فی منیۃ المصلی ولیس بینہما ذکر مسنون وکذا لیس بعد رفعہ من الرکوع دعاء وکذا لا یاتی فی رکوعہ وسجودہ بغیر التسبیح علی المذہب وما ورد

محمول علی النفل اور دونوں سجدوں کے درمیان میں کوئی ذکر مسنون نہیں اور اسی طرح رکوع سے سر اٹھانے کے بعد کوئی دعا مسنون نہیں اور ایسا ہی نہ پڑھے رکوع

اور سجدہ میں تسبیح کے سوا اور کچھ نہ پڑھے بموجب معتمد مذہب کے اور جو ذکر یا دعائیں کہ ان مواضع میں وارد ہیں وہ نفل نماز پر محمول ہیں اور دعا دونوں سجدوں کے

درمیان ابو داؤد کی حدیث میں یہ وارد ہے اللہم اغفر لی وارحمنی وعافنی واہدنی وارزقنی اور رکوع سے سر اٹھانے کے بعد یہ دعا وارد ہے اللہم ربنا لک الحمد ملء السموات

وملء الارض وملء ما بینہما وملء ما شئت من شیء بعد اہل الثناء والمجد احق ما قال العبد وکلنا لک عبد لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد

روایت کیا ہے اسکو مسلم اور ابو داؤد وغیرہ نے اور بیچ رکوع کی دعا کو مسلم نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع کرتے تھے تو یہ فرماتے تھے اللہم

لک رکعت وبک آمنت ولک اسلمت خشع لک سمعی وبصری ومخی وعظمی وعصبی اور اسی حدیث میں دعا سجدہ کو روایت کیا ہے کہ جب آپ سجدہ کرتے تھے تو یہ فرماتے تھے

اللہم لک سجدت وبک آمنت ولک اسلمت سجد وجہی للذی خلقہ وصورہ وشق سمعہ وبصرہ تبارک اللہ احسن الخالقین تو شارح کہتا ہے کہ یہ دعائیں نفل پر محمول ہیں یعنی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکو نماز تہجد یا دوسری نفلوں میں پڑھا کرتے تھے تو نفل نماز میں یہ دعائیں مستحب ہیں نہ فرض میں شامی نے حلیہ سے نقل کیا کہ ان دعاؤں

کے التزام سے کچھ ضرر بھی نہیں گو مشائخ نے اسکی تصریح نہیں کی اسلیے کہ قواعد شرعیہ التزام مذکور کے مخالف نہیں اور قرات اور تسبیح اور تکبیر اور فرضوں اور نفلوں میں

یکساں ہی ہیں تو یہ دعائیں اگر یکساں ہوں تو کیا حرج ہے ویکبر ویسجد ثانیۃ مطمئنا اور جلسہ کے بعد اللہ اکبر کہے اور دوسرا سجدہ اطمینان سے کرے ویکبر للنہوض

علی صدور قدمیہ بلا اعتماد وقعود استراحۃ ولو فعل لا باس بہ اور دوسرے سجدہ کے بعد اللہ اکبر کہے اٹھنے کے لیے اپنے دونوں پاؤں کی چھاتی کے بل بدون زمین پر

سہارا دیئے اور آرام کے لیے بیٹھنے کے اور اگر سہارا دیگا تو کچھ مضائقہ نہیں شامی نے کہا کہ لو فعل سے سہارا دینا مراد ہے چنانچہ بحر الرائق میں ہے مگر شارح کی عبارت سے

استراحت کا بیٹھنا بھی ہو سکتا ہے لیکن آئین پر محمول ہے کہ جلسہ استراحت سے تاخیر فرض کی یعنی قیام کی لازم آتی ہے ویکرہ تقدیم احدی رجلیہ عند النہوض اور مکروہ ہے اٹھتے

کے وقت اپنا ایک پاؤں آگے بڑھانا والرکعۃ الثانیۃ کالاولی فیما مر غیر انہ لا یاتی بثناء ولا تعوذ فیہا ولم یشرعا الا مرۃ اور دوسری رکعت مثل اول کے ہے ان باتوں میں جو

گذر گئیں یعنے ارکان اور واجبات اور سنن میں دونوں یکساں ہیں بجز اسکے کہ دوسری رکعت میں ثنا اور اعوذ نہ پڑھے اسلیے کہ ثنا اور اعوذ صرف ایکبار مشروع ہوئے ہیں

ولا یسن مؤکدا رفع یدیہ الا فی سبع مواطن کما ورد بناء علی ان الصفا والمروۃ واحد نظرا للسعی اور مسنون نہیں تاکید کے ساتھ اٹھانا اپنے دونوں ہاتھوں کا مگر سات جگہ

میں چنانچہ حدیث میں وارد ہوا ہے اس بنا پر کہ صفا اور مروہ بلحاظ سعی کے ایک ہیں کہ رفع یدین حدیث میں سات جگہ مذکور ہے اور کلام مصنف اور نظم آئندہ میں آٹھ

مذکور ہیں اسلیے شارح نے دونوں میں مطابقت کے لیے کہا کہ صفا اور مروہ کو بلحاظ سعی کے حدیث میں ایک فرمایا ہے اسلیے سات جگہ ہوئیں اور مصنف اور ناظم

نے انکو دو شمار کرکے آٹھ کیا ہے اور سنت مین موکدہ کی قید اسواسطے لگائی تاکہ معلوم ہو کہ دعا وغیرہ مین رفع یدین مستحب ہے و سنت موکدۃ ثلثۃ فی الصلوۃ تکبیرۃ
افتتاح و قنوت و عید و خمسۃ فی الحج استلام الحجر و الصفا و المروۃ و عرفات و الجمرات تین تو نماز مین ہین یعنی رفع یدین تکبیر تحریمہ کے لیے اور قنوت کے لیے اور عید
کی تکبیرون کے لیے اور پانچ حج مین ہین یعنی حجر اسود کے بوسہ دینے کے وقت اور صفا پر اور مروہ پر اور عرفات و مزدلفہ پر اور اولٰی اور وسطی جمرون پر کنکر مارنے
کے وقت ویجمعها علی ہذا الترتیب بالنثر فقعس صمعج و بالنظم لابن الفصیح ـ فتح قنوت عید استلم الصفا مع مروۃ عرفات و الجمرات ـ اور جمع کرتا ہے ان مواضع کو اس
ترتیب مذکور پر نثر مین یہ کلمہ فقعس صمعج یعنے آٹھ حرف ہین جنمین سے ہر حرف ہر جگہ کے شروع کا حرف ہے مثلاً ف سے فتح کا اور ق قنوت کا آخر تک اور نظم مین ان
جگھون کو ابن فصیح کا شعر جامع ہے فتح یعنے شروع نماز اور قنوت اور تکبیر عید اور استلام حجر اسود اور صفا مروہ کے ساتھ اور عرفات اور جمرات والرفع بحذاء اذنیہ
کالتحریمۃ فی الثلثۃ الاول واما فی الاستلام والرمی عند الجمرتین الاولی والوسطی فانہ یرفع حذاء منکبیہ ویجعل باطنهما نحو الحجر والکعبۃ اور ہاتھون کا اٹھانا
اول کے تین مقامون مین یعنے تحریمہ اور قنوت اور عید کی تکبیرون مین اپنے دونون کانون کے برابر ہو مثل تحریمہ کے اور حجر اسود کے بوسہ دینے اور اول
اور درمیانی جمرون کے کنکر مارنے مین ہاتھون کو اپنے دونون شانون کے برابر اٹھاوے اور ہاتھون کے اندر کیطرف یعنی ہتھیلیان بوسہ مین حجر اسود کیطرف
اور کنکر مارنے مین کعبہ کیطرف کرے شارح نے مثل تحریمہ اسواسطے کہا کہ اسکی کیفیت مشہور ہے گو تین مقامون مین وہ بھی داخل ہے اور جمرۂ اولی اور وسطی کو
اسلیے مخصوص کیا کہ جمرۂ اخیرہ کے پاس دعا نہین اسلیے کہ دعا ہی کنکر مارنے کے بعد ہے جسکے بعد کنکر مارنا ہے کذا فی الطحطاوی واما عند الصفا والمروۃ و عرفات
فیرفعهما کالدعاء والرفع فیه وفی الاستسقاء مستحب اور صفا اور مروہ پر اور عرفات مین ہاتھون کو اٹھاوے مانند دعا مانگنے کے اور دعا مین ہاتھون کا
اٹھانا اور مینہ کی طلب مین ہاتھ اٹھانا مستحب ہے فیبسط یدیہ حذاء صدرہ نحو السماء لانها قبلۃ الدعاء ویکون بینهما فرجۃ تو اپنے دونون ہاتھ اپنے سینہ کے
برابر آسمان کیطرف پھیلاوے اسلیے کہ آسمان دعا کا قبلہ ہے یعنے جیسے کعبہ نماز کا قبلہ ہے ویسے ہی آسمان دعا کا قبلہ ہے تو کوئی یہ وہم نہ کرے کہ کریم متعال جس سے
دعا مانگتے ہین وہ اوپر کی جانب ہے کذا فی الطحطاوی اور دونون ہاتھون مین دعا کے وقت کسی قدر فرجہ رہے گو تھوڑا ہی ہو والاشارۃ بمسبحتہ لعذر کبرد یکفی
اور انگشت شہادت سے اشارہ کرنا دعا کے وقت کسی عذر مثل سردی کی جہت سے کافی ہے یعنے ایک طریق دعا کا دعاء تضرع ہے جو آگے آتا ہے اسمین خنصر اور بنصر کا
بند کرنا اور بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ کرنا اور صرف انگشت شہادت سے اشارہ کرنا کافی ہے اگر سردی وغیرہ کا عذر ہو والمسح بعدہ علی وجهہ سنۃ فی الاصح
شرنبلالیہ اور بعد دعا کے ہاتھون کا اپنے منھ پر پھیر لینا سنت ہے صحیح تر قول مین کذا فی الشرنبلالیہ وفی الوتر البحر الدعاء اربعۃ دعاء رغبۃ یفعل کما مر ودعاء رہبۃ یجعل کفیہ
لوجهہ کالمستغیث من الشیء ودعاء تضرع یعقد الخنصر والبنصر ویحلق ویشیر بمسبحتہ ودعاء الخفیۃ یفعلہ فی نفسہ اور بحر الرائق کے باب الوتر مین ہے کہ دعا چار طرح کی ہے
اول دعاء رغبت یعنی کسی چیز کی طلب جیسے جنت کی طلب مثلاً تو دعاء رغبت مین کرے چنانچہ گذرا یعنی ہاتھون کو آسمان کیطرف پھیلا دے دوسری دعاء رہبت
یعنی خوف جیسے دوزخ سے بچنے کی دعا اسمین ہتھیلیون کی پشت اپنے منھ کیطرف کرے جیسے کسی چیز سے زیاد چاہنے والا کرتا ہے شامی نے کہا کہ بحر الرائق مین ظہر کفیہ
اور یہی صواب ہے شاید شارح کے قلم سے ظہر کا لفظ رہ گیا انتہی اسلیے مترجم نے ترجمہ مین لفظ مذکور کا لحاظ رکھا تیسری دعاء تضرع ہے کہ اسمین نہ کسی چیز کی خواہش ہو نہ کسی
چیز کا خوف بلکہ صرف اظہار اپنی عاجزی اور ذلت کا سامنے خدا تعالی کے ہو جیسے یہ کہنا کہ الٰہی مین تیرا بندہ عاجز و مسکین ذلیل و حقیر ہون تو ایسی دعا مین اپنی خنصر اور بنصر کو بند کرے
اور بیچ کی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ کرے اور اپنی انگشت شہادت سے اشارہ کرے چوتھی دعاء پوشیدہ ہے جو اپنے دلمین دعا مانگے یعنے اس دعا مین ہاتھ اٹھانا نہین اسلیے
کہ ہاتھ اٹھانا علامت اعلان کی ہے تو دعا خفیہ نہ رہیگی کذا فی الشامی و بعد فراغہ من سجدتی الرکعۃ الثانیۃ یفترش الرجل رجلہ الیسرٰی فیجعلها بین الیتیہ ویجلس علیها
وینصب رجلہ الیمنی ویوجہ اصابعہ فی المنصوبۃ نحو القبلۃ ہو السنۃ فی الفرض والنفل اور بعد اپنے فراغت ہونیکے دوسری رکعت کے دونون سجدون سے مرد اپنا بایان
پانون بچھاوے اور اسکو اپنے دونون سرینون کے تلے کرے اور اسپر بیٹھ جاوے اور داہنے پانون کو کھڑا کرے اور اپنی انگلیون کو کھڑے پانون کی قبلہ کیطرف کرے یہی سنت ہے فرض و نفل

اور بعض نے تمام سنتون مین تمشنا ثابت منقول ہی کہ بچھے پاؤن کی انگلیون کو بھی بحالت قعود قبلہ رخ رکھے جیسے سجدہ مین رکھتے ہین اور نقل مین مضمون ہو جس کی تعمیر میں ہی اور دلائی کہ انہین حنیفیت قول ہی یہ ہو کہ جیسے پاؤن بحالت بیٹھنے کے ۔ کذا فی الہجتہادی وفی شیخ مینا دعلی حمدۃ المفتی وبیسرا و فی المسیری وبیسط اصابعہ مفرجۃ قلیلا جاعلا

اطرافہا عند رکبتیہ ولا یاخذ الرکبۃ ہو الاصح لتتوجہ الی القبلۃ اور رکھے اپنا داہنا ہاتھ داہنی ران پر اور بایان ہاتھ بائین ران پر اور پھیلا دے ہاتھ کی انگلیان

ہاتھون کی تھوڑی سی فرجہ رکھکر اور کرے انگلیون کے سرے دونون گھٹنون کے پاس اور نہ پکڑے زانو کو یہی صحیح تر ہو اسلیے نہ پکڑے تاکہ انگلیان

سب قبلہ رخ رہین کیونکہ پکڑنے کی صورت مین زمین کیطرف متوجہ ہو جائینگی اور ہر چند زانو کو پکڑنا بھی جائز ہو مگر افضل نہ پکڑنا ہی کذا فی الشامی عن المجتبیٰ

ولا یشیر بسبابتہ عند الشہادۃ وعلیہ الفتوی کما فی الولوالجیۃ والتجنیس وعمدۃ المفتی وعامۃ الفتاوی لکن المعتمد ما صححہ الشراح ولا سیما المتاخرون

کالکمال والحلبی والبہنسی والباقانی وشیخ الاسلام جد وغیرہم انہ یشیر لفعلہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ونسبوہ لمحمد والامام بل فی متن درر البحار وشرحہ غرر الاذکار

المفتی بہ عندنا انہ یشیر باسطا اصابعہ کلہا اور اشارہ نکرے اپنی سبابہ انگلی سے اشہدان لا الہ الا اللہ کہنے کے وقت اور اسی پر فتوی ہو چنانچہ ولوالجیہ و تجنیس

اور عمدۃ المفتی اور اکثر فتاوون مین ہو مگر قول معتمد وہ ہو جسکی تصحیح کی ہو شارحین نے خصوصی متاخرین مثل کمال اور حلبی اور بہنسی اور باقانی اور شیخ الاسلام جد

اور انکی سوا اور ون نے کہ اشارہ کرے بسبب اشارہ کرنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور نسبت کیا ہو اُن لوگون نے اس قول کو امام محمد اور امام اعظم کیطرف

بلکہ درر بحار کے متن اور اسکی شرح غرر الاذکار مین ہو کہ مفتی بہ ہم حنفیون کے نزدیک یہ ہو کہ اشارہ کرے اپنی سبابہ سے سب انگلیون کو کھلا رکھکر کہ شامی نے

کہا کہ درر بحار اور اسکی شرح سے یہ نہین پایا جاتا کہ اشارہ کرنے مین انگلیان سب کھلی ہون بلکہ غرر الاذکار مین تصریح ہو کہ مفتی بہ اشارہ کرنا ہو سبابہ سے ترپن

کے عقد کی صورت پر جیسے امام شافعی اور امام احمد فرماتے ہین سبابہ کو لا الہ کہنے کے وقت اٹھا دے اور الا اللہ کہنے کے وقت رکھدے اور یہی قول ہو امام اعظم

اور محمد کا اور بہت آثار و احادیث اس کیفیت پر دال ہین انتہی تو شارح کا باسطا اصابعہ شرح سے نقل کرنا غلط ہو خلاصہ یہ کہ اس مقام پر حنفیون مین دو ہی

قول ہین ایک یہ کہ تمام التحیات مین اشہدان لا الہ الا اللہ کے پیشتر تک انگلیان کھلی رکھے اور جب اس کلمے کو کہے تو ترپن کا عقد کر کے اشارہ کرے یعنی

حرف لا پر سبابہ اٹھا دے اور الا اللہ پر رکھدے یہ دوسرا قول متاخرین کے نزدیک معتمد ہو اسوجہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث صحیحہ مین ثابت ہوا ہو

اور ہمارے تینون اماموں سے اسکا منقول ہونا صحیح ہو اور یہ جو شارح نے لکھا ہو کہ کھلی انگلیان رکھکر اشارہ کرے اور اس زمانہ کے عوام مین یہی رواج ہو رہا ہو تو مین نے

کسی کو نہین سنا کہ اس قول کا قائل ہو بجز شارح کے بہ تبعیت شرنبلالی عن البرہان پس جب شارح کا کلام جمہور شارحین اگلون اور پچھلون کے مخالف ٹھہرا تو

بہتر جمہور علما مین عمل اسی پر کرنا چاہیے یعنی ترپن کا عقد کر کے اشارہ کرے نہ انگلیون کو کھلی رکھکر وفی الشرنبلالیۃ عن البرہان الصحیح انہ یشیر بمسبحتہ وحدہا

یرفعہا عند النفی ویضعہا عند الاثبات واحترزنا بالصحیح عما قیل لا یشیر لانہ خلاف الدرایۃ والروایۃ وبقولنا بالمسبحۃ عما قیل یعقد عند الاشارۃ انتہی اور شرنبلالیہ

مین برہان سے منقول ہو کہ صحیح یہ ہو کہ تنہا انگشت شہادت سے اشارہ کرے یعنی دونون سبابہ سے اشارہ نکرے اور اشارہ کرنے مین انگشت شہادت کو

نفی یعنی حرف لا کہنے کے وقت اُٹھا دے اور اثبات یعنی الا اللہ کہنے کے وقت رکھدے اور ہمنے جو اس قول مین صحیح کی قید لگائی تو اُس سے ہمنے اُس

قول غیر صحیح سے احتراز کیا کہ اشارہ نکرے اُسکے صحیح نہونے کی یہ وجہ ہو کہ اشارہ نکرنا خلاف ہو عقل اور نقل کے اور تنہا انگشت شہادت ہمنے اسلیے کہا کہ

اس قول سے احتراز ہو کہ اشارہ کے وقت ترپن کا عقد کرے تمام ہوا قول شرنبلالی کا میں اوپر معلوم ہو چکا کہ اشارہ کرنا بدون عقد کے کتب مذہب کے

خلاف ہو بلکہ ایسی طرح اشارہ کرنیکا کوئی قائل نہین اور اشارہ کا نہ کرنا خلاف عقل ہو یعنی اسلیے کہ اشارہ کرنے سے نفی و اثبات جو زبان سے نکلتا ہو اُس

نفی اور اثبات کے موافق ہو جاتا ہو جو انگلی کے اشارہ سے کیا جاتا ہو اور یہ امر یعنی مطابقت قولی اور فعلی عقلاً عمدہ ہو اور اشارہ کا نکرنا اسکے خلاف

پڑتا ہو اور مخالف نقل ہونا اسطرح ہو کہ امام محمد نے موطا اور کتاب مشیخت مین روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ کرتے تھے پھر کہا کہ ہم کرتے ہین

جو کچھ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور یہی قول ہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا اور کتاب الامالی میں منقول ہے کہ امام ابو یوسف بھی اشارہ کرتے تھے جب تینوں امام
اشارہ پر متفق ہو گئے اور احادیث صحیحہ سے اسکا ثبوت قرار واقعی ہو گیا تو اب اگر کوئی جاہل اپنے نفس کی شامت سے کسی روایت ضعیف پر عمل کر کے اشارہ نہ کرے
تو وہ قطعاً تارک سنت ہوگا وفی العینی عن التحفۃ الاصح انہا مستحبۃ وفی المحیط انہا سنۃ اور عینی میں تحفہ سے منقول ہے کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ اشارہ کرنا مستحب ہے اور محیط میں
ہے کہ وہ سنت ہے علامہ نجم الدین زاہدی نے نقل کیا ہے کہ متفق ہیں یہ تینوں ہمارے تینوں اماموں کی کہ اشارہ کرنا سنت ہے اور ایسا ہی معدن شرح کنز میں ہے (ویقرأ)
تشہد ابن مسعود وجوباً کما بحثہ فی البحر لکن کلام غیرہ یفید ندبہ وجزم شیخ الاسلام الجد بان الخلاف فی الافضلیۃ ونحوہ فی مجمع الانہر اور پڑھے وہ التحیات جو
مروی ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بطور وجوب چنانچہ بحث کیا ہے اسکو بحر الرائق میں لیکن کلام اوروں کا سوائے صاحب بحر فائدہ دیتا ہے اُس تشہد کے مستحب
ہونیکا اور شیخ الاسلام جد نے یقین کیا ہے کہ خلاف افضل ہونے میں ہے اور اسکے مثل ہے مجمع الانہر میں تمام التحیات کو تشہد اسلیے کہا کہ مشتمل ہے دو شہادتوں پر اور عبد اللہ
ابن مسعود کا تشہد یہ ہے (التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد
ان محمدا عبدہ ورسولہ) بحر الرائق کی بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی تشہد کا پڑھنا واجب ہے مگر اُسکے حواشی میں خیر الدین رملی نے کہا کہ تشہد نماز میں واجب ہے لیکن غیر معین
واجب ہے نہ خاص اور نہر الفائق میں ہے کہ اس خاص تشہد کا پڑھنا بہتر ہے جیسے وتروں میں دعا قنوت واجب ہے اور الفاظ مخصوصہ اللہم انا نستعینک الخ سنت ہیں اور
امام ابو حنیفہ کا قول یہ ہے کہ اگر التحیات میں کچھ کمی یا زیادتی کر دیگا تو مکروہ ہوگا اسلیے کہ نماز کے اذکار محصور اور معدود ہیں اُن سے تجاوز نہ چاہیے انتہی کذا فی الشامی والطحطاوی
ملتفتا ویقصد بالفاظ التشہد معانیہا مرادۃ لہ علی وجہ الانشاء کانہ یحیی اللہ تعالی ویسلم علی نبیہ وعلی نفسہ واولیائہ لا الاخبار عن ذلک ذکرہ فی المجتبی اور قصد کرے تشہد کے
الفاظ سے انکے معنی جو بطور انشا کے نمازی کو مقصود ہوں یعنی انکا ایجاد اسیوقت تصور کرے اسطرح کہ گویا نمازی اللہ تعالی کو تحیت پہونچاتا ہے اور اپنے نبی اور اپنے
نفس اور احباب پر سلام بھیجتا ہے نہ قصد کرے تشہد کے الفاظ سے خبر دینا اور حکایت کرنا اُس حال کا ذکر کیا ہے اسکو مجتبی میں ہم یعنی جو قصہ معراج میں واقع ہوا تھا اسکی حکایت
کا قصد نہ کرے اور وہ قصہ یہ ہے کہ شب معراج میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقام قرب پر فائز ہوئے تو آپکو بیٹھنے کا ارشاد ہوا آپ نے فرمایا (التحیات للہ والصلوات والطیبات)
یعنے جیسے کوئی بادشاہوں کے پاس جا کر اول ثنا کرتا ہے پھر خدمت پھر مال نذر کرتا ہے ویسے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادتیں زبانی اور بدنی اور مالی پیشکش کیں جناب
احدیت سے بطور خلعت شاہی ارشاد ہوا (السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ) یعنی یہ ہمارا سلام خاص تمپر ہوا ہے نبی اور رحمت اور برکتیں اللہ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
جو اس تکریم خاص الخاص کو ملاحظہ فرمایا بمقتضائے جود و کرم یہ نہ چاہا کہ ضعفاء امت بھی اس سے بے بہرہ رہیں عرض کیا (السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین) یعنی سلام خاص
ہم سب پر اور اللہ تعالی کے نیک بندوں پر ہو علینا میں سب گنہگاران امت کو بھی شامل کر دیا کہ کوئی اس سلام خصوصیت التیام سے محروم نہ رہے ہو النعم ما قیل ع چہ غم دیوار امت را
کہ باشد چون تو پشتیبان * چہ باک از موج بحر آنرا کہ باشد نوح کشتیبان * جب ملائکہ مقربین نے یہ جود و کرم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھا تو بولے (اشہد ان لا الہ الا اللہ و
اشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ) تو غرض مصنف کی یہ ہے کہ التحیات پڑھنے میں اس قصہ کی حکایت مد نظر نہ کرے بلکہ یہ ارادہ کرے کہ میں خود اللہ تعالی کے حضور میں تحیت پیش کرتا ہوں
اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اپنے اوپر اور دوستوں پر سلام بھیجتا ہوں وظاہرہ ان ضمیر علینا للحاضرین لا حکایۃ سلام اللہ تعالی اور ظاہر کلام مصنف کا یہ ہے کہ ضمیر علینا موجود
شخصوں یعنی امام اور مقتدی اور ملائکہ کیطرف ہے نہ نقل سلام اللہ تعالی کی طحطاوی نے کہا کہ صواب یہ ہے کہ شارح نقل سلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتا چنانچہ مترجم نے
جو قصہ مذکور کیا اس سے ظاہر ہے کہ السلام علینا مقولہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا وکان علیہ الصلوۃ والسلام یقول فیہ انی رسول اللہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
تشہد میں یوں فرمایا کرتے تھے انی رسول اللہ یعنی بجاے ان محمدا عبدہ ورسولہ کے انی رسول اللہ کہتے تھے نقل کیا ہے اسکو رافعی نے شافعی لوگوں سے مگر حافظ ابن حجر نے
اسکو رد کیا ہے کہ اسکی کچھ اصل نہیں بلکہ تشہد کے الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر اسیطرح مروی ہیں کہ آپ اشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ فرمایا کرتے تھے ہاں اگر تشہد
سے اذان کی شہادتین مراد ہوں تو یہ قول صحیح ہے اسلیے کہ ثابت ہوا ہے کہ آپ نے سفر میں ایکبار اذان کہی تو ایسا فرمایا اور بخاری میں سلمۃ بن الاکوع کی حدیث میں بھی مذکور ہے

آل ابراہیم انک حمید مجید) اور یہی طرح درود کا موافق ہی بخاری و مسلم وغیرہما کے کذا فی الشامی و صحیح زیادۃ فی العالمین و تکرار انک حمید مجید اور درست ہی زیادہ
کرنا فی العالمین کا یعنے بعد کما بارکت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم نے ایکبار جیسے کہ مالک اور مسلم اور ابو داؤد کی روایت مین ہی اور پہلے جملہ مین یعنے کما صلیت کے
بعد یہ لفظ احادیث صحیحہ مین ثابت نہین ہوا کذا فی الشامی اور درست ہی تکرار کرنا انک حمید مجید کا یعنی ایکبار کما صلیت کے بعد اور ایکبار کما بارکت کے بعد جیسا کہ
اوپر مترجم نے دونون جگہ لکھا ہی و عدم کراہتہ الترحم ولو ابتداءً اور صحیح ہی نہ مکروہ ہونا ترحم کا اگرچہ ابتدا ہی مین ہو یعنی اگر بدون اللّٰھم صل الخ کے شروع سے اللّٰھم ارحم
محمداً و آل محمد کما رحمت علی ابراہیم الخ کہا تو مکروہ نہوگا اسیطرح اگر دونون جملہ درود مذکور الصدر پر وارحم محمداً و آل محمد زیادہ کیا تو جائز ہوگا فیض مین کہا کہ اس جملہ کا
ترک کرنا بہتر ہی احتیاطاً اور نووی نے اذکار مین کہا کہ اسکا بڑھانا بدعت ہی اور اسکی وجہ غالباً یہ ہی کہ دعا رحمت کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تشہد مین کسی معتبر
طریق سے ثابت نہین ہوئی کذا فی الشامی مختصراً و ندب السیادۃ لان زیادۃ الاخبار بالواقع عین سلوک الادب فھو افضل من ترکہ ذکرہ الرملی الشافعی وغیرہ اور مستحب ہی
سیدنا کہنا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اسم شریف پر اسلیے کہ خبر دینا حقیقت حال کا عین طریق ادب چلنا ہی پس سیدنا
کہنا بہ نسبت اُسکے چھوڑ دینے کے افضل ہی ذکر کیا ہی اسکو رملی شافعی وغیرہ نے ہم طحطاوی نے کہا کہ لفظ زیادت کو حذف کرنا بہتر ہی اسلیے مترجم نے اسکو ترجمہ مین نہین شامل کیا
اور یہ جو کہا کہ خبر دینا واقع کا ادب کی راہ چلنا ہی اس سے یہ غرض ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سید الاولین والآخرین مین تو آپکے لیے سیدنا بڑھانا مطابق نفس الامر
کے اور بمقتضاے ادب ہی اس سے معلوم ہوا کہ درود جو اوپر گذرا اُسمین آٹھ جا سیدنا بڑھاوے کیونکہ چار جا آپ کا نام مبارک ہی اور چار جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام
کا وما نقل لا تسودونی فی الصلوۃ فکذب و قولہم لا تسیدونی بالیاء لحن ایضاً والصواب بالواو اور یہ جو منقول ہی کہ نماز مین مجکو سید مت کہو تو یہ حدیث جھوٹ ہی اور بعض نے جو
لا تسیدونی یاء تحتانیہ سے نقل کیا ہی وہ جھوٹ ہونے کے سوا غلط بھی ہی اور صحیح واوسے ہی کیونکہ اسکا مصدر سیادۃ ہی و خص ابراہیم لسلامہ علینا او لانہ سمانا المسلمین او لان
المطلوب صلوۃ یتخذہ بہا خلیلاً اور مخصوص ہوے حضرت ابراہیم علیہ السلام تشبیہ مین بسبب اُنکے سلام کرنیکے ہم اہل اسلام پر یا اسلیے کہ حضرت ابراہیم نے ہمارا نام مسلمان
رکھا یا اسوجہ سے کہ مطلوب وہ رحمت ہی جس سے خدا تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خلیل کرے ہم یہ جواب ہی سوال مقدر کا تقریر سوال کی یہ ہی کہ صلوۃ و برکت مین تشبیہ
حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کیون دی اور انبیاء کرام صلوات اللہ علیہم کے ساتھ کس وجہ سے ندی شارح نے اس سوال کے تین جواب دیے اول یہ کہ آپکے ساتھ تشبیہ
سبب یہ ہی کہ آپنے معراج کی شب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا تھا کہ اپنی امت کو میرا سلام پہونچانا دوم یہ کہ حضرت ابراہیم نے ہمارا نام مسلمان رکھا چنانچہ خدا
خبر دیتا ہی (ھو سماکم المسلمین) تو اسکے عوض مین ہماری طرف سے یہ تشبیہ ہوئی سوم یہ کہ مطلوب اس صلوۃ سے یہ ہی کہ اس سے اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا خلیل کرے
جیسے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل کیا ہی اور بعض لوگون نے اور جواب بھی دیے مین منجملہ اُنکے ایک یہ ہی کہ تشبیہ آپکے ساتھ اسوجہ سے ہی کہ آپ جد امجد ہین رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
اور فضائل مین تشبیہ باپ دادون کے ساتھ مرغوب ہوتی ہی اور ایک یہ کہ آپ باقی رسولون سے افضل ہین اس جہت سے تشبیہ دیگئی اور ایک یہ کہ اہل اسلام کی ملت آپکی
ملت سے ملتی جلتی ہی چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی (ملۃ ابیکم ابراہیم) اور ایک یہ کہ آنحضرت صلعم کو آپکی اقتدا کا حکم ہوا جیسے ارشاد ہی (ان اتبع ملۃ ابراہیم حنیفاً) کذا فی الشامی وعلی الا
فالتشبیہ ظاہر او راجع لآل محمد او المشبہ بہ قد یکون ادنیٰ مثل مثل نورہ کمشکوۃ اور وجہ اخیر پر یعنی جب صلوۃ سے مطلوب صلوۃ خاصہ ہو تو تشبیہ ظاہر ہی یعنی وجہ شبہ
خلت ہی یا تشبیہ رجوع کرنیوالی ہی آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف یا مشبہ بہ کبھی کمتر ہوتا ہی جیسے قرآن مجید مین ہی کہ کہاوت نور خدا کی جیسے قندیل مین چراغ ہم یہ جواب
ہی سوال مشہور کا جو علماے قدیم و جدید کرتے ہین اسکی تقریر یہ ہی کہ قاعدہ اکثریہ ہی کہ مشبہ بہ مشبہ سے وجہ شبہ مین اعلیٰ ہوتا ہی اور یہان یہ بات نہین اسلیے کہ جو رحمت
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکی آل کو حاصل ہی وہ حضرت ابراہیم اور آپکی آل کی رحمت اور برکت سے اعلیٰ ہی اسلیے کہ حدیث صحیح مین وارد ہی کہ جو کوئی مجھپر ایکبار درود
بھیجے اللہ تعالیٰ اُسپر دس بار رحمت بھیجتا ہی اور اُسکی دس برائیان دور کرتا ہی اور دس درجے بلند کرتا ہی اور یہ بات حضرت ابراہیم یا دوسرے پیغمبر کے حق مین وارد نہین تو شارح
اسکا جواب یہ دیا کہ یا تو وجہ شبہ صلوۃ خاصہ ہی جو موجب خلت ہی یا یہ کہ تشبیہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شریک نہین مشبہ صرف آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم

۱؎ اُس نے نام رکھا تمہارا مسلمان ۱۲

۲؎ تمہارے باپ ابراہیم

۳؎ پیروی کرو ملت ابراہیم کی ایک رخا ہو کر ۱۲

اور ابعاد کی یہ ہے (بعد من ذکرت عندہ فلم یصل علیک) اور شقا کی یون ہے (من ذکرت عندہ فلم یصل علی فقد شقی) اور بخل کی حدیث کے یہ الفاظ ہین (البخیل من ذکرت عندہ فلم یصل علی) اور جفا کے الفاظ یون وارد ہین (من الجفا ان اذکر عند الرجل فلم یصل علی) کذا فی الطحطاوی من الحلبی ثم قال فتکون فرضا فی العمر وواجبا کلما ذکر علی الصحیح پھر صاحب بحر نے اس ترجیح کے بعد کہا کہ درود پڑھنا فرض ہے عمر بھر مین اور واجب ہے جتنے بار کہ ذکر نام مبارک کا ہو مذہب صحیح پر وحراما عند فتح التاجر متاعہ ونحوہ اور حرام ہے وقت کھولنے تاجر کے اپنے اسباب کو اور اس جیسے دوسرے وقتون مین یعنی مکروہ تحریمی ہے شامی نے کہا کہ یہ اسصورتمین ہے کہ تاجر کو اس درود کے پڑھنے سے خریدار کا جتانا یا اپنے اسباب کی ترویج منظور ہو اور اگر اسکا مقصود صرف درود ہوگا تو مکروہ نہوگا اور اسمین ملحق ہے ذکر اللہ تعالی کا جس سے تعظیم مقصود نہو بلکہ دوسرے کو جتانا یا اپنے اسباب کا مروج کرنا مد نظر ہو تو وہ بھی مکروہ تحریمی ہے کذا فی الطحطاوی وسنۃ فی الصلوۃ اور مسنون ہے درود پڑھنا نماز مین یعنی قعدہ اخیرہ کے تشہد کے بعد ومستحبۃ فی کل اوقات الامکان اور درود پڑھنا مستحب ہے سب امکان کے وقتون مین یعنی جسوقت کہ کوئی مانع شرعی نہو اسمین درود پڑھنا مستحب ہے ہم علمانے اوقات درود کی تصریح اسطرح کی ہے روز جمعہ شب جمعہ روز شنبہ روز یکشنبہ روز پنجشنبہ وقت صبح وقت شام مسجد مین گھسنے کے وقت مسجد سے نکلنے کے وقت قبر شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے وقت صفا کے اور مروہ پر جمعہ وغیرہ کے خطبہ مین بعد جواب اذان کے تکبیر کے وقت دعا مانگنے کے شروع اور درمیان اور آخر مین دعار قنوت کے بعد تلبیہ سے فارغ ہونیکے وقت اجتماع کے وقت جدا ہونیکے وقت وضو کرنیکے وقت کان بولنے کے وقت چیز کے بھول جانیکے وقت وعظ کہنے کے وقت حدیث کے پڑھنے کی ابتدا مین اسکے انتہا کے وقت مسئلہ یا فتوی لکھنے کے وقت تصنیف کے وقت ہر درس دینے والیکو ہر پڑھنے والیکو ہر منگنی کرنیوالیکو ہر نکاح پڑھنے والیکو ہر نکاح پڑھوانے والیکو سب ضروری کامون کے پیشتر آنحضرت صلعم کے نام لکھنے کیوقت کذا فی شرح دلائل الخیرات للفاسی شامی نے کہا کہ ان مواضع مین سے اکثر کی تصریح کتب حنفیہ مین موجود ہے ومکروہۃ فی صلوۃ غیر تشہد اخیر اور درود پڑھنا مکروہ ہے نماز مین بجز اخیر تشہد کے کہ اسمین مسنون ہے شامی نے کہا کہ استثنا کرنا قنوت وتر کا بھی چاہیے کہ اسکے آخر مین درود مشروع ہے چنانچہ بحر الرائق مین ہے اور ایسے ہی نماز جنازہ کو استثنا کرنا چاہیے کہ اسمین بھی درود مسنون ہے تنبیہ درود پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سات جگہ مکروہ ہے حالت جماع حالت بول وبراز ترویج مبیع مین لغزش قدم کے وقت تعجب کے وقت ذبح کے وقت چھینکنے کے وقت کذا فی الشرعۃ فلذا استثنی فی النہر من قول الطحاوی مافی تشہد اول اور چونکہ سوا تشہد اخیر کے نماز مین درود مکروہ ہے تو اسلیے نہر الفائق مین طحاوی کے قول سے استثنا کیا ہے اس نام مبارک کو جو تشہد اول مین ہے یعنے بموجب قول طحاوی کے جس جگہ نام مبارک آوے درود واجب ہے مگر قعدہ اول مین باوجود نام پاک آنیکے درود واجب نہین بلکہ مکروہ تحریمی ہے کذا فی الشامی وضمن صلوۃ علیہ لئلا یتسلسل اور مستثنی کیا ہے اس نام کو جو ضمن مین درود شریف کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو تاکہ تسلسل نہو یعنی درود پڑھنا خالی نام مبارک سے نہین تو اگر ہر نام پر درود واجب ہو تو سلسلہ درود کا ختم نہو شامی نے کہا کہ اس صورت کا بھی استثنا کرنا چاہیے کہ نام مبارک قرات یا خطبہ مین سنے اسلیے کہ سننا قرات اور خطبہ کا واجب ہے اور اگر خود قرآن پڑھتا ہو اور نام مبارک آوے تو افضل یہ ہے کہ قرائت نچھوڑے بعد فراغت قرات کے اختیار ہے چاہے درود پڑھے چاہے نہ پڑھے بل خصہ فی درر البحار بغیر الذاکر لحدیث من ذکرت عندہ فلیصل علی بلکہ درر البحار مین درود کے واجب ہونیکو خاص کیا ہے نام لینے والیکے سوا پر بسبب حدیث من ذکرت عندہ کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم بعض علمانے طحاوی کے قول پر اعتراض کیا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لینے سے درود واجب ہو تو سلسلہ درود کا تمام نہوگا اسلیے کہ درود خالی نام پاک سے نہین ہوتا درر البحار مین طحاوی کیطرف سے یہ جواب دیا کہ وجوب اسپر ہے جو نام مبارک کو سنے نہ نام لینے والے پر اسلیے کہ حدیث شریف مین جو وعید وارد ہے وہ نام کو سنکر درود پڑھنے والے پر ہے مثلا البخیل من ذکرت عندہ فلم یصل علی یعنی بخیل وہ ہے جسکے سامنے میرا ذکر ہوا اور مجھپر درود نہ پڑھے اس حدیث مین من موصولہ سے سننے والا مراد ہے جسکے روبرو نام لیا گیا تو چاہیے کہ نام لینے والا اور کوئی ہو اور وجہ وجوب کی یہ وعیدین ہین جو احادیث مین مذکور ہین تو معلوم ہوا کہ وجوب سننے والے ہی پر ہے والعاج الاعضاء برفع الصوت جہل وانما ہی دعاء لہ والدعاء یکون بین الجہر والمخافتۃ لذا اعتمدہ الباجی فی کنز العفاۃ اور اعضا کا ہلانا آواز کی بلندی کے ساتھ جہالت ہے بلکہ درود تو آدمی کے حق مین دعا ہے اور دعا مانگنا درمیان جہر اور اسرار کے ہوتا ہے یعنے نہ چیخ کر نہ بہت آہستہ اسیطرح اعتماد کیا ہے اسپر باجی نے کنز العفاۃ مین ہم یعنی درود پڑھنے مین چیخنا اور ہاتھ پانون یا گردن کا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ مجھکو ایک دعا تعلیم فرمائیے کہ نماز مین اُسکو پڑھون آپنے یہ دعا تعلیم فرمائی (اللھم انی ظلمت نفسی ظلما کثیرا ولا یغفر
الذنوب الا انت فاغفرلی مغفرة من عندک وارحمنی انک انت الغفور الرحیم) تو است والونکو چاہیے کہ خاص اسی دعا کو پڑھا کرین اضطرب فیہ کلامھم ولاسیما المصنف والمختار
کما قالہ الحلبی ان ماھو فی القرآن او فی الحدیث لا یفسد وما لیس فی احدھما ان استحال طلبہ من الخلق لا یفسد والا یفسد لو قبل قدر التشھد دعا کے باب مین فقہا کا کلام پریشان
ہے خصوص مصنف کا کہ کہین کچھ ہے اور کہین کچھ اور مختار بموجب قول حلبی کے یہ ہے کہ جو دعا قرآن یا حدیث مین ہے وہ مفسد نماز نہین اور جو دعا کہ قرآن یا حدیث مین سے
کسی مین نہین تو اگر اُسکا مانگنا خلق سے محال ہے مثلا اغفر لعمی یعنے میرے چچا کی مغفرت کر تو مفسد نماز نہو گی اور اگر اُسکا مانگنا خلق سے محال نہو گا جیسے یون کہنا
کہ الٰہی مجھکو نمک دے یا تیل دے وغیرہ تو مفسد نماز ہو گی بشرطیکہ دعا مذکورہ مقدار التحیات سے پیشتر ہو ولا تتم بہ مالم یقید بسجدة فلا تفسد بسوال المغفرة مطلقا
ولو لعمی او لعمرو وکذا الرزق مالم یقیدہ بمال ونحوہ لاستعمالہ فی العباد مجازا اور اگر مقدار التحیات سے بیشتر نہ پڑھے بلکہ اسقدر کے بعد پڑھے تو نماز اس سے پوری ہوجائیگی
یعنی کراہت تحریمی کے ساتھ کذا فی الطحطاوی نماز پوری ہو گی جبتک کہ سجدہ نماز یا تلاوت یاد نہ پڑے تو فاسد نہو گی دعاے مغفرت سے مطلقا یعنی خواہ وہ دعا قرآن مین
ہو یا نہو اگرچہ دعا یون کرے کہ الٰہی بخشدے میرے چچا یا عمرو کو اور اسیطرح فاسد نہو گی نماز طلب رزق سے اگر اسکو مقید مال وغیرہ سے نکریگا واسطے مستعمل ہونے
رزق کے بندون مین بطور مجاز کے ہم سجدہ تلاوت اور سجدہ نماز کے یاد نہ پڑنیکی قید اسلیے لگائی کہ انکے یاد ہونے سے قاعدہ اخیرہ باطل ہوجاتا ہے تو دعا نماز کے بیچ
مین واقع ہو گی اسلیے مفسد ہو گی اور طلب رزق مین مال کی قید اسلیے لگائی کہ رزق تو خاص خداتعالی کا کام ہے بندہ صرف اُسکا سبب یعنی مال پہونچا سکتا ہے اسلیے
رزق مقید بمال سے نماز فاسد ہو گی مثلا یون کہنے سے کہ الٰہی مجھکو مال روزی کر اور چونکہ بندے کے اختیار مین سبب رزق کا ہے نہ رزق اسلیے شارح نے بتلادیا کہ رزق
دینے کا استعمال بندون کے حق مین مجازا ہوا کرتا ہے حقیقة ثم یسلم عن یمینہ ویسارہ حتی یری بیاض خدہ پھر سلام پھیرے منہ پھیر کر داہنے اور بائین کو بقدر
کہ سفیدی اُسکے رخسار کی پیچھے کے نماز پڑھنے والیکو دکھائی دیوے یعنی داہنے رخسار کی داہنی طرف کو منہ پھیرنے مین اور بائین کی بائین طرف کو پھیرنے مین ہم کال ثم
سلام پھیرنے مین یہ کہنا ہے داہنے اور بائین السلام علیک ورحمة اللہ تو اگر صرف السلام علیکم یا سلام علیکم کہیگا تو کافی ہو گا مگر تارک سنت ہو گا اور داہنے بائین کو
منہ پھیرنا بھی سنت ہے کذا فی الطحطاوی ولو عکس سلم عن یمینہ فقط ولو تلقاء وجہہ سلم عن یسارہ اخری اور اگر اُلٹا کیا یعنی بائین طرف اول سلام پھیرا اور داہنی طرف
پیچھے تو سلام پھیرے صرف اپنے داہنی طرف اور اگر سلام پھیرا اپنے سامنے کیطرف تو دوسرا سلام بائین طرف کو پھیر دے یعنی سامنے کا سلام قائم مقام داہنی طرف
کے ہوجائیگا ولو نسی الیسار اتی بہ مالم یستدبر القبلة فی الاصح اور اگر بائین کو سلام پھیرنا بھول گیا تو اسکو ادا کرلے جبتک کہ قبلہ کو پشت نہ پھیری ہو صحیح تر قول مین
اور نہ کلام کیا ہو شامی نے کہا کہ بحرالرائق مین ہے کہ سلام کو ادا کرلے جبتک کہ مسجد سے نہ نکلا ہو گو قبلہ کو پشت کرلی ہو اسلیے شارح نے اصح کی قید لگادی کہ بحرالرائق کا
قول نکلجاوے وتنقطع التحریمة بتسلیمة واحدة برھان وقد مر اور منقطع ہوجاتی ہے تحریمہ ایک طرف کے سلام پھیرنے سے کذا فی البرھان اور یہ مسئلہ پیشتر گذرا یعنی واجبات
نماز مین بیان ہوچکا ہے کہ اقتدا اتمام ہوجاتا ہے سلام اول پر پیشتر لفظ علیکم کے وفی التاتارخانیة ماشرع فی الصلوة مثنی فلواحد حکم المثنی فیحصل التحلیل بسلام واحد کما
یحصل بالمثنی وتتقید الرکعة بسجدة واحدة کما تتقید بسجدتین اور تاتارخانیہ مین ہے کہ جو چیز نماز مین دو مشروع ہوئی ہے تو انمین سے ایک کے لیے حکم دو کا ہے اسلیے
یہ نکلا کہ نماز سے حلال ہونا ایک سلام سے حاصل ہوجاتا ہے جیسے دو سے حاصل ہوتا ہے اور رکعت ایک سجدہ سے مقید ہوجاتی ہے جیسے دو سے ہوتی ہے یعنی اگر قعدہ
اخیرہ بھولکر مثلا کھڑا ہو گیا اور ایک رکعت زائد پڑھی تو جبھی رکعت مذکورہ کو ایک سجدہ سے مقید کریگا فرض باطل ہوجائینگے الامام ان اتم التشھد کما مر والمقتدی سلام پھیرے
امام کے ساتھ ہی اگر التحیات پڑھ چکا ہو چنانچہ گذر گیا یعنی التحیات پوری نکی ہو تو اسکو پوری کر کے سلام پھیرے اسلیے کہ التحیات بھی واجب ہے اور متابعت امام بھی
واجب ہے حالانکہ دوسری ترجیح اول پر نہین کذا فی الحلبی ولا یخرج المؤتم بسلام الامام بل بسلامہ وحاشیة عند الاستقرار حرمتھا فالسلام اور نہین نکلتا ہے مقتدی نماز سے امام کے
سلام جیسی چیز سے بلکہ اُسکے خلاف اگر ہنسے اور قصدا بیوضو ہوجانے سے مقتدی نماز سے باہر ہوجائیگا بسبب نہ رہنے حرمت نماز کے تو سجدہ ... مقتدی سلام نہ پھیرے

الٰہی میں نے اپنے نفس پر بہت ظلم کیا ... بیشک تو ہی ہے بخشنے والا مہربان ۱۲

مشائخ کے نزدیک ہم شامی نے کہا کہ اس عبارت مین لف ونشر مرتب ہے تو تبیین اور روضہ کی عبارت مین کچھ منافات نہین اتنا فرق ہے کہ تبیین اوفی بشر کا ذکر نہین کیا
اسوجسے کہ اُنہین اختلاف ہے چنانچہ اوپر بیان ہوا وہل تتغیر الحفظۃ قولان اور کیا محافظ فرشتے بدلتے رہتے ہین یا نہین اُنہین دو قول ہین ہم بعض علما فرماتے ہین کہ پلٹتے
رہتے ہین کیونکہ حدیث صحیح مین بخاری ومسلم کی وارد ہے کہ تمپر رات کو اور دن کو فرشتے پیاپے آتے ہین اور نماز صبح اور عصر مین جمع ہوجاتے ہین پھر جو تم مین رہے ہوتے ہین
وہ اوپر چڑھ جاتے ہین الحدیث اس حدیث مین قاضی عیاض وغیرہ نے جمہور علماسے نقل کیا ہے کہ مراد ان فرشتون سے محافظ یعنی کرام کاتبین ہین اور دوسرا قول یہ ہے کہ
وہ دونون فرشتے آدمی کی زندگی تک نہین بدلتے اسلیے کہ حضرت انس رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے اپنے ایماندار بندہ پر دو فرشتے معین
کیے ہین کہ وہ اُسکا عمل لکھا کرتے ہین جب وہ مرجاتا ہے تو وہ جناب الٰہی مین عرض کرتے ہین کہ فلان شخص مرگیا ہمکو تو اجازت دے کہ ہم آسمان پر چڑھ آوین اللہ جلشانہ فرماتا ہے کہ میرا
آسمان فرشتون سے پر ہے جو میری تسبیح پڑھتے ہین پھر وہ عرض کرتے ہین کہ تو ہم زمین مین ٹھہرین اللہ تعالی فرماتا ہے کہ میری زمین میرے مخلوق سے پر ہے جو مجھکو پاکی سے یاد
کرتے ہین پھر وہ دونون عرض کرتے ہین کہ اب ہم کہان رہین اللہ تعالی فرماتا ہے کہ میرے بندہ کی قبر پر ٹھہرو اور میری تکبیر اور تہلیل اور میرا ذکر کرو اور ان سب کو میرے بندہ کے
لیے قیامت تک لکھتے رہو کذا فی الشامی ویفارقہ کاتب السیئات عند جماع وخلاء وصلاۃ اور علیحدہ ہوجاتا ہے آدمی سے لکھنے والا برائیونکا وقت صحبت کرنے اور پاخانہ پھرنے
اور نماز پڑھنے کے ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح اس عبارت مین بحر الرائق کا تابع ہوا حالانکہ مفارقت جماع اور بیت الخلا مین دونون فرشتے کرتے ہین چنانچہ شرح جوہرہ مین ہے تو پھر
تخصیص کاتب سیئات کی کیا ہے ہان نماز مین چونکہ کاتب سیئات اپنے لکھنے کی چیز نہین پاتا تو علیحدہ ہونا خاص اُسکا گنجائش رکھتا ہے والمختار ان کیفیۃ الکتابۃ والمکتوب فیہ
مما استاثر اللہ بعلمہ اور مختار یہ ہے کہ کیفیت فرشتون کے لکھنے کی اور جس چیز مین وہ لکھتے ہین اُنکا حال اُن اشیا مین ہے جنکا علم اللہ تعالی کو مخصوص ہے نعم فی حاشیۃ الاشباہ تکتب
فی رق بلا حرف کثبوتہا فی العقل وہو احد ما قیل فی قولہ تعالی والطور وکتاب مسطور فی رق منشور ہان حاشیہ اشباہ مین ہے کہ کاتب اعمال ورق مین بدون حرفونکے
لکھتے ہین جیسے معلومات عقل مین بدون حرفون کے رہتے ہین اور یہ قول ایک ہے اُن اقوال مین سے جو اس آیت کی تفسیر مین کیے گئے ہین (والطور وکتاب مسطور
فی رق منشور) یعنی قسم ہے طور کی اور قسم ہے کتاب لکھی ہوئی کی کشادہ ورق مین یعنی لوح محفوظ کی ہم شامی نے کہا کہ جب قول مختار شارح لکھ چکا تھا تو اُسکے مقابل کے لکھنے کی
ضرورت نہ تھی وصحح النیسابوری فی تفسیرہ انہما یکتبان کل شئ حتی انینہ اور نیشاپوری نے اپنی تفسیر مین اس امر کی تصحیح کی ہے کہ وہ دونون فرشتے ہر چیز کو لکھتے ہین یہانتک
کہ آدمی کے آہ کرنے اور کراہنے کو بھی لکھتے ہین شامی نے کہا کہ اس سے یہ نکلتا ہے کہ ضروری چیزون کو مثل سانس لینے اور نبض وغیرہ کی حرکت کو بھی لکھتے ہین قلت وفی
تفسیر الدمیاطی یکتب المباح کاتب السیئات ویمحی یوم القیامۃ مین کہتا ہون اور تفسیر دمیاطی مین ہے کہ مباح چیز کو بدیون کا کاتب لکھتا ہے اور قیامت کے دن مٹا دیگا ہم
اوپر جو بیان کیا تھا کہ دونون کاتب ہر چیز کو لکھتے ہین اب اُسکی تفصیل کی خلاصہ یہ کہ اعمال تین قسم ہین ایک وہ جنمین ثواب ہو دوم وہ جنمین عذاب ہو سوم مباح جنمین
نہ ثواب ہو نہ عذاب تو ثواب کے اعمال کو کاتب حسنات کا لکھتا ہے اور باقی کو کاتب سیئات کذا فی الشامی وفی تفسیر الکازرونی المعروف بالاخوین الاصح ان الکافر ایضا
تکتب اعمالہ الا ان کاتب الیمین کالشاہد لکاتب الیسار اور تفسیر کازرونی محشی بیضاوی مین جو اخوین کے نام سے مشہور ہے لکھا ہے کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ کافر کے اعمال بدہی
لکھے جاتے ہین مگر داہنا کاتب مثل گواہ کے رہتا ہے بائین پر ہم یعنی جب کافر کے اعمال بد ہی لکھے جاتے ہین تو ضرورت داہنے فرشتے کی کیا ہے اسلیے شارح نے جواب دیا کہ وہ
گویا بائین کا گواہ ہے طحطاوی نے کہا کہ شارح نے یہ قول نہر الفائق سے نقل کیا ہے اور تبیین کازرونی کی جگہ جازرمی بجاء مہملہ عوض معجمہ و میم در آخر ہے اور یہی صحیح ہے وفی النہر
ان ملٰئکۃ اللیل غیر ملٰئکۃ النہار وان ابلیس مع ابن آدم بالنہار وولدہ باللیل اور نہر مین ہے کہ رات کے فرشتے غیر ہین دن کے فرشتون سے بسبب حدیث صحیحین کے جو اوپر گذری
اور یہ کہ ابلیس ہے ابن آدم کے ساتھ رہتا ہے دن کو اور اُسکی اولاد ساتھ رہتی ہے رات کو طحطاوی نے کہا کہ ابلیس کی اولاد مین کئی قول ہین بعضون کے نزدیک اُسکی جورو سے ہوتی ہے
اور بعضون کے نزدیک وہ انڈے دیتا ہے اور بعض کہتے ہین کہ اُسکی ایک ران مین علامت نر ہے اور دوسری مین علامت مادہ وہ خود اپنی ذات سے صحبت کرتا ہے وفی صحیح
مسلم ما منکم من احد الا وقد وکل اللہ بہ قرینہ من الجن وقرینہ من الملٰئکۃ قالوا وایاک یا رسول اللہ قال وایای ولکن اللہ اعاننی علیہ فاسلم بفتح المیم وضمہا اور صحیح مسلم مین ہے

شامی نے کہا کہ بدائع اور ذخیرہ میں اس قول کو امام محمد سے نقل کیا ہے اور محیط میں تصریح کی ہے کہ صفوں کا چیرنا سنت ہے اور حلیہ میں کہا کہ ان سب سے بہتر یہ ہے کہ نفلیں اپنے گھر میں پڑھے اگر کسی مانع کا خوف نہو وفی الخانیۃ یستحب للامام التحول لیمین القبلۃ یعنی یسار المصلی لتنفل او ورد اور خانیہ میں ہے کہ مستحب ہے امام کو پھرنا قبلہ کے داہنی طرف یعنی نمازی کے بائیں طرف نفل پڑھنے یا وظیفہ پڑھنے کو وذخیرہ فی المنیۃ بین تحویلہ یمینا وشمالا وامامًا وخلفا وذہابہ لبیتہ واستقبالہ الناس بوجہہ ولو دون عشرۃ مالم یکن بحذائہ مصل ولو بعیدا علی المذہب اور منیہ میں امام کو اختیار دیا ہے چاہے داہنے کو پھرے چاہے بائیں کو چاہے آگے اور پیچھے کو چاہے گھر کو جاوے چاہے لوگوں کیطرف اپنا منھ کرے اگرچہ جماعت دس سے کم ہووے بشرطیکہ امام کے سامنے کوئی نمازی نہو گو دور نماز پڑھتا ہو ظاہر مذہب کے بموجب ہم ملیہ میں اختیار دینے کی وہ صورت ہے جسمیں فرضوں کے بعد سنتیں ہوں اور لوگوں کے طرف منھ کرنے کی وہ صورت ہے کہ فرضوں کے بعد سنتیں نہوں اور دس مردوں سے کم کی قید اسلیے لگائی کہ جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ دس مردوں کی جماعت ہو تو منھ کرے نہیں تو نکرے اُن لوگوں کا قول بے اصل ہے اور یہ جو کہا کہ امام کے سامنے کوئی نمازی نہو اگرچہ دور ہی پڑھتا ہو تو یہ ذخیرہ میں مذکور ہے مگر حلیہ میں یوں کہا ہے کہ جب امام کے اور نمازی کے بیچ میں کوئی تیسر شخص ہو جسکی پشت نمازی کی جانب ہو تو امام کے منھ پھیرنے میں کچھ کراہت نہیں تیسرا شخص بجاے سترہ کے ہو جائیگا چنانچہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ اگر ایک شخص کے منھ کیطرف نماز پڑھے اور دونوں کے درمیان تیسرا شخص ہو جسکی پشت نمازی کیطرف ہو تو مکروہ نہوگا اور شاید ظاہر مذہب میں امام محمد نے تیسرے شخص کے حائل ہونیکی اسلیے قید نہیں لگائی کہ اُسکا حال تو معلوم ہی ہے انتہی کذا فی الشامی

فصل

یہ فصل ہے قرأت کے احکام میں چونکہ اور ارکان کے نسبت کر قرأت سے زیادہ احکام متعلق تھے اسلیے انکو جداگانہ بیان کیا ویجہر الامام وجوبا بحسب الجماعۃ فان زاد علیہ اساء اور پکار کر پڑھے امام بطور واجب موافق جماعت کے یعنی جسقدر جماعت ہو اُسیقدر آواز بلند کرے پھر اگر حاجت سے زیادہ پکار کر پڑھیگا تو بُرا کریگا ہم وجہ جہر کی مواظبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے جہر پر کذا فی الطحطاوی ولو ائتم بہ بعد الفاتحۃ او بعضہا سرًا اعادہا جہرا بحر لکن فی آخر شرح المنیۃ ائتم بہ بعد الفاتحۃ یجہر بالسورۃ ان قصد الامامۃ والا فلا یلزمہ الجہر اور اگر اقتدا کیا نمازی کا کسی نے بعد کل فاتحہ یا تھوڑی سی فاتحہ آہستہ پڑھنے کے تو فاتحہ کو جہر سے اعادہ کرے کذا فی البحر لیکن آخر شرح منیہ میں ہے کہ اقتدا کیا نمازی کا بعد فاتحہ کے تو وہ سورہ کو پکار کر پڑھے اگر امام ہونیکا قصد کرے ورنہ پکار کر پڑھنا اُسکو ضرور نہیں ہم بحر الرائق میں وجہ اعادہ کرنے کی یہ لکھی ہے کہ دوسرے کے اقتدا کی سبب سے جہر اُسپر واجب ہوگیا اب اگر صرف باقی قرأت کو پکار کر پڑھتا ہے تو ایک ہی رکعت میں آہستہ پڑھنا اور پکار کر پڑھنا جمع ہوا جاتا ہے حالانکہ یہ امر بُرا ہے اور اگر آہستہ پڑھتا ہے تو جہر کے واجب ہونیکے بعد آہستہ پڑھنا واجب کا ترک ہے اسلیے اعادہ جہر سے ضرور ہوا اور اس قول کو خلاصہ سے نقل کیا ہے اور خلاصہ میں اصل سے منقول ہے پس قول شرح منیہ کا جو شارح نے لکھا ضعیف ہے اور یہ جو کہا کہ اگر امامت کا قصد کرے یہ بھی ضعیف ہے کیونکہ نیت امامت کا اعتبار بجز عورتوں کے امام ہونے کے اور کسی جا نہیں کذا فی الطحطاوی فی الفجر واولیی العشائین اداء وقضاء وجمعۃ وعیدین وتراویح ووتر بعدہا ای فی رمضان فقط للتوارث اور امام جہر کرے نماز فجر میں اور مغرب اور عشا کی پہلی دو رکعتوں میں ادا پڑھے یا قضا اور جمعہ اور دونوں عید کی نماز میں اور تراویح میں اور تراویح کے بعد کے وتروں میں یعنی صرف رمضان کے وتر میں پکار کر پڑھے بسبب توارث کے یعنی سلف سے ایسا ہی منقول چلا آتا ہے قلت فی تقییدہ بعدہا نظر لجہرہ فیہ وان لم یصل التراویح علی الصحیح کما فی مجمع الانہر میں کہتا ہوں کہ مصنف نے جو وتر میں بعدہا کی قید لگائی تو اُسمیں کلام ہے اسلیے کہ امام وتر میں جہر کریگا اگرچہ اُسنے تراویح نہ پڑھی ہو مذہب صحیح پر چنانچہ مجمع الانہر میں ہے یعنی مصنف کے قول سے ایسا وہم ہوتا ہے کہ جہر اُس صورت میں ہے کہ وتر بعد تراویح پڑھنے کے پڑھے حالانکہ قبل تراویح اگر وتر جماعت سے پڑھے تو اسمیں جہر واجب ہے شامی نے شارح کا جواب یہ دیا کہ تراویح رمضان میں ہوتی ہے اور اُسکے بعد کے وتر بھی رمضان ہی کے ہونگے تو بعدہا سے یہ مطلب ہوا کہ رمضان کے وتر میں جہر کرے نہ اور وتروں میں نعم فی القہستانی تبعا للقاعدی لاسہو بالمخافتۃ فی غیر الفرائض کعید ووتر نعم الجہر افضل ہاں قہستانی میں بہ تبعیت قاعدی مذکور ہے کہ سواے فرضوں کے اور جہری نمازوں میں آہستہ پڑھنے سے سجدۂ سہو نہیں ہے مثل عید اور وتر کے ہاں جہر افضل ہے ہم شامی اور طحطاوی نے کہا کہ قہستانی نے بعد اس عبارت کے یہ کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ عید اور وتر میں بھی جہر کرے یعنی

نہ پڑھا تو سجدہ سہو کی اور غلام آزاد ہو جاوے اور آپ کی قید اسلیے لگائی کہ کم سے کم ادنی درجہ کلام کا صرف صحیح کو نکالنا ہے اگر خود آپ سنے یا نہیں تو کرخی کے قول کے
بموجب ہنسنا مذکور صحیح ہوگا کذا فی الشامی وقیل لی تحمل فی سیما سماع اجنبی اور بعض نے کہا ہے کہ جیسے تصرفات میں مثلاً شری کا شرط ہے طحطاوی نے کہا کہ
اس قول کی بھی تصحیح ہوئی ہے اور مثل نیت کے ایوو ... ات ... میں ہیں ماورا قبیل طبعی ہو موقوف ہون ولو ترک السورۃ اولییہ اثنتا مثلاً ولو عمدا اقرارا با وجوبا
وقیل ندبا اتی الفاتحۃ جہرا فی الاخیرتین لان ادیت بین ... فاتتہ فی رکعتہ ... اور اگر مثلاً پہلی دو رکعتوں میں مثلا سورہ کو چھوڑا اگر چہ دانستہ ترک کیا ہو تو واجب
ہے بقول بعض مستحب ہے کہ سورہ کو مع الحمد کے پچھلی دو رکعتوں میں جہر سے پڑھے اسلیے کہ اگر صرف سورہ کو پکار کر پڑھیگا اور الحمد کو آہستہ تو ایک رکعت میں جہر اور آہستہ
پڑھنا جمع ہوگا اور یہ زیاں دونوں کا ایک رکعت میں ہونا مذموم شارح نے استحباب کو قیل کر کے بیان کیا تا کہ معلوم ہو کہ صحیح قول وجوب ہے کیونکہ وجوب کیطرف بیان
متن میں امام محمد نے اشارہ کیا ہے کذا فی الشامی ولو تذکرہا فی رکوعہ قرأہا واعاد الرکوع اور اگر سورہ کو یاد کیا رکوع کے اندر تو کھڑا ہو کر سورہ کو پڑھے اور رکوع دوبارہ
کرے اسلیے کہ ترتیب درمیان اُن ارکان کے جو مکرر نہیں فرض ہے تو اگر دوبارہ رکوع نہ کریگا تو نماز فاسد ہو جاویگی کذا فی الشامی ولو ترک الفاتحۃ فی الاولیین لا یقضیہا
فی الاخیرتین للزوم تکرارہا اور اگر پہلی دو رکعتوں میں الحمد کو ترک کیا تو اسکو پچھلی دو میں نہ پڑھے اسکے سبب لازم آنے تکرار فاتحہ کے یعنی پچھلی رکعتوں میں فاتحہ دو بار
ہو جاویگی حالانکہ مکرر نہ پڑھنا فاتحہ کا واجب ہے ولو تذکرہا قبل الرکوع قرأہا واعاد السورۃ اور اگر فاتحہ کو رکوع کے پیشتر یاد کیا تو فاتحہ پڑھ لے اور سورہ کو دوبار
پڑھے بطور وجوب اسلیے کہ ترتیب فاتحہ اور سورہ میں واجب ہے کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ قبل رکوع قید نہیں اسلیے کہ اگر رکوع کے اندر یاد کرے تب بھی اسکو
یہی کرنا چاہیے جو سورہ کے یاد پڑھنے میں کیا تھا لیکن جب سورہ کو کھڑے ہو کر پڑھنا واجب ہے تو فاتحہ تو سورہ کی نسبت زیادہ موکد ہے و فرض القراءۃ آیۃ علی المذہب
ہی لغۃ العلامۃ و عرفا طائفۃ من القرآن مترجمۃ اقلہا ستۃ احرف ولو تقدیرا کلم یلد اور فرض قرأت کا جسکے پڑھنے سے نماز صحیح ہو جاوے ایک آیت ہے ظاہر مذہب پر یعنے
بقول امام اعظم اور صاحبین کے نزدیک تین آیتیں چھوٹی یا انکے برابر بڑی آیت فرض ہے کذا فی الطحطاوی آیت لغت میں یعنی علامت ہے اور عرف فقہا میں ایک جملہ ہے
قرآن سے بیان کرنیوالا معنی جسکی ابتدا اور انتہا کا اعتبار کیا گیا ہے کذا فی الحلیہ عن حاشیۃ الکشاف اس جملہ میں کم سے کم چھ حرف ہون اگرچہ تقدیرا ہون مثل لم یلد کے
کہ اصل پانچ حرف ہیں مگر چونکہ اصل میں لم یولد تھا اسلیے تقدیرا چھ حرف ہوئے الا اذا کانت کلمۃ فالاصح عدم الصحۃ وان کررہا اور اگر جس صورت میں کہ آیت ایک
کلمہ ہو تو صحیح تر نہ درست ہونا نماز کا ہے گو اس آیت کو نمازی چند بار کہے مثلاً ص یا ق یا ن وغیرہ کہ انکو چند بار کہنے سے بھی نماز صحیح نہ ہوگی الا اذا حکم حاکم بجوازہ کذا فی القہستانی
لیکن اگر کوئی حاکم حکم کردے تو ایک کلمہ کی آیت سے بھی نماز جائز ہوگی ذکر کیا اسکو قہستانی نے صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر تو نماز
صحیح پڑھے تو آزاد ہے پھر اُسنے نماز پڑھی جسمین قرأت ایک کلمہ کی آیت پڑھی خواہ ایکبار پڑھا ہو یا نہیں بعد اسکے اس مقدمہ کی نالش ایسے حاکم کے یہان ہوئی جو اس
طرح کی قرأت سے صحت نماز کا قائل ہو تو اسنے اس غلام کی آزادی کا حکم کیا پس اب نماز کی صحت کا حکم آزادی کے ضمن میں ہو جاویگا کذا فی الشامی ولو قرأ آیۃ طویلۃ
فی الرکعتین فالاصح الصحۃ اتفاقا لانہ یزید علی ثلث آیات قصار قالہ الحلبی اور اگر ایک آیت طویل دو رکعتوں میں پڑھی تو اصح صحیح ہونا ہے نماز کا باتفاق امام اور صاحبین کے
کے اسلیے کہ اسقدر پڑھنا زیادہ ہے تین چھوٹی آیتون سے کہا ہے اسکو حلبی نے ہم یعنی ... آیت طویل جس صورت میں تین آیتون سے زاید ہوگی تو صاحبین کے قول پر
بھی نماز درست ہوگی کذا فی الطحطاوی وحفظہا فرض عین متعین علی کل مکلف اور یاد کرنا ایک آیت کا فرض عین ہے یعنے ہر شخص عاقل بالغ مسلمان پر فرض عین
ہے وحفظ جمیع القرآن فرض کفایۃ وسنۃ عین افضل من التنفل اور یاد کرنا سب قرآن کا فرض کفایہ ہے یعنی کچھ مسلمانون کے یاد کرنے سے اوروں کے ذمے یاد کرنا
فرض نہ رہیگا اور سب قرآن کا یاد کرنا سنت ہے ہر شخص مکلف کے لیے افضل ہے نفل پڑھنے سے ہم شامی نے کہا کہ اسمین اشارہ ہے کہ سنت کبھی عین ہوتی ہے اور کبھی کفایہ
مثلاً تراویح کا پڑھنا سنت عین ہے اور انکی جماعت ہر محلہ میں سنت کفایہ ہے تنبیہ قرآن کو بھول جانا حرام نہیں مگر جبکہ ایسا بھول جاوے کہ قرآن سے دیکھکر بھی
نہ پڑھا جاوے کذا فی شرح المنیہ وتعلم الفقہ افضل منہا اور سیکھنا فقہ کا افضل ہے ان دونون سے یعنی نفل پڑھنے اور باقی قرآن کے یاد کرنے سے ہم نفقت مرادہ

مسائل ہونے چاہیے جو ہر شخص کی حاجت سے ہون ورنہ بقدر حاجت کا سیکھنا تو فرض ہے اور باقی قرآن سے یہ غرض ہے کہ جس قدر قرات کا یاد کرنا فرض یا واجب ہے
اسکے سوا باقی کو یاد کرنے سے فقہ کا سیکھنا افضل ہے اور اسمین یہ شرط ہے کہ کچھ لوگ سب قرآن کو یاد کرتے ہون اگر کوئی یاد نہ کرے گا تو اس صورت مین فقہ کا سیکھنا افضل
نہ ہو گا وحفظ فاتحۃ الکتاب وسورۃ واجب علی کل مسلم وتعین شیء من القرآن اور ایک چھوٹی سورۃ کا واجب ہے ہر مسلمان پر اور مکروہ
تحریمی ہے حکم کرنا کسی چیز کو واجب مین سے بسبب تردد تمیز ہو سنت مین سے کسی چیز کا کذا فی الطحطاوی ولیس فی السفر مطلقا ای سفر ... وقرار کہ ... فی
الایام ... الہدایۃ وغیرہ من التفصیل ... الفاتحۃ وجوبا وای سورۃ شاء اور مسنون ہے سفر مین ہر حال
مین خواہ حالت اطمینان ہو یا جلدی کی پڑھنا الحمد کا بطور وجوب ہے اور جس سورۃ کو کہ مسافر چاہے شارح نے کہا اسکو اسیطرح مطلق کہا ہے جامع صغیر مین اور اطلاق
ترجیح دی ہے بحر الرائق مین اور ہدایہ وغیرہ کی تفصیل کو صاحب بحر الرائق نے رد کیا ہے اور صاحب بحر کے قول کو نہر الفائق مین رد کیا اور قول منقح بیان کیا کہ جو کچھ ہدایہ مین
تفصیل ہے وہی منقح ہے وہ ہدایہ مین یہ تفصیل ہے کہ اگر مسافر جلدی مین ہو تو الحمد اور جس سورت کو چاہے پڑھے اور اگر اطمینان سے ہو تو وہ فجر مین مثل سورۂ بروج کے پڑھے اور
ظہر مثل فجر کے ہے اور عصر اور عشا مین بروج سے چھوٹی سورتین پڑھے اور مغرب مین بہت چھوٹی صاحب بحر نے جسکو رد کیا کہ اس تفصیل کی کچھ اصل نہین جامع صغیر مین اطلاق
مثل متون کے مذکور ہے علاوہ اسکے مثل سورۂ بروج کے مسافر کے لیے معین کرنے کو کوئی دلیل چاہیے حالانکہ کوئی دلیل منقول نہین تو ظاہر یہی ہے کہ حالت قرار وجلدی دونون
مین حکم یکسان ہو صاحب نہر الفائق نے کہا کہ مراد صاحب ہدایہ مثل سورۂ بروج سے طوال مفصل مین تعیین کسی حد خاص کی نہیں جب مراعات سنت کی مسافر سے ممکن ہے تو کیا
وجہ کہ اسکی رعایت نکرے یہی تقریر وجوبا کی قید جو شارح نے لگائی تو اس وہم کے رفع کے لیے ہے کہ کوئی یہ نسمجھے کہ سفر مین الحمد کا پڑھنا سنت ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ بعد الحمد کے قرات واجب کی
جو نسی صورت کو مسافر چاہے اسکا پڑھنا مسنون ہے کذا فی الطحطاوی والشامی وفی الضرورۃ بقدر الحال اور مسنون ہے کہ پڑھے ضرورت مین بقدر گنجائش حال کے مثلاً کہ وقت
تنگ ہو کہ قرات مسنون پڑھنے سے نماز قضا ہوتی ہے تو اتنی قرات پڑھے جس سے نماز کامل ہو جائے اور یہی حال ہے اگر خوف جان یا مال کا ہو کذا فی الطحطاوی ویسن فی الحضر لامام
ومنفرد ذکرہ الحلبی والناس عنہ غافلون طوال المفصل من الحجرات الی البروج فی الفجر والظہر اور مسنون ہے حضر مین یعنی مقام کرنیکی صورت مین امام اور منفرد کو پڑھنا طوال
مفصل کا جو سورۂ حجرات سے سورۂ بروج تک ہے فجر اور ظہر کی نماز مین امام اور منفرد دونون کے لیے مسنون ہے اسکو حلبی نے ذکر کیا ہے اور لوگ اس سے غافل ہین یعنے اکثر
یہ نہین جانتے کہ منفرد کے حق مین قرات مسنون امام کے مثل ہے طوال بکسر طا جمع ہے طویل کی اور مفصل کے معنی تفصیل کیے ہوئے قرآن کے آخر کے ساتوین حصہ کی سورتین مفصل
کہلاتی ہین یا سوجہ سے کہ انمین بسم اللہ فصل کے لیے بہت جگہ ہے یا اسوجہ سے کہ انمین منسوخ آیتین بہت کم ہین پھر مفصل کی تین قسمین ہین طوال یعنی لمبی اور اوساط یعنے
درمیانی اور قصار یعنی چھوٹی سورۂ حجرات سے سورۂ بروج تک طوال مفصل مین اور وہان سے آخر لم یکن تک اوساط مفصل اور وہان سے آخر قرآن تک قصار مفصل
ومنہا الی آخر لم یکن اوساطہ فی العصر والعشاء وباقیہ قصارہ فی المغرب اور سورۂ بروج سے آخر لم یکن تک اوساط مفصل نماز عصر اور عشا مین پڑھنا مسنون ہے اور
باقی مفصل سورتین یعنی لم یکن سے آخر قرآن تک قصار مفصل مغرب مین پڑھنا مسنون ہے اسطرح کی قرات کا مسنون ہونا اثر سے ثابت ہے یعنی حضرت عمر نے ابو موسیٰ اشعری
کو نامہ لکھا کہ فجر اور ظہر مین طوال مفصل پڑھا کرو اور عصر اور عشا مین اوساط مفصل اور مغرب مین قصار مفصل کذا فی الشامی ای فی کل رکعۃ سورۃ مما ذکر ذکرہ الحلبی یعنی ہر رکعت مین
ایک سورہ ان سورتون مین سے کہ مذکور ہوئین پڑھے ذکر کیا ہے اسکو حلبی نے واختار فی البدائع عدم التقدیر وانہ یختلف بالوقت والقوم والامام اور بدائع مین نہ اندازہ کرنے کو
پسند کیا ہے اور یہ کہ حال قرات کا مختلف ہوتا ہے وقت اور قوم اور امام کے باعث سے یعنی صاحب بدائع نے کہا ہے کہ قرات مین کوئی حد مقرر نہ ملی مختار ہے تو فجر مین کبھی چھوٹی
سورہ پڑھے کبھی بڑی اسیطرح اور نمازون مین اور یہ اختلاف وقت پر منحصر ہے یعنی اگر وقت مین گنجائش ہے تو زیادہ پڑھے ورنہ کم اور قوم پر منحصر ہے کہ اگر مقتدی طول نماز سے تنگ
نہ ہون تو زیادہ پڑھے ورنہ کم اور امام پر منحصر ہے خوش آواز ہو تو لوگون کو زیادہ پڑھنا ناگوار نہین ہوتا ورنہ گھبراتے ہین وفی الحجۃ یقرأ فی الفرض بالترسل حرفا حرفا وفی التراویح بین بین وفی النفل لیلا
لہ ان یسرع بعد ان یقرأ کما یفہم اور فتاویٰ حجت مین ہے کہ فرض نماز مین قرات ٹھہر ٹھہر کر ہر حرف کو جدا پڑھے اور تراویح مین نہ ٹھہر کر پڑھے نہ جلد بلکہ متوسط طور پر پڑھے

اور رات کی نفلون یعنی تہجد مین نمازی کو جائز ہی کہ جلد پڑھے لیکن اتنا کہ سمجھ مین آوے شامی نے کہا کہ رات کی قید نا لگا اسلیے لگائی کہ تہجد والون کی عادت زیادہ قرآن
پڑھنے کی ہوتی ہی تو جلد پڑھنے سے انکا ورد پورا ہو سکتا ہی مگر جلدی کے یہ معنی کہ مد زیادہ نہ کھینچے نہ یہ کہ سمجھ مین نہ آوے ورنہ حرام ہوگا بسبب ترک کرنے ترتیل کے
ویجوز بالروایات السبع لکن الاولی ان لا یقرء بالغریبة عند العوام صیانة لدینہم اور جائز ہی پڑھنا قرآن کا ساتون روایتون مین مگر بہتر یہ ہی کہ روایت غریب عوام کے سامنے
نہ پڑھے واسطے حفاظت انکے دین کے ہم یعنی ہر چند ساتون روایتین صحیح اور فصیح ہین مگر غریب روایت عوام کے سامنے نہ پڑھنی چاہیے جیسے روایت ابی جعفر اور ابن عامر
اور حمزہ اور کسائی کی کہ اسکو سنکر عوام ہنستے ہین اور ہنسنا قرآن پر بیدینی ہی اسلیے انکے دین کے بچانیکے لیے روایت غریب نہ پڑھے وتطال اولی الفجر علی ثانیتہا بقدر الثلث
وقیل النصف ندبا فلو فحش لا باس بہ فقط اور زیادہ کیجاے پہلی رکعت صرف فجر کی دوسری رکعت پر بقدر سوم حصہ کے اور بعض نے کہا بقدر نصف کے از راہ استحباب کے پس اگر
پہلی رکعت مین زیادتی بہت کر دیگا مثلاً پہلی مین دس گنی رکعت پڑھی بہ نسبت دوسری کے تو کچھ مضائقہ نہین ہم یعنی پہلی رکعت مین اتنی قراءت پڑھے کہ اسکی زیادتی دوسری رکعت
کی قرأت سے بقدر سوم حصہ دونون قراءتون کے ہوجاے مثلاً پہلی رکعت مین ۴۰ آیتین پڑھین اور دوسری مین ۲۰ تو دونون ۶۰ آیتین ہوئین اور اول مین ۲۰ زائد ہین دوسری سے
اور وہ تہائی ہین ۶۰ کی اور اگر اول مین ۴۵ پڑھین اور دوسری مین ۱۵ تو پہلی مین ۳۰ زائد ہونگی بہ نسبت دوسری کے اور وہ نصف ہین کل قراءت کی اور فقط سے یہ مراد ہی کہ یہ حکم
صرف فجر کی نماز مین ہی نہ دوسری نمازون مین وقال محمد اولی الکل حتی التراویح قیل وعلیہ الفتوی اور امام محمدؒ نے فرمایا ہی کہ سب نمازون کی اول رکعت دوسری سے بڑی کرنا مستحب ہی
یہانتک کہ تراویح کی بھی کہتے ہین کہ فتوی اسی قول پر ہی ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ اختلاف جمعہ اور عیدین کے سوا دوسری نمازون مین ہی اور ان دونون مین بالاتفاق دونون رکعتین برابر
پڑھنی چاہئین اور حلیہ مین امام محمدؒ اور شیخین کی دلیلین نقل کرکے کہا کہ فتوی شیخین کے قول پر ہونا چاہیے واطالة الثانیة علی الاولی یکرہ تنزیہا اجماعا ان بثلاث آیات
ان تقاربت طولا وقصرا والا اعتبر الحروف والکلمات واعتبر الحلبی فحش الطول لا عدد الآیات اور دوسری رکعت کا زیادہ کرنا اول پر بقدر تین آیتون کے مکروہ تنزیہی ہی بالاتفاق
اگر آیتین دونون رکعتون کی بڑی اور چھوٹی ہونے مین قریب قریب ہون اور اگر ایک سی آیتین نہون تو اعتبار حروف اور کلمات کا ہوگا یعنی اس صورت مین دوسری رکعت کے کلمات اور
حروف اول سے زیادہ نہون اور حلبی نے بہت سی زیادتی کا اعتبار کیا ہی نہ شمار آیتون کا یعنی دوسری رکعت اول سے بہت نہ بڑھنے پاوے واستثنی فی البحر ما وردت بہ السنة واستظہر فی
النفل عدم الکراہة مطلقا اور بحر الرائق مین مستثنا کیا ہی ان سورتون کو جو حدیث مین وارد ہین یعنی انکے پڑھنے مین کراہت نہین جیسے جمعہ اور عیدین کی اول رکعت مین سبح اسم اور دوسری
مین ہل اتیک پڑھنا حالانکہ پہلی مین انیس ۱۹ آیتین ہین اور دوسری مین چھبیس ۲۶ اور ترجیح دی ہی نفل مین عدم کراہت کی مطلقا یعنی حدیث مین وارد ہوا ہو وان بأقل لا یکرہ لانہ
علیہ الصلوة والسلام صلی بالمعوذتین اور اگر زیادتی دوسری رکعت کی تین آیتون سے کم ہو تو مکروہ نہین اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہی معوذتین سے یعنی فجر کی اول
رکعت مین سورۂ فلق اور دوسری مین سورۂ ناس پڑھی حالانکہ دوسری مین چھ آیتین ہین اور اول مین پانچ ولا یتعین شیء من القرآن لصلوة علی طریق الفرض بل
تعین الفاتحة علی وجہ الوجوب اور نہین متعین ہی قرآن مین سے کچھ کسی نماز کے لیے بطور فرض کے کہ اسکے بدون نماز درست نہو بلکہ متعین ہی فاتحہ ہر نماز مین بطور واجب ہونے کے
ویکرہ التعیین کالسجدة وہل اتی لفجر کل جمعة بل ندب قرأتہما احیانا اور مکروہ ہی معین کرنا کسی سورت کا نماز کے لیے جیسے جمعہ کی فجر مین پہلی رکعت مین الم سجدہ اور دوسری مین سورۂ دہر
پڑھنا بلکہ کبھی کبھی ان دونون کا پڑھنا مستحب ہی ہم طحاوی اور اسبیجابی نے یہ قید لگائی ہی کہ اگر معین سورہ کے پڑھنے کو واجب جانے اور دوسری کو جائز نہ سمجھے تو اسطرح کی تعیین مکروہ ہی
اور اگر باتباع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معین کو پڑھے اور بعض اوقات دوسری سورتون کو بھی پڑھے یا سوا معین سورتون کے دوسری اسکو یاد نہون یا انکا پڑھنا اسکو سہل پڑتا ہو تو مکروہ نہین
اور ہدایہ مین وجہ کراہت کی یہ لکھی ہی کہ معین کرنے سے چھوڑنا باقی قرآن کا اور وہم معین سورہ کے افضل ہونے کا لازم آتا ہی کذا فی الشامی مختصرا والمؤتم لا یقرأ مطلقا ولا الفاتحة فی السریة
اتفاقا وما نسب لمحمد ضعیف کما بسطہ الکمال اور مقتدی قرأت نہ پڑھے نہ جہری نماز مین نہ سری مین اور نہ الحمد پڑھے سری نماز مین باتفاق امام اور صاحبین کے اور جو قول کہ امام محمد کیطرف منسوب ہی
کہ سری نماز مین مقتدی کو احتیاطاً الحمد کا پڑھنا مستحب ہی وہ ضعیف ہی چنانچہ اسکو کمال نے شرح بیان کیا ہی ہم کمال الدین نے فتح القدیر مین کہا کہ امام محمد نے اپنی کتاب آثار مین فرمایا ہی کہ امام کے
پیچھے پڑھنا ہمارے نزدیک کچھ نہین خواہ نماز جہری ہو یا سری فان قرأ کرہ تحریما تصح فی الاصح پس اگر مقتدی قرأت پڑھیگا تو مکروہ تحریمی ہوگا اور نماز صحیح ہو گی صحیح تر قول مین وفی در البحار مبسوط

الفصل بسورة قصيرة اور مکروہ ہے دونون رکعتون کی قرأت مین چھوٹے سورہ کا فاصلہ کرنا مثلاً پہلی رکعت مین سورۃ کافرون اور دوسری مین تبت پڑھے اور سورۂ نصر
کا فاصلہ رہا تو مکروہ ہوگا ہان اگر بیچ مین بڑے سورہ کا فاصلہ ہوگا تو مکروہ نہین وان یقرأ منکوسًا اور مکروہ ہے یہ کہ قرآن کو الٹا پڑھے مثلاً پہلی رکعت مین سورۂ اخلاص
اور دوسری مین تبت پڑھے ہم وجہ کراہت یہ ہے کہ ترتیب سورتون کے تلاوت کی واجبات مین سے ہے اور لڑکون کے لیے جو ترتیب بدلکر پڑھاتے ہین تو تعلیم کی ضرورت
کے سبب سے ہے کذا فی الشامی الا اذا ختم فیقرأ من البقرۃ الٹا پڑھنا مکروہ ہے مگر جبکہ قرآن کو ختم کرے تو سورۂ بقرہ مین سے پڑھے اسلیے کہ حدیث مین اسطرح سے ختم کی خوبی وارد ہے
وفی القنية قرأ فی الاولی الکافرون وفی الثانية الم تر او تبت ثم ذکر يتم وقيل يقطع ويبدأ اور قنیہ مین ہے کہ اول رکعت مین سورۃ کافرون پڑھے اور دوسری مین سورۃ فیل یعنی
خلاف ترتیب یا سورۂ تبت یعنی چھوٹی سورت کا فاصلہ چھوڑ کر شروع کی پھر یاد آیا کہ ترتیب بدل گئی یا چھوٹی سورۃ رہگئی تو انھین سورتون کو تمام کرے اور قول ضعیف یہ ہے
کہ انکو چھوڑ دے اور دوسری سورت پڑھے جسمین بے ترتیبی وغیرہ لازم نہ آوے شامی نے کہا کہ اس سے معلوم ہوا کہ اگر سہوًا ترتیب بدل جاے یا چھوٹی سورۃ
کا فاصلہ رہجاے تو مکروہ نہین ولا يكره فی النفل شیء من ذلک اور نفل مین ان باتون مین سے کوئی مکروہ نہین ہم یعنی بے ترتیب پڑھنا اور چھوٹی سورۃ کا فاصلہ چھوڑنا
نفل مین درست ہے حلبی نے اسپر اعتراض کیا کہ ترتیب سورہ کی واجبات تلاوت سے ہے تو جب نماز کے باہر بے ترتیبی مکروہ ہے تو نماز کے اندر کیون نہوگی طحطاوی نے جواب
دیا کہ نفل مین چونکہ گنجایش زیادہ ہے اسلیے اسکی ہر رکعت ایک فعل مستقل ہے تو بے ترتیب پڑھنا ایسا ہوا کہ ایک شخص نے کوئی آیت قرآن کی پڑھی اور چپ ہو گیا تھوڑی
دیر کے بعد دوسری آیت اسکے اوپر کی پڑھی تو جیسے اسطرح کا پڑھنا مکروہ نہین ایسے ہی نماز نفل مین مکروہ نہین وثلث تبلغ قدر اقصر سورۃ افضل من آیة طویلة اور تین آیتین
کہ بمقدار چھوٹی سورت کے ہوجائین بڑی ایک آیت سے افضل ہین ہم شامی نے کہا کہ فضیلت سے مراد کثرت ثواب ہے اور ثلاث مبتدا ہے بتقدیر مضاف یعنی قرأت ثلاث
اور بعض نسخون مین بثلاث ہے تو اس صورت مین تقدیر الصلوة بثلاث ہوگی وفی سورة وبعض سورة العبرة للاکثر وبسطناه فی الخزائن اور پوری سورت اور تھوڑی سورت
پڑھنے مین اعتبار اکثر کا ہے باعتبار آیات کے یعنی اگر اکثر آیتین پڑھی ہونگی تو سورۃ کامل شمار ہوگی ورنہ ناقص اور ہمنے اس ذکر فروع کو خزائن الاسرار مین شرح بیان کیا ہے

باب الامامۃ

یہ باب ہے امامت کے بیان مین ہی صغری وکبری فالکبری استحقاق تصرف عام علی الانام وتحقیقه فی علم الکلام امامت دو قسم ہے ایک چھوٹی ایک بڑی بڑی امامت مستحق ہونا
تصرف عام کا ہے خلق پر اور اسکی تحقیق علم کلام مین مذکور ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ اس تعریف مین یہ خلل ہے کہ استحقاق تصرف امامت کا اثر ہے نہ اسکی حقیقت بلکہ حقیقت
اسکی وہ ہے جو مقاصد مین مذکور ہے کہ امامت ریاست عامہ ہے لوگون کے دین و دنیا کے مصالح کی حفاظت کے لیے بطور نیابت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
طرف سے اور ریاست عام کی قید سے قاضی اور امرا نکل گئے کہ انکی ریاست اہل اسلام پر عام نہین ہوتی بلکہ خاص مسلمانون پر ہوتی ہے اور خلق سے مراد مسلمان ہین اور
جو انکے حکم مین ہون مثل ذمی وغیرہ کے ونصبه اهم الواجبات اور قائم کرنا امام کا مسلمانون پر زیادہ ضروری واجبات مین سے ہے اسلیے کہ بہت سے واجبات شرعی امامت پر
موقوف ہین اور یہی وجہ عقائد نسفیہ مین کہا ہے کہ مسلمانون کے لیے ایک امام ضرور چاہیے کہ انھین احکام جاری کرے اور ان کو سزائین اعمال بد کی دے اور دشمنون کو نہر
سے روکے اور انکے لشکرون کو سامان دے اور انسے صدقات وصول کرے اور گردن کشون کے سر دبائے اور چورون اور رہزنون کو زیر کرے اور جمعہ اور عید قائم کرے اور حقوق
کے ثابت کرنے کی گواہیان سنے اور جن بچون کے ولی نہین انکے نکاح کردے اور مسلمانون مین غنیمتون کے مال تقسیم کردے انتہی فلذا قدموه علی دفن صاحب المعجزات صلی اللہ
علیہ وسلم اور اسی وجہ سے کہ امام کا مقرر کرنا اہم واجبات سے ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے خلیفہ مقرر کرنے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن پر مقدم کیا ہم یعنی وفات شریف
دوشنبہ کے روز ہوئی اور سہ شنبہ کے دن یا بدھ کی رات خواہ دن مین دفن ہوئے کذا فی الحلبی طحطاوی نے کہا کہ یہ سنت ابھی تک باقی ہے کہ کوئی خلیفہ دفن نہین ہوا جبتک
کہ دوسرا اسکی جگہ قائم نہین ہوچکا ویشترط کونه مسلمًا حرًا ذکرًا عاقلًا بالغًا قادرًا قرشيا اور شرط ہے ہونا امام یعنی خلیفہ کا مسلمان آزاد مذکر صاحب عقل بالغ قدرت والا قریشی
کے نسب سے ہم مسلمان اسوجہ سے کہ کافر کو مسلمان پر ولایت نہین اور آزاد بایں وجہ کہ غلام کو خود اپنے نفس پر ولایت نہین تو دوسرے پر کیسے ہوگی اور مرد اسلیے کہ عورتون کو

اور چوتھی شرط صحیح ہونا امام کی نماز کا مقتدی کے گمان میں تو اگر مقتدی کی دانست مین امام کی نماز فاسد ہوگی تو اُسکا اقتدا صحیح نہوگا وعدم محاذاۃ امراۃ اور پانچوین شرط یہ ہے
نہ برابر ہونا عورت کا کیونکہ عورت کا برابر ہونا ان شرطون کے ساتھ جو آگے مذکور ہونگی مفسد نماز ہے وعدم تقدمہ بعقبہ اور چھٹی شرط ہے نہ آگے بڑھنا مقتدی کا اپنے امام سے بلحاظ
ایڑیون کے تو اگر ایڑیان برابر بھی ہونگی تو اقتدا درست ہوگا اگرچہ پاؤن بڑا ہونے کی جہت سے مقتدی کی انگلیان آگے بڑھی ہوئی ہون وعلمہ بانتقالاتہ اور ساتوین شرط ہے جاننا
مقتدی کا امام کے ایک رکن سے دوسرے مین جانیکو خواہ دیکھنے سے یا آواز سنکر یا دوسرے مقتدیون کو دیکھ کر یہ علم حاصل ہو وبحالہ من اقامتہ وسفر اور آٹھوین شرط ہے جاننا مقتدی کا
امام کے حال کو یعنی اُسکے مسافر یا مقیم ہونیکو یہ جاننا نماز سے پہلے ہو یا پیچھے تو اگر ایسی صورت ہو کہ امام نے چار رکعت والی نماز مین دو پر سلام پھیر دیا اور لوگون کو معلوم نہوا کہ اُسنے
بھول کر دو پڑھین یا سفر کی جہت سے تو نماز نہوگی ومشارکتہ فی الارکان اور نوین شرط ہے شریک ہونا مقتدی کا امام کے ساتھ ارکان نماز مین یعنی ہر رکن کو اُسکے ساتھ ادا کرنا
تو اگر کسی رکن کو چھوڑ دیگا تو نماز باطل ہو جائیگی پس اقتدا بھی نرہیگا وکونہ مثلہ او دونہ فیہا وفی الشرائط کما بسط فی البحر اور دسوین شرط ہے ہونا مقتدی کا امام کے مانند یا اُس سے
کمتر ارکان مین اور نماز کی شرطون مین چنانچہ مشرح مذکور ہے بحر الرائق مین ہم ارکان مین برابری ہونے سے یہ غرض کہ اُنکی بجا آوری مین برابر ہو مثلاً اگر امام اشارہ سے ارکان
ادا کرتا ہو اور مقتدی بھی اشارہ ہی سے کرتا ہے تو اقتدا درست ہے کیونکہ دونون ارکان کے ادا کرنے مین یکسان ہین اور کمتر کی مثال یہ کہ اشارہ سے نماز پڑھنے والا رکوع اور سجود
کرنیوالے کا اقتدا کرے اور شرائط مین یکسان ہونیکی یہ صورت ہے کہ ننگا آدمی دوسرے ننگے کا اقتدا کرے یا سب شرطون کا جامع شخص کسی اپنے جیسے کا اقتدا کرے اور شرطون مین
کم ہونے کی یہ مثال ہے کہ امام مین سب شرطین ہون اور مقتدی مثلاً ننگا ہو شامی نے کہا کہ دسوان شرطین اصل نسخہ بحر الرائق مین نہین بلکہ بعض نسخون کے حاشیہ پر بخط مؤلف
پائی جاتی ہین قیل وثبوتہا بارکعوا مع الراکعین کہتے ہین کہ امامت وجماعت کا ثبوت اس آیت سے ہے (ارکعوا مع الراکعین) یعنی رکوع کرو رکوع کرنیوالون کے ساتھ یعنی شریک جماعت ہو
اس صورت مین جماعت سنت موکدہ نہ رہیگی بلکہ واجب یا فرض ہوگی اور بعضون نے مثل قاضی بیضاوی کے اسکے معنی یہ کہے ہین کہ خضوع کرو عاجزی کرنیوالون کے ساتھ
تو اس صورت مین ثبوت امامت کا اس آیت سے نہوگا ومن حکمہا نظام الالفۃ وتعلم الجاہل من العالم اور جماعت کی حکمتون مین سے ہے الفت کا منتظم رہنا اور جاہل کا عالم سے
سیکھنا یعنی جماعت کے مشروع ہونے مین یہ حکمت ہے کہ پانچ وقت محلہ والون اور ہمسایون سے ملاقات ہوگی تو باہم الفت مستحکم ہوگی اور جو شخص افعال نماز کو نہ جانتا ہوگا وہ
دوسرے واقفکار سے سیکھ لیگا اور ایک حکمت یہ بھی ہے کہ تنہا پڑھنا نفس پر شاق ہوتا ہے جماعت مین دل نہین گھبراتا کذا فی الطحطاوی ہی افضل من الاذان عندنا خلافا للشافعی
قالہ العینی امامت ہم حنفیون کے نزدیک اذان سے افضل ہے یعنی امامت مین زیادہ ثواب ہے بخلاف امام شافعی رح کے کہ اُنکے نزدیک اذان کہنے مین زیادہ ثواب ہے کہا ہے اسکو عینی نے
اور بعض علما دونون کو برابر کہتے ہین کذا فی الحلبی وقول عمر لولا الخلافۃ لاذنت ای مع الامامۃ اذ الجمع افضل اور فرمانا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کہ اگر خلافت نہوتی تو مین اذان
کہا کرتا اسکے یہ معنی ہین کہ امامت کے ساتھ کیونکہ جمع کرنا امامت اور اذان کا افضل ہے یعنی حضرت عمرؓ کے قول سے فضیلت اذان کی نہین پائی جاتی کیونکہ اُسکے معنی یہ ہوسکتے
ہین کہ امامت بھی کرتا اور اذان بھی کہتا کہ دونون باتون کے جمع ہونے مین بلاشبہہ فضیلت ہے خلافت کو مانع اسلیے فرمایا کہ کاروبار خلافت مین مشغول ہونے سے انتظار
اوقات نماز کا نہین ہوسکتا اسلیے صرف امامت پر اکتفا کیا کذا فی الشامی وقال بعضہم اخاف ان ترکت الفاتحۃ ان یعاتبنی الشافعی او قراتہا یعاتبنی ابو حنیفۃ فاخترت الامامۃ اور
بعض علما نے کہا ہے کہ مجکو خوف ہے کہ اگر مین فاتحہ کو حالت اقتدا مین چھوڑون تو امام شافعی مجھپر عتاب نہ کرین اور اگر اُسکو پڑھون تو امام اعظم غصہ نہ فرمائین اسلیے مین نے امامت
کو اختیار کیا ہے یہ گویا دوسری دلیل ہے امامت کے افضل ہونے کی کہ امامت کی وجہ سے نماز بلاخلاف درست ہو جاتی ہے والجماعۃ سنۃ موکدۃ للرجال قال الزاہدی ارادوا
بالتاکید الوجوب الا فی جمعۃ وعید فشرط اور جماعت مردون کے لیے سنت موکدہ ہے زاہدی نے کہا کہ فقہا نے تاکید سے وجوب مراد لیا ہے یعنی جو لوگ سنت موکدہ کہتے ہین اُنکے
قول مین اور جو لوگ واجب کہتے ہین اُنکے قول مین کچھ فرق نہین دونون کا مآل ایک ہے کیونکہ تاکید سے غرض واجب ہونا ہے مگر جمعہ اور عید مین جماعت شرط ہے اُن دونون کے
صحیح نہونے کی وفی التراویح سنۃ کفایۃ وفی وتر رمضان مستحبۃ علی قول اور تراویح مین جماعت سنت کفایہ ہے کہ محلہ مین کچھ لوگون کے ادا کرنے سے سب کے ذمہ سے ادا ہو جاتی ہے
اور رمضان کے وترون مین جماعت مستحب ہے ایک قول پر اور دوسرے قول کے موجب نہین بلکہ وترون کو مکان پر ادا کرنا چاہیے کذا فی الشامی وفی وتر غیرہ وتطوع

وغیرہ میں بحر الرائق میں کہا کہ یہی روایت وجوب کی قوی ہے اہل مذہب کے نزدیک طحطاوی نے نہر الفائق سے نقل کیا کہ یہی قول سب میں ٹھیک اور قوی تر ہے اور اسی
لیے اجناس میں کہا ہے کہ جو کوئی جماعت کو حقارت کے باعث چھوڑ دے تو اسکی گواہی مقبول نہیں اور بعضوں کے نزدیک جماعت فرض کفایہ یا فرض عین ہے فتسن او تجب
ثمرتہ تظہر فی الاثم بترکہا مرۃ علی الرجال العقلاء البالغین الاحرار القادرین علی الصلوٰۃ بالجماعۃ من غیر حرج پھر جماعت مسنون ہے یا واجب ہے مردوں عاقل
بالغ اور آزاد اور جماعت کی نماز پر بدون کسی دقت کے قدرت رکھنے والوں پر شارح نے کہا کہ واجب اور مسنون ہونے کا ثمرہ اس صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ اگر جماعت کو ایکبار
چھوڑ دیگا تو وجوب کے قول پر گنہگار ہوگا اور مسنون ہونے کے قول پر گنہگار نہ ہوگا اور حرج سے مراد عذر شرعی ہے جو مانع حضور جماعت ہو جیسے مرض یا بہت بوڑھا ہونا وغیرہ
اور نور الایضاح میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص عذر سے جماعت میں حاضر نہ ہو اور اگر اسکی نیت میں یہ تھا کہ عذر نہ ہوتا تو حاضر ہوتا تو اسکو جماعت کا ثواب ملیگا کذا فی الشامی ولو فاتتہ ندب
طلبہا فی مسجد آخر الا المسجد الحرام ونحوہ اور اگر نمازی کو مسجد محلہ میں جماعت نہ ملے تو مستحب ہے کہ جماعت کی تلاش دوسری مسجد میں کرے اگر مسجد حرام اور اُس جیسی دوسری
مسجدوں میں اگر جماعت نہ ملے تو تلاش جماعت کی مستحب نہیں اسلیے کہ اور مسجدوں میں جماعت کی نماز سے اُن مسجدوں میں نماز پڑھنی زیادہ ثواب رکھتی ہے بسبب حدیث
ابن ماجہ کے جو انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کا گھر میں نماز پڑھنا ایک نماز کا ثواب ہے اور مسجد محلہ میں پڑھنا پچیس نمازوں کا ثواب
ہے اور مسجد جامع میں پانسو کا اور بیت المقدس میں پانچ ہزار کا اور میری اس مسجد مدینہ میں پچاس ہزار کا اور مسجد حرام میں لاکھ کا ثواب ہے کذا فی الحلبی فلا تجب علی مریض ومقعد
وزمن ومقطوع ید ورجل من خلاف ذکرہ الحدادی ومفلوج وشیخ کبیر عاجز واعمی وان وجد قائدا جماعت واجب ہے بدون حرج کے اس سے نکلا کہ واجب نہیں
بیمار اور اپاہج اور جسکے ہاتھ پیر کٹ گئے ہوں یعنی ایک ہاتھ اور ایک پاؤں مخالف جانب سے کٹا ہو یا فقط ایک پاؤں ہی کٹا ہو ذکر کیا ہے اسکو حدادی نے اور واجب نہیں فالج زدہ
اور بہت بوڑھے جو چلنے پھرنے سے عاجز ہو اور نہیں اندھے پر اگرچہ کوئی لیجانے والا موجود ہو امام کے نزدیک اور یہی ظاہر ہے اگر اسکے پاس سواری موجود ہو تو بھی جماعت
واجب نہیں فتح القدیر میں کہا کہ جماعت بالاتفاق اندھے پر واجب نہیں ہوگا اور جمعہ امام کے نزدیک واجب نہیں اور صاحبین کے نزدیک
واجب ہے کذا فی الشامی ولا علی من حال بینہ وبینہا مطر وطین وبرد شدید وظلمۃ کذلک اور نہ واجب ہے جماعت اس شخص پر جسکے اور جماعت میں مینہ اور کیچڑ
اور شدت کی سردی اور سخت اندھیرا حائل ہو کیچڑ سے مراد یہ ہے کہ کیچڑ کثرت سے ہو اور اگر بہت سخت ہو تو مانع ہوگا اور اندھیرے کا
سخت ہونا یہ کہ رستہ نہ سوجھے وریح لیلا لا نہارا وخوف علی مال او من غریم او ظالم اور آندھی رات کے وقت مانع ہے نہ دن میں یا حائل ہو خوف اپنے
مال پر چور سے یا خوف ہو قرضخواہ سے یا کسی ظالم سے یا مانع ہو کذا فی الشامی وارادۃ سفر وقیامہ
بمریض وحضور طعام تشوقہ نفسہ ذکرہ الحدادی اور مانع حضور جماعت ہے ارادہ سفر کا یعنی خوف قافلہ کے چلے جانے کا بشرط شرکت جماعت کے اور مریض کی خبر لینے یعنی جس صورت
میں کہ مریض کو اسکے چلے جانے سے ایذا ہو اور حاضر ہونا کھانے کا کہ جسکی طرف نمازی کا نفس مشتاق ہو ذکر کیا ہے اسکو حدادی نے کذا اشتغالہ بالفقہ لا بغیرہ کذا جزم بہ الباقانی تبعا
للبہنسی ای الا اذا واظب تکاسلا فلا یعذر ویعزر ولو باخذ المال یعنی بحبسہ عنہ مدۃ اور اسیطرح مانع ہے جماعت سے مشغول ہونا نمازی کا فقہ میں نہ غیر فقہ میں ایسا ہی یقین کیا ہے
اسکو باقانی نے بہ تبعیت بہنسی کے یعنی بجز اس صورت کے کہ اگر فقہ کی مشغولی میں ترک جماعت پر مداومت کریگا کسل کی راہ سے تو معذور نہ ہوگا اور تعزیر دیا جائیگا اگرچہ سزا
مال کے لینے سے ہو یعنی اسکے مال کو چند روز اس سے روک دیا جاوے علم فقہ سے مراد مسائل ضروریہ دینی ہیں اور مشغول ہونا عام ہے کہ سیکھنے سے ہو یا سکھانے سے یا تصنیف کرنے
سے طحطاوی نے کہا کہ مال کے ضبط کرنے کی سزا قول ضعیف ہے چنانچہ باب التعزیر میں مذکور ہوگا ولا تقبل شہادتہ الا بتاویل بدعۃ الامام او عدم مراعاتہ اور قبول نکیجائے گواہی
جماعت کے ترک کرنیوالے کی مگر بسبب تاویل بدعت امام کے یا نہ رعایت کرنے امام کے یعنی اگر تارک جماعت کا عذر بیان کرے کہ امام بدعتی ہے اسلیے جماعت میں حاضر نہیں ہوتا یا
امام رعایت مذہب مقتدی کی نہیں کرتا اُن امور میں جو موجب نماز کے باطل ہونے کے ہیں تو ان عذروں سے گواہی مقبول ہوگی والاحق بالامامۃ تقدیما بل نصبا مجمع الانہر
الاعلم باحکام الصلوٰۃ فقط صحۃ وفسادا بشرط اجتنابہ للفواحش الظاہرۃ وحفظہ قدر فرض وقیل واجب وقیل سنۃ اور زیادہ مستحق امامت کا آگے بڑھنے میں بلکہ ہمیشہ کو امام مقرر کرنے میں

موقع سے ہو جمیع قبح نہو کذا فی الطحطاوی ثم المقیم علے المسافر پھر مقدم کیا جاے مقیم مسافر پر طحطاوی نے کہا کہ شاید یہ اُس صورت مین ہی کہ مقتدی سب مقیم ہون یا مقیم
اور مسافر ملے جلے ہون اور جس صورت مین کہ سب مسافر ہون صرف ایک مقیم ہو تو وجہ اولی ہونے مقیم کی ظاہر نہین اور شامی نے بحر الرائق سے نقل کیا کہ مقیم اور مسافر دونون
برابر ہین کسی کو اولویت نہین ثم الحر الاصلی علے المعتق پھر مقدم کیا جاے آزاد اصلی اُس شخص پر جو غلام ہو کر آزاد ہوا ہو یعنی اگر اور صفات مین دو شخص مساوی ہین مگر ایک اصل سے
آزاد ہی اور دوسرا غلام تھا اب آزاد ہو گیا ہی تو جو اصلی ہی مقدم ہوگا اسلیے کہ غلام کو بسبب خدمت آقا کے اتنی مہلت نہین ملتی کہ تحصیل علم کرے ثم المتیمم عن حدث علی المتیمم عن جنابة پھر
مقدم کیا جاے وہ جسنے حدث سے تیمم کیا ہی اُس شخص پر جسنے جنابت سے تیمم کیا ہی اسلیے کہ بے وضو ہونا خفیف ہی بہ نسبت جنابت کے فائدہ ایک کام کی بات ہی لا یقدم احد فی
التزاحم الا بمرجح جب چند شخص کسی امر شرعی یا عادی مین ایک دوسرے سے مزاحم ہون تو کسی کو بدون مرجح مقدم نکیا جاے ومنه السبق الی الدرس والافتاء والدعوی اور
اسباب ترجیح مین سے ہی پیشتر آنا پڑھنے کے لیے یا فتوی لینے کو قاضی کے سامنے دعوی بیان کرنے کو یعنے دو طالب علم ایک اُستاد سے پڑھتے ہین تو اول اُسکو پڑھاوے جو پیشتر
آیا ہو اسیطرح مفتی کے یہان فتوی پوچھنے والو مین تقدیم اُسکی ہو جو پہلے آوے شامی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ افتا کی جگہ استفتا ہوتا چنانچہ مترجم نے ترجمہ مین معنی استفتا ہی کے لکھے
ہین فان استووا فی المجی اقرع بینهم انتهی کلام الاشباه پھر اگر آنے مین برابر ہون یعنی سب ایک ساتھ آئے ہون تو انمین قرعہ ڈالا جاوے جسکا نام پیشتر نکلے اُسکو مقدم کیا جاے
تمام ہوا کلام اشباہ کا وفی الفصل الثانی والثلثین من خطر التاتارخانیة وفی طلبة العلم یقدم السابق فان اختلفوا وثمه بینة فیها والا اقرع بینهم معا کما فی الحرقی والغرقی لو لم یعرف
الاول وجعل کانهم ماتوا معا انتهی اور بتیسوین فصل کتاب الخطر تاتارخانیہ مین مذکور ہی کہ طالب علمون کے سبق مین مقدم کیا جاے جو پیشتر آنیوالا یعنی اگر وہ سب ایک دوسرے کے
بعد آئے ہون اور وہان کچھ دلیل پیشتر آنے کی ہو تو اسی پر عمل ہوگا ورنہ قرعہ ڈال لیا جائیگا جیسے سب کے ایک ساتھ آنے مین قرعہ ڈالا جاتا ہی چنانچہ ایک ساتھ جلنے والون
اور ڈوبنے والون مین جب اول نہین معلوم ہوتا اور یہ ٹھہرا لیا جاتا ہی کہ گویا وہ سب ساتھ ہی مرے ہین تمام ہوا قول تاتارخانیہ کا میں تشبیہ جلنے والون اور ڈوبنے والون کی
صرف اسین ہی کہ درصورت نہ معلوم ہونے ترتیب کے ایسا کیا جاتا ہی کہ سب ایک ساتھ ہین اور قرعہ ڈالنے مین تشبیہ نہین اسلیے کہ جلنے اور ڈوبنے والون مین قرعہ نہین ہوتا
کذا فی الشامی وفی المحاسن القراء لابن وهبان وقیل ان لم یکن للشیخ معلوم جاز ان یقدم من شاء واکثر مشائخنا علی تقدیم الاسبق واول من سنه ابن کثیر اور ابن وہبان کی
محاسن القرا مین ہی کہ بعض علما کا قول یہ ہی کہ اگر استاد کو طالب علمون کے آنے کا حال معلوم نہو تو جائز ہی کہ جسکو چاہے مقدم کرے اور ہمارے اکثر مشائخ پیشتر آنیوالے کی
تقدیم پر ہین اور اول جسنے یہ طریقہ مقرر کیا ابن کثیر ہی امام سمہودی نے جواہر العقد مین یہ روایت کی ہی کہ ایک انصاری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین کچھ پوچھنے
آیا اور ایک آدمی ثقیف کی قوم کا اُسکے بعد آیا آپ نے فرمایا کہ انصاری تجھسے پہلے سوال کر رہا ہی اتنا بیٹھ جا کہ اُسکی حاجت روا ہو اس سے معلوم ہوا کہ یہ طریقہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا اور ابن کثیر نے اسمین متابعت آپ کی اختیار کی کذا فی الشامی فان استووا یقرع بین المستوین او الخیار الی القوم فان اختلفوا اعتبر اکثرهم بین
اگر مستحقین امامت برابر ہون یعنی کسی مین وجہ زیادتی اور ترجیح کی موجود نہو تو برابر صفات والون مین قرعہ ڈالا جاوے یا مقتدیون کو اختیار ہی کہ جسکو چاہین امام بنائین
پھر اگر اختیار مین مقتدی مختلف ہون کچھ کسیکو چاہین کچھ دوسرے کو تو اعتبار اُنکے اکثر کا ہی یعنی جس امام کو بہت مقتدی پسند کرین وہی امامت کرے ولو قدموا غیر الاولی اساؤا
بلا اثم اور اگر مقتدی اولی کے سوا دوسرے کو پیش امام کر دینگے تو برا کرینگے بدون گناہ کے یعنی ترک سنت کی وجہ سے برا کرینگے اور گنہگار نہ ہونگے واعلم ان صاحب البیت
ومثله امام المسجد الراتب اولی بالامامة من غیره مطلقا الا ان یکون معه سلطان او قاض فیقدم علیه لعموم ولایتهما وصرح الحدادی بتقدیم الوالی علی الراتب اور
جان کہ گھر کا مالک امامت کیواسطے بہتر ہی دوسرے لوگون سے ہر حال مین یعنی گو دوسرا اُس سے عالم اور زیادہ قاری ہو تب بھی مالک مکان افضل ہی اور مالک کے مانند ہی
امام معین مسجد کا یعنی وہ بھی اپنے غیر سے بہتر ہی اگرچہ غیر اُس سے صفات گذشتہ مین فائق ہو مگر اُس صورت مین کہ ہووے مالک یا امام معین کے ساتھ بادشاہ یا قاضی کہ بادشاہ
یا قاضی مالک وغیرہ پر مقدم ہوگا بہ سبب عام ہونے ولایت وتصرف بادشاہ اور قاضی کی تصریح کی ہی حدادی نے والی کے مقدم کرنے کی امام معین پر والمستعیر والمستاجر احق
من المالک لما مر اور مکان کا عاریت لینے والا اور کرایہ دار زیادہ حقدار ہین بہ نسبت مالک کے اُسوجہ سے کہ پیشتر گذری ہم شامی نے کہا کہ شارح کو لما مر کہنا مناسب نہ تھا کیونکہ اوپر

یعنی بدعتیون کو کافر کہتے ہین ھ شامی نے کہا کہ معتمد اسکے خلاف ہی چنانچہ بحر الرائق مین خلاصہ سے بعض فروع ایسے ذکر کیے ہین جنسے بدعتیون کا کفر پایا جاتا ہی مگر انکے بعد کہا
کہ مذہب معتمد یہ ہی کہ اہل قبلہ مین سے کسیکو کافر نہ کہا جاوے وان انکر بعض ما علم من الدین ضرورۃ کفر بہا کقولہ ان اللہ تعالی جسم کالاجسام وانکار صحبۃ الصدیق فلا یصح
الاقتداء بہ اصلا فلیحفظ اور اگر بدعتی منکر ہو کسی ایک بات کا جو دین مین ضروری جانی گئی ہی تو وہ اس بدعت سے کافر ہو جائیگا مثلا اُسکا یہ کہنا کہ اللہ تعالی جسم ہی مانند اور جسمون
کے اور انکار کرنا صحبت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یعنی جسکی خبر قرآن مجید مین ہی اذ یقول لصاحبہ لا تحزن کذا فی الحلبی تو ایسے بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنی ہر گز درست نہین اسکو
یاد رکھنا چاہیئے ھ وولد الزنا اور مکروہ ہی امامت ولد الزنا کی کیونکہ لوگون کو اُس سے نفرت ہوتی ہی ہذا ان وجد غیرہم والا فلا کراہۃ بحر بحثا یہ مکروہ اُن لوگون کی امامت اُسوقت ہی
کہ انکے سوا دوسرے امام اُنسے بہتر موجود ہوا اور اگر اُنسے بہتر کوئی اور وہان نہین تو کراہت بھی نہین ایسا مذکور ہی بحر الرائق مین بحث کی راہ سے وفی النہر عن المحیط صلی خلف فاسق
او مبتدع نال فضل الجماعۃ اور نہر الفائق مین محیط سے منقول ہی کہ اگر نماز پڑھے پیچھے فاسق یا بدعتی کے تو جماعت کا ثواب پاویگا ھ اس سے معلوم ہوا کہ تنہا پڑھنے سے انکے
پیچھے پڑھنا بہتر ہی کذا فی الشامی وکذا تکرہ خلف امرد وسفیہ اور اسیطرح مکروہ تنزیہی ہی نماز پیچھے بے ریش کے اور پیچھے کم عقل کے ھ شیخ رحمتی محشی نے کہا امرد سے مراد خوبصورت
ہی کہ محل فتنہ ہوتا ہی اور جب سب مین زیادہ عالم وہی ہی اور خوف شہوت یا لوگون کی نفرت کا نہو تو نماز بلا کراہت صحیح ہی اور سفیہ اُسکو کہتے ہین جو تصرف بمقتضائے شرع یا عقل
کے موافق خوب نکر سکتا ہو ومفلوج وابرص شاع برصہ اور مکروہ ہی نماز پیچھے فالج زدہ اور برص والیکے جسکا برص پھیل گیا ہو ھ برص ایک مرض ہی کہ بدن پر اسکے مخالف رنگ
کے داغ سفید یا سیاہ ہو جاتے ہین اور وجہ کراہت وہی تنفر ہی وشارب الخمر واکل الربو ونمام ومراء ومتصنع اور مکروہ ہی نماز پیچھے شرابخوار اور سود کہانے والے اور چغل خور
اور ریاکار اور تکلف والیکے ھ شامی نے حلبی سے نقل کیا کہ یہ پانچون فاسق مین آگئے انکو علیحدہ لکھنا تکرار بیفائدہ ہی اور فرق ریاکار اور متکلف مین یہ ہی کہ ریاکار وہ ہی جسکا
مقصود لوگونکی نمائش ہو خواہ اطاعت کو اچھی طرح ادا کرے یا نہین اور متکلف وہ ہی کہ بناوٹ اور تکلف سے طاعت کو اچھی طرح ادا کرے تو متکلف خاص ہی بہ نسبت ریاکار
کے ومن ام باجرۃ قہستانی اور مکروہ ہی نماز اسکے پیچھے جو امامت کرے مزدوری لیکر کذا فی القہستانی ھ یہ مسئلہ متقدمین کے مذہب پر مبنی ہی کہ طاعتون پر اجرت لینا باطل ہی اور
مفتی بہ متاخرین کے نزدیک یہ ہی کہ تعلیم قرآن اور اذان اور امامت پر اجرت لینا درست ہی ضرورت کی وجہ سے کیونکہ مفت یہ امور کوئی نہین کرتا تو اگر انپر اجرت لینے کو ناجائز کہا
جاوے تو یہ باتین بالکل موقوف ہو جائین زاد ابن ملک ومخالف کشافعی لکن فی وتر البحر ان تیقن المراعاۃ لم یکرہ او عدمہا لم یصح وان شک کرہ ابن ملک نے اتنا زیادہ کہا ہی کہ مکروہ
ہی نماز پیچھے مخالف مذہب مثلا شافعی کے لیکن بحر الرائق کے وتر کی بحث مین یہ تفصیل ہی کہ اگر مقتدی یقین کرے مراعات امام کا یعنی یہ جانے کہ فروض مین جو شرطین اور
رکن مقتدی کے اعتقاد مین ہین امام انکی رعایت کریگا تو اقتدا مکروہ نہوگا یا عدم مراعات کا یقین کرے تو اقتدا صحیح نہوگا اور اگر شک کریگا مراعات اور عدم مراعات مین تو
اس صورت مین اقتدا مکروہ ہوگا ھ ملا علی قاری نے اپنے رسالہ اہتدا فی الاقتدا مین کہا کہ ہمارے اکثر علما کا مذہب یہ ہی کہ اقتدا حنفی کا مثلا شافعی کے پیچھے جائز ہی بشرطیکہ شافعی
خلافت کی جگہون مین احتیاط کرے یعنے فصد اور نکسیر کے بعد مثلا وضو کرلے اور اگر احتیاط نکرے تو اقتدا درست نہوگا حاصل یہ کہ رعایت کرنیوالے کے پیچھے بلا کراہت درست ہی
ورنہ مکروہ ہی شامی نے کہا کہ تفصیل بحر الرائق کی معتمد ہی کہ محققین کا میلان اُسی طرف ہی اور قواعد مذہب بھی اسی کے شاہد ہین ھ ویکرہ تحریما تطویل الصلوۃ علی القوم زائدا علی
قدر السنۃ فی قراءۃ واذکار رضی القوم اولا لاطلاق الامر بالتخفیف نہر اور مکروہ تحریمی ہی طول دینا نماز کا قوم پر قرأت اور ذکر دن مین مقدار سنت سے زیادتی کرکے قوم راضی ہو یا نہین یہ
بڑھانا مکروہ ہی بسبب مطلق ہونے امر کے واسطے خفیف پڑھنے نماز کے کذا فی النہر ھ صحیحین مین ہی کہ جب کوئی تم مین سے لوگون کو نماز پڑھاوے تو چاہیئے کہ تخفیف کرے کیونکہ
لوگون مین کمزور اور بیمار اور بوڑھے بھی ہین الحدیث صاحب بحر الرائق نے اس سے یہ نکالا کہ تخفیف کے ساتھ پڑھنا واجب ہی اسلیے شارح نے ترک تخفیف یعنی تطویل کو مکروہ تحریمی
کہا وفی الشرنبلالیہ ظاہر حدیث معاذ انہ لا یزید علی صلوۃ اضعفہم مطلقا ولذا قال الکمال الا لضرورۃ اور شرنبلالیہ مین ہی کہ ظاہر حدیث معاذ رضی اللہ عنہ کا یہ ہی کہ امام نہ زیادہ کرے
قرأت کو ضعیف ترین مقتدی کی نماز سے مطلقا یعنی اگرچہ قرأت مسنون سے کم ہو اور اسی وجہ سے کمال الدین نے فتح القدیر مین کہا ہی کہ قدر مسنون سے کم نکرے مگر ضرورت کی
جہت سے ھ مراد حدیث معاذ سے حدیث مسلم کی ہی کہ حضرت معاذ رض نے سورہ بقرہ عشا کی نماز مین شروع کی تو ایک مقتدی نے سلام پھیر کر تنہا نماز پڑھی اور آنحضرت صلی اللہ

اور نہ کوئی محرم امام کی عورتون مین ہو مثلا امام کی بہن یا زوجہ یا لونڈی تو اگر عورتون کے ساتھ نہین سے جنکا ذکر ہوا کوئی ہو یا مرد انکی امامت مسجد مین کرے تو مکروہ نہ ہوگی
کذافی البحر یعنی مرد اگر عورتون کا امام ہو تو خلوت سے کہ مکان مین نہو یہانتک کہ مسجد مین ہو تو دروازہ مسجد کا کھلا ہونا چاہیے اور جماعت گوشہ مسجد مین نہو اور اگر خلوت
مین جماعت ہو تو دوسرے مرد یا محرم عورت کا ہونا ضرور ہے کذافی القہستانی ولیقف الواحد ولو صبیا اما الواحدة فتتاخر محاذیا ای مساویا لیمین امامہ علی المذہب اور
کھڑا ہو ایک مقتدی اگرچہ لڑکا ہو محاذی یعنی برابر امام کے اسکے داہنی طرف مذہب قوی پر یعنی بخلاف اس قول کے کہ امام محمد سے منقول ہے کہ مقتدی اتنا پیچھے ہٹکر کھڑا ہو کہ
اسکی انگلیان امام کی ایڑی کے پاس ہون شارح نے کہا کہ اگر مقتدی صرف ایک عورت ہو تو وہ پیچھے امام کے کھڑی ہو شامی نے کہا کہ امام کو چاہیے کہ مقتدی کو داہنی طرف کھڑا
ہونے کے لیے کہدے ولا عبرة بالراس بل بالقدم فلو صغیرا فالاصح مالم یتقدم اکثر قدم المؤتم لاتفسد اور اعتبار نہین سر کا یعنی سجدہ کی حالت مین اگر مقتدی کا سر بوجہ درازقد ہونے
کے امام سے آگے نکلتا ہو تو اسکا اعتبار نہین بلکہ قدم کا اعتبار ہے کہ مقتدی کا قدم امام سے آگے نہ نکلے پھر اگر قدم امام کا چھوٹا ہو تو صحیح تر قول یہ ہے کہ جبتک اکثر قدم مقتدی کا
آگے نہ بڑھیگا تو نماز فاسد نہو گی یعنی پنجون کا بڑھنا ضرر نہین کرتا فلو وقف عن یسارہ کرہ اتفاقا وکذا یکرہ خلفہ علی الاصح لمخالفة السنة پھر ایک مقتدی اسکے بائین طرف
کھڑا ہو تو مکروہ تنزیہی ہے بالاتفاق اور اسیطرح مکروہ تنزیہی ہے کھڑا ہونا امام کے پیچھے صحیح تر قول مین بسبب مخالفت کرنے طریقہ سنت کے والزائد یقف خلفہ فلو توسط اثنین
کرہ تنزیہا وتحریما لو اکثر اور ایک سے زائد مقتدی کھڑے ہون امام کے پیچھے پس اگر امام دو کے بیچ مین کھڑا ہوگا تو مکروہ تنزیہی ہوگا اور اگر دو سے زائد کے بیچ مین کھڑا ہوگا
تو مکروہ تحریمی ہوگا شامی نے کہا کہ اس سے مستفاد ہوا کہ صف سے آگے بڑھ کر کھڑا ہونا امام کو واجب ہے چنانچہ ہدایہ اور فتح القدیر سے ظاہر ہوتا ہے ولو قام واحد بجنب
الامام وخلفہ صف کرہ اجماعا اور اگر ایک شخص امام کے برابر کھڑا ہو اور پیچھے امام کے جماعت ہو تو مکروہ ہے بالاتفاق ہم اگر ایک مقتدی امام کے برابر کھڑا ہو پھر دوسرا آیا تو بعضون
نے کہا کہ امام آگے بڑھجاوے ایک ڈگ مین اور بعضون نے کہا کہ مقتدی اول پیچھے کو ہٹے اور بعضون نے کہ دوسرا مقتدی نیت باندھکر پہلے کو ہٹالے اور بے نیت اگر ہٹاویگا
تب بھی مضائقہ نہین اور اگر دوسرا مقتدی امام کے بائین جانب کھڑا ہو جاوے تو امام دونون کو پیچھے ہٹنے کا اشارہ کردے اور یہ امر بہتر ہے اسلیے کہ امام متبوع ہے نہ تابع
اور صف کرنا پیچھے امام کے مقتدیون کا کام ہے نہ امام کا اس لحاظ سے امام کا اپنی جگہ رہنا بہتر ہے اور اسکی موید ہے حدیث مسلم کی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کہ ایک غزوہ مین مین
ہمراہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گیا آپ نماز کو کھڑے ہوئے مین آپکے بائین طرف آکر کھڑا ہوا آپنے میرا ہاتھ پکڑ کر داہنی طرف کو کھڑا لیا اسکے بعد ابن عمر آئے اور آپکے بائین جانب
کھڑے ہوئے آپنے ہم دونون کا ہاتھ پکڑے اور ہم دونون کو پیچھے ڈھکیلا یہانتک کہ ہملوگ پیچھے کھڑا کیا کذافی الشامی ویصف ای یصفہم الامام بان یامرہم بذلک قال الشمنی وینبغی
ان یامرہم بان یتراصوا ویسدوا الخلل ویسووا مناکبہم اور صف باندھین پیچھے مقتدیون کی صف کرادے امام اسطرح کہ انکو حکم کرے صف باندھنے کا شمنی نے کہا کہ امام کو
چاہیے کہ مقتدیون کو امر کرے کہ ایک دوسرے سے ملے رہین اور دو شخصون کے بیچ مین کی جگہ کو بند کرین اور اپنے شانون کو برابر رکھین ویقف وسطا اور امام درمیان مین کھڑا ہو
یعنی ایسی طرح کھڑا ہو کہ داہنے اور بائین دونون طرف صف مساوی ہو شامی نے مبسوط سے نقل کیا کہ سنت ہے امام کا کھڑا ہونا محراب مین تاکہ دونون طرفین برابر ہوجاوین اور
اگر امام ایکطرف صف کے کھڑا ہوگا تو مکروہ ہوگا اور جب امام کے دونون طرف برابر ہون تو اب جو مقتدی آوے وہ داہنے طرف ملے اور اگر صف کے بیچ مین جگہ چھوٹی ہو تو اسمین
کھڑا ہو جاوے اور اگر صف بھر چکی ہو تو دوسرے مقتدی کا انتظار کرے کہ اسکے ساتھ ملکر پیچھے کھڑا ہو اور اگر اس اثنا مین امام رکوع کردے تو کسی مسئلہ جاننے والے کو صف مین سے
کھینچ کر اپنے برابر کرلے اور اگر ایسا شخص اسکو نہ ملے تو امام کے پیچھے اکیلا کھڑا ہو جاوے ضرورت کے لیے وخیر صفوف الرجال اولہا فی غیر جنازة ثم وثم اور بہتر صف مردون
کی سب سے پہلے ہے سوا جنازہ کے پھر دوسری تیسری سے بہتر ہے پھر تیسری چوتھی سے اور علی ہذا القیاس ہم بحرالرائق مین وجہ اولویت صف اول کی یہ لکھی ہے کہ اخبار مین وارد ہے کہ
اللہ تعالی جب رحمت جماعت پر نازل فرماتا ہے تو اول امام پر نازل کرتا ہے پھر وہ رحمت امام کے بعد اس شخص پر ہوتی ہے جو صف اول مین امام کی سیدھ پر ہو پھر داہنی طرف والون پر پھر
بائین طرف والون پر پھر صف دوم پر اسیطرح اور غیر جنازہ کی قید اسلیے لگائی کہ جنازہ مین سب سے پچھلی صف بہتر ہے اسلیے کہ منظور جنازہ مین زیادہ ہونا صفون کا ہے تو اگر پہلے
بہتر ہو تو آدمیون کی قلت کی صورت مین کوئی پیچھے کھڑا ہونا پسند نکرے کذافی الشامی ولو صلی علی رفوف المسجد ان وجد فی صحنہ مکانا کرہ کقیامہ فی صف خلف

ہونے والیکی خاطر سے بیٹھے تو نماز فاسد ہوگی الرجال ظاہرہ یعم العبید صف باندھیں امام کے پیچھے مرد شارح نے کہا کہ ظاہر قول مصنف کا یعنی الرجال عام ہے غلاموں کو کہ مرد
آزاد ہوں یا غلام یہ قید اسلیے لگائی تا کہ معلوم ہو کہ حلبیہ میں جو لڑکوں کو بالغ غلاموں پر مقدم بیان کیا ہے سو درست نہیں اسلیے کہ حدیث میں وارد ہے کہ مجھ سے قریب بالغ
عاقل رہیں اس سے معلوم ہوا کہ بالغ ہونا آزادی پر مقدم ہے ثم الصبیان ظاہرہ تعددہم فلو واحدا دخل فی الصف مردوں کے پیچھے لڑکے صف باندھیں مصنف کے صیغے کا
ظاہر یہ ہے کہ لڑکے کئی ہوں تو پیچھے صف کریں پس اگر ایک لڑکا ہو تو صف میں داخل کیا جاے ہم حلبی نے کہا کہ یہ حکم ہر پیچھے والیکے لیے ہے کہ اگر اکیلا ہو تو اگلی صف میں ملجاے
مثلاً خنثی اکیلا ہو تو لڑکوں کی صف میں ملجاوے ہاں جس صورت میں کہ اسکے ملنے سے برابر والیکی نماز جاتی ہو تو پیچھے رہے جیسے اکیلی عورت مردوں کی صف سے پیچھے ہو تو
وہ پیچھے ہی رہے کیونکہ اگر صف میں کھڑی ہوگی تو اسکے برابر والے مرد کی نماز درست نہوگی کذا فی الشامی ثم الخناثی ثم النساء پھر لڑکوں کے پیچھے صف کریں خنثی پھر
صف کریں عورتیں قالوا الصفوف الممکنۃ اثنا عشر لکن لایلزم صحۃ کلها المعاملۃ الخناثی بالاخر فقہاء نے کہا کہ صفیں جو ہو سکتی ہیں بارہ ہیں لیکن لازم نہیں درست ہونا ان
سب کا بسبب معاملہ خنثوں کے ساتھ مشتبہ بات کے یہ بارہ صفیں اسطرح ہو سکتی ہیں کہ مقتدی یا مذکر ہوگا یا مؤنث یا خنثی پھر ہر ایک یا بالغ ہوگا یا نابالغ تو چھ قسم کے
مقتدی ہوئے پھر انمیں سے ہر ایک آزاد ہوگا یا غلام پس بارہ ہوئے انکی تفصیل ترتیب حلبیہ میں یوں مذکور ہے کہ اول صف آزاد بالغ کریں دوم آزاد لڑکے سوم غلام بالغ
چہارم غلام لڑکے پنجم آزاد بالغ خنثی ششم آزاد لڑکے خنثی ہفتم غلام بالغ خنثی ہشتم غلام لڑکے خنثی نہم آزاد عورتیں بالغ دہم آزاد عورتیں نابالغ یازدہم لونڈیاں بالغ دوازدہم
لونڈیاں نابالغ شارح کہتا ہے کہ ان سب صفوں کا صحیح ہونا ضرور نہیں کیونکہ خنثی صحت صف کو ضرر کرتے ہیں اسلیے کہ خنثی کا برابر ہونا دوسرے خنثی کے یا اسکے پیچھے کھڑا ہونا صحیح نہیں
کہ شاید اگلا عورت ہو اور پچھلا مرد یا برابر والوں میں سے ایک خنثی مرد ہو اور دوسرا عورت شامی نے امداد الفتاح سے نقل کیا کہ بالغ خنثوں کو ایک صف میں اسطرح کھڑا کریں کہ
دو شخصوں کے بیچ میں کوئی چیز آڑ ہو یا فاصلہ ایک شخص کا چھوڑا رہے کیونکہ انکا برابر کھڑا ہونا ایک دوسرے کی نماز کو مضر ہے اور یا ایک ہی صف میں آزاد اور غلاموں کو جمع کر دیں کہ ایک
دوسرے کے پیچھے ہونے میں بھی ضرر ہے واذا حاذتہ ولو بعضو واحد وخصہ الزیلعی بالساق والکعب امراۃ ولو امۃ مشتہاۃ حالا کبنت تسع مطلقا وثمان وسبع لو ضخمۃ او ماضیا کعجوز اور جبکہ محاذی ہو
کوئی عورت مرد سے اگرچہ مقابلہ ایک ہی عضو سے ہو اور زیلعی نے خاص کیا ہے محاذات کو ساتھ پنڈلی اور ٹخنے کے گو عورت لونڈی ہو طحطاوی نے کہا کہ یہ شارح نے اسلیے کہا تا کہ
معلوم ہو کہ لونڈی کا حکم اس باب میں مختلف نہیں اور شاید ولو امۃ بتشدید میم ہو یعنی اگرچہ عورت مذکورہ مرد محاذی کی ماں یا کوئی اور محرم ہو تو اس محاذات سے مرد کی نماز فاسد ہوگی مگر ان
شرطوں کے پائے جانے سے اول شرط عورت کا مشتہاۃ یعنی قابل جماع ہونا ہے خواہ اسوقت ہو جیسے نو برس کی لڑکی مطلق یعنی دبلی ہو یا پتلی اور آٹھ اور سات برس کی لڑکی
بشرطیکہ موٹی تازی ہو خواہ بزمانہ ماضی مشتہاۃ ہو مثلاً بوڑھیا ہو ظاہر کلام شارح اسپر دلالت کرتا ہے کہ محاذات یعنی برابری اور سیدھ عورت کے کسی عضو کی مرد کے کسی عضو کے
ساتھ مفسد نماز ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ قاضیخان نے تصریح کی ہے کہ عورت کے عضو سے مراد اسکا قدم ہے یعنی عورت کا قدم اگر مرد کے کسی عضو کی سیدھ یا برابری میں ہوگا تو نماز
مرد کی فاسد ہوجائیگی خواہ عورت اور مرد برابر کھڑے ہوں خواہ عورت آگے ہو اور مرد اسکے پیچھے اور یہ جو شارح نے مشتہاۃ ہونیکے لیے برسوں کی تعداد مذکور کی ہے تو طحطاوی نے کہا کہ قول
معتمد نہیں کیونکہ اس زمانہ کی عورتیں ہرگز نو برس تک کی عمر میں قابل صحبت نہیں ہوتیں چنانچہ زیلعی وغیرہ نے تصحیح اس امر کی کی ہے کہ مشتہاۃ میں اعتبار عمر کا نہیں جس عمر میں لیاقت
وطی کی ہوجاوے اسیکا اعتبار ہے کذا فی الشامی والطحطاوی ملتقطا ولا حائل بینهما اقله قدر ذراع فی غلظ اصبع او فرجۃ تسع رجلا دوسری شرط محاذات کی یہ ہے کہ عورت اور مرد میں
کوئی آڑ نہو کمتر آڑ بلندی میں ایک ہاتھ اور موٹائی میں ایک انگشت ہے یا یہ کہ دونوں میں فاصلہ اتنا چھوٹا ہو کہ ایک آدمی کی گنجائش رکھتا ہو کہ آڑ یا فاصلہ ہونیکی صورت
میں نماز فاسد نہوگی اور یہ اس صورت میں ہے کہ دونوں برابر ہوں اور اگر عورت آگے ہوگی تو فاصلہ مذکورہ مانع فساد نہوگا البتہ آڑ مانع ہوگی فی صلوۃ وان لم تتحد نیتهما ظهرا
بمصلی عصر علی الصحیح سراج فانہ صح نفلا علی المذهب بحر ویجئ مطلقۃ تخرج الجنازۃ تیسری شرط محاذات کی ہونا مرد اور عورت کا ہے نماز مطلق یعنے رکوع سجدہ والی میں خواہ
نماز عید ہو یا وتر یا نفل اگرچہ صورتیں دونوں کی نماز ایک نہو جیسے عورت کا نیت کرنا ظہر کے لیے پیچھے عصر پڑھنے والیکے کہ بشرط محاذات دونوں کی نماز فاسد ہوگی صحیح قول پر
کذا فی السراج اسلیے کہ یہ نماز عورت کی نفل ہوکر صحیح ہے مذہب قوی کے موجب کذا فی البحر اور عنقریب یہ مسئلہ مذکور ہوگا شارح نے کہا کہ مطلق کی قید سے نماز جنازہ نکلگئی

اگر مجنون عورت کی محاذات ہوگی تو مفسد نماز نہوگی کیونکہ اسکی نماز منعقد ہی نہیں ہوتی شامی نے کہا کہ ماتن کے قول فی صلوٰۃ سے اس شرط کے ذکر کی حاجت نہ تھی وکونہما فی
مکان واحد اور دسویں شرط ہے ہونا مرد اور عورت کا ایک مکان میں یعنی اگر مرد مثلاً قد آدم بھر اونچی دکان میں ہو اور عورت نیچے ہو تو فساد نماز نہوگا نہر الفائق میں کہا کہ یہ شرط
ہر چند محاذات کی لفظ سے معلوم تھی مگر مشائخ نے توضیح کے لیے اسکو ذکر کر دیا فی رکن کامل و نویں شرط یہ ہے کہ محاذات ایک رکن کامل کے ادا کرنے میں ہو شامی نے کہا کہ
خانیہ میں یہ ہے کہ محاذات مفسد ہے کم ہو یا زیادہ یعنی رکن کامل کی شرط کا اعتبار نہیں فالشروط عشرۃ پس محاذات سے مرد کی نماز فاسد ہونے کی شرطیں دس ہیں چنانچہ
مترجم نے انکو شمار کے ساتھ لکھا ہے اور اگر اشتراک در تحریمہ اور اشتراک در ادا کو دو قرار دو تو گیارہ ہو جاتی ہیں اور پیچھے ہٹنے کے لیے امام کے اشارہ نہ کرنے کو جدا ٹھہراؤ تو بارہ
ہوتے ہیں اب معلوم کرنا چاہیے کہ ایک عورت کی محاذات سے تین مردوں کی نماز فاسد ہو سکتی ہے ایک اسکی جو عورت کی داہنے طرف ہو ایک بائیں طرف والے کی ایک پیچھے کھڑا ہونے
والیکی اس سے زیادہ کی نماز فاسد نہوگی کیونکہ جنکی نماز فاسد ہوئی وہ حائل ہونگے درمیان عورت اور دوسرے نمازیوں کے ومحاذاۃ الامرد الصبیح المشتہی لا تفسدہا علی المذہب

تضعیف لما فی جامع المحبوبی و درر البحار من الفساد لانہ فی المرأۃ غیر معلول بالشہوۃ بل بترک فرض المقام کما حققہ ابن الہمام اور محاذی ہونا بے ریش لڑکے خوبصورت لائق شہوت
کا نماز کو فاسد نہیں کرتا قوی مذہب پر شارح نے کہا کہ ماتن کا یہ کہنا ضعیف بنانا ہے اس قول کا جو جامع محبوبی اور درر البحار میں مذکور ہے یعنی نماز کا فاسد ہونا اور وجہ ضعف
کی یہ ہے کہ نماز کے فاسد ہونے کی علت عورت میں شہوت نہیں تا کہ اسی علت سے امرد کی محاذات کی مفسد ٹھہرایا جاے بلکہ وجہ فساد چھوڑنا فرض مقام کا ہے جیسا کہ اسکو ابن ہمام
نے ثابت کیا ہے یعنی اگر وجہ فساد کی عورت کی محاذات میں شہوت ہوتی تو چاہیے تھا کہ بڑھیا اور ماں بہن اور دوسرے محرم کی محاذات سے فساد نہوتا حالانکہ انسے بھی ہوتا ہے
اس سے معلوم ہوا کہ علت فساد یہی ہے کہ جہاں عورت کو کھڑا کرنا فرض تھا اس جگہ نہ کھڑا کیا ولا یصح اقتداء رجل بامرأۃ وخنثی وصبی مطلقا ولو فی جنازۃ ونفل علی الاصح اور نہیں صحیح
ہے اقتدا مرد کا پیچھے عورت اور خنثی اور لڑکے کے کسی نماز میں اگرچہ نماز جنازہ اور نماز نفل میں ہو صحیح تر قول کے بموجب طحطاوی نے کہا کہ ماتن کی اس عبارت میں خلل ہے اسلیے کہ مراد
رجل سے اگر بالغ ہو تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نابالغ کا اقتدا پیچھے عورت اور خنثی کے درست ہے اور اگر رجل سے مراد مرد ہو خواہ بالغ ہو یا نابالغ تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اقتدا
نابالغ کا پیچھے نابالغ کے صحیح نہیں حالانکہ دونوں باتیں غیر واقع ہیں تو بہتر یہ تھا کہ عبارت اسطرح ہوتی کہ درست نہیں اقتدا مذکر کا عورت اور خنثی کے پیچھے اور نابالغ لڑکے کے
پیچھے کذا فی الحلبی اور علی الاصح راجع ہے طرف مرد بالغ کی اقتدا کرنے کو نفل نماز میں ہدایہ میں کہا کہ تراویح اور سنتوں میں مشائخ بلخ نے لڑکے کے پیچھے اقتدا کو جائز کہا ہے اور مختار یہ ہے
کہ کسی نماز میں لڑکے کے پیچھے اقتدا بالغ کا درست نہیں خواہ تراویح ہو یا عید یا وتر یا کسوف و خسوف وغیرہ اسلیے کہ لڑکے کے ذمے کوئی نماز نہیں اسکو حکم نماز کا صرف عادت پڑنے کے
لیے کیا جاتا ہے اور اگر لڑکے کی نماز بالفرض نفل ہو تو اقتدا فرض پڑھنے والے کا نفل پڑھنے والیکے پیچھے لازم آویگا اور یہ بھی درست نہیں اور نفلوں میں اسلیے اقتدا جائز نہوا کہ بالغ
کی نفل قوی تر ہے کہ شروع کرنے سے واجب ہو جاتی ہے کذا فی النہر وکذا لا یصح الاقتداء بمجنون مطبق او منقطع فی غیر حالۃ افاقتہ وسکران او معتوہ ذکرہ الحلبی اور اسیطرح درست
نہیں اقتدا پیچھے مجنون دایمی یا مجنون منقطع کے سوا حالت افاقہ کے یا پیچھے متوالے کے یا پیچھے مدہوش کے ذکر کیا ہے اسکو حلبی نے مطبق بضم میم وکسر موحدہ وہ جنون جسمیں کبھی ہوش
نہوتا ہو اور منقطع وہ کہ کبھی افاقہ ہوتا ہو اور کبھی جنون اور وجہ عدم جواز اقتدا کی یہ ہے کہ مجنون مکلف نہیں اور متوالے اور مدہوش میں ثبوت نیت کا نہیں ولا طاہر بمعذور ہذا ان
قارن الوضوء الحدث او طرأ علیہ بعدہ وصح لو توضأ علی الانقطاع وصلی کذلک اور نہیں صحیح ہے اقتدا طاہر کا پیچھے معذور کے یہ اس صورت میں ہے کہ جب وضو کے ساتھ ہی حدث
ہوا ہو یا بعد وضو کرنے کے یعنی نماز سے پیشتر حدث اسپر طاری ہوا ہو اور اقتدا درست ہے بشرطیکہ عذر نہونے پر وضو کیا ہو اور نماز اسیطرح پڑھی ہو یعنی تمام نماز میں عذر نہوا ہو تو اب طاہر کا
اقتدا معذور کے پیچھے درست ہو جاویگا امام طحطاوی نے کہا کہ ماتن کو مناسب تھا کہ بجاے طاہر کے صحیح کہتا اسلیے کہ معذور کو طاہر کے مقابل ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ معذور طاہر نہیں ہوتا حالانکہ

شرعاً وہ طاہر ہے کاقتداء بمفتصد من خروج الدم وکاقتداء امرأۃ بمثلہا وصبی بمثلہ ومعذور بمثلہ وذی عذرین بذی عذر لا عکسہ کذی انفلات ریح بذی سلس لان مع الامام حدثا ونجاسۃ
جیسے درست ہے اقتدا صحیح آدمی کا پیچھے فصد کھلانے والیکے کہ خون کے نکلنے سے مامون ہوا اور جیسے صحیح ہے اقتدا عورت کا پیچھے اپنی مثل یعنے دوسری عورت کے اور اقتدا لڑکے کا دوسرے
لڑکے کے پیچھے اور اقتدا عذر والیکا اپنی مثل کے پیچھے اور اقتدا دو عذر والیکا ایک عذر والے کے پیچھے نہیں صحیح ہے اسکا عکس یعنے اقتدا کرنا ایک عذر والیکا دو عذر والے کے پیچھے مثلاً اقتدا کرنا

ختم یہ جواب ہے امام شافعی کے استدلال کا یعنی صحیحین میں جو وارد ہے کہ حضرت معاذ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز عشا پڑھتے تھے پھر اپنی قوم میں آکر انکو عشا پڑھایا کرتے
تھے تو اس سے امام شافعی نے استدلال کیا کہ فرض والیکا اقتدا پیچھے نفل والیکے درست ہے کیونکہ حضرت معاذ فرض اول پڑھ جاتے تھے تو اپنی قوم میں جو نماز پڑھتے تھے وہ
نفل ہوتی تھی اور مقتدی انکے پیچھے فرض پڑھتے تھے شارح جواب دیتا ہے کہ ثابت ہوا ہے کہ حضرت معاذ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نفل پڑھتے تھے اور امام ہوکر
فرض پڑھتے تھے اسلیے کہ جب معاذ کی قوم نے انکی شکایت بحضور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تو آپ نے انکو یہ ارشاد فرمایا کہ اے معاذ یا تو تم میرے ساتھ نماز پڑھو یا اپنی قوم پر تخفیف
کرو اور اس سے یہ نکلا کہ جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فرض نماز پڑھ لیں تو امامت قوم کی نہیں کر سکتے لیکن اگر آپکے ساتھ نفل پڑھیں تو بالاجماع امامت کر سکتے ہیں
تو معلوم ہوا کہ حضرت معاذ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نفل پڑھا کرتے تھے نہ فرض ولا ناذر بمتنفل ولا بمفترض ولا بناذر لان کلا منہا کمفترض فرضا آخر اور نہیں درست
ہے اقتدا نذر کرنیوالے کا نفل پڑھنے والے کے پیچھے اسلیے کہ نذر واجب ہے تو قوی کی بنا ضعیف پر نہیں ہو سکتی اور نہ نذر کرنیوالیکی اقتدا فرض پڑھنے والے اور دوسرے نذر
کرنیوالے کے پیچھے درست ہے اسلیے کہ ہر ایک ان دونوں امام اور مقتدی سے ایسا ہے جیسا دوسرا فرض پڑھتا ہو یعنی اتحاد نماز کا جو شرط اقتدا کی ہے ان دونوں مسئلوں میں
نہیں پایا جاتا الا اذا نذر احدہما عین منذور الآخر للاتحاد اقتدا نذر کی نماز پڑھنے والیکا دوسرے نذر کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے جائز نہیں مگر اس صورت میں
کہ ایک نے وہی نذر کی ہو جو دوسرے نے کی تو اب اقتدا درست ہوگا بسبب اتحاد کے جس صورت اسکی یہ ہے کہ زید نے مثلاً کوئی نذر کی اور عمرو نے کہا کہ جو نذر زید نے کی ہے وہی میں
کرتا ہوں تو جبکہ دونوں کی نذر ایک ہوئی تو گویا دونوں نے نماز معین کی نذر کی اسی وجہ سے اتحاد پایا گیا بخلاف اس صورت کے کہ دونوں نے نذر نماز کی جداگانہ کی کہ انمیں
دونوں کے ذمے کے واجب علیحدہ ہیں اور کوئی ایک دوسرے سے قوی نہیں کذا فی الشامی ولا ناذر بحالف لان المنذورۃ اقوی فصح عکسہ وبحالف ومتنفل اور نہیں درست ہے
اقتدا نذر کی نماز پڑھنے والیکا پیچھے قسم کے نماز پڑھنے والیکے اسلیے کہ نذر کی نماز قوی تر ہے قسم کی نماز سے تو صحیح ہے اسکا عکس وبحالف ومتنفل یعنی قسم کی نماز والیکا اقتدا نذر کی نماز والیکے
پیچھے درست ہے اور قسم کی نماز والیکے پیچھے اور نفل پڑھنے والیکے پیچھے درست ہے صورت قسم کی یہ ہے کہ ایک شخص نے مثلاً قسم کھائی کہ میں دو رکعت نماز پڑھونگا تو یہ دوگانہ نفل ہوگا
اسلیے قسم کی نماز والیکو اختیار رہتا ہے چاہے دوگانہ پڑھ کر قسم سچی کرے خواہ ترک کرے اور کفارہ دے بخلاف نذر کی نماز کے کہ وہ واجب ہوتی ہے اور نہیں جہت نذر عام والیکے
پیچھے نہیں پڑھ سکتا اور قسم والا نذر والے اور قسم والے اور نفل والیکے پیچھے اقتدا کر سکتا ہے حلبی نے کہا کہ شارح کا قول وبحالف عطف ہے بناذر محذوف پر جو کہ عکسہ میں سمجھا جاتا
ہے کذا فی الشامی ومصلیا رکعتی طواف کناذرین اور دو شخص پڑھنے والے دوگانہ طواف کے مثل دو نذر کے نماز پڑھنے والوں کے ہیں یعنی ایک کا اقتدا دوسرے کے پیچھے جائز
نہیں بسبب اختلاف سبب کے یعنی ایک کا طواف دوسرے کے طواف کا غیر ہے اور اگر دوگانہ طواف کو مسنون کہیں جیسا بعض فقہا کا قول ہے تو اس قول کے بموجب اقتدا درست
ہوگا کذا فی الشامی ولو اشترکا فی نافلۃ فافسداہا صح الاقتداء لان افسداہا منفردین اور اگر دو شخص شریک ہوئے نماز نفل میں پھر دونوں نے اسکو فاسد کر دیا تو اقتدا صحیح ہے مثلاً دونوں
دوگانہ تراویح امام کے پیچھے پڑھتے تھے پھر اس دوگانہ کو فاسد کر دیا تو اسے ایک دوسرے کے پیچھے پڑھ سکتے ہیں کیونکہ نماز متحد ہے نہ اس صورت میں جبکہ اسکو فاسد کیا دونوں
نے تنہا کہ اس صورت میں اقتدا جائز نہیں بسبب اختلاف سبب کے ولو صلیا الظہر ونوی کل امامۃ الآخر صحت لان نویا الاقتداء والفرق لا یخفی اور اگر دو شخصوں نے نماز ظہر پڑھی
اور ہر ایک نے دوسرے کی امامت کی نیت کی تو نماز درست ہوگی نہ صحیح ہوگی اگر دونوں نے اقتدا کی نیت کی اور فرق پوشیدہ نہیں ہم فرق یہ ہے کہ امام اپنے حق میں منفرد ہوتا ہے
اور بدون غیر کی اقتدا کے امام نہیں ہوتا تو جب دونوں نے امامت کی نیت کی اور مقتدی کوئی نہوا تو دونوں منفرد رہگئے اور نماز درست ہوگی اور اقتدا کی نیت میں عدم
جواز کی وجہ یہ ہے کہ مقتدی کی نماز بدون نیت اقتدا کے صحیح نہیں ہوتی اور اقتدا ایسے شخص کے پیچھے صحیح نہیں جسنے اپنی نماز غیر کی نماز پر مبنی کی ہو اور یہاں دونوں نے اپنی نماز کو
دوسرے کی نماز پر مبنی کیا ہے اسلیے اقتدا ایک دوسرے کے پیچھے صحیح نہوا تو نماز بھی درست نہوئی کذا فی الحلبی ولا لاحق ولا مسبوق بمثلہما لما تقرر ان الاقتداء فی موضع
الانفراد مفسد کعکسہ اور نہیں درست ہے اقتدا لاحق اور مسبوق کا پیچھے مثل ان دونوں کے اس وجہ سے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ اقتدا کرنا انفراد کی جگہ میں مفسد ہے جیسے کہ اسکا عکس
مفسد ہے یعنی منفرد ہونا اقتدا کی جگہ میں ہم لاحق وہ ہے جسکو امام کے ساتھ شریک ہونے کے بعد کسی عذر سے درمیان کی نماز یا آخر کی فوت ہوگئی ہو تو یہ شخص امام کے فارغ

واعلم انہ اذا فسد الاقتداء بای وجہ کان لا یصح شروعہ فی صلوۃ نفسہ لانہ قصد المشارکۃ وھی غیر صلوۃ الانفراد علی الصحیح محیط وادعی فی البحر انہ المذہب اور جان لے
کہ جب اقتدا فاسد ہو کسی طرح پر فاسد ہو یعنی خواہ عورت اور لڑکے کی امامت سے ہو یا دوسری باتون سے جو اوپر مذکور ہوئین تو نہین صحیح ہی شروع کرنا مقتدی کا خود اپنی
نماز مین اگرچہ نفل ہی ہو اسلیے کہ مقتدی نے دوسرے کی شرکت کا قصد کیا تھا اور شرکت مین پڑھنا غیر ہی تنہائی کی نماز کا نہین صحیح ہی شروع قول صحیح پر کذا فی المحیط اور
بحر الرائق مین دعوی کیا کہ عدم صحت شروع مذہب ہی م وجہ عدم صحت شروع یہ ہی کہ جب اُس نماز مین جسکا مقتدی نے ارادہ کیا اُسکا شروع صحیح نہوا تو غیر مین کیسے
صحیح ہوگا کذا فی الشامی قال المصنف لکن کلام الخلاصۃ یفید ان ہذا قول محمد خاصۃ مصنف نے کہا لیکن خلاصہ کا کلام اس بات کا مفید ہی کہ عدم صحت شروع قول
ہی خاص امام محمد کا م خلاصہ مین یہ مضمون ہی کہ جس جگہ مین اقتدا صحیح نہین تو کیا مقتدی خود اپنی نماز کا شروع کرنیوالا ہو جاتا ہی یا نہین امام محمد کے نزدیک نہین ہوتا
اور شیخین کے نزدیک ہو جاتا ہی کذا فی الشامی قلت وقد ادعی فیما مر بعد تصحیح السراج خلافہ ان المذہب انقلابہا نفلا فتأمل مین کہتا ہون کہ صاحب بحر نے بیان گذشتہ مین
یعنی عورت کے محاذات کے مسئلہ مین دعوی کیا ہی کہ مذہب بدل جاتا ہی نماز کا نفل سے بعد تصحیح سراج کے خلاف عدم صحت کو سو تامل کرلے اس تناقض کو م صاحب بحر
نے محاذات مین سراج سے نقل کیا تھا کہ اگر مرد عصر پڑھتا ہو اور عورت نے ظہر کی نیت سے اُسکا اقتدا کیا اور محاذی ہوئی تو مرد کی نماز باطل ہوگی کیونکہ اقتدا ہر چند
فرض مین صحیح نہوا اگر نفل مین بموجب مذہب کے درست ہوا تو اس سے صاف ظاہر ہی کہ جب اقتدا فرض مین فاسد ہوا تو شروع بالکل فاسد نہوا بلکہ نفل مین اقتدا باقی رہا
اور صحت شروع مذہب ٹھہرا ورنہ نماز مرد کی کیون فاسد ہوتی اور یہان دعوی عدم صحت شروع کا کرتا ہی تو دونون کلامون مین صریح تناقض ہوا کذا فی الشامی وحینئذ
فالاشبہ ما فی الزیلعی انہ متی فسد لفقد شرط کطاہر بمعذور لم ینعقد اصلا وان لاختلاف الصلوتین ینعقد نفلا غیر مضمون وثمرتہ الانتقاض بالقہقہۃ اسوقت مین یعنی جب
کلام صاحب بحر کا نقل مذہب مین مختلف ہوا تو مشابہ تر قواعد فقہیہ سے وہ قول ہی جو زیلعی مین ہی کہ جس صورت مین اقتدا فاسد ہو بسبب نہ پائے جانے کسی شرط
کے چنانچہ اقتدا طاہر کا پیچھے معذور کے تو اس صورت مین نماز اصل سے منعقد نہوگی اور اگر دو نمازون کے مختلف ہونیکی جہت سے اقتدا فاسد ہو تو نماز مقتدی کی
نفل غیر مضمون منعقد ہوگی یعنے اُسکو فاسد کرنے سے قضا اُسکے ذمہ لازم نہوگی اور ثمرہ خلاف کا وضو کا ٹوٹنا ہی قہقہہ سے یعنی صحت شروع کے قول پر وضو ٹوٹ جائیگا
کیونکہ قہقہہ اثنائے نماز مین پایا جائیگا اور عدم صحت کے قول پر وضو نجائیگا م زیلعی کی تفصیل سے دونون قولون مین توفیق ہوگئی یعنی عدم صحت کی تصحیح اُس صورت پر
محمول ہی کہ فساد اقتدا کسی شرط کے معدوم ہونے سے ہو اور صحت کی تصحیح اُسپر محمول ہی کہ اقتدا فرضیت مین نہ رہی نفل مین باقی رہی ویمنع من الاقتداء صف من النساء
بلا حائل قدر ذراع او ارتفاعہن قدر قامۃ الرجل مفتاح السعادۃ اور منع کرتی ہی اقتدا سے عورتون کی صف بدون ایسے حائل کے جو بقدار ایک ہاتھ کے ہو یا بدون
اُنکے مرتفع ہونے کے آدمی کے قد کے برابر کذا فی مفتاح السعادۃ م عورتون کی صف اگر پوری ہو تو جتنی صفین مردون کی اُنکے پیچھے ہونگی سب کی نماز فاسد ہوگی اور
اگر تین عورتین ہونگی تو مردون کی پچھلی صفون مین سے تین تین محاذیون کی نماز آخر صف تک فاسد ہوگی اور اگر دو عورتین ہونگی تو صرف اول صف کے دو مردون کی
نماز جائیگی جو اُنکے پیچھے سیدھ مین ہونگے اسیطرح ایک عورت سے بھی پیچھے ایک ہی مرد کی نماز فاسد ہوتی ہی نہ آخر صفوف تک اور قیاس اسکا مقتضی ہی کہ اگر عورتین تین
یا پوری صف ہون تب بھی انکے محاذی مردون کی ایک ہی صف مین نماز فاسد ہو پچھلی صفون مین فساد نہ پھیلے اسلیے کہ اُس ایک صف کے مرد اپنے پیچھے کے مردون کے لیے
حائل ہو جاتے ہین جیسے ایک یا دو عورتون مین ہوتے ہین مگر اس قیاس کو استحسان کی وجہ سے ترک کیا کیونکہ حضرت عمرؓ سے موقوفا اور مرفوعا ثابت ہی کہ جس شخص کے درمیان
اور اُسکے امام کے بیچ مین نہر یا رستہ یا عورتون کی صف ہو تو اُسکی نماز نہین تو معلوم ہوا کہ شارح نے جو حائل اور ارتفاع کا اعتبار کیا ہی یہ ایک یا دو عورتون کے لیے ہی
صف مین بسبب حدیث مذکور کے حائل کا اعتبار نہین کذا فی الشامی او طریق تمر فیہ العجلۃ آلۃ یجرہا الثور یا رستہ عام نافذ جسمین گاڑی گذر سکے مانع اقتدا ہی شارح نے کہا کہ
عجلۃ بفتحتین ہذہ آلہ ہی جسکو بیل کھینچتے ہین او نہر تجری فیہ السفن ولو زورقا ولو فی المسجد یا مانع اقتدا ہی نہر جسمین کشتیان چل سکین اگرچہ چھوٹی کشتی یعنے ڈونگی ہو اور اگرچہ
نہر مسجد مین ہو او خلاء ای فضاء فی الصحراء او فی مسجد کبیر جدا کمسجد القدس یسع صفین فاکثر الا اذا اتصلت الصفوف فیصح مطلقا کان قام فی الطریق ثلثۃ

پیچھے بیٹھنے والے کے جو رکوع اور سجدہ کرتا ہو یعنے اشارہ سے نہ پڑھتا ہو اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آخر نماز بیٹھ کر پڑھائی اور مقتدی کھڑے تھے
اور حضرت ابو بکر صدیق لوگون کو آواز آپ کے اللہ اکبر کی پہونچاتے تھے اور اس تکبیر کے پہونچانے سے معلوم ہوا جائز ہونا موذنون کی آوازون کے بلند کرنیکا
جمعہ وغیرہ مین یعنی اصل بلند کرنا جائز ہی اور یہ جو ہمارے زمانہ مین موذنون نے رائج کر لیا ہی سو بعید نہین کہ مفسد انکی نماز کا ہو کیونکہ کھینچنا کلام کے ساتھ لحن ہی
کذا فی فتح القدیر م آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آخر نماز اسطرح پڑھائی کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آپ نے ارشاد فرمایا کہ لوگون کو نماز پڑھاوین جب
حضرت صدیق نے تحریمہ کر لی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ افاقہ مرض سے پایا تو آپ حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے سہارے سے اٹھ کر جماعت مین
تشریف لائے اور حضرت صدیق کے بائین طرف بیٹھے حضرت صدیق قرارت سے رک گئے اور پیچھے کو ہٹے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ گئے اور لوگون کو بیٹھے ہوے
نماز پڑھائی اور صدیق اکبر آپ کے اللہ اکبر کی آواز لوگون کو سناتے رہے اور یہ نماز ظہر کی تھی اور مکبر کا آواز بلند کرنا باتفاق درست ہی جبکہ جماعت مین امام کی آواز نہ پہونچے
اور اگر حاجت مکبر کی نہو تو مکبر کا بولنا چارون مذہب مین مکروہ ہی کذا فی الدرر والحلیۃ و قائم باحدب وان بلغ حدبہ الرکوع علے المعتمد وکذا باعرج وغیرہ اولی اور درست ہی
اقتدا کھڑے ہونے والیکا پیچھے کو بھر نکلے ہوئے کے اگرچہ اسکا کوبھر رکوع کو پہونچ گیا ہو قول معتمد پر یعنی شیخین کے قول پر بخلاف محمد رحمہ کے اور اسیطرح قائم کا اقتدا پیچھے لنگڑے
کے درست ہی کیونکہ لنگڑا اور کبڑا بیٹھے ہوئے شخص سے کم نہین اور غیر لنگڑے کا بہتر ہی یعنے لنگڑے کے سوا دوسرے کا امام ہونا بہتر ہی شامی نے کہا کہ اسمین خصوصیت لنگڑے کی نہین بلکہ تیمم اور
لاولا اور کبڑے کا غیر انکی نسبت کراہت مین اولی ہین وموم بمثلہ الاان یومی الامام مضطجعا والموتم قاعدا او قائما ہو المختار اور صحیح ہی اقتدا اشارہ سے پڑھنے والیکا پیچھے اپنے مثل کے
مگر یہ کہ امام لیٹ کر اشارہ کرتا ہو اور مقتدی بیٹھ کر یا کھڑا ہو کر اشارہ کرتا ہو کہ اس صورت مین اقتدا صحیح نہین اسوجہ سے کہ مقتدی امام کی نسبت کر قوی الحال ہو کذا فی البحر یہی قول مختار
ہی و متنفل بمفترض فی غیر التراویح فی الصحیح خانیۃ وکانہ لانہا سنۃ مخصوصۃ بہیئۃ مخصوصۃ فیراعی وضعہا الخاص للخروج عن العہدۃ اور درست ہی اقتدا نفل پڑھنے والیکا پیچھے فرض پڑھنے والیکے
سوائے تراویح کے صحیح قول مین کذا فی الخانیۃ یعنے تراویح مین اقتدا فرض پڑھنے والیکے پیچھے صحیح نہین اور غالبًا عدم صحت کی وجہ یہ ہی کہ تراویح سنت مخصوص ہی تو اسکے عہدہ سے
باہر آنے کے لیے اسکی وضع خاص کا لحاظ کیا جائیگا اسمین یہ اعتراض ہی کہ نفل کی ہر رکعت مین قرارت فرض ہی اور فرض کے دوگانہ اخیر مین سنت تو اخیر دوگانہ مین اقتدا فرض والیکا
پیچھے سنت والیکے لازم آویگا حالانکہ یہ درست نہین اسکا یہ جواب ہی کہ مقتدی اقتدا کی جہت سے امام کا تابع ہی قرارت کے باب مین اسی جہت سے قرارت اسکے حق مین ان دونون
رکعتون مین سنت ہوگئی کذا فی الطحطاوی فروع مسائل ملحقہ شارح کے صح اقتداء متنفل بمتنفل صحیح ہی اقتدا نفل پڑھنے والیکا پیچھے نفل پڑھنے والیکے ومن یری الوتر واجبا بمن یراہ
سنۃ اور صحیح ہی اقتدا اس شخص کا جو وتر کو واجب سمجھتا ہی پیچھے اس شخص کے جو وتر کو سنت سمجھتا ہی یعنے اس شرط سے کہ امام وتر کو ایک سلام سے پڑھے کذا فی الطحطاوی ومن
اقتدی فی العصر وہو مقیم بعد الغروب بمن احرم قبلہ للاتحاد اور درست ہی اقتدا اس شخص کا کہ وہ مقیم ہی اور عصر کی نماز مین غروب کے بعد ایسے شخص کا اقتدا کرے جسنے نیت عصر کی غروب
کے پیشتر کی ہو بسبب متحد ہونے دونون کی نماز کے م مقیم کی قید اسلیے لگائی کہ اگر مسافر بعد وقت نکلنے کے اقتدا کریگا تو جائز نہوگا چنانچہ پیشتر گذرا طحطاوی نے کہا کہ للاتحاد تینون
مسئلون کی علت ہی نفل مین تو اتحاد ظاہر ہی اور وتر مین اسلیے کہ اعتقاد اختلاف مین ہی نہ اصل وتر ہونے مین اور تیسرے مسئلہ مین دونون کی نماز عصر ہی انہون کی ادا و ظہر
حدث امامہ وکذا کل مفسد فی رای مقتد بطلت فیلزم اعادتہا لتضمنہا صلوۃ المؤتم صحۃ وفسادا اور جبکہ ظاہر ہو جائے مقتدی کو بیوضو ہونا اسکے امام کا تو اسکی نماز باطل ہوگی
یعنی سرے سے منعقد نہوگی تو لازم ہوگا اسکا اعادہ کیونکہ نماز امام کی مقتدی کی نماز کو متضمن ہی صحت اور فساد مین شارح نے کہا اور ایسا ہی حکم ہی ظاہر ہونے ہر مفسد کا مقتدی کے
اعتقاد مین م یعنی اگر گواہون سے یا امام کے اقرار سے معلوم ہوا کہ امام نے بیوضو نماز پڑھی یا کوئی اور مفسد نماز اس سے سرزد ہوا تو مقتدی کو فرض پھر پڑھنی چاہئین اسلیے کہ امام
کی نماز کے فاسد ہونے سے مقتدی کی نماز بھی فاسد ہو جائیگی اور لفظ باطل اور اعادہ کا ماتن کے کلام مین مجمل ہی اسلیے کہ باطل اصطلاح مین اسکو کہتے ہین جو منعقد ہو کر فاسد ہوا
اور اعادہ اس مقام پر بولتے ہین کہ جبر نقصان کے لیے دوبارہ پڑھے اور یہان یہ صورت متحقق نہین ہان اگر یہ کہا جائے کہ مجازًا ایسا کہدیا ہی تو ہوسکتا ہی کذا فی الطحطاوی
کما یلزم الامام اخبار القوم اذا امہم وہو محدث او جنب او فاقد شرط او رکن ہل علیہم اعادتہا ان عدلا نعم والا ندبت وقیل لا لفسقہ باعترافہ ولو زعم انہ کافر لم یقبل منہ لان الصلاۃ

کرکے ایک کو نماز پڑھاوے اور دوسرے کو مقابل دشمن کے کھڑا کرے جب پہلا حصہ نصف نماز امام کے ساتھ پڑھ لے تو وہ دشمن کے سامنے جاوے اور دوسرا امام کے
پیچھے اقتدا کرے چنانچہ صلوۃ خوف مین بیان ہوگا تو پہلا حصہ لاحق ہوگا جو شارح نے مراد لیا ہی اور دوسرا حصہ مسبوق ہی وہ مراد نہین اور مقیم جو مسافر کے پیچھے پڑھے یعنی چار رکعت
والی نماز مین مقیم کو امام کے فارغ ہونیکے بعد دو رکعتین اور پڑھنی پڑینگی ان دونوں مقیم کا حکم لاحق کا ہی وکذا بلا عذر بان سبق امامہ فی رکوع او سجود فانہ یقضی رکعتہ اور اسیطرح ہی
فوت ہونا رکعات کا بلا عذر اسطرح کہ مقتدی اپنے امام سے پیشتر ایک رکوع اور سجدہ کرلے تو وہ ایک رکعت قضا کریگا اور اس رکعت کے پڑھنے مین لاحق ہوگا وحکمہ کمؤتم فلا یاتی
بقراءۃ ولا سہو ولا یتغیر فرضہ بنیۃ اقامتہ ویبدأ بقضاء مافاتہ اور حکم لاحق کا مقتدی کیطرح ہی یعنی فوت شدہ رکعت مین قراءت نہ پڑھے اور اگر اسکے پڑھنے مین کچھ سہو ہوجاوے
تو سجدہ سہو نکرے اور اسکا فرض نہ بدلیگا اقامت کی نیت سے یعنی اگر مسافر لاحق ہوگیا اور فوت شدہ نماز کو پڑھنے مین نیت اقامت کی کرے تو وہی دو رکعت اسکے ذمہ رہینگی چار
نہو جائینگی اور شروع کرے ادا کرنا فوت شدہ کا یعنی لاحق اول وہ رکعت پڑھے جو فوت ہوگئی پھر امام کی متابعت کرے عکس المسبوق مسبوق کے برعکس یعنے چار وجہ باتون مذکورہ
بالا مین لاحق مسبوق کے برعکس ہی تو مسبوق اپنی باقی نماز مین قراءت پڑھیگا اور اگر اسمین سہو کریگا تو سجدہ سہو کرنا پڑیگا اور نیت اقامت سے اسکا فرض بدلجائیگا دو کی جگہ چار
رکعتین پڑھنی ہونگی اور اول امام کی متابعت کریگا بعد اسکے خارج ہونیکے باقی نماز پڑھیگا ثم تابع امامہ ان امکنہ ادراکہ والا تابعہ ثم صلی ما نام فیہ بلا قراءۃ ثم ما سبق بہ بہا ان کان مسبوقا
ایضا پھر لاحق بعد ادا کرنے فوت شدہ نماز کے اپنے امام کی متابعت کرے اگر امام کا پالینا اسکو ممکن ہو ورنہ متابعت امام نکرے پھر اگر لاحق مسبوق بھی ہو تو اول وہ نماز بے قراءت پڑھے
جسمین مثلا سو گیا ہو اسکے بعد وہ پڑھے قراءت کے ساتھ جسمین مسبوق ہوا ہو صورت لاحق اور مسبوق ہونیکی یہ ہی کہ ایک شخص مثلا ظہر کی دوسری رکعت مین شریک ہوکر لاحق ہوگیا یعنی
تیسری اور چوتھی رکعت اسکو نہ ملی تو اب وہ تیسری اور چوتھی کو بلا قراءت پڑھے پھر اول رکعت کو قراءت کے ساتھ پڑھے شامی نے کہا کہ شارح کی عبارت فہم مطلب سے تاخیر ہی بہتر تعبیر
یون تھی کہ شارح یون کہتا (ویبدأ بقضاء مافاتہ بلا قراءۃ عکس المسبوق ثم تابع امامہ ان ادرکہ ثم ما سبق بہ) یعنی شروع کرے قضاے مافات کو بدون قراءت کے برعکس مسبوق کے پھر
متابعت امام کی کرے اور اگر اسکو نماز مین پاوے پھر وہ نماز پڑھے جسمین مسبوق ہوگیا ہی تاکہ عبارت مختصر اور تفہیم غرض کے لیے واضح تر ہوتی غرضکہ شارح کا قول والا تابعہ الخ
بےموقع ہی اسلیے مترجم نے اسکا ترجمہ اور طور پر کیا ولو عکس صح واثم لترک الترتیب اور اگر لاحق اسکا عکس کرے یعنی اول وہ رکعت پڑھے جسمین مسبوق ہوا پھر وہ جسمین لاحق ہوا تو نماز
صحیح ہوگی اور گناہگار ہوگا بسبب ترک ترتیب رکعات کے جو واجب ہی اور امام زفرؒ کے نزدیک اسکی نماز صحیح نہوگی کیونکہ ترتیب رکعات انکے نزدیک فرض ہی کذا فی الشامی والمسبوق
من سبقہ الامام بہا او ببعضہا اور مسبوق وہ مقتدی ہی جس سے پیشتر امام سب رکعتین یا بعض رکعتین پڑھ چکا ہو یعنی مثلا اگر اخیر رکعت کے رکوع کے بعد ملا ہوگا تو سب رکعتون مین
مسبوق ہوگا ورنہ بعض مین غرضکہ مقتدی چار طرح کے ہوے اول مدرک دوم لاحق سوم مسبوق چہارم وہ جو لاحق بھی ہو اور مسبوق بھی وہو منفرد حتی یثنی ویتعوذ ویقرأ وان قرأ مع الامام
لعدم الاعتداد بہا لکراہتہا مفتاح السعادۃ اور مسبوق منفرد ہوتا ہی یہانتک کہ وہ سبحانک اللہم الخ اور اعوذ اور قراءت پڑھے اگرچہ امام کے ساتھ اسنے قراءت پڑھی ہو کیونکہ امام کے پیچھے
قراءت مکروہ ہونیکی جہت سے اسکا کچھ شمار نہین وجود و عدم برابر ہی کذا فی مفتاح السعادۃ فیما یقضیہ ای بعد متابعتہ لامامہ فلو قبلہا فالاظہر الفساد اور مسبوق منفرد ہی اس نماز مین کہ قضا
کرے یعنے وہ نماز جو امام کے ساتھ نہین ملی اسکے پڑھنے مین منفرد ہی شارح نے کہا کہ فوت شدہ کو ادا کرے بعد متابعت اپنے امام کے یعنی امام کے فارغ ہونیکے بعد پڑھے پس اگر قبل متابعت
کے یعنے اثناے متابعت مین پڑھیگا تو ظاہر تر نماز کا فاسد ہونا ہی اسلیے کہ منفرد ہونا اقتدا کے محل مین درست نہین ویقضی اول صلوتہ فی حق قراءۃ وآخرہا فی حق تشہد فمدرک رکعۃ
من غیر فجر یاتی برکعتین بفاتحۃ وسورۃ وتشہد بینہما وبرابعۃ الرباعی بفاتحۃ فقط ولا یقعد قبلہا اور مسبوق قراءت کے باب مین اول اپنی نماز کا اور تشہد کے باب مین آخر اپنی نماز کا
پڑھے یعنی فوت شدہ نماز کو قراءت کے حق مین شروع نماز سمجھے اور تشہد کے حق مین امام کے ساتھ پڑھی ہوئی کو بھی ملا لیوے اب شارح اسپر تفریع کرتا ہی کہ پانیوالا ایک
رکعت کا فجر کے سوا دوسری نمازون مین سے بقیہ نماز اسطرح پڑھے کہ دو رکعتین اول فاتحہ اور سورہ کے ساتھ اور انکے درمیان مین تشہد کے ساتھ ادا کرے یعنی ایک رکعت
مع الحمد و سورہ پڑھکر بیٹھے کیونکہ تشہد دو رکعتون کے بعد ہوتا ہی اور اسنے ایک امام کے ساتھ پڑھ لی ہی پھر تیسری رکعت مع الحمد و سورہ پڑھے اور چوتھی رکعت چار
رکعت والی نماز کی صرف الحمد کے ساتھ ادا کرے اور اس سے پیشتر یعنے تیسری کے آخر مین نہ بیٹھے ثم فیض مین مستصفی سے ہی کہ امام اعظم کے نزدیک مسبوق صلاح پڑھے

مطلب ای رکعات مثنی الامام ۱۲

فرض ہو ورنہ نماز فاسد ہو جائیگی اسلیے کہ سجدۂ صلبی فرض ہو اور سجدۂ تلاوت گو واجب ہو مگر چونکہ یہ سجدہ قعدۂ اخیرہ کو منعدم کر دیتا ہو اسلیے اُسکے بعد کا قعدہ فرض ہوگا
تو متابعت امام کی فرض مین فرض ہو اُسکے نکرنے سے نماز فاسد ہو جائیگی کذا فی الحلبی وہذا کلہ قبل تقییدہ اقام الیہ بسجدۃ اما بعدہ فتفسد فی صلبیۃ مطلقا و کذا تلاوتیہ و سہو
ان تابع والا لا اور یہ سب یعنی مسبوق کا عود کرنا اور سجدۂ سہو اور صلبی اور تلاوت مین امام کی متابعت کرنی اُسوقت تک ہو کہ جس رکعت کو مسبوق کھڑا ہوا ہو اُسکو سجدہ
کے ساتھ مقید نکیا ہو اور سجدہ سے مقید کرنے کے بعد تو صلبی سجدہ مین نماز مطلقاً فاسد ہوگی خواہ متابعت کرے یا نکرے کیونکہ وہ منفرد ہو گیا حالانکہ اُس سے دو رکن سجدہ
اور قعدہ رہگئے اور بعد رکعت پورا کرنے کے متابعت سے عاجز ہو لہذا نماز فاسد ہوگی کذا فی الحلبی اور اسیطرح نماز فاسد ہوگی سجدۂ تلاوت اور سجدۂ سہو مین اگر مسبوق متابعت
کریگا اسلیے کہ ایک رکعت کو پورا کرنے سے حالت انفراد مستحکم ہو چکی اب وہ متروک نہین ہو سکتی اور متابعت سے اُسکا ترک لازم آتا ہو کذا فی الشامی اور اگر متابعت نکریگا تو نماز فاسد
نہوگی کیونکہ سجدۂ سہو تو واجب ہو اور سجدۂ تلاوت سے جو قعدۂ اخیرہ جاتا رہا تو ایسے وقت گیا کہ مسبوق پکا منفرد ہو چکا تھا وہ مسبوق پر لازم نہوگا اور یہین وجہ نماز فاسد نہوگی
کذا فی الحلبی ولو سلم ساہیا ان بعد امامہ لزمہ السہو والا لا اور اگر مسبوق نے بھول کر سلام پھیرا تو اگر بعد امام کے پھیرا تب تو اُسپر سجدۂ سہو لازم ہو کیونکہ وہ اس حالت مین منفرد ہو
اور اگر ایسا نہین یعنے امام سے پیشتر پھیر دیا اُسکے ساتھ ہی پھیرا تو سجدۂ سہو لازم نہین کیونکہ وہ دونون صورتون مین مقتدی ہو اور مقتدی کے سہو سے مقتدی پر کچھ لازم
نہین ولو قام امامہ لخامسۃ فتابعہ ان بعد القعود تفسد والا لا حتی یقید الخامسۃ بسجدۃ اور اگر مسبوق کا امام پانچوین رکعت کو کھڑا ہو گیا اور مسبوق نے اُسکی متابعت کی تو اگر امام
بعد قعدۂ اخیرہ کے کھڑا ہوا ہو تو مسبوق کی نماز فاسد ہوگی کیونکہ انفراد کی جگہ مین اقتدا کریگا اور اگر امام نے قعدۂ اخیرہ نہین کیا اور کھڑا ہو گیا تو نماز مسبوق کی فاسد نہوگی اسلیے
کہ امام کی نماز بھی پوری نہین ہوئی تو متابعت سے کچھ ضرر نہین جبتک کہ امام پانچوین رکعت کو سجدہ سے مقید کرے کیونکہ پانچوین رکعت کا سجدہ کرنے سے امام کی نماز
نفل ہو جائیگی اسلیے مسبوق کی نماز فاسد ہوگی ولو ظن الامام السہو فسجد لہ فتابعہ فبان ان لا سہو فالا شبہ الفساد لاقتدائہ فی موضع الانفراد اور اگر امام نے اپنے ذمہ سہو کا
گمان کر کے سجدہ سہو کے لیے کیا اور مسبوق نے اُسکی متابعت کی پھر ظاہر ہوا کہ امام پر سہو نہ تھا تو مشابہ تر قول مدققہ سے فاسد ہونا نماز مسبوق کا ہو بسبب اقتدا کرنے
مسبوق کے انفراد کی جگہ مین ہم شامی نے فیض سے نقل کیا کہ عدم فساد پر فتوی ہو اور فقیہ ابو اللیث نے عدم فساد کی وجہ بیان کی کہ اس زمانہ مین قاریون پر جہالت غالب ہو

باب الاستخلاف

یہ باب ہو خلیفہ کرنے کے احکام مین یعنی اگر امام کو اثنائے صلوٰۃ مین مانع صلوٰۃ پیش آوے اور دوسرے شخص کو اپنا نائب کر دے اُسکے احکام اس باب مین مذکور ہین طحطاوی نے
کہا کہ سین اور تا استخلاف مین زائد ہین کیونکہ مقصود بیان خلیفہ کا ہو نہ طلب کرنا خلیفہ کا اور چونکہ استخلاف اُس حدث کے ہونے پر مشروط ہو جو بنا کا مانع ہو اسلیے شارح نے
عنوان مین بنا ہی کو ذکر کیا اور کہا اعلم ان لجواز البناء ثلاثۃ عشر شرطا جان لے کہ بنا کے جائز ہونے کے لیے تیرہ شرطین ہین کون الحدث سماویا پہلی شرط ہونا حدث کا ہو
آسمانی یعنی حدث مین اور اُسکے سبب مین بندہ کو اختیار نہ ہو اگر حدث اختیاری ہوگا تو بنا درست نہوگی نماز نئے سر سے پڑھنی پڑیگی من بدنہ دوسری شرط ہونا حدث کا نمازی
کے بدن سے یعنی خارج سے نجاست مانع نماز نہ لگے غیر موجب للغسل تیسری شرط یہ ہو کہ وہ حدث موجب غسل کا نہو مثلاً سو جانے سے انزال نہ ہو گیا ہو ولا نادر وجود اور چوتھی شرط
یہ ہو حدث کا نادر الوجود نہ ہونا اس سے کھلکھلا کر ہنسنا اور بیہوشی نکل گئی ولم یؤد رکنا مع حدث اور پانچوین شرط یہ ہو کہ نمازی نے کوئی رکن حدث کے ساتھ نہ ادا کیا ہو
مثلاً سجدہ مین حدث ہوا اور اپنا سر بقصد ادا اُٹھایا تو نماز از سر نو پڑھے او مشی اور چھٹی شرط یہ ہو کہ کوئی رکن چلنے کے ساتھ نہ ادا کیا ہو مثلاً جب نماز مین سے وضو کرنے گیا اور
ہٹ کر آنے مین قراءت پڑھتا آیا تو بنا نہ ہو سکیگی ولم یفعل منافیا اور ساتوین شرط یہ ہو کہ کوئی فعل مخالف نماز نہ کیا ہو مثلاً کھانا نہ کھایا ہو یا پانی نہ پیا ہو ورنہ از سر نو نماز پڑھے
او فعلا لہ منہ بد اور آٹھوین شرط یہ ہو کہ کوئی کام ایسا بھی نہ کیا ہو جس سے نمازی کو چارہ ہو مثلاً پانی پاس تھا اور بلا ضرورت دور چلا گیا ولم یتراخ بلا عذر کزحمۃ اور نوین شرط
یہ ہو کہ بدون عذر کے دیر نہ کی ہو عذر جیسے انبوہ کا ہونا تو اگر بدون انبوہ کے مقدار ادا کرنے رکن کے توقف کریگا مثلاً تو نماز فاسد ہو جائیگی اور بنا جائز نہوگی ولم یظہر حدثہ
السابق کمضی مدۃ مسحہ اور دسوین شرط یہ ہو کہ اس حدث سے پیشتر کا کوئی حدث ظاہر نہوا ہو جیسے گذر جانا مدت نمازی کے موزہ کی مسح کی کہ اس صورت مین بھی نماز فاسد

ولو کان الماء فی المسجد لم یحتج للاستخلاف اور اگر پانی مسجد کے اندر ہو تو حاجت خلیفہ کرنے کی نہین کیونکہ خلیفہ کرنا جائز ہو نہ واجب اور امام جبتک مسجد مین رہے اپنی امامت پر قائم ہی تو ہوسکتا ہی کہ وضو کرکے پھر امام ہوجاے۔ شامی نے کہا کہ بعض نسخون مین اتنا مضمون زائد ہی کہ اگر اس صورت مین خلیفہ کردیگا تو اُسکی نماز فاسد ہوگی والاستیناف افضل تحرزا عن الخلاف اور از سرنو پڑھنا امام کا افضل ہی واسطے بچنے کے خلاف سے ہم امام شافعی رح کے نزدیک استخلاف جائز نہین اُس سے نماز فاسد ہوجاتی ہی اسلیے کہا کہ نماز کو نئے سرسے پڑھنا افضل ہی تاکہ سب کے نزدیک نماز ہوجاے پھر استیناف کی یہ صورت ہی کہ کوئی کام نماز کے مخالف کرکے پہلی نماز کو قطع کردے اور وضو کے بعد جدا نیت کرے کذا فی الشامی وتعین الاستیناف ان لم یکن تشهد لجنون او حدث عمدا او خروجه من مسجد بظن حدث او احتلام بنوم او تفکر او نظر او مس بشهوة او شہار او قهقهة لندرتها او متعین ہی از سرنو پڑھنا اگر بقدر تشہد نہ بیٹھا بسبب جنون کے یا دانستہ حدث کرنے کے یا حدث کے گمان پر مسجد سے باہر نکلنے کے یا بسبب احتلام ہوجانے کے سونے سے یا فکر سے یا دیکھنے یا شہوت کے ساتھ چھونے سے یا بسبب بیہوشی کے یا کھلکھلا کر ہنسنے کے کیونکہ اس قسم کے واقعات نادر ہین اور شرط استخلاف اور بنا کی عدم ندرت ہی چنانچہ مذکور ہوا و کذا

یجوز له ان یستخلف اذا حصر عن قراءة قدر المفروض لحدیث ابی بکر الصدیق رضی الله تعالی عنه فانه لما احس بالنبی صلی الله علیه وسلم حصر عن القراءة فتاخر فتقدم النبی صلی الله علیه وسلم واتم الصلوة فلو لم یکن جائزا لما فعله بدائع اور اسی طرح جائز ہی امام کو خلیفہ کرنا جبکہ بند ہوجاوے قدر فرض قرات کے پڑھنے سے بسبب حدیث حضرت ابو بکر رضی الله تعالی عنه کے اُنھون نے جب آہٹ آنحضرت صلی الله علیه وسلم کی پائی تو قرات سے بند ہوے اور پیچھے ہٹ گئے پس آنحضرت صلی الله علیه وسلم نے آگے بڑھکر نماز کو تمام کیا تو اگر یہ امر جائز نہوتا تو آنحضرت صلی الله علیه وسلم اُسکو نکرتے کذا فی البدائع ہم فرض کے مقدار کی قید اسلیے لگائی کہ اگر بعد پڑھنے مقدار فرض کے رُکیگا تو خلیفہ کرنا بالاجماع ناجائز ہوگا کذا فی الہدایہ وقالا تفسد اور صاحبین نے فرمایا کہ قرات فرض سے رُک جانے کے باعث نماز فاسد ہوجائیگی تو از سرنو پڑھے خلیفہ نکرے ہم وجہ فساد یہ ہی کہ یہ عذر نادر الوجود ہی اور شرط استخلاف یہ ہی کہ نادر نہو کذا فی الشامی ولیکس الخلاف لو حصر ببول او غائط اور اس خلاف کے برعکس ہی اگر امام بباعث پیشاب یا پاخانہ کے نماز سے رک جاے یعنی صاحبین کے نزدیک استخلاف جائز ہی اور امام اعظم رح کے نزدیک ناجائز ولو عجز عن رکوع وسجود هل یستخلف کالقراءة لم اره اور اگر امام عاجز ہو رکوع اور سجود سے تو کیا خلیفہ کردے جیسے قرات کے رُکنے مین کرتا ہی اس مسئلہ کا حکم مین نے نہین دیکھا ہم شامی نے کہا کہ مین نے شارح کے ہاتھ کا لکھا خزائن الاسرار کے حاشیہ پر دیکھا کہ ظاہر کلام فقہا سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ اس مسئلہ مین خلیفہ نکرے کیونکہ استخلاف خلاف قیاس ثابت ہوا ہی یعنی بسبب عمل کثیر ہونے کے تو جہان وارد ہی اُسی جگہ جائز ہوگا نہ دوسری جگہ مین لخجل ای لاجل خجل او خوف اعتراه قراءت سے رُکنا بسبب خجالت کے ہو یا بسبب خوف کے کہ امام کو پیش آیا ہو لا یستخلف اجماعا لو نسی القراءة اصلا لانه صار امیا او اصابه عطف علی المنفی ببول کثیر ای بخس مانع من غیر سبق حدثه فلو منه فقط بنی خلیفہ نکرے اجماعا اگر بھول جاے قرات کو سرے سے اسلیے کہ امام اس صورت مین امی ہوگیا اور قوم کی نماز باطل ہوگئی تو اگر منفرد کو یہ صورت پیش ہوگی تو بھی بنا نہ کرسکیگا کذا فی الشامی یا لگ جاے امام کو پیشاب بہت یعنی نجاست مانع نماز کی اُسکے حدث سابق کے سوا مین سے تو اگر صرف حدث سابق ہی سے نجاست لگے تو بنا کرے شارح نے کہا کہ او اصابه عطف ہم منفی پر یعنی لو نسی پر ہم صورت مسئلہ کی یہ ہی کہ امام کو مثلا نکسیر پھوٹی اور زائد از قدر درم اُسکے کپڑے کو لگ گئی تو اُس نجاست سے نماز فاسد نہوگی وضو کے ساتھ کپڑا دھوکر بنا کرسکتا ہی ہان اگر خارج سے نجاست مانع لگیگی تو مفسد ہوگی او کشف عورته فی الاستنجاء او المراة ذراعها للوضوء اذا لم یضطر له فلو اضطر لم تفسد یا کھولے اپنی برہنگی استنجا کرنے مین یا عورت کھولے اپنا ہاتھ وضو کے لیے تو نماز فاسد ہوگی اور استخلاف اور بنا درست نہوگا بشرطیکہ کشف عورت کے لیے مضطر نہ ہو پس اگر ناچار کھولنا پڑے یعنی ڈھانپے ہوے استنجا یا وضو ممکن نہو تو نماز فاسد نہوگی او قرا فی حالة الذهاب او الرجوع لاداءه رکنا مع حدث او مشی یا پڑھے قرات وضو کے لیے جانے کی حالت مین یا واپس آنے کی حالت مین تو نماز فاسد ہوگی بسبب ادا کرنے نمازی کے رکن نماز کو حدث کے ساتھ جانے کی صورت مین یا چلنے کے ساتھ واپس آنے کی صورت مین حالانکہ شرط بنا یہ تھی کہ ادا رکن نہ حدث کے ساتھ ہو نہ چلنے کے ساتھ غرضکہ ان صورتون مین بھی استخلاف و بنا درست نہین بخلاف تسبیح فی الاصح بخلاف سبحان الله کہنے کے صحیح تر قول مین کہ اس سے نماز فاسد نہوگی ہم شامی نے کہا کہ فی الاصح قرات اور تسبیح دونون سے متعلق ہی اور اصح کا مقابل قرات مین زیلعی کا قول ہی کہ جانے مین قرات پڑھیگا تو فاسد

سرزد ہوگا وہ نماز کے اندر ہوگا اسی لیئے نماز باطل ہوگی اور صاحبین کے نزدیک خروج بصنعہ فرض نہین تو قعدہ اخیرہ پر فرائض نماز تمام ہوجائینگے اسیلیے نماز صحیح ہوگی اور کرخی کے
قول کے موجب امام رح کے نزدیک بھی خروج بصنعہ فرض نہین تو اس صورت مین وجہ بطلان نماز یہ ہی کہ فرض مین تغیر ہوتا ہی مثلاً تیمم والے نے بعد قعدہ اخیرہ کے پانی پر
قدرت پائی تو اُسکے حق مین پہلے فرض تیمم تھا اب متغیر ہوکر وضو ہوگیا کذا فی الشامی وہی ماذکرہ بقولہ کما تبطل لو فرع بانفار کما فی الدرر کان اولی بقدرۃ التیمم علی الماء
اور وہ بارہ مسئلے یہ ہین جو مصنف اپنے قول آئندہ مین مذکور کرتا ہی چنانچہ باطل ہوتی ہی نماز بسبب قادر ہونے تیمم کرنیوالے کے پانی پر یعنی بباعث نہ ملنے پانی کے یا نہ استعمال
کر سکنے کے تیمم کر کے نماز پڑھی قعدہ اخیرہ کے تشہد کے بعد پانی یکایک نظر آگیا یا اُسکے استعمال پر قادر ہوگیا تو امام صاحب کے نزدیک نماز باطل ہوگی اور صاحبین کے نزدیک
صحیح شارح نے کہا کہ اگر مصنف لفظ کما کی جگہ ف کے ساتھ تفریع کرتا جیسا درر مین ہی تو اچھا ہوتا اسیلیے کہ کما سے یہ وہم ہوتا ہی کہ اوپر جو بطلان نماز کا مذکور ہی وہ ان مسائل کے
سوا مین ہی حالانکہ وہ انہین مسائل مین مخصوص ہی ثم یہ پہلا مسئلہ ہی بارہ مین کا وامسئلۃ رویۃ المتوضی الموتم تیمم الماء فیہا خلاف زفر فقط وتنقلب نفلا او مسئلہ پانی دیکھنے
وضو والے مقتدی کا پیچھے تیمم والیکے اُسمین صرف خلاف زفر کا ہی کہ اُنکے نزدیک نماز فاسد نہین ہوتی اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک اُسکا وصف باطل ہوجاتا ہی یعنی نفل ہوجاتی ہی ہم
یہ جواب ہی زیلعی کے اعتراض کا کنز پر اعتراض زیلعی کا یہ تھا کہ اول مسئلہ مین جو قدرت تیمم کے خلاف ہی اس سے کچھ فائدہ نہین اسیلیے کہ اگر وضو کرنیوالا تیمم والیکے پیچھے پڑھتا ہو وہ
پانی دیکھ لے تب بھی نماز باطل ہوتی ہی کیونکہ اُسکے عندیہ مین امام پانی پر قدرت رکھتا ہی تو تیمم سے امام کی نماز درست نہوگی گو واقع مین امام کی نماز پوری ہی شارح نے جواب دیا کہ
ذکر اُن مسائل کا ہی جنمین اختلاف مابین امام اعظم رح اور صاحبین رح کے ہی اور اس مسئلہ مین تینون مین کچھ اختلاف نہین سبکے نزدیک فاسد ہوجاتی ہی البتہ خلاف زفر کا ہی کہ وہ
فاسد نہین کہتے کذا فی الشامی ومضی مدۃ مسحہ ان وجد ماء ولم یخف تلف رجلہ من برد والا فیمضی علی الاصح کما مر فی بابہ دوسرا مسئلہ بارہ مین کا گذرنا مدت نمازی کے
مسح کا ہی جس صورت مین کہ پانی پاوے اور اپنے پاؤن کے جاتے رہنے کا سردی کے سبب سے خوف نکرے اور اگر مدت مسح کے پورا ہونے پر پانی نہ پاوے یا پانی ہو مگر سردی
کے مارے دھو نہ سکے تو نماز پڑھی جاوے صحیح تر قول کے بموجب جیسا کہ باب المسح مین گذرا وتعلم امی آیۃ ای تذکرہ او حفظہ بلا صنع ولو کان الامی مقتدیا بقاری علی ما
علیہ الاکثر لکن فی الظہیریۃ صحح الصحۃ قال الفقیہ وبہ ناخذ تیسرا مسئلہ سیکھنا امی کا ہی آیت کو یعنی خود اُسکو یاد آگئی یا دوسرے سے سنکر یاد ہوگئی بدون اختیار کے اگرچہ امی
مقتدی ہو قاری کے پیچھے تو مقتدی کی نماز فاسد ہوگی امام کے نزدیک بنا بر اُس قول کے جسپر اکثر فقہا ہین لیکن ظہیریہ مین صحت نماز کی تصحیح کی ہی فقیہ ابو اللیث نے کہا
کہ ہم اسی قول کو لیتے ہین ح م بحر الرائق مین کہا کہ وجہ صحیح ہونے مقتدی کی نماز کی یہ ہی کہ امام کی قرارت اُسکی قرارت ہی تو اُسکی نماز کا شروع کامل طور پر تھا تو آخر مین آیت
کے سیکھنے سے قوی کی بنا ضعیف پر لازم نہین آتی اس سے معلوم ہوا کہ اگر نمازی منفرد ہوگا تو مسئلہ مختلف فیہ باقی رہیگا ووجود العاری ساترا تصح بہ الصلوٰۃ
چوتھا مسئلہ پانا برہنہ کا ایسے لباس کو جس سے نماز درست ہو یعنی پاک ہو اور ستر عورت کے لیے کافی ہو مثلہ لو صلی بنجاستہ فوجد ما یزیلہا او عتقت الامۃ ولم تقنع فوراً اور
اس مسئلہ کے مانند ہی اگر نماز پڑھی نجاست کے ساتھ پھر بعد تشہد کے اُس چیز کو پایا جو نجاست دور کرے تو اُس صورت مین بھی امام اعظم کے نزدیک نماز باطل ہوگی یا لونڈی
بعد تشہد کے آزاد ہوئی اور اُسنے فوراً سر کو نہ چھپا لیا تب بھی نماز جاتی رہیگی ہم یہ دو مسئلے شارح نے زائد کیے ہین ونزع الماسح لخفہ الواحد بعمل یسیر فلو بکثیر تم اتفاقاً
پانچوان مسئلہ نکالنا مسح کرنیوالے کا اپنے ایک موزہ کو تھوڑے سے عمل سے مثلاً موزہ ڈھیلا تھا ادنی حرکت سے پاؤن سے نکل گیا تو نماز باطل ہوجاویگی پس اگر
عمل کثیر سے نکالیگا تو نماز پوری ہوجائیگی باتفاق امام اور صاحبین کے کیونکہ عمل کثیر مین نماز سے اپنے اختیار سے باہر آنا پایا جاتا ہی وقدرۃ موم علی الارکان چھٹا
مسئلہ قادر ہونا اشارہ سے پڑھنے والیکا رکوع اور سجدہ پر مفسد نماز ہی امام صاحب کے نزدیک وتذکر فائتۃ علیہ او علی امامہ وہو صاحب ترتیب والوقت متسع
ساتوان مسئلہ یاد ہونا قضا نماز کا اپنے ذمہ اگر منفرد یا امام ہو یا اپنے امام کے ذمہ اگر مقتدی ہو حالانکہ وہ یعنی جسکے ذمے قضا نماز ہی صاحب ترتیب ہی اور وقت کشادہ ہی
یعنی فائتہ اور وقتی دونون پڑھ سکتا ہی تو اگر وقت تنگ ہوگا تو نماز باتفاق تمام ہوجائیگی ہم قضا نماز کے یاد ہونے سے امام کے نزدیک نماز قطعاً باطل نہین ہوتی بلکہ اُسکا
فساد موقوف رہتا ہی اگر بعد اُسکے پانچ نمازین وقتی اور پڑھ لیگا باوجود قضا کے یاد ہونے کے تو یہ نماز بھی جائز ہوجائیگی اور اگر قضا شدہ کو ادا کریگا تو باطل ہوجائیگی

مسئلہ مین داخل کیا ہو شامی نے کہا کہ اس (داخل کرنے مین صریح تکلف ہو حلبی نے کہا کہ جن مسئلون کو شارح نے ظاہر کہا ہو اُنمین صحیح دیکھنے کی حاجت نہین اُنکا حکم وہی ہو جو شارح نے لکھا اسلیے کہ جب اوقات مکروہہ مخالف نفل کے مکروہ ہونے کے نہین یعنی ابتدا نفل انمین جائز ہو تو بقاے نفل کے مخالف کیسے ہونگے ولو استخلف الامام مسبوقاً او لاحقاً او مقیماً وہو مسافر صح والمدرک اولی اور اگر خلیفہ کرے امام کسی مسبوق یا لاحق کو یا خلیفہ کرے مقیم کو اور خود مسافر ہو تو درست ہو یعنی بوجہ شریک ہونے کے تحریمہ مین اور مدرک کا خلیفہ کرنے کے لیے بہتر ہو اسلیے کہ امام کی نماز کے تمام کرنے پر زیادہ قادر ہو ہم مسبوق کا حکم آگے مذکور ہوتا ہو مگر لاحق اور مقیم کا حکم لکھنا ضروری ہو پس اگر لاحق کو خلیفہ کیا جاوے تو اُسکو چاہیے کہ لوگون کو اشارہ سے منع کر دے کہ میری متابعت نہ کرنا جبتک کہ مین فوت شدہ نماز کو نہ پڑھ چکون پھر اول فوت شدہ نماز کو پڑھے اُسکے بعد جہان سے امام کی نماز رہی ہو اُسکو پڑھے اُسمین مقتدی اُسکی متابعت کرین فارغ ہونے تک اور اگر مقیم کو خلیفہ کیا مسافر نے اور مقتدی مسافر اور مقیم ملے جلے ہین تو اُسکو چاہیے کہ دو رکعتون کے بعد کسی مسافر کو خلیفہ کر دے کہ وہ سلام پھیرے پھر مقیم مقتدی دو رکعتین باقی اکیلے اکیلے بدون قرات کے پڑھ لین اور بہتر یہ ہو کہ جب امام مسبوق یا لاحق کو خلیفہ کرے تو وہ قبول نہ کرین اور امام کے حق مین بھی بہتر ہو کہ مدرک کے سوا دوسرے کو خلیفہ نکرے کذا فی الشامی

ولو جہل الکمیۃ قعد فی کل رکعۃ احتیاطاً اور اگر مسبوق یہ نجانے کہ کتنی رکعتین امام نے پڑھی ہین تو ہر رکعت مین بیٹھے براہ احتیاط یعنی اس احتمال سے کہ شاید وہ رکعت امام کی آخر رکعت ہو ہم یہ مسئلہ شارح نے مجمل بیان کیا اسکی تفصیل یہ ہو کہ اگر مسبوق خلیفہ ہو اور دوسرے مقتدی امام کی نماز کی مقدار نجانتے ہون مثلاً سب مسبوق ہون تو خلیفہ ایک رکعت پڑھکر بیٹھے پھر کھڑا ہو کر اپنی باقی نماز پڑھ لے اور مقتدی اسکا ساتھ اس باقی مین نہ دین بلکہ اُسکے فارغ ہونے تک صبر کرین جب وہ سلام پھیر چکے اُسوقت اپنی اپنی باقی نماز تنہا پڑھ لین کذا فی النہر الفائق ولو مسبوقاً برکعتین فرضنا القعدتین اور اگر خلیفہ مسبوق ہو دو رکعتون سے تو ہم دو قعدہ اُسپر فرض کہینگے یعنی ایک قعدہ امام کی نیابت کی وجہ سے اور دوسرا خود اُسکا قعدہ اخیرہ ولو اشار لہ انہ لم یقرء فی الاولیین فرضنا القراءۃ فی الاربع اور اگر امام نے اشارہ کیا مسبوق کو کہ مین نے پہلے دوگانہ مین قرات نہین پڑھی تو چارون رکعتون مین قرات مسبوق پر فرض ہوگی یعنی دو مین بوجہ نیابت امام کے اور دو مین خود اُسکی نماز مین ہم اس مسئلہ کی چیستان پوچھی جاتی ہو کہ کونسا نمازی ہو جسپر چارون رکعتون مین قرات فرض ہو فلو اتم المسبوق صلوٰۃ الامام قدم مدرکاً للسلام پھر جب مسبوق امام کی نماز تمام کر چکے تو کسی مدرک کو آگے کر دے تاکہ وہ سلام پھیر دے ثم لو اتی بما ینافیہا کضحک تفسد صلوتہ دون القوم المدرکین لتمام ارکانہا وکذا تفسد صلوۃ من جاء بحالہ للمنافی فی خلالہا پھر یعنی بعد تمام کرنے امام کی نماز کے اگرچہ مدرک کو خلیفہ کیا ہو یا نہین اگر مسبوق وہ حرکت کرے جو مخالف نماز ہو مثلاً ہنسنا تو مسبوق کی نماز فاسد ہوگی نہ مدرک مقتدیون کی بوجہ پورا ہو جانے ارکان نماز مذکور کے اور اسیطرح فاسد ہوگی نماز اُس شخص کی جسکا حال مثل حال مسبوق کے ہو بسبب پائے جانے حرکت مخالف نماز کے درمیان مسبوقون کی نماز کے وکذا تفسد صلوۃ الامام الاول المحدث ان لم یفرغ فان فرغ بان توضا ولم یبقیہ شیء لا تفسد فی الاصح لما مر انہ کموتم اور اسیطرح فاسد ہوگی نماز امام اول بیوضو کی اگر وہ نماز سے فارغ ہوا ہو صحیح تر قول مین بسبب اُس بیان کے کہ گذرا کہ امام مذکور مثل مقتدی کے ہو جبتک خلیفہ فارغ نہوا ہو ورنہ مثل منفرد کے ہو پس اگر امام اول فارغ ہو گیا ہو اسطرح کہ وضو کر کے خلیفہ کا شریک ہو گیا ہو اور کوئی رکعت فوت نہوئی ہو تو نماز فاسد نہوگی ہم شامی نے کہا کہ فی الاصح عدم فراغت کی صورت سے متعلق ہو اور اُسکا مقابل روایت ابی حفص کی ہو کہ اس صورت مین بھی امام مذکور کی نماز پوری ہو و تفسد صلوۃ مسبوق عند الامام لقہقہۃ امام وحدثہ العمد فی ای قعودہ قدر التشہد لا اذا قید رکعتہ بسجدۃ لتاکد انفرادہ اور فاسد ہوتی ہو نماز مسبوق کی امام اعظم کے نزدیک بسبب کھلکھلا کر ہنسنے اور دانستہ حدث کرنے اسکے امام کے بعد بیٹھنے امام کے بقدر تشہد کے مگر جبکہ مقید کرے مسبوق اپنی رکعت کو سجدہ سے تو اب اُسکی نماز فاسد نہوگی بوجہ مستحکم ہو جانے اُسکے انفراد کے ہم یعنی اگر مسبوق متابعت امام کی ترک کر کے اپنی نماز پڑھنے مین مشغول ہوا اور ایک رکعت کا سجدہ کر چکا تو اُسوقت اگر امام بعد تشہد کے کوئی حرکت بیوضو ہونیکی دانستہ کریگا تو مسبوق کی نماز فاسد نہوگی کیونکہ مسبوق بسبب ایک رکعت پڑھ لینے کے منفرد ہو چکا امام کے پیچھے نہین کہ حرکت امام کی اُسکی نماز کے اثنا مین واقع ہو ولو تکلم امامہ او خرج من مسجدہ لا تفسد اتفاقاً لانہما منہیان لا مفسدان ولذا یلزم المدرکین السلام ویقومون فی القہقہۃ بلا سلام اور اگر بعد تشہد کے مسبوق کا امام بول پڑا یا مسجد سے نکل گیا تو مسبوق کی نماز باتفاق

کی نماز فاسد ہو گی بالاتفاق، نہ نماز امام کی صحیح تر قول کے بموجب بسبب باقی رہنے امام کے امام اور مقتدی کے بلا امام یہ فاسد ہونا نماز مقتدی کا اور نہ فاسد ہوا امام کی نماز کا اس صورت مین ہی کہ امام نے اسکو خلیفہ نکیا ہو اور اگر نابالغ مذکور کو خلیفہ کر دیگا تو امام اور خلیفہ دونون کی نماز بالاتفاق باطل ہو گی عم صحیح کا قول مقابل ہی کہ بعض کے نزدیک صرف امام کی نماز فاسد ہو گی اور بعض کے نزدیک دونون کی اور خلیفہ کرنے مین یہ قول ہی کہ تشہد اخیر کے پہلے ہو اور اگر بعد قدر تشہد کے قعدہ کے خلیفہ کریگا تو امام کی نماز فاسد نہو گی بسبب خارج ہونے امام کے اپنے فعل اختیاری سے کذا فی الشامی ولو ام رجل رجلاً فاحدثا وخرجا من المسجد تمت صلوۃ الامام و بنی علی صلوتہ وفسدت صلوۃ المقتدی لما مر اور اگر ایک شخص دوسرے کا امام ہوا اور دونون بے وضو ہو گئے اور مسجد سے باہر نکلے تو امام کی نماز پوری ہی اور اپنی نماز پر بنا کرے اور مقتدی کی نماز فاسد ہو گئی بسبب اسوجہ کے کہ گذری یعنی امام کی امامت قائم ہی اور مقتدی بلا امام رہگیا کذا فی الطحطاوی واخذہ رعاف یمکث الی انقطاعہ ثم یتوضأ ویبنی لما مر واللہ اعلم نمازی کی نکسیر پھوٹی اُسکے بند ہونے تک توقف کرے پھر وضو کر کے بنا کرے اسوجہ کے سبب سے کہ پیشتر ہوئی یعنی توقف کرنا عذر کے لیے مانع بنا نہین واللہ تعالی اعلم

باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا

یہ باب ہی اُن امور کے بیان مین جو نماز کو فاسد کرتے ہین اور جو اُسکے اندر مکروہ تحریمی یا تنزیہی ہین عقبہ بالعارض الاضطراری بالاختیاری مصنف نے عارض اضطراری کے بعد اختیاری کو ذکر کیا ہم یعنی عوارض دو قسم ہین ایک بے اختیار جسکا بیان باب سابق مین گذرا دوسرے اختیاری جسکو مصنف اس باب مین ذکر کرتا ہی یفسدھا التکلم ہو النطق بحرفین او بحرف مفہم کع وق امرا ولو استعطف کلبا او ہرۃ او ساق حمارا لا التنحنح لانہ صوت لا ہجاء لہ فاسد کرتا ہی نماز کو کلام کرنا کلام بولنا ہی دو حرف نکالنا یا ایک حرف مطلب سمجھانے والے کا مثلاً ع اور ق امر کے صیغے کہ اول کے معنی ہین حفاظت کر اور دوسرے کے ہین بچا تو اس سے یہ نکلا کہ ایک حرف بمعنی کا بولنا کلام مین داخل نہوگا کذا فی الشامی اور اگر کتے یا بلی کو بلانا چاہا یا گدھے کو ہانکا تو نماز فاسد نہو گی اسلیے کہ یہ آوازین ہین جنکے ہجے نہین اور کلام مین حرفون کا ہونا چاہیے ہر چند یہ آوازین مفسد نہین مگر مکروہ ہین کذا فی الطحطاوی عمدہ وسہوہ قبل قعودہ قدر التشہد سیان کلام کا دانستہ کرنا اور سہو سے کرنا پہلے بیٹھنے نمازی کے مقدار تشہد کی یکسان ہی قبل قعود کے اسلیے قید لگائی کہ بعد قعود کے کلام عمداً ہو یا سہواً مفسد نہین وسواء کان ناسیا او نائما او جاہلا او مخطئا او مکرہا ہو المختار اور برابر ہی کہ کلام صادر ہو نسیان سے یعنی بھول گیا کہ نماز پڑھتا ہی یا سوتے مین کلام کیا یا نجاننے کی صورت مین یعنی اسکو معلوم نہ تھا کہ کلام مفسد نماز ہی یا چوک کر کلام کیا کہ قصد قرات خواہ ذکر کا تھا اُسکی جگہ کلام صادر ہوا یا حالت اکراہ مین کلام کیا اسطرح کہ کسی نے زبردستی اُس سے کلام کرایا تو ان سب قسمون کے کلام سے نماز فاسد ہو گی یہی مختار ہی جاننا چاہیے کہ فقہا اور اصولیون اور اہل لغت کے نزدیک سہو اور نسیان مین کچھ فرق نہین مگر حکما یہ فرق بیان کرتے ہین کہ سہو اسکو کہتے ہین کہ کوئی چیز قوت مدرکہ سے جاتی رہے لیکن حافظہ مین باقی رہے اور نسیان یہ ہی کہ مدرکہ اور حافظہ دونون سے جاتی رہے اُسکے معلوم کرنے کو پھر سبب جدید کی احتیاج پڑے اور سہو اور خطا مین یہ فرق ہی کہ سہو والا آگاہ کرتے ہی خبردار ہو جاتا ہی اور خطا والا متنبہ نہین ہوتا اور اگر ہوتا ہی تو مشقت کے بعد شامی نے کہا کہ ہو المختار صرف سونے کی حالت کے کلام کیطرف راجع ہی اسلیے کہ اسی مین اختلاف فقہا مذہب مذکور ہی چنانچہ فخر الاسلام نے عدم فساد کو اختیار کیا ہی اور بقیہ صورتون مین حنفیون کا خلاف نہین بلکہ اور مذہب والون کا ہی وحدیث رفع عن امتی الخطاء محمول علی رفع الاثم اور یہ حدیث کہ اُٹھا لیا گیا میری امت سے چوکنا محمول ہی گناہ کے اُٹھا لینے پر حلبی نے کہا کہ یہ حدیث ان الفاظ سے کسی کتاب حدیث مین نہین پائی گئی بلکہ ابن ماجہ اور ابن حبان اور حاکم نے ان الفاظ سے روایت کی ہی (ان اللہ وضع عن امتی الخطاء والنسیان وما استکرہوا علیہ) یعنی اللہ تعالی نے اُٹھا رکھا میری امت سے چوکنا اور بھولنا اور جسپر وہ زبردستی کیے جائین غرضکہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہی کہ کلام کرنا بھولنے یا چوکنے یا زبردستی سے مفسد نماز نہو اسلیے شارح نے کہا کہ اس حدیث کے یہ معنی ہین کہ بھول اور چوک اور زبردستی سے اخروی حکم مراد ہی یعنی گناہ کا دور ہونا تو فساد نماز جو دنیوی حکم ہی مراد نہ ہوگا ورنہ تعمیم لازم آویگی کذا فی فتح القدیر وحدیث ذی الیدین منسوخ بحدیث مسلم ان صلوتنا ہذہ لا یصلح فیہا شئ من کلام الناس اور حدیث ذی الیدین کی منسوخ ہی مسلم کی اس حدیث سے کہ ہماری اس نماز مین آدمیون کا کوئی کلام مناسب نہین ہم ذی الیدین کے دونون ہاتھ یا ایک لنبا تھا اس جہت سے ذی الیدین کہلائے اُنکا نام عمیر اور لقب خرباق

ہنسی ٹھٹھا کرنے والا اور دوسرے کا برا ذکر کرنے والا اور جو شخص زیادہ برا ہو سے وضع آنکھا الا اذا کنت جاہلا ۔ وتعلم منہ انہ
جو غیرہ کھیلنے ہوئے شرمندگی کرا اور اس شخص کو جو حالت براز یا بول میں ہو کر اسپر سلام کرنا اور ان سے زیادہ برا ہو
لیس بجنبہ ۔ اور شطرنج کھیلنے والے کو مگر جس صورت میں کہ تو جو کھیلتا ہو اور اسکا حال جانتا ہو کہ وہ کھانے سے منع نہ کریگا تو ان دو قیدوں کے ساتھ اسپر سلام مکروہ نہیں
ورنہ مکروہ ہو ۔ وقد زدت علیہ المتفقہ علی استاذہ کما فی القنیۃ والمغنی ومطیر الحمام والخفقۃ فقلت سے کذاک استاذ مغن مطیر ۔ فہذا اختتام والزیادۃ تنفع یا صاحب نظر
کہتا ہو کہ میں نے شمار مذکور پر تین شخص اور زیادہ کیے اول شاگرد کا سلام استاد پر یعنی جب استاد مشغول پڑھانے میں ہو دوم گانے والا سوم کبوتر اڑانے والا اور میں نے
انکو ایک شعر پڑھا کر تعداد مذکورہ سابق میں ملا دیا تو یون کہا کہ یہی حکم ہو استاد اور مغنی اور کبوتر اڑانے والے کا اور یہ خاتمہ ہو ان لوگون کا جنپر سلام مکروہ ہو اور یہ میل زیادہ کرنا مفید ہو
اور بعضون نے ان لوگون کو بھی بڑھایا ہو بڑھا ہوا آدمی ٹھٹھا کرنیوالا اور لغو اور جھوٹ بولنے والا اور جو بازار مین قصداً لوگون کی برائیون پر نظر ڈالے اور جو لوگون کو گالیان
دے اور جو اجنبیہ کہ کما ہو کذا فی العالمگیریۃ وصرح فی الضیاء بوجوب الرد فی قولہ سلام علیکم بجزم المیم اور ضیاء معنوی مین تصریح کی ہو واجب ہونے جواب سلام
کی بعض ان صورتون مین اور نہ واجب ہونے جواب کے سلام علیکم کہنے میں میم سلام کے جزم کے ساتھ شامی نے ظہیریہ سے نقل کیا کہ لفظ سلام یا اسطرح ہو کہ
السلام علیکم یا یون ہو کہ سلام علیکم ان دونون کے سوا اور طرح پر کہنا جیسے عوام کہتے ہین سلام نہوگا اور نہ انکا جواب واجب ہو شارح نے خزائن الاسرار مین جلال الدین
سیوطی کی نظم لکھی ہو جنمین وہ لوگ شمار کئے ہین جنپر جواب سلام واجب نہین چنانچہ کہا کہ سلام کا جواب دینا ان لوگون پر واجب نہین جو نماز مین مصروف ہو جو کھانے مین یا
پینے مین یا قرأت یا دعا یا ذکر یا خطبہ یا لبیک کہنے مین یا قضاء حاجت یا تکبیر یا اذان مین مشغول ہو یا سلام کرنے والا آخر کا یا ممنوع لا یا عورت جوان یا فاسق یا سوتا ہوا یا
اونگھنے والا یا جماع کی حالت مین ہو یا حکم کا خواہان ہو یا حمام مین ہو یا دیوانہ ہو کذا فی الشامی ۔ والتنحنح بحرفین بلا عذر اما بہ بان نشا من طبعہ فلا او بلا غرض صحیح فلو لتحسین صوتہ
او لیہتدی امامہ او للاعلام انہ فی الصلوٰۃ فلا فساد علی الصحیح اور فاسد کرتا ہو نماز کو کھنکھارنا دو حرفون سے بدون عذر کے یعنی اُح اح کرنا بلا عذر مفسد نماز ہو اور اگر زیادہ
حروف نکلین تو بطریق اولی مفسد ہو اور بدون حروف کے کھنکھارنا بلا عذر مفسد نہین بلکہ مکروہ ہو کذا فی الشامی اور کھنکھارنا عذر کے ساتھ اسطرح کہ نمازی کی طبیعت سے
خود بخود بدون تکلف پیدا ہو وہ مفسد نہین یا مفسد نماز ہو کھنکھارنا بدون کسی غرض صحیح کے پس اگر اپنی آواز کی درستی کے لیے کھنکھارے یا اسلیے کہ امام کو ہدایت ہو جائے کہ غلطی
کو چھوڑ کر صواب اختیار کرے یا کھنکھارنے سے یہ بتلانا منظور ہو کہ میں نماز مین ہون تو ان صورتون میں نہ فساد ہو نہ کراہت مذہب صحیح پر ہم قیاس اسکا مقتضی ہو کہ کھنکھارنا مفسد ہو
کیونکہ وہ کلام ہو اور کلام مفسد ہو مگر غرض صحیح مین کھنکھارنے کا مفسد نہونا نص کے سبب سے اختیار کیا گیا یعنی سنن ابن ماجہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہو کہ مین آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین دو بارہ حاضر ہوا تھا ایکبار دن مین اور ایکبار رات مین تو جسوقت مین آتا اور آپ نماز پڑھتے ہوتے تو میرے لیے کھنکھار دیتے اس سے معلوم ہوا کہ
غرض صحیح کے باعث کھنکھارنا مفسد نہین کذا فی الشامی والدعاء بما یشبہ کلامنا خلافا للشافعی اور فاسد کرتا ہو نماز کو دعا مانگنا ان الفاظ سے جو مشابہ ہون آدمیون کی
گفتگو سے برخلاف امام شافعی کے ہم دعا مشابہ لوگون کی گفتگو کے وہ ہو جو نہ قرآن مین ہو نہ حدیث مین اور اسکا مانگنا بندون سے محال نہو جیسے الٰہی مجھکو فلان کپڑا دے یا تیل
دے وغیرہ تو اگر ایسی دعا ہو جو قرآن یا حدیث مین ہو یا اسکا طلب کرنا بندون سے محال ہو تو اس سے نماز فاسد نہوگی کذا فی البحر والانین ہو قولہ آہ بالقصر والتاوہ ہو قولہ
آہ بالمد والتافیف اف او تف والبکاء بصوت یحصل بہ حروف لوجع او مصیبۃ قید للاربعۃ الا لمریض لا یملک نفسہ عن انین وتاوہ لانہ حینئذ کعطاس وسعال
جشاء وتثاوب وان حصل حروف للضرورۃ اور فاسد کرتا ہو نماز کو انین یعنی آہ کہنا نمازی کا الف کے قصر سے اور تاوہ یعنی مد الف سے آہ کرنا اور مفسد نماز ہو تافیف یعنی اف اف
یا تف کرنا اور مفسد ہو رونا ایسی آواز سے کہ اس سے حروف پیدا ہون بسبب درد یا مصیبت کے شارح نے کہا کہ درد یا مصیبت چارون کی قید ہو یعنی انین اور آہ کرنا اور اف
کرنا اور حروف آمیز آواز سے رونا درد یا مصیبت کے باعث مفسد ہو مگر اس مریض کے لیے مفسد نہین جو اپنے نفس کو آہ کرنے سے نہین روک سکتا اسلیے کہ اسکا آہ کرنا اسوقت ایسا ہو
جیسا چھینکنا اور کھانسنا اور ڈکار لینا اور جمائی لینا اگرچہ حروف پیدا ہون کہ یہ امور مفسد نہین ضرورت کی جہت سے ہم اف اسم فعل ہو مبنی ہو یعنی تنگ ہوا مین اور اسمین بہت سے
لغت ہین یعنی ضمہ ہمزہ کے بنا اف کی تینون حرکتین مخففہ اور مشددہ اور تنوین سے اور بلا تنوین جائز ہین نہر الفائق میں کہا کہ رونا آنسوون سے بلا آواز یا آواز کے

کیا ہوگا ہم یعنی اگر بقصد تعظیم اور ثنا کے کہیگا تو نماز فاسد ہوگی اور کہنا اسقدر معتبر ہے کہ اپنے آپ سن لے اور اگر ایسی طرح کہا کہ خود بھی نہ سنا تو نماز فاسد نہوگی کذا فی الشامی والطحطاوی

ولو سمع ذکر الشیطان فلعنہ تفسد وقیل لا اور اگر نمازی نے ذکر شیطان کا سنا اور اسکو لعنت کیا تو نماز فاسد ہوگی اور قول ضعیف یہ ہے کہ فاسد نہوگی ولو حوقل لدفع الوسوسۃ

ان لامور الدنیا تفسد لا لامور الآخرۃ اور اگر نمازی نے لاحول پڑھی وسوسہ کے دور ہونیکے لیے تو اگر امور دنیا کے لیے دفع وسوسہ ہے تو فاسد ہوگی نہ امور آخرت کے

لیے ولو سقط شیء من السطح فبسمل واو دعی لاحد او علیہ فقال آمین تفسد اور اگر چھت میں سے کوئی چیز گری سو نمازی نے کہا بسم اللہ یا کسی کے لیے دعا خیر یا دعاے بد ہوئی

اور نمازی نے کہا آمین تو نماز فاسد ہوگی ولا تفسد فی الکل عند الثانی والصحیح قولہما اعلا بقصد المتکلم اور نہیں فاسد ہوتی ہے نماز کل صور تو نہیں امام ابو یوسف کے نزدیک اور صحیح قول

طرفین کا ہے بسبب عمل کرنیکے متکلم کے قصد پر ہم چونکہ الفاظ گذشتہ یا قرآن میں یا ثنا اور یہ دونوں بجز خطاب کی صورت میں ابو یوسف کے نزدیک قصد متکلم سے متغیر نہیں ہوتے

اسلیے نماز فاسد نہیں ہوتی لیکن شیطان کو لعنت کرنے میں اگر ان الفاظ کو ذکر کیا جو قرآن میں ہیں تب تو شامی کا قول بجا ہے اور اگر دوسرے الفاظ سے لعنت کیا تو وہ جیسا

نہ ثنا ہوگا نہ قرآن تو ظاہر امام ابو یوسف کے نزدیک بھی فاسد ہوگی اگر کوئی محشی لکھے یہ نہیں ہوسکتی لو امتثل امر غیرہ فقیل لہ تقدم فتقدم او دخل فرجۃ الصف احد فوسع لہ

فسدت بل یمکث ساعۃ ثم یتقدم برایہ قہستانی معزیا للزاہدی ومرویا فی فتنیۃ یہانتک کہ اگر نمازی اپنے غیر کا امر مانیگا مثلاً اس سے کسی نے کہا کہ آگے بڑھ اور وہ آگے

بڑھ گیا یا جماعت کے فرجہ میں کوئی گھسا اور نمازی نے اسکو جگہ دی تو اسکی نماز فاسد ہوجائیگی بلکہ ایک ساعت توقف کرے پھر اپنی تجویز سے آگے بڑھے کذا فی القہستانی

منسوب بزاہدی اور یہ مسئلہ باب امامت میں گذر گیا اور آگے آویگا تو خبردار رہنا وقید بقصد الجواب لانہ لو لم یرد جوابہ بل ارادا علامہ بانہ فی الصلوٰۃ لا تفسد اتفاقا ابن ملک

ونسفی اور راتن نے فساد نماز میں ان جملوں سے قید جواب کے قصد کی لگائی اسلیے کہ اگر نمازی جواب متکلم کا ارادہ نہ کریگا بلکہ یہ جتانا چاہیگا کہ میں نماز کے اندر ہوں

تو نماز باتفاق فاسد نہوگی بیان کیا ہے اسکو ابن ملک نے اور مصرح ہے منتقی میں وفتحہ علی غیر امامہ الا اذا اراد التلاوۃ اور مفسد نماز ہے نمازی کا لقمہ دینا اپنے امام کے سوا

دوسرے شخص کو یعنی قراءت میں رکنے والے کو بتانا مگر جس صورت میں کہ ارادہ کرے تلاوت کا نہ تعلیم کا تو مفسد نہوگا ہم یہ صورت شامل ہے مقتدی کے ایک دوسرے کے

بتانے کو یا یہ کہ مقتدی منفرد کو بتادے یا بالعکس یا یہ کہ نمازی اس شخص کو بتاوے جو نماز نہیں پڑھتا ہے تو ہر صورت بتانیوالیکی نماز فاسد ہوگی کیونکہ بتانا تعلیم ہے بدون حاجت

کے جو نماز کا منافی ہے وکذا الاخذ الا اذا تذکر فتلا قبل تمام الفتح اور اسیطرح مفسد نماز ہے لقمہ کا لینا نمازی کا مگر جبکہ نمازی خود یاد کرکے پڑھے پہلے پورا ہونے لقمہ دینے کے تو

مفسد نہوگا یعنی اگر نمازی کو دوسرا شخص بتاوے تو اگر وہ اسکا بتایا ہوا پڑھیگا تو نماز فاسد ہوگی اور اگر ہنوز بتانیوالا بتانہ چکا تھا کہ خود یاد آگیا اور پڑھا تو فاسد نہوگی

بخلاف فتحہ علی امامہ فانہ لا یفسد مطلقا لفاتح واخذ بکل حال الا اذا سمعہ المؤتم من غیر مصل ففتح بہ تفسد صلوۃ الکل بخلاف لقمہ دینے نمازی کے اپنے امام کو کہ وہ مفسد

نماز نہیں مطلقاً یعنی نہ لقمہ دینے والیکی نماز کا مفسد ہے نہ لینے والیکی نماز کا ہر حال میں یعنی برابر ہے کہ امام اسقدر پڑھ چکا ہو جس سے نماز درست ہوجاتی ہے یا نہ پڑھ چکا ہو یا ایک

آیت سے دوسری کی طرف چلا گیا ہو یا نہیں لقمہ دینا پہلے ہی بار ہو یا دوسری تیسری بار اسیطرح مفسد نماز نہیں ہاں اگر مقتدی نے کسی نماز پڑھنے والے سے لقمہ کو سنکر

اپنے امام کو بتایا اور امام نے لے لیا تو سب کی نماز فاسد ہوگی ہم اسلیے کہ جب مقتدی نے خارج آدمی کا بتایا ہوا لیا تو اسکی نماز فاسد ہوگئی اب اگر امام کو بتادیگا اور وہ لیگا

تو امام کی نماز فاسد ہوگی اور اسکے فساد کی جہت سے سب کی نماز باطل ہوگی کذا فی الشامی حلبی نے کہا کہ غیر مصلی سے یہ مراد ہے کہ مقتدی جس نماز کو پڑھتا ہے اسمیں اسکا شریک نہو

خواہ وہ دوسری پڑھتا ہو یا بالکل کوئی نہ پڑھتا ہو وینوی الفتح لا القراءۃ اور لقمہ دینے والا مقتدی نیت بتانے کی کرے نہ قراءت کی کیونکہ قراءت پیچھے امام کے ممنوع ہے لقمہ دینا

ہم مقتدی کے حق میں فوراً لقمہ دینا مکروہ ہے بلکہ توقف کرے تاکہ امام دوبارہ پڑھ کر خود نکالے اسیطرح امام کے حق میں مکروہ ہے کہ قراءت میں رکے اور الجھے کہ مقتدی کو

بتانا ہی پڑے بلکہ اسکو چاہیے کہ متشابہ کو چھوڑ کر دوسری آیت پڑھنے لگے جسکے ملانے سے معنی نہ بگڑتے ہوں یا دوسری سورۃ شروع کردے یا اگر قراءت بقدر واجب

پڑھ چکا ہو تو رکوع کردے کذا فی الشامی ولو جری علی لسانہ نعم ان کان یعتادہ فی کلامہ تفسد لانہ من کلامہ والا لا لانہ قرآن اور اگر نمازی کی زبان سے

نعم یا ارے نکل گیا تو اگر اس کلمہ کا عادی ہو یعنی گفتگو میں یعنی اسکا تکیہ کلام ہو تو نماز فاسد ہوگی اسلیے کہ یہ الفاظ اسکے کلام کے مقصود ہونگے اور اگر تکیہ کلام نہیں

بظن غالب معلوم ہو کہ نماز نہیں پڑھتا یہ ایک قول ہوا اور دوسرا قول یہ ہے کہ جو کام عادت میں دو ہاتھوں سے کیا جاتا ہو وہ کثیر ہے اگرچہ نمازی اُسکو ایک ہاتھ سے کرے جیسے پگڑی
یا پاجامہ کا باندھنا اور جو ایک ہاتھ سے کیا جاتا ہو وہ قلیل ہے اگرچہ نمازی دو ہاتھوں سے کرے جیسے ٹوپی کا پہننا یا اُتارنا تیسرا قول یہ ہے کہ تین حرکتیں متصل بہم کثیر ہیں ورنہ
قلیل چوتھا قول یہ ہے کہ عمل کثیر وہ ہے کہ کرنیوالے کا مقصود ہو یعنی جسکے لیے جداگانہ مجلس کرتا ہو پانچوان قول یہ ہے کہ عمل کثیر وہ ہے جسکو نمازی خود بہت سمجھے کذافی الشامی مختصراً
وان شک انہ فیہا ام لا فقلیل لکنہ یشکل بمسئلۃ المس والتقبیل فتامل اور اگر دیکھنے والا تردد کرے کہ کام کرنیوالا نماز میں ہے یا نہیں تو وہ عمل قلیل ہے لیکن مشکل پڑتی ہے مسئلہ چھونے
اور بوسہ لینے سے سو اسکو سوچ لے ام صورت مس اور تقبیل کی یہ ہے کہ ایک عورت نماز پڑھتی ہے اُسکے شوہر نے اُسکو شہوت سے چھو دیا خواہ بدون شہوت کے اُسکا بوسہ لیا تو نماز
عورت کی فاسد ہو جاتی ہے حالانکہ عورت سے اس صورت میں کوئی فعل سرزد نہیں ہوا چنانچہ یہ مسئلہ مع اسکے جواب کے شارح فروع میں ذکر کریگا ولا تفسد برفع یدیہ فی تکبیرات الزوائد
علی المذہب وما روی من الفساد فشاذ یعنی نہیں فاسد ہوتی ہے نماز نمازی کے اُٹھانے سے دونوں ہاتھوں کو رکوع کرنیکے وقت اور اُس سے سر اُٹھانے کے وقت مذہب قوی کے بموجب
اور جو فساد کہ روایت کیا گیا ہے وہ مخالف ہے روایت اور درایت کے ام طحطاوی نے کہا کہ تکبیرات زوائد سے مراد رکوع کرنیکا اور اُس سے سر اُٹھانے کا وقت ہے اور انکو تکبیرات زوائد
کہنا خلاف اصطلاح فقہا ہے اسلیے کہ فقہا کی اصطلاح میں تکبیرات عیدین کو زوائد کہتے ہیں اور روایت فساد وہ ہے جو مکحول نے حضرت امام سے کی ہے کہ رکوع کے وقت اور اُس سے
سر اُٹھانے کے وقت ہاتھوں کا مفسد ہے اور وجہ اسکے شاذ ہونے کی یہ ہے کہ عمل کثیر صحیح قول کے بموجب وہ ہے جو دیکھنے والے کی نظر میں معلوم ہو کہ اسکا کرنیوالا نماز میں نہیں نہ وہ کہ دونوں
ہاتھوں سے کیا جاے کذافی الشامی ولا یفسدہا سجودہ علی نجس وان اعادہ علی طاہر بخلاف یدیہ ورکبتیہ علی الظاہر اور فاسد کرتا ہے نماز کو سجدہ کرنا نمازی کا ناپاک چیز پر اگرچہ اُسکو پاک چیز
پر دُہرالیا ہو بخلاف دونوں ہاتھوں اور گھٹنوں کے کہ اگر انکو نجس پر رکھا ہوگا تو نماز فاسد نہوگی ظاہر روایت پر ام فساد نماز سجدہ کی صورت میں قول طرفین کا ہے اور ابو یوسف کے نزدیک
صرف سجدہ فاسد ہوتا ہے نہ نماز اسلیے اگر طاہر چیز پر پھر سجدہ کریگا تو ابو یوسف کے نزدیک نماز صحیح ہو جائیگی اور طرفین کے نزدیک جب بھی صحیح نہیں کیونکہ انکے نزدیک نماز قابل قسمت نہیں
جب اُسکا ایک جز فاسد ہوا کل فاسد ہو گئی اور ہاتھوں اور گھٹنوں کے مسئلہ میں عدم فساد اس جہت سے ہے کہ انکا زمین پر رکھنا نماز میں شرط نہیں کذافی الشامی ولا یفسدہا اداء رکن حقیقۃ
اتفاقاً او تمکنہ منہ بسنتہ وہو قدر ثلث تسبیحات مع کشف عورۃ او نجاسۃ مانعۃ او وقوع زحمۃ فی صف نساء او امام امام عند الثانی وہو المختار فی الکل لانہ احوط قالہ الحلبی اور فاسد
کرتا ہے نماز کو حقیقت میں ادا کرنا ایک رکن کا باتفاق امام ابو یوسف اور محمد کے یا قادر ہونا نمازی کا ادائے رکن پر موافق سنت کے یعنی بقدر تین دفعہ سبحان اللہ کہنے کے وقت
کہ فاسد کرتا ہے امام ابو یوسف کے نزدیک برہنگی کے کھلے رہنے کے ساتھ یا نجاست نماز کی مانع کے لگجانے کی صورتوں میں یا بھیڑ کے باعث عورتوں کی صف میں جا پڑنے یا امام سے آگے
ہو جانے کی صورت میں اور یہی قول مختار ہے ان سب مسئلوں میں کیونکہ زیادہ احتیاط والا ہے بیان کیا ہے اسکو حلبی نے ام حاصل یہ ہے کہ اگر نمازی کی برہنگی بقدر ربع عضو کہ مانع نماز ہے
کھل گئی پس اگر حقیقت میں اُسنے کوئی رکن ادا کر لیا تب تو ابو یوسف اور محمد دونوں کے نزدیک نماز فاسد ہو گی اور اگر واقع میں ادا نہیں کیا مگر اتنا عرصہ لگا کہ ادا کر سکتا تھا یعنی تین بار
سبحان اللہ کہنے کے موافق دیر لگی تو ابو یوسف کے نزدیک نماز فاسد ہو جائیگی اس سے معلوم ہوا کہ اگر اسقدر سے کم دیر تک برہنگی کھلیگی تو نماز کسی کے نزدیک فاسد نہوگی اور یہی حال ہے
اگر نجاست بدن پر لگ گئی یا اتفاقاً نجاست پر کھڑا ہو گیا یا عورتوں کی صف میں کسیطرح سے جا پڑا یا امام سے آگے نکلگیا تو اگر ان صورتوں میں کوئی رکن ادا کریگا تو بالاتفاق نماز فاسد
ہو گی اور اگر اتنا ٹھہرا کہ رکن ادا کر سکتا تھا تو ابو یوسف کے نزدیک فاسد ہو گی طحطاوی نے کہا کہ زحمت کی قید اتفاقی ہے وصلوتہ علی مصلی مضرب نجس البطانۃ بخلاف غیر مضرب ومبسوط علی
نجس ان لم یظہر لون او ریح اور فاسد کرتا ہے نماز کو نماز پڑھنا نمازی کا سی ہوئی جانماز پر جسکا استر ناپاک ہے بخلاف بدون سی ہوئی کے اور بخلاف بچھی ہوئی کے ناپاک پر اگر رنگ یا بو نجاست کا
ظاہر نہو کہ اس صورت میں نماز فاسد نہو گی ام یعنی اگر ناپاک زمین یا فرش وغیرہ پر کوئی پاک کپڑا بچھایا تو اگر کپڑا ایسا باریک ہے کہ اُسمین سے رنگ یا بو نجاست کی معلوم ہوتی ہے تو نماز درست
نہو گی اور اگر گاڑھا ہے تو درست ہو گی شامی نے کہا کہ باریک کپڑا اُسجگہ حائل شمار نہوگا جہان نجاست سجدہ یا قدم کی جگہ ہو گی کیونکہ اس صورت میں سجدہ یا قیام نجاست پر ہوگا ورنہ
مطلق بو کا آنا مفسد نماز نہیں نجاست قریب ہو یا بعید وتحویل صدرہ عن القبلۃ اتفاقاً بغیر عذر اور فاسد کرتا ہے نماز کو پھیر لینا نمازی کا اپنے سینہ کو قبلہ کی جانب سے بالاتفاق
بدون عذر کے ام شامی نے کہا کہ مُنہ کا پھیرنا مکروہ ہے نہ مفسد خواہ سارا مُنہ پھیرے یا تھوڑا فلو ظن حدثہ فاستدبر القبلۃ ثم علم عدمہ ان قبل خروجہ من المسجد لا تفسد

[illegible] اگر نماز [illegible] پیٹھ پھیری بسبب عذر [illegible] سجدہ [illegible] پیشتر [illegible]
[illegible] بسبب [illegible] فروع مسائل [illegible] مستقبل قبلہ [illegible]
[illegible] امام ابو حنیفہ [illegible] قبلہ [illegible] نماز فاسد ہوگی [illegible]
[illegible] ایک صف [illegible] اور [illegible] ایک صف اور [illegible] آگے بڑھا تو فاسد نہ ہوگی اگر وہ جہت [illegible]
اور [illegible] مسجد [illegible] صفوں سے [illegible] تو نماز فاسد نہ ہوگی ورنہ فاسد ہو جائیگی
جیسے [illegible] ان دونوں میں دو صفوں کی مقدار چلنے سے فاسد ہوتی ہے کذا فی الشامی اور بعض فقہا نے کہا کہ حالت عذر میں چلنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی اگرچہ بہت چلے
اور [illegible] جبتک کہ قبلہ کیطرف پشت نہ کرے بوجہ استحسان کے ذکر کیا ہے اسکو قہستانی نے طحطاوی نے کہا کہ قہستانی میں حالت عذر [illegible] حالت عذر
وطلبی [illegible] شرط فی المفسد الاختیار [illegible] وقال الحلبی الا اور کیا شرط ہے عمل مفسد میں نمازی کا قابو ہونا اختیار ہے میں تو کہتا ہوں شرط ہے اور حلبی سے کہا کہ عمل بلا
اختیار کا ہونا شرط نہیں [illegible] طحطاوی نے کہا کہ [illegible] مشہور ہونا معتمد ہے اسلئے کہ شارح اسی پر اکثر اقوال متفرع کرتا ہے فان من دفع او جذبتہ الدابۃ [illegible] ووضع علیہ ما
وزحمہ [illegible] او مس [illegible] او مرۃ ونزل لبنہا [illegible] بشہوۃ [illegible] فسدت کیونکہ جس نمازی کو دھکا لگا یا اسکو سواری کے جانور نے کھینچا اور
اس [illegible] سے وہ چند قدم چلا یا اپنی جگہ سے اٹھا کر سواری پر رکھ دیا گیا یا نمازی کی جگہ سے نکالدیا گیا یا نمازی عورت کی چھاتیاں تین بار چوسی گئیں یا ایک بار
چوسی گئی اور اسکا دودھ اترا یا مرد نے نمازی عورت کو شہوت سے چھوا یا بدون شہوت کے اسکا بوسہ لیا تو سب صورتوں میں نماز فاسد ہوگی حالانکہ عمل اختیاری کسی میں
نہیں پایا جاتا شامی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ مسہا اور قبلہا کی جگہ مست اور قبلت بصیغہ مجہول کہتا جیسے اس سے اوپر کے افعال تھے لا لو قبلتہ ولم یشتہہا والفرق انہ
فی تقبیلہ یشتہی الجماع نہیں فاسد ہوگی نماز مرد کی اگر عورت نے اسکا بوسہ لیا اور مرد کو اسکی خواہش نہ تھی اور فرق دونوں مسئلوں میں یہ ہے کہ مرد کے بوسہ لینے میں
جماع کے معنی ہیں یعنی اگر عورت نماز پڑھتی تھی اور شوہر نے بوسہ لیا تو عورت کی نماز اسلئے فاسد ہوئی کہ فاعل جماع کا مرد ہوتا ہے تو جب دواعی جماع میں سے کوئی عورت
کے ساتھ کریگا تو اسکی نماز فاسد ہو جائیگی اور اگر مرد نماز پڑھتا ہے اور عورت نے بوسہ لیا تو عورت فاعل جماع کی نہیں اسلئے اسکی طرف سے دواعی کا پایا جانا داخل جماع
نہیں ہوتا جبتک کہ مرد کو شہوت نہ ہو کذا فی الشامی ورمی بحجر [illegible] بر طائر [illegible] لانہ مخاصمۃ او تادیب او ملاعبۃ وہو عمل کثیر ذکرہ الحلبی نمازی
کے پاس ایک پتھر ہے اسنے اسکو ایک پرندہ پر پھینکا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر کسی انسان پر پھینکا تو فاسد ہوگی جیسے کسیکو مارنا اگرچہ ایک دفعہ ہی مارے اسلئے
کہ مارنا یا پتھر پھینکنا انسان پر یا باہم خصومت ہے یا ادب دینا یا کھیل کرنا بہر حال عمل کثیر ہے ذکر کیا ہے اسکو حلبی یعنی شارح منیہ نے ثم طحطاوی نے کہا کہ منیہ میں
یوں ہے کہ اگر پتھر زمین سے اٹھا کر پھینکا تو نماز فاسد ہوگی اور اگر اپنے پاس سے پھینکا تو فاسد نہ ہوگی تو اس سے ظاہر پرندہ و انسان میں فرق نہیں معلوم ہوتا
اور اگر پاس سے پھینکنے کو عمل کثیر قرار دیجئے تو پرندہ پر پھینکنے سے بھی نماز فاسد ہو جائیگی بقی من المفسدات ارتداد بقلبہ باقی رہے مفسدات نماز سے اشیاء
آئندہ اول مرتد ہونا نمازی کا اپنے دل میں یعنی نیت یا اعتقاد کفر کرنے سے نماز باقی رہتی ہے وموت دوسرا مفسد نماز کا مرجانا ہے نمازی کا شامی نے کہا کہ اسکا ثمرہ اس
مسئلہ میں معلوم ہوتا ہے کہ اگر بعد قعدۂ اخیرہ کے امام مرگیا تو نماز مقتدیوں کی باطل ہوگئی نئے سرے سے انکو پڑھنی چاہیے وجنون واغماء اور مفسد نماز ہے جنون اور بیہوشی
اور انکا حکم مفصل صلوٰۃ مریض کے آخر میں آویگا وکل موجب لوضوء او غسل اور مفسد نماز ہے ہر فعل موجب وضو کا یا غسل کا ثم شامی نے کہا کہ شارح نے بتبعیت صاحب
نہر الفائق موجب وضو کو مفسد لکھ دیا حالانکہ ہر موجب وضو مفسد نماز نہیں چنانچہ استخلاف اور بنا کے بیان میں مذکور ہو چکا کہ حدث اتفاقی سے نماز فاسد نہیں
ہوتی تو بہتر تھا کہ شارح یوں کہتا کہ ہر حدث عمد مفسد ہوتا ہے وترک رکن بلا قضاء اور مفسد نماز ہے چھوڑنا کسی رکن کا بدون ادا کے مثلاً ایک سجدہ چھوڑ دیا
اور سلام پھیر دیا [illegible] اسکو ادا نہ کیا تو نماز فاسد ہو جائیگی او شرط بلا عذر اور مفسد نماز ہے چھوڑنا کسی شرط کا بدون عذر کے مثلاً وضو یا ستر عورت یا استقبال

قبلہ بلا عذر نکیا تو فاسد ہوگی اور عذر کے ساتھ ان باتون کا نکرنا مفسد نہین ومسابقۃ المؤتم برکن لم یشارکہ فیہ امامہ کان رکع ورفع راسہ قبل امامہ ولم یعدہ معہ او بعدہ وسلم مع الامام اور مفسد نماز ہی پہلے کرلینا مقتدی کا کسی رکن کو جسمین اُسکا امام اُسکا شریک نہوا ہو مثلاً مقتدی نے رکوع امام سے پیشتر کیا اور امام کے رکوع سے پیشتر اپنا سر اُٹھالیا اور پھر اُس رکوع کو امام کے ساتھ یا اُسکے بعد دوبارہ نہ کیا اور امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو مقتدی کی نماز نہوگی قہ طحطاوی نے کہا کہ امام کے ساتھ سلام پھیرنے کی قید کی کچھ حاجت نہین ومتابعۃ المسبوق امامہ فی سجود السھو بعد تاکد انفرادہ اما قبلہ فیجب متابعتہ اور مفسد نماز ہی پیروی کرنا مسبوق کا اپنے امام کو سجدۂ سہو مین بعد مستحکم ہونے انفراد مسبوق کے اور پیشتر مستحکم ہونے انفراد کے تو متابعت واجب ہی قہ صورت مسئلہ کی یہ ہی کہ مسبوق امام کے سلام پھیرنے سے پیشتر یا بعد مثلاً اُٹھ کھڑا ہوا اور ایک رکعت پڑھ چکا یعنی سجدہ رکعت مذکور کا کرلیا اُسوقت امام نے سجدہ سہو کیا تو اب مسبوق اگر اس سجدہ مین امام کا شریک ہوگا تو اُسکی نماز فاسد ہوجائیگی کیونکہ محل انفراد مین اقتدا کرنا مفسد ہی ہان جبتک اُسنے رکعت جداگانہ کا سجدہ نہین کیا تب تک انفراد پختہ نہین ہوا اسوقت اگر امام سجدہ سہو کرے تو مسبوق پر متابعت واجب ہی وعدم اعادتہ الجلوس الاخیر بعد اداء سجدۃ صلبیۃ او تلاویۃ تذکرہا بعد الجلوس اور مفسد نماز ہی دوبارہ نکرنا نمازی کا قعدۂ اخیرہ کو بعد ادا کرنے سجدۂ نماز یا سجدۂ تلاوت کے جو یاد آیا ہو بعد قعدہ کے قہ اسلیئے کہ سجدۂ صلبی اور سجدۂ تلاوت سے قعدہ باطل ہوجاتا ہی تو اگر دوبارہ نکریگا تو ایک رکن نماز کا یعنی قعدۂ اخیرہ چھوٹ جاویگا اور نماز فاسد ہوجائیگی طحطاوی نے کہا کہ یہ صورت ترک رکن مین داخل ہی اسکو جدا لکھنا ضرور نہ تھا وعدم اعادتہ رکن اداہ نائما اور مفسد نماز ہی دوبارہ نکرنا نمازی کا اُس رکن کو جسکو سونے کی حالت مین ادا کیا ہو قہ طحطاوی نے کہا یہ صورت ترک شرط مین داخل ہی یعنی نمازی کا ادا کرنا حالت اختیار مین شرط نماز ہی اور سونے کی حالت مین یہ شرط چھوٹ جاتی ہی لیکن مترجم کے نزدیک ترک شرط مین بلا عذر کی قید تھی وہ یہان متحقق نہین اسلیئے یہ صورت جدا ہی وقہقہۃ امام المسبوق بعد الجلوس الاخیر اور مفسد نماز ہی کھلکھلا کر ہنسنا مسبوق کے امام کا بعد قعدۂ اخیرہ کے یعنی اگر امام قدر تشہد کے بعد قعدۂ اخیرہ مین زور سے ہنس پڑیگا تو اُسکی نماز اور مدرک کی نماز پوری ہوجائیگی مگر مسبوق کی نماز فاسد ہوجائیگی کہ یہ فعل امام کا اُسکی نماز کے درمیان مین واقع ہوگا چنانچہ اُسکی تفصیل پہلے باب مین گذر گئی ومنہا مد الھمزۃ فی التکبیر کما مر اور ایک مفسد نماز کا ہمزہ کا کھینچنا ہی اللہ اکبر کہنے مین چنانچہ پیشتر گذرا ہم یعنی اللہ اکبر رکوع اور سجدہ کے لیے بعد ہمزہ اگر کہیگا تو نماز فاسد ہوجائیگی اور تکبیر تحریمہ مین تو سرے سے نماز کا شروع ہی صحیح نہین فساد تو شروع کے بعد ہوا کرتا ہی کذا فی الشامی ومنہا القراءۃ بالالحان ان غیر المعنی والا لا الا فی حرف مد ولین اذا فحش والا لا بزازیۃ اور ایک مفسد نماز ہی قرارت کا پڑھنا الحان سے یعنی زیر و زبر پیش کو لحنون کی رعایت سے بڑھا کر پڑھنا کذا فی فتح القدیر الحان سے پڑھنا مفسد ہی اگر معنی کو بدل دے مثلاً رب العلمین کو رآب العلمین پڑھے اور اگر معنی نہ بدلین تو مفسد نہین مگر حروف مد اور لین مین اگر حد سے زیادہ الحان کریگا تو باوجود معنی نہ بدلنے کے نماز فاسد ہوجائیگی اور اگر حد سے زیادہ نہوگا تو نماز فاسد نہوگی کذا فی البزازیہ الف تین حرف علت کے حروف کہلاتے ہین انکے پہلے کی حرکت اگر انکے موافق ہوتی ہی یعنی واو کے پہلے پیش اور الف کے پہلے زبر اور ی کے پہلے زیر ہو تو انکو حروف مد کہتے ہین اور اگر ناموافق حرکت ہو یعنی واو کے پیشتر یا ی کے پہلے زبر ہو مثلاً تو حرف لین کہلاتے ہین تو حرف لین صرف دو ہین کیونکہ الف سے پہلے سوائے زبر کے اور کچھ نہین ہوتا غرضکہ حروف علت مین اشباع زائد از حد مفسد نماز ہی ومنہا زلۃ القاری اور ایک نماز کا مفسد قاری کی لغزش یعنی غلط پڑھنا ہی قہ جاننا چاہیئے کہ قرارت مین غلطی سے نماز فاسد ہونے کے چند قاعدے ہین کہ اگر انکو جان لیا جاے تو حکم ہر غلطی کا معلوم ہو سکتا ہی کہ اس سے نماز فاسد ہوئی یا نہین تو ان قواعد کے ضبط کرنے کے لیے ہم کہتے ہین کہ غلطی یا تو اعراب مین ہوگی یعنی زیر زبر پیش سکون مین اور اسی مین داخل ہی مشدد کو تخفیف سے پڑھنا اور اسکا عکس اور مد والیکو قصر سے پڑھنا اور اسکا عکس یا غلطی حروف مین ہوگی یعنے ایک حرف کی جگہ دوسرے کو ادا کرنا یا کسی حرف کا زیادہ کرنا یا کم کرنا یا مقدم موخر کرنا یا غلطی کلمات مین ہوگی کہ ایک کلمہ کی جگہ دوسرے کو پڑھنا یا زیادہ کم کرنا یا مقدم موخر کرنا یا غلطی جملون مین ہو اسیطرح یا غلطی وقف مین ہو کہ وصل کی جگہ وقف کیا جاے اور وقف کی جگہ وصل اب متقدمین کے نزدیک قاعدہ یہ ہی کہ جس غلطی سے معنی ایسے بگڑ جامین کہ انکا اعتقاد کرنا کفر ہوتا ہو تو اس غلطی سے نماز فاسد ہوجائیگی خواہ

کسی قسم کی تغیر نہ ہو اور اگر غلطی سے کسی ایسی جگہ وقف کیا جسکا وصل ضروری تھا تو بہت کی تبدیلی معنون مین آجاتی ہو جیسے اعراب کی جگہ پر اعطاء پڑھنا
یا کسی جملہ کو ملا دیا ہو جیسے سرال کی جگہ سرار کی جگہ تو اس صورت مین بھی نماز فاسد ہو جاتی ہو اور اگر غلطی سے معنون مین بہت تبدیلی نہین ہوتی تو طرفین
اور ... تو اس صورت مین دیکھنا چاہیے کہ ویسا لفظ قرآن مین ہو یا نہین اگر نہین ہو تب بھی نماز فاسد ہوگی اور اگر قرآن مین وہ لفظ ہے تو
طرفین کے نزدیک نماز فاسد ہوگی اور یہی قول ... امام ابو یوسف کے نزدیک فاسد نہوگی اور اگر غلطی سے معنی نہ بگڑین اور ویسا لفظ قرآن مین نہو تو طرفین
کے نزدیک فاسد ہوگی جیسے قوامین کی جگہ قیامین پڑھنا دونون کے معنی ایک ہین حالانکہ قیامین قرآن مین نہین اور ابو یوسف کے نزدیک فاسد نہوگی
یہ قاعدہ متقدمین کے ہین اور ابن مقاتل اور ابن سلام اور اسماعیل زاہد اور ابو بکر بلخی اور ہندوانی اور حلوانی وغیرہ متاخرین کا اسپر اتفاق ہو کہ اعراب مین
غلطی کرنی کسی طرح کی ہو نماز کی مفسد نہین اگرچہ اسکا اعتقاد کفر ہو کیونکہ اکثر آدمی اعراب کی تمیز نہین کر سکتے اور اگر غلطی حروف کی تبدیل مین ہو تو اگر دونون
حرفون مین فرق باسانی معلوم ہو سکتا ہو مثلاً ص کی جگہ ط پڑھنا تو متاخرین کا اتفاق ہو کہ نماز کا مفسد ہو اور اگر فرق مشکل سے معلوم ہوتا ہو جیسے ص کی جگہ
س پڑھنا تو اکثر کے نزدیک نماز فاسد نہین ہوتی لیکن متاخرین کے قواعد منضبط نہین اسلیے نماز کے باب مین متقدمین کا قول اختیار کرنے مین زیادہ احتیاط ہو

کیونکہ قواعد بھی درست ہین اور اکثر فروع ہمارے دونون مین انھین کے قول پر معمول ہین کذا فی الشامی عن شرح المنیہ فلو فی اعراب او تخفیف مشدد وعکسہ او بزیادۃ حرف
فاکثر نحو الصراط الذین او بوصل حرف بکلمۃ نحو ایاک نعبد او بوقف وابتداء لم تفسد وان غیر المعنی بہ یفتی بزازیۃ پس اگر غلطی اعراب مین ہو جیسے نعبد کی ب کو زبر پڑھنا
یا تخفیف سے پڑھنے مین مشدد کے جیسے قتلوا کی جگہ قتلوا پڑھنا اور مشدد پڑھنے مین مخفف کے جیسے اغنینا کو اغنینا پڑھنا یا غلطی ہو ایک حرف یا زیادہ کے
بڑھا دینے کی جیسے الصراط الذین بجاے صراط الذین کے یعنی الف اور لام کی زیادتی سے پڑھنا یا غلطی ہو ایک حرف کے ملانے کی دوسرے کلمہ مین جیسے ایاک
نعبد مین ایا جدا پڑھکر ٹھہرنا اور ک کو نعبد مین وصل کرنا یا غلطی ہو وقف کرنے اور ابتدا کرنے کی جیسے لا الہ پر مثلاً وقف کرنا اور الا اللہ سے ابتدا کرنا تو ان سب صورتون
مین نماز فاسد نہوگی اگرچہ معنی بدل جائین اسی کا فتوی دیا جاتا ہو کذا فی البزازیہ شامی نے کہا کہ شارح کی ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہو کہ سب مسائل مین عدم
فساد پر فتوی بزازیہ مین منقول ہو حالانکہ ایسا نہین بلکہ بزازیہ مین صرف اعراب کی غلطی مین اگرچہ معنی بھی بگڑ جائین فتوی عدم فساد کا مذکور ہو اور باقی
صورتون مین درصورت بگڑ جانے معنی کے تو اکثر مشائخ کے نزدیک فساد مذکور ہو جیسا کہ متقدمین کا قول ہو اور احتیاط اسی مین ہو الا تشدید رب العلمین

وایاک نعبد فیترکہ تفسد مگر تشدید رب العلمین کی ب اور ایاک نعبد کی ی کی اگر تشدید ترک کرے تو نماز فاسد ہو جاتی ہو ولو زاد کلمۃ او نقص کلمۃ او نقص حرفا او قدمہ او بدلہ
باخر نحو من ثمرہ اذا اثمر واستحصد تعالی جد ربنا انفرجت بدل انفجرت ایاب بدل اواب لم تفسد ما لم یتغیر المعنی اور اگر زیادہ کیا ایک کلمہ کو مثلاً من ثمرہ اذا اثمر مین
کلمہ واستحصد زیادہ کر دیا یا ناقص کیا کلمہ کو اسکی مثال شارح نے نہین لکھی شامی نے کہا جیسے جزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا مین جزاء سیئۃ مثلہا پڑھا دوسری سیئۃ کو
چھوڑ کر یا کم کیا ایک حرف کو جیسے تعالی جد ربنا بدون ی کے آخر مین یا مقدم کیا حرف کو دوسرے سے جیسے انفرجت عوض مین انفجرت کو یا بدلا کسی
حرف کو دوسرے سے جیسے ایاب جگہ اواب کے تو نماز فاسد نہوگی جبتک کہ معنی نہ بدلین ہم شارح کے کلام مین لف ونشر مرتب ہو اسلیے مترجم نے تسہیل کے واسطے
ہر مثال کو اسکے موقع پر ترجمہ کر دیا اور واضح ہو کہ تغیر معنی کی صورت مین نماز طرفین کے نزدیک فاسد ہوتی ہو اور ابو یوسف کے نزدیک اس صورت مین کہ لفظ مغیرہ
قرآن مین نہو فاسد ہوگی ورنہ فاسد نہوگی الا ما یشق تمیزہ کالضاد والظاء فاکثرہم لم یفسد یا حرف کے بدلنے سے درصورت بدل جانے معنی کے نماز فاسد
ہوتی ہو مگر ایسے حروف کے مبادلے سے جنمین تمیز دشوار ہو مثلاً ضاد اور ظا کے بدلنے سے کہ اکثر فقہا نماز کو فاسد نہین کہتے ہم شامی مین حلیہ سے منقول ہو کہ اگر ایسی
تبدیل دانستہ کریگا تو نماز فاسد ہوگی اور اگر بے اختیار زبان سے نکل گیا یا تمیز حروف کو نہین جانتا تو فاسد نہوگی بزازیہ مین کہا کہ یہ قول سب اقوال سے

درست تر ہو اور یہی مختار ہو وکذا لو کرر کلمۃ وصحح الباقانی الفساد ان غیر المعنی نحو رب رب العلمین للاضافۃ کما لو بدل کلمۃ بکلمۃ وغیر المعنی نحو ان الفجار

لفی جنات وتامہ فی المطولات اور اسی طرح فاسد نہین ہوتی نماز اگر تکرار کرے کسی کلمہ کو اور تصحیح کی ہی باقانی نے فساد نماز کی اگر معنی بدل جائین جیسے رب العلمین
بسبب اضافت جیسے فاسد ہوتی ہی نماز اگر بدل دے ایک کلمہ کو دوسرے سے اور معنی بگڑ جائین جیسے ان الفجار لفی جنات پڑھنا لفی جحیم کی جگہ اور پورا بیان
اسکا بڑی کتابون مین ہی ہم شامی نے کہا کہ ظاہر کلام ظہیریہ سے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ تکرار پڑھنا ایک کلمہ کا اس صورت مین مفسد ہی کہ پڑھنے والا مضاف مضاف الیہ
کو جانتا ہو اور اگر نجانتا ہو یا قصداً اضافت نکیا ہو بلکہ تصحیح مخارج کے لیے کلمہ کو دوبارہ کہا ہو یا زبان سے بے ساختہ نکلگیا ہو تو چاہیے کہ نماز فاسد نہ ہو اور
مفسدات نماز سے وہ صورتین بھی ہین جو اس باب سے پیشتر ہوچکین مثلاً عورت کا محاذی ہونا اور خلیفہ ایسے کو بنانا جو قابل امامت نہ ہو اور امام کا مسجد سے
باہر چلا جانا بدون خلیفہ کرنے کے اور حدث کے بعد نمازی کا ایک رکن کی مقدار ٹھہرنا یا حالت حدث اور رفتار مین ایک رکن کو ادا کرنا یا اثناء نماز مین کسی فعل
مخالف نماز کا صادر ہونا وغیرہ تو غالباً یہ باتین شارح نے انکو اسلیے یہان ذکر نہین کیا کہ پیشتر بیان ہوچکا ہی ولا یفسد نظرہ الی مکتوب وفہمہ
ولو مستفہما وان کرہ اور نہین فاسد کرتا نماز کو دیکھنا نمازی کا لکھی چیز کو اور سمجھ جانا اُسکا اگرچہ دانستہ سمجھا ہو ہرچند دانستہ سمجھنا مکروہ ہی اسلیے کہ لکھے کو
سمجھنا نماز کے اعمال مین سے نہین اس سے یہ نکلا کہ اگر اتفاقاً نظر لکھے پر پڑگئی اور سمجھ مین بدون قصد کے آگیا تو مکروہ بھی نہین کذا فی الطحطاوی ومرور
مار فی الصحراء او فی مسجد کبیر بموضع سجودہ فی الاصح اور نہین فاسد کرتا نماز کو گذرنا کسی گذرنے والے کا جنگل مین یا بڑی مسجد مین نمازی کے سجدہ کی جگہ مین
کو صحیح تر قول مین ہم یعنی نمازی کے قدمون سے سجدہ کی جگہ تک مین سے کسی کا گذرجانا مفسد نماز نہین اور اسکا مقابل قول تمرتاشی کا ہی کہ قدمون سے لیکر اس
جگہ تک گذرنا مفسد نہین جہانتک نمازی کی نظر پڑے جبکہ وہ سجدہ کے مقام کو تاکتا ہو غرضکہ فساد نماز تو دونون صورتون مین نہین لیکن گذرنے والے پر
گناہ کا ہونا صحیح قول مین قدمون سے لیکر سجدہ تک کی جگہ مین گذرنے سے ہوگا اور تمرتاشی کے قول پر اس جگہ مین بھی گذرنے سے ہوگا جہان نمازی کی نظر
پڑے سجدہ گاہ کو تاکنے کی حالت مین کذا فی الشامی او مرورہ بین یدیہ الی حائط القبلۃ فی بیت ومسجد صغیر فانہ کبقعۃ واحدۃ مطلقا ولو امراۃ او کلبا
یا مسفد نماز نہین گذرنا گذرنے والے کا سامنے نمازی کے اُسکے قدمون سے لیکر دیوار قبلہ تک گھر مین اور چھوٹی مسجد مین کہ گھر اور چھوٹی مسجد مثل ایک
مکان کے ہین یعنی مقدار دو صفون کے فاصلہ ہونا ان دونون مین مانع اقتدا نہین جیسے جنگل اور بڑی مسجد مین مانع ہوتا ہی مفسد نماز نہین گذرنا گذرنیکا
مطلق خواہ وہ عورت ہو یا کتا ہم شامی نے کہا کہ اسمین رد ہی ظاہریہ کے قول پر جو کہتے ہین کہ گذرنا عورت یا کتے یا گدھے کا مفسد ہی اور اشارہ ہی
اس امر کی طرف کہ اس باب مین جو کچھ مروی ہی وہ منسوخ ہی چنانچہ حلیہ مین اسکو ثابت کیا ہی او مرورہ اسفل من الدکان امام المصلی لو کان
یصلی علیہا ای الدکان بشرط محاذاۃ لبعض اعضائہ وکذا سطح وسریر وکل مرتفع دون قامۃ المار وقیل دون السترۃ کما فی غرر الاذکار
یا مفسد نماز نہین گذرنا گذرنے والے کا مکان کے نیچے نمازی کے سامنے کو جبکہ وہ دوکان پہ نماز پڑھتا ہو بشرط برابر آجانے بعض اعضا گذرنے والے کے
بعض اعضاء نمازی کو اور یہی حکم فساد کا ہی چھت اور تخت اور ہر اونچی چیز کا جسکی بلندی گذرنے والے کے قد سے کم ہو اور قول ضعیف یہ ہی
کہ مقدار سترہ یعنی ایک ہاتھ سے کم ہو جیسا کہ غرر الاذکار مین ہی ہم بحر الرائق مین اس قول ضعیف کو غلط کہا ہی اسوجہ سے کہ اگر مقدار سترہ کا اعتبار
ہوتا تو سوار کا نکلنا نمازی کے سامنے مکروہ نہوتا کہ وہ تو غالباً ہاتھ سے اونچا ہی ہوتا ہی کذا فی الشامی وان اثم المار لحدیث البزار لو یعلم المار
ماذا علیہ من الوزر لوقف اربعین خریفا فی ذلک المرور لو بلا حائل ولو ستارۃ ترتفع اذا سجد وتعود اذا قام اگرچہ اس گذرنے مین گذرنیوالا گنہگار
ہوتا ہی بسبب حدیث بزار کے کہ اگر گذرنے والا جانے کہ اُسپر کیا گناہ ہی تو ٹھہر رہے چالیس برس اور گناہ اُسوقت ہی کہ گذرنا بدون آڑ کے ہو
اگرچہ آڑ ایسا سترہ ہو کہ سجدہ کرنے کے وقت دور ہوجاتا ہو اور قیام کے وقت پھر سترہ ہوجاتا ہو ہم حلیہ مین کہا کہ اس مسئلہ مین چار صورتین
ہین اول یہ کہ گذرنے والے کو گنجایش ہی کہ نمازی کے سامنے کو نہ گذرے اور نمازی نے راستہ روکا نہین تو اس صورت مین اگر گذرے گا تو

گناہ فقط گذرنے والے پر ہوگا دوم یہ کہ دوسری طرف کو راستہ نہیں اور نمازی نے راستہ روک لیا ہو تو اس صورت میں گناہ فقط نمازی پر ہوگا سوم یہ کہ نمازی نے
راستہ روکا ہو مگر گذرنے والے کو دوسری طرف کو بھی نکل سکتا ہو تو اب گذرنے سے دونوں گنہگار ہونگے چہارم یہ کہ نمازی نے راستہ نہیں روکا اور گذرنے والے
کو دوسری طرف راہ نہیں تو کسی پر گناہ نہیں اور صورت سترہ کی یہ ہے کہ مثلاً ایک انگشت کے برابر موٹی ہو یا اور کوئی چیز جیسے میں لکھتی ہے جب نمازی سجدہ
کرتا ہے تو دوسری حرکت سے اسکی گردن ایک مرتبہ ہو جاتی ہے اور جب کھڑا ہوتا ہے پھر بدستور ہو جاتی ہے تو اسطرح کی آڑ سے بھی گذرنے والے پر گناہ نہیں
اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اعتبار سترہ کا قیام کی حالت میں ہے کذا فی الشامی والطحطاوی ولو کان فرجۃ فلہ ان یتخطی رقبۃ من لم یسد الفرجۃ
حرمتہ لتقصیرہ اور اگر صف میں کوئی جگہ خالی ہو تو نماز میں آنیوالے کو جائز ہے کہ جس شخص نے اس جگہ کو بند نہیں کیا اسکی گردن کو پھلانگ کر چلا جاوے
کیونکہ اسنے اپنی عزت آپ کھو دی تو خبردار ہو جا بیٹھے اسکے سامنے سے گذرنا گناہ نہیں م شامی نے کہا کہ اگر ایک شخص نمازی کے سامنے گذرا
چاہتا ہے اور اسکے ساتھ کوئی چیز قابل سترہ کر دینے کے ہے تو اسکو نمازی کے سامنے رکھدے اور دوسری طرف جا کر اسکو اٹھا لے اور اگر دو شخص ہوں
تو ایک نمازی کے سامنے کھڑا ہو جائے دوسرا اسکی آڑ سے نکل جائے پھر دوسرا کھڑا ہو جائے تاکہ اول شخص اسکی آڑ سے گذر جائے انتہی ان دونوں مسئلوں سے معلوم ہوا
کہ ایک طرف سے سامنے نمازی کے کھڑا ہو جانا یا ہاتھ بڑھا کر اسکے سامنے سے چیز کا اٹھا لینا موجب گناہ کا نہیں ویغرز ندبا بدائع الامام وکذا المنفرد فی الصحراء
ونحوہا سترۃ بقدر ذراع طولا وغلظ اصبع لتبدو للناظر بقربہ دون ثلثۃ اذرع علی حذاء حاجبہ لا بین عینیہ والایمن افضل اور کھڑا کرے امام بطور استحباب
کذا فی البدائع اور اسی طرح تنہا پڑھنے والا جنگل میں اور مثل جنگل میں یعنی بڑی مسجد میں کھڑا کرے ایک سترہ مقدار ایک ہاتھ کی لنبائی میں اور ایک انگل کی
موٹائی میں تاکہ دیکھنے والے کو یعنی گذرنے والے کو سوجھے قریب اپنے تین ہاتھ کے فاصلے کے اندر مقابل ایک ابرو کے نہ دونوں آنکھوں کے بیچ کے
سامنے اور داہنی ابرو کے مقابل کھڑا کرنا بہتر ہے کہ مطابق سنت ہے م طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ دون ثلثۃ اذرع کی جگہ قدر ثلثۃ اذرع کہتا
کیونکہ حلبی میں ہے کہ سنت یہ ہے کہ فاصلہ درمیان نمازی اور سترہ کے تین ہاتھ سے زیادہ نہ ہو اور ایک ہاتھ کا طول اور انگلی کی موٹائی بیان اقل
مقدار کا ہے کہ اس سے کم نہ ہو اور بحر الرائق میں کہا کہ مذہب قوی کے بموجب موٹائی کا کچھ اعتبار نہیں ولا یکفی الوضع ولا الخط وقیل یکفی فیخط طولا وقیل کالمحراب
اور کفایت نہیں کرتا رکھدینا سترہ کا یعنی زمین پر لٹا دینا مثل لاٹھی وغیرہ کا اور نہ کافی ہے خط کھینچنا اور بعض فقہا نے کہا کہ اگر سترہ پاس نہ ہو تو خط کھینچنا کافی ہے
تو خط کھینچے نمازی طول میں یعنی سیدھا اور بعض نے کہا کہ مثل محراب کے یعنی بشکل کمان کھینچے م فتح القدیر میں در صورت نہ ہونے سترہ کے خط کھینچنے پر یقین کیا ہے
اور کہا ہے کہ اتباع سنت بہر حال بہتر ہے علاوہ اسکے خط کچھ نہ کچھ نظر آتا ہے تو کافی ہوگا اور یہ قول امام محمد سے مروی ہے اس سے یہ نکلتا ہے کہ اگر کتاب یا کپڑا اپنے
سامنے رکھدیگا تب بھی سترہ ہو جائیگا ویدفعہ ہو رخصۃ فترکہ افضل بدائع قال الباقانی فلو ضربہ فمات لا شیء علیہ عند الشافعی رضی اللہ عنہ خلافا لنا فاعلی نعم من کتبنا
بتسبیح او جہر قراءۃ او اشارۃ ولا یزاد علیہا عندنا قہستانی لا بہما فانہ یکرہ اور ہٹادے نمازی گذرنے والے کو یعنی جبکہ سترہ نہ ہو یا سترہ ہو لیکن وہ سترہ کے اندر کو
گذرتا ہو تو ہٹادے سبحان اللہ کہنے یا پکار کر پڑھنے سے اگرچہ نماز سری ہو یا اشارہ سے ہاتھ یا آنکھ یا سر کے شارح نے کہا کہ ہٹانا رخصت ہے
عزیمت نہیں پس ترک دفع بہتر ہے اسلیے کہ دفع کرنا نماز کے اعمال سے نہیں کذا فی البدائع باقانی نے کہا کہ اگر نمازی نے گذرنے والے کو مارا اور وہ
مر گیا تو اسپر کچھ نہیں نہ دیت نہ قصاص امام شافعی رح کے نزدیک بخلاف ہمارے مذہب کے جیسا کہ سمجھا جاتا ہے ہماری کتابوں سے یعنی دفع
فقط اشارہ ہے نہ جنگ و محاربہ اور نہ زیادہ کیا جاوے ان باتوں پر ہمارے نزدیک یعنی کپڑا پکڑ کر کھینچنا یا مارنا ہمارے نزدیک درست نہیں کذا فی القہستانی
نہ دفع کرے سبحان اللہ کہنے اور اشارہ دونوں سے کہ دونوں باتوں کا جمع کرنا مکروہ ہے اسلیے کہ مقصود ایک سے حاصل ہے اور یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ گذرنیوالے
سے جنگ کرے کہ وہ شیطان ہے تو یہ منسوخ ہے چنانچہ زیلعی نے سرخسی سے نقل کیا ہے کہ یہ حکم ابتدائے اسلام میں تھا جب نماز کے اندر کلام کرنا مباح تھا اب اسکی

اجازت نہین کذافی الشامی مختصرا والمرأۃ تصفق لا ببطن علی بطن اور عورت گذرنیوالے کو ہٹانے کے لیے تالی بجاوے نہ اسطرح کہ ہتیلی ہتیلی پر لگے بلکہ کیفیت تالی
بجانے کی بحرالرائق مین یون منقول ہو کہ پشت داہنے ہاتھ کے انگلیون کی بائین ہاتھ کے اندر طرف یعنی ہتیلی پر مارے شامی اور طحطاوی نے کہا کہ اسطرح
تالی بجانے کی کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی دونون ہاتھ اپنی جگہ سے ٹل جاتے ہین اس سے تو یہی بہتر ہو کہ بائین ہاتھ کو اپنی جگہ رہنے دے اور داہنے ہاتھ کی
انگلیون کے اندر کیطرف کو بائین کی پشت پر مار دے کہ اسمین عمل تھوڑا ہو ولو صفق او سبحت لم تفسد وقد ترکا السنۃ تاتارخانیۃ اور اگر ہٹانے کے لیے مرد نے
تالی بجائی یا عورت نے سبحان اللہ کہدیا تو نماز فاسد نہو گی لیکن دونون نے طریق مسنون کو ترک کیا کذافی تاتارخانیہ وکفت سترۃ الامام للکل اور کافی ہو سترہ
امام کا کل مقتدیون کے لیے یعنے اگر امام کے سامنے سترہ ہو گا تو جو کوئی مقتدیون کی صف کے سامنے کو گذریگا اسپر کچھ گناہ نہو گا ولو عدم المرور والطریق
جاز ترکہا وفعلہا اولی اور اگر گذرا اور راستہ نہو یعنی ایسی جگہ نماز پڑھے جہان کوئی گذرتا نہو اور منھ راستہ کی طرف نہو تو ترک کرنا سترہ کا جائز ہو اور رکھ لینا
سترہ کا ایسی جگہ بھی بہتر ہو ہم راستہ کیطرف منھ نہ کرنے کی قید اسلیے لگائی کہ راستہ کی طرف کو نماز پڑھنا سترہ کے ساتھ اور بدون سترہ کے دونون طرح
مکروہ ہو کیونکہ راستہ چلنے کے لیے بنا ہو تو اسمین ایسی چیز نہ چاہیے جو اسکے مناسب نہو کذافی البحر وکرہ تعم التنزیہیۃ التی مرجعہا خلاف الاولی فالفارق
الدلیل فان نہیا ظنی الثبوت ولا صارف فتحریمیۃ والا فتنزیہیۃ اور مکروہ ہو لٹکانا کپڑے کا شارح کہتا ہو کہ کراہت شامل ہو تنزیہی کو جسکا مآل ترک اولی ہو
پس فرق کرنیوالی چیز کراہت تحریمی اور تنزیہی مین دلیل ہو یعنے اگر دلیل کراہت وہ ممانعت شرعی ہو جسکا ثبوت ظنی ہو اور کوئی پھیرنے والا تحریم سے
استحباب کیطرف نہو تب تو کراہت تحریمی ہو ورنہ کراہت تنزیہی ہو ہم بحرالرائق مین کہا کہ مکروہ دو قسم ہو ایک مکروہ تحریمی جو واجب کے رتبہ مین ہو
یعنی جسطرح ثبوت واجب کا دلیل ظنی سے ہوتا ہو اسی طرح ثبوت مکروہ تحریمی کا دلیل ظنی سے ہوتا ہو دوم مکروہ تنزیہی جو ایسا نہو تو جب فقہا کی عبارت مین
لفظ مکروہ پایا جاے تو اسکی دلیل کو دیکھنا چاہیے اگر دلیل مذکور نہی ظنی ہو تو تحریمی ہو ورنہ تنزیہی شامی نے کہا کہ بدون دلیل کے بھی اسکا حال
معلوم ہو سکتا ہو اسطرح کہ اگر وہ مکروہ ترک واجب کو متضمن ہو تو تحریمی ہو گا اور اگر ترک سنت کو متضمن ہو تو تنزیہی ہو گا سدل تحریما للنہی ثوبہ ای
ارسالہ بلا لبس معتاد وکذا القباء بکم الی وراء ذکرہ الحلبی مکروہ تحریمی ہو لٹکانا نمازی کا اپنے کپڑے کو بسبب ممانعت کے یعنی چھوڑ دینا کپڑے کا بدون
پہننے معمولی کے اور اسی مین داخل ہو قبا کا پہننا ایسی طرح کہ آستین پشت کی جانب ہو یعنی اسکی کشادہ بغلون مین سے ہاتھ نکال کر آستین کو پیچھے ڈالنا بھی
سدل مین داخل اور مکروہ ہو ذکر کیا ہو اسکو حلبی نے ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ تحریما للنہی کو بعد ثوبہ کے لکھتا تاکہ لفظ سدل جو مضاف ہو
اور ثوبہ جو مضاف الیہ ہو ان دونون مین فاصلہ نہ پڑتا اور سدل کی صورت کرخی نے یہ بیان کی ہو کہ مثلاً چادر یا دوسرا کپڑا سر خواہ شانہ پر رکھ کر اسکے
کنارے چھوڑ دے تو کرتہ کے دامنون کا لٹکنا اور عمامہ کے شملہ کا لٹکنا اسمین داخل نہین کذافی الشامی کشد ومندیل یرسلہ من کتفیہ فلو من احدہما لم یکرہ
کحالۃ عذر وخارج صلوٰۃ فی الاصح مثل ڈوپٹہ اور رومال کے کہ اسکو اپنے دونون مونڈھون سے لٹکا دے تو مکروہ ہو گا پس اگر ایک مونڈھے سے لٹکا
لیگا تو مکروہ نہو گا جیسے عذر کی حالت مین اور نماز سے باہر صحیح تر قول مین سدل مکروہ نہین ہم شد بفتح شین معجمہ و دال مشدد ایک کپڑا ہو جسکو مونڈھون پر
ڈالتے ہین اور خارج نماز سدل مکروہ تحریمی نہین بشرطیکہ تکبر کے لیے نہو کذافی الشامی عن النہر وفی الخلاصۃ اذا لم یدخل یدہ فی کم الفرجی المختار انہ لا یکرہ
ومثلہ فی القنیۃ ولو کم الکم لو میسک خلاف والاحوط الثانی قہستانی اور خلاصہ مین ہو کہ جب نمازی اپنا ہاتھ فرجیہ کی آستین مین نہ ڈالے تو مختار یہ ہو کہ مکروہ نہین اور
کیا اس صورت مین آستین کو لٹکا رہنے دے یا پکڑ لے اسمین اختلاف ہو زیادہ احتیاط کی بات آستین کا پکڑ لینا ہو کذافی القہستانی ہم شامی نے کہا کہ
خلاصہ مین عدم کراہت کو مختار کہا ہو اسپر کسی نے سوا بزازی کے اسکی موافقت نہین کی بلکہ صحیح وہ قول ہو جو قاضی خان اور جمہور فقہا کہتے ہین
کہ فرجیہ کو بدون آستین مین ہاتھ ڈالنے کے پہننا مکروہ ہو کیونکہ سدل اس صورت مین بھی موجود ہو وکرہ کفہ ای رفعہ ولو لتراب کمشمر کم او ذیل

ف ایک کپڑا بڑا ہوتا ہے قبا سے چھوٹا جو قمیص کے اوپر پہنا جاتا ہے ۱۲

یکرہ خارجہا لحاجۃ اور مکروہ تحریمی ہی انگلیان چٹکانی اور ایک ہاتھ کی انگلیون کو دوسرے کی انگلیون مین ڈالنا اگرچہ نمازی ہو منتظر نماز کا یا جانے والا نماز کیطرف تب بھی مکروہ ہی بباعث نہی کے اور مکروہ نہین نماز کے باہر بسبب کسی حاجت کے ہم ابن ماجہ نے مرفوعًا روایت کیا کہ اپنی انگلیان مت چٹکا جبکہ تو نماز پڑھتا ہو اور مجتبی مین حدیث نقل کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اس سے کہ آدمی اپنی انگلیان چٹکاتے جسوقت کہ مسجد مین نماز کا منتظر بیٹھا ہو اور ایک روایت مین ہی کہ جسوقت نماز کے لیے جاتا ہو اور احمد اور ابو داؤد وغیرہما نے تشبیک کی ممانعت کی حدیث نقل کی ہی اور خارج نماز سے یہ مراد ہی کہ نماز کو نہ جاتا ہو اور نہ مسجد مین اُسکا منتظر ہو اور حاجت یہ کہ جوڑون کا آرام دینا ہو مثلًا اس سے معلوم ہوا کہ بدون حاجت کھیل کے طور پر انگلیون کا چٹکانا یا ایک پنجہ کا دوسرے مین ڈالنا مکروہ تنزیہی ہی کذافی الشامی والتخصر وضع الید علے الخاصرۃ للنہی ویکرہ خارجہا تنزیہا اور مکروہ تحریمی ہی تخصر یعنی ہاتھ کا کوکھ پر رکھنا بسبب نہی کے اور باہر نماز کے مکروہ تنزیہی ہی ہم صحیحین وغیرہما مین مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مین کوکھ پر ہاتھ رکھنے سے ممانعت فرمائی اور خارج نماز کی کراہت بحث ہی صاحب بحر کی کذافی الشامی والطحطاوی والالتفات بوجہہ کلہ او بعضہ للنہی اور مکروہ تحریمی ہی سارا چہرہ یا تھوڑا پھیر کر نماز مین دیکھنا بسبب نہی کے ہم ترمذی نے انس رض سے روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بچ نماز مین التفات سے کیونکہ التفات نماز مین موجب ہلاکی ہی کذافی الشامی وببصرہ یکرہ تنزیہًا وبصدرہ تفسد کما مر اور بدون منہ پھیرنے کے آنکھ سے ادھر اُدھر دیکھنا مکروہ تنزیہی ہی اور سینہ کو پھیر کر دیکھنا بدون عذر کے مفسد نماز ہی چنانچہ مفسدات نماز مین بیان ہوا وقیل قائلہ قاضی خان تفسد بتحویلہ والمعتمد لا اور قاضی خان نے کہا ہی کہ نماز فاسد ہوتی ہی منہ کے پھیرنے سے اور معتمد یہ ہی کہ فاسد نہین ہوتی بلکہ مکروہ تحریمی ہی واقعاؤہ کالکلب للنہی اور مکروہ تحریمی ہی نمازی کا بیٹھنا مثل کتے کے بسبب نہی کے ہم اقعا کی تفسیر طحطاوی نے بیان کی ہی کہ دونون سرین پر بیٹھے اور رانون کو کھڑا کرکے دونون گھٹنے چھاتی سے لگالے اور دونون ہاتھ زمین پر رکھے اور چونکہ یہ نشست کتے کی نشست کے مشابہ ہی اسلیے یہی صحیح تر ہی اور حدیث مین اسی نشست کی ممانعت ہی اور کرخی نے یہ تفسیر کی ہی کہ دونون پانون کو کھڑا کرکے اُنکی ایڑیون پر بیٹھے اور دونون ہاتھ زمین پر رکھے زیلعی نے کہا کہ یہ نشست مکروہ تحریمی نہین بلکہ چونکہ مخالف نشست مسنون کی ہی اسلیے مکروہ تنزیہی ہی کذافی الطحطاوی وافتراش الرجل ذراعیہ للنہی اور مکروہ تحریمی ہی بچھانا مرد کا اپنے دونون ہاتھون کو واسطے نہی کے یعنی حدیث مسلم مین ممانعت وارد ہی وصلوٰتہ الی وجہ انسان لکراہۃ استقبالہ فالاستقبال لو من المصلی فالکراہۃ علیہ والا فعلی المستقبل ولو بعیدا ولا حائل اور مکروہ تحریمی ہی نماز پڑھنا نمازی کا کسی آدمی کے منہ کی طرف جیسے مکروہ ہی منہ کرنا نمازی کیطرف پس اگر منہ کرنا نمازی کی طرف سے ہوگا تو کراہت اُسپر ہوگی ورنہ دوسرے شخص پر جو نمازی کی طرف کو منہ کریگا اگرچہ منہ کرنے والا دور ہو اور نمازی مین اور اُسمین کوئی آڑ نہو ہم طحطاوی نے کہا کہ استقبالہ کی ضمیر نمازی کی طرف ہی اور استقبال ضمیر مفعول کی طرف مضاف ہی اور آڑ نہ ہونے کی قید اسلیے لگائی کہ آڑ کی صورت مین کراہت نہین ہی مثلًا نمازی کا منہ دوسرے کے منہ کی طرف ہی مگر دونون کے بیچ مین ایک اور شخص ہی جسکی پشت نمازی کی طرف ہی تو مکروہ نہ ہوگا ورد السلام بیدہ او برأسہ کما مر اور مکروہ تنزیہی ہی جواب سلام کا دینا اپنے ہاتھ سے یا اپنے سر سے جیسا پیشتر مفسدات مین گذرا فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا لا بأس بتکلم المصلی واجابتہ برأسہ کما لو طلب منہ شیٔ او اری درہما وقیل اجید فاوما بنعم او لا او قیل کم صلیتم فاشار بیدہ انہم صلوا رکعتین کچھ مضائقہ نہین نمازی کے بولنے یا جواب دینے مین اپنے سر سے جیسے کسی نے نمازی سے کوئی چیز مانگی یا روپیہ دکھلایا اور پوچھا کہ کھرا ہی پس نمازی نے اشارہ سے ہان یا نہین کیا یا نمازی سے پوچھا گیا کہ تم نے کتنی رکعتین پڑھی ہین اور اُسنے ہاتھ سے اشارہ کر دیا کہ ہم نے دو رکعتین پڑھی ہین ہم بلفظ لا بأس سے اشارہ ہوا کہ بہتر یہی ہی کہ سر یا ہاتھ سے اشارہ نکرے کذافی الطحطاوی اما لو قیل لہ تقدم فتقدم او دخل احد الصفوف فوسع لہ فورا فسدت ذکرہ الحلبی وغیرہ خلافا لما مر عن البحر اور اگر نمازی سے کسی نے کہا کہ آگے بڑھ جا پس وہ آگے بڑھا یا کوئی شخص صفون مین داخل ہوا اور نمازی نے فورًا اُسکو جگہ دیدی تو نماز فاسد ہو جائیگی

کھڑا ہونا مقتدیوں کا اونچے مکان پر اور صرف امام کا پستی میں ہو نام طحطاوی نے کہا کہ غالبًا کراہت تنزیہی ہے اسلیے کہ نہی تو خاص پہلی ہی صورت میں وارد ہے
اور وجہ کراہت یہ ہے کہ اسمین امام کی حقارت ہے اور اصح قول ظاہر الروایۃ ہے اور اُسکا مقابل قول طحطاوی کا ہے کہ یہ صورت مکروہ نہیں کذا فی الشامی ہذا کلہ عند

عدم العذر کجمعۃ وعید فلو قاموا علی الرفوف والامام علی الارض او فی المحراب لضیق المکان لم یکرہ کما لو کان معہ بعض القوم فی الاصح وبہ جرت العادۃ فی جوامع المسلمین
اور یہ کراہت تینوں مسئلوں میں وقت نہونے عذر کے ہے مثل انبوہ جمعہ اور عید کے دن کے تو اگر بھیڑ اور کثرت کے باعث مقتدی بالاخانوں پر کھڑے ہوں اور
امام زمین پر یا محراب میں کھڑا ہو بسبب تنگی جگہ کے تو مکروہ نہوگا جیسے اس صورت میں مکروہ نہیں کہ امام کے ساتھ مقتدیوں میں سے بعض ہوں صحیح تر
قول میں یعنے اگر امام چبوترہ پر ہو اور اسکے ساتھ کچھ مقتدی بھی ہوں تو مکروہ نہوگا اور اسی بات کی عادت ہو گئی ہے جامع مسجدوں اہل اسلام میں یعنی اگر تنگی کے
باعث امام کو محراب میں یا بلندی پر کھڑا ہونا ہوتا ہے تو اسکے ساتھ دو ایک مقتدی بھی کھڑے ہو جاتے ہیں ومن العذر ارادۃ التعلیم او التبلیغ کما بسط فی البحر
اور عذر میں سے ہے ارادہ کرنا امام کا تعلیم کو یا مقتدی کا قصد کرنا امام کی آواز پہونچانے کو دوسرے مقتدیوں تک چنانچہ مفصل بیان کیا ہے اسکو بحر الرائق
میں ہم یعنی اگر امام تنہا بلندی پر اسلیے کھڑا ہو کہ مقتدی اسکے افعال دیکھ کر سیکھین یا مقتدی اسلیے کھڑا ہو کہ اللہ اکبر پکار کر کہے تو مکروہ نہوگا اس سے
معلوم ہوا کہ بدون عذر کے تنہا کھڑا ہونا ایک مقتدی کا اونچی جگہ پر مکروہ ہے کذا فی الشامی وقدمنا کراہۃ القیام فی صف خلف صف فیہ فرجۃ للنہی وکذا

القیام منفردا وان لم یجد فرجۃ بل یجذب واحدا من الصف ذکرہ ابن الکمال لکن قالوا فی زماننا ترکہ اولی فلذا قال فی البحر یکرہ وحدہ الا اذا لم یجد فرجۃ
اور ہم پیشتر باب الامامۃ میں لکھ آئے ہیں مکروہ ہونا قیام کا ایک صف میں پیچھے ایسی صف کے جسمین فرجہ ہو بسبب نہی کے اور اسی طرح مکروہ ہونا قیام
کا تنہا اگرچہ صف میں جگہ نہ پاوے بلکہ ایک نمازی کو صف میں سے اپنے برابر کھینچ لے ذکر کیا ہے اسکو ابن کمال نے لیکن کہا ہے صاحب قنیہ وغیرہ نے کہ
ہمارے زمانے میں نہ کھینچنا بہتر ہے یعنے لوگوں میں جہل زیادہ ہے اکثر لوگ ناواقفی کی جہت سے لڑ پڑتے ہیں اور یہیں وجہ بحر الرائق میں کہا کہ مکروہ ہے
تنہا کھڑا ہونا مگر اس صورت میں کہ صف میں جگہ نہ پاوے تو تنہا کھڑا ہونا مکروہ نہیں یعنے دوسرے نمازی کے کھینچنے کو صاحب بحر نے ذکر نہیں کیا ولبس
ثوب فیہ تماثیل ذی روح وان یکون فوق راسہ او بین یدیہ او بحذائہ یمنۃ او یسرۃ او محل سجودہ تمثال ولو فی وسادۃ منصوبۃ لا مفروشۃ
اور مکروہ ہے نمازی کو پہننا اس کپڑے کا جسمین تصویریں جاندار کی ہوں اور مکروہ ہے کہ ہووے نمازی کے سر پر یعنے چھت میں یا سامنے یا برابر داہنے
خواہ بائیں یا سجدے کی جگہ میں کوئی تصویر اگرچہ کھڑے گدے میں ہو جسپر نہ چلتے ہوں نہ تکیہ کرتے ہوں نہیں مکروہ ہے اگرچہ بچھے ہوئے گدے پر تصویر ہو
تمثال صرف جاندار کی صورت کو کہتے ہیں اور تصویر عام ہے جاندار کی ہو یا بیجان کی اور جاندار کی تصویر کا گھر میں رکھنا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ حدیث میں وارد ہے
کہ فرشتے داخل نہیں ہوتے اس گھر میں جسمین کتا یا تصویر ہو کذا فی النہر برابر ہے کہ تصویر کپڑے میں ہو یا برتن میں یا دیوار میں واختلف فیما اذا کان
التمثال خلفہ والاظہر الکراہۃ اور اختلاف ہے اس صورت میں کہ تصویر نمازی کے پیچھے ہو اور ظاہر تر کراہت ہے اسلیے کہ جامع صغیر میں امام محمد رحمہ نے
اسکی کراہت کی تصریح کی ہے اور یہ کتاب انکی آخر تالیف ہے تو غالبًا اسمین ان امور کو لکھا ہوگا جو منقح ہو چکے ہونگے کذا فی الطحطاوی ولا یکرہ لو کانت تحت
قدمیہ او محل جلوسہ لانہا مہانۃ او فی یدہ عبارۃ الشمنی بدنہ لانہا مستورۃ بثیابہ اور مکروہ نہیں اگر تصویر نمازی کے دونوں پانوں کے نیچے یا بیٹھنے کی جگہ میں ہو
کیونکہ اس صورت میں تصویر ذلیل ہے یا تصویر ہاتھ کے اندر ہو تب بھی مکروہ نہیں کہ وہ نمازی کے کپڑوں میں پوشیدہ ہے شارح نے کہا کہ شمنی کی عبارت میں
فی یدہ کی جگہ فی بدنہ ہے یعنی اسکے بدن میں تصویر کا ہونا مکروہ نہیں ہم یعنے متن کی عبارت میں یہ اشکال ہے کہ اگر ہاتھ میں تصویر ہوگی تو ایک ہاتھ کو دوسرے
پر رکھنے کی سنت ادا نہو سکیگی حالانکہ ترک سنت مکروہ ہے پھر عدم کراہت کا قول کیسے درست ہوگا ہاں اگر تصویر ہاتھ میں لگی ہو یا گدی ہوئی ہو تو ہو سکتا ہے
کذا فی شرح المنیۃ او علی خاتمہ بنقش غیر مستبین قال فی البحر ومفادہ کراہۃ المستبین لا المستتر بکیس او صرۃ او ثوب آخر واقرہ المصنف او کانت صغیرۃ لا تتبین

تفصیل و عبارۃ الفتح تفید ان المدار علی الظہور ذکر ہو گئی یا تصویر نمازی کی آنکھوں پر ہو خفیہ مرتسم ست تب بھی مکروہ ہو گی جو ابراہ میں کہا گیا ہے کہ
مشاہدہ ہو کہ جب تصویر کا نقش ظاہر ہو وہ مکروہ ہو اور جو تفصیل یا بدیدہ اور صورت کپڑے میں چھپی ہو اور ثابت رکھا ہو اسکو مصنف نے التصویر الصغیرۃ کی جگہ
انکے مثال کی تفصیل دیکھئے والیکن یہ تحقیق ہو جب وہ کپڑا ہو اور تصویر زمین پر دیکھی الا انہ فقط سے انکے اعضاء جدا معلوم ہوتے ہوں تب بھی مکروہ ہو گی
ذکر کیا ہو اسکو حلبی نے او مقطوعۃ الراس او الوجہ او ممحوۃ عضو لا تعیش بدونہ او لغیر ذی روح لا یکرہ لانہا لا تعبد یا تصویر سر کٹی ہوئی ہو یا چہرہ کٹا ہوا یا کوئی ایسا
عضو مٹا دیا ہو جسکے بدون اس صورت کا جاندار زندہ نہ رہے یا تصویر بے جان چیز کی ہو تو مکروہ نہ ہوگی کیونکہ یہ سب مذکور چیزیں عبادت میں کیجاتیں شامی نے
کہا کہ سر کاٹنا عام ہو اس سے کہ اسکو مٹا دیا ہو یا اسپر دھاگا سی دیا ہو یا اسکو بدن سے کاٹ دیا ہو یا اسکی طرح مٹا دیا ہو یا ساری صورت سر کی پھیر دی ہو سب صورتوں سے
کراہت جاتی رہیگی وجبرئیل مخصوص بغیر المہانۃ کما بسطہ ابن الکمال اور حدیث جبرئیل علیہ السلام کی خصوصیت ہو اس تصویر کے باب میں جو ذلیل نہو چنانچہ شرح بیان
کیا ہو اسکو ابن کمال نے ہم یہ جواب ہو ایک سوال مقدر کا اسکی تقریر یہ ہو کہ اگر تصویر کی کراہت اس وجہ سے ہو کہ جس جگہ نماز ہوتی ہو وہاں فرشتے بسبب تصویر کے
نہ آئینگے چنانچہ حدیث جبرئیل میں جسکو مسلم نے روایت کیا ہو مذکور ہو کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا تھا کہ فلان
ساعت میں حاضر خدمت ہونگا جب وہ ساعت آئی تو جبرئیل نہ آئے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی اور اسکا رسول اپنا وعدہ خلاف نہیں کرتا اور عصا جو آپکے
ہاتھ میں تھا اسکو زمین پر ڈالا پھر دیکھا تو ایک کتے کا بچہ چارپائی کے نیچے تھا آپ نے حضرت عائشہ سے پوچھا کہ یہ کب آگیا انھوں نے عرض کیا کہ مجھکو خبر نہیں
پھر وہ بچہ نکالا گیا اس وقت جبرئیل تشریف لائے آپ نے فرمایا کہ میں تمہارے وعدہ کا منتظر تھا تم وعدہ پر نہ آئے انھوں نے عرض کیا کہ میرے اندر آنے کا یہ
مانع ہوا جو آپکے گھر میں تھا ہم ایسے گھر میں نہیں جاتے جسمیں کتا یا تصویر ہو تب تو تصویر ذلیل ہو یا غیر ذلیل دونوں صورت میں کراہت ہونی چاہیے کیونکہ حدیث
میں لفظ صورت عام مذکور ہو اور اگر وجہ کراہت مشابہت عبادت ہو تو جس صورت میں تصویر سامنے یا سر کے اوپر ہو اسی وقت مکروہ ہونی چاہیے نہ دوسرے
مکان وغیرہ میں شارح جواب دیتا ہو کہ کراہت کی وجہ یہی ہو کہ نماز کی جگہ میں فرشتوں کا گذر نہیں ہوتا اور حدیث جبرئیل میں ہرچند لفظ تصویر عام ہو مگر وہ اسی
تصویر سے مخصوص ہو جو ذلیل نہو اسکی خصوصیت دوسری حدیث سے ہو جسکو نسائی اور ابن حبان نے روایت کیا ہو کہ جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت چاہی آپ نے فرمایا کہ اندر آؤ انھوں نے عرض کیا کہ میں اندر کیسے آؤں آپکے گھر میں تو ایک پردہ ہو جسمیں
تصویریں ہیں اگر آپکو انکا رکھنا منظور ہو تو انکے سر کاٹ ڈالیے یا انکے گدے اور بچھونے بنوا لیجیے انتہی کذا فی الشامی واختلف المحدثون فی امتناع ملائکۃ الرحمۃ بما
علی النقدین فنفاہ عیاض واثبتہ النووی اور اختلاف کیا ہو اہل حدیث نے رحمت کے فرشتوں کے نہ آنے میں بسبب اُن تصویروں کے جو روپیہ اشرفی
پر ہوتی ہیں تو قاضی عیاض مالکی نے امتناع کی نفی کی ہو اور نووی شافعی نے اسکو ثابت رکھا ہو ہم شامی نے کہا کہ قول قاضی عیاض کے موافق علماء حنفی
نے بھی تصریح کی ہو چنانچہ فتح القدیر میں کہا کہ چھوٹی تصویر کا رکھنا گھر میں مکروہ نہیں یعنی جو تصویر اتنی چھوٹی ہو کہ اس سے نماز مکروہ نہ ہوتی ہو تو اسکا رکھنا
گھر میں مکروہ نہیں اور جو نماز میں کراہت پیدا کرتی ہو اسکا رکھنا بھی مکروہ ہو فائدہ یہ حکم تصویر کے رکھنے کا ہو لیکن بنانا تصویر جاندار کا چھوٹی ہو یا بڑی قطعی
سے حرام ہو کیونکہ اسمیں مشابہت اللہ تعالی کے پیدا کرنے سے ہو چنانچہ نووی نے شرح مسلم میں یہ اجماع نقل کیا ہو وکرہ تنزیہا عد الآی والسور وعد التسبیح بالید
فی الصلوۃ مطلقا ولو نفلا اما خارجہا فلا یکرہ کعدہ بقلبہ او بغمزہ انامله وعلیہ یحمل ما جاء من صلوۃ التسبیح اور مکروہ تنزیہی ہو شمار کرنا آیتوں اور سورتوں اور
سبحان اللہ کہنے کا ہاتھ سے یعنی انگلیوں پر یا تسبیح ہاتھ میں لیکر کذا فی البحر مطلق نماز میں اگرچہ نفل نماز ہو اور مکروہ نہیں ہو شمار کرنا باہر نماز
سے جیسے مکروہ نہیں شمار کرنا نمازی کا اپنے دل میں یا پوروں کے دبانے سے اور اسی پر محمول ہو صلوۃ التسبیح جو حدیث میں مذکور ہو یعنی اسمیں
بھی شمار دل سے کرے یا ایک ایک پور کو دبانا جاوے فرع مسئلہ لحقہ شارح کا لا باس باتخاذ المسبحۃ لغیر ریاء کما بسط فی البحر کچھ مضائقہ نہیں

تسبیح رکھنے کا بدون ریا کے جیسا کہ شرح بیان کیا ہے بحر الرائق مین ہم سبحہ بکسر سیم صیغہ آلہ کا ہے اور بحر الرائق اور حلیہ وغیرہ مین سبحہ بضم سین ہے جسکو اصطلاح
عوام مین تسبیح کہتے ہین یعنی کچھ دانے ایک ڈورے مین پروئے ہوے اور دلیل جواز تسبیح رکھنے کی وہ حدیث ہے جو ابوداؤد و ترمذی اور نسائی وغیرہم نے
سعد ابن ابی وقاص سے روایت کی ہے کہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک عورت کے پاس گیا جسکے سامنے کچھ گٹھلیان یا کنکریان تھین جنپر وہ
وظیفہ پڑھتی تھی آپ نے ارشاد فرمایا کہ مین تجھکو اس سے آسان تر اور افضل بتلائے دیتا ہون اسطرح پڑھ (سبحان اللہ عدد ما خلق فی السماء سبحان اللہ عدد ما خلق
فی الارض وسبحان اللہ عدد ما بین ذلک وسبحان اللہ عدد ما ہو الخالق والحمد للہ مثل ذلک واللہ اکبر مثل ذلک ولا الہ الا اللہ مثل ذلک ولا حول ولا قوۃ الا باللہ
مثل ذلک) تو اس حدیث مین اُسکو کنکریون یا گٹھلیون پر شمار کرنے سے منع نہ فرمایا بلکہ طریق آسان اور افضل ارشاد کر دیا اگر کسی چیز پر شمار کرنا
مکروہ ہوتا تو بیان فرما دیتے اور تسبیح مین اس حدیث کے مضمون سے اتنی ہی زیادتی ہوتی ہے کہ گٹھلی وغیرہ کو ایک دھاگے مین پرو لیتے ہین اسطرح کی زیادتی
منع مین کچھ اثر نہین کرتی علاوہ ازین تسبیح کا رکھنا صوفیہ اخیار سے منقول ہے ہان اگر نمود اور شہرت کے لیے رکھے تو البتہ مکروہ ہے کذا فی الشامی لا یکرہ قتل حیۃ وعقرب
ان خاف الاذی اذ الامر للاباحۃ لانہ منفعۃ لنا فالاولی ترک الحیۃ البیضاء لخوف الاذی مکروہ نہین نمازی کو مار ڈالنا سانپ یا بچھو کا اگر نمازی ایذا اسے ڈرے کیونکہ
امر قتل کے مباح کرنے کے لیے اسلیے کہ ہمارے فائدہ کیواسطے ہے تو بہتر ہے چھوڑ دینا سفید سانپ کا ایذا کے ڈر سے ہم صحیحین مین ہے کہ نماز کے اندر دو سیاہ چیزون
کو قتل کرو یعنی سانپ اور بچھو کو تو یہان اعتراض ہوتا تھا کہ جب حکم اُنکے مارنے کا ہے تو چاہیے تھا کہ انکا مارنا مستحب ہوتا اور ماتن نے صرف عدم کراہت پر اکتفا کیا تو
اسکا جواب دیتا ہے کہ یہ امر حدیث مین اباحت کے لیے ہے کہ اسمین ہمارا ہی نفع ہے اور سفید سانپ کو نہ مارنے کی وجہ یہ ہے کہ حدیث مین اسکو جن فرمایا ہے تو جنات کے آسیب سے
محفوظ رہنے کے لیے اُسکا نہ مارنا اولی ہوا کہ اُسکے مارنے مین ہمارا ضرر ہے اور نہایہ مین ہے کہ بدون خوف ایذا کے مارنا سانپ و بچھو کا نماز کے اندر مکروہ ہے کذا فی الشامی مطلقا
مطلقا ولو بعمل کثیر علی الاظہر ولکن صحح الحلبی الفساد سانپ اور بچھو کا مار ڈالنا نماز مین مطلق مکروہ نہین اگر عمل کثیر سے مارے اور بر قول ظاہر تر کے لیکن حلبی نے تصحیح
نماز کے فاسد ہونے کی کی ہے در صورت عمل کثیر کے ولا یکرہ صلوٰۃ الی ظہر قاعد او قائم ولو یتحدث الا اذا خیف الغلط بحدیثہ اور مکروہ نہین نماز پڑھنا بیٹھے ہوئے
شخص یا کھڑے ہوے کی پشت کیطرف اگرچہ وہ باتین کرتا ہو مگر جس صورت مین کہ خوف بہک جانے کا ہو اُسکی باتون سے تو البتہ مکروہ ہے ولا الی مصحف او
سیف مطلقا او شمع او سراج او نار توقد لان المجوس انما تعبد الجمر لا النار الموقدۃ قنیہ اور مکروہ نہین نماز قرآن کیطرف یا تلوار کیطرف کو مطلق یعنی لٹکی ہوئی ہو
یا رکھی ہوئی ہو یا نماز پڑھنا موم کی بتی کیطرف یا چراغ کیطرف یا آگ کیطرف جو روشن ہو اسلیے کہ آتش پرست عبادت چنگاری کی کرتے ہین نہ جلتی آگ کی
کذا فی القنیہ ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ جلتی اور چراغ اور آگ تینون کی علت ہے اور آگ سے مراد وہ ہے جسمین صرف شعلہ ہو اور ہندی آگ نہو تا اگر کوئلہ یا چنگاری
بھی ہوگی تو خالی کراہت سے نہین کذا فی الغایہ او علی بساط فیہ تماثیل ان لم یسجد علیہا الماتن یا مکروہ نہین نماز اُس فرش پر جسمین تصویرین ہون بشرطیکہ
تصویرون پر سجدہ نکرے مکروہ نہین بسبب اس وجہ کے کہ پیشتر گذری یعنی فرش پر تصویر کا ہونا اُسکی ذلت کا باعث ہے فروع مسائل لحقۃ شارح کے
یکرہ اشتمال الصماء والاعتجار والتلثم والتختم مکروہ ہے اشتمال صما یعنی چادر کو بدن مین سر سے پانون تک ایسی طرح لپیٹنا کہ کہین سے ہاتھ باہر نہ نکلے اور مکروہ ہے اعتجار
یعنی دوپٹہ یا پگڑی کو سر سے باندھنا اسطرح کہ بیچ مین سے سر کھلا رہے اور وجہ کراہت ان دونون امر کی یہ ہے کہ حدیث مین ان سے نہی وارد ہے اسلیے کراہت تحریمی
معلوم ہوتی ہے کذا فی الشامی اور مکروہ ہے ڈھاٹا باندھنا اسطرح کہ ناک اور منہ ڈھک جاے کیونکہ آتش پرست آگ کی عبادت کیوقت ایسا ہی کرتے ہین اور مکروہ
ہے ڈر کی سانس کے ساتھ رینٹھ لکالنا ہم تختم بتاے فوقانیہ و نون و خاے معجمہ ہے اور بعض نسخون مین تختم ہے یعنی انگوٹھی کا پہننا نماز مین عمل قلیل کے ساتھ مکروہ ہے
طحطاوی نے ابو السعود سے نقل کیا کہ ڈھاٹے کا باندھنا مکروہ تحریمی ہے اور رخ خر کر کے رینٹھ لکالنے کا حکم مثل کھنکھارنے کے ہے چنانچہ اسکی تفصیل گذر چکی کذا فی الشامی
وکل عمل قلیل بلا عذر کتعرض القملۃ قبل الاذی اخذ مکروہ تنزیہی ہے ہر عمل قلیل بدون عذر کے مثلاً جون کا مارڈالنا پہلے کاٹنے کے و ترک کل سنۃ و مستحب اور

تو اگر عذر سے یا بھول کر پھیلاویگا تو مکروہ نہوگا اور دونون پانون پانون کے پھیلانے کا اور بالغ اور لڑکا اس حکم مین برابر ہین شامی
نے کہا کہ وجہ کراہت کو بے ادبی قرار دینے سے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ کراہت تنزیہی ہو مگر آگے آویگا کہ قبلہ کیطرف پانون پھیلانے سے آدمی کی گواہی قبول
نہین ہوتی اس سے معلوم ہوتا ہی کہ کراہت تحریمی ہی او الی مصحف او شئی من الکتب الشرعیۃ الا ان یکون علی موضع مرتفع عن المحاذاۃ
فلا یکرہ قالہ الکمال یا مکروہ ہی پانون پھیلانا قرآن مجید کے یا کسی کتاب شرعی کیطرف یعنی تفسیر وحدیث و فقہ اور انکے اصول کی کتاب کیطرف مگر یہ کہ کتاب
موصوف کسی اونچی جگہ پر ہو پانون کی سیدھ سے تو پانون پھیلانا مکروہ نہوگا کہا ہی اسکو کمال الدین محقق نے شامی نے کہا کہ ظاہر اگر کتاب بہت دور
رکھی ہو تب بھی کراہت نہوگی کما کرہ غلق باب المسجد الا لخوف علی متاعہ بہ یفتی اور جیسے مکروہ ہی قفل لگانا مسجد کے دروازہ کو مگر اپنے اسباب کے ڈرسے اگر قفل
لگادے تو مکروہ نہین اسی پر فتویٰ ہی ہم شامی نے کہا کہ غلق کی جگہ اغلاق کہنا چاہیے تھا کیونکہ قاموس مین ہی کہ غلق باب لغت خراب ہی اغلاق باب فصیح ہی اور وجہ
کراہت یہ ہی کہ دروازہ بند کرنے سے نمازیون کو نماز سے روکنا پایا جائیگا حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی (ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ) اور خوف
متاع کی صورت مین بھی اوقات نماز مین بند کرنا مکروہ ہوگا کذا فی البحر وکرہ تحریما الوطی فوقہ والبول والتغوط لانہ مسجد الی عنان السماء واتخاذہ طریقا بغیر عذر
وصرح فی القنیۃ بفسقہ باعتیادہ اور مکروہ تحریمی ہی صحبت کرنا مسجد کی چھت پر اور بول و براز کرنا اسلیے کہ وہ مسجد ہی تحت الثریٰ سے لیکر آسمان کی سطح تک اور
مکروہ ہی ٹھہرا دینا مسجد کو راستہ بدون عذر کے اور قنیہ مین تصریح کی ہی آدمی کے فاسق ہوجانے کی مسجد کو راستہ بنا لینے کی عادت کرنے سے یعنے اگر عادت
کریگا کہ راستہ مسجد ہی مین ہو کر چلے تو فاسق ہوجائیگا وادخال نجاسۃ فیہ وعلیہ فلا یجوز الاستصباح بدہن نجس فیہ ولا تطیینہ بنجس ولا البول والفصد
فیہ ولو فی اناء مکروہ ہی اندر لیجانا نجاست کا مسجد مین اور اس بنا پر متفرع ہوا کہ جائز نہین چراغ جلانا ناپاک تیل سے مسجد کے اندر اور نہ استرکاری کرنا مسجد کا ناپاک
گارے سے اور نہ پیشاب کرنا اور فصد کھلوانا اگرچہ برتن کے اندر پیشاب اور خون لیا جاے ہم فتاوے عالمگیری مین ہی کہ جس آدمی کے بدن پر نجاست
لگی ہو وہ مسجد کے اندر نجاوے اور جس گارے مین ناپاک پانی پڑا ہوا اس سے مسجد کا لیسنا مکروہ ہی ویحرم ادخال صبیان ومجانین حیث غلب تنجیسہم والا فیکرہ اور
حرام ہی داخل کرنا لڑکون اور مجنونون کا مسجد مین جبکہ گمان غالب ہو کہ مسجد کو ناپاک کردینگے اور اگر ایسا نہو تو اندر لیجانا انکا مکروہ ہی ہم شامی نے کہا کہ مراد حرام
ہونے سے مکروہ تحریمی ہی اور وجہ اندر نہ لیجانے لڑکون اور دیوانون کی یہ ہی کہ حدیث مرفوع مین آچکا ہی کہ اپنے مساجد کو لڑکون اور دیوانون اور بیع وشرا
اور شور وغل اور شمشیر کشی اور اقامت حدود سے علیحدہ رکھو اور جمعون مین انکو خوشبو سلگا کر معطر کرو کذا فی البحر اس سے معلوم ہوا کہ درصورت گمان نجس نہونے کے لڑکون
کا لیجانا مکروہ تنزیہی ہی وینبغی لداخلہ تعاہد نعلہ وخفہ وصلوتہ فیہما افضل اور مسجد مین جانے والے کو چاہیے دیکھ بھال لینا اپنے جوتے اور موزہ کو کہ آلودہ نجاست تو نہین
اور نماز پڑھنا نمازی کا جوتون اور موزون کو پہن کر بشرطیکہ طاہر ہون افضل ہی ہم وجہ افضلیت یہ ہی کہ طبرانی نے حدیث روایت کی ہی کہ نماز پڑھو جوتون
کو پہن کر اور یہود کی مشابہت مت کرو شامی نے کہا کہ عمدۃ المفتی مین ہی کہ جوتا پہن کر مسجد مین جانا اس زمانہ کے عرف مین داخل بے ادبی ہی اور خوف
مسجد کی فرش کے آلودگی کا بھی ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین یہ خوف نتھا کیونکہ مسجد شریف مین اسوقت کنکرین بچھی ہوئی تھین لا یکرہ
ما ذکر فوق بیت جعل فیہ مسجد بل ولا فیہ لانہ لیس مسجدا شرعا مکروہ نہین اشیاء مذکورہ یعنے جماع اور بول اور براز اس گھر کی چھت پر جسمین نماز پڑھنے کی جگہ
بنائی گئی ہی بلکہ خود اس جگہ مین یہ چیزین مکروہ نہین اسلیے کہ وہ مسجد شرعی نہین ہم یعنی مسجد شرعی وقف اور اذان عام سے ہوتی ہی اور گھر مین ایک جگہ
لیپ پوت کر نماز کے لیے کر لینے سے مسجد نہین ہوجاتی واما المتخذ لصلوۃ جنازۃ او عید فہو مسجد فی حق جواز الاقتداء وان انفصل الصفوف رفقا
بالناس لا فی حق غیرہ بہ یفتی نہایۃ اور وہ مکان جو نماز جنازہ یا عید کے لیے مقرر کیا جاے سو وہ مسجد ہی اقتدا کے درست ہونے کے حق مین اگرچہ
صفون مین انفصال ہو جواز اقتدا مین انکو مسجد اسلیے قرار دیا گیا کہ لوگون پر آسانی ہو مکان مذکور مسجد نہین ہی جواز اقتدا کے سوا دوسری چیزون کے

اور کون زیادہ ظالم اس سے کہ منع کرے مسجد میں اسکا نام لیے جانے سے ۱۲

مین بعد بیت المقدس کے جامع مسجدون کو اور انکے محلہ کی مسجدون کو اور انکے بعد شارع عام کی مسجدون کو لکھا ہے اور شارع عام کی مسجدون سے وہ مسجدین
مراد ہین جنکا امام اور موذن معین نہین اور جامع مسجدون سے یہ غرض ہے کہ جنمین وسعت زیادہ اور جماعت بہت ہوتی ہو اور انمین سے افضل وہ ہے
جو زیادہ قدیم ہو جیسے مسجد قبا ہے پھر وہ جسمین جماعت زیادہ ہوتی ہو پھر وہ جو قریب تر ہو کذا فی الشامی ومسجد استاذہ لدرسہ او لسماع الاخبار افضل اتفاقا اور مسجد
اپنے استاد کی اس سے پڑھنے کے لیے یا حدیث سننے کے کیواسطے افضل ہے یعنے قدیم تر اور اعظم اور اقرب سے بالاتفاق اسلیے کہ اسمین دو ثواب ہین ایک
جماعت دوسرے تحصیل علم ومسجد حیہ افضل من الجامع اور مسجد نمازی کے محلہ کی افضل ہے مسجد جامع سے م شامی نے کہا کہ مسجد جامع سے مراد یہ ہے کہ جسکی
جماعت بہ نسبت محلہ کی مسجد کے زیادہ ہوتی ہو بلکہ خانیہ مین ہے کہ اگر محلہ کی مسجد مین کوئی موذن نہو تو نمازی اسمین جاکر اذان کہے اور نماز پڑھے اگرچہ تنہا ہو
اسلیے کہ محلہ کی مسجد کا اسکے ذمہ حق ہے اور اگر محلہ مین دو مسجدین ہون تو جو پیشتر بنی ہو اسمین جاے اگر فاصلہ برابر ہو ورنہ قریب کی مسجد مین جاے والصحیح
ان ما الحق بمسجد المدینۃ لحق بہ فی الفضیلۃ نعم تحری الاول اولی وہو مائۃ فی مائۃ ذراع ذکرہ ملا علی فے شرح لباب المناسک اور صحیح یہ ہے کہ مسجد مدینہ منورہ مین جسقدر
لاحق کی گئی ہے وہ ثواب مین اصل مسجد کے ساتھ لحق ہے یعنے مقدار لاحق مین بھی ایک نماز کا ثواب ہزار کی برابر ہے ہان اول مسجد کی اٹکل کرنی بہتر ہے اور
اصل مسجد سو ہاتھ کا طول اور اتنا ہی عرض ہے ذکر کیا ہے اسکو ملا علی قاری نے لباب المناسک کی شرح مین ہم اندنون مین اصل مسجد کی شناخت کے لیے
سلطان روم مرحوم نے ستونون پر لکھوا دیا ہے تاکہ ہر شخص سہولت سے تمیز کرلے کہ مسجد مبارک اسقدر تھی اور اس مسئلہ کا ذکر شروط صلوۃ مین قبلہ کی بحث
سے پیشتر گذر چکا وہان دیکھنا چاہیے ویحرم فیہا السوال ویکرہ الاعطاء مطلقا وقیل ان تخطی اور حرام ہے مسجد مین سوال کرنا اور مکروہ ہے سائل کو مسجد مین
دینا ہر حال مین اور بعض نے کہا کہ اگر سائل گردنون پر لوگون کی پھلانگے تو مکروہ ہے ورنہ مکروہ نہین ہم شارح نے باب الحظر والاباحۃ مین اسی پچھلے قول پر اکتفا
کیا ہے چنانچہ کہا کہ مکروہ ہے سائل مسجد کو دینا مگر جسوقت کہ وہ لوگون کی گردنین نہ پھلانگے قول مختار مین اسلیے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی انگوٹھی نماز کے
اندر دی اللہ تعالی نے انکی تعریف کی اس آیت مین ویؤتون الزکوۃ وہم راکعون یعنے دیتے مین خیرات اسوقت مین کہ وہ رکوع کرتے ہون کذا فی الطحطاوی
والنشاد ضالۃ او شعر الا ما فیہ ذکر اور مکروہ ہے کھوئی چیز کا تلاش کرنا مسجد مین اور مکروہ ہے مسجد مین شعر پڑھنا مگر جن اشعار مین ذکر ہو انکا پڑھنا مکروہ نہین
ہم گم ہوئی چیز کا مسجد مین تلاش کرنا اسلیے مکروہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسیکو دیکھو کہ مسجد مین گم ہوئی چیز کو ڈھونڈھتا ہے تو کہو کہ
خدا تعالی اسکو تجھپر واپس نکرے یعنی خدا کرے کہ تجھکو وہ چیز نملے اور ابو اللیث سمرقندی نے شعر مین یہ تفصیل کی کہ اگر اشعار مین وعظ اور خدا تعالی کی نعمتون
اور حکمتون کا ذکر اور متقیون کی صفت کا بیان ہو تو انکا پڑھنا بہتر ہے اور اگر انمین ذکر زمانون اور امتون کا ہو تو مباح ہے اور اگر کسی مسلمان کی ہجو یا بیہودہ
کی باتین ہون تو حرام ہے اور اگر خط وخال کا وصف ہو تو پڑھنا مکروہ ہے اور ابو داؤد اور ترمذی کی حدیث مسجد مین شعر خوانی کی ممانعت کی برے اشعار پر
محمول ہے کذا فی الشامی ورفع صوت بذکر الا للمتفقہۃ اور مکروہ ہے مسجد مین بلند کرنا آواز کا ذکر سے مگر فقہ سیکھنے سکھانے والونکو آواز کا بلند کرنا مکروہ نہین م ذکر
جہری مین قید اس بات کی ہونی چاہیے کہ جسمین خوف ریا یا نمازیون کی ایذا کا ہو اور اگر انسے خالی ہو تو بعض علما کے نزدیک ذکر جہری ہی افضل ہے اسلیے کہ اسکا
فائدہ سننے والون کو بھی ہوتا ہے اور خود ذکر کرنیوالا بیدار دل رہتا ہے اور نشاط زیادہ پاتا ہے اور اکثر علما ذکر خفی کو ترجیح دیتے ہین اسوجہ سے کہ حدیث مین وارد
ہے الذکر الخفی یعنے بہتر ذکر آہستہ ذکر کرنا ہے کذا فی الطحطاوی والشامی بتصرف والوضوء الا فیما اعد لذلک اور مکروہ ہے مسجد کے اندر وضو کرنا اسلیے کہ اسکے پانی سے
گھن آتی ہے کہ اکثر تھوک اور رینٹ سے خالی نہین ہوتا کذا فی الشامی مگر وضو کرنا اس مقام مین جو وضو کے لیے بنایا گیا ہو مکروہ نہین طحطاوی نے کہا کہ یہی
حکم بدون جنابت کے نہانے کا ہے وغرس الاشجار الا لنفع کتقلیل نز نکون للمسجد اور مکروہ ہے مسجد مین درختون کا لگانا مگر کسی نفع کے لیے مکروہ نہین
جیسے کم کرنا رطوبت کا اور وہ درخت یعنی انکی لکڑی اور پھل مسجد کا ہو گا م نز بفتح نون وتشدید زا یعنی زمین کی رطوبت کو کم کرنے ہین

آتا ہے اور نفل کے معنی لغت مین زیادتی کے ہین اور شرعاً نفل اُس عبادت کو کہتے ہین جسکے کرنے سے ثواب ہوا اور نکرنے سے عذاب نہو کل سنۃ نافلۃ ولا عکس
ہر سنت نفل ہے اور اسکا الٹا نہین یعنی ہر نفل سنت نہین ہوتی یہ جملہ شارح نے اسلیے بیان کیا کہ اس باب مین ذکر سنتون کا بھی ہے حالانکہ عنوان مین صرف
وتر اور نوافل مذکور ہین سنتون کی تصریح نہین کی تو تصریح نکرنے کا عذر کردیا کہ سنتین نفل ہوتی ہین ہو فرض عملا و واجب اعتقادا و سنۃ ثبوتا لہذا وفقوا بین
الروایات وتر فرض ہے عمل کے لحاظ سے اور واجب ہے اعتقاد کے اعتبار سے اور سنت ہے ثبوت کی راہ سے اسطرح سے توفیق کی ہے فقہا نے روایتون مین عملا فرض ہے
اسکے یہ معنی کہ عمل مین اسکا حال فرائض کا سا ہوتا ہے کہ چھوڑنے سے گناہگار ہوتا اور اسکے قضا اور ترتیب کا واجب ہونا جیسے فرضون مین ہے ویسی ہی وتر مین ہے اور
اعتقاداً واجب ہونے کے یہ معنی کہ اسکے واجب ہونے کا اعتقاد پر ضرور ہے اور ثبوتاً سنت ہونے سے یہ غرض کہ ثبوت اسکا حدیث سے ہے نہ قرآن سے چنانچہ مسلم نے
روایت کی کہ اوتروا قبل ان تصبحوا یعنی وتر پڑھو پہلے اس سے کہ صبح کرو اور امر وجوب کے لیے ہوتا ہے تو اس حدیث سے وجوب وتر کا ثابت ہوا اور توفیق بین الروایات
سے یہ مراد کہ امام اعظمؒ سے وتر کے باب مین تین روایتین مروی ہین ایک فرض ہونیکی دوسرے واجب ہونیکی تیسری سنت ہونیکی تو انکی تطبیق اسطرح ہوئی کہ فرض عمل کی راہ
سے ہے اور واجب اعتقاد کی راہ سے اور سنت ثبوت کی راہ سے کذا فی الشامی لتقطادہ علیہ فلا یکفر بضم فسکون ای لا ینسب الی الکفر جاحدہ اور اس توفیق پر یہ متفرع
ہوا کہ کافر نہ کہا جائیگا منکر وتر کا شارح نے کہا کہ لا یکفر بضم تحتانی اور سکون کاف ہے یعنی منسوب بکفر نہین ہوتا اور ضمیر علیہ کی محشیون نے توفیق کیطرف پھیری ہے
اور ماتن نے شرح منح الغفار مین فلا یکفر کو تفریع وتر کے فرض عملی ہونیکی قرار دیا ہے وتذکرہ فی الفجر مفسد لہ کعکسہ بشرطہ خلافا لہما ولکنہ یقضی ولا یصح قاعداً ولا
راکبا اتفاقا اور دوسری تفریع وتر کے فرض عملی ہونے پر یہ ہے کہ فجر کے فرضون مین اسکا یاد آنا صاحب ترتیب کی فجر کا مفسد ہے مثل اسکے عکس کے یعنی اگر وتر
مین یاد ہو گا کہ کوئی نماز ذمہ پر ہے تو وتر فاسد ہونگے بموجب شرط فساد کے یعنی جبکہ وقت تنگ نہو اور نمازین چھ نہو گئی ہون کہ ان صورتون مین ترتیب
ساقط ہو جاتی ہے اور نماز فاسد نہین ہوتی بخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک وترون کے یاد ہونے سے فجر کی نماز فاسد نہین ہوتی کیونکہ وتر انکے نزدیک
سنت ہین لیکن وتر قضا کیے جاتے ہین اور بیٹھ کر اور سوار ہو کر درست نہین ہوتے بالاتفاق یعنی ہر چند سنتون کی قضا نہین اور بیٹھ کر اور سواری پر جائز
ہین مگر صاحبینؒ کے نزدیک وتر باوجود سنت ہونے کے ان باتون مین سنت سے علٰحدہ ہین وہو ثلث رکعات بتسلیمۃ کالمغرب حتی لو نسی القعود لا یعود ولو عاد
ینبغی الفساد کما سیجئ وتر تین رکعتین ہین ایک سلام سے مثل نماز مغرب کے یہانتک کہ اگر بیچ کے قعدہ کو بھول کر کھڑا ہو گیا تو پھر نہ بیٹھے اور اگر پھر بیٹھ جائیگا تو چاہیے
کہ نماز فاسد ہو جاوے چنانچہ آگے آویگا مثل مغرب سے یہ معلوم ہوا کہ بیچ کا قاعدہ واجب ہے اسمین درود نہ پڑھے اور نماز کے فاسد ہونے کی یہ وجہ ہے کہ قیام
فرض کو چھوڑ کر واجب کے لیے بیٹھنا نہین چاہیے اور نماز نفل مین چونکہ ہر دوگانہ علٰحدہ نماز ہے اسلیے اگر کھڑا بھی ہو جائے تب بھی بیٹھ جائے کذا فی الطحطاوی ولکنہ یقرا
فی کل رکعۃ منہ فاتحۃ الکتاب وسورۃ احتیاطا وتر مثل مغرب کے ہین لیکن نمازی اسکی ہر رکعت مین الحمد اور ایک سورہ یا تین آیتین احتیاطاً پڑھے
وجہ احتیاط کی یہ ہے کہ صاحبینؒ وتر کے سنت ہونیکے قائل ہین تو اس لحاظ سے احتیاط اسکی مقتضی ہے کہ سب رکعتون مین قراءت پڑھی جاوے والسنۃ السور الثلث
وزیادۃ المعوذتین لم یختارہا الجمہور اور مسنون تین سورتین ہین یعنی اول مین سورہ اعلٰی اور دوسری مین سورہ کافرون اور تیسری مین اخلاص اور زیادتی معوذتین
کو جمہور فقہا نے پسند نہین کیا یعنی تیسری رکعت مین بعد سورہ اخلاص کے سورہ فلق اور ناس پڑھنا مختار نہین ویکبر قبل رکوع ثالثتہ رافعا یدیہ کما مر ثم یقنت قیل
کالداعی وقنت فیہ اور اللہ اکبر کہے پہلے تیسری رکعت کے رکوع کرنیکے اپنے دونون ہاتھون کو اٹھا کر جیسا کہ گذرا یعنی تکبیر تحریمہ کیطرح کانون تک ہاتھ اٹھا دے پھر ہاتھ باندھ لے
اور بعض نے کہا کہ کھلے رکھے دعا مانگنے والے کیطرح یعنی چھاتی تک اٹھادے اور ہتھیلیان آسمان کیطرف رکھے یہ قول امام ابو یوسف کا ہے اور ضعیف ہے اور دعا کرے
اسمین ہم شامی نے کہا کہ ضمیر فیہ کی وتر کیطرف ہے یا قبل الرکوع کے ویسن الدعاء المشہور ویصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بہ یفتی اور مسنون ہے دعا مشہور اور درود پڑھے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم پر اسی پر فتوی ہے اور دعاء قنوت مشہور یہ ہے اللہم انا نستعینک ونستغفرک ونؤمن بک ونتوکل علیک ونثنی علیک الخیر ونشکرک ولا نکفرک ونخلع

نماز میں عرب کے چند قبیلوں پر جنھوں نے ستر قاریوں کو مار ڈالا تھا رکوع کے بعد دعا بد فرماتے تھے جب آپ نے اثر فتح پائی تو دعا کو ترک فرمایا اس
سے معلوم ہوا کہ منسوخ ہو گئی کذا فی الامداد و طحطاوی نے کہا کہ مصیبت کے وقت میں اب بھی فجر کی نماز میں اگر کوئی دعا پڑھے تو کچھ مضائقہ نہیں **ولو نسیہ ای
القنوت ثم تذکرہ فی الرکوع لا یقنت فیہ لفوات محلہ ولا یعود الی القیام فی الاصح لان فیہ رفض الفرض للواجب** اور اگر نمازی قنوت کو بھول گیا پھر
رکوع میں اسکو یاد کیا تو رکوع میں اسکو نہ پڑھے بسبب جاتے رہنے اسکے محل کے یعنی اسکا پڑھنا محض قیام میں تھا وہ جاتا رہا اور نہ رجوع کرے قیام کیطرف صحیح
روایت میں یعنی رکوع کو چھوڑ کر قنوت پڑھنے کے لیے پھر نہ کھڑا ہو اسلیے کہ اسمیں قنوت واجب کے لیے فرض رکوع کو چھوڑنا ہے ہم دوسری روایت امام سے یہ ہے کہ
پھر قیام کرکے قنوت پڑھے اور دوبارہ رکوع کرے مگر صحیح تر پہلی روایت ہے **فان عاد الیہ وقنت ولم یعد الرکوع لم تفسد صلوتہ لکون رکوعہ بعد قراءۃ تامۃ
وسجد للسہو قنت او لا لزوالہ عن محلہ** پس اگر نمازی نے قیام کیطرف عود کیا اور قنوت پڑھ کر دوبارہ رکوع نکیا تو اسکی نماز فاسد نہو گی بسبب ہونے اسکے رکوع
سابق کے پوری قراءت کے بعد اور سجدہ کرے سہو کا قنوت پڑھا ہو یا نہ پڑھا ہو بسبب ٹل جانے قنوت کے اپنی جگہ سے ہم اس مسئلہ کی چار صورتیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ
رکوع میں قنوت پڑھا دوسری یہ کہ رکوع سے سر اٹھا کر پڑھا اور رکوع پھر سے کیا تیسری یہ کہ سر اٹھا کر پڑھا اور رکوع دوبارہ نکیا چوتھی یہ کہ بالکل قنوت نہ پڑھا اور رکوع
میں نماز سے کھڑا ہو کر تو چاروں صورتوں میں سجدہ سہو واجب ہے کہ قنوت اپنی جگہ پر نہ رہا کذا فی الحلبی **رکع الامام قبل فراغ المقتدی من القنوت قطعہ وتابعہ ولو لم یقرء منہ
شیئا ترکہ ان خاف فوت الرکوع معہ بخلاف التشہد لان المخالفۃ فیما ہو من الارکان او الشرائط مفسدۃ لا فی غیرہا** اور امام نے رکوع کیا پیشتر مقتدی کے فارغ ہونیکے قنوت سے
تو مقتدی باقی قنوت کو ترک کرے اور امام کی پیروی کرے اور اگر مقتدی نے قنوت میں سے کچھ نہ پڑھا ہو تو قنوت کو ترک کرے اگر ڈرے کہ امام کے ساتھ رکوع نملیگا بخلاف تشہد کے
یعنی اگر تشہد کچھ باقی رہ گیا ہو تو اسکو پورا کرکے امام کی متابعت کرے قنوت کو ترک کرے اسلیے کہ امام کی مخالفت ان امور میں کہ ارکان ہیں یا شرائط نماز کی مفسد ہے غیر ارکان و شرائط
میں مخالفت کرنی کذا فی الدرر ہم شامی نے کہا کہ یہ تعلیل رکیک ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ متابعت مذکورہ فرض ہے حالانکہ متابعت بدون تاخیر ان فرائض و واجبات میں جب
ہے جہاں کوئی دوسرا واجب پیش نہو تو وجہ فرق تشہد اور قنوت میں یہ کہنی چاہیے کہ قنوت کا پڑھنا سنت ہے اور رکوع میں امام کی متابعت واجب تو جب ولے سنت میں خوف
ترک واجب کا ہو تو سنت کو ترک کرنا چاہیے اور تشہد کا پورا کرنا واجب ہے اور امام کی متابعت بھی واجب تو ایک واجب کے لیے دوسرے کو چھوڑنا ضرور نہیں **قنت فی اولی
الوتر او ثانیتہ سہوا لم یقنت فی ثالثتہ ولو شک انہ فی ثانیتہ او ثالثتہ کررہ مع القعود فی الاصح والفرق ان الساہی قنت علی انہ موضع القنوت فلا یتکرر بخلاف الشاک ورجح الحلبی
تکرارہ لہما** نمازی نے وتر کی پہلی رکعت یا دوسری میں بھولکر قنوت پڑھ لیا تو وہ تیسری رکعت میں قنوت نہ پڑھے اور اگر اسے شک کیا کہ وہ وتر کی دوسری رکعت پڑھتا ہے یا
تیسری میں ہے تو قنوت کو مکرر کرے بیٹھنے کے ساتھ صحیح تر قول میں یعنی قنوت پڑھ کر قعدہ کرے پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت اور پڑھے اور اسمیں قنوت پڑھے کیونکہ دونوں رکعتوں پر
احتمال ہے کہ تیسری ہو اور فرق یہ ہے کہ بھولنے والے نے قنوت پڑھا اس خیال سے کہ مقام قنوت کا وہی ہے اسلیے اب قنوت مکرر نہو گا بخلاف شک کرنیوالے کے اور حلبی نے
ترجیح دی ہے مکرر قنوت پڑھنے کی دونوں یعنی بھولنے اور شک کرنیوالے کو ہم شامی نے کہا کہ حلیہ اور بحر الرائق میں بھی موافق حلبی کے قول کے ہے **والمسبوق یقنت مع امامہ
فقط ویصیر مدرکا بادراک رکوع الثالثۃ** اور مسبوق صرف قنوت پڑھے اپنے امام کے ساتھ کیونکہ اسکی آخر نماز وہی ہے اور جب ایکبار امام کے ساتھ پڑھ چکا تو دوبارہ پڑھنا
مشروع نہیں اور ہو جاویگا پانیوالا قنوت کا تیسری رکعت وتر کی رکوع پانے سے یعنی جب مسبوق نے تیسری رکعت کا رکوع پایا تو کل رکعت اسکو ملگئی اب باقی دو رکعتوں میں
اگر قنوت پڑھیگا تو بے جگہ ٹھہریگا اسلیے کہ اسکی جگہ تیسری رکعت ہے جو ہو چکی کذا فی الطحطاوی **ولا یقنت لغیرہ الا لنازلۃ فیقنت الامام فی الجہریۃ وقیل فی الکل**
اور قنوت نہ پڑھے وتر کے سوا دوسری نماز میں مگر کسی مصیبت کے وقت کہ امام قنوت پڑھے جہری نمازوں میں اور بعض فقہا کا قول یہ ہے کہ سب نمازوں میں پڑھے
جہری ہوں یا سری ہم نماز جہری میں قنوت پڑھنا بحر الرائق میں شرح نقایہ سے مذکور ہے مگر اشباہ میں غایہ سے منقول ہے کہ مصیبت کے وقت امام نماز فجر میں قنوت پڑھے اور عبارت
شارح منیہ سے بھی بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ حنفیوں کے نزدیک قنوت مصیبت کا خاص فجر کی نماز میں ہے نہ اور کسی نماز جہری یا سری میں بلکہ سری نماز میں تو بجز امام شافعی کے اور کوئی

شمار کیجاویگی سنت موکدہ مستحب سے ادا ہوجاویگی دونون ایک سلام سے کمال نے پسند کیا ہی کہ ابن ہمام کمال الدین نے فتح القدیر مین ذکر کیا ہی کہ چار رکعتین جو بعد ظہر
کے مستحب ہین اسمین اختلاف ہی کہ وہ چار دن جداگانہ مستحب ہین سوا دو رکعت سنت موکدہ کے یا انکے ساتھ شمار کیجاتی ہین پھر اگر مع سنت موکدہ کے ملکر چار شمار
ہوتی ہین تو انکے ساتھ ایک ہی سلام مین ادا ہوجاتی ہین یا نہین تو اکثر علما نے یہ کہا ہی کہ ایک سلام سے دونون ادا نہونگی اور خود کمال الدین نے یہ اختیار کیا ہی کہ جب تامی
چار رکعتین ایک سلام خواہ دو سے پڑھیگا تو وہ سنت موکدہ اور مستحب دونون سے کافی ہونگی کذا فی الشامی وحرر اباحۃ رکعتین خفیفتین قبل المغرب واقرہ فی البحر والمصنف اور
کمال الدین نے نہایت عمدہ تنقیح کے ساتھ ثابت کیا ہی مباح ہونا دو ہلکی سی رکعتون کا مغرب سے پیشتر اور ثابت رکھا ہی اسکو بحر الرائق مین اور مصنف نے ہم حاصل تقریر کمال کا یہ ہی
کہ قبل مغرب کے دو رکعتین نہ مستحب ہین نہ مکروہ بلکہ اختصار کے ساتھ اگر پڑھی جائین تو مباح ہین کذا فی الشامی ملتقطا والسنن اکدہا سنۃ الفجر اتفاقا ثم الاربع قبل الظہر
فی الاصح لحدیث من ترکہا لم تنلہ شفاعتی ثم الکل سواء اور سنتون مین موکد زیادہ فجر کی سنتین ہین بالاتفاق پھر چار ظہر کے پہلے کی صحیح تر قول مین بسبب اس حدیث کے کہ جو کوئی
ظہر کی سنتون کو چھوڑ دیگا نہین پہونچیگی اسکو میری شفاعت پھر سب سنتین برابر ہین ہم فجر کی سنتین زیادہ موکد اسلیے ہوئین کہ صحیحین مین حضرت عائشہ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کسی نفل نماز کی اتنی خبرگیری نفرماتے جتنی فجر کی دو رکعتون کی فرماتے کذا فی الشامی طحطاوی نے کہا کہ عدم شفاعت سے مراد غالبا شفاعت خاص ہی جو زیادتی
درجات کے لیے ہوگی ورنہ شفاعت عظمی تو سبکے لیے عام ہوگی وقیل لوجوبہا فلا تجوز صلوتہا قاعدا ولا راکبا اتفاقا بلا عذر علی الاصح اور بعض فقہا نے سنت فجر کے
واجب ہونیکو کہا ہی تو نہین جائز ہی پڑھنا اسکا بیٹھکر اور سواری کی حالت مین بالاتفاق بدون عذر کے صحیح تر قول کے بموجب ہم واجب ہونیکی صورت مین بیٹھکر اور سواری پر ناجائز
ہونا ظاہر ہی اور سنت موکدہ کہنے کی صورت مین اسلیے ناجائز ہی کہ یہ سنتین ہم پلہ واجب ہین کذا فی الطحطاوی ولا یجوز ترکہا لعالم صار مرجعا فی الفتاوی بخلاف
باقی السنن فلہ ترکہا لحاجۃ الناس الی فتواہ اور نہین جائز ہی چھوڑنا فجر کی سنتون کا اس عالم کو جسکے پاس سب لوگ فتوی پوچھنے آتے ہون بخلاف باقی سنتون کے
کہ اسکو انکا ترک کرنا درست ہی بسبب حاجت لوگونکے اسکے فتوی کیطرف ہم شامی نے کہا کہ اسکے معنی یہ ہین کہ فتوی دینے کی حالت مین لوگونکے ہجوم کے باعث اور سنتونکو
ترک کردے اور بعد فراغت پانیکے پڑھلے جیسے جماعت کے فوت ہونیکے خوف سے ترک درست ہی ویخشی الکفر علی منکرہا اور خوف کفر ہی سنت فجر کے منکر پر یعنی جو کوئی
مشروعیت کا منکر ہو بوجہ کسی شبہہ یا تاویل کے ورنہ قطعا کافر ہوگا کہ جس چیز پر اجماع ہی اسکا منکر ہونا کفر ہی کذا فی الشامی وتقضی اذا فاتت معہ بخلاف الباقی اور سنت فجر
قضا پڑھی جائے جبکہ فوت ہوگئی ہون فرض کے ساتھ بخلاف باقی سنتونکے کہ انکی قضا نہین ہم شامی نے کہا کہ وقت قضا ان سنتونکا زوال سے پیشتر ہی تو بعد زوال قضا نہ پڑھی
جائین اگرچہ فرض کے ساتھ ہون اور اگر تنہا فوت ہوئی ہون تو طلوع آفتاب سے پیشتر انکی قضا نچاہیے ولو صلی رکعتین مقطوعا مع ظن ان التحریم بطلع فاذا ہو طالع او صلی اربعا
فوقع رکعتان بعد طلوعہ لا تجزیہ عن رکعتیہا علی الاصح تجنیس لان السنۃ ما واظب علیہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم بتحریمۃ مبتدأۃ اور اگر نماز پڑھی دو رکعتین نفل اس گمان سے کہ فجر نہین
طلوع ہوئی پھر دیکھا تو صبح ہوگئی یا نماز پڑھی چار رکعتین اور دو رکعتین بعد آفتاب نکلنے کے ہوئین تو اسکو دو رکعتون سے فجر کی سنتون کی کافی نہونگی قول اصح پر کذا
فی التجنیس اسلیے کہ سنت وہ ہی جسپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جدا تحریمہ سے مواظبت فرمائی ہی ہم حوالہ تجنیس کا صرف متعلق دوسرے مسئلے سے ہی اور مسئلہ اول
خلاصہ مین مذکور ہی اور علامہ شارح نے دوسرے مسئلہ کی بیان کی ہی اور تجنیس مین پہلے مسئلہ مین سنت فجر سے کافی ہونا لکھا ہی اور نہر الفائق مین اسکی وجہ بیان کیا ہی
کذا فی الشامی وتکرہ الزیادۃ علی اربع فی نفل النہار وعلی ثمان لیلا بتسلیمۃ لانہ لم یرد والافضل فیہما الرباع بتسلیمۃ وقالا فی اللیل المثنی افضل قیل وبہ یفتی
اور مکروہ ہی زیادہ پڑھنا چار رکعتون سے ایک سلام مین دن کی نفلون کو اور آٹھ سے زیادہ رات کی نفلون کو اسلیے کہ اس قدر سے زیادہ حدیث مین وارد نہین
اور افضل رات دن دونون مین چار چار رکعتون کا پڑھنا ہی ایک سلام سے اور صاحبین نے فرمایا کہ دو دو کا پڑھنا افضل ہی کہتے ہین کہ فتوی صاحبین کے ہی قول
پر ہی ہم اس فتوی کو معراج مین عیون کیطرف منسوب کیا ہی اور نہر الفائق مین علامہ قاسم نے امام کے قول کو ترجیح دی ہی کذا فی الشامی مختصرا ولا یصلی علی
النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی القعدۃ الاولی فی الاربع قبل الظہر والجمعۃ وبعدہا ولو صلی ناسیا فعلیہ السہو وقیل لا شمنی اور درود نہ پڑھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

اور خلاصہ مین ہے کہ اگر مشغول ہوا بیع یا شرا یا کھانے مین تو سنتون کو پھر سے پڑھے اور اگر مشغول ہوا ایک لقمہ یا ایک گھونٹ مین تو سنتین باطل نہونگی ولو جئ بطعام
ان خاف ذہاب حلاوتہ او بعضہا تناولہ ثم سنن الا اذا خاف فوت الوقت اور اگر کھانا لایا گیا تو اگر نمازی خوف کرے دور ہونے اسکے مزہ کا یا کچھ
لذت جاتی رہنے کا تو اسکو کھالے پھر سنتین پڑھے مگر جبکہ ڈرے وقت کے جاتے رہنے سے تو اول سنتین پڑھے پھر کھانا کھاوے م یعنے عمل مخالف
نماز کی جہت سے سنتون کو ساقط نہین کرتا چنانچہ کھانے کا بے مزہ ہوجانا ابھی عذر ہے تو اسکے لیے سنتون کو تاخیر کرسکتا ہے ولو اخرہا لآخر الوقت لاتکون سنۃ
وقیل تکون اور اگر سنتون کو موخر کیا آخر وقت تک تو وہ سنتین نہونگی اور ایک قول یہ ہے کہ سنتین ہوجائینگی م شامی نے کہا کہ قول آخر ہی صحیح تر ہے اسلیے کہ پہلا
قول بنی ہے اسپر کہ عمل مخالف کرنیسے سنتین ساقط ہوجاتی ہین اور اصح یہی ہے کہ ساقط نہین ہوتین فرع مسائل التحفۃ شارح کے الاسفار بسنۃ الفجر افضل وقیل لا م خوب چاندنی مین
پڑھنا سنت فجر کا افضل ہے اور ایک قول یہ ہے کہ خوب روشنی مین پڑھنا افضل نہین بلکہ اول وقت پڑھنا افضل ہے م شامی نے کہا کہ موید قول ثانی کا بحر الرائق کا قول ہے خلاصہ سے
منقول ہے کہ فجر کی سنتین مین تین امر مخصوص ہین اول سورہ کافرون اور اخلاص کا پڑھنا دوم انکو اول وقت مین پڑھنا سوم اپنے گھر پر یا مسجد کے دروازہ پر پڑھنا اور
حدیث سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے چنانچہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب آپکو فجر معلوم ہوتی تھی تو اٹھکر دو رکعتین ہلکی سے پڑھتے پھر
داہنی کروٹ پر لیٹ رہتے یہانتک کہ موذن تکبیر کے لیے آپکی خدمت مین آتا اسوقت آپ باہر نکلتے رواہ الشیخان نذر السنن واتی بالمنذور فہو السنۃ وقیل لا نذر کیا سنتونکو پھر ادا
کیا نذر کی نماز کو تو وہ سنت ہی ہوگی اور بعض فقہا نے کہا کہ سنت نہوگی م نہر الفائق مین کہا کہ نذر کے سبب سے اسکا سنت ہونا جاتا رہیگا جیسے کوئی مثلاً ظہر کی سنتونکی نیت کرکے
توڑدے پھر انکو دوبارہ پڑھے تو وہ سنت ہی رہینگی گو توڑنے سے وجوب کا وصف زائد ہوجائیگا اسیطرح یہان وجوب نذر کے سبب سے ہوا ہے اصلی واجب نہین کہ سنت نہین اراد
النوافل بنذرہا ثم اصلیہا وقیل لا ارادہ کیا نوافل کا تو انکو نذر کرنے پھر پڑھنے اور ایک قول یہ ہے کہ نذر نکرے م نفل کی قید سے معلوم ہوا کہ سنتونکو نذر نکرے اور وجہ نذر کرنیکی یہ ہے کہ نفلین
جب نذر کی نماز ہوجائینگی تو انکے پڑھنے سے واجب کا ثواب ملیگا اور قول راجح یہ ہے کہ نذر نکرے اسلیے کہ نذر کے سبب سے عبادتین ثقل اور نفس پر شاق ہونا پایا جائیگا علاوہ اسکے مسلم کی
حدیث مین نذر سے نہی وارد ہے کذا فی الشامی مختصراً ترک السنن ان راہا حقا اثم والا کفر ترک کیا سنتونکو کہ اگر انکو حق سمجھتا ہے تب تو ترک سے گناہگار ہوگا ورنہ کافر ہوجائیگا یعنی حقارت کی
وجہ سے والافضل فی النفل غیر التراویح المنزل الا لخوف شغل عنہا والاصح افضلیۃ ما کان اخشع واخلص اور نماز نفل مین سوا تراویح کے بہتر ہے مکان پر پڑھنا مگر بوجہ مشغول ہوجانے
کے انسے اور صحیح تر قول افضل ہونا اس صورت کا جسمین خشوع اور اخلاص زیادہ ہو م وجہ مکان پر بہتر ہونیکی یہ ہے کہ صحیحین مین مروی ہے کہ بہتر نماز آدمی کی اسکے گھر مین ہے سوا
فرض نماز کے تو اسکی رعایت پر ضرور ہے ہان جسوقت خوف ہو کہ گھر پر اور کامون مین لگ جائیگا اور سنتین یا نفل چھوٹ جائینگی تو اس صورت مین بہتر ہے کہ مسجد مین پڑھے اور اصح یہ ہے
کہ خشوع و اخلاص اگر مسجد مین زیادہ ہوتا ہو تو وہان پڑھے ورنہ گھر پر پڑھے اور تراویح کو اسلیے استثنا کیا کہ وہ جماعت سے پڑھی جاتی ہین اور جماعت مسجد مین ہوتی ہے اسیطرح تحیۃ المسجد
اور نماز سورج گہن کی اور نوافل اعتکاف والیکی اس حکم سے مستثنیٰ ہین کذا فی الشامی وندب رکعتان بعد الوضوء یعنی قبل الجفاف کما فی الشرنبلالیۃ عن المواہب اور مستحب
ہین دو رکعتین بعد وضو کے یعنی قبل اعضا کے خشک ہونے کے چنانچہ شرنبلالیہ مین ہے مواہب سے م اور مثل وضو کے غسل کے بعد بھی دوگانہ مستحب ہے کذا فی الطحطاوی اور
تحیۃ الوضو مین بھی سورہ کافرون اور اخلاص مستحب ہے کذا فی الشامی وندب اربع فصاعدا فی الضحی علی الصحیح من بعد الطلوع الی الزوال ووقتہا المختار بعد ربع النہار
اور مستحب ہین چار رکعتین اور چار سے زیادہ چاشت مین قول صحیح پر طلوع کے بعد سے زوال تک اور اسکا وقت مختار یعنے افضل پہر دن چڑھے کے بعد ہے وفی المنیۃ اقلہا رکعتان
واکثرہا اثنا عشر واوسطہا ثمان وہو افضلہا کما فی الذخائر الاشرفیۃ لثبوتہ بفعلہ وقولہ علیہ الصلوۃ والسلام واما اکثرہا فبقولہ فقط اور منیہ مین ہے کہ کمتر نماز چاشت دو رکعتین
ہین چنانچہ بخاری مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ کو ان دو رکعتونکی وصیت کی کذا فی الشامی اور زیادہ رکعتین چاشت کی بارہ ہین چنانچہ ترمذی اور
نسائی مین بسند ضعیف مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی بارہ رکعتین پڑھیگا اسکے لیے اللہ تعالی جنت مین سونیکا محل تیار کریگا کذا فی الشامی اور اوسط
رکعتین چاشت کی آٹھ ہین اور وہی افضل ہین جیسا کہ ابن الشحنہ کے ذخائر اشرفیہ مین ہے بسبب ثابت ہونے آٹھ رکعتون کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور فعل

کہ دعاء استخارہ کے بعد باطہارت قبلہ رخ سو رہے پس اگر خواب مین سفیدی یا سبزی دیکھے تو اس کام کو کرے کہ اچھا ہے اور اگر سیاہی یا سرخی دیکھے تو نکرے کہ برا ہے کذا فی الشامی

واربع صلوٰۃ التسبیح بثلثمائۃ تسبیحۃ وفضلہا عظیم اور مستحب ہین چار رکعتین صلوٰۃ التسبیح کی تین سو تسبیح کے ساتھہ اور ثواب اسکا بہت ہے صلوٰۃ التسبیح کے پڑھنے کے دو طور احادیث سے ثابت ہین اول جو ترمذی مین بروایت عبد اللہ بن مبارک مروی ہے یہ ہے کہ قبل الحمد کے پندرہ بار سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہے اور بعد سورہ ملانیکے دس بار پھر رکوع مین دس بار پھر قومہ مین دس بار پھر سجدہ مین دس بار پھر جلسہ مین دس بار پھر دوسرے سجدہ مین دس بار اسیطرح چارون رکعتون مین پچھتر پچھتر بار پڑھے کل تین سو دفعہ ہو جاینگے اور حضرت ابن عباس سے اسطرح مروی ہے کہ الحمد سورہ کے بعد پندرہ بار رکوع مین دس بار قومہ مین دس بار سجدہ اول اور جلسہ اور سجدہ دوم مین دس دس بار بعد سجدہ دوم کے دس بار کہکر دوسرے رکعت کو اٹھے پس دونون طور مین اتنا فرق ہے کہ اول مین صرف قیام مین پچیس بار کہنا ہوتا ہے پندرہ بار قراءت سے پیشتر اور دس بار قراءت کے بعد اور دوسرے مین قیام مین پندرہ بار بعد قراءت کے ہے اور دس بار بعد سجدہ دوم کے اور چونکہ حنفی بعد سجدہ دوم کے بیٹھنا مکروہ کہتے ہین اسلیے شرح منیہ اور قنیہ مین اول ہی روایت کو اختیار کیا ہے کہ اسمین حاجت دوسرے سجدہ کی بعد جلسہ کے نہین پڑتی مگر جب معلوم ہو گیا کہ دونون طور حدیث سے ثابت ہین تو مناسب یہ ہے کہ کبھی اسطرح پڑھے کبھی اسطرح اب کئی باتین اور قابل سننے کے ہین اول یہ کہ حضرت ابن عباس سے سوال ہوا کہ اس نماز کے لیے کچھ سورتین معین آپکو معلوم ہین تو فرمایا کہ اول مین الہاکم التکاثر دوسری مین سورۂ عصر تیسری مین کافرون چوتھی مین اخلاص دوم یہ کہ اس نماز کا وقت کوئی نہین سواے اوقات مکروہہ کے جب چاہے پڑھے لیکن فتاوی عالمگیری مین مضمرات سے نقل کیا ہے کہ ظہر سے پیشتر پڑھے سوم اس نماز مین اگر سہو ہو جاے تو سجدہ سہو کے بعد پھر تسبیح کا پڑھنا ضرور نہین ہان اگر کسی جگہہ خود تسبیح کو بھول جاے تو دوسرے ہی رکن مین اسکو پڑھ لے مثلا رکوع مین بھول جاے تو قومہ مین نہ پڑھے کہ چھوٹا رکن ہے بلکہ سجدہ اول مین بیس بار پڑھ لے تاکہ شمار ہر رکعت مین پچھتر ہو جاے چہارم یہ کہ رکوع اور سجدہ مین اول سبحان ربی العظیم اور سبحان ربی الاعلی کہے اسکے بعد اسکی تسبیح پڑھے پنجم یہ کہ شمار تسبیحات کا انگلیون پر نکرے بلکہ دل مین گنتا جاے یا انگلی کی پورونکو دباتا جاے ششم اس نماز کی التحیات کے بعد قبل سلام کے یہ دعا پڑھے (اللھم انی اسئلک توفیق اھل الھدی واعمال اھل الیقین ومناصحۃ اھل التوبۃ وعزم اھل الصبر وجد اھل الخشیۃ وطلب اھل الرغبۃ وتعبد اھل الورع وعرفان اھل العلم حتی اخافک اللھم انی اسئلک مخافۃ تحجزنی عن معاصیک حتی اعمل بطاعتک عملا استحق بہ رضاک وحتی اناصحک بالتوبۃ خوفا منک وحتی اخلص لک النصیحۃ حبا لک وحتی اتوکل علیک فی الامور حسن ظن بک سبحان خالق النور) ہفتم اسکی تسبیح مین (ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم) بھی ملا لینا چاہیے کہ اس سے ثواب بہت ہوتا ہے ہشتم اسکے حدیث مین اگرچہ بعض طرق ضعیف ہین مگر کثرت طرق سے درجۂ حسن تو پہونچ گئی ہے اور بہت صحابہ نے اسکو روایت کیا ہے نہم شارح نے جو کہا کہ اسکا ثواب بہت ہے یہ اسوجہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس کو فرمایا کہ اگر تم اسکو پڑھوگے تو اللہ تعالی تمہارے گناہ پہلے اور پچھلے اور پرانے اور نئے دانستہ اور نادانستہ چھوٹے اور بڑے پوشیدہ اور ظاہر سب بخش دیگا اور آخر کو فرمایا کہ اگر تمہارے گناہ کف سمندر کے برابر ہونگے تو اللہ تعالی معاف فرمایگا کذا فی الشامی ملخصا

وار بع صلوٰۃ الحاجۃ وقیل رکعتان وفی الحاوی اثنا عشر بسلام واحد وبسطناہ فی الخزائن اور مستحب ہین چار رکعتین نماز حاجت کی اور ایک قول یہ ہے کہ دو رکعتین ہین اور حاوی مین ہے کہ وہ بارہ رکعتین ہین ایک سلام سے اور بشرح بیان کیا ہے ہمنے اسکو خزائن الاسرار مین م تجنیس اور ملتقط اور خزانۃ الفتاوے وغیرہ مین نماز حاجت کی چار رکعتین لکھی ہین بلکہ تجنیس مین یہ بھی نقل کیا ہے کہ انکو بعد عشا کے پڑھے اور اول رکعت مین بعد الحمد کے آیۃ الکرسی تین بار اور باقی رکعتون مین الحمد اور اخلاص اور معوذتین ایک ایک بار پڑھے اور اس باب مین ایک حدیث مرفوع نقل کی ہے اور شرح منیہ مین مذکور ہے کہ نماز حاجت کی دو رکعتین ہین چنانچہ ترمذی مین عبد اللہ بن ابی اوفی سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسکو کوئی حاجت خدا تعالی یا کسی بندہ سے ہو تو چاہیے کہ اچھی طرح وضو کرے پھر دوگانہ نماز پڑھے پھر اللہ تعالی کی ثنا کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے پھر یہ دعا کرے (لا الہ الا اللہ الحلیم الکریم سبحان اللہ رب العرش العظیم الحمد للہ رب العلمین اسئلک موجبات رحمتک وعزائم مغفرتک والغنیمۃ من کل بر والسلامۃ من کل اثم لا تدع لی ذنبا الا غفرتہ ولا ہما الا فرجتہ ولا حاجۃ ہی لک رضا الا قضیتہا یا ارحم الراحمین

شریف اور اسکا مقابل درر اور درر و قایہ وغیرہ کا قول ہے کہ انھون نے کراہت پر یقین کیا جو ہنا کی صورتمین بسبب خلاف صاحبین کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلیے استثنا
کیا کہ آپکا ثواب قیام اور قعود مین یکسان ہے بسبب آپکی شرافت کے کذا فی الطحطاوی و لا یصلی بعد صلوۃ مفروضۃ مثلہا فی القراءۃ او فی الجماعۃ اور نمازی نہ پڑھے بعد فرض
نماز کے ایسی نماز کہ مثل ہو نماز سابق کی قرات مین یا جماعت مین ہم ابن ابی شیبہ نے حضرت عمرؓ سے یہ الفاظ روایت کیے ہین لا یصلی بعد صلوۃ مثلہا یعنی نہ پڑھی جاوے بعد نماز کے
کوئی نماز مثل اسکے اور ظاہر کلام امام محمد کا یہ ہے کہ یہ حدیث مرفوع ہے اور چونکہ ظاہر حدیث اجماعا مراد نہین کیونکہ صبح کی اور ظہر کی نماز اسیطرح پڑھی جاتی ہے کہ انکے پیشتر ویسی ہی سنتین
ہین اسلیے ضرور ہوا کہ اس حدیث کو کسی خاص صورت پر حمل کیا جاے یعنے مثل ہونا مطلقا مراد نہین بلکہ قرات یا جماعت مین مثل ہونا مراد ہے تو اگر ظہر کے بعد چار سنتین اسطرح
پڑھے کہ اول کی دو مین قرات پڑھے اور دوسرے دوگانہ کو خالی مثل فرض کے تو یہ نماز مکروہ ہوگی اسیطرح دوسری بار جماعت سے پڑھنا ایسا ہی نماز کا مکروہ ہے کذا فی الشامی
مختصر او لا تعاد عند توہم الفساد للنہی اور نہ دہرائی جائے نماز وقت وہمی ہونے فساد کے بسبب ممانعت کے ہم یعنے اگر ایکبار نماز پڑھ لی پھر وسوسہ کے باعث شبہہ ہوگیا کہ یہ نماز
فاسد ہوئی تو اس نماز کا اعادہ کرنا مکروہ ہے ہان اگر خلل نماز کا ثابت ہو مثلا کوئی واجب چھوٹ گیا تو اس صورتمین اعادہ واجب ہے اور نہی سے مراد وہی حدیث ہے جو اوپر گذری
کذا فی الشامی و ما نقل ان الامام قضا صلوۃ عمرہ فان صح نقول کان یصلی المغرب والوتر اربعا بثلاث قعدات اور یہ جو نقل کیا گیا ہے کہ امام اعظم رح نے اپنی عمر کی نماز قضا کی تو
اگر یہ نقل صحیح ہے تو ہم کہتے ہین کہ امام صاحب مغرب اور وتر کو چار رکعتین تین قعدون سے پڑھا کرتے تھے ہم یہ جواب ہے ایک سوال کا تقریر سوال یہ ہے کہ امام صاحب کا نماز عمر کو قضا کرنا
حدیث مذکور کے مخالف ہے اسلیے کہ ایسا تو ہوا نہوگا کہ امام صاحب نے اپنی پیشتر کی نمازون مین کوئی واجب چھوڑ دیا ہو یا کسی مکروہ کے مرتکب ہوے ہون تا کہ اعادہ انکا واجب ہو جاے
بلکہ غالبا انکی قضا بنظر احتیاط اور توہم فساد تھی تو یہ قضا حدیث مذکور کے مخالف ٹھہری اور اگر یہ کہیے کہ قضا کی سب رکعتون مین آپ نے قرات پڑھی تا کہ نفل ہو جائین تو مغرب
اور وتر کی تین رکعتین نفل ٹھہرینگی حالانکہ نفل تین رکعت موضوع نہین تو اسکا جواب شارح نے یہ دیا کہ اول تو نقل عمر کی نماز قضا کرنے کی امام سے صحیح نہین اور اگر صحیح ہو تو
وتر اور مغرب کو آپ چار رکعتین تین قعدون سے پڑھتے تھے یعنے تیسری رکعت پر بھی بیٹھ کر تشہد پڑھ لیتے تھے تا کہ اول کی نماز اگر صحیح ہو تو یہ نماز نفل ہو جاے اور قعدہ کا زیادہ
ہو جانا نفل کو باطل نہین کرتا اور اگر پہلے کی نماز نہوئی تو یہ نماز فرض ہوگی اور ایک رکعت کی زیادتی فرض کو باطل نہین کرتی شامی نے کہا کہ جواب اول ہی درست ہے
کہ یہ روایت صحیح نہین و یقعد فی کل نفلہ کما فی التشہد علی المختار اور بیٹھے نمازی تمام نفل مین جیسے تشہد مین بیٹھتا ہے قول مختار پر ہم فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ اسی پر فتوے
ہے اور بعضون نے کہا کہ چار زانو بیٹھ کر نفل پڑھے اور بعضون نے کہا گوٹ مار کر اور یہ اختلاف افضلیت مین ہے نہ جواز مین یعنے مختار یہ ہے کہ تشہد کی صورت پر بیٹھ کر پڑھنا افضل
ہے گو اور طرح پر پڑھنے سے بھی ادا ہو جائیگی مگر تشہد مین کسی کا اختلاف نہین سب کے نزدیک نفل مین بھی التحیات کے لیے اسیطرح بیٹھے جیسے فرضون مین بیٹھتے ہین کذا
فی الشامی و یتنفل المقیم راکبا خارج المصر محل القصر مومیا فلو سجد اعتبر ایماء لانہا انما شرعت بالایماء الی ای جہۃ توجہت دابتہ و لو ابتداء عندنا و علی سرجہ
نجس کثیر عند الاکثر اور نفل پڑھے مقیم حالت سواری مین شہر کے باہر یعنے ایسی جگہ کہ وہان مسافر کو قصر کرنا پڑے اشارہ سے پس اگر وہ کسی چیز یا زمین پر سجدہ کریگا
تو یہ سجدہ کرنا بھی اشارہ مین متصور ہوگا کیونکہ سواری پر نماز صرف اشارہ سے مشروع ہوئی ہے نفل پڑھے جسطرف کو اسکی سواری کا جانور جاتا ہو اگرچہ نفل کے
شروع کرنے کے وقت ہو ہمارے نزدیک یعنی سواری پر نماز پڑھنے مین استقبال قبلہ شرط نہین نہ نیت کے وقت نہ درمیان مین بخلاف امام شافعی رح کے کہ انکے نزدیک نیت کے
وقت قبلہ رخ ہونا ضروری ہے کذا فی الشامی یا اگرچہ اسکے زین پر نجاست بہت ہو تب بھی نفل درست ہوگی اکثر کے نزدیک ہم شامی نے کہا کہ یہی ظاہر مذہب ہے اور یہی اصح ہے
اور اگر جانور یا رکاب پر نجاست ہو تب بھی یہی حکم ہے بسبب ضرورت کے اور مقیم کی قید سے معلوم ہوا کہ مسافر کو بطریق اولی سواری پر نفل نماز درست ہے ولو سیر الدابۃ بعمل قلیل لا باس بہ
اگر سواری کے جانور کو تھوڑے سے عمل سے ہانکا تو اسکا مضائقہ نہین یعنی اس سے نماز فاسد نہوگی و لو افتتح النفل راکبا ثم نزل بنی و فی عکسہ لا لان الاول اداء کامل مما وجب ناقصا
بعکسہ اور اگر شروع کیا نفل کو حالت سواری مین پھر اتر پڑا تو اسی پہلی نماز کو پورا کرے جتنی باقی ہو اور اسکے عکس مین یعنے شروع کیا زمین پر پھر سوار ہو گیا بنا نکرے اسلیے
کہ اول ادا کی گئی زیادہ کامل بہ نسبت نماز واجب کے اور دوسری اسکی عکس ہے ہم یعنے پہلی صورتمین نیت ایسی نماز کی ہوئی جسمین رکوع اور سجدہ اشارہ سے تھا اور جب انکو ترک ادا کیا

سوا کوئی عذر نہین کہ ریل پر پڑہے اور بدون عذر کے سواری پر نماز جائز نہین اور جو درست کہتے ہین اُنکی دلیل یہ ہو کہ نمازی کا عذر وقت ارادہ نماز اور اُسکے شروع کرنے کے معتبر ہو گو قبل خروج وقت کے اُسکا عذر جاتا رہنا متوقع ہو پس چلتی ریل پر سے اُترنے سے عاجز ہونا عذر صریح ہو پھر کیا وجہ کہ نماز جائز نہو حالانکہ اگر نمازی تیمم سے اول وقت نماز پڑہ لے اور جانے کہ ہو وقت کے باقی رہتے پانی ملجائیگا تو اُسکی نماز ہو جائیگی کوئی اسکے عدم جواز کا قائل نہین کیونکہ جسوقت نماز ادا کی اُسوقت پانی پر قادر نہ تھا یہ دونون طرف کی دلیلین ہین پھر جو مترجم نے کتب فقہ کیطرف رجوع کیا تو معلوم ہوا کہ قول نماز کے جائز کہنے والونکا درست ہو چنانچہ شامی نے اسکی ایک نظیر لکھی ہو مسافر قافلہ حجاج مین جو عذر کے سبب اُتر نہین سکتا اور توقع زوال عذر کی قبل خروج وقت رکھتا ہو کیا اسکو درست ہو کہ مثلاً عشا کی نماز اونٹ پر یا محمل مین اول وقت پڑہ لے یا اُسوقت تک توقف کرے کہ سب قافلہ عشا کے لیے اُترے پس میرے نزدیک ظاہر یہ ہو کہ اول وقت پڑہ لے جیسے تیمم سے اول وقت نماز درست ہو گو توقع ہو کہ وقت کے زوال سے پیشتر پانی ملجائیگا انتہی مختصراً تو معلوم ہوا کہ نماز کے جواز مین کچھ تردد نہین ہان اگر وقت کے باقی رہنے تک توقف کرے اور ریل کے ٹھہرنے پر نماز پڑہے تو یہ صورت احتیاط کی ہو چنانچہ حلیہ کے باب التیمم مین مبتغی سے منقول ہو کہ اولے یہ کہ تیمم سے اول وقت نماز نہ پڑہے اور تاخیر کرے یہانتک کہ جب وقت جاتا دیکھے اُسوقت پڑہ لے ہذا کلہ فی الفرض والواجب بانواعہ وسنۃ الفجر بشرط ایقافہا للقبلۃ ان امکنہ والا فبقدر الامکان لئلا یختلف بسیرہا المکان یہ سب یعنے نہ قادر ہونا اُترنے پر اور محمل کے نیچے پایہ کا رکھنا یا گاڑی کا جا بیلون پر نہونا فرض اور واجب کی اقسام اور فجر کی سنتون کیلیے ہو بشرط کھڑا کرنے سواری کے قبلہ کی جانب اگر سوار کو ممکن ہو اور اگر جانب قبلہ کھڑا کرنا ممکن نہو تو جتنا ہو سکے کھڑا کرنا اسلیے شرط ہوا کہ مکان نماز سواری کے چلنے سے مختلف نہو حاصل یہ ہو کہ مکان کا متحد ہونا اور قبلہ رخ ہونا سوائے نفل کے اور نمازون مین شرط ہو اگر ممکن ہو تو بدون عذر کے دونون امر ساقط نہونگے پس اگر قبلہ رخ سواری کو کھڑا کر سکے تو کرے باقی رہا یہ کہ اگر کھڑا کر سکتا ہو قبلہ رخ نہین کر سکتا تو کھڑا کرنا لازم ہو تاکہ اتحاد مکان سب نماز مین حاصل ہو اور اگر قبلہ رخ کر سکتا ہو اور کھڑا نہین کر سکتا تو حلیہ مین مذکور ہو کہ قبلہ رخ کرنا لازم ہو اور شارح کے قول بقدر امکان سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہو اور واجب کے اقسام سے مراد وتر اور نماز نذر اور اُس نماز نفل کی قضا جسکو شروع کرکے توڑ دیا ہو کذا فی الشامی واما فی النفل فیجوز علے المحمل والعجلۃ مطلقاً فرادی لا جماعۃ الا علی دابۃ واحدۃ اور نفل کا حال یہ ہو کہ درست ہو نماز نفل محمل پر اور گاڑی پر مطلقاً خواہ کھڑی ہو یا چلتی قبلہ رخ ہو یا نہ ہو اُترنے پر قادر ہو یا نہو لیکن تنہا پڑھنا نفل کا درست ہو نہ جماعت سے مگر ایک سواری یعنے ایک جانور پر جماعت سے بھی درست ہو خواہ مقتدی پیچھے بیٹھا ہو یا محمل مین برابر ہو کذا فی الشامی ولو جمع بین نیۃ فرض ونفل ولو تحیۃ رجح الفرض لقوتہ وابطلہا محمد والائمۃ الثلثۃ اور اگر جمع کیا نمازی نے نیت فرض اور نفل کو اگرچہ نفل تحیۃ المسجد ہو یا تحیۃ الوضو تو ترجیح دیا جائیگا فرض بسبب اُسکے قوی ہونے کے اور باطل کیا ہو اُس نیت کو امام محمد اور آئمہ ثلثہ یعنے مالک واحمد وشافعی رحمہم نے یعنے فرض ونفل کی نیت ایک ساتھ کرنے سے فرض ہو جائیگا اور نفل کا ثواب نہ ملیگا بخلاف اُس صورت کے کہ کئی نفلون کی ایک ساتھ نیت کرے مثلاً تحیۃ المسجد اور تحیۃ الوضو اور نماز چاشت اور کسوف کی نیت ایک ہی دوگانہ مین کرے تو سب کا ثواب ملیگا کذا فی الطحطاوی ولو نذر رکعتین بغیر طہر لزماہ بہ عندہ ای ابی یوسف کما لو نذر بغیر قراءۃ او عریانا او رکعۃ وکذا نصف رکعۃ عند ابی یوسف رح وہو المختار اور اگر نذر کی دو رکعتین بدون طہارت کے تو لازم ہونگی اُسپر طہارت کے ساتھ امام ابی یوسف کے نزدیک چنانچہ اگر نذر کی بغیر قرات کے یا حالت برہنگی مین تو قرات اور ستر عورت کے ساتھ لازم ہونگی یا نذر کی ایک رکعت اور اسیطرح آدھی رکعت اگر نذر کی تو دو رکعتین لازم ہونگی امام ابو یوسف کے نزدیک اور یہی مختار ہو طحطاوی نے کہا کہ ماتن نے ضمیر عندہ کی بموقع بیان کی کیونکہ اصطلاح یہ ٹھہری ہوئی ہو کہ عندہ کی ضمیر امام کی طرف ہو جبکہ کوئی قرینہ نہو واہدرہ الثالث ای محمد اور باطل کیا ہو اس نذر کو امام سوم یعنے امام محمد رح نے تو اُنکے نزدیک اس نذر سے اُسپر کچھ لازم نہوگا کیونکہ نذر معصیت کی ہو اور امام ابو یوسف کی دلیل یہ ہو کہ نماز کا لازم کرنا اُس چیز کا لازم کرنا ہو جسکے بدون نماز صحیح نہوتی ہو اور چونکہ نذر والے کے حق مین نماز بدون طہارت کے اور امی کے حق مین بدون قرات کے عبادت ہو تو نذر معصیت نہوئی کذا فی الشامی او نذر عبادۃ فی مکان کذا فادّاہا فیما قل

فیہ افضل قالہ الحلبی اور جو نمازین کہ جماعت سے مشروع ہین انہین مسجد افضل ہو کہا ہی اسکو حلبی نے ہم یعنی کسوف اور تراویح وغیرہ کو مسجد مین پڑھنا افضل ہو بہ نسبت گھر پڑھنے کے
وہی عشرون رکعۃ حکمتہ مساواۃ المکمل للمکمل اور تراویح بیس رکعت ہین حکمت انکے بیس ہونے کی برابر ہونا مکمل بالکسر کا مکمل بالفتح سے ہو ہم یعنی نوافل فرائض کی تکمیل کیلئے ہوتی
ہین اور چونکہ شمار فرائض پنجگانہ کا مع وتر کے بیس ہو اسلیے تراویح بھی بیس رکعتین ہوئین تو تکمیل کرنے والی تراویح ہین اور تکمیل کیے گئے فرائض اور وتر یہ دلیل عقلی ہوئی اور دلیل
نقلی یہ ہو کہ ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس رضہ سے بسند ضعیف روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان مین بیس رکعتین اور وتر پڑھتے تھے بعشر تسلیمات
لو فعلہا بتسلیمۃ فان قعد لکل شفع صحت بکراہۃ والا نابت عن شفع واحد بہ یفتی تراویح بیس رکعتین ہین دس سلامون سے تو اگر انکو ایک سلام سے پڑھا اور ہر دوگانہ
پر بیٹھا تب تو کراہت کے ساتھ درست ہو جائینگی ورنہ ایک دوگانہ کی قائم مقام ہونگی اسی پر فتوی ہو ہم یعنے سلف سے انکا پڑھنا دس سلامون سے مروی ہو اور
فقہا نے تصریح کی ہو کہ رات کی نفلین آٹھ سے زیادہ ایک سلام مین پڑھنا مکروہ ہین اسلیے بیسون کو ایک سلام سے پڑھنا مکروہ ہو مجلس نرما بین کل اربعۃ بقدرہا
وکذا بین الخامسۃ والوتر ویخیرون بین تسبیح وقراءۃ وسکوت وصلاۃ فرادی نعم تکرہ صلوۃ رکعتین بعد کل رکعتین بیٹھے بطور استحباب کے درمیان چار رکعتون کے
بمقدار چار رکعتون کے اور اسیطرح درمیان پانچوین ترویحہ اور وتر کے اور آدمی مختار ہین چاہین اس توقف مین تسبیح پڑھین چاہین قرآن چاہین خاموش رہین چاہین نفلین تنہا
پڑھین ہان مکروہ ہو ہر دوگانہ کے بعد دو رکعتین پڑھنی اسلیے کہ توقف ہر ترویحہ کے بعد مشروع ہو نہ ہر دوگانہ کے بعد ہم قہستانی نے کہا کہ ترویحہ کے بعد تین بار کہے (سبحان
ذی الملک والملکوت سبحان ذی العزۃ والعظمۃ والقدرۃ والکبریاء والجبروت سبحان الملک الحی الذی لا یموت سبوح قدوس رب الملئکۃ والروح لا الہ الا اللہ
نستغفر اللہ نسألک الجنۃ ونعوذ بک من النار کذا فی الطحطاوی والختم مرۃ سنۃ ومرتین فضیلۃ وثلاثا افضل ولا یترک الختم لکسل القوم اور تراویح مین پڑھنا تمام
قرآن کا ایکبار سنت ہو اور دوبار فضیلت ہو اور تین بار افضل ہو اور نہ چھوڑا جاے تمام قرآن کا پڑھنا لوگون کی سستی کی جہت سے ہم قرآن مجید کی آیتین کچھ اوپر چھ ہزار
ہین اور شمار تراویح کی رکعتون کی چھ سو ہو اگر مہینا تیس دن کا ہو اس حساب سے اگر ہر رکعت مین دس آیتین پڑھیگا تو مہینے مین ایک ختم ہو جائیگا کذا فی الطحطاوی لکن
فی الاختیار الافضل فی زماننا قدر ما لا یثقل علیہم واقرہ المصنف وغیرہ لیکن اختیار مین ہو کہ افضل ہمارے زمانہ مین اسقدر کا پڑھنا ہو کہ لوگون پر گران نہو اور ثابت رکھا ہو
اسکو مصنف وغیرہ نے وفی المجتبی عن الامام لو قرأ ثلاثا قصارا او آیۃ طویلۃ فی الفرض فقد احسن ولم یسی فما ظنک فی التراویح اور مجتبی مین ہو امام اعظم سے کہ اگر فرض
مین تین آیتین چھوٹی یا ایک آیت بڑی پڑھی تو اچھا کیا اور برا نہین کیا تو کیا گمان ہو تیرا تراویح مین ہم یعنے جب فرض مین تین آیتین پڑھنی بہتر ہین تو تراویح
مین بطریق اولی احسن ہونگی وفی فضائل رمضان للزاہدی افتی ابو الفضل الکرمانی والوبری انہ اذا قرأ فی التراویح الفاتحۃ وآیۃ او آیتین لا یکرہ ومن لم یکن عالما
باہل زمانہ فہو جاہل اور زاہدی کی فضائل رمضان مین ہو کہ فتوی دیا ابو الفضل کرمانی اور وبری نے کہ جب تراویح کی ہر رکعت مین الحمد اور ایک آیت
خواہ دو آیتین پڑھین تو مکروہ نہو گی اور جو شخص اپنے زمانہ والون سے واقف نہو وہ جاہل ہو ہم ایک آیت سے مراد بڑی آیت ہو جو تین چھوٹی آیتون کے
برابر ہو اسی طرح دو آیتین برابر تین آیتون بکے ہونی چاہیئن ورنہ مکروہ تحریمی ہوگا کذا فی الشامی حاصل شارح کی تقریر کا یہ ہو کہ اگر لوگ اسطرح کے سست اور
بد دل ہون کہ تمام قرآن کے سننے کی تاب نہ رکھتے ہون تو اس صورت مین اسقدر پر اقتصار کرنا چاہیے تاکہ مسجد جماعت سے خالی نہ رہین ورنہ ایک ختم سے کم نکرے
لانہ سنت وجہ ہو ویاتی الامام والقوم بالثناء فی کل شفع ویزید الامام علی التشہد الا ان یمل القوم فیاتی بالصلوۃ ویکتفی باللہم صلی علی محمد لانہ الفرض عند الشافعی
ویترک الدعوات اور پڑھے امام اور قوم سبحانک اللہم ہر دوگانہ مین اور امام تشہد پر بڑھاوے درود اور دعا کو مگر یہ کہ قوم تھک جاوے تو صرف درود پڑھے اور آمین یعنی اللہم صلی علی
محمد پر اکتفا کرے اسلیے کہ درود فرض ہو امام شافعی کے نزدیک تو اسکا پڑھنا ضروری ہو اور چھوڑ دے دعاؤن کو ویجتنب المنکرات ہذرمۃ القراءۃ وترک تعوذ وتسمیۃ وطمانیۃ وتسبیح
واستراحۃ اور احتراز کرے غیر مشروع باتون سے یعنی قراءت کے جلد پڑھنے اور اعوذ اور بسم اللہ کے چھوڑنے اور اطمینان اور رکوع اور سجدہ کی تسبیح اور ترویحہ کے بعد توقف
کے چھوڑنے سے ہم ہذرمہ بروزن زلزلہ یعنی جلد پڑھنے کے ہو اور وہ بدل ہو منکرات سے کذا فی الطحطاوی وتکرہ قاعدا لزیادۃ تاکدہا حتی قیل لا تصح مع قدرۃ القیام

اسکی سنتون مین تو سنتون کو ترک کرے واسطے ہونے جماعت کے کامل تر ہے یعنی جماعت کی نماز کا ثواب منفرد کی نماز سے پچیس یا ستائیس گنا ہے اسکے سوا وعید ترک جماعت کا
زیادہ ہے بہ نسبت وعید ترک سنت فجر کے کذا فی الشامی والا بان رجا ادراک رکعۃ فی ظاہر المذہب وقیل التشہد واعتمدہ المصنف والشرنبلالی تبعا للبحر لکن ضعفہ فی النہر
لانہ کما بل یصلیہا عند باب المسجد ان وجد مکانا والا ترکہا لان ترک المکروہ مقدم علی فعل السنۃ اور اگر خوف جماعت کے فوت ہونیکا نہو اسطرح کہ توقع کرے ایک رکعت کے
ملنے کا ظاہر مذہب مین اور ایک قول یہ ہے کہ توقع کرے التحیات ملنے کا اور اسی قول ثانی پر اعتماد کیا ہے مصنف اور شرنبلالی نے بہ تبعیت بحر الرائق کے لیکن اس قول
کو ضعیف کہا ہے نہر الفائق مین تو اس صورت مین سنتون کو ترک نہ کرے بلکہ انکو مسجد کے دروازہ کے پاس پڑھے اگر جگہ پاوے اور اگر جگہ نپاوے تو سنتون کو ترک کرے
اسلیے کہ مکروہ کا نکرنا سنت کے کرنے پر مقدم ہے یعنی سنتون کو جماعت کے بیچ مین پڑھنا مکروہ ہے اور ادا سنت مسنون تو مقدم یہ ہے کہ فعل مکروہ کو نکرے ع شامی نے کہا کہ
تضعیف صاحب نہر کی ضعیف ہے فتح القدیر مین اسکو قوی کہا ہے کہ اگر جماعت کی التحیات بھی ملے تو سنتون کو ترک نکرے اور شارح نے بھی نماز کے اوقات کے بیان مین
اسی پر یقین کیا ہے اور شرح منیہ مین بھی یہی ہے اور دروازہ مسجد سے یہ غرض ہے کہ مسجد کے باہر پڑھے اگر جگہ ہو اور اگر باہر جگہ نہو تو اندر مسجد کے کسی ستون کی آڑ مین پڑھے
اور سب سے زیادہ مکروہ یہ ہے کہ فرضون کی صف کے برابر کھڑا ہو کر پڑھے اور اس سے کم کراہت اسمین ہے کہ صف کے پیچھے بدون آڑ کے پڑھے اور اگر سنتین امام کے تحریمہ
شروع کرنے سے پہلے شروع کرچکا ہو تو جہان چاہے پڑھے کچھ کراہت نہین تم ما قیل یشرع فیہا ثم یکبر للفریضۃ او ثم یقطعہا ویقضیہا مردود بان درء المفسدۃ مقدم علی
جلب المصلحۃ پھر جو یہ کہا گیا ہے کہ سنتون کو شروع کرکے پھر فرضون کے لیے اللہ اکبر کہہ لے یا اول سنتون کو شروع کرے پھر انکو توڑ دے تو یہ دونون قول رد
کیے گئے ہین اس دلیل سے کہ دفع کرنا خرابی کا مقدم ہے بہتری کے کھینچنے سے ع فقیہ اسمعیل زاہدی نے یہ کہا ہے کہ فجر کی سنتون کو شروع کرکے توڑ دے تاکہ انکی قضا واجب
ہوجاوے پھر فرض کے بعد قبل طلوع آفتاب انکو پڑھ لے کیونکہ وہ اب واجب ہین نہ سنت کہ قبل طلوع انکا پڑھنا مکروہ ہو تو اس قول کو امام سرخسی نے رد کیا ہے
کہ یہ واجب کچھ نذر کی نماز سے بڑھ کر نہین حالانکہ نماز نذر کا ادا بھی بعد فجر کے قبل طلوع ممنوع ہے چنانچہ امام محمد نے تصریح کی ہے علاوہ اسکے عبادت کو قصداً فاسد کرنے
کے پڑھنا اور عمل کا باطل کرنا شرعاً ممنوع ہے تو اس خرابی کا دور کرنا ادا سنت کی مصلحت سے مقدم ہے کذا فی الطحطاوی ولا یقضیہا الا بطریق التبعیۃ لقضاء فرضہا
قبل الزوال لا بعدہ فی الاصح لورود الخبر بقضائہا فی الوقت المہمل بخلاف القیاس فغیرہ علیہ لا یقاس اور فجر کی سنتون کو قضا نہ پڑھے مگر بہ تبعیت اسکے فرضونکی قضا کرکے
زوال سے پیشتر نہ اسکے بعد صحیح تر قول مین اسلیے کہ حدیث مین انکا قضا کرنا مہمل وقت مین خلاف قیاس وارد ہوا ہے تو غیر اسوقت کا وقت مذکور پر قیاس نکیا جائیگا اور وقت
مہمل اسکو کہتے ہین جو کسی فرض کا وقت نہو اور یہ وقت طلوع سے لیکر زوال تک ہے اور حنفیون کے نزدیک رات دن مین اسکے سوا دوسرا وقت مہمل نہین اور حدیث سے
مراد قصہ لیلۃ التعریس کا ہے جو مسلم مین مفصل مروی ہے مجملاً یہ ہے کہ آخر شب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے استراحت فرمائی اور حضرت بلال کو ارشاد کیا کہ پہرہ دینا وہ بھی سو گئے
یہانتک کہ صبح کی نماز قضا ہوگئی آپنے اس جگہ سے جلد سفر کیا اور آفتاب کے اونچا ہونیکے بعد فجر کی سنتین پڑھکر فرض جماعت سے پڑھی تو شارح کا منشا ہے کہ یہ قضا صرف اسیوقت منحصر
رہیگی اور وقت کو اسپر قیاس نکیا جائیگا اور صحیح تر قول کا مقابل یہ ہے کہ بعد زوال کے بھی تبعاً قضا درست ہے اور کافی مین ہے کہ بدون تبعیت فرض جمیع ائمہ قضا نہین بخلاف سنۃ الظہر
وکذا الجمعۃ فانہ ان خاف فوت رکعۃ یترکہا ویقتدی ثم یاتی بہا علی انہا سنۃ فی وقتہ ای الظہر قبل شفعۃ عند محمد وبہ یفتی جوہرۃ واما ما قبل العشاء فمندوب لا یقضی اصلا بخلاف
سنت ظہر اور اسیطرح جمعہ کی سنتونکے کہ اگر نمازی کو خوف ہو ایک رکعت کے نملنے کا تو سنتون کو ترک کرکے امام کا اقتدا کرے پھر انکو پڑھ لے وقت ظہر مین اور وہ سنتین ہین
بالاتفاق انکو پڑھے بعد کی دو سنتون سے پیشتر امام محمد کے نزدیک اور اسیکا فتوی ہے کذا فی الجوہرہ اور جو رکعتین کہ عشا کے پیشتر ہین وہ مستحب ہین انکو قضا نہ پڑھے ہرگز
ولا یکون مصلیا بجماعۃ اتفاقا من ادرک رکعۃ من ذوات الاربع لانہ منفرد ببعضہا لکنہ ادرک فضلہا ولو بادراک التشہد اتفاقا لکن ثوابہ دون المدرک
لفوات التکبیرۃ الاولی واللاحق کالمدرک لکونہ مؤتما حکما اور نہین ہوگا نماز پڑھنے والا جماعت سے بالاتفاق جس شخص نے کہ پائی ایک رکعت چار رکعتون والی نماز سے
اسلیے کہ وہ شخص منفرد ہے بعض نماز مین لیکن وہ پائیگا ثواب جماعت کا اگرچہ جماعت مین التحیات ہی پاوے بالاتفاق مگر ثواب اس شخص کا مدرک یعنی شروع نماز سے

تجب المتابعۃ فی السجدتین وان لم یحتسباله والا تفسد تبرکہا اور جب اوپر کے مسئلہ میں مقتدی نے رکوع امام کے ساتھ نہ پایا تو واجب ہوا امام کی متابعت دونوں سجدون میں اگرچہ یہ دونوں سجدے اسکے حق میں شمار نہونگے یعنی آخر کو پوری رکعت مع دونوں سجدوں کے پڑھنی پڑیگی اور فاسد نہوگی نماز ان دونوں سجدون کے ترک سے ہم بعض نادانوں جب رکوع نہیں ملتا تو نیت اتوڑ دیتے ہین کہ دوسری رکعت سے شریک ہونگے اسلیے ماتن نے آگاہ کردیا کہ اگر رکوع نملا تو اقتدا صحیح ہوگیا امام کی متابعت سجدون میں واجب ہے گو انکے نکرنے سے نماز فاسد نہوگی فلو لم یدرک الرکعۃ ولم یتابعہ لکنہ اذا سلم الامام قام واتی برکعۃ فصلوتہ تامۃ مع ترک واجب النہر عن التجنیس پھر اگر مقتدی نے رکوع نپایا اور امام کی متابعت سجدون میں نکی مگر جب امام نے سلام پھیرا تو اسنے اٹھ کر ایک رکعت پڑھ لی تو نماز اسکی پوری ہے اور اسنے ترک واجب کیا یعنے شروع اقتدا مین متابعت امام کی سجدون کے اندر واجب تھی اسکا تارک ہو اکذا فی النہر عن التجنیس ولو رکع قبل الامام فلحقہ امامہ فیہ صح رکوعہ وکرہ تحریما ان اتی الامام قدر الفرض اور اگر مقتدی نے رکوع کیا امام سے پیشتر پھر امام نے اسکو رکوع مین جالیا تو مقتدی کا رکوع درست ہوگا اور مکروہ تحریمی ہے پہلے رکوع کرنا اگر امام مقدار فرض پڑھ چکا ہو ھم مکروہ تحریمی اسوجہ سے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رکوع اور سجدہ مجھ سے پہلے مت کرو اور ایک حدیث مین فرمایا کہ جو شخص امام سے پہلے رکوع کرتا ہے یا اپنا سر اٹھاتا ہے اسکو یہ خوف نہین کہ خدا تعالی اسکا سر کہین گدھے کے سر سے نہ بدل دے اور مقدار فرض سے مراد قرات واجب ہے یعنی امام آیتین پڑھ چکا ہو اسوقت مقتدی اس سے پہلے رکوع کرے کذا فی الطحطاوی والا لا یجزیہ اور اگر امام نے مقتدی کو سجدہ مین نہ جالیا یعنی مقتدی نے جب اپنا سر اٹھالیا تب امام نے رکوع کیا یا مقتدی نے اسوقت رکوع کیا کہ ہنوز امام قرات واجب نہ پڑھ چکا تھا تو رکوع مذکور اسکو کافی نہوگا دوبارہ رکوع کرنا چاہیے ورنہ نماز باطل ہوجائیگی لئذا فی الشامی ولو سجد المؤتم مرتین والامام فی الاولی لم تجزہ سجدتہ عن الثانیۃ وتمامہ فی الخلاصۃ اور اگر مقتدی نے سجدہ کیا دوبار اور امام پہلے ہی سجدہ مین ہے تو مقتدی کا سجدہ دوسرے سجدہ سے کافی نہوگا اور پورا بیان اسکا خلاصہ مین ہے م یعنے اگر مقتدی نے دو سجدہ کیے اور امام نے ابھی ایک ہی کیا ہے تو مقتدی کا دوسرا سجدہ معتبر نہین اسکو سجدہ دوم کا اعادہ واجب ہے ورنہ نماز فاسد ہوجائیگی کذا فی البحر

باب قضاء الفوائت

یہ باب ہے احکام قضا پڑھنے فوت شدہ نمازون کا لم یقل المتروکات ظنا بالمسلمین خیرا اذ التاخیر بلا عذر کبیرۃ لا تزول بالقضاء بل بالتوبۃ والحج مصنف نے فوائت کو متروکات نہ کہا واسطے بہتری گمان کرنے کے مسلمانوں پر کیونکہ نماز مین بدون عذر تاخیر کرنا گناہ کبیرہ ہے کہ دور نہین ہوتا قضا پڑھنے سے بلکہ دور ہوتا ہے توبہ کرنے سے یا حج کرنے سے م یعنی اگر متروکات کہتا تو چھوڑی ہوئی نمازین مراد ہوتین جنکو نمازی نے چھوڑ دیا جان بوجھ کر اور چونکہ جان بوجھ کر نہ پڑھنا گناہ کبیرہ تھا اسلیے فوائت کہا یعنی جو نمازین مسلمان سے رہگئین خود اسنے نہین چھوڑین اور حج سے گناہ کبیرہ کا دور ہونا اس قول کے بموجب ہے کہ حج مقبول سے گناہ کبیرہ دور ہوجاتا ہے چنانچہ کتاب الحج مین آویگا کذا فی الطحطاوی ومن العذر العدو وخوف القابلۃ موت الولد لانہ علیہ الصلوۃ والسلام اخرہا یوم الخندق اور عذرون مین سے ہے دشمن کا ہونا اور ڈرنا دائی جنائی کا بچہ کے مرنے سے اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کے عذر سے تاخیر نماز کی فرمائی جنگ خندق کے دن م یعنے جس روز خندق کھودی اس روز چار نمازین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اوقات معینہ پر نہوئین یہانتک کہ کچھ رات گذر گئی آپنے حضرت بلال کو ارشاد فرمایا انھون نے اذان کہی پھر تکبیر کہی آپنے ظہر کی نماز پڑھی پھر تکبیر کہی پھر عصر پڑھی پھر تکبیر کہا اور مغرب پڑھی پھر تکبیر کہی اور عشا پڑھی اس سے معلوم ہوا کہ دشمن کے محاصرہ کرلینے سے نماز مین تاخیر درست ہے کذا فی الطحطاوی اب شارح قبل شروع ہونے مسائل باب کے چند اصطلاحین فقہی بیان کرتا ہے ثم الاداء فعل الواجب فی وقتہ وبالتحریمۃ فقط بالوقت یکون اداء عندنا وبرکعۃ عند الشافعی پھر ادا کے یہ معنی ہین کہ واجب کو اسکے وقت مین کرنا اور بسبب صرف تحریمہ کے وقت کے اندر ادا ہوگی ہمارے نزدیک اور ایک رکعت وقت مین ہونیسے ادا ہوگی امام شافعی کے نزدیک یعنی یہ ضرور نہین کہ ادا مین سب نماز یا تمام واجب وقت کے اندر ہو بلکہ حنفیونکے نزدیک نماز کی تحریمہ اگر وقت مین ہوگی تو وہ نماز ادا ہی ہوگی اور امام شافعی کے نزدیک ایک رکعت وقت مین ہوجانیسے ادا کہلائیگی والاعادۃ فعل مثلہ فی وقتہ لخلل غیر الفساد لقولہم کل صلاۃ ادیت مع کراہۃ التحریم تعاد وجوبا فی الوقت واما بعدہ فندبا اور اعادہ کے یہ معنی ہین کہ مثل واجب کو وقت واجب مین کرنا بسبب کسی خلل کے سوائے فاسد ہونیکے

باب قضاء الفوائت

اگر جس شخص کے ذمہ عشاء ہے اُسنے گمان کیا وقت فجر کی تنگی کا یعنی پڑھا فجر کی نماز کو اور وقت مین وسعت ہے تو نماز فجر کو مکرر پڑھے طلوع آفتاب تک اور فرض اسکا سب سے پچھلا ہوگا معلوم صورت اسکی یہ ہے کہ نمازی نے یہ خیال کیا کہ وقت مین اتنی گنجائش نہین کہ عشاء اور فجر دونوں ہو جائین اسلیئے اُسنے صرف فجر کی نماز پڑھی پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ وقت اور باقی ہے اور اسمین بھی یہی خیال کیا کہ دونوں نمازین نہونگی تو فجر کی نماز پھر پڑھے اسی طرح جتنی بار گنجائش ہو فجر کو پڑھے تو جو دوگانہ طلوع کے قریب ہوگا وہ فرض ہوگا اور باقی نفلین ہونگی اور جب یہ خیال ہو کہ وقت مین گنجائش دونوں نمازونکی ہے تو اول عشاء پڑھے پھر فجر کذا فی الشامی او نسیت الفائتۃ لانہ عذر یا بھول جائے نماز فوت شدہ تب بھی ترتیب لازم نہین اسلیئے کہ بھولنا عذر ہے یعنی عذر آسمانی ہے کہ اسمین بندہ کو اختیار نہین اور فائتہ کا یاد پڑنے سے ہوتا ہے جبتک یاد نہ آوے گی اسکا وقت نہوگا کذا فی البحر او فاتت ست

اعتقادیۃ لدخولہا فی حد التکرار المفضی للحرج یا فوت ہو جائین چھ نمازین فرض اعتقادی تب بھی ترتیب ساقط ہے واسطے داخل ہونے چھ کے اس شمار مین کہ جا پہنچتی ہے مکرر ہونے کو اور پہونچانیوالی ہے تنگی کی طرف مع یعنی چھ سے کمتر نمازون مین ہو سکتا ہے کہ کوئی نماز مکرر نہو جیسے ایکدن رات کی پانچ نمازین اور اگر فائتہ نمازین چھ ہونگی تو بالضرور ایک نماز مکرر ہوگی اور تکرار کی صورت مین ترتیب کا واجب کرنا موجب حرج تھا اسلیئے چھ نمازون کو جنمین قطعاً تکرار ہے ترتیب کے ساقط کرنے کا سبب ٹھہرایا اور اعتقاد کی قید اسلیئے لگائی کہ فرض عملی یعنے وتر نکلجاے ہر چند ترتیب اسمین اور دوسری نمازون مین فرض ہے مگر وتر کا شمار فوائت مین جداگانہ نہین اور شاید اسلیئے نہین کہ اسکا کوئی وقت مستقل نہین پھر ترتیب کا سقوط اس سبب سے فائتہ اور وقتی مین یا دو فوت شدہ نمازون مین ہوتا ہے مگر دو وقتی نمازون مین ترتیب ساقط نہین ہوتی مثلاً جسکی چھ نمازین فوت

ہو گئی ہین تو عشاء اور وتر کی ترتیب اسکو لازم ہے کذا فی الشامی بخروج وقت السادسۃ علی الاصح ولو متفرقۃ او قدیمۃ علی المعتمد لانہ متی اختلف الترجیح رجح اطلاق المتون بحر یعنی چھ نمازونکے فوت ہونیسے ترتیب ساقط ہوگی ساتھ نکلنے چھٹی نماز کے وقت کے صحیح تر قول کے بموجب اگرچہ چھ نمازین متفرق ہون یا قدیم ہون مذہب معتمد پر اسلیئے کہ جب ترجیح مختلف ہوتی ہے تو متون کے اطلاق کو ترجیح دیجاتی ہے کذا فی البحر قول اصح کا مقابل یہ ہے کہ وقت چھٹی نماز کے داخل ہونیکا معتبر ہے امام محمد کے نزدیک اور متفرق کی مثال یہ کہ مثلاً چھ نمازین صبح ہی کی فوت ہو گئین اور انکے بیچ کی نمازین بدون یاد آنے فوائت کے پڑھ لین اور قدیم کی مثال یہ کہ ایک شخص نے مثلاً ایک مہینا برابر نماز نہ پڑھی پھر اسنے کوئی نماز قضا نکی اب اگر کوئی نماز نئی قضا ہوگی اور باوجود اسکی یاد کے دوسری نماز پڑھیگا تو دوسری درست ہو جائیگی کیونکہ یہ فائتہ پہلے کی نمازون فوت شدہ مین ملجائیگی اور بعضون نے کہا ہے کہ چھ نمازین حال کی فوت ہو جانے سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے پہلے فوائت کا اعتبار نہین اور تجنیس مین اسی پر فتوی لکھا ہے اور مجتبی مین قول اول کو اصح کہا ہے اور معراج مین اسپر فتوی بیان کیا ہے تو معلوم ہوا کہ اس مسئلہ مین فتوی اور تصحیح مختلف ہین مگر چونکہ متون فقہ مین مطلق چھ نمازون فوت شدہ کا اعتبار ہے خواہ نئی ہون یا پرانی اسیئے شارح نے کہا کہ ترجیح متون کے

اطلاق کو دینا چاہیئے یعنی قول اول ہی معتمد ہے کذا فی البحر او ظن ظنا معتبرا ای یسقط لزوم الترتیب ایضا بالظن المعتبر کمن صلی الظہر ذاکرا لترکہ الفجر فسد ظہرہ فان قضی الفجر ثم

صلی العصر ذاکرا للظہر جاز العصر اذ لا فائتۃ علیہ فی ظنہ حال اداء العصر وہو ظن معتبر لانہ مجتہد فیہ یا گمان کیا گمان معتبر یعنے ساقط ہوتا ہے لزوم ترتیب گمان معتبر سے بھی مثلاً ایک شخص نے ظہر کی نماز پڑھی یاد کرکے کہ مین نے فجر نہین پڑھی تو اسکی نماز ظہر فاسد ہو گئی پھر جب اسنے فجر کو قضا پڑھ لیا اور اسکے بعد عصر کو پڑھا حالانکہ ظہر اسکو یاد ہے تو اسکی نماز عصر کی درست ہوگی اسلیئے کہ اسکے گمان مین عصر کے ادا کرنے کے وقت اسپر کوئی نماز قضا نہین اور یہ گمان معتبر ہے اسلیئے کہ یہ مسئلہ اختلافی ہے مع یعنے اگر اسنے گمان کیا کہ ترتیب تو واجب نہین جانتا اور بعد اسیطرح نمازونکے پڑھنے کے جانا کہ ترتیب واجب ہے تو عصر کے فاسد ہونیکا حکم نہ دیا جائیگا کیونکہ آخر امام شافعی ترتیب کو مستحب کہتے ہین تو اسکا گمان

غیر معتبر نہ ٹھہرا اسلیئے ترتیب ساقط ہوئی اور اس مسئلہ کا پورا بیان شامی مین ہے وفی المجتبی من جہل فرضیۃ الترتیب یلحق بالناسی واختارہ جماعۃ من ائمۃ بخاری وعلیہ تخرج ما فی القنیۃ ثم

صبی بلغ وقت الفجر وصلی الظہر مع تذکرہ جاز ولا یلزم الترتیب بہذا العذر اور مجتبی مین ہے کہ جو شخص جاہل ہو فرض ہونے ترتیب سے وہ لاحق کیا جائیگا بھولنے والے سے یعنے عذر جہالت سے بھی ترتیب ساقط کر دیجاتی ہے اور اختیار کیا ہے اسکو ایک جماعت نے بخارا کے اماموں سے اور اسی قول پر متفرع ہے وہ مسئلہ جو قنیہ مین ہے کہ ایک لڑکا فجر کے وقت بالغ ہوا اور اسنے ظہر کی نماز پڑھی باوجود فجر کے یاد ہونیکے تو ظہر کی نماز درست ہوگی اور اس عذر سے اسپر ترتیب لازم نہوگی یعنے ترتیب کے فرض ہونیکا علم غالباً اس عمر مین نہین ہوتا تو جہالت کے عذر سے اسپر سے ترتیب ساقط ہوئی کذا فی النہر مع ظن معتبر اور جہالت کو جداگانہ سبب ترتیب کے ساقط ہونیکا تصور کرنا نہ چاہیئے اسلیئے کہ جب جہالت بھول تھا

اور امام ابو یوسف کے نزدیک فقط وصف قطعاً فاسد ہو جاتا ہی دوسرے یہ کہ سادستہ الفوائت کہنا مناسب نہین بلکہ سادستہ الصلوٰۃ درست ہی اسلیے کہ پچھلی پانچون فوت نہین ہوئین کذا فی الطحطاوی والا بان لم تصر ستا الا بظہور صحتہا بل تصیر نفلا وفیہا یقال صلوٰۃ تصحح خمسا واخری تفسد خمسا اور اگر فاسد نمازین بہت نہون یعنی چھ نہو جائین تو ان نمازون پنجگانہ کی فرضیت ظاہر نہو گی بلکہ نفلین ہو جائینگی یعنے اگر نماز متروکہ فجر کو دوسرے فجر کے وقت مین بعد نماز یا قبل نماز طلوع سے پیشتر پڑھیگا تو جو نمازین موقوف الفساد تھین وہ فاسد ہو جائینگی یعنے نفلین ہو جائینگی اور اگر نماز متروکہ کو طلوع شمس تک نہ پڑھیگا تو سب درست ہو جائینگی اور اسی چھٹی نماز مین یہ بھی معما کہا جاتا ہی کہ ایک نماز پانچ نمازون کو درست کر دیتی ہی اور دوسری نماز پانچ فرض کو فاسد کرتی ہی جواب اس معما کا یہ ہی کہ وہی نماز فائتہ ہی کہ اگر اسکو پانچوین نماز پڑھنے کے بعد اسکے وقت نکلنے سے پیشتر قضا کریگا تو پانچون نمازین فاسد ہو جائینگی اور اگر وقت نکلنے کے بعد پڑھیگا تو پانچون نمازین صحیح ہو جائینگی اور دوسری نماز اسلیے کہا کہ وقت نکلنے کے بعد پڑھی گئی ورنہ حقیقت مین ایک ہی ہی اور چونکہ صحت کا مدار وقت کے نکلنے پر ہی تو نماز کو صحیح کہنے مین شارح سے سامحت ہوئی کذا فی الشامی ولو مات وعلیہ صلوات فائتۃ واوصی بالکفارۃ یعطی لکل صلوٰۃ نصف صاع من بر کالفطرۃ اور اگر ایک شخص مرا اور اسکے ذمہ نمازین فوت شدہ ہین اور وصیت کی کفارہ دینے کی دیا جاوے ہر نماز کے لیے آدھا صاع گیہون مانند صدقہ فطر کے ہم یعنے آدھا صاع گیہون یا آٹا یا ستو یا ایک صاع جو خواہ چھوارا یا انکی قیمت دیوے اور وصیت کرنی اس شخص کو لازم ہو گی اگر وہ قادر تھا فوائت کے ادا پر اور ادا نہ کی اور صاع کا بیان فطرہ کے ذکر مین لکھا جائیگا انشاء اللہ تعالی وکذا حکم الوتر والصوم وانما یعطی من ثلث مالہ ولو لم یترک مالا یستقرض وارثہ نصف صاع مثلا وتدفعہ لفقیر ثم یدفعہ الفقیر للوارث ثم وثم حتی یتم اور ایسا ہی حکم ہو وتر اور روزہ کا یعنی انمین سے ہر ایک کے عوض صدقہ فطر کے مانند دینا چاہیے اور یہ کفارہ میت کے مال کی تہائی سے دیا جاوے اور اگر میت نے کچھ مال نچھوڑا ہو یا اتنا نہو کہ سب نمازونکے کفارہ کو کافی ہو تو میت کا وارث یہ تدبیر کرے کہ نصف صاع گیہون مثلاً قرض لے اور اسکو فقیر کے حوالہ کرے پھر فقیر وہ گیہون وارث کو ہبہ کر دے اور وارث پھر فقیر کو دیدے اسیطرح اتنی بار دادو دہش ہو کہ کفارہ تمام ہو جاوے ہم یہ حیلہ اس امر کا ہی جو اس زمانہ مین اسقاط کے نام سے مشہور ہو رہا ہی اور اہل ہند اس باب مین بالفعل یہ حیلہ استعمال کرتے ہین کہ عمر بھر کے نماز روزہ کا حساب کر کے کفارہ کا نقد دام ٹھہرایا یا اناج معلوم کر لیا پھر فقیر کو وہ نقد یا غلہ زبانی دیکر اپنے ذمہ قرض لیا بعد اسکے اس قرض کی عوض ایک قرآن مجید فقیر کے حوالہ کرتے ہین اور یہ اسقاط وارث کے ذمہ واجب نہین تبرع ہی مگر اسطرح کا تبرع خالی تکلف سے نہین ولو قضاہا ورثتہ بامرہ لم تجز لانہا عبادۃ بدنیۃ بخلاف الحج لانہ یقبل النیابۃ اور اگر نمازون فوت شدہ کو میت کے وارثون نے اسکے حکم سے قضا پڑھا تو اسکی طرف سے درست نہو گی اسلیے کہ نماز عبادت بدنی ہی ہر مکلف کو حکم ہی کہ اپنے بدن سے اسکو بجا لائے دوسرے کے ادا کرنے سے ادا نہو گی بخلاف حج کے اسلیے کہ وہ نیابت کو قبول کرتا ہی یعنی وارث کے حج کرنے سے فرض میت کے ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہی اگرچہ میت نے اسکی وصیت نکی ہو کیونکہ حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو اسکے مردہ باپ کیطرف سے حج کرنیکی اجازت فرمائی تھی کذا فی الطحطاوی ولو ادی للفقیر اقل من نصف صاع لم تجز ولو اعطاہ الکل جاز اور اگر دیا وارث نے فقیر کو کمتر صاع سے تو جائز نہوگا اور اگر سب غلہ اسیکو دے دیا تو درست ہی ہم یعنے صدقہ فطر سے اس کفارہ مین اتنا فرق ہی کہ نصف صاع سے کم ایک فقیر کو فطرہ درست ہی اور کفارہ نماز روزہ کا درست نہین اور کفارہ یمین اور ظہار اور افطار مین عدد شرط ہی ایک کو سب دینا درست نہین کذا فی الشامی ولو فدی عن صلوٰتہ فی مرضہ لا یصح بخلاف الصوم اور اگر فدیہ دیا میت نے اپنی نماز سے اپنے مرض موت مین تو صحیح نہو گا یعنی اسپر واجب ہی کہ وصیت کر جاوے بخلاف روزہ کے کہ اگر مرض موت مین روزہ کا فدیہ دیوے تو درست ہی لیکن اسکی صحت بعد موت کے ثابت ہو گی کذا فی الطحطاوی ویجوز تاخیر الفوائت وان وجبت علی الفور لعذر السعی علی العیال وفی الحوائج علی الاصح اور جائز ہی تاخیر کرنا فوت شدہ نمازونکا اگرچہ واجب اسیوقت ہوتی ہین بسبب عذر کمائی کے عیال کے لیے اور سعی کرنے کے اپنی حاجتون مین صحیح تر قول کے بموجب یعنی بہت سے فائتہ جنسے ترتیب ساقط ہو جاتی ہی انکو اگر زن و فرزند کے لیے کمائی کی جہت سے یا اور کسی حاجت کے باعث تاخیر کرے تو جائز ہی تو جب اپنے کام سے جسقدر فرصت ملے اسیقدر قضا پڑھ لے انکو چھوڑنا نچاہیے کذا فی الطحطاوی وسجدۃ التلاوۃ والنذر المطلق وقضاء رمضان موسع وضیق الحلوانی کذا فی المجتبی اور سجدۂ تلاوت یعنی نماز سے خارج تلاوت کا اور نذر مطلق اور رمضان کی قضا وسعت دیگئی ہی یعنی ان

اعلان کرکے پڑھنا مکروہ تحریمی ہو

باب سجود السھو

یہ باب ہو سہو کے سجدونکے بیان مین من اضافۃ الحکم الی سببہ سجود سہو کی اضافت از قبیل اضافت حکم کے ہو طرف اُسکے سبب کے ہم اسپر یہ اشکال ہو کہ حکم تو
وجوب ہو نہ سجدہ کرنا تو اُسکا جواب یہ ہو کہ یہ اضافت بتقدیر مضاف ہو یعنی اصل مین وجوب سجود السھو ہو کذا فی الشامی واولاہ بالفوائت لانہ لاصلاح ما فات اور سہو کو
فوائت کے متصل اسلیے بیان کیا کہ سجدۂ سہو واسطے درستی اُس امر کے ہو جو نماز مین فوت ہو گیا جیسے قضا پڑھنا نماز کا اُس نماز کی اصلاح ہو جسکا وقت جاتا رہا ہو
والنسیان والشک واحد عند الفقہا والظن الطرف الراجح والوہم الطرف المرجوح اور سہو اور نسیان اور شک ایک چیز ہین فقہا کے نزدیک اور ظن طرف غالب ہو اور
وہم طرف مغلوب کا نام ہو یعنی حکم کے اعتبار سے تینون مین فرق نہین بحر الرائق مین کہا کہ لغت کی راہ سے نسیان اور سہو مین کچھ فرق نہین دونون کے معنی یہ ہین
کہ نہ یاد آنا چیز کا حاجت کے وقت اور شک کے معنی یہ ہین کہ کسی چیز کے ہونے یا نہونے مین تردد کرنا بدون ترجیح کسی جانب کے اور اگر کسی جانب کو ان دونون
مین ترجیح ہو تو اُسکو ظن کہینگے اور دوسرے کو وہم اور جمع الجوامع مین ہو کہ سہو اسکو کہتے ہین کہ معلوم چیز سے غفلت ہو جاے یعنی ادنی تنبیہ سے اُسپر آگاہ ہو جاے اور
نسیان معلوم بات کے بالکل بھول جانے کو کہتے ہین کذا فی الشامی یجب لہ بعد سلام واحد عن یمینہ فقط لانہ المعہود وبہ یحصل التحلیل وہو الاصح بحر عن المجتبی
واجب ہین نمازی پر دو سجدے واسطے سہو کے فقط ایک سلام کے بعد اپنے داہنی طرف سے اسلیے کہ داہنی طرف کو سلام پھیرنا سہو کے لیے پہلے سے چلا آتا ہو اور نماز
کا حلال ہونا ایک سلام سے حاصل ہو جاتا ہو اور یہی صحیح تر ہو کذا فی البحر عن المجتبی ہم یجب کا فاعل قول ماتن کا سجدتان مع اپنے معطوف کے ہو اور ایک سلام کے
بعد سجدۂ سہو کرنا قول اکثر فقہا کا ہو اور شمس الائمہ اور صدر الاسلام نے کہا ہو کہ دونون سلامون کے بعد سجدۂ سہو کرے اور ہدایہ مین اسکی تصحیح کی ہو اور فخر الاسلام
نے ایک سلام کو اختیار کیا ہو مگر سامنے کیطرف نہ داہنے کو اسلیے شارح نے ایک سلام داہنے کو پھیرنا اصح کہا کذا فی الشامی مختصر الطحطاوی نے کہا کہ لفظ فقط تاکید ہو لعد
کی اور وجہ وجوب سجدۂ سہو حدیث ثوبان کی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص سہو کرے نماز مین اسکو چاہیے کہ دو سجدہ کرے وعلیہ لو اتی بتسلیمتین سقط
عنہ السجود اور ایک سلام کے بعد سجدۂ سہو کرنے پر یہ متفرع ہوتا ہو کہ اگر دونون سلام پھیر دیگا تو اسپر سے سجدۂ سہو ساقط ہو جائیگا ہم یعنی سلام اول دو چیز کے لیے
ہو اول حلال ہونا نماز سے دوم تحیت واسطے قوم کے اور دوسرا سلام صرف تحیت کے لیے ہو تو مشابہ کلام کے ہوا اسیوجہ سے اگر دوسرا سلام بھی پھیر دے تو سجدۂ سہو کرے
کذا فی الشامی یعنی اس صورت مین تدارک سجدۂ سہو سے نہین ہو سکتا نماز کے اعادہ سے ہوگا فلو سجد قبل السلام جاز وکرہ تنزیہا وعند مالک قبلہ فی النقصان وبعدہ فی الزیادۃ
فیعتبر القاف بالقاف والدال بالدال اور اگر سجدۂ سہو کیا سلام سے پہلے تو جائز ہو اور مکروہ تنزیہی ہو اور امام مالک کے نزدیک پہلے سلام سے ہو نقصان کی صورت مین
اور بعد سلام کے ہو زیادت کی صورت مین تو معتبر ہو اُنکے نزدیک قاف قبلیت کا نقصان کے قاف کے ساتھ اور دال بعد کی زیادتی کی دال کے ساتھ ہم یعنی اگر نماز مین
واجب کی کمی ہو تو سلام سے پیشتر سجدہ چاہیے اور اگر زیادتی ہو تو بعد سلام کے سکتے ہین کہ ہارون رشید کی مجلس مین امام ابو یوسف رح نے امام مالک سے کہا کہ اگر نماز مین
واجب کی کمی اور زیادتی دونون ہوئی ہون تو سجدہ سلام کے بعد کرے یا پہلے امام مالک اسکے جواب مین حیران رہگئے کذا فی الطحطاوی سجدتان ویجب ایضا تشہد وسلام
لان سجود السھو یرفع التشہد دون القعدۃ لقوتہا بخلاف الصلبیۃ فانہا ترفعہما وکذا التلاوتیۃ علی المختار واجب ہین دو سجدے اور نیز واجب التحیات پڑھنا اور سلام پھیرنا
اسلیے کہ سجدۂ سہو دور کرتا ہو التحیات کے پڑھنے اور سلام کو نہ قعدہ کو بسبب قوی ہونے قعدہ کے یعنے قعدہ اخیرہ فرض ہو اور سجدۂ سہو واجب تو واجب فرض کو نہین اُٹھا سکتا
بخلاف سجدۂ نماز کے کہ وہ التحیات اور قعدہ دونون بیکار کر دیتا ہو اور اسیطرح سجدۂ تلاوت ہو قول مختار پر ہم اور ایک قول یہ ہو کہ سجدۂ تلاوت مثل سجدۂ سہو ہو کیونکہ دونون واجب
ہین اور وجہ قول مختار کی یہ ہو کہ ہر چند سجدۂ تلاوت واجب ہو مگر چونکہ قرات کا تابع ہو اور قرات رکن ہو اسلیے اسکو بھی اُسیکا حکم ہو گیا کذا فی البحر شامی نے کہا کہ اُسکے یہ معنی کہ بعد سجدہ کرنیکے
حکم قرات حاصل کرتا ہو اور قبل سجدہ کرنیکے واجب ہی رہتا ہو ویاتی بالصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم والدعاء فی القعود الاخیر فی المختار وقیل فیہما احتیاطا اور پڑھے درود صلی اللہ علیہ

سجدہ سہو جہر اور اخفا دونوں سے مطلق یعنی خواہ کم ہو یا زیادہ اور یہی ظاہر الروایت ہے اور اسی پر اعتماد کیا ہے حلوانی نے صحیحین میں ابو قتادہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں فاتحہ اور دو سورتیں پڑھا کرتے تھے اور پچھلی دو میں صرف الحمد پڑھتے تھے اور کبھی ہمکو آیت سنا دیتے تھے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اخفا کی جگہ میں کسیقدر کلمات کا جہر کرنا درست ہے اور موجب سہو نہیں اسلیے شارح نے قول اول کو اصح کہا کذا فی الشامی ثم شرع علی منفرد متعلق بیجب ومقتد بسہو امامہ ان سجد امامہ لوجوب المتابعۃ لا بسہوہ اصلا سجدہ سہو کر واجب ہے واجب ہے منفرد پر اور مقتدی پر واجب ہے اسکے امام کے سہو سے بشرطیکہ امام سجدہ کرے بسبب واجب ہونے متابعت امام کے تو اگر امام پر سے سجدہ سہو کسی سبب سے ساقط ہو جاوے تو اس صورت میں مقتدی پر سجدہ نہوگا کذا فی الطحطاوی نہیں واجب ہے سجدہ مقتدی پر خود اسکے سہو سے اسیطرح یعنی نہ سلام سے پہلے نہ سلام کے بعد کیونکہ سلام سے پہلے اگر سجدہ کریگا تو امام کی مخالفت لازم آویگی اور امام کے سلام کے بعد نماز سے خارج ہو جاویگا کذا فی البحر والمسبوق یسجد مع امامہ مطلقا سواء کان السہو قبل الاقتداء او بعدہ ثم یقضی ما فاتہ ولو سہا فیہ سجد ثانیا اور مسبوق سجدہ کرے اپنے امام کے ساتھ ہر حال میں یعنی خواہ امام کو سہو مسبوق کی اقتدا سے پہلے ہوا ہو یا بعد اقتدا کے پھر مسبوق سجدہ سہو کے بعد اپنی باقی نماز پڑھے اور اگر اس باقی میں سہو ہو جاوے تو دوبارہ سجدہ کرے اسلیے کہ خود اسکی نماز حکم منفرد کی نماز کا رکھتی ہے تو گویا دوسری نماز ہوئی اور اگر امام کے ساتھ سجدہ نکیا اور اپنی نماز کے آخر میں کرلیا تو اسکی باقی نماز میں سہو ہوا ہو یا نہیں تو کافی ہوگا کذا فی البحر وکذا اللاحق لکن یسجد فی آخر صلوتہ ولو سجد مع امامہ اعادہ اور اسیطرح لاحق پر سجدہ واجب ہے اسکے امام کے سہو سے مگر وہ سجدہ کرے اپنی نماز کے آخر میں اور اگر سجدہ کیا لاحق نے اپنے امام کے ساتھ تو دوبارہ سجدہ کرے اسلیے کہ اسنے التزام کیا تھا متابعت امام کا ساری نماز میں اور امام نے اپنی نماز کے آخر میں سجدہ کیا ہے تو وہ بھی ایسا ہی کرے کذا فی الطحطاوی والمقیم خلف المسافر کالمسبوق وقیل کاللاحق اور مقیم پیچھے مسافر کے مثل مسبوق کے ہے یعنی اسکے ساتھ سجدہ کرے اور ایک قول کرخی کا یہ ہے کہ مقیم مثل لاحق کے ہے یعنی آخر نماز میں سجدہ کرے صورت اسکی یہ ہے کہ مسافر امام ہو اور اسکو سہو ہو تو مقتدی مقیم بھی سجدہ میں اسکا ساتھ دے اور کرخی نے کہا کہ وہ سجدہ میں متابعت نکرے بلکہ دو رکعتیں باقی پڑھکر آخر میں سجدہ کرے سہا عن القعود الاول من الفرض ولو عملیا اما النفل فیعود ما لم یقیدہ بالسجدۃ ثم تذکرہ عاد الیہ وتشہد ولا سہو علیہ فی الاصح ما لم یستقم قائما فی ظاہر المذہب وہو الاصح فتح بھول گیا نمازی قعدہ اولی فرض کا اور اٹھنے لگا پھر بیٹھنے کو یاد کیا تو عود کرے بیٹھنے کیطرف یعنی وہ جو بیٹھ جاوے اور التحیات پڑھے اور صحیح تر قول میں اسپر سہو نہیں جب تک پورا کھڑا نہیں ہوا ظاہر مذہب میں اور یہی صحیح تر ہے کذا فی الفتح شارح نے کہا کہ فرض عام ہے خواہ اعتقادی ہو جیسے نمازیں پنجگانہ خواہ فرض عملی ہو جیسے وتر اور اگر نفل ہو تو عود کرے قعدہ کے لیے جبتک کہ قیام کو سجدہ سے مقید نکیا ہو والا ای وان استقام قائما لا یعود لاشتغالہ بفرض القیام وسجد للسہو لترک الواجب فلو عاد الی القعود وبعد ذلک تفسد صلوتہ لرفض الفرض لما لیس بفرض وصححہ الزیلعی اور اگر یہ صورت نہو یعنی پورا کھڑا ہو گیا ہو تو اب قعدہ کے لیے عود نکرے بسبب اسکے مشغول ہو جانیکے قیام کے فرض میں اور سجدہ سہو کرے واسطے چھوڑنے واجب یعنی قعدہ اولی کے پس اگر عود کریگا قعدہ کے واسطے بعد کھڑا ہو جانیکے تو اسکی نماز فاسد ہو جاویگی بسبب چھوڑ دینے فرض کے اس چیز کے لیے جو فرض نہیں یعنی قیام کو قعدہ کی خاطر چھوڑنے کی وجہ سے فاسد ہو جاویگی اور تصحیح کی ہے اس قول کی زیلعی نے وقیل لا تفسد لکنہ یکون مسیئا ویسجد لتاخیر الواجب وہو الاشبہ کما حققہ الکمال وہو الحق بحر اور ایک قول یہ ہے کہ کھڑا ہو کر بیٹھ جانے سے نماز فاسد نہیں ہوتی مگر نمازی برا کرنیوالا ہوتا ہے یعنی گنہگار ہوتا ہے کذا فی الفتح اور سجدہ کرے تاخیر واجب کے لیے یعنی قعدہ واجب میں بیٹھنے کی تاخیر کرنے سے اور یہ قول مشابہ بحق زیادہ ہے چنانچہ تحقیق کیا ہے اسکو کمال الدین نے اور یہی حق ہے کذا فی البحر کمال الدین محقق نے کہا ہے کہ قعدہ کیطرف رجوع کرنے سے صرف قیام کی زیادتی لازم آتی ہے جو نماز کی مخل نہیں کیونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ایک رکعت سے کم کی زیادتی مفسد نماز نہیں باقی رہا یہ کہ بیٹھ جانے سے فرض کو واجب کے لیے چھوڑنا لازم آتا ہے یہ بات بھی نہیں کیونکہ یہ ترک نہیں ہے بلکہ تاخیر ہے تو جیسے کسی کو رکوع میں یاد پڑے کہ سورت نہیں پڑھی اور وہ کھڑا ہو کر سورہ پڑھے تو نماز فاسد نہیں ہوتی ایسا ہی اس صورت میں بھی فاسد نہیں ہوگی کذا فی الشامی ملخصا بتصرف وہذا فی غیر المؤتم اما المؤتم فیعود حتما وان خاف فوت الرکعۃ لان القعود فرض علیہ بحکم المتابعۃ سراج اور یہ تفصیل کہ اگر سیدھا کھڑا ہوا ہو تو بیٹھ جاوے ورنہ عود نکرے غیر مقتدی کے لیے ہے یعنی امام و منفرد کے لیے اور مقتدی وہ جو بیٹھ جائے اگرچہ خوف ہو فوت ہونے تیسری رکعت کا امام کے ساتھ اسلیے کہ بیٹھنا اسپر فرض ہے بسبب متابعت کے کذا فی السراج صورت اسکی یہ ہے کہ امام بعد دو رکعت کے بیٹھ گیا اور ایک مقتدی بھولکر سیدھا کھڑا ہو گیا امام کے ساتھ قعدہ کیا

سہو کا صحیح تر قول کے بموجب اسکے کہ نقصان فساد کا یعنی ترک قعدہ سے جو فساد ہوا اور فرض باطل ہو گئے وہ سجدہ سے پورا نہیں ہوتا مراد چھٹی رکعت سے رکعت زائد ہے
تو فجر میں وہ چوتھی ہوگی اور یہ جو کہا کہ کراہت و اتمام قصد سے مخصوص ہیں یہ جواب ہے اُس سوال کا کہ عصر کے اور فجر کے بعد نفل مکروہ ہے تو نے کیسے کہدیا اگرچہ عصر اور فجر میں تو یہ
بھی رکعت ملالے دوسرے یہ کہ ملانا رکعت کا ظہر و عشا میں واجب ہونا چاہیے کیونکہ نفل کا شروع کرکے پورا کرنا واجب ہے تو پھر کیسے کہا کہ اگر چاہے تو ملالے شارح نے دونوں کا
جواب دیا کہ خاص ہونا کراہت کا اور پورا کرنا اُس نفل میں ہے جو قصداً شروع کی ہو اور یہاں نفل بلا قصد شروع ہوئی ہے اور عصر کے اعتراض کا جواب نہر الفائق میں یوں بھی
دیا ہے کہ جب نمازی کے فرض باطل ہو گئے تو نفل بعد عصر کہاں ہوئی قبل عصر ہوئی جو مکروہ نہیں ہاں اگر عصر کے بعد کوئی قضا نماز پڑھتا ہو اور اُسمیں یہ صورت پیش آوے تو ہو سکتا
ہے اور شارح نے مغرب کا ذکر نہ کیا تو حلیہ میں مذکور ہے کہ اُسمیں پانچویں رکعت نہ ملاوے کیونکہ اول تو قبل مغرب نفلین مکروہ ہیں دوسرے طاق نفلین مطلقاً مکروہ ہیں کذا فی الشامی

وان قعد فی الرابعۃ مثلاً قدر التشہد ثم قام عاد وسلم ولو سلم قائماً صح ثم الاصح ان القوم ینتظرونہ فان عاد تبعوہ وان سجد للخامسۃ سلموا لانہ تم فرضہ اذ لم یبق علیہ الا السلام
وضم الیہا سادسۃ ولو فی العصر وخامسۃ فی المغرب ورابعۃ فی الفجر بہ یفتی لتصیر الرکعتان لہ نفلا والضم ہنا آکد اور اگر نمازی بیٹھا چوتھی رکعت میں مثلاً یعنی آخر رکعت میں خواہ وہ
تیسری ہو یا دوسری مقدار التحیات کے پھر کھڑا ہو گیا تو بیٹھ جاوے اور سلام پھیرے کیونکہ بیٹھ کر سلام پھیرنا مسنون ہے اور اگر کھڑا ہوا سلام پھیر دیگا تب بھی صحیح ہے پھر صحیح تر قول
یہ ہے کہ مقتدی امام کا انتظار کریں پس اگر عود کرے وہ بیٹھنے کی طرف تو اسکی متابعت کریں اور اگر امام سجدہ کرے پانچویں کے یعنے رکعت زائد کے لیے تو مقتدی سلام پھیر دیں
اسلیے کہ اسکا فرض تمام ہو گیا کیونکہ سلام کے سوا اور کچھ اُسپر باقی نہیں اور ملادے اُس رکعت میں چھٹی اگرچہ نماز عصر میں ہو اور پانچویں مغرب میں اور چوتھی فجر میں اسیکا فتویٰ
ہے اور ایک رکعت اسلیے ملادے تاکہ دو رکعتیں اسکی نفل ہو جائیں اور ملانا یہاں موکد زیادہ ہے ولا عہدۃ لو قطع ولا باس باتمامہ فی وقت کراہۃ علی المعتمد اور ضمان نہیں اگر
توڑ دے یعنے اگر دوسری رکعت ایک رکعت زائد میں نہ ملادے ایک ہی رکعت پر نماز قطع کر دے تو اُسپر قضا لازم نہوگی کیونکہ اس نفل کو اُسنے قصداً شروع نہیں کیا اور کچھ مضائقہ
نہیں اُسکے پورا کرنے کا کراہت کے وقت قول معتمد پر یعنی رکعت زائد پر دوسری کا ملانا گو عصر و فجر کے بعد ہو مضائقہ نہیں کیونکہ یہ نفل قصداً شروع نہیں ہوئی علاوہ اسکے
نہ ملانے سے یا تو سجدۂ سہو چھوٹ جایگا جو واجب ہے یا اگر سجدۂ سہو ایک ہی رکعت پر کریگا تو مسنون طور پر ادا نہوگا اسلیے اس صورت میں ملانیکی زیادہ تاکید ہے چنانچہ بیان ہوا

وسجد للسہو فی الصورتین لنقصان فرضہ بتأخیر السلام فی الاولی وترکہ فی الثانیۃ اور سجدہ سہو کرے دونوں صورتوں میں یعنے رکعت زائد کا سجدہ نہ کیا ہو اور ویسے ہی اُٹھ گیا
ہو یا سجدہ کر لیا ہو اور دوسری رکعت ملائی ہو سجدہ کرے بسبب ناقص ہونے اُسکے فرض کے سلام کی تاخیر سے پہلی صورتوں میں اور ترک کرنے سلام کے دوسری صورتوں میں یعنے دوسری
صورتوں میں ہر چند سلام نماز کے آخر میں پھیرا مگر چونکہ فرضوں کا سلام خاص نہیں پھیرا اسلیے اسکو یہ سلام مخصوص فوت ہو گیا کذا فی الحلبی والرکعتان لا تنوبان عن السنۃ الراتبۃ
بعد الفرض فی الاصح لان المواظبۃ علیہا انما کانت بتحریمۃ مبتدأۃ اور یہ دونوں رکعتیں زائد قائم مقام سنت موکدہ فرضوں کے بعد کی نہونگی صحیح تر قول میں اسلیے کہ موکدہ سنتوں کی
مداومت جدا تحریمہ سے ثابت ہوئی ہے نہ بلا قصد کے تحریمہ سے اور نہ ضمن میں دوسری نماز کے ولو اقتدی بہ فیہما صلاہما ایضاً اور اگر نمازی اقتدا کرے پیچھے امام کے اُن دونوں
رکعتوں زائد میں تو انکو بھی پڑھے یعنی اگر امام چوتھی رکعت پڑھ کر اُٹھا اور دو رکعتیں اور پڑھیں تو اُن دو میں اگر کوئی اُسکا مقتدی ہو تو وہ بھی چھ رکعتیں پڑھے وان افسد قضاہا
بہ یفتی نقایہ اور اگر مقتدی اُن دونوں رکعتوں کو فاسد کر دے تو صرف اُن دو ہی کی قضا کرے اسی پر فتویٰ ہے کذا فی النقایہ مگر شامی نے کہا کہ یہ پچھلی ہی صورتوں میں ہے یعنی اگر امام قعدہ اخیرہ میں
بیٹھا ہو تو اُس صورت میں فاسد کرنے سے چھ رکعتیں قضا کرے ولو ترک القعود الاولی فی النفل سہواً سجد ولم تفسد استحساناً لانہ لما شرع رکعتین شرع اربعاً ایضاً وقدمنا انہ
یعود مالم یقید الثالثۃ بسجدۃ وقیل لا اور اگر چھوڑا قعدہ اولی کو نفل میں سہو سے تو سجدہ کرے اور یہ نماز فاسد نہوگی بوجہ استحسان اسلیے کہ اُسنے جب دو رکعتیں شروع کی ہیں اُسی
وقت چار کو بھی شروع کیا ہے اور ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ نمازی عود کرے قعود کی طرف جبتک کہ تیسری رکعت نفل کو سجدہ سے مقید نہ کیا ہو اور ایک قول یہ ہے کہ سیدھا کھڑے ہو جانے
کے بعد عود نہ کرے اسلیے کہ اب نفلین مثل فرض کے ہو گئی ہیں مگر یعنے قیاس کی رو سے یہ نفلین فاسد ہونی چاہییں کیونکہ ہر دوگانہ نماز علیحدہ ہے تو قعدہ اخیرہ جو فرض ہے اول
دوگانہ میں نہ پایا گیا مگر استحساناً فاسد نہیں ہوتیں واذا صلی رکعتین فرضاً او نفلاً وسہا فیہما فسجد لہ بعد السلام ثم اراد بناء شفع علیہ لم یکن لہ ذلک البناء ای یکرہ لہ

قطع نماز کی کرے جبتک کہ قبلہ سے نہ پھرے یا جبتک بات نہ کرے کیونکہ قبلہ کیطرف سے پھرجانے اور بات کرنے سے تحریمہ باطل ہوجائیگی اور سجدہ سہو نکر سکیگا شارح نے کہا کہ نیت قطع نماز کی
اسلیے معتبر نہوئی کہ مشروع چیز کے متغیر کرنے کی نیت باطل ہوتی ہے یعنے مشروع یہ تھا کہ سجدہ سہو سے نماز کو پورا کرتا اب سجدہ میں نیت اسکے قطع کی کرنی لغو ٹھہریگی ولو نسی السہو
او سجدۃ صلبیۃ او تلاویۃ یلزمہ ذلک مادام فی المسجد اور اگر نمازی سجدہ سہو کو بھول گیا یا سجدہ نماز کو یا سجدہ تلاوت کو لازم ہوگا اسپر یہ سجدہ کرنا جبتک کہ مسجد کے اندر ہو شامی نے کہا
کہ شارح کے کلام میں مانعۃ الخلو ہے تو ہو سکتا ہے کہ اسکے ذمہ ایک ہی تینوں سے ہو یا دو ہوں یا تینوں ہوں غرض بھولنے کے بعد جب یاد آئیں اور مسجد کے اندر ہو تو اسپر انکا کرنا لازم ہے سلم
مصلی الظہر مثلا علی رأس الرکعتین توہما اتمامہا اتمہا اربعا وسجد للسہو لان السلام ساہیا لا یبطل لانہ دعاء من وجہ سلام پھیرا ظہر کے پڑھنے والے نے مثلاً دو رکعتوں پر نماز کے پورا ہونیکے
وہم سے تو انکو چار پورا کرے اور سجدہ سہو کرے اسلیے کہ سلام پھیرنا بھولے سے نماز کو باطل نہیں کرتا کیونکہ سلام ایک وجہ سے دعا ہے یعنی اسوجہ سے کہ اس سے مومنین کے لیے سلامتی
امن مطلوب ہے اور دعا قاطع نماز نہیں بخلاف ما لو سلم علی ظن ان فرض الظہر رکعتان بان ظن انہ مسافر او انہا الجمعۃ او کان قریب عہد بالاسلام فظن ان فرض الظہر
رکعتان او کان فی صلاۃ العشاء فظن انہا التراویح فسلم او سلم ذاکرا ان علیہ رکنا حیث تبطل لانہ سلام عمدا بخلاف اس صورت کے کہ سلام پھیرا اس گمان پر کہ ظہر کے
فرض دو ہیں اسطرح کہ خیال کر لیا کہ میں مسافر ہوں یا یہ نماز جمعہ ہے یا اسکو مسلمان ہوئے تھوڑا عرصہ ہوا تھا اسنے گمان کیا کہ ظہر کے فرض دو ہی ہیں یا یہ کہ نماز عشا میں مشغول تھا اسکو تراویح
گمان کر کے سلام پھیر دیا یا سلام پھیرا اس حال میں کہ اسکو یاد ہے کہ مجھپر ایک رکن باقی ہے کہ ان سب صورتوں میں نماز باطل ہوجاتی ہے کیونکہ یہ سلام عمداً ہے سہو سے نہیں ہم فرق پہلے
مسئلہ میں اور اس مسئلہ میں یہ ہے کہ وہاں نماز کو پورا گمان کیا تھا اسلیے سلام سہواً قرار دیا گیا اور یہاں قطعاً دو پڑھنا جانکر سلام پھیرا اسلیے عمداً ہوا اور نہ سلام دونوں صورتوں
میں عمداً سہو سے نہیں کذا فی الشامی وقیل لا تبطل حتی یقصد بہ خطاب آدمی اور ایک قول یہ ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوتی جبتک سلام سے کسی آدمی کا خطاب مقصود نہو
یہ قول دوسرا بحث ہے صاحب بحر کی اور قول اول پر معتمد شارح نے یقین کیا ہے کذا فی الشامی والسہو فی صلوۃ العید والجمعۃ والمکتوبۃ والتطوع سواء والمختار
عند المتاخرین عدمہ فی الاولیین لدفع الفتنۃ کما فی جمعۃ البحر واقرہ المصنف وبہ جزم فی الدرر اور سہو نماز عید اور جمعہ اور فرض اور نفل میں برابر ہے یعنے ہر ایک کے لیے سجدہ سہو کرنا چاہیے
اور مختار متاخرین کے نزدیک نہونا سجدہ سہو کا ہے عید اور جمعہ میں واسطے دور کرنے فتنہ کے چنانچہ باب الجمعہ بحر الرائق میں آیا اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اور اسی پر یقین
کیا ہے درر البحار میں ہم فتنہ سے مراد لوگوں کا تردد ہے یعنے عید وجمعہ میں چونکہ مجمع بہت ہوتا ہے تو عجب نہیں کہ سجدہ سہو کرنے سے لوگ تشویش میں پڑجائیں اسلیے متاخرین نے
اختیار کیا ہے کہ نہ کرنا سجدہ کا ایسے مجمعوں میں اولیٰ ہے کذا فی الطحطاوی واذا شک فی صلوتہ من لم یکن ذلک ای الشک عادۃ لہ وقیل من لم یشک فی صلوۃ
قط بعد بلوغہ وعلیہ اکثر المشائخ بحر عن الخلاصۃ کم صلی استانف بعمل مناف وبالسلام قاعدا اولی لانہ المحلل اور جب شک کرے اپنی نماز میں وہ نمازی کہ شک کرنا اسکی
عادت نہو اور بعض فقہائے کہا ہے کہ اسنے کسی نماز میں کبھی شک نہ کیا ہو بعد بالغ ہونیکے یعنی یہ شک اول ہی مرتبہ کا ہو اور اسی قول پر ہیں اکثر مشائخ کذا فی البحر
عن الخلاصہ شک اس بات میں کرے کہ نماز کتنی رکعتیں پڑھیں تو وہ نماز کو از سرنو پڑھے اور اس نماز کو قطع کر دے کسی عمل مخالف نماز سے اور سلام سے قطع کرنا بیٹھکر
اولی ہے اسلیے کہ سلام حلال کرنیوالا ہے یعنی نماز کی تحریمہ کے اٹھانے کے لیے ہے وان کثر شکہ عمل بغالب الظن ان کان لہ ظن للحرج والا اخذ بالاقل لتیقنہ وقعد
فی کل موضع توہمہ موضع قعودہ ولو واجبا لئلا یصیر تارکا فرض القعود او واجبہ اور اگر بہت ہو شک کرنا نمازی کا یعنی نمازی کی رکعتوں کا اکثر شک ہوجایا کرتا ہو
تو عمل کرے اپنے گمان غالب پر اگر اسکو گمان ہو واسطے دور کرنے تنگی کے اگر یقین کامل کے بموجب عمل کرنے کا حکم دیا جائے تو اسمیں حرج ہوگا اسلیے گمان غالب پر عمل
کرے اور اگر گمان غالب اسکو نہو تو تھوڑی رکعتوں کو اختیار کرے بسبب یقینی ہونے کمتر کے یعنی مثلاً تین اور چار میں اگر شک ہے تو تین یقینی ہیں شبہ چوتھی میں ہوگا اور بیٹھے ہر جگہ میں کہ خیال
کرے اس جگہ کو بیٹھنے کا مقام اگرچہ بیٹھنا واجب ہو اسلیے قعدہ کرے تارک قعدہ فرض یا واجب کا نہو مثلاً اول رکعت میں شک ہوا کہ یہ دوسری ہے یا اول اور گمان غالب
اول ہونے کا ہے تو اول سمجھے اور اسکے آخر میں قعدہ کرے کیونکہ اسکے وہم کے بموجب یہ دوسری بھی ہے تو محل قعدہ ہے اسیطرح دوسری رکعت کے آخر میں قعدہ کرے کہ وہ باعتبار
ظن غالب کے دوسری ہے اسیطرح اگر غلبہ ظن اول ہونے کا نہوتا تو اقل پر بنا کرنے میں یہی صورت کرے ہر چند ہر رکعت پر بیٹھنا بدعت ہے مگر ترک واجب یا فرض کی ضرورت

اور تعریف اُس عذر کی جس سے نماز بیٹھ کر درست ہو یہ ہو کہ نمازی کو قیام سے ضرر پہونچے اسی پر فتوی ہو یہ دشواری قیام کی پہلے فرضون سے ہو یا خود فرضون کے
اندر خواہ قیام نہو سکے بسبب عذر حکمی کے اسطرح کہ خوف کرے بیماری کے بڑھ جانیکا یا اُسکے دیر کر اچھا ہونے کا کھڑا ہونے کے باعث یا گھومتا اپنے سر کا یا پائے
اپنے قیام سے بہت سا درد یا ایسا ہووے کہ اگر نماز کھڑا ہو کر پڑھیگا تو پیشاب جاری ہو جائیگا یا روزہ رکھنا دشوار ہو جائیگا چنانچہ باب صفۃ الصلوۃ مین گذر چکا تو وہ
شخص بیٹھ کر نماز پڑھے اگرچہ تکیہ پر یا کسی آدمی پر سہارا دیکر بیٹھے کیونکہ یہ بیٹھنا اُسپر لازم ہو قول مختار کے موجب اور بیٹھے جسطرح چاہے موجب روایت مذہب کے
اسلیے کہ مرض نے مریض سے ارکان کو ساقط کر دیا تو ہیئتون کو بطریق اولی ساقط کر دیگا یعنے کسی خاص صورت پر بیٹھنا اُسپر ضرور نہین ہم شارح نے حقیقی اور حکمی کو صفت
مرض کی ٹھہرایا حالانکہ مرض دونون صورتون مین حقیقی ہو اور یہ دونون لفظ صفتین عذر کی ہین جیسا کہ مترجم نے ترجمہ کیا اور ضمیر حدہ کی اگر مرض حقیقی کیطرف پھیری جاے
تو ہو نہین سکتی کیونکہ مرض کی تعریف تو یہ ہو کہ جسکے بدن مین آنے سے اعتدالی مزاج کا جاتا رہے اور اگر عذر حقیقی کیطرف پھیرین تب بھی نہین بن سکتی کیونکہ عذر حقیقی قیام
مین یہ ہو کہ کھڑا ہو تو گر پڑے ہان جس عذر سے نماز بیٹھ کر مباح ہو اُسکی طرف پھیر سکتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ شارح کی عبارت مین تسامح ہو کذا فی الشامی مختصراً **وقال**
زفر کالتشھد قیل وبہ یفتی اور امام زفرؒ نے فرمایا کہ بیٹھے مثل بیٹھنے التحیات کے کہتے ہین کہ اسی پر فتوی ہو ہم تجنیس اور خلاصہ مین اسپر فتوی مذکور ہو اسوجہ سے کہ مریض پر ایسا بیٹھنا
آسان ہو شامی نے کہا کہ یہ علت ناتمام ہو بلکہ آسانی تو اسمین ہو کہ کسی ہیئت خاص کا مقید نہو جیسا کہ قول اول ہو حاصل یہ کہ اگر التحیات کی وضع آسان یا برابر ہو تو بہتر
ہو کہ التحیات کیطرح بیٹھے ورنہ جونسی وضع اسکو سہل معلوم ہو اسطرح بیٹھے اور تشہد مین التحیات کی وضع ہو جائے **برکوع وسجود** نماز پڑھے بیٹھ کر رکوع اور سجدے سے
یعنی اشارہ سے نہ پڑھے اسلیے کہ جن ارکان کو کامل ادا کر سکتا ہو اُنکو ناقص کرنا نہین چاہیے بدون ضرورت کے **وان قدر علی بعض القیام ولو متکئا علی عصا او حائط**
قام لزوما بقدر ما یقدر ولو قدر آیۃ او تکبیرۃ علی المذھب لان البعض معتبر بالکل اور اگر قادر نہو نمازی تھوڑے قیام پر اگرچہ لاٹھی یا دیوار کے سہارے سے کھڑا ہو سکے تو کھڑا
ہو بطور وجوب کے جسقدر کہ قیام پر قادر ہو اگرچہ ایک آیت یا اللہ اکبر کی قدر ہو موجب روایت مذہب کے کیونکہ بعض کا حکم مثل کل کے ہو یعنے جیسے کل قیام پر قادر ہونے سے
سارا قیام لازم ہو اسیطرح بعض پر قادر ہونے سے بعض لازم ہوگا ہم شامی نے ہندوانی سے نقل کیا کہ جس شخص کو تھوڑے سے قیام پر قدرت ہو تو اسکو حکم کیا جائے کہ
تکبیر تحریمہ کھڑا ہو کر کرے اور جسقدر قرارت کھڑا ہو کر پڑھ سکے اُتنی پڑھے پھر بیٹھ جائے اگر کھڑا نہ رہ سکے اور یہی مذہب صحیح ہو اسکے خلاف ہمارے ائمہ سے مروی نہین اور
اگر کوئی شخص اسطرح نکریگا تو مجھے ڈر ہو کہ اسکی نماز درست نہو اور اگر بے سہارے کھڑا ہونے سے عاجز ہو تو سہارے سے کھڑا ہو ورنہ اسکی نماز کافی نہوگی اس سے معلوم
ہوا کہ جو لوگ ادنی سے عذر مین بیٹھ کر نماز پڑھنے لگتے ہین اور یقیناً بقدر دو چار آیتون کے کھڑا ہونے سے اُنکو کچھ ضرر نہین ہوتا اُنکی نماز نہین ہوتی اور طرفہ یہ کہ گھر سے اپنے پاؤن
چلکر آتے ہین اور فرض نماز مین بیٹھ کر نیت باندھتے ہین پس اسکا یاد کرنا ضرور ہو کہ لوگ اس سے غافل ہین **وان تعذرا لیس تعذرھما شرطا بل تعذر السجود کاف لا القیام و**
اومأ بالھمز قاعدا وھو افضل من الایماء قائما لقربہ من الارض ویجعل سجودہ اخفض من رکوعہ لزوما ولا یرفع الی وجھہ شیئا یسجد علیہ فانہ یکرہ تحریما اور اگر رکوع
اور سجدہ دونون نہو سکین تو اشارہ کرے بیٹھ کر اور بیٹھ کر اشارہ سے پڑھنا افضل ہو کھڑے ہو کر اشارہ کرنے سے بسبب قریب ہونے بیٹھے ہونیکے اشارہ کی زمین
سے یعنے مشابہت سجدہ کی اس صورت مین زیادہ ہو اور کرے اپنے سجدہ کو زیادہ پست بہ نسبت رکوع کے بطور لزوم کے یعنے بدون اسکے سجدہ جائز نہوگا اور نہ
اُٹھائے کوئی چیز اپنے چہرہ کیطرف تاکہ اُسپر سجدہ کرے کہ یہ فعل مکروہ تحریمی ہو شارح نے کہا کہ رکوع اور سجدہ دونون کا متعذر ہونا شرط نہین بلکہ سجدہ کا نہو سکنا اشارہ کے
لیے کافی ہو نہ قیام کا متعذر ہونا اور اومأ ہمزہ سے ہو یعنے مہموز اللام ہو ہم شامی نے کہا کہ لا القیام عطف ہو ضمیر متصل وان تعذرا پر اور سجدہ کے لیے کوئی چیز اُٹھانا یا
لیے رہنا مکروہ تحریمی ہو لیکن اگر وہ چیز زمین پر رکھی ہو تو مکروہ نہین اسلیے کہ ثابت ہوا ہو کہ حضرت ام سلمہؓ نے بیماری کی جہت سے ایک تکیہ پر سجدہ کیا اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو منع نہین فرمایا **فان فعل بالبناء للمجھول ذکرہ العینی وھو یخفض راسہ لسجودہ اکثر من رکوعہ صح علی انہ ایماء لا سجود الا ان یجد قوۃ الارض**
والا یخفض لا یصح لعدم الایماء پس اگر کوئی چیز اُٹھائی جائے اور نمازی اپنا سر زیادہ پست کرتا ہو بہ نسبت رکوع کے تو سجدہ کرنا درست ہوگا اور یہ اشارہ ہی

خواہ بیٹھ کر رکوع اور سجدے سے یا اشارہ سے خواہ لیٹ کر اسلیے کہ بقیہ نماز ادنی ہی تو ادنی کی بنا اعلی پر درست ہی کذا فی البحر اور امام ابو یوسف فرماتے ہین کہ از سر نو پڑھے کذا فی الحلبی
ولو صلی قاعدا برکوع وسجود فصح بنی ولو کان یصلی بالایماء فصح لا یبنی الا اذا صح قبل ان یومی بالرکوع والسجود اور اگر نمازی پڑھے بیٹھ کر رکوع اور سجدہ سے پھر
اچھا ہو گیا یعنے قادر ہو گیا کھڑا ہونے پر تو باقی نماز پہلی پر بنا کرے یعنے کھڑا ہو کر پوری کرے اور اگر اشارہ سے پڑھتا ہو اور تندرست ہو جاوے یعنے رکوع اور سجدہ پر
قادر ہو جاوے تو بنا کرے مگر اس صورت مین کہ رکوع اور سجدہ کے لیے اشارہ کرنے سے پیشتر ہی تندرست ہو گیا ہو ہم بنا نہ کرنی کی وجہ یہ ہی کہ رکوع وسجدہ والی نماز کی بنا
اشارہ والی پر جائز نہین اقتدا پر قیاس کرنے سے کما لو کان یومی مضطجعا ثم قدر علی القعود ولم یقدر علی الرکوع والسجود فانہ یستانف علی المختار لان حالۃ القعود اقوی
فلم یجز بناؤہ علی الضعیف جیسے اگر اشارہ کرتا ہو لیٹا ہوا پھر قادر ہو جائے بیٹھنے پر اور نہ قادر ہو رکوع اور سجدہ پر کہ وہ نماز از سر نو پڑھے قول مختار کے موجب
کیونکہ بیٹھنے کی حالت قوی تر ہی بہ نسبت لیٹنے کے اسلیے قوی کی بنا ضعیف پر جائز نہوئی وللمتطوع الاتکاء علی شیء کعصا وجدار مع الاعیاء ای التعب بلا کراہۃ وبدونہ
یکرہ ولہ القعود بلا کراہۃ مطلقا ہو الاصح ذکرہ الکمال وغیرہ اور نفل پڑھنے والے کو جائز ہی سہارا دینا کسی چیز پر مثل لاٹھی یا دیوار کے ساتھ تھکنے کے بدون
کراہت کے اور بدون تھکنے کے سہارا دینا مکروہ تنزیہی ہی کہ ایک طرح کی بے ادبی ہی اور نفل پڑھنے والے کو جائز ہی بیٹھ جانا بدون کراہت کے ہر حال مین یعنے
عذر سے ہو یا بے عذر یہی صحیح تر ہو ذکر کیا ہی اسکو کمال وغیرہ نے اور ہدایہ مین ہی کہ بدون عذر مکروہ ہی اور قول اصح یہ ہی کہ مکروہ نہین کیونکہ جب ابتدا اسکو بیٹھ کر
پڑھنے کا اختیار تھا تو تمام کرنے کے لیے بیٹھ جانے کا اختیار کیون نہو گا کذا فی الشامی صلی الفرض فی فلک جار قاعدا بلا عذر صح لغلبۃ العذر واساء
قال الا یصح الا بعذر وہو الاظہر برہان پڑھا نمازی نے فرضون کو چلتی کشتی مین بیٹھ کر بدون عذر کے تو صحیح ہی بسبب اکثر ہونے عذر کے یعنے دوران سر کھڑے ہونے
سے اکثر ہوا کرتا ہی کذا فی الطحطاوی اور برا کیا کہ بیٹھ کر پڑھا اگر کھڑا ہونا ممکن تھا اور صاحبین نے فرمایا کہ فرض درست نہونگے بدون عذر کے اور یہی ظاہر تر ہی
کذا فی البرہان ہم شامی نے حاوی قدسی سے نقل کیا کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہی والمربوطۃ فی الشط کالشط فی الاصح اور بندھی ہوئی کشتی کنارہ مین مثل کنارہ کے
ہی صحیح تر قول مین ہم یعنے اسمین فرض بیٹھ کر جائز نہین بالاتفاق پھر ظاہر ہدایہ اور نہایہ وغیرہ کا یہ ہی کہ کنارہ پر بندھی کشتی مین فرض کھڑے ہو کر درست ہین خواہ وہ زمین
پر ٹھہری ہو یا نہین اور ایضاح مین ہی کہ اگر کشتی زمین پر ٹھہری ہو تب تو فرض درست ہونگے کہ اسکا حکم زمین کا سا ہی اور اگر ٹھہری نہوگی تو اگر نمازی اسپر سے کنارہ
پر اتر سکتا ہی تو فرض درست نہونگے نیچے اتر کر پڑھے کیونکہ اسوقت مین اسکا حکم سواری کے جانور کا سا ہی اور اگر اترنا ممکن نہو تو کھڑے ہو کر پڑھنا درست ہی کذا فی
الطحطاوی والمربوطۃ بلجۃ البحر ان کان الریح یحرکہا شدیدا فکالسائرۃ والا فکالواقفۃ اور بندھی ہوئی موج دریا مین اگر ہوا اسکو سخت حرکت دیتی ہو تو وہ
مثل جاری کے ہی اور اگر ہوا نہ ہلاتی ہو تو مثل کھڑی ہوئی کے ہی یعنے پہلی صورت مین نماز فرض بیٹھ کر جائز ہی اور دوسری مین جائز نہین کذا فی الطحطاوی
ویلزم استقبال القبلۃ عند الافتتاح وکلما دارت اور لازم ہی قبلہ رخ ہونا تکبیر تحریمہ کے وقت اور جبکہ کشتی گھوم جاوے ہم یعنے اسپر سب کا اتفاق ہی کہ قبلہ رخ
رہے گو کشتی گھومتی جاوے اور اگر قبلہ رخ ہونا ممکن نہو تو نماز مین تاخیر کرے جب تک کہ خوف وقت کے جانے کا نہ ہو اور اگر خوف ہو تو ظاہر ہی کہ قبلہ عاجز
شخص کے حق مین وہی ہوتا ہی جس طرف کو وہ قادر ہو کذا فی الشامی ولو ام قوما فی فلکین مربوطتین صح والا اور اگر امام ہوا ایک قوم کا دو کشتیون بندھی
ہوئی مین تو صحیح ہی ورنہ صحیح نہین ہم بندھی ہوئی سے یہ غرض ہی کہ پاس پاس ہون فاصلہ سے نہون کیونکہ پاس ہونے مین دونون کا حکم ایک مکان کا سا ہی
کذا فی الشامی ومن جن او اغمی علیہ ولو بفزع من سبع او آدمی یوما ولیلۃ قضی الخمس وان زاد وقت صلوۃ سادسۃ لا للحرج ولو افاق فی المدۃ
فان لافاقتہ وقت معلوم قضی والا اور جو شخص مجنون ہوا یا بیہوش ہوا اگرچہ کسی درندہ یا آدمی کے خوف سے بیہوش ہوا ہو ایک دن رات تو وہ پانچ نمازین
قضا پڑھے اور اگر بڑھ جاوے بیہوشی پر وقت چھٹے نماز کا تو قضا نہ پڑھے بسبب حرج کے اور اگر دن رات مین اسکو افاقہ ہوتا ہو تو اگر افاقہ کا وقت معین ہو تب
تو قضا پڑھے ورنہ قضا نہ پڑھے ہم مثلا دن رات بیہوش رہتا ہی مگر صبح کو ہوش مین آتا ہی تو اول کی بیہوشی بیکار ہو گی اور قضا پڑھنی پڑیگی اور اگر وقت

ایک آیت کی تقدیم سے نماز فاسد ہوتی ہے اور یہی دلیل سورۂ ص مین بھی ہے گو زیلعی نے اناب پر سجدہ لکھا ہے منہ او ثانیۃ الحج
فہو صلوتیۃ لاقترانہا بالرکوع وص خلافا للشافعی رح واحمد رح ونفی مالک رح لسجود المفصل ان چودہ سجدون مین سے پہلا سجدہ سورۂ حج کا
اور دوسرا سجدہ سورہ مذکور کا وہ تلاوت کا نہین بلکہ مراد اُس سے نماز کا سجدہ ہے بسبب متصل ہونے اُس سجدہ کے رکوع سے اور ایک
سجدہ سورۂ ص کا ہے بخلاف امام شافعی اور احمد رح کے کہ اُنکے نزدیک سورۂ ص مین سجدہ نہین اور حج مین دو سجدہ ہین غرضکہ
شمار سجدون کا اُنکے نزدیک بھی چودہ ہے اور امام مالک رح نے فرمایا کہ مفصل صورتون مین سجدہ نہین یعنے سورۂ نجم اور اذا السماء انشقت اور
اقراء مین اُنکے نزدیک سجدہ نہین تو اُنکے نزدیک تعداد گیارہ ہے ہم اگر شافعی کے پیچھے حنفی نے نماز پڑھی اور اُسنے سورۂ حج کے دوسرے
سجدہ پر سجدہ کیا تو متابعت واجب ہے اور خارج نماز اگر سنیگا تو اُسپر سجدہ نہین کذا فی الطحطاوی بشرط سماعہا فالسبب التلاوۃ وان لم
یوجد السماع کتلاوۃ الاصم والسماع شرط فی حق غیر التالی ولو بالفارسیۃ اذا اخبر واجب ہے سجدۂ تلاوت بشرط سننے آیت سجدہ کے یعنی سبب
سجدہ کے تین ہین اول تلاوت اگرچہ سماع نپایا جاوے جیسے پڑھنا بہرے آدمی کا دوم سننا آیت سجدہ کا یہ شرط ہے پڑھنے والے کے سوا
دوسرے شخص کے حق مین اگرچہ فارسی مین ہو جبکہ خبر دیا جاوے اور اگر اُسکو خبر نہو کہ آیت سجدہ ہے تو معذور ہے تیسرے سبب کو ماتن آگے بیان کرتا ہے اور
بشرط الایتمام ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ غیر التالی والمؤتم کہتا کیونکہ مقتدی کو سننا شرط نہین حالانکہ غیر تالی مین وہ بھی داخل ہے
او بشرط الائتمام ای الاقتداء بمن تلاہا فانہ سبب لوجوبہا ایضا وان لم یسمعہا ولم یحضرہا بالمتابعۃ یا سجدۂ تلاوت واجب ہے بشرط مقتدی ہونے کے اُس
شخص کے پیچھے جو آیت سجدہ کو پڑھے کہ اقتدا کرنا بھی سبب ہے سجدہ کے واجب ہونے کا اگرچہ مقتدی آیت سجدہ کو نہ سنے اور نہ موجود ہو آیت سجدہ
کے پڑھنے کے وقت یعنے امام نے اقتدا سے پہلے سجدہ کی آیت پڑھ لی ہو تب بھی سجدہ واجب ہے بسبب واجب ہونے متابعت امام کے ہم اقتدا
سے واجب ہونے مین یہ بھی شرط ہے کہ امام سجدہ کرے اور اگر امام سجدہ نہ کرے تو مقتدی پر واجب نہین اگرچہ آیت کو سنا ہو کذا فی شرح المنیہ
شامی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ فانہ سبب کی جگہ فانہ شرط کہتا تا کہ بشرط الاقتدا کے موافق ہوتا ولو تلا المؤتم لم یسجد المصلی اصلا لا فی
الصلوۃ ولا بعدہا اور اگر پڑھے آیت سجدہ کو مقتدی تو نہ سجدہ کرے نماز پڑھنے والا ہرگز نہ نماز مین نہ بعد نماز کے ہم یعنے نہ خود پڑھنے والا سجدہ کرے
اور نہ امام اور نہ دوسرے مقتدی اُسکے ساتھ والے بخلاف الخارج لان الحجر ثبت للمعنیین فلا یعدوہم حتی لو دخل معہم سقطت بخلاف خارج
کے کہ وہ سجدہ کرے اسلیے کہ روک یعنے قرات کی ممانعت ثابت ہوئی ہے ساتھ مین مخصوصون کے لیے تو اُنسے تجاوز نہ کریگی یہانتک کہ اگر خارج نماز مین
داخل ہوگا اُنکے ساتھ تو اُسپر بھی سجدہ ساقط ہو جائیگا ہم خارج سے مراد وہ شخص ہے کہ بالکل نماز نہ پڑھتا ہو یا وہ کہ دوسری نماز پڑھتا ہو خواہ
اکیلا خواہ دوسرا امام ہو کذا فی الحلبی شامی نے کہا کہ علت مسئلہ کی جو شارح نے بیان کی اسمین امام داخل نہین اسلیے کہ اُسکو ممانعت قرات
کی نہین تو تعلیل وہ خوب ہے جو شرح منیہ مین ہے کہ اگر مقتدی کے پڑھنے سے امام سجدہ کرے تو متبوع تابع ہو جاویگا ولا تجب علی من تلا فی
رکوعہ او سجودہ او تشہدہ لحجرہ فیہا عن القراءۃ اور نہین واجب ہے سجدہ اُس شخص پر کہ پڑھے آیت سجدہ کو اپنے رکوع یا سجدہ مین یا التحیات
مین واسطے ممانعت کے ان ارکان مین قرات سے ہم اور مرغینانی نے کہا کہ سجدہ واجب ہے اور نماز کے اندر اُسکو ادا کرے اور فرق اس مسئلہ
مین اور مقتدی کے مسئلہ مین یہ بیان کیا ہے کہ مقتدی کو امام کی جہت سے قرات کی روک ہے اور امام کا تصرف اُسپر جاری ہے اسلیے اُسکے تصرف کا
اعتبار نہین بخلاف اس مسئلہ کے کہ یہان رکوع کرنے والا قرات سے ممنوع ہے مثل جنب کے تو جیسے جنب کے پڑھنے سے سجدہ اُسپر واجب ہوتا ہے ویسا ہی
یہان بھی واجب ہونا چاہیے اور شامی نے وجوب ہی کو ترجیح دی ہے شرح دلائل الصلوۃ المقدمۃ تحت التحریمۃ وفیہ التعیین سجدہ واجب ہے ساتھ

بل تلزم من سمعه على ما حرره ملا خسرو ولكن جزم الشرنبلالي باختلاف الرواية ونقل الوجوب بالسماع من المجنون عن الفتاوى الصغرى والجوهرة
قلت وبه جزم القهستاني اور اگر کم ہوا جنون مجنون کا یعنے ایک دن اور رات ہوا یا اس سے کمتر تو اسپر سجدہ لازم ہی خواہ وہ خود پڑھے یا
دوسرے سے سنے اور اگر جنون ایک دن رات سے زیادہ ہو جائے تو سجدہ خود اسپر لازم نہیں بلکہ اس شخص پر لازم ہی جو اس سے آیت
سجدہ کو سنے بموجب اس بیان کے کہ منقح بیان کیا ہی اسکو ملا خسرو نے لیکن یقین کیا ہی شرنبلالی نے اختلاف روایت پر در بارۂ مجنون کے
اور نقل کیا ہی وجوب سجدہ کو مجنون سے سنکر فتاوے صغرے اور جوہرہ سے میں کہتا ہوں اور اسی وجوب پر یقین کیا ہی قہستانی نے مع شرنبلالی نے کہا ہی
کہ مجنون سے آیت سجدہ سننے پر سجدہ تلاوت کے واجب ہونے میں دو روایتیں ہیں اور دونوں کی تصحیح ہوئی ہی اور جوہرہ میں کہا کہ اصح یہ ہی کہ سجدہ
واجب نہیں کذا فی الشامی لا تجب بسماعه من الصدى والطير ومن كل تال حرفا ولا بالتهجي اشباه ولا من المؤتم لو كان السامع في صلوته لئے صلوۃ الامام
بخلاف الخارج کما مر نہیں واجب ہی بسبب سننے سجدہ کی صدا یعنے گونج کی آواز سے جو پہاڑوں اور جنگلوں وغیرہ میں پلٹ کر ویسے ہی سنائی دیتی ہی اور نہیں
واجب ہی پرندے سے سننے کے سبب یعنے طوطا یا مینا وغیرہ اگر آیت سجدہ پڑھے تو سننے والے پر اصح قول میں سجدہ واجب نہیں اور واجب نہیں سننے سے
ایک کلمہ پڑھنے والے کے اور نہ ہجے کے ساتھ پڑھنے والے کے سننے سے کذا فی الاشباہ طحطاوی نے کہا کہ ایک کلمہ کے سننے سے عدم وجوب کا مسئلہ
متن میں آگے مذکور ہی تو شاید شارح نے بیان مکرر اسلیے ذکر کیا تا کہ تنبیہ ہو اس بات پر کہ اس مسئلہ کا اسی جا ذکر کرنا مناسب تھا اور نہیں واجب ہی
بسبب سننے کے مقتدی سے اگر سننے والا مقتدی کی نماز میں ہو یعنے وہی نماز پڑھتا ہو خواہ امام ہو یا دوسرا مقتدی اسکے ساتھ ہو بخلاف خارج
کے نماز مقتدی سے کہ اسپر واجب ہوگا چنانچہ پیشتر گذرا وهي على التراخي على المختار ويكره تاخيرها تنزيها ويكفيه ان يسجد عدد ما عليه بلا تعيين ويكون
مؤديا وتسقط بالحيض والردة ان لم تكن صلوتية فعلى الفور لصيرورتها جزءا منها ويأثم بتاخيرها ويقضيها ما دام في حرمة الصلوة ولو بعد السلام فتح
اور سجدۂ تلاوت واجب ہوتا ہی تراخی کے طور پر مختار قول کے بموجب یعنے امام محمد کے نزدیک تمام عمر اسکا وقت ہی اور یہی قول مختار ہی اور امام ابو یوسف
کے نزدیک فوراً واجب ہی یعنے تاخیر سے گناہگار ہوگا بشرطیکہ سجدہ مذکورہ نماز کے اندر کا نہ ہو کہ وہ اتفاقاً واجب ہی فوراً بسبب ہو جانے اس سجدہ
کے جزو نماز کا اور گناہگار ہوگا سجدۂ تلاوت نماز کی تاخیر سے اور اسکو قضا بجالائے جب تک کہ نماز کی حرمت میں باقی رہے اگرچہ بعد سلام کے ہو
یعنے جب تک کوئی فعل مخالف نماز کے نہ کیا ہو کذا فی الفتح شارح نے کہا اور مکروہ تنزیہی ہی تاخیر کرنا سجدۂ تلاوت کا جو نماز کے اندر نہو اور کافی ہی
قرآن پڑھنے والے کو کہ جسقدر سجدے اسپر ہوں اسقدر سجدے بلا تعیین کرے اور ہو جائیگا ادا کرنیوالا یعنے تاخیر سے کراہت تنزیہی ہوگی یہ نہوگا کہ
قضا ہو جائیں اور ساقط ہو جاتا ہی سجدۂ تلاوت حیض سے اور مرتد ہونے سے یعنے اگر عورت نے سجدہ کی آیت پڑھی اور سجدہ نہ کیا یہانتک کہ حائضہ ہوئی
تو اسپر سے سجدہ ساقط ہو جائیگا اور اسی طرح مرتد ہونے سے کذا فی التجنيس ثم هذه النسبة هي الصواب وقولهم صلوتية خطأ قاله المصنف لكن في العناية
انه خطأ مستعمل وهو عند الفقهاء خير من صواب نادر پھر یہ نسبت یعنے مصنف کا صلوۃ کہنا درست ہی اور اسکی جگہ فقہا کا قول صلاتیۃ کہنا غلط ہی کہا ہی کہ
مصنف نے مگر عنایہ میں ہی کہ صلوتیۃ کہنا غلط ہی لیکن مروج ہی اور یہ غلط مروج فقہا کے نزدیک بہتر ہی صحیح کم رائج سے کیونکہ انکی غرض صرف
احکام کا بتلانا ہی ان الفاظ میں جو عوام میں مشہور ہوں ہم وجہ غلطی کی یہ ہی کہ قاعدہ نسبت کا یوں ہی کہ تا تانیث کو حذف کر دیتے ہیں پھر اگر
الف آخر میں ہو تو اسکو واو سے بدل کرتے ہیں تو اس لحاظ سے صلویۃ کہنا بموجب قاعدہ کے درست ہوا بخلاف صلوتیۃ کے کہ اسمیں ت
نہ حذف کیا ہی نہ الف کو بدلا کذا فی الطحطاوی مختصراً ومن سمعها من امام ولو باقتدائه به فائتم به قبل ان يسجد الامام لها سجد معه فلو اتم سجده
لا يسجد اصلا كذا اطلق في الكنز تبعا للاصل وان لم يقتد به اصلا سجدها وكذا لو اقتدى به في ركعة اخرى على المختار النهر دوي وغيره وهو ظاهر الهداية

چنانچہ بحر الرائق مین ہو کہ اگر نیت کرے سجدہ کی یعنے نیت کرے رکوع کے ہونے کی سجدہ تلاوت کے لیے قول راجح پر ہم یعنی اگر آیت نماز مین پڑھی اور اُسکے بعد تین آیتون سے زائد نہین پڑھا اور رکوع کیا اور نیت کی کہ یہ رکوع سجدہ تلاوت کے لیے کرتا ہون تو سجدہ ادا ہو جائیگا طحطاوی نے کہا کہ اس رکوع مین نیت نماز کے رکوع کی بھی کرے ورنہ صرف تلاوت کا رکوع ہوگا نہ نماز کا وتودی بسجود ہا کذلک ای علی الفور وان لم ینوہ بالاجماع اور ادا ہوتا ہی سجدہ تلاوت نماز کے سجدہ سے اسی طرح یعنے فوراً سجدہ کرنے سے اگرچہ نیت نہ کی ہو کہ یہ سجدہ تلاوت کا ہی بالاتفاق ہم آیت سجدہ کے بعد فوراً سجدہ نماز کرنے کی صورت محشیون نے نہین لکھی غالباً اس سے مراد یہ ہی کہ رکوع مختصر کے بعد سجدہ کیا ورنہ ظاہر ہی کہ رکوع مع قومہ کے تین آیتون کی مقدار سے کم نہین پھر فوراً کیسے ہو سکتا ہی ولو نواہا فی رکوعہ ولم ینوہا المؤتم لم تجزہ ویسجد اذا سلم الامام ویعید القعدۃ ولو ترکہا فسدت صلوتہ کذا فی القنیۃ وینبغی حملہ علی الجہریۃ اور اگر نیت کی سجدہ تلاوت کی امام نے اپنے رکوع مین اور نہ نیت کی اُسکی مقتدی نے تو مقتدی کو امام کی نیت کافی نہوگی اور سجدہ کرے مقتدی جبکہ امام سلام پھیرے اور اعادہ کرے قعدہ کو اور اگر قعدہ کو چھوڑ دیگا تو اُسکی نماز فاسد ہوگی اسلیے کہ سجدہ تلاوت سے قعدہ اخیرہ لغو ہو جاتا ہی اگر اعادہ نکریگا تو فرض نماز کا رہجائیگا کذا فی القنیہ اور محمول کرنا چاہیے اس صورت کو نماز جہری پر اسلیے کہ نماز سری مین مقتدی کو کیسے معلوم ہوگا کہ امام نے آیت سجدہ پڑھی نعم لو رکع وسجد لہا فوراً ناب بلا نیۃ ہان اگر رکوع کیا اور سجدہ کیا واسطے نماز کے فوراً تو یہ سجدہ کرنا مقتدی کا قائم مقام سجدہ تلاوت کے ہو جائیگا بدون نیت کے بسبب متابعت امام کے ہم یعنے امام نے رکوع مین نیت سجدہ تلاوت کی نہ کی بلکہ سجدہ مین کی یا بالکل کہین نہ کی تو اس صورت مین مقتدی پر کچھ نہین خواہ مقتدی نیت کرے یا نہ کرے کذا فی الطحطاوی ولو سجد لہا فظن القوم انہ رکع فمن رکع رفضہ وسجد لہا ومن رکع وسجد سجدۃ اجزاتہ عنہا ومن رکع وسجد سجدتین فسدت صلوتہ لانہ انفرد برکعۃ تامۃ اور اگر سجدہ تلاوت کیا امام نے اور مقتدیون نے خیال کیا کہ امام نے رکوع کیا تو جو شخص رکوع مین ہو وہ رکوع کو ترک کرکے سجدہ تلاوت کرے اور جسنے رکوع کیا اور ایک سجدہ کیا تو اُسکو یہ سجدہ تلاوت کے سجدہ سے کافی ہوگا اور جسنے رکوع کیا اور دو سجدے کیے تو اُسکی نماز فاسد ہوگئی اسلیے کہ اُسنے ایک رکعت پوری تنہا پڑھ لی اور زیادتی ایک رکعت کی مفسد نماز ہی ولو سمع المصلی السجدۃ من غیرہ لم یسجد فیہا لانہا غیر صلوتیۃ بل یسجد بعدہا لسماعہا من غیر محجور اور اگر نماز پڑھنے والے نے آیت سجدہ کو اپنے غیر سے سنا تو نماز کے اندر سجدہ نہ کرے اسلیے کہ وہ تلاوت نماز کے اندر نہین بلکہ سجدہ کرے بعد نماز کے بسبب سننے آیت سجدہ کے اُس شخص سے جسپر روک نہین یعنے اگر روک والے سے سنا مثلاً مقتدی سے تو اُسکے سننے سے نہ بعد نماز کے سجدہ کرنا نہ نماز کے اندر چنانچہ پہلے گذرا ولو سجد فیہا لم یجزہ لانہا ناقصۃ للنہی فلا یتادی بہا الکامل واعادہ ای السجود لما مر الا اذا تلاہا المصلی غیر الموتم ولو بعد سماعہا سراج اور اگر نماز پڑھنے والے نے غیر سے سنکر نماز کے اندر سجدہ کیا تو یہ سجدہ اُسکو کافی نہوگا اسلیے کہ یہ سجدہ اُسکا ناقص ہی بسبب نہی کے تو اس ناقص سے کامل ادا نہوگا یعنی سننے کی حالت مین جس رکن کو ادا کرتا ہی اُسکو پورا کرنا اور اُسکے بعد دوسرا رکن ادا کرنا اُسکو لازم ہی اور اس بات کا مقتضی ہی کہ جو چیز اسپر اس نماز سے خارج سبب سے واجب ہوئی ہی اُسکے ادا کرنے مین مشغول نہو تو نہی ضمناً پائی گئی پس اگر سجدہ جسکا سبب اس نماز سے خارج ہی نماز کے اندر ادا کریگا تو ناقص ہوگا بسبب نہی ضمنی کے کذا فی الشامی اور اُس سجدہ کا اعادہ کرے بسبب اُسوجہ کے کہ گذری یعنے بسبب اُسکے ناقص ہونے کے مگر جبکہ پڑھا ہو اُسکو نمازی نے سوائے مقتدی کے اگرچہ بعد اُسکے سننے کے ہو تو وہ اعادہ سجدہ مذکور کا نہ کرے کذا فی السراج ہم صورت اسکی یہ ہی کہ ایک شخص نماز پڑھتا ہی اُسنے آیت سجدہ پڑھی خواہ پیشتر دوسرے سے سننے کے یا بعد سننے کے پھر اُسکے لیے سجدہ نماز کے اندر کیا تو اس صورت مین اس سجدہ کا اعادہ نہ کرے اور غیر مقتدی کی قید اسلیے لگائی کہ مقتدی کا آیت سجدہ کو پڑھنا معتبر نہین تو وہ بعد نماز کے سجدہ کرے سُنی ہوئی آیت کے لیے کذا فی الشامی دونہا ای الصلوۃ لان زیادۃ ما دون الرکعۃ لا تفسد الا اذا تابع المصلی التالی فتفسد لمتابعۃ غیر امام ولا تجزیہ عما سمع تجنیس وغیرہ نہ اعادہ کرے نماز کا اسلیے کہ زیادہ ہونا

اور عبادت متروک جاننا کہ عبادت کی کثرت مطلوب ہے اسلیے ہمنے سب سببون کو ایک کرلیا تاکہ یہ خرابی نہو کذا فی الشامی طحطاوی نے کہا کہ ضمیر ہو کی راجع ہے عدم
تکرار کی طرف جو مصنف کے قول لا تتکرر سے سمجھا جاتا ہے لا تداخل فی الحکم بان یجعل کل تلاوۃ سببا لسجدۃ فتتداخلت السجدات فاکتفی بواحدۃ لانہ الیق بالعقوبۃ
لانها للزجر وهو ينزجر بواحدة فيحصل المقصود والكريم يعفو مع قيام سبب العقوبة نہین تداخل ہے حکم مین اسطرح کہ کیجاوے ہر تلاوت سبب ایک جدا
سجدہ کا پھر سجدے ایک دوسرے مین آجائین اور اکتفا کیجائے ایک سجدہ پر اسلیے کہ حکم مین تداخل ہونا زیادہ لائق ہے سزا کے لیے کیونکہ سزا زجر
کے لیے ہوتی ہے اور آدمی ایک سزا سے زجر پاجاتا ہے اور مقصود حاصل ہوجاتا ہے اور کریم متعال عفو کریگا باوجود قائم ہونے سبب سزا کے ہم یعنے
سزاؤن کا معاملہ عبادت سے جدا ہے انکی بنا دفع اور عفو پر ہے تو انکے ترک سے باوجود سبب کے کچھ خرابی نہین اور دنیا مین زجر کا مقصود ایک
سزا سے حاصل ہے اور آخرت مین کریم متعال سے توقع ہے کہ معاف کردے اسلیے انمین تداخل حکم مین مناسب معلوم ہوا مثلاً ایک شخص نے شراب پی دوبار
تو ہرچند سبب دو ہین مگر سزا ایک ہی دیجاویگی اور دوسری بار کی سزا اسی مین داخل ہوجائیگی وافاد الفرق بقولہ فتنوب الواحدۃ فی تداخل السبب
عما قبلها وعما بعدها ولا تنوب فی تداخل الحکم الا عما قبلها حتی لو زنی فحد ثم زنی فی المجلس حد ثانيا اور مصنف نے بتادیا فرق درمیان تداخل
سبب اور تداخل حکم کے اپنے اس قول سے کہ قائم مقام ہوگا ایک سجدہ تلاوت سبب کے تداخل مین اپنے پیشتر کے اور بعد کے سجدون
کے یعنے اگر کسی شخص نے ایک مجلس مین ایک آیت سجدہ کی مثلاً پانچ بار پڑھی اسطرح کہ تین بار پڑھکر سجدہ تلاوت کرلیا پھر دو بار پڑھی تو ایک ہی سجدہ
جو کیا ہے سبکی طرف سے کافی ہوگیا کیونکہ جب اول تلاوت کو ہمنے سبب قرار دیا تو چارون اسکے بعد کی اسکی تابع ٹھہرین تو جہان سجدہ کریگا وہ سبکے بعد ہی
ہوگا اور نہین قائم مقام ہوگا سجدہ تداخل حکم کی صورت مین مگر اپنے پیشتر کے سجدون کے مثلاً پہلی صورت مین اگر پانچون تلاوتون کو جدا جدا سبب قرار دو
اور حکم کو متداخل کہو تو تین بار کی تلاوت کے بعد جو سجدہ کیا وہ ان تینون کا ہوگیا اب جو دو بار پیچھے سجدہ کے آیت کو پڑھا تو سبب جدید پیدا ہوا اسکے لیے
دوسرا سجدہ چاہیے جیسا سزاؤن مین ہوتا ہے کہ اگر زنا کیا پھر حد مارا گیا پھر اسی مجلس مین زنا کیا تو دوبارہ حد مارا جائیگا کیونکہ دوسری حد کا سبب پایا گیا
اور ظاہر ہوا کہ پہلی حد سے زجر حاصل نہین ہوا کذا فی الشامی واسداء الثوب ذاہبا وآئبا وانتقالہ من غصن شجرۃ الی آخر وسبحہ فی نہر او حوض
تبدیل للمجلس والآیۃ فتجب سجدۃ او سجدات اخری بخلاف زوایا مسجد وبیت وسفینۃ سائرۃ وفعل قلیل کاکل لقمتین وقیام وردّ سلام وکذا دابۃ
یصلی علیها لان الصلوۃ تجمع الاماکن ولو لم تصل تتکرر اور تانا تننا کپڑے کا جاتے اور آتے اور چلاجانا پڑھنے والے کا درخت کی ایک شاخ سے
دوسری پر اور تیرنا اسکا نہر مین یا حوض مین بدلنا ہے مجلس کا یا آیت کا پس واجب ہوگا ایک اور سجدہ یا کئی سجدے یعنے مثلاً تانا تننے مین ایک ہی آیت
جاتے مین پڑھے اور وہی لوٹنے کے وقت تو ایسا ہوگا کہ گویا دو مجلسون مین پڑھی اور آیت کا بدلنا ہوگا سننے والے کے حق مین یعنے مثلاً
سننے والے نے اسی آیت کو ایک شاخ پر سنا اور اسی کو دوسری پر تو ایسا ہوگا کہ گویا دو آیتون کو سنا بخلاف کونون مسجد اور گھر اور
کشتی چلنے والے اور فعل قلیل کے جیسے دو لقمون کا کھانا بیچ مین دو بار کی تلاوت کے اور کھڑا ہوجانا اور سلام کا جواب دینا کہ اس سے
مجلس نہین بدلتی اور اسی طرح سواری کے چلتے جانور پر اگر نماز پڑھتا ہو تو مجلس وہ نہوگی کیونکہ نماز ان مجالس کو ایک کردیتی ہے اسلیے کہ اختلاف
مکان کی صورت مین نماز فاسد ہوجاتی ہے تو ضرورت کی وجہ سے سب مکان ایک کیے جاتے ہین اور اگر سواری پر نماز نہ پڑھتا ہو تو سجدہ مکرر
ہوجائیگا کیونکہ سواری کا چلنا منسوب سوار کی طرف ہے تو ایسا ہوگا گویا خود چلتا ہے اور پڑھتا ہے کذا فی الشامی کما یتکرر لو تبدل مجلس سامع دون
تال حتی لو کرر راکبا یصلی وغلامہ یمشی تتکرر علی الغلام لا الراکب جیسے مکرر ہوتا ہے سجدہ سننے والے پر اگر بدل جاے مجلس سننے والے کی
یہانتک کہ اگر مکرر پڑھا آیت سجدہ کو سواری پر نماز پڑھتے ہوے اور اسکا غلام پیادہ چلتا ہے تو سجدہ مکرر ہوگا غلام پر نہ سوار پر

پایا نہین گیا کذا فی الطحطاوی ولو سمع آیۃ سجدۃ من قوم من کل واحد منہم حرفا لم یسجد لانہ لم یسمعہا من تال خانیہ فقد افاد ان اتحاد التالی شرط اور اگر سنا آیت سجدہ کو ایک قوم سے یعنے انہین سے ہر ایک شخص سے ایک حرف آیت کا سنا تو سننے والا سجدہ نکرے اسلیے کہ اُسنے ایک پڑھنے والے سے اسکو نہین سنا کذا فی الخانیہ تو صاحب خانیہ نے بتلا دیا کہ پڑھنے والے کا ایک ہونا شرط ہی مہمۃ لکل مہمۃ یہ ایک مفید بات ہی ہر مہم اور امر ضروری کے لیے فی الکافی قیل من قرأ السجدۃ کلہا فی مجلس وسجد لکل منہا کفاہ اللہ تعالیٰ ما اہمہ وظاہرہ انہ یقرأہا ولاتم یسجد ویحتمل ان یسجد الکل بعد قرأتہا من غیر کراہۃ کافی مین ہی کہتے ہین کہ جو شخص سب سجدہ کی آیتون کو ایک مجلس مین پڑھے اور ہر ایک کے لیے اُنہین سے سجدہ کرے تو اللہ تعالیٰ اسکو اسکے حادثہ سے بچاویگا اور ظاہر اس قول کا یہ ہی کہ چودہ آیتون کو پہلے پڑھ لے پھر سجدے کرے اور ہو سکتا ہی کہ سجدہ کرے ہر آیت کے لیے بعد اسکے پڑھنے کے اور یہ چودہ آیتون کا پڑھنا کروہ نہین ہم پہلے گذر چکا ہی کہ آیت سجدہ کے ساتھ ایک دو آیت پہلے یا پیچھے کی ملالے تو اس سے یہ مفہوم ہوتا ہی کہ صرف آیات سجدہ کا پڑھنا اولی نہو کروہ تنزیہی ہو اسلیے شارح نے آگاہ کر دیا کہ مکروہ نہین اور انکا ملا کر پڑھنا ایسا ہوا جیسا چند سورتین ملا کر پڑھ لے مختلف جگہون سے کذا فی الطحطاوی وسجدۃ الشکر مستحبۃ بہ یفتی لکنہا تکرہ بعد الصلوۃ لان الجہلۃ یعتقدونہا سنۃ او واجبۃ وکل مباح یؤدی الیہ فمکروہ اور سجدہ شکر کا مستحب ہی اسی پر فتویٰ ہی مگر مکروہ ہی نماز کے بعد اسلیے کہ جاہل سجدہ کو سنت یا واجب اعتقاد کرنے لگتے ہین اور جو مباح کہ نوبت پہونچاوے اسکے سنت یا واجب اعتقاد کرنے کی وہ مکروہ ہی سجدہ شکر کی صورت یہ ہی کہ آدمی کسی نعمت کے بعد اسکے شکر کے لیے سجدہ کرے تو یہ سجدہ صاحبین کے نزدیک مستحب ہی اور امام صاحب کے نزدیک مکروہ ہی مگر فتویٰ صاحبین کے قول پر ہی اور بعضون نے کہا کہ امام صاحب کے نزدیک مشروع نہین اور اشباہ مین ذکر کیا کہ معتمد یہ ہی کہ خلاف اس سجدہ کے مسنون ہونے مین ہی نہ جائز ہونے مین کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ ضمیر لکنہا کی مطلق سجدہ کیطرف ہی نہ سجدہ شکر کیطرف یعنے یہ مسئلہ جدا گانہ ہی کہ نماز کے بعد سجدہ کرنا مکروہ ہی کیونکہ جاہل اسکو سنت یا واجب سمجھ لیتے ہین غرضکہ جو سجدہ بدون سبب ہو وہ نہ ثواب ہی نہ مکروہ مگر نماز کے بعد اسلیے مکروہ کہا گیا کہ جاہل اسکو سنت یا واجب اعتقاد نہ کرلین طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ سجدۂ شکر کو بعد تمام ہونے سجدۂ تلاوت کے احکام کے بیان کرتا ویکرہ للامام ان یقرأہا فی مخافتۃ ونحو جمعۃ وعید الا ان یکون بحیث تؤدی برکوع الصلوۃ وسجودہا اور مکروہ ہی امام کو آیت سجدہ کو آہستہ پڑھے یا جمعہ اور عید جیسے مجمع مین آیت سجدہ کی پڑھے مگر اسطرح پڑھنا کہ سجدہ ادا ہو جاوے نماز کے رکوع یا سجدہ سے مکروہ نہین ہم امام کو خفیہ پڑھنا اسلیے مکروہ ہی کہ اگر آیت پڑھنے کے بعد سجدہ نہ کریگا تو واجب کا تارک ہوگا اور اگر سجدہ کریگا تو مقتدیون کو اشتباہ پڑیگا اور یہی اشتباہ مجمع عظیم مین نہ پڑھنے کا سبب ہی اور اگر سجدہ آخر سورت مین ہو یا آیت سجدہ کے بعد تقدیر تین آیتون کے نہ پڑھے فورًا رکوع کر دے تو اس صورت مین مجمع مین یا خفیہ پڑھنے کا مضائقہ نہین مگر امام کو چاہیے کہ رکوع مین نیت سجدۂ تلاوت کی نہ کرے ورنہ مقتدیون کو بھی کرنی پڑیگی اور جو کوئی نہ کریگا اسکو سلام کے بعد سجدہ کرکے قعدہ اخیرہ کا اعادہ کرنا پڑیگا کذا فی الحلبی ولو تلا علی المنبر سجد والسامعون اور اگر آیت سجدہ کو منبر پر پڑھا تو سجدہ کرے اور سننے والے سجدہ کرین ہم خطیب کو اگر منبر پر سجدہ ممکن ہو تو اسی جگہ کرلے ورنہ منبر سے اتر کر سجدہ کرے اور سننے والون کی قید اسلیے لگائی کہ جسنے نہ سنا ہو وہ سجدہ نہ کرے حالانکہ نماز مین مقتدی کے لیے سننا شرط نہین کذا فی الخانیہ

باب صلوۃ المسافر

یہ باب ہی نماز مسافر کے حکم مین من اضافۃ الشئی الی شرطہ او محلہ اضافت صلوۃ کی مسافر کی طرف از قبیل اضافت چیز کے ہی طرف اسکی شرط کے یا اسکے محل کے یعنے مسافر یا شرط ہی نماز مخصوص یعنے قصری نماز کی یا اسکا محل ہی ابو سعود نے کہا کہ شرط نماز کی سفر ہی نہ مسافر کذا فی الطحطاوی ولا یخفی ان التلاوۃ عارض ہو عبادۃ والسفر عارض مباح الا العارض فلذا آخر اور یہ امر مخفی نہین کہ تلاوت ایک پیش آنیوالی چیز ہی جو عبادت ہی مگر کسی مانع کی جہت سے اور سفر ایک امر عارضی مباح ہی مگر کسی مانع کے سبب سے اسلیے سفر کا حکم پیچھے بیان کیا گیا ہم یعنے اس باب مین اور سجدہ تلاوت مین

باب صلوۃ المسافر

تین دن کا فاصلہ ہو درمیانی چال سے ساتھ آراموں معتاد کے ہم یعنے درمیان راہ میں معمولی استراحت کرتا چلے اور درمیانی چال سے مراد پیادہ پا اور اونٹ کی
چال ہے نہ چھکڑے اور گھوڑے کی کیونکہ چھکڑے کی چال بہت سست ہے اور گھوڑے کی تیز غرضکہ عادت اور معمول کے موافق تین ہلکی منزلیں مدت سفر کی ہیں کذا فی الشامی
بدائع میں کہا کہ منزلوں کا حال لوگوں کو معلوم ہوتا ہے شبہہ کی صورت میں انھیں کی طرف رجوع کرنا چاہیے حتے لو اسرع فوصل فے یومین قصر یہانتک کہ اگر جلد
چلا اور دو روز میں پہونچ گیا تو نماز قصر کرے یعنے تین دن کی راہ کو دو روز میں قطع کیا تو قصر کرنا چاہیے ولو لموضع طریقان احدہما مدۃ السفر والآخر اقل قصر
فے الاول ودون الثانی اور اگر کسی جگہ کے دو راستے ہوں ایک مدت سفر ہو اور دوسرا کم تو نماز قصر کرے اول میں نہ دوسرے میں صلے الفرض الرباعی
رکعتین وجوبا لقول ابن عباسؓ ان اللہ فرض علے لسان نبیکم صلوٰۃ المقیم اربعا والمسافر رکعتین ولذا عدل المصنف عن قولہم قصر لان الرکعتین لیستا قصرا
حقیقۃ عندنا بل ہما تمام فرضہ والاکمال لیس رخصۃ فی حقہ بل اساءۃ جو شخص اپنی بستی سے بارادہ تین دن کے سفر کے باہر نکلے وہ چار رکعتوں والے
فرضوں کو دو رکعتیں پڑھے فرض ہونے کی راہ سے بسبب فرمانے حضرت ابن عباسؓ کے کہ اللہ تعالے نے فرض کی تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی
مقیم کی چار رکعتیں اور مسافر کی دو رکعتیں اور اسی لیے مصنف نے عدول کیا فقہا کے قول قصر سے یعنے یہ نہ کہا کہ نماز کو قصر کرے بلکہ یہ کہا کہ دو رکعتیں پڑھے
اسلیے کہ دو رکعتیں واقع میں قصر نہیں ہمارے نزدیک بلکہ دونوں رکعتیں مسافر کا پورا فرض ہے اور پوری نماز پڑھنی مسافر کے حق میں اجازت شرعی نہیں
بلکہ برائی اور مخالفت سنت کی ہے اور رخصت کے معنی یہ ہیں کہ حکم اصلی کسی وجہ سے بدلکر صورت تخفیف اور آسانی کی پیدا کرے تو یہ بات مسافر کی نماز میں نہیں
کیونکہ اصل میں اسکے لیے وہی رکعتیں فرض ہوئی ہیں نہ یہ کہ چار کی دو رہگئی ہوں بلکہ اول دو ہی رکعتیں سب کے لیے فرض ہوئی تھیں پھر مقیم کے حق
میں چار ہوگئیں جیسا کہ صحیحین میں حضرت عائشہ رضہ سے مروی ہے کذا فی الشامی بتصرف قلت وفی شرح البخاری ان الصلوات فرضت لیلۃ الاسرا
رکعتین سفرا وحضرا الا المغرب فلما ہاجر علیہ الصلوٰۃ والسلام اطمأن بالمدینۃ زیدت الا الفجر لطول القراءۃ فیہا والمغرب لانہا وتر النہار فلما استقر فرض الرباعیۃ
خفف فیہا فی السفر عند نزول قولہ تعالی فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ وکان قصرہا فے السنۃ الرابعۃ من الہجرۃ وبہذا یجمع الادلۃ انتہی کلامہم
ملخصا میں کہتا ہوں اور بخاری کی شرحوں میں ہے کہ نمازیں شب معراج میں دو رکعتیں سفر اور اقامت کے لیے فرض ہوئیں سوائے مغرب کے پھر جب آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی اور مدینہ منورہ میں مطمئن ہوے دو رکعتیں زائد کی گئیں بجز فجر کے نماز کے کہ وہ دو ہی رہیں بسبب بڑی ہونے قراءت کے
نماز فجر میں اور بجز نماز مغرب کے کہ وہ بھی تین ہی رکعتیں رہیں اسلیے کہ وہ وتر ہیں دن کی یعنے دن سے قریب اور اسکے متصل ہیں اسلیے دن کا وتر کہا
پھر جب فرض چار رکعت کے ثابت ہوگئے تو سفر میں انمیں تخفیف کی گئی وقت اترنے اس ارشاد خداوندی کے کہ نہیں ہے تمپر گناہ اس سے کہ قصر کرو تم
نماز کو اور نماز کا قصر سنہ چار ہجری میں ہوا اور اس تقریر شارحین سے مطابق ہو جاتی ہیں دلیلیں تمام ہوا کلام بخاری کے شارحوں کا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے
ہم یعنے ہماری دلیل جو قول ابن عباسؓ کا ہے کہ مسافر کے لیے دو رکعتیں ہیں بلحاظ اس صورت کے ہے جسپر آخر کو نماز آٹھہری اور امام شافعی جو مسافر
کو پورا پڑھنا جائز بتاتے ہیں وہ اس لحاظ سے کہ بعد ہجرت کے رکعتوں میں زیادتی ہوئی کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ یہ دلیل امام شافعی کے مذہب پر
بنی ہے اسلیے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرض چار رکعت سفر اور حضر دونوں میں ہوگئے پھر سفر میں تخفیف ہوگئی حالانکہ یہ بات ہمارے مذہب کے خلاف ہے
اور نیز اس حدیث کے خلاف ہے جو حضرت عائشہ رضہ سے صحیحین میں مروی ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز سفر کی ہرگز زیادہ نہیں ہوئی اور آیت ان تقصروا
سے مراد نماز کی صورت کا قصر کرنا اور خوف کے وقت قصر کی طرح ادا کرنا ہے چنانچہ شرح منیہ میں مفصل مذکور ہے انتہی حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ سبب
یعنے قصر نماز عصر میں ہوا جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ انمار میں مقام عسفان پر قصر سے پڑھا کذا فی الطحطاوی ولو کان عاصیا بسفرہ لان
القبح المجاور لا یعدم المشروعیۃ مسافر چار رکعتوں والے فرض کو دو پڑھے اگرچہ اپنے سفر کے سبب سے معصیت کرنیوالا ہو مثلاً سفر اسلیے کرتا ہو کہ رہزنی

برائہ کعبدٍ و امراۃ یا نماز قصر پڑھے وہ شخص جو اپنی رائے مین مستقل نہو جیسے غلام اور عورت یعنے اگر کوئی شخص دوسرے کا تابع ہو تو نیت اقامت مین
آقا کا اعتبار ہے نہ تابع کا مثلاً غلام یا عورت نے نیت اقامت کی اور آقا یا شوہر نے نہ کی یا اُنکا حال معلوم نہوا کہ کی یا نہین تو غلام یا عورت قصر
نماز پڑھے کذا فے الشامی او دخل بلدۃ ولم ینوہا اے مدۃ الاقامۃ بل ترقب السفر غداً او بعدہ ولو بقي علے ذلک سنین الا ان یعلم تاخر القافلۃ
نصف شہر کما مر یا وہ شخص قصر کیے جاے جو کسی شہر مین داخل ہو کسی کام کو یا انتظار رفقا کے لیے اور مدت اقامت کی نیت نہ کرے بلکہ متوقع سفر کا ہو
کل یا پرسون اگرچہ اس توقع پر برسون رہے تب بھی قصر کرتا رہے مگر یہ کہ جانتے دیر کر چلنا قافلہ کا پندرہ روز چنانچہ بزازیہ کے مسئلہ مین گذرا ہے یعنے اگر
نیت مین تردد رہا اور ہر روز یہی جانا کہ کل جاؤنگا تو ایسی نیت سے اقامت نہوگی جب تک پختہ ارادہ پندرہ دن کی اقامت کا نہ کرے و کذا یصلے
رکعتین عسکر دخل ارض حرب او حاصر حصنا فیہا بخلاف من دخلہا بامان فانہ یتم او حاصر اہل البغی فے دارنا فی غیر مصر مع نیۃ الاقامۃ
مدتہا للتردد بین القرار و الفرار اور اسی طرح دو رکعتین پڑھے وہ لشکر کہ داخل ہو زمین حرب مین یا محاصرہ کرے کسی قلعہ کا دار الحرب مین بخلاف
اُس شخص کے کہ دار الحرب مین امن لیکر داخل ہو کہ وہ پوری نماز پڑھے کیونکہ امن کے باعث کوئی اُسکا مزاحم نہوگا کہ اُسکو تردد ہو یا وہ لشکر قصر کرے جو
محاصرہ کرے باغیون کا دار الاسلام مین غیر شہر مین باوجود نیت اقامت کے مدت اقامت تک واسطے تردد کے درمیان ٹھہرنے اور کوچ کے ہم باغی انکو
کہتے ہین جو امام کی اطاعت نہ کرین کذا فے النہر شامی نے کہا کہ غیر مصر قید نہین ہے اگر شہر مین محاصرہ کے لیے فروکش ہون تب بھی نیت اقامت
درست نہوگی چنانچہ سراج مین مصرح ہے اور ثلث مسئلہ جو شارح نے ذکر کی وہ بھی اسی کی مقتضی ہے انتہی بخلاف اہل الاخبیۃ کعرب و ترکمان
فوجدنا فی المفازۃ فانہا تصح فے الاصح وبہ یفتی اذا کان عندہم من الماء و الکلاء ما یکفیہم مدتہا لان الاقامۃ اصل بخلاف خیمون کے باشندون کے
مثل بدوون اور ترکمانون کے کہ نیت کرین اقامت کی جنگل مین کہ اُنکی نیت درست ہے صحیح تر قول مین اور اسی پر فتوی ہے بشرطیکہ اُنکے پاس پانی اور
چارہ اتنا ہو کہ مدت اقامت کے لیے کافی ہو اسلیے نیت درست ہے کہ اقامت اصل ہے یعنے ایک چراگاہ سے دوسرے مین جانے کے سبب سے اقامت
جاتی نہ رہیگی اور قول اصح کا مقابل قول ضعیف یہ ہے کہ وہ قصر کرین کیونکہ جنگل محل اقامت نہین کذا فی الطحطاوی و الا اذا قصدوا موضعا بینہما مدۃ السفر
فیقصرون ان نووا سفرا و الا اگر جب خیمے والے جائین ایسی جگہ کو کہ دونون جگہون مین فاصلہ مدت سفر کا ہو تو اس صورت مین قصر کرین بشرطیکہ
سفر کی نیت کرین اور اگر نیت سفر نہ کرین تو قصر بھی نکرین ولو نوی غیرہم الاقامۃ معہم لم تصح فے الاصح اور اگر نیت اقامت کرے غیر خیمہ والون کا اُنکے
ساتھ تو درست نہوگی صحیح تر قول مین و الحاصل ان شروط الاتمام ستۃ النیۃ و المدۃ و استقلال الرأے و ترک السیر و اتحاد الموضع و صلاحیتہ قہستانی اور
حاصل یہ ہے کہ شرطین پوری نماز پڑھنے کی مسافر کے لیے چھ ہین اول نیت اقامت کی دوم مدت اقامت پندرہ روز کی سوم رائے کا مستقل ہونا یعنے
کسی کا تابع نہونا چہارم سیر کا ترک کرنا یعنے اگر جنگل مین ہو اور کسی شہر یا گانون کو دیکھکر اقامت کی نیت کرے تو چلنا موقوف کرنے سے نیت صحیح ہوگی
پنجم اقامت کی جگہ کا ایک ہونا ششم جگہ کا لائق اقامت ہونا کذا فی القہستانی فلو اتم مسافر ان قعد فی القعدۃ الاولے تم فرضہ ولکنہ اساء لو عامدا
لتاخیر السلام و ترک واجب القصر و واجب تکبیرۃ افتتاح النفل و خلط النفل بالفرض وہذا لایحل کما حررہ القہستانی بعد ان فسر اساء باثم و استحق النار
وما زاد نفل کمصلی الفجر اربعا پس اگر چار رکعتین پڑھین کسی مسافر نے تو اگر وہ قعدہ اولی مین بیٹھا ہے تب تو اُسکے فرض پورے ہو جاینگے مگر اُسنے برا کیا
کہ دو کی جگہ چار پڑھین اور دو رکعتین زائد نفل ہونگی جیسے فجر کی نماز کو کوئی چار پڑھے کہ اس صورت مین بھی دو فرض اور دو نفلین ہونگی شارح نے
کہا کہ برائی اُس صورت مین ہے کہ دانستہ ایسا کیا ہو کیونکہ چار پڑھنے مین اتنی خرابیان ہوئین اول سلام مین دیر کرنا دوم قصر واجب کو ترک کرنا
سوم نفل کی تکبیر تحریمہ واجب کو چھوڑنا چہارم نفل کو فرض مین ملا دینا حالانکہ یہ چارون باتین حلال نہین چنانچہ قہستانی نے اسکو شرح بیان کیا ہے

تو قراءت کے حق مین اقتدا مفترض کا متنفل کے پیچھے ہوگا کیونکہ قراءت مقیم کے حق مین سنت ہے پچھلے دوگانہ مین اور مسافر کے حق مین فرض ہے خود کیا
قضا نماز مین اقتدا مسافر کا مقیم کے پیچھے درست نہین چار رکعت والی نمازون مین اور فجر و مغرب کی نمازون مین درست ہے خواہ ادا ہون یا قضا ویاتی
المسافر بالسنن ان کان فی حال امن وقرار والا بان کان فی خوف وفرار لا یاتی بہا ہو المختار لانہ ترک لعذر تجنیس قیل الا سنۃ الفجر اور مسافر لوگ
سنتون کو پڑھے اگر امن اور چین کی حالت مین ہو یعنے حالت فرو کشی اور اطمینان مین اور اگر امن و قرار نہو اسطرح کہ خوف یا جلدی مین ہو تو سنتین
نہ پڑھے یہی مختار ہے اسلیے کہ یہ چھوڑنا ہے عذر کے باعث کذا فی التجنیس ایک قول یہ ہے کہ فجر کی سنتین نچھوڑے یعنے اسوجہ سے کہ وہ مثل واجب کے ہین
والمعتبر فی تغییر الفرض آخر الوقت وہو قدر ما یسع التحریمۃ فان کان المکلف فی آخرہ مسافرا وجب رکعتان والا فاربع لانہ المعتبر فی السببیۃ
عند عدم الاداء قبلہ اور معتبر فرضون کے بدلنے مین آخر وقت ہے یعنے اسقدر کہ گنجایش تحریمہ کی رکھتا ہو تو اگر مسلمان عاقل بالغ آخر وقت مین مسافر ہوگا
تو دو رکعتین واجب ہونگی اور اگر اسوقت مین مسافر نہوگا تو چار پڑھنی واجب ہونگی اسلیے کہ آخر وقت ہی معتبر ہے سبب ہونے مین وقت ادا کرنے
کے پہلے اسوقت سے ہم یعنے سبب وجوب نماز کا وقت کا آخر حصہ ہوتا ہے اگر اس سے پیشتر ادا نہ کر چکا ہو مثلاً اگر آخر وقت مین لڑکا بالغ ہوا یا کافر
مسلمان ہوا یا مجنون ہوش مین آیا یا حائضہ پاک ہوئی تو اسوقت کی نماز انکو لازم ہوگی اسی طرح اقامت و سفر مین آخر وقت کا اعتبار کیا گیا کذا فی الشامی
الوطن الاصلی ہو موضع ولادتہ او تاہلہ او توطنہ یبطل بمثلہ اذا لم یبق لہ بالاول اہل فلو بقی لم یبطل بل یتم فیہما لا غیر وطن اصلی باطل ہوجاتا ہے
اپنے جیسے وطن اصلی سے جبکہ اول وطن مین آدمی کے گھر والے نہ رہے ہون اور اگر رہے ہون تو باطل نہوگا بلکہ وہ شخص نماز پوری پڑھے دونون
مین خواہ نیت اقامت کرے یا نہین نہین باطل ہوتا وطن اصلی دوسرے وطنون سے شارح نے کہا کہ وطن اصلی آدمی کے پیدا ہونے کی جگہ ہے یا
شادی کرنے کا مقام یا وطن بنانے کا مکان ہم وطن کی تین قسمین ہین ایک وطن اصلی جسکی تعریف شارح نے بیان کی اسکو وطن اہلی اور وطن الفطرۃ
بھی کہتے ہین دوم وطن اقامت یعنے وہ مکان جس مین پندرہ روز یا زیادہ کے ٹھہرنے کی نیت کرے اسکو وطن مستعار اور وطن حادث بولتے ہین
تیسرا وطن سکنی جس مین پندرہ روز سے کم رہنے کی نیت ہو تو وطن اصلی مین آدمی مقیم کا حکم رکھتا ہے اگرچہ ایک ہی شب رہے مثلاً اثنا سفر مین
وطن اصلی آگیا اور وہان منزل کی تو نماز پوری پڑھے اور اگر دوسرے مقام کو وطن اصلی بنالیگا تب اول وطن اصلی نرہیگا بشرطیکہ گھر والے
بھی اول وطن سے اٹھ گئے ہون اور اگر گھر والے ایک جگہ رہتے ہون اور خود دوسری جگہ رہنے کا قصد کر لیا ہے تو دونون مقام وطن اصلی متصور
ہونگے دونون مین نماز پوری پڑھے ویبطل وطن الاقامۃ بمثلہ وبالوطن الاصلی وبانشاء السفر اور باطل ہوجاتا ہے وطن اقامت اپنے
جیسے وطن اقامت سے اور وطن اصلی سے اور سفر کر جانے سے ہم یعنے اگر ایک جگہ مین نیت پندرہ دن یا زیادہ کے رہنے کی کی ہے تو اگر اسکو
چھوڑ کر دوسرے مقام مین نیت کریگا تو پہلا مقام وطن نہ رہیگا اسی طرح اگر وطن اصلی کو چلا جاویگا تب بھی وہ وطن نہ رہیگا اور یہی حال وطن
اقامت سے سفر کر جانے کا ہے تو اگر ان حالتون مین وطن اقامت پر گذر ہوا اور نیت اقامت کی نہ کرے تو نماز قصر سے پڑھے کذا فی الشامی
والاصل ان الشیء یبطل بمثلہ وبما فوقہ لا بما دونہ اور قاعدہ یہ ہے کہ چیز اپنے مثل اور اپنے اوپر کی چیز سے باطل ہوتی ہے نہ اپنے سے کمتر
سے یعنے سب مین قوی وطن اصلی ہے اس سے وطن اقامت وغیرہ باطل ہوجاتے ہین اور وطن اقامت سے وطن اصلی باطل نہین ہوتا
ولم یذکر وطن السکنی وہو ما نوی فیہ اقل من نصف شہر لعدم فائدتہ اور مصنف نے ذکر نکیا وطن سکنی کو یعنے اس مقام کو جسمین نیت پندرہ دن
سے کم رہنے کی کی ہے بسبب اسکے نہ مفید ہونے کے یعنے وطن سکنی مین تغیر نہ مقیم کے لیے ہے نہ مسافر کے لیے اسلیے اسکے ذکر سے کچھ فائدہ نہین و
ما صورہ الزیلعی ردہ فی البحر اور زیلعی نے جو صورت مسئلہ کی وطن سکنی کے لیے بنائی ہے اسکو بحر الرائق مین رد کیا ہے زیلعی نے یہ صورت فرض کی ہے

فهو مسافر حتے یعلم علے الاصح وفی الفیض وبه یفتی کما فی المحیط وغیرہ دفعا للضرر عنه اور ضرور ہو جانا تابع کا متبوع کی نیت کو پس اگر متبوع اقامت
کی نیت کرے اور تابع کو معلوم نہو تو تابع مسافر رہیگا جب تک کہ اُسکو علم ہو صحیح تر قول کے موجب اور فیض مین ہی کہ اسی پر فتوے ہی چنانچہ محیط وغیرہ
مین ہی واسطے دور کرنے ضرر کے تابع سے یعنے اُسکی بے علمی مین اگر اُسکو دو کی جگہ چار رکعتین لازم کیجائین تو اُسکا ضرر ہوگا فانی الخلاصۃ عبدام مولاہ
فنوی المولی الاقامۃ ان اتم صحت صلاتہما والا لا مبنی علے خلاف الاصح پس جو مسئلہ خلاصہ مین ہی کہ ایک غلام اپنے آقا کا امام ہوا اور آقا نے
اقامت کی نیت کر لی تو اگر غلام چار رکعتین پڑھیگا تب تو دونون کی نماز صحیح ہوگی اور اگر پوری نہ پڑھیگا تو نماز دونون کی درست نہوگی غلام کی اسوجہ سے
کہ اُسکو چار پڑھنی چاہئین تھین دو پڑھین اور آقا کی اسوجہ سے کہ غلام کی نماز پر اُسکی بنا ہی تو یہ مسئلہ اصح قول کے خلاف پر مبنی ہی یعنے جس قول مین
نیت متبوع کا علم تابع کو ضرور نہین والقضاء یحکی ای یشابہ الاداء سفرا وحضرا لانہ بعد ما تقرر لا یتغیر اور قضا نماز مشابہ ادا کے ہی سفر مین
اور اقامت مین اسلیے کہ قضا بعد ثابت ہونے کے متغیر نہین ہوتی ہم یعنے اگر سفر کی نماز قضا ہوگئی اور اقامت مین اسکو پڑھنا چاہیے تو قصر سے
پڑھے اور اقامت کی قضا کو سفر مین پوری پڑھے جیسے کہ اُنکو ادا پڑھتا کیونکہ جب وقت کے نکلنے سے نماز ثابت ہوگئی تو جیسے واجب ہوئی تھی ویسے
ہی رہیگی تغیر نہ آویگا ہان وقت کے اندر بدل سکتی ہی نیت اقامت کرنے سے یا سفر کر دینے سے یا مقیم کے پیچھے مسافر کے پڑھنے سے کذا فی الشامی
غیر ان المریض یقضے فائتۃ الصحۃ فی مرضہ بما قدر مگر مریض حالت صحت کی قضا کو اپنے مرض مین جیسی ہو سکے ویسی پڑھ لے ہم یعنے
مریض اگر صحت کی نماز مرض مین جھکر پڑھیگا تو درست ہوگی بباعث عذر کے اور مرض کی قضا کو تندرستی مین اگر جھکر پڑھیگا تو درست
نہوگی کیونکہ عذر جاتا رہا کذا فی الطحطاوی فروع مسائل لحقہ شارح کے سافر السلطان قصر بادشاہ نے سفر کیا تو قصر سے پڑھے ہم یعنے نیت
سفر کے ساتھ سفر شرعی کرنے سے وہ بھی مسافر ہو جاتا ہی یہ نہین کہ ممالک محروسہ اُسکے لیے بمنزلہ ایک شہر کے ہون کذا فی الشامی تزوج المسافر
ببلد صار مقیما علے الاوجہ مسافر نے کسی شہر مین شادی کر لی تو وہ مقیم ہوگیا قول موجہ کے بموجب ہم یعنے گو اُس شہر کو وطن نہ بناوے نہ نیت
اقامت کرے صرف شادی سے مقیم ہو جائیگا بحر الرائق مین وجہ یہ لکھی ہی کہ حدیث مین آیا ہی کہ جو شخص کسی شہر مین شادی کر لے وہ اسی شہر کا
شمار ہوتا ہی اور بعض فقہا نے کہا کہ اگر پندرہ روز کے اندر چلے جانے کا ارادہ ہوگا تو مسافر نہوگا اور یہ اختلاف مرد مسافر کے باب مین ہی عورت
اگر مسافر ہو تو صرف شادی سے مقیم ہو جائیگی بالاتفاق طہرت الحائض وبقی لمقصدہا یومان تتم فی الصحیح وکذا صبی بلغ بخلاف کافر اسلم پاک
ہوئی حائضہ سفر مین جبکہ منزل مقصود دو دن کی مسافت پر رہی تو وہ نماز پوری پڑھے صحیح قول مین اسی طرح اگر لڑکا دو منزل پہلے بالغ ہو تو وہ
بھی پوری پڑھے بخلاف کافر کے کہ مسلمان ہو جبکہ منزل مقصود تک تین دن سے کم کی راہ رہی ہو تو وہ نماز قصر سے پڑھے ہم حائضہ اسلیے پوری پڑھے
کہ وقت سفر کے وہ اہل ادا نہ تھی اسلیے حکم سفر کا اسمین معتبر نہوا اور لڑکا پہلے سے مکلف ہی نہ تھا اور کافر کا عذر اختیاری تھا کہ ہر وقت
مسلمان ہو سکتا تھا اسلیے اُسکے حق مین حکم سفر کا ابتدا سے معتبر ہوا اور حائضہ کا عذر آسمانی تھا اُسکا دور کرنا اُسکے قابو مین نہ تھا کذا فی الشامی
عبد مشترک بین مقیم ومسافر ان تہایا قصر فی نوبۃ المسافر والا فرض علیہ القعود الاول ویتم احتیاطا ولا یاتم بمقیم اصلا وہو مما یلغز ایک غلام مشترک ہی
مقیم اور مسافر مین اگر دونون نے اُسکی خدمت کی باری مقرر کر لی ہی تو وہ قصر سے نماز پڑھے مسافر کی باری مین اور اگر باری نہ ٹھہرائی ہو تو اُس غلام
پر قعدہ اولے فرض ہوگا اور پوری نماز پڑھے احتیاط کی راہ سے کیونکہ جب اُسکے مالک دو مین تو وہ ایک کے لحاظ سے مقیم ہی اور دوسرے کے
اعتبار سے مسافر اور وہ غلام کسی مقیم کے پیچھے اقتدا نہ کرے مطلقا یعنے نہ وقت کے اندر نہ بعد وقت کے نہ اول دوگانہ مین نہ دوسرے مین اور یہ
غلام کا حکم اُن مسائل سے ہی جو معما کے طور پر پوچھے جاتے ہین ہم یعنے اس مسئلہ مین یہ سوال ہو سکتے ہین کون شخص ہی کہ نماز فرض کی چار رکعتین پڑھے

اور وہ منافی قعدہ ہے اسپر فرض ہوا اور کوئی شخص ہو کہ اسکو قعدہ اخیرہ کے بعد حدث ہو نہیں اور کوئی ایسا شخص ہو کہ مسافر ہو وہ تکبیر مقتدی کی ظہر کی نماز پڑہے اور ایک روز جری کذا فی الشحطاوی شامی نے کہا کہ اس مسئلہ کی بحث ہر شارح منیہ کی اور روایت مذہب غالی انسا مین مذہب منفی

تم کہ فرض یوم ولیلۃ منہ طلاق فقالت اربعون عشرون والثانیۃ سبعۃ عشر والثالثۃ خمسۃ عشر والرابعۃ احد عشر فقیل رون اور دوسرے صحت انواع والثانیۃ ترکتہ والثالثۃ یوم الجمعۃ والرابعۃ للمسافر واللہ اعلم ایک شخص نے اپنی چار بیبیون سے کہا کہ جو کوئی تم سے یہ نہ بتلائے کہ ایک دن رات مین کتنی رکعتین فرض ہین تو اسکو طلاق ہے تو انمین سے ایک نے کہا کہ بیس رکعتین دن رات مین فرض ہین اور دوسری نے کہا سترہ اور تیسری نے پندرہ اور چوتھی نے گیارہ تو انکو طلاق نہ ہوگی کیونکہ اول عورت کا جواب درست ہے کہ اسنے وتر دن کو باعث فرض عملی ہونے کے شامل کر لیا اور دوسری نے وتر دن کو چھوڑ کر سترہ کہا اور تیسری نے جمعہ کی روز کی رکعتین بتائین اور چوتھی نے مسافر کی رکعتین بتائین اور وتر کو ان دونو نے بھی شامل نہین کیا واللہ اعلم

باب الجمعۃ

یہ باب ہے جمعہ کے احکام مین نام جمعہ اسلئے نام رکھا گیا کہ یہ دن لوگون کے اجتماع کا ہے اور اکثر کا قول یہ ہے کہ جمعہ مدینہ مین فرض ہوا کہ آیت مدنیہ ہے اور مناسبت نماز جمعہ کی صلوٰۃ مسافر سے یہ ہے کہ دونون نمازین آدھی ہین یعنے جمعہ کی نماز ظہر کی نماز سے نسبت انصاف رکھتی ہے اور مسافر کی نماز مقیم کی نماز سے کذا فی الطحطاوی مختصراً بتثلیث المیم والسکون ہے فرض ہین بکفر جاحدہا للبوت بالدلیل القطعی کما حققہ الکمال وہی فرض مستقل آکد من الظہر ولیست بدلا منہ کما حررہ الباقانی معزیا لسری الدین ابن الشحنۃ لفظ جمعہ بضم جیم اور تینون حرکتون میم سے اور سکون میم سے ہے وہ فرض ہین ہے کہ اسکا منکر کافر ہے بسبب اسکے ثابت ہونے کے دلیل قطعی سے یعنے آیہ (یٰاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا) سے اور حدیث اور اجماع سے چنانچہ ثابت کیا ہے اسکو کمال الدین محقق نے اور وہ فرض مستقل ہے زیادہ موکد بہ نسبت ظہر کے اور نہین ہے عوض ظہر کا جیسا تنقیح کی ہے اس امر کی باقانی نے سری الدین ابن شحنہ کیطرف نسبت کر کے کہ جمعہ زیادہ موکد ہے بہ نسبت ظہر کے یعنے جمعہ مین جو تاکید آئی ہے وہ ظہر مین نہین چنانچہ احمد وحاکم نے ایک حدیث صحیح روایت کی کہ جو کوئی جمعہ کو تین بار بدون ضرورت کے ترک کرے اللہ تعالے اسکے دل پر مہر کر دیتا ہے اور ایک وجہ یہ ہے کہ جمعہ مین جو شرطین ہین وہ ظہر مین نہین اور یہ جو کہا کہ جمعہ ظہر کا عوض نہین یہ مخالف ہے اس قول کے جو شارح نے باب شروط الصلوٰۃ کے اندر نیت کی بحث مین لکھا ہے کہ جمعہ عوض ہے ظہر کا اور تحقیق حنفیون کے نزدیک یہی ہے کہ فرض وقت ظہر ہی ہے مگر حکم جمعہ کا اسلئے ہوا کہ ظہر ساقط ہو جائے اور اسی وجہ سے اگر کوئی آدمی پیشتر فوت ہونے جمعہ کے نماز ظہر پڑھیگا تو ہمارے نزدیک کراہت تحریمی کے ساتھ درست ہوگی اگرچہ اکتفا کرنا ظہر پر حرام ہے اور ظہر کے فرض وقت ہونے کی تصریح فتح القدیر وغیرہ مین مذکور ہے کہ باقانی نے بھی شرح ملتقی مین اسکو اختیار کیا تو شارح نے جو تنقیح باقانی سے نقل کی شاید شرح نقایہ مین اسنے ایسا کہا ہو مگر ہماری تقریر سے معلوم ہو گیا کہ تنقیح مذکور ضعیف ہے کذا فی الشامی وسئل البحر وقد افتیت مراراً بعدم صلوٰۃ الاربع بعد ہا بنیۃ آخر ظہر خوف اعتقاد عدم فرضیۃ الجمعۃ وہو الاحتیاط فی زماننا واما من لایخاف علیہ مفسدۃ منہا فالاولیٰ ان تکون فی بیتہ خفیۃ اور بحر الرائق مین ہے کہ مین نے چند بار فتوے دیا نہ پڑھنے چار رکعتون کا جمعہ کے بعد آخر ظہر کی نیت سے بسبب خوف معتقد ہونے جاہلون کے نہ فرض ہونے جمعہ کو اور یہی احتیاط ہے ہمارے زمانہ مین اور جس شخص کو کہ خوف خرابی عقیدہ کا جمعہ کی طرف سے نہو تو بہتر یہ ہے کہ یہ چار رکعتین اپنے گھر مین پوشیدہ پڑہ لے حموی طحطاوی نے کہا کہ یہ کلام منافی ہے کمال الدین کے کلام سے جنہے یہ کہا ہے کہ جمعہ کے باب مین کسی قدر ہم نے اسواسطے طول دیا کہ بعض جاہل کہتے ہین کہ امام اعظم کے نزدیک جمعہ فرض نہین صاحب بحر الرائق نے کہا کہ یہ بلا ہمارے زمانہ مین عام پھیلی ہے

یہان تک کہ بعض جاہل جمعہ کے بعد چار رکعتین اس نیت سے پڑھتے ہین کہ جو سب سے پچھلا ظہر میرے ذمہ ہوا ہو اور مین نے اُسکو ابھی نہ پڑھا ہو اُسکو
پڑھتا ہون تو چونکہ اسمین یہ خوف ہے کہ جاہل اسکے معتقد ہو جائین کہ جمعہ فرض نہین اسلیے مین نے اس نماز کے نہ پڑھنے کا فتوی دیا ویشترط لصحتہا
سبعۃ اشیاء اور شرطاہین واسطے صحیح ہونے جمعہ کے سات چیزین م نہر الفائق مین بیان کیا کہ جمعہ کے لیے کچھ شرطین واجب ہونے کی ہین یعنے جنسے
جمعہ آدمی پر واجب ہو جاتا ہے اور کچھ شرطین ادا کی ہین اور فرق ادا اور وجوب کی شرطون مین یہ ہے کہ ادا کی شرطون کے نہونے سے ادا صحیح نہین ہوتا
اور وجوب کی شرطین نہونے سے ادا درست ہے پھر صاحب نہر الفائق نے ایک قطعہ عربی کا جامع شرائط وجوب و ادا کا نقل کیا ہے جسکا ترجمہ مترجم نے
فارسی مین کر دیا اور وہ یہ ہے قطعہ شرط وجوب عقل و اقامت بلوغ دان ٭ ہیئذر ئی است مردمی و آزادی بعد ازان ٭ سلطان و وقت و خطبہ
جماعت ہم اذن و شہر ٭ یا دش بپے ادا کن وہ مگذار رائگان ٭ اس قطعہ مین چھ شرطین ادا کی مذکور ہین اور شارح نے خطبہ کا پیشتر نماز کے ہونا ایک
شرط جدا قرار دی ہے اسلیے تعداد سات ہوئی الاول المصر وہو ما لایسع اکبر مساجدہ اہلہ المکلفین بہا وعلیہ فتوے اکثر الفقہاء مجتبے لظہور التوانی
فے الاحکام پہلی شرط صحت کی شہر ہے یعنے وہ بستی جسکی سب سے بڑی مسجد مین اُسکے باشندے جنکو جمعہ کے ادا کرنے کا حکم ہے نہ سما وین یعنے عورتون
اور لڑکون اور مسافرون کے سوا اسقدر مسلمان ہون کہ بڑی سی بڑی مسجد مین نہ آسکین اور شہر کی اسی تعریف پر فتوے ہے اکثر فقہا کا کذا فے
المجتبی اس تعریف پر فتوے ہے بسبب ظاہر ہونے سستی کے احکام مین م یعنے ظاہر مذہب کی تعریف مین حدود کا قائم کرنا شہر ہونے کی شرط ہے اور چونکہ
حاکم سزاؤن کے قائم کرنے مین کوتاہی اور سستی کرتے ہین لہذا فتوے اس تعریف مذکورۂ بالا پر ہوا کذا فے الطحطاوی وظاہر المذہب انہ کل
موضع لہ امیر و قاضی یقدر علے اقامۃ الحدود وکما حررناہ فیما علقناہ علے الملتقے اور ظاہر مذہب یہ ہے کہ شہر وہ بستی ہے جسمین ایک حاکم اور ایک قاضی
ہو کہ سزاؤن کے قائم کرنے پر قادر ہو چنانچہ ہمنے اسکو منقح بیان کیا ہے ملتقے الابحر کی شرح مین م امیر و قاضی سے مراد یہ ہے کہ اُسی شہر مین رہتے ہون
یہ نہین کہ کبھی دورہ کو چلے آتے ہون اور قاضی اقامت حدود پر قادر ہو اُسکے یہ معنی کہ گو یا بالفعل قائم نہ کرتا ہو مگر اقامت پر قدرت ہو اور شارح علیہ
نے اسی تعریف کو صحیح کہا ہے کذا فی الشامی وفے القہستانی اذن الحاکم ببناء الجامع فے الرستاق اذن بالجمعۃ اتفاقا علے ما قالہ السرخسی واذا اتصل
بہ الحکم صار مجمعا علیہ فلیحفظ اور قہستانی مین ہے کہ اذن دینا حاکم کا واسطے بنانے جامع مسجد کے گانون مین اذن ہے جمعہ کے لیے بالاتفاق اوپر اُس
بیان کے کہ کہا ہے اسکو سرخسی نے اور جب ملجاوے اس اذن سے حکم تو ہو جائیگا اذن جمعہ کا بالاجماع تو اسکو یاد رکھنا چاہیے م قہستانی مین مذکور ہے
کہ جمعہ پڑھنا قصبات اور بڑے گانوون مین جنمین بازار ہون فرض واقع ہوتا ہے بلا خلاف جبکہ مسجد جامع کے بنانے کا اذن حاکم یا قاضی نے دیا ہو
یا جمعہ کے ادا کرنے کا حکم دیا ہو کیونکہ ادا جمعہ مختلف فیہ ہے قصبات اور بڑے گانوون مین تو جب مختلف فیہ پر حکم حاکم ہو گیا وہ مجمع علیہ ہو گیا کذا فی الشامی مختصرا
او فناءہ بکسر الفاء وہو ما حولہ اتصل بہ او لا کما حررہ ابن الکمال وغیرہ لاجل مصالحہ کدفن الموتی ورکض الخیل والمختار للفتوی تقدیرہ
بفرسخ ذکرہ الولوالجی یا شرط صحت جمعہ کی فناء مصر ہے بکسر فا اور فناء وہ جگہ ہے گرد شہر کے جو اُسکے منافع کے لیے مثل دفن کرنے مردون اور
دوڑانے گھوڑون کے ہو خواہ شہر سے متصل ہو یا نہین چنانچہ منقح بیان کیا ہے اسکو ابن کمال وغیرہ نے اور مختار فتوی کے لیے اندازہ کرنا اُسکا ہے
ایک فرسنگ یعنی تین میل ذکر کیا ہے اسکو ولوالجی نے م شامی نے کہا کہ بعض محققین نے تو صرف فنا کی تعریف پر اکتفا کر کے مطلق چھوڑ دیا ہے اُسکی
کچھ حد مقرر نہین کی یعنے جس جگہ شہر کی کار آمد باتین ہوتی ہون وہ فنا ہے جیسے گھوڑون کا پھیرنا اور دوڑانا اور مردون کا دفن کرنا
اور فوج کا جمع ہونا اور چاند ماری وغیرہ ہوتی ہو اور بعضون نے اُسکی مسافت بھی مقرر کر دی ہے اور مسافت کے باب مین نو ۹ قول ہین کسی
نے کہا کہ شہر کی آواز اسمین آتی ہو کسی نے کہا اذان سنائی دیتی ہو کسی نے کہا چار سو ہاتھ کا فاصلہ ہو کسی نے میل کا کسی نے دو کا

اذن کسی مسجد مین دے تو ہر شخص یا ہر خطیب کو اُس مسجد مین اجازت اقامت جمعہ کی ہوگئی اب ضرورت اجازت کی سلطان سے یا جسکو اُسنے اجازت دی ہو اس سے نہین رہی جیسا کہ ظاہر عبارت شارح سے سمجھا جاتا ہو کذا فی الشامی وما قیدہ الزیلعی لا دلیل علیہ اور زیلعی نے جو قید لگائی ہو کہ خطیب کو خلیفہ کرنا درست نہین مگر جبکہ بیوضو ہوجاے تو اسپر کوئی دلیل نہین فقہا کی عبارتون سے تو مطلق خلیفہ کرنے کا جواز معلوم ہوتا ہو دوسرے یہ کہ صورت خاص نماز مین خلیفہ کرنے کی ہو خطبہ تو بے وضو بھی درست ہو حالانکہ ذکر یہ تھا کہ خطیب خطبہ کے لیے نائب کر سکتا ہو یا نہین کذا فی الشامی ثم اقامة الجمعة سے مراد خطبہ اور نماز دونون ہین اور اجازت پر صرف خطبہ موقوف ہو نہ نماز تو اقامت جمعہ کے لیے خلیفہ کرنے سے مراد خطبہ کے واسطے خلیفہ کرنا ہی نہ نماز کے لیے جیسا کہ بعض فقہا کو وہم ہوا ہی کذا فی المنح وما ذکرہ ملا خسرو وغیرہ ردہ ابن الکمال فی رسالة خاصة برہن فیہا علی الجواز بلا شرط واطنب فیہا وابدع واکثیر من الفوائد اور جس بات کو ملا خسرو وغیرہ نے ذکر کیا ہو اسکو ابن کمال نے ایک خاص رسالہ مین رد کیا ہو جسمین خلیفہ کرنے کا جواز بدون شرط اذن سلطانی کے مدلل کیا ہو اور اس رسالہ مین لمبی تقریر نئے ڈھنگ پر بیان کی ہو اور بہت سے فوائد مندرج کیے ہین ثم ملا خسرو نے بیان کیا ہو کہ خطیب کو نائب کرنا نہین پہونچتا جبتک کہ بادشاہ کی طرف سے اسکو نائب کر لینے کا اختیار نہ دیا گیا ہو وفی مجمع الانہر انہ جائز مطلقا فی زماننا لانہ وقع فی تاریخ خمس واربعین وتسعمائة اذن عام وعلیہ الفتوی اور مجمع الانہر مین ہو کہ خلیفہ کرنا جائز ہو مطلق ہمارے زمانہ مین یعنی خواہ ضرورت ہو یا نہو اسلیے کہ ۹۴۵ھ مین سلطان کی طرف سے اجازت عام ہوگئی ہو کہ ہر خطیب کو اختیار ہو کہ دوسرے شخص کو اپنا خلیفہ کردے اور اسی پر فتوے ہو شامی نے کہا کہ شاید شارح کے زمانہ کے علما کا فتوے مراد ہو تو یہ تصحیح ناتمام ہو کیونکہ اس زمانہ کے علما اہل تصحیح نہین بلکہ تصحیح والے پیشتر کے لوگ ہین وفی السراجیة لو صلی احد بغیر اذن الخطیب لا یجوز الا اذا اقتدی بہ من لہ ولایة الجمعة ولویدہ ذلک انہ یلزم اداء النفل بجماعة واقرہ شیخ الاسلام اور سراجیہ مین ہو کہ اگر کسی نے نماز پڑھائی بدون اذن خطیب کے تو درست نہوگی مگر جبکہ اقتدا کرے اسکے پیچھے وہ شخص جسکو اختیار جمعہ کا ہو کیونکہ اقتدا کرنے سے دلالة اجازت ہوجائیگی اور اگر والی آیا اور اقتدا نہ کیا تو امامت اس شخص کی ناجائز ہوگی اور تائید کرتا ہو عدم جواز کی یہ امر کہ لازم آتا ہی نفل کا ادا کرنا جماعت سے اور ثابت رکھا ہو اسکو شیخ الاسلام نے ثم یعنے جب جمعہ بدون اذن کے ناجائز ہوا تو یہ نماز نفل ہوگی اور نفل جماعت سے پڑھنی مکروہ تحریمی ہو حلبی نے کہا کہ مکروہ تحریمی جبھی ہو کہ نیت نفل سے شروع کیا ہو یہان تو نیت فرض سے شروع کیسا ہو تو مکروہ کیسے ہوگی کذا فی الطحطاوی مات والی مصر فجمع خلیفتہ او صاحب الشرط بفتحتین حاکم السیاسة او القاضی الماذون لہ فی ذلک جاز لان تفویض امر العامة الیہم اذن بذلک دلالة مر گیا حاکم کسی شہر کا یا جمعہ مین کسی فساد کے خوف سے نہ آیا کذا فی البدائع پس جمعہ پڑھایا اسکے خلیفہ نے یعنے ولیعہد نے یا حاکم فوجداری نے یا قاضی نے جسکو اقامت جمعہ کی اجازت ہو تو درست ہو اسلیے کہ سپرد کرنا عوام کے امور کا انکو دلالة اجازت ہو اقامت جمعہ کی شارح نے کہا کہ صاحب الشرط بفتح شین معجمہ ورا مہملہ حاکم سیاست ہو یعنے جمع ہو شرطی کی ثم شامی نے کہا کہ جمع بتشدید میم ہو یعنے صیغہ ماضی باب تفعیل سے فللقاضی القضاة بالشام ان یقیمہا وان یولی الخطباء بلا اذن صریح ولا تقریر الباشا سو درست ہو شام کے قاضی القضاة کو جمعہ کا قائم کرنا اور خطیبون کو اختیار دینا بدون اجازت صریح اور بدون مقرر کرنے بادشاہ کے ثم شامی نے کہا کہ یہ اختیار اس قاضی القضاة کو ہو جسکو قاضی المشرق والمغرب کہتے ہین تو قاضی شام اور مصر بدون اجازت اورون کو اختیار نہین دے سکتے اگر انکو بھی اذن عام خطیبون کے تقرر کا ہو تو مضائقہ نہین وقالوا یقیمہا امیر البلد ثم الشرطی ثم القاضی ثم من ولاہ قاضی القضاة اور فقہا نے ترتیب اقامت جمعہ کی اسطرح بیان کی ہو کہ جمعہ کو حاکم شہر قائم کرے پھر حاکم سیاست پھر قاضی پھر وہ شخص جسکو قاضی القضاة نے مقرر کیا ہو ثم شامی نے کہا کہ حاکم سیاست کا مقدم کرنا قاضی پر مخالف ہو فقہا کی تصریح کے نماز جنازہ مین کہ قاضی مقدم ہو حاکم سیاست پر ونصب العامة الامام غیر معتبر مع وجود من ذکر

ثابت نہ ہو تو جمعہ درست ہوگا اور مقرر کرنا امام کا خطیب کا اشخاص مذکورین سے ہوتے رہتے تھے یعنی بدون اذن قاضی یا سلطان یا
نائب کے جائز ہے اگر رعیت کسی کو خطیب کرلے تو اسکا اعتبار نہوگا اور انکے نہونے کی صورت میں مقرر کرنا درست ہوگا بسبب ضرورت کے
م سراجیہ اور ابن وہبان سے منقول ہے کہ اگر حاکم نہ ہوئے ہوں تو مسلمانوں کو قائم کرنا جمعہ کا درست ہے اور مسلمانوں کی رضامندی سے قاضی ہو جائیگا
دوجانا امام لازم ہے کہ مسلمان حاکم کے لیے درخواست کریں کذا فی الشامی وجازت الجمعۃ بمنی فی الموسم فقط لوجود الخلیفۃ او امیر الحجاز
او العراق او مکۃ ووجود الاسواق والسکک وکذا کل ابنیۃ نزل بہا الخلیفۃ اور جائز ہے جمعہ منے میں صرف ایام حج میں بسبب موجود ہونے سلطان کے یا امیر حجاز
یا امیر عراق یا حاکم مکہ کے اور موجود ہونے بازاروں اور کوچوں کے اور اسی طرح ان مقامات میں کہ سلطان فروکش ہو م حج کے دنوں میں منی
شہر کا بنجاتا ہے بازار اور گلیاں تیار ہوتی ہیں اور سلطان یا نائب یا امیر عراق کا یا شریف مکہ کا موجود ہوتا ہے اور بدون حاجیوں کے اترنے کے
منی گاؤں کا حکم رکھتا ہے اور سلطان اگر اپنی سلطنت میں دورہ کرے تو اگرچہ مسافر ہو مگر جس شہر میں فروکش ہو اسکو قائم کرنا جمعہ کا درست ہے کذا فی الشامی
وعدم التعیید بمنی للتخفیف اور عید نہ پڑھنا منی میں تخفیف کے لیے ہے یہ جواب ہے اس سوال کا کہ اگر منے شہر ہو جاتا ہے تو جن لوگوں پر نماز عید واجب ہے شامل
کہ تو وہ اسمیں نماز عید کیوں نہیں پڑھتے حاصل جواب یہ ہے کہ عید کا نہ پڑھنا اسلیے نہیں کہ منے شہر نہیں بلکہ اسلیے ہے کہ حاجی افعال حج کے ادا کرنے میں
مشغول رہتے ہیں عید پڑھنا انپر سے تخفیف کی جہت سے ساقط ہو گیا کذا فی الطحطاوی لا تجوز لامیر الموسم لقصور ولایتہ علی امور الحج حتی لو اذن لہ
جاز یعنی جائز نہیں جمعہ امیر موسم کے موجود ہونے کے وقت بسبب مختصر ہونے اسکی ولایت کے حج کے کاموں پر یہانتک کہ اگر اسکو اجازت ہو اقامت
جمعہ کی تو درست ہے م امیر موسم کو امیر الحاج بھی کہتے ہیں پہلے یہ دستور تھا کہ سلطان روم حج کے ایام میں ایک شخص کو اختیار معاملات حج کا سپرد
کرکے روانہ فرماتا تھا اسی لیے اسکی ولایت قاصر تھی جمعہ اسکے باعث سے درست نہ تھا مگر اب یہ دستور ہے کہ حاکم شام کو امیر حج مقرر کیا جاتا ہے اور
چونکہ امیر شام کو ولایت عام ہوتی ہے تو اسمیں اور امیر عراق میں کچھ فرق نہیں وہ بھی اقامت جمعہ کر سکتا ہے کذا فی الشامی مختصرا ولا بعرفات
لانہا فضاء اور نہیں جائز ہے جمعہ عرفات میں اسلیے کہ وہ جنگل ہے یعنے اسمیں عمارت نہیں صرف میدان ہے وتؤدی فی مصر واحد بمواضع کثیرۃ
مطلقا علی المذہب وعلیہ الفتوی شرح المجمع للعینی والامامۃ فتح القدیر دفعا للحرج اور ادا ہو جاتا ہے جمعہ ایک شہر میں بہت سی جگہوں میں مطلقا یعنے
شہر بڑا ہو یا چھوٹا اور اسکے بیچ میں نہر فاصل ہو یا نہو اور جمعہ دو مسجدوں میں ہو یا زیادہ میں مذہب صحیح پر اور اسی پر فتوی ہے چنانچہ عینی کی شرح
مجمع اور فتح القدیر کے باب الامامۃ میں مذکور ہے واسطے دور کرنے حرج کے م یعنے ایک جگہ پر جمعہ پڑھنے کو لازم کرنے میں بڑی دقت ہے کہ جو لوگ مسجد سے
بہت فاصلہ پر ہونگے انکو بہت مسافت طے کرنی ہوگی امام سرخسی نے ذکر کیا ہے کہ مذہب صحیح امام اعظم رح کا یہی ہے کہ ایک شہر میں دو جگہ یا زیادہ جمعہ
درست ہے اور اسی کو ہم لیتے ہیں کیونکہ حدیث (لا جمعۃ الا فی مصر) مطلق ہے فقط شہر کو شرط جمعہ فرمایا ہے کذا فی الشامی وعلی المرجوح فالجمعۃ لمن سبق تحریمۃ
وتفسد بالمعیۃ والاشتباہ فیصلی بعدہا آخر ظہر وکل ذلک خلاف المذہب فلا یعول علیہ کما حررہ فی البحر اور قول ضعیف کے بموجب یعنے دو جگہ یا زیادہ
میں جمعہ کے ناجائز ہونے کے بموجب جمعہ اس شخص کا ہوگا جسکی تحریمہ اول ہوگی اور فاسد ہو جائیگا جمعہ تحریمہ کے ایک ساتھ ہونے اور اشتباہ پڑنے
سے تو پڑھے بعد سنتوں جمعہ کے چار رکعتیں آخر ظہر کی نیت سے اور یہ سب خلاف مذہب قوی کے ہے تو اسپر اعتماد نہ کیا جائے چنانچہ منح میں بیان کیا ہے
اسکو بحر الرائق میں م ہر چند صاحب بحر نے فتوی ان چار رکعتوں کے نہ پڑھنے کا دیا ہے اس خوف سے کہ کہیں جاہل جمعہ کی عدم فرضیت کے معتقد ہو
جائیں مگر احتیاط ان رکعتوں کے پڑھنے میں ہے تا کہ فرض ذمہ سے یقینا ساقط ہو جائے اسلیے کہ جمعہ اگرچہ قول قوی کے رو سے چند جگہ جائز ہے لیکن یہ
شبہہ قوی ہے اسلیے کہ ناجائز ہونا چند جگہوں میں بھی امام اعظم رح سے مروی ہے اور طحاوی اور تمرتاشی اور صاحب مختار نے اسکو اختیار کیا ہے

نہ کسی صحابی یا تابعی سے جمعہ کے چند جا پڑھنے کا جواز ثابت نہین اور شرح منیہ مین عدم جواز کو امام رحہ سے ظاہر تر روایت بیان کیا ہو اور نہر الفائق مین
دادی قدسی سے فتوی اسی قول پر نقل کیا ہو تو معلوم ہوا کہ یہ قول مذہب مین معتمد ہو نہ قول ضعیف اسی جہت سے شرح منیہ مین چار رکعتون کے پڑھنے کو
احتیاط کہا ہو کیونکہ خلاف چند جگہ جمعہ کے جائز و ناجائز ہونے مین قوی ہو اور اگر بالفرض عدم جواز ضعیف ہو تب بھی خلاف سے باہر ہونا بہتر ہوتا ہو
چہ جائیکہ قول مخالف آئمہ مذہب کا ہو کذا فی الشامی مختصراً و فی المجمع الانہر سحر بالمطلب والاحوط نیۃ آخر ظہر ادرکتہ وقتہ لان وجوبہ علیہ بآخر الوقت فتنبہ اور
مجمع الانہر مین مطلب کیطرف منسوب یہ ہو کہ زیادہ احتیاط اسمین ہو کہ نیت یون کرے کہ سب سے پچھلا ظہر جسکا مین نے وقت پایا ہو اور ابھی ادا نہ کیا ہو اسلیے
کہ وجوب ظہر کا اُسپر آخر وقت سے ہو پس آگاہ ہو جا ہم اس تعلیل مین خلل ہو کیونکہ وجوب ظہر اول وقت سے ہو اور اسلیے اس جملہ کو نہر الفائق مین ذکر نہین کیا
شارح اسمین بحر الرائق کا تابع ہو گیا ہو کذا فی الطحطاوی اور فائدہ اس نیت کا یہ ہو کہ اگر جمعہ نہوا ہوگا تو پچھلا ظہر جمعہ کے روز کا ہوگا وہ اس نیت سے ادا
ہو جائیگا اور اگر جمعہ درست ہوا ہوگا تو سب سے پہلا ظہر قضا نمازون کا اس سے ادا ہو جائیگا اور نہ نفل ہو گی اور ترتیب شرح منیہ مین اسطرح مذکور ہو کہ اول
سنتین ظہر کی پڑھے پھر چار رکعتین احتیاطی پڑھے پھر دو سنتین پڑھے اور چاہیے کہ چارون رکعتون مین سورہ ملا وے اگر قضا نماز اُسکے ذمہ نہو اور
اگر قضا ہو تو پچھلی دو رکعتون مین سورہ نہ ملاوے بعض نسخون مین قتنبہ کی جگہ قنیہ ہو اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہو کیونکہ یہ عبارت قنیہ کی ہو کذا فی الشامی و
الثالث وقت الظہر فتبطل الجمعۃ بخروجہ مطلقاً ولو لاحقاً بالعذر نوم او زحمۃ علی المذہب لان الوقت شرط الاداء لا شرط الافتتاح اور تیسری شرط
اسکے وقت ظہر کا ہو پس باطل ہوگا جمعہ وقت کے نکلنے سے مطلقاً یعنی اگرچہ بعد بیٹھنے کے مقدار تشہد کے وقت جاتا رہے تب بھی جمعہ باطل ہو جائیگا گو
مقتدی لاحق ہو گیا ہو بسبب عذر سو جانے یا بھیڑ کے مذہب معتمد پر اسلیے کہ وقت شرط ہو ادا کی نہ شرط شروع کرنے کی مم یعنی اور مین ہو کہ مقتدی بھیڑ کے
سبب سے رکوع سجدہ پر قادر نہوا یہانتک کہ امام نے سلام پھیر دیا پھر وقت عصر کا ہو گیا تو وہ جمعہ کی نماز پوری کر لے اسلیے شارح نے اس قول کو
رد کیا کہ مذہب معتمد یہ ہو لاحق خواہ بھیڑ کی جہت سے ہو یا سو جانے سے اگر وقت ظہر کا نہ رہے تو جمعہ پورا نہ کرے کہ باطل ہو گیا بلکہ ظہر قضا پڑھے اسلیے کہ وقت
ظہر ادا کی شرط ہو تو سب نماز وقت کے اندر ہونی چاہیے شروع کی شرط نہین کہ صرف وقت مین شروع کرنے سے جائز ہو جاے کذا فی الطحطاوی
و الرابع الخطبۃ فیہ فلو خطب قبلہ و صلی فیہ لم تصح اور چوتھی شرط صحت جمعہ کی خطبہ ہو وقت کے اندر پس اگر خطبہ وقت سے پہلے پڑھ لیا اور نماز
وقت میں پڑھی تو جمعہ درست نہوگا مم خطبہ بضم خاء معجمہ بمعنے مفعول ہو مشتق ہو خطب سے جسکے معنی دو شخصون مین گفتگو ہونے کے ہین کذا فی
الطحطاوی و الخامس کونہا قبلہا لان الشرط سابق علیہ بحضرۃ جماعۃ تنعقد الجمعۃ بہم ولو کانوا صما او نیاما فلو خطب وحدہ لم یجز
علی الاصح کما فی البحر عن الظہیریۃ لان الامر بالسعی للذکر لیس الا لاستماعہ والمامور جمع وجزم فی الخلاصۃ بانہ یکفی حضور واحد اور پانچوین شرط
صحت جمعہ کی ہونا خطبہ کا ہو پہلے نماز جمعہ سے اسلیے کہ شرط چیز کی اس سے پیشتر ہوا کرتی ہو خطبہ ہووے سامنے ایسے لوگون کے جنسے جمعہ
ہو جاوے یعنے مرد بالغ اور عاقل ہون اگرچہ بہرے یا سوتے ہوے ہون سو اگر خطبہ پڑھیگا اکیلا بدون کسی مقتدی کے حاضر ہونے کے
تو درست نہوگا صحیح تر قول کے موجب چنانچہ بحر الرائق مین ہو ظہیریہ سے اسواسطے کہ حکم چلنے کا ذکر کی طرف نہین ہو مگر اُس ذکر کے سننے
کے لیے اور مامور لفظ جمع ہو اور یقین کیا ہو خلاصہ مین اُسپر کہ کافی ہو حاضر ہونا ایک مقتدی کا مم یعنے آیت (فاسعوا الی ذکر اللہ) مین حکم
سعی کا بصیغہ جمع وارد ہو تو ایک کا حاضر ہونا کافی نہوگا اور بہرون اور سوتے ہوؤن کے حاضر ہونے مین ہر چند سننا پایا نہین جاتا مگر بجا آوری
سعی کے حکم کی موجود ہو اسلیے خطبہ کا پڑھنا اُنکے سامنے درست ہوا اور قول خلاصہ کا صحیح نہین اسلیے کہ حضور جماعت شرط ہو
پھر ایک کا حاضر ہونا کیسے کافی ہوگا کذا فی الشامی و کفت تحمیدۃ او تہلیلۃ او تسبیحۃ للخطبۃ المفروضۃ مع الکراہۃ وقالا لا بد

دلیا تھا تو بد دعا دی تھی چنانچہ ترمذی مین مروی ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ بدعت خلفاء مروانیہ کے زمانہ مین پیدا ہوئی اللہ تعالیٰ اتباع شریعت ہمکو اور سب
دینداروں کو نصیب کرے اور بے اصل بدعتوں سے محفوظ رکھے اور دین خالص پر ہمارا خاتمہ کرے آمین ویجہر بالثانیۃ لا کالاولی ویبدأ بالتعوذ سرا اور
پکار کر پڑھے دوسرے خطبہ کو مگر نہ مثل اول کے یعنے اول کو زیادہ بلند آواز سے پڑھے اور دوسرے کو اس سے کم اور شروع کرے اول خطبہ کو اعوذ
باللہ من الشیطان الرجیم آہستہ کہکر م یعنے اول اعوذ پڑھے پھر حمد وثنائے الٰہی پھر شہادتین پھر درود شریف پھر وعظ ونصیحت اور قرآن مجید کی آیت اور تجنیس
مین کہا کہ دوسرا خطبہ مثل اول کے ہے مگر اُسمین وعظ کی جگہ مسلمانون کے لیے دعا مانگے بحر الرائق مین کہا کہ دوسرے خطبہ مین ایک آیت کا پڑھنا مسنون ہے کذا
فی الشامی ویندب ذکر الخلفاء الراشدین والعمین لا الدعاء للسلطان وجوزہ القہستانی اور مستحب ہے ذکر کرنا خلفاء راشدین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے دو عم بزرگوار یعنے حضرت حمزہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم اجمعین کا نہین مستحب ہے دعا مانگنا خطبہ مین بادشاہ کے لیے اور جائز رکھا ہے
اسکو قہستانی نے م شامی نے کہا کہ جائز ہونے سے یہ اشارہ ہوا کہ مستحب نہین اور باب الامامۃ مین جو شارح نے لکھا ہے کہ دعا امام کی نیک بختی کے لیے
واجب ہے وہ اس قول کے مخالف نہین کیونکہ یہان خاص خطبہ کا ذکر ہے ویکرہ تحریما وصفہ بمالیس فیہ اور مکروہ تحریمی ہے صفت بیان کرنی بادشاہ کی
ایسے امور سے کہ اُسمین نہون مثلاً عادل کہنا جس صورت مین کہ وہ ظالم ہو کیونکہ یہ وصف بیان کرنا خطیب کا جھوٹ ہوگا ویکرہ تکلمہ فیہا الا لامر بمعروف
لانہ منہا اور مکروہ ہے کلام کرنا خطیب کا خطبہ کے اندر مگر امر بالمعروف کرنے کے لیے کلام مکروہ نہین کیونکہ یہ کلام تو خطبہ ہی سے ہے یعنے اچھی بات کا حکم
کرنا جزو ہے خطبہ کا طحطاوی نے کہا کہ کلام کی کراہت کو مطلق بیان کیا تو ظاہرا مکروہ تحریمی ہے ومن السنۃ جلوسہ فی مخدعہ عن یمین المنبر ولبس السواد
وترک السلام من خروجہ الی دخولہ فی الصلوٰۃ وقال الشافعی اذا استوی علی المنبر سلم مجتبٰی اور سنت ہے بیٹھنا امام کا اپنے حجرہ مین منبر کے داہنے
طرف اور پہننا سیاہ لباس کا اور نہ سلام کرنا خطبہ کے لیے نکلنے کے وقت سے نماز مین داخل ہونے تک اور امام شافعی رح نے فرمایا کہ جب منبر پر
بیٹھے تو سلام کرے کذا فی المجتبیٰ م مخدع بروزن منبر قاموس مین لکھا ہے اور سیوطی نے بروزن مکتب اور مضمر بیان کیا ہے وہ خلوتخانہ ہے جو مسجد کے
اندر بنا ہو تو جن مسجدون مین ایسا مکان منبر کے داہنے طرف نہو وہان امام داہنی طرف بیٹھے اور قبل خطبہ کے محراب کے اندر خطیب کو نماز پڑھنا مکروہ
ہے کذا فی الشامی وطہارۃ وستر عورۃ قائما اور مسنون ہے دونون خطبون کا پڑھنا طہارت اور ستر عورت کے ساتھ کھڑا ہو کر م یعنے یہ تینون باتین
مسنون ہین شرط نہین ہین اگر خطبہ بیوضو پڑھیگا یا ہوا وغیرہ سے برہنگی کھلجائیگی یا بیٹھ کر پڑھیگا تو جائز ہوگا کراہت کے ساتھ اور اسکا اعادہ واجب
نہوگا کذا فی الطحطاوی وہل ہی قائمۃ مقام رکعتین الاصح لا ذکرہ الزیلعی بل کشطرہا فی الثواب اور کیا خطبہ قائم مقام دو رکعتون کے ہے صحیح تر یہ ہے
کہ نہین ذکر کیا ہے اسکو زیلعی نے بلکہ ثواب مین نصف نماز جمعہ کے مانند ہے م یعنے یہ جو اثر مین وارد ہے کہ خطبہ نصف صلوٰۃ ہے اس سے بظاہر یہ معلوم
ہوتا ہے کہ ظہر کی دو رکعتون کے قائم مقام خطبہ ہے جیسے جمعہ کا دوگانہ قائم مقام اُسکی دو رکعتون کے ہے تو اس سے یہ نکلتا ہے کہ نماز کی شرطین خطبہ مین
بھی ہونی چاہئین شارح اس اثر کی تاویل بیان کرتا ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ خطبہ کا ثواب جمعہ کی نماز سے آدھا ہوتا ہے نہ یہ کہ ظہر کی دو رکعتون کے قائم
مقام ہے اور نماز کی شرطین اُسمین لازم آوین کذا فی الشامی ولو خطب جنبا ثم اغتسل وصلی جاز اور اگر خطبہ پڑھا حالت جنابت مین پھر نہایا اور نماز پڑھائی
جائز ہے یعنی نہانا فاصل متصور نہوگا کیونکہ نماز کے اعمال مین سے ہے لیکن بہتر ہے اعادہ کرنا خطبہ کا کذا فی البحر ولو فصل باجنبی فان طال بان رجع لبیتہ
فتغذی او جامع واغتسل استقبل خلاصہ الی لزوم البطلان الخطبۃ سراج لکن سیجئی انہ لا یشترط اتحاد الامام والخطیب اور اگر خطبہ اور نماز مین فعل اجنبی کا
فاصلہ کیا تو اگر فاصلہ بہت ہوا اسطرح کہ امام اپنے گھر پر چلا آیا اور کھانا کھایا یا صحبت کی اور نہایا تو خطبہ از سر نو پڑھے کذا فی الخلاصۃ یعنے واجب ہے
از سر نو پڑھنا بسبب باطل ہو جانے خطبہ کے کذا فی السراج لیکن آگے آویگا کہ شرط نہین ہے ایک ہونا نماز پڑھانیوالے اور خطبہ پڑھنے والے کا م یعنی بعض

وہ ذات جو احتیاج سے پاک ہے یعنی دنیا میں امام کو عوام کی حاجت ہے واسطے حفاظت سلطنت اور کاروبار ملکی اور فوج کشی وغیرہ کے اور دین کے امور
مثل جمعہ اور عیدین کے بدون عوام کے میسر نہیں تو دونوں میں محتاج عوام کا ہوا **وشرط لافتراضها تسعة تختص بها** اور شرطیں جمعہ کی
فرضیت کے لیے تو شرطیں جو خاص ہیں جمعہ کے لیے ۹ ماتن نے شرائط فرضیت کی گیارہ لکھی ہیں مگر چونکہ عقل و بلوغ خاص جمعہ کے لیے نہیں
بلکہ ہر نماز فرض کے واسطے ہیں اسلیے شارح نے نو کو خاص جمعہ کے لیے کہا **اقامة بمصر واما المنفصل عنه فان كان يسمع النداء تجب عليه عند محمد**
وبه يفتى كذا في الملتقى وقدر مناعن الولوالجية تقديره بفرسخ ورجح في البحر اعتباره عوده لبيته بلا كلفة شرط اول فرضیت جمعہ کی مقیم ہونا ہے شہر میں
یعنی مسافر پر واجب نہیں نہ اسپر جو شہر یا متصل شہر کے مقیم نہو اور شہر سے علحدہ رہنے والا اگر اذان کی آواز سنتا ہو تو جمعہ اسپر واجب ہے امام محمد کے
نزدیک اور اسی پر فتوے ہے الباذکور ہو ملتقی میں اور پہلے ہمنے ولوالجیہ سے نقل کیا ہے کہ گرد شہر کا انداز ایک فرسنگ ہے یعنے تین میل اور ترجیح دی ہے
بحر الرائق میں اعتبار کرنے نماز کے لوٹ آنے کو اپنے گھر بدون مشقت کے ہم پہلے بیان ہو چکا ہے کہ میل و فرسنگ وغیرہ کے فاصلہ کا کچھ اعتبار نہیں بلکہ
گرد شہر وہی ہے جسمیں اسکے منافع کی چیزیں ہوتی ہوں **وصحة والحق بالمريض الممرض والشيخ الفاني** اور دوسری شرط فرضیت جمعہ کی تندرستی ہے
یعنے بیمار پر جمعہ واجب نہیں اور لاحق کیا گیا ہے بیمار سے بیمار دار یعنے جو بیمار کی خبر گیری کرتا ہو اسطرح کہ اگر مثلاً وہ چلا جائے تو بیمار کی کوئی خبر نہ لے
کذا فی الحلبیہ اور شامل کیا گیا ہے بیمار سے شیخ فانی یعنے بہت بوڑھا جو چلنے پھرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو **وحرية والاصح وجوبها على مكاتب ومعتق بعضه واجير**
ويسقط من الاجر بحسابه ولو بعيدا والا لا اور تیسری شرط وجوب جمعہ کی آزاد ہونا ہے کہ غلام پر جمعہ واجب نہیں اور صحیح تر قول یہی ہے کہ جمعہ واجب ہے
مکاتب پر اور اس غلام پر جسکا ایک حصہ آزاد ہو گیا اور بقیہ کے لیے کمائی کرتا ہو اور واجب ہے مزدور پر اور ساقط ہو جائیگی مزدوری اجرت کے
حساب سے اگر مزدور مسجد جامع سے دور ہو اور اگر پاس ہوگا تو مزدوری ساقط نہو گی م یعنے مثلاً اتنا دور ہے کہ نماز کو جانے اور آنے میں چوتھائی
دن یعنی ایک پہر لگتا ہے تو اس روز کی اجرت میں سے چہارم وضع ہو جائیگا اسکا مطالبہ مالک سے نہیں کر سکتا کذا فی الشامی **ولو اذن له مولاه وجبت**
وقيل يخير جوهرة ورجح في البحر التخيير اور اگر غلام کو آقا نے نماز کی اجازت دی تو جمعہ واجب ہے اور بعض فقہا نے کہا ہے کہ غلام کو اختیار ہے چاہے جمعہ پڑھے چاہے
ظہر پڑھے اپنے مقام پر اور ترجیح دی ہے بحر الرائق میں اختیار دینے کو **وذكورة محققة** اور چوتھی شرط جمعہ کے واجب ہونے کی مرد ہونا ہے یقینیاً یعنے
عورتوں اور خنثے مشکل پر جمعہ واجب نہیں **وبلوغ وعقل ذكره الزيلعي وغيره وليسا خاصين** اور پانچویں شرط جمعہ کے واجب ہونے کی بالغ
ہونا ہے اور چھٹی شرط عاقل ہونا یعنے لڑکے نابالغ اور مجنون پر واجب نہیں ذکر کیا ہے اسکو زیلعی وغیرہ نے اور یہ دونوں باتیں جمعہ کے لیے خاص
نہیں بلکہ ہر ایک فرض کی فرضیت کے لیے شرط ہیں **ووجود بصر فتجب على الاعور** اور ساتویں شرط ہے موجود ہونا بینائی کا اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ
واجب ہے کانے پر شامی نے کہا اسیطرح واجب ہے چندھے پر مگر اندھے پر واجب نہیں اگرچہ اسکو پہونچانے والا میسر ہو **وقدرته على المشي**
وان سلامة احدهما له كاف في الوجوب لكن قال القهستاني وغيره لا تجب على مفلوج الرجل ولا مقطوعها اور آٹھویں شرط فرضیت جمعہ کی قادر ہونا آدمی
کا ہے چلنے پر یقین کیا ہے بحر الرائق میں کہ درست ہونا ایک پانوں کا نمازی کے لیے کافی ہے واجب ہونے میں لیکن قہستانی وغیرہ نے کہا ہے کہ واجب
نہیں اس شخص پر جسکی ٹانگ فالج زدہ ہو یا کٹی ہو ہم شامی نے ابو مسعود سے ان دونوں روایتوں میں تطبیق اسطرح نقل کی ہے کہ مراد بحر الرائق کی
ایک پانوں کی سلامتی سے یہ ہے کہ لنگڑا پن مانع مسجد کے جانے کا نہو اور غرض قہستانی وغیرہ کی یہ ہے کہ مسجد تک نجا سکتا ہو اور شارح کو مناسب تھا کہ
بجائے احدہما کے احداہما کہتا اسلیے کہ رجل مؤنث ہے **وعدم حبس وعدم خوف وعدم مطر شديد ووحل وثلج ونحوهما** اور نویں شرط فرضیت جمعہ کی
محبوس نہونا ہے اور دسویں شرط خوف کا نہونا مثلاً حاکم یا چور وغیرہ سے اور گیارھویں شرط نہونا سخت بارش اور کیچڑ اور برف اور اسکے مثل کا جیسے شدت

شارح نے نکالی سو صحیح نہین اور سراج کے مسئلہ مین جو ماتحت نقل کیا ہے وہ امین و غلط ہے کیونکہ بحر الرائق مین کہا ہے کہ بطلان متعلق رکھنے سے وہ صورت بھی
شامل ہو گئی کہ جمعہ کو پایا ہو دوری فاصلہ کی جہت سے حالانکہ سعی کیوقت امام جمعہ پڑھتا تھا یا شروع ہی نہین کیا تھا اور یہ قول جنھون کو نزدیک صورت مذکورہ
بھی صحیح ہے اسلیے کہ نمازی جمعہ کیطرف چلا اسوقت کہ جمعہ اسکا ابھی تک فوت نہین ہوا تھی اور معذور کو ہر چند حکم سعی کا نہین تو جب بیچ کر ادا کی ظہر تو جب بیچ کر
اوپنے اوپر لازم کر لینے سے وہ بھی غیر مذکور کے حکم مین شامل ہو گیا **وکرہ تحریما للمعذور والمسجون والمسافر اداء ظہر بجماعۃ فی مصر یوم الجمعۃ فی**
تقلیل الجماعۃ وصورۃ المعارضۃ اور مکروہ تحریمی ہے معذور اور محبوس اور مسافر کو ادا پڑھنا ظہر کا جماعت سے شہر کے اندر جمعہ سے پہلے اور پیچھے بسبب
کم ہو جانے جماعت کے اور صورت مقابلہ کے ہم ادا کی قید سے معلوم ہوا کہ ظہر قضا کی جماعت ان لوگون کو مکروہ نہین اسیطرح گانون والون کو جماعت
ظہر مکروہ نہین اور شہر مین وجہ کراہت یہ ہے کہ جمعہ کی جماعت کم ہو جائیگی یعنے معذورون کو پڑھتے دیکھکر اگر کوئی غیر معذور شریک ہو جائیگا تو جماعت جمعہ کی
کم ہو جائیگی اور دوسری وجہ معارضہ ہے یعنے حکم اقامت جمعہ کا ہے تو دوسری جماعت کی اقامت مقابلہ اور معارضہ کی صورت ہے کذا فی الطحطاوی **ولو اداءہا باجماعۃ**
تغلق یوم الجمعۃ الا الجامع اور مصنف نے ظہر کی نماز جماعت سے پڑھنے کو مکروہ تحریمی بتا کر یہ افادہ کیا کہ تمام مسجدین جمعہ کے روز بند کیجائین سواء
جامع مسجد کے یعنے اسلیے کہ مسجدین اجتماع کی جگہ ہین تو انکے بند رکھنے سے اجتماع کی نوبت ہی نہ پہونچیگی **وکذا اہل مصر فاتتہم الجمعۃ فانہم**
یصلون الظہر بغیر اذان ولا اقامۃ ولا جماعۃ اور اسیطرح مکروہ ہے جماعت سے ظہر پڑھنا شہر والون کو جنکو جمعہ نہ ملا ہے بلکہ وہ ظہر پڑھین بدون اذان و
تکبیر اور جماعت کے **ویستحب للمریض تاخیرہا الی فراغ الامام وکرہ ان لم یوخر ہو الصحیح** اور مستحب ہے بیمار کو دیر کر کر پڑھنا نماز ظہر کا امام کے فارغ ہونے تک
جمعے اور مکروہ تنزیہی ہے اگر تاخیر نہ کرے یہی صحیح ہے **ومن** اور کہا ہے **فی تشہد او سجود سہو او تشہدہ علی القول بہ فیہا اتمہا جمعۃ خلافا لمحمد کما یتم**
فی العید اتفاقا کما فی عید الفتح اور جو شخص جمعہ مین ملے التحیات کے اندر یا سجدہ سہو کے اندر یا سجدہ سہو کے تشہد مین وہ تمام کرے جمعہ یعنے
دوگانہ پڑھے شارح نے کہا کہ یہ ان لوگون کے قول کے موجب ہے جو سجدہ سہو جمعہ مین کرنے کو کہتے ہین یعنی متاخرین کے نزدیک اولیٰ یہ ہے کہ کثرت ازدحام
جمعہ وغیرہ مین سجدۂ سہو نکرے تو اس قول کے موجب سجدۂ سہو یا اسکے تشہد مین نہ ملیگا دوگانہ تمام کرے شیخین کے نزدیک بخلاف امام محمد کے انکے نزدیک
اگر ایک رکعت سے کمتر ملے تو جمعہ نہ تمام کرے بلکہ ظہر پورا کرے جیسے تمام کرے دوگانہ عید کا بالاتفاق چنانچہ فتح القدیر کے باب العید مین ہے یعنی اگر عید کے
تشہد یا سجدہ سہو مین ملے تو بالاتفاق دو رکعتین پوری کرے **لکن فی السراج انہ عند محمد لم یصر مدرکا لہ** لیکن سراج مین ہے کہ نمازی امام محمد کے نزدیک عید کا پانیوالا نہوگا
یعنی تشہد مین ملنے کی صورت مین عید کی نماز امام محمد کے نزدیک نہوگی بلکہ نفل پوری کرے اور عید کیطرح نہ پڑھے بلکہ بلا زائد تکبیرون کے پورا کرے شامی نے کہا
کہ قول اول صحیح ہے یعنے بالاتفاق عید کا دوگانہ پورا کرے **وعید کی جمعۃ لا ظہرا بالاتفاق فلو نوی الظہر لم یصح اقتداء** اور نیت کرے تشہد مین ملنے والا
جمعہ کی نہ ظہر کی بالاتفاق تو اگر ظہر کی نیت کریگا تو اسکا اقتدا درست نہوگا بالاتفاق **ثم الظاہر انہ لا فرق بین المسافر وغیرہ نہر** بحث ظاہر یہ ہے کہ نہین فرق
ہے مسافر اور غیر مسافر مین کذا فی النہر بحث ظہیریہ مین ذکر کیا ہے کہ اگر مسافر تشہد مین جمعہ کے ملے تو وہ چار رکعتین پڑھے اسلیے شارح نے ذکر کیا کہ
مسافر اور غیر مسافر اسمین برابر ہین شیخین کے نزدیک جمعہ ہی پورا کرین **واذا خرج الامام من الحجرۃ ان کان والا فقیامہ للصعود شرح المجمع فلا صلوٰۃ**
ولا کلام الی تمامہا وان کان فیہا ذکر الظلمۃ علی الاصح اور جب امام حجرہ سے نکلے اگر حجرہ ہو ورنہ امام کا کھڑا ہونا منبر پر چڑھنے کے لیے معتبر ہے
کذا فی شرح المجمع تو اسوقت سے نہ کوئی نماز ہے نہ کلام خطبہ کی تمامی تک اگرچہ خطبہ مین ذکر ظالمون کا ہو صحیح تر قول کے موجب ہم مقابل قول اصح کا
یہ ہے کہ جب ظالمون کا ذکر خطبہ مین ہوا اسوقت کلام درست ہے اور کان کو ذکر لایا باعتبار مکان کے ہے کذا فی الطحطاوی **خلا قضاء فائتۃ**
لم یسقط الترتیب بینہا وبین الوقتیۃ فانہا لا تکرہ سراج وغیرہ بضرورت صحت الجمعۃ والا کوئی نماز خطبہ کے وقت جائز نہین

ع
اسلیے کہ اتحاد نماز امام اور مقتدی کا شرط ہے صحت اقتدا کی اور وہ اس صورت مین نہ ہوا تھا جیسا ہوا

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] اگر امام خطبہ کے لیے [illegible]

جو کچھ پڑھتا ہو امام کرے صحیح تر قول میں اور قرات بھی آہستہ پڑھے یعنی تشہد وغیرہ جب کہ التحیات کرے کذا فی [illegible]

[illegible]

[illegible] اور جو امور کہ نماز میں حرام ہیں وہ خطبہ کے وقت بھی حرام ہیں کذا فی الخلاصۃ [illegible] حرام ہے خطبہ کے وقت کھانا اور پینا و کلام

اگرچہ سبحان اللہ کہنا ہو یا سلام کا جواب دینا یا اچھی بات کا حکم کرنا ہو بلکہ واجب ہے آدمی پر کہ چپکا بیٹھا رہے [illegible] فرق کے درمیان

نزدیک اور دور کے شخصوں کے صحیح تر قول میں کذا فی المحیط اور قول ضعیف یہ ہے کہ جو خطبہ سے دور ہو تو کلام کا مضائقہ نہیں [illegible]

تسبیح کو اُن کے قول پر متفرع کرنے میں کلام ہے اسلیے کہ تسبیح نماز میں حرام نہیں اور امر بالمعروف سے غضب مستثنٰی ہے چنانچہ بیان ہو

والامر وتحذیر من خیف ہلاکہ لانہ یجب لحق آدمی وہو محتاج الیہ والانصات لحق اللہ تعالی ومبناہ علی المسامحۃ اور اعتراض نہیں [illegible]

اور اندھے شخص کو جسکے ہلاک کا خوف ہو یعنے اگر کسی آدمی کو خطبہ کے وقت کنوئیں کے پاس دیکھے مثلاً اور خوف ہو کہ کنوئیں میں گر جائیگا تو

اس شخص کو ہوشیار کر دے کیونکہ ہوشیار کرنا واجب ہے آدمی کے حق کی جہت سے اور آدمی اپنے حق کا محتاج ہے اور سکوت خطبہ کے وقت

اللہ تعالے کے حق کے لیے ہے اور بنا اس حق کی درگذر پر ہے یعنے اللہ تعالے غنی ہے اس سے درگذر فرما سکتا ہے وکان ابو یوسف رح ینظر فی

کتابہ ویصححہ اور امام ابو یوسف رح جب خطبہ سے دور ہوتے تو خطبہ کے وقت اپنی کتاب دیکھا کرتے اور قلم سے اسکو صحیح کیا کرتے حموی شامی نے

کہاکہ یہ مبنی ہے قول ضعیف پر کہ اگر دور ہو تو کلام کرنا اور کتاب کا دیکھنا جائز ہے والاصح انہ لا باس بان یشیر براسہ او یدہ عند رؤیۃ منکر

اور صحیح تر یہ ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں اپنے سر یا ہاتھ سے اشارہ کرنے کا وقت دیکھنے بری بات کے یعنی زبان سے منع کرنا حرام ہے کذا فی الخلاصۃ وکذا یجب

ان یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عند سماع اسمہ فی نفسہ اور صواب یہ ہے کہ درود پڑھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وقت سننے آپ کے اسم

مبارک کے اپنے جی میں یعنے آہستہ درود پڑھے کہ اپنے آپ سنے دوسرے کو آواز نجاوے اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ درود زبان سے

پڑھے کذا فی الشامی ولا یجب تشمیت عاطس ولا رد سلام بہ یفتی اور واجب نہیں جواب دینا چھینکنے والے کا اور نہ جواب دینا سلام کا اسی پر فتوی

ہے طحطاوی نے کہاکہ اگر چھینکنے والا الحمد للہ کہے تو آہستہ کہے کہ دوسرا نہ سنے وکذا یجب الاستماع لسائر الخطب کخطبۃ نکاح وختم وعید علی المعتمد

اسیطرح واجب ہے سننا سب خطبوں کا مثل خطبہ نکاح کے اور خطبہ ختم قرآن اور خطبہ عید کے قول معتمد پر وقالا لا باس بالکلام قبل الخطبۃ وبعدہا اذا

جلس عند الثانی اور صاحبین نے کہاکہ نہیں مضائقہ کلام کا خطبہ کے پیشتر اور بعد خطبہ کے یعنے جب امام حجرہ سے نکلے تو جبتک خطبہ شروع کرے

اُسوقت تک کلام کا مضائقہ نہیں اور امام ابو یوسف کے نزدیک جب امام بیٹھے اُسوقت بھی کلام کا مضائقہ نہیں والخلاف فی کلام یتعلق بالآخرۃ

اما غیرہ فیکرہ اجماعاً اور خلاف امام صاحب اور صاحبین کا اس کلام میں ہے کہ آخرت سے متعلق ہو اور غیر کلام آخرت یعنے دنیاوی کلام مکروہ

ہے بالاتفاق وعلی ہذا فالترقیۃ المتعارفۃ فی زماننا تکرہ عندہ لا عندہما اور اس خلاف پر ترقیہ جو ہمارے زمانہ میں مروج ہے مکروہ ہوگا امام صاحب

کے نزدیک نہ صاحبین کے نزدیک اور ترقیہ اسکو کہتے ہیں کہ مکبر امام کے سامنے کھڑا ہوکر دعا یا آیت پڑھتا ہے ان اللہ وملائکتہ [illegible]

علے النبی) آخر تک پھر حدیث صحیحین کی پڑھتا ہے کہ جب تونے اپنے ساتھی سے جمعہ کے روز کہا کہ خاموش ہو اسوقت کہ امام خطبہ پڑھتا ہے تو تونے لغو کیا تو ہرچند یہ پڑھنا کلام آخرت ہے مگر امام صاحب کے نزدیک مکروہ ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز کذا فی الشامی مختصراً

اما ما یفعله المؤذنون حال الخطبة من الترضي ونحوه فمكروه اتفاقا وتمامه في البحر

اور جو رضی اللہ عنہ اور مثل اسکے موذن خطبہ کے وقت کرتے ہیں سو یہ تو مکروہ ہے بالاتفاق اور اسکا پورا بیان بحر الرائق میں ہے ہم موذنوں کا دستور بعض عرب کے شہروں میں ہے کہ جب امام نام خلفا و اصحاب کا لیتا ہے تو وہ بآواز بلند رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اور جب سلطان کا نام لیتا ہے تو خلد اللہ ملکہ یا اور کلمہ دعا کو پکار کر کہتے ہیں تو یہ حرکت انکی مکروہ ہے طحطاوی نے کہا کہ بحر الرائق میں سوائے عجائب کے جسکو شارح بیان کرتا ہے اور کچھ بیان نہیں

والعجب من المرقي ينهى عن الامر بالمعروف بمقتضى حديثه ثم يقول انصتوا رحمكم الله قلت الا ان يحمل على قولهما فتنبه

اور تعجب ہے ترقیہ پڑھنے والے سے کہ منع کرتا ہے امر معروف سے اپنی حدیث کی مقتضا کے اعتبار سے پھر کہتا ہے چپ رہو خدا تعالے تم پر رحم کرے میں کہتا ہوں مگر یہ کہ اسکا یہ کہنا محمول ہو صاحبین کے قول پر سو آگاہ رہنا ہم یعنے جب مرقی نے حدیث بیان کی تو اسکا مضمون اس بات کو مقتضی ہے کہ امر بالمعروف سے بھی زبان بند کرنی چاہیے تو پھر آپ ہی اسپر عمل نہ کرنا اور لوگوں کو خاموشی کا امر کرنا تعجب کی بات ہے ہاں اسکا امر صاحبین کے قول کے موافق درست ہو سکتا ہے کیونکہ وہ قبل خطبہ کے ترقیہ وغیرہ کرتا ہے اور صاحبین کے نزدیک قبل خطبہ امر بالمعروف کا مضائقہ نہیں

ووجب السعي اليها وترك البيع ولو مع السعي وفي المسجد اعظم وزرا بالاذان الاول في الاصح وان لم يكن زمن الرسول بل في زمن عثمان رض

اور واجب ہے جمعہ کی طرف جھپٹنا اور بیع کو ترک کرنا اگرچہ بیع چلتے چلتے کرتا ہو اذان اول کے ہونے پر صحیح تر قول میں اگرچہ یہ اذان عہد مبارک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ تھی بلکہ حضرت عثمان رض کے زمانہ میں ہوئی اور مسجد کے اندر یا اسکے دروازہ پر بیع میں مشغول رہنا بڑا گناہ ہے ہم بیع سے مراد وہ امر ہے جو نماز جمعہ سے باز رکھے تو اگر سوا بیع کے کسی اور کام میں مشغول رہیگا اور سعی نکریگا تو مکروہ تحریمی ہوگا اور سعی کی حالت میں بیع کرنا اگر خارج سعی نہو تو سراج میں کہا ہے کہ مکروہ نہیں چنانچہ شارح نے بھی آخر باب البیع الفاسد میں لاباس بہ لکھا ہے پھر اسمیں اختلاف ہے کہ اذان اول کونسی ہے تو بعض فقہا نے کہا کہ اذان اول وہ ہے جو منبر کے سامنے خطبہ سے پہلے ہوتی ہے اسلیے کہ باعتبار مشروع ہونے کے وہی اول ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک اور خلافت حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رض میں بھی ایک اذان ہوتی تھی جب حضرت عثمان رض کے زمانہ میں آدمی بہت ہوئے تو آپ نے زوراء پر ایک اذان اور بڑھادی اور صحیح تر قول یہ ہے کہ اذان اول وہی ہے جو وقت میں اول ہو یعنے جو اذان زوال کے بعد منارہ پر ہوتی ہے کذا فی الشامی

وافاد في البحر صحة اطلاق الحرمة على المكروه تحريما

اور بحر الرائق میں حرمت کا بولنا مکروہ تحریمی پر صحیح بتایا ہے ہم اذان کے وقت بیع کو صاحب ہدایہ نے حرام کہا ہے حالانکہ وہ مکروہ تحریمی ہے شارح صاحب ہدایہ کی طرف سے عذر بیان کرتا ہے کہ مکروہ تحریمی کو حرام کہنا صحیح ہے چنانچہ بحر الرائق میں افادہ کیا کذا فی الشامی

ويؤذن ثانيا بين يديه اي الخطيب افاد بوحدة الفعل ان المؤذن اذا كان اكثر من واحد اذنوا واحدا بعد واحد ولا يجتمعون كما في الجلالي والتمرتاشي ذكره القهستاني اذا جلس على المنبر

اور موذن اذان دے دوسری بار سامنے خطیب کے جب وہ منبر پر بیٹھے یعنے خطبہ پڑھنے کے لیے شارح نے کہا کہ ماتن نے فعل یؤذن کو بصیغہ واحد لانے سے افادہ کیا کہ موذن جب ایک سے زیادہ ہوں تو اذان ایک بعد دوسرے کے کہیں سب ملکر نہ کہیں چنانچہ جلالی اور تمرتاشی میں ہے ذکر کیا ہے اسکو قہستانی نے ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ افادہ اسوقت ہے کہ یؤذن کو بصیغہ معروف پڑھیں اور جس صورت میں مجہول پڑھیں تو افادہ مذکور ظاہر نہوگا

فاذا اتم اقيمت وكره الفصل بامر الدنيا ذكره العيني

جب امام خطبہ تمام کرلے تو تکبیر کہی جاوے اور مکروہ ہے فاصلہ کرنا خطبہ اور تکبیر میں کسی دنیا کے امر کو ذکر کیا ہے اسکو عینی نے ہم یعنے آخر خطبہ کا متصل ہو تکبیر کے شروع سے اور امر دنیا کی قید اسلیے لگائی کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فاصلہ مکروہ نہیں اور یہ جو دوسرے خطبہ میں خطیب

او مکتوبۃ لاجماعۃ ایک شخص نے اذان سُنی اور وہ کھانا کھاتا ہو تو کھانا ترک کرے اگر خوف ہو جمعہ کے نہ ملنے یا فرض نماز کے فوت ہونیکا نہ ترک کرے کھانا اگر خوف ہو
جماعت کے فوت ہونیکا کیونکہ ایسا کھانا جو رکھنے سے بگڑ جاوے یا جسکی طرف آدمی کا دل مشتاق ہو وہ عذر ہو جماعت کے ترک کرنیکا چنانچہ گذر از ستانی سے یرید الجمعۃ
وحوائجہ ان معظم مقصودہ الجمعۃ قال ثواب السعی الیہا وبھذا یعلم من شرک فی عبادتہ فالعبرۃ للاغلب ایک گانون والا شہر کو چلا جمعہ کے قصد سے اور اپنی دوسری
حاجات کے لیے اگر زیادہ تر مقصود اُسکا جمعہ کا پڑھنا ہو تو اُسکو جمعہ کی طرف چلنے کا ثواب ملیگا اور اس سے معلوم ہوتا ہو کہ جو شخص عبادت مین شرک
کرے یعنے دوسرا کوئی مطلب اُسمین ملائے خالص اللہ تعالے کے لیے نہ رکھے تو اعتبار غالب تر کا ہوگا مثلاً حج مین ارادہ تجارت کا کرلے تو ثواب عبادت
اُسی وقت ہوگا کہ مقصود غالب حج ہو کذا فی الشامی الافضل حلق الشعر وقلم الظفر بعدہا بہتر ہو بالون کا منڈوانا اور ناخن کا ترشوانا بعد نماز جمعہ کے م
تاتارخانیہ مین لکھا ہو کہ نماز جمعہ سے پیشتر بالون اور ناخون کا بنوانا اچھا نہین کیونکہ جمعہ مین کیفیت حج کی سی ہو تو جیسے حج مین بعد فراغت حج کے انکا بنوانا
چاہیے ایسے ہی جمعہ مین بعد نماز افضل ہو باقی بیان اس مسئلہ کا کتاب الحظر والاباحۃ جلد چہارم مین دیکھنا چاہیے لاباس بالتخطی مالم یاخذ الامام فی الخطبۃ
ولم یؤذ احدا الا ان لایجد الا فرجۃ امامہ فیتخطی الیہا للضرورۃ مضائقہ نہین گردنون پر کو پھاندنا بشرطیکہ امام نے خطبہ شروع نہ کیا ہو اور بشرطیکہ کسی کو ایذا دے
مگر یہ کہ اُسکو سوائے خالی جگہ کے اپنے سامنے کوئی جگہ نہو تو اس خالی جگہ کے بھرنے کو پھاند جاوے ضرورت کی وجہ سے م یعنے لوگون پر سے پھاندنا ایک
عمل ہو تو خطبہ کی حالت مین جائز نہین اسی طرح اوروں کو ایذا دینا درست نہین کہ پھاندنے مین کسی کا کپڑا دباوے کسی کے بدن پر پانون رکھدے ان
اگر اگلی صف مین فرجہ چھوٹا ہو اور اُسکے بھرنے کے لیے کسی کو اس قسم کی ایذا دے تو ضرورت کی وجہ سے درست ہو بشرطیکہ اور کوئی جگہ نہو کذا فی الشامی
ویکرہ التخطی للسوال بکل حال اور مکروہ ہو گردنون پر سے پھاندنا سوال کے لیے ہر حال مین یعنے خواہ ایذا کسی کو ہو یا نہ ہو م مسجد مین سوال کرنے اور
سائل کے دینے مین اختلاف ہو کہ درست ہو یا نہین نہر الفائق مین کہا کہ اگر سائل نمازیون کے سامنے کو نہ گذرے اور نہ گردنون کو پھاندے اور نہ اصرار
کے ساتھ طلب کرے تب تو مانگنا اور اُسکو دینا درست ہو ورنہ مکروہ ہو کذا فی البزازیۃ وسئل عنہ علیہ السلام عن ساعۃ الاجابۃ فقال ما بین جلوس الامام
الے ان یتم الصلوۃ وہو الصحیح وقیل وقت العصر والیہ ذہب المشائخ کما فی التاتارخانیہ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا حال دعا کے
قبول ہونے کی ساعت کا تو آپ نے فرمایا کہ وہ ساعت امام کے خطبہ کے لیے بیٹھنے سے لیکر اُسوقت تک ہو کہ نماز کو پورا کرے اور یہی صحیح ہو اور ایک
قول یہ ہو کہ وہ ساعت عصر کا وقت ہو اور اس قول کی طرف گئے ہین مشائخ چنانچہ تاتارخانیہ مین ہو م صحیحین مین ہو کہ جمعہ کے اندر ایک ساعت ہو
کہ جو مسلمان بندہ اُسمین کھڑا ہوا نماز پڑھے پھر اللہ تعالے سے کچھ مانگے تو اُسکو اللہ تعالے وہ چیز عنایت ہی کرتا ہو اس ساعت مین اختلاف ہو کہ کونسی
ہو اور سب اقوال بیالیس ہین جنمین سے دو قول صحیح ہین ایک تو یہ کہ وہ ساعت خطبہ کے لیے بیٹھنے کے وقت سے ہی نماز کے پورا ہونے تک چنانچہ
مسلم اور ابو داؤد نے حضرت ابو موسیٰ سے مرفوعاً روایت کیا ہو تو اس قول کے بموجب دعا اپنے دل مین مانگے اسلیے کہ خطبہ مین سکوت کا حکم ہو
اور دوسرا قول یہ کہ ساعت مذکور جمعہ کی پچھلی ساعت ہو اُسکو مالک اور احمد اور ابو داؤد اور نسائی اور ترمذی نے جابر اور ابن جریر اور ابوہریرہ رض
سے روایت کیا ہو اور غالباً مشائخ کی مراد یہی ساعت ہو جسکو شارح نے وقت عصر سے تعبیر کیا ہو کذا فی الشامی وفیہا سئل بعض المشائخ اللیلۃ
الجمعۃ افضل ام یومہا فقال یومہا اور تاتارخانیہ مین ہو کہ بعض فقہا سے سوال ہوا کہ جمعہ کی رات بہتر ہو یا جمعہ کا دن تو اُنھون نے فرمایا کہ
جمعہ کا دن افضل ہو اسلیے کہ رات کو فضیلت صرف نماز جمعہ کے باعث سے ہو اور نمازیون کو ہوتی ہو وذکر فی احکامات الاشتباہ ما اختص بہ
یومہا قراءۃ الکہف فیہ ومن فہم عطفہ علے قولہ ویکرہ افرادہ بالصوم وافراد لیلتہ بالقیام فقد وہم وفیہ تجتمع الارواح ویزار القبور ویامن المیت
من عذاب القبر ومن مات فیہ او فی لیلتہ امن من عذاب القبر ولاتسجر فیہ جہنم وفیہ یزور اہل الجنۃ ربہم تعالے اور اشباہ کے احکام جمعہ مین مذکور ہو

بعض نے کہا کہ نماز عید کی ایسا ذکر ہو قہستانی مین تمرتاشی سے ہے مین کہتا ہون کہ مین نے تمرتاشی کو دیکھا تو معلوم کیا کہ انھون نے اس مسئلہ کو حنفی مذہب کے سوا کسی
اور کا قول نقل کیا ہو اور کو بھی ضعیف کرکے سو آگاہ ہو جا قہستانی کے اس مجمل بیان کرنے کی غلطی پر ہم جامع صغیر مین ہو کہ اگر عید اور جمعہ ایک روز مین جمع ہون
تو عید سنت ہو اور جمعہ فرض اور دونون مین سے کوئی ترک نہ کیا جائے تو یہ دونون قول جو قہستانی مین ہین کہ جمعہ پڑھ لے یا عید پڑھے یہ حنفیون کا مذہب نہین
اور دوسرے مذہب والون کا بھی قول ضعیف ہو کذا فی الشامی ملتقطا وشرع فی الاولی من الہجرۃ اور مشروع ہوئی عید اول سال ہجری مین ہم ابوداؤد نے
حضرت انس رضہ سے روایت کیا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ مین تشریف لائے تو دیکھا کہ لوگ دو دن سال مین کھیلا کرتے ہین آپ نے
پوچھا کہ یہ کیسے دن ہین انھون نے عرض کیا کہ ہم انمین حالت کفر مین کھیلا کرتے تھے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے انکے عوض تمکو دو روز انسے بہتر
بدل دیئے اول عید اضحی دوم عید فطر کذا فی الطحطاوی تجب صلوتہما فی الاصح علی من تجب علیہ الجمعۃ بشرائطہا المتقدمۃ سوی الخطبۃ
فانہا سنۃ بعدہا واجب ہو نماز دونون عیدون کی صحیح تر قول مین اُس شخص پر جسپر جمعہ واجب ہو ساتھ اُن شرطون جمعہ کے جو پہلے گذرین سوائے خطبہ کے
کہ وہ سنت ہو بعد نماز عید کے ہم اصح قول کا مقابل یہ ہو کہ نماز عید سنت ہو اور بظاہر دونون قولون مین مخالفت نہین اسلیے کہ سنت سے مراد سنت
موکدہ ہو جو بمنزلہ واجب ہو یا یہ کہ سنت سے یہ غرض کہ ثبوت اُسکا سنت سے ہو اور خطبہ عید کی نماز کے بعد سنت ہو یعنے اگر پیشتر پڑھیگا یا بالکل ترک
کردیگا تو نماز کا اعادہ نہوگا اور برا کریگا کذا فی الطحطاوی وفی القنیۃ صلوۃ العید فی القری تکرہ تحریما لانہ اشتغال بما لا یصح لان المصر شرط الصحۃ
اور قنیہ مین ہو کہ عید کی نماز گانؤن مین مکروہ تحریمی ہو یعنے اسلیے کہ عید پڑھنا گانؤن مین ایسی چیز مین مشغول ہونا ہو جو درست نہین اسلیے کہ صحت
عید کی شرط شہر ہو جو گانؤن مین مفقود ہو ہم یعنے گانؤن مین عید صحیح نہین اگر پڑھینگے تو عید نہوگی نماز نفل جماعت سے ہوگی اور وہ مکروہ ہو جماعت
کے ساتھ کذا فی الحلبی وتقدم صلوتہا علی صلوۃ الجنازۃ اذا اجتمعا لانہ واجب عینا والجنازۃ کفایۃ اور مقدم کیجاوے نماز عید کی جنازہ کی نماز
پر جبکہ دونون نمازین جمع ہوجائین اسلیے کہ عید واجب عین ہو یعنے ہر شخص پر اور جنازہ فرض کفایہ ہو کہ دوسرون کے پڑھنے سے ادا ہوجاتا ہو ہم واجب
سے مراد یہان وہ ہو کہ جسکا کرنا لازم ہو خواہ وجوب اصطلاحی کے طور پر ہو جیسا عید مین ہو یا فرضیت کے طور پر چنانچہ جنازہ مین کذا فی الطحطاوی
وتقدم صلوۃ الجنازۃ علی الخطبۃ وعلی سنۃ المغرب وغیرہا والعید علی الکسوف اور مقدم کیجاوے جنازہ کی نماز خطبہ عید پر اور
مغرب وغیرہ کی سنتون پر کیونکہ جنازہ کی نماز فرض ہو اور خطبہ عید اور سنتین مسنون ہین اور مقدم کیجاوے نماز عید نماز سورج گہن سے ہم یہ مسئلہ فرضی
ہو ورنہ سورج گہن اور عید ایک روز نہین پڑسکتی کیونکہ سورج گہن مہینے کی تمامی پر ہوتا ہو اور عید پہلی یا دسوین کو ہوتی ہو لکن فی البحر قبیل الاذان عن الحلبی
الفتوی علی تاخیر الجنازۃ عن السنۃ واقرہ المصنف کانہ الحاقا لہا بالصلوۃ لیکن بحر الرائق مین کچھ پیشتر اذان سے حلبی سے منقول ہو کہ فتوے جنازہ کو موخر
کرنے پر ہو سنت سے اور ثابت رکھا ہو اسکو مصنف نے شاید اسوجہ سے کہ سنتین نماز فرض مین لاحق ہین یعنے فرضون کے تابع ہین لکن فی آخر احکام
دین الاشباہ ینبغی تقدیم الجنازۃ والکسوف حتے علی الفرض ان لم یضق وقتہ فتامل لیکن اشباہ کے احکام دین کے آخر مین ہو کہ مناسب ہو مقدم کرنا
جنازہ اور سورج گہن کا حتے کہ فرض پر بھی اگر فرض کا وقت تنگ نہو سو اسکو تامل کرلے ہم یعنے جنازہ کی تاخیر مین مردہ کے بگڑنے کا خوف ہو اور
کسوف کی تاخیر مین آفتاب کے روشن اور صاف ہوجانے اور نماز کسوف کے نہ ملنے کا اندیشہ ہو اسلیے انکی تقدیم کو مناسب کہا مگر یہ بحث ہو صاحب
اشباہ کی تو قول مفتے بہ کے سامنے معتبر نہین ہوسکتی وندب یوم الفطر اکلہ حلوا وترا ولو قرویا قبل خروجہ الی صلوتہا واستیاکہ واغتسالہ
وتطیبہ بما لہ ریح لا لون ولبسہ احسن ثیابہ ولو غیر ابیض اور مستحب ہو عید فطر کے دن کھالینا نمازی کا کوئی شیرینی گنتی مین طاق مثلا ایک یا تین یا پانچ خرما
اگرچہ نمازی گانؤن کا رہنیوالا ہو پیشتر اپنے جانے کے نماز عید کے لیے اور مستحب ہو مسواک کرنا اور غسل کرنا اور خوشبو لگانا اسکا ایسی چیز سے جسمین

اصریح اعتراض کوئی نہین کیا بلکہ اُسکے قول کو مسلم رکھا ہو ہان پیشتر اُس سے یہ لکھا ہو کہ خلاف تکبیر کے آہستہ اور انکار کرکے کہنے مین ہو علامہ شامی نے حلیہ وغیرہ سے ثابت کیا ہو کہ خلاصہ کا قول غریب اور کتب مشہور کے خلاف ہو اصح یہ ہو کہ صاحبین کے نزدیک تکبیر انکار کرکے اور امام صاحب کے نزدیک آہستہ یہ نہین کہ امام کے نزدیک بالکل نہ کہے زاد فی البرہان وقالا الجہر بہ سنۃ کالاضحی وہو روایۃ عنہ ووجہہا ظاہر قولہ تعالے ولتکملوا العدۃ ولتکبروا اللہ علے ما ہدٰکم ووجہ الاول ان رفع الصوت بالذکر بدعۃ فیقتصر علے مورد الشرع انتہے زیادہ کیا ہو برہان مین اسقدر کہ جہر سے کہنا تکبیر کا سنت ہو بقول صاحبین مثل عید اضحے کے اور جہر ایک روایت ہو امام اعظم سے اور وجہ اس روایت جہر سے کہنے کی ظاہر اس ارشاد آلہی کا ہو اور تاکہ پورا کرو تم گنتی اور بزرگی بیان کرو اللہ تعالے کی اسپر کہ تمکو اُسنے ہدایت کی یعنے اس آیت مین اُس روز نعمتون کا اظہار مقصود ہو اور جہر سے تکبیر کہنا بھی اظہار نعمت مین داخل ہو اور وجہ روایت اول کی یعنے جہر سے تکبیر نہ کہنے کی یہ ہو کہ بلند کرنا آواز کا ذکر مین بدعت ہو پس اکتفا کیا جائیگا مشروع ہونے کے مقام پر ہم بحر الرائق مین ذکر کیا ہو کہ جہر سے تکبیر مسنون نہین مگر دشمن کے سامنے اور چورون کے خوف سے اور اسی پر قیاس کیا ہو بعض فقہا نے آگ لگنے اور دوسرے خوف کے مقامات کو شامی نے کہا کہ نہر الفائق پر برہان کے قول کی کچھ زیادتی نہین بجز اسکے کہ صاحب برہان نے یہ تصریح کی کہ تکبیر جہر سے سنت ہو نہ مستحب وکذا لا یتنفل بعدہا فے مصلاہا فانہ مکروہ عند العامۃ اور اسی طرح نہ نفل پڑھے بعد نماز عید کے عیدگاہ مین کہ یہ نفل مکروہ ہو اکثر فقہا کے نزدیک یعنے مکروہ تحریمی ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اُسکا پڑھنا ثابت نہین ہوا کذا فے الطحطاوی وان تنفل بعدہا فے البیت جاز بل یندب التنفل باربع اور اگر نفل پڑھے بعد نماز عید کے گھر مین تو جائز ہو بلکہ مستحب ہو چار رکعتین نفل پڑھنا گھر پر ہم فتح القدیر مین کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر پر واپس تشریف لاکر دو رکعتین پڑھتے تھے اور قہستانی نے چار کو افضل کہا ہو وہذا للخواص اما العوام فلا یمنعون من تکبیر ولا تنفل اصلا لقلۃ رغبتہم فے الخیرات بحر اور یہ حکم یعنے تکبیر نہ کہنے اور نفل نہ پڑھنے کا خواص کے لیے ہو یعنے جو کسل عبادات مین نہ کرین اور عوام کو تکبیر کہنے اور نفل پڑھنے سے کسی حال مین منع نہ کیا جاوے بسبب کم ہونے اُنکی رغبت کے اچھی باتون مین کذا فی البحر یعنے خواہ تکبیر آہستہ کہین یا پکار کر اور نفل عیدگاہ مین پڑھین پہلے نماز سے خواہ بعد نماز سے کذا فی الطحطاوی ہم عوام کو منع نکرنا بحث ہو صاحب بحر کی نہ روایت مذہب یعنے اسوجہ سے منع نکیا جائے کہ اگر اُسوقت روک دیا جاتا ہو تو پھر خیرات کے گرد نہین پھرتے سرے سے ترک کر دیتے ہین کذا فی الشامی وفی حاشیۃ بخط ثقۃ وکذا صلوۃ رغائب وبراۃ وقدر اور بحر الرائق کے حاشیہ مین ایک معتبر کے ہاتھ سے لکھا ہوا ہو اور اسی طرح نہ منع کیا جائے عوام کو صلوۃ رغائب اور نماز شب برات اور نماز شب قدر سے ہم صلوۃ الرغائب کا حال ہم آخر باب النوافل مین لکھ چکے ہین کہ جو اُسکے باب مین منقول ہو سب موضوع و باطل ہو پھر شارح نے جو یہ حکم حاشیہ سے نقل کیا شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ اُسپر اعتماد نہین ہو سکتا اسلیے کہ فقہا کا اتفاق ہو کہ حدیث موضوع پر عمل کرنا حرام ہو اور ان نمازونکی حدیث کے موضوع ہونیکی تصریح کردی ہو اور احکام فقہ گمنام حاشیون سے بیان نہین کیے جاتے خصوص وہ حواشی جنکا فساد ظاہر ہو کذا فی الشامی لان علیا رضی اللہ عنہ رأے رجلا یصلی بعد العید فقیل اما تمنعہ یا امیر المومنین فقال اخاف ان ادخل تحت الوعید قال اللہ تعالے ارأیت الذی ینہی عبدا اذا صلی اسلیے کہ حضرت علی رض نے ایک شخص کو بعد عید کے نماز پڑھتے دیکھا تو کسی نے آپ سے کہا کہ اے امیر المومنین آپ اُس شخص کو منع نہین کرتے آپ نے فرمایا کہ مجھے یہ ڈر ہو کہ کہین وعید مین نہ داخل ہو جاؤن اللہ تعالے ارشاد فرماتا ہو کیا دیکھا تو نے اُسکو جو منع کرتا ہو بندہ کو جب وہ نماز پڑھے ہم یہ علت ہو اُس قول کی جو شارح نے بحر الرائق سے اوپر نقل کیا تھا کذا فی الشامی ووقتہا من الارتفاع قدر رمح فلا تصح قبلہ بل تکون نفلا محرما الے الزوال باسقاط الغایۃ اور وقت نماز عید کا آفتاب کے ایک نیزہ اونچا ہونے سے ہو زوال تک شارح نے کہا کہ اگر ایک نیزہ کی مقدار بلند ہونے سے پیشتر پڑھی جائیگی تو درست نہوگی بلکہ نفل حرام ہوگی اور زوال سے حد ساقط ہو یعنے زوال کا وقت نماز عید کا وقت نہین ہم ایک نیزہ کی مقدار بارہ بالشت یعنے ہ گز ہو کذا فی الشامی فلو زالت الشمس وہو فی اثنائہا فسدت کما فی الجمعۃ کذا فے السراج قدمناہ فے الاثنے عشریۃ پس اگر ڈھل جاوے آفتاب اور نمازی عید کی نماز مین ہو تو اُسکی نماز فاسد ہو جائیگی جیسے جمعہ مین

مگر یہ روایت مخالف ہو اسکے جسکو مروزی نے کتاب العیدین اور سامانی نے شرح صحیحین روایت کیا ہو کہ ایک شخص نے عید کی نماز سے پہلے نفل پڑھنے کا ارادہ کیا حضرت علی نے اُسکو منع فرمایا اُسنے عرض کیا کہ یا امیر المومنین مین جانتا ہون کہ اللہ تعالی نماز پر عذاب نہ دیگا حضرت نے فرمایا [illegible]

سنۃ فلو خطب قبلہا صح واساء لترک السنۃ وما یسن فی الجمعۃ ویکرہ یسن فیہا ویکرہ اور خطبہ پڑھے بعد نماز عید کے دو خطبے اور وہ دونوں سنت ہیں پس اگر خطبہ پڑھا
پہلے نماز کے تو درست ہے اور برا کیا بسبب ترک کرنے سنت کے اور جو چیز کہ جمعہ میں مسنون اور مکروہ ہے وہی نماز عید میں مسنون اور مکروہ ہے ہم طحطاوی نے
کہا کہ دو باتوں کا فرق ہے ایک یہ کہ تکبیر کہنا قبل خطبہ کے عید میں مسنون ہے اور جمعہ میں نہیں دوم یہ کہ بیٹھنا خطبہ سے پیشتر جمعہ میں مسنون ہے اور عیدین میں نہیں والخطب
ثمان بل عشر یبدأ بالتحمید فی ثلث خطبۃ جمعۃ واستسقاء ونکاح وینبغی ان تکون خطبۃ الکسوف وختم القرآن کذلک ولم اره اور خطبے آٹھ ہیں بلکہ دس انمیں سے
تین کو الحمد للہ کہنے سے شروع کرے اول خطبہ جمعہ کو دوم طلب باران کے خطبہ کو سوم خطبہ نکاح کو اور چاہیے کہ خطبہ کسوف کا اور خطبہ ختم قرآن کا ایسا ہی ہو
یعنے الحمد للہ سے شروع ہو اور میں نے اسکا حکم مصرح نہیں دیکھا ہم شامی نے کہا کہ طلب باران میں صاحبین کے نزدیک خطبہ ہے اور کسوف میں بموجب ایک قول کے
خطبہ ہے اسلیے شارح نے دس خطبہ بیان کیے ویبدأ بالتکبیر فی خمس خطبۃ العیدین وثلث خطب الحج الا التی بمکۃ وعرفۃ یبدأ فیہا بالتکبیر ثم بالتلبیۃ
ثم بالخطبۃ کذا فی خزانۃ ابی اللیث اور شروع کرے اللہ اکبر کہنے سے پانچ خطبوں کو دونوں عید کے خطبوں کو اور حج کے تین خطبوں کو مگر یہ کہ جو خطبہ مکہ اور
عرفہ میں ہو اسمیں اول تکبیر کہے پھر لبیک کہے پھر خطبہ شروع کرے ایسا مذکور ہے خزانہ ابو اللیث میں یعنے جو خطبہ منے میں گیارھویں ذیحجہ کو ہوتا ہے اس میں لبیک
نہ کہے کذا فی الطحطاوی ویستحب ان یستفتح الاولی بتسع تکبیرات تترا ای متتابعات والثانیۃ بسبع ہو السنۃ وان یکبر قبل نزولہ من المنبر اربع عشرۃ
اور مستحب یہ ہے کہ شروع کرے پہلے خطبہ کو نو بار اللہ اکبر پیہم کہنے کے بعد اور دوسرے خطبہ کو سات بار کے بعد یہ سنت ہے اور مستحب ہے کہ منبر سے اترنے کے پیشتر چودہ بار
تکبیر کہے واذا صعد علیہ لا یجلس عندنا معراج اور جب منبر پر چڑھے تو خطبہ سے پیشتر نہ بیٹھے ہمارے نزدیک کذا فی المعراج اسلیے کہ بیٹھنا اذان کے ختم کے انتظار کے
لیے ہے اور چونکہ عیدین میں اذان نہیں اسلیے بیٹھنے کی حاجت نہیں کذا فی الشامی ویعلم الناس فیہا احکام صدقۃ الفطر لیؤدیہا من لم یؤدہا وینبغی تعلیمہم فی
الجمعۃ التی قبلہا لیخرجوہا فی محلہا ولم اره اور تعلیم کرے لوگونکو عید کے خطبہ میں صدقہ فطرہ کے احکام تاکہ صدقہ ادا کرے جسنے ادا نہ کیا ہو اور چاہیے
کہ لوگوں کو عید سے پیشتر کے جمعہ میں یہ احکام بتادے تاکہ لوگ صدقہ فطر اسکے موقع پر دیڈالیں اور میں نے اس بات کو کہیں مصرح نہیں دیکھا ہم شامی نے کہا
کہ شارح نے اس مضمون کی حدیث باب صدقۃ الفطر میں بیان کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عید فطر سے دو روز پیشتر خطبہ پڑھتے اور اسمیں صدقہ فطر کے دینے
کو ارشاد فرماتے وہکذا کل حکم احتیج الیہ لان الخطبۃ شرعت للتعلیم اور اسی طرح جس حکم کی حاجت ہو امام خطبہ جمعہ میں اسکی تعلیم کردے اس لیے کہ خطبہ تعلیم ہی کے
لیے مشروع ہوا ہے ولا یصلیہا وحدہ ان فاتتہ مع الامام ولو بالافساد اتفاقا فی الاصح کما فی تیمم البحر وفیہا یلغز ای رجل افسد صلوۃ واجبۃ علیہ و
لا قضاء علیہ اور نہ نماز پڑھے عید کی تنہا اگر عید فوت ہو امام کے ساتھ اگرچہ فوت ہونا فاسد کر دینے سے ہو بالاتفاق صحیح تر قول میں جیسا کہ مذکور ہے بحر الرائق
کے باب التیمم میں اور اسی مسئلہ میں چیستان پوچھی جاتی ہے کہ کونسا شخص ہے جو اپنے ذمہ کی نماز واجب کو فاسد کر دے اور اسپر قضا نہو ہم اگر بلا عذر امام
کے ساتھ نہ پڑھیگا تو گناہگار ہوگا بسبب ترک واجب کے اور قول اصح کا مقابل قول امام ابو یوسف کا ہے کہ فاسد کر دینے سے قضا لازم ہے کذا فی الطحطاوی
ولو امکنہ الذہاب الی امام آخر فعل لانہا تؤدی بمصر واحد بمواضع کثیرۃ اتفاقا فان عجز صلی اربعا کالضحی اور اگر ممکن ہو اسکو جانا دوسرے امام کے
پاس تو چلا جائے اور دوسرے کے ساتھ نماز عید پڑھ لے اسلیے کہ نماز عید ایک شہر میں چند جگہ ادا کیجاتی ہے بالاتفاق پس اگر عاجز ہو یعنے دوسری جگہ جانے
سے تو چار رکعتیں پڑھے مثل نماز چاشت کے یعنی یہ رکعتیں عید کی قضا نہیں بلکہ چاشت ہی ہیں اور مثل اسلیے کہا کہ تکبیریں زائد انمیں نہ کہے جیسے عید میں
کہا کرتے ہیں کذا فی الشامی وتؤخر بعذر کمطر الی الزوال من الغد فقط فوقتہا من الثانی کالاول وتکون قضاء لا اداء کما سیجیء فی الاضحیۃ
وحکی القہستانی قولین اور تاخیر کیجائے نماز عید کسی عذر سے مثلاً بارش وغیرہ سے دوسرے روز کے زوال تک فقط طحطاوی نے کہا کہ فقط عذر
اور زوال اور روز آئندہ تینوں سے متعلق ہے یعنے صرف عذر سے تاخیر کی جائے نہ بلا عذر اور صرف زوال تک تاخیر ہو نہ بعد زوال اور صرف دوسرے

اس آیت مین ہو (واذکروا اللہ فی ایام معدودات) یعنے ذکر کرو اللہ کا گنتی کے دنون مین ایام معدودات سے مراد ایام تشریق ہین کذا فی الشامی صفتہ اللہ اکبر
اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد ہو الماثور عن الخلیل تکبیر کی صفت یون کہتا ہو اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد یہ
کلمات منقول ہین حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام سے ہم فقہا اسکا قصہ یون بیان کرتے ہین کہ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام جنت سے فدیہ حضرت اسماعیل کا لائے
اور ڈرے کہ کہین حضرت ابراہیم جلدی کرکے لڑکے کو ذبح نہ کر دین تو یہ کہا اللہ اکبر اللہ اکبر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت جبرئیل کو دیکھا تو فرمایا لا الہ
الا اللہ واللہ اکبر اور جب حضرت اسماعیل کو خبر ہوئی فدیہ آنے کی تو فرمایا اللہ اکبر وللہ الحمد کذا فی الطحطاوی والمختار ان الذبیح اسمٰعیل وفی القاموس انہ الاصح قال
ومعناہ مطیع اللہ اور قول مختار یہ ہو کہ ذبیح حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہین اور قاموس مین ہو کہ یہی قول صحیح تر ہو اور لفظ اسماعیل کے معنی عبرانی مین مطیع
اللہ ہین یعنے اطاعت کرنے والا اللہ تعالی کا علماء اسمین اختلاف ہو کہ حکم ذبح کا حضرت اسحٰق علیہ السلام کی نسبت ہوا تھا یا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی نسبت
فقیہ ابو اللیث نے بستان مین ذکر کیا کہ قرآن و حدیث کے زیادہ مطابق یہی پڑتا ہو کہ حضرت اسمٰعیل ذبیح تھے کیونکہ قرآن مجید مین بعد قصہ ذبح کے ارشاد
فرمایا وبشرناہ باسحٰق اس سے صاف معلوم ہوتا ہو کہ جسکے ذبح کا حکم ہوا وہ اور حضرت اسحٰق جدا ہون اور حدیث مین وارد ہو کہ انا ابن الذبیحین یعنے بیٹا ہون دو
ذبیحون کا کہ ایک آپ کے باپ عبد اللہ ہین اور دوسرے جد امجد حضرت اسمٰعیل اور بالاتفاق ثابت ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی نسل
سے ہین کذا فی الطحطاوی عقب کل فرض عینی بلا فصل یمنع البناء ادی بجماعۃ او قضی فیہا منہا من عامہ لقیام وقتہ کالاضحیۃ مستحبۃ خرج جماعۃ النساء والعراۃ
لا العبید فی الاصح جوہرہ واجب ہو تکبیر تشریق ہر فرض عین کے پیچھے کہ ادا کیا جائے جماعت مستحب سے بدون ایسے فاصلہ کے جو مانع ہو بنا نماز کا یعنے اگر
فاصلہ ہوجائیگا اسطرح کہ بعد نماز مثلا بول پڑا یا مسجد سے باہر چلا گیا یا کچھ کھا لیا تو تکبیر ساقط ہوجائیگی شارح نے کہا کہ یا فرض قضا پڑھا جاوے ایام تکبیر مین ایام
تکبیر کا اسی برس سے تب بھی تکبیر واجب ہو بسبب قائم ہونے تکبیر کے وقت کے مثل قربانی کے کہ اگر اول روز نکرے دوسرے یا تیسرے روز کرے کہ وقت اس کا
تک باقی ہو اور جماعت مستحب کی قید سے عورتون کی جماعت اور ننگون کی نکل گئی کہ وہ مستحب نہین اور غلامون کی جماعت خارج نہین صحیح تر قول مین تو اسکے بعد
تکبیر واجب ہو کذا فی الجوہرہ اسلیے کہ آزاد ہونا جماعت مین شرط نہین ہم فرض عین کی قید سے فرض کفایہ کی جماعت یعنی جنازہ کی نکل گئی کہ اسکے بعد تکبیر واجب نہین
اور فرض قضا کی جماعت مین تکبیر واجب ہونے کی تین شرطین ہین اول یہ کہ قضا نماز تکبیر کے ایام کی ہو جسکو شارح نے منہا سے تعبیر کیا دوم یہ کہ قضا ایام تکبیر
مین پڑھے جسکو فیہا سے بیان کیا سوم یہ کہ اسی برس کی قضا ہو پہلے کی نہو جسکے لیے من عامہ کہا غرض کہ اس مسئلہ کی چار صورتین ہو سکتی ہین اول یہ کہ غیر
ایام کی تکبیر کی قضا ایام تکبیر مین پڑھے دوسرے یہ کہ ایام تکبیر کی قضا غیر ایام تکبیر مین پڑھے تیسرے یہ کہ ایک سال کے ایام تکبیر کی قضا دوسرے سال کے ایام
تکبیر مین پڑھے چوتھے یہ کہ اسی سال کے ایام تکبیر کی قضا انہین دنون مین پڑھے تو تکبیر صرف اخیر صورت مین واجب ہو نہ اورون مین کذا فی الحلبی اولہ من فجر عرفہ
واخرہ الی عصر العید بادخال الغایۃ فہی ثمان صلوات ابتدا تکبیر کی عرفہ کی فجر سے ہو اور آخر اسکا عید کے عصر تک حد کے شامل کرنے سے یعنی عصر مین بھی
واجب ہو تو یہ آٹھ نمازین ہوئین پانچ عرفہ کی اور تین عید کے دن کی ووجوبہ علی امام مقیم بمصر وعلی مقتد مسافر او قروی او امراۃ بالتبعیۃ لکن المراۃ
تخافت ویجب علی مقیم اقتدی بمسافر اور واجب ہونا تکبیر کا امام پر ہو جو شہر مین مقیم ہو اور مقتدی مسافر پر یا گانون کے رہنے والے مقتدی پر
یا مقتدی عورت پر ہو بسبب تبعیت امام کے لیکن عورت آہستہ تکبیر کہے یعنے اورون کو پکار کر کہنا واجب ہو اور ایک قول مین سنت ہو کذا فی الشامی
اور واجب ہو اس مقیم پر کہ اقتدا کرے مسافر کا وقالا بوجوبہ فور کل فرض مطلقا ولو منفردا او مسافرا او امراۃ لانہ تبع للمکتوبۃ الی عصر الیوم الخامس اخر
ایام التشریق وعلیہ الاعتماد والعمل والفتوی فی عامۃ الامصار وکافۃ الاعصار اور صاحبین نے وجوب تکبیر کو فرمایا ہو بعد پڑھنے ہر فرض کے مطلقا اگرچہ
منفرد ہو یا مسافر یا عورت اسلیے کہ تکبیر تابع فرض کی ہو تو جن لوگون پر نماز فرض ہو انپر تکبیر واجب ہونی چاہیے اور واجب ہو فجر عرفہ سے پانچوین دن کے

مستحب ہین تو امام شرنبلالی نے مستحب کہا ہے بحرین آنیکے تو صاحبین کے نزدیک دونون میں جو جن جب بعد تکبیر واجب ہو اور صاحبین کے قول پر فتوی
اور اسی پر فتوی ہے سب شہرون اور گانو ن میں یعنے اس وجہ سے کہ صاحبین کی دلیل قوی ہو کذا فی التحفہ وغیرہ اور اس سے بعض جیسے
ان الفتین ہو وجوب تابع امام و علیہ الفتوی اور یہ جو صاحب قدوری میں تکبیر کو بعد نماز عید کے اسلیے کہ مسلمان ایسا ہی کرتے چلے آئے ہین تو ضرور ہو انکی
پیروی کرنی اور اسی پر مین تیح کے تمام کہنہ اس کبھی مستحب کے لیے بولا جاتا ہو چنانچہ بحرالرائق مین بیان کیا ہو تو یہان بھی مستحب کی جگہ مستعمل ہوا ہو
اسلیے کہا کہ اتباع ضروری ہو طحطاوی نے کہا کہ واجب سے غرض یہان معنی اصطلاحی نہین بلکہ یہ معنی کہ اتباع ثابت ہو اور بحرالرائق کے قول سے ایسا
معلوم ہوتا ہو کہ واجب سے مراد اصطلاحی معنی ہین ولا یمنع العامۃ من التکبیر فی الاسواق فی الایام العشر وبہ ناخذ بحر ومجتبی وغیرہ اور منع نہ کیے جاوینگے عوام
تکبیر کہنے سے بازارون مین عشرہ ذی الحجہ مین اور اسی کو ہم لیتے ہین کذا فی البحر والمجتبی وغیرہ طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ شارح بحر مین لکھتے اسلیے کہ بحرالرائق
مین اس مسئلہ کو مجتبی سے نقل کیا ہو ویاتی المؤتم بہ وجوبا وان ترکہ الامام لاداۂ بعد الصلوۃ قال ابو یوسف رح صلیت بہم المغرب یوم عرفۃ فسہوت ان اکبر
فکبر بہم ابو حنیفۃ اور مقتدی تکبیر کہے بطور وجوب اگرچہ اُسکے امام نے تکبیر نہ کہی ہو واسطے ادا ہونے تکبیر کے بعد نماز کے یعنے نماز کے بعد امام کی مخالفت
معتبر نہین تاکہ امام کے چھوڑنے سے مقتدی بھی چھوڑ دے امام ابو یوسف رح فرماتے ہین کہ مین نے لوگون کو نماز مغرب عرفہ کے روز پڑھائی تو تکبیر کہنا
بھول گیا پس امام ابو حنیفہ نے لوگون کو تکبیر کہلائی ہم اس حکایت سے کئی فائدے معلوم ہوئے اول یہ کہ امام اگر بھول جاوے تو مقتدی یاد دلادے
دوسرے یہ کہ تعظیم استاد کی اُسکے امر کی بجا آوری مین ہو چنانچہ امام ابو یوسف امام اعظم رح کے فرمانے سے پیش امام ہوے تیسرے یہ کہ جب استاد کو کسی شاگرد
کی نیکی اور فضیلت معلوم ہو تو لوگون کے سامنے اُسکی تعظیم کرے تاکہ اور لوگ اُسکی توقیر کرین چوتھے یہ کہ اگر استاد شاگرد کی تعظیم کرے تو شاگرد اُسکی حرمت فراموش
نہ کرے کذا فی الطحطاوی والمسبوق یکبر وجوبا کاللاحق لکن عقب القضاء لما فاتہ ولو کبر مع الامام لا تفسد ولو لبی فسدت اور مسبوق تکبیر کہے وجوبا مثل
لاحق کے لیکن پیچھے ادا کرنے اُس نماز کے جو اُس سے رہ گئی ہو اور اگر مسبوق یا لاحق امام کے ساتھ تکبیر کہیگا تو نماز فاسد نہوگی مگر دوبارہ تکبیر کہے کہ امام کے ساتھ کہی تکبیر
اپنے محل پر نہین ہوئی اور اگر لبیک کہیگا امام کے ساتھ تو نماز فاسد ہو جاویگی کیونکہ لبیک آدمیون کے کلام کے مشابہ ہو کذا فی الشامی ویبدا الامام بسجود السہو
لوجوبہ فی تحریمتہا ثم بالتکبیر لوجوبہ فی حرمتہا ثم بالتلبیۃ لوجوبہا لعدمہما خلاصہ اور شروع کرے امام سجدہ سہو کو بسبب واجب ہونے سجدہ کے حالت بقاء
تحریمہ نماز مین یعنے سجدہ سہو ایسے وقت مین واجب ہو کہ اُسوقت تک نماز کی تحریمہ باقی رہتی ہو اسی لیے سجدہ سہو مین اقتدا امام کا درست ہو پھر تکبیر کہے بسبب
واجب ہونے تکبیر کے نماز کی حرمت مین یعنے نماز کے بعد بلا فاصلہ پھر اگر امام احرام باندھے ہو تو لبیک کہے بسبب نہ واجب ہونے لبیک کے نماز کی تحریمہ اور
حرمت مین کذا فی الخلاصۃ وفی الولوالجیۃ لو بدأ بالتلبیۃ سقط السجود والتکبیر واللہ اعلم اور ولوالجیہ مین ہو کہ اگر شروع کریگا لبیک کہنا تو ساقط ہوگا سجدہ اور
تکبیر کہنا اسلیے کہ لبیک کہنا لوگون کے کلام کے مشابہ ہو اور کلام نماز کو قطع کر دیتا ہو تو اُس سے نماز قطع ہو جاویگی تو نہ تحریمہ باقی رہیگی جو شرط سجدہ سہو ہو اور نہ
اتصال باقی رہیگا جو تکبیر کے لیے چاہیے اسی لیے دونون ساقط ہونگے کذا فی الشامی واللہ اعلم

باب الکسوف

یہ باب ہو سورج گہن کی نماز کے ذکر مین مناسبتہا من حیث الاتحاد والتضاد مناسبت صلوۃ کسوف کی نماز عید سے یا باعتبار اتحاد کے ہو یا باعتبار
ایک دوسرے کی ضد ہونے کے ہم اتحاد سے یہ غرض کہ عید اور کسوف دونون کی نماز مین جماعت سے دن کو بلا اذان اور تکبیر کے ہوتی ہین اور تضاد
سے یہ مراد کہ انسان کے دو حال ہین ایک سرور اور امن کا اور دوسرا اندوہ وخوف کا تو عید اکثر امن وسرور کا وقت ہو اور گہن خوف واندوہ کا اور یہ
کہ جماعت عید مین شرط ہو اور جہر سے پڑھنا واجب بخلاف کسوف کے کذا فی الشامی ثم الجمہور انہ بالکاف والخسار للشمس والقمر جمہور اکثر فقہا کہتے ہین کہ کسوف

کاف سے سورج گہن ہو اور خسوف خ سے چاند گہن ہو اور بعض کا قول یہ ہو کہ کسوف اور خسوف دونوں کا استعمال چاند اور سورج گہن میں برابر ہو مگر جوہری نے
افصح قول اول کو کہا ہو پھر معلوم کرنا چاہیے کہ نماز کسوف قرآن و حدیث و اجماع سے ثابت ہو قرآن سے اسطرح کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہو (وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰیٰتِ
اِلَّا تَخْوِیْفًا) یعنے ہم نشانیاں نہیں بھیجتے مگر ڈرانے کو یعنے تاکہ بندے ڈر کر اسکی اطاعت بجا لاویں اور اسکی طرف رجوع کریں اور رب کی طرف رجوع
سب سے زیادہ نماز کی حالت میں ہو اور بخاری کی حدیث میں ہو کہ سورج اور چاند کسی آدمی کی موت کے سبب سے نہیں گہنتے بلکہ یہ دونوں گہن خدا تعالیٰ
کی نشانیاں ہیں جب تم انکو دیکھو تو انکا نماز پڑھو اور خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکو پڑھا ہو اور اس نماز پر امت کا اجماع بھی ہو کذا فی الطحطاوی
يصلي بالناس من يملك اقامة الجمعة بيان للمستحب كما في السراج لا بد من شرائط الجمعة الا الخطبة رده في البحر عند الكسوف ركعتين بيان لاقلها
وان شاء اكثر كل ركعتين بتسليمة او كل اربع مجتبى نماز پڑھاوے لوگوں کو جو شخص کہ مالک ہو قائم کرنے جمعہ کا یعنے سلطان یا قاضی سورج گہن کے وقت دو رکعتیں
شارح نے کہا کہ سلطان یا نائب کی قید مستحب کا بیان ہو یعنے مستحب ہو کہ قاضی یا سلطان امام ہو اسکا ہونا نماز کی شرط نہیں اور سراج میں جو یہ ہو کہ نماز کسوف
میں شرائط جمعہ کا ہونا ضرور ہو سوا خطبہ کے تو اسکو بحر الرائق میں رد کیا ہو یہ کہکر اسبیجابی نے تصریح کر دی ہو کہ سلطان کا ہونا مستحب ہو شرط نہیں اور
ماتن کا رکعتین کہنا بیان ہو اقل درجہ نماز کا اگر نمازی چاہے تو چار پڑھے یا زیادہ ہر دوگانہ پر سلام پھیرے یا چار چار پر کذا فی المجتبے وصفتها كالنفل اي بركوع
واحد في غير وقت مكروه بلا اذان ولا اقامة ولا جهر ولا خطبة اور نماز کسوف کا حال مثل نفل کے ہو یعنے ایک رکوع سے وقت مکروہ کے سوا دوسرے
وقتوں میں بدون اذان اور تکبیر اور بدون پکار کر پڑھنے اور خطبہ کے پڑھتے ہیں ایک رکوع کی قید اسلیئے لگائی کہ امام شافعی کے نزدیک دو رکوع سے
پڑھتے ہیں اور اگر سورج گہن وقت مکروہ میں ہو مثلاً عصر کے بعد تو لوگ دعا میں مشغول ہوں نماز نہ پڑھیں اور عدم جہر کی قید اسلیئے کی کہ صاحبین اس نماز
میں جہر کرنے کو فرماتے ہیں اور خطبہ اس نماز میں نہیں کیونکہ کسی اثر میں خطبہ منقول نہیں اور جو کسوف کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ابراہیم کی وفات
کے دن ہوا اور اسمیں آپ نے خطبہ پڑھا تو وہ اسلیئے تھا کہ جو لوگ یہ وہم کرتے تھے کہ یہ گہن آپ کے لخت جگر کی موت کے باعث ہوا ہو انکا وہم دور فرمائیں
کسوف کی خصوصیت سے نہ تھا کذا فی الطحطاوی وينادي الصلوة جامعة ليجتمعوا اور پکار دیا جاوے یہ لفظ الصلوۃ جامعۃ تاکہ لوگ اکٹھے ہو جاویں یعنے بجاے اذان
ان لفظوں سے اعلام کر دیا چاہیے طحطاوی نے کہا کہ الصلوۃ مبتدا ہو اور جامعۃ خبر اور یہ جملہ مبنی التشاہد ويطيل فيها الركوع والسجود والقراءة والادعية والاذكار
الذي هو من خصائص النافلة ثم يدعو بعدها جالسا مستقبل القبلة او قائما مستقبل الناس والقوم يؤمنون حتى تنجلي الشمس كلها اور طول دے اس نماز میں رکوع اور
سجدہ اور قرات اور دعاؤں اور ذکروں کو ایسا طول جو نفل نماز کے خواص سے ہو پھر دعا مانگے بعد اس نماز کے بیٹھا ہوا قبلہ رخ یا کھڑا ہو کر لوگوں کی طرف
منہ کر کے اور سب لوگ آمین کہیں دعا اسوقت تک مانگے کہ آفتاب بالکل صاف اور روشن ہو جائے ہم قرات طویل اسقدر کہ پہلی رکعت میں سورہ بقرہ اور
دوسری میں آل عمران پڑھے اور اگر یہ یاد نہوں تو انکے برابر دوسری سورتیں پڑھے طحطاوی نے کہا کہ مسنون یہ ہو کہ دعا اور نماز میں سارا وقت گہن کا پورا
ہو جائے تو اگر نماز کو خفیف پڑھے تو دعا کو طول دے اور دعا مختصر کرے تو قرات طویل کرے اور رکوع اور سجدہ اگر چاہے چھوٹا کرے چاہے بڑا تو شارح نے جو یہ کہا
اس سے یہ غرض کہ اگر اسکا دل چاہے تو طول دے اور دعا مانگنا کھڑے ہو کر اور لوگوں کی طرف منہ کر کے اچھا ہو اور کھڑے ہونے میں اگر لاٹھی یا کمان پر سہارا دے لے
تو بہتر ہو اور دعا کے لیے ممبر پر نہ چڑھے کذا فی النہر وان لم يحضر الامام للجمعة صلى الناس فرادى في منازلهم تحرزا عن الفتنة كالخسوف للقمر اور اگر امام جمعہ
حاضر نہو یعنی جسکو اختیار جمعہ پڑھانے کا ہو وہ موجود نہو تو لوگ تنہا اپنے گھروں میں نماز پڑھیں واسطے بچنے کے جھگڑے سے یعنی بڑے مجمع میں پیش امام ہونیکا جھگڑا
ہوا کرتا ہو اسلیئے گھروں پر تنہا پڑھ لینا بہتر ہو مثل چاند گہن کی نماز کے کہ اسکو بھی تنہا گھروں پر پڑھیں خواہ امام موجود ہو یا نہیں کیونکہ یہ نماز رات کو ہوتی ہو اسوقت
جمع ہونا لوگوں کا خالی حرج سے نہیں ہم ظہیریہ میں یہ ہو کہ اپنے اپنے محلہ کی مسجدوں میں تنہا پڑھ لیں اور اگر جمعہ کا امام اجازت دیدے تو محلہ کا امام

ہونا ہے ایسے حوادث کے کذا فی الطحطاوی والریح الشدیدۃ نہارا والظلمۃ القویۃ نہارا والضوء القوی لیلا والفزع الغالب وعموم الامراض

ہے اسکو فی الثلج والامطار الدائمۃ وعموم الامراض ومنہ الوباء من الطاعون ومن الطاعون باربار اسکا حکم فی الاشباہ دیکھیے اور

یعنی جیسے دن میں سخت آندھی کے وقت یعنی دن کو یا رات کو اور وقت سخت تاریکی کے دن کو اور سخت روشنی ہونے کے رات کو اور وقت خوف غالب کے یعنی غیرہ

سے ہونے کے خوفناک حوادث کے وقت مثل زلزلوں اور بجلیوں کے گرنے کے وقت اور متواتر برف اور مینہ کے برسنے کے وقت اور بیماریوں کی کثرت کے

وقت اور اسی میں داخل ہے وبا کرنا بعد اسکو نماز کے واسطے دور ہونے طاعون کے اور ابن نجیم نے کہا کہ یہ نماز ثابت ہے سے اور بہت سے

طاعون ہے وہ وبا ہے اور اسکا عکس نہیں یعنے یہ نہیں کہ ہر وبا طاعون ہو اور اسکا بیان اشباہ میں ہے طاعون ایک خاص مرض وبائی کا نام ہے یعنے

ہر طاعون وبا ہے اور ہر وبا طاعون نہیں اور متن میں دوام کی قید اسلیے لگائی کہ اگر دوام نہ ہو تو مضرت نہیں وفی العینی صلوۃ الکسوف سنۃ واختار فی الاسرار

وجوبہا وصلوۃ الخسوف حسنۃ وکذا الظلمۃ اور عینی میں ہے کہ کسوف کی نماز سنت ہے اور اسرار میں اختیار کیا ہے اسکے واجب ہونے کو اور چاند گہن کی نماز

حسن ہے یعنے اہل اسلام کے نزدیک مستحسن ہے کذا فی الطحطاوی اور اسی طرح باقی نمازیں آندھی وغیرہ کی اوقات میں حسن ہیں اور نماز کسوف کے واجب

ہونے کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بصیغہ امر ارشاد فرمایا کہ جب تم کوئی چیز ان حوادث میں سے دیکھو تو نماز کی طرف التجا لاؤ اور فتح القدیر

میں کہا کہ امر اس حدیث میں استحباب کے لیے ہے کذا فی الطحطاوی وفی الفتح واختلف فی استنان صلوۃ الاستسقاء فلذا آخرہا واللہ تعالی اعلم اور

فتح القدیر میں ہے کہ اختلاف کیا گیا ہے نماز استسقا کے مسنون ہونے میں تو اسی لیے مصنف نے اسکو پیچھے بیان کیا واللہ تعالے اعلم

باب الاستسقاء

یہ باب ہے طلب باران کے ذکر میں اور مناسبت اسکی نماز کسوف سے یہ ہے کہ دونوں میں اجتماع لوگوں کا ہوتا ہے پھر استسقا کے معنی لغت میں دوسرے سے

پانی دینے کی درخواست ہے اور شریعت میں خشک سالی کے وقت خدا تعالے سے مینہ کے طلب کرنے کو کہتے ہیں ایک خاص صورت پر اور وہ ایسے مقام میں

مشروع ہے جہاں جھیلیں اور نہریں کھیتوں کے سینچنے اور چارپایوں کے پانی پلانے کو نہوں یا ہوں مگر کافی نہوں اور اگر کافی ہوں تو دعا کے لیے باہر نہیں

کذا فی الطحطاوی ہو دعا و استغفار لانہ السبب لارسال الامطار استسقا دعا ہے اور مغفرت چاہنی گناہوں سے اسلیے کہ درخواست مغفرت سبب ہے

مینہ کے برسنے کا یعنے امام کھڑا ہو کر قبلہ رخ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگے اور آدمی قبلہ کو منھ کر کے بیٹھے ہوئے آمین کہتے جائیں اور وہ ان الفاظ سے دعا کرے

(اللّٰہم اسقنا غیثا مغیثا ہنیئا مریئا مریعا غدقا عاجلا غیر رائث مجللا سحا طبقا دائما) اور جو الفاظ اسکے مانند ہوں اور دعا آہستہ بھی کرے اور پکار کر بھی

اور استغفار سبب ہے مینہ برسنے کا یعنے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا (فاستغفروا ربکم انہ کان غفارا یرسل السماء علیکم مدرارا) یعنے مغفرت

چاہو اپنے رب سے کہ وہ ہے بہت بخشنے والا بھیجیگا تم پر مینہ کثرت سے برسنے والا تو اس آیت میں استغفار کو سبب مینہ برسانے کا فرمایا کذا فی الطحطاوی

بلا جماعۃ مسنونۃ بل ہی جائزۃ و بلا خطبۃ وقالا تفعل کالعید وبلا تکبیر للزوائد خلاف طلب کرنا مینہ کا دعا ہے بدون جماعت مسنون کے

بلکہ جماعت جائز ہے نہ مکروہ اور بدون خطبہ کے امام اعظم کے نزدیک اور صاحبین نے فرمایا کہ دعا کیجاے مثل عید کے یعنے امام دو رکعت نماز جہر سے

بدون اذان اور تکبیر کے پڑھاوے پھر زمین پر کھڑا ہو کر تلوار یا عصا پر سہارا دے کر خطبہ پڑھے اور اکثر خطبہ استغفار ہو اور کیا لکھا ہے کذا فی الکافی

میں کہ اسمیں خلاف ہے یعنے امام محمد سے مروی ہے کہ زائد تکبیریں بھی کہے اور مشہور روایت صاحبین سے یہ ہے کہ تکبیریں نہ کہے کذا فی الشامی وقلب

رداء خلافا لمحمد اور دعا ہے بدون چادر بدلنے کے بخلاف امام محمد کے یعنے امام کے نزدیک اور دعاؤں کی طرح اس دعا میں بھی چادر نہ بدلے اور امام محمد

کے نزدیک چادر بدلے یعنی تھوڑا سا خطبہ پڑھ کر چادر پلٹ لے اسطرح کہ داہنی طرف بائیں آجاے اور نیچے کا رخ اوپر جانب جیسا آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم نے ایسا ہی کیا تھا شامی نے کہا کہ فتوی امام محمد کے قول پر ہے اور چادر صرف امام پلٹے نہ مقتدی ولا یحضر ذمی وان کان الراجح ان دعاء الکافر قد یستجاب
استدراجا واما قوله تعالی وما دعاء الکافرین الا فی ضلال ففی الآخرة شرح مجمع اور دعا ہی بدون ساتھ ہونے کافر ذمی کے اگرچہ قول راجح یہ ہے کہ دعا کافر
کی کبھی قبول ہوتی ہے خلاف عادت اور یہ جو ارشاد خداوندی ہے کہ نہین ہے دعا کافرون کی مگر بہکنا تو یہ آخرت مین ہے کذا فی شرح مجمع ہم اس امر مین اختلاف
ہے کہ دعا کافر کی مقبول ہوتی ہے یا نہین تو بعض فقہا نے کہا کہ مقبول نہین ہوتی آیت مذکورہ صدر کی دلیل سے اور نیز اسوجہ سے کہ کافر دعا خدا تعالی سے
نہین مانگتا کیونکہ وہ اللہ تعالی کو پہچانتا ہی نہین اور بعض فقہا نے کہا کہ دعا مقبول ہوتی ہے چنانچہ شیطان نے مہلت مانگی اور اسکی دعا مقبول ہوئی حالانکہ سب
مین بڑا کافر وہ ہے اور صدر شہید نے کہا کہ فتوی اسی پر ہے کہ دعا کافر کی مقبول ہوتی ہے خصوص جبکہ مظلوم ہو چنانچہ حدیث مین ہے کہ مظلوم کی دعا مقبول ہے
اگرچہ کافر ہو اور آیت کا جواب شارح نے دیا کہ وہ آخرت کی دعا ہے اسلیے کہ اس سے پہلے دوزخ والون کا ذکر ہے کہ جب فرشتون سے کہینگے کہ اللہ تعالی سے
دعا مانگو کہ ہم پر ایک دن عذاب ہلکا کر دے تو وہ کہینگے کہ تمھارے پاس کیا پیغامبر بینات نہ لائے تھے وہ کہینگے کیون نہین فرشتے کہینگے کہ تم دعا مانگو اور
نہین ہے کافرون کی دعا مگر بہکنا کذا فی الطحطاوی وان صلوا فرادی جاز فهی مشروعة للمنفرد وقول التحفة وغیرہا ظاہر الروایة لا صلوۃ ای بجماعة اور
اگر سب لوگ تنہا نماز پڑھین تو درست ہے کیونکہ نماز تنہا کے لیے مشروع ہے اور تحفہ وغیرہ کا یہ کہنا کہ ظاہر روایت یہ ہے کہ استسقا مین نماز نہین اسکے یہ معنی
کہ جماعت کے ساتھ نماز نہین ویخرجون ثلثة ایام لانه لم ینقل اکثر منها متتابعات ویستحب للامام ان یامرهم بصیام ثلثة ایام قبل الخروج وبالتوبة
ثم یخرج بهم فی الرابع مشاة فی ثیاب غسیلة او مرقعة متذللین متواضعین خاشعین منکسین رؤسهم اور جنگل کو جائین دعا کے لیے تین روز
برابر اسلیے کہ زیادہ تین روز سے مینہ کی دعا کے لیے باہر جانا منقول نہین ہوا اور مستحب ہے امام کو کہ باہر نکلنے سے پیشتر لوگون کو تین دن روزہ رکھنے کا
اور گناہون سے خالص توبہ کرنے کا حکم کرے پھر چوتھے روز انکے ساتھ نکلے اسطرح کہ سب پیادہ پانو دھوے ہوے کپڑے پہنے یعنے پرانے یا پیوند لگے
ذلیلون کی صورت بنائے فروتنی اور عاجزی کرتے ہوے گردن جھکائے ہون ہم جنگل مین جانیکا حکم ان لوگون کو ہے جو کہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ اور
بیت المقدس کے باشندے نہون کہ انکے لیے حکم وہان کی افضل مساجد مین جانیکا ہے اور توبہ خالص سے یہ غرض کہ حقوق حقدارون کے بھی ادا کر دین کہ
توبہ مین یہ شرط لگی ہوئی ہے کہ کسی کا حق ذمہ پر نہ رہے کذا فی الطحطاوی ویقدمون الصدقة فی کل یوم قبل خروجهم ویجددون التوبة ویستغفرون
للمسلمین ویستسقون بالضعفاء والشیوخ والعجائز والصبیان ویبعدون الاطفال عن امهاتهم اور ہر روز اپنے نکلنے سے پیشتر صدقہ دیوین
اور سر نو توبہ کرین اور مسلمانون کے لیے دعاء مغفرت کرین اور ضعیفون اور بوڑھون اور بڑھیون اور لڑکون کے ذریعے سے مینہ کی دعا کرین اور بچون کو
انکی ماؤن سے علحدہ کرین ہم ان لوگون کے ذریعہ کرنے کے یہ معنی کہ انکو آگے کر دین تاکہ وہ دعا مانگین اور جوان آمین کہین کہ انکی دعا جلد مقبول
ہوتی ہے چنانچہ بخاری کی حدیث مین ہے کہ تمکو رزق اور فتح جو ملتی ہے تو تمھارے ضعیفون کی بدولت ہی ملتی ہے اور بچون کو مان سے جدا رکھنے مین یہ حکمت ہے
کہ رونا اور فریاد زیادہ ہو تاکہ لوگون کو رقت ہو اور اسکے سبب سے دریاے رحمت ایزدی جوش مین آوے کذا فی الشامی والطحطاوی ویستحب اخراج
الدواب اور مستحب ہے باہر نکالنا جانورون کا اسلیے کہ کبھی مینہ انھین کے سبب سے عنایت ہوتا ہے چنانچہ احمد نے روایت کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام
لوگون کے ساتھ مینہ کی دعا کو نکلے دیکھا تو ایک چیونٹی اپنی ٹانگین آسمان کی طرف اٹھائے ہے آپ نے فرمایا کہ لوٹ چلو کہ تمھاری دعا اس چیونٹی کی جہت
سے مقبول ہوئی کذا فی الطحطاوی والاولی خروج الامام معهم وان خرجوا باذنه او بغیر اذنه جاز اور بہتر ہے نکلنا امام کا لوگونکے ساتھ اور اگر لوگ نکلین
امام کی اجازت سے یا بدون اسکی اجازت کے تب بھی درست ہے ویجتمعون فی المسجد بمکة وبیت المقدس ولم یذکر المدینة کانه لضیقه اور
جمع ہووین مسجد الحرام مین مکہ معظمہ مین اور بیت المقدس مین اور ماتن نے مدینہ منورہ کو ذکر نہ کیا کہ وہان کے لوگ مسجد شریف مین جمع ہون شاید

یعنی مسجد کے تنگ ہونے کی بابت ذکر کیا ہے وہ صرف شامی نے کہا کہ یہ وجہ بھی ہے اسلیئے کہ باشندے مدینہ منورہ کے ایام حج کے دنوں سے زیادہ ہوا
ہیں کہ ذرا تنگی نہیں پڑتی تو ہو جاتے اور یا انفاق ہونے کی ہو اسلئے ضرورت کے وقت یا دان مسجد مبارک میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کی جائے
جیسا کہ جنازہ کے لیے وقت آپ کے شامل ہو جاتی ہو اور حج یعنی کو ان مساجد کے دروازون پر مکرر کیا جاسے وان واما مفسرت
اور نہ اس بارے میں کیا ہو اور دیتی اور اگر مینہ کی بھری ہوتی تو اگر نقصان کرے تو مضائقہ نہیں دعا کرنے کا اسکے بند ہونے اور
ایسی جگہ منہ بند ہونے کے واسطے جہان مفید ہو ہم چیتے یون دعا کرے کہ الٰہی اب یہان مینہ کو برسا مفید ہو وہان برسا اور یہان سے اسکو
ہٹا لے وہان سے قبل خروج ہو جب ان چیزون کا شکر اللہ تعالیٰ اور اگر باہر جانے سے پیشتر لوگون کو مینہ عنایت ہو تو مستحب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے شکریہ
کے لیے باہر نکلین یعنی جب قبل سوال کے مطلب پورا ہو گیا تو اب اس انعام کا شکریہ ہے کہ باہر نکل کر دعا کرین تاکہ مینہ خاطر خواہ برسے کذا
فی الشامی ملتقطاً

باب صلوٰۃ الخوف

یہ باب ہے نماز خوف کے بیان میں اور اسکی مناسبت نماز استسقاء سے یہ ہے کہ دونون خوف کے وقت ہوتے ہیں من اضافۃ الشی لشرطہ اضافت صلوٰۃ
کی خوف کیطرف چیز کی اضافت ہے شرط کی طرف یعنی خوف شرط ہے اس نماز کی اور بعضون نے خوف کو سبب قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اضافت سبب کی ہے
طرف مسبب کے شامی نے کہا کہ بظاہر خوف نماز کا سبب ہے اور دشمن کا موجود ہونا شرط ہے تو اگر خوف سے مراد دشمن کا ہونا ہو تو یہ اضافت شرط
کی طرف ہے اور اگر خوف کے حقیقی معنی مراد ہون تو اضافت سبب کی طرف ہے جائزۃ بعدہ علیہ السلام عندہما ای عند ابی حنیفۃ ومحمد
رحمہما اللہ تعالیٰ خلافا للثانی بشرط حضور عدو یقینا فلو صلوا ظنہ فبان خلافہ اعادوا و سبع او حیۃ عظیمۃ ونحوہا وحان خروج الوقت کما
فی مجمع الانہر ولم اره لغیره فلیحفظ قلت ثم رایت فی شرح البخاری للعینی انہ لیس بشرط الا عند البعض عند التحام الحرب نماز خوف کی جائز ہے بعد آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے طرفین کے نزدیک یعنی امام اعظم رح اور محمد رح کے بخلاف امام ابو یوسف کے کہ انکے نزدیک جائز نہیں اسوجہ سے کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھنے کے ثواب حاصل کرنے کو یہ نماز شروع ہوئی تھی بعد آپ کے یہ بات جاتی رہی تو اب اسکا ادا کرنا جائز نہ ہوگا
اور طرفین فرماتے ہیں کہ صحابہ رضہ نے آپ کے بعد اس نماز کو پڑھا ہے اسلیے جائز ہے بشرط موجود ہونے دشمن کے یقینا یا موجود ہونے درندہ یا اژدہا
اور اسکے مثل اور چیزون کے مثلا آتش زدگی وغیرہ کے شارح نے کہا کہ یقینا کی قید ہمنے اسلیے لگائی کہ اگر لوگ دشمن کا موجود ہونا خیال کرکے پڑھینگے
پھر اسکے خلاف ظاہر ہوگا یعنی دشمن موجود نہ نکلیگا تو نماز از سر نو پڑھین اور درست ہے یہ نماز جبکہ وقت جانے کو ہو چنانچہ مجمع الانہر میں ہے اور یہ قید
مین نے اور ون کے کلام مین نہیں دیکھی تو اس قید کو یاد رکھنا چاہیئے پھر مین نے عینی کی شرح بخاری میں دیکھا کہ وقت نکلنے کے قریب ہونا اس
نماز کی شرط نہیں مگر بعض کے نزدیک جبکہ لڑائی اور قتال ہو رہا ہو اور شارح نے عینی کا قول نقل کرکے بیان کر دیا کہ مجمع الانہر کی روایت پر عمل کرنا چاہیئے
اسلیے کہ وہ بعض کا قول ہے کذا فی الشامی فیجعل الامام طائفۃ بازاء العدو وطائفۃ بازائہ ویصلی باخری رکعۃ فی الثنائی کمنۃ الجمعۃ والعید یعنی
غیره لزما و ذہبت الیہ وجاءت الاخری فصلے بہم ما بقی وسلم وحده و ذہبت الیہ وجاءت الطائفۃ الاولے
واتموا صلوتہم بلا قراءۃ لانہم لاحقون وسلموا ثم جاءت الطائفۃ الاخرے واتموا صلوتہم بقراءۃ لانہم مسبوقون تو کرے امام ایک
ٹولی مثلا دشمن کے مقابل اسکے ڈرانے کے لیے اور نماز پڑھاوے دوسرے ٹولی کو مثلا ایک رکعت دو رکعت والی نمازون میں اور
اسی مین داخل ہے جمعہ اور عید اور دو رکعتین پڑھاوے غیر ثنائی مین بطور وجوب کے یعنی اگر ایک پڑھاویگا تو نماز فاسد ہو جائیگی اور جلی

یہ ٹولی دشمن کے سامنے یعنے بعد دوسرے سجدہ کے ایک رکعت پڑھنے کی صورت ہین اور بعد التحیات کے دو رکعتون کے پڑھنے مین اور آوے ٹولی پس
انکو امام پڑھا دے باقی نماز یعنے جتنی نماز اسکو باقی ہے وہ اس ٹولی کے ساتھ پڑھکر امام اکیلا سلام پھیر دے بعد قعدہ اخیرہ کے پھر یہ ٹولی دشمن کے سامنے جاوے
براہ استحباب یعنی اگر نجاوین اور اسی جگہ بقیہ نماز تمام کرلین تو درست ہے اور آوے پہلی ٹولی اور اپنی نماز پوری کرین بدون قرات کے اسلیے کہ وہ لاحق ہین
اور لاحق کا حکم مقتدی کا سا ہے اور سلام پھیرین پھر وہ ٹولی آوے اور اپنی بقیہ نماز پوری کرین بدون قرات کے ساتھ اسلیے کہ وہ مسبوق ہین اور مسبوق و منفرد
کا ایک حال ہے هم صلوۃ خوف کی کیفیت مین علما کا اختلاف ہے اور متفق ہین ہر کہ جائز ہر کیفیت سے ہے مگر اختلاف اسمین ہے کہ بہتر کونسی ہے اور قرآن مجید مین جو کیفیت
مذکور ہے اس سے زیادہ تر قریب یہ صورت ہے جو ماتن نے مذکور کی اور دو رکعتون کی نماز مین سفر کی نماز بھی داخل ہے اور عید کی قید سے شارح نے آگاہ کیا کہ صلوۃ خوف
صرف فرضون مین منحصر نہین واجب مین بھی ہوتی ہے کذا فی الشامی طحطاوی نے کہا کہ اگر دشمن بالفرض قبلہ کی طرف ہو تب بھی اس نماز مین کچھ فرق نہوگا
اسیطرح دشمن کے مقابل کی ٹولی اگر قبلہ کیطرف پشت کیے ہو تو کچھ حرج نہوگا اور دشمن کے مقابل جانا پیادہ معتبر ہے اگر سوار ہو کر جاوینگے تو نماز باطل ہوجائیگی
وهذا ان تنازعوا فی الصلوۃ خلف واحد والا فالافضل ان یصلی بکل طائفۃ امام اور یہ نماز اس کیفیت پر اس صورت مین ہے کہ مقتدی ایک ہی امام
کے پیچھے نماز پڑھنے مین جھگڑا کرین ورنہ افضل یہ ہے کہ ہر ٹولی علحدہ امام کے پیچھے نماز پڑھے هم یعنے ایک ٹولی دشمن کے مقابل رہے اور ایک امام کے ساتھ نماز
پڑھے جب امام فارغ ہولے تو یہ ٹولی دشمن کے سامنے چلی جاے اور دوسری ٹولی کے لیے امام کسی کو اجازت نماز پڑھانے کی دے کہ وہ انکو پڑھاوے اور
اگر وقت اتنا نہو تو وہی صورت ہے جو اوپر مذکور ہوئی کذا فی الشامی وان اشتد خوفهم وعجزوا عن النزول صلوا رکبانا فرادی الا اذا کان ردیفا للامام فیصح
الاقتداء بالایماء اسلیے جہۃ قدرتہم للضرورۃ اور اگر زیادہ خوف لوگون کو اور عاجز ہون اترنے سے تو نماز پڑھین حالت سواری مین تنہا رکوع اور سجدہ
کے لیے اشارہ کرکے جس طرف کو انسے ہوسکے بسبب ضرورت کے شارح نے کہا مگر وہ شخص کہ امام کے پیچھے سوار ہو ایک سواری پر تو اسکا اقتدا امام کے
پیچھے صحیح ہوگا بسبب اتحاد مکان کے فسدت بمشی بغیر اصطفاف وسبق حدث ورکوب مطلقا وقتال کثیر لا بقلیل کرمیۃ سہم اور یہ نماز فاسد ہوجائیگی
پیادہ چلنے سے جو دشمن کے سامنے صف باندھنے کے لیے نہو اور نہ بے وضو ہوجانے کے سبب سے ہو اور فاسد ہوگی سوار ہونے سے مطلق یعنے
خواہ صف باندھنے کے لیے ہو یا دوسرے مطلب کے لیے اور فاسد ہوگی بہت کشت وخون کرنے سے نہ تھوڑا لڑنے سے مثلاً ایک تیر چلانے سے فاسد
نہوگی کیونکہ عمل قلیل ہے اور گھوڑے پر چڑھنا اور بہت لڑنا عمل کثیر ہین انسے فاسد ہوجائیگی هم طحطاوی نے کہا کہ تیر چلانے کا عمل قلیل ہونا مسلم نہین کیونکہ
جو کوئی اسکو دیکھیگا یہی جانیگا کہ نماز نہین پڑھتا والسابح فی البحر ان امکنہ ان یرسل اعضاءہ ساعۃ صلی بایماء والا لا تصح کصلوۃ الماشی
والسائف وہو یضرب بالسیف اور تیرنے والا دریا مین اگر اسکو ممکن ہو کہ اپنے اعضاء ڈھیلے کردے ساعت بھر تو نماز پڑھے اشارہ سے ورنہ نماز صحیح
نہوگی جیسے نماز پیادہ چلنے والے کی اور تلوار والے کی جبکہ تلوار سے مارتا ہو کہ انکی نماز بھی صحیح نہین فروع مسائل ملحقہ شارح کے الراکب ان کان مطلوبا
تصح صلوتہ وان کان طالبا لا لعدم خوفہ سوار اگر مطلوب ہو یعنے اسکے پیچھے کوئی پکڑنے کو آتا ہو تو اسکی نماز درست ہے سواری پر اور اگر طالب ہو یعنے
دوسرے کو پکڑنے جاتا ہو تو سواری پر اسکی نماز درست نہین اسلیے کہ اسکو کچھ خوف نہین شرعوا ثم ذهب العدو لم یجز انحرافهم وبعکسہ جاز لوگون نے
نماز خوف شروع کی پھر دشمن چلا گیا تو انکا اپنی جگہ سے ٹلنا درست نہین یعنے ہر ٹولی جہان کی تہان نماز پڑھ لے کذا فی الشامی اور اسکا عکس ہو تو درست ہے
یعنے شروع کے وقت خوف نہ تھا پھر ہوگیا تو اس صورت مین اگر کچھ لوگ دشمن کے مقابل چلے جاوینگے تو یہ جانا نماز کا مخل نہوگا بسبب ضرورت کے
کذا فی الطحطاوی لا تشرع صلوۃ الخوف للعاصی فی سفرہ کما فی الظهیریۃ وعلیہ فلا تصح من البغاۃ اور مشروع نہین نماز خوف اس شخص کے لیے جو
اپنے سفر کی جہت سے گناہگار ہو چنانچہ ظہیریہ مین ہے اور اس بنا پر نماز خوف باغیون سے درست نہوگی هم یعنے جس شخص

یہ نماز صبح صعوبت ہو جیسے بیماری اور عورت کے لیے مقرر کرنا تو نقل صلوٰۃ خوف جائز نہیں کذا فی الشامی نہیں دو ضیاء الصلوٰۃ والسلام صلاۃ ذی
ذات الرقاع میں دو بطن نخل و عسفان وذی قرد ثابت ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز خوف چار مقام پر پڑھی اول غزوہ ذات الرقاع میں
دوم بطن نخل میں سوم عسفان میں چہارم غزوہ ذی قرد میں ہم ذات الرقاع کے معنی بیان کرتے ہیں واضح ہو کہ اس غزوہ کا نام ذات الرقاع اسلئے ہوا
کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری سے بخاری میں روایت ہے کہ اس غزوہ میں ہمارے پاؤں زخمی ہوگئے تھے اور ناخن گر گئے تھے تو ہم پاؤں پر چیتھڑے لپیٹے تھے
اس سبب سے اسکو ذات الرقاع کہا یہ غزوہ تیسرے سال ہجری میں غزوہ خندق سے پہلے ہوا تھا اور بطن نخل ایک جگہ کا نام ہے اور عسفان جو دو ن
عثمان ہے دو منزل ایک مقام ہے اور ذو قرد بفتح قاف و راء مہملہ و دال مہملہ ایک مقام ہے مدینہ کے قریب اس غزوہ کو غزوہ غابہ بھی کہتے ہیں یہ غزوہ
سنہ چھ ہجری میں ہوا شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے کہا کہ امداد الفتاح میں حاوی سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز خوف چوبیس مرتبہ پڑھی اور شامی
چار مقام کہتے ہیں تو شاید یہ مراد ہے کہ چار بار غزوون میں اتفاق ہوا اور بیس بار دوسرے مقاموں میں یا یہ کہ ان مقاموں میں چوبیس نماز میں خوف کی پڑھی ہیں

باب صلوٰۃ الجنازہ

یہ باب ہے جنازہ کی نماز اور اسکے لواحق کے ذکر میں ہم مناسبت اسکی ماقبل سے یہ ہے کہ خوف و قتال کبھی نوبت موت کی پہونچاتے ہیں اور اسکو پیچھے اسلئے بیان
کیا کہ یہ نماز ہر صورت سے نماز نہیں کیونکہ بار کوع اور سجدہ اور اذان و تکبیر کے ہوتی ہے دوسرے یہ کہ بیمار آدمی کے آخر حال سے متعلق ہے کذا فی البحر وغیرہ
من اضافۃ الشی الی سببہ نماز کی اضافت جنازہ کیطرف چیز کی اضافت ہے اپنے سبب کیطرف یعنی میت سبب ہے اس نماز کا وہی بالفتح المیت و
بالکسر السریر وقیل لغتان اور جنازہ بفتح جیم مردہ کو کہتے ہیں اور بکسر جیم چارپائی یا تابوت ہے جسپر مردہ ہوتا ہے اور جسکو نعش کہتے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ
فتح اور کسر دونوں مردہ کو کہتے ہیں کذا فی الشامی والموت صفۃ وجودیۃ خلقت لضد الحیوٰۃ وقیل عدمیۃ اور موت ایک کیفیت وجودی ہے پیدا ہوئی ہے زندگی
کے مقابل اور ایک قول یہ ہے کہ کیفیت عدمی ہے ہم موت میں اختلاف ہے کہ وجودی چیز ہے یا عدمی جو وجودی کہتے ہیں انکی دلیل یہ ارشاد خداوندی ہے
(خلق الموت والحیوٰۃ) یعنی پیدا کیا اللہ تعالے نے موت اور حیات کو تو چونکہ پیدا کرنا ایک چیز کا موجود کرنا ہے اس سے معلوم ہوا کہ موت وجودی چیز ہے اور
انمین اور حیات میں مقابلہ ضدین کا ہے کہ دونوں جمع نہیں ہوسکتیں اور جو لوگ عدمی کہتے ہیں انکی دلیل یہ ہے کہ زندہ چیز سے مراد حیات کو نفیت کرنا تمام
موت ہے تو عدمی ہوئی اور انمین مقابلہ عدم اور ملکہ کا ہے اور اکثر محققین نے دوسرے قول کو یعنے عدمی ہونے کو اختیار کیا ہے اور آیت کے معنی یہ ہے
ہیں کہ مقدر کیا موت اور حیات کو کذا فی الشامی یوجہ المحتضر وعلامتہ استرخاء قدمیہ واعوجاج منخرہ وانخساف صدغیہ القبلۃ علی یمینہ وہو السنۃ
منہ پھیرا جاوے وہ شخص جو مرنے کو ہو قبلہ کی طرف داہنی کروٹ پر اور یہ منہ پھیرنا سنت ہے شارح نے کہا کہ علامت موت کے قریب ہونیکی یہ ہے
کہ پاؤں اسکے ڈھیلے ہو جائیں اور ناک کا بانسا ٹیڑھا ہو اور کنپٹیاں اندر کو دھس جائیں ہم طحطاوی نے کہا کہ محتضر بصیغہ اسم مفعول ہے یعنے جسپر موت
حاضر ہوئی یا فرشتے موت کے آموجود ہوئے وجاز الاستلقاء علی ظہرہ وقدماہ الیہا وہو المعتاد فی زماننا ولکن یرفع راسہ قلیلا لیتوجہ
للقبلۃ وقیل یوضع کما تیسر علی الاصح صححہ فی المبتغی وان شق علیہ ترک علی حالہ والمرجوم لا یوجہ معراج اور جائز ہے چت لٹانا
اس صورت میں کہ دونوں پاؤں اسکے قبلہ کی جانب ہوں اور یہی صورت رائج ہے ہمارے زمانہ میں لیکن اسکا سر تھوڑا سا اونچا کر دیا جاوے
تاکہ جانب قبلہ اسکا منہ ہو جاوے آسان کیطرف نہ رہے اور ایک قول یہ ہے کہ منہ قبلہ کی طرف کر دیا جاوے جسطرح بن سکے صحیح تر قول کے بموجب
یعنے داہنی کروٹ پر ہو یا بائیں پر یا چت لٹانے سے اسی طرح منہ قبلہ کی طرف کر دینا چاہیے تصحیح کی ہے اس قول کی مبتغی میں اور اگر قبلہ
کرنے میں اسکو تکلیف ہو تو اپنے حال پر چھوڑ دیا جاوے اور جو شخص زنا کے سبب سے سنگسار ہوا اسکا منہ قبلہ کی طرف نہ کیا جاوے اسکے

زجر کے باعث سے کذا فی الطحطاوی وَیُلَقَّنُ ندبا وقیل وجوبا بذکر الشہادتین لان الاولی لاتقبل بدون الثانیۃ عندہ قبل الغرغرۃ اور کیا
جاوے بطور استحباب اور ایک قول مین بطور وجوب ذکر شہادتین کا اُسکے پاس غرغرہ سے پیشتر اسلیے کہ اول شہادت بدون دوسری کے مقبول
نہین ہم تلقین کے معنی فہمائش کے ہین اور یہان یہ مراد ہی کہ مرنیوالے کے پاس اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمدا رسول اللہ اسی طرح پڑھا جاے
کہ وہ بھی آواز سنکر انھین کلمات طیبات سے رطب اللسان ہو یا اُسکو یون کہا جاے کہ ان کلمات کو دھیان کر یا اور کسی طرح یاد دلایا جاسے اور یہ
یاددہانی اُسوقت تک ہی کہ جان حلق مین نہ آئی ہو ورنہ اُسوقت شہادتین کو نہ بول سکیگا شامی نے نہر الفائق سے نقل کیا کہ تلقین بالاتفاق مستحب ہی اور جس
کسی نے واجب کہا ہی وہ مجازا کہدیا ہی اور بعض فقہا نے لکھا ہی کہ صرف لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کافی ہی اسلیے کہ حدیث شریف مین ہی کہ جسکا آخر کلام لا الٰہ الا اللہ
ہوگا وہ جنت مین داخل ہوگا اسلیے شارح نے کہا محمد رسول اللہ کی تلقین بھی چاہیے کہ صرف توحید کا اقرار بدون اقرار رسالت کے مقبول نہین طحطاوی نے
کہا کہ یہ تعلیل کافر کے حق مین ہی مسلمان کے لیے اقرار توحید کافی ہی واختلف فی قبول توبۃ الیاس والمختار قبول توبتہ لا ایمانہ والفرق فی البزازیۃ وغیرہا
اور جان کندنی کے وقت کی توبہ مقبول ہونے مین اختلاف ہی اور مختار یہ ہی کہ اُسکی توبہ مقبول ہوتی ہی اور ایمان قبول نہین ہوتا اور فرق بزازیہ وغیرہا
مین مرقوم ہی ہم جان کندنی کی حالت مین ایمان تو بالاتفاق مقبول نہین چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہی (فلم یک ینفعہم ایمانہم لما راوا باسنا) اور توبہ
کے قبول اور عدم قبول مین اختلاف ہی مختار یہی ہی کہ توبہ مقبول ہوتی ہی اسلیے کہ قرآن مجید مین ارشاد ہی (ہو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ) اس آیت
مین قبول توبہ کو مطلق فرمایا اور ابوداؤد کی حدیث مین بھی مطلق مذکور ہی چنانچہ فرمایا کہ اللہ تعالے بندہ کی توبہ قبول کرتا ہی جب تک کہ جان اُسکی حلق مین
غرغرہ بسے کذا فی الشامی مختصرا من غیر امرہ بہا لئلا یضجر واذا قالہا مرۃ کفاہ ولا یکرر علیہ مالم یتکلم لیکون اخر کلامہ لا الٰہ الا اللہ تلقین کیا جاے بدون
حکم کرنے کے اُسکو شہادتین کا تاکہ دق ہو کر انکار نکرے یعنے تلقین مین اُسکو امر نہ کرین کہ یون کہ تاکہ وہ انکار نہ کر بیٹھے اور جب وہ ایک مرتبہ کہہ چکے
تو کافی ہی اور دوبارہ تلقین نہ کیا جاسے جب تک کہ اور کلام نہ بولے تاکہ آخر کلام اُسکا لا الٰہ الا اللہ ہو یعنے اگر دوسرا کلام بعد کلمہ کے کرسے تو پھر
تلقین چاہیے تاکہ آخر کلام کلمہ ہو نہ دوسری بات وندب قراءۃ یٰس والرعد اور مستحب ہی مرنے والے کے پاس سورۂ یٰس اور رعد کا پڑھنا ہم یعنے اسلیے
کہ یٰس کے پڑھنے کا حکم حدیث مین آیا ہی اور سورۂ رعد اسوجہ سے کہ حضرت جابر رض نے فرمایا کہ اس سے جان کا نکلنا آسان ہوتا ہی کذا فی الشامی
ولا یلقن بعد تلحیدہ وان فعل لا ینہی عنہ اور تلقین نہ کیا جاوے بعد دفن کرنے کے اور اگر کوئی تلقین کرے تو منع نہ کیا جاے ہم چونکہ حدیث مین
آیا ہی کہ لقنوا موتاکم یعنے تلقین کرو اپنے مردون کو تو بعض محققین نے اس حدیث مین موت حقیقی مراد لیکر تلقین بعد موت کے جائز رکھی ہی اور بعض نے
بمقتضاے ظاہر آیت (انک لا تسمع الموتیٰ یعنے تو نہین سناتا مردون کو) تلقین کو ناجائز کہا فتح القدیر مین بعد کلام طویل کے کہا کہ تلقین بعد دفن سے کچھ ضرر
نہین بلکہ اس سے فائدہ ہی کہ مردہ کو ذکر سے انس ہوتا ہی چنانچہ آثار مین وارد ہی طحطاوی نے کہا کہ ظاہر روایت یہ ہی کہ تلقین نہ کیجاے وفی الجوہرۃ انہ
مشروع عند اہل السنۃ اور جوہرہ مین ہی کہ تلقین مشروع ہی اہل سنت کے نزدیک کیونکہ اللہ تعالے مردہ کو قبر مین زندہ کرتا ہی چنانچہ احادیث مین
وارد ہی کذا فی الطحطاوی وکیفیتہ قولہ یا فلان یا ابن فلان اذکر ما کنت علیہ وقل رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد نبیا قیل یا رسول اللہ فان
لم یعرف اسمہ قال ینسب الی آدم وحوا درکافی ہی کہنا تلقین کرنے والے کا اسطرح کہ ای فلان ای فلان کے بیٹے یاد کر اُن باتون کو جنپر تو تھا یعنے
اللہ تعالے پر اور اُسکے رسولون پر ایمان کو یاد کر اور جب فرشتے سوال کرین تو یون کہنا کہ مین راضی ہوا اس سے کہ اللہ میرا رب ہی اور اسلام میرا دین
اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم نبی ہین کسی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اگر مردہ کا نام معلوم نہو آپ نے فرمایا کہ منسوب کیا جاوے
آدم اور حوا علیہما السلام کی طرف یعنے مرد ہو تو یون کہنا چاہیے ای آدم کے بیٹے اور عورت ہو تو یون کہے کہ ای حوا کی بیٹی ومن لا یسأل یعنے

دونون مین نہین پایا علاوہ اسکے اگر لا ہو تو متن اور زیلعی کے قول مین اختلاف نہین رہتا اور نہ بحر الرائق کی توجیہ کی کچھ حاجت رہی جو شارح
آگے بیان کرتا ہی اس سے معلوم ہوا کہ کلمہ لا غلطی کاتب سے زیادہ ہوگیا ہی قلت وليس فی التف اسلے الغسل بل الى ان يرفع فقط وفسره فى البحر
برفع روحه وعبارة الزيلعي وغيره تكره القراءة عنده حتى يغسل وعلله الشرنبلالي فى امداد الفتاح تنزيها للقرآن عن نجاسة الميت لتنجسه بالموت
مین کہتا ہون کہ متن مین نہانے تک کی قید نہین بلکہ اسمین صرف اتنا ہی کہ پڑھا جاوے قرآن میت کے پاس اٹھالئے جانے تک اور بحر الرائق مین
اٹھائے جانے کی تفسیر میت کی روح کے اٹھائے جانے سے کی ہی یعنے صرف جان نکلنے تک قرآن پڑھے بعد اسکے نہ پڑھے اور زیلعی وغیرہ کی عبارت
یہ ہی کہ مکروہ تحریمی ہی قرات قرآن مردہ کے پاس یہانتک کہ نہلایا جاوے اور شرنبلالی نے امداد الفتاح مین اسکی علت یہ بیان کی ہی کہ اس صورت
مین قرآن کا علحدہ رکھنا ہی میت کی نجاست سے کیونکہ میت موت کے سبب سے نجس ہو جاتا ہی قیل نجاسته خبث وقیل حدث بعض فقہا نے کہا کہ میت
کی نجاست حقیقی ہی اور بعض نے کہا کہ حکمی ہی حم اول قول کی دلیل یہ ہی کہ آدمی خون کا پتلا ہی مثل دوسرے حیوانون کے تو جیسے دوسرے مردار نجس حقیقی
ہین ویسے ہی آدمی بھی ہوجاتا ہی اور یہی قول ہی اکثر فقہا کا اور یہی ظاہر تر ہی اور اسی کو کافی مین صحیح کہا ہی اور یہی وجہ ہی کہ اگر مردہ مسلمان نہلانے سے پیشتر
کنوئین مین گرجاوے تو پانی ناپاک ہوجاتا ہی اور نہلانے سے جو پاک ہوجاتا ہی تو یہ مسلمان کی تعظیم کے جہت سے ہی اور دوسرے قول کی دلیل یہ ہی کہ موت
کے باعث سے وضو جاتا رہتا ہی بسبب ڈھیلے ہوجانے مفاصل کے جیسے سونے سے جاتا رہتا ہی اور زندگی مین بے وضو ہونے سے جو صرف تھوڑے سے
اعضا دھوتے ہین اسکی وجہ یہ ہی کہ وضو ہر روز پانچ بار کرنی پڑتی ہی اگر تمام بدن دھویا کرتے تو بڑا حرج ہوتا اسلیے چند اعضا پر اقتصار کیا گیا اور مرنے
اور جنابت مین وہ حرج نہین اسلیے تمام بدن کا دھونا مشروع ہوا دوسرے یہ کہ حاکم نے حضرت ابن عباس رض سے روایت کی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا کہ اپنے مردون کو نجس مت جانو کہ مسلمان نہ زندہ نجس ہوجاتا ہو نہ مردہ شامی نے کہا کہ اس حدیث سے نہین معلوم ہوتا کہ مردہ کی
نجاست حکمی ہی بلکہ یہ معنی ہین کہ مسلمان مردہ نہلانے سے پاک ہوجاتا ہی اسکی نجاست دائمی نہین بخلاف کافر کے کہ وہ بعد نہلانیکے بھی پلید رہتا ہی غرضکہ مختار
اکثر فقہا کا قول اول ہی ہی وعلیہ فینبغی جواز القراءة المحدث اور مردہ کی نجاست حکمی ہونے پر چاہیے کہ اسکے پاس قراءت درست ہو جیسے بے وضو کو قرآن
کا پڑھنا درست ہی حم حاصل یہ کہ مردہ اگر ایسا کہا جاوے جیسا بے وضو آدمی ہوتا ہی تو اسکے پاس قرآن کا پڑھنا مکروہ نہین اور متن کا قول اسی پر محمول ہی
اور اگر مردہ جانورون کیطرح نجس ٹھہرایا جاوے تو مکروہ ہی اور زیلعی وغیرہ کا قول اس روایت پر محمول ہوگا طحطاوی نے کہا کہ مکروہ اسوقت ہی کہ مردہ
کے قریب پڑھا جاوے اور اگر دور پڑھا جاوے تو مکروہ نہین شامی نے کہا کہ اسمین یہ قید بھی ہونی چاہیے کہ مردہ پاک چادر سے چھپا نہو اور اگر
چھپا ہوا ہوگا تب بھی قرات مکروہ نہوگی ویوضع کما مات کما تیسر فی الاصح علی سریر مجمر وترا الی سبع فقط فتح ككفنه وعند موته ثلث لاخلفه
ولا فی القبر اور جبھی کہ مرجاوے رکھا جاوے جسطرح بن سکے صحیح تر قول مین تخت پر جسکو طاق مرتبہ بسایا ہو سات دفعہ تک فقط کذا فی الفتح یعنے اس سے
زیادہ نہ بسائین مثل اسکے کفن کے کہ وہ بھی طاق دفعہ بسایا جاوے اور اسکی موت کے وقت خوشبو بسانی چاہیے تو یہ تین وقت کا بسانا ہوا
نہ پیچھے اسکے اور نہ قبر مین حم بسانے سے مراد یہ کہ کسی برتن مین آگ رکھکر اسپر خوشبو جلاوین اور اسکو مردہ یا کفن کے گرد پھراوین تو یہ بسانا تین
وقت چاہیے ایک جسوقت اسکی جان نکلے دوم غسل کے وقت سوم کفنانے کے وقت اور جنازہ کے پیچھے ایسی خوشبو نہ لیجائین کہ احادیث
مین منع وارد ہی کہ جنازہ کے پیچھے آگ مت لیجاو اور نہ قبر کو بسائین کہ قبر مین آگ لیجانی بد فالی ہی اور یہ جو کہا کہ بعد مرنے کے تختہ پر رکھین یہ اس
صورت مین ہی کہ جان اسکی زمین پر نکلی ہو یا اس لحاظ کہ زمین کی تری سے اسکا بدن بگڑ نجاوے پھر تختہ پر رکھنا ایک قول یہ ہی کہ شمالا جنوبا رکھین قبر
کی طرح اور ایک قول یہ ہی کہ پانوٴن قبلہ کیطرف کرین اور اصح یہ ہی کہ جیسے ممکن ہو ویسے رکھین کذا فی الشامی بتصرف وکرہ قراءة القرآن

ولحیتہ بالخطمی نبت بالعراق ان وجد والا فبالصابون ونحوہ ہذا لو کان بہا شعر حتی لو کان امرد او اجرد لا یفعل اور دھویا جاوے سر اسکا اور داڑھی
اُسکی گل خیرو سے اگر میسر ہو ورنہ صابون سے اور اُسکے مثل یعنے ملتانی مٹی وغیرہ سے یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ چہرہ اور سر پر بال ہون یہانتک کہ اگر وہ شخص بے
ریش ہو یا سر پر بال نرکھتا ہو تو پھر نہ دھویا جاوے شارح نے کہا کہ خطمی ایک گھاس ہی عراق مین اور ہندوستان مین گل خیرو کہلاتا ہی ویضجع علی یسارہ
لیبدا بیمینہ فیغسل حتے یصل الماء الی ما یلی التخت منہ ثم علی یمینہ کذلک ثم یجلس مسندا بالبناء للمفعول الیہ ویمسح بطنہ رفقا وما خرج منہ
یغسلہ ثم بعد اقعادہ ویضجعہ علی شقہ الایسر ویغسلہ وہذہ غسلۃ ثالثۃ لیحصل المسنون ویصب علیہ الماء عند کل اضجاع ثلاث مرات لما مر وان زاد علیہما
او نقص جاز اذ الواجب مرۃ اور لٹایا جاوے مردہ اپنی بائین کروٹ پر تاکہ پانی اول اُسکے داہنے جانب پر پڑے پھر نہلایا جاوے یہانتک کہ پانی بدن کے
اُس حصہ پر پہونچے جو تختہ سے ملا ہی پھر داہنی کروٹ پر لٹاکر اسیطرح پانی ڈالا جاوے کہ دوسری طرف تک پہونچ جاوے پھر مردہ کو بٹھلاوے یعنے نہلانے
والا اپنا سہارا دیکر اور سونتے اُسکے پیٹ کو نرمی سے اور جو کچھ مردہ سے خارج ہو نہلانیوالا اسکو دھو ڈالے پھر بٹھانے کے بعد اسکو بائین کروٹ پر لٹاکر غسل
دے اور یہ تیسری بار کا غسل ہی تاکہ عدد مسنون حاصل ہو جاوے یعنے تین بار نہلانا سنت ہی وہ اس مرتبہ ہو جائیگا اور پھر لٹانے کے وقت مردہ پر تین بار
پانی ڈالا جاوے اسی وجہ سے کہ گذری یعنے مسنون تین بار دھونا ہی اور اگر تین بار سے زیادہ ہر دفعہ مین پانی ڈالیگا یا کم تب بھی غسل درست ہوگا اسلیے
کہ واجب تو ایکبار کا دھونا ہی شارح نے کہا کہ مسندا بصیغہ مجہول ہی ہم شارح نے پہلے لکھا تھا کہ اسپر جوش دیا ہوا پانی ڈالنا چاہیے بعد اُسکے کہا کہ اول بائین
کروٹ پر لٹاکر پانی ڈالنا چاہیے تو نہلا بیان مجمل تھا اسکی تفصیل بیان کر دی کہ اسطرح ڈالا جاوے یعنے ترتیب وار اسطرح ہی کہ جب وضو سے فراغت ہو
تو سر اور داڑھی دھوئی جائے اور اُسکے بعد بائین کروٹ لٹاکر وہ پانی جسمین بیری کے پتے جوش دیے ہون ڈالا جاوے کذا فی الشامی مختصراً ولا یعاد غسلہ
ولا وضوءہ بالخارج منہ لان غسلہ ما وجب لرفع الحدث لبقائہ بالموت بل لتنجسہ بالموت کسائر الحیوانات الدمویۃ الا ان المسلم یطہر بالغسل کرامۃ لہ وقد حصل
بحر وشروح مجمع اور اُسکے غسل اور وضو کا اعادہ نکیا جاوے بسبب خارج کے اُسکے بدن سے یعنے اگر پیٹ دبانے سے کوئی نجاست خارج ہو تو اُس
سے غسل یا وضو دوبارہ ضرور نہین اسلیے کہ نہلانا میت کا حدث کے دور کرنے کے لیے واجب نہین ہوا کیونکہ وہ تو موت کے باعث قائم
ہی بلکہ اس سبب سے نہلانا واجب ہوا ہی کہ میت ناپاک ہو گیا ہی مثل دوسرے حیوانوں دموی کے مگر یہ کہ مسلمان پاک ہو جاتا ہی نہلانے سے اُسکی تعظیم کی جہت
سے اور یہ طہارت تو نہلانے سے ہو چکی کذا فی البحر وشروح مجمع ہم یعنے مردہ کا نہلانا اس غرض سے ہی کہ مرنے سے ناپاک ہو جاتا ہی تو جب نہلا دیا اُسکی
نجاست دور ہو گئی اب جو کوئی نجاست اُسکے بدن سے نکلیگی تو صرف وہی مقام دھو ڈالا جائیگا سارے غسل کا اعادہ ضرور نہین اور مردہ کا نہلانا
حدث کے دور کرنے کے لیے نہین کیونکہ موت خود ایک حدث ہی جو دور نہین ہو سکتا وینشف فے ثوب ویجعل الحنوط وہو بفتح الحاء العطر المرکب
من الاشیاء الطیبۃ غیر زعفران وورس لکراہتہما للرجال وجعلہما فے الکفن جہل علے راسہ ولحیتہ ندبا والکافور علے مساجدہ کرامۃ لہا
اور نہلانے کے بعد خشک کیا جاوے کسی پاک کپڑے سے اور حنوط ملا جائے اُسکے سر اور داڑھی پر براہ استحباب اور کافور ملا جائے اُسکے سجدہ
کی جگہون مین یعنے جو مقام سجدہ مین زمین پر لگتے ہین اور وہ ماتھا اور ناک اور ہتھیلیان اور گھٹنے اور پانون ہین اُنپر کافور ملا جائے اُنکی تعظیم
کے لیے تاکہ جلد طعمہ خاک نہون شارح نے کہا کہ حنوط بالفتح حاء مہملہ وضم نون عطر مرکب ہی خوشبودار چیزون سے سواے زعفران اور ورس کے بسبب
مکروہ ہونے ان دونون چیزون کے مردون کو اور زعفران اور ورس کو کفن مین رکھنا جہالت ہی ولا یسرح شعرہ ای یکرہ تحریما ولا یقص
ظفرہ الا المکسور ولا شعرہ ولا یختن اور مردہ کے بالون مین کنگھی نہ کی جاوے یعنے کنگھی کرنا مکروہ تحریمی ہی اور نہ کترے جائین ناخن اُسکے سواے
ٹوٹے ہوے ناخن کے کہ وہ کتر کر پھینکدیا جاوے اور نہ بال کترے جائین اور نہ ختنہ کیجاے ہم نہر الفائق مین ہی کہ بعد موت کے تزئین

اپنے نہین ہو اور اگر یہ ولی یا نہین ہو تو بیٹا نہلاوے کہ اگر نہین ہو تو جسکے نزدیک ہو کذا فی شرح فی دو الیاس کی ابن المنہ سے منقول ہو اور وقت کے
وارثوں اور دوسرے اور بعد اسکے ولی ہوتے ہین دو سرے کے اسکے سوا ان میں سے کسی کا حق نہین ہو اور اوپر اسکا اور کان اور منہ
وغیرہ میں روئی رکھتے ہیں کسی کے سامنے پسند نہین کیا اور نہانے کے بعد اسکا اشارہ کیا گیا ہو کہ ولی کو نہ رکھنا بہتر ہو کذا فی الشامی اور
جو ہر ہ میں ہو کہ اس سے منع کیا ابن امیر حاج نے کہا کہ اسکے دونو ہاتھون سے اسکے دونوں پہلوؤں پر اسکے پانی ڈالنا تاکہ اچھی طرح
رکھنا اسکا اولے ہے بعض نے جو ہر وغیرہ کا ذکر کیا ہو اسکو ابن ملک نے ویمنع زوجہا من غسلہا ومسہا لا من النظر الیہا علی الاصح منیۃ وقالت

الائمۃ الثلثۃ یجوز لان علیا غسل فاطمۃ رضی اللہ عنہا قلنا ہذا محمول علی بقاء الزوجیۃ لقولہ علیہ السلام کل سبب ونسب ینقطع بالموت الا سببی و
نسبی مع ان بعض الصحابۃ انکر علیہ شرح المجمع للعینی اور منع کیا جائے شوہر عورت کا عورت کے نہلانے اور ہاتھ لگانے سے نہ اسکی طرف دیکھنے
سے صحیح تر قول کے بموجب کذا فی المنیہ اور تینون اماموں نے فرمایا کہ نہلانا جائز ہو اسلئے کہ حضرت علی رضہ نے فاطمہ رضہ کو غسل دیا ہم
اسکے جواب میں کہتے ہین کہ یہ نہلانا حضرت مرتضے رضہ کا محمول ہو زوجیت کے قائم رہنے پر بسبب فرمانے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ ہر سبب اور
نسب جاتا رہتا ہو موت سے مگر میرا سبب اور نسب کہ وہ نہین جاتا علاوہ اسکے بعض صحابہ نے اس نہلانے کا حضرت مرتضے پر انکار کیا ایسا ذکر ہو
عینی کے شرح مجمع میں اور خانیہ میں ہو کہ اگر عورت کا محرم ہو تو وہ اسکو اپنے ہاتھ سے تیمم کرا دے اور اگر اجنبی ہو تو اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر تیمم کرا دے
اور اسکے ہاتھ نہ لگے لیکن اگر اجنبی خاوند ہو تو اسکو جائز ہو کہ ہاتھ دیکھے اور یہ غالبًا اس نظر سے ہو کہ دیکھنا بہ نسبت ہاتھ لگانے کے خفیف تر ہو اور
حضرت فاطمہ رضہ کے غسل کو شرح مجمع میں جو خود مصنف مجمع کی تحریر ہو لکھا ہو کہ آپ کو حضرت ام ایمن نے غسل دیا تھا اور حضرت مرتضے رضہ کی
طرف جو منسوب ہوا تو اسکی وجہ یہ ہو کہ اسکے سامان کے آپ متکفل ہوے تھے اور اگر بالفرض آپ کا نہلانا ثابت ہو تو یہ آپکی خصوصیات میں سے ہو
کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ فاطمہ رضہ تمہاری زوجہ ہین دنیا و آخرت میں اور حدیث جو شارح نے بیان کی وہ بھی دلیل
خصوص ہو سبب سے مراد اسمین قرابت سببی ہو جیسے زوجیت اور دامادی ہو اور نسب سے مراد قرابت نسبی ہو کذا فی الشامی مختصرًا وہی لا تمنع
من ذلک ولو ذمیۃ بشرط بقاء الزوجیۃ بخلاف ام الولد والمدبرۃ والمکاتبۃ فلا یغسلونہ ولا یغسلہن علی المشہور مجتبی اور عورت نہ منع
کیجاوے اپنے خاوند کے نہلانے سے اگرچہ ذمیہ یعنے کتابیہ ہو بشرطیکہ باقی رہنے نکاح کے بخلاف ام ولد اور مدبرہ اور مکاتبہ کے کہ یہ تینون
نہ آقا کو نہلاوین اور نہ آقا انکو نہلاوے روایت مشہور کے بموجب کذا فی المجتبی ہم یعنے ام ولد اور مدبرہ میں مرنے کے بعد ملک باقی نہین تھی جو
موجب حلت وطی تھی اور اسی طرح مکاتبہ بعد اداکرنے زر کتابت کے آزاد ہو جاتی ہو شامی نے کہا کہ یغسلونہ بصیغہ جمع مذکر غلط ہو صحیح یغسلنہ بصیغہ جمع
مونث چاہیے والمعتبر فی الزوجیۃ صلاحیتہا لغسلہ حالۃ الغسل لا حالۃ الموت فتمنع من غسلہ لو بانت قبل موتہ او ارتدت بعدہ ثم اسلمت او مست
ابنہ بشہوۃ لزوال النکاح اور معتبر زوجہ میں قابل ہونا اسکا ہو غسل کے وقت نہ موت کے وقت تو منع کی جاویگی وہ عورت شوہر کے نہلانے
سے جو بائن ہوئی ہو شوہر کی موت سے پیشتر یا مرتد ہوئی اسکی موت کے بعد پھر مسلمان ہو گئی یا چھو لیا شوہر کے بیٹے کو شہوت سے بسبب
جاتے رہنے ان عورتون کے نکاح کے ہم یعنے پہلی صورتون مین زوجیت وقت موت کے باقی نہ رہی اور پچھلی صورتون مین موت کے وقت
نکاح تھا پھر جاتا رہا طحطاوی نے کہا کہ شارح نے فی الزوجیۃ بیا نسبت کہا مناسب یہ تھا کہ فی الزوجۃ بدون ی کے کہتا وجاز لہا
غسلہ لو اسلم زوج المجوسیۃ فمات فاسلمت بعدہ لحل مسہا حینئذ لاعتبار الحالۃ الحیوۃ اور جائز ہو مجوسی عورت کو نہلانا اپنے شوہر کا اگر
وہ مسلمان ہو کر مر گیا پھر وہ مسلمان ہوئی ہو اسکے بسبب حلال ہونے اسکے ہاتھ لگانے کے اس صورت مین حالت زندگی کا لحاظ کر کے

ہم یعنے اگر شوہر مسلمان ہوکر زندہ رہتا اور اُسکے مسلمان ہونے کے بعد اُسکی زوجہ مسلمان ہوتی تو نکاح قائم رہتا اور مرد کو ہاتھ لگانا درست ہوتا اسی
طرح جب وہ اُسکے مرنے کے بعد مسلمان ہوئی تو اُس صورت مین بھی ہاتھ لگانا درست ہوا کذا فی الحلبی **وجد رأس آدمی او احد شقیہ لا یغسل**
ولا یصلے علیہ بل یدفن الا ان یوجد اکثر من نصفہ ولو بلا رأس پایا گیا سر آدمی کا یا ایک نصف اُسکے دو آدھون مین سے تو نہ غسل دیا جاوے اور
نہ اُسپر نماز پڑھی جاوے بلکہ دفن کر دیا جاوے مگر جس صورت مین کہ نصف سے زائد پایا جاوے اگرچہ بدون سر کے ہو تو غسل دیا جاوے بحر الرائق مین کہا
کہ اگر نصف و مع سر پایا جاوے تب بھی غسل دیا جاوے **والافضل ان یغسل المیت مجانا فان ابتغی الغاسل الاجر جاز ان کان ثمہ غیرہ والا لا**
لتعینہ علیہ وینبغی ان یکون حکم الحمال والحفار کذلک سراج اور افضل یہ ہی کہ نہلایا جاوے مردہ مفت پس اگر نہلانیوالا اجرت مانگے تو درست ہی اگر کوئی نہلانیوالا
وہان اُسکے سوا بھی ہو اور اگر کوئی اور نہو تو اجرت درست نہین پس بسبب واجب عین ہو جانے نہلانے کے اُسپر اور چاہیے کہ حکم جنازہ کے اُٹھانیوالے
اور گورکن کا بھی یہی ہو کہ اگر اور بھی ہون تو اجرت درست ہو ورنہ ناجائز کیونکہ اس صورت مین اُٹھانا اور قبر کھودنا اُنپر واجب ہوگا اور طاعت پر
اجرت لینی درست نہین کذا فی السراج **ولو غسل المیت بغیر نیۃ اجزاہ ای لطہارتہ لا لاسقاط الفرض عن ذمۃ المکلفین ولذا قال لو وجد میت فی**
الماء فلا بد من غسلہ ثلاثا لانا امرنا بالغسل فیحرکہ فی الماء بنیۃ الغسل ثلاثا فتح وتعلیلہ یفید انہم لو صلوا علیہ بلا اعادۃ غسلہ صح وان لم یسقط وجوبہ
عنہم فتدبرہ اور اگر میت کو نہلایا بدون نیت کے تو کافی ہوگا اُسکے پاک ہو جانے کو نہ واسطے ساقط کرنے فرض کے مکلف شخصون کے ذمہ سے
اور اسی جہت سے کہ نیت شرط طہارت نہین بلکہ شرط فرض کے ساقط کرنے کی ہی مصنف نے کہا کہ اگر کوئی مردہ بہت سے پانی مین پایا گیا تو اُسکو تین بار
نہلانا ضرور ہو اسلیے کہ ہمکو حکم ہی میت کے نہلانے کا پس اُس مردہ کو غسل کی نیت سے تین بار پانی مین حرکت دے کذا فی الفتح اور فتح القدیر کا علت
بیان کرنا اس بات کا مفید ہی کہ اگر لوگ اُسپر نماز پڑھین بدون تازہ غسل دینے کے تو درست ہوگا اگرچہ غسل کا وجوب اُنسے ساقط نہوگا تو اسکو سمجھ
لینا چاہیے ہم طحطاوی نے کہا کہ قول معتمد یہ ہی کہ نہلانے مین نیت شرط نہین چنانچہ خانیہ مین مذکور ہی کہ اگر مردہ کو نہلایا تو فرض اُنکے ذمہ سے ساقط ہوگا اگرچہ
اُنکو نیت نہو اور پانی مین مردہ کا ملنا دوسری صورت ہی اسمین بدون نہلانے کے فرض ساقط نہوگا انتہے **وفی الاختیار الاصل فیہ تغسیل الملائکۃ لآدم علیہ السلام**
وقالوا لولدہ ہذہ سنۃ موتاکم اور اختیار مین ہی کہ اصل غسل میت کے باب مین نہلانا فرشتون کا ہی حضرت آدم علیہ السلام کو اور اُنکی اولاد سے یہ کہنا کہ یہ طریق ہی
تمہارے مردون کا ہم طحطاوی نے کہا کہ اس سے معلوم ہوا کہ یہ شریعت قدیم ہی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نہانے والے کا مکلف ہونا شرط نہین اور اسی وجہ سے
اولاد آدم علیہ السلام نے آپ کے غسل کا اعادہ نکیا اور فرشتون کے غسل پر اکتفا کیا **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے **لو لم یدر امسلم ام کافر ولا**
علامۃ فان فی دارنا غسل وصلے علیہ والا لا اگر مردہ کا حال معلوم نہو کہ مسلمان ہی یا کافر اور کوئی نشانی پہچان کی نہین تو اگر اسطرح کا مردہ دار الاسلام
مین ہو تو اُسکو نہلا کر نماز پڑھی جاوے اور اگر بے علامت دار الاسلام مین نپایا جاوے بلکہ دار الحرب مین ملے تو نہ نہلایا جاوے نہ نماز پڑھی جاوے ہم بدائع مین
ہی کہ مسلمانون کی علامتین چار ہین اول خضاب دوم ختنہ سوم سیاہ لباس چہارم زیر ناف کے بالون کا مونڈنا لیکن اس زمانہ مین سیاہ لباس
اور خضاب علامت اسلام نہین رہی اور ملک ہندوستان مین مونچھون کا کترانا اور بغل کے بالون کا مونڈنا اور بائین طرف پردہ کا ہونا بھی علامت
مسلمان ہونے کی ہی **اختلطوا بنا بکفار ولا علامۃ اعتبر الاکثر فان استووا غسلوا واختلف فی الصلوۃ علیہم ومحل الدفن** مسلمانون کے مردے کافرون مین
ملگئے اور کوئی پہچان نہین تو اعتبار اکثر کا ہوگا یعنے اگر مسلمان زیادہ ہین تو مسلمان قرار دیے جاوینگے نماز کے حق مین یعنے اُنپر نماز پڑھی جاوے
اور دعا مین مسلمانون کی نیت کی جاوے اور اگر کافر زیادہ ہون تو نماز کسی پر نہ پڑھی جاوے نہلا کر اور کفن دیکر کفار کے قبرستان مین دفن کیے
جاوین کذا فی شرح الطحطاوی پھر اگر شمار مین برابر ہون تو سب کو غسل دیا جاویگا اور اُنپر نماز پڑھنی اور اُنکے دفن کرنے کی جگہ مین اختلاف ہی

ہم جنس [illegible] کہا کہ [illegible] چاہیے [illegible] جیسے [illegible] مین [illegible] کسی صورت سے
پیدا ہین [illegible] ہوا اسپر کبھی نماز [illegible] اور بعض فقہا نے کہا کہ نماز پڑھی جاوے
کیونکہ [illegible] نہین [illegible] مسلمانون کو [illegible] کرکے نماز پڑھے شامی نے کہا کہ مذہب بالکل یہی ہے [illegible]
[illegible] ہوا اور [illegible] دفن مین بھی اختلاف ہے بعض نے کہا کہ مسلمانون کے قبرستان مین دفن ہون اور [illegible] نے کہا کہ انکے لیے قبرستان
علیحدہ بنایا جاوے کہ زیادہ احتیاط اسی مین ہے کہ ذمی [illegible] من [illegible] الاحوط [illegible] ظہرها الی القبلة لان وجه الولد
الی ظہرها جیسے اختلاف ہے دفن مین اس ذمی کتابیہ کے جو کسی مسلمان سے حاملہ ہو فقہا نے فرمایا کہ زیادہ احتیاط ہے اسکا دفن کرنا علیحدہ اور رکھا جاوے اسکی پشت
قبلہ کیطرف اسوجہ سے کہ بچہ کا منہ ماں کی پشت کی جانب ہوتا ہے یعنے بچہ بسبب حیثیت اپنے باپ کے مسلمان ہے تو دفن مین اسکا لحاظ ہوگا کہ ایسی طرح
دفن ہو کہ بچہ کا منہ قبلہ کی طرف رہے شامی نے کہا کہ اختلاف اس صورت مین ہے کہ بچہ مین جان پڑ گئی ہوا اور اگر جان نہ پڑی ہو یعنے حمل چار مہینے سے
کم کا ہو تو بالاتفاق کفار کے قبرستان مین دفن کی جاوے ماتت بین رجال او هو بین نساء یممه المحرم فان لم یکن فالاجنبی بخرقة ایک عورت مر گئی درمیان
مردون کے یا مرد مرا عورتون مین تو مردہ کو محرم تیمم کراوے یعنے مردہ عورت کو مرد محرم تیمم کراوے اور مرد میت کو عورت محرم تیمم کراوے اور اگر محرم نہو
تو اجنبی تھیلی سے تیمم کراوے یعنے اگر مردون مین عورت کا محرم نہو یا عورتون مین مرد کی کوئی محرم نہو تو اجنبی مرد یا عورت ہاتھ کو کپڑا لپیٹ کر مردہ کو تیمم
کراوے ویمم الخنثی المشکل لو مراهقا والافکغیرہ فیغسله الرجال والنساء اور تیمم کرایا جاوے خنثے مشکل اگر قریب بالغ ہونے کے ہوا اور اگر قریب البلوغ نہو
تو وہ مثل اور بچون کے ہے اسکو مرد خواہ عورتین غسل دیوین یعنے بچہ ہونے کی صورت مین اسکے اعضا کو حکم برہنگی کا نہین یمم لفقد ماء وصلے علیہ ثم
وجدوہ غسلوہ وصلوا ثانیا وقیل لا مردہ کو تیمم کرایا گیا بسبب نہونے پانی کے اور اسپر نماز پڑھی گئی پھر لوگون کو پانی ملا تو مردہ کو نہلاوین اور نماز دوبارہ
پڑھین اور ایک قول یہ ہے کہ غسل ندین اور نہ نماز کا اعادہ کرین ہم بعد تیمم و نماز کے پانی ملنے مین امام ابو یوسف کے نزدیک غسل و نماز دونون چاہیئن
اور امام صاحب کے نزدیک صرف غسل دیا جاوے نماز کا اعادہ نکیا جاوے اور شرح منیہ مین ہے کہ زندہ کے لحاظ سے نہ غسل چاہیے نہ نماز یعنی جیسے
زندہ آدمی پانی نہ ملنے سے تیمم کرکے نماز پڑھ لے پھر پانی پاوے تو وہ نماز کا اعادہ نہین کرتا ایسا ہی یہان بھی چاہیے شامی نے کہا کہ قول راجح
موافق اصول کے یہی ہے ویُکَفَّن فی الکفن له ازار وقمیص ولفافة وتکرہ العمامة للمیت فی الاصح مجتبے واستحسنها المتاخرون للعلماء
والاشراف اور مسنون ہے کفن مین مرد کے واسطے تین کپڑے ایک ازار یعنے چادر سر سے لیکر پانون تک اور ایک قمیص یعنے کفنی گردن سے لیکر
پانون تک بدون آستین کے اور ایک بڑی چادر اور مکروہ ہے پگڑی میت کے لیے صحیح تر قول مین کذا فی المجتبی اور اچھا جانا ہے اسکو پچھلے فقہا نے
علما اور سادات کے واسطے ہم اصل کفن دینا فرض کفایہ ہے اور تین کپڑون کا کفن مسنون ہے اور محیط مین ہے کہ پگڑی کسی حال مین باندھی نہ جاوے
خواہ عالم ہو یا سید اور زاہدی نے کہا کہ اصح یہی ہے کہ عمامہ ہر حال مین مکروہ ہے کذا فی الشامی ولا باس بالزیادة علی الثلثة اور کچھ مضائقہ نہین
تین کپڑون سے زیادہ کرنے کا ہم یہ مسئلہ غایة البیان مین مرقوم ہے مگر مجتبے مین ہے کہ زائد کرنا تین سے مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی وتحسین
الکفن لحدیث حسنوا اکفان الموتی فانهم یتزاورون فیما بینهم ویتفاخرون بحسن اکفانهم ظهیریة اور اچھا کیا جاوے کفن بسبب اس حدیث کے
کہ اچھا کرو مردون کے کفنون کو کہ وہ آپس مین ملاقات کرتے ہین اور اپنے کفنون کے اچھا ہونے سے فخر کرتے ہین یعنے خوش ہوتے ہین وجہ
سے کہ کفن موافق سنت کے ملا کذا فی الظہیریہ ہم اچھے کفن دینے سے مراد کفن مثل ہے یعنے جیسے کپڑے جمعہ اور عید مین پہنتا تھا ویسے کا کفن
سفید اور ستھرا دینا چاہیے یہ مراد نہین کہ بھاری دام کا ہو کیونکہ اس سے ابو داود وغیرہ کی حدیث مین ممانعت آئی ہے کذا فی الشامی ولہا درع

ای قمیص وازار وخمار ولفافة وخرقة تربط بها ثدیاها وبطنها اور عورت کے واسطے کفن مین مسنون پانچ کپڑے ہین ایک درع یعنے قمیص
اور ایک ازار اور ایک اوڑھنی اور ایک پوٹ کی چادر اور ایک سینہ بند جس سے عورت کی چھاتیان اور پیٹ باندھا جاوے ہم قہستانی مین درع اور
قمیص مین یہ فرق لکھا ہے کہ درع یعنے عورت کی کفنی کا گریبان چھاتی کی طرف ہوتا ہے اور مرد کی کفنی کا گریبان مونڈھون کی طرف اور اوڑھنی کی
مقدار تین ذراع ہے اور سینہ بند چھاتی سے رانون تک کذا فی الشامی وکفایة له ازار ولفافة فی الاصح ولها ثوبان وخمار ویکره
اقل من ذلک اور کفن کفایہ مرد کے واسطے دو چادرین ہین صحیح تر قول مین اور عورت کے واسطے دو کپڑے اور ایک اوڑھنی اور اسقدر سے کمتر کفن دینا
باوجود قدرت کے مکروہ ہے ہم مرد کو دو کپڑے اسلیے کفایت ہوے کہ حالت حیات مین ادنے لباس مرد کا وہی کپڑے ہوتے ہین اور اسی لیے اگر دو
کپڑون مین نماز پڑھیگا تو بلا کراہت درست ہوگی بحر الرائق مین کہا کہ مناسب یہ ہے کہ تعین دو کپڑون کی نہ کیجاے یعنے خواہ دو چادرین ہون خواہ کفنی
اور چادر ہو کفن کفایہ مین کافی ہونی چاہیے اور عورت کے دو کپڑون کا نام نہ لیا کہ کفنی اور چادر ہو یا دو چادرین ہون اس سے معلوم ہوا کہ عدم تعین
ہی مناسب ہے شامی نے کہا کہ چونکہ مدار عورت کا ستر پر ہے اسلیے سواے اوڑھنی کے دو چادرین ہون تو بہتر ہے کہ انسے سر اور گردن چھپی رہیگی وکفن الضرورة
لهما ما یوجد واقله ما یعم البدن وعند الشافعی ما یستر العورة کالحی اور کفن ضرورت مرد اور عورت کے لیے وہ ہے جو میسر ہو اور اسکی کمتر مقدار وہ ہے جو سارے
بدن پر آجاوے اور امام شافعی کے نزدیک اسکی مقدار اتنی ہے کہ برہنگی کو چھپاوے مثل زندہ کے ہم کل بدن کے چھپانے کی دلیل مصعب بن عمیر رض
کا حال ہے کہ جب وہ احد کی لڑائی مین شہید ہوے تو انکے پاس بجز ایک چادر کے اور کچھ نتھا اور وہ اتنی تھی کہ اگر اس سے انکا سر ڈھانکتے تھے تو پانون
کھل جاتے تھے اور پانون ڈھانکتے تھے تو سر کھل جاتا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے سر ڈھانکنے کا حکم فرمایا اور پانون کو گھاس سے
چھپوا دیا تو اگر ستر عورت کافی ہوتا تو پانون پر گھاس ڈالنے کا حکم نہوتا کذا فی الطحطاوی تبسط اللفافة اولا ثم یبسط الازار علیها وتقمص وتوضع
علی الازار ویلف یساره ثم یمینه ثم اللفافة کذلک لیکون الایمن علی الایسر کفن دینے کی صورت یہ ہے کہ بچھائی جاوے اول پوٹ کی چادر پھر
اسپر دوسری چادر اور مردہ کو قمیص پہناکر دوسری چادر پر رکھا جاوے اور اسکا بایان پلہ لپیٹ کر داہنا پلہ لپیٹین پھر پوٹ کی چادر اسیطرح کہ اول بائین
طرف پھر داہنی طرف مردہ پر لپیٹین تاکہ داہنے جانب بائین کے اوپر رہے وهی تلبس الدرع وتجعل شعرها ضفیرتین علی صدرها فوقه ای الدرع
والخمار فوقه ای الشعر تحت اللفافة ثم یفعل کما مر اور عورت کو کفنی پہناکر اسکے بال دو حصے کر کے سینہ پر کفنی کے اوپر رکھدیے جائین اور بالون کے
اوپر اور چادرون کے نیچے اوڑھنی کیجاے پھر کیا جاے جیسے اگذرا یعنی ہر ایک چادر جدا جدا اسپر لپیٹی جاے اسطرح کہ بائین جانب نیچے ہو اور داہنی اوپر ہم
شارح نے سینہ بند کو ذکر نہین کیا کہ کہان ہونا چاہیے سو بحر الرائق مین تو یہ لکھا ہے کہ پوٹ کی چادر کے اوپر چاہیے تاکہ کفن کھلنے نپاوے اور جوہرہ مین یہ ہے کہ اول
ازار لپیٹین اسکے اوپر سینہ بند باندھین اسکے اوپر پوٹ کی چادر لپیٹین اور یہی ظاہر ہے کذا فی الطحطاوی ویعقد الکفن ان خیف انتشاره اور کفن باندھ
دیا جاوے اگر خوف ہو اسکے کھلجانیکا والخنثی المشکل کالمراة فیه ای الکفن اور خنثی مشکل کفن کے باب مین مثل عورت کے ہے یعنے احتیاطا اسکو پانچ کپڑے
کا کفن دیا جاوے کہ اگر بالفرض مرد ہی ہو تب بھی زیادتی کا کچھ مضائقہ نہین مگر حریر کا اور کسم اور زعفران کا رنگا ہوا کفن اسکو نہ دیا جاے کذا فی الشامی
والمحرم کالحلال والمراهق کالبالغ اور احرام والا مردہ مثل بے احرام کے ہے یعنے اسکا سر ڈھانکا جاوے اور اسکے کفن کو بسایا جاوے اور قریب البلوغ مثل بالغ
کے یعنی مرد قریب البلوغ کو بالغ مرد کیطرح تین کپڑون کا کفن دیا جاوے اور عورت کو پانچ کا ومن لم یراهق اذا کفن فی واحد جاز اور جو شخص کہ قریب البلوغ نہو
اگر کفن دیا جاوے ایک کپڑے مین تو درست ہے ہم علیہ مین ہے کہ جو بچہ حد شہوت کو نہ پہونچا ہو اسکے لیے سب سے بہتر یہ ہے کہ بالغ کیطرح کفن دیا جاوے اور اگر
فقط دو کپڑون کا کفن دیا جاے تب بھی اچھا ہے اور ایک کا دیا جاے تو درست ہے کذا فی الشامی والسقط یلف ولا یکفن کالعضو من المیت اور پیٹ کا گرا بچہ ایک

اسمین لپیٹنا چاہیے اور کفن مسنون انکو نہ دیا جائے جیسے میت کا عضو اگر ملے تو اسکو بھی کپڑے مین لپیٹنا چاہیے اور کفن مسنون کی رعایت
نہیں ہے اور یہی حال اس بچے کا ہے جو مردہ پیدا ہو کذا فی الشامی والآدمی المنبوش الطری لم یتفسخ یکفن کالذی لم یدفن مرۃ بعد اخری اور جب
آدمی مردہ کا کفن اتر گیا ہو اور وہ مردہ تازہ ہو اور پھٹا نہو تو اسکو کفن دینا واجب ہے مثل اس شخص کے کہ دفن نہ کیا گیا ہو یعنے تین کپڑون کا کفن اسکو دینا
چاہیے پھر دفن کرین ہم اگر ایکبار اسکا کفن کسی نے چرا لیا تو دوبارہ دین اور اگر دوبارہ بھی چوری جاوے تو سہ بارہ دین اور علی ہذا القیاس جب تک
وہ مردہ پھٹ نہین جاتا کفن دیتے جائین اسکے خاص مال سے اور اگر اسکا مال وارثون مین بٹ گیا ہو تو انسے مقدار کفن واپس لیا جاوے کذا فی
الشامی وان تفسخ کفن فی ثوب واحد اور اگر مردہ پھٹ گیا ہو تو اسکو ایک کپڑے مین کفن دیا جاوے ہم اور یہی حال کافر مردہ کا ہے کہ اگر اسکا کوئی محرم
مسلمان ہو تو اسکو دفنا کر ایک کپڑے کا کفن دے کذا فی البدائع واسے ہنا صار المکفنون احد عشر والثانی عشر الشہید ذکرہ فی الجنائز اور جبکہ ایسا کفن
واسطے شخص گیارہ ہوے اور بارہوان شہید ہے ذکر کیا ہے انکو جنائز مین ہم یعنے پانچ تو متن مین مذکور کیے اول مرد بالغ دوم عورت بالغ سوم خنثی مشکل چہارم
جسکا کفن چوری گیا ہو اور تازہ ہو پنجم جو مردہ پھٹ گیا ہو اور شارح نے چھ بیان کیے اول احرام والا دوم مراہق مرد سوم مراہق عورت چہارم
بچہ غیر بالغ ششم پیٹ کا گرا بچہ یہ گیارہ ہوے اور شامی نے دو اور زیادہ کیے یعنے جو بچہ مردہ پیدا ہوا اور کافر مردہ تو انکو ملا کر تیرہ ہوے اور
شہید کے ساتھ چودہ ہوتے ہین ولا باس فی الکفن ببرود وکتان وفی النساء بحریر ومزعفر ومعصفر لجوازہ بلا کراہت لبسہ حال الحیوۃ واحبہ
البیاض او ما کان یصلی فیہ اور مضایقہ نہیں کفن مین یمنی چادرون اور کتان کے کپڑے کا اور عورتون کے کفن مین ریشمی کپڑے اور زعفران اور
کسم کے رنگے ہوے کا بسبب درست ہونے کفن کے اس کپڑے سے جسکا پہننا حالت حیات مین جائز ہے اور سب سے بہتر کفن سفید ہے یا وہ رنگ جسمین مردہ
نماز پڑھا کرتا تھا وکفن من لا مال لہ علی من تجب علیہ نفقتہ وان تعددوا فعلی قدر میراثہم اور جس مردے کا کچھ مال نہو اسکا کفن اس شخص پر
واجب ہے جسپر اس مردے کا نفقہ واجب ہے اور اگر ایسے شخص کئی ہون تو کفن انپر حصہ رسد موافق انکی میراث کے ہوگا یعنے جسطرح انپر نفقہ واجب ہے
اسی حساب سے کفن واجب ہوگا چنانچہ تفصیل نفقہ کی باب النفقہ مین مذکور ہوگی کذا فی الشامی واختلف فی الزوج والفتوی علی وجوب
کفنہا علیہ عند الثانی وان ترکت مالا خانیہ ورجحہ فی البحر بانہ الظاہر لانہ ککسوتہا اور اسمین اختلاف ہے کہ شوہر پر اسکی زوجہ کا کفن واجب ہے یا نہین
اور فتوے شوہر پر زوجہ کے کفن کے واجب ہونے کا ہے امام ابو یوسف کے نزدیک اگرچہ عورت نے مال چھوڑا ہو کذا فی الخانیہ اور ترجیح دی ہے
بحر الرائق مین کہ یہی ظاہر ہے اسلیے کہ کفن مثل زوجہ کے لباس کے ہے ہم اس باب مین فتوے مختلف ہے تجنیس اور شرح مجمع مین ہے کہ اگر عورت کا مال ہو
تو کفن زوج پر ہے اور اسی پر فتوے ہے اور شرح مجمع جو خود مصنف مجمع کی ہے اسمین یہ ہے کہ اگر عورت کے پاس مال نہو اور شوہر مالدار ہو تو اسپر
اسکا کفن واجب ہے اور اسی پر فتوی ہے اور خانیہ مین بلا قید فتوے مذکور ہے یعنے عورت کے پاس مال ہو یا نہو اور شوہر مفلس ہو یا مالدار ہر صورت
مین اسکا کفن شوہر پر واجب ہے اور اصل اسمین یہ ہے کہ جس شخص پر مردہ کے نفقہ کے لیے حالت حیات مین جبر کیا جاتا ہے اسی پر وفات کے بعد کفن
کے لیے جبر ہوگا کذا فی الشامی مختصرا فان لم یکن ثمہ من تجب علیہ نفقتہ ففی بیت المال فان لم یکن بیت المال معمورا او منتظما فعلی
المسلمین تکفینہ فان لم یقدروا سألوا الناس لہ ثوبا فان فضل شئ رد للمتصدق ان علم والا کفن بہ مثلہ والا تصدق بہ مجتبی وظاہرہ انہ لا یجب علیہم
الا سوال کفن الضرورۃ لا الکفایۃ اور اگر وہان ایسا شخص نہو جسپر مردہ کا نفقہ واجب ہو تو مردہ کا کفن بیت المال مین ہوگا اور اگر بیت المال مین روپیہ
اجناس نہو یا ہو مگر انتظام کے ساتھ نہو یعنے جن مصارف مین اسکا صرف ہونا چاہیے اسمین صرف نہوتا ہو تو کفن مسلمانون پر واجب ہوگا یعنے جنکو مردہ
کا حال معلوم ہوگا انپر کفن دینا اسکا واجب ہوگا اور اگر انسے بسبب مفلسی کے نہو سکے تو وہ مالدار آدمیون سے اسکے لیے کپڑا مانگین پھر اگر اس کپڑے

سے کچھ باقی بچے تو صدقہ دینے والے کو واپس کر دیں اگر معلوم ہو کہ فلان شخص نے یہ کپڑا دیا تھا اور اگر معلوم نہو یا وہ واپس نہ لے تو اس باقی کپڑے کو اس مردہ کی طرح کسی اور مفلس کو کفن دیں اور اگر کوئی اور مردہ اس طرح کا نہ ملے تو اس کپڑے کو خیرات کر دیں کذا فی المجتبی اور ثوب کہنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ واقف کاروں پر صرف کفن ضرورت کا مانگنا واجب ہے نہ کفن کفایت کا طحطاوی نے کہا کہ کفن دینا فرض کفایہ ہے اگر واقف کار زندہ نہ دینگے تو سب گناہگار ہونگے ولو کان فی مکان لیس فیہ الا واحد و ذلک الواحد لیس له الا ثوب لا یلزمه تکفینه یہ اور اگر مردہ ایسی جگہ ہو جسمین صرف ایک شخص ہو اور اُس ایک کے پاس بھی سوا ایک کپڑے کے دوسرا نہو تو اُسپر لازم نہین کفن دینا اُس مردہ کا اُس کپڑے سے کیونکہ زندہ زیادہ حاجتمند ہے ولا یخرج الکفن عن ملک المتبرع اور کفن احسان کرنے والے کی ملک سے خارج نہین ہوتا تو اگر مردہ کو مثلاً کوئی درندہ کھا جاوے تو اُسکا کفن اصل مالک کو پہونچیگا مردہ کا وارث نہین پا سکتا کذا فی الشامی والصلوۃ علیه صفتها فرض کفایة بالاجماع فیکفر منکرها لانه انکر الاجماع قنیة کدفنه وغسله وتجهیزه فانها فرض کفایة اور جنازہ کی نماز کا حال یہ ہے کہ وہ فرض کفایہ ہے بسبب اجماع کے تو کافر ہوگا اسکا انکار کرنے والا اسلیے کہ اُسنے انکار کیا اس امر کا جو اجماع سے ثابت ہے تو آگاہ رہنا جیسے مردہ کا دفن کرنا اور اسکا نہلانا اور سامان دینا کہ یہ چیزین بھی فرض کفایہ ہین ہم شارح ماتن نے نماز کی صفت اور شرطین اور رکن اور سنتین اور اُسکی کیفیت اور اسکے لیے زیادہ مستحق شخص کا بیان کیا اگر سبب وجوب اور وقت اور مفسد کا ذکر نہین کیا پس سبب نماز جنازہ کے واجب ہونے کا مسلمان مردہ ہے اور وقت اس نماز کا حاضر ہونا جنازہ کا ہے اور جو چیز اور نمازون کی مفسد ہے وہی اس نماز کی مفسد ہے بجز عورت کی برابری کے کہ وہ نماز جنازہ کی مفسد نہین اور مکروہ وقتون مین یہ نماز مکروہ ہے اور اگر امام اسمین بے وضو ہو جاوے تو اُسکو خلیفہ کرنا درست ہے کذا فی الشامی وشرطها ستة اسلام المیت وطهارته ما لم یهل علیه التراب فیصلی علی قبره بلا غسل وان صلی علیه اولا استحسانا اور شرطین نماز جنازہ کی چھ ہین اول مسلمان ہونا مردہ کا دوم اسکا پاک ہونا یعنے اسکے بدن اور کپڑے اور مکان کا پاک ہونا اور طہارت اسوقت تک شرط ہے کہ اسکو مٹی نہ دیجاے اور مٹی دینے کے بعد اسکی قبر پر نماز پڑھی جاے بدون غسل کے اگرچہ پیشتر نماز پڑھی گئی ہو قبر پر نماز پڑھنا بوجہ استحسان کے ہے ہم وجہ استحسان کی یہ ہے کہ اول نماز چونکہ بدون طہارت ہوئی تھی باوجود قدرت کے اسلیے جائز نہوئی اور اب دفن کر دینے کے سبب سے طہارت متعذر ہے اسلیے قبر پر نماز درست ہوگی کذا فی الطحطاوی وفی القنیة الطهارة من النجاسة فی ثوب وبدن ومکان وستر العورة شرط فی حق المیت والامام جمیعا فلو ام بلا طهارة والقوم بها اعیدت وبعکسه لا اور قنیہ مین ہے کہ طہارت نجاست سے کپڑے اور بدن اور مکان کی اور چھپانا بر ہنگی کا شرط ہے میت اور امام دونون کے حق مین پس اگر امام ہوا بدون طہارت کے اور مقتدی طہارت کے ساتھ ہون تو نماز پھر پڑھی جاوے اور اسکے عکس مین یعنے مقتدی بے وضو ہون اور امام وضو سے اعادہ نکیا جاے اسلیے کہ صرف امام کی نماز سے سب کے ذمہ سے فرض ساقط ہو جائیگا اور پہلی صورت مین امام کی نماز پر اوروں کی نماز مبنی تھی جب اسکی نہوئی تو کسی کی نہوئی ہم طہارت مکان سے غرض چارپائی کا پاک ہونا ہے اگر مردہ چارپائی پر ہو اور اگر زمین پر ہو تو زمین کا پاک ہونا مراد ہے اور کپڑے اور بدن ابتدا مین پاک ہونا شرط ہے تو اگر بعد کفن کے مردہ سے نجاست نکلکر کفن ناپاک ہو جاے یا بدن مردہ کا نجس ہو جاے تو دفع حرج کے لیے یہ نجاست مانع نماز نہین ہان اگر پہلے سے ناپاک کپڑے کا کفن دیا جائیگا تو نماز درست نہوگی کذا فی الطحطاوی کما لو امت امراة ولو امة لسقوط فرضها بواحد جیسے اگر امام ہوئی عورت نماز جنازہ مین اگرچہ لونڈی ہو تو نماز کا اعادہ نکیا جاے بسبب ساقط ہونے فرض نماز کے ایک شخص سے یعنی نماز جنازہ ایک مرد یا عورت کے پڑھنے سے فرض ساقط ہو جاتا ہے تو اگر عورت امام ہوگی مردکی تو مرد کی نماز نہوگی اور عورت کی نماز سے فرض ساقط ہو جائیگا وبقی من الشروط بلوغ الامام تامل وشرطها حضوره ووضعه وکونه هو او اکثره امام المصلی وکونه للقبلة اور باقی رہا شرطون مین سے بالغ ہونا امام کا اسکو سوچ لے یعنی یہ تیسری شرط ہے اور چوتھی شرط موجود ہونا مردہ کا ہے اور پانچوین

اور نہ مغفرت کی درخواست کیجاے نماز جنازہ مین لڑکے اور دیوانہ اور بے عقل کے لیے بسبب نہ مکلف ہونے ان لوگون کے ہم شامی نے کہا کہ مجنون اور معتوہ
سے وہ مراد ہین جو اصلی ہون یعنے موت تک اُنکے ہوش وعقل درست نہوئی ہو اور جو شخص کہ بعد بالغ ہونے کے دیوانہ یا بے عقل ہوا ہو تو اُسکے گناہ
دیوانگی یا بے عقلی سے ساقط نہین ہونگے اُنکے لیے مغفرت مانگی جاے بل یقول بعد دعاء البالغین اللھم اجعلہ لنا فرطا بفتحتین ای سابقا الی الحوض
یھیی الماء وھو دعاء لہ ایضا بتقدمہ فی الخیر لاسیما وقد قالوا حسنات الصبی لہ لا لابویہ بل لھما ثواب التعلیم واجعلہ ذخرا بضم الذال المعجمۃ ذخیرۃ وشافعا
مشفعا مقبول الشفاعۃ بلکہ کہے عوض دعاء بالغون کے الٰہی کر اُسکو ہمارا فرط اور کر اُسکو ذخیرہ اور سفارش کرنے والا سفارش قبول کیا ہوا شارح نے
کہا کہ فرط فتحہ فا اور فتحہ را مہملہ سے بمعنے آگے بڑھنے والا حوض کوثر پر تاکہ پانی تیار کرے اور ذخر بذال معجمہ مضموم بمعنے ذخیرہ ہے اور مشفع بصیغہ مفعول
باب تفعیل بمعنے مقبول الشفاعت ہے اور یہ دعا لڑکے کے لیے بھی ہے واسطے آگے بڑھجانے لڑکے کے خیر کی طرف خصوص اُس صورت مین کہ فقہا نے کہا ہے
کہ لڑکے کی نیکیان لڑکے ہی کو ملتی ہین نہ اُسکے ماں باپ کو بلکہ ماں باپ کو ثواب تعلیم کا ملتا ہے ہم یہ کہتے ہین اس سوال کا کہ دعا تو میت کے لیے ہوتی ہے اس دعا
مین میت کا نفع کچھ نہین بلکہ نفع ماں باپ یا نمازیون کا ہے حاصل جواب یہ ہے کہ پانی کا تیار کرنا جب ہی ہوگا کہ جب اول وہ حوض پر پہونچیگا تو اسمین
اُسکے لیے دعا ہے آگے بڑھنے کی دوسرے یہ کہ ثواب حسنات کا فقہا کے قول کے بموجب لڑکے کو ملتا ہے تو اس صورت مین بھی دعا اُسکے لیے مفید ہوگی
اور یہ جو شارح نے بعد دعاء البالغین کے کہا سو صحیح نہین بلکہ بدل دعاء البالغین صحیح ہے جو کسی کسی نسخے مین پایا جاتا ہے یعنے بجاے دعاء بالغین کے یہ
دعا پڑھے چنانچہ مترجم نے ترجمہ صحیح لفظ کا کیا ہے اور شیخ اسمٰعیل نے ذکر کیا کہ مقتضاے متون اور فتاوے کا اور صریح عبارت غرر الاذکار کی
یہ ہے کہ صغیر پر دعاء بالغین نہ پڑھی جاے بلکہ اسی دعا پر اکتفا کیجاوے پھر یہ دعا ہدایہ اور کنز مین اسطرح ہے اللھم اجعلہ لنا فرطا اجعلہ لنا اجرا واجعلہ لنا
ذخرا واجعلہ لنا شافعا ومشفعا اور اگر لڑکی ہو تو ضمیر بدل دے یعنے اجعلہ کی جگہ اجعلہا چارون جگہ کہے اور آخر مین شافعۃ ومشفعۃ کہے کذا فی الشامی
ویقوم الامام ندبا بحذاء الصدر مطلقا للرجل والمرأۃ لانہ محل الایمان والشفاعۃ لاجلہ اور کھڑا ہووے امام براہ استحباب مقابل سینہ
میت کے ہر حال مین مرد اور عورت کے لیے اسلیے کہ سینہ جگہ ہے ایمان کی اور شفاعت نمازیون کے مردے کے لیے اُسکے ایمان ہی کے سبب سے ہے والمسبوق
ببعض التکبیرات لا یکبر فی الحال بل ینتظر تکبیر الامام لیکبر معہ للافتتاح لما مر ان کل تکبیرۃ کرکعۃ والمسبوق لا یبدأ بما فاتہ اور جسکو کچھ تکبیرین
امام کے ساتھ نہ ملی ہون یعنے اگر پیچھے شریک ہوا ہو وہ اُسیوقت تکبیر نہ کہے یا کہ امام کے اللہ اکبر کہنے کا منتظر رہے تاکہ اُسکی تکبیر کے ساتھ شروع
کی تکبیر کہے کیونکہ پیشتر گذر چکا ہے کہ ہر تکبیر مثل ایک رکعت کے ہے اور مسبوق اپنی فوت شدہ رکعتون سے شروع نہین کیا کرتا ہم یعنے اگر مسبوق کو
ایک دو رکعت رہجاتی ہین تو وہ بعد فارغ ہونے امام کے ادا کرتا ہے اسی طرح نماز جنازہ کی مسبوق کو تکبیرین پیشتر نہ کہنی چاہییں امام کے سلام
کے بعد کہنی چاہییں اور اگر مسبوق بدون انتظار امام کی تکبیر کے اللہ اکبر کہکر شریک ہوگیا تو شروع درست ہوگا مگر یہ تکبیر معتبر نہ ہوگی بعد سلام کے
اُسکو پھر کہے کذا فی الطحطاوی وقال ابو یوسف رح یکبر حین یحضر اور امام ابو یوسف نے فرمایا ہے کہ جب مقتدی حاضر ہو اُسی وقت تکبیر
کہے ہم صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ امام تکبیر تحریمہ کہہ چکا تھا کہ ایک شخص آیا تو طرفین کے نزدیک وہ تکبیر تحریمہ نہ کہے بلکہ جب امام دوسری تکبیر کہے
اُسوقت اللہ اکبر کہکے شریک ہو اور ایک تکبیر اُسکو فوت ہوگئی بعد سلام امام کے اُسکو کہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک جسوقت یہ شخص
آیا اُسی وقت تکبیر تحریمہ کہکر شریک ہو جاے اور دوسری تکبیر امام کے ساتھ کہے اس صورت مین مسبوق نہوگا کذا فی الشامی کما لا ینتظر الحاضر فی
حال التحریمۃ بل یکبر اتفاقا للتحریمۃ لانہ کالمدرک جیسے انتظار نکرے وہ شخص جو موجود ہو تحریمہ امام کے وقت بلکہ تکبیر تحریمہ کہے باتفاق طرفین اور
ابو یوسف رح کے اسلیے کہ وہ شخص مثل مدرک کے ہے یعنی ایک شخص امام کے تحریمہ کیوقت موجود ہے مگر اُسکے ساتھ تکبیر تحریمہ نہین کہی تو وہ دوسری تکبیر کا انتظار نکرے

اسی وقت تو پھر شریک ہو جاسے اپنے تحریمہ کے وقت موجود ہونے کے باعث وہ مدرک کے مانند ہو گیا گویا امام کے ساتھ ہی اس نے تحریمہ کی
فوتہا بعد الفراغ لتحققہا وعلیہ الفتوی مسبوق اور موجود شخص تکبیر کہنے میں جس قدر اسکو فوت ہو جاتی ہیں بعد فارغ ہونے امام کے
انہیں وہ ان دعاؤں کے اگر پڑھ کر میت کے اٹھائے جانے کا خوف ہو اور ان پر ہم موجود شخص سے فوت ہونے کی صورت یہ ہو کہ مثلاً امام نے دو تکبیریں کہہ لیں
اور یہ شخص شریک نہ ہوا تیسری میں شریک ہوا تو وہ تکبیریں باقی بعد سلام کے کہے اور اوپر بیان ہو چکا کہ موجود شخص اگر تکبیر اول امام نے کہی
اسکے پیچھے کہے اس سے کچھ فوت نہ ہوگا کذا فی الشامی والاستثنی من المدرک کما لا یخفی اور مجتبی میں جو یہ ہے کہ مدرک یعنے
موجود وقت تحریمہ کے کل تکبیریں فوت شدہ اسی وقت کہہ لے تو یہ خلاف قیاس ہے کذا فی النہر مجتبی میں ہے کہ اگر امام نے تکبیر کہی اور ایک شخص
موجود تھا شریک نہ ہوا یہانتک کہ دوسری تکبیر کہی تو یہ شخص تکبیر دوم میں امام کا شریک ہو جائے اور پہلی تکبیر کو اسی وقت کہہ لے اسی طرح اگر دوسری
اور تیسری میں شریک نہ ہوا تو چوتھی میں شریک ہو کر فوت شدہ کو اسی وقت کہہ لے شارح نے کہا کہ یہ قول مخالف تصریح تھا کیونکہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ بعد
سلام کے کہے کذا فی الشامی فلو جاء المسبوق بعد تکبیرۃ الامام الرابعۃ فاتتہ الصلوۃ لتعذر الدخول فی تکبیرۃ الامام وعند ابی یوسف یدخل لبقاء
التحریمۃ فاذا سلم الامام کبر ثلاثا کما لو کان حاضرا وعلیہ الفتوی ذکرہ الحلبی وغیرہ پس اگر مسبوق بعد امام کے چوتھی تکبیر کے آیا تو طرفین کے نزدیک اسکی نماز
فوت ہو گئی بسبب متعذر ہونے شرکت کے امام کی تکبیر میں اور ابو یوسف کے نزدیک نماز میں داخل ہو جائے بسبب باقی رہنے تحریمہ کے اور جب امام
سلام پھیرے تو تین تکبیریں کہہ لے جیسے موجود شخص کہ چوتھی تکبیر تک امام کا شریک نہ ہوا اور بعد چوتھی کے شریک ہو جاوے تو سلام کے بعد تین تکبیریں کہتا
ہے بالاتفاق اور اسی قول امام ابو یوسف پر فتوے ہے ذکر کیا ہے اسکو حلبی وغیرہ نے ہم یعنے طرفین کے نزدیک مسبوق کو انتظار امام کی تکبیر کا کرنا چاہیے تب
شریک ہو سکتا ہے اور چونکہ چوتھی تکبیر کے بعد کوئی تکبیر باقی نہیں اسلئے اسکی شرکت نہیں ہو سکتی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک چونکہ قبل سلام تحریمہ باقی ہے
اسلئے شریک ہو سکتا ہے کذا فی الشامی واذا اجتمعت الجنائز فافراد الصلوۃ علی کل واحدۃ اولی من الجمع وتقدیم الافضل افضل وان جمع جاز
اور جبکہ کئی جنازے مجتمع ہو جائیں تو ہر ایک پر جدا جدا نماز پڑھنا بہتر ہے بہ نسبت سب پر ایک ساتھ نماز پڑھنے کے اور مقدم کرنا افضل شخص کا افضل ہے
یعنے اول سب سے افضل پر نماز پڑھے پھر اس سے کم فضیلت والے پر اور علی ہذا القیاس اور اگر جمع کرے یعنے سب پر ایک ہی نماز پڑھے تو درست ہے
ثم ان شاء جعل الجنائز صفا واحدا وقام عند افضلہم وان شاء جعلہا صفا مما یلی القبلۃ واحدا خلف واحد بحیث یکون صدر کل جنازۃ مما یلی
الامام لیقوم بحذاء صدر الکل وان جعلہا درجا فحسن لحصول المقصود پھر اگر چاہے تو ایک ساتھ نماز پڑھنے کی صورت میں سب جنازوں کو ایک صف
کر دے اسطرح کہ ایک کا سر دوسرے کے پاؤں کی طرف ہو اور امام کھڑا ہو اس شخص کے سینے کے مقابل جو ان سب میں افضل ہو اور اگر چاہے
تو انکو قبلہ کیجانب ایک دوسرے کے پیچھے رکھکر صف بنا دے اسطرح کہ ہر جنازے کا سینہ امام کے مقابل رہے تاکہ امام سب کے سینے کے مقابل کھڑا ہو
اور اگر اس صورت میں زینے کیطرح صف کرے یعنے ایک کا دوسرے سے کچھ نیچے کیسے اسطرح کہ ہر جنازہ بہ نسبت پہلے کے تھوڑا سا بائیں طرف کو
رہے تو بہتر ہے بسبب حاصل ہونے مقصود کے ہم طحطاوی نے کہا کہ حصول مقصود تینوں کیفیتوں کی نسبت ہے کہ جسطرح چاہے پڑھے مطلب سب میں
حاصل ہے وراعی الترتیب المعہود خلفہ حالۃ الحیوۃ فیقرب منہ الافضل فالافضل الرجل مما یلیہ فالصبی فالخنثی فالبالغۃ فالمراہقۃ والصبی الحر یقدم علی العبد
والعبد علی المرأۃ وان تبعہم فی قبر واحد لضرورۃ فیعکس فیجعل الافضل مما یلی القبلۃ اور لحاظ رکھے ترتیب معمول کا اپنے پیچھے زندگی کی حالت میں
یعنے اپنے پاس سب سے افضل شخص کا جنازہ کرے پھر اسکا جو اس سے کم ہو مثلاً عالم فاضل کا جنازہ اپنے متصل کرے پھر اوروں کا اور اگر
علم و فضل میں برابر ہوں تو بڑی عمر والے کو مقدم کرے کذا فی الشامی مرد کو اپنے پاس کرے پھر لڑکے کو پھر خنثی کو پھر عورت بالغہ کو پھر

قریب البلوغ عورت کو اور آزاد لڑکا مقدم کیا جاوے بالغ غلام پر اور غلام مقدم کیا جاوے عورت پر اور انکی ترتیب ضرورت کی وجہ سے ایک قبر مین اسکی الٹی ہو یعنے اگر کسی ضرورت سے ایک قبر مین کئی مردے دفنائے جائین تو افضل شخص جانب قبلہ رہے کذا فی الفتح ضرورت کی قید اسلیے لگائی کہ دو شخصون کا ایک قبر مین دفن کرنا درست نہین جب تک کہ اول مٹی نہو جاوے اور اگر دو کو ایک قبر مین ضرورت کی وجہ سے دفن کرین تو دونون کے درمیان مین مٹی کی آڑ یا کچی اینٹین رکھدین تاکہ دو قبرون کی صورت ہوجاوے اور بعد مٹی ہوجانے مردہ کے قبر پر عمارت بنانی اور کھیتی درست ہی کذا فی الطحطاوی و یقدم فی الصلوٰۃ علیہ السلطان ان حضر او نائبہ وہو امیر المصر ثم القاضی ثم صاحب الشرط ثم خلیفتہ ثم خلیفۃ القاضی ثم امام الحی فیہ ایہام وذلک ان تقدیم الولاۃ واجب وتقدیم امام الحی مندوب فقط بشرط ان یکون افضل من الولی والا فالولی افضل کما فی المجتبی وشرح المجمع لمصنفہ اور مقدم کیا جاوے مردے پر نماز پڑھنے کے لیے بادشاہ اگر موجود ہو یعنے اگر بادشاہ ہو تو نماز وہ پڑھاوے یا نائب اسکا یعنے حاکم شہر کا پھر قاضی پھر حاکم سیاست پھر اسکا نائب پھر قاضی کا خلیفہ پھر امام محلہ کا شارح نے کہا کہ مصنف کے کلام مین ایہام ہی یعنے یہ وہم ہوتا ہی کہ امام ہونا حکام کا اور محلہ کی مسجد کے امام کا حکم یکسان ہی حالانکہ حکم دونون کا مختلف ہی اور وہ اسطرح ہی کہ مقدم ہونا حاکمون کا واجب ہی اور محلہ کی مسجد کے امام کی تقدیم صرف مستحب ہی اس شرط سے کہ ولی سے بہتر ہو اور اگر ولی بہتر ہو تو ولی ہی اولے ہی چنانچہ مجتبے اور مجمع کی شرح مین جو مصنف مجمع کی تالیف ہی ایسا ہی مذکور ہی وفی الدرایۃ امام المسجد الجامع اولی من امام الحی ای مسجد محلتہ نہر اور درایہ مین ہی کہ امام مسجد جامع کا بہتر ہی محلہ کی مسجد یعنے میت کے محلہ کی مسجد کے امام سے کذا فی النہر ثم الولی بترتیب عصوبۃ الانکاح الا الاب فیقدم علی الابن اتفاقا الا ان یکون عالما والاب جاہلا فالابن اولی پھر ولی موافق ترتیب عصبہ نکاح کرنے کے مستحق ہی نماز پڑھنے کا بجز باپ کے کہ وہ مقدم ہی میت کے بیٹے پر بالاتفاق مگر یہ کہ بیٹا عالم ہو اور باپ میت کا جاہل تو اس صورت مین بیٹا اولے ہی ہم ایک نسخہ مین فالابن کی جگہ فالاسن ہی یعنے اگر قرابت مین دو ولی برابر ہون تو بڑا عمر مین بہتر ہی کذا فی الشامی فان لم یکن لہ ولی فالزوج ثم الجیران لیس لہ ولی اگر مردہ کا ولی کوئی نہو تو عورت کا پر نماز پڑھنے مین شوہر اولے ہی پھر ہمسایہ کے لوگ احق ہین اجنبی شخصون ہین ومولے العبد اولے من ابنہ الحر لبقاء ملکہ اور غلام کا آقا بہتر ہی بہ نسبت اسکے آزاد بیٹے کے بسبب باقی رہنے ملک آقا کے ہم بیٹے کی قید اتفاقی ہی آقا میت کے سب اقارب سے بہتر ہی اور ملک سے مراد حکمی ملک ہی ورنہ موت سے ملک منقطع ہوجاتی ہی کذا فی الشامی والفتوی علی بطلان الوصیۃ بغسلہ والصلوٰۃ علیہ اور فتوے اوپر باطل ہونے وصیت کے ہی واسطے اپنے نہلانے اور نماز پڑھنے کے ہم یعنے مردہ نے وصیت کی کہ مجھکو فلان شخص نہلاوے یا مجھپر فلان شخص نماز پڑھے تو یہ وصیت باطل ہی اسی طرح اگر وصیت کی فلان کپڑے کا کفن دیا جاوے یا فلان جگہ دفن کیا جاوے تو یہ بھی باطل ہی کذا فی الشامی ولہ ای المولی ومثلہ کل من یقدم علیہ من باب اولی الاذن لغیرہ فیہا لانہ حقہ فیملک ابطالہ الا انہ اذا کان ہناک من یساویہ فلہ ای لذلک المساوی ولو اصغر سنا المنع لمشارکتہ فی الحق اما البعید فلیس لہ المنع اور ولی کو اختیار ہی اذن دینے کا دوسرے شخص کو نماز جنازہ پڑھانے کے لیے اسلیے کہ امام ہونا اسکا حق ہی تو اسکو اختیار ہی اس حق کے باطل کرنے کا مگر جب وہان کوئی دوسرا ولی اسکے برابر ہو تو اس دوسرے مساوی کو اگرچہ عمر مین چھوٹا ہو اختیار روک دینے غیر شخص کا ہی بسبب اسکے شریک ہونے کے حق مین مگر بعید ولی کو روکنے کا اختیار نہین شارح نے کہا کہ مثل ولی کے دوسرے کو اجازت دینے مین وہ لوگ بطریق اولے مختار ہین جو ولی پر مقدم ہین مثل سلطان اور قاضی وغیرہ کے ہم صورت مسئلہ کی یہ ہی کہ میت کے دو بیٹے ہین بڑے بیٹے نے زید کو اجازت نماز پڑھنے کی دی تو چھوٹا بیٹا زید کو روک سکتا ہی مگر دور کا رشتہ دار نہین روک سکتا فان صلی غیرہ ای الولی ممن لیس لہ حق التقدم علی الولی ولم یتابعہ الولی اعاد الولی ولو علی قبرہ ان شاء لاجل حقہ لا لاسقاط الفرض ولذا قلنا لیس لمن صلی علیہا ان یعید مع الولی لان تکرارہا غیر مشروع پس اگر ولی کے سوا کسی اور شخص نے نماز پڑھی جسکو ولی پر مقدم ہونے کا حق نہ تھا اور ولی نے اسکی متابعت نہ کی

جنازے پر سوار ہوکر اور نہ بیٹھے ہوئے بدون عذر کے بدلیل استحسان ہم یعنے اگر عذر کے باعث سوار ہوکر پڑھیں مثلاً گارے یا مینھ کے باعث یا مثلاً ترسکین
یا بیٹھکر پڑھیں کہ کھڑے ہونے کی طاقت نہو تو نماز درست ہوگی **وکرہت تحریما وقیل تنزیہا فی مسجد جماعۃ ہو ای المیت فیہ وحدہ او مع القوم و**
اختلف فی الخارج عن المسجد وحدہ او مع بعض القوم والمختار الکراہۃ مطلقا خلاصۃ بناء علے ان المسجد انما بنی للمکتوبۃ وتوابعہا کنافلۃ وذکر وتدریس
عالم وہو الموافق لاطلاق حدیث ابی داود من صلے علی میت فے المسجد فلا صلوۃ لہ اور مکروہ تحریمی ہی اور بعض کے نزدیک تنزیہی نماز جنازہ کی مسجد جماعت
یعنے جامع مسجد یا محلہ کی مسجد مین کہ مردہ اسکے اندر ہو تنہا یا کل یا بعض نمازیون کے ساتھ اور اختلاف ہی مسجد سے باہر ہونے کی صورت مین تنہا مردہ باہر
ہو یا کچھ نمازیون کے ساتھ باہر ہو اور قول مختار ہر صورت مین مکروہ ہوتا ہی کذا فی الخلاصہ اسوجہ سے کہ مسجد صرف نماز فرض وقتی اور اسکے توابع کے لیے
بنی ہی جیسے نماز نفل اور یاد الٰہی اور عالم کا پڑھانا ہی اور یہی قول کراہت کا موافق ہی واسطے اطلاق حدیث ابو داود کے کہ جسنے نماز پڑھی مردے پر مسجد کے اندر تو
اسکے لیے نماز نہین ہم شامی نے کہا کہ ابی داود کی روایت مین فلا شیٔ لہ ہی یعنی اسکو کچھ ثواب نہین اور ایک روایت مین فلا اجر لہ ہی اور ابن ابی شیبہ نے فلا صلوۃ
لہ روایت کیا ہی اور شارح نے جو علت کراہت کی بیان کی ہی کہ مسجد نماز فرض وقت اور اسکے توابع کے لیے ہی تو یہ ظاہر نہین اسلیے کہ نماز جنازہ بھی ذکر اور دعا
ہی اور مسجد بیشک ذکر اور دعا کے لیے ہوتی ہی ورنہ چاہیے کہ طلب باران اور کسوف کی دعا سے بھی مسجد مین منع کیا جاے اور اگر علت مسجد کے آلودہ ہونیکو ٹھہرایا جاوے تو
جس صورت مین مردہ باہر مسجد کے ہو نماز مکروہ نہونی چاہیے باقی رہا حال حدیث کا تو اسمین تین احتمال ہو سکتے ہین ایک یہ کہ فی المسجد ظرف نمازی کا ہو دوم یہ کہ ظرف
میت کا ہو سوم یہ کہ دونون کا ہو اگر نمازی کا ظرف کہو تو چاہیے کہ جس صورت مین نمازی باہر مسجد کے ہو اور میت اندر اُس نماز مین کراہت نہو اور اگر میت کا ظرف
کہو تو جب میت باہر اور نمازی اندر ہو تب کراہت نہوگی اور اگر دونو کا ظرف کہو تو کراہت دونو کے اندر ہونے مین منحصر ہوگی اگر ایک باہر ہوگا اور ایک اندر تو کراہت
نہوگی پھر قول مختار جو ہر صورت مین کراہت کا ہوتا ہی وہ کہان رہا لیکن میرے نزدیک اس حدیث سے مطلق کراہت اسطرح معلوم ہوتی ہی کہ فعل کا اثر کبھی ظاہر مین مفعول پر
نہین ہوتا جیسے علم اور ذکر ہی اور کبھی ہوتا ہی جیسے ضرب وقتل ہی تو اگر ظرف پہلی قسم مین بولا جائیگا تو وہ فاعل کا ظرف ہوگا خواہ مفعول اسمین ہو یا نہو مثلاً کہین کہ مین نے
زید کو مسجد کے اندر ذکر کیا تو مسجد ظرف متکلم کا ہوگی خواہ زید اسکے اندر ہو یا نہین اور دوسری قسم مین ظرف متعلق بمفعول ہوگا گو فاعل اسمین ہو یا نہین مثلاً اگر کہین کہ
مین نے زید کو مسجد مین مارا تو مسجد زید کا ظرف ہوگی خواہ متکلم مسجد مین ہو یا نہو جیسے حرم کے اندر کوئی شخص شکار کے تیر مارے تو وہ قاتل صید حرم کہلائیگا گو خود باہر حرم
سے ہو اب جو نماز جنازہ کو دیکھتے ہین تو اسکو اول قسم سے پاتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ مسجد نمازی کا ظرف ہی خواہ میت اسمین ہو یا نہو اور اسی کی مؤید ہی یہ روایت کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے جب اصحاب کو خبر مرگ نجاشی کی سُنائی تو مسجد سے نکلکر مصلے مین تشریف لیگئے وہان اُسپر نماز پڑھی اگر مسجد مین جائز ہوتی تو پھر باہر نکلنے کے کیا
معنے جنازہ تو مسجد کے اندر نتھا ہان یہ صورت رہگئی کہ مردہ مسجد کے اندر ہو اور نمازی باہر تو اسکی کراہت دلالۃ النص سے پائی جاتی ہی کیونکہ جب باوجود نماز جنازہ کے
ذکر و دعا ہونے کے خود نماز مسجد مین مکروہ ہوئی تو مردہ کا اسمین داخل کرنا بطریق اولے مکروہ ہوگا کہ ایک فعل لغو ہی اور رکھنا مسجد کی آلودگی کا جدا ہی پس معلوم ہوا
کہ حدیث مذکور مؤید قول مختار کی ہی کہ نماز مسجد کے اندر ہر صورت مین مکروہ ہی پھر یہ کراہت اُس صورت مین ہی کہ بدون عذر کے مسجد مین نماز پڑھی جاوے اور
اگر کسی عذر سے ہو تو مکروہ نہین اسی طرح مکروہ ہی نماز جنازہ شارع عام مین تمام ہوا قول شامی کا مختصراً **ومن ولد فمات یغسل ویصلے علیہ ویرث ویورث**
ویسمے ان استہل بالبناء للفاعل اے وجد منہ مایدل علے حیوتہ بعد خروج اکثرہ حتے لو خرج راسہ وہو یصیح فذبحہ رجل فعلیہ الغرۃ وان قطع اذنہ
فخرج حیا فمات فعلیہ الدیۃ اور جو بچہ پیدا ہوکر مرجاوے اگر وہ آواز کرے تو نہلایا جاے اور اسپر نماز پڑھی جاوے اور وہ وارث ہوگا دوسریکا اور اُسکی
میراث اورون کو ملیگی اور نام رکھا جائیگا شارح نے کہا کہ استہل بصیغہ معروف ہی اور اُس سے مراد یہ ہی کہ بچے سے وہ بات پائی جاے جس سے اسکا زندہ ہونا
معلوم ہو بعد اکثر بچے کے نکلنے کے یہان تک کہ اگر بچے کا سر نکلا اور وہ چیختا ہی اور اسی وقت اسکو کسی نے ذبح کر دیا تو اُسپر غرہ لازم ہوگا اور اگر

مسلمان ہونے کے لیے اسی پر اکتفا کیجاسے اور اسکو مضر نہین سکوت کرنا جواب مین ان سوالات کے کہ ایمان کیا چیز ہی اسلام کیا ہی کذا فی الفتح کیونکہ عوام اکثر ان تفصیلون سے ناواقف ہوتے ہین حالانکہ اقرار توحید و رسالت کا کرتے ہین فیغسل المسلم ویکفن ویدفن قریبہ کخالہ الکافر الاصلی اما المرتد فیلقی فی حفرۃ کالکلب عند الاحتیاج فلو لہ قریب فالاولی ترکہ لہم من غیر مراعاۃ السنۃ فیغسلہ غسل الثوب النجس ویلفہ فی خرقۃ ویلقیہ فی حفرۃ ولیس للکافر غسل قریبہ المسلم اور نہلاوے مسلمان اور کفن دیوے اور دفن کرے اپنے رشتہ دار کافر اصلی کو مثلاً اپنے ماموں کو حاجت کیوقت تو اگر اس کافر کے اور رشتہ دار ہون تو بہتر ہی کہ مسلمان اس کافر مردے کو ان رشتہ دارون کے حوالہ کرے اپنے آپ متکفل غسل وغیرہ کا نہو حاجت کیوقت نہلاوے بدون رعایت طریق سنت کے یعنی وضو نکراوے اور داہنے طرف سے شروع نکرے بلکہ ایسے غسل دے جیسے نجس کپڑا دھوتے ہین اور اسکو ایک کپڑے مین لپیٹے اور ایک گڑھے مین ڈالدے یعنی رعایت کفن مسنون اور لحد کی نکرے شارح نے کہا کہ کافر اصلی کی قید اسلیے لگائی کہ مرتد کو کتے کیطرح گڑھے مین ڈالدے غسل و کفن کچھ نکرے اور نہین جائز ہی کافر کو نہلانا اپنے رشتہ دار مسلمان کا ہم شامی نے کہا کہ مکروہ ہی کافر کا مسلمان کی قبر مین اترنا اسکے دفن کرنیکو واذا حمل الجنازۃ وضع ندبا مقدمہا بکسر الدال وتفتح وکذا الموخر علی یمینہ عشر خطوات لحدیث من حمل جنازۃ اربعین خطوۃ کفرت عنہ اربعین کبیرۃ ثم وضع موخرہا علی یمینہ کذلک ثم مقدمہا علی یسارہ ثم موخرہا کذلک فیقع الفراغ خلف الجنازۃ فیمشی خلفہا اور جب کوئی شخص جنازہ اٹھاوے تو مستحب یہ ہی کہ جنازے کے اگلی جانب یعنے سرہانا اول اپنے داہنے مونڈھے پر دس قدم رکھے پھر پچھلی جانب یعنے پیتانا دس قدم داہنے مونڈھے پر رکھے پھر اگلی جانب بائین مونڈھے پر دس قدم رکھے پھر پچھلی جانب بائین مونڈھے پر اسیطرح رکھے تو پچھلی جانب پر ہم قدم سے فراغت ہو جائیگی اسوقت جنازے کے پیچھے چلے اور اسطرح اٹھانا اسلیے مستحب ہوا کہ حدیث شریف مین ہی کہ جو کوئی جنازہ کو ۴۰ قدم اٹھاوے تو اسکا اٹھانا بھی گناہ کبیرہ کو دور کرتا ہی شارح نے کہا کہ لفظ مقدم بکسر دال ہی اور کبھی بفتح بھی بولتے ہین اور یہی حال موخر کا ہی کہ کسر خا معجمہ ہی اور فتح بھی دیتے ہین ہم گناہ کبیرہ سے مراد یا وہ صغیرہ ہین جو دوسرون کی نسبت سے بڑے ہون یا خود کبیرہ مراد ہو سکتے ہین اور کفرت بصیغہ معروف ہی فاعل اسکا جنازہ ہی بتقدیر مضاف طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ حدیث کو بعد تمام کرنے کیفیت حمل جنازہ کے بیان کرتا اسلیے مترجم نے موقع پر اسکا ترجمہ کیا

وصح انہ علیہ السلام حمل جنازۃ سعد بن معاذ اور ثابت ہوا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ سعد بن معاذ رض کا اٹھایا ہی ہم یہ صحابی بڑے جلیل القدر تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھین کی شان مین فرمایا کہ انکی موت سے عرش خداوندی ہل گیا ویکرہ عندنا حملہ بین عمودی السریر بل یرفع کل رجل قائمۃ بالید لا علی العنق کالامتعۃ وکذا کرہ حملہ علی ظہر دابۃ اور مکروہ ہی ہمارے نزدیک اٹھانا مردے کا چارپائی کی دو پٹی یا سرون کے بیچ مین سے پکڑ کر خواہ دو شخص اٹھاوین یا چار بلکہ ہر شخص ایک ایک پایہ چارپائی کا ہاتھ سے پکڑ کر اٹھاوے شروع سے گردن پر نہ رکھ لے جیسے اسباب اٹھایا کرتے ہین اور اسوجہ سے مکروہ ہوا اوٹھانا مردے کا پشت پر اور سواری کے جانور پر کیونکہ یہ طریق اسباب کے اٹھانے کا ہی جنازے مین مسنون یہ ہی کہ چار شخص ایک ایک پایہ اٹھا کر پٹی کو مونڈھے پر رکھین والصبی الرضیع او الفطیم او فوق ذلک قلیلا یحملہ واحد علی یدیہ ولو راکبا وان کان کبیرا حمل علی الجنازۃ بچہ شیر خوار یا دودھ چھوٹا ہوا یا اس سے کچھ زیادہ عمر کا اسکو ایک شخص اپنے دونون ہاتھون پر اٹھاوے اگرچہ اٹھانیوالا سوار ہو اور اگر لڑکا بڑا ہو تو کھٹولے یا چارپائی پر اٹھایا جاوے ویسرع بہا بلا خبب ای عدو سریع ولو بہ کرہ اور جلد لیچلین جنازے کو بدون تیز جھپٹنے کے اور تیز جھپٹنے کے ساتھ چلنا مکروہ ہی بوجہ ایذا سے مردہ اور ساتھ والون کے ہم جنازے مین اسقدر جھپٹنا مسنون ہی کہ میت چارپائی پر ادھر ادھر حرکت نکرے کیونکہ حدیث مین وارد ہی کہ جنازہ کو جلد لیجاؤ کہ اگر صالح ہی تو جلد اسکو اچھی جگہ پہونچاؤگے اور اگر برا ہی تو جلد اپنی گردنون سے برائی کو دور کروگے کذا فی الشامی وکرہ تاخیر صلوتہ ودفنہ لیصلی علیہ جمع عظیم بعد صلوۃ الجمعۃ الا اذا خیف فوتہا بسبب دفنہ قنیہ اور مکروہ ہی مردے کی نماز اور دفن مین اسلیے دیر کرنا کہ جمعہ کے بعد بہت سے آدمی اسپر نماز پڑھین ہان جب یہ خوف ہو کہ اسکے دفن کی جہت سے جمعہ فوت ہو جائیگا تو اس صورت مین دفن مین تاخیر مکروہ نہوگی کذا فی القنیہ کما کرہ لمتبعہا جلوس قبل وضعہا وقیام بعدہ جیسے مکروہ ہی پیچھے چلنے والے کو اسکو رکھنے سے پہلے

الا ورد حدیثون سے اسکا خلاف ثابت ہی کہ حضرت ابن عباسؓ مکروہ جانتے تھے کہ مردے کے نیچے کوئی چیز ڈالی جاے اور حضرت ابو موسیٰ نے فرمایا کہ میرے
اور زمین کے درمیان کوئی چیز مت کرنا غرضکہ گدا اور تکیہ اور چٹائی سب کا حکم ایک ہی کسیکا رکھنا نچاہیے کذا فی الشامی ولا باس باتخاذ تابوت ولو من حجر
وحدید له عند الحاجۃ کرخاوۃ الارض ویسن ان یفرش فیہ التراب اور کچھ مضائقہ نہین حاجت کیوقت مردے کے لیے تابوت بنانیکا اگرچہ پتھر یا لوہے
کا ہو مثلاً زمین کی نرمی کی جہت سے اور مسنون ہی کہ صندوق یا لحد مین مٹی بچھا دیجاوے ہم شامی نے کہا کہ اگر حاجت کے سبب صندوق بنایا جاوے تو چاہیے
کہ اسکے نیچے مٹی بچھاوین اور دہنے اور بائین ہلکی اینٹین کچی رکھین اور ڈھکنے کے اندر کیجانب پر مٹی لیسدین تاکہ لحد کی صورت بنجاے اور بدون حاجت صندوق
بنانا مکروہ ہی مات فی سفینۃ یغسل ویکفن ویصلی علیہ ویلقی فی البحر ان لم یکن قریبا من البر فتح ایک شخص کشتی مین مرگیا تو غسل دیا جاے اور کفنایا جاے اور
نماز پڑھکر دریا مین ڈالدیا جاے اگر کشتی خشکی سے نزدیک نہو کذا فی الفتح ولا ینبغی ان یدفن المیت فی الدار ولو کان صغیرا لاختصاص ہذہ السنۃ بالانبیاء علیہم
السلام واقعات اور نہین چاہیے کہ مردہ مکان مین دفن کیا جاے اگرچہ بچہ ہو واسطے خاص ہونے اس طریق کے انبیا علیہم السلام کے ساتھ کذا فی
الواقعات ہم یعنے جس مکان مین مرے اُسمین دفن ہو یہ طریق مخصوص بہ انبیا علیہم السلام ہی اور دون کے لیے نہین چاہیے ویستحب ان یدخل من قبل
القبلۃ بان یوضع من جہتہا ثم یحمل فیلحد وان یقول واضعہ بسم اللہ وباللہ وعلی ملۃ رسول اللہ ویوجہ الیہا وجوبا اور مستحب ہی کہ مردہ قبلہ کیجانب سے
قبر مین اُتارا جاے کہ وہ سمت معظم ہی اسطرح کہ جنازہ اسی طرف رکھا جاے پھر اُٹھا کر لحد مین اُتارا جاے اور مستحب ہی کہ لحد مین اُتارنے والا مرد یکا یون کہے
بسم اللہ وباللہ وعلی ملۃ رسول اللہ اور قبلہ کیطرف اسکا مُنھ کردیا جاے بطور وجوب شامی نے کہا کہ تحفہ مین مصرح ہی کہ قبلہ رخ کرنا مردہ کا سنت ہی وینبغی
کونہ علی شقہ الایمن ولا ینبش لیوجہ الیہا وتحل العقدۃ للاستغناء عنہا ویسوی اللبن علیہ والقصب لا الاجر المطبوخ والخشب لو حول المیت اما فوقہ
فلا یکرہ وکرہ ابن الملک اور مناسب ہی ہونا مردہ کا داہنی کروٹ پر اور قبر نہ اُدھیڑی جاے مردہ کے قبلہ رخ کرنے کے لیے یعنے بعد مٹی دینے کے اگر معلوم
ہو کہ مردہ قبلہ رخ نہین ہی تو قبر نہ اُدھیڑی جاے اور لحد مین مردہ کے کفن کی گرہ کھولدیجاے بسبب بے پروا ہونے کے اُس سے یعنے کفن کے کھلنے
کے خوف سے گرہ دیتھی وہ خوف جاتا رہا اور رکھی جاوین اُسپر کچی اینٹین اور نرکل نہ پکی اینٹین اور تختہ اگر گرد میت کے ہو لیکن اسکے اوپر تختہ رکھنا مکروہ نہین گو
کیا ہی اسکو ابن ملک نے ہم کچی اینٹین اول لحد کے مُنھ پر کھڑی کیجائین اور اُنکی درزون پر نرکل یا ڈھیلے رکھدیے جائین تختہ نہ رکھین اور اگر اڑانے پر تختہ
رکھا جاوے تو مکروہ نہین فائدہ یہ ایک کام کی بات ہی الحد ولنبات لحد النبی صلی اللہ علیہ وسلم تسع قہستانی شمار کچی اینٹون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی لحد شریف کا ۹ ہی ذکر کیا ہی اسکو قہستانی نے طحطاوی نے کہا کہ کچی اینٹون کے ساتھ نرکل کے سینٹے تھے وجاز ذلک حولہ بارض رخوۃ کالتابوت اور جائز ہی
کچی اینٹ اور تختہ گرد میت کے نرم زمین مین جیسے صندوق درست ہی ویسجی ای یغطی قبرہا ولو خنثی لا قبرہ الا لعذر کمطر اور ڈھانپی جاے قبر عورت کی
قبر مین اُتارنے کے وقت یہانتک کہ لحد کا مُنھ بند کیا جاے اگرچہ مردہ خنثی ہو نہ ڈھانپی جاے قبر مرد کی مگر کسی عذر سے مثلاً بارش کی جہت سے و
یہال التراب علیہ ویکرہ الزیادۃ علی ما خرج منہ التراب لانہ بمنزلۃ البناء ویستحب حثیۃ من قبل راسہ ثلثا وجلوس ساعۃ بعد دفنہ
لدعاء وقراءۃ بقدر ما ینحر الجزور ویفرق لحمہ اور بعد لحد بند کرنے کے اُسپر مٹی ڈالی جاوے اور مکروہ ہی زائد کرنا مٹی کا اُس مقدار سے جو قبر مین سے
نکلی ہو اسلیے کہ زائد مٹی بجاے عمارت کے ہی اور مستحب ہی مٹی دینا اُسکے سر کی جانب سے تین بار یعنے دونون ہاتھون سے تین دفعہ مٹی دے اول دفعہ مین
کہے منہا خلقناکم اور دوسرے مین کہے وفیہا نعیدکم اور تیسری مین کہے ومنہا نخرجکم تارۃ اخریٰ چنانچہ ابن ماجہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل
اسیطرح مروی ہی اور مستحب ہی بعد دفن مردہ کے ایک ساعت توقف کرنا دعا اور قراءت کے لیے اسقدر کہ قربانی اونٹ کی ہو کر اُسکا گوشت بٹ جاوے
ہم قبر کی مٹی سے زائد مٹی ڈالنی اسلیے مکروہ ہوئی کہ ابو داؤد کی حدیث مین اُس سے ممانعت وارد ہی اور دفن کے بعد توقف کرنا بھی ابو داؤد مین

کہا کہ شارح کا قول بیٹا کہنا زائد ہے اسلیے کہ لو بالعکس سے اسکا مردہ ہونا صاف ظاہر ہے ولو بلع مال غیرہ ومات ہل یشق قولان والاول نعم فتح اور اگر کوئی شخص پرایا مال نگلکر مرگیا تو اسکا پیٹ چیرا جاے یا نہیں اس باب مین دو قول ہین اور بہتر یہ ہے کہ ہان چیرا جاے کیونکہ اسکی حرمت اسکی تعدی کے سبب سے جاتی رہی اس سے معلوم ہوا کہ اگر بلا تعدی اسکے پیٹ مین مال چلا گیا ہوگا تو پیٹ نہ چیرا جائیگا کذا فی الشامی فروع مسائل لحقہ شارح کے الاتباع افضل من النوافل لو قرابۃ او جوارًا او فیہ صلاح معروف جنازہ کے ساتھ جانا افضل ہے بہ نسبت نفلون کے اگر میت کے ساتھ قرابت یا ہمسایگی ہو یا مردہ نیکبخت مشہور ہو وجہ افضل ہونے کی یہ ہے کہ جنازہ کے ساتھ جانے مین سلوک زندہ اور مردہ دونون کے ساتھ ہے اسلیے اسکا ثواب زیادہ ہے کذا فی الطحطاوی یندب دفنہ فی جہۃ موتہ وتعجیلہ وستر موضع غسلہ فلا یراہ الا غاسلہ او من یعینہ وان رأی بہ ما یکرہ لم یجز ذکرہ لحدیث اذکروا محاسن موتاکم وکفوا عن مساویہم مستحب ہے دفن کرنا میت کا اسکی موت کی جہت مین یعنے جس جگہ مرا ہو وہان کے قبرستان مین دفن کرنا مستحب ہے وہان سے دوسری جگہ نہ لیجانا چاہیے اور مستحب ہے جلدی کرنا دفن مین اور مستحب ہے نہلانے کی جگہ چھپانا اسطرح کہ نہلانے والے یا اسکے مددگار کے سوا اور کوئی نہ دیکھے اور اگر مردے سے کوئی امر ایسا دیکھے جو برا معلوم ہو مثلاً صورت کا برا ہونا یا رنگ سیاہ پڑنا تو اسکا بیان کرنا درست نہیں بسبب اس حدیث کے کہ بیان کرو خوبیان اپنے مردون کی اور باز رہو انکی برائیون سے ہم شامی نے کہا کہ اگر میت بدعتی ہو تو اسکے حال کے کہدینے کا مضائقہ نہیں تاکہ اور لوگ بدعت سے باز رہین ولا بأس بنقلہ قبل دفنہ اور کچھ مضائقہ نہیں مردے کو دوسری جگہ لیجانیکا پیشتر اسکے دفن ہونے کے ہم یعنے دفن کرنے کے بعد بالاتفاق نقل درست نہیں اور قبل دفن نقل کرنا بعض فقہا کے نزدیک تو درست ہے کتنا ہی فاصلہ ہو اور بعض نے کہا کہ اگر مدت سفر دونون جگہ مین نہو تو نقل درست ہے اور امام محمد نے ایک یا دو میل کے فاصلے کی قید لگادی ہے کہ اسقدر دوری تک نقل درست ہے اور اس سے زیادہ فاصلہ پر لیجانا مکروہ ہے کذا فی الشامی وبالاعلام بموتہ اور کچھ مضائقہ نہیں میت کی مرنے کی خبر آپس مین ایک دوسرے سے کہدینے تاکہ لوگ اسکا حق ادا کرین اور تجہیز وتکفین مین شریک ہون وبارثائہ بشعر او غیرہ ولکن یکرہ الافراط فی مدحہ لا سیما عند جنازتہ لحدیث من تعزی بعزاء الجاہلیۃ اور کچھ مضائقہ نہیں مردے پر رونے کا شعر سے یا غیر شعر سے مگر مکروہ ہے زیادتی کرنی اسکی تعریف مین خصوص اسکے جنازے کے پاس بسبب اس حدیث کے کہ جو کوئی واویلا کرے ایام جاہلیت کے رونے سے یعنے وہ ہم سے نہیں ہم جاہلیت کے رونے سے مراد چیخنا اور نوحہ کرنا اور پیٹنا اور کپڑا پھاڑنا ہے کہ یہ سب امور ناجائز ہین اور شعر سے رونے سے یہ غرض کہ ایسا شعر پڑھکر رونا جس سے اپنے غم کا اظہار یا مردے کے محاسن کا شمار بدون مبالغہ ہو شامی نے کہا کہ شارح نے ارثا باب افعال سے لکھا حالانکہ مزید مستعمل نہیں رونے کے معنی مین مجرد ہی آتا ہے مصدر اسکا مرثیہ ہے وبتعزیۃ اہلہ وترغیبہم فی الصبر اور کچھ مضائقہ نہیں میت والونکی تسلی کرنے اور انکو صبر مین رغبت دلانے کی ہم شرح منیہ مین کہا کہ ماتم پرسی مستحب ہے اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسنے صبر دلایا اپنے بھائی کو کسی مصیبت مین اللہ تعالی اسکو قیامت کے دن کرامت کا لباس پہناوے گا کذا فی الشامی وباتخاذ طعام لہم اور کچھ مضائقہ نہیں میت کے گھر والون کے لیے کھانا پکوانے کا ہم فتح القدیر مین کہا کہ میت کے ہمسایون اور دور کے رشتہ دارون کو مستحب ہے کہ میت کے گھر والون کے واسطے اتنا کھانا پکوائین جو انکو اس دن اور رات مین شکم سیر کردے اور اس باب مین اصل وہ حدیث ہے کہ حضرت جعفر رض کی خبر مرگ جب آئی تھی تو آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ جعفر کے متعلقون کے لیے کھانا تیار کرو کہ وہ اپنے دھندے مین لگے ہین وبالجلوس لہا فی غیر مسجد ثلثۃ ایام واولہا افضلہا وتکرہ بعدہا الا لغائب اور کچھ مضائقہ نہیں سوگ کے واسطے تین دن بیٹھنے کا مسجد کے سوا دوسرے مکان مین اور اول روز یعنے جس روز مردہ دفن ہوا ماتم پرسی کے واسطے اور دنون سے بہتر ہے کیونکہ پہلے روز مین وحشت فراق زیادہ ہوتی ہے تو تسلی ایسے ہی وقت مین مناسب ہے اور مکروہ ہے تعزیت بعد تین دن کے مگر غائب کے لیے مکروہ نہیں یعنے اگر کسی شخص نے تین دن کے بعد موت کی خبر سنی اور اسوقت وارثون کی تعزیت کو آیا تو مکروہ نہیں اسی طرح اگر میت کا رشتہ دار موت کے وقت نہ ہو

کیا کرتے تھے اسلیے آپ نے ایسا فرمایا کذا فی البحر اور شامی نے کہا کہ حضرت عائشہ رضہ سے مروی ہو کہ آپ نے یہ ارشاد اسوقت فرمایا تھا کہ آپ ایک یہودی
کی قوم پر گذرے جو اُس یہودی کو رو رہے تھے آپ نے فرمایا کہ اسکو تو عذاب ہوتا ہو اور یہ لوگ اُسپر روتے ہین کتب علی جبہۃ المیت او عمامتہ او کفنہ عہد نامہ
یرجےٰ ان یغفر اللہ للمیت مردہ کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہد نامہ لکھا گیا تو توقع ہو کہ میت کو اللہ تعالی بخشدے ہم عہد نامہ کی دعا یہ ہو اَللّٰھُمَّ فاطر السموات
والارض عالم الغیب والشہادۃ الرحمن الرحیم انی اعھد الیک فی ہذہ الحیوۃ الدنیا انی اشہد انک انت اللہ لا الہ الا انت وحدک لا شریک لک و ان محمداً
عبدک و رسولک فلا تکلنی الی نفسی فانک ان تکلنی الی نفسی تقربنی من الشر و تباعدنی من الخیر و انی لا اثق الا برحمتک فاجعل لی عہداً عندک
توفینیہ یوم القیامۃ انک لا تخلف المیعاد اور اسکے الفاظ اور طرح بھی لوگون نے لکھے ہین باقی رہا اس دعا کا لکھنا مردہ کی پیشانی وغیرہ پر سو اُسکو
بعض فقہا نے بقصد تبرک جائز لکھا ہو مگر ابن صلاح نے فتوےٰ دیا ہو کہ قرآن اور اسماء معظم مین سے کچھ نہ لکھا جاوے کیونکہ کفن وغیرہ پر ان کلمات
متبرکہ کو لکھنا جان بوجھکر مردہ کی نجاستون مین انکو آلودہ کرنا ہو اور فتح القدیر مین ہو کہ قرآن اور اسماء الٰہی کا لکھنا روپیون اور محرابون اور دیوارون
پر مکروہ ہو اسلیے کہ خوف اُنکے پانون تلے آنے اور اہانت کا ہو اس سے معلوم ہوا کہ مردہ کے بدن یا کفن پر لکھنا بطریق اولےٰ مکروہ ہوگا جبتک کہ مجتہد
سے ثابت نہو یا کسی حدیث صحیح مین اسکی صراحت نہو کذا فی الشامی مختصراً اوصی بعضہم ان یکتب فی جبہتہ و صدرہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ففعل ثم رئی
فی المنام فسئل فقال لما وضعت فی القبر جاءتنی ملائکۃ العذاب فلما رأوا المکتوب علی جبہتی بسم اللہ الرحمن الرحیم قالوا امنت من عذاب اللہ کسی شخص
نے وصیت کی کہ میری پیشانی اور سینہ پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھدینا سو لکھدی گئی بعد اسکے کسی نے اسکو خواب مین دیکھکر اُسکا حال پوچھا اُسنے کہا
کہ جب مین قبر مین رکھا گیا تو میرے پاس عذاب کے فرشتے آئے سو جب انھون نے میری پیشانی پر بسم اللہ لکھی دیکھی انھون نے کہا کہ تو خدا کے عذاب
سے امون ہوا ھ چونکہ اوپر کے بیان سے معلوم ہوچکا ہو کہ لکھنا کلمات متبرکہ کا بخوف نجاست اور پامالی کے مکروہ ہو تو یہ واقعہ شاید اسطرح ہوا ہو کہ
صرف انگشت شہادت سے بدون کسی سیاہی و قلم کے پیشانی پر بسم اللہ لکھدی ہو چنانچہ بعض فقہا اسطرح اُنگلی ہی سے لکھنا بسم اللہ کا پیشانی پر اور
کلمہ طیب کا چھاتی پر بعد نہلانے کے کفن دینے سے پیشتر تجویز کرتے ہین مگر بہرحال کسی طرح ہوا ہو شرعی احکام کا مدار خواب پر نہین ہوسکتا واللہ اعلم

باب الشہید

یہ باب ہو شہید کے احکام مین ہم ہرچند شہید بھی مردہ ہو مگر اُسکو نماز جنازہ سے جدا باب کرکے اسلیے بیان کیا کہ جو فضیلت شہید کو ہو وہ دوسرے مردو کو نہین
کذا فی النہر فعیل بمعنی مفعول لانہ مشہود لہ بالجنۃ او فاعل لانہ حی عند ربہ فہو شاہد شہید وزن فعیل ہو بمعنی مفعول اسوجہ سے کہ اسکے لیے جنت سامنے کی گئی یا
بمعنی فاعل ہو کیونکہ وہ زندہ ہو اپنے پروردگار کے پاس تو وہ حاضر ہونے والا ہو ھ شہید مشتق شہود سے ہو یا شہادت سے تو شہود بھی ہوسکتا ہو کہ فرشتے
اُسکی تعظیم کو آتے ہین اور جنت اُسکے سامنے پیش کیجاتی ہو اور شاہد بھی ہوسکتا ہو کہ خدا تعالی کے پاس حاضر ہوتا ہو یا یہ کہ اُسکا خون اور زخم اُسکے شاہد موجود
ہین ہو کل مکلف مسلم طاہر شہید جسکا حکم آگے مذکور ہو وہ ہر عاقل بالغ مسلمان پاک شخص ہو ھ یہ تعریف شہید کی باعتبار حکم آیندہ کے ہو مطلق شہید کی
نہین چنانچہ آگے بیان ہوگا کہ شہید اور بھی ہوتے ہین عاقل بالغ کی قید سے معلوم ہوا کہ لڑکا اور دیوانہ نہلائے جاوینگے اور مسلم کی قید سے کافر نکلگیا کہ گو ظلماً مارا گیا
ہو مگر شہید نہوگا اور پاک کی قید سے جنب اور حائضہ اور نفسا نکلگئی کہ یہ اگر شہید ہونگے تو انکو غسل دیا جاویگا فالحائض اذا رأت ثلثۃ ایام غسلت والا العدم کونہا
حائضاً یس حیض والی عورت اگر تین روز خون دیکھے تو نہلائی جاوے ورنہ غسل نہ دیا جاوے بسبب نہونے اُس عورت کے حائضہ ھ یعنے ایک عورت نے
مثلاً تین دن خون دیکھا پھر وہ ظلم سے مارگئی تو چونکہ اقل مدت حیض کی گذرنے سے وہ قطعاً ناپاک ہوگئی تھی اسلیے اسکو غسل دینا چاہیے اور اگر خون دیکھنے
کے دو روز کے بعد مارگئی تو غسل نہ دیا جائیگا کیونکہ بسبب کم مدت ہونیکے وہ ابھی حائضہ نہین ہوسکتی کہ شاید یہ خون استحاضہ کا ہو ولم یعد علیہ السلام غسل حنظلۃ

ویزاد ان نقص ما علیہ عن کفن السنۃ **وینقص** ان زاد لاجل ان یتم کفنہ المسنون پس اتار یجائے شہید پر سے وہ چیز جو کفن کی لیاقت نہین رکھتی اور زیادہ کیا جائے بشرطیکہ جو کپڑے اُسکے بدن پر ہون وہ کفن سنت سے کم ہون اور کم کیا جائے اگر اُسکا لباس زیادہ ہوتا کہ اُسکا کفن مسنون پورا ہوجاے ہم جو چیزین کفن کی لیاقت نہین رکھتین وہ پوستین اور ٹوپی اور موزہ اور زرہ اور ہتھیار اور روئی دار کپڑے ہین لیکن اگر سوا پوستین اور روئی دار کے اور کپڑا نہو تو اُسکو نہ اُتار اجاے اور اُسکے سب کپڑے اُتار لینے اور نیا کفن دینا مکروہ ہی کذا الشامی **ویصلی علیہ بلا غسل ویدفن** بدمہ وثیابہ لحدیث زملوہم بکلومہم اور نماز پڑھی جاے شہید پر بدون غسل کے اور دفن کیا جاے مع اپنے خون اور کپڑون کے بسبب اس حدیث کے کہ اُنکو کپڑون مین لپیٹو مع اُنکے زخمون کے ہم یہ ارشاد آپ نے شہداء احد کے باب مین فرمایا تھا روایت کیا ہی اُسکو احمد نے اور نیز اصحاب سنن نے روایت کیا ہی کہ شہداء احد کے باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُنکے بدن سے لوہا اور پوستین اُتار لو اور اُنکو مع اُنکے خون اور کپڑون کے دفن کرو وکذا فی الطحطاوی **ویغسل من وجد قتیلاً فی مصر او قریۃ فیما ای فی موضع تجب فیہ الدیۃ** ولو فی بیت المال کالمقتول فی جامع وشارع **ولم یعلم قاتلہ او علم ولم یجب القصاص** فان وجب کان شہیدا اکمن قتلہ اللصوص لیلا فی المصر فانہ لا قسامۃ ولا دیۃ فیہ للعلم بان قاتلہ اللصوص غایتہ الامر انا عنیہ لم نعلم فلیحفظ فان الناس عنہ غافلون اور غسل دیا جاے وہ شخص کہ پایا جاے مقتول شہر یا گانون مین اس جگہ مین کہ خونبہا واجب ہو اگرچہ بیت المال مین واجب ہو جیسے وہ شخص کہ مسجد جامع اور شارع عام مین مقتول ہو کہ اُسکی دیت بیت المال مین ہوتی ہی اور اُسکا قاتل معلوم نہو یا قاتل معلوم ہو مگر قصاص واجب نہو پس اگر قصاص واجب ہوگا تو وہ مقتول شہید ہوگا مثلاً وہ شخص جسکو چورون نے رات کو شہر کے اندر مار ڈالا ہو کہ اُسمین نہ تو محلہ والون پر قسم ہی نہ خونبہا بسبب معلوم ہونے اس امر کے کہ اُسکے قاتل چور ہین غایت امر یہ کہ قاتل معین معلوم نہین تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے کہ لوگ اس سے غافل ہین ہم یعنی قسامت اور دیت اسی صورت مین واجب ہوتے ہین کہ قاتل معلوم نہو اور جب چورون نے مارا تو قاتل معلوم ہین گر خون اُنپر ثابت نہین ہوسکتا بھاگ جانے کے باعث سے اسلیئے اُنکا مقتول شہید ہوگا **او قتل بحد او قصاص ای یغسل** وکذا لو تعزیرا او افتراس سبع او جرح **وارتث** وذلک **بان اکل او شرب او نام او تداوی** ولو قلیلا **او آوی خیمۃ او مضی علیہ وقت صلوۃ وہو یعقل** ویقدر علی ادائہا **او نقل من المعرکۃ وہو یعقل** سواء وصل حیا او مات علی الایدی وکذا لو قام من مکانہ الی مکان آخر بدائع یا قتل کیا جاے حد مین یا قصاص مین یعنی وہ بھی غسل دیا جاے اور اسیطرح جو شخص تعزیر مین مقتول ہو کیونکہ اُسکا قتل ہونا ظلم سے نہین یا درندہ کے پھاڑنے سے مرجاے یا زخمی ہوا اور زندہ رہے اور ارتثاث شرعی یہ ہی کہ کھاوے یا پیوے یا سووے یا دوا کرے اگرچہ یہ باتین تھوڑی ہی ہون ذراسا کھایا یا ذراسا علاج کیا وغیرہ یا خیمے مین جگہ لی یا گذرا اُسپر ایک نماز کا وقت اس حال مین کہ وہ ہوش رکھتا تھا اور نماز کے ادا کرنے پر قادر تھا یا میدان جنگ سے حالت ہوش مین اُٹھایا گیا خواہ زندہ پہونچا ہو یا ہاتھون پر مرگیا ہو اور اسیطرح اگر اپنی جگہ سے اُٹھکر دوسری جگہ چلا گیا کذا فی البدائع ہم خیمہ مین جگہ لینے سے مراد یہ ہی کہ اُسپر خیمہ اُسی جگہ تان دیا گیا ہو ورنہ اگر وہ اُٹھکر جاویگا تو یہ مسئلہ اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جانیکا مسئلہ ایک ہوگا اور میدان جنگ سے ہوش کے ساتھ اُٹھائے جانے کی قید اسلیے لگائی کہ بیہوشی مین اُٹھایا جائیگا تو گو دن رات گذر جائے غسل نہ دیا جائیگا اور زخمی ہونے کی جگہ سے اُٹھائے جانیکا حکم ایسا ہی ہی جیسا میدان جنگ سے اُٹھایا جانیکا کذا فی الشامی **لا لخوف وطء الخیل** میدان جنگ سے اُٹھایا گیا ہو نہ گھوڑون کے روندنے کی خوف سے یعنے اگر گھوڑون کے تلے پس جانے کے خوف سے اُٹھایا جائیگا تو شہید ہی رہیگا اور غسل نہ دیا جائیگا **او اوصی بامور الدنیا وان بامور الآخرۃ لا تصیر مرتثا عند محمد وہو الاصح** جوہرہ لانہ من احکام الاموات **او باع او اشتری او تکلم بکلام کثیر** والا فلا یا وصیت کی دنیا کے امور کی تو مرتث شرعی پایا جائیگا اور غسل دیا جائیگا اور اگر امور آخرت کی وصیت کریگا تو مرتث یعنی زندگی سے منتفع ہوگا امام محمد کے نزدیک اور یہی صحیح تر ہی کذا فی الجوہرہ اسلیے کہ وصیت امور اخروی کے باب مین اموات کے احکام سے ہی یا بیچا یا مول لیا یا بہت سا کلام کیا تو مرتث ہوگا اور اگر بہت کلام نکیا تو مرتث نہوگا

باب الصلوۃ فی الکعبۃ

یہ باب ہو کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کی کیفیت مین فی الباب زیادۃ علی الترجمۃ وہو حسن اس باب مین مضمون بہ نسبت عنوان کے زیادہ ہو یعنے عنوان مین صرف کعبہ کے اندر نماز کا ذکر ہو اور عبارت مین ذکر کعبہ کے گرد اور اوپر نماز پڑھنے کا بھی ہو اور یہ اچھی بات ہو کہ عنوان سے زاید بیان کیا جاوے اور معیوب یہ ہو کہ جس بات کا ذکر عنوان مین ہو اسکا حال نہ بیان کیا جاے صح فرض ونفل فیہا وفوقہا ولو بلا سترۃ لان القبلۃ عندنا ہی العرصۃ والہواء الی عنان السماء درست ہو فرض اور نفل کعبہ کے اندر اور کعبہ کے اوپر اگرچہ بدون سترہ کے ہو اسلیے کہ قبلہ ہمارے نزدیک میدان اور ہوا ہو آسمان کی سطح تک مگر امام مالک کے نزدیک کعبہ کے اندر فرض نماز درست نہین اسلیے کہ جب ایک طرفکو منہ کریگا دوسری جانب کو پشت ہو گی حالانکہ وہ بھی قبلہ ہو اور ہماری دلیل یہ ہو کہ واجب یہ ہو کہ کعبہ کے ایک جزو معین کیطرف منہ کیا جاوے اور یہ بات جس جزو کیطرف منہ کرکے نماز شروع کریگا حاصل ہو جائیگی وہی جزو معین قبلہ ٹھہریگا اسکے غیر کیطرف پشت کرنا مفسد نماز نہو گا اور عرصہ اور ہوا سے مراد یہ کہ عمارت کعبہ قبلہ نہین بلکہ خالی جگہ اور اسکے اوپر کی ہوا آسمان تک قبلہ ہو کذا فی الشامی وان کرہ الثانی للنہی وترک التعظیم اگرچہ مکروہ ہو دوسری صورت یعنے نماز پڑھنا اوپر خانہ کعبہ کے بسبب ممانعت کے اور بسبب نہونے تعظیم کے شرح ملتقی مین ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سات جگہ نماز پڑھنے سے منع فرمایا اول اونٹون کے بیٹھنے کی جگہ دوم قبرستان سوم نجاست ڈالنے کی جگہ چہارم شارع عام پنجم کمیلہ یعنے جانورون کے ذبح کرنے کی جگہ ششم خانہ کعبہ کے اوپر ہفتم حمام کے اندر منفردا او بجماعۃ وان وصلیۃ اختلفت وجہتہم فی التوجہ الی الکعبۃ الا اذا جعل قفاہ الی وجہ امامہ فلا یصح اقتداءہ لتقدمہ علیہ صحیح ہو نماز کعبہ کے اندر تنہا یا جماعت سے اگرچہ کعبہ کیطرف منہ کرنے مین جماعت والونکے منہ جدا طرفکو ہون مگر جبکہ مقتدی اپنی پشت امام کے چہرہ کیطرف کریگا تو اسکا اقتدا درست نہو گا بسبب آگے بڑھجانے مقتدی کے امام سے یعنی جس صورتمین کہ مقتدی کی پشت امام کیطرف ہو تو دونونکا منہ ایک ہی طرف اور مقتدی کعبہ سے قریب ہو شارح نے کہا کہ ان متصلہ ہو شرطیہ نہین ویکرہ جعل وجہہ لوجہہ بلا حائل ولو بجنبہ لم یکرہ فی الراجح اور مکروہ ہو کرنا اپنے چہرہ کا مقابل چہرہ امام کے بدون آڑ کے اسلیے کہ مشابہ صورت پرستی کے ہو اور اگر امام کے پہلو کیطرف منہ کریگا تو مکروہ نہو گا تو یہ چار صورتین ہوئین جن یعنے صورت اول یہ ہو کہ مقتدی کا منہ امام کے منہ کیطرف ہو یہ صورت مکروہ ہو دوم یہ کہ مقتدی کا منہ امام کے پہلو کیطرف ہو یہ بدون کراہت جائز ہو سوم یہ کہ مقتدیکا منہ امام کی پشت کیجانب ہو یہ بھی بلا کراہت درست ہو چہارم یہ کہ مقتدی کی پشت امام کے منہ کیطرف ہو یہ صورت ناجائز ہو کذا فی الطحطاوی وصح لو تحلقوا حولہا ولو کان بعضہم اقرب الیہا من امامہ ان لم یکن فی جانبہ لتاخرہ حکما اور درست ہو نماز اگر حلقہ کرین گرد کعبہ کے اگرچہ بعض مقتدی کعبہ سے زیادہ قریب ہون بہ نسبت اپنے امام کے بشرطیکہ امام کیطرف مین زیادہ قریب نہون اور کعبہ سے قریب شخصونکی نماز اسلیے درست ہو کہ وہ حکما امام سے پیچھے ہین ہم یہان سے حکم کعبہ کے باہر یعنے مسجد الحرام مین پڑھنے کا ذکر ہو کہ جماعت اسمین گرد کعبہ کے حلقہ کیصورت درست ہو کہ عہد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آجتک اسی طرح نماز ہوتی آئی ہو پھر اس حلقہ کی جماعت مین سے اگر کوئی شخص امام کی نسبت کعبہ سے قریب ہو تو دیکھنا چاہیے کہ اگر شخص مذکور اسی طرف ہو جسطرف امام ہو تب تو اسکی نماز نہو گی کیونکہ اس صورت مین وہ امام سے آگے بڑھا ہوا ہو گا اسلیے اسکا تابع نہ ٹھہرا اور اگر دوسری جانب مین کعبہ سے قریب ہو گیا ہو تو اقتدا درست ہو اسلیے کہ آگے بڑھنا امام سے اسوقت ہوتا ہو کہ دونونکی جہت متحد ہو جب جہت متحد نہوئی تو امام سے آگے بڑھنا بھی ثابت نہوا اسیوجہ سے اقتدا صحیح ٹھہرا کذا فی الشامی ولو وقف مسامتا لرکن فی جانب الامام وکان اقرب لم ارہ وینبغی الفساد احتیاطا لترجیح الامام وہذہ صورتہ اور اگر کوئی مقتدی اس کونے کی سیدھ مین کھڑا ہوا جو امام کی جانب مین ہو اور کعبہ سے بنسبت امام کے زیادہ قریب ہو تو مین نے اس مسئلے کا حکم نہین دیکھا اور احتیاط کی روسے فاسد ہونا نماز مقتدی کا شایان ہو بسبب غالب ہونے امام کی جہت کے اور یہ صورت ہو کہ ہم اس مسئلے کے سمجھانے کے لیے ہم صورت مذکورۂ بالا کو حروف سے نشان کرتے ہین فرض کرو کہ ش ع ی ح خانہ کعبہ ہو اور رکن حجر گوشہ ح ہو اور فرض کرو

امام　　ماموم

باب الصلوۃ فی الکعبۃ

سے بھی اداے زکوٰۃ درست ہے کذافی الشامی اور فرق اباحت اور تملیک مین یہ ہے کہ اباحت سے چیز ﴿ کم مین﴾ لانا مباح ہوجاتا ہے یہ نہین کہ اُسمین جو
تصرف چاہے وہ کرسکے اور تملیک سے سب طرح کے تصرف کا اختیار ہوتا ہے مثلاً اگر کھانا یتیم کو مباح کیا تو اُسکو اختیار اسکے کھا لینے کا ہے نہ اور تصرف
کا اور اگر مالک کیا تو چاہے خود کھائے چاہے دوسرے کو دیدالے یا بیچڈالے جزء مال خرج المنفعة فلو اسکن فقیرا دارہ سنة ناویا لا یجزیہ عینہ الشارع
وہو ربع عشر نصاب حولی خرج النافلة والفطرة زکوٰۃ مالک کرنا ہے مال کے ایک ٹکڑے کا کہ شارع نے اسکو ٹھہرا دیا ہے اور وہ چالیسوان حصہ ہے مال
نقد کا ہے جسپر ایک سال گذر گیا ہو شارح نے کہا کہ مال کا حصہ کہنے سے نفع خارج ہوا یعنے وہ زکوٰۃ مین محسوب نہین ہوسکتا مثلاً اگر کسی فقیر کو اپنے گھر میں ایک
سال بہ نیت اداے زکوٰۃ رکھا تو کافی نہوگا کیونکہ اسکو نفع کا مالک کیا نہ مال کا اور چالیسوین حصہ کی قید سے صدقہ نفل نکل گیا کہ اسکا باب مین کچھ تعین نہی
نہین اور صدقہ فطر بھی نکلگیا اسلیے کہ وہ چالیسوان حصہ نہین ہوتا ہم طحطاوی نے کہا کہ چالیسوان حصہ شارح نے بیان کیا اور زکوٰۃ جانورون اور غلہ
کی بھی اسمین شامل ہے کیونکہ وہ قائم مقام چالیسوین حصہ کے ہے من مسلم فقیر ولو معتوہا غیر ہاشمی ولا مولاہ ای معتقہ ہذا معنی قول الکنز تملیک المال ای
المعہود اخراجہ شرعا مالک کرنا ہے مسلمان فقیر کو اگرچہ ناقص العقل ہو نہ اولاد ہاشم کو اور نہ انکے مولی یعنے آزاد کیے ہوئے غلام کو اور یہی ہے اور کنز کے
قول تملیک المال کی یعنی وہ مال جسکا نکالنا شرعاً معلوم ہے ہم مصنف نے زکوٰۃ کی تعریف مین تملیک جزء مال عینہ الشارع کہا ہے اور صاحب کنز نے تملیک المال کہا ہے
تو شارح کہتا ہے کہ مآل دونون تعریفون کا ایک ہے کیونکہ کنز مین المال سے مال معہود مراد ہے اور الف لام عہد کا ہے یعنی وہی مال جو شارع نے مقرر کیا ہے مع
قطع المنفعة عن الملک من کل وجه فلا یدفع الے اصلہ وفرعہ مالک کرنا ہے اسطرح کہ منفعت مالک کی دینے والے کی ہر وجہ سے منقطع ہو جاوے اس سے
یہ نکلا کہ زکوٰۃ کا دینے والا اپنی اصل یعنے مان باپ دادا دادی نانا نانی وغیرہ اور اپنی فرع یعنی بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی وغیرہ کو نہ دے کیونکہ انکو دینے مین
من وجہ اسکی منفعت باقی ہے للہ تعالی بیان لاشتراط النیة مالک کرنا ہے خداے تعالی کے حکم کی تعمیل کے لیے شارح نے کہا کہ یہ بیان ہے نیت کے مشروط ہونیکا یعنی جب
یہ کہا کہ فقیر کو دینا خداے تعالی کی امر کی بجاآوری کے لیے ہو تو معلوم ہوا کہ زکوٰۃ مین نیت شرط ہے جیسے اور عبادات مقصودہ مین شرط ہے بالاجماع کذا فی البحر
شرط افتراضہا عقل وبلوغ واسلام وحریة والعلم بہ ولو حکما لکونہ فی دارنا اور زکوٰۃ کے فرض ہونیکی شرط عاقل ہونا اور بالغ ہونا اور مسلمان ہونا
اور آزاد ہونا اور فرض ہونیکا جاننا ہے اگرچہ فرض ہونیکا علم حکم کی روسے ہو جیسے مالدار کا دار الاسلام مین ہونا کہ یہان بے علمی عذر نہین ہوسکتی ہان اگر کوئی
کافر دار الحرب مین مسلمان ہوا اور چند سال وہان رہا اور اسکو زکوٰۃ کا حال معلوم نہوا تو اُسپر زکوٰۃ واجب نہوگی کذا فی الشامی ہم فرض ہونے مین
اتنی قیدون کے لگانے سے معلوم ہوا کہ لڑکے اور مجنون اور کافر اور غلام کے مال پر زکوٰۃ نہین وسببہ ای سبب افتراضہا ملک نصاب حولی
نسبة للحول لحولانہ علیہ تام بالرفع صفة ملک خرج مال المکاتب اور سبب اُسکا یعنے زکوٰۃ کے فرض ہونے کا پوری ملکیت نصاب حولی کی ہے شارح نے کہا
کہ حولی نسبت ہے حول کیطرف بمعنی سال اور اس مال کو حولی اسلیے کہا کہ اُسپر سال گذرجاتا ہے اور لفظ تام رفع کے ساتھ صفت ہے ملک کی اس قید سے
مکاتب کا مال نکلگیا کہ اُسپر ملک کامل مکاتب کو نہین ہوتی اسیوجہ سے اُسکے مال پر زکوٰۃ نہین ہم سال سے مراد چاند کے بارہ مہینے ہین نہ سال شمسی کذا
فی الشامی اقول انہ خرج باشتراط الحریة علے ان المطلق ینصرف للکامل مین کہتا ہون کہ مکاتب تو نکل چکا ہے حریت کی شرط ہونے سے علاوہ
اسکے مطلق ملک سے فرد کامل یعنے ملک تام ہی مراد ہوگی ہم اس بیان سے شارح کی غرض یہ ہے کہ لفظ تام مصنف کی عبارت مین زائد ہے شامی
نے کہا کہ شارح کے قول مین کلام ہے کیونکہ مصنف سبب وجوب کی تعریف کرتا ہے جو جامع ومانع ہونی چاہیے تو اگر ملک مطلق بیان کیجاسے
اور تام کی قید نہ لگائی جاسے تو بلاشبہہ ملک مکاتب تعریف مین داخل ہوگی اور ذکر حریت کا شرط بیان مین سبب کی تعریف کا نقصان
دور نہین کرتا اور مطلق کا محمول ہونا فرد کامل پر ایسی جگہ ہوا کرتا ہے کہ کسی وجہ سے قید مذکور نہوتی ہو تو دفع اعتراض کے لیے یہ توجیہ

حاشیہ: نصاب لغت مین اصل کو کہتے ہین اور شریعت مین اُس مال کو کہتے ہین جس سے کم پر زکوٰۃ واجب نہو ۱۲ منہ کیونکہ مال نام خاص ہے سونے کے لیے یعنی اُن چیزون کو مال کہتے ہین جنکو حاجت کے لیے رکھ چھوڑتے ہین ۱۲

قرضخواہون کے ہاتھ سے ذلت اُٹھاتا ہی کذا فی الشامی نام ولو تقدیرا بالقدرۃ علی الاستنماء ولو بنائبہ نصاب مذکور بڑھنے والی ہو اگرچہ تقدیراً بڑھے
اسطرح کہ مالک اسکے بڑھانے پر قادر ہو گو اپنے نائب کے وسیلے سے بڑھا سکتا ہو ہم مال زکوٰۃ دو طرح ہی ایک خلقی یعنے جسکی پیدائش دفع حاجت کیلیے
ہی وہ تو چاندی اور سونا ہی تو ان دونون مین زکوٰۃ واجب ہوتی ہی خواہ آدمی تجارت کی نیت کرے یا نہین دوسرا فعلی کہ آدمی کی نیت سے زکوٰۃ کی لیاقت پیدا
کرتا ہی اور وہ سوا نقدین کے اور چیزین ہین پھر مال کا بڑھانا دو طرح ہی ایک حقیقی تجارت اور جانورون کے بچے لینے اور ایک تقدیری یعنے تجارت
وغیرہ کی قدرت ہونی اسطرح کہ مال اپنے ہاتھ مین ہو یا اپنے نائب کے ہاتھ مین کذا فی الطحطاوی والشامی ثم فرع علی سببہ بقولہ فلا زکوٰۃ علی مکاتب
لعدم الملک التام ولا فی کسب ماذون ولا فی مرہون بعد قبضہ ولا فیما اشتراہ للتجارۃ قبل قبضہ پھر مصنف نے سبب وجوب پر اپنے اس قول سے تفریع
کی کہ زکوٰۃ نہین مکاتب[1] پر بسبب نہونے مکاتب کی ملک کامل کے یعنی جو مال مکاتب کے پاس ہی وہ مکاتب کی پوری ملکیت مین نہین کیونکہ اسمین حق
اسکے آقا کا لگا ہوا ہی جبتک مال کتابت اسکے ذمہ ہی اور نہ اس غلام کی کمائی مین زکوٰۃ ہی جسکو آقا نے اجازت تجارت کی دیدی ہی بشرطیکہ مال غلام کے
قبضے مین ہو کذا فی الطحطاوی اور نہ گرو رکھی ہوئی چیز مین زکوٰۃ ہی مرتہن سے لے لینے کے بعد یعنے اگر راہن نے اپنا مال کچھ برسون تک رہن رکھا تو بعد
چھڑانے کے اسکی زکوٰۃ زمانہ رہن کی اسکے ذمہ نہین بسبب نہونے قبضے کے اور نہ مرتہن پر اسکی زکوٰۃ ہی کیونکہ اسکی ملک نہین اور نہین زکوٰۃ
اس مال مین کہ اسکو تجارت کے لیے خریدا ہو پیشتر اسکے قبضہ کرنے کے یعنی اگر مشتری نے مال تجارت خریدا اور بعد برس روز کے مثلاً قبضہ کیا تو ان برس
کی زکوٰۃ مشتری پر نہو گی ومدیون للعبد بقدر دینہ فیزکی الزائد ان بلغ نصابا اور نہین زکوٰۃ بندہ کے قرضدار پر بقدر اسکے قرض کے پس زکوٰۃ دے
زائد قرض کی اگر وہ نصاب زکوٰۃ ہو مثلاً ایک شخص کے ذمہ سو روپیہ قرض ہین اور اسکے پاس مال زکوٰۃ دو سو روپیہ کا ہی تو سو کی زکوٰۃ دے
کیونکہ قرض دیکر سو بچتے ہین جو نصاب سے زیادہ ہین اور اگر کم بچین یا کچھ نہ بچے تو زکوٰۃ نہین مثلاً ۲۰۰ کا مال ہو یا سو کا تو اول صورت مین قرضہ
کے سو دیکر ۲۰ بچینگے جو نصاب سے کم ہین اور دوسری صورت مین کچھ نہ بچیگا تو ان دونون صورتون مین زکوٰۃ اسپر نہین وعروض الدین کالہلاک
عند محمد ورجحہ فی البحر اور سال کے درمیان مین قرض کا ہو جانا مثل مال کے جاتے رہنے کے ہی امام محمد رح کے نزدیک اور ترجیح دی ہی اسکو بحر الرائق
مین ہم صورت مسئلہ کی یہ ہی کہ ایک شخص کے پاس دو سو روپیہ کا مال زکوٰۃ ہی آٹھ مہینے کے بعد مثلاً اسکے ذمہ دو سو روپیہ یا ڈیڑھ سو قرض ہو گئے اور سال پورا
ہونے کے بعد پھر دو سو ہو گئے تو امام محمد کے نزدیک نئے سر سے برس کا شمار کرے پچھلے برس کی زکوٰۃ اسپر نہین اور امام ابو یوسف کے نزدیک قرض مذکور مانع
زکوٰۃ نہین اس سال کی بھی زکوٰۃ اسکے ذمہ ہو گی اور اگر قرض بعد تمام ہونے سال کے ہو جاوے تو اس سے زکوٰۃ بالاتفاق ساقط نہو گی کذا فی
الطحطاوی ولو لہ نصب صرف الدین لایسرہا قضاء ولو اجناسا صرف لاقلہا زکوٰۃ فان استویا کاربعین شاۃ وخمس ابل خیر اور اگر مالدار کے پاس کئی مالونکی نصابین
ہون تو قرض اس نصاب کیطرف لگایا جاویگا جس سے ادائے قرض زیادہ آسان ہو اور اگر ایک قسم کے مال کی کئی جنسین ہون تو قرض اس نصاب
مین لگایا جائیگا جسکی زکوٰۃ کمتر ہو اور اگر زکوٰۃ مین جنسین برابر ہون مثلاً چالیس بکریان اور پانچ اونٹ کہ دونون کی زکوٰۃ ایک بکری ہی تو مالدار کو اختیار
دیا جائیگا کہ جس جنس کو چاہے دین مین رکھکر باقی جنس کی زکوٰۃ دے ہم کئی نصابون کی مثال یہ ہی کہ ایک شخص کے پاس روپے اشرفیان بھی بقدر نصاب
ہین اور اسباب تجارت بھی بقدر نصاب اور جانور بھی تو اسکے قرضہ مین اول روپیہ اشرفیان محسوب ہونگی پھر اسباب تجارت پھر مویشی اور مختلف جنسونکی مثال
یہ ہی کہ مثلاً جانورون کی کئی جنس بقدر نصاب ہون یعنی ۴۰ بکریان اور ۳۰ گائین اور پانچ اونٹ تو قرض مین بکریان خواہ اونٹ محسوب ہونگے گائین نہونگی
کیونکہ ۳۰ گائیونکی زکوٰۃ ایک برس کا بچھڑا ہی اور بکریون اور اونٹونکی زکوٰۃ ایک بکری جو کم قیمت ہی بچھڑے سے اور یہ صورت اسوقت ہی کہ صدقہ لینے والا موجود ہو
ورنہ صاحب مال کو اختیار ہی چاہے دین کو مویشی کیطرف لگا کر روپیون اشرفیون کی زکوٰۃ دے چاہے اسکا الٹا کرے کذا فی الشامی ولا فی ثیاب البدن

[1] مکاتب وہ غلام جسکو آقا نے کہا ہو کہ اتنا روپیہ کما دے تو تو آزاد ہی ۱۲

اور یہ واجب نہیں کہتے وہ یہ کہتے ہیں کہ سب زمین کا کھودنا دشوار ہے یا خالی وقت سے نہیں کذا فی الطحطاوی و دین کان جحده المالک سنین ولا بینة
علیه ثم صارت له بان اقر بعد سنین عند قوم وقیده فی مصرف الخانیة بما اذا حلف علیه عند القاضی اما قبله تجب لما مضی اور نہیں زکوٰۃ اس قرض میں
جسکا قرضدار نے برسوں انکار کیا تھا اور مالک کے پاس اسپر گواہ نہ تھے پھر اُسکے پاس گواہ ہوگئے اسطرح کہ قرضدار نے برسوں کے بعد لوگوں کے سامنے
قرض کا اقرار کر دیا اور زکوٰۃ کے واجب نہونے کو مقید کیا ہے خانیہ کے باب المصرف میں اس امر سے کہ قرضدار منکر سے قسم لیگئی ہو قاضی کے محکمے میں اس
سے پہلے کہ قسم لینے سے پیشتر اگر منکر اقرار کر دیگا تو گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ واجب ہوگی وما اخذ مصادرة ای ظلما ثم وصل الیه بعد سنین لعدم النمو
اور نہیں زکوٰۃ اُس مال میں کہ بطور ڈانڈ کے زبردستی لیا جاے پھر مالک کو بعد چند برس کے ملے بسبب نہ بڑھنے مال مذکور کے حموی طحطاوی نے کہا
کہ لعدم النمو علت ہے مال مفقود سے لیکر مال مصادرۃ تک کی یعنے ان مالوں میں وجہ زکوٰۃ کے واجب نہونے کی یہ ہے کہ مالک کسیطرح بڑہا نہیں سکتا
والاصل فیه حدیث علی لا زکوٰۃ فی مال الضمار وهو ما لا یمکن الانتفاع به مع بقاء الملک اور اصل ایسے اموال کی زکوٰۃ کے نہونے میں حدیث حضرت
علی کی ہے کہ زکوٰۃ نہیں مال ضمار میں اور ضمار وہ مال ہے کہ ملک تو مالک کی باقی رہے مگر اُس سے فائدہ لینا اُسکو ممکن نہو ولو کان الدین علی مقر ملی او علی
معسر او مفلس ای محکوم بافلاسه او علی جاحد علیه بینة وعن محمد لا زکوٰۃ وهو الصحیح ذکره ابن ملک وغیره لان البینة قد لا تقبل او علم به قاض
سیجیء ان المفتی به عدم القضاء بعلم القاضی فوصل الی ملکه لزم زکوٰۃ ما مضی وسنفصل الدین فی زکوٰۃ المال اور اگر قرض ایک شخص کا کسی مقر
تونگر دہند پر ہو یا تنگدست پر یا دیوالیے پر یعنے جسکے مفلس ہونیکا حکم مشتہر ہو چکا ہو یا ایسے منکر پہ قرض ہو کہ اسپر گواہ ہوں یا اُس قرض کو قاضی
جانتا ہو پھر اسطرح کا قرض مالک کی ملک میں پہونچے تو اسپر گزشتہ برسوں کی زکوٰۃ لازم ہوگی شارح نے کہا کہ امام محمد سے یہ منقول ہے کہ منکر پر قرض
ہو تو باوجود گواہ ہونے کے اسپر زکوٰۃ لازم نہوگی اور یہی قول صحیح ہے ذکر کیا ہے اُسکو ابن ملک اور دوسرے لوگوں نے کیونکہ گواہ بعض وقت مقبول
نہیں ہوتے تو انکا ہونا نہونا برابر ہوا اور آگے آویگا کہ مفتی بہ یہ ہے کہ اگر قاضی اپنے علم کے بموجب کسی معاملہ میں حکم کر دیگا تو اُسکا حکم صحیح نہوگا اور دین کا
تفصیل ہم مال کی زکوٰۃ کے بیان میں عنقریب ذکر کرینگے یعنے دین تین قسم ہے قوی اوسط ضعیف تو جو قرض ضعیف ہو اسپر زکوٰۃ نہیں کذا فی الشامی وسبب لزوم
ادائها توجه الخطاب یعنی قوله تعالی آتوا الزکوٰۃ اور زکوٰۃ کے ادا کرنے کے لازم ہونیکا سبب متوجہ ہونا خطاب یعنی ارشاد خداوندی کا ہے کہ زکوٰۃ دو ہم
یعنی جب آیت میں خطاب مکلفوں پر بصیغۂ امر دینے کے لیے ہے تو ادا کرنا اُسکا لازم ہے شامی نے کہا کہ یہ سبب حقیقی ہے اور پہلے جو ملک نصاب کو سبب کہا تھا
وہ مجازی تھا وشرطه ای شرط افتراض ادائها حولان الحول وهو فی ملکه وثمنیة المال کالدراهم والدنانیر لتعینهما للتجارة باصل الخلقة فتلزم الزکوٰۃ
کیفما امسکهما ولو للنفقة او السوم بقیدها الآتی او نیة التجارة فی العروض اور شرط اُسکی یعنے ادائے زکوٰۃ کے فرض ہونیکی گذر جانا برس کا ہے اسطرح کہ مال
مالک کی ملک میں رہے اور نیز ثمن ہونا مال کا نقد کی زکوٰۃ میں جیسے روپے اشرفیاں ہیں بسبب متعین ہونے ان دونوں کے تجارت کے لیے اصل پیدائش میں
تو لازم ہوگی ان دونوں پر زکوٰۃ جسطرح اُنکو روک رکھیگا اگرچہ خرچ روزمرہ کے لیے روپیہ یا اشرفیاں رکھ چھوڑے یا جنگل میں چرنا قید آئندہ کے ساتھ یعنی جانوروں
زکوٰۃ کے ادا میں جیسے برس کا گذرنا شرط ہے ویسے ہی جنگل میں چرنا بھی شرط ہے یا شرط ہے نیت تجارت اسباب کی زکوٰۃ کے باب میں ہم پہلے جو شرطیں عقل وغیرہ کی
مذکور ہوئیں وہ صاحب مال میں تھیں اور یہ شرطیں خود مال کی ہیں مگر کھیتوں اور پھلوں کی زکوٰۃ میں برس کا گذرنا شرط نہیں کذا فی الشامی اما صریحا ولا بد
من مقارنتها لعقد التجارة کما سیجیء او دلالة بان یشتری عینا بعرض التجارة او یوجر داره التی للتجارة بعرض فتصیر للتجارة بلا نیة صریحا اور اسباب میں نیت
تجارت یا صراحۃ ہو اور ضرور ہو متصل ہونا اس نیت کا عقد تجارت سے چنانچہ آگے آویگا یعنے عقد کیوقت نیت کرلے کہ جو چیز میری ملک میں آتی ہے وہ
تجارت کی ہے تو اگر کوئی چیز گھر کے کام کو مول لے پھر نیت تجارت کی کرلے تو تجارت کی نہوگی چنانچہ آگے آتا ہے یا نیت تجارت دلالۃ ہو اسطرح کہ مول لے

او مقارنۃ بعزل ما وجب کلہ او بعضہ ولا یخرج عن العہدۃ بالعزل بل بالاداء للفقراء یا نیت اداے زکوٰۃ متصل ہو زکوٰۃ واجب کے علیحدہ کرنے سے خواہ کل واجب کے علیحدہ کرنے سے متصل ہو یا بعض کے اور مالدار بری الذمہ نہوگا زکوٰۃ کو علیحدہ کر دینے سے بلکہ فقیرون کو دینے کی جہت سے ذمہ پاک ہوگا م یعنے اگر زکوٰۃ کا مال جو علیحدہ کیا تھا ضائع ہو جائیگا تو زکوٰۃ ساقط نہوگی او تصدق بکلہ الا اذا نوی نذراً او واجباً اخر فیصح وبضمن الزکوٰۃ یا اداے زکوٰۃ کی صحت کے لیے شرط ہی کل مال کا خیرات کر دینا مگر جس صورت مین کہ اس خیرات سے نیت کرے کسی نذر کی یا کسی دوسرے واجب کی تو یہ خیرات اسکی نیت کے موافق درست ہو جائیگی، اور زکوٰۃ کا ضمان دے م طحطاوی نے کہا کہ تصدق کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر مال کو بعد زکوٰۃ واجب ہونے کے کسی غنی کو ہبہ کر دیگا تب بھی زکوٰۃ ساقط نہوگی جیسے نذر مین اٹھا ڈالنے سے ساقط نہین ہوتی ولو تصدق ببعضہ لا تسقط حصتہ عند الثانی خلافاً للثالث اور اگر بعض مال صدقہ کر دیا تو اس صدقہ کیے ہوے کی زکوٰۃ ساقط نہوگی امام ابو یوسف رح کے نزدیک بخلاف امام محمد رح کے کہ انکے نزدیک ساقط ہو جائیگی اور امام ابو حنیفہ اس مسئلہ مین امام محمد رح کے ساتھ ہین تو یہی راجح معلوم ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی واطلقہ فیعم العین والدین حتے لو ابرأ الفقیر عن النصاب صح وتسقط عنہ اور ماتن نے تصدق کو مطلق رکھا تو وہ عام ہی موجود چیز اور دوسرے کے ذمہ دین کو یہانتک کہ اگر فقیر کو بری کر دیا نصاب سے تو صحیح ہوگا ابراء اور زکوٰۃ اسکے ذمے سے ساقط ہوگی م یعنے مثلاً زید کا قرض ذمہ عمرو کے بقدر نصاب ہی اور عمرو مفلس ہی زید نے ابتدا ہی مین نے تجکو قرض معاف کیا تو یہ معاف کرنا بھی صحیح ہی اور زید کے ذمہ سے زکوٰۃ بھی اس نصاب کی ساقط ہو گئی واعلم ان اداء الدین عن الدین والعین عن العین وعن الدین یجوز واداء الدین عن العین وعن دین سیقبض لا یجوز اور جاننا چاہیے کہ ادا کرنا دین کا بعوض دین کے اور ادا کرنا موجود چیز کا بدلہ موجود کے اور بدلہ دین کے درست ہی اور ادا کرنا دین کا بدلے موجود چیز کے اور بدلے اس دین کے جو عنقریب قبضے مین آویگا درست نہین م مراد دین سے وہ مال زکوٰۃ ہی جو دوسرے کے ذمہ ہوا اور عین سے یہ مراد ہی کہ اسکی ملک مین قائم ہو نقد ہو یا اسباب تو اس مسئلہ کی چار صورتین ہین اسلیے کہ زکوٰۃ دو حال سے خالی نہین یا دین ہوگی یا عین اور جس مال کی زکوٰۃ دینی منظور ہی وہ بھی یا دین ہوگا یا عین لیکن چونکہ مال دو طرح کا ہو سکتا ہی ایک وہ کہ قبضے مین نہ آوے ساقط ہو جاے اور ایک وہ کہ بعد زکوٰۃ اسکے قبضہ کرنے کا استحقاق رہے تو اب پانچ صورتین ہو گئین جنمین سے تین مین ادا درست ہی اور دو مین ناجائز پہلی صورت زکوٰۃ دین کا ادا کرنا اس مال دین سے کہ ساقط ہو جاے جسکی مثال اوپر گذری یعنی یون مفلس کو نصاب بالکل معاف کر دیا دوسرے ادا کرنا زکوٰۃ عین کا مال موجود سے مثلاً نقد یا اسباب بقدر نصاب ہی انمین سے مقدار واجب کو دیڈالا تو ادا درست ہی سوم ادا ے زکوٰۃ عین مال دین کے عوض مثلاً ایک شخص دو سو روپیہ کا مالک ہی مگر کسیکو قرض دے رکھے ہین تو انکی زکوٰۃ مین پانچ روپیہ اپنے پاس سے دیدیے تو یہ ادا درست ہوا اور جن صورتون مین ناجائز ہی انمین سے اول یہ ہی کہ مال موجود کی زکوٰۃ مین دین کو دینا مثلاً ایک شخص کے پاس ۲۰۰ روپیہ موجود ہین انکی زکوٰۃ پانچ روپیہ ہوے اور اسکے ۵ روپے کسی مفلس پر آتے ہین تو ان روپیون کو اس مال موجود کی زکوٰۃ مین مجرا دینا جائز نہین دوسری صورت یہ ہی کہ ادا کرے دین کو اس مال دین کے عوض جو عنقریب مقبوض ہوگا مثلاً حامد کے ڈیڑھ سو روپیہ محمود کے ذمے قرض ہین حامد نے اسکو ۵۰ روپیے معاف کر دیے تو ان ۵۰ کی زکوٰۃ بھی اسکے ذمے سے ساقط ہوئی لیکن اگر یہ نیت کریگا کہ سو جو باقی رہے انکی زکوٰۃ بھی انھین پچاس مین آجاوے تو یہ درست نہوگا کیونکہ جب سو اسکے قبضہ مین آئینگے تو عین ہو جائینگے اور عین کی زکوٰۃ دین سے درست نہین کذا فی الشامی بتصرف وحیلۃ الجواز ان یعطے مدیونہ الفقیر زکوٰتہ ثم یاخذ ہا عن دینہ ولو امتنع المدیون مد یدہ واخذ ہا لکونہ ظفر بجنس حقہ فان مانعہ رفعہ للقاضی اور جواز کا حیلہ یعنی مال موجود کی زکوٰۃ کو دین سے ادا کرنے کی تدبیر یہ ہی کہ اپنے قرضدار محتاج کو اپنی زکوٰۃ حوالہ کرے پھر اس زکوٰۃ کو عوض اپنے قرض کے اس سے لے لے اور اگر وہ نہ دیوے تو ہاتھ بڑھا کر چھین لے کیونکہ اسکو اسکے حق کی جنس مل گئی

لی کرے یا کرے ہم چاندی سونا چونکہ اصل خلقت کے لحاظ سے تجارت کے لیے متعین ہین اسلیے میراث مین پانے سے انپر زکوٰۃ ہو گی خواہ تجارت
کی نیت کرے یا نہین اور سائمہ مین چونکہ پہلے سے صفت سوم موجود تھی اسلیے اب وارث کی نیت کی حاجت نہین غرضکہ برس گذرنیکے بعد ان تینون
پر زکوٰۃ لازم ہو گی کذا فی الطحطاوی و ما ملکہ بصنعہ کہبۃ او وصیۃ او نکاح او خلع او صلح عن قود وقید بالقود لان العبد للتجارۃ اذا قتلہ عبد خطأ

ودفع بہ کان المدفوع للتجارۃ خانیہ وکذا کل ما قوبض بہ مال التجارۃ فانہ یکون لہا بلا نیۃ کما مر ونحوہ لہا کان لہا عند الثانی والاصح انہ لا یکون
لہا بحر عن البدائع اور جس چیز کا مالک اپنے فعل سے ہو یعنی جو مال کہ قبول کرنے پر اسکا مالک ہونا موقوف ہو مال کا بدلہ مال سے نہو جیسے ہبہ مین یا
یا وصیت مین یا مہر نکاح مین یا خلع کے عوض مین یا صلح بعوض قصاص مین اور اس مال مین نیت تجارت کی کر لے تو یہ مال امام ابو یوسف کے
نزدیک تجارت کا ہو جائیگا اور صحیح تر یہ ہی کہ تجارت کے لیے نہو گا کیونکہ تجارت مال کا حاصل ہونا ہی مال کے عوض اور ان معاملات مین مال بدون مال
کے ہاتھ لگتا ہی تو تجارت کے لیے نہ ٹھہرا کذا فی البحر عن البدائع شارح نے کہا کہ ماتن نے صلح مین قود کی قید اسلیے لگائی کہ تجارت کے غلام کو اگر کوئی غلام
براہ خطا مار ڈالے اور مقتول کے عوض غلام قاتل مقتول کے مالک کو حوالہ کیا جاے تو یہ غلام تجارت کا ہو گا بدون نیت مالک کے کذا فی الخانیہ اور
اسیطرح جو چیز مال تجارت کے عوض قبضے مین آوے تو وہ بھی تجارت کے لیے ہو گی بدون نیت کے چنانچہ اوپر گذرا کہ مال تجارت کے عوض دوسری چیز لینے مین

نیت تجارت ولالۃ موجود ہی تو نیت جدید کی حاجت نہین وفی اوائل الاشباہ ولو قارنت النیۃ ما لیس بدل مال بمال لا تصح علی الصحیح اور شرح
اشباہ مین ہی کہ جب نیت متصل ہو اس چیز سے کہ مال کا مبادلہ مال سے نہین تو یہ نیت درست نہو گی مذہب صحیح کے بموجب ہم اس قول کو شارح نے
اصح قول کی تائید کے لیے بیان کیا لا زکوٰۃ فی اللآلی والجواہر وان ساوت الفاً اتفاقاً الا ان تکون للتجارۃ نہین ہی زکوٰۃ موتیون اور جواہر مین اگرچہ
ہزار کی قیمت کے ہون بالاتفاق مگر اس صورت مین کہ موتی اور جواہر تجارت کے لیے ہون تو انپر زکوٰۃ ہو گی ہم جواہر سے مراد یاقوت زمرد وغیرہ ہین اور
انپر زکوٰۃ نہونے کی وجہ یہ ہی کہ اصل پیدائش مین یہ چیزین ثمن نہین کذا فی الطحطاوی والاصل ان ما عدا الحجرین والسوائم انما یزکی بنیۃ التجارۃ بشرط

عدم المانع المودی الی الثنی وشرط مقارنتہا لعقد التجارۃ وہو کسب المال بالمال بعقد شراء او اجارۃ او استقراض اور قاعدہ کلیہ زکوٰۃ کے ہونے
کا یہ ہی کہ جو مال سوا سے چاندی اور سونے اور چرائی کے جانورون کے ہی اسپر زکوٰۃ جبھی ہو گی جب تجارت کی نیت ہو بشرط نہونے مانع کے جس سے
دوبارہ زکوٰۃ کی نوبت پہونچے اور بشرط متصل ہونے نیت کے عقد تجارت سے اور عقد تجارت حاصل کرنا مال کا ہی عوض مال کے بذریعہ خرید کے عقد
کے یا اجارہ کے یا قرض لینے کے ہم طحطاوی نے کہا کہ ثنی بکسر مثلثہ ونون مفتوح والف مقصورہ ایک برس مین دو بار صدقہ لینے کو کہتے ہین تو اگر زمین
عشری کو بہ نیت تجارت مول لے تو اسمین زکوٰۃ نہو گی کہ عشر اور زکوٰۃ دونون جمع ہو جائینگی فلو نوی التجارۃ بعد العقد او اشتری شیئاً للقنیۃ ناویاً

ان وجد ربحا باعہ لا زکوٰۃ علیہ کما لو نوی التجارۃ فیما خرج من ارضہ کما مر پس اگر نیت کی تجارت کی بعد عقد کے یا مول لی کوئی چیز گھر مین رکھنے
کو اس نیت سے کہ اگر نفع ملیگا تو بیچ دینگے تو اسپر زکوٰۃ نہین بوجہ نہ متصل ہونے نیت کے عقد تجارت سے جیسے اگر نیت کی اس پیداوار مین جو پیدا ہو
اسکی زمین عشری یا خراجی مین تو اسپر بھی زکوٰۃ نہو گی کیونکہ یہان مانع موجود ہی یعنے عشر اور خراج مانع زکوٰۃ ہین وکما لو شری ارضا خراجیۃ ناویاً التجارۃ
او عشریۃ وزرعہا او بذرا للتجارۃ وزرعہ لا یکون للتجارۃ لقیام المانع اور جیسا کہ اگر خرید کرے کوئی زمین خراجی بہ نیت تجارت کے خواہ اسکو بو دے
یا نہین یا زمین عشری مول لے اور اسکو بو دے یا بیج مول لیا تجارت کے لیے پھر اسکو بو دیا تو ان صورتون مین پیداوار تجارت کے لیے نہو گا بسبب موجود ہونے
مانع کے ہم یعنی اول صورت مین خراج اسکے ذمے ہی بسبب مالک ہونے کے خواہ بو دے یا نہین اور دوسری صورت مین عشر بونے والے پر ہی تو اگر زمین
عشری کو بہ نیت تجارت لیکر نہ بوئیگا تو اسکی زکوٰۃ واجب ہو گی اور عشر نہ دینا پڑیگا بسبب نہونے پیداوار کے اور تیسری صورت مین اسوقت مال تجارت کا نہو گا

کہ جیسے ان میں زیادتی یا کمی [illegible] میں ہو جس [illegible] اگر [illegible] ہو تو زکوٰۃ واجب ہوگی [illegible]

باب السائمۃ

یہ باب چرنے والے جانوروں کی زکوٰۃ کے بیان میں ہے [illegible] المبتی [illegible] اکثر [illegible] اقتصار [illegible]
[illegible] فی المحیط والزیادۃ والسمن [illegible] فی [illegible] الزکوٰۃ فیہا [illegible]
[illegible] التجارۃ [illegible] سائمہ [illegible] میں چرنے [illegible] جانور کو کہتے ہیں اور شرع میں وہ جو اکتفا کرے سال چرائی پر یعنی جس میں [illegible]
دیا جاتا ہے اس قید کو شمنی نے ذکر کیا ہے اکتفا کرے اکثر سال میں واسطے دودھ کے اور نسل یعنی بچہ لینے کے ذکر کیا ہے اسکو زیلعی نے اور محیط میں
[illegible] زیادہ کیا ہے اور [illegible] اور [illegible] تاکہ شامل ہو [illegible] کو بھی لیکن ہدایہ میں ہے کہ اگر چرایا سوائم کو [illegible] کے لیے تو ان میں زکوٰۃ
نہیں ہے ایسا ہی اگر چرایا الادے یا سواری کے لیے اور اگر تجارت کے لیے چرایا تو ان میں زکوٰۃ تجارت کی ہے اور شاید کہ اہل متون نے اس قید کو
اس لیے نہیں ذکر کیا کہ دونوں حکموں کی تصریح کر چکے ہیں ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ جب مال کی نیت تجارت کی ہو اس میں زکوٰۃ ہے اور مال کا لفظ
حیوانات کو بھی شامل ہے اور سوائم جو حمل اور رکوب کے لیے ہوں ان میں زکوٰۃ نہیں ہے قال الشامی فلو علفہا نصفہ لا تکون سائمۃ فلا زکوٰۃ
للشک فی الموجب پس اگر گھاس کھلایا جانوروں کو آدھے برس یعنی گھر پہ باندھ کر تو سائمہ نہوگی اور اسلیے زکوٰۃ بھی نہیں ہوگی کیونکہ موجب زکوٰۃ
یعنی سوم مشکوک ہے ہم یعنی جانوروں میں زکوٰۃ بشرط سوم ہوتی ہے تو جب نصف برس اپنی گرہ سے گھاس کھلایا تو سوم میں شک پڑ گیا و یبطل
حول زکوٰۃ التجارۃ بجعلہا للسوم لان زکوٰۃ السوائم وزکوٰۃ التجارۃ مختلفان قدرا وسببا فلا یبنی حول احدہما علی الآخر اور زکوٰۃ تجارت کا برس باطل
ہوجاتا ہے انکے سائمہ کرنے سے کیونکہ زکوٰۃ سوائم کی اور زکوٰۃ تجارت کی مختلف ہیں مقدار میں اور سبب میں تو ایک کا برس دوسرے کے برس پر
مبنی نہیں ہو سکتا اس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کے پاس تجارت کے مواشی ہیں چند روز بعد آٹھ مہینے کے دودھ اور نسل کے لیے چرنے
چھوڑ دیا تو اب سال زکوٰۃ چرائی کے دن سے شروع ہوگا پہلے دن سال میں محسوب نہونگے کیونکہ زکوٰۃ تجارت کی مقدار چالیسواں حصہ ہے
اور سوائم کی زکوٰۃ جانور دینا پڑتا ہے اور دونوں زکوٰتوں کا سبب بھی مختلف ہے کہ تجارت میں نصاب مالی کا مالک ہونا سبب ہے اور سوائم
میں معدودین کا مالک ہونا کذا فی الطحطاوی فلو اشتریہا للتجارۃ ثم جعلہا سائمۃ اعتبر اول الحول من وقت الجعل للسوم کما لو باع

السائمۃ فی وسط الحول او قبلہ بیوم بجنسہا او بغیر جنسہا او بنقد ولا نقد عندہ او بعروض ونوی بہا التجارۃ فانہ یستقبل حولا آخر جوہرہ وفیہا
لیس فی سوائم الوقف والخیل المسبلۃ زکوٰۃ لعدم المالک ولا فی المواشی العمی ولا مقطوعۃ القوائم لانہا لیست سائمۃ پس اگر خریدا مواشی
کو تجارت کے لیے پھر چھوڑ دیا چرائی پر تو معتبر ہوگا اول سال جس وقت سے چرائی پر کیا ایسا ہی اگر بیچ دیا سوائم کو برس کے اندر یا برس پورا ہونے
سے ایک دن پہلے بدلے انکے جنس کے یا غیر جنس کے یا بدلے نقد کے اور نقد اسکے پاس موجود نہیں یا بیچا بدلے اسباب کے اور نیت کر لی
اسباب میں تجارت کی تو ان سب صورتوں میں نئے سرے سے برس شروع ہوگا کذا فی الجوہرہ اور اسمیں یہ بھی ہے کہ وقف مواشی میں
زکوٰۃ نہیں اور نہ گھوڑوں میں جو فی سبیل اللہ کیے گئے بسبب نہونے مالک کے اور نہ اندھے مواشی میں اور نہ پاؤں کٹوں میں کیونکہ
وہ سائمہ نہیں ہیں نقد پاس نہونے کی قید اسلیے لگائی کہ اگر اسکے پاس نقد نصاب ہوگی تو قیمت سوائم کی اسکے ساتھ ملا کر زکوٰۃ دینی ہوگی
نقد حال کے لیے نیا برس مقرر نہ کیا جائیگا اور بہتر یہ تھا کہ شارح لا نصاب عندہ کہتا کہ شامل ہوتا ہر طرح کے مبادلے یعنی جنسی اور
غیر جنسی کو اور گھوڑوں پر صاحبین کے نزدیک بالکل زکوٰۃ نہیں اور ظہیریہ میں لکھا ہے کہ اندھے مواشی میں [illegible] میں اور

صاحبین کے نزدیک واجب ہے اور بحر الرائق میں بھی واجب لکھا ہے قالہ الشامی

باب

یہ باب ہے اونٹون کی زکوٰۃ کے بیان مین ہم طحطاوی نے کہا کہ لفظ باب تنوین کے ساتھ ہے اور اسکی خبر محذوف ہے نصاب الابل بکسر الباء وتسکن مونثۃ لا واحد لہا من لفظہا والنسبۃ الیہا ابلی بفتح الباء سمیت بہ لانہا تبول علے افخاذہا نصاب اونٹون کے پانچ ہین شارح نے کہا ابل بے کے کسرہ کے ساتھ ہے اور کبھی ساکن بھی کیجاتی ہے مونث مستعمل ہے اسکا واحد اس لفظ سے نہین آتا اور یاے نسبت لگانے سے بے کو فتح ہوجاتا ہے اور اونٹ کو ابل اسلیے کہتے ہین کہ رانون پر پیشاب کرتا ہے ہم یعنے ابل اور بول مین اشتقاق کبیر ہے اور وہ یہ ہے کہ اکثر حروف مین اشتراک ہو اور معنون مین مناسبت طحطاوی نے کہا کہ نصاب الابل مبتدا ہے اور خمس اسکی خبر خمس فیوخذ من کل خمس منہا الی خمس وعشرین بخت جمع بختی وہو ما لہ سنامان منسوب الے بخت نصر لانہ اول من جمع بین العربی والعجمی فولد منہا ولد فسمی بختیا او عراب شاۃ و ما بین النصابین عفو نصاب اونٹون کے پانچ ہین پس لیجاوے ہر ایک پانچ پانچ سے پچیس تک ایک بکری خواہ اونٹ بختی ہون یا عربی شارح نے کہا کہ بخت جمع بختی کی ہے اور بختی دو کوہان والے اونٹ کو کہتے ہین منسوب ہے بخت نصر کیطرف اسلیے کہ اول اسنے عربی اور عجمی اونٹون کو جمع کر کے نسل حاصل کی تھی اسلیے وہ بختی نسل کہلائی اور مابین ہر دو نصاب کے عفو ہے ہم یعنے جیسے پانچ پر ایک بکری ہے چھ سات پر بھی وہی ایک بکری ہے نو تک اور دس پر دو بکریان تو پانچ سے زیادہ اور دس سے کم پر کچھ زکوٰۃ نہین وہ معاف ہین وفیہا ای الخمس عشرین بنت مخاض وہے التی طعنت فی السنۃ الثانیۃ وسمیت بہ لان امہا غالبا تکون مخاضا ای حاملا باخری اور اسمین یعنے پچیس اونٹون مین بنت مخاض ہے اور بنت مخاض وہ شتر مادہ ہے جسکو دوسرا برس لگا ہو یہ اسکا نام اسلیے ہوا کہ مخاض کے معنی حاملہ کے ہین اور دوسرے برس اسکی ماں اکثر حاملہ ہوتی ہے دوسرے بچے کی وفے ست وثلثین الے خمس واربعین بنت لبون وہی التی طعنت فی الثالثۃ لان امہا تکون ذات لبن لاخری غالبا اور چھتیس اونٹون مین پینتالیس تک بنت لبون ہے اور بنت لبون وہ اونٹنی ہے جسکو تیسرا برس لگا ہو اور اسکے لفظی معنی ہین دودھ والی کا بچہ اسلیے کہ اسکی ماں اکثر اس مدت مین دوسرا بچہ جنکر دودھ والی ہوتی ہے وفے ست واربعین الے ستین حقۃ بالکسر وہی التی طعنت فے الرابعۃ وحق رکوبہا اور چھیالیس مین ساٹھ تک حقہ ہے حاے حطی کے کسرہ سے اور حقہ وہ اونٹنی ہے جسکو چوتھا برس شروع ہوا ہو اور لائق ہوئی ہو سواری کے وفی احدی وستین الے خمس وسبعین جذعۃ بفتح الذال المعجمۃ وہی التی طعنت فی الخامسۃ لانہا تجذع اے تقلع اسنان اللبن اور اکسٹھ مین پچھتر تک جذعہ ہے ذال معجمہ کے فتح سے یعنے وہ اونٹنی جو پانچوین مین لگی ہو اور اسکے لفظی معنی ہین توڑنیوالی تو جذعہ اسلیے نام ہوا کہ دودھ کے دانت اس عمر مین توڑتی ہے وفی ست وسبعین الے تسعین بنتا لبون وفی احدی وتسعین حقتان الے مائۃ وعشرین کذا کتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر رضی اللہ عنہ اور چھہتر مین نوے تک دو بنت لبون اور اکانوے مین دو حقہ ایک سو بیس تک ہے مکاتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہم لفظ کتب مصدر مضاف ہے اور بعض نسخون مین الی ابی بکر ہے یعنے کتابت رسول اللہ کی جو پہونچی طرف ابی بکر کے کیونکہ زکوٰۃ کا نامہ حضرت نے قریب وفات کے لکھوایا تھا اور جاری ہونے کی نوبت نہ آئی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوگیا اس نامے کے موافق حضرت ابو بکر نے تعمیل کی اور شارح نے اس جملے کو بیان درج کیا آخر کلام مین نہین لکھا اسواسطے کہ بعد اسکے روایات مین کچھ اختلاف ہے اور ایکسو بیس تک اتفاق ہے مگر وہ جو حضرت مرتضی علی سے منقول ہے کہ پچیس پر پانچ بکریان بھی جائز ہین کذا فی الشامی ثم تستانف الفریضۃ عندنا فیوخذ فے کل خمس شاۃ مع الحقتین ثم فے کل مائۃ

وخمس واربعين بنت مخاض وحقتان ثم في كل مائة وخمسين ثلث حقاق یعنی پھر از سرنو زکوٰۃ کا حساب کیا جاوے بایں معنی کہ ایک سو
پچپن پر ایک بکری مع دونوں حقوں کے پھر ایک سو پینتالیس میں بنت مخاض اور دو حقے پھر ایک سو پچاس میں تین حقے امام شافعی اور احمد کے نزدیک
جب ایک سو بیس پر ایک زیادہ ہو تو اسمیں تین بنت لبون ایک سو تیس تک لازم ہیں پھر ہر چالیس میں ایک بنت لبون اور ہر پچاس میں ایک حقہ
لبون اور ہر پچاس میں حقہ اور امام مالک سے دو قول منقول ہیں ایک ہمارے مذہب کے موافق اور دوسرا امام شافعی کے موافق کذا في الشامي
ثم تستانف الفريضة بعد المائة والخمسين يعني في كل خمس شاة مع ثلث حقاق ثم في كل خمس وعشرين بنت مخاض مع الحقاق ثم في ست
وثلثين بنت لبون معها ثم في مائة وست وتسعين اربع حقاق الى مائتين پھر استیناف کیا جاوے زکوٰۃ مفروضہ کا بعد ڈیڑھ سو کے یعنی ہر
پانچ میں ایک بکری مع تین حقوں کے پھر پچیس میں بنت مخاض مع تین حقوں کے پھر چھتیس میں بنت لبون مع حقوں مذکور کے پھر ایک سو
چھیانوے میں چار حقے دو سو تک ہم ماتن کے قول ثم في كل خمس وعشرين سے لفظ كل حذف کرنا چاہیے کہ خلاف مقصود ہے کیونکہ لفظ کل تکرار کا
مقتضی ہے کہ اگر یہ عدد مکرر ہو دو بار یا تین بار تو بھی واجب لازم ہو حالانکہ یہ مراد نہیں ہے اور ایسے ہی ثم في كل مائة وخمس واربعين ہے اور ان مواقع
میں بجائے ثم کے واو مناسب ہے کیونکہ استیناف نہیں ہے بلکہ تتمہ پہلے استیناف کا ہے کذا في الشامي اسلیئے مترجم نے لفظ کل کا ترجمہ دونوں جگہ نہیں کیا
ثم تستانف الفريضة بعد المائتين ابدا كما تستانف في الخمسين التي بعد المائة والخمسين حتى تجب في كل خمسين حقة پھر از سرنو زکوٰۃ
کا حساب شروع کیا جاوے دو سو کے بعد ہمیشہ اسطرح جیسے ڈیڑھ سو کے بعد پچاس میں کیا جاتا ہے یہانتک کہ واجب ہو ہر پچاس میں ایک حقہ
ہم مراد یہ ہے کہ جب زیادہ ہوں دو سو پر پانچ اونٹ تو انمیں ایک بکری اور چار حقے یا پانچ بنت لبون اور دو سو دس میں دو بکریاں چار حقے اور
دو سو پندرہ میں تین بکریاں چار حقے اور دو سو بیس میں چار بکریاں چار حقے پھر جب دو سو پچیس ہوں تو انمیں ایک بنت مخاض اور چار حقے دو سو چھتیس تک
اور دو سو چھتیس میں بنت لبون مع چار حقوں کے ہر دو سو پینتالیس تک پھر دو سو چھیالیس میں پانچ حقے دو سو پچاس تک پھر استیناف اسیطرح
کیا جاوے یہانتک کہ دو سو چھیانوے میں چھ حقے ہوں تین سو تک کذا في الشامي والبخرى في ذكور الابل الا بالقيمة للاناث بخلاف البقر والغنم
فان المالك مخير اور نہیں کافی نر اونٹ مگر بحساب قیمت مادہ کے یعنے مادہ کی قیمت زیادہ ہے اونٹوں میں بخلاف گائے بکری کے کہ ان دونوں
میں مالک کو اختیار ہے چاہے نر دے چاہے مادہ

باب زكوة البقر

یہ باب ہے زکوٰۃ گائے بیل کا من البقر بالسكون وهو الشق سمي به لانه يشق الارض كالثور لانه يثير الارض ومفرده البقرة والتاء للوحدة لا للتانيث
مشتق ہے بقر ساکن الاوسط سے جسکے معنی چاڑنے کے ہیں اور وجہ تسمیہ یہ ہے کہ زمین کو پھاڑتا ہے جیسا اسکو ثور بھی کہتے ہیں اسلیئے کہ زمین کو اوٹھاتا ہے
یعنے لائق زراعت کے کرتا ہے اور مفرد بقر کا بقرۃ ہے اور ت تانیث کی نہیں ہے بلکہ وحدت کی ہے نصاب البقر والجاموس ولو متولدا من
وحش والاهلية بخلاف عكسه والوحشي بقرا وغنما وغيرها فانه لا يعد في النصاب ثلثون سائمة غير مشتركة گائے بھینس کی نصاب تیس عدد ہیں جنگل کے
چرنے والے کہ مشترک نہوں شارح نے کہا اگرچہ وحشی نر اور اہلی مادہ سے پیدا ہوے ہوں بخلاف اسکے کہ مادہ جنگلی ہو اور نر اہلی اور بخلاف جنگلی گائے اور بکری
کے کیونکہ یہ نصاب میں شمار نہیں کیے جاتے اسلیئے کہ جانوروں میں اعتبار مادہ کا ہے نر کا اعتبار نہیں ہم غیر مشترک کی قید اسلیئے لگائی کہ اگر تیس مال
مشترک ہونگے تو انپر زکوٰۃ نہوگی کیونکہ ہر ایک کا حصہ نصاب سے کم ہوگا کذا في الشامي وفيها تبيع لانه يتبع امه ذو سنة كاملة وتبيعة انثاه اور
تیس گائے میں جو دوسرے برس رہو نر کا بچھڑا یا بچھڑی واجب ہے اسکو تبیع اسلیئے کہتے ہیں کہ تبیع کے لفظی معنے ہیں ساتھ رہنے والا اور یہ بھی اپنی

مان کے ساتھ رہتا ہو کا لتہ کی قید اسواسطے بڑھائی کہ بعض علما نے لکھا ہو کہ دوسری برس مین لگا ہو پس جب ایک برس کا پورا ہوگا تو دوسرا برس خواہی نخواہی شروع ہو جاویگا کذا فی الشامی و فی اربعین مسن ذو سنتین او مسنۃ اور چالیس مین پورے دو برس کا نر یا مادہ جو مسنہ کہ سب دانت والا ہو اور اسکو مسن اسلیے کہتے ہین کہ اس مدت مین دودھ کے دانت ٹوٹنے شروع ہوتے ہین اور نئے دانت نکلتے ہین و فیما زاد علی الاربعین بحسابہ فی ظاہر الروایۃ عن الامام و عنہ لا شئی فیما زاد الی ستین اور جو زیادہ ہو چالیس سے اسی حساب سے زکوۃ بھی لیجاویگی ساٹھ تک یعنی اگر ایک زیادہ ہو تو چالیسواں حصہ ایک مسنہ کا اور دو ہین بیسواں حصہ یہ مذہب ہو امام صاحب کا موافق ظاہر الروایت کے اور ایک روایت امام صاحب سے یہ ہو کہ زیادہ مین کچھ نہین لازم آتا ساٹھ تک ففیہا ضعف ما فی ثلثین پس ساٹھ مین دونا اسکا ہو جو تیس مین لازم آتا ہو یعنے دو تبیع و ہو قولہما والثلثۃ و علیہ الفتوی بحر عن الینابیع و تصحیح القدوری اور یہی ہو قول صاحبین کا اور باقی تینون اماموں کا اور اسی پر فتوی ہو کذا فی البحر ناقلا عن الینابیع و تصحیح القدوری ثم فی کل ثلثین تبیع و فی کل اربعین مسنۃ الا اذا تداخلا کمائۃ و عشرین فیخیر بین اربع اتبعۃ و ثلث مسنات و ہکذا پھر ہر تیس مین ایک تبیع اور ہر چالیس مین ایک مسنہ مگر اس صورت مین کہ دونون یعنے تبیع اور مسنہ متداخل ہون جیسے ایک سو بیس کہ مالک مختار ہو چاہے چار تبیعہ دیوے چاہے تین مسنہ و علی ہذا القیاس یعنے دو سو چالیس مین آٹھ تبیعہ یا چھ مسنہ قالہ الشامی مسئلہ داخل سے یہ مراد ہو کہ ایسا عدد ہو جو تیس اور چالیس دونون پر پورا تقسیم ہوتا ہو تو تیس کے حساب سے چاہے تبیع دے چاہے چالیس کے حساب سے مسنہ دے

باب زکوۃ الغنم

یہ باب ہو زکوۃ بھیڑ بکری کے بیان مین مشتق من الغنیمۃ لانہ لیس لہ آلۃ الدفاع فکانت غنیمۃ لکل طالب غنم بفتحتین مشتق ہو غنیمت سے اور وجہ تسمیہ یہ ہو کہ غنم کے پاس ایسا اوزار نہین جس سے طالب کو ہٹا سکے پس گویا ہر طالب کے لیے غنیمت ہو اور سینگون کا عدم وجود مراد ہو کیونکہ انسے مدافعت نہین کرسکتی نصاب الغنم ضانا او معزا فانہما سواء فی تکمیل النصاب و الاضحیۃ و الربوا لا فی اداء الواجب و الایمان اربعون و فیہا شاۃ تعم الذکور و الاناث نصاب غنم کی بھیڑ ہو یا بکری چالیس ہین اور چالیس مین زکوۃ ایک بکری ہو نر ہو یا مادہ شارح نے کہا کہ غنم بھیڑ بکری دونون کو شامل ہو اسلیے کہ دونون برابر ہین نصاب کے پورا کرنے اور قربانی اور سود مین نہ اداے واجب مین اور قسمون مین مثلا اگر کسی پاس کچھ بھیڑ بکری ملکر چالیس ہون تو زکوۃ لازم ہوگی اگرچہ اکیلے کی پوری نصاب نہو اور سود مین اسطرح کہ اگر بھیڑی کا گوشت بدلے بکری کے گوشت کے زیادہ کم بیچے تو حرام ہو اور اداے واجب اور قسم مین برابر نہین یعنے اگر کسی کے پاس چالیس بھیڑیان ہون تو اسپر ایک بھیڑی واجب ہوگی اس سے بکری نہین لے سکتے یا کسی نے قسم کھائی کہ بھیڑی کا گوشت نہ کھاؤنگا تو بکری کا گوشت کھانے سے حانث نہوگا کذا فی الشامی و فی مائۃ و احدی و عشرین شاتان و فی مائتین و واحدۃ ثلث شیاہ و فی اربع مائۃ اربع شیاہ و ما بینہما عفو اور ایک سو اکیس مین دو بکریان اور دو سو ایک مین تین بکریان اور چار سو مین چار بکریان اور ایک نصاب سے دوسرے نصاب تک جو عدد ہین وہ معاف ہین یعنے چالیس سے جو زاید ہو ایک سو بیس تک اسمین کچھ نہین بشرطیکہ مالک ایک ہی ہو اور اگر تین مالک ہین تو تین بکریان لیجاوینگی ہر شخص سے ایک بکری یہ جو اور اگر ایک سو بیس بکریان ایک شخص کی ہین تو ساعی کو نہین پہونچتا کہ انکو متفرق کرکے ہر چالیس پہ ایک ایک بکری لے لے اور اگر چالیس بکریان دو آدمی کی ہین تو انمین سے کسی پر زکوۃ نہین ہو اور ساعی کو نہین جائز کہ انکو جمع کرکے انپر زکوۃ لے لے اسلیے کہ ہر ایک کا حصہ نصاب سے کم ہو کذا فی الشامی ثم بعد بلوغہا اربع مائۃ فی کل مائۃ شاۃ الی غیر النہایۃ پھر جب بکریان چار سو ہوگئین تو ہر سیکڑے پیچھے ایک بکری ہو بے انتہا تک

ایک مسنہ اور ایک بچہ اور اسی طرح اگر ہوویں انتھ گائے کے بچے اور ایک تبیع کذا فی الشامی و لا فی عفو وھو ما بین النصب فی کل الاموال اور نہیں زکوٰۃ اُس عدد میں جو عفو ہی اور عفو وہ عدد ہی کہ درمیان دو نصابوں کے ہو تمام قسم کے اموال میں حتیٰ شیخین رح کا قول ہی یعنے واجب بمقابلۂ نصاب کے ہی نہ عفو کے اور امام محمد رح اور زفر کہتے ہیں کہ واجب بمقابلۂ کل عدد کے ہی اور نتیجہ خلاف اس صورت میں ظاہر ہوتا ہی کہ ایک شخص کے پاس نو اونٹ ہیں اور چار ہلاک ہو گئے تو شیخین رح کے نزدیک ایک بکری پوری لازم آویگی اور امام رح کے نزدیک ۵/۹ ایک بکری کے لازم آوینگی اور چار نوین حصہ ساقط ہو جاوینگے قالہ الشامی وحصاہ بالسوائم اور صاحبین رح نے عفو کو خاص کیا ہی سوائم میں یعنے النقود میں سوا سٹ کہ نقود میں جو دو سو درم سے زیادہ ہو صاحبین کے نزدیک معاف نہیں ہی بلکہ چالیسواں حصہ کل کا لازم ہوتا ہی بخلاف امام اعظم رح کے کہ انکے نزدیک بعد دو سو درہم کے جو زیادہ ہو وہ عفو ہی جب دو سو کے اوپر چالیس درہم زیادہ ہوں تو ایک درہم زیادہ لازم آویگا یعنے چھ درم ہو جاوینگے الغرض درم کی کسر امام صاحب کے نزدیک معاف ہی کذا فی الشامی و لا فی ہالک بعد وجوبھا ومنع الساعی فی الاصح لتعلقھا بالعین لا بالذمۃ وان ہلک بعضہ سقط حظہ اور جو مال ہلاک ہو گیا ہو بعد وجوب زکوٰۃ کے اور منع کرنے ساعی کے اُسمیں زکوٰۃ نہیں اصح مذہب پر یعنے اگر برس گذر گیا اور ساعی نے طلب کیا اور مال والے نے انکار کیا یہانتک کہ مال ہلاک ہو گیا تو صحیح یہ ہی کہ زکوٰۃ ساقط ہو گئی کیونکہ زکوٰۃ عین چیز سے علاقہ رکھتی ہی نہ ذمہ سے قالہ الشامی اور اگر بعض مال ہلاک ہو گیا تو اُسی قدر کی زکوٰۃ ساقط ہو گئی ویصرف الہالک الی العفو اولا ثم الی نصاب یلیہ ثم وثم اور جو مال ہلاک ہوا وہ پہلے عفو کی طرف لگایا جاویگا پھر اُس نصاب کی طرف جو اُسکے متصل ہی پھر اُسی طرح اُس نصاب کی طرف جو اُس سے نیچے ہی وھلم یعنے اگر مثلاً کسی شخص کے پاس تین نصابیں اور کچھ شئی زائد ہو کہ نصاب کو نہ پہونچتی ہو پھر اُسمیں سے کچھ ہلاک ہو جاوے تو وہ اولاً عفو میں سے سمجھا جاویگا پھر جو زاید تھا اگر سب ہلاک ہو گیا تو وہی تین نصابوں کی زکوٰۃ اُسکے ذمہ واجب ہوگی اور اگر زیادہ ہلاک ہو گیا تو یہ منصرف ہوگا اُس نصاب کی طرف جو اُسکے قریب ہی یعنے تیسری نصاب کے اور صرف دو نصابوں کی زکوٰۃ دیگا اور یہی حال ہی اگر نصاب اول تک ہلاک پہونچے کذا قالہ الشامی بخلاف المستہلک بعد الحول لوجود التعدی منہ ومنہ ما لو حبسہا عن العلف او الماء حتی ہلکت فیضمن بدائع بخلاف اُس صورت کے کہ قصداً ہلاک کر دے بعد برس گذرنے کے کیونکہ تعدی اُسکی طرف سے پائی گئی اور تعدی میں شمار کیا جاویگا اگر جانوروں کو گھاس یا پانی نہ دیا اور باندھ رکھا یہانتک کہ ہلاک ہو گئے پس زکوٰۃ کا ضمان دیگا بدائع والتوی بعد القرض والاعارۃ واستبدال مال التجارۃ بمال التجارۃ ہلاک وبغیر مال التجارۃ والسائمۃ بالسائمۃ استہلاک اور گم ہونا مال کا بعد قرض دینے کے یا عاریت کے یا بدلنے مال کے بدلے مال کے ہلاک شمار کیا جاتا ہی اور بدلنا مال کا اور کسی چیز کے ساتھ سوائے مال تجارت کے یا سائمہ کا بدلے سائمہ کے بمنزلہ استہلاک کے ہی ھم حکم نقود کا حکم مال تجارت کا ہی یعنے مثلاً کسی شخص کے پاس ہزار درہم ہیں پھر اسکے بدلے ایک غلام تجارت کا مول لیا یا اور کچھ اسباب تجارت کا خرید اپھر وہ ہلاک ہو گیا تو زکوٰۃ ساقط ہو گئی اور اگر غلام خدمت کا خرید اتو ساقط نہیں ہوتی اور بہتر یہ ہی کہ لفظ بالسائمہ ساقط کر دیا جاوے تاکہ شامل ہو استبدال سائمہ کو غیر سائمہ سے درم ہوں یا عروض کیونکہ زکوٰۃ متعلق ہوتی ہی عین کے ساتھ اولاً اور بالذات اور عین بدل گیا پس جب ہلاک ہو گیا عین یعنے سائمہ بدلا ہوا تو واجب ہوگی زکوٰۃ اور پوشیدہ نہ رہے کہ یہ اُسوقت ہی کہ بعد برس کے استبدال کرتا ہو لیکن جب برس کے اندر استبدال کر لیا تو جب تک اس عوض پر برس نگذریگا زکوٰۃ واجب نہوگی یا یہ کہ اسکے پاس اُن دراہم ثمن کے سوا اور دراہم ہوں تو انکے ساتھ ملا کر سب کی زکوٰۃ دے کذا فی الشامی

وجاز دفع القیمۃ فی زکوٰۃ وعشر وخراج وفطرۃ ونذر وکفارۃ غیر الاعتاق وتعتبر القیمۃ یوم الوجوب وقالا یوم الاداء وفی السوائم یوم الاداء

کا لازم آویگا ولو له نصابان مما لم یضم احدہما کثمن سائمۃ مزکاۃ والف درہم وورث الفا ضمت الی اقربہما حولا وربح کل یضم الیٰ اصلہ اور اگر اسکے
پاس دو نصاب ایسی ہین کہ نہین ملائی جاتین جیسے ثمن سائمہ زکوٰۃ دی ہوئی کا اور ہزار درم اور وراثت مین ملے اسکو ایک ہزار تو ہزار
وراثت کے اسکے ساتھ ملائے جاوینگے جسکا عنقریب برس پورا ہونے والا ہو اسلیے کہ ملانے مین تو دونون برابر ہین مگر قرب کی جہت سے ترجیح
ہو ترجیح ہو اور اسمین فقیرون کا فائدہ ہو کذا فی الشامی اور فائدہ ہر ایک کا اسکی اصل کے ساتھ ملایا جاوے یعنی اگرچہ اسکا برس پورا ہونے مین دیر
ہو کیونکہ فائدہ اپنی اصل کے تابع ہو اور یہی حکم ہو بچے کا سوائم مین اخذ البغاۃ والسلاطین الجابرۃ زکوٰۃ الاموال الظاہرۃ کالسوائم والعشر
والخراج لا اعادۃ علی اربابہا ان صرف الماخوذ فی محلہ الآتی ذکرہ والا یصرف فیہ فعلیہم فیما بینہم وبین اللہ اعادۃ غیر الخراج لانہم مصارفہ
اگر باغیون نے اور ظالم بادشاہون نے اموال ظاہری کی زکوٰۃ لی جیسے سوائم اور عشر اور خراج پس مالکون کے ذمے دوبارہ دینا لازم نہوگا
بشرطیکہ انھون نے اسکو صرف کیا ہو صرف کے موقع پر جسکا بیان باب المصرف مین آویگا یعنے فقیرون وغیرہ کو دیا ہو اور اگر اپنے موقع پر صرف
نہین کیا تو مال والون کے ذمے دیانت کی راہ سے پھیر دینا لازم ہو سواے خراج کے کہ اسکا اعادہ لازم نہین اسلیے کہ وے لوگ خراج کے
مصرف ہین کیونکہ خراج حق مقاتلین کا ہو اور اہل بغی اہل حرب سے مقابلہ کرتے ہین ہم مال ظاہری وہ کہلاتا ہو جسکی زکوٰۃ حاکم اہل اسلام لیتا ہو
یا جو مال عشر لینے والے کے سامنے آوے واختلف فی الاموال الباطنۃ ففی الولوالجیۃ وشرح الوہبانیۃ المفتی بہ عدم الاجزاء اور اختلاف
ہو اموال باطنیہ مین پس ولوالجیہ مین اور شرح وہبانیہ مین ہو کہ مفتی بہ عدم کفایت ہو ہم مال باطن نقود اور اسباب تجارت کو کہتے ہین یعنی
اگر مال باطن کی زکوٰۃ باغیون نے لے لی تو فتوے اسپر ہو کہ مالک کی طرف سے کافی نہوگی اسکو پھر سے ادا کرنی چاہیے مگر یہ شرط ہو کہ عاشر کے
سامنے نہ لیگئی ہو ورنہ مال ظاہری کی زکوٰۃ کا حکم ہوگا اور شارح کے کلام سے مفہوم ہوتا ہو کہ اموال ظاہری مین اختلاف نہین ہو حالانکہ اسمین
بھی اختلاف ہو اور تفصیل اسکی شامی مین ہو وفی المبسوط الاصح الصحۃ اذا نوی بالدفع لظلمۃ زماننا الصدقۃ علیہم لانہم بما علیہم من التبعات
فقراء حتی افتی امیر بلخ بالصیام لکفارۃ عن یمینہ اور مبسوط مین ہو کہ اصح یہ ہو کہ درست ہو یعنے مالک پر دوبارہ دینا لازم نہین جبکہ مال باطنی
کی زکوٰۃ باغیون اور ظالمون نے لے لی ہو بشرطیکہ نیت کرے ظالمون کے دینے سے انکے اوپر صدقہ کرنے کی اسواسطے کہ وہ لوگ فقیر
ہین بسبب ان حقوق کے جو انکے پیچھے لگے ہین اور اسواسطے فتوے دیا گیا امیر بلخ کا کفارہ یمین یہ ہو کہ روزے رکھے ہم امیر بلخ یعنے موسے
بن عیسے بن ماہان خراسان کے والی نے محمد بن سلمہ سے سوال کیا اپنے قسم کے کفارہ دینے سے پس محمد بن سلمہ نے روزے رکھنے کا فتوے
دیا حالانکہ کفارہ قسم دس مسکینون کا کھانا یا کپڑا دینے کا یا بردہ آزاد کرنے کا ہو اور جب یہ امور میسر نہون تو روزہ رکھنے کا حکم ہو مگر چونکہ امیر
مذکور کے پاس مال موجود لوگون کے حقوق سے زائد نہ تھا اسلیے اسکو فقیر بے دسترس تصور کیا گیا فتح القدیر مین ہو کہ اس تقدیر پر اگر کسی نے
وصیت کی کہ ثلث مال اسکا فقرا کو دیا جاوے پھر وہ دیا گیا سلطان ظالم کو تو اسکی وصیت ادا ہوگئی ولو اخذہا الساعی جبرا لم تقع زکوٰۃ لکونہا
بلا اختیار ولکن یجبر بالحبس لیودی بنفسہ لان الاکراہ لا ینافی الاختیار اور اگر لے لیا مصدق نے زکوٰۃ کو جبر تو زکوٰۃ نہوگی کیونکہ اسمین
اختیار نہوا اور زکوٰۃ دینے مین نیت اور اختیار ضروری ہو لیکن مالک مال کا قید کیا جاوے تاکہ خود بذاتہ ادا کرے اسواسطے کہ دباؤ دینا اختیار
کے منافی نہین ہم مختصر کرخی مین ہو کہ اگر امام نے صدقہ جبر لیکر مصرف مین صرف کیا تو کفایت کرتا ہو اسلیے کہ امام کو ولایت اخذ مال کی ہو
لہذا مالک کے دینے کے قائم مقام ہوگیا بحر الرائق مین ہو کہ مفتی بہ تفصیل ہو یعنے اگر اموال ظاہری مین سے لیا ہو تو فرض
اسواسطے کہ سلطان کو اور اسکے نائب کو ولایت اخذ مال کی ہو اور اگر اموال باطنی مین سے بزور لے لیا ہو تو ساقط

اپنی طرف سے کئی برس کا پیشگی ادا کرے تو جائز ہی اور اسکا پورا بیان نہر الفائق مین ہی ہم قہستانی مین کہا کہ ایسے ہی تعجیل خراج زمین کی چند سال کے لیے جائز ہی قولہ وکذا لو عجل معطوف ہی ولو عجل ذو نصاب پر وان وصلیہ الیسر الفقیر قبل تمام الحول او مات او ارتد وذلک لان المعتبر کونہ مصرفا وقت الصرف الیہ لابعدہ یعنے نصاب کا پیشگی ادا کرنا جائز ہی اگرچہ فقیر قبل پورا کرنے برس کے توانگر ہو جاوے یا مرجاوے یا مرتد ہو جاوے اسلیے کہ فقیر کا مصرف ہونا اُسوقت معتبر ہی جب زکوٰۃ اسکو دیجائے دینے کے بعد کا اعتبار نہین ولو غرس فے ارض الخراج کرما فالم تیم الکرم کان علیہ خراج الزرع مجمع الفتاوی اور اگر خراجی زمین مین انگور بوئے تو جب تک انگور پورے نہون اُسکے ذمہ خراج کھیتی کا لازم ہوگا اسلیے کہ انگور بونے کی وجہ سے زمین زرعی کو گویا معطل کر دیا تو کھیتی کا خراج واجب ہوا یہانتک کہ انگور پھل لاوے اُسوقت خراج انگور کا اُسکے ذمہ ہوگا اور کھیتی کا خراج فی جریب ایک صاع اور ایک درم ہی اور انگور کا خراج دس درم ہین اور یہ مسئلہ عشر و خراج کے مسائل مین چاہیے یہان تبعًا ذکر کر دیا ہی کذا فی الشامی ولا شی فے مال صبی تغلبی بفتح اللام وبکسرہ نسبۃ لبنی تغلب بکسرہا قوم من نصاری العرب وعلی المرأۃ ما علی الرجل منہم لان الصلح وقع منہم کذلک اور نہین ہی زکوٰۃ تغلبی لڑکون کے مال مین تغلبی بفتح لام اور کسرہ بھی جائز ہی منسوب ہی بنی تغلب کیطرف لام کے کسرہ سے کہ ایک قوم ہی عرب کے نصارے مین سے اور اُنکی عورتون پر بھی اُسی قدر لازم ہی جسقدر اُنکے مردون پر یعنے نصف العشر اور اُنکے لڑکون کے مال مین زکوٰۃ نہین مگر عشر لیا جاتا ہی دونا مسلمان کے لڑکون کی نسبت اسواسطے کہ تغلبیون سے اسی طرح صلح ٹھہری تھی ویوخذ فے زکوٰۃ السائمۃ الوسط لا الہرم ولا الکرائم اور سوائم کی زکوٰۃ مین اوسط لیا جاوے نہ بڈھا نہ بہت اُبڑھکا اور اسکا ذکور پہلے ہوچکا یعنے نہ دودھ پلاتی لیجاوے نہ گابھن نہ دانہ خوری کی نہ وہ کہ گلہ مین نسل کے لیے رہتا ہی ولا توخذ من ترکتہ بغیر وصیتہ لفقد شرطہا وہو النیۃ وان اوصے بہا اعتبرت من الثلث الا ان یجیز الورثۃ اور زکوٰۃ نہ لیجاوے ترکہ میت سے بدون اُسکی وصیت کے کیونکہ شرط زکوٰۃ کی نیت ہی اور وہ معدوم ہی اور اگر میت وصیت کرکے مرا ہو تو تہائی سے معتبر ہوگی نہ کل مال سے مگر یہ کہ وارث کل مال سے دینا جائز رکھین وحولہا ای الزکوٰۃ قمری بحر عن القنیۃ لا شمسی وسیجئ الفرق فے العنین اور ادا ے زکوٰۃ مین جو سال معتبر ہی وہ قمری کا ہی نقل کیا ہی بحر مین قنیہ سے نہ سال شمسی اور انمین فرق باب العنین مین آویگا یعنے سال قمری ۳۵۴ روز کچھ اوپر ہی اور سال شمسی اسی سے گیارہ روز زیادہ ہی شک انہ ادے الزکوٰۃ او لا یودیہا لان وقتہا العمر اشباہ مالدار کو شک ہوا کہ زکوٰۃ ادا کی یا نہین تو اُسکو ادا کرے اسلیے کہ زکوٰۃ کا وقت تمام عمر ہی کوئی وقت مقرر نہین کہ بعد اُسکے قضا کہلاوے کذا فی الاشباہ ہم بحر مین واقعات سے منقول ہی کہ فرق ہی امہین اور نماز کے شک مین وقت گذرنے کے بعد اور یہان کے مسئلہ کی نظیر یہ ہی کہ نماز کا وقت موجود ہی اور مصلی کو شک ہوا کہ نماز پڑھی یا نہین تو اس صورت مین اعادہ لازم ہی

باب زکوٰۃ المال

یہ باب ہی زکوٰۃ مال کے بیان مین ال فیہ للمعہود فے حدیث ہاتوا ربع عشر اموالکم فان المراد بہ غیر السائمۃ لان زکوٰتہا غیر مقدرۃ بہا الف لام زکوٰۃ المال مین عہد کا ہی اشارہ اس مال کیطرف کہ حدیث شریف مین ہاتوا ربع عشر اموالکم مین مذکور ہی اور وہان مراد مال سے غیر سائمہ ہی سوا اسلیے کہ سوائم مین زکوٰۃ چالیسوان حصہ مقرر نہین ہی ہم یہ جواب ہی اسکا کہ کہتے ہین مال وہ ہی جس سے توانگری حاصل ہو پس شامل ہوگا سوائم کو بھی اور اس سوال کا جواب اسطرح بھی دیا گیا ہی کہ مراد مال سے مال عرفی ہی اور عرفًا نقد اور اسباب کو مال کہتے ہین نہ سوائم کو کذا فی الشامی نصاب الذہب عشرون مثقالا والفضۃ مائتا درہم کل عشرۃ دراہم وزن سبعۃ مثاقیل والدینار عشرون قیراطا والدرہم اربعۃ عشر قیراطا والقیراط خمس شعیرات فیکون الدرہم الشرعی ...

اقل قومہ بالانفع للفقیر سراج اور اگر پہونچے سونے چاندی مین سے ایک کے ساتھ تقویم کرنے سے نصاب اور خمس نصاب کو اور دوسرے کے
ساتھ قیمت کرنے سے کمتر کو تو انکو تقویم کرین اُسکے ساتھ جو فقیرون کے حق مین نافع ہو کذا فی السراج م یعنے اگر دراہم کے ساتھ قیمت کرین تو دو چالیس
درہم ہون اور دنانیر کے ساتھ تئیس۲۳ دینار ہون تو دراہم کے ساتھ تقویم کرینگے کیونکہ اسمین چھ درہم لازم ہونگے بخلاف دنانیر کے کہ انمین واجب نصف
دینار ہی کہ ساوی ہی پانچ درم کو اور اگر دینارون سے ۴ کو پہونچے اور دراہم سے ایک سو چھبیس۱۲۶ کو تو دینارون کے ساتھ تقویم ہوگی ہدایہ مین ہی کہ شرع
مین دینار دس درم کا ہوتا ہی فتح القدیر مین کہا ہی کہ دینار کی قیمت جو دس درہم لگائے جاتے ہین تو شرع مین ایسا ہی تھا ربع عشر خبر قولہ اللازم

وفی کل خمس بضم الخاء بحسابہ ففی کل اربعین درہما درہم وفی کل اربعۃ مثاقیل قیراطان وما بین الخمس الی الخمس عفو وقالا ما زاد بحسابہ وہی
مسئلۃ الکسور ربع عشر خبر ہو اللازم کی یعنے واجب سونے چاندی مین چالیسوان حصہ ہی اور ہر پانچوین حصہ نصاب مین اسی حساب سے واجب
ہی یعنے ہر چالیس درم پر ایک درم اور ہر چار مثقال پر دو قیراط اور ایک خمس سے دوسری تک معاف ہی اور صاحبین کہتے ہین کہ جتنا نصاب
سے زیادہ ہو سکی اسی حساب سے زکوۃ لیجاوے یعنے خمس تک کے جو کسور امام صاحب کے نزدیک معاف تھین وہ انکے نزدیک نہین اور یہ مسئلہ الکسور ہی
ماخوذ ہی حدیث لا تاخذ من الکسور شیا یعنے نہ لے کسرون مین کچھ کذا فی الشامی وغالب الفضۃ والذہب فضۃ وذہب وما غلب غشہ منہما یقوم

کالعروض وتشترط فیہ النیۃ اور سونا یا چاندی اگر کسی ملونی کے ساتھ مخلوط ہون اور ملونی پر سونا یا چاندی غالب ہو تو اسکا حکم سونے چاندیکا ہی اسمین
لف ونشر مرتب ہی یعنے اگر سونا غالب ہو تو سونے کا حکم ہی اور چاندی غالب ہو تو چاندی کا حکم ہی تو اس مخلوط مین زکوۃ سونے چاندیکی لازم ہی یہانتک
کہ اگر بہ نیت تجارت بھی رکھا ہوگا تو زکوۃ نقدین کی لازم ہوگی نہ عروض کی اور اگر ملونی نقدین پر غالب ہو تو اسکی قیمت کیجاوے مثل اور اسباب تجارت
کے بشرطیکہ تجارت کی نیت ہو الا اذا کان یخلص منہ ما یبلغ نصابا او اقل وعندہ ما یتم بہ او کانت اثمانا رائجۃ وبلغت نصابا من ادنی نقد تجب زکوتہ
فتجب والا فلا نیت مشروط ہی مگر اس صورت مین کہ مخلوط مین اسقدر چاندی یا سونا جدا ہو سکتا ہی کہ نصاب کی مقدار کو پہونچے یا سونا چاندی اگرچہ
نصاب سے کم ہی لیکن جسقدر نصاب مین کمی ہی اُسکے پورا کرنے کو اُسکے پاس کوئی تجارت کی چیز یا نقدین مین سے موجود ہی یا یہ کہ غالب الغش
ثمن مروج ہون اور قیمت مین اُس ادنے نقد کے نصاب کے برابر ہون جسپر زکوۃ واجب ہوتی ہی تو زکوۃ واجب ہوگی ورنہ نہین واجب ہوگی
واختلف فی الغش المساوی والمختار لزومہا احتیاطا خانیہ ولذا لا تباع الا وزنا اور جو مال ایسا ہو کہ اسمین ملونی اور چاندی یا ملونی اور
سونا دونون برابر ہین اسمین اختلاف ہی مختار یہ ہی کہ زکوۃ لازم ہی احتیاطا کذا فی الخانیہ اور اسی جہت سے اُسکی بیع بغیر وزن کے نہین جائز ہی
تاکہ ربوا لازم نہ آوے واما الذہب المخلوط بالفضۃ فان غلب الذہب فذہب والا فان بلغ الذہب والفضۃ نصابا وجبت اور سونا جو چاندی مین مخلوط
ہو پس اگر سونا غالب ہو تو حکم سونے کا ہی اور اگر سونا غالب نہو پس اگر سونا یا چاندی نصاب کو پہونچے تو واجب ہی م شمنی مین اسطرح تقریر کی ہی
کہ اگر گھلا لیا سونا چاندی کے ساتھ پس اگر سونا نصاب کو پہونچے تو کل زکوۃ سونے کی دیجاویگی سونا غالب ہو یا مغلوب اسلیے کہ وہ عزیز ہی اور اگر
سونا نصاب کو نہ پہونچے پھر اگر چاندی نصاب کو پہونچ گئی تو کل کی زکوۃ چاندی کی زکوۃ ہوگی مین کہتا ہون کہ صورت سونے چاندی کے مخلوط
ہونے کی بارہ طرح ہو سکتی ہی یا یہ کہ سونا غالب ہو یا مغلوب یا برابر اور ہر صورت مین یا دونون حد نصاب کو پہونچین یا نہ پہونچین سونا فقط نصاب
ہو یا چاندی فقط نصاب ہو انمین سے دو صورتین ممتنع ہین ایک یہ کہ سونا غالب ہو اور چاندی فقط نصاب کو پہونچے دوسرے یہ کہ سونا چاندی
دونون برابر ہون اور چاندی فقط نصاب کو پہونچے باقی دس صورتین ممکن ہین اور تاتارخانیہ مین ہی کہ جب فضہ غالب ہو اور سونا مغلوب یعنی
دو ثلث چاندی اور ایک تہائی سونا یا زیادہ کل کا حکم چاندی کا نہوگا کیونکہ سونا قیمتی چیز ہی اپنے سے کمتر کا تابع نہین ہو سکتا بخلاف اسکے کہ سونا

غالب ہو اس سے یہ معلوم ہوا کہ جب چاندی نصاب کو پہونچے اور سونا نصاب سے کم ہو اسمین چاندی کی زکوٰۃ لازم آوے گی اختلاف دونون مذہبون کا
تمام اس صورت مین کہ وہ سونا خود قیمت مین کم ہو چاندی سے نہین تو کل کی زکوٰۃ سونے کی ہوگی واسطے تحقیق کے اس نقشہ سے حال ہو
کا معلوم ہوتا ہے جہت کے حکم کے

نقشہ چاندی سونے کے احکام کا در صورت مخلوط ہونے کے کہ زکوٰۃ لازم ہوتی ہے

سونا غالب	چاندی غالب	دونون برابر
سونا غالب اور ہر ایک بقدر نصاب حکم سونے کا ہوگا	چاندی غالب اور ہر ایک بقدر نصاب حکم سونے کا	دونون برابر اور ہر ایک بقدر نصاب حکم سونے کا
سونا غالب اور فقط سونا بقدر نصاب حکم سونے کا	چاندی غالب اور فقط سونا بقدر نصاب حکم سونے کا	دونون برابر اور فقط سونا بقدر نصاب حکم سونے کا
سونا غالب اور فقط چاندی بقدر نصاب ناممکن ہے	چاندی غالب اور فقط چاندی بقدر نصاب حکم چاندی کا	دونون برابر اور فقط چاندی بقدر نصاب ناممکن
سونا غالب اور دونون سے کوئی نصاب نہین اسمین زکوٰۃ نہ ہوگی	چاندی غالب اور دونون سے کوئی نصاب نہین اسمین زکوٰۃ نہین	دونون برابر اور کوئی بقدر نصاب نہین زکوٰۃ نہین

جاننا چاہیے کہ اسمین سے وہ صورت خارج ہے کہ سونا چاندی دونون ملکر پوری نصاب ہوجاوین تو یہ خاص صورت متن میں آوے گی وشرط کمال
النصاب دو سائمۃ فی طرفی الحول فی الابتداء للانعقاد وفی الانتہاء للوجوب فلا یضر نقصانہ بینہما فلو ہلک کلہ بطل الحول واما الدین فلا یقطع الحول و
لو مستغرقا اور شرط کیا گیا ہے پورا ہونا نصاب کا سال کے اول و آخر مین شروع مین انعقاد کے لیے اور آخر مین وجوب کے لیے پس نقصان نصاب کا
اثنائے حول مین مانع وجوب زکوٰۃ کا نہین پھر اگر کل نصاب ہلاک ہوگئی تو برس کا حساب باطل ہوگیا یہانتک کہ اگر دوسرا مال اسی برس مین ملکو
ملا تو اسکے واسطے نیا برس شروع ہوگا کذا فی الشامی اور دین برس کو نہین توڑتا اگرچہ دین مستغرق ہو ہم یہ قول امام ابو یوسف کا ہے اور امام محمد
سے بھی ایسا منقول ہے جیسا مجمع مین ذکر کیا ہے مگر شارح نے شروع کتاب الزکوٰۃ مین بعد قول مصنف کے فلا زکوٰۃ علی مکاتب ومدیون للعبد الخ بیان کیا ہے کہ
دین عارض ہوجانا مثل ہلاک نصاب کے شمار کیا جاتا ہے امام محمد کے نزدیک اور اسی کو بحر مین ترجیح ہے کذا فی الشامی وقیمۃ العرض للتجارۃ تضم الی الثمنین
لان الکل للتجارۃ وضعا وجعلا اور زکوٰۃ کے ادا مین اسباب تجارت کی قیمت نقدین کے ساتھ ملائی جاوے اسلیے کہ سب مال تجارت کا ہے نقدین تو
اصل وضع کے اور اسباب تجارت تاجر کی نیت کرنے سے ویضم الذہب الی الفضۃ وعکسہ بجامع الثمنیۃ قیمۃ وقالا بالاجزاء [illegible]
ساتھ یا چاندی سونے کے ساتھ باعتبار قیمت کے کیونکہ دونون مین ثمنیت پائی جاتی ہے اور صاحبین کہتے ہین کہ ملائی جاوین [illegible]

ہین ہے فلو لہ مائۃ درہم وعشرۃ دنانیر قیمتہا مائۃ واربعون تجب ستۃ عندہ وخمسۃ عندہما فافہم پس اگر مزکی کے پاس سو درہم اور دس دینار موجود ہون کہ دیناروں کی قیمت ایک سو چالیس درہم ہون تو چھ درہم امام صاحب کے نزدیک (زکوٰۃ دینے والا ۱۲) واجب ہونگے اور پانچ صاحبین کے نزدیک ہم یعنے نصف نصاب چاندی کی جو سو درہم ہین اُسکی زکوٰۃ ڈھائی درم ہوئی اور دس دینار جو نصف نصاب سونے کی ہے امام صاحب کے نزدیک باعتبار قیمت کے ملائے جائینگے اور قیمت اُنکی ایک سو چالیس درم مفروض ہین جسکی زکوٰۃ ساڑھے تین درم ہوے پس کل زکوٰۃ چھ درم ہوئی اور صاحبین کے نزدیک اجزا کے اعتبار سے جمع ہوگی یعنی نصف نصاب چاندی کی ہے اور نصف سونے کی تو ایک نصاب ہوگئی اور چونکہ ایک نصاب دو سو درم کی ہوتی ہے تو دو سو کی زکوٰۃ یعنی پانچ درم لازم ہونگے شامی نے کہا کہ بہ تبعیت نہر الفائق شارح نے پانچ درم کہے حالانکہ صورت مفروضہ مین صاحبین کے نزدیک بھی چھ درم ہوتے ہین کیونکہ ہر نصف نصاب سے چالیسوان حصہ لازم ہے تو دس دینار کا چالیسوان حصہ دینار کی چوتھائی ہے اور بیان (ف۱) دینار چودہ درم کا مفروض ہے تو اسکی چوتھائی ساڑھے تین درم ہوے جسکو سو درم کی زکوٰۃ مین ملانے سے چھ درم ہوتے ہین اور شارح نے فافہم کہنے سے قول کافی کا رد کیا جو یہ کہتے ہین کہ امام صاحب کے نزدیک وجوب اجزاء کے پورا ہونے سے ہے قیمت کا اعتبار نہین چنانچہ اگر کسی کے پاس سو درم اور دس دینار ہون جنکی قیمت سو درم سے کم ہو تو زکوٰۃ واجب ہے حالانکہ قیمت کے اعتبار سے دو سو درم نہین مگر اجزا کے اعتبار سے نصف سونے کی اور چاندی کی ملکر پوری نصاب ہے اور یہ قول کافی کا غلط ہے اسلیے کہ وجوب امام صاحب کے نزدیک قیمت ہی کی جہت سے ہے اور مثال بالا مین چاندی کی نصاب پوری نہین مگر جب سو درم کے دینار بنائے جائین تو دس دینار ہوکر کچھ بچ رہیگا تو سونے کی نصاب پوری ہوجائیگی غرضکہ امام صاحب کے نزدیک قیمت کے اعتبار سے یہ مراد نہین کہ دونون نصاب پوری ہوسکے بلکہ یہ غرض ہے کہ دونون مین سے کسی کی پوری ہوجائے کذا فی الطحاوی تبصرۃ ولا تجب الزکوٰۃ عندنا فی نصاب مشترک من سائمۃ ومال تجارۃ اور نہین واجب ہوتی زکوٰۃ ہمارے نزدیک نصاب مشترک مین خواہ سائمہ ہو یا مال تجارت ہم نصاب مشترک سے یہ مراد کہ جدا جدا ہر شخص کا مال زکوٰۃ کے لائق نہین بلکہ جب دونون کا مال ملاوین تو نصاب ہوتی ہے وان صحت الخلطۃ فیہ ای فی النصاب باتحاد اسباب الاسامۃ التسعۃ التی یجمعہا اوص من یشفع وبیانہ فی شرح المجمع اگرچہ ملانا درست ہوگیا ہو نصاب مین بسبب متحد ہونے سببون چرائی کے جو عدد مین نو ہین جسکی طرف ایما کرتا ہے جملہ اوص من یشفع کا اور اسکا بیان شرح مجمع مین ہے ہم عندنا کے لفظ سے اشارہ ہے طرف خلاف امام شافعیؒ کے کہ اُنکے نزدیک زکوٰۃ واجب ہے اور اسباب تسعہ کہا حقیقت مین شروط تسعہ ہین مجازاً شرط کو سبب کہا اور اوص من یشفع مین ہمزہ اشارہ ہے طرف اہلیت کے یعنے دونون شریک اہل ہون وجوب زکوٰۃ کے اور واو اشارہ ہے وجود اختلاط کیطرف شروع سال مین اور صاد قصداً اختلاط کیطرف یعنی اختلاط قصداً ہوا ور میم اتحاد مسرح کیطرف یعنی جانا دونون مواشی کا چراگاہ مین ایک جگہ سے اور نون اشارہ اناء واحد کیطرف یعنی دوہنے کے برتن دوہنے والے جدا ہوں ایک ہی ہو اور میم اتحاد راعی کیطرف کہ دونون کا چرانے والا ایک ہو اور شین اتحاد مشرب کیطرف یعنی پانی پینے کا کنوان یا تالاب ایک ہو اور فا اتحاد فحل کیطرف یعنے ایک ہی نر دونون پر پڑا ہو اور عین اتحاد مرعی کیطرف یہ شرطین سوائم کے اختلاط کی ہین اور شروط اختلاط کی مال تجارت مین کتب شافعیہ مین مذکور ہین منجملہ اُنکے یہ کہ دکان اور چوکیدار اور مکان حفاظت کا (جہان رکھے جاتے ہین ۱۲) علیحدہ نہو کذا فی الشامی وان تعدد النصاب تجب اجماعاً ویتراجعان بالحصص وبیانہ فی الحاوی اور اگر نصاب متعدد ہو تو بالاجماع زکوٰۃ واجب ہے یعنے اگر قبل ملانے کے ہر ایک کا حصہ جدا جدا نصاب ہے تو زکوٰۃ دونون پر واجب ہے ہر ایک کے مال کی اور آپس مین ایک دوسرے سے پھیر لیوین بحساب حصہ اپنے مال کے اور اسکا بیان حاوی مین ہے ہم قاضی خان نے حاوی سے زیادہ بیان کیا ہے اُسکی صورت یہ ہے کہ ان دونون کے پاس ایک سو تیس بکریان ہین ایک کی دو تہائی اور ایک کی ایک تہائی پس زکوٰۃ واجب دو بکریان ہوئین تو ہر ایک سے ایک ایک بکری صدقہ ملے لے پھر دو تہائی مال والا تہائی اُس بکری کی جو ایک تہائی والے نے دی ہے

ف۱ کیونکہ اسکی قیمت ۱۴۰ فرض کی گئی ہے ۱۲

اسکی مثل ہوا اگر وارث ہوا اس دین کا جو کسی شخص کے ذمہ پر ہو یعنی نصاب اسکی وقت وراثت سے معتبر ہو اور یہی ظاہر الروایت ہو **تنبیہ** پہلے جو ذکر ہوا کہ دین قوی اور متوسط میں ادائے زکوٰۃ نہیں واجب مگر بعد قبض کے اس سے یہ معلوم ہوا کہ مورث اگر بعد چند سال کے مر گیا قبل قبض دین کے تو اسکو وصیت اخراج زکوٰۃ کی قبضہ ہونے پہ لازم نہیں ہو کیونکہ ادا اسکے ذمے ابھی لازم ہی نہیں ہوا اور وارث کے ذمے زکوٰۃ لازم ہوگی کیونکہ اسکی ملکیت وراثت سے پہلے نہ تھی تو اسکا ابتدائے سال وقت موت سے ہوگا کذا فی الشامی **وعند قبض مائتین مع حولان الحول بعده ای بعد القبض من دین ضعیف وہو بدل غیر مال کمہر ودیۃ وبدل کتابۃ وخلع** اور زکوٰۃ لازم ہو وقت قبضہ دو سو درم کے دین ضعیف سے اور گزر جانے سال تمام کے بعد قبض کے اور دین ضعیف وہ ہو کہ بدل مال نہو جیسا مہر اور دیت اور بدل کتابت اور بدل خلع ہو **الا اذا کان عنده ما یضم الی الدین الضعیف کما مر** جبکہ ہو اسکے پاس وہ مال کہ ملا دے دین ضعیف کے ساتھ جیسا پہلے گذر چکا ہم یہ استثنا ہو اشتراط حولان حول سے بعد قبض کے حاصل یہ کہ جب کچھ حاصل ہوا اور اسکے پاس پہلے سے نصاب ہو تو مقبوض کو نصاب کے ساتھ ملا کر زکوٰۃ ادا کرے اور مقبوض کے واسطے جدا سال بعد قبض کے شرط نہیں **وقوله کما مر اشارة الى ما استفاده في استثناء الحول** بحر کیطرف اور مراد یہ ہو کہ یہاں جو مذکور ہو وہ اسی قاعدے میں داخل ہو ورنہ کوئی تصریح پہلے بیان نہیں کی **ولو ابرأ رب الدین المدیون بعد الحول فلا زکوٰۃ سواء کان الدین قویا او لا خانیه** اور اگر معاف کر دیا دین کے والی نے مدیون کو بعد برس گذرنے کے تو زکوٰۃ نہیں برابر ہو کہ دین قوی ہو یا نہو **کذا فی الخانیه وقیده فی المحیط بالمعسر اما الموسر فهو استهلاک فلیحفظ بحر** اور محیط میں عدم زکوٰۃ کو ابراء دائن کی صورت میں مقید کیا ہو مدیون مفلس کے ساتھ اس صورت میں ابراء بمنزلہ ہلاک کے ہوا لیکن اگر مدیون مالدار ہو تو یہ بمنزلہ قصداً ہلاک کرنے کے ہو یعنے زکوٰۃ واجب ہوگی یاد رکھو **کذا فی البحر قال فی النهر وهذا ظاهر فی انه تقیید للاطلاق وهو غیر صحیح فی الضعیف کما لا یخفی** نہر الفائق میں کہا اور یہ یعنے قول بحر کا وقیدہ الخ ظاہر ہو اس باب میں کہ قول مذکور یعنے سواء کان الدین قویا او لا کہ دین کے اقسام ثلثہ کو شامل ہو عام نہیں ہو بلکہ مقید ہو مفلس کے ساتھ اور صحیح نہیں ہو دین ضعیف میں کیونکہ دین ضعیف میں زکوٰۃ نہیں واجب ہوتی مگر بعد قبض نصاب کے اور گذرنے برس کے بعد قبض کے اس صورت میں اسکا بری کرنا استہلاک ہوا وجوب سے پہلے پس زکوٰۃ کا ضامن نہوگا اور یہی حال دین متوسط میں ہو کذا فی الشامی **وتجب علیها ای علی المرأة زکوٰۃ نصف مهر من نقد مردود بعد مضی الحول من الف کانت قبضته مهرا ثم ردت النصف لطلاق قبل الدخول فتزکی الکل لما تقرر ان النقود لا تتعین فی العقود والفسوخ** اور واجب ہو عورت پر زکوٰۃ نصف مہر نقد کی کہ ہٹایا گیا بعد برس روز کے اس ہزار میں سے کہ بصیغہ مہر قبض کیا پھر ہٹایا آدھا بسبب طلاق قبل الدخول کے پس زکوٰۃ دیوے کل ہزار کی اسلیے کہ ٹھہرا ہوا قاعدہ ہو کہ نقد یعنے سونا چاندی عقود میں یعنے بیع اور اجارہ اور نکاح وغیرہ میں اور فسوخ میں یعنے اقالہ[له] اور خلع وغیرہ میں متعین نہیں ہیں ہم نقد کے لفظ سے احتراز ہو سائمہ سے اور شارح نے جو من نقد زیادہ کیا اسکی ضرورت نہیں ہو کیونکہ من الف جو مصنف نے کہا ہو وہ اس مطلب کے ادا کے لیے کافی ہو صورت مسئلہ کی یہ ہو کہ کسی عورت سے نکاح کیا ہزار درم کے مہر پر اور ہزار یعنے کل مہر اسکو دیدیا اور ایک برس گذر گیا پھر شوہر نے قبل الدخول طلاق دی عورت کو نصف مہر پھیرنا پڑا تو عورت پر اس نصف مردود کی زکوٰۃ ہو مرد کے ذمے نہیں کیونکہ عقود میں نقد معین نہیں ہوتے اسنے جو قبض کیا تھا وہ اسکی ملک میں ہو گیا تھا اب جو ہٹانا پڑا تو بعینہ وہ پانسو ہٹانے ضرور نہیں ہیں بلکہ اسکی جگہ اور پانسو اگر دیوے تو درست ہو اسی جہت سے زکوٰۃ اسی کے ذمے لازم ہوئی اور دین کا ذمہ پر لازم ہونا بعد سال گذرنے کے مانع زکوٰۃ نہیں کذا فی الشامی نقلا عن الولوالجیه **وتسقط الزکوٰۃ عن موهوب له فی نصاب مرجوع فیه مطلقا سواء رجع بقضاء او غیره بعد الحول لورود الاستحقاق علی عین الموهوب ولذا لا رجوع بعد هلاکه** اور ساقط ہوتی ہو زکوٰۃ موہوب لہ کے ذمے سے اس صورت میں کہ واہب نے بعد برس روز کے نصاب کو دیکر ہٹایا ہو

[له] یعنے بیع کا اقالہ اور اجارہ وغیرہ کا فسخ ... ۱۲

ورنہ جو مال عاشر کے سامنے آیا تو وہ ایک قسم ظاہر کی ہے پس اسکو باطن کہنا مجاز ہے باعتبار پہلے حال کے اسواسطے کہ اموال باطنہ جو گھر میں ہیں اگر عاشر کو خبر بھی کرے تو انمین سے نہین لے سکتا جیسا بحر مین مصرح ہے اور باطنہ اور ظاہرہ کی تعمیم مین اشارہ عنایہ وغیرہ کی رد کیطرف ہے کہ مراد اموال باطنہ ہین کیونکہ اموال ظاہرہ یعنی سوائم مین عاشر کے پاس آنے کی ضرورت نہین بلکہ عاشر خود جاکر وصول کرتا ہے اور اشارہ اسطرح ہوا کہ یہ مبنی ہے عاشر اور ساعی مین فرق کرنے پر حالانکہ ان دونون مین فرق ہے جیسا گذر چکا کذا فی الشامی وما ورد فی ذم العشار محمول علی الاخذ ظلما اور وہ جو حدیث شریف مین عاشرون کی مذمت مین وارد ہوا ہے (لا یدخل صاحب مکس الجنۃ رواہ ابو داود وغیرہ) یعنے نہ داخل ہوگا عشر لینے والا جنت مین سو یہ محمول ہے ظلم سے لینے پر فمن انکر تمام الحول او قال لم انو التجارۃ او علی دین محیط او منقص للنصاب لان ما یاخذہ زکوٰۃ معراج وھو الحق بحر ولھذا اطلقہ المصنف پس جو شخص انکار کرے برس کی تمامی کا یا کہے کہ مین نے تجارت کی نیت نہین کی یا کہے کہ میرے ذمہ دین محیط ہے یا اسقدر دین کہ بعد ادا کے مال بمقدار نصاب نہین رہتا شارح نے کہا کہ دین کی تعمیم اسواسطے ہے کہ عاشر جو لیتا ہے بصیغۂ زکوٰۃ لیتا ہے کذا فی المعراج اور یہی حق ہے کذا فی البحر اور اسلیے مصنف نے دین کو مطلق رکھا او قال ادیت الی عاشر آخر وکان عاشر اخر محققا یا کہا کہ مین دوسرے عاشر کو دے چکا اور دوسرا عاشر محقق ہوا او قال ادیت انا الی الفقراء فی المصر لا بعد الخروج لما یاتی یا کہا کہ مین ادا کر چکا فقیرون کو شہر مین نہ شہر سے نکلنے کے بعد اسکی وجہ عنقریب آویگی وحلف صدق فی الکل بلا اخراج براءۃ فی الاصح لاشتباہ الخط یعنے ان سب صورتون مذکورہ مین اگر بیان کو بحلف موکد کرے تو مانا جاوے بدون پیش کرنے چٹھی دوسرے عاشر کے اسواسطے کہ خطوط مشتبہ ہوتے ہین اصح روایت مین اور یہی ظاہر الروایت ہے کذا فی البدائع حتی لو اتی بھا علی خلاف اسم ذلک العاشر وحلف صدق وعدت عدما یہان تک کہ اگر چٹھی پیش کی برخلاف نام اُس عاشر کے اور قسم کھائی تو مانا جاوے اور چٹھی کالعدم شمار کیجاوے ولو ظھر کذبہ بعد سنین اخذت منہ اور اگر ظاہر ہو وے جھوٹ مال والے کا چند سال کے بعد تو زکوٰۃ لی جاوے اُس سے الا فی السوائم والاموال الباطنۃ بعد اخراجھا من البلدۃ استثناء ہے صدق سے یعنے قول مانا جاوے لیکن سوائم مین اور اموال باطنہ مین بعد نکالنے کے شہر سے نہ مانا جاوے لانھا بالاخراج التحقت بالاموال الظاھرۃ فکان الاخذ فیھا للامام فیکون ھو الزکوٰۃ والاول ینقلب نفلا اسلیے کہ اموال مذکورہ نکالنے کی جہت سے اموال ظاہرہ کے ساتھ ملحق ہو گئے پس حق لینے زکوٰۃ کا انمین امام کو ہوگا پس یہ اخذ زکوٰۃ ہوگا اور پہلا دیا ہوا نفل ہو یا خذ منہ لقولہ لقول عمر لا تنبشوا علی الناس متاعھم لکنہ یحلفہ اذا اتھم اور لیوے زکوٰۃ کو عاشر مال والے سے بموجب اسکے بیان کے کیونکہ حضرت عمر نے فرمایا ہے کہ نہ تفتیش کرو لوگون کی متاع کو لیکن مال والے کو عاشر قسم دیوے اگر اسکو متہم جانے وکل ما صدق فیہ مسلم صدق فیہ ذمی لان لھم مالنا اور امور مذکورہ مین سے جو امر ایسے ہین کہ انمین مسلمان کا قول مانا جاتا ہے کافر ذمی کا بھی قول انمین مانا جاتا ہے کیونکہ انکے لیے وہ رعایت ملحوظ ہے جو ہمارے لیے ہے الا فی قولہ ادیت انا الی فقیر لعدم ولایتہ ذلک مگر ذمی کا یہ قول کہ مین نے فقیر کو دیدیا مقبول نہوگا کیونکہ کافر کو اسکی ولایت نہین ہے اسواسطے کہ جو کچھ اُس سے لیا جاتا ہے وہ جزیہ ہے اور جزیہ مین جب ادا کا دعوے کرے تو نہین مانا جاتا اسوجہ سے کہ اہل ذمہ کے فقرا اسکے مصرف نہین اور کافر کو مستحقون پر یعنے مسلمانون پر صرف کرنے کی ولایت نہین کذا فی الشامی لا یصدق حربی فی شی اور کافر حربی کا قول کسی امر مین نہین مانا جاتا یعنے اسکی طرف التفات نہین اگرچہ گواہون سے ثابت کرے افادہ الکمال الا فی ام ولدہ مگر اسکے ام ولدہ کے باب مین کہ اگر کسی باندی کو ام ولد ہونے کا اقرار کرے تو مانا جائیگا بخلاف اقرار مدبر ہونے کے کہ وہ مقبول نہین اسلیے کہ دار الحرب مین مدبر کرنا صحیح نہین کذا فی البحر وقولہ لغلام یولد مثلہ لمثلہ ھذا ولدی اور مگر اس صورت مین کہ کسی غلام کو کہے کہ یہ میرا بیٹا ہے اور وہ غلام ایسا ہو کہ اُس جیسا اس جیسے کا بیٹا ہو سکتا ہے یعنے اور پہلے سے

بالمکارم اور اسلیے کہ اتمام مکارم اخلاق کے ہم زیادہ مستحق ہین ولا یوخذ العشر من مال صبی حربی الا ان یکونوا یاخذون من اموال صبیاننا
شیئا کما فی الحاکم اور نہ لیا جاوے عشر حربی کے لڑکے کے مال سے مگر اس صورت مین کہ وے لوگ ہمارے لڑکون کے مال مین سے
کچھ لیتے ہون جیسا کہ ذکر حاکم کی کافی مین اخذ من الحربی مرۃ لا یوخذ منہ ثانیا فی تلک السنۃ الا اذا عاد الی دار الحرب
حربی سے ایکبار عشر لیا گیا تو دوبارہ اس سے اس برس مین نہ لیا جاوے مگر یہ کہ دار الحرب کو لوٹ جاوے یعنے اور پھر دار الاسلام مین آوے تو دوبارہ
عشر لیا جاویگا لعدم جواز الاخذ بلا تجدد حول او عہد کیونکہ لیا جانا نہین جب تک نیا سال ہو یا نیا عہد ہو ہم حربی کو قدرت نہ دی جاوے دار الاسلام
مین ٹھہرنے کی پورے برس بلکہ اسکو امام آتے وقت یہ کہدے کہ اگر تو یہان اقامت کریگا تو تجھپر جزیہ لگایا جاوے گا پھر اگر وہ اقامت کرے تو جزیہ
لگا دے پھر دار الحرب مین جانے دے کذا فی الفتح ولو مر الحربی بعاشر ولم یعلم بہ العاشر حتی دخل دار الحرب ثم خرج ثانیا لم یعشرہ لما
مضی لسقوطہ بانقطاع الولایۃ اور اگر حربی گذرا عاشر پر اور عاشر کو خبر نہ ہوئی یہانتک کہ وہ دار الحرب کو چلا گیا پھر دوبارہ دار الحرب سے
نکل آیا تو اس سے پچھلا عشر نہ لے کیونکہ وہ ساقط ہو گیا ولایت کے منقطع ہونے سے یعنے دار الحرب مین جانے سے حکومت اہل اسلام کی اسپر
نہین رہی بخلاف المسلم والذمی لعدم المسقط ذکرہ الزیلعی بخلاف مسلمان اور ذمی کے کہ اگر بیخبری مین گذر جاوین پھر عاشر کو خبر ہو تو ان سے
عشر لیا جاوے کیونکہ یہان مسقط یعنے عشر کا ساقط کرنے والا مفقود ہو (یعنی عدم ولایت) ذکر کیا ہو اسکو زیلعی نے ویوخذ نصف عشر من قیمۃ خمر وجلود میتۃ کافر
کذا اقر المصنف متنہ فی شرحہ لو للتجارۃ وبلغ نصابا اور لیا جاوے بیسوان حصہ کافر کی شراب کی قیمت سے اور اسکی مردار کی کھالون کی قیمت
سے اگر تجارت کے لیے ہون اور نصاب کو پہونچین شارح نے کہا کہ مصنف نے اسیطرح اپنے متن کو اپنی شرح مین ثابت رکھا ہو ہم خمر مضاف ہو
اور جلود میتہ دوسرا مضاف ہو اور کافر مضاف الیہ اسلیے خمر کو تنوین سے نہ پڑھنا چاہیے بلکہ ایک کسرہ ہو اور یہان یہ اشکال ہو کہ کھالین مثلی نہین
ہین بلکہ قیمت کی چیز ہین تو یہ سور کے مانند ہوئین نہ شراب کی تو انسے عشر نہ لینا چاہیے اور اسکا جواب یہ ہو کہ نجس عین کی قیمت مین جس سے بالکل انتفاع نہین
ہو سکتا اور اس چیز کی قیمت مین کہ جس سے انتفاع ہو سکتا ہو فرق ہو اس خنزیر سے کسی وجہ سے انتفاع درست نہین اور جلود میتہ سے بعد دباغت کے
انتفاع درست ہو اور اسلیے انکو علما نے شراب کے مشابہ رکھا خنزیر کے مانند نہین رکھا کذا فی الشرنبلالی باختصار ویوخذ عشر القیمۃ من حربی بلا نیۃ تجارۃ ولا یوخذ
من المسلم شئ اتفاقا اور لیا جاوے دسوان حصہ قیمت شراب کا حربی سے بدون نیت تجارت کے اور نہ لیا جاوے مسلمان سے کچھ باتفاق ہم اسلیے کہ
مسلمان شراب کے مالک ہونے سے منع کیا گیا ہو تو اگر اس سے عشر لیا جائیگا تو اسکا قبضہ اسپر اور مستحکم ہو جائیگا کذا فی الطحطاوی ولا یوخذ من خنزیرہ
مطلقا لانہ قیمی فاخذ قیمتہ کعینہ نہ لیا جاوے عشر کافر کے سور سے بالکل اسلیے کہ وہ قیمت والی چیزون سے ہو تو اسکی قیمت کا لینا گویا اسکا خود لینا ہو
ہم اسواسطے کہ حیوان کی قیمت کا حکم حیوان ہی کا ہو اسلیے اگر کسی نے ایک عورت سے نکاح کیا اور کوئی حیوان مہر ٹھہرایا جو ذمہ پر لازم آتا ہو چاہے
قیمت ادا کرے چاہے حیوان اور شراب کی قیمت کا حکم عین شراب کا سا نہین اسیواسطے اگر کسی ذمی نے شراب کے بدلے نکاح کیا پھر قیمت دینے لگا
تو عورت اسکے لینے پر جبر نہ کیجاویگی سو اس جہت سے عشر شراب کی قیمت سے لیا گیا نہ نفس شراب سے کیونکہ مسلم اسکے مالک ہونے سے منع کیا گیا ہو
کذا فی شرح الجامع لقاضی خان بخلاف الشفعۃ لانہ لو لم یاخذ الشفیع بقیمۃ الخنزیر بطل حقہ اصلا فیتضرر ومواضع الضرورۃ مستثناۃ ذکرہ [illegible]
یہ جواب ہو سوال مقدر کا تقریر سوال کی یہ ہو کہ قیمت کا حکم عین کا حکم نہین ہو کیونکہ اگر کسی ذمی نے اپنا گھر بدلے خنزیر کے دوسرے ذمی
کے ہاتھ بیچ دیا اور اسکا شفیع مسلمان ہو تو وہ قیمت خنزیر کے بدلے لے سکتا ہو شارح نے اسکا جواب یہ دیا کہ شفعہ کا حکم اسلیے خلاف ہو کہ اگر
شفیع خنزیر کی قیمت کے عوض مکان کو نہ لیوے تو اسکا حق باطل ہوگا پس اسکا نقصان ہوگا اور مواضع ضرورت [illegible]

سے بیشتر ثمن ہونے میں ذکر کیا ہو کیونکہ سعدی کی شرح حاصل یہ کہ بیان ہوا حق العبد کے لیے ہو کہ وہ ثمن عبد کا ہو وہ حق شرع نہیں ضرورت نہیں کہ شامی
مستغنی ہو نسبت فی المعراج عن الثانی ولا یوخذ ایضا من مال فی بیتہ مطلقا اور نہ لیا جاوے اس مال سے جو گھر مین رکھا ہو اپنے گھر مین خواہ وہ
خواہ مسلمان ہو یا ذمی ہو یا حربی ہو ولا من مال البضاعۃ اور نہ لیا جاوے مال بضاعت سے اور بضاعت لغت مین ایک ٹکڑا مال کا اور شرع
مین وہ مال جو مالک نے دیا تجارت کے لیے سپرد کرے اس شرط کر نفع سب مالک کا ہو اور اس مال کا کچھ نہین کمانے والے کو ہو اور اگر بضاعت کی جگہ امانت کہنا
چاہیے تو بہت نیک ہو تاکہ شامل ہو ودیعت اور جو مانند ودیعت ہے اسکی ضرورت نہین الا ان تکون حربی مگر یہ کہ وہ مال بضاعت کسی حربی کا ہو تو عشر لیا جاوے
ولا من مال مضاربۃ الا ان یربح المضارب فیعشر نصیبہ ان بلغ نصابا اور کچھ نہ لیا جاوے مال مضاربت سے مگر اس صورت مین کہ مضارب کو نفع
ہو پس مضارب کے حصہ کا عشر لیا جاوے گا اگر نصاب کی مقدار کو پہنچے وا من کسب ماذون مدیون بدین محیط بمالہ ورقبتہ اور نہ لیا جاوے
عبد ماذون کی کمائی سے کہ مدیون ہوا ایسے قرض کا کہ محیط ہو اسکے مال اور اسکی جان کو ہم یہ قید اسلیے بڑھائی کہ یہ مسئلہ محل خلاف ہو امام صاحب
اور صاحبین مین امام صاحب کے نزدیک مولیٰ غلام کی مقبوضہ چیزکا مالک نہین ہو اور صاحبین کے نزدیک اسکی کمائی کا مالک ہو جیسے اسکی جان
کا بالاتفاق مالک ہو پس اگر عبد ماذون کی کمائی مین کوئی غلام ہو اور اسکو مولیٰ آزاد کر دے تو امام صاحب کے نزدیک عتق جاری ہوگا اور صاحبین
کے نزدیک جاری ہوگا سو اس حالت کا عبد ماذون اگر عاشر پر گذرا تو اس سے کچھ نہ لیا جاوے گا اگر مولیٰ اسکے ساتھ ہو یا نہو امام صاحب کے نزدیک تو اسوجہ
سے کہ یہ مولیٰ کی ملک مین نہین اور صاحبین کے نزدیک اس جہت سے کہ دین سے فارغ نہین او ماذون غیر مدیون لکن لیس معہ مولاہ یا عبد ماذون
قرضدار ہو لیکن اسکے ساتھ اسکا آقا نہین تب بھی نہ لیا جاوے حلبی نے کہا ایسا ہی ہو عبد مدیون کہ دین اسکا محیط نہووے اور جس صورت مین کہ آقا اسکے ساتھ ہو
اور اسپر دین نہین یا ہو لیکن محیط نہین اسکے کسب کو جو زیادہ دین سے ہو اگر بقدار نصاب ہو تو اسکا عشر لیا جاوے کذا فی المعراج علے الصحیح
التاتیہ لعدم الملک عشر نہ لیا جاوے بنابر روایت صحیح کے مسائل ثلثہ مذکورہ مین واسطے مفقود ہونے ملک ان تینون کے یعنی مضارب اور بضاعت
والے اور غلام کے کذا فی المعراج مین ہو کہ ایضاح مین مذکور ہو کہ لینے مین شرط ہی حاضر ہونا ملک اور مالک دونون کا پس اگر مالک بلا مال آوے تو نہ لیا جاوے
اور اگر مال بلا مالک آوے تب بھی نہ لیا جاوے ولذا لا یوخذ العشر من الوصی اذا قال ہذا مال الیتیم ولا من عبد ومکاتب اور اسی لیے یعنی بوجہ
نہونے ملک کے نہین لیا جاتا ہو عشر وصی سے جب بیان کرے کہ یہ مال یتیم کا ہو اور نہ غلام سے جیسا گذر چکا اور نہ مکاتب سے کیونکہ اسکی ملک تام
نہین مر علے عاشر الخوارج فعشروہ ثم مر علے عاشر اہل العدل اخذ منہ ثانیا لتقصیرہ بمرورہ بہم سو اگر گذرا باغیون کے عاشر پر
پس انہون نے اس سے عشر لے لیا پھر گذرا اہل حق کے عاشر کے پاس تو اس سے دوبارہ عشر لیا جاوے کیونکہ خوارج کے عاشر کے پاس
جانا یہ قصور اسی کا ہو بخلاف ما لو غلبوا علے بلد بخلاف اس صورت کے کہ خوارج یعنے باغی تسلط کر لین بزور کسی شہر پر یعنے اس صورت مین اگر
وہ صدقات وصول کر لینگے تو دوبارہ دینے نہ آوینگے کیونکہ اس صورت مین قصور امام کا ہو نہ مالدار کا کذا فی الطحطاوی فرع مسئلہ متفرقہ
شارح کا مر بعاشر برطاب للتجارۃ کبطیخ ونحوہ لا یعشرہ عند الامام الا اذا کان عند العاشر فقراء فیاخذ لیدفع لہم تاجر میوہ تر بقدر نصاب
تجارت کے لیے لیکر عاشر پر گذرا مثلا تربوز وغیرہ تو امام صاحب کے نزدیک عاشر اسکا عشر نہ لیوے مگر اس صورت مین کہ عاشر
کے پاس فقراء موجود ہون تو مال والے سے عشر لے تاکہ انکو دیدے ہم رطاب سے مراد وہ چیزین جو سال بھر مین نہ رہین شرنبلالیہ مین کہ صورت
مسئلہ کی یہ ہو کہ کسی شخص کے پاس مال تجارت تھا تمامی سال کے نزدیک اسکے بدلے بقولات مین سے کچھ خرید لیا پس امام صاحب کے
نزدیک زکوٰۃ نہین لیکن مالک کو کہدیا جاوے کہ بنفسہ زکوٰۃ ادا کرے اور صاحبین کے نزدیک مال مین سے اسی جنس کے زکوٰۃ لے لیا جاوے

کیونکہ آخر حمایت امام کی اسکو شتمل ہی کذا فی البرہان اور امام کے قول کی وجہ مین کمال نے ذکر کیا ہی کہ اگر لیگا تو یہ چیزین لی ہوئی خراب ہوجاوینگی
اور عامل کے ساتھ فقرا ہر وقت موجود نہین ہوتے ہان اگر عامل کے ساتھ فقرا ہون یا اپنے عملہ مین صرف کرنے کو لیتا ہی تو اسکو اجازت ہی کذا فی
الشامی نہر تحتا یہ مذکور ہی نہر الفائق مین بطریق بحث کے ہم نہر کی عبارت مین کوئی بات نہین کہ دلالت کرے بحث ہونے پر علاوہ برین ذکر کیا ہی اسکو
کمال نے جیسا گذر چکا اور کمال کے کلام مین بھی کوئی لفظ دال بحث پر نہین ہی سہندا جو کچھ کمال نے ذکر کیا ہی وہ شرح منظومہ مین مع زیادت
مذکور ہی زیادتی یہ ہی کہ اگر مالک قیمت دینے پر راضی ہو تو قیمت لے لیجاے اور عنایہ مین باب العاشر مین یہ مذکور ہی کہ جب خضروات یعنی سبزی ترکاری
لیکر عاشر پر گذرے اور عاشر فقرا کے لیے انمین سے بعینہا عشر لینا چاہے در صورت انکار کرنے مالک کے اعطا قیمت سے تو نہین لے سکتا اور فقرا
کے واسطے کی ہنے اسلیے قید لگائی کہ اگر اپنے عملہ کے لیے خضروات بعینہ لے لیوے تو جائز ہی اور مالک کے انکار کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر وہ قیمت
دینے پر راضی ہو تو اسکے جواز مین کچھ کلام نہین فافہم واللہ اعلم کذا فی الشامی

باب الرکاز

یہ باب ہی دفینہ کے احکام مین الحقوہ بالزکوۃ لکونہ من الوظائف المالیۃ فقہا نے رکاز کو زکوۃ کے ساتھ لاحق کیا کیونکہ یہ بھی وظیفہ مالیہ ہی
ہم یہ جواب ہی اس سوال کا کہ اس باب کو کتاب الجہاد مین ذکر کرنا چاہیے تھا کیونکہ اسکے مصارف مصارف غنیمت کے ہین اور اسمین سے
جو لیا جاتا ہی وہ زکوۃ نہین ہی کذا فی النہر اور اسکو عشر پر مقدم کیا اسلیے کہ رکاز محض قربت ہی اور عشر ایک مشقت ہی جسمین معنی قربت کے ہین
کذا فی الطحطاوی ہو لغۃ من الرکز ای الاثبات بمعنے المرکوز رکاز باعتبار لغت کے ماخوذ ہی رکز سے یعنی ثابت کرنا اور بمعنی مرکوز کے ہی ہم شامی
نے کہا کہ بمعنی المرکوز خبر بعد خبر ہی ہوگی اور احتمال یہ ہی کہ حال ہو رکز سے یعنے رکاز رکز سے ماخوذ ہی درحالیکہ رکز سے مراد اسم مفعول ہو یعنے
مرکوز اور یہ اولے ہی اسلیے کہ رکاز اسم جامد ہی مصدر نہین ہی وشرعاً مال مرکوز تحت ارض اور شرع مین رکاز وہ مال ہی کہ موجود ہی زمین کے
نیچے ہم ظاہر عبارت دلالت کرتی ہی کہ یہ معنی لغوی نہین ہین اور منح مین مغرب سے منقول ہی کہ وہ معدن ہی یا کنز یعنے کان یا دفینہ اسلیے کہ یہ
دونون مستقر ہین زمین مین اگرچہ راکز مختلف ہی انتہی اور بظاہر اس سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ استعمال رکاز کا معدن اور دفینہ دونون مین حقیقی
ہی اور مشترک باشتراک معنوی اور دفینہ کے ساتھ خاص نہین نہر الفائق مین کہا کہ اس تقدیر پر کلی متواطی ہوگی اور یہی مصنف کے باب کے
عنوان کے مناسب ہی کذا فی الطحطاوی اعم من کون راکزہ الخالق او المخلوق مال عام ہی اس سے کہ زمین کے اندر رکھنے والا اسکا
خالق ہو یا مخلوق فلذا قال معدن خلقی خلقہ اللہ تعالے ومن کنز ای مال مدفون دفنہ الکفار لانہ الذی یخمس لیس بسبب اسی عموم
کے مصنف نے کہا کہ وہ عام ہی کان خلقی سے کہ اللہ تعالے نے اسکو زمین مین پیدا کیا ہی اور عام ہی کنز سے یعنے مدفون کہ زمین مین رکھا
ہو کفار نے اسلیے کہ اسی کا خمس لیا جاتا ہی اگر مسلمان کا مال ہوگا تو اسکا حکم لقطہ کا ہو وجد مسلم او ذمی ولو قنا صغیرا انثے
پائی کسی مسلمان یا ذمی نے اگرچہ مملوک صغیر عورت ہو یعنے حکم عام ہی پانے والا آزاد ہو یا مملوک کبیر ہو یا صغیر مرد ہو یا عورت مسلمان
ہو یا نہو کذا فی النہر معدن نقد ونحو حدید پائی کان سونے یا چاندی یا لوہے کی یا اسکے مثل کی وہو کل جامد ینطبع بالنار
ومنہ الزیبق اور لوہے کے مثل ہر چیز منجمد ہی کہ نرم ہو جاوے آگ سے اور اسی مین ہی پارہ ہم یہ قول امام محمد کا اور امام صاحب کا آخر
قول ہی اور قول اول یہ تھا کہ پارہ مین کچھ نہین لازم آتا اور یہی قول آخر ہی امام ابو یوسف کا کیونکہ پارہ بمنزلہ رال وغیرہ کے ہی اور انمین
خمس نہین ہی امام محمد اور امام صاحب کی دلیل یہ ہی کہ پارہ چشمہ سے نکالا جاتا ہی اور [illegible]

باب الرکاز

لقطہ جو چیز گری ہوئی کسی کو ملے ۱۲

کے موافق انمین فرق ہی اسکی وجہ یہ ہی کہ وارمین کسی طرح کی شفقت اور رکھیرا مین تو خمس بھی لازم نہ آیا اور سب کا سب پانے والے کا ہوا نجلاف ارض کے کہ اسمین موذنت خراج اور عشر کی لازم آتی ہی لیس اسمین خمس لازم ہی اور کنز کے اختیار کرنے کو بیان کرنے سے ظاہر اشارح کو ترجیح روایت اصل کی مقصود ہی لیکن ہدایہ مین امام سے دو روایتین نقل کین اور وجہ فرق کی جامع صغیر کی روایت کے بموجب بیان کی اور اصل کے روایت کی وجہ نہین ذکر کی اس سے استدلال ہو سکتا ہی کہ صاحب ہدایہ نے روایت جامع کی اختیار کی اور علامہ نوح نے ذکر کیا ہی کہ قیاس بھی ترجیح روایت جامع صغیر کو چاہتا ہی دو وجہ سے اول یہ کہ جامع صغیر اور ان پر معارضہ کے وقت مقدم ہوتی ہی دوسرے یہ کہ یہی قول صاحبین کا ہی متفق علیہ روایت کو اخذ کرنا اولے ہی حاصل یہ ٹھہرا کہ امام نے فرق کیا ہی وجوب خمس مین درمیان معدان اور دفینہ کے اور درمیان جنگل اور گھر کے اور درمیان زمین سلاح اور مملوک کے اور صاحبین نے کچھ فرق نہین کیا انمین وجوب کے باب مین کذا فے الشامی و لا شئ فی یاقوت وزمرد و فیروزج ونحوہا وجدت فی جبل ای فے معادنہا اور کچھ نہین عشر وغیرہ یاقوت اور زمرد اور فیروزہ اور اسکی مثل مین یعنے پتھر کی قسم جو نرم نہو سکتی ہو اور پہاڑون مین پائی جاوین مراد یہ ہی کہ اپنے معادن مین خواہ پہاڑ ہو یا نہو ولو وجدت دفین الجاہلیۃ ای کنزا خمس لکونہ غنیمۃ اور اگر پائے جاوین اشیاے مذکورہ یاقوت وغیرہ اور حالیکہ مدفون جاہلیت کے ہون یعنے کنز جسکا حکم آگے آویگا تو خمس لیا جاویگا کیونکہ وہ بمنزلہ غنیمت کے ہی کہ کفار کے پاس تھی پھر ہمارے قبضہ مین آگئی کذا فے البحر والحاصل ان الکنز یخمس کیف کان والمعدن ان کان ینطبع اور حاصل یہ ٹھہرا کہ دفینہ مین خمس لیا جاوے ہر حال مین اور معدنی جس صورت مین کہ آگ سے نرم ہو جاوے یعنے انطباعات مین خمس ہی مثل رال وغیرہ کے اور جو نرم نہون انمین خمس لازم نہین ولا فی لولو ہو مطر الربیع اور کچھ نہین لازم موتیون مین کہ وہ بہار کے مینھ سے پیدا ہوتا ہی یعنے سیپ مین کہتے ہین کہ وہ ایک جانور ہی مچھلی کی قسم سے اللہ تعالے اسمین موتی پیدا کرتا ہی کذا فے الکرمانی وعنبر حشیش یطلع فے البحر او خثے دابۃ اور نہ عنبر مین کہ وہ ایک قسم کا گھاس ہی کہ دریا سے اگتا ہی یا گوبر کسی چوپایہ کا ہی ہم شیخ داؤد انطاکی نے اپنے تذکرے مین لکھا ہی کہ صحیح یہ ہی کہ قعر دریا مین چشمے ہین وہ دہنیت باہر کیطرف دفع کرتے ہین وہ پانی پر جمتی ہی اسکو دریائی موج کنارے پر ڈالتی ہی وہ عنبر ہی کذا فے الشامی وکذا جمیع ما یستخرج من البحر من حلیۃ ولو ذہبا کان کنزا فے قعر البحر اور ایسے ہی سب چیزین جو دریا سے نکالی جاوین زیور وغیرہ کے لیے اگرچہ سونا ہو کہ دفینہ ہو قعر دریا مین یعنے کسی کا رکھا ہوا اور ظاہر یہ ہی کہ اسپر علامت اسلام کی نہو لیکن مین نے اسکو نہین دیکھا قالہ الشامی لانہ لم یرد علیہ القہر فلم یکن غنیمۃ اس واسطے کہ اسپر غلبہ اور تسلط کسی کا نہین وارد ہوا لیس غنیمت نہوا ام حاصل یہ کہ محل خمس غنیمت ہی اور غنیمت وہ ہی کہ کفار کا مال ہو پھر مسلمانون نے اسکو بزور لے لیا ہو اور قعر دریا پر کسی کا زور اور غلبہ نہین ہوا لیس وہ مال غنیمت نہوا کذا افادہ قاضی خان وما علیہ سمۃ الاسلام من الکنوز نقدا او غیرہ فلقطۃ سیجی حکمہا اور جو دفینہ کہ اسپر علامت اسلام کی ہو خواہ نقد ہو یا سوا اسکے پس وہ لقطہ ہی کہ اسکا حکم آگے آویگا ام غیر نقد مین شامل ہین ہتھیار آلات اثاث البیت کپڑا وغیرہا اور غنیمت اسواسطے نہین ہوا کہ مسلمانون کا مال غنیمت نہین ہوتا اور لقطہ کا حکم جو آویگا وہ یہ کہ مسجدون کے دروازون پر اور بازارون مین پکارا جاوے یہان تک کہ گمان ہو کہ مالک اُسکی طلب سے بیٹھ رہا ہوگا پھر اگر خود فقیر ہی تو اپنے آپ صرف مین لے نہین تو کسی دوسرے فقیر کو دیدے بشرطیکہ جب طالب اسکا آوے تو ضمان دے کذا فی الشامی وما علیہ سمۃ الکفر خمس وباقیہ للمالک اول الفتح اور جو دفینہ ایسا ہو کہ اسپر علامت کفار کی ہو تو اُس مین سے خمس لیا جاوے اور باقی اُس شخص کا ہی جو اول فتح اسلام مین اسکا مالک ہوا امام کی تملیک سے ام قاضی خان نے کہا کہ یہ خمس لینا بالاتفاق ہی

لیکن کنز وغیرہ وارث نہین تو خمس مقرر کرنا اس مین ہو سکتا ہو بخلاف معدن کے اور لقطہ کے تو جیسا مال بیت المال سے اسی طرح ہے
اس اصل مالک کے وارث کا ہو اگر وہ زندہ ہو اور نہین تو بیت المال کا ہو اور یہ اس وجہ سے نہین کہا کہ اگر وارث مالک اول کے معلوم
نہون تو اقتضا مالک زمین کا اس کو وارث ہو اور ایسے ہی کہا کہ بیت المال مین رکھا جاوے فتح القدیر مین کہا ہو کہ یہ موجب ہو تامل
کے اسواسطے کہ تحریر مذکور بہ سبب کنز زمین مین امانت ہو پس جب مالک اول زمین کا مالک ہوا تو جو اسمین رکھا ہوا اسکا بھی مالک ہوا
اور اگر زمین کو دوسرے سے فروخت سے جو چیز زمین کے اندر ودیعت ہو اسکی ملک سے نقل نہ ہو گی جیسے مچھلی کے پیٹ مین موتی
و ما ان ملکت ارضہ والا فللواجد یہ اس صورت مین ہو کہ زمین اسکی مملوک ہو اور اگر مملوک نہو جیسے جنگل وغیرہ تو پانے والے کا
ہم یعنی خمس نکال کر کما فی البحر یہ اشارہ ہو باقیہ لمالک کی طرف اور یہ صاحبین کا قول ہو اور ہدایہ وغیرہا سے اسکی ترجیح معلوم ہوتی ہو
لیکن سراج مین مذکور ہو کہ امام ابو یوسف نے کہا کہ باقی پانے والے کا ہو جیسا حال غیر مملوکہ زمین کا ہو اور اسی پر فتوے ہو شارح نے
کہا کہ آج کل یہی مناسب ہو کیونکہ بیت المال کا انتظام نہین ہو ولو ذمیا فتنا صغیرا لانہ لا سہم من اہل الغنیمۃ اگرچہ پانے والا ذمی ہو یا غلام
ہو یا صغیر ہو یا عورت ہو اسلیے کہ یہ سب اہل غنیمت مین یعنی امام غنیمت مین سے کچھ بطور عطا انکو دیا کرتا ہو شامی عن [illegible] خلا حربی
مستامن فانہ یسترد منہ ما اخذ یعنی پانے والے کا ہو سوا ے کافر حربی مستامن کے کہ لوٹا یا جاوے اس سے جو اسنے لیا کیونکہ غنیمت
مین اسکا کچھ حق نہین الا اذا عمل فی المفاوز باذن الامام علی شرط فلہ المشروط مگر جبکہ کام کرے جنگلون مین امام کے اذن
سے کسی شرط پر تو اسکو مشروط یعنی مقررہ ملیگا ولو عمل رجلان فی طلب الرکاز فہو للواجد اور اگر دو شخص ملکر کام کرین دفینہ کے طلب
مین تو وہ اسکا ہو گا جسنے پایا امر ظاہرا اسکا دلالت کرتا ہو کہ دوسرے کو کچھ نہ ملیگا اور یہ اس صورت مین ہو کہ ایک نے کھودا پھر دوسرا آیا
اسنے باقی رہا ہوا کھودا اور نکالا لیکن اگر وہ دونون شریک ہون اسکی طلب مین سو باب الشرکۃ الفاسدہ مین آویگا کہ شرکت صحیح
نہین گھاس کھودنے اور شکار کرنے اور پانی بھرنے اور باقی مباحات مین جیسا پہاڑون مین سے میوہ چننا اور طلب کرنا کان کا اور
نکالنا انیون کا مباح مٹی سے اسلیے کہ یہ شرکت متضمن ہو وکالت کو اور وکیل کرنا مباح چیز کے لینے کے لیے جائز نہین اور جو کچھ انمین
سے کسی نے حاصل کیا وہ اسی کا ہوگا اور جو دونون نے حاصل کیا وہ نصفا نصف ہوگا اگر یہ نہ معلوم ہو کہ کتنا کسکا ہو اور جو کچھ
ایک ہمراہی کی مدد سے ملے تو وہ اسی کا ہو اور ہمراہی کو اجر مثل ملیگا جسقدر ہوا امام محمد کے نزدیک اور امام ابو یوسف کے
نزدیک اسقدر کہ اس شی کی نصف ثمن سے زیادہ نہو وان کانا اجیرین فہو للمستاجر اور اگر وہ دونون مزدور ہون تو مال اسکا ہوگا
جسنے انکو اجرت پر رکھا و ان خلا عنہا ای العلامۃ او اشتبہ الضرب فہو جاہلی علی ظاہر المذہب ذکرہ الزیلعی لانہ الغالب
وقیل کاللقطۃ اور اگر خالی ہو علامت سے یا مشتبہ ہو سکہ تو وہ جاہلی ہو یعنی اسلام سے پہلے کا ظاہر مذہب پر ذکر کیا ہو اسکو
زیلعی نے کیونکہ غالب یہی ہو اسلیے کہ کفار حریص ہوتے ہین جمع اموال پر کذا فی الطحطاوی اور ایک قول یہ ہو کہ مال مذکور
لقطہ کے مانند ہو ہم ہدایہ مین ایک قول یہ کہا ہو کہ اسکو مال اسلامی تصور کرینگے بہت زمانہ گذرنے کی جہت سے یعنی ظاہر یہ ہو
کہ آثار جاہلیت سے کچھ باقی نہین رہا اور ظاہر ہی کا اعتبار ہو جبتک اسکا خلاف معلوم نہو اور حق یہ ہو کہ اس ظاہر ہونے
کو نہ مانین بلکہ جاہلیت کے دفینے ابتک شہرون مین نکلتے رہتے ہین کذا فی فتح القدیر شامی نے کہا کہ اکثر نقود خفیہ علامت
اہل حرب کی ہو ا حد اہل اسلام مین راجح ہو ظاہر یہ ہو کہ وہ قسم مشتبہ سے ہین لیکن [illegible] نے شرح نقایہ مین جو ملا علی قاری کی ہو

دیکہ اُسمین کہا ہی کہ کفار کے درم مسلمانون کے درمون مین مخلوط ہونے کی صورت مین جیسا فی زماننا رواج ہی اسلامی آثار ہونے حسب امثین
ولا خمس ان رکاز امستامنا ان وکنزا وجد فی صحراء دار الحرب بل کلہ للواجد ولو مستامنا لانہ کالمتلصص اور نہ خمس لیا جاوے درکاز
کہ پایا جاوے دار الحرب کے جنگل مین خواہ معدن ہو یا دفینہ بلکہ کل پانے والے کا ہی اگرچہ وہ دار الحرب مین امن لیکر گیا ہو اسواسطے
کہ وہ شخص چور کی طرح ہی ولو دخلہ جماعۃ ذو منعۃ وظفروا بشی من کنوزہم وجب الخمس لکونہ غنیمۃ اور اسی واسطے
اگر دار الحرب مین ایک جماعت شوکت والی داخل ہوا اور کچھ خزانہ یا معدن انکو دستیاب ہو تو خمس لیا جاویگا کیونکہ وہ غنیمت ہی یعنے
غلبہ اور قہر سے حاصل ہوا ہی وان وجدہ ای الرکاز مستامن فی ارض مملوکۃ لبعضہم ردہ الی مالکہ تحرزا عن الغدر اور اگر معدن
یا دفینہ کسی مستامن نے حربیون کی مملوکہ زمین مین سے پایا تو اسکو اُسکے مالک کو پھیر دے غدر سے بچنے کے لیے م یعنے حربیون کے مال اُس
شخص مستامن پر بدون اُنکی رضامندی کے حرام ہین تو بدون اجازت کے کسی مال کا رکہ لینا خیانت ہوگا فان لم یردہ واخرجہ ملکہ
ملکا خبیثا فسبیلہ التصدق پس اگر نہ پھیرا اسکو اور دار الحرب سے نکال لایا تو اُسکا مالک ہوجاویگا خبیث ملک سے کہ اُسکا
تصدق کرنا واجب ہی فلو باعہ صح لقیام ملکہ لکن لا یطیب للمشتری پس اگر کسی دوسرے شخص کے ہاتھ بیچ دیا تو درست ہی کیونکہ اُسکی ملک ثابت
ہی لیکن مشتری کو اچھا نہین م بخلاف اُس صورت کے کہ کسی سے ایک چیز شرا فاسد خریدی پھر کسی کے ہاتھ بیچ دے تو مشتری
ثانی کے واسطے کچھ خرابی نہین ہی کیونکہ فسخ بیع اول کا اس صورت مین ممتنع ہو گیا کذا فی الحلبی عن البحر ولو وجدہ ای الرکاز غیرہ
ای غیر مستامن فیہا ای فی ارض مملوکۃ لہم حل لہ فلا یردہ ولا خمس لانہ متلصص بلا فرق بین متاع وغیرہ اور اگر معدن یا دفینہ پایا
غیر مستامن نے حربیون کی زمین مملوکہ مین سے تو اسکو حلال ہی پس نہ پھیرے اور نہ اُس مین خمس لیا جاوے اسی وجہ سے کہ گذری یعنے
وہ مثل خفیہ لیجانے والے کے ہی کذا فی الدرر بدون فرق کے درمیان متاع اور غیر متاع کے م متاع کے معنون مین مختار
کا اختلاف ہی صحیح یہ ہی کہ متاع وہ ہی جس سے نفع لیا جاوے خواہ کپڑے ہون یا گھر کا اسباب یا کھانا یا برتن کذا فی الطحطاوی وما فی
النقایۃ من ان رکاز متاع ارض لم تملک یخمس سہو اور جو کچھ نقایہ مین ہی کہ رکاز زمین غیر مملوکہ کا خمس لیا جاوے وہ سہو ہی م نقایہ
کتاب ہی صدر الشریعۃ کی اور یہی ہی وقایہ مین جو اُسکے دادا تاج الشریعۃ کی کتاب ہی درر مین کہا ہی کہ یہ صحیح نہین ہی کیونکہ شراح
ہدایہ نے اور علما نے تصریح کی ہی کہ خمس واجب ہوتا ہی اُس چیز مین کہ غنیمت کے معنون مین ہو یعنے اہل حرب کے ہاتھ مین ہو پھر
مسلمانون کے پاس آجاوے قوت بازو سے اور وقایہ مین جو مذکور ہی وہ اس طرح کی صورت نہین ہی کیونکہ مستامن مثل چور کے ہی اور
زمین دار الحرب کی مسلمانون کے ہاتھ مین نہین آئی طحطاوی نے کہا کہ اضافت رکاز کی متاع کی صرف بیانی ہی الا ان یحمل علی متاعہم
الموجود فی ارضنا مگر یہ کہ مراد لیا جاوے متاع سے جو حربیون کا متاع دار الاسلام مین موجود ہو فرع مسئلہ تحفہ شارح کا للواجد
صرف الخمس لنفسہ واصلہ وفرعہ واجنبی بشرط فقرہم پانے والے کو جائز ہی خمس کا صرف کرنا اپنے نفس پر اور اپنی اصل مان باپ پر اور
اپنی فرع یعنے اولاد پر اور اجنبی پر بشرطیکہ محتاج ہون م یعنے وہ خود اگر محتاج ہو اور چار خمس مین اُسکا کام نہین
نکلتا تو خود سب کا سب رکھ لے اگر نصاب سے کم ہو اور اگر نصاب کو پہونچے تو خمس کا خرچ کر لینا اسکو جائز نہین کذا فی البحر
عن البدائع مین کہتا ہون کہ اسمین گفتگو ہی کیونکہ بعض اوقات نصاب سے زائد بھی کافی نہین ہوتا مثلاً جبکہ پانے والا قرضدار ہو
پس بہتر یہ ہی کہ حاجت ہی پر اقتصار کیا جاوے اور حاکم نے کافی مین کہا ہی کہ جسکو رکاز کا مال ملے اسکو گنجائش ہی کہ صرف کرے خمس

وتسمیتہ زکوۃ مجاز اور عشر کو زکوۃ کہنا مجازا ہی ہم ایسا ہی مفہوم ہوتا ہی غنایہ سے اور نہر مین اسی کی تقویت کی ہی لیکن عنقریب اس باب مین
کچھ گفتگو ہو چکی ہی الا فی ما لا یقصد بہ استغلال الارض مگر ان چیزون مین عشر نہین کہ زمین کے محاصل مین مقصود نہون نحو حطب وقصب
فارسی جیسے لکڑی اور نے ہم قصب لغت مین نبات ساقدار گرہ والی کو کہتے ہین اور فارسی کے لفظ سے احتراز ہو گیا گنے اور قصب الذریرۃ سے
جسکو قصب السنبل کہتے ہین کیونکہ ان دونون مین عشر ہی کما فے الجوہرہ اور سراج مین ہی کہ گنے کے رس مین عشر ہی نہ خود گنے مین کذا فے
الشرنبالیہ وحشیش وتبن اور جیسے گھاس ہرا اور سوکھا ہم فتح مین کہا مگر اتنی بات ہی کہ اگر اسکو کاٹ لیا دانہ کے انعقاد سے پہلے تو اسمین عشر
واجب ہی کیونکہ وہی مقصود ہو گیا اور ایک روایت امام محمد سے ہی کہ سوکھی گھاس مین عشر ہی کذا فی الشامی وسعف وصمغ وقطران وخطمی
واشنان اور جیسے کھجور کے پتے اور جیسے گوند اور قطران جو ایک درخت کا عصارہ ہی اور خطمی اور اشنان وشجر قطن وباذنجان اور جیسے گھاس کا
درخت اور بینگن کا درخت ہم یعنے ان دونون کے درختون مین عشر نہین بلکہ جو کپاس اور بینگنون مین عشر ہی کذا قالہ الطحطاوی وبذر بطیخ وقثاء
وادویۃ حلبۃ وشونیز اور جیسے تربوز کے بیج اور ککڑی کے اور جیسے دوائیان مثل میتھی اور کلونجی کے ہم کیونکہ تخم سے مقصود ترکاریان ہوتی ہین اور زمین
عشر لازم آتا ہی خود تخم مقصود نہین ہین خانیہ مین ہی کہ دواؤن مین عشر نہین ہی جیسے کیلہ اور ہلیلہ اور کندر مین کذا قال الشامی حتے لو اشغل
ارضہ بہا یجب العشر یہان تک کہ اگر زمین کو انھین چیزون مین لگا دیا تو عشر واجب ہوگا ہم یعنی اگر کوئی شخص زمین کو نے اور گھاس
وغیرہ کے واسطے رکھتا ہو محاصل کے لیے اور اسی کو کاٹتا ہو اور بیچتا ہو تو اس مین عشر ہوگا کذا فے غایۃ البیان والبدائع اور شرنبالی مین
کہا کہ بیچنا کچھ شرط نہین اسی لیے قاضی خان نے مطلق رکھا یعنے بیچنے کی قید نہین لگائی کذا فے الشامی ویجب نصفہ فی مسقی غرب اسے
دلو کبیر ودالیۃ اے دولاب لکثرۃ المؤنۃ اور نصف عشر یعنے بیسوان حصہ واجب ہی اس زمین کی پیداوار مین جو چرس سے پانی دی گئی ہو
یا رہٹ سے بسبب زیادتی محنت کے ہم یہ وجہ ہی نصف العشر لازم آنے کی وفی کتب الشافعیۃ او سقاہ بماء اشتراہ اور کتب شافعیہ مین مذکور
ہی یا اس صورت مین کہ پانی مول لیکر دیا ہو اور یہ ہمارے قواعد کے مخالف نہین ہی یعنے اس صورت مین حنفیون کے نزدیک بھی بیسوان حصہ
لیا جاویگا کذا فی الشامی ولو سقی سیحا وبآلۃ اعتبر الغالب اور اگر پانی دیا اسکو نہر سے اور کسی آلہ سے یعنے چرس وغیرہ سے تو اعتبار کیا جاویگا
اکثر ہم اگر اکثر چرس سے پانی دیا ہوگا تو بیسوان حصہ لیا جائیگا اور اگر باران سے یا نہر سے دیا ہوگا تو دسوان حصہ کذا فے الزیلعی ولو استویا
فنصفہ اور اگر دونون طرح پانی دینا برابر ہو تو نصف عشر ہی کیونکہ زیادتی مین شک واقع ہوا اور شک سے لزوم نہین ہوتا وقیل ثلثۃ
ارباعہ اور ایک قول یہ ہی کہ تین ربع عشر کے اس صورت مین لازم ہین ہم غایۃ البیان مین کہا کہ یہی قول ہی ائمہ ثلثہ کا کہ نصف نصف دونون
وظیفون کا لیا جاوے یعنے چونکہ آدھی زمین نہر کی ہوئی تو دسوین حصہ کا آدھا لازم ہوا اور آدھی دولابی تو بیسوین حصہ کا
آدھا لازم ہوا اسی لیے تین ربع عشر کے ہوے اور زیلعی نے روایت اول یعنے لزوم نصف عشر کو ترجیح دی ہی سوائم پر قیاس کرکے
جس صورت مین آدھے برس گھر سے گھاس دیا ہو کذا فی الشامی بلا رفع مؤن اے کلف الزرع وبلا اخراج البذر لتصریحہم بالعشر
فی کل الخارج عشر اور نصف عشر لیا جاوے بدون مجرا کرنے اخراجات کھیتی کے اور بغیر نکالنے بیج کے اسلیے کہ علمانے تصریح کی ہی عشر کی
کل پیداوار سے ہم یعنے عشر اول صورت مین اور نصف عشر دوسری صورت مین جو لازم ہی تو کل مین سے لازم ہی بغیر مجرا کرنے مزدوری
کمیرون اور خرچ بیلون کے اور نہرون کی کھدوائی اور اجرت محافظ وغیرہ کی کذا فے الدرر ویجب ضعفہ فی ارض عشریۃ لتغلبی
مطلقا واجب ہی دونا عشر کا یعنے پانچوان حصہ اس عشری زمین مین جو تغلبی کی ہو ہر صورت مین ہم بنی تغلب قوم نصاری مین سے ہین

حکم سے ہم تو ان پانچون صورتون مین مسلمان سے عشر لیا جائیگا ولو بغیرہ لقیت خراجیہ لانہ اقالۃ لا فسخ اور اگر رد کی گئی بغیر حکم
قاضی کے تو رہیگی خراجی اسواسطے کہ یہ اقالہ ہی نہ فسخ یعنے اقالہ بیع جدید ہوتا ہی غیر متاقدین کے حق مین کذا فی الشامی واخذ خراج من دار
جعلت بستانا او مزرعۃ ان کانت لذمی مطلقا اور لیا جاوے خراج گھر سے کہ بنا لیا ہو اسکو باغ یا کھیت اگر وہ گھر ذمی کا ہو ہر صورت
مین ہم یعنی عشر کے پانی سے اسکو پانی دیا ہو یا خراج کے پانی سے اسلیے کہ ذمی خراج کے لائق ہی نہ عشر کے کذا فی البحر او لمسلم وقد سقاہا بمائہ لرضاہ
بہ یا وہ گھر مسلمان کا ہو لیکن مسلمان نے اسکو پانی دیا خراج کے پانی سے اسواسطے کہ مسلمان راضی ہو خراج کے ادا پر اسوجہ سے کہ آپنے خراج کا پانی
اپنے کھیت کو دیا م خراج کا پانی یعنے وہ نہرین کہ عجمیون نے کھودین جیسے گنگا اور جمنا کی نہرین اور اسی کے مانند ہی سیحون اور جیحون و دجلہ و فرات
برخلاف قول امام محمد کے اور عشر کا پانی مینھ اور کنوان اور چشمہ اور وہ دریا جو کسی کے تحت مین نہو کذا فی الملتقی وشرحہ عتابی نے اشکال کیا تھا کہ یہان
مسلمان پر خراج لگانا ابتدائً لازم آتا ہی شارح نے اسکے جواب کیطرف اشارہ کیا کہ ممنوع ہی خراج بجبر لگانا ابتدائً مسلم پر اور یہان مسلمان نے چونکہ
خراجی زمین سے پانی دیا خود خراج اختیار کیا جیسا زمین موات کو امام کی اجازت سے درست کرے اور پانی خراج کا دے تو خراج واجب ہوتا ہی کذا
قال فی البحر واخذ عشر ان سقاہا المسلم بمائہ او بہما لانہ الیق بہ اور لیا جاویگا عشر اگر پانی دیا زمین کو مسلمان نے عشر کے پانی سے یا دونون طرح
کے پانی سے اسلیے کہ عشر لائق ہی مسلمان کو کیونکہ اسمین عبادت کے معنی پائے جاتے ہین ولا شئ فی دار ومقبرۃ ولو لذمی اور کچھ نہین لازم گھر مین
اور مقبرہ مین اگرچہ ذمی کا ہو م کیونکہ حضرت عمر نے ساکن کو معاف کر دیا تھا اور اسی پر اجماع ہی صحابہ کا دوسری وجہ یہ ہی کہ زمین مین نمو زیادتی
نہین اور خراج کا وجوب نمو کی جہت سے ہی اور اسی قیاس پر مقابر مین زیلعی اور اس بیان سے یہ ظاہر ہوا کہ پرانے اور نئے مین کچھ فرق نہین لیکن علمانے
تصریح کی ہی کہ اگر کسی خراجی زمین کو معطل رکھے تو اسپر خراج لازم ہی خانیہ مین ہی اگر خراجی زمین کو خرید کر کے گھر بنایا یا عمارت بنائی تو اسپر اس زمین کا
خراج لازم ہوگا جیسا اس صورت مین کہ اسکو معطل رکھے اور ایسا ہی ذخیرہ مین ہی پھر کہا کہ فتاوی ابو اللیث مین ہی کہ جب کرین خراجی زمین کو مقبرہ
یا کرایہ کے لیے یا گھر فقیرون کے لیے تو خراج ساقط ہو جاتا ہی انتہی اور یہ دوسری روایت شاید کہ مبنی ہی منفعت عامہ پر کذا قالہ الشامی ولا فی عین
قیر اسے زفت اور کچھ نہین رال کے چشمے مین م اسلیے کہ رال زمین کا نما یعنے بڑھوتری نہین ہی یعنے زمین سے نہین پیدا ہوتی ہی بلکہ چشمہ ہی جوش مارتا
جیسے پانی کا چشمہ تو اسمین عشر اور خراج نہین کذا فی البحر ولفظ درر یعلوا الماء مطلقا اسے فی ارض عشر او خراج اور کچھ نہین نفط مین کہ ایک عین
ہی کہ جو پانی پر آجاتا ہی کسی صورت مین یعنے رال وغیرہ زمین عشری مین ہو یا خراجی مین ولکن فی حریمہا الصالح للزراعۃ من ارض الخراج
خراج لیکن خراج زمین کے چشمہ کے گرد و نواح مین جو صلاحیت کھیتی کی رکھتا ہو خراج لازم ہی لا فیہا لتعلق الخراج بالتمکن من الزراعۃ
خراج نہین خود چشمہ مین اسلیے کہ خراج متعلق ہی کھیتی کی قدرت پر م یہ علت ہی الصالح للزراعۃ کی اور خراج موظف مین ہو سکتی ہی اور خراج مقاسمہ کا حکم
مانند حکم عشر کے کذا قالہ الشامی واما العشر فیجب فی حریمہا العشری ان زرعہ والا لا لتعلقہ بالخارج اور عشر واجب ہی عشری زمین کے چشمہ کے گرد و نواح
مین بشرطیکہ بو دے اور نہین تو نہین لازم کیونکہ عشر پیداوار سے متعلق ہی ویوخذ العشر عند الامام عند ظہور الثمر وبدو صلاحہا بان تامن
من فسادہا اور لیا جاوے عشر امام صاحب کے نزدیک وقت ظاہر ہونے پھل کے اور وقت ظاہر ہونے اسکی درستی کے یعنی گدرا ہونیکے کذا فی البرہان
اور نہر مین شرط کیا ہی کہ فساد سے مامون ہو جاوے م جوہرہ مین کہا ہی کہ اختلاف ہی عشر کے وقت مین جو کھیتون اور پھلون مین سے لیا جاتا ہی پس
امام ابو حنیفہ اور زفر کہتے ہین کہ اسوقت لیا جاوے کہ جب پھل ظاہر ہو اور خرابی سے محفوظ ہو اگرچہ کٹنے کے لائق نہو یعنے اسدرجہ کو پہونچے کہ اس سے
انتفاع ہو سکے اور امام ابو یوسف کہتے ہین کہ جب کٹنے کے لائق ہو اور امام محمد کہتے ہین کہ جب کٹ جاوے اور کھلیان لگایا جاوے کذا فی الشامی

لے اور نمک مین بھی کچھ نہین کذا فی الکافی والنہایہ وغیرہ ۱۲

اور قول امام صاحب انقی خراج کی مشابہ ہی اور خراج ادا نہیں ہوتا اور زمین دے سکے کیونکہ عبارت اسکی آمدنی خراج کے دست
جیسے مضمون سے کہا کہ یہ حکم خراج مقاسمہ کا ہو اسلیے کہ خراج موظف ذمہ پر لازم ہوتا ہی پیداوار سے اسکو تعلق نہیں اور یہ مضمون کہ حکم
اخراج وظیفہ بھی ایسا ہی ہی اسلیے کہ امام یعنے حاکم کو حبس کا حق ہی خراج کے ادا کے لیے پس اگر پیداوار کو مالک کھا جاوے تو امام خراج کو ادا کرے
سے کذا فی الذخیرۃ شامی نے کہا کہ واقعات میں ہی نقلا عن البزازیہ کہ پیداوار کا کھانا درست نہیں قبل ادا کرنے خراج کے اور ایسا ہی حکم ہی اگر مالک
عشر کا کہ یہ مالک لازم ادا عشر کا رکھتا ہو اور یہ قید مستحسن ہی کما فی الشامی ولا یاکل من طعام العشر حتی یودی العشر وان اکل ضمن عشرہ
مجمع الفتاوی اور نہ کھا دے مالک غلات عشریہ سے یہانتک کہ ادا کرے عشر اور اگر کھا لیگا تو اسکے عشر کا ضامن ہوگا کذا فی مجمع الفتاوی اور قوم سے
مشائخ میں مضمرات سے منقول ہی کہ اگر دستور کے موافق تھوڑا سا کھا لے تو اسپر کچھ نہیں فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ اسی قول کو ہم لیتے ہین کذا
فی المضمرات وللامام حبس الخارج للخراج اور امام کو پہونچتا ہی کہ پیداوار کو روک رکھے واسطے وصول خراج کے ومن منع الخراج سنین لا یؤخذ
لما مضی عند ابی حنیفۃ خانیہ اور جس شخص نے خراج چند سال نہ ادا کیا ہو تو گذرے برسوں کا خراج نہ لیا جاویگا امام صاحب کے نزدیک کذا فی
الخانیہ ہم اور یہ مسئلہ کتاب الجہاد کے باب الجزیہ مین مع شے زائد مذکور ہی اور خانیہ کا یہ قول محمول ہی اس حالت پر کہ مالک زراعت سے عاجز ہو جیسا
کہ دوسری عبارت سے خانیہ کی معلوم ہوتا ہی کذا فی الشامی مختصرا ومن مات وعلیہ عشر او خراج اخذ من ترکتہ وفی روایۃ لا بل
یسقط بالموت والاول ظاہر الروایۃ اور خانیہ مین ہی جس پر عشر یا خراج ہو جب مر جاوے تو اسکے ترکہ سے لیا جاوے اور ایک روایت یہ ہی کہ نہ لیا
جاوے بلکہ موت کی جہت سے ساقط ہو جاتا ہی اور اول ظاہر الروایۃ ہی مترجم شامی نے کہا کہ ذخیرہ مین ہی کہ نہیں ساقط ہوتا عشر بسبب مرنے
دوسرے شخص کے جسکے ذمہ ہو ظاہر الروایۃ مین اور ابن المبارک نے ابو حنیفہ سے روایت کیا ہی کہ ساقط ہو جاتا ہی پھر دونون کے بعد کہا کہ ساقط ہوتا ہی
خراج اسکے مرنے سے جسکے ذمہ خراج ہی جبکہ ہو خراج موظف ظاہر الروایۃ مین اور ابن المبارک نے کہا کہ ساقط ہو جاتا ہی پس معلوم ہوا کہ بنابر دونون
روایتون کے فرق ہی درمیان عشر وخراج کے اور مقصود مین خراج موظف کی قید لگائی اس سے معلوم ہوا کہ خراج مقاسمہ ساقط نہیں ہوتا مانند
عشر کے ظاہر الروایہ مین انتہی فروع مسائل الحقہ شارح کے تمکن ولم یزرع وجب الخراج دون العشر اور جو زمین کا قابض زراعت پر قادر ہو نہ بویا
تو خراج واجب ہی نہ عشر یعنے خراج موظف اور خراج مقاسمہ واجب نہین ہوتا جیسا پہلے گذر چکا اور مصنف بھی باب العشر والخراج مین ذکر
کرچکا کذا قالہ الشامی ویسقطان بہلاک الخارج اور ساقط ہو جاتے ہین دونون یعنے عشر اور خراج مقاسمہ پیداوار کے ہلاک ہو جانے سے لیکن
موظف اگر کھیتی کٹنے سے پہلے ہلاک ہو جاوے تو ساقط ہو جاتا ہی اور بعد کٹنے کے نہین کذا قالہ الحلبی والخراج علی الغاصب ان زرعہا وکان جاحدا
ولا بینۃ لربہا اور خراج غاصب کے ذمہ پر ہی اگر بویا ہو زمین مغصوبہ کو اور وہ غصب سے انکار کرتا ہو اور مالک کے پاس گواہ نہون ہم خانیہ مین ہی
کہ وہ زمین کہ اسکا خراج مقرر ہی کسی شخص نے اسکو غصب کر لیا اور غصب سے منکر ہی اور مالک کے پاس گواہ نہین اگر غاصب نے اسکو نہین بویا تو خراج
کسی پر نہین اور اگر غاصب نے بویا اور زراعت سے زمین ناقص نہین ہوئی تو خراج غاصب پر ہی اور اگر غاصب غصب کا مقر ہو یا مالک کے پاس
گواہ ہون اور زراعت کی وجہ سے زمین مین کچھ نقصان نہین آیا تو خراج مالک کے ذمہ ہی اور اگر زمین کو زراعت سے نقصان پہونچا ہو تو امام
صاحب کے نزدیک زمین کے مالک پر ہی نقصان تھوڑا ہو یا بہت کیونکہ گویا اس شخص نے زمین کو اجارہ دیا بدلے ضمان نقصان کے غاصب
کے ہاتھ اور یہی تفصیل ہی زمین عشری کی غصب مین کذا قالہ الشامی والخراج فی بیع الوفاء علی البائع ان لم یسلم فی یدہ اور بیع بالوفا مین خراج
بائع پر ہی اگر زمین اسکے قبضہ مین رہے ہم بیع بالوفا کا نام بیع الطاعۃ بھی ہی اسمین شرط ہوتی ہی کہ مبیع بائع کو پھیر دیجاتی ہی جب وہ ثمن مشتری کو

پھیر دے اور اسکا بیان آخر کتاب البیوع مین آویگا انشاء اللہ تعالیٰ ولو باع الزرع ان قبل ادراکہ فالعشر علے المشتری ولو بعدہ فعلے البائع
اور اگر کھیتی کو بیچ دیا پس اگر پکنے سے پہلے بیچا تو عشر مشتری پر ہی اور اگر بعد پکنے کے تو بائع پر ہی حم اور یہ شامل ہی اس صورت کو کہ کھیتی کو بیچ دیا اور
مشتری نے مالک کی اجازت سے پکنے تک بدستور رہنے دیا تو طرفین کے نزدیک عشر مشتری پر ہی اور ابو یوسف کے نزدیک ہری کٹی ہوئی کھیتی
کی قیمت کے برابر تو بائع پر ہی اور باقی مشتری پر یہ حال کھیتی کی بیع کا ہی کذا فی الفتح اور اگر کھیت بدون کھیتی کے بیچا اور مشتری کے سپرد کر دیا اگر
اسقدر مدت باقی رہی کہ اسمین کھیتی کر سکتا ہو تو عشر مشتری پر ہی نہین تو بائع پر اور مدت کے اندازہ کے باب مین فتوی تین مہینے پر ہی اور اگر بیچا یا
مشتری نے دوسرے کے ہاتھ اسنے تیسرے کے ہاتھ یہانتک کہ زراعت کا وقت جاتا رہا تو خراج کسی پر لازم نہوگا یعنے کسی کے ہاتھ مین اسقدر مدت نرہی
کہ زراعت کر سکے دوسرے برس کے آنے سے پہلے کذا قالہ الشامی والعشر علے الموجر کخراج موظف وقالا علے المستاجر اور عشر اوپر اجارہ دینے والے
کے ہی امام صاحب کے نزدیک جیسا خراج موظف بالاتفاق موجر پر ہی اور کہا ہی صاحبین نے کہ اجارہ لینے والے پر ہی حم یعنے اگر زمین کو اجارہ دیا تو عشر
امام کے نزدیک موجر پر ہی اجرت مین سے جیسا تاتارخانیہ مین ہی اور صاحبین کے نزدیک مستاجر پر شرح فتح القدیر مین ہی کہ صاحبین کی دلیل یہ ہی کہ عشر کا
تعلق پیداوار کے ساتھ ہی اور وہ مستاجر کا ہی اور امام صاحب کی دلیل یہ ہی کہ زمین کا نماء جیسا زراعت سے ہوتا ہی ویسا ہی اجارہ سے بھی ہوتا ہی
تو یہان اجرت مقصود ہی جیسا پھل تو نماء حقیقت مین موجر کے پاس ہی اور وہی مالک بھی ہی تو عشر کے واجب ہونے کے لیے بھی اولی ہی کمستعیر مسلم مانند
عاریت لینے والے مسلم کے حم یعنے جیسا عاریت کی صورت مین کہ اگر کسی مسلمان نے زمین عاریت لی تو مستعیر کے اوپر خراج ہی اور زفر کے نزدیک عاریت
دینے والے پر ہی کیونکہ جب اسنے اپنی طرف سے مستعیر کو بخشی اپنے قائم مقام کیا تو عشر اسی پر لازم ہوا جیسا موجر کا حال ہی ہم کہتے ہین کہ وجہ یہ ہی منفعت
زمین کی حاصل کی کہ قائم مقام پیداوار کے ہوئی بخلاف معیر کے اور مسلم کی قید اسلیے لگائی کہ اگر ذمی عاریت لے تو عشر معیر پر ہی بالاتفاق کیونکہ اسنے
عاریت دینے والا
حق فقرا کا عاریت لینے کی وجہ سے کھو دیا کذا فی درر البحار یعنے اسوجہ سے کہ کافر عشر کا اہل نہین ہی لیکن بدائع مین ہی کہ اگر کافر نے عاریت لی تو صاحبین کے
نزدیک عشر اسکے ذمہ لازم ہوگا اور امام صاحب سے دو روایتین ہین ایک روایت مین تو ایسا ہی ہی اور ایک روایت مین مالک پر تامل کذا فی الشامی

وفی الحاوی بقولہما ناخذ اور حاوی مین ہی کہ صاحبین کے قول کو ہم اخذ کرتے ہین وفی المزارعۃ ان کان البذر من رب الارض فعلیہ ولو من العامل فعلیہما
بالحصۃ اور جو زمین مزارعت پر دیجاوے پس اگر بیج مالک کیطرف سے ہو تو عشر اسپر ہی اور اگر مزارع کی طرف سے ہی تو دونون پر حصہ رسد ہی حم
واضح ہو کہ عقد مزارعت اسکو کہتے ہین کہ زمین اور بیج اور بیل اور کام مین سے کچھ ایک شخص کا ہو اور کچھ دوسرے کا امام اعظم کے نزدیک مزارعت
کی سب قسمین باطل ہین مگر صاحبین کے نزدیک تین صورتین جائز ہین اول یہ کہ زمین اور بیج ایک کے ہون اور بیل اور کام دوسرے کا دوسرے
یہ کہ زمین ایک کی ہو باقی دوسرے کی تیسرے یہ کہ کام ایک کے ذمہ ہو باقی دوسرے کے باقی صورتین صاحبین کے نزدیک باطل ہین تو یہ تفصیل جو شارح
نے بیان کی ہی نہ تو امام صاحب کے قول پر مبنی ہی نہ صاحبین کے اسلیے کہ امام صاحب کے نزدیک عشر مالک پر ہی خواہ بیج اسکا ہو یا نہو اور صاحبین کے نزدیک
دونون پر ہی حصہ رسد اور یہی مذکور ہی اکثر کتب مین تو شارح کو مناسب تھا کہ اکثر کتب کی متابعت کرتا یہ حال عشر کا ہی اور خراج بالاتفاق مالک پر ہی کذا فی الطحطاوی
والشامی ومن لہ حظ فی بیت المال وظفر بما ہو وجہ لہ لہ اخذہ دیانۃ اور جسکا حق بیت المال مین ہو اور وہ خوش اسلوبی سے اسپر قابو پا گیا تو اسکا
لے لینا اسکو دیانۃً جائز ہی حم شارح کے کلام سے معلوم ہوتا ہی کہ بیت المال کے حقدار کو پہونچتا ہی لے لینا جہان سے پا دے اگرچہ اس خانہ مین سے
نہو جو اسکے واسطے مقرر ہی اور یہ علما کے ظاہر کلام کے خلاف ہی ورنہ مدون کی چار قسمین کرنے کا کیا فائدہ ہان امام کو البتہ پہونچتا ہی کہ وقت ضرورت ایک
مین سے قرض لیکر دوسرے مصارف مین صرف کرے پھر جو قرض لیا اسکو اسکی جگہ رکھدے تو یہ مسئلہ البتہ یون چاہتا ہی کہ دوسری مد مین سے بھی امام کو

کذا فی السراج ویجئ تمامہ مع بیان بیوت المال ومصارفہا فی الجہاد ونظمہا ابن الشحنۃ فقال اور اسکا بیان مع بیت المال کے اقسام اور مصارف
کے کتاب الجہاد مین آویگا اور اسکو محمد بن شحنہ نے نظم کیا ہو اور کہا ہو ۔ ؎ بیوت المال اربعۃ لکل ؛ مصارف بینتہا العالمون ؛ بیت المال
چار قسم ہو ہر ایک کے لیے مصرف جدا گانہ ہو کہ انکو علما نے بیان کیا ہو مترجم شرنبلالی نے اپنے رسالہ مین ذکر کیا ہو کہ علما نے کہا ہو کہ امام کو چاہیے
کہ ہر قسم کا بیت المال جدا رکھے اور آپس مین ایک دوسرے کو نہ ملاوے اور جب امام کو کسی مصرف کی ضرورت ہوا ور اس مصرف کے خزانہ مین سے اتنا مال
نہو جو اس کام کو پورا کر سکے تو دوسرے بیت المال سے قرض لیکر کارروائی کرے پھر جب اس مصرف کا مال آجاوے تو جس جگہ سے وہ مال قرض لیا
اُسکو ادا کرے مگر جس صورت مین کہ مال صدقہ کا ہو یا غنیمت کا خمس اور اگر اُسکو خراج والون پر صرف کیا ہو اور وے فقیر ہون تو کچھ ہٹانا نہ چاہیے
کیونکہ فقیر ہونے کی جہت سے وہ مستحق صدقہ کے ہین کذا قالہ الشامی ؎ فاولہا الغنائم والکنوز ؛ رکاز بعدہا المتصدقون ؛ چار قسمون مین کا پہلا
بیت المال لغنائم والکنوز والرکاز ہو اور اسکو بیت مال الخمس والمعادن والرکاز کہتے ہین اور رکاز مین الف لام اور عاطف ضرورت شعر کی جہت سے
حذف کیا گیا اور بعد اسکے بیت مال المتصدقین ہو یہ دوسرا بیت المال ہو اور بہتر یہ تھا کہ بعدہ کہتا کیونکہ اول کیطرف ضمیر پھرتی ہو مگر یون کہا جاوے
کہ اولہا کا مضاف الیہ مونث ہو اس جہت سے گویا اول نے تانیث کا اکتساب مضاف الیہ سے کیا یا یہ کہ ضمیر غنائم وغیرہ کیطرف پھیری جاوے
حاصل یہ کہ دوسرا بیت اموال المتصدقین ہو یعنی زکوٰۃ سوائم کی اور اراضی کا عشر اور جو عاشر مسلمان تاجرون سے لیتا ہو کذا فی الشامی نقلا عن
البدائع ؎ وثالثہا خراج مع عشور ؛ وجالیۃ یلیہا العاملون ؛ اور تیسرا خراج ہو مع عشر بنی تغلب وغیرہم کے اور جزیہ کہ متولی ہوتے ہین اسکے کارپرداز
حاکم کے مترجم بدائع مین کہا کہ تیسرا زمینون کا خراج اور جزیہ جو فی کس مقرر کیا جاتا ہو اور جو بنی نجران سے کپڑون پر صلح واقع ہوئی تھی اور جو صدقہ مضاعف
کہ بنی تغلب پر بصلح قرار پایا تھا اور وہ جو عاشر ذمی تاجرون سے لیتے ہین یا حربی ستامن سے اور شرنبلالی نے اپنے رسالہ مین زیلعی سے یہ زیادہ
کیا ہو کہ ہدیہ حربیون کا اور جو انسے بغیر قتال کے لیا جاوے یا کچھ بسبب مصالحہ واسطے ترک قتال کے لیا جاوے پہلے اس سے کہ لشکر کی انپر
چڑھائی ہو پس عشور سے مراد وہ ہو جو اہل ذمہ اور مستامنون سے لیا جاتا ہو اس قرینہ سے کہ خراج کے ساتھ ذکر کیا ہو اور وہ عشر جو مسلمانون سے
لیا جاتا ہو اسکا ذکر زکوٰۃ کے ساتھ مین آچکا دوسری قسم مین اور جالیہ اہل ذمہ ہین کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انکو عرب سے جلا وطن کر دیا تھا پھر عرف مین
جزیہ کو کہنے لگے ؎ ورابعہا الضوائع مثل مال ؛ یکون لہ اناس وارثون ؛ اور چوتھا بیت المال ضوائع یعنے لقطون کا ہو مانند ان اشیا کے
کہ نہو انکا کوئی وارث مترجم ضوائع جمع ضائعہ کی ہو یعنے لقطہ وقولہ مثل مال الخ یعنے مانند اس ترکہ کے جسکا کوئی وارث بالکل نہو یا ہو لیکن اُسپر رد
نہو سکتا ہو جیسے زوجین مین سے کوئی سا ہو اور ظاہر یہ ہو کہ مالا یکون بحذف حرف عطف معطوف ہین ضوائع پر اسواسطے کہ شرنبلالی نے دیت
مقتول کی کہ اسکا کوئی ولی نہو بھی اسی قسم مین شامل کی ہو اور دیت منجملہ ترکہ مقتول کے ہو اور اسی وجہ سے اسکا دین اسمین سے ادا کیا جاتا ہو کذا
قالہ الشامی ؎ فمصرف الاولین اتے بنص ؛ وثالثہا حواہ مقاتلون ؛ پس مصرف دونون پہلی قسمون کا منصوص ہو قرآن شریف مین مصرف الاولین
مین حرکت ہمزہ کی نقل کرکے لام کو دی واسطے ضرورت وزن کے یعنے مصرف قسم اول کا کہ بیت الخمس ہو مذکور ہو آیہ واعلموا انما غنمتم من شئی مین
اور اسکا بیان جہاد مین آویگا اور مصرف دوسری قسم کا یعنی بیت الصدقات کا مذکور ہو آیہ انما الصدقات للفقراء الخ مین اور اسکا بیان عنقریب آویگا
اور تیسری قسم یعنے خراج الاراضی وغیرہ لیتے ہین اسکو مقاتل ؎ ورابعہا فمصرفہ جہات ؛ تساوی النفع فیہا المسلمون ؛ اور چوتھی قسم کا مصرف
وہ صورتین ہین جنمین نفع سب مسلمانون کو پہونچتا ہو مترجم یہ موافق ہو اسکے جو ابن ضیاء نے شرح غزنویہ مین بزدوی سے نقل کیا ہو یعنے یہ کہ صرف
کیا جاوے مسلمانون کے منافع مین مثل تعمیر پلون اور رباط اور مساجد اور ثغور یعنے اعدا کے روکنے کے درہ اور تنخواہ صیون اور علما کے روزینے

ف ۱ اور جان لو کہ جو کچھ تم غنیمت میں پاؤ تو اللہ کے لیے ہے اسکا خمس اور رسول کے لیے ۱۲

یعنے کو سرکہ پر معین کیا ہو فیعطی ولو غنیا لا ہاشمیا لانه فرغ نفسه لهذا العمل فیحتاج الی الکفایة والغنی لا یمنع من تناولها عند الحاجة کابن السبیل بحر
عن البدائع سو عامل کو زکوۃ کے مال میں سے دیا جاوے اگرچہ غنی ہو لیکن ہاشمی نہو اسلیئے کہ اُسنے اپنی ذات کو اسی کام میں لگا دیا پس اسکو ضرورت ہے
خرچ کی کہ اُسکو کافی ہو اور غنی کو ضرورت کے وقت اسکی ممانعت نہین ہے جیسے مسافر کذا فی البحر نقلا عن البدائع م یعنے عامل جسنے عمل کی
اجرت لیا ہے اسلیئے اگر زکوۃ ادا کرنے والے امام کو خود ادا کرین تو عامل کو کچھ نہین ملیگا اور اگر ہلاک ہو جاویگا سب مال عامل کا جمع کیا ہوا
تب بھی عامل کو کچھ نہ ملیگا لیکن اسمین شبہہ صدقہ ہونے کا ہے بدلیل ساقط ہونے زکوۃ کے مال والون کے ذمہ سے سو اس جہت سے ہاشمی کو
لینا حلال نہین کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی قرابت کو میل کے شبہہ سے بھی بچانا چاہیے اور غنی کو حلال ہے کیونکہ غنی ہاشمی کے رتبے شرافت کو
نہین پہونچتا تو اُسکے حق مین شبہہ معتبر نہو اور نیز علاوہ برین عامل ہاشمی کو لینے سے ممانعت صریح حدیث مین موجود ہے اور نہایہ مین ہے کہ اگر
عامل ہاشمی صدقات کے لینے کے واسطے مقرر کیا جاوے اور اُسکو اُسمین سے روزینہ دیوین تو اُسکو لینا نہین چاہیئے اور اگر وہ یہ کام کرے
اور روزینہ دوسری جگہ سے دیا جاوے تو کچھ مضائقہ نہین بحر مین کہا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ اُسکو اس کام پر مقرر کرنا درست ہے اور اُسکو اجرت
صدقات سے لینا مکروہ ہے مراد حرام الخ مراد کراہت تحریم ہے کیونکہ علماء اسکو لا یحل سے تعبیر کرتے ہین کذا قاله الشامی و بهذا التعلیل یتقوی ما نسب
للواقعات من ان طالب العلم یجوز له اخذ الزکوة ولو غنیا اذا فرغ نفسه لافادة العلم واستفادته لعجزه عن الکسب والحاجة داعیة الی ما لا بد منه کذا
ذکر المصنف اور اس توجیہ کے بیان سے قوی ہوتی ہے وہ روایت جو منسوب ہے واقعات کی طرف کہ علم شرعی کے طالب کو زکوۃ لینا جائز ہے اگرچہ
غنی ہو جب اپنے آپ کو لگا دے پڑھنے پڑھانے مین کیونکہ مشغولی کی جہت سے وہ کسب سے عاجز ہے اور حاجت ضروریات کیطرف ہوتی بھی ہے کیون
ذکر کیا ہے مصنف نے م یعنے انسان کو بہت سی چیزون کی ضرورت ہوتی ہے اگر زکوۃ لینا اُسکو جائز نہو اور کسب کی فرصت نہین تو جو کچھ اُسکے پاس ہے
وہ فنا ہو جاویگا پھر وہ محتاج ہو جاویگا اور تعلیم اور تعلم سے باز رہیگا خیر ذہن سست ہو جاویگا اور یہ خاص مسئلہ مخالف ہے اُسکے جو علماء نے
غنی کو زکوۃ لینا مطلقاً حرام کہا ہے اور اس مسئلہ پر کسی نے اعتماد نہین کیا ہے کذا قاله الطحطاوی شامی نے کہا کہ قول طحطاوی کا ٹھیک ہے اور بہتر ہے کہ
طالب علم کو فقیر کی قید کے ساتھ مقید کرین اور طالب علم فقیر کو مال زکوۃ وغیرہ کے سوال کے لیے اجازت و رخصت دیجاوے اگرچہ وہ شخص کسب پر
قادر ہو بقدر عمالته ای کفایته واعوانه بالوسط یعنے عامل کو اجرت دیجاوے اُسکے عمل کے موافق بقدر کہ اُسکو اور اُسکے عملہ کو کفایت کرے اوسط درجہ
پر اسلیئے کہ خواہش نفسانی کا اتباع کھانے پینے مین حرام ہے کیونکہ اسراف ہے اور امام کے ذمہ ہے کہ ایسے آدمی کو بھیجے کہ جو اوسط پر راضی ہو رہے
لکن لا یزاد علی نصف ما یقبضه لیکن زر مقبوضہ کے آدھے سے زیادہ نہ دیا جاوے م یعنے اگرچہ زر کفایت تمام مال زکوۃ کو مستغرق ہو تو نصف سے
زیادہ نہ دیوین اسلیئے کہ تنصیف عین انصاف ہے کذا فی البحر ومکاتب لغیر ہاشمی چوتھا مصرف زکوۃ کا مکاتب ہے کہ ہاشمی کا مکاتب نہو کیونکہ
جب ہاشمی کے آزاد کیئے ہوئے غلام کو زکوۃ کا مال دینا درست نہین تو مکاتب مین تو کچھ عبدیت باقی ہے اُسکو بطریق اولے دینا جائز نہین اور
مکاتب کو زکوۃ کا مال لینا جائز ہے اگرچہ غنی کا مکاتب ہو یا مکاتب کے پاس اسقدر مال جمع ہو گیا ہو کہ اُسکی بدل کتابت کے سوا جو زائد ہو وہ
نصاب کو پہونچے کذا فی الشامی ولو عجز حل لمولاه ولو غنیا اور اگر مکاتب عاجز ہو جاوے تو مال زکوۃ کا جو مکاتب کے پاس ہے اُسکے مولی کو حلال ہے
اگرچہ مولی غنی ہو م اسلیئے مولی کی ملک مین جب آیا کہ پہلے مکاتب کی ملک مین آچکا ہے اسواسطے کہ مکاتب کو تصرف آزادانہ حاصل ہے اور
ملک کے تبدل سے احکام بدل جاتے ہین حضرت نے فرمایا لها صدقة ولنا هدیة کذا فی الشامی کفقیر استغنی وابن سبیل وصل لماله وجس طرح
حلال ہے فقیر کو کہ غنی ہو جاوے یا مسافر کو کہ اپنے مال تک پہونچ جاوے م یعنے اگر فقیر کے پاس مال زکوۃ کا باقی ہو اور پھر اُسکو غنا حاصل ہو تو

ہو اور اُسکے پاس موجود ہو اسکا حلال ہو کیونکہ اعتبار فقیر ہونے کا ادا کے وقت ہو اور وقت ادا کے وہ فقیر تھا مولفۃ القلوب جو تھے قرآن شریف

کی نسبت من المولفۃ قلوبہم سے ظاہر یہ ہی ہو اور اجماع صحابہ کا ہی ہو اعلی اور سکوت کیا حضرت نے مولفۃ القلوب کے مال سے کیونکہ وہ ساقط ہو گئے حضرت ابوبکر

کی خلافت مین اجماع صحابہ سے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ وجہ انکے دینے کی مرتبہ ہم مولفۃ القلوب وہ لوگ کہ انکی خاطر داری سے مال صدقہ انکو دیا جاتا اور وہ

تین قسم تھے ایک قسم کفار سے حضرت انکو اسوجہ سے عطا فرماتے تھے تا کہ ایمان لاوین اور ایک قسم ایسے تھے کہ انکے شر سے بچنے کیلیے انکو

دیتے تھے اور ایک قسم اسلام لائے تھے لیکن ضعیف الایمان تھے حضرت انکو اسلیے دیتے تھے کہ ایمان پر ثابت رہین پھر جب کہ ان لوگون کو

اسلام کی عزت و غلبہ کیلیے محتاج نہ پایا انکے دینے کی حاجت نہ رہی کذا فی الشامی اور نسخ بقولہ صلی اللہ

علیہ وسلم لمعاذ خذہا من اغنیاءہم وردہا فی فقراءہم یا اس آیت سے کہ مولفۃ القلوب کو دینا منسوخ کیا آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے سے معاذ بن جبل کو آخر امر مین کہ لے صدقہ انکے اغنیا سے اور دے انکے فقیرون کو مع الفاظ اس حدیث

شریف کے جیسا فتح مین صحاح ستہ سے منقول ہین یہ ہین فاعلمہم ان اللہ فرض علیہم صدقۃ تؤخذ من اغنیاءہم فترد علی فقراءہم اور جن

الفاظون سے کہ شرح نے یہ حدیث روایت نقل کیا ہو سو حافظ ابن حجر نے کہا ہو کہ مین نے کسی سند مین نہین دیکھا الحاصل چونکہ ضمیر فقراءہم کی

مسلمین کیطرف پھرتی ہے تو مولفۃ القلوب مین سے کفار کو یا اغنیا کو نہ دینا چاہیے اور یہ حدیث اجماع کی سند ہوئی یا ناسخ حضرت کی حیات مین

حدیث مذکور سے ہوا یا تو اہل اجماع نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تو انکا ثبوت صحابہ کی نسبت قطعی ہوا کہ کتاب اللہ کی ناسخ ہو سکے

اور بحر مین اجماع کی سند اس آیت کو لکھا ہو جسکو حضرت عمرؓ نے وقت انعقاد اجماع کے پیش کیا تھا قل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن ومن شاء

فلیکفر اور اجماع کو ناسخ نہین ٹھہرایا اسواسطے کہ بموجب صحیح مذہب کے نسخ نہین ہوتا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مین اور اجماع

نہین ہوتا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جیسا مصنف نے اسکو منح مین ذکر کیا ہو قالہ الشامی و مدیون لا یملک نصابا فاضلا

عن دینہ پانچوان مصرف زکوۃ کا مدیون ہو کہ اسکے پاس دین کی مقدار سے زیادہ اسقدر مال نہو کہ نصاب کو پہونچے شامی نے کہا کہ آیت

شریف مین جو غارم کا ذکر ہو اس سے مراد مدیون ہو و فی الظہیریۃ الدفع للمدیون اولی من الفقیر اور ظہیریہ مین ہو کہ مدیون کو دینا فقیر کی نسبت

زیادہ مناسب ہو کیونکہ اسکو احتیاج زیادہ ہو و فی سبیل اللہ وہو منقطع الغزاۃ چھٹا مصرف زکوۃ کا خدا کی راہ مین صرف کرنا یعنے جو

غازی لشکر اسلام سے نہین مل سکتے فقر کی بابت سے یا اقامت جاتے رہنے سے یا سواری وغیرہ کے نہونے سے تو انکو صدقہ لینا حلال ہو اگرچہ وہ

کسب کر سکتے ہون اسلیے کہ اگر کسب مین مشغول ہونگے تو جہاد سے رہجاینگے کذا فی قہستانی وقیل الحاج اور ایک قول یہ ہو کہ فی سبیل اللہ

سے مراد منقطع الحاج ہین یعنے جو لوگ کسی وجہ سے قافلہ مین نہین مل سکتے اور حاج اگرچہ منفرد ہو لیکن بہت محتاج ہو اور یہ قول امام محمد کا ہو اور پہلا

قول امام ابو یوسف کا اور مصنف نے اسکو اختیار کیا ہو کنز کے اتباع سے غایۃ البیان مین ہو کہ یہی اظہر ہو اور اسبیجابی نے کہا کہ یہی صحیح ہو وقیل

طلبۃ العلم اور کہا گیا ہو کہ مراد فی سبیل اللہ سے طالب علم ہین کذا فی الظہیریۃ والمرغینانی وفسرہ فی البدائع بجمیع القرب اور بدائع مین فی سبیل اللہ

کی تفسیر کی ہو کل اقربات اور خیرات سے سو داخل ہوا اس مین ہر شخص کہ خدا تعالی کی طاعت مین اور سبیل خیرات مین سعی کرے بشرطیکہ محتاج ہو

کذا فی الشامی وثمرۃ الاختلاف فی نحو الاوقاف اور اختلاف کا نتیجہ ظاہر ہوتا ہو اوقاف وغیرہ مین مرتب یعنے اختلاف حکم مین نہین اسلیے کہ بشرط

احتیاج ان سب کو دینا جائز ہو خواہ غازی ہون خواہ حاجی خواہ طالب علم مگر اختلاف لفظی ہو کہ اگر کوئی وقف کرے فی سبیل اللہ یا وصیت

کرے یا نذر کرے تو کیا مراد ہونی چاہیے کذا قالہ الشامی بتصرف وابن السبیل وہو کل من لہ مال لا معہ سا تواں مصرف مسافر ہو

دینے میں امر ثابت تملیک نہیں ہوتی کیونکہ جب وارث نے قبضہ کیا اُس وقت میت رہ دو تملیک سے خالی نہیں ہے تو وارث کے قبضہ کے وقت
میں تملیک کے لائق ہوا ہو یہ کذا فی کردری و شامی و در المختار و المحیط اور نہیں جائز صرف کرنا زکوٰۃ کا قیمت میں کسی غلام کی جو آزاد ہو گا
یعنی زکوٰۃ کے مال سے غلام خرید کر آزاد کر دے تو زکوٰۃ ادا نہوگی یا اپنے باپ کو مثلاً زکوٰۃ کی نیت سے خریدے تب بھی زکوٰۃ ادا نہوگی بعدہ
تملیک وجود الرکن بسبب نہونے تملیک کے اور یہ جزو انتظم ہر یہ صحت ہر سب مسائل مذکورہ کی کذا فی الشامی و قدمنا ان الحیلۃ ان یتصدق بہا
علی الفقیر ثم یامرہ بفعل ہذہ الاشیاء اور ہم پہلے بیان کر چکے کہ حیلہ زکوٰۃ کی ان چیزوں کے لیے یہ ہے کہ کسی فقیر کو زکوٰۃ دے اور پھر حکم دے کہ
امورات مذکورہ میں اپنی طرف سے صرف کر دے کہ اس شخص کو زکوٰۃ کا ثواب ہوگا اور فقیر کو ثواب اُس خیرات میں صرف کرنے کا
کذا فی البحر و ہل لہ ان یخالف امرہ لم ارہ والظاہر نعم اور یہ بات کہ فقیر کو زکوٰۃ دینے والے کے امر کی مخالفت جائز ہے یا نہیں میں نے
اس مسئلہ کو کہیں نہیں دیکھا اور ظاہر یہ ہے کہ یہ مخالفت جائز ہے اس لیے کہ فقیر تو جب مالک ہو گیا تو اپنی ملک میں جو چاہے سو کرے کذا فی النہر
ولا یدفع الی من بینہما ولاد اور نہ اس شخص کو زکوٰۃ دینا جائز ہے کہ جنمیں اور دینے والے میں قرابت تولد کی ہو اس لیے کہ منافع املاک کے
آپس میں ملے جلے ہیں تو تملیک پوری پوری نہوگی کذا فی الہدایہ اور ولاد شامل ہے سب اصول کو یعنے ماں باپ دادا دادی نانا نانی
وغیرہم اور شامل ہے سب فروع کو یعنے بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی وغیرہم کو خواہ اولاد نکاح سے ہو یا زنا سے اور ایسا ہی ہے صدقہ واجبہ
جیسے فطرہ و نذر و کفارہ لیکن صدقہ نفل جائز ہے بلکہ مستحسن ہے کذا فی البدائع ماں باپ کے لیے حیلہ کرنا اس طرح کہ زکوٰۃ کا مال کسی فقیر کو دیدے
اور کہے کہ انپر صرف کر دے مکروہ ہے کذا فی القنیہ اور شرح وہبانیہ میں ہے کہ یہ مسئلہ مشہور ہے اور اکثر کتابوں میں مذکور ہے ومملوکہ
الفقیر اگرچہ ولاد و الا مملوک کسی فقیر کا ہو یعنے اسکو زکوٰۃ دینا تب بھی ناجائز ہے او بینہما زوجیۃ ولو مبانۃ یا دینے والے اور لینے والے
میں رشتہ زوجیت کا ہو اگرچہ زوجہ الگ کی ہوئی ہو یعنے عدت میں ہو اگرچہ تین طلاق کی عدت ہو کذا فی النہر عن معراج الدرایہ
وقالا تدفع ہے لزوجہا اور صاحبین کہتے ہیں کہ عورت دے سکتی ہے اپنے خاوند کو بسبب فرمانے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت ابن
مسعود کی زوجہ کو جب انھوں نے اپنا زیور دینا چاہا کہ تیرا خاوند اور اولاد زیادہ مستحق ہیں کذا فی الطحطاوی ولا الی مملوک المزکی
اور نہیں جائز زکوٰۃ دینا اپنے مملوک کو یا ایسے ناتے والے کے مملوک کو جنمیں قرابت ولاد یا زوجیت کی ہو کیونکہ بحر اور فتح میں لکھا ہے
کہ اپنے بیٹے کے مکاتب کو دینا جائز نہیں جیسا اپنے بیٹے کو نہیں جائز شرنبلالیہ ولو مکاتبا او مدبرا اگرچہ مملوک مکاتب ہو یا مدبر ہو
یعنے اس وجہ سے کہ عبد اور مدبر میں تو تملیک نہوگی کہ وہ لیاقت مالک ہونے کی نہیں رکھتے اور مکاتب کے کسب میں مولے کا حق ہے
کذا فی الزیلعی ولا الی عبد اعتق المزکی بعضہ اور نہیں جائز زکوٰۃ دینا اُس غلام کو کہ مزکی نے اسکے بعض کو یعنے نصف یا چوتھائی
وغیرہ کو آزاد کیا ہو سواء کان کلہ لہ او بینہ و بین ابنہ فاعتق الاب حظہ معسرا لا یدفع لہ لانہ مکاتبہ او مکاتب ابنہ برابر ہے کہ ہووے غلام
بتمامہ مزکی کا یا مشترک ہو انمیں اور اسکے بیٹے میں پھر آزاد کیا باپ نے اپنا حصہ بحالت مفلسی سو مزکی ایسے غلام کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا
اسلیے کہ وہ یا اُسکا خود کا مکاتب ہے یا اسکے بیٹے کا کیونکہ جب غلام بتمامہ اُسکا ہے یا اُسمیں اور اسکے بیٹے میں مشترک ہے اور باپ
تو انگر ہے اور بیٹے نے اپنے حصہ کی قیمت کا ضمان باپ سے بھر لیا اور باپ نے غلام سے تو غلام باپ کا مکاتب ہوا کہ جب اُسقدر
ادا کر دے تو آزاد ہو اور اگر باپ مفلس ہے یا تو انگر لیکن بیٹے نے غلام سے سعی کرانا اختیار کیا تو وہ مکاتب بیٹے کا ہے اور بیٹے کے
مکاتب کو بھی زکوٰۃ دینا درست نہیں اور ہمنے جو تقریر کی اُس سے واضح ہوا کہ لفظ معسرا کا قید احترازی نہیں ہے کیسر

شارح نے اس غلام کا نام مکاتب رکھا اس جہت سے کہ سعی کرنے مین مشابہ مکاتب کے ہی قالہ الشامی و اما المشترک بینہ و بین الاجنبی فحکمہ
علم مما مر اور اگر غلام مشترک درمیان مزکی کے اور کسی اجنبی کے ہو تو اسکا حکم معلوم ہوا بیان گذشتہ سے ہم بحر مین ہی کہ اگر غلام مشترک
دو شخصون اجنبیون مین ہو پس آزاد کیا ایک نے اپنا حصہ اور وہ مفلس ہی اور شریک ساکت نے سعی کرانی اختیار کی تو معتق اسکو
زکوۃ دے سکتا ہی کیونکہ یہ مکاتب اسکے شریک کا ہوا اور ساکت کو نہین پہونچتا کہ اسکو زکوۃ دے کیونکہ اسکا مکاتب ہی اور اگر معتق
تو انگر ہو اور ساکت نے معتق سے ضمان لینا اختیار کیا تو ساکت غلام کو زکوۃ دے سکتا ہی اسلیے کہ یہ اجنبی ہی اور معتق زکوۃ نہین دیسکتا جب
اختیار کرے ضمان دینے کے بعد غلام سے سعی کرانا کیونکہ اس صورت مین وہ اسی کا مکاتب ہی کذا قالہ الشامی لانہ اما مکاتب نفسہ او غیرہ
اسواسطے کہ وہ غلام یا مکاتب اسکا خود کا ہی یا غیر کا ہی اسکی توضیح بیان گذشتہ سے معلوم ہو سکتی ہی و قالا یجوز مطلقا اور صاحبین کہتے ہین
کہ جائز ہی ہر صورت مین ہم بینے معتق مالدار ہو یا مفلس اور غلام تمامہ اسکا ہو یا مشترک درمیان اسکے اور اسکے بیٹے کے یا اجنبی کے ہو کذا
قالہ الشامی لانہ حر کلہ او حر مدیون فافہم اسلیے کہ وہ غلام آزاد ہی تمامہ یا آزاد ہی اور قرضدار سو اسکو سمجھ لے تم تمامہ آزاد ہی یعنے غیر مدیون
جبکہ کل عبد معتق کا ہو یا بعض اسکا ہو مگر معتق تو انگر ہو اور شریک اس سے ضمان لے چکا ہو اور حر مدیون اس صورت مین کہ معتق مفلس ہو
اس لیے کہ غلام شریک کے واسطے روپیہ کما و یگا آزاد ہو کر واضح ہو کہ یہ مسئلے اسپر مبنی ہین کہ امام صاحب کے نزدیک شریک ساکت کو اختیار
ہی چاہے اپنا حصہ آزاد کرے چاہے مدبر یا مکاتب کرے چاہے غلام سے اپنے حصہ کا روپیہ کموائے بشرطیکہ آزاد کرنے والا مفلس ہو اور اگر وہ مالدار
ہو تو شریک مذکور اس سے تاوان بھی لے سکتا ہی اور صاحبین کے نزدیک مفلسی کی صورت مین بجز غلام سے کموانے کے اور مالداری کی صورت مین
بجز آزاد کنندہ سے ضمان لینے کے اور کچھ اختیار نہین رکھتا چنانچہ کتاب العتق مین آویگا اور فافہم کا اشارہ اسطرف ہی کہ جنے تحریر مطلوب کی
اسطرح کی کہ جو اعتراض درر مین ہدایہ کی عبارت پر وارد کیا ہی یہان نہین وارد ہوتا اگرچہ شراح نے تکلف کرکے تاویلین کی ہین جیسا کہ ملاحظہ
کتب ہدایہ و درر سے واضح ہی کذا فی الشامی ولا الے غنی یملک قدر نصاب فارغ عن حاجتہ الاصلیۃ من اے مال کان اور نہین جائز زکوۃ
دینا غنی کو کہ مالک ایسے نصاب کا ہو جو حاجت اصلی سے زاید ہو اگرچہ کسی مال کی ہو مم واضح ہو کہ نصاب تین ہین ایک نامی جو دیون سے
زائد ہو اور حاجات سے فارغ وہ تو سب مالی چیزون کی واجب کرنے والی ہی مثل زکوۃ و کفارات وغیرہ کے دوسری نصاب غیر نامی
کہ دین اور حاجتون سے زائد ہو اسکے باعث قربانی اور فطرہ اور محتاج قریبون کا نفقہ واجب ہوتا ہی اور زکوۃ کا لینا ایسے نصاب
کے مالک کو بھی حرام ہی جیسے مال کی نصاب نامی کے مالک کو حرام ہی اور ایک نصاب وہ ہی جسکے ہوتے سوال کرنا حرام ہی وہ غذا
ایک روز کی ہی اسکو نصاب کہنا مجاز شرعی ہی کذا فی الطحطاوی اور تتارخانیہ مین صغرے سے منقول ہی کہ ایک شخص کے پاس گھر ہی کہ اسمین
رہتا ہی لیکن اسکی قدر حاجت سے زیادہ ہی کہ سب مکان رہنے مین مشغول نہین تو اسکو لینا صدقہ کا صحیح روایت مین حلال ہی اور یہی
یہ ہی کہ امام محمد نے فرمایا کہ جسکے پاس زمین ہی کہ اسکو بوتا ہی یا دکان کہ اسکا کرایہ کھاتا ہی یا مکان ہی کہ کرایہ اسکا تین ہزار ہی اور
اسکے عیال کے نفقہ کو برس دن کے لیے کفایت نہین کرتا تو اسکو زکوۃ کا لینا حلال ہی اگرچہ اسکی قیمت نفقہ کو وفا کرتی ہو اور اسی پر
فتوے ہی اور شیخین کے نزدیک نہین حلال کذا قالہ الشامی کمن لہ نصاب سائمۃ لا تساوی مائتی درہم کما جزم بہ فی البحر و النہر
و اقرہ المصنف قائلا و بہ یظہر ضعف ما فی الوہبانیۃ و شرحہا من انہ تحل لہ الزکوۃ و تلزمہ الزکوۃ الخ جیسا زکوۃ دینا جائز نہین اس
شخص کو کہ اسکے پاس سوائم کی نصاب ہو کہ دو سو درہم کی قیمت کو نہ پہونچتی ہو چنانچہ اسی پر بحر اور نہر مین جزم کیا ہی اور اسی کو مصنف

ولا الی بنی ہاشم اور نہین جائز ہو زکوۃ دینا بنی ہاشم کو ہم جاننا چاہیے کہ عبد مناف جو چوتھی پشت کا دادا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو
اُسکے چار بیٹے تھے ہاشم مطلب نوفل عبد شمس پھر ہاشم کے چار بیٹے ہوے جنمین سے ایک عبد المطلب ہین باقیون کی نسل منقطع ہوگئی
عبد المطلب کے بارہ بیٹے ہوے سو زکوۃ ان سب کو دیجا سکتی ہو بشرطیکہ مسلمان اور حاجتمند ہون مگر اولاد حضرت عباس کی اور
حارث کی اور اولاد ابو طالب کی یعنے حضرت علی وجعفر وعقیل کذا فی القہستانی اور اس سے معلوم ہوا کہ بنی ہاشم کو بطور اطلاق
بیان کرنا چاہیے اسلیے کہ تمام بنی ہاشم پر زکوۃ حرام نہین ہو بلکہ بعض پر حرام ہو کذا فی الشامی الامن ابطل النص قرابتہ وہم بنو لہب
فتحل لمن اسلم منہم کما تحل لبنی المطلب مگر اُسکو جائز ہو کہ جسکی قرابت بنص رسول صلے اللہ علیہ وسلم منقطع ہوگئی اور وہ ابو لہب کی اولاد
ہین پس جو اُنمین سے اسلام لے آیا اُسکو زکوۃ جائز ہو جیسا حلال ہو مطلب یعنے ہاشم کے بھائی کی اولاد کو ہم نص سے مراد قول
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا لا قرابۃ بینی وبین ابی لہب فانہ اثر علینا الافجرین اور بعض نسخ مین بنو ابی لہب ہو اور یہی درست ہو
کذا قالہ الشامی ثم ظاہر المذہب اطلاق المنع وقول العینی یجوز لہ دفع زکوتہ لمثلہ صوابہ لایجوز نہر پھر ظاہر مذہب یہ ہو کہ بنی ہاشم کو مطلقاً
ممنوع ہو یعنے خواہ بنی ہاشم بنی ہاشم کو دے یا کوئی غیر دے اور ہر زمانہ مین ممنوع ہو اور عینی نے جو کہا ہو کہ جائز ہو ہاشمی کو کہ زکوۃ دے
اپنے مثل یعنے ہاشمی کو تو صحیح عبارت یہ چاہیے کہ نہین جائز ہو کذا فی النہر م ابو عصمہ نے امام سے روایت کی ہو کہ فے زماننا بنی ہاشم کو
زکوۃ دینا جائز ہو اسلیے کہ زکوۃ کا عوض یعنے پانچوین حصہ کا خمس جو بنی ہاشم کا حق تھا وہ اُنکو نہین پہونچتا کیونکہ غنیمت کے
باب مین اور اُسکو مستحقین مین صرف کرنے مین لوگ تغافل کرتے ہین اور جب عوض اُنکو نہ پہونچا تو اصل کی طرف رجوع کیا
کذا فی البحر اور نہر مین کہا ہو کہ امام ابو یوسف نے کہا ہو کہ ہاشمی ہاشمی کو دیدے اور یہ امام صاحب سے بھی منقول ہو اور عینی مین جو یہ
کہا ہو کہ امام صاحب کے نزدیک درست ہو کہ ایک ہاشمی دوسرے کو زکوۃ دیدے بخلاف امام ابو یوسف کے تو اسمین صحیح لفظ لایجزی
چاہیے یعنے امام صاحب کے نزدیک ہاشمی کا دوسرے ہاشمی کو دینا کافی نہوگا کیونکہ امام ابو یوسف تو جواز کے قائل ہین پھر درست ہونے
کی صورت مین اُنکے خلاف کے کیا معنی ہونگے اور شارح کے اختصار مین ابہام ہو قالہ الشامی عن الحلبی ولا الی موالیہم ای عتقائہم فانہم اولے
اور نہین جائز زکوۃ دینا بنی ہاشم کے آزاد کیے ہوے غلامون کو اور جب آزاد کیے ہوؤن کو نہین جائز تو غلامون کو بطریق اولے نہین
جائز کیونکہ غلام کی ملک مولی کی ہوتی ہو لحدیث مولی القوم منہم بنی ہاشم کے موالی کو زکوۃ دینا جائز نہین بسبب اس حدیث
شریف کے کہ آزاد کیا ہوا کسی قوم کا وہ اُنھین مین سے ہوتا ہو ہم اسکو روایت کیا ہو ابو داؤد و ترمذی اور نسائی نے بلفظ مولے
القوم من انفسہم وانا لاتحل لنا الصدقۃ م ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہو اور یہ حکم صدقہ کی حرمت وحلت کے باب مین ہو نہ جمیع
وجوہ مین کیونکہ مولے اپنے معتق کا کفو نہین ہوتا اور جب آزاد کیا ہوا کسی مسلمان کا کافر ہو تو جزیہ لیا جاتا ہو اور تغلبی کے آزاد
غلام آزاد کردہ ۱۲ آزاد کنندہ ۱۲
کیے ہوے سے دوچند نہین لیا جاتا کذا فی النہر قالہ الشامی وہل کانت تحل لسائر الانبیاء خلاف واعتمد فی النہر حلہا لاقربائہم لا لہم
اور باقی انبیاء علے نبینا وعلیہم الصلوۃ والسلام کے لیے صدقہ حلال تھا یا نہین اسمین خلاف ہو اور نہر مین حلت کو معتمد کیا ہو اُنکے
اقربا کے لیے نہ اُنکے خود کے لیے وجازت التطوعات من الصدقات وغلۃ الاوقاف لہم ای لبنی ہاشم سواء سماہم الواقف
او لا علی ما ہو الحق کما حققہ فی الفتح اور جائز ہو نفل صدقہ اور آمدنی اوقاف کی بنی ہاشم کو برابر ہو کہ وقف کرنیوالے نے اُنکا نام
لیا ہو یا نہ لیا ہو یہی حق ہو جیسا فتح القدیر مین اُسکو تحقیق کیا ہو م شامی نے کہا کہ بحر مین متعدد کتابون سے نقل کیا ہو

جائز ہے م یعنے مستامن کو جیسا نہر کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے پھر شامی نے کہا کہ اُسکو مین نے زیلعی مین نہین دیکھا اور ایسا ہی
ابوالسعود وغیرہ نے کہا ہے معہذا اتفاق کے دعوے کے خلاف ہے لیکن محیط کی کتاب الکسب مین ہے کہ سیر کبیر مین امام محمد نے
ذکر کیا ہے کچھ مضائقہ نہین کہ مسلمان کافر حربی کو یا ذمی کو کچھ دے یا اُسکا ہدیہ قبول کرے اس وجہ سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے
کہ پانسو دینار قحط کے دنون مین مکہ کو بھیجے اور حکم دیا کہ صفوان بن حرب اور ابوسفیان کو دین کہ وے فقراے اہل مکہ پر تقسیم کردین
اور اسوجہ سے کہ صلہ رحم ہر دین مین پسندیدہ ہے اور ہدیہ بھیجنا مکارم اخلاق سے ہے انتہی قالہ الشامی دفع بتحر لمن یظنہ مصرفا
فبان انہ عبدہ او مکاتبہ او حربی ولو مستامنا اعادہا لما مر صدقہ دیا اٹکل کرکے ایسے شخص کو کہ اپنے گمان مین
مصرف جانتا تھا پھر ظاہر ہوا کہ مزکی کا غلام ہے یا اُسکا مکاتب ہے یا حربی ہے اگرچہ مستامن ہو تو پھر دوبارہ دے اسوجہ سے کہ
سابق مذکور ہوئی م یعنے عبد کی صورت مین تو اپنی ملک سے خارج نہین ہوا اور مکاتب کی صورت مین اسلیے کہ اسکا حق مکاتب
کی کمائی مین لگا ہے تو پوری تملیک نہوئی اور حربی محل زکوٰۃ ہی نہین لیکن حربی کے دینے مین ایک روایت یہ ہے کہ دوبارہ نہ دے
کذا فی الشامی وان بان غناہ او کونہ ذمیا او انہ ابوہ او ابنہ او امراتہ او ہاشمی لا یعید اور اگر ظاہر ہوا کہ جسکو
دیا تھا وہ غنی ہے یا ذمی ہے یا اُسکی بی بی ہے یا اُسکا خود باپ ہے یا بیٹا ہے یا ہاشمی ہے تو اعادہ لازم نہین لانہ اتے بما فی وسعہ اسلیے کہ وہ
کر چکا جسقدر اُس سے ہو سکتا تھا م یعنے تملیک کردی جو اُسکی وسعت مین تھی رہی یہ بات کہ اندھیرے مین یہ پوچھے کہ تو کون ہے
اور نسب اُسکا دریافت کرے اسکا مکلف نہین لیکن حربی کیطرف سے دلیل پر شبہہ پڑتا ہے کیونکہ حربی مین تملیک جو رکن تھی
پوری ہوجاتی ہے پس اس تعلیل سے وہ روایت جو حربی کے دینے کے بعد اعادہ لازم نہین آتا تائید پاتی ہے کذا فی الشامی حتی لو دفع
بلا تحر لم یجز ان اخطا یہانتک کہ اگر بدون تحری کے دیا تو نہین جائز ہے اگر خطا ظاہر ہو وکرہ اعطاء فقیر نصابا او اکثر اور مکروہ ہے
دینا ایک فقیر کو مقدار نصاب یا زیادہ م اور ایک روایت ابو یوسف سے ہے کہ قدر نصاب دینا مضائقہ نہین لیکن زیادہ مکروہ ہے
اسلیے کہ فقیر ہونے کی جہت سے فی الحال ایک جزو نصاب کا محتاج ہے اور باقی رہا ہوا نصاب سے کم ہے کذا فی الشامی الا
اذا کان المدفوع الیہ مدیونا او کان صاحب عیال بحیث لو فرقہ علیہم لا یخص کلا او لا یفضل بعد دینہ نصاب فلا یکرہ
فتح مگر جبکہ ہو وہ شخص جسکو زکوٰۃ دی ہے مدیون یا عیالدار اسطرح کہ اگر تمام عیال پر زکوٰۃ تقسیم کیجاوے تو ہر ایک کے بانٹے
نصاب نہ آوے یا دین کے ادا کے بعد قدر نصاب باقی نہ رہے تو مکروہ نہین کذا فی الفتح م بحیث لو فرقہ صاحب عیال سے علاقہ
رکھتا ہے اور لا یفضل مدیون سے پس اسمین لف ونشر غیر مرتب ہے اور وجہ تقسیم عیال کی یہ ہے کہ حقیقت مین وہ صدقہ عیال
ہی پر ہے جنپر وہ خرچ کریگا کذا فی الشامی عن المعراج وکرہ نقلہا الا الی قرابتہ او اور مکروہ ہے زکوٰۃ کا نقل کرنا یعنے ایک شہر سے دوسرے
شہر کی طرف لیجانا مگر اپنے اقربا کی طرف م کیونکہ اسمین رعایت پڑوس کی ہے تو یہی اولے ہے زیلعی اور اُن سے متبادر یہ ہے کہ کراہت
تنزیہی ہے پس اگر نقل کرے تو جائز ہے کذا فی الدرر اور زکوٰۃ مین معتبر وہ جگہ ہے جس جگہ مال ہو سب روایات مین کذا فی الشامی
بل فی الظہیریۃ لا تقبل صدقۃ الرجل وقرابتہ محاویج حتی یبدا بہم بلکہ ظہیریہ مین ہے کہ نہین مقبول ہوتا صدقہ اُس شخص کا کہ
قرابتی اُسکے محتاج ہون یہانتک کہ شروع اُنھین سے کرے م عدم قبولیت سے مراد نہ ملنا ثواب کا ہے اگرچہ فرض ساقط ہوتا ہے
قہستانی مین ہے کہ افضل بھائی اور بہن ہین پھر اُنکی اولاد پھر مزکی کا چچا اور پھوپھی پھر ماموں اور خالہ پھر ذوی الارحام

چیز دیدی تھی پھر اسکو دیوے اور چیز لوٹا لیوے اواحوج او اصلح او اورع او انفع للمسلمین او من دار الحرب الی دار الاسلام
اور نقل کرنا مکروہ نہین طرف زیادہ احتیاج والے یا زیادہ نیکبخت یا زیادہ پرہیزگار کے یا اس شخص کے جو سوا قرابت والون کو نفع پہنچاوے
یا دار الحرب سے دار الاسلام کی طرف اسلام کیونکہ دار الاسلام کے فقرا مسلمان دار الحرب کے فقرا سے افضل ہین کذا فی البحر مین
کہتا ہون کہ مسلمان قیدیون کو مستثنیٰ کرنا چاہیے جبکہ ان لوگون کے رشتہ مین اعانت ہو قید سے چھڑا لینے پر کذا قال الشامی او
الی طالب علم وفی المعراج التصدق علی العالم الفقیر افضل او الی الزہاد او کانت معجلۃ قبل تمام الحول فلا یکرہ نقلہا
اور مکروہ نہین نقل کرنا زکوٰۃ کا طرف طالب علم کے اور معراج مین ہو کہ صدقہ کرنا عالم فقیر پر افضل ہو جاہل فقیر سے اور مکروہ نہین
نقل طرف زاہدون کے یا یہ کہ زکوٰۃ پیشگی دیدے سال تمام ہونے سے تو نقل کرنا مکروہ نہین کذا فی الفتاوی ولا یجوز صرفہا
لاہل البدع کالکرامیۃ اور نہین جائز اسکا صرف کرنا اہل بدعت پر جیسے کرامیہ مع عبارت بزازیہ کی یہ ہو کہ نہین جائز صرف کرنا
کرامیہ کی طرف پس مراد بدعت سے وہ ہو جو تکفیر تک نوبت پہونچا دے تامل اور کرامیہ ایک مشبہہ فرقہ ہو منسوب عبداللہ
بن محمد بن کرام کی طرف وہ قائل ہو کہ حق تعالیٰ عرش پر مستقر ہو اور اسم جوہر کا اسپر اطلاق ہو سکتا ہو کذا فی المغرب لانہم
مشبہۃ فی ذات اللہ تعالیٰ وکذا المشبہۃ فی الصفات فی المختار اسلیے کہ فرقہ کرامیہ تشبیہ کا قائل ہو خداوند تعالیٰ کی ذات مین
اور یہی حکم ہو اس فرقہ کا جو صفات مین تشبیہ کے قائل ہین مذہب مختار مین مع یہ وہ فرقہ ہو کہ قیام حوادث کا خداے تعالیٰ کی ذات
کے ساتھ جائز رکھتے ہین تو بعض صفات کو حادث کہتے ہین جیسے اور حوادث کے صفات ہین کذا فی الطحطاوی لان مفوت المعرفۃ
من جہۃ الصفات ملحق بمفوت المعرفۃ من جہۃ الذات کذا فی الفتاوی اسواسطے کہ فوت کرنے والا معرفت حق سبحانہ کا صفات مین
یعنے نہ جاننے والا صفات کا لاحق کیا گیا ہو اسکے ساتھ جسنے فوت کردی معرفت ذات کی یعنے تشبیہ ذات اور تشبیہ صفات
ایک حکم رکھتے ہین کذا فی مجمع الفتاوی کما لا یجوز دفع زکوۃ الزانی لولدہ منہ ای من الزنا وکذا الذی نفاہ احتیاطا
جیسا نہین جائز ہو زانی کو زکوٰۃ دینا اپنے بیٹے کو جو زنا سے ہو اور ایسے ہی اسکو جسکو نفی کرچکا ہو خواہ ام ولد کا لڑکا ہو جسکو
نفی کیا یا ملاعنہ کا لڑکا نفی کیا ہوا ہو اور یہ عدم جواز بزراہ احتیاط ہو الا اذا کان الولد من ذات زوج معروف
فیجوز لیکن اس صورت مین کہ لڑکا ہوا ایسی عورت کا جسکے خاوند کو لوگ جانتے ہین کذا فی جامع الفصولین مع عمادیہ مین اسکی وجہ
یہ لکھی ہو کہ چونکہ نسب ناکح سے ثابت ہوتا ہو تو یہ شرعاً بیٹا ناکح کا ہوا اور ظہیریہ سے اسکے خلاف ایک روایت شامی نے نقل کی ہو
والکل فی الاشباہ اور سب فروع لا یجوز صرفہا لاہل البدع سے یہان تک اشباہ مین مذکور ہین ولا یحل ان یسأل
شیئا من القوت من لہ قوت یومہ بالفعل او بالقوۃ کالصحیح المکتسب اور نہین حلال کہ مانگے کچھ قوت وہ شخص کہ اسکے پاس
اس روز کا قوت موجود ہو بالفعل یا بالقوۃ موجود ہو مثلاً تندرست کہ کمائی پر قادر ہو مع شیئا من القوت اسلیے کہا کہ اگر حاجت کی
چیز جیسے کپڑا وغیرہ سوال کرے تو جائز ہو قالہ الشامی ویأثم معطیہ ان علم بحالہ لاعانتہ علی المحرم اور گنہگار ہوگا اسکو دینے والا
اگر اسکا حال جانتا ہو کیونکہ حرام چیز پر اعانت کرتا ہو مع اکمل نے شرح مشارق مین کہا ہو کہ اس جیسے شخص کو دینا اگرچہ
از روے قیاس گناہ معلوم ہوتا ہو لیکن اگر اسکو ہبہ کہین تو گنہگار نہوگا مقدسی نے اپنی شرح مین کہا کہ ظاہر یہ ہو کہ مراد علما کی اس
سے یہ ہو کہ اس جیسے شخص کو دینا آمادہ کرتا ہو سوال پر اس ہیئت سے اور نہ دینے سے ہو سکتا ہو کہ ایسی باتون سے توبہ کرے

دفعها

کذا فی الشامی ولو سال للکسوة اولاشتغالہ عن الکسب بالجهاد وطلب العلم جاز لو محتاجا اور اگر سوال کیا کپڑے کے لیے یا قوت کا سوال
کیا یا اس جہت سے کہ جہاد میں یا طلب علم میں مشغول ہونے سے کمائی نہین کر سکتا تو جائز ہی اگر محتاج ہوے یعنے اگرچہ قوی اور کسب پر
قادر ہو ذکرہ فے البحر فروع مسائل ملحقہ شارح کے ندب دفع ما یغنیہ یومہ عن السوال مستحب ہی اسقدر دینا کہ اس روز اسکو سوال کی
ضرورت نہو واعتبار حالہ من حاجة وعیال اور معتبر ہی حال قدر کفایت کا حاجت سے اور عیال سے ہم مستحسن یہ ہی کہ فقیر کا حال معلوم کیا جاوے
باعتبار عیال کے اور حاجات ضروریہ کے مثل دین اور تیل اور کپڑا اور گھر کا کرایہ وغیرہ کذا فی فتح القدیر والمعتبر فے الزکوة فقراء مکان المال
اور معتبر زکوة میں وہان کے فقیر ہین جہان مال ہوے یعنے اگرچہ مال والا دوسرے شہر میں ہو لیکن زکوة اُس شہر کے فقیرون کو دی جاوے
جہان مال ہی قالہ ابن کمال یعنی جمیع روایات مین یہی ہی کذا فی البحر وفے الوصیة مکان الموصے اور وصیت مین معتبر ہی مکان وصیت کرنیوالیکا
ہم ایسا ہی جوہرہ مین منقول ہی فتاوے سے لیکن شرح وہبانیہ کے وصایا مین خلاصہ سے منقول ہی کہ وصیت کیا کہ میرا ثلث مال فقراء بلخ پر
تصدق کیا جاوے تو افضل یہی ہی کہ انھین پر صرف کرین اور اگر اورون کو دیدین تب بھی جائز ہی اور یہ قول ابو یوسف کا ہی اور اسی پر فتوی ہی
اور امام محمد کہتے ہین کہ نہین جائز ہی کذا فی الشامی وفے الفطرة مکان المودے عند محمد وہو الاصح لان رؤسہم تبع لراسہ اور فطرہ مین مکان ادا
کرنے والے کا یعنی نہ مکان اُن لوگون کا جنکی طرف سے ادا کرتا ہی امام محمد کے نزدیک اور یہی اصح ہی اسلیے کہ جن لوگون کیطرف سے دیتا ہی
وہ ادا کرنیوالے تابع کے ہین ہم بلکہ نہایہ اور عنایہ مین کہا ہی کہ یہی ظاہر الروایة ہی جیسا شرنبلالیہ مین ہی اور یہی مذہب ہی جیسا بحر مین ہی کذا فی الشامی
دفع الزکوة الے صبیان اقاربہ برسم عیدا والے مبشر او مہدی الباکورة جاز زکوة دی اپنے اقارب کے لڑکون یعنے عقاا کو عید کی تقریب
یا خوشخبری سنانے والے کو یا اُس شخص کو جو نیا پھل ہدیہ لایا تو جائز ہی الا اذا نص علے التعویض مگر جبکہ تصریح کردی معاوضہ کی تو جائز
نہوگی ولو دفعہا لاختہ ولہا علے زوجہا مہر یبلغ نصابا وہو ملے مقر ولو طلبت لم یمنع عن الاداء لایجوز والا جاز اور اگر دے زکوة اپنی بہن کو اور
اُسکے خاوند کے ذمہ مہر ہی جو نصاب کو پہونچتا ہی اور وہ شخص تو انگر ہی کہ عورت کے طلب کرنے پر انکار نکرے تو اُسکا زکوة دینا جائز نہین
اور جو ایسا حال نہو تو جائز ہی اور یہ مسئلہ پہلے گذر چکا ہی ولو دفعہا المعلم لخلیفتہ ان کان بحیث یعمل لہ لو لم یعطہ صح والا لا اور اگر دی زکوة
معلم نے اپنے خلیفہ کو اگر وہ اسطرح کام کرتا ہی کہ اگر معلم نہ دیتا تب بھی اُسکا کام کرتا تو درست ہی ورنہ نہین درست ہم اسلیے کہ دیا ہوا بمنزلہ
عوض کے ہو جاتا ہی اور اسمین یہ خدشہ ہی کہ انعام نئے پھل لانے والے کا ایسا ہی تو وہان بھی نیت کا اعتبار چاہیے قالہ الشامی ولو وضعہا
علے کفہ فانتہبہا الفقراء جاز اور اگر رکھا زکوة کو اپنے ہاتھ پر اور لوٹ لیا اسکو فقیرون نے تو جائز ہی ہم اور یہ فقرا کی تملیک ہوئی اور زکوة کی نیت
پہلے سے نکالتے وقت ہو چکی تھی اور یہی حکم ہی جبکہ نیت پہلے سے نہو اور لوٹنے کے بعد نیت کرے اور مال فقیرون کے پاس موجود ہو
قال الشامی ولو سقط مال فرفعہ فقیر فرضی بہ جاز ان کان یعرفہ والمال قائم خلاصة اور اگر مال ہاتھ سے گر گیا اور فقیر نے اسکو اُٹھا لیا پھر مالک
راضی ہو گیا تو جائز ہی اگر اُسکو پہچانتا ہی اور مال بھی قائم ہی کذا فے الخلاصہ ہم پہچاننے کی قید اسواسطے لگائی تاکہ تملیک مجہول شخص کی
نہو کیونکہ جب اُسکو نہ پہچانتا ہو اسطرح کہ مالک جب مال کے پاس آیا تو مال کو نپایا اور کسی شخص نے اُسکو کہا کہ فقیر اُسکو اُٹھا لے گیا جسکو
مالک نہین پہچانتا تھا اور مالک راضی ہو گیا تو درست نہوگا کیونکہ یہ اباحت ہوئی اور زکوة تملیک شرط ہی اور مال کے قائم ہونے کی اسواسطے
شرط لگائی کہ اگر مالک بعد ہلاک ہونے مال کے راضی ہوا تو نیت صحیح نہوگی جان لو کہ صدقہ دینا مستحب ہی جو فاضل ہو اپنی قدر کفایت
اور اپنے عیال کی قدر کفایت سے اور اگر اسطرح صدقہ دے کہ حقداروں کے حق مین کوتاہی ہو تو گنہگار ہوگا اور جو شخص

افضل ہے یہ ثابت ہے کہ اسکو اپنا نفس صدقہ کفایت کرے تو صدقہ کم نہ کرے اور کہا قاری نے شرح در البحار اور تاتارخانیہ مین مروی ہے کہ اگر جو شخص
نفل صدقہ دے تو افضل یہ ہے کہ جمیع مومنین و مومنات کی نیت کرے کیونکہ انکو ثواب پہنچے اور اسکے اجر مین سے کم نہ ہوگا

واللہ اعلم

باب صدقۃ الفطر

یہ باب ہے صدقہ فطر کے احکام مین اسکی مناسبت زکوۃ سے یہ ہے کہ دونون وظیفہ مالیہ مین ہین اور صوم کے بعد صوم کے بیان کیا ہے
کیونکہ صوم کے بعد صدقہ فطر ہوتا ہے اور فطر سے مراد فطر کا دن ہے نہ لغوی معنی کیونکہ اسسے تو ہر شام کو رمضان مین افطار ہوتا ہے اور اسکو صدقہ
اس بہت سے کہتے ہین کہ دینے والے کا صدق اور اخلاص ظاہر کرتا ہے کذا فی المرقاۃ من اضافۃ الحکم الی شرطہ اضافت صدقہ کی فطر کی طرف
اضافت حکم کی ہے شرط کیطرف ہے حکم سے مراد وجوب صدقہ ہے اسلئے کہ شرعی وجوب ہے تو یہان حذف مضاف کا ہے اور وجوب سے مراد وجوب ادا ہے
اسواسطے کہ وجوب الادا کی شرط فطر ہے نہ نفس وجوب کی کیونکہ وجوب کا مدار سبب کے موجود ہونے پر ہے اور سبب راس ہے قالہ الحلبی والفطر لفظ
اسلامی والفطرۃ مولد بل قیل لحن اور فطرہ اصطلاح اسلام والون کی ہے اور فطرہ ساختہ ہے بلکہ کہتے ہین کہ غلط ہے ظاہر یہ ہے کہ شارح کی مراد
یہ ہے کہ لفظ فطر جو مضاف الیہ صدقہ کا ہے اور نام روز مخصوص کا ہے یہ لفظ شرعی ہے یعنے اطلاق اسکا اس خاص روز پر اصطلاح شرعی ہے کیونکہ
افطار جو ضد صوم کی ہے لغوی ہے شرع سے پہلے مستعمل ہے یا مراد اسکی لفظ فطرہ کا ہے یعنی فطرہ کہ جس سے صدقہ مراد ہو لغوی نہین لیکن ان معنون مین ضعیف ہے اور
وہ جو قاموس مین مذکور ہے کہ فطرہ بالکسر صدقۃ الفطر تو قاموس کے اغلاط مین شمار کیا گیا ہے اور نووی نے تحریر مین کہا ہے کہ اسم مولد ہے اور غالبا
ماخوذ ہے فطرۃ سے جو بمعنی خلقت کے ہے یعنی گویا کہ یہ زکوۃ ہے بدن کی قالہ الشامی وامر بہا فی السنۃ التی فرض فیہا رمضان قبل الزکوۃ اور حکم
کیا گیا ہے ادا سے صدقہ فطر کا جس برس کہ رمضان فرض ہوا زکوۃ سے پہلے جو روزے رمضان کے فرض ہوئے شعبان مین بعد تحویل قبلہ
کعبہ کی طرف اور حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ فطر کے لیے عید سے دو روز پہلے ہوا اور یہ زکوۃ کی فرضیت سے پہلے ہے یہی صحیح ہے
قال الشامی وکان علیہ السلام یخطب قبل الفطر بیومین یامر باخراجہا ذکرہ الشمنی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھتے تھے عید سے
دو روز پہلے حکم فرماتے صدقہ نکالنے کا ذکر کیا اسکو شمنی نے امام عبد الرزاق نے سند صحیح سے تخریج کیا ہے عبد اللہ بن ثعلبہ سے کہ خطبہ فرمایا
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یوم الفطر سے ایک روز یا دو روز پہلے پھر فرمایا کہ ادا کرو ایک صاع گیہون دو آدمیون مین یا ایک صاع
کھجور یا جو ہر شخص کی طرف سے آزاد ہو یا غلام چھوٹا ہو یا بڑا کذا فی الفتح یجب وحدیث فرض رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم زکوۃ
الفطر معناہ قدر للاجماع علی ان منکرہا لا یکفر واجب ہے صدقۃ الفطر اور وہ حدیث جسمین مذکور ہے کہ فرض کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم نے زکوۃ فطر کو اسکے معنی یہ ہین کہ مقرر کیا اسوجہ سے کہ اجماع ہے اس بات پر کہ منکر اسکا کافر نہین ہے اور امام شافعی کے نزدیک صدقۃ الفطر
فرض ہے انکا استدلال حدیث مذکور ہے شارح نے استدلال کے جواب کیطرف اشارہ کیا موسعا فی العمر عند اصحابنا وہو الصحیح بحر عن البدائع
معللا بان الامر بادائہا مطلق کالزکوۃ علی قول کما مر واجب ہے صدقۃ الفطر اسطرح کہ مدۃ العمر مین ادا کی گنجائش ہے ہمارے علماء کے
نزدیک یہی صحیح ہے ذکر کیا اسکو بحر مین بدائع سے اور وجہ یہ بیان کی کہ امر صدقۃ الفطر کی ادا مین مطلق ہے یعنے وقت کی قید نہین
سو مدۃ العمر مین جب ادا کریگا تو ادا ہی ہوگا قضا نہوگا بان الندبۃ عید گاہ مین جانے سے پہلے ادا کرنا مستحب ہے کذا فی البدائع انما
زکوۃ کے کہ اسکا وجوب بھی موسع ہے ایک قول پر جیسا پہلے گذر چکا دوبات فادا وارث جانے اور اگر مر گیا پھر اسکے وارث

صدقۃ الفطر اُسکی طرف سے ادا کیا تو جائز ہی ہم جوہرہ مین ہی کہ جس شخص کے ذمہ زکوٰۃ یا صدقۃ الفطر یا کفارہ یا نذر ہووے اور وہ مرجاوے تو اُسکے ترکہ سے نلیا جاوے مگر یہ کہ ورثہ تبرع کرین اور ورثہ اہل تبرع کے بھی ہون اور جبر نکیا جاوے اُنپر اور اگر خود وصیت کر کے مرا تو ثلث مین وصیت جاری ہوگی قالہ الشامی **وقیل مضیقاً فی یوم الفطر عینا** اور کہا گیا ہی کہ ادا اُسکا مقید ہی خاص عید کے روز ہم یہ قول حسن بن زیاد کا ہی کہ ادا کرنا اسکا یوم الفطر مین ہی اول سے آخر تک اگر اسکو نہ ادا کیا کہ عید کا دن گذر گیا تو ساقط ہو جائیگا مثل قربانی کے کذا فی البدائع وشروح الہدایہ وغیرہا اور ابن ہمام نے اپنی تحریر مین ترجیح دی ہی کہ یہ مطلق نہین ہی بلکہ مقید بالوقت ہی کیونکہ حضرت نے فرمایا اغنوہم عن المسألۃ فی ہذا الیوم تو بعد اس روز کے قضا ہوگا اور ابن نجیم نے بھی اسیکا اتباع کیا ہی بحر مین لیکن اُسنے اپنی شرح مین جو منار پر ہی کہا ہی کہ یہ ترجیح مقابل صحیح کے ہی مین کہتا ہون کہ یہ تیسرا قول ہی مذہب سے خارج اسواسطے کہ عید کا دن گذرنے کے بعد صدقہ کا قضا واقع ہونا مغائر اس قول کے ہی کہ عید کا دن گذرنے سے ساقط ہو جاتا ہی اور علامہ مقدسی نے اُسکو رد کیا ہی کہ حضرت کے وقت مین صحابہ صدقۃ الفطر پیشگی دیدیا کرتے تھے اور یہ بات حضرت کی اجازت سے تھی جیسا خود ابن ہمام نے کہا ہی تو اس سے صاف ظاہر ہی کہ مقید بیوم الفطر نہ تھا اسواسطے کہ اگر خاص اس روز کے ساتھ مقید تھا تو اُس سے پہلے ادا نہوتا مثل قربانی اور نماز روزہ کے اور امر اغنوہم الخ محمول ہی استحباب پر کذا فی الشامی فبعدہ یکون قضاءً واختارہ الکمال فی تحریرہ ورجحہ فی تنویر البصائر پس بعد یوم العید کے ہوویگا قضا اور اسکو اختیار کیا ہی کمال نے اپنی تحریر مین اور ترجیح دی اسکو تنویر البصائر مین ہم پہلے معلوم ہو چکا کہ معین کرنا عید کے دن کا ایک تیسرا قول ہی کہ سوائے ابن ہمام کے کسی اور نے نہین کہا اور اسمین جو کچھ ہی وہ بھی واضح ہو چکا اسصورت مین اس تفریع مین نظر ہی قالہ الشامی علی کل حر مسلم ولو صغیرا او مجنونا واجب ہی صدقۃ الفطر ہر آزاد مسلمان پر اگرچہ صغیر یا مجنون ہو ہم حر کے لفظ سے معلوم ہوا کہ غلام پر لازم نہین اور مسلمان کی قید سے معلوم ہوا کہ کافر کے ذمہ نہین اگرچہ اُسکا غلام یا بیٹا مسلمان ہو کذا فی البحر اور بعض نسخون مین ومجنونا واو کے ساتھ واقع ہی اور یہ اُس صورت مین ہی کہ اُن دونون یعنے صغیر اور مجنون کے پاس مال ہو بدائع مین کہا ہی کہ عقل اور بلوغ وجوب کی شرائط مین نہین ہی امام ابوحنیفہ اور ابویوسف کے نزدیک یہانتک کہ اگر مجنون وصغیر کے پاس مال ہو تو اُنکا ولی صدقہ نکالے اُنکے مال مین سے اور امام محمد اور زفر کہتے ہین کہ نہین واجب ہی پس اگر ولی صدقہ اُنکے مال مین سے دیگا تو ضامن ہوگا قالہ الشامی حتی لو لم یخرجہا ولیہما وجب الاداء بعد البلوغ یہانتک کہ اگر نہ نکالے صدقۃ الفطر مجنون اور صغیر کا ولی تو بعد بلوغ کے اور بعد افاقہ کے ادا واجب ہوگا **ذی نصاب فاضل عن حاجتہ الاصلیۃ** کدینہ وحوائج عیالہ وان لم ینم کما مر یعنے صدقۃ الفطر واجب ہی ہر آزاد مسلمان پر کہ نصاب والا ہو اور وہ نصاب زیادہ ہو اسکی حاجت اصلی سے جیسا دین اور زیادہ ہو عیال کی حاجت سے اگرچہ نصاب نامی نہو جیسا پہلے گذر چکا **وبہ** بہذا النصاب **تحرم الصدقۃ** کما مر وتجب الاضحیۃ ونفقۃ المحارم علی الراجح اور اسی نصاب کی جہت سے حرام ہوتا ہی صدقہ واجبہ جیسا گذر چکا اور واجب ہوتی ہی قربانی اور نفقہ محارم کا بنابر قول راجح کے ہم یعنے اُنکو جو فقیر ہون اور جو کسب سے عاجز ہون یا عورتین فقیر ہون اور محارم کی قید ہی ماں باپ کے نکالنے کو کیونکہ ماں باپ جب فقیر ہون تو مختار یہ ہی کہ اُنکو اپنے نفقہ مین شامل رکھے اگر کسب کرتا ہی وانما لم یشترط النمو لان وجوبہا بقدرۃ ممکنۃ اور نمو کی شرط جو نہین لگائی سو اسی جہت سے کہ وجوب صدقۃ الفطر کا قدرت ممکنہ کی جہت سے ہی ہی ما یجب بمجرد التمکن من الفعل فلا یشترط بقاءہا لبقاء الوجوب لانہا شرط محض قدرت ممکنہ کاف مشدد کے کسرہ سے وہ ہی جو واجب ہو بفور قدرت کے فعل پر پس نہین شرط باقی رہنا اس قدرت کا وجوب کے باقی رہنے کیواسطے اسلیے کہ وہ صرف شرط ہی ہم واضح ہو کہ قدرت جس سے آدمی مامور بہ ادا کر سکے

جیسے پر دونوں انکو ان نے دعویٰ کیا قالہ الشامی ومزوج صغیرۃ لا تصلح لخدمۃ الزوج فلا فطرۃ اور اگر نکاح کر دیا ایسی لڑکی کا کہ زوج کی خدمت
کر سکتی ہے پس فطرہ لازم نہیں آتا ہم نہ خاوند پر لازم آویگا جیسا آگے مذکور ہوگا اور نہ باپ پر کہ زوج کو تسلیم کر چکے شامی میں ہے صغیرہ اگر اپنے خاوند
کے سپرد کی گئی ہو تو اسکے باپ پر فطرہ نہیں ہے کیونکہ اسکی مؤنت اسکے ذمہ نہیں رہی اس سے معلوم ہوا کہ مسئلہ میں دو قیدیں ہیں خدمت کی
صلاحیت اور خاوند کی سپردگی قالہ الشامی والجد کالاب عند فقدہ کما اختارہ فی الاختیار اور دادا باپ کے مثل ہے باپ کے نہ ہوتے جیسا اختیار
میں اسکو اختیار کیا ہے مگر یہ حسن کی روایت ہے اور ظاہر الروایت کے خلاف ہے کہ دادا باپ کے حکم میں ہے مگر چند مسائل میں انہیں سے ایک مسئلہ یہ ہے
اور فتح القدیر میں بھی اسی کو اختیار کیا ہے کیونکہ سبب وجوب کا متحقق ہے یعنے راس اور اسکی مؤنت اور تولیت بولایت مستقلہ واجب کے ذمہ ہے اسی واسطے
شارح نے بھی اسی روایت کو اختیار کیا کذا فی الشامی وعبدہ لخدمتہ ولو مدیونا او مستاجرا او مرہونا اذا کان عندہ وفاء بالدین اور فطرہ واجب
ہے اپنے تمام خدمتی کی طرف سے اگرچہ مدیون ہو بدین مستغرق کذا فی البدائع اجارہ دیا ہوا ہو یا رہن رکھا ہوا ہو جبکہ راہن کے پاس دین کے
دینے کی قدر ہو یعنے دین سے زائد نصاب بھی ہو جیسا ہندیہ میں ہے اور مراد نصاب سے یہ ہے کہ غلام کے سوا ہو کیونکہ وہ حوائج اصلی میں ہے کذا
فی شرنبلالیہ ولا الموصی بخدمتہ لواحد وبرقبتہ لآخر ففطرتہ علی مالک رقبتہ و غلام جسکی خدمت کی وصیت ایک شخص کے لیے کی اور اسکی
ملکیت کی دوسرے کے لیے تو فطرہ رقبہ کے مالک پر ہے کالعبد العاریۃ والودیعۃ والجانی جیسے عاریت کا غلام اور ودیعت کا اور وہ غلام جسنے
کسیکا بگاڑ کیا ہو کہ انکا صدقہ مالک کے ذمہ ہے جنایت کوئی سی ہو عمدا ہو یا خطاء کیونکہ مالک کی ملک غلام سے جب زائل ہوتی ہے جب جنایت
کے بدلہ میں اسکو دیدے پہلے سے زائل نہیں ہوتی کذا فی الخانیہ وقول الزیلعی لا تجب سبق قلم تحرر اور زیلعی کا قول کہ صدقہ واجب نہیں ہے
خطا ہے کہ قلم سے نکل گئی کذا فی الفتح مگر زیلعی میں ہے کہ جس غلام کے رقبہ کی وصیت ہو تو اسکا فطرہ مالک پر نہیں لیکن شبلی محشی زیلعی نے اسکو
محمول کیا ہے اس صورت پر کہ موصی مر گیا اور موصیٰ لہ نے ابھی نہ قبول کیا نہ رد کیا قالہ الشامی ومدبرہ وام ولدہ ولو کان عبدہ کافرا
لتحقق السبب وہو راس یمونہ ویلی علیہ اور صدقہ دے اپنے مدبر اور ام ولد کیطرف سے اگرچہ غلام کافر ہی ہو کیونکہ سبب وجوب متحقق ہے یعنی راس
جسکی مؤنت اسکے ذمہ ہے اور اسکا وہ ولی ہے ہم یعنی مؤنت واجبہ کاملہ مستقلہ پہلی قید سے مؤنت اجنبی نکل گئی جو مدد اپنے ذمہ رکھے تو واجب اور دوسری
قید سے عبد مشترک نکل گیا کہ اسکی مؤنت کامل نہیں اور تیسری سے زوجہ نکل گئی کہ اسکی مؤنت مستقل نہیں بلکہ مؤنت ضروری ہے انتظام
خانگی کے لیے اور اسی لیے بجز معمولی اخراجات کے کچھ لازم نہیں جیسے دوا کذا کما فی الزیلعی لا عن زوجتہ وولدہ الکبیر العاقل نہیں
واجب ہے صدقۃ الفطر اپنی بی بی کی طرف سے اور اپنے ولد کیطرف سے جو بالغ عاقل ہو ہم زوجہ کی طرف سے اسلیے نہیں واجب کہ اسپر
ولایت تامہ نہیں کیونکہ سوائے حقوق زوجیت کے اور کسیطرح کی ولایت نہیں ہے اور ولد عاقل بالغ اگرچہ اپاہج ہو اور خورد و نوش
میں اسکا شریک ہو مگر اسکا صدقہ باپ پر واجب نہیں کیونکہ ولایت نہیں کذا فی الجوہرۃ اور عاقل کی قید سے احتراز ہو گیا معتوہ اور مجنون سے
کہ انکا حکم مانند صغیر کے ہے ولو ادی عنہما بلا اذن اجزا استحسانا للاذن عادۃ ای لو فی عیالہ والا فلا قہستانی عن المحیط تلخیصا اور اگر فطرہ بی بی کیطرف اور
بالغ لڑکے کیطرف سے بدون اجازت دیدیا تو کافی ہے بدلیل استحسان اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الخانیہ کیونکہ عادۃً اذن موجود ہے یعنے اگر اسکے عیال
میں ہو ورنہ نہیں کافی کذا فی قہستانی عن المحیط اسکو یاد رکھو ہم للاذن عادۃ سے اشارہ ہے کہ نیت حکما موجود ہے ورنہ بدائع میں تصریح
کی ہے کہ فطرہ بدون نیت کے ادا نہیں ہوتا بحر میں کہا ہے کہ ظہیریہ کی ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ادا کرے ان اشخاص کیطرف
سے جو اسکے عیال میں ہیں یعنے جنکے خورد و نوش اسکے متعلق ہے بدون انکی اجازت کے تو جائز ہے مطلقاً یعنے قید زوجہ اور ولد کی نہیں

جو ملتقی پر ہی اور مراد یہ ہی کہ اُسنے تصحیح بیان کی ورنہ وہ اصحاب تصحیح سے نہین ہی بحر مین کہا ہی کہ اُسکی تصحیح کی ہی ابوالیسر نے اور ترجیح دی ہی ابن ہمام نے فتح القدیر مین دلیل کی رو سے فی الحقائق والشرنبلالیۃ عن البرہان وبہ یفتے اور حقائق اور شرنبلالیہ مین برہان سے منقول ہی کہ اسی پر فتوی ہی اور صاع من تمر او شعیر ولو ردیا یا ایک صاع کھجور یا جو اگرچہ ناقص ہو ھم بحر مین کہا ہی کہ نصف صاع یا صاع مطلق کہا ہی اور جید کی قید نہین لگائی اسواسطے کہ اگر نصف صاع خراب بھی ادا کریگا تو جائز ہی اور اگر ادا کیا بو دار یا عیب دار تو اُسکا نقصان بھی بھر دے اور اگر ردی کی قیمت دی تو جو زیادتی باقی رہگئی وہ بھی ادا کر دے کذا فی الظہیریہ اور اگر گیہون جو مین مخلوط ہون پس اگر جو غالب ہون تو ایک صاع اور اگر گیہون غالب ہون تو نصف صاع قالہ الشامی وما لم ینص علیہ کذرۃ وخبز یعتبر فیہ القیمۃ اور جو غلہ وغیرہ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسمین تصریح وارد نہین ہوئی اُسمین معتبر قیمت ہی جیسے جید اور ردی ھم بدائع مین کہا ہی کہ منصوص علیہ مین بعض کو بعض جگہ قیمت کے اعتبار سے دینا جائز نہین برابر ہی کہ جس چیز کے بدلہ مین دیا ہی وہ اسکے جنس سے ہو یا خلاف جنس ہو شلاً گیہون دینا گیہون کے بدلے قیمت کے اعتبار سے یعنی اسطرح کہ نصف صاع اچھے گیہون کے بدلے ایک صاع متوسط گیہون دیے تو جائز نہین یا دوسرا غلہ گیہون کے بدلے قیمت کے اعتبار سے دیوے وہ بھی جائز نہین جیسے نصف صاع کھجور جو قیمت مین نصف صاع گیہون کی برابر ہو بدلے نصف صاع گیہون کے ادا کرے بلکہ بجاے نصف صاع کھجور کے شمار کیا جائیگا اور اُسکے ذمہ باقی کا پورا کرنا لازم ہوگا کیونکہ قیمت منصوص مین معتبر نہین کذا قالہ الشامی وھو ای الصاع المعتبر ما یسع الفا واربعین درہما من ماش او عدس اور صاع جو شرعاً معتبر ہی وہ ظرف ہی جسمین ایکہزار چالیس درم کے وزن کے ماش یا مسور سماوین اور صاع چہار مد کا ہوتا ہی اور مد دو رطل کا اور رطل نصف من کا اور من درہمون سے دوسو ساٹھ درہم کا اور استار سے چالیس استار کا اور استار کسر ہمزہ درہم کے وزن سے ساڑھے چار مثقال کا کذا فی شرح درر البحار پس مد اور من دونون برابر ہین یعنی ہر ایک دو رطل عراقی اور صاع کا چوتھائی اور رطل ایک سو تیس درم کا اور زیلعی اور فتح القدیر مین ہی کہ صاع مین اختلاف ہی امام ابوحنیفہ اور محمدؒ نے کہا ہی کہ آٹھ رطل عراقی کا ہی اور امام ابو یوسف نے کہا ہی کہ پانچ رطل کا اور تہائی رطل کا اور کہا گیا ہی کہ اختلاف نہین ہی بلکہ تعبیر کا فرق ہی اسلیے کہ ابو یوسف نے اندازہ مدینہ شریف کے رطل سے لیا ہی جو تیس استار کا ہی اور عراقی بیس استار کا ہی اور جب مقابلہ کیا جاوے آٹھ رطل عراقی کا ۵ ⅓ رطل مدنی کے ساتھ تو دونون برابر ہین کیونکہ بیس استار کو آٹھ مین ضرب دینے سے ایک سو ساٹھ استار ہوتے ہین اور پانچ کو تیس مین ضرب دینے سے ڈیڑھ سو ہوتے ہین اور تہائی تیس کے دس ہوے تو یہ بھی ایک سو ساٹھ استار ہوگئے اور یہی مشابہ بصواب ہی کیونکہ امام محمد نے خلاف ابو یوسف کا نہین ذکر کیا اگر ہوتا تو بیشک ذکر کرتے پھر جاننا چاہیے کہ درہم شرعی چودہ قیراط کا ہوتا ہی اور جو اب متعارف ہی وہ سولہ قیراط کا ہی جب صاع ایکہزار چالیس درم شرعی کا ہوا تو متعارف دراہم کے وزن سے نوسو دس کے برابر ہوا کذا قالہ الشامی قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے لکھا ہی کہ رطل بیس استار کا ہوتا ہی ہر استار ساڑھے ۴ ½ مثقال کا پس وزن رطل کا برابر چھتیس روپے دہلی کے ہی یعنے جو روپیہ کہ سوا گیارہ ماشہ کا ہی حاصل یہ کہ صاع یعنی (۱۰۴۰) درم = ۲۸۸ تولہ دہلی ۲۸۸ روپے چہرہ شاہی کچھ کم ۳۰۰ یا دو دو روپئے زائد دہلی کے سیر سے جو اسی روپے بھر کا ہی اور قریب ۳ ½ آثار ۳ چھٹانک کے سہارنپور کے سیر سے ہی جو اٹھاسی روپے بھر کا ہی انما قدر بہا لتساویہا کیلا ووزنا ماش اور عدس کے ساتھ اندازہ اسلیے مقرر کیا کہ یہ کیل اور وزن مین برابر ہوتے ہین یعنی بعضے پھوسے اور بعضے ٹھوس نہین ہوتے پس جب ایک برتن کو ایک قسم کے ماش یا عدس سے پر کرین کہ بمقدار (۱۰۴۰) درہم کے ہون پھر انکو نکال کر دوسرے ماش یا عدس اُسمین بھرین تو ہلکے یا بھاری نہونگے بلکہ پہلے کے برابر ہونگے بخلاف گیہون اور جو کے کہ انمین بعض بھاری اور بعض ہلکے ہوتے ہین تو اُسکے کیل اور وزن مین اختلاف ہوسکتا ہی پس عدس اور ماش سے کیال اسواسطے مقرر کیا کہ پیمانہ مختلف نہو

ابن ابی عدی اور حاکم نے علوم الحدیث مین ابن عمر سے ان لفظون سے روایت کی ہی اغنوہم عن الطوف فی ہذا الیوم کذا قالہ نوح اس حدیث سے یہ سوال پیدا ہوتا ہی کہ اغنا حاصل نہین ہوتا جبتک کہ ایک فقیر کو پورا فطرہ نہ دیا جاوے پس چاہیے کہ ایک ہی کو پورا فطرہ دینا واجب ہو بمقتضاے امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سو شارح نے جواب دیا کہ امر استحباب کے لیے ہی ورنہ تقدیم و تاخیر جائز نہوتی اور تقدیم و تاخیر کے جواز پر دلیل سابق مین مذکور ہو چکی تو جب امر استحباب کے لیے ہوا تو اسکا خلاف مکروہ تحریمی نہوگا بلکہ تنزیہی ہوگا اس جواب سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ ایک کا فطرہ متعدد کو دینا مکروہ تنزیہی ہی جیسا یوم الفطر سے تاخیر کرنا ہان مگر یہ کہ فرق اسطرح بیان کیا جاوے کہ اگر لوگ یوم العید سے تاخیر کرین تو اغنا بالکل حاصل نہوگا بخلاف اسکے کہ متفرق دین کیونکہ مجموع سے اغنا حاصل ہو جاتا ہی جیسے کرخی نے یہ علت بیان کی ہی قالہ الشامی کما جاز دفع صدقۃ جماعۃ الی مسکین واحد بلا خلاف یعتد بہ جیسا جائز ہی دینا متعدد شخصون کا فطرہ ایک مسکین کو بغیر ایسے اختلاف کے کہ لائق اعتبار کے ہو ہم یعتد بہ سے مصنف کے کلام کی تصحیح کی ہی یعنی مراد نفی خاص خلاف کے ہی کیونکہ مواہب الرحمن مین دونون مسئلون مین خلاف کی تصریح کی ہی کہ جائز ہی لینا ایک شخص کا جماعت سے اور دینا ایک کا جماعت کو بنا بر قول صحیح تر کے اس سے معلوم ہوکہ قول صحیح عدم جواز ہی مین کہتا ہون کہ محل خلاف اس جگہ شاید وہ صورت ہو کہ چند آدمیون نے اپنے فطرہ جمع کرکے ملا دیے اور ایک کو دیدیے لیکن جبکہ ہر شخص نے جدا جدا ایک ہی شخص کو دیا تو خلاف کا جاری ہونا جواز و عدم جواز مین بعید ہی قالہ الشامی خلطت امرأۃ امرہا زوجہا باداء فطرتہ حنطتہ بحنطتہا بغیر اذن الزوج ودفعت الی فقیر جاز عنہا لا عنہ کسی عورت کو اسکے خاوند نے فطرہ کے ادا کا حکم دیا اُسنے بلا اجازت خاوند کے اُسکے گیہون اپنے گیہون مین ملا لیے اور کسی فقیر کو دیدیے تو عورت کیطرف سے جائز ہی مرد کی طرف سے ناجائز م اسلیے کہ مرد نے اسکو اپنے مال مین سے دینے کی اجازت دی تھی جب عورت نے مرد کا فطرہ اپنے فطرہ مین ملایا تو امام صاحب کے نزدیک خلط کی جہت سے مستہلک ہوگیا تو اسکی مالک عورت ہوگئی اور عورت کے ذمہ اتنے اناج کا ضمان لازم آئیگا قالہ الشامی لما ان الاختلاط عند الامام استہلاک یقطع حق صاحبہ وعندہما لا تقطع فیجوز ان اجاز الزوج ظہیریۃ اسوجہ سے کہ سابق مین مذکور ہوئی یعنے مخلوط ہونا استہلاک ہی امام صاحب کے نزدیک کہ مالک کے حق کو اس معین سے قطع کر دیتا ہی اور صاحبین کے نزدیک نہین قطع کرتا تو فطرہ جائز ہوگا اگر زوج نے اجازت دی کذا فی الظہیریۃ ہم یعنے زوج کیطرف سے بھی جائز ہوگا ولو بالعکس قال فی النہر لم ارہ اور اگر صورت مسئلہ کی بالعکس ہو (یعنے عورت نے مرد کو کہا کہ میرا فطرہ ادا کردے اور مرد نے عورت کا غلہ اپنے غلہ مین ملا لیا اور فطرہ دیا) تو نہر مین کہا ہی کہ مین نے اس صورت کو نہین دیکھا ومقتضی مامر جوازہ عنہما بلا اجازۃ تھا اور جو سابق مین مذکور ہوا (یعنے ولو ادی عنہا بلا اذن اجزا) وہ مقتضی ہی کہ خاوند اور بی بی دونون کیطرف سے جائز ہے بدون عورت کی اجازت کے بھی ولا یبعث الامام علی صدقۃ الفطر ساعیا لانہ علیہ السلام لم یفعلہ بدائع اور نہ بھیجے امام صدقۃ الفطر لینے کے لیے کسی ساعی کو کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ نہین کیا کذا فی البدائع م یعنی یہ ثابت نہین ہوا کہ کسیکو آپ نے مقرر کیا ہو کہ وہ گشت کرکے صدقۂ فطر وصول کر لاوے قالہ الشامی وصدقۃ الفطر کالزکوۃ فی المصارف فی کل حال اور فطرہ مصارف کے باب مین مانند زکوۃ کے ہی سب حالات مین ہم فی کل حال سے تعمیم احوال مطلقاً اور ہر وجہ سے مراد نہین ہی کیونکہ ہر ایک کے لیے جدی جدی شرطین ہین جو دوسرے کے لیے نہین ہین مثلاً زکوۃ مین شرط ہی سال اور نصاب نامی اور عقل و بلوغ اور فطرہ مین ایک بھی شرط نہین ہی بلکہ یہان مراد تعمیم احوال کی ہی مصارف مین خرچ کرنے کے لحاظ سے یعنی نیت شرط ہونا اور تملیک یہانتک کہ صرف اباحت کافی نہو گی کذا فی البدائع یہ توجیہ وہ ہی جو مجھے ظاہر ہوئی قالہ الشامی الا فی جواز الدفع الی الذمی وعدم سقوطہا بہلاک المال وقد مر مگر زکوۃ اور فطرہ مین اتنا فرق ہی کہ فطرہ ذمی کو دینا جائز ہی اور مال کے ہلاک ہونے سے ساقط نہین ہوتا اور دونون مسئلے سابق گذر چکے ایک باب المصرف مین دوسرا اسی باب مین خانیہ مین ہی کہ ذمی کو فطرہ دینا جائز ہی اور مکروہ ہی نزدیک امام شافعی کے اور ایک روایت مین امام ابو یوسف سے جائز نہین اور حاوی مین ہی کہ فتوی امام ابو یوسف کے

وصیام برابر ہوگئے یہ تقریر کلام شارح کی ہی نہر کے سوافق اس صورت مین ظہیریہ کے کلام کی توجیہ مشکل ہی اگرچہ نہر مین کہا ہی کہ شاید اسکی وجہ یہ ہو کہ لفظ صیام اگرچہ جمع نہین لیکن چونکہ آیہ شریف مین اسکا اطلاق تین روزے پر ہوا تو نذر مین اسی کا اعتبار کیا گیا احتیاطا نجلاف لفظ صوم کے قالہ الشامی والاصح انہ لایکرہ قول رمضان اور اصح یہ ہی کہ لفظ رمضان بولنا یعنی بغیر ملانے لفظ شہر کے مکروہ نہین ہی بعضون نے کہا ہی کہ وہ حدیث جو محمد نے مجاہد سے روایت کی ہی اور اسکا خلاف ذکر نہین کیا کہ مکروہ ہی بولنا رمضان آیا یا رمضان گیا کیونکہ رمضان اسمار آلہی سے ہی اور اکثر مشائخ اس بات پر ہین کہ یہ قول مکروہ نہین ہی کیونکہ احادیث صحیح مین وارد ہی جیسا فرمایا من صام رمضان ایمانا واحتسابا غفرلہ ما تقدم من ذنبہ وما تاخر اور دوسری جا ارشاد ہی عمرۃ فی رمضان تعدل حجۃ اور روایت مشہورہ مین رمضان کا اسماے آلہی سے ہونا ثابت نہین ہوا اور اگر ثابت بھی ہو تو اسما مشترکہ مین ہوگا جیسا حکیم کذا فی الشامی وفرض بعد صرف القبلۃ الی الکعبۃ لعشر فی شعبان بعد الہجرۃ بسنۃ ونصف اور رمضان فرض ہوا بعد بدلنے قبلہ کے کعبہ شریف کی طرف دسوین شعبان کو ہجرۃ سے ڈیڑھ برس کے بعد ہو لغۃ امساک مطلقا صوم لغت مین کسی چیز سے باز رہنا ہی مطلق ہم یعنے طعام سے یا کلام سے اور ظاہر یہ ہی کہ سب معنون مین حقیقت لغویہ ہی اور صحاح کی عبارت اسی کو مفید ہی اور مغرب مین ہی کہ وہ باز رہنا ہی انسان کا کھانے پینے سے قالہ الشامی و شرعا امساک عن المفطرات الآتیۃ اور شرع مین باز رہنا افطار کرنے والی چیزون سے جنکا ذکر آگے آوے گا حقیقۃ او حکما کمن اکل ناسیا فانہ ممسک حکما باز رہنا حقیقۃ ہو یا حکما جیسے کسی نے کھا لیا بھول کر کیونکہ اسکو امساک حکمی حاصل ہی یعنی شارع نے اُسکے افطار کو اعتبار نہین کیا قالہ الشامی فی وقت مخصوص وہو الیوم امساک ہو وقت مخصوص مین کہ وہ روز شرعی ہی یعنی اول طلوع صبح سے غروب آفتاب تک اور طلوع فجر سے مراد اول زمان طلوع ہی یا روشنی کا انتشار اسمین اختلاف ہی جیسا نماز صبح مین اختلاف ہی اور پہلے مین احتیاط ہی اور دوسرے مین وسعت جیسا حلوانی نے کہا ہی اور محیط مین ہی کذا فی الشامی من شخص مخصوص مسلم کائن فی دارنا او عالم بالوجوب طاہر عن حیض ونفاس مع النیۃ المعہودۃ امساک ہی نیت مقرری کے ساتھ خاص شخص کا یعنی مسلمان کا جو دار الاسلام مین ہو یا روزہ کے وجوب کو جانتا ہو یعنی گو دار الحرب مین ہو اور طاہر ہو حیض ونفاس سے عورت ہونے کی صورت مین ہم پوشیدہ نرہے کہ کلام مطلق صوم مین ہی فرض ہو یا نفل اور علم بالوجوب یا دار الاسلام مین ہونا شرط صحت وجوب رمضان کی ہی جیسا عقل وبلوغ بھی شرط ہی صحت صوم کی شرط نہین پس مناسب یہ ہی کہ اقتصار کیا جاوے مسلم طاہر پر کذا قالہ الشامی اما البلوغ والافاقۃ فلیسا من شرط الصحۃ لصحۃ صوم الصبی ومن جن او اغمی علیہ بعد النیۃ وانما لم یصح صومہما فی الیوم الثانی لعدم النیۃ لیکن بلوغ اور عقل صحت کی شرطین نہین کیونکہ لڑکے کا روزہ اور اُس شخص کا روزہ جو بعد نیت کے مجنون ہو جاوے یا بیہوش ہو جاوے درست ہی اور دوسرے روز کا روزہ جو مجنون اور بیہوش کا درست نہین ہوتا تو نیت کے نہونے سے درست نہین ہوتا ہم یہ جواب ہی اُس سوال سے کہ کوئی یون کہے کہ شخص مخصوص کو مقید کرنا چاہیے بقید بلوغ اور افاقہ کے جنون اور بیہوشی اور نیند سے جواب کا حاصل یہ ہی کہ کلام صوم شرعی کی تعریف مین ہی اور دونون رکن کے ذکر نے یعنے امساک مذکور اور صحت صوم کے موقوف علیہ کے بیان سے حاصل ہو سکتی ہی اور صحت کے موقوف علیہ تین ہین اول مسلمان ہونا دوم طہارت حیض ونفاس سے سوم نیت کرنا اور بلوغ اور افاقہ شروط صحت سے نہین ہین البتہ وجوب رمضان کی شرطین ہین پس ذکر کرنا بے موقع ہی قالہ الشامی وحکمہ نیل الثواب ولو منہیا عنہ کما فی الصلوۃ فی ارض مغصوبۃ اور صوم کا حکم (یعنی اثر اخروی) ملنا ثواب کا ہی اگرچہ منہی عنہ ہو مانند ثواب نماز کے زمین مغصوبہ مین ہم اس سے معلوم ہوا کہ صوم منہی عنہ ثواب ہی جیسا غصب کی زمین پر نماز مین نہر مین اسکو ذکر کیا ہی مگر کا قول رد کرنے کو کہ ایام منہیہ کے روزہ مین ثواب نہین ہی قالہ الشامی وسبب صوم المنذور النذر ولذا لو عین شہرا وصام شہرا قبلہ عنہ اجزاہ لوجود السبب ولغو التعیین اور نذر کیے ہوئے روزہ کا سبب نذر ہی اور اسی لیے اگر معین مہینے کے روزہ نذر کیے اور اسکے بدلے اس سے پہلے مہینے کے روزے رکھے تو کافی ہی

مختار جلیم ہا کیونکہ مخصوص البعض قطعی الدلالۃ نہین ہوتا وقیل قائلہ الاکمل وغیرہ واعتمدہ الشرنبلالی اور کہا گیا ہی کہ نذر فرض ہی شارح نے کہا کہ قائل اکمل وغیرہ ہی اور شرنبلالی نے اُسپر اعتماد کیا ہی م پس اسمین یہ شبہہ ہی کہ اکمل نے عنایہ مین تو وجوب ثابت کیا ہی مگر یہ کہ اس موضع کے سوا اور کہین کہا ہو اور بحر وغیرہ مین مذکور ہی کہ اسکا قائل کمال ہی تو شاید یہ شارح کے قلم کی خطا ہی بسبب مشابہت دونون لفظون کے قالہ الحلبی اور کمال کا کلام فتح القدیر مین یہ ہی کہ فرضیت اس سے مستفاد ہی کہ اجماع ہی اسکے لزوم پر نہ آیت شریف سے کیونکہ وہ مخصوص البعض ہی قال الشامی لکن تعقبہ سعدی بالفرق بان المنذورۃ لاتودی بعد صلوۃ العصر بخلاف الفائتۃ لیکن سعدی نے نذر کے فرض ہونے پر اعتراض کیا ہی اس فرق سے کہ صلوۃ منذورہ بعد عصر کے ادا نہین کیجاتی بخلاف قضا نمازون کے تو اگر نذر فرض ہوتی تو بعد عصر اسکی نماز مکروہ نہوتی ہو فرض علی الاظہر کالکفارات یعنی علا لان مطلق الاجماع لایفید الفرض القطعی کہا گیا ہی کہ نذر فرض ہی بنا بر اظہر قول کے جیسے کفارات یعنی فرض عملی ہی کیونکہ مطلق اجماع فرض قطعی کو مفید نہین ہوتا م فرض علی لکھکر شارح کا توجیہ کرنا ایسا ہی کہ خود بھی اسکو اچھا نجانیگا اسواسطے کہ جو شخص آیت شریف سے فرضیت پر استدلال کرتا ہی وہ فرض قطعی کہتا ہی نہ ظنی جیسا درر مین تصریح کی ہی اور اسی پر فتح مین اعتراض کیا ہی کہ آیت سے استدلال فرضیت پر نہین ہو سکتا کہ وہ مخصوص ہی اور صدر الشریعۃ نے اسکو چھوڑ کر اجماع سے استدلال کیا ہی کذا افادہ الشامی کما بسط خسرو جیسا تفصیل بیان کیا ہی خسرو نے م یعنے درر مین صدر الشریعۃ کا یہ قول ذکر کیا کہ منذور فرض ہی اسوجہ سے کہ لزوم اسکا بالاجماع ثابت ہی پس قطعی الثبوت ہوا پھر اسطرح جواب دیا کہ فرض سے مراد یہان فرض اعتقادی ہی جسکا منکر کافر ہوتا ہی چنانچہ عبارت ہدایہ کی اسپر دلالت کرتی ہی اور فرضیت ان معنون سے مطلق اجماع سے ثابت نہین ہوتی بلکہ اس اجماع سے جو تبواتر منقول ہو فرضیت پر جیسا رمضان کے روزے اور جب منذور مین اجماع فرضیت پر متواتر منقول نہوا تو مرتبہ وجوب مین رہا اسواسطے کہ اجماع جو منقول بطریق شہرت یا احاد ہو وجوب کو مفید ہوتا ہی نہ فرضیت کو قال الشامی ونفل کغیرہا اور ایک روزہ نفل ہی چنانچہ فرض واجب کے سوا دوسرے روزے م یہان نفل کے معنی لغوی مراد ہین یعنی زیادتی نہ معنی شرعی کذا اسمین دونون قسمین مکروہ کی بھی داخل ہین اور کبھی کہا جاتا ہی کہ معنی شرعی ہی مراد ہین اسوجہ سے کہ روزہ ایام منہیہ کا باعتبار اپنی ذات کے عبادت مستحسنہ ہی اور اس اعتبار سے کہ ضیافت خداوندی سے روگردانی کو مستلزم ہی منع ہی پس اپنی اصل کے اعتبار سے مشروع ٹھہرا اور صفت کے اعتبار سے مکروہ قال الشامی یعم السنۃ کصوم عاشوراء مع التاسع نفل شامل ہی سنت کو جیسے روزہ دسوین محرم مع نوین کے م جو فعل کہ اُسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت کی ہی یا خلفاء راشدین نے حضرت کے بعد وہ سنت ہی پھر وہ دو قسم ہی ایک سنۃ الہدی کہ اسکا ترک برائی اور کراہت کو موجب ہی جیسے جماعت اور اذان دوم سنت زوائد جیسے عادات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس اور قیام و قعود مین اور اسکا ترک کراہت کو موجب نہین اور ظاہر یہ ہی کہ صوم عاشوراء قسم ثانی مین ہی بلکہ غایہ مین اسکو مستحب کہا ہی اور ایسا ہی بدائع مین ہی تامل قالہ الشامی والمندوب کایام البیض من کل شہر اور نفل شامل ہی مندوب کو جیسے ہر مہینے کے ایام بیض کے روزے م بیض صفت ہی لیالی کی جو محذوف ہی یعنی تیرہوین چودھوین پندرھوین مستحب کا ذکر نہین کیا کیونکہ اصولیون کے نزدیک مستحب اور مندوب مین فرق نہین یعنی وہ فعل ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسپر مواظبت نکی ہو اگرچہ کبھی کیا ہو مگر رغبت اسکی طرف ثابت ہو کذا فی التحریر اور فقہا کے نزدیک مستحب وہ ہی جو حضرت نے کبھی کیا ہو اور کبھی ترک کیا ہو اور مندوب وہ کہ صرف ایکبار یا دو بار جواز کی تعلیم کے لیے کیا ہو قالہ الشامی ویوم الجمعۃ ولو منفردا اور شامل ہی جمعہ کے دن کے روزہ کو اگرچہ اکیلا ہو م نہر مین اسکی تصریح کی ہی اور ایسے ہی بحر مین یعنی کہا ہی کہ جمعہ کا روزہ اکیلا مستحب ہی اکثرون کے نزدیک جیسا دوشنبہ اور جمعرات کا اور بعضون نے مکروہ کہا ہی اور اسکی مثل محیط مین ہی اور یہ سبب بیان کیا ہی کہ ان ایام کی فضیلت ہی اور انکے روزہ مین غیر قبلہ والون کے ساتھ تشبہ نہین ہی پس جو اشباہ مین کراہت اکیلے جمعہ کے روزہ کی نقل کی ہی سو وہ قول بعض کا ہی اور خانیہ مین ہی کہ کچھ مضائقہ نہین جمعہ کے روزہ کا امام ابوحنیفہ اور محمد کے نزدیک کیونکہ عبداللہ بن عباس اسکا روزہ رکھتے اور افطار نکرتے تھے

کی قضا کے لیے رات سے نیت کرنی اور تعیین مشروط ہے جیسا آویگا اور نفل سے مراد سوائے فرض اور واجب کے یعنی سنت ہو یا مندوب یا مکروہ کذا فی البحر
والنہر اختیار میں کہا ہے کہ نیت شرط ہے روزہ میں یعنی دل میں جانے کہ روزہ رکھونگا اور رمضان شریف کی رات میں کوئی مسلمان اس سے خالی نہیں اور زبان
سے نیت کا کہنا شرط نہیں اور بحر میں ظہیریہ سے نقل کیا ہے کہ سحر کھانا نیت ہے قالہ الشامی فلا تصح قبل الغروب ولا عنده پس نیت نہیں صحیح غروب سے پہلے
اور نہ غروب کے وقت ہم یعنی اگر نیت کرے غروب سے پہلے یا غروب کے وقت کہ میں کل روزہ رکھونگا پھر سو گیا یا بیہوش ہو گیا یا غافل ہو گیا یہانتک کہ اگلے دن
آفتاب کے زوال کا وقت آگیا تو روزہ نہوا اور اگر غروب کے بعد نیت کی تھی تو جائز ہے کذا فی الخانیہ قالہ الشامی الی الضحوة الکبری لا بعدہا ولا عندہا اعتبارا
لاکثر الیوم صحیح ہے نیت رات سے لیکر ضحوہ کبری تک نہ اسکے بعد اور نہ اسکے متصل بلحاظ اکثر یوم کے ہم ضحوہ کبری سے مراد نصف نہار شرعی ہے اور نہار شرعی شروع
صبح صادق سے ہے غروب شمس تک اور اسکو زوال شمس سے تعبیر نکیا جیسا قدوری و مجمع وغیرہ میں تعبیر کیا ہے کیونکہ زوال کا وقت نصف روز ہے طلوع
آفتاب سے حالانکہ وقت صوم کا طلوع فجر سے ہے کذا فی البحر عن المبسوط ہدایہ میں جامع صغیر سے منقول ہے کہ نصف النہار سے پہلے نیت ہو اور یہی اصح ہے کیونکہ وجود نیت کا
اکثر روز میں ضروری ہے اور نصف روز طلوع فجر سے ضحوہ کبری تک ہے نہ وقت زوال تک پس اس سے پہلے نیت شرط ہے تاکہ اکثر ہو نا ثابت ہو قالہ الشامی مطلق النیۃ
ای نیۃ الصوم فال بدل من المضاف الیہ اور درست ہیں صیام مذکورہ مطلق نیت سے یعنی روزے کی نیت سے پس الف لام بدلے مضاف الیہ کے ہے مطلق
نیت یہ کہ اسمیں فرضیت اور وجوب اور سنیت کی قید نہو اسلیے کہ تمام رمضان اپنے فرض روزوں کے لیے پورا وقت ہے اسمیں دوسرا صوم مشروع نہیں پس
فرض ہی کے لیے متعین ہوا اور جو شارع کیطرف سے متعین ہے اسمیں تعین کی ضرورت نہیں اور نذر معین کو رمضان پر قیاس کیا کیونکہ رمضان شارع کی تعین سے
متعین ہے اور نذر ناذر کیطرف سے تو دونوں میں مطلق نیت کافی ہے اور چونکہ بعض لوگوں نے اعتراض کیا تھا کہ مطلق نیت سے درست ہونا مسلم ہے کہ کسی عبادت کی نیت
سے روزہ درست ہونا چاہیے شارح نے اسکا جواب دیا کہ الف لام عوض مضاف الیہ کے ہے یعنی نیت سے مراد نیت صوم کی ہے کذا فی الشامی وبنیۃ نفل لعدم المزاحم
اور درست ہے صوم مذکور نفل کی نیت سے کیونکہ رمضان و نذر معین کا کوئی مزاحم نہیں جیسا مطلق نیت میں بیان ہو چکا وخطاء فی وصف کنیۃ واجب اخر
فی اداء رمضان فقط لتعینہ بتعیین الشارع اور درست ہے باوجود خطا کے بیچ وصف رمضانیت کے جیسے نیت کسی اور واجب کی کی لیکن یہ صحت صرف اداے
رمضان میں ہے (نفل اور نذر معین میں نہیں) کیونکہ رمضان شارع کیطرف سے معین ہے یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب شعبان گذر جاوے
تو پھر کوئی روزہ نہیں سوائے رمضان کے بخلاف نذر کے کہ اسکا وجوب ناذر کے قول سے ہے جب اسنے دوسرے واجب کی نیت کی تو گویا اپنے کو باطل کیا الا
اذا وقعت النیۃ من مریض او مسافر حیث یحتاج الی التعیین لعدم تعینہ فی حقہما یہ استثناء ہے بنیۃ نفل وبخطاء فی وصف سے یعنی مگر جبکہ واقع ہو نیت مریض یا مسافر سے
تو روزہ وہی ہوگا جو مریض یا مسافر نیت کرے کیونکہ صوم محتاج تعیین کا ہے واسطے عدم تعیین صوم کے مریض و مسافر کے حق میں ہم یحتاج کی ضمیر یا مریض و مسافر کی
طرف پھرتی ہے بتاویل ہر واحد کے یا صوم کیطرف قالہ الشامی اور ہو سکتا ہے کہ یحتاج بصیغہ مجہول ہو اور جار مجرور مفعول مالم یسم فاعلہ ہو فلا یقع عن رمضان
بل یقع عما نوی من نفل او واجب علی ما علیہ الاکثر بحر پس نہ واقع ہوگا روزہ رمضان سے بلکہ اُس سے واقع ہوگا جسکی نیت کی یعنے نفل یا واجب موجب
اُس قول کے جسپر اکثر مشائخ ہیں کذا فی البحر میں کہتا ہوں بحر میں جو قول نسبت اکثر مشائخ کیطرف کیا ہے تو وہ مریض کے حق میں ہے اور مسافر کے حق میں
یہ تفصیل ہے کہ اگر کسی دوسرے واجب کی نیت کریگا تو اُسی واجب کیطرف سے واقع ہوگا امام صاحب کے نزدیک اور اگر نفل کی نیت کریگا یا مطلق نیت ہوگی تو
امام صاحب سے دو روایتیں ہیں اصح یہ ہے کہ رمضان سے واقع ہوگا اسواسطے کہ نفل کا فائدہ ثواب ہے اور وہ فرض میں زیادہ ہے قالہ الشامی وہو الاصح
سراج وقیل بانہ ظاہر الروایۃ فلذا اختارہ المصنف تبعا للدرر اور یہی اصح ہے کذا فی السراج اور کہا گیا ہے کہ یہ ظاہر الروایت ہے پس اسیلیے مصنف نے اسکو
اختیار کیا درر کے اتباع سے لکن فی اوائل الاشباہ الصحیح وقوع الکل عن رمضان سوی المسافر نوی واجبا اخر واختارہ ابن الکمال فی الشرح البیہ عن البرہان انہ الاصح

ملہ بعض مشائخ نے تصویر اس مسئلہ کی یوم الشک میں قرار دی ہے تاکہ اسکا یہ شخص گمان عفو ہو ورنہ جو رمضان کی فرضیت کا اعتقاد نہیں رکھتا اُسپر کفر کا خوف ہے ۱۲

یعنی دونوں ابا مین فرق نہین ہوا کہ جب روزہ نفل کی نیت سے واقع ہوگا سوا اسکے ... کہ کسی واجب کا ... بیکو واجب
سے انتقال یا دو شرح الیہ مین بیان سے منقول ہی کہ ... اور ہم ... سے مراد یہ کہ مریض نیت کرے نفل کی یا مشتق نیت کرے اسی واجب کی ... ہر
مسافر بیمار نیت کرے کہ ... نیت کرے اسی دوسرے واجب کی تو اسی واجب سے واقع ہوگا نہ رمضان سے کیونکہ مسافر کو رخصت ہی رمضان مین
روزہ نہ رکھنے کی ہو وہ اس وقت کو دوسرے واجب مین صرف کر سکتا ہی بخلاف مریض کے تنبیہ کلام مین ہے مستنبط ہی کہ مریض کے باب مین تمام ... ایک وجہ سے ...
بیان کو ... اسکو ... اور تصحیح ... عبادت نہ ... کیا ہی اور ... مین ... کیا ہی اور دوسرا دو ... مین ... کو ... کسی نیت کی طرف سے واقع ہوگا ...
مین ... کیا ہی اور اکثر مشائخ نے اور کہتے ہین ... لیکن نفل کی صورت مین چاہیے کہ رمضان ہی سے واقع ہو جیسا کہ ... تیسرے قول
مین ... اور ... الصوم اسکو ... رخصت متعلق ... زیادت کے ساتھ ہی تو اسکا مال مثل مسافر کے ہی پس جو نیت کریگا اسی کے موافق واقع ہوگا ... اگر
... اسکو ... مین ... رخصت متعلق حقیقی عجز کے ساتھ ہی پس واقع ہوگا فرض وقتی سے اور کشف اور تحریر مین اسکو اختیار کیا ہی کذا فی الشامی
والنذر المعین لا یصح بنیۃ واجب آخر بل یقع عن واجب نواہ مشائخ التعیین الشارع والعبد اور نذر معین نہین درست ہوتا کسی دوسرے واجب
کی نیت سے بلکہ واقع ہوگا روزہ اسی واجب سے جسکی نیت کی ہر صورت مین اسلیے کہ شارع کی تعیین مین ہی جیسے رمضان مین ہی اور بندہ کی تعیین مین جیسے
نذر معین مین ہی ... مثلاً کسی نے ... یا مریض مقیم ہو یا مسافر اور جاننا چاہیے کہ نذر معین کی صورت مین جب روزہ اس دوسرے واجب
کی طرف سے واقع ہوا تو نذر معین کی قضا لازم ہوگی اسح قول یہ جیسے بحر مین منقول ہی ظہیریہ سے **ولو صام مقیم عن غیر رمضان ولو جہلہ بیا ی برمضان**
... المعلوم ... اذا جاء رمضان فلا صوم الا عن رمضان اور اگر مقیم نے غیر رمضان کا روزہ رکھا اگرچہ رمضان کی نہ جانتا ہو تو وہ روزہ
رمضان ہی کا ہوگا نہ اسکا جسکی نیت کی کیونکہ حدیث شریف مین ہی جب آگیا رمضان تو روزہ نہین مگر رمضان ہی کا **و یحتاج صوم کل یوم من رمضان الی**
نیۃ ولو صحیحا مقیما تمیز العبادۃ عن العادۃ اور رمضان کے روزہ مین ہر روز نیت کی احتیاج ہی اگرچہ روزہ دار تندرست مقیم ہو تاکہ عبادت عادت سے
تمیز ہو یعنی کبھی پرہیز کی وجہ سے یا عادت امساک کی عادت کرتے ہین وقال زفر و مالک تکفی نیۃ واحدۃ کالصلوۃ اور کہا ہی زفر اور مالک رحمہما اللہ نے
کہ ایک نیت تمام مہینے کے لیے کافی ہی جیسے نماز کی تحریمہ سب رکعتون کے لیے کافی ہی اور امام زفر رح سے روایت ہی کہ مقیم کو احتیاج نیت کی نہین اور
اگر مسافر ہی تو نہین جائز یہانتک کہ رات سے نیت کرے اور ہمارے علمائے ثلثہ کے نزدیک ہر روز کے لیے جدید نیت چاہیے رات کو ہو یا قبل ضحوہ کبری مقیم ہو
یا مسافر کذا فی السراج **قلنا فساد البعض لا یوجب فساد الکل بخلاف الصلوۃ** ہم کہتے ہین امام زفر رح کے جواب مین کہ فاسد ہونا بعض روزون کا نہین موجب ہی
فساد کا بخلاف صلوۃ کے یعنی قیاس روزون کا نماز پر درست نہین **والشرط للباقی من الصیام قران النیۃ للفجر ولو حکما** اور باقی صیام مین شرط ہی نیت کا متصل
ہونا فجر کے ساتھ اگرچہ حکما ہو مراد باقی سے مراد قضاء رمضان اور نذر مطلق اور قضاء نذر معین اور قضاء نفل بعد توڑنے کے اور کفارات ... یعنی ...
افطار اور اسکے ملحقات یعنی جزاء صید اور حلق اور تمتع کذا فی الشامی **و ہو تبییت النیۃ للضرورۃ** اور مقارنت حکمیہ رات سے نیت کرنا ہی ضرورت
کی جہت سے ہم یعنی صبح کے وقت کی الکل شاق ہی اور حرج شرع مین مدفوع ہی اسلیے رات کو نیت درست ہوئی کذا قال الحلبی **و تعیینہا لعدم تعین**
الوقت اور شرط ہی تعیین نیت کی کیونکہ ان اقسام کے روزون مین وقت معین نہین بخلاف اداے رمضان اور نذر معین کے کہ انمین وقت معین
ہی اور ایسا ہی نفل کیونکہ سواے رمضان کے سب زمانہ نفل کا وقت ہی قال الشامی **والشرط فیہا ان یعلم بقلبہ ای صوم یصومہ** اور شرط نیت جنس
مین مطلق نیت مین یہ ہی کہ اپنے دل مین جانے کہ کونسا روزہ رکھتا ہی **قال الحدادی والسنۃ ان یتلفظ بہا** حدادی نے کہا کہ سنت یہ ہی کہ نیت کا تلفظ کرے
م سنت سے مراد مشائخ کی سنت ہی نہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی یعنے رات ہو تو یون کہے کہ مین نیت کرتا ہون کہ صبح کو روزہ خدا کے واسطے رکھونگا

اور اگر دن کو نیت کرے تو یون کہے کہ آج خدا کیواسطے روزہ فرض رمضان کا رکھتا ہون قالہ الشامی ولا تبطل بالمشیئۃ بل بالرجوع عنہا بان یعزم لیلا
علے الفطر اور نیت نہین باطل ہوتی انشاء اللہ کہنے سے بلکہ نیت کے رجوع کرنے سے باطل ہوجاتی ہے اسطرح کہ رات سے عزم کرلے افطار کا ہم نہین
باطل ہوتی یعنی استحسانا یہی صحیح ہے اسواسطے کہ یہ حقیقت مین استثنا نہین ہے بلکہ استعانت اور طلب توفیق کے واسطے ہے یہانتک کہ اگر ارادہ استثنا کا کرے بالتحقیق
تو صائم نہوگا جیسا تتارخانیہ مین ہے قالہ الشامی ونیۃ الصائم الفطر لغو اور روزہ دار کی نیت افطار کے باب مین لغو ہے یعنے دنکو صرف نیت افطار سے روزہ نجائیگا
ونیۃ الصوم فی الصلوۃ صحیحۃ ولا تفسد بلا تلفظ اور نیت روزہ کی نماز مین درست ہے اور بدون تلفظ کے نماز کو فاسد نہین کرتی ولو نوی القضاء نہارا صار نفلا
فیقضیہ لو افسدہ لان الجہل فے دار نا غیر معتبر فلم یکن کالمظنون بحر اور اگر دن کو نیت قضا روزہ کی کرے تو وہ روزہ نفل ہوگا اگر اسکو توڑ دے تو قضا
کرے اسواسطے کہ دار الاسلام مین جہل غیر معتبر ہے پس نہو امثل روزہ ظنی کے کذا فی البحر ہم فتح القدیر مین ایک قول نقل کیا ہے کہ لزوم قضا اس صورت
مین ہے کہ جانتا ہو کہ قضا کی نیت دن کو درست نہین لیکن جب نہ جانتا ہو تو شروع کرنے سے لازم نہوگا شارح نے اسکا جواب دیا کہ دار الاسلام مین
جہل معتبر نہین خصوص اس صورت مین کہ عدم جواز نیت قضا کا دن کو ظاہر اسنفق علیہ ہے اور ظنی روزہ کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے اس گمان سے
کہ میرے ذمہ روزہ ہے بشرائط مذکورہ روزہ شروع کیا پھر اسکو ظاہر ہوا کہ میرے ذمہ روزہ نہین تو اس شخص کو اس روزہ کا اتمام لازم نہین ہے کیونکہ اُسنے
اپنا ذمہ بری کرنے کے لیے شروع کیا تھا نہ یہ کہ اپنے ذمہ التزام کیا ہو قالہ الشامی ولا یصام یوم الشک ہو یوم الثلثین من شعبان وان لم یکن علۃ اور نرکھا جاوے
روزہ یوم الشک کا یعنی تیسوین تاریخ شعبان کا اگرچہ ابر و غبار نہو ہم شارح نے شرح ملتقی مین کہا ہے کہ اس سے رد ہو گیا کلام قہستانی وغیرہ کا انہ یعنی اُسنے
مقید کیا ہے کہ یوم الشک اس صورت مین ہے کہ مشتبہ ہو ہلال رمضان کا اور معلوم نہو کہ شعبان کی تیسوین ہے یا رمضان کی پہلی یا ایک شخص نے یا دو فاسقون نے
ہلال دیکھا اور اُنکی شہادت نامقبول ہوئی پس اگر آسمان صاف ہو اور کسی نے نہ دیکھا ہو تو یوم الشک نہین ہے اور ایسا ہی معراج مین ہے کذا فی الشامی لسے
علے القول بعدم اعتبار اختلاف المطالع لجواز تحقق الرویۃ فے بلدۃ اخری واما علی مقابلہ فلیس بشک ولا یصام اصلا شرح المجمع للعینی عن الزاہدی یعنی شک
کا روز بنابر اس قول کے ہے کہ اختلاف مطالع کا معتبر نہو کیونکہ ہوسکتا ہے کہ کسی دوسرے شہر مین رویت ہوئی ہو لیکن بنابر قول اعتبار اختلاف مطالع
کے یعنے ہر جگہ کا مطلع جدا جدا ہے ایک جگہ کا دیکھنا دوسرے کے لیے کافی نہین تو اس صورت مین وہ روز روز شک نہین ہے اور روزہ بالکل نرکھا جاوے
کذا فی شرح المجمع للعینی عن الزاہدی ہم یعنی ابتداءً نہ فرض نہ نفل اسواسطے کہ اس روزہ رکھنے مین کچھ احتیاط نہین بخلاف یوم الشک کے قالہ الشامی الا
نفلا ویکرہ غیرہ مگر یوم الشک مین بہ نیت نفل روزہ کا مضائقہ نہین اور نفل کے سوا دوسرا روزہ مکروہ ہے ہم فرض ہو یا واجب نیت معینہ سے ہو یا متردد
سے اور ایسی ہی مطلق نیت سے بھی مکروہ ہے کیونکہ مطلق اپنے افراد کو شامل ہے کذا فی المعراج ولو صامہ لواجب آخر کرہ تنزیہا اور اگر یوم الشک مین
کسی دوسرے واجب کا روزہ رکھا تو مکروہ تنزیہی ہے ولو جزم ان یکون عن رمضان کرہ تحریما اور اگر بالجزم رمضان کا کر کے رکھا تو مکروہ تحریمی ہے ہم اسلیے
کہ اہل کتاب کی مشابہت لازم آتی ہے کہ اُنھون نے اپنے روزون مین کچھ دن بڑھا لیے اور اسی پر حدیث شریف محمول ہے کہ رمضان سے ایک دو روز
پہلے روزے مین سبقت نکرو کذا فی البحر ویقع عنہ فی الاصح ان لم یظہر رمضانیتہ اور واقع ہوگا واجب سے جسکی نیت کی تھی اصح روایت مین اگر
نہ ظاہر ہو کہ وہ رمضان کا دن ہے ہم معراج مین ہے کہ جب کسینے اور واجب کی نیت سے اس روز روزہ رکھا تو اُسکے ذمہ سے وہ واجب ساقط نہوگا کیونکہ جائز ہے
کہ یہ دن رمضان کا ہو پس شک کی جہت سے واجب کا ادا ہوجانا ثابت نہوا اس سے معلوم ہوا کہ اگر حال معلوم نہو تو جسکی نیت کی تھی اُسکے لیے بھی کافی نہین پس مصنف کو یون
کہنا مناسب تھا جیسا ہدایہ مین ہے کہ اگر ظاہر ہوا کہ وہ دن شعبان کا ہے تو جسکی نیت کی تھی اُسکے لیے کافی ہے اصح روایت مین اور اگر ظاہر ہوا کہ رمضان کا دن ہے تو رمضان
مین مجرا ہوگا کیونکہ اصلی نیت موجود ہے قالہ الشامی والا بان ظہرت نفعہ لو مثقیا اور اگر ایسا نہو یعنے رمضانیت ظاہر ہوجاوے تو وہ روزہ رمضان

علاوہ ونقضا
[illegible]

تردد ہی درمیان دو مکروہون کے یعنی فرض واجب کے پہلے مسئلہ مین یا درمیان مکروہ اور غیر مکروہ کے یعنی فرض و نفل کے دوسرے مسئلہ مین فان ظہر
رمضان فعنہ والا فنفل فیہما ای الواجب والنفل غیر مضمون بالقضاء لعدم التنفل قصدا پس اگر واضح ہوا کہ وہ دن رمضان کا ہی تو وہ روزہ رمضان ہی کا ہوگا
نہین تو نفل ہوگا دونون صورتون مین یعنی واجب اور نفل مین ایسا کہ توڑنے سے قضا لازم نہ آویگی کیونکہ قصداً تنفل نہین تھا اسلیے کہ من وجہ اسقاط فرض کا
قصد رکھتا تھا تو ظنی روزہ کے مانند ہوا اسوجہ سے کہ دونون مین اسقاط مد نظر ہی نہ التزام قال الشامی اکل المتلوم ناسیا قبل النیۃ کاکلہ بعدہا ہو الصحیح شرح
وہبانیہ متلوم کا کھانا بھول کر نیت سے پہلے ایسا ہی جیسا بعد نیت کے بھول کر کھانا اور یہی صحیح ہی کذا فی شرح وہبانیہ م یعنی یوم الشک مین ایک شخص
نے نصف روز تک انتظار کیا اور بھولے سے اس عرصے مین کچھ کھا لیا پھر معلوم ہوا کہ رمضان کا دن ہی تو اگر اب روزہ کی نیت کریگا تو جائز ہوگی اسواسطے کہ
بھول کر کھانے سے روزہ نہین جاتا اور ایک قول یہ ہی کہ نہین جائز ہی جیسا قنیہ مین ہی اور اسی کا جزم کیا ہی سراج اور شرنبلالیہ مین قال الشامی رد اسکے
مکلف ہلال رمضان او الفطر و رد قولہ بدلیل شرعی صام مطلقا وجوبا وقیل ندبا کسی عاقل بالغ نے ہلال رمضان کا دیکھا یا عید کا اور اسکا قول
حجت شرعیہ کی روسے نمانا گیا یعنی فاسق ہونیکی جہت سے یا غلطی کی وجہ سے تو وہ روزہ رکھے ہر صورت مین عید کا چاند ہو یا رمضان کا وجوبا اور کہا گیا ہی
کہ روزہ رکھے ندبا م عاقل بالغ یعنی اگرچہ فاسق ہو کذا فی البحر اور اگر لڑکا یا مجنون دیکھے تو واجب نہین اور یہی حکم ہی اگر خود امام تنہا دیکھے اور لوگون کو
نہ روزے کا حکم کرے نہ افطار کا اور خیر الدین رملی نے کہا ہی کہ اگر دیکھنے والی جماعت ہو اور انکی شہادت مسترد ہوگئی ہو جماعت عظیم نہ ہونیکی جہت سے
تو اس صورت مین بھی یہی حکم ہی فان فطر قضاہ فقط فیہما لشبہۃ الرد پس اگر افطار کیا تو صرف قضا لازم ہی دونون مین یعنی کفارہ نہین واسطے شبہہ
مستردہونے شہادت کے م اور مخفی نہ رہے کہ یہ علت مقصود کفارہ کی ہی ہلال رمضان مین لیکن عید کے چاند مین اس جہت سے کفارہ نہین کہ اُسکے
نزدیک وہ عید کا دن ہی کذا فی النہر وغیرہ اور شاید اسکو ظہور کی جہت سے بیان نہین کیا قال الشامی واختلف المشائخ لعدم الروایۃ عن المتقدمین
فیما اذا افطر قبل رد الشہادۃ والراجح عدم وجوب الکفارۃ وصححہ غیر واحد لان ما رآہ یحتمل ان یکون خیالا لا ہلالا اور مشائخ نے اختلاف کیا ہی
اسوجہ سے کہ متقدمین سے کوئی روایت نہین اس صورت مین کہ افطار کرے رد شہادت سے پہلے اور راجح یہ ہی کہ کفارہ واجب نہین اور یہی کی تصحیح
کی ہی بہتون نے کیونکہ جو اُسنے کہا ہی شاید خیال ہو ہلال نہو م حضرت عمر رضہ سے منقول ہی کہ جسنے چاند دیکھا تھا اُسکو کہا کہ اپنی بھون کو دھو پانی سے پھر کہا
اب بتا چاند کہان ہی اُسنے کہا وہ تو گم ہوگیا جب فرمایا کہ بال بھوون میں قائم ہو گیا تھا تو نے اُسکو چاند جان لیا کذا فی السراج اور جیسا پہلے مذکور ہوا یہ علت
ہلال رمضان مین تو ہو سکتی ہی اور عید مین یہ کہ اُسکے نزدیک وہ عید کا دن ہی قال الحلبی واما بعد قبولہ فتجب الکفارۃ ولو فاسقا فی الاصح لیکن بعد قبول شہادت
کے یعنی رمضان کے چاند مین پس کفارہ واجب ہی اگرچہ فاسق ہو اصح روایت پر م کیونکہ تو لوگون کے روزہ رکھنے کا دن ہی پس اگر عدل ہی تو چاہیے کہ
وجوب کفارہ مین خلاف نہو کیونکہ عدم کفارہ کی وجہ یہ ہی کہ فاسق کی شہادت پر حکم لگانا جائز نہین اور وہ یہان منتفی ہی کذا فی البحر عدم جواز سے مراد عدم حلت ہی
کیونکہ قضا فاسق کی شہادت پر صحیح ہی اگرچہ قاضی گنہگار ہوتا ہی کذا قال الشامی وقبل بلا دعوی وبلا لفظ اشہد وبلا حکم ومجلس قضاء لانہ خبر لا شہادۃ للصوم
مع علۃ کغیم وغبار اور قبول کیجاوے روزہ رکھنے کے لیے خبر عادل کی آسمان مین روگ ہونے سے مثل ابر وغبار کے بغیر دعوی اور بغیر لفظ اشہد کے
اور بدون حکم اور مجلس قضا کے بوجہ اسکے کہ یہ خبر ہی شہادت نہین خبر عدل او مستور علی ما صححہ البزازی علی خلاف ظاہر الروایۃ خبر عدل مفعول مالم یسم
فاعلہ ہی قبل کا یعنی قبول کیجاوے خبر ایک عدالت والے یعنی پرہیزگار کی یا ایک مستور الحال کی بنا بر اُس قول کے کہ بزازی نے اُسکی تصحیح کی ہی ظاہر
الروایت کے خلاف م اور معراج اور تجنیس مین بھی اسی کی تصحیح کی ہی اور فتح القدیر مین کہا ہی کہ یہ روایت ہی حسن کی اور حلوانی نے اسی کو لیا ہی اور
نور الایضاح والا بھی اودھر ہی گیا ہی مین کہتا ہون کہ یہ بھی ظاہر الروایت ہی کیونکہ حاکم شہید نے یعنی جس نے امام محمد رح کے اقوال انکی

عدالت وہ ملکہ ہے کہ تقویٰ اور مروت پر قائم رکھے اور درمیان ادنیٰ درجہ شرفا ہی یعنی کبائر کا ہی

کہ ہو وے تب بھی کہ جو نہ ہمارا روایت ہے اسمین کافی ہین یہانتک کہ قبول کیا ہو سے شہادت مستور کی خواہ عادل ہووے غیر عادل اور
غیر عادل سے مراد مستور ہے قال الشامی وہذا فی ظاہر الروایۃ وہو یقبل بہ نزدیک بیچ قول فاسق کا بالاتفاق ہم اسواسطے کہ فاسق کا قول اسے
دینیات مین قبول نہین خبط قول ہوتا عادلون سے میسر ہو سکتا ہو جیسے روایت احادیث نجاست پانی کی طہارت و نجاست وغیرہ کے اسکی
خبر مین شک کیا جاتی ہو اسلیے کہ بعض اوقات ایسی چیزون کا فقط عادلون سے میسر نہین ہوتا قال الشامی ولہذا ان لیتوسع علیہ تبصرہ قال البزازی
ہم الان نقاش بہا قبلنا اورآیا فاسق جائز ہو اسکا کہ شہادت دیوے باوجودیکہ اپنا فسق جانتا ہو بزازی نے کہا کہ ہان اسواسطے کہ قاضی کبھی
فاسق کی شہادت قبول بھی کرلیتا ہو ہم حلوانی نے کہا کہ عادل کو لازم ہو اگرچہ لونڈی یا پردہ نشین ہو کہ اس رات شہادت ادا کرے کہ کہین لوگ
صبح کو افطار نہ کرلین اور یہ شہادت فرض عین ہو لیکن فاسق اگر جانے کہ حاکم میرا قول مان لیگا تو اسپر اداے شہادت واجب ہو اور مستور مین دو روایتین
ہین کذا فی المعراج ولو کان العدل قنا او انثی او محدودا فی قذف تاب بین کیفیۃ الرؤیۃ او لا علی المذہب اگرچہ عادل مذکور غلام ہو یا عورت
یا زنا کی تہمت مین پڑا ہو کہ توبہ کرلی ہو کیفیت رویت کی بیان کرے یا نکرے بنا بر مذہب درست کے ہم برخلاف امام فضلی کے وہ کہتے ہین کہ واحد عدل
کی خبر جب مقبول ہوتی ہو کہ تفسیر کرے اور کہے کہ مین نے شہر کے باہر جنگل مین دیکھا ہو یا کہے کہ شہر مین ابر کے ٹکڑون مین دیکھا ہو اور بدون ایسی تفسیر کے
مقبول نہین کذا فی الظہیریۃ قال الشامی وتقبل شہادۃ واحد علی آخر کعبد وانثی اور مقبول ہو گواہی ایک کی دوسرے پر جیسے مقبول ہو شہادت غلام پر
عورت کی ہم یعنے بخلاف شہادت علی الشہادت کے اور احکام مین کہ وہ مقبول نہین جبتک ایک شخص کی گواہی پر دو مرد یا ایک مرد دو عورتین شاہد ہوون کذا قال
الحلبی ولو علی مثلہما اگرچہ شہادت غلام اور عورت کی اپنے مثل پر ہو اس تعمیم سے یہ نکلا کہ ان دونو کی شہادت آزاد اور مرد کی شہادت پر مقبول ہو اور
اسکو صاحب نہر نے بطریق بحث بیان کیا ہو اور کہا کہ مین نے نہین دیکھا وتجب علی الجاریۃ المخدرۃ ان تخرج فی لیلتہا بلا اذن مولاہا وتشہد کما
فی الخانیۃ اور واجب ہو لونڈی پردہ نشین پر یعنی جو مردون مین آمدرفت نہین رکھتی کہ نکلے اس رات بدون اجازت اپنے مولی کے اور شہادت ادا کرے
جیسا خانیہ مین ہو ہم اور یہی حکم آزاد عورت کا ہو کہ بے اجازت اپنے خاوند کے نکلے اور غیر مخدرہ یا بے نکاح بطریق اولی نکلین قالہ الطحاوی اور ظاہر یہ کہ
اسکا محل وہ ہو کہ اثبات رویت اسپر موقوف ہو ورنہ نکلنا لازم نہین قال الشامی وشرط للفطر مع العلۃ والعدالۃ نصاب الشہادۃ ولفظ اشہد وعدم الحد
فی قذف لتعلق نفع العبد اور ہلال عید مین غبار وغیرہ کے ہوتے عادل ہونیکے ساتھ نصاب شہادت اموال (یعنی دو مرد یا ایک مرد دو عورتین) شرط ہو
اور لفظ اشہد اور محدود فی القذف نہونا شرط ہو کیونکہ اسمین نفع بندہ کا متعلق ہو ہم یہ علت ہو اشتراط شہادت مذکورہ کی فطر مین نہ صوم مین یعنی چونکہ صوم امر
دینی ہو اسمین یہ شرط نہین اور فطر مین نفع دنیاوی ہو پس او حقوق کے مشابہ ہوا پس جو چیزین حقوق مین شرط ہین وہ یہان بھی شرط ہونگی قال الشامی لکن
الدعوی کما لا تشترط فی عتق الامۃ وطلاق الحرۃ لیکن نہین شرط ہو دعوی جیسا نہین شرط ہو لونڈی کے عتق مین اور حرہ کی طلاق مین ہم لونڈی کی آزادی
مین دعوی اسلیے شرط نہین کہ اسمین حق العبد کے ساتھ حق اللہ تعالی کا بھی ہو یعنی حفاظت اپنی فرج کی اسیطرح فطر اگرچہ حق عبد ہو لیکن اسمین بھی حق اللہ
تعالی کا ہو یعنی صوم اس روز کے روزہ کا حرام ہونا اور نماز عید کا واجب ہونا اسلیے اسمین بھی دعوی شرط نہین ہوا اور طلاق مین حرہ کی قید سے مفہوم ہوتا ہو
کہ زوجہ مملوکہ مین دعوی شرط ہو اور جامع الفصولین سے اطلاق معلوم ہوتا ہو کذا فی الشامی ولو کانوا ببلدۃ لا حاکم فیہا صاموا بقول ثقۃ اور
اگر لوگ ہوون ایسے شہر مین یا گانون مین کہ اسمین حاکم نہو یعنی نہ قاضی نہ والی تو روزہ رکھین ایک معتمد کے قول پر یعنی روزہ رکھنا فرض ہو ایسا معلوم
ہوتا ہو مصنف کی شرح سے ہم مین کہتا ہون کہ ظاہر یہ ہو کہ گانون والونپر روزہ لازم ہو توپونکی آوازون سے یا قندیلونکی روشنی سے اسلیے کہ یہ ظاہر دلالت کرتا ہو
اور غلبہ ظن کو مفید ہو اور غلبہ ظن حجت ہو عمل کیواسطے جیسا علما نے تصریح کی ہو اور یہ احتمال کہ رمضان کے سوا کسی اور شی کیواسطے ہو بعید ہو کیونکہ یہ سب

لیلۃ الشک مین نہین کیے جاتے مگر ثبوت رمضان کے لیے قالہ الشامی وافطروا باخبار عدلین مع العلۃ للضرورۃ اور افطار کرین دو عادل کے خبر
دینے سے اگر آسمان مین غبار وغیرہ ہو واسطے ضرورت کے م یعنی اسوجہ سے ضرورت ہے کہ کوئی حاکم موجود نہین جسکے سامنے شہادت ادا کیجاوے اور
مع العلۃ متعلق ہے صاموا اور افطروا ان دونون کے ساتھ قالہ الشامی ولو راٰہ الحاکم وحدہ خیر فی الصوم بین نصب شاہد وبین امرہم بالصوم بخلاف العید کذا فی الجوہرۃ
اور اگر اکیلا حاکم نے چاند دیکھا ہو تو روزہ کے چاند مین اسکو یہ اختیار ہے کہ کوئی شاہد اپنے قول پر مقرر کرے یا لوگون کو روزے کا حکم دے بخلاف عید کے
چاند کے کہ اسمین ایک آدمی کافی نہین ہے کذا فی الجواہر م نصب شاہد سے یہ غرض کہ اپنی شہادت پر دوسرا شاہد معین کرے تاکہ دوسرا شخص شہادت پر شہادت
ادا کرے افادہ الحلبی لیکن جوہرہ کی عبارت ان ینصب من یشہد عندہ الخ ہے اور اسکے معنی ظاہر یہ ہین کہ حاکم اپنی طرف سے کوئی نائب مقرر کرے تاکہ
اُس نائب کے سامنے شہادت گذرے جیسا علما نے خصومت کے باب مین کہا ہے کہ اگر حاکم کو کسی کے ساتھ خصومت واقع ہو تو ایک نائب مقرر کرے
کہ اُسکے روبرو دعویٰ پیش ہو کیونکہ حاکم کا حکم اپنے اوپر درست نہین اور ہمنے جو یہ معنی کہے اُسکی دلیل یہ ہے کہ بعض نسخون در مختار مین نصب نائب ہے
بدلے نصب شاہد کے قالہ الشامی ولا عبرۃ بقول المؤقتین ولو عدولا علی المذہب اور نہین اعتبار نجومیون کا اگرچہ عادل ہون بنا بر مذہب صحیح م یعنے
وجوب صوم کے باب مین معراج مین کہا ہے کہ ان لوگون کا قول بالاجماع معتبر نہین اور خود منجم کو نہین جائز ہے کہ اپنے حساب پر عمل کرے اور نہر مین ہے کہ
منجم کے قول پر کہ فلانی تاریخ چاند دکھائی دیگا روزہ لازم نہین اگرچہ منجمین عادل ہون صحیح روایت پر کذا فی الشامی قال فی الوہبانیۃ ؎ وقول
اولی التوقیت لیس بموجب ٭ وقیل نعم والبعض ان کان یکثر ٭ وہبانیہ مین کہا ہے کہ قول اوقات ضبط کرنے والون کا روزہ رکھنے کا موجب نہین
اور کہا گیا ہے کہ ہان اور بعض کا قول بھی اگر کثیر ہون م یہ عبارت یعنی قیل نعم موہم ہے اسکو کہ دوسرا قول یہ ہے کہ عمل کو موجب ہے حالانکہ ایسا نہین ہے
بلکہ خلاف صرف جواز اعتماد مین ہے اور قنیہ مین تینون قول نقل کیے ہین پس پہلے قاضی عبد الجبار صاحب جمع العلوم سے نقل کیا ہے کہ منجمون کے
قول کے اعتبار کرنے مین کچھ مضائقہ نہین اور ابن مقاتل سے نقل کیا ہے کہ وہ انسے پوچھا کرتے تھے اور اُنکے قول کا اعتبار کرتے تھے بشرطیکہ انکی
جماعت متفق ہوتی تھی پھر شرح سرخسی سے نقل کیا کہ یہ بعید ہے اور شمس الائمہ حلوانی سے کہ وجوب صوم اور افطار کی شرط رویت ہی ہے اور منجمون کا
قول ماخوذ نہین پھر مجد الائمہ ترجمانی سے نقل کیا کہ اصحاب ابو حنیفہ رح سواے شاذ و نادر کے اور شافعیہ سب متفق ہین کہ منجمونکے قول کا اعتماد نہین کذا قالہ الشامی
وقبل بلا علۃ جمع عظیم یقع العلم الشرعی وہو غلبۃ الظن بخبرہم اور قبول کیا جاوے جب آسمان صاف ہو قول جماعت عظیم کا کہ حاصل ہو علم شرعی یعنے
غلبہ ظن اُنکی خبر سے م یعنی جب مطلع صاف ہو تو خبر ایک شخص کی معتبر نہو گی کیونکہ ایک شخص کو نظر آنا اور ایک خلق کو نظر نہ آنا باوجودیکہ سب اسی کیطرف
متوجہ ہین اور کوئی مانع نہین اور سب کی بینائی درست ہے اگرچہ بعض تیز نظر ہون اُسکی غلطی کی دلیل ہے کذا فی البحر حلبی نے کہا کہ جماعت مین اسلام اور
عدالت شرط نہین جیسا امداد الفتاح مین ہے اور نہ حریت اور نہ دعوی جیسا قہستانی مین ہے مین کہتا ہون جو امداد کیطرف نسبت کیا ہے سو مین نے اسمین
ملاحظہ کیا وہان نہین پایا اور اسلام شرط نہونے مین نظر ہے کیونکہ جمع عظیم سے یہان یہ مراد نہین ہے کہ حد تواتر کو پہونچے جس سے علم قطعی حاصل ہوتا ہے کہ اسمین
اسلام شرط نہو بلکہ مراد یہ ہے کہ غلبہ ظن کو مفید ہو اور اسمین اسلام شرط نہونا اسکے لیے کوئی صریح نقل چاہیے قالہ الشامی اور علم شرعی سے مراد اصطلاح
اصولیون کی ہے جو موجب عمل کا ہوتا ہے نہ وہ علم جو یقین کے معنی ہے اسپر نص کی ہے منافع اور غایۃ البیان اور بحر مین تلمیذ الفتح اور صدر الشریعۃ نے جو علم
بمعنی الیقین لیا ہے ابن کمال نے اسکو رد کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ خطا ہے صدر الشریعۃ سے قالہ الشامی وہو مفوض الی رأی الامام من غیر تقدیر بعدد علی المذہب
اور وہ امام کی راے پر مفوض ہے بغیر تعیین عدد کے بنا بر مذہب صحیح کے م سراج مین کہا ہے اس جماعت کی تعداد ظاہر الروایت مین معین نہین ہے اور ایک روایت مین
ابو یوسف سے ۵۰ مرد ہین اور بعض کے نزدیک اکثر اہل محلہ اور بعض کے نزدیک ہر مسجد مین سے ایک یا دو اور خلف بن ایوب نے کہا ہے کہ بلخ مین قلیل ہین

مافوق الواحد ہو یعنی اگر دو گواہوں نے گواہی اس بات پر دی کہ مصر کے قاضی کے سامنے فلانے شاہدوں نے فلانی تاریخ کی رویت کی گواہی دی ہے اور وہان کے قاضی نے اسپر حکم لگایا ہے اور شرائط دعوی کی سب پائی گئیں تو اس قاضی کو جائز ہے کہ انکی گواہی پر حکم لگا دے لان قضاء القاضی حجۃ وقد شہدوا بہ اسواسطے کہ وہان کے قاضی کی قضا حجت ہے اور یہان کے گواہوں نے اسکی شہادت دی لا لو شہدوا برؤیۃ غیرہم لانہ حکایۃ نہ حکم یعنی یہ قاضی اگر شہادت دیوین غیر کی رویت پر اسواسطے کہ یہ حکایت ہے حکم نہیں یعنی نہ انھوں نے اپنی رویت بیان کی نہ غیر کی رویت کی شہادت دی صرف غیر کی رویت کی حکایت کی کذا فی فتح القدیر میں کہتا ہوں کہ ایسا ہی ہے اگر غیر کی رویت کی شہادت دی اور اس بات کی کہ اس شہر کے قاضی نے لوگوں کو روزہ کا حکم دیا اسواسطے کہ یہ فعل قاضی کی حکایت ہے اور وہ حجت نہیں بخلاف قضاء قاضی کے اور اسی واسطے مجموع شرائط کی قید لگائی نعم لو استفاض الخبر فی البلدۃ الاخری لزمہم علی الصحیح من المذہب مجتبی وغیرہ ہان اگر کسی دوسرے شہر میں بکثرت خبر شایع ہو جاوے تو انکو لازم ہوگا روزہ رکھنا بنا بر مذہب صحیح کذا فی المجتبی ام ذخیرہ میں ہے کہ شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ صحیح ہمارے مذہب میں یہ ہے کہ خبر جب پھیل جاوے اور متحقق ہو جاوے دوسرے شہر میں تو ان کو بھی لازم ہوگا اس شہر کا حکم رحمتی نے کہا کہ استفاضہ کے معنی یہ ہیں کہ اس شہر سے جماعات متعددہ آکر بیان کریں وہان کی خبر کہ انھوں نے روزہ رکھا چاند دیکھکر نہ مجرد شیوع بعلمی سے کہ نہ معلوم ہو کہ کسنے خبر شائع کی چنانچہ بہتیری خبرین شہر میں شہرت پکڑ جاتی ہیں اور نہیں معلوم ہوتا کہ کس نے شائع کیں چنانچہ حدیث میں وارد ہے کہ آخر زمانہ میں شیطان مجمع میں بیٹھکر ایک بات کہیگا اور لوگ اسکا ذکر کرینگے اور کہینگے کہ ہم نہیں جانتے کس نے کہا ہے سو ایسی اس قسم کی بات لائق سماعت کے بھی نہیں چہ جائیکہ اس سے کوئی حکم ثابت ہو میں کہتا ہوں کہ یہ خوب کلام ہے اور اسی کی طرف قول ذخیرہ کا اشارہ کرتا ہے اذا استفاض وتحقق کذا قالہ الشامی وبعد صوم ثلثین بقول عدلین حل الفطر الباء متعلقۃ بصوم وبعد متعلقۃ بحل لوجوب نصاب الشہادۃ اور جبکہ دو عادل کے قول سے روزہ رکھا ہو تو بعد تیس دن کے افطار حلال ہے بسبب موجود ہونے نصاب شہادت کے شارح نے کہا کہ ب متعلق ہے صوم سے اور لفظ بعد ظرف ہے فعل حل کا معنی اگر اکتیسوین رات کو ابر ہو تو بالاتفاق صبح کو افطار حلال ہے اور یہی حکم ہے اگر آسمان صاف ہو جیسا تصحیح کیا ہے درایہ اور خلاصہ اور بزازیہ میں اور اسکے برخلاف تصحیح کی ہے مجموع النوازل میں اور سید ناصر الدین نے کذا فی الامداد اور علامہ نوح نے اتفاق نقل کیا ہے دوسری صورت میں بھی بدائع اور سراج اور جوہرہ سے اور کہا ہے کہ اتفاق سے مراد ہمارے علماء ثلثہ کا اتفاق ہے اور خلاف جو منقول ہے سو بعض مشائخ کا ہے اور فیض میں ہے کہ فتوی افطار کی حلت پر ہے کذا فی الشامی ولو صاموا بقول عدل حیث یجوز وغم ہلال الفطر لا یحل علی المذہب خلافا لمحمد کذا ذکرہ المصنف اگر روزہ رکھا ہو ایک عدل کے قول سے جسطرح کہ جائز ہے اور حال یہ ہے کہ عید کے چاند کے دن ابر ہے تو افطار حلال نہیں صحیح مذہب پر برخلاف قول محمدؒ کے یہی مصنف نے ذکر کیا ہے م حیث یجوز میں حیثیت تقیید یہ ہے یعنی اسطرح کہ قاضی نے شہادت ابر میں قبول کرلی ہو یا آسمان صاف ہو لیکن قاضی انہیں سے ہے جو ایک کی گواہی قبول کر لیتے ہیں کذا فی الفتح یعنے شافعی المذہب ہو یا قول طحاوی پر عمل کرتا ہو ایک شخص کی گواہی مان لیتے ہیں جب آسمان صاف ہو بشرطیکہ جنگل سے آیا ہو یا شہر میں اونچے مکان پر ہو اور سابق میں اس روایت کی ترجیح گذر چکی اور غم ہلال الفطر جملہ حالیہ ہے اسکی قید اسواسطے لگائی کہ محل خلاف ہے جیسا مصنف نے ذکر کیا ہے قالہ الشامی لکن نقل ابن الکمال عن الذخیرۃ انہ ان غم ہلال الفطر حل اتفاقا لیکن ابن کمال نے ذخیرہ سے نقل کیا ہے کہ اگر ہلال عید کے نظر آنیکے روز ابر ہو تو بالاتفاق افطار حلال ہے م یہ استدراک ہے اسپر جو مصنف نے ذکر کیا کہ خلاف امام محمدؒ کا اسوقت ہے کہ عید کے دن ابر ہو اسطرح کہ ذخیرہ میں اور معراج میں مجتبی سے تصریح ہے کہ افطار کی حلت بالاتفاق ہے اور خلاف اس صورت میں ہے کہ ابر نہو اور چاند نظر نہ آوے تو شیخین کے نزدیک افطار نہیں حلال اور امام محمدؒ کے نزدیک حلال ہے ایسا شمس الائمہ نے کہا ہے اور شرنبلالی نے امداد میں تحریر کیا ہے غایۃ البیان میں کہا ہے کہ محمدؒ کے قول کی وجہ کہ وہی قول صحیح ہے یہ ہے کہ افطار ایک شخص کے قول سے ثابت نہیں ہوا ابتداءً بلکہ تبعاً ثابت ہوا ہے اور بہتیری چیزیں ضمناً ثابت ہو جاتی ہیں اور قصداً نہیں ثابت ہوتیں اور امام محمدؒ

سے پوچھا تو جواب مین یہ کہا کہ افطار قاضی کے حکم سے ثابت ہوا اور اسکے قول سے نہین یعنی جب قاضی نے رمضان کے چاند مین ایک آدمی کے قول پر حکم کیا تو پس بنا پر افطار بعد ۳۰ دن کے ثابت ہو گیا قال الشامی وفی الزیلعی والشبہ ابن غرس بالاول وفی الزیلعی مین ذکر شاہد ہے کہ اگر ابر ہو تو افطار حلال ہو اور جو نہو تو نہین وہلال الاضحی وبقیۃ الاشہر التسعۃ کالفطر علی المذہب اور بقرعید کا چاند اور باقی نو مہینون کا چاند عید کے ہی صحیح مذہب پر ہم قولہ الاضحی کالفطر یعنی ذوالحجہ شوال کے مانند ہو پس اس مین ثابت نہوگا مگر دو مردون سے یا ایک مرد دو عورتون سے اور صفائی کی حالت مین زیادتی عدد کی ضرورت ہو اور نوادر مین امام صاحب سے روایت نقل کی ہو کہ وہ مانند رمضان کے ہو اور تحفہ مین اسی کی تصحیح کی ہو لیکن پہلی روایت اول ظاہر المذہب ہو اور اسی کی تصحیح ہدایہ اور اسکی شروح اور تبیین مین کی ہو پس تصحیح مختلف ہوئی اور پہلی کو ترجیح اسواسطے ہو کہ وہ مذہب ہو کذا فی البحر اور باقی نو مہینے کا چاند مثل عید کے چاند کے ہو یعنی نہین مقبول ہوگی مگر گواہی دو مردون کی یا ایک مرد دو عورتون کی جو آزاد ہون اور تہمت زنا مین سزا یافتہ نہون جیسے اور احکام مین کذا فی البحر عن شرح مختصر الطحاوی اور امداد مین ذکر کیا ہو کہ ان مہینون کا حکم صفائی کی حالت مین مانند رمضان اور عید کے ہو یعنی جماعت عظیم چاہیے لیکن خیر الدین رملی نے کہا ہو کہ ظاہر یہ ہو کہ باقی مہینون مین ابر اور غیر ابر مین کچھ فرق نہین کیونکہ جماعت عظیم کی شرط نہین پائی جاتی یعنی سب لوگونکا متوجہ ہونا چاند دیکھنے کو پس اگر دو مردون نے گواہی دی صفائی کی صورت مین شعبان کے چاند کی اور شعبان ثبوت شرعی ثابت ہو گیا تو ۳۰ دن کے بعد رمضان ثابت ہو جاویگا اگرچہ رمضان صفائی کی حالت مین دو شخصونکی گواہی سے ثابت نہین ہوتا کیونکہ اس صورت مین اسکا ثبوت ضمنی ہو اور ضمنیات مین بہتیری باتون مین درگذر ہوتی ہو جو قصدیات مین نہین ہوتی قال الشامی ورویتہ بالنہار للیلۃ الآتیۃ مطلقا علی المذہب ذکرہ الحدادی اور جو چاند دنکو نظر آوے وہ اگلی رات کا شمار کیا جاویگا ہر صورت مین صحیح مذہب پر ذکر کیا اسکو حدادی نے تم یعنی قبل زوال کے نظر آوے یا بعد زوال کے اور مذہب کے معنی یہ کہ قول ابی حنیفہ و محمد کا ہو بدائع مین کہا ہو پس وہ دن رمضان کا ہوگا طرفین کے نزدیک اور ابو یوسف رح کہتے ہین کہ اگر بعد زوال کے نظر آیا تو بیشک آیندہ شب کا ہو اور اگر قبل زوال کے نظر آیا تو پچھلی شب کا ہو اور وہ دن رمضان کا ہوگا اور اسی خلاف پر شوال کا چاند ہو کہ طرفین کے نزدیک آیندہ شب کا ہو ہر صورت مین اور وہ دن رمضان کا ہوگا اور ابو یوسف رح کے نزدیک اگر زوال سے پیشتر نظر آیا تو چاند شب گذشتہ کا ہو اور یہ دن عید کا ہو اسلیے کہ ہلال قبل زوال کے نظر نہین آتا عادۃً مگر یہ کہ دو رات کا ہو پس ہلال رمضان مین وہ دن رمضان کا ہونا ضروری ہوا اور شوال کے چاند مین عید کا دن اور طرفین کے نزدیک اصل یہ ہو کہ دن کی رویت کا اعتبار نہین اعتبار رویت بعد الغروب کا ہو کیونکہ حضرت نے امر فرمایا صوموا لرویتہ وافطروا لرویتہ پس امر صوم و افطار کا رویت کے بعد ہو اس صورت مین امام ابو یوسف کا قول مخالف نص کے ہو انتہی مختصراً اقول ۔۔۔ مین ہو کہ حدیث شریف موجب ہو رویت کی سبقت کو صوم اور افطار پر اور متبادر رویت سے ہر مہینے کے آخر وقت شام کی رویت ہو نزدیک اصحاب اور تابعین ومن بعدہم کے بخلاف ماقبل الزوال کے تیسوین تاریخ اور مختار امام ابو حنیفہ و محمد کا قول ہو قال الشامی واختلاف المطالع ورویتہ نہارا قبل الزوال وبعدہ غیر معتبر علی ظاہر المذہب وعلیہ اکثر المشائخ وعلیہ الفتوی بحر عن الخلاصہ اور اختلاف مطالع کا اور دنکو چاند دیکھنا زوال سے پہلے یا بعد زوال کے غیر معتبر ہو ظاہر مذہب پر اور اسی پر اکثر مشائخ مین اور اسی پر فتوی ہو کذا فی البحر عن الخلاصہ ہم جاننا چاہیے کہ نفس اختلاف مطالع مین نزاع نہین ہو یعنی کبھی دو شہرون مین اتنا بعد ہوتا ہو کہ ایک مین ہلال ایک تاریخ نظر آوے دوسرے مین نظر نہ آوے کیونکہ انفصال ہلال کا شعاع شمس سے مختلف ہوتا ہو باعتبار اختلاف ملکون کے اور یہی حال ہو اختلاف مطالع شمس کا کہ جب ایک ملک مین صبح ہوگی تو بعض مین سورج نکلیگا اور بعض مین مغرب ہوگا اور بعض مین آدھی رات بلکہ مطالع کے اعتبار کرنے مین خلاف ہو کہ ہر قوم کو اپنے مطلع کا

اعتبار لازم ہے اور غیر کے مطلع پر عمل کرنا لازم نہین یا یہ کہ اختلاف کا بالکل اعتبار نہین بلکہ جس جگہ چاند پہلے نظر آوے سب کو اسی پر عمل کرنا
لازم ہے یہانتک کہ اگر مشرق مین جمعہ کی رات کو چاند نظر آیا اور مغرب مین ہفتہ کو تو اہل مغرب پر لازم ہے کہ بموجب رویت اہل مشرق کے
عمل کرین پس بعضے قول اول کے قائل ہوے ہین اور زیلعی اور فیض نے اسی پر اعتماد کیا ہے اور شافعیہ کے نزدیک بھی یہی صحیح ہے کیونکہ
ہر قوم کو خطاب الله انکے موافق ہے جیسا اوقات صلوۃ مین اور ظاہر الروایت قول ثانی ہے اور وہی ہمارے یہان معتمد ہے اور مالکیون اور حنبلیون
کے نزدیک بھی کیونکہ خطاب عام ہے مطلق رویت کے ساتھ حدیث صوموا لرؤیتہ مین بخلاف اوقات صلوۃ کے قالہ الشامی فیلزم اہل المشرق برؤیۃ
اہل المغرب اذا ثبت عندہم رؤیۃ اولئک بطریق موجب کما مر پس اہل مشرق کو روزہ یا افطار لازم ہوگا اہل مغرب کی رویت سے جبکہ ثابت ہو
مشرق والونکو ان لوگون کی رویت اس طریق سے کہ عمل کو موجب ہو جیسا سابق مین گذرا ہم یعنی دو آدمی شہادت پر شہادت دین یا حکم قاضی پر شہادت
پس یا خبر مستفیض ہو بخلاف اس صورت کے کہ دو آدمی شہادت دیوین کہ فلانے شہر والون نے دیکھا ہے کذا ذکرہ الحلبی وقال الزیلعی الاشبہ انہ یعتبر اور
زیلعی نے کہا کہ مشابہ بحق یہ ہے کہ اختلاف مطالع معتبر ہے قال الکمال الاخذ بظاہر الروایۃ احوط کمال نے کہا ہے کہ ظاہر الروایت کے اخذ مین احتیاط زیادہ
ہے فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا اذا راوا الہلال یکرہ ان یشیروا الیہ لانہ من عمل الجاہلیۃ کما فی السراجیۃ وکراہیۃ البزازیۃ جب چاند دیکھین تو مکروہ ہے کہ اسکی
طرف اشارہ کرین کیونکہ عمل جاہلیت کا ہے جیسا سراجیہ مین ہے اور بزازیہ کے باب الکراہتہ مین ہم یعنی اگرچہ اسکا مدد دکھلانے دوسرے شخص کے ہو
جسنے نہین دیکھا ہے اور علت بظاہر دلالت کرتی ہے کہ کراہت تنزیہی ہو قالہ الشامی

باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ

یہ باب ہے ان چیزون کے بیان مین جو روزہ کی مفسد ہین اور جو مفسد نہین ہم مفسد کی دو قسمین ہین ایک جس سے صرف قضا لازم ہو دوم جس سے
قضا اور کفارہ دونون لازم ہون اور غیر مفسد کی بھی دو قسمین ہین ایک وہ جسکا کرنا مباح ہے دوم وہ جسکا کرنا مکروہ ہے الفساد والبطلان فی العبادات
سیان فساد اور بطلان عبادات مین برابر ہین ہم اور معاملات مین فرق ہے اگر معاملہ کا اثر کچھ مترتب نہوئے تو بطلان ہے اور اگر اثر مترتب ہو پھر اگر
شرعا فسخ مطلوب ہے تو فساد ہے نہین تو صحت ہے حلبی عن البحر بیان اسکا یہ ہے کہ اگر میتہ کو بیچا تو اثر معاملہ کا یعنی ملک اثر غیر مترتب ہے تو یہ بیع باطل ہوئی
اور اگر غلام کو شرط فاسد سے بیچا اور مشتری کے حوالہ کر دیا تو مشتری اسکا مالک ہو جاتا ہے لیکن اسکا فسخ کرنا دونون کے ذمہ واجب ہے تو یہ بیع فاسد
ہوئی اور اگر غلام کو بدون شرط فاسد کے بیچا تو مشتری اسکا مالک صحیح ملک کے ساتھ ہوگا یہ بیع صحیح ہوئی قالہ الشامی اذا اکل الصائم او شرب او جامع
حال کونہ ناسیا فی الفرض والنفل قبل النیۃ او بعدہا علی الصحیح بحر عن القنیۃ اذا اکل الخ شرط ہے اسکی جزا لم یفطر آگے آویگی یعنی روزہ نہین ٹوٹتا جب
کھاوے روزہ دار یا پیوے یا جماع بھولکر کرے فرض مین یا نفل مین نیت سے پہلے یا بعد صحیح الروایت پر کذا فی البحر عن القنیۃ علی الصحیح قبل النیۃ کے ساتھ متعلق
ہے اور اسکی تصحیح تاتارخانیہ مین بھی نقل کی ہے اور اسکی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے رمضان ثابت ہونیکے انتظار مین افطار کی چیزون سے توقف کیا اور
بھولکر کچھ کھا لیا تو بعد بھی نیت روزہ کی کر سکتا ہے اور یہ مسئلہ پہلے گذر چکا بخلاف متنفل کے کیونکہ اگر وہ پہلے نیت کے کھالے تو اسکو ناسی نہین کہتے اور
ایسا ہی حکم ہے صوم قضا و کفارہ مین ہان البتہ نسیان متصور ہو سکتا ہے ادائے رمضان مین اور نذر معین مین قالہ الشامی الا ان یذکر فلم یتذکر مگر جبکہ یاد دلایا جاوے
پر نہ یاد کرے م یعنی جب بھولکر کھاوے پھر کوئی شخص اسکو روزہ یاد دلاوے اور وہ نہ یاد کرے پھر کھالے تو صوم فاسد ہو جاویگا صحیح روایت مین برخلاف
بعض کے کذا فی الظہیریۃ اسواسطے کہ خبر ایک شخص کی دیانات مین مقبول ہے پس اسپر واجب تھا کہ تامل کرتا اور ادھر التفات کرتا کذا فی البحر مین
کہتا ہون لیکن اسپر کفارہ نہین مختار ہے جیسا تاتارخانیہ مین ہے منقول نصاب سے کذا فی الشامی ویذکرہ لو قویا والا لا اور یاد دلاوے روزہ دار کو

روزہ اگر وہ قوی ہو یعنی روزے تمام کی طاقت رکھتا ہو بغیر مشقت کے دوا کر لیا ہو کہ صوم کی جہت سے مشقت نہیں تھا ایسے تو یاد دلانا بہتر ہے
اور اگر ایسا نہیں ہے تو بہتر یہی ہے کہ نہ یاد دلاوے کذا فی الفتح بحر الرائق میں کہا اگر قوی آدمی کو بھولنے کی صورت میں یاد دلانا لازم ہے تو نہ یاد دلانا گناہ ہوگا
ولیس عذرا فی حقوق العباد اور نسیان حقوق العباد میں عذر نہیں ہے یعنی اگر ودیعت کو بھول کر ضائع کر جاوے تو اسکا ضمان لازم ہوگا کیونکہ نسیان عذر
نہیں ہے کذا فی الشامی او دخل حلقه غبار او ذباب او دخان ولو ذاکرا استحسانا لعدم امکان التحرز عنه روزہ نہیں ٹوٹتا اگر حلق میں غبار آگیا
یا مکھی یا دھوان اگرچہ روزہ یاد ہو بدلیل استحسان کیونکہ اس سے بچاؤ نا ممکن ہے اور قیاس میں فاسد ہو جاتا ہے یعنی مکھی کی صورت میں کیونکہ مفطر
مین پہونچا اگرچہ غذا نہیں جیسے کنکر اور مٹی سے ٹوٹتا ہے کذا فی الہدایہ ومفاده انه لو ادخل حلقه الدخان افطر ای دخان کان ولو عودا او عنبرا لو ذاکرا
لامکان التحرز عنه فلیتنبه له کما بسطه الشرنبلالی اور مفاد اسکا یہ ہے کہ اگر بقصد دھوان حلق میں پہونچا دے تو روزہ ٹوٹ جاویگا کوئی سا دھوان ہو
اگرچہ عود یا عنبر ہو اگر روزہ یاد ہو کیونکہ اس سے احتراز ممکن ہے پس چاہیے کہ خبردار رہے اس سے چنانچہ شرنبلالی نے بسط کیا ہے یعنی کسی صورت سے
دھوان داخل کیا ہو یا اس طرح کہ اگر بخور کیا اور بقصد اسکو سونگھا روزہ کی یادگاری کی حالت میں روزہ ٹوٹ جاویگا کیونکہ اس سے بچاؤ ممکن ہے اور
اس سے اکثر لوگ غافل ہیں اور اسکو پھول یا گلاب یا مشک کے سونگھنے کے مانند سمجھنا نہ چاہیے کیونکہ فرق ہے ان میں کہ ہوا خوشبودار ناک میں جاوے اور
نہیں کہ خود دھوان اپنے فعل سے جوف میں پہونچا دے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حقہ پینے سے بھی روزہ جاتا رہتا ہے چنانچہ شرنبلالی نے شرح وہبانیہ میں
اسکی تصریح کی ہے قال الشامی او ادھن او اکتحل او احتجم وان وجد طعمه فی حلقه روزہ نہیں جاتا اگر تیل لگایا یا سرمہ لگایا یا پچھنے لگوائے اگرچہ سرمہ یا تیل کا مزہ
اپنے حلق میں پاوے ہم اور ایسا ہی اگر تھوک میں اسکا رنگ پاوے صحیح روایت پر کذا فی البحر نہر میں کہا ہے اسواسطے کہ موجود حلق میں ایک اثر ہے جو مسام کی راہ
سے داخل ہوا اور مفطر وہ ہے جو منفذ کی راہ سے داخل ہو کیونکہ جو شخص غسل کرے پانی میں پھر اسکی برودت اپنے اندر پاوے تو بالاتفاق روزہ نہیں ٹوٹتا اور امام
نے جو پانی میں داخل ہونے اور تر کپڑا اوڑھنے کو روزہ میں مکروہ کہا ہے سو وہ اس جہت سے کہ اس فعل سے عبادت کی بجا آوری میں تنگدلی معلوم ہوتی ہے
نہ یہ کہ موجب افطار کا ہے قال الشامی او قبل ولم ینزل او احتلم او انزل بنظر ولو الی فرجها مرارا او بفکر وان طال مجمع یا بوسہ لیا اور انزال نہ ہوا یا احتلام
ہوا یا انزال ہو گیا نظر سے اگرچہ عورت کی شرمگاہ کیطرف نظر مکرر ہو یا انزال ہوا فکر سے اگرچہ دراز ہو کذا فی الفتح یعنی ان صورتوں میں روزہ نہیں ٹوٹتا او بقی
بلل فی فیه بعد المضمضة وابتلعه مع الریق یا منہ میں تری باقی رہ گئی کلی کرنے کے بعد اور اسکو تھوک کے ساتھ نگل گیا ہم فتح اور ہدایہ میں اسکو مثل دخول
غبار و دخان کے کہا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علت عدم امکان احتراز ہے لیکن یوں چاہیے کہ پانی منہ سے گرانے کے بعد تھوکنا شرط نہیں کیونکہ پانی تھوڑی سی
لا رہتا ہے البتہ تھوکنے میں مبالغہ شرط نہ ہونا چاہیے قال الشامی کطعم ادویة ومص اهلیلج جیسے مزہ دواؤں کا اور چوسنا ہڑ کا یعنی دوائیں کے کوٹنے سے
انکا مزہ اگر اپنے حلق میں پاوے تو روزہ نہیں جاتا جیسا محیط میں ہے اور اہلیلج دوسرے لام کے کسرہ سے ہے قال ابو عبیدة الفرا یعنی اگر ہڑ کو چبا دے اور
تھوک حلق میں اسکا جاوے لیکن اسکے اجزا میں سے کچھ نہ جاوے تو روزہ نہیں جاتا کذا فی التاتارخانیہ وغیرہا بخلاف نحو سکر بخلاف مصری جیسی چیز کے کہ اسکے
چوسنے سے روزہ جاتا رہتا ہے او دخل الماء فی اذنه وان کان بفعله علی المختار یا داخل ہو پانی اسکے کان میں اگرچہ اسکے فعل سے ہو تو روزہ نہیں جاتا
مذہب مختار پر ہدایہ اور تبیین میں اسکو اختیار کیا ہے اور محیط میں اسکی تصحیح کی ہے اور ولوالجیہ میں کہا ہے کہ یہی مختار ہے اور خانیہ میں تفصیل کی ہے کہ اگر پانی
کان میں چلا گیا تو نہیں جاتا اور اگر خود داخل کیا تو جاتا رہتا ہے صحیح روایت پر کیونکہ جب اسکے فعل سے جوف میں پہونچا تو اسمیں صلاح بدن کا اعتبار
نہیں ہے اور یہی بزازیہ میں ہے اور فتح اور برہان میں اسی کو قوت دی ہے کذا فی الشرنبلالیہ حاصل یہ کہ اگر تیل کان میں ڈالا تو بالاتفاق روزہ
جاتا رہا اور اگر پانی کان میں چلا گیا تو بالاتفاق روزہ نہیں جاتا اور اگر بقصد پانی کان میں ڈالا تو اسمیں اختلاف ہے اور تصحیح مختلف ہے

قالہ الشامی کما لو حک اذنہ بعود ثم اخرجہ وعلیہ درن ثم ادخلہ ولو مرارا جیسا کہ روزہ نہین جاتا اگر لکڑی سے کان کھجلایا پھر اسکو نکال لیا اور اُسپر میل تھا
پھر اُسکو کان مین ڈالا اگرچہ چند بار ہو ہم اس مسئلہ کو مشبہ بہ ٹھہرایا اسواسطے کہ بزازیہ مین ہی کہ اسمین بالاجماع روزہ نہین جاتا اور ظاہر یہ ہی کہ
اجماع سے مراد اجماع اہل مذہب کا ہی ورنہ شافعیہ کے نزدیک مفسد ہی قالہ الشامی او ابتلع ما بین اسنانہ وہو دون الحمصۃ لانہ تبع لریقہ
ولو قدرہا افطر کما سیجی یا نگل گیا جو دانتون مین ہی بشرطیکہ چنے سے کم ہو تو روزہ نجاویگا کیونکہ چنے سے کم لعاب کے تابع ہی اور بحر مین کہا ہی کہ اسی چیز
قلیل ہی اُس سے احتراز غیر ممکن ہی پس بمنزلہ لعاب کے ہوا اور اگر چنے کے برابر ہی تو روزہ ٹوٹ جاویگا چنانچہ عنقریب آویگا او خرج الدم من بین
اسنانہ ودخل حلقہ یعنی ولم یصل الی جوفہ یا نکلا خون دانتون سے اور چلا گیا حلق مین یعنی جوف تک نہین پہونچا متن کے اطلاق سے ظاہر اسعلوم
ہوتا ہی کہ اگرچہ خون غالب ہو تب بھی روزہ نہین جاتا اور وجیز مین اسی کی تصحیح کی ہی جیسا کہ سراج مین ہی اور کہا ہی کہ وجہ یہ ہی کہ عادۃً اس سے احتراز
ناممکن ہی اور چونکہ یہ قول اکثر کے مخالف تھا اسلیئے شارح نے مصنف کے کلام کو حمل کیا اسپر کہ جوف مین نہ پہونچے مصنف کی اتباع سے کہ اُسنے اپنی شرح مین لکھا ہی
اما اذا وصل فان غلب الدم او تساویا فسد والا لا الا اذا وجد طعمہ بزازیہ لیکن جبکہ پہونچے جوف مین پس اگر خون غالب ہو یا خون اور تھوک دونون
برابر ہون تو روزہ فاسد ہوگا اور جو نہین تو نہین فاسد ہوگا مگر جبکہ پاوے اُسکا مزہ کذا فی البزازیہ واستحسنہ المصنف وہو ما علیہ الاکثر وسیجی اور اسکو
مصنف نے پسند کیا ہی اور یہ تفصیل جو مذکور ہوئی وہ ہی جسپر اکثر مشائخ ہین اور قریب ہی کہ آویگا یعنی مصنف کا پسند کرنا یعنی اُسکے قول الا ان یجد
الطعم فی حلقہ مین اور انتشار ضمائر کا اس جگہ مخفی نہین ہی قالہ الشامی او طعن برمح فوصل الی جوفہ وان بقی فی جوفہ یا کوچہ دیا جاوے نیزہ سے پھر
پہونچ جاوے جوف تک اگرچہ اندر باقی رہجاوے یعنی نیزہ کی نوک تو روزہ نہین جاتا ام اسکی تصحیح قاضی خان اور ایک جماعت نے کی ہی اور جامع صغیر
کی شرح مین کہا ہی کہ اگر نوک اندر باقی رہجاوے تو اُسکو کتاب مین ذکر نہین کیا اور اسمین اختلاف ہی بعضے کہتے ہین کہ روزہ ٹوٹ جاتا ہی جیسا لکڑی
دبر مین چڑھانے سے اور بعضون نے کہا ہی کہ نہین ٹوٹتا اور یہی صحیح ہی کیونکہ اسکی طرف سے کوئی فعل نہین پایا گیا اور نہ اسمین اسکے بدن کی اصلاح ہی
انتہی قالہ الشامی کما لو القی حجر فی الجائفۃ او نفذ السہم من الجانب الآخر جیسے اگر ڈالی جاوے کنکری اُس زخم مین جو جوف تک پہونچا ہوا ہی یعنے غیر
شخص نے ڈالدی ہو تو روزہ نہین جاتا کیونکہ اُسکا فعل کچھ نہین اور نہ اُسکے بدن کی اصلاح ہی بخلاف اسکے کہ جائفہ کی دوا کی ہو کہ اس سے
روزہ جاتا رہیگا یا تیر اسطرف سے دوسری طرف نکلجاوے یعنی اس سے بھی روزہ نہین جاتا ولو بقی النصل فی جوفہ فسد اور اگر پیکان اندر باقی رہگئی
تو روزہ ٹوٹ گیا ام یہ ایک ہی دونون قولون مذکورون مین کا اسواسطے کہ نیزہ کی نوک اور تیر کی بھال مین فرق نہین ہی فتح القدیر مین تصریح کی ہی
کہ خلاف دونون مین جاری ہی اور روزہ باقی رہنے کی ایک جماعت نے تصحیح کی ہی اور زیلعی نے جزم کیا ہی کہ دونون مین عدم افطار صحیح ہی اور
اس سے معلوم ہوا کہ کلام شارح مین اضطراب ہی کہ پہلے مین صحیح قول نقل کیا اور دوسرے مین اُسکا مقابل قالہ الشامی او ادخل عودا ونحوہ فی مقعدتہ
وطرفہ خارج وان غیبہ فسد یا داخل کر لیا لکڑی وغیرہ کو دبر مین اسطرح کہ ایک کنارہ اسکا باہر ہو تو روزہ نہین ٹوٹتا اور اگر سب اندر چڑھالے تو
ٹوٹ جاویگا وکذا لو ابتلع خشبۃ او خیطا ولو فیہ لقمۃ مربوطۃ الا ان ینفصل منہا شئی اور روزہ نہین جاتا اگر نگل لی لکڑی یعنی اگر حلق مین غائب ہو جاویگی
تو جاتا رہیگا نہین تو نہین یا نگل لے دھاگا اگرچہ اس مین لقمہ بندھا ہوا ہو مگر یہ کہ اُسمین سے کچھ جدا ہو جاوے یعنی پیٹ مین رہجاوے تو روزہ
جاتا رہیگا ومفادہ ان استقرار الداخل فی الجوف شرط للفساد بدائع اور حاصل اسکا یہ ہی کہ اندر داخل ہونے والی چیز کا ٹھہرنا پیٹ مین
شرط ہی فساد صوم کی کذا فی البدائع یعنے جب فقہا نے تصریح کردی کہ داخل ہونے والی چیز مین سے اگر کچھ جدا ہوگا تو روزہ جائیگا
نہین تو نہین اس سے معلوم ہوا کہ چیز کا پیٹ مین رہجانا شرط ہی کذا فی الطحطاوی او ادخل اصبعہ الیابسۃ فیہ ای دبرہ ام فرجہا

ولو عبثا فسد اور روزہ فاسد نہیں ہوتا اگر سوکھی انگلی دبر میں داخل کی یا عورت نے اپنی فرج میں اور اگر انگلی تر ہو تو فاسد ہو کلام ادخل کی ضمیر شخص صائم
کیطرف پھرتی ہے جو شامل ہے مذکر و مؤنث کو قال الشامی ولو ادخلت قطنۃ ان غابت فسد وان بقی طرفہا فی فرجہا الخارج لا اور اگر عورت
نے اپنے اندر روئی رکھی اگر غائب ہو گئی تو روزہ ٹوٹ گیا اور اگر ایک جانب فرج خارج میں نکلی ہوئی رہی تو نہیں ٹوٹا اور لو بلغ الماء الی
موضع الحقنۃ فسد وقلما یکون ولو کان فیورث داء عظیما اور اگر استنجا میں مبالغہ کیا یہاں تک کہ پانی حقنہ کی جگہ تک پہونچ گیا تو
روزہ فاسد ہو گیا اور یہ بہت کمتر ہوتا ہے اور اگر واقع ہو تو بیماری سخت کا موجب ہوتا ہے موضع حقنہ سے مراد وہ جگہ ہے جہاں
دوا اس کے وسیلہ سے امعاء میں کرتی ہے او نزع المجامع حال کونہ ناسیا عند ذکرہ وکذا عند طلوع الفجر وان امنی بعد النزع لانہ کالاحتلام
یا جماع کرتا تھا بھول کر پھر نکال لیا یاد آتے ہی یعنی اس سے روزہ نہیں جاتا ایسا ہی روزہ نہیں ٹوٹتا اگر قبل الفجر جماع کیا پھر نکال لیا
فجر ہوتے ہی اگرچہ منی نکلی ہو نکالنے کے بعد کیونکہ یہ بمنزلہ احتلام کے ہے ولو مکث حتی امنی ولم یتحرک قضی فقط وان حرک نفسہ قضی وکفر اور اگر
ٹھہرا رہا یہاں تک کہ منی خارج ہو گئی اور حرکت نہیں کی تو صرف قضا لازم ہے اور اگر اپنے نفس کو حرکت دی اور منی خارج ہوئی تو قضا اور
کفارہ دونوں لازم ہیں ام حتی امنی فساد کی شرط نہیں ہے صرف کفارہ کے حکم بیان کرنیکے لیے ذکر کیا ہے شارح نے یہاں صرف روایت وجوب کفارہ کا
ذکر کیا ہے حالانکہ فتح القدیر وغیرہ میں دونوں روایتیں ذکر کی ہیں بدون ترجیح کے اور بدائع میں ہے کہ عدم الفساد اس صورت میں کہ نکال لے
ہیں یاد آتے ہی یا طلوع فجر کے لیکن جب نہ نکالا اور اسی حالت پر باقی رہا تو اسپر قضا ہی کفارہ نہیں ظاہر الروایت میں اور روایت ہے امام ابو یوسف
سے کہ کفارہ صرف طلوع فجر میں واجب ہے نہ یاد آنیکی صورت میں اسواسطے کہ ابتداء جماع قصدا تھی اور جماع ابتداء وانتہاء ایک ہی ہے تو جماع بالقصد
سے کفارہ واجب ہوا اور وجہ ظاہر الروایت کی یہ ہے کہ کفارہ واجب ہوتا ہے روزہ کے توڑنے سے اور توڑنا ہوتا ہے بعد وجود کے اور اسکا جماع میں
مشغول رہنا وجود صوم کو منع کرتا ہے پس چونکہ توڑنا صوم کا متحقق نہوا اسلیے کفارہ بھی لازم نہ آیا انتہی پس یہ عبارت دلالت کرتی ہے کہ عدم وجوب
کفارہ یاد آنے کی صورت میں متفق علیہ ہے کیونکہ ابتداء جماع اس صورت میں عمدا نہ تھی اور جماع فعل واحد ہے پس اسوجہ سے شبہہ آگیا اور دوسری وجہ
یہ ہے کہ اسمیں شبہہ ہے خلاف امام مالک رحمہ کے یعنی انکے نزدیک بھولکر کھانے یا جماع سے بھی روزہ جاتا رہتا ہے اب اگر قصدا جماع کر لیا تو انکے نزدیک
کفارہ نہیں غرضکہ خلاف صرف طلوع فجر میں ہے نہ یاد آنے کی صورت میں اور ظاہر الروایت کی وجہ کی تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ تحریک نفس اور غیر
تحریک میں کچھ فرق نہیں ہے قال الشامی کما لو نزع ثم اولج حیث یکفر جیسا کفارہ واجب ہے اگر نکال لیا پھر داخل کیا ام یعنی دونوں مسئلوں میں کیونکہ خلاصہ
میں ہے اگر یاد آنے پر نکال لیا پھر عود کیا تو کفارہ واجب ہے اور ایسا ہی مسئلہ صبح کا الخ لیکن مسئلہ مذکورہ میں چاہیے کہ کفارہ نہو جیسا معلوم
ہو چکا کہ اسمیں شبہہ خلاف امام مالک کا ہے اور شاید یہ دوسرے قول پر مبنی ہو جسمیں اعتبار اسکا نہیں ہے او رمی اللقمۃ من فیہ عند ذکرہ
او طلوع الفجر ولو ابتلعہا ان قبل اخراجہا کفر وبعدہ لا یا پھینک دیا لقمہ اپنے منہ میں سے روزہ یاد آتے ہی یا فجر ہوتے ہی روزہ نہیں
جاتا اور اگر نگل لیا اس طرح کہ منہ میں سے نہیں نکالا اور نگل گیا تو کفارہ لازم ہے اور اگر منہ سے نکال کر نگلے ہوئے کو کھا لیا تو
کفارہ لازم نہیں ہے کیونکہ طبیعت اس سے نفرت کرتی ہے اور یہی اصح ہے جیسا شرح وہبانیہ میں محیط سے منقول ہے قال الشامی او جامع
فیما دون الفرج ولم ینزل یعنی فی غیر السبیلین کسرۃ وفخذ یا جماع کیا غیر فرج میں یعنی قبل اور دبر کے سوا یعنی دوسری جگہ میں مثل
ناف اور ران کے اور انزال نہوا تو روزہ نہ جائیگا ام یہاں مراد فرج سے قبل اور دبر دونوں ہیں اسواسطے کہ فرج اگرچہ دبر کو
شامل نہیں لغۃ لیکن باعتبار حکم کے شامل ہے کیونکہ مغرب میں کہا ہے کہ فرج آگے کا عضو مخصوص مرد اور عورت کا ہے باتفاق اہل لغت کے

پھر کہا ہے کہ قبل اور دبر دونوں فرج میں حکم میں قال الشامی وکذا الاستمناء بالکف وان کرہ تحریما لحدیث ناکح الید ملعون اور ایسا ہی منی نکالنا
ہاتھ سے غیر مفسد ہے اگرچہ مکروہ تحریمی ہے بموجب حدیث ناکح الید ملعون کے ہم یہ حکم اُس صورت میں ہے کہ انزال نہو لیکن اگر انزال ہو تو قضا
لازم ہوگی جیسا مفطرات میں تصریح آویگی اور یہی مختار ہے مگر شارح کے کلام سے متبادر انزال ہی ہے بقرینہ ما بعد کے پس یہ معنی ہے غیر مختار ہے قال
الشامی ولو خاف الزنی یرجی ان لا وبال علیہ اور اگر زنا کے خوف سے منی ہاتھ سے نکالی ہو تو توقع ہے خدا سے کہ اس فعل کا اسپر کچھ وبال نہو ہم
سراج میں ہے کہ اگر اس فعل سے ارادہ تسکین شہوت مفرطہ کا ہے جو دل کو احاطہ کر رہی ہے اور یہ شخص بے نکاح ہے نہ بی بی ہے نہ باندی ہے یا ہیں لیکن
اُس تک پہونچنے کی قدرت نہیں تو ابو اللیث نے کہا ہے کہ میں توقع رکھتا ہوں کہ اُسپر وبال نہو لیکن جس صورت میں کہ مزہ لینے کے لیے کریگا تو
گنہگار ہوگا کذا فی الشامی او ادخل ذکرہ فی بہیمۃ او میتۃ من غیر انزال یا اپنا عضو مخصوص کسی چوپایہ میں داخل کیا یا انسان مردہ میں بغیر
انزال کے یعنی اس سے صوم نہیں جاتا اگر انزال ہوگا تو قضا لازم ہوگی او مس فرج بہیمۃ او قبلہا فانزل یا کسی جانور کی پیشابگاہ کو ہاتھ لگایا
یا اسکا منہ چوم لیا پھر انزال ہوا ہم یعنی باوجود انزال کے اس صورت میں روزہ نہیں جاتا تو بغیر انزال بطریق اولی نجاویگا اور بحر اور
زیلعی وغیرہ میں اجماع نقل کیا ہے کہ روزہ نہیں جاتا اس صورت میں اگرچہ انزال بھی ہو جاوے قالہ الشامی او اقطر فی احلیلہ ماء او دہنا
وان وصل الی المثانۃ علی المذہب یا ٹپکایا اپنے عضو کے سوراخ میں پانی یا تیل اگرچہ مثانہ تک پہونچ جاوے صحیح مذہب پر ہم یعنی اس سے بھی
روزہ نہیں جاتا یہ قول ہے ابو حنیفہ رح کا اور محمد رح بھی اُنکے ساتھ ہیں اظہر روایت کے موافق اور ابو یوسف رح کہتے ہیں کہ روزہ جاتا رہتا ہے اور
اختلاف مبنی ہے اس بات پر کہ مثانہ اور جوف میں منفذ ہے یا نہیں اور ظاہر یہ ہے کہ اسمیں منفذ نہیں اور پیشاب اسمیں براہ مسامات مثل
عرق کے جمع ہوتا ہے اطبا ایسا ہی بیان کرتے ہیں زیلعی اس سے معلوم ہوا کہ پانی یا تیل اگر ذکر کی نلی میں رہجاوے تو بالاتفاق روزہ فاسد نہوگا
قالہ الشامی واما فی قبلہا فمفسد اجماعا لانہ کالحقنۃ لیکن پانی یا تیل عورت کی شرمگاہ میں ڈالنا روزہ کا مفسد ہے بالاجماع کیونکہ وہ مانند حقنہ کے ہے
او اصبح جنبا وان بقی کل الیوم او اغتاب من الغیبۃ یا حالت جنابت میں صبح ہو گئی اگرچہ تمام روز جنب میں رہا یا غیبت کی تب بھی روزہ نہیں جاتا
او دخل انفہ مخاط فاستشمہ فدخل حلقہ وان نزل الراس الفہ یا داخل ہوا اُسکی ناک میں یعنی مغز سے اُتر آیا رینٹ پھر اوپر کو کھینچ لیا پس
حلق میں چلا گیا اگرچہ ناک کی پھننگ تک آجاوے ہم یعنی ان سب سے روزہ فاسد نہیں ہوتا کما لو ترطب شفتاہ بالبزاق عند الکلام ونحوہ فابتلعہ
او سال ریقہ الی ذقنہ کالخیط ولم ینقطع فاستشفہ جیسا اگر تر ہو جاویں ہونٹ تھوک سے بات کرنے وغیرہ میں پھر اُسکو نگل جاوے یا پہونچ
جاوے لعاب اُسکا تھوڑی تک مثل دھاگے کے اور تار نہ ٹوٹے پھر اُسکو سانس سے چڑھا لیوے ہم بعض نسخ میں فاستنشقہ ہے
استنشاق سے اور وہ مناسب نہیں کیونکہ استنشاق ناک سے ہوتا ہے ولو عمدا خلافا للشافعی فی الثانی لقدرتہ علی مج النخامۃ فینبغی الاحتیاط اگرچہ اوپر
چڑھا لینا یا کھینچ لینا رینٹ اور تھوک کا بالقصد ہو یعنی اُنسے روزہ نہیں جاتا برخلاف امام شافعی رح کے اسمیں جو قدرت رکھتا ہے کھنکار کے پھینک دینے
پر یعنی باوجود قدرت کے اگر نگل جاویگا تو اُنکے نزدیک روزہ فاسد ہو جاویگا پس احتیاط چاہیے ہم کیونکہ اختلاف کی رعایت مندوب ہے اور
یہ فائدہ ابن شحنہ نے بیان کیا ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر بلغم نگل جاوے بعد اسکے کہ کھنکار نے کے باعث حلق سے منہ میں
آ گیا ہے تو ہمارے نزدیک روزہ فاسد نہیں ہوتا قالہ الشامی او ذاق شیئا بفمہ وان کرہ یا چکھی کوئی چیز منہ سے اگرچہ چکھنا مکروہ ہے
لم یفطر جواب الشرط نہیں ٹوٹتا روزہ ان صورتوں مذکورہ میں شارح نے کہا کہ لم یفطر جواب ہے شرط کا جو شروع باب میں
مذکور ہے یعنی اذا اکل الخ وکذا لو فتل الخیط ببزاقہ مرارا ان بقی فیہ عقدۃ البزاق اور یہی حکم ہے اگر دھاگا بانٹا تھوک میں

لہ [illegible] ۱۲

او ٹوٹ جاتا ہے اور اگر چہ یقین ہو تھوک ستی ہو اور کسی قوم میں جب تک وہ بالشت بھر دراز ہو کر ۔ در منھ کے بیچ میں لٹکا رہے پھر اسکو نگل جائے پیچھے یاد کرے
اگر چہ لعاب تھوک کی تحقیق ناک سے ہی کیا جاوے تو روزہ نہ جاویگا اور نہ وضو کی نظم میں ہو کہ روزہ جاتا رہتا ہو کذا فی الفتح والقنیہ وفی الشامی الا
ان لیوں لعاب خارج ہو کر منقطع ہو فی ما یقد و اتصل فلو اگر کھڑا ہو [illegible] تھوک میں اسکو نگل جاوے اور روزہ [illegible]
تو اس صورت میں روزہ ٹوٹ جاویگا ونظمہ ابن الشحنہ فقال لکن بل خیطا بالریق فادخلہ فمہ [illegible] اسکو ابن الشحنہ
نے نظم کیا ہے اور کہا کہ بار بار تاگا بھگونے والا تھوک میں بانٹتے ہوے نہیں نقصان اٹھاتا ہے تاگا منھ میں داخل کرنے سے یعنی صوم فاسد
نہیں ہوتا مگر [illegible] ہے اور بالریق متعلق بل کے اور بادخالہ متعلق خبر کے ہے وعن بعضہم ان بلع الریق بعد ادخالہ [illegible] لونہ فیہ
[illegible] اور بعض مشائخ سے مروی ہے کہ اگر تھوک نگل جاوے بعد تکرار ادخال کے تو روزہ کو نقصان کرتا ہے جیسا تاگا کہ اسکی رنگت تھوک میں
ظاہر ہو جیسا [illegible] رنگ کا روزہ توڑتا ہے اور اسمیں خلاف نہیں ہے اور توڑنے کی ضمیر صبغ کی طرف پھرتی ہے اور فیہ کی ضمیر ریق کی طرف اور
فیہ متعلق ہے [illegible] کذا فی الطحطاوی وان افطر خطاء کان تمضمض فسبقہ الماء او شرب نائما او تسحر او جامع علی ظن عدم الفجر اور اگر افطار کیا خطا
سے جیسے کلی کی اور منھ میں پانی چلا گیا یا پی لیا سوتے میں یا سحر کھائی یا جماع کیا اس گمان پر کہ صبح نہیں ہوئی ثم ان افطر شرط ہے اسکی جزا
آگے مذکور ہوگی یعنی قضا فقط اور یہاں سے شروع ہے قسم ثانی کا یعنی جس سے قضا لازم آوے نہ کفارہ اور خطا سے افطار کرنے کے یہ معنی
کہ ایسا فعل مقصود کرے جس سے روزہ ٹوٹ جاوے لیکن قصد روزہ توڑنے کا نہو کذا فی النہر عن الفتح حاصل یہ کہ اگر کلی کرتے ہوے پانی حلق میں
چلا گیا پس اگر روزہ یاد ہے تو ٹوٹ جاتا ہے نہیں تو نہیں جاتا اور سوتے کو مخطی ٹھہراتے ہیں یہ کلام ہے کہ نائم کا فعل قصدا نہیں ان نہر میں البتہ تصریح کی ہے کہ
مکرہ اور نائم مخطی ہے مانند بھولنے والے کے حکم میں نہیں کیونکہ نائم اور مجنون کا ذبیحہ حلال نہیں اور بسم اللہ بھولنے والے کا ذبیحہ حلال ہے کذا فی البحر
عن الخانیہ زیلعی نے کہا کہ اسکے معنی یہ ہیں کہ نسیان عذر سمجھا گیا بسم اللہ کرنے میں بخلاف نوم اور جنون کے سوا اسی طرح مفطرات میں نسیان عذر ہے
کیونکہ اکثر واقع ہوتا ہے اور ذبح کرنا اور مفطرات کا استعمال کرنا حال نوم میں یا جنون میں نادر الوقوع ہے اسلیے نسیان کے ساتھ ملحق ہوا قالہ الشامی او جبر
مکرہا یا اسکے حلق میں کوئی چیز ڈالی جاوے بزور حلق میں ڈالنا شرط نہیں ہے بلکہ اگر کھا لیا یا پی لیا زبردستی سے تب بھی روزہ فاسد ہو جاویگا پس لفظ اوجبر
اگر ساقط کیا جاوے تو بہتر ہے تاکہ شامل ہو صور مذکورہ کو اور شامل ہو اس اکراہ کو کہ جماع پر کیا گیا ہو قالہ الشامی او نائما یا حلق میں ڈالی جاوے کوئی چیز
سونے کی حالت میں یعنی تب بھی قضا لازم ہوگی واما حدیث رفع الخطاء فالمراد رفع الاثم اور وہ حدیث جسمیں خطا کے رفع کا ذکر ہے پس اس سے مراد
رفع گناہ کا ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے رفع عن امتی الخطاء والنسیان وما استکرہوا علیہ امام شافعی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ
مخطی اور مکرہ کا روزہ قائم رہتا ہے کیونکہ دونوں مانند بھولنے والے کے مرفوع القلم ہیں اسکے جواب کی تقریر یہ ہے کہ حکم بیان سے تصحیح کلام کے یہ مقدر ہے
تو اقتضاء ثابت ہے اور مقتضی کے لیے عموم نہیں ہوتا یعنی جب رفع اثم مراد ہوا کہ حکم آخروی ہے تو دوسرے معنوں کا ارادہ یعنے حکم دنیاوی کا
کہ فساد صوم ہے درست نہیں اور بھولنے والے کا روزہ جو سلامت رہتا ہے تو وہ دوسری حدیث کی جہت سے ہے کہ آپ نے فرمایا جو شخص
بھول جاوے اور روزہ سے ہو پھر کھالے یا پیوے تو چاہیے کہ وہ اپنا روزہ پورا کرے کیونکہ اللہ تعالے نے اسکو کھلا پلادیا اور یہ قیاس
انہیں پر نہیں چاہتا تھا کہ روزہ فاسد ہوتا اور اسکی بحث مطولات اور اصول میں ہے وفی التحریر المواخذۃ بالخطاء جائزۃ عندنا خلافا للمعتزلہ اور
تحریر میں ہے کہ خطا پر مواخذہ ہمارے نزدیک جائز ہے یعنی عقلا کما فی شرح التحریر برخلاف معتزلہ کے او اکل او جامع ناسیا
او احتلم او انزل بنظر او ذرعہ القی فظن انہ افطر فاکل عمدا للشبہۃ یا کھایا یا جماع کیا بھولکر یا احتلام ہو گیا یا انزال ہو گیا نظر

یا قے آگئی اور ان صور مذکورہ مین اُسنے گمان کیا کہ روزہ ٹوٹ گیا پھر جانکر کھا لیا یا جماع کیا تو قضا لازم ہوگی نہ کفارہ شبہہ کی جہت سے
ہم یعنی کفارہ اس جہت سے لازم نہین ہوا کہ گمان اشتباہ کی صورت مین ہوا اسلیے کہ کھانا پینا جماع کرنا سہو سے مشابہ ہے کھانے پینے
جماع کرنے قصدی کے تو جیسے قصدی جماع سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اُسنے جماع سہو کو اُسی پر گمان کرلیا اور شبہہ اختلاف علما کا بھی ہے کیونکہ امام مالک
کہتے ہین کہ روزہ جاتا رہتا ہے بھولکر کھانے سے اور قے آنا مشابہ ہے قصداً قے کرنے کو اور ایسا ہی ہے احتلام کیونکہ آخر خروج منی کا ہے شہوت سے پس
قضا شہوت عمداً کے مشابہ ہے اور اگر وہ جانتا ہے کہ ان امور سے روزہ نہین گیا پھر کھا لیا تو بیشک کفارہ بھی لازم آویگا کیونکہ نہ شبہہ خلاف کا ہے نہ اشتباہ
کا کذا فی الشامی ولو علم عدم فطرہ لزمہ الکفارۃ الا فی مسألۃ المتن فلا کفارۃ مطلقا علی المذہب لشبہۃ خلاف مالک خلافا لہما کما فی المجمع وشروحہ فقید الظن انما
ہو لبیان الاتفاق اور اگر جانتا ہے کہ روزہ نہین ٹوٹا تو اُسکو کفارہ لازم ہے مگر متن کے مسئلہ مین یعنی جب بھولکر کھاوے یا جماع کرے پھر جانے
کہ روزہ ٹوٹ گیا پھر کھالے قصداً کیونکہ اسمین کفارہ نہین ہر صورت مین صحیح مذہب پر یعنی افطار کا علم ہویا نہو بخلاف قول صاحبین کے کہ اُنکے نزدیک متن
کے مسئلہ مین بھی کفارہ لازم ہے جب جانتا ہے کہ روزہ نہین ٹوٹا جیسا مجمع اور اسکی شروح مین ہے پس ظن کی قید واسطے بیان مسئلہ متفق علیہ کے ہے نہ واسطے
احتراز مسئلہ علم کے او احتقن او استعط فی انفہ شیأ او اقطر فی اذنہ دہنا یا حقنہ کرایا یا ناک کی راہ کوئی چیز چڑھالی یا ٹپکایا کان مین تیل او داوی
جائفۃ او آمۃ فوصل الدواء حقیقۃ الی جوفہ ودماغہ جائفہ اُس زخم کو کہتے ہین جو جوف تک پہونچے یا پار ہوجاوے اور آمہ اُس زخم کو کہتے ہین جو
ام الدماغ یعنی دماغ کی جھلی تک پہونچ جاوے ہڈی توڑ کر یعنی یا دوا کی جائفہ کی یا آمہ کی پھر پہونچی دوا حقیقت مین جوف تک جائفہ مین اور
دماغ تک آمہ مین ہم بحر مین کہا ہے کہ تحقیق یہ ہے کہ درمیان جوف راس اور جوف معدہ کے منفذ اصلی ہے پس جو چیز سر مین پہونچی ہو وہ پیٹ تک پہونچ جاتی ہے اور
حقیقت مین دوا پہونچنے سے اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ جو ظاہر الروایت مین واقع ہوا ہے کہ فساد دواے تر کے ساتھ مقید ہے یہ عادت پر مبنی ہے کہ دواے تر
پہونچ جاتی ہے نہ خشک ورنہ فی الحقیقت وصول معتبر ہے یہانتک کہ اگر جانے کہ خشک دوا پہونچ گئی تو فاسد ہوگا یا جانے کہ دواے تر نہین پہونچی تو فاسد
نہوگا اور خلاف اس صورت مین ہے کہ معلوم نہو یقیناً تو تر کی صورت مین فاسد ہوگا امام کے نزدیک نظراً للعادۃ اور صاحبین کے نزدیک نہین کذا افادہ فی الفتح
قالہ الشامی او ابتلع حصاۃ ونحوہا مما لا یاکلہ الانسان او یعافہ او یستقذرہ یا کنکری وغیرہ نگل گیا یعنی ایسی چیز جسکو انسان نہین کھاتا ہے یا مکروہ جانتا ہے
یا نفرت کرتا ہے ہم کنکر وغیرہ کے کھالینے مین قضا واجب ہے کیونکہ صورۃ افطار موجود ہے اور کفارہ لازم نہین آتا کیونکہ معنی افطار نہین پایا گیا یعنی جوف مین پہونچنا
ایسی چیز کا جسمین نفع بدن کا ہو غذا ہو یا دوا اسلیے کفارہ منتفی ہوا قالہ الشامی عن النہر ونظمہ ابن الشحنۃ فقال ؎ ومستقذر مع غیر ماکول مثلنا ٭ ففی اکلہ
التکفیر لیس ینیجر ٭ اور اسکو ابن شحنہ نے نظم کیا ہے اور کہا جو شے کہ طبیعت اس سے نفرت کرتی ہے اور غیر ماکول ہے نوع انسانی کا تو اُسکے کھانے مین کفارہ
نہو اور جستر ک ہے اولم ینو فی رمضان کلہ صوما ولا فطرا مع الامساک لشبہۃ خلاف زفر یا نیت نہ کی تمام رمضان مین نہ روزہ کی نہ افطار کی باوجود امساک
کے کیونکہ اسمین خلاف زفر کا ہے ہم یعنی صرف قضا لازم ہے کفارہ اسواسطے نہین کہ امام زفر کا اختلاف ہے کہ اُنکے نزدیک وہ صائم ہے کیونکہ اُنکے نزدیک
صحت واقامت وامساک چاہیے گو نیت نہو اور تعلیل مین اولی یہ ہے کہ بیان کیا جاوے کہ عدم نیت کی جہت سے صوم ہی متحقق نہوا جسکے توڑنے سے
کفارہ لازم آتا اور تمسک شبہہ کے ساتھ تو اصل کے تحقق کے بعد ہوتا ہے جیسا مسئلہ آیندہ مین ہے قالہ الشامی او اصبح غیر ناو للصوم فاکل عمدا ولو بعد النیۃ
قبل الزوال لشبہۃ خلاف الشافعی یا صبح کی اس حال مین کہ نیت صوم کی نہین کی پھر جانکر کھا لیا اگرچہ زوال سے پہلے نیت کرنیکے بعد کھایا ہو تو قضا لازم ہے
نہ کفارہ بسبب شبہہ خلاف شافعی کے ہم کیونکہ صوم اُنکے نزدیک نہین صحیح دن کی نیت سے جیسا مطلق نیت سے بھی نہین صحیح ہے تو اُنکے نزدیک روزہ ہی نہین
جسکے توڑنے سے کفارہ لازم آوے قالہ الحلبی ومفادہ ان الصوم مطلق النیۃ کذلک اور اس سے یہ مستفاد ہوا کہ روزہ کا حکم مطلق نیت کے ساتھ بھی یہی ہے

ثانی مین اصل بقاء روزہ ہے پس انمین ایک روایت پر کفارہ واجب ہوا قالہ الشامی ولو لم یتبین الحال لم یقض فی ظاہر الروایۃ اور اگر حال منکشف نہو تو قضا
لازم نہین ظاہر الروایت مین ہم یعنی جس صورت مین کہ بقاے شب کا گمان ہو یا شک ہو یا سحر کھاوے اور یقین صبح ہونے کا نہو تو قضا بھی لازم نہین کیونکہ
اصل یہ ہے کہ شب باقی ہے پس خروج شک سے ثابت نہوگا کذا فی البحر والمسألۃ تتفرع علی ستۃ وثلثین محلہا المطولات اور مسئلہ نکل سکتا ہے ۳۶ طور پر
اسکے ذکر کی جگہ بڑی کتابین ہین ہم کہتے ہین مذکور ہے کہ صورتین مذکورہ اسطرح نکلتی ہین کہ یہان دو چیزین ہین ایک مباح کرنے والی افطار کی چیزون کی یعنی
رات کا ہونا دوسرا حرام کرنیوالی یعنی دن کا ہونا تو ان دونون مین سے ہر ایک مین یا گمان غالب ہے یا صرف گمان ہے یا شک ہے تو یہ چھ ہوئین پھر
انمین سے ہر ایک کی تین قسمین ہین یا یہ کہ جو کچھ اُسنے سمجھا وہی صحیح نکلا یا غلط یا کچھ حال صحت و غلطی منکشف نہوا اور ان اٹھارہ قسمون مین سے ہر ایک
یا ابتداے صوم مین یعنی سحر کے وقت ہے یا انتہاے صوم مین یعنی افطار کے وقت سو یہ ۳۶ ہوئین اور اسمین نظر ہے کیونکہ تقسیم اول مین فرق کیا ہے
ظن مین اور غلبۂ ظن مین اور اسمین کچھ فائدہ نہین کیونکہ یہ دونون احکام مین متحد ہین اگرچہ مفہوم مختلف ہون اسواسطے کہ ایک جانب کے راجح ہونے کو
ظن کہتے ہین پس اگر وہ ترجیح زیادہ ہو کہ قریب یقین کے ہووے تو اسکو غلبۂ ظن اور اکبر راے بولتے ہین اسی جہت سے بحر مین ۲۴ قسمین کی ہین پھر نہر اور
بحر دونون پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ شک کو دوبارہ شمار کرنیکی کوئی وجہ نہین ہے کہ مباح کرنیوالی چیز مین بھی لیا جاے اور حرام کرنیوالی مین بھی کیونکہ جب
ایک مین شک ہوا تو دوسری مین شک یقینا ہوگا اسی جہت سے کہ شک مین دونون طرفین برابر ہوتی ہین بخلاف ظن کے پس تقسیم صحیح اس طرح
کرنی چاہیے کہ یا وجود مبیح کا ظن ہو یا وجود محرم کا ظن ہو یا شک ہوا اور ہر ایک انمین سے یا ابتداے صوم مین ہو یا انتہا مین اور یہ چھون صورتین یا یہ کہ
منکشف ہو جاوے وجود مبیح کا یا وجود محرم کا یا نہ منکشف ہو پس یہ اٹھارہ ہوے تو ابتداے صوم مین اور نو انتہا مین اسیواسطے زیلعی نے سواے اٹھارہ
کے اور نہین ذکر کین اور انہین کے احکام بیان کیے یعنی اگر سحر کھائی رات کے گمان سے پس اگر رات ظاہر ہوئی یا کچھ ظاہر نہوا تو اُسکے ذمہ کچھ لازم نہین اور
اگر معلوم ہوا کہ فجر طلوع ہو گئی تو اُسپر صرف قضا ہے اور یہی حال ہے جب رات مین شک ہوا اور اگر سحر کھائی طلوع فجر کے گمان پر پس اگر واضح ہوا کہ فجر ہو گئی تب
اُسکے ذمہ صرف قضا ہی ہے اور اگر کچھ منکشف نہوا تو اُسکے ذمہ کچھ نہین ظاہر الروایت مین اور کہا گیا ہے کہ قضا کرے احتیاطا اور اگر واضح ہوا کہ ابھی رات ہے تو اُسکے
ذمہ کچھ نہین پس یہ نو صورتین ابتداے صوم مین ہوئین اور اگر گمان کیا کہ سورج غروب ہو گیا پس اگر عدم غروب واضح ہوا تو اُسپر صرف قضا ہے اور اگر
غروب واضح ہوا یا کچھ واضح نہوا تو اُسکے ذمہ کچھ لازم نہین اور اگر غروب مین شک ہوا پس اگر کچھ واضح نہوا تو اُسپر قضا ہے اور لزوم کفارہ مین دو
روایتین ہین اور اگر موجود ہونا شمس کا پایا گیا تو اسپر قضا اور کفارہ دونون لازم ہین اور اگر ظاہر ہوا کہ آفتاب غروب ہو گیا تو کچھ لازم نہین اور
اگر گمان کیا عدم غروب کا پھر ظاہر ہوا عدم غروب یا کچھ ظاہر نہوا تو اُسپر قضا اور کفارہ دونون ہین اور اگر غروب منکشف ہوا تو کچھ لازم نہین
اور یہ نو انتہا مین ہوئین حاصل یہ ہے کہ اٹھارہ مین سے دس صورتون مین کچھ لازم نہین ہے یعنی نہ قضا لازم ہے نہ کفارہ اور چار صورتون مین
صرف قضا لازم ہے اور چار صورتون مین قضا اور کفارہ دونون لازم ہین کذا فی الشامی عن الحلبی قضی فی الصور کلہا فقط تمام صور
مذکورہ مین صرف قضا کرے کفارہ لازم نہین ہم صور کلہا سے مراد وہ ہین جو مذکور ہوئین وان افطر خطاء الخ نہ تفریع کی صورتین جو ہمنے
بیان کین کذا فی الشامی کما لو شہدا علی الغروب وآخران علی عدمہ فافطر فظہر عدمہ اسی طرح صرف قضا لازم ہے اگر شہادت دی
دو شاہدون نے غروب پر اور دو نے عدم غروب پر پھر افطار کیا پھر ظاہر ہوا عدم غروب ہم کفارہ اسلیے لازم نہ آیا کہ اُسنے شہادت
غروب پر اعتماد کیا کذا فی الطحطاوی ولو کان ذلک فی طلوع الفجر قضی وکفر لان شہادۃ النفی لا تعارض شہادۃ الاثبات اور اگر
یہ اختلاف شہود کا طلوع فجر مین ہو تو قضا اور کفارہ دونون لازم ہین کیونکہ شہادت نفی کی نہین معارضہ کر سکتی شہادت

اثبات [illegible] ثبات ہو اسطے [illegible] کے لیے توقیت کی شہادت مقبول ہوتی [illegible] کذا فی البحر [illegible]
[illegible] فان [illegible]
[illegible] شخص [illegible]
[illegible] واجب ہو [illegible] حکم [illegible]
[illegible] کذا فی [illegible] والاخیران میسکان بقیۃ یومہما وجوبا فی الاصح اور دونون پچھلے یعنی جب سحر کھالی یا افطار کیا
رات جانکر امساک کرین باقی روز برائے وجوب تعظیم روایت ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ امساک مستحب ہے کذا فی الفتح اور مناسب ہے کہ حائض اور
نفسا اور مریض اور مسافر پر امساک واجب نہین اور اسپر کہ جو بلا عذر افطار کرے یا عمداً یا یوم الشک مین چونکہ ظاہر ہوا کہ رمضان کا دن ہے اسپر امساک
بقیۂ یوم واجب ہے ذکر کردہ تعیین خاص اور اخیرین کی تخصیص کی وجہ معلوم نہین ہوتی جیسا شارح بھی اسکی طرف اشارہ کر چکا ان لفظ قبیح وترک الحتم
شرعاً واجب ہے اسواسطے کہ افطار رمضان مین قبیح ہے اور قبیح کا ترک شرعاً واجب ہے مفطر سے مراد مفطر کے طور پر کھانا پینا ہے کیونکہ صوم تو پہلے ہی فاسد
ہو چکا قال الشامی کمسافر اقام وحائض ونفساء طہرتا ومجنون افاق ومریض صح جیسا امساک واجب ہے مسافر پر کہ مقیم ہو گیا اور حائضہ
اور نفسا پر کہ پاک ہوتی ہون اور مجنون کہ ہوش مین آیا اور مریض جو اچھا ہو گیا اور مسافر مقیم ہوا یعنے دوپہر کے بعد یا دوپہر سے پہلے کھانا کھانے
کے بعد اور اگر دوپہر اور کھانے سے پیشتر مقیم ہوگا تو روزہ لازم ہوگا اگرچہ نیت افطار کی کر چکا ہو جیسا اگلی فصل مین آویگا اور ان مسائل مین
قاعدہ یہ ہے کہ جو شخص آخر روز ایسی حالت پر ہوجاوے کہ اگر اُس حالت پر اول روز ہوتا تو روزہ لازم ہوتا پس اُسکے ذمہ امساک لازم ہے کذا فی
الخلاصہ والنہایۃ والعنایۃ اور چونکہ یہ قاعدہ جمیع افراد کو جامع نہین ہے کیونکہ اسمین سے خارج ہے وہ شخص جو یوم الشک مین صبح کو مفطر ہوا اور وہ
جو رات کے گمان سے سحر کھالے یا افطار کرے غروب کے گمان سے اسی واسطے قاعدہ مذکورہ کے بعد بدائع مین یہ کہا ہے اور اسی طرح حال ہے
اُس شخص کا کہ اُسپر روزہ واجب ہوا ہو سبب کے موجود ہونے اور اہلیت کے متحقق ہونے سے مگر اُسکا پورا کرنا متعذر ہو گیا ہو جیسے جانکر افطار کرڈالے
یا یوم الشک مین مفطر ہو پھر ظاہر ہوا کہ یہ روز رمضان کا ہے یا سحر کھالی اس خیال سے کہ ابھی صبح نہین ہوتی پھر معلوم ہو گیا کہ صبح ہو گئی ان صورتون مین
بھی امساک واجب ہے صائمین کی مشابہت سے انتہی پس بدائع مین وجوب امساک کے دو قاعدے رکھے قال الشامی اور حائض جو پاک ہوتی یعنی بعد فجر کے
یا فجر کے ساتھ کذا فی الفتح اور مجنون ہوش مین آیا یعنی کھانے کے بعد یا جب نیت کا وقت جاتا رہا ورنہ وہ تو جب نیت کریگا اُسکا روزہ صحیح ہوگا اور ظاہر یہ ہے
کہ امساک اُسپر بھی واجب ہے جیسا مسافر پر قال الشامی ومفطر ولو مکرہا او خطاء اور جیسے امساک واجب ہے افطار کرنے والے پر اگرچہ کسی کے
دباؤ سے افطار کیا ہو یا خطا سے مصنف نے مفطر کے لفظ سے تعبیر کیا تاکہ معلوم ہو کہ مفطر سب برابر ہین کسی مین کچھ فرق نہین اسمین اشارہ ہے کہ مصنف کے
قول یعنی والاخیران میسکان الخ کی کوئی وجہ نہین وصبی بلغ وکافر اسلم اور جیسے امساک واجب ہے لڑکے پر کہ بالغ ہوا یا کافر پر کہ مسلمان
ہوا وکلہم یقضون ما فاتہم الا الاخرین اور یہ سب جو مذکور ہوے قضا کرین جو اُنسے فوت ہوا یعنی اُس روز کا روزہ مگر دونون پچھلے
یعنے لڑکا جو بالغ ہوا یا کافر جو مسلمان ہوا وہ اُس روز کے روزہ کی قضا نہ کرین وان افطرا لعدم اہلیتہما فی الجزء الاول من الیوم گو وہ دونون
پچھلے افطار کرلین کیونکہ یہ دونون اُس روز کے اول جزء مین روزہ کے اہل نہ تھے یعنی اہل وجوب ہی کے اہل نہین بخلاف حائض ومسافر و
مریض کے کہ اُنکے اوپر روزہ واجب ہوتا ہے لیکن وجوب ادا اُنسے ساقط ہے اسلیے قضا واجب ہوتی ہے وہو السبب فی الصوم اور وہی جزء اول سبب ہے صوم
مین حکم سبب ہے ہر روز کے روزہ کی اور یہ خلاف ہے اُسکے جو سرخسی نے اختیار کیا ہے اور مصنف نے بھی اس کتاب کے اول مین بیان کیا ہے کہ ماہ رمضان

سکے دن یا رات کے ایک جز کا سبب روزہ کا ہی لکن لو نوی قبل الزوال کان نفلا فیقضی بالافساد کما فی الشرنبلالیہ عن الخانیہ لیکن اگر وہ دونون پچھلے روزہ
کی نیت کرین زوال سے پہلے تو روزہ نفل ہوگا توڑنے سے اُسکے قضا لازم آویگی کذا فی الشرنبلالیہ عن الخانیہ م یہ استدراک ہی اُس سے جو اسماک
سے مفہوم ہوا کہ دونون کا روزہ صحیح نہین ہوا سو بیان کردیا کہ فرض صحیح نہین ہوا ظاہر الروایت مین برخلاف امام ابو یوسف رح کے اور نفل صحیح ہی اگر نیت
کرلین زوال سے پہلے یہانتک کہ اگر اُسکو توڑ دینگے تو قضا واجب ہوگی قالہ الشامی ولو نوی المسافر او المجنون او المریض قبل الزوال صح عن الفرض اور
اگر نیت کرلی مسافر یا مجنون یا مریض نے زوال سے پہلے تو درست ہی بجاے فرض کے م زوال سے مراد نصف النہار شرعی ہی اور یہ لفظ اسی طرح بہتر
ہی کتب مین متعدد جگہ واقع ہی تسامحا یا بنا بر قول ضعیف قالہ الشامی ولو نوی الحائض او النفساء لم یصح اصلا للمنافی اول الوقت وہو لا یتجزی اور اگر
حائض نے یا نفساء نے نیت کرلی تو صحیح نہین ہی بالکل یعنی نہ فرض نہ نفل کیونکہ اول وقت مین منافی صوم کا موجود ہی اور صوم عبادت واحد ہی متجزی
نہین ہوتا یعنی جب مفسد ایک جز مین پایا گیا تو اُسنے باقی کو بھی فاسد کردیا کذا فی الطحاوی ویومر الصبی بالصوم اذا اطاقہ ویضرب علیہ ابن عشر
کالصلوۃ فی الاصح اور لڑکے کو روزے کا حکم کرین جب اُسکی طاقت رکھتا ہو اور مارین روزہ رکھنے پر دس برس کی عمر مین مثل صلوۃ کے صحیح روایت پر
م یعنی لڑکے کا ولی یا وصی حکم کرے اور ظاہر یہ ہی کہ یہ امر واجب ہی اور اسی طرح منکرات سے منع کرین تاکہ خیر کی الفت حاصل ہو اور شر سے باز رہے اور
اگر تمام مہینے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو جسقدر کی طاقت رکھتا ہو اُسقدر کا امر کرین اور مارنے سے مراد ہاتھ کی مار ہی نہ لکڑی کی اور لڑکا اگر روزہ توڑدے
تو قضا لازم نہین قالہ الشامی وان جامع المکلف آدمیا مشتہی فی رمضان اداء لما مر اور اگر جماع کیا مکلف یعنی عاقل بالغ نے آدمی مشتہی کے ساتھ
رمضان کے ادا روزہ مین ادا کی قید اسوجہ سے ہی کہ گذری یعنی کفارہ ہتک حرمت رمضان کے لیے لازم ہی اور قضا مین ہتک رمضان نہین م قیم ثالث
قضا کا بیان شروع ہوا یعنی جن صور تو نمین قضا و کفارہ دونون لازم ہین اور مکلف کی قید سے نکل گیا صبی اور مجنون اور آدمی کی قید سے جنی اور مشتہی
سے مراد مشتہی علی الکمال ہی پس میتہ یا بہیمہ کے جماع سے کفارہ لازم نہین گو انزال ہوجاوے کذا فی البحر او جومع وتوارت الحشفۃ فی احد السبیلین
انزل او لا یا جماع کیا اُسکے ساتھ اور غائب ہوگیا راس ذکر قبل یا دبر مین انزال ہو یا نہو م جومع شامل ہی اُسکو کہ زوج صغیر جماع کرے عورت کے ساتھ
کیونکہ قہستانی مین ہی کہ جیسا مرد کے ذمے مشتہاۃ کے جماع سے کفارہ لازم ہی ایسا ہی عورت کے ذمہ ہی صبی یا مجنون کے جماع سے اور دونو صور تون مین
مشائخ کا اختلاف ہی کما فی التمرتاشی اور حشفہ کا غائب ہونا اسواسطے کہا کہ بغیر اسکے جماع متحقق نہین اور انزال اور عدم انزال اسواسطے برابر ہوا کہ
عدم انزال کی صورت مین بھی قضاء شہوت متحقق ہی اُس سے حد لازم ہوتی ہی جو عقوبت محضہ ہی پس کفارہ جسمین معنے عبادت کے بھی ہین بطریق
اولی لازم ہوگا کذا فی البحر او اکل او شرب غذاء بکسر الغین وبالذال المعجمتین والمد ما یتغذی بہ او دواء ای ما یتداوی بہ یا کھاوے یا پیوے
غذا یا دوا شارح نے کہا کہ غذا غین کے کسرہ اور ذال منقوطہ اور مد کے ساتھ یعنی جو صلاحیت غذائیت کی رکھے جیسے گیہون کی روٹی گوشت
اور پانی کو غذا مین اسواسطے شمار کیا ہی کہ وہ غذا کی اعانت کرتا ہی گو غذا نہین اور دوا وہ کہ جس سے شفا طلب کیجاوے والضابط وصول ما فیہ
صلاح بدنہ لجوفہ ومنہ ریق حبیبہ فیکفر لوجود معنے صلاح البدن فیہ درایۃ وغیرہا اور قاعدہ کلیہ غذا اور دوا کی شناخت کا یہ ہی کہ پہنچنا ایسی
شے کا پیٹ مین جسمین اُسکے بدن کی اصلاح ہو غذا یا دوا کی طرح ہی اور اسمین ہی لعاب دہان محبوب کا سو اگر نگل جاوے تو اسمین کفارہ لازم ہی
کیونکہ صلاح بدن کی موجود ہی کذا فی الدرایۃ وغیرہا وما نقلہ الشرنبلالی عن الحدادی ردہ فی النہر اور جو شرنبلالی نے حدادی سے نقل کیا
اُسکو نہر مین رد کیا ہی م شرنبلالیہ مین ہی کہ تغذی کے معنی مین اختلاف ہی بعض نے کہا ہی جسکے کھانے کو طبیعت چاہے اور پیٹ کی خواہش
رفع ہوا اور بعض نے کہا ہی کہ وہ چیز جسکا نفع صلاح بدن پر عائد ہوا اور فرق اسطرح کا معلوم ہوتا ہی کہ کسی شخص نے لقمہ چبا کر منہ سے نکالا

[illegible] تو دوسرے [illegible] کے لعاب [illegible] قول اول [illegible] کا نفع کچھ نہیں ہے
[illegible] باقی ہے جو قول ثانی کے موجب کفارہ ہو لیکن طبیعت اُس سے میل کرتی ہے اور پیٹ کی خواہش اُس سے [illegible] تو کفارہ واجب ہوگا
بموجب قول اول کے اور نہیں [illegible] ہے جیسے [illegible] واسطے [illegible] اس تقریر پر [illegible] دو قول [illegible] قول جو محققین نے ذکر
کیا ہے کہ فطر کے معنی میں جوف تک پونچانا کسی چیز کا جسمین صلاح بدن کی ہو خواہ غذا ہو یا دوا ہو [illegible] کیونکہ یہ قول مقابل ہے اول قول کے
در اصل خلافت کی تحقیق میں یہی مناسب ہے [illegible] تغذی کے معنوں میں اختلاف نہیں ہے تاکہ فطر کے معنوں میں
لیکن صاحب نہر نے جو محققین سے نقل کیا ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ تغذی میں اختلاف ہو [illegible] تحقیق یہ ہے کہ تغذی کے معنی [illegible]
ہے فطر کے اسواسطے کہ علما نے ذکر کیا ہے کہ کفارہ واجب نہیں ہے اس صورت میں کہ افطار صورۃ و معنی ہو جیسے اکل میں افطار صورۃ موجود
ہے یعنی نگلنا اور فطر معنوی یہ ہے کہ اس سے بدن کی اصلاح ہو خواہ دوا ہو یا غذا تو اس سے یہ نکلتا ہے کہ کفارہ واجب ہوگا کنکری کے نگلنے سے کیونکہ
صرف صورت اکل کی ہے اور نہ تغذی وغیرہ میں کیونکہ صرف اکل معنوی ہے چنانچہ ہدایہ وغیرہ میں اسی طرح نقل کیا ہے اور بدائع میں ذکر کیا ہے کہ کفارہ واجب
ہوتا ہے اُس چیز کے جوف میں پونچانے سے جس سے قصد تغذی کا یا تداوی کا ہو منہ کی راہ سے بخلاف غیر اس صورت کے پس کفارہ واجب نہوگا اگر بادام
یا اخروٹ ثابت خشک نگل لیا کیونکہ ان صورۃ ہے معنی نہیں اسواسطے کہ ان اشیا کو اسطرح کھانے کی عادت نہیں تو مانند کنکری اور گٹھلی کے ہوئے
اور سوکھا آٹا یا چاول نگلنے میں یا ترا آٹا کھانے میں بھی نہوگا کیونکہ اس سے مقصود تغذی اور تداوی نہیں ہے اور ایسا ہی درخت کے پتے اگر عادۃً ماکول
نہیں تو کفارہ واجب نہوگا ورنہ صرف قضا لازم ہے اور ایسا ہی اگر تھوک منہ سے نکلا پھر نگل لیا یا کسی دوسرے کا تھوک چاٹ لیا کیونکہ اسکو طبیعت مکروہ
جانتی ہے اور اگر حسین یا معشوقہ یا دوست کا لعاب ہے تو کفارہ واجب ہے کما ذکرہ الحلوانی کیونکہ طبیعت نفرت نہیں کرتی ہے اور اس سے ظاہر ہوا کہ مراد اُنکی
ما یتغذی بہ سے وہی ہے کہ جسمین اصلاح بدن کی ہو اسطرح کہ عادۃً ماکول ہو یا بقصد تغذی یا تداوی یا تلذذ کذا فی الشامی مختصرا عمدا راجع للکل لفظا معا
سب کے ساتھ تعلق رکھتا ہے یعنی اکل و شرب و جماع قصدا ہوں اس سے مخطی اور مکرہ نکل گئے کذا فی البحر میں کہتا ہوں کہ ناسی بھی نکل گیا کیونکہ مراد
ان چیزوں کے عمدا کرنے سے قصد افطار کا ہے اور ناسی اگرچہ مفطر کا استعمال قصدا کرتا ہو لیکن افطار کا قصد نہیں کرتا قالہ الشامی او احتجم ای فعل ما لا یظن
الفطر بہ کفصد و کحل و لمس و جماع بہیمۃ بلا انزال او ادخال اصبع فی دبرہ و نحو ذلک یا پچھنے لگوائے یعنی ایسا کام کیا جس سے افطار کا گمان نہیں ہوتا جیسا
فصد اور سرمہ لگانا اور عورت کو ہاتھ لگانا اور بہیمہ کا جماع بلا انزال اور انگلی خشک مقعد میں دینی وغیرہا م شارح نے ای فعل کہنے سے اشارہ کیا کہ یہ
حکم خاص پچھنوں کا نہیں ہے اور اس سے احتراز ہو گیا ان اشیا سے جنمین گمان افطار کا ہو سکتا ہے مثلاً اول بھول کر کھا لیا پھر روزہ ٹوٹ جانے کے گمان
سے عمدا کھا لیا تو کفارہ لازم نہیں شبہہ کی جہت سے جیسا سابقا مذکور ہوا قال الشامی فظن فطرہ بہ فاکل عمدا پھر گمان کیا کہ حجامت وغیرہ سے روزہ
ٹوٹ گیا پھر جانکر کھا لیا قضی فی الصور کلہا و کفر قضا کرے اور کفارہ دے تمام صورتوں میں یعنی وان جامع سے یہاں تک اور وقت وجوب قضا اور
کفارہ کا بیان نہ کرنے سے جتلا دیا کہ وجوب علی التراخی ہے جیسا امام محمد کہتے ہیں اور ابو یوسف کہتے ہیں کہ علی الفور ہے اور ابو حنیفہ سے دو روایتیں ہیں
کذا فی التمرتاشی لانہ ظن فی غیر محلہ اسواسطے کہ یہ گمان بے موقع ہے یعنی پچھنے لگوانے کسی طرح مفطر نہیں تو انکو مفطر سمجھنا بے موقع ہے حتی لو افتاہ مفت
یعتمد علی قولہ او سمع حدیثا ولم یعلم تاویلہ لم یکفر للشبہۃ یہاں تک کہ اگر کسی مفتی معتمد علیہ نے اسپر فتوی دیا یا حدیث سنی اور اُسکی تاویل نہیں جانتا
تو کفارہ نہ دے واسطے شبہہ کے حاصل غرض یہ ہے کہ اگر ظن اپنے موقع پر ہے تو کفارہ نہیں اور مفتی کا معتمد ہونا اسلیے کہا کہ نہایہ میں کہا ہے کہ شرط یہ ہے
کہ مفتی وہ ہو جس سے فقہ اخذ کرتے ہوں اور شہر میں اُسکے فتوی پر اعتماد ہو کیونکہ اس صورت میں اُسکے فتوے سے شبہہ ہوگا اور اُسکے غیر سے

فتوی کا اعتبار نہین اور اس سے معلوم ہوا کہ معتمد صیغہ مجہول کا ہو پس اکیلے سائل کا اعتماد کافی نہین اور حدیث سے مراد یہ حدیث ہو کہ پچھنے لگانیوالا اور جسنے لگوائے دونون کا روزہ ٹوٹ جاتا ہو امام محمد رح کے نزدیک اس حدیث پر عمل کرنے سے اگر کوئی شخص بعد پچھنے کے عمداً کھا لیگا تو کفارہ لازم نہین اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول اقوی ہو مفتی کے قول سے پس اسمین شبہہ کی جہت سے کفارہ ساقط ہونا اولی ہو اور امام ابو یوسف رح اسکے خلاف کہتے ہین انکا قول یہ ہو کہ عامی کو اقتدا فقہا کا چاہیے کیونکہ وہ احادیث کی معرفت پر نہین پہونچ سکتا ہو تو کفارہ ساقط ہونے مین حدیث کا سننا اُسکو کافی نہین اور حدیث مذکور کی تاویل یہ ہو کہ وہ منسوخ ہو یا جنکی شان مین حدیث وارد ہوئی وہ غیبت کرتے تھے پس مراد یہ کہ ثواب روزہ کا جاتا رہا پس اگر اس تاویل کو جانکر کوئی عمداً بعد پچھنون کے کھالیگا تو کفارہ واجب ہوگا اسلیے کہ شبہہ نرہا کذا فی الشامی ملتقطا وان اخطا المفتی ولم یثبت الاثر اگرچہ اس فتوی مین مفتی نے خطا کی اور اگرچہ اس باب مین اثر ثابت نہین اہم مراد یہ ہو کہ سواے حدیث افطر الحاجم والمحجوم کے کوئی حدیث صحیح نہین ہو کیونکہ یہ توضیح دثابت ہو قالہ الشامی الا فی الادہان یہ استثنا لم یکفر سے ہو یعنی اگر تیل لگا یا پھر کھالیا تو کفارہ دے کیونکہ اسنے عمداً یہ کام کیا بدون کسی دلیل شرعی کی سند کے اور کسی فقیہ کا فتوی اور حدیث کی تاویل یہان کارآمد نہین کیونکہ یہ صورت مشتبہ نہین ایسے اشخاص پر جنکو ادنی دخل فقہ مین ہو اسی طرح کمال نے نقل کیا ہو بدائع سے لیکن اسکے مخالف ہو جو خانیہ مین ہو کہ جو شخص سرمہ لگاوے یا تیل لگاوے بدن کو یا مونچھون کو پھر کھالیوے قصداً تو اسپر کفارہ ہو مگر اُس صورت مین کہ جاہل ہو اور کسی نے اُسکو افطار کا فتوی دیا ہو اور اس سے معلوم ہوتا ہو کہ راجح یہ ہو کہ استثنا نہ چاہیے پس شارح کو اولی یہ تھا کہ استثنا ترک کرتا قالہ الشامی وکذا الغیبۃ عند العامۃ زیلعی اور یہی حال غیبت کا ہو کہ اگر غیبت کرنے کے بعد بقصد روزہ توڑے تو اسمین بھی کفارہ لازم ہو اکثر علما کے نزدیک کذا فی الزیلعی ہم کیونکہ افطار غیبت سے مخالف قیاس کے ہو اور حدیث غیبت سے روزہ ٹوٹنے کی بالاجماع تاویل کی گئی ہو یعنی مراد یہ ہو کہ ثواب جاتا رہتا ہو بخلاف حدیث حجامت کے کہ بعض علمانے اُسکے ظاہر کو بھی اخذ کیا ہو جیسے امام احمد رح اور اوزاعی کذا فی الامداد اور علماے ظاہریہ کا خلاف غیبت مین معتبر نہین کیونکہ یہ خلاف حادث ہوا ہو بعد اسکے کہ سلف تاویل مذکور کر چکے تھے کذا فی الفتح لکن جعلہا فی الملتقی کالحجامۃ ورجحہ فی البحر للشبہۃ لیکن غیبت کو ملتقی مین حجامت کے مانند کہا ہو اور اسی کو بحر مین ترجیح دیا ہو شبہہ کی جہت سے ہم تکو معلوم ہو چکا کہ جو مخالف اجماع کے ہو اُس سے شبہہ نہین ہوتا اور عمل اُسپر ہو جسپر اکثر مشائخ ہین واللہ اعلم قالہ الشامی ککفارۃ الظہار الثابتۃ بالکتاب واما ہذہ فبالسنۃ کفارہ روزہ کا دے مثل کفارۂ ظہار کے لیکن کفارۂ ظہار کتاب اللہ سے ثابت ہو اور کفارہ روزہ کا سنت سے ہم یعنی اُسکی مثل ہو ترتیب مین پس اول تو بردہ آزاد کرے اور اگر نہ پاوے تو دو مہینے کے پیاپے روزے رکھے اور اگر اسکی بھی طاقت نہو تو ۶۰ مسکینون کو کھانا دے بموجب حدیث اعرابی کے جو صحاح ستہ مین مذکور ہو پس اگر پیہم روزہ رکھنے مین افطار کرے اگرچہ عذر سے ہو تو از سر نو رکھے مگر حیض کے عذر سے از سر نو نہ رکھے اور کفارہ قتل مین بھی تتابع شرط ہو اور ایسا ہی جو کفارہ کہ اسمین عتق مشروعی ہو کذا فی النہر اور وجوب کفارہ مین مرد عورت مین غلام آزاد مین بادشاہ وغیرہ مین فرق نہین قالہ الشامی ومن ثم شبہو بہا اور اسی جہت سے کفارۂ صوم کو کفارۂ ظہار کے ساتھ تشبیہ دیتے ہین م یعنی چونکہ کفارۂ ظہار ثابت بالکتاب ہو تو اعلی درجہ ہوا کفارۂ صوم سے کہ ثابت بالسنۃ ہو اسلیے ادنے کو اعلی کے ساتھ تشبیہ دیا اور یہ مقتضی ہو اسکو کہ کفارۂ ظہار کا منکر کافر ہوا اور کفارۂ صیام کا منکر کافر نہو تنبیہ تشبیہ مین اشارہ ہو کہ روزہ کے کفارہ کا ظہار کے کفارہ کی مثل ہونا ہر وجہ سے لازم نہین اس واسطے کہ جماع اثناء کفارہ مین تتابع کو قطع کر دیتا ہو کفارہ ظہار مین مطلقاً عمداً ہو یا نسیاناً رات کو ہو یا دن کو بخلاف کفارۂ صوم و قتل کے کیونکہ جماع تتابع کو ان دونون مین نہین قطع کرتا مگر افطار خواہ بعذر ہو یا بے عذر اور غیر عذر سے مراد ماسواے حیض کے ہو

حاصل یہ ہے کہ قول اس کا متنازع کوئی نقل نہیں ملی مگر رات کو قصد روزہ کا نہ کیا تو بخلاف اسکے ہے فافہم قال الشامی ثم انما یکفر ان نوی لیلا ولم یکن مکرھا ولم
یطرء مسقط ومن حیث جو لزوم کفارہ اسی صورت میں لازم ہے کہ روزہ دار نے رات سے نیت کی ہو کیونکہ دن کی نیت میں شافعی کو خلاف ہے پس شبہ ہے
کفارہ لازم نہوگا اور اسی طرح کسی کی طرف سے اکراہ نہو اور یہ حادثہ ہو جیسے عمداً افطار کرنیکے کوئی عذر سماوی کہ کفارہ کو ساقط کرے جیسا کہ حیض
جسمین افطار مباح ہو یا حیض کی نوبت ہوجائے اور اکراہ کی صورت میں بھی کفارہ لازم نہ آویگا واختلف فیما لو مرض بجرح نفسہ او سوفر بہ کرہا
والمعتمد لزومہا اور اختلاف کیا ہے اس صورت مین کہ بیمار ہوجاوے اپنے آپ کو زخم لگا کر یا زبردستی کوئی اسکو سفر میں لیجاوے اور معتمد یہ ہے کہ کفارہ
لازم ہے بعد اسکے سفر کو اکراہ سے ساتھ قید کیا ہے سبب کہ اگر اپنی خوشی سفر کیا تو بالاتفاق کفارہ ساقط نہیں ہوگا لیکن اگر افطار کرے بعد اسکے کہ سفر کیا تو کفارہ
واجب نہیں کذا فی النھر یعنی اگرچہ روزہ توڑنا اسپر حرام ہے اگر سفر فجر کے بعد کیا جیسا کہ مذکور ہوگا قال الشامی وفی الامداد عمن ومینا والتیقن
قتال عدو لو افطر ولم یحصل العذر والمعتمد سقوطہا اور اختلاف ہے اسمین جسکو عادت مقررہ ہے تپ کی یا حیض کی یا الیقین کرتا ہے دشمن کے مقابلہ
اگر افطار کیا اور عذر مقرری نہ پایا گیا اور معتمد یہ ہے کہ کفارہ ساقط ہے اور اسی کی تصحیح کی ہے بزازیہ میں اور قاضی خان نے شرح جامع صغیر میں اور
شرنبلالی نے بھی یہی اختیار کیا ہے لیکن یہ مخالف ہے بحر کے کہ اسمین کہا ہے کہ اگر عورت نے افطار کیا اس خیال پر کہ اسکے حیض کا دن ہے اور
اسکو حیض نہ آیا تو اظہر یہ ہے کہ کفارہ واجب ہے جیسا افطار کیا اس گمان سے کہ یہ یوم المرض ہے اور صحیح یہ ہے کہ کفارہ واجب ہے جیسا تاتارخانیہ
میں منصوص ہے اور اسیطرح سراج اور فیض میں وجوب کا جزم کیا ہے دونوں مسئلوں میں اور حاصل یہ ہے کہ تپ اور مرض کی حادث والوں میں تصحیح کا
اختلاف ہے اور جو قتال دشمن کا یقین رکھتا ہو اسپر سے سقوط کفارہ میں میں نے کسی کا اختلاف نہیں دیکھا اور فرق یہ ہے کہ قتال دشمن کے لیے تقدیم
افطار کیطرف احتیاج ہوتی ہے تا کہ قوت ہو بخلاف مریض کے جامع الفصولین میں یہ فرق لکھا ہے قال الشامی ولو تکرر فطرہ ولم یکفر للاول یکفیہ واحدۃ
ولو فی رمضانین عند محمد وعلیہ الاعتماد بزازیہ ومجتبی وغیرہما اور اگر اسنے مکرر روزے توڑے اور پہلے کا کفارہ ادا نہیں کیا تو اسکو ایک ہی کفارہ
بس ہے گو دو رمضانوں میں کے روزے ہوں امام محمد کے نزدیک اور اسی پر اعتماد ہے کذا فی البزازیہ ومجتبی وغیرہما اور بحر میں اسکو اسرار سے
نقل کیا ہے اور جوہرہ سے نقل کیا ہے کہ اگر دو رمضانوں میں کے ہوں تو دو کفارہ لازم ہیں اگرچہ پہلے کا کفارہ ادا کیا ہو ظاہر الروایۃ میں اور یہی
صحیح ہے میں کہتا ہوں کہ ترجیح مختلف ہوئی اور دوسرے کی تقویت اس جہت سے ہے کہ ظاہر الروایۃ ہے قال الشامی واختار بعضہم للفتوی ان الفطر
بغیر الجماع تداخل والا لا اور بعض نے فتوی کے لیے یہ اختیار کیا ہے کہ اگر افطار کھانے پینے سے ہو تو کفارہ متداخل ہوگا یعنی ایک ہی ہوگا اور
اگر افطار مکرر جماع سے ہو تو جدا جدا کفارہ ہوگا اگرچہ پہلے کا کفارہ ادا نکیا ہو کیونکہ جماع بڑا قصور ہے اور اسی جہت سے امام شافعی کے نزدیک
جماع ہی میں کفارہ ہے کھانے پینے میں نہیں قال الشامی ولو اکل عمدا شہرۃ بلا عذر یقتل وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ اور اگر کھاوے قصداً علی الاعلان
بے عذر رمضان میں تو قتل کیا جاوے اور شرح وہبانیہ میں اسکو پورا بیان کیا ہے وہبانیہ میں کہا ہے ولو اکل الانسان عمدا وشہرۃ ولا
عذر فیہ قیل بالقتل یوسر شرنبلالی نے کہا ہے اسکی صورت یہ ہے کہ بقصد کھایا کسی شخص نے بے عذر سب کے سامنے تو قتل کیا جاوے کیونکہ دین کے
ساتھ تمسخر کرتا ہے یا منکر اسکا جو دین میں بالضرورۃ ثابت ہے اور اسکے قتل کی علت میں اور حکم دینے میں خلاف نہیں ہے پس قیل جو مولف وہبانیہ نے
کہا ہے صنعت کے سبب سے نہیں ہے قال الحلبی وان ذرعہ القی وخرج ولم یعد لا یفطر مطلقا ملأ اولا اور اگر قے آگئی اور نکل گئی اور منہ میں اگرچہ حلق
میں نہیں گئی تو روزہ نہیں ٹوٹتا ہر صورت میں یعنی منہ بھر کے آوے یا نہیں ہم یہ مسئلہ ۲۴ طرح پر ہو سکتا ہے کیونکہ قے آپ سے آوے یا قصداً کرے اور دونوں
صورتوں میں بھر منہ ہو یا کم اور چاروں صورتوں میں یا خارج ہو جاوے یا خود حلق میں عود کرے یا بالقصد گلے میں اتارے اور ان بارہ صورتوں میں یا یاد کہ روزہ یاد ہے یا نہیں

اور روزہ نہین ٹوٹتا سب صورتون مین بنا بر صحیح روایت کے مگر اعادہ اور استقاء مین یعنی بقصد عود کرنے مین اور بقصد قے کرنے مین بشرطیکہ بھر منھ ہو اور روزہ یاد ہو
کذا فی شرح الملتقی فان عاد بلا صنعہ ولو ہو ملاء الفم مع تذکرہ للصوم لا یفسد خلافا للثانی پس اگر از خود ہٹ گئی گو منھ بھر کر ہو باوجودیکہ روزہ یاد ہو
تو روزہ نہین ٹوٹتا بخلاف امام ابی یوسف رح کے وان اعادہ او قدر حمصۃ منہ فاکثر حدادی افطر اجماعا ولا کفارۃ فیہ ان ملاء الفم والا لا ہو المختار
اور اگر قصداً قے کو اندر ہٹا لیا یا اسمین سے ایک چنے کی مقدار یا زیادہ کو قالہ الحدادی تو بالاجماع روزہ جاتا رہا اگر قے منھ بھر کر آئی ہو اور کفارہ لازم نہین ہو
اور اگر قے ملاء الفم نہو اور کل کو اعادہ کر لیا یا بعض کو تو روزہ فاسد نہو گا اور یہی مختار ہے ہم اور خانیہ مین ہو کہ یہی صحیح ہو اور علماء کثیر نے اسکی تصحیح کی ہو کذا فی البحر
اور قدر حمصۃ مین اشارہ ہو کہ حکم مین فرق نہین اعادہ کل کا کرے یا ایک چنے کی مقدار کا بشرطیکہ قے منھ بھر ہو حدادی نے سراج مین کہا ہو کہ مبنی خلاف کا یہ ہو
کہ ابو یوسف ملاء الفم کو اعتبار کرتے ہین اور محمد رح اس شخص کے فعل کو پس ملاء الفم کو حکم خارج کا دیا گیا اور اس سے کمتر گو یا خارج ہی نہین کیونکہ اسکا ضبط
ممکن ہو اور اس خلاف کا نتیجہ چار مسئلون مین ظاہر ہوتا ہو ایک یہ کہ ملاء الفم نہو اور از خود عود کر جاوے تو بالاجماع روزہ نہین جاتا ابو یوسف رح کے نزدیک
اس جہت سے کہ اسکو حکم خارج کا نہین اور امام محمد کے نزدیک اس جہت سے کہ اس شخص کے فعل کو اسمین دخل نہین دوسرا یہ کہ قے ملاء الفم ہو اور اسکو اعادہ کیا
کل کو یا بعض کو چنے کی مقدار تب بالاجماع افطار پایا جاویگا کیونکہ قے خارج کو جوف مین اعادہ کر لیا اپنے فعل سے تیسرا یہ کہ قے ملاء الفم نہین ہو اور اسکو اعادہ کیا
تو امام محمد کے نزدیک چونکہ اسکی صنع پائی گئی روزہ ٹوٹ گیا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک نہین ٹوٹا کہ قے پوری دہن نہین ہو چوتھی صورت یہ ہو کہ قے ملاء الفم ہو
اور خود بقدر نخود عود کر جاوے تو ابو یوسف رح کے نزدیک روزہ جاتا رہیگا اور امام محمد کے نزدیک نہین اور یہی صحیح ہو کذا فی الشامی وان استقاء ای
طلب القئ عامدا ای متذکرا للصوم ان کان ملاء الفم فسد بالاجماع مطلقا اور اگر قصداً قے کی اسطرح کہ روزہ یاد ہو اگر قے ملاء الفم ہو تو روزہ فاسد
ہو گیا بالاجماع ہر صورت مین ہم یعنی خود عود کرے یا اعادہ کرے یا نہ عود ہو نہ اعادہ فتح القدیر مین کہا ہو کہ اسمین تفریع عود اور اعادہ کی نہین جاری
ہو سکتی کیونکہ مجرد قے سے روزہ ٹوٹ گیا گو عود اور اعادہ دونون ہون قالہ الشامی وان اقل لا عند الثانی وہو الصحیح اور اگر قے ملاء الفم سے کم ہو
یعنی بشرطیکہ عود نکرے اور نہ اعادہ ہو تو روزہ نہین ٹوٹتا امام ابو یوسف کے نزدیک اور یہی صحیح ہو لکن ظاہر الروایۃ کقول محمد انہ یفسد کما فی الفتح
عن الکافی لیکن ظاہر الروایت مثل قول محمد رح کے یہ ہو کہ روزہ ٹوٹ جاتا ہو جیسا فتح مین نقل کیا ہو کافی سے فان عاد بنفسہ لم یفطر وان اعادہ
ففیہ روایتان اصحہما انہ لا یفسد محیط پس اگر عود کرے از خود تو روزہ نہین ٹوٹتا اور اگر بقصد اعادہ کیا تو اسمین دو روایتین ہین انمین اصح یہ ہو
کہ نہین ٹوٹتا کذا فی المحیط ام یعنی ابو یوسف رح سے دو روایتین منقول ہین کیونکہ محمد کے نزدیک تو تفریع نہین چل سکتی قالہ الشامی وہذا کلہ فی قئ طعام
او ماء او مرۃ او دم اور یہ تفصیل مذکور کھانے کی قے مین ہو یا پانی کی یا صفرا کی یا خون کی ہم ظاہر یہ ہو کہ خون سے مراد خون بستہ ہو اور نہین تو کیا فرق ہو
اس خون مین اور جو دانتون مین سے نکلے پھر اسکو نگل جاوے کہ روزہ ٹوٹ جاتا ہو بشرطیکہ تھوک پر غالب ہو یا برابر ہو یا امر معلوم ہو جیسا اول باب مین مذکور
ہوا فان کان بلغما فغیر مفسد مطلقا خلافا للثانی پس اگر بلغم ہو تو غیر مفسد ہو مطلقا یعنی خود قے کرے یا آپ آجاوے ملاء الفم ہو یا نہو عود ہو یا اعادہ یا کچھ نہو
بخلاف ابو یوسف رح کے کہ وہ کہتے ہین کہ اگر قے عمداً ملاء الفم ہو تو فاسد ہو جاتا ہو واستحسنہ الکمال وغیرہ اور مستحسن جانا ہو اسکو کمال نے اور غیر اسکے نے ہم کمال نے
کہا ہو کہ قول ابو یوسف کا یہان احسن ہو اور ابو حنیفہ رح اور محمد رح کا قول نقض وضو مین احسن ہو کیونکہ افطار مین یہ قید ہو کہ کوئی چیز پیٹ مین جاوے یا عمداً
قے کرے بغیر ملاحظہ اسکی پاکی یا ناپاکی کے پس اس باب مین بلغم و غیر بلغم مین فرق نہین بخلاف نقض وضو کے اور بحر اور نہر مین اسی کو مقرر رکھا ہو اور یہی
مراد ہو شارح کی استحسنہ وغیرہ سے کیونکہ جب ثابت رکھا تو درحقیقت مستحسن جانا کذا قالہ الشامی ولو اکل لحما بین اسنانہ ان مثل حمصۃ فاکثر
قضی فقط و فی اقل منہا لا یفطر اور اگر کھا لیا گوشت جو دانتون مین ہو اگر مقدار ایک چنے کی یا زیادہ ہو تو صرف قضا کرے اور چنے سے

مرتبہ روزہ صحیح ہو اور تینی کی مقدار کو صاحب شرح نے اختیار کیا ہو اور مدیون نے یہ اختیار کیا ہو کہ جسکا تھوکنا ممکن ہو بدون بعض اسباب ذہن کے
اور فقیہ ابو اللیث نے پسند کیا ہو اسیلئے کہ اسکا نکالنا بے ضرورت ہو چیز ہو جس سے بچاؤ مشکل ہو اور یہ اسی صورت میں ہو کہ خود تھوک کے ساتھ جوف میں چلا جاوے
روزہ جاتا نہیں رہتا ہو مگر اس صورت میں کہ نکال سکے الا اذا اخرجہ من فمہ فاکلہ کیونکہ منہ سے نکال کے پھر کھا جاوے تو اس صورت میں روزہ ٹوٹ جاویگا ولا کفارۃ
لان النفس تعافہ اور کفارہ لازم نہیں آتا کیونکہ نفس اسکو کروہ سمجھتا ہو وا کل مثل سمسمۃ من خارج یفطر و کفارۃ تسح اور رکھا لینا مقدار ایک تل کے
جس کو باہر سے روزہ توڑ دیگا اور کفارہ بھی لازم ہو تصحیح روایت پر الا اذا مضغ بحیث تلاشت فی فمہ مگر جبکہ چبا وے اسطرح کہ اسکے اجزا متفرق
ہو جاویں منہ میں مثل اسواسطے کہ دانتوں میں تیت جا یگا اور جوف میں کچھ نہ پہونچیگا اور تھوک کے تابع ہو گا کذا فی المعراج پس روزہ سلامت رہیگا
الا ان یجد الطعم فی حلقہ کما مر مگر یہ کہ مزہ پاوے اپنے حلق کے اندر تو روزہ ٹوٹ جاویگا جیسا سابق مذکور ہوا و استحسنہ الکمال قائلا وہو الاصل فی کل
قلیل مضغہ اور اسی کو کمال نے پسند کیا ہو اور کہا ہو کہ یہی قاعدہ کلیہ ہو ہر قلیل شی میں جسکو چبا وے کہ اگر مزہ حلق کے اندر پاویگا تو روزہ جاتا رہیگا
ورنہ نہ جاتا رہیگا وکرہ لہ ذوق شی وکذا مضغہ بلا عذر قید فیہما قال العینی اور مکروہ ہو صائم کو چکھنا کسی چیز کا اور ایسے ہی چبانا بے عذر یہ قید
دونوں میں ہو قال العینی ظاہر یہ ہو کہ یہ کراہت تنزیہی ہو قال الرملی کالعین زوجہا او سیدہا سئے الخلق فذاقت مثل اسکے کہ عورت کا خاوند یا مالک
بدخلق ہو اور وہ نمک چکھے الخ یہ مثال چکھنے کی ہو اور چبانے کی مثال یہ ہو کہ کوئی شخص بچے کے منہ میں کچھ چبا کر دیوے جب کوئی شخص
چبانے والا یعنی حائض یا لڑکا وغیرہ موجود نہ ہو وفی کراہۃ الذوق عند الشراء قولان اور چیز کے مول لینے کے وقت چکھنے میں دو قول ہیں ووفق فی النہر
بانہ ان وجد بدا ولم یخف غبنا کرہ والا لا اور نہر میں دونوں قولوں میں توفیق کی ہو اسطرح کہ اگر بدون چکھنے کے کسی اور طرح سے سکتا ہو اور غبن کا
خوف نہیں تو چکھنا مکروہ ہو اور اگر بدون چکھے چارہ نہیں اور غبن کا خوف ہو تو مکروہ نہیں ہم نہر میں کراہت کو اسی قید کے ساتھ مقید کیا ہو کہ چکھنے
کے سوا کوئی تدبیر ہو شراء کے لیے یعنی غبن کا خوف ہو یا نہو پس شارح کا قول ولم یخف غبنا نہر کے مخالف ہو البتہ والا لا نہر کے موافق ہو
قال الشامی وہذا فی الفرض لا النفل کذا قالوا وفیہ کلام لحرمۃ الفطر فیہ بلا عذر علی المذہب فینبغی الکراہۃ اور چکھنا فرض میں مکروہ ہو نہ نفل میں
اسی طرح علماء نے کہا ہو لیکن اسمیں کلام ہو کیونکہ نفل میں بھی افطار بے عذر مکروہ ہو صحیح مذہب پر پس کراہت باقی رہی ہم رملی نے کہا ہو کہ
فرض میں مکروہ ہو اسکی قوت کی جہت سے کہ اسکی حفاظت رکھنی چاہیے اور ایسا فعل نکرنا چاہیے جس سے افطار کا خوف ہو اور نفل میں مکروہ نہیں
اسواسطے کہ نفل روزہ اصل میں جائز الطرفین تھا گو اسوقت شروع کے بعد توڑنا درست نہو پس نفل کا مرتبہ فرض سے پیچھے رکھا کہ جو چیز اکثر افطار کو
نوبت نہیں پہونچاتی اسکو نفل میں جائز رکھا نہ فرض میں قالہ الشامی وکرہ مضغ علک ابیض ممضوغ ملتئم والا فیفطر اور مکروہ ہو چبانا گوند کا جو سفید
ہوتا ہو چبانے کا قبل بندھا ہوا ورنہ روزہ ٹوٹ جاویگا ہم علک کو جدا بیان کیا اسلیے کہ عورتیں اسکو بجائے مسواک چبایا کرتی ہیں تو اس سے
شبہہ ہوتا تھا کہ شاید جائز ہو حاصل یہ کہ اس قسم کا گوند جوف میں مادۃ نہیں پہونچتا اور سیاہ گوند اور جسکو نہیں چباتے اور پسا ہوا جوف میں چلا جاتا ہم
پس اگر یہ بھی جوف میں پہنچ جاویگا تو روزہ ٹوٹ جاویگا اور اگر وہ بیا گوند بھی جوف میں نہ پہونچیگا تو روزہ نہیں ٹوٹیگا وکرہ للمفطر ایضا الا فی الخلوۃ
بعذر اور مکروہ ہو استعمال علک کا مفطروں کو مگر خلوت میں عذر سے اسواسطے کہ دلیل یعنی عورتوں کی مشابہت مقتضی ہو کراہت کو
مردوں کے حق میں اور کوئی اسکا معارض نہیں اور ظاہر یہ ہو کہ کراہت تحریمی ہو کذا فی الطحطاوی وقیل یباح اور ایک قول یہ ہو کہ
گوند کا چبانا مباح ہو ہم فخر الاسلام نے کہا کہ امام محمد کے کلام میں اشارہ ہو کہ غیر صائم کے لیے مکروہ نہیں ہو لیکن مردوں کو اسکا
ترک مستحب ہو مگر عذر کی جہت سے مثلا منہ میں بدبو ہو ویستحب للنساء لانہ سواکہن فتح اور مستحب ہو عورتوں کے لیے کیونکہ وہ عورتوں کی

مسواک ہی ہم یعنی بہ سبب اسکے کہ عورتین ضعیف الجسم ہین تو مسواک شاید مسوڑھون کو نقصان کرے یا دانتون کو کذا فی الفتح وکرہ قبلۃ ومس ومعانقۃ ومباشرۃ فاحشۃ ان لم یامن المفسدۃ وان آمن لا باس اور مکروہ ہی بوسہ لینا اور چھونا اور معانقہ اور مباشرت فاحشہ اگر خوف ہو جماع یا انزال کا اور اگر اسکا خوف نہین تو کچھ مضائقہ نہین ہم سراج مین جزم کیا ہی کہ قبلہ فاحشہ یعنی اُسکے ہونٹون کو اپنے منھ مین لیکر دبانا مطلقاً مکروہ ہی خوف ہو یا نہو لا یکرہ دہن شارب ولا کحل اذا لم یقصد الزینۃ او تطویل اللحیۃ اذا کانت بقدر المسنون وہو القبضۃ نہین مکروہ ہی تیل لگانا مونچھون کو اور نہ سرمہ لگانا بشرطیکہ بقصد زینت کے نہو یا تیل لگانے سے مقصود داڑھی کی درازی نہو جبکہ بقدر مسنون یعنے ایک مشت موجود ہو ہم واضح ہو کہ قصد زینت اور چیز ہی اور قصد جمال دوسری چیز کیونکہ قصد جمال سے عیب کا دور کرنا اور وقار کا قائم رکھنا اور نعمت کا اظہار بطور شکر مقصود ہوتا ہی نہ فخر کے طور پر اور یہ بات نفس کی دلاوری کا اثر ہی اور قصد زینت نفس کے ضعف کا اثر ہوتا ہی اُسین فخر تکبر کا لحاظ ہوا کرتا ہی کذا فی الفتح ملخصاً وصرح فی النہایۃ بوجوب قطع ما زاد علی القبضۃ بالضم ومقتضاہ الاثم بترکہ اور نہایہ مین تصریح کی ہی کہ جو زیادہ یک مشت سے ہو اسکا کاٹنا واجب ہی اور یہ اس بات کو چاہتا ہی کہ زائد کے نہ تراشنے سے گنہگار ہو ہم کیونکہ نہایہ مین کہا ہی وما وراء ذلک یجب قطعہ ہکذا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یاخذ من اللحیۃ من طولہا وعرضہا رواہ ابو عیسی یعنی الترمذی فی جامعہ اور ایسا ہی معراج مین ہی اور فتح القدیر مین اسکو نقل کیا ہی اور برقرار رکھا ہی نہر مین کہا ہی کہ بعض موالی سے مین نے سنا ہی کہ نہایہ مین یجب بجاے مہملہ ہی تو اس صورت مین زائد کو نہ کاٹنے کا مضائقہ نہین شیخ اسمعیل نے کہا ہی کہ یہ خلاف ظاہر ہی کیونکہ ایسے مواقع مین یستحب[12] استعمال کرتے ہین قالہ الشامی الا ان یحمل الوجوب علی الثبوت مگر یہ کہ وجوب کے معنی ثبوت کے لیے جاوین ہم اسکی مؤید یہ ہی کہ استدلال صاحب نہایہ کا وجوب پر دلالت نہین کرتا کیونکہ لفظ کان یفعل تکرار ودوام پہ دلالت نہین کرتا اسلیے زیلعی نے لفظ یجب کو حذف کیا اور کہا کہ وما زاد یقص[۱۲] اور اسی طرح شرح شیخ اسمعیل مین اور منیہ مین ہی اور یہ سنت ہی جیسے مجتبی مین ہی اور مجتبی اور ینابیع وغیرہا مین مذکور ہی کہ کچھ مضائقہ نہین داڑھی کترواسنے مین اطراف سے جب دراز ہو اور نہ بڑھے بال اکھاڑنے مین مگر بوجہ زینت کے اور نہ بھوون کے بال لینے مین اور منھ کے بالون مین جب تک کہ مخنث کی مشابہت نہو اور حلق کے بال نہ منڈواوے اور ایک روایت ابو یوسف رح سے ہی کہ کچھ مضائقہ نہین ہی واما الاخذ منہا وہی دون ذلک کما یفعلہ بعض المغاربۃ ومخنثۃ الرجال فلم یبحہا احد واخذ کلہا فعل یہود الہند ومجوس الاعاجم فتح اور داڑھی مین سے لینا اس حال مین کہ وہ مشت سے کم ہو جیسا بعض مغربی اور مخنث کرتے ہین پس اسکو کسی نے نہین مباح کیا اور کل کا منڈانا ہند کے کفار کا فعل ہی اور عجم کے مجوسیون کا کذا فی الفتح وحدیث التوسعۃ علی العیال یوم عاشوراء صحیح واحادیث الاکتحال فیہ ضعیفۃ لا موضوعۃ کما زعم ابن عبد العزیز اور حدیث وسعت طعام کی عیال پر عاشورا[یعنی دسوین محرم کو ۱۲] کے روز صحیح ہی اور حدیثین سرمہ لگانے کی اُس روز مین ضعیف ہین نہ موضوع جیسا ابن عبد العزیز نے گمان کیا ہی ہم حدیث توسعہ کی یہ ہی کہ جو شخص دسوین محرم کو اپنی عیال پر وسعت کرے یعنی بہت سا کھانا پکواوے تو اللہ تعالی تمام سال اُسپر وسعت کرے حضرت جابر نے کہا کہ مین نے اسکو ۴۰ برس تجربہ کیا خلاف نہین ہوا اور اکتحال کی حدیث وہ ہی جو بیہقی نے روایت کی ہی اور کہا ہی کہ ضعیف ہی جو کوئی عاشورا کے دن اثمد کا سرمہ لگاوے اُسکی آنکھ کبھی نہ دکھیگی کذا فی الفتح مین کہتا ہون کہ مناسبت اسکے ذکر کی یہان یہ ہی کہ صاحب ہدایہ نے استدلال کیا ہی اسپر کہ سرمہ لگانا روزہ دار کو مکروہ نہین ہی اسطرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رغبت دلائی سرمہ لگانے پر عاشورا کے روز اور اُس روز کے روزہ کیطرف بھی بہت کہا ابن عبد العزیز نے اسپر اعتراض کیا ہی کہ آنحضرت صلعم سے اس روز بجز روزہ کے اور کچھ ثابت نہین ہوا چونکہ روافض نے بدعات ماتم وغیرہ کے قائم کیے اُسکے جواب مین جاہل سنیون نے اظہار سرور وطعام واکتحال نکال کھڑے کیے اور احادیث موضوعہ اکتحال اور توسعہ مین روایت کین اور قول ابن عبد العزیز کا دفع ہی اسطرح کہ احادیث اکتحال کی ضعیف ہین موضوع نہین اور اس سے معلوم ہوا کہ قائل ابن عبد العزیز ہی جیسا نہر اور حواشی سعدیہ سے واضح ہوتا ہی

اور ابن عبد العزیز شافعی نے بھی بسبب شکایت بادیہ عادت کے ہیں کہ وہ مسواک ولو عشیا اور رطباً بالماء ہے مذہب اور شافعی نے مکروہ کہا مسواک کو بعد زوال کے
اور تر پانی میں بنا ہے مذہب شیخ کے کہ جو بیوستہ پانی میں تر مسواک کو مکروہ کہتے ہیں اسواسطے کہ سب شروحات متون میں مطلق ہے اسکا جواب یہ ہے کہ
آخر دن کی بو منہ سے زیادہ دور نہیں ہوتی اور تازہ مسواک کسی کے نزدیک مکروہ نہیں ہو مگر جو شافعی بعد الزوال اور شافعی نے مکروہ کہا ہے مسواک کو بعد زوال
کے کذا الکافی والبرہان [illegible] اسی طرح مکروہ نہیں پہنچے تھوک
اور [illegible] اور کلی کرنا اور ناک میں پانی دینا اور نہانا ٹھنڈک کے لیے ابو یوسف کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الشرنبلالیہ عن البرہان
اسواسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر مبارک پر پانی ڈالا اور حضرت روزے سے تھے پیاس کی جہت سے یا گرمی سے اور ابن عمر کپڑا تر کرتے تھے
اور لپیٹ لیتے تھے روزے کی حالت میں اور اسوجہ سے کہ ان امور میں اعانت ہے عبادت پر اور تنگی کا دفع ہے اور امام ابو حنیفہ نے مکروہ کہا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ ان باتوں میں
دلالت کا اظہار ہے کذا فی البرہان ویستحب السحور وتاخیرہ وتعجیل الفطر لحدیث ثلث من اخلاق المرسلین تعجیل الافطار وتاخیر السحور والسواک اور مستحب ہے سحر کھانا اور سحری
تاخیر کرنا اور افطار میں جلدی کرنا کہ حدیث شریف میں وارد ہے تین چیزیں رسولوں کی عادت میں سے ہیں افطار میں جلدی کرنا اور سحر کھانے میں تاخیر کرنا اور مسواک
کرنا اور بحر میں کہا ہے کہ میں نے فقہا کے کلام میں تصریح نہیں دیکھی کہ اکیلے پانی سے بھی سنت سحر ادا ہو جاتی ہے کہ نہیں لیکن ظاہر حدیث جو احمد نے روایت کی ہے یہ دلالت
کرتی ہے کہ سنت ادا ہو جاتی ہے چنانچہ فرمایا کہ سحر کھانا بالکل برکت ہے تو تم اسکو ترک نہ کرو اگرچہ کوئی تم میں سے ایک گھونٹ پانی ہی پی لے اسلیے کہ اللہ تعالی اور
اسکے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں سحر کھانے والوں پر اور تاخیر اس مقام تک مستحب ہے کہ رات باقی رہنے میں شک نہو پس اگر شک ہوگا تو کھانا مکروہ ہے صحیح روایت پر اور
تعجیل افطار مستحب ہے مگر ابر کے دن جبتک کہ ظن غالب غروب شمس کا نہو تاخیر کرے اگرچہ موذن اذان دیدے اور تعجیل مستحب یہ ہے کہ تاروں کے چمکنے سے پہلے ہو کذا فی
الشامی تنبیہ فیض میں کہا ہے کہ جو شخص بلند مکان پر ہو جیسا اسکندریہ کا منارہ تو وہ افطار نکرے جبتک کہ اسکے نزدیک شمس غروب نہو جاوے اور شہر والے اس سے پہلے
افطار کر سکتے ہیں اگر انکے نزدیک غروب ہو جاوے اس سے پہلے اور یہی حال ہے طلوع کا فجر میں یا سحر میں فروع مسائل ملحقہ شارح کے لا یجوز ان یعمل عملا یصل بہ الی الضعف
فیخبز نصف النہار ویستریح الباقی نہیں جائز ہے کہ کوئی ایسا کام کرے جس سے ضعف ہو جاوے کہ مانع روزہ کا ہو تو نانبائی مثلاً یوں کرے کہ آدھے روز کام کرے
اور باقی آرام کرے فان قال لا یکفینی کذب باقصر ایام الشتاء پس اگر وہ شخص کہے کہ اسقدر عمل مجھکو کفاف کے لیے بس نہیں ہے تو تکذیب کیا جاوے جاڑے
کے سب سے چھوٹے دن سے کہ قریب نصف روز کے ہوتا ہے رملی نے کہا ہے کہ جامع الفتاوی میں ہے کہ اگر معیشت میں اشتغال کی جہت سے روزے سے
ضعیف ہو جاوے تو اسکو افطار جائز ہے اور ہر روز کے بدلے نصف صاع کھانا دے یعنی اس صورت میں کہ ادا اور دونوں میں گنجایش روزہ رکھنے کی نہ ملے ورنہ
قضا واجب ہوگی اور علی ہذا القیاس اگر کھیتی کاٹنے پر روزے میں قادر نہو اور تاخیر میں کھیتی ہلاک ہوتی ہو تو جواز افطار و قضا میں کچھ شک نہیں اور یہی
حال نانبائی کا ہے کہ جیسے کھانے کا ذکر جو شارح نے کیا اسمیں نظر ہے اسواسطے کہ دنکی زیادتی کمی کو کفایت میں دخل نہیں پس اسی کی رائے پر مفوض ہوگا
کہ اسکے حال کو صلاح پر محمول کرنا چاہیے انتہی لیکن نور الایضاح میں جامع الفتاوی کے مسئلہ کی صورت اس شخص کے لیے بیان کی ہے جنسے ہمیشہ روزے
نہ رکھے ہوں اور ہمارا کلام روزہ رمضان میں ہے پس حرفہ والے کے باب میں یوں کہنا چاہیے کہ جب اسکے پاس اسکے اور اسکے عیال کی کفایت موجود ہو تو اسکو افطار
حلال نہیں ہے کیونکہ اسکو سوال حرام ہے تو افطار بالاولی حرام ہوگا اور جو کفایت موجود نہو تو اسکو عمل کرنا اس مقدار کہ کفایت کرے جائز ہے اور بغیر افطار کیے اگر
عمل نہو سکتا ہو تو افطار جائز ہوگا بشرطیکہ دوسرا کام نہیں کر سکتا جس میں روزہ بھی رکھ سکے ایسا ہی اگر خوف ہو کھیتی کے ہلاک ہونیکا یا چوری ہونیکا اور کوئی آدمی
ایسا نملے جو اجرت رائج پر کام کردے اور یہ خود اس کام کو کر سکتا ہے تو افطار جائز ہے اسواسطے کہ اس سے کمتر پر نماز کا توڑنا جائز ہے قال الشامی
فان جہد الحر نفسہ بالعمل حتی مرض فافطر ففی کفارتہ قولان قنیہ پس اگر عمل کی جہت سے کسی آزاد نے مشقت اٹھائی یہانتک کہ مریض ہو گیا پھر

[illegible]

افطار کیا تو اُسکے کفارہ مین دو قول ہین کذا فی القنیہ ہم بعض نے کہا کہ کفارہ لازم ہی اور بعض نے کہا نہین اور بقائی نے اسی پر فتوی دیا ہی اور آزاد کی قید اسلیے لگائی کہ لونڈی غلام اگر کام کی مشقت سے مریض ہو کر افطار کرین تو انپر بالاتفاق کفارہ نہین کیونکہ وہ معذور رہین اور مولی کے حکم سے مجبور ہان اُنکو پہونچتا ہی کہ ایسے کام سے باز رہین تو اس تعلیل سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہی کہ آزاد پر کفارہ واجب ہی چنانچہ شرنبلالیہ مین اسکی ترجیح بیان کی ہی کذا فی الشامی وفی البزازیۃ لو صام عجز من القیام صام وصلی قاعدا جمعا بین العبادتین اور بزازیہ مین ہی کہ اگر کسی شخص کو روزہ رکھنے سے اسقدر ضعف ہو کہ نماز مین کھڑا ہو سکے تو وہ شخص روزہ رکھے اور نماز بیٹھکر پڑھے تاکہ دونون عبادتین ادا ہون واللہ اعلم

فصل فی العوارض المبیحۃ لعدم الصوم

یہ فصل ہی اُن عوارض مین جنمین روزہ نہ رکھنا جائز ہی وقد ذکر المصنف منہا خمسۃ اور مصنف نے عوارض مین سے پانچ ذکر کیے یعنی سفر اور حمل اور دودھ پلانا اور مرض اور بڑھاپا اور حقیقت مین نو ہین چنانچہ شامی نے چار یہ بیان کیے ہین اکراہ یعنی دوسرے کے دباؤ سے روزہ توڑنا جہاد شدت گرسنگی پیاس کی زیادتی اسلیے شارح نے کہا وبقی الاکراہ وخوف ہلاک او نقصان عقل ولو بعطش او جوع شدید ولسعۃ حیۃ باقی رہگئے اکراہ اور خوف ہلاک کا یا خوف نقصان عقل کا یہ خوف اگرچہ پیاس سے ہو یا سخت بھوک سے یا سانپ کے کاٹنے سے ہم لسعۃ حیۃ معطوف ہی عطش پر جو متعلق ہی خوف ہلاک سے ؟ لہ الحلبی یعنی جب کسی کو سانپ کاٹے اور وہ دوا پینے کے لیے افطار کرے اور اکراہ سے مراد ایسی چیز سے زبردستی کرنی جو مضطر کرتی ہو جیسے قتل کرنا اور عضو کاٹنا اور سخت مار دینا ہی اور خوف کی مثال جیسے بادشاہی عامل کسی شخص کو گرمی کے دنون مین عمارت کے کام پر پکڑ لیجائین اور کام مین جلدی ہو اور روزہ رکھنے سے جان کا خوف ہو یا بھوک اور پیاس سے عقل کے جاتے رہنے کا خوف ہو تو فطار درست ہی اور خلاصہ مین ہی کہ جب غازی یقیناً جانتا ہو کہ دشمن سے قتال ہوگا رمضان مین اور درصورت عدم افطار کے ضعف کا خوف ہو تو افطار کرے کذا فی الشامی مختصر المسافر سفرا شرعیا ولو بمعصیۃ للمسافر خبر مقدم ہی اور الفطر جو آگے آتا ہی مبتدا موخر ہی اور لام سے اشارہ اسطرف ہی کہ افطار جائز ہی لیکن روزہ رکھنا افضل ہی اگر نقصان نکرے یعنی افطار جائز ہی مسافر کو کہ سفر شرعی رکھتا ہو یعنی تین دن رات کی مدت کا اگرچہ کسی گناہ مین سفر ہو وحامل او مرضع اما کانت او ظئرا علی الظاہر اور افطار جائز ہی جسکو حمل ہو یا دودھ پلاتی ہو خواہ ماں ہو یا دایہ بنا بر ظاہر الروایت کے ہم دایہ تو اس جہت سے کہ عقد کے جہت سے اُسپر دودھ پلانا واجب ہی اور ماں اس جہت سے کہ اُسکو دودھ پلانا دیانۃً ہر حالت مین واجب ہی اور قضاءً جب کہ لڑکے کا باپ مفلس ہو یا بچہ غیر کا دودھ نہ پیتا ہو اور ابو السعود نے کہا ہی کہ دایہ کو افطار جائز ہی اگرچہ عقد رمضان ہی مین واقع ہو برخلاف صدر الشریعۃ کے کہ حالت کو مقید کیا ہی اور کہا ہی کہ جب رمضان سے پہلے عقد ہو چکا ہو تو حلال ہی خافت بغلبۃ الظن علی نفسہا او ولدہا دودھ پلانے والی کو افطار جائز ہی اگر خوف کرتی ہو مرضع ظن غالب کی روسے اپنی جان پر یا بچہ پر وقیدہ البھنسی تبعا لابن الکمال بما اذا تعینت للارضاع اور مقید کیا ہی اُسکو بھنسی نے ابن کمال کے اتباع سے ساتھ اُس حالت کے کہ وہی متعین ہو دودھ دینے پر یعنی بچہ دوسرے کا دودھ نہ پیتا ہو یا باپ مفلس ہو او مریض خاف الزیادۃ لمرضہ یا جائز ہی افطار بیمار کو کہ روزہ رکھنے سے زیادت مرض کا خوف رکھتا ہو ہم یا دیر مین اچھا ہونے کا یا عضو کے بگڑنے کا کذا فی البحر یا آنکھ کے درد کا یا زخم کا یا سر درد کا یا اور سوا اسکے اور یہی حکم ہی اگر بیمار داری کرتا ہی بیمارونکی یعنی اگر روزہ رکھے گا تو بیمارونکی خبرداری نہ کر سکے گا اپنے ضعف کی جہت سے اور بیمار تباہ ہو جاوینگے تو اُسکو بھی افطار جائز ہی قالہ الشامی او صحیح خاف المرض یا تندرست کہ خوف رکھتا ہو بیماری کا یعنی بغلبۃ ظن وخادمۃ خافت الضعف بغلبۃ الظن بامارۃ او تجربۃ او باخبار طبیب خوف کرتی ہو ضعف کا بغلبۂ ظن کسی علامت سے یا تجربہ سے او باخبار طبیب حاذق مسلم مستور یا غلبہ ظن ہو خبر دینے سے طبیب یا ہر مسلمان مستور الحال کے ہم حاذق اسواسطے کہا کہ جسکو دستل تھوڑا سا طب مین ہو اُسکے قول کی تقلید جائز نہین اور مسلم اسواسطے کہا کہ کافر کے قول کا اعتماد نہین شاید اسکی غرض عبادت کا خراب کرنا ہی ہو جیسا مسلمان نے نماز تیمم سے شروع کی اور اُسکو کافر نے پانی دینے کا وعدہ کیا تو وہ نماز قطع نہ کرے اسی وجہ سے جو مذکور ہوئی کذا فی البحر او مستور سے

فصل فی العوارض المبیحۃ لعدم الصوم

یہ جنون کا خاص حق شرعی نہیں معلوم ہوتا کہ جب شیخ ضعیف کے قول سے افطار کرے کیونکہ یہ شرط ہے موجود ہو اور یہ بھی نہ ہو تو قضا لازم ہوگی جب تک کہ بدون علاج
واجب ہے کیونکہ غلبۂ ظن شرعاً معتبر ہے اور لوگوں کی بہت سے خائف ہیں قال الشامی و افاد فی النہر تبعا للبحر جواز التطبب بما کان حراما لیس فیہ ابطال عبادۃ اور نہر میں بھی
تحریر کیا ہو کہ علاج میں جائز قول انہ لیس یجوز ابطال عبادت کا ہمین ہو جائز ہے قلت وفیہ کلام لان عندہم منع المسلم الکافر فی تطبب ہم میں کہتا ہون کہ
اسمین کلام ہو کیونکہ کفار سے نزدیک مسلمان کی خیر خواہی اکثر ہو بخلاف کہاں علاج کرایا جا سکتا ہو وفی البحر عن الظہیریۃ للامۃ ان تمتنع من امتثال امر المولی
اذا کان یعجزہا عن اقامۃ الفرائض لانہا مبقاۃ علی اصل الحریۃ فی الفرائض اور بحر میں نقل کیا ہو ظہیریہ سے کہ لونڈی کو جو پہنچتا ہو کہ مولی کے فرمان کو
نہ مانے جب کہ امر کو اسکو عاجز کرے فرائض کے ادا سے کیونکہ فرائض کے باب میں اسکو اصل حریت پر باقی رکھا ہو مثلاً اگر نماز کا وقت تنگ
ہو جاوے تو طاعت خداوندی مولی کے حکم پر مقدم ہوگی اور اس سے معلوم ہوا کہ اگر مولی کی اطاعت کی یہانتک کہ روزہ افطار کر لیا تو باندی پر کفارہ
لازم ہوگا کذا فی الشامی اللفظر یوم العذر الا السفر کما یجی یعنی مسافر وغیرہ کو افطار جائز ہو جس روز عذر حادث ہو مگر سفر جیسا متن میں مذکور ہوگا یعنی
جس روز سفر کرے اُس روز کا اتمام واجب ہو کذا فی الحلبی وقضوا لزوما ما قدروا بلا فدیۃ اور قضا کرین مسافر و حامل وغیرہا جسقدر روزے
افطار کرین بدون فدیہ کے اسمین اشارہ ہو امام شافعی کے خلاف کا کہ انکے نزدیک قضا اور فدیہ واجب ہو ہر روزہ کے لیے نصف صاع گیہون
کذا فی البدائع وبلا ولاء لانہ علی التراخی ولذا اجاز التطوع قبلہ بخلاف قضاء الصلوۃ اور قضا کرین بدون شرط پیاپی ہونے کے اسواسطے کہ قضاے صوم
فوراً واجب نہین اسی جہت سے قضا سے پہلے نفل روزہ جائز ہو اور اگر علی الفور وجوب ہوتا تو نفل روزہ مکروہ ہوتا کیونکہ تاخیر واجب کی ہو اُسکے تنگ وقت
سے کذا فی البحر بخلاف قضاء نماز کے کہ وہ علی الفور ہو کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو جو شخص کسی نماز سے سو جاوے یا اسکو بھول جاوے
تو چاہیئے کہ اسکو پڑھے جب یاد کرے تو یاد کرنا شرط ہو قضا پڑھنے کی اور جزا شرط سے پیچھے نہین ہوا کرتی اس سے معلوم ہوا کہ نماز فوت شدہ کو فوراً یاد آتے ہی پڑھے
اور ظاہر یہ ہو کہ جسکے ذمہ فوائت ہون اسکو نفلین مکروہ ہون لیکن مین نے مصرح نہین دیکھا کذا فی النہر مین کہتا ہون کہ قضاے فوائت میں ہم بیان
کر چکے کہ ایسے شخص کو نوافل مکروہ ہین مگر موکد سنتین مکروہ نہین کذا فی الطحطاوی ولو جاء رمضان الثانی قدم الاداء علی القضاء ولا فدیۃ لما مر
خلافا للشافعی اور اگر دوسرا رمضان آگیا تو ادا کو قضا پر مقدم کرے اور فدیہ لازم نہین کیونکہ قضا کا وجوب علی الفور نہین ہو بخلاف امام شافعیؒ
کے کہ وہ قضا کے ساتھ ایک مسکین کا کھانا دینا بھی ہر روز کے لیے کہتے ہین قالہ الحلبی ویندب لمسافر الصوم لآیۃ وان تصوموا خیر لکم والخیر
بمعنی البر لا افعل التفضیل ان لم یضرہ اور مستحب ہو مسافر کو روزہ بمقتضاے آیۃ شریف (وان تصوموا خیر لکم) کے یعنی تمہارا روزہ رکھنا اچھا ہو تمہارے لیے
اگر نقصان نکرے یعنی خوف ہلاک کا نہو ورنہ افطار واجب ہوگا کذا فی البحر اور خیر بمعنی نیک کے ہو نہ افعل التفضیل کیونکہ افعل التفضیل لینے سے یہ معنی ہونگے
کہ روزہ رکھنا بہت بہتر ہو اور افطار بھی بہتر حالانکہ افطار مباح ہو نہ بہتر کذا فی الطحطاوی فان شق علیہ او علی رفیقہ فالفطر افضل لموافقۃ الجماعۃ پس
اگر دشوار ہو روزہ اُسپر یا اُسکے رفیقون پر تو افطار افضل ہو بسبب موافقت اپنے گروہ کے اور رفیق اسم جنس ہو شامل ہو واحد اور جمیع کو اور
بعض نسخون مین رفقتہ ہو یعنی جب اسکے سب رفیق یا اکثر مفطر ہون اور نفقہ مشترک ہو تو افطار افضل ہو جیسا خلاصہ وغیرہا مین ہو اور جماعت کی موافقت
یعنی اُنپر نفقہ کے حصے کی تقسیم دشوار ہو یا اُنکا ساتھ نہ دینا شاق ہو قالہ الشامی فان ماتوا فیہ ای فی ذلک العذر فلا تجب علیہم الوصیۃ بالفدیۃ
لعدم ادراکہم عدۃ من ایام اخر پس اگر مر جاوین معذور مذکور اُسی عذر مین تو اُنپر وصیت فدیہ کی واجب نہین ہو کیونکہ اُنکو نہین ملی فرصت شمار
دوسرے ایام کی جو آیت قرآنی مین منصوص ہو یعنی چونکہ نہ قضا واجب ہوئی نہ فدیہ تو وصیت واجب نہوئی کہ وصیت وجوب کی فرع ہو اور
معلوم رہے کہ وصیت جب واجب ہوتی ہو جب اُسکے پاس مال ہو کذا فی شرح الملتقی ولو ماتوا بعد زوال العذر وجبت الوصیۃ بقدر ادراکہم

عدۃ من ایام اخر اور اگر مریض زوال عذر کے بعد تو وصیت واجب ہی بقدر شمار اُن ایام کے جو اُسکو ملے واما من افطر عمدا فوجوبہا علیہ بالاولی لیکن جس شخص نے بلا عذر افطار کیا ہو پس وجوب وصیت اُسکے ذمہ بطریق اولی ہی ہم رحمتی نے کہا کہ اس شخص کے لیے فرصت اور اک زمانہ قضا کی شرط نہین کیونکہ اوا وقت پر رکھ سکتا تھا اُسنے وقت کو بے عذر کھو دیا و فدی لزوما عنہ ای عن المیت ولیہ الذی یتصرف فی مالہ کالفطرۃ قدرا اور فدیہ دیوے وجوبا میت کیطرف سے اُسکا ولی جو اُسکے مال مین تصرف کرتا ہی مانند فطرہ کی مقدار کے م یعنی ولی کو فدیہ ادا کرنا ثلث مال سے لازم ہی جب وصیت کی ہو اور نہین تو لازم نہین بلکہ جائز ہی سراج مین کہا ہی کہ اسیطرح زکوۃ وارث کے ذمہ اُسکا اخراج لازم نہین مگر وصیت پر مگر یہ کہ وارث تبرعا ادا کرے اور الذی یتصرف سے اشارہ ہی کہ لفظ ولی وصی کو بھی شامل ہی کذا فی البحر اور تشبیہ فطرہ کی ساتھ صرف مقدار اور ادائے قیمت کے جواز مین ہی یہان تک کہ تملیک بیان شرط نہین بلکہ اباحت کافی ہی بخلاف فطرہ کے اور قہستانی نے کہا ہی کہ اطلاق کلام کا دلالت کرتا ہی کہ اگر ایک فقیر کو سب فدیہ دیوے تو جائز ہی م عدد شرط ہی نہ مقدار لیکن اگر نصف صاع سے کم دیگا تو وہ شمار مین نہین اسی پر فتوی ہی یعنی بخلاف فطرہ کے ایک قول پر جیسا گذر چکا قال الشامی بعد قدرتہ علیہ ای علی قضاء الصوم و فوتہ ای فوت القضاء بالموت بعد اسکے کہ میت کو قدرت قضاء صوم کی حاصل ہوئی پھر موت کی جہت سے قضا فوت ہوئی اور ظرف یعنی بعد الخ متعلق فدی کے ہی اور فوتہ کا عطف قدرتہ پر ہی فلو فاتہ عشرۃ ایام فقدر علی خمسۃ فداہا فقط پس اگر دس روزے میت سے فوت ہوئے پھر اُسکو پانچ روز کی قدرت ملی تو پانچ ہی کا فدیہ دے ہم اس تفریع مین اشارہ ہی کہ طحاوی نے جو کہا ہی کہ یہ قول محمد کا ہی اور شیخین کے نزدیک وصیت اور فدا تمام روزونکا واجب ہی اگر ایک روز کی بھی قدرت ملے سو یہ قول طحاوی کا مردود ہی اسواسطے کہ یہ خلاف صرف نذر مین ہی نہ رمضان مین کیونکہ وجوب بقدر قدرت کے ہوتا ہی جیسا ہدایہ وغیرہ مین تنبیہ کی ہی بوصیتہ من الثلث متعلق بفدی وہذا لو لہ وارث والا فمن الکل قہستانی میت کی وصیت کی جہت سے ولی فدیہ دے ثلث مال سے اور یہ اُس صورت مین ہی کہ میت کا کوئی وارث ہو اور اگر وارث نہو تو کل مال سے دیوے کذا فی قہستانی م اسلیے کہ زیادتی کی ممانعت وارث کے حق کے سبب ہی پھر جب وارث نہو تو منع نہین ہی جیسا اس صورت مین کہ وارث ہو اور اجازت دے اور یہی حکم ہی اگر وارث ایسا ہو جسپر رد نہین ہوتا یعنی زوجین مین سے کوئی ہو تو وارث کے حصہ کے بعد زیادت علی الثلث کی گنجایش ہی قالہ الشامی وان لم یوص وتبرع ولیہ جاز انشاء اللہ ویکون الثواب للولی اختیار اور اگر میت نے وصیت نہین کی اور ولی نے بطور احسان فدیہ دیا تو جائز ہی[له] انشاء اللہ تعالی اور ثواب واسطے ولی کے ہوگا کذا فی الاختیار م اختیار کی عبارت مین نے اسطرح دیکھی ہی وان[٢] لم یوص لایجب علی الورثۃ الاطعام لانہا عبادۃ فلا تودی الا بامرہ وان فعلوا ذلک جاز ویکون لہ ثواب انتہی اور کچھ شبہہ نہین کہ ضمیر لہ کی میت کیطرف ہی اور یہی ظاہر ہی کیونکہ وصی نے میت ہی کیطرف سے صدقہ دیا ہی نہ اپنی طرف سے پس ثواب میت کو ہوگا جیسا ہدایہ مین تصریح کی ہی کہ انسان کو پہونچ سکتا ہی کہ اپنے عمل کا ثواب کسی غیر کو دے صلوۃ ہو یا صوم یا صدقہ وغیرہ ہان اگر کسی غیر کیطرف سے صدقہ دیگا تو اسکے ثواب مین کچھ کمی نہو گی قالہ الشامی وان صام او صلی عنہ الولی لا لحدیث النسائی لا یصوم احد عن احد ولا یصلی احد عن احد ولکن یطعم عنہ ولیہ اور اگر روزہ رکھے یا نماز پڑھے میت کی طرف سے اُسکا ولی تو نہین جائز ہی واسطے حدیث نسائی کے کہ نہ روزہ رکھے کوئی کسی کی طرف سے اور نہ نماز پڑھے کوئی کسی کیطرف سے لیکن کھانا دیوے اُسکی طرف سے اُسکا ولی وکذا یجوز لو تبرع عنہ ولیہ بکفارۃ یمین او قتل باطعام او کسوۃ بغیر اعتاق اور اسیطرح جائز ہی اگر تبرع کیا اُسکی طرف سے اُسکے ولی نے کفارہ یمین یا قتل مین ساتھ کھانا کھلانے یا کپڑا پہنانے کے سوائے آزاد کرنیکے م اسیطرح ہی زیلعی اور درر اور بحر اور نہر مین لیکن شرنبلالیہ مین کہا ہی کہ تبرع وارث کا کفارہ قتل مین کسی چیز کے ساتھ صحیح نہین ہی کیونکہ اُسمین واجب اعتاق رقبہ کا ہی اور وارث کا اعتاق اُسکی طرف سے صحیح نہین جیسا ذکر کیا ہی اور اعتاق کا بدل صوم ہی اُسمین فدیہ صحیح نہین اور اطعام اور کسوۃ اس کفارہ مین ہوتا ہی نہین تو کفارۂ قتل کو کفارۂ یمین کے شریک کرنا سہو ہی انتہی ای الشرنبلالیہ وکذا فی العزمیہ اور علامہ مقدسی نے اسکا جواب دیا ہی چنانچہ ابو السعود نے اُسکو نقل کیا ہی کہ قتل سے مراد قتل الصید ہی نہ قتل النفس مین کہتا ہون کہ اسپر بھی وارد ہوتا ہی کہ صوم قتل الصید مین

[له] انشاء اللہ تعالی ہو اسلیے کہ اس باب مین نص نہین وارد ہوا اور اس باب وارث کا تبرع ہے جس سے میت سے ساقط ہو جاوے گا یا بحسن ظن نہین کہہ سکتے ۱۲

[٢] اور اگر وصیت نہین کی تو وارثون پر کھانا دینا واجب نہین اسلیے کہ فدیہ عبادت ہے تو بدون میت کے امر کے ادا نہین ہوگا اور اگر وارث کھانا دینگے تو جائز ہوگا اور میت کو ثواب پہونچیگا ۱۲

اصل نہیں ہے بلکہ وہ بدل ہے اسوجہ سے کہ واجب نہیں ہے کہ اُسکی قیمت سے وہی قربانی ہووے جو مرگیا پہنچ بلکہ اطعام کہ صدقہ دیا جاوے جو فقیر کو نصف
صاع یا جو بقدر مثل کے بدلے ایک روزہ کا روزہ اور کفارہ کا غبن ہے کہ اگر جو شخص ایسے روزے سے عاجز ہو کہ بدل ہو جیسا کفارہ یمین اور قتل میں ہے روزہ
ہو وے پہنچ مرنے تک اپنی حیات میں مطلب کہ شیخ فانی ہو تو نہیں صحیح ہے دونوں کفارون میں اور اگر وصیت کی فدیہ کی تو صحیح ہے دونون میں اور اگر اسکی طرف سے
اُسکے ولی نے تبرع کیا تو کفارہ قتل میں صحیح نہیں کیونکہ اُسمیں واجب عتق ہے اور تبرع اُسکا درست نہیں اور کفارہ یمین میں صحیح ہے لیکن کسوت و طعام مین نہ
اعتاق میں جیسا جتنے بیان کیا یہ مقام اسطرح سمجھنا چاہیے غنیمت جانکر یہاں بہت سے فہام کے قدم لغزش کھاگئے ہیں قال الشامی و بعتق لا فیہ من الزام الولاء
للمیت بلا رضاہ یعنی اعتاق کے ساتھ تبرع ولی کا اسلیے جائز نہیں کہ اسمیں میت کے ذمہ ولاء کا لازم کرنا ہے بدون اُسکی رضا کے یعنی اگر اعتاق میت کی طرف سے
صحیح کیا جاسے تو ولاء یعنی ترکہ غلام آزاد مذکور کا درصورت نہونے اُسکے کسی وارث نسبی کے میت کو پہونچیگا اسواسطے کہ ولاء ایک علاقہ ہے مانند علاقہ نسب کے علاوہ
برین ولاء نفع خالص نہیں کیونکہ آقا اپنے غلام آزاد کا عاقلہ بھی ہے کہ اُسکی طرف سے خونبہا دیتا ہے اور ایسے ہی اُسکے عصبات بعد اسکی موت کے اور یہاں نہیں وارد
ہوتا ہے جو ہدایہ میں مذکور ہے کہ انسان کو جائز ہے کہ عمل کا ثواب غیر کو دیدے اور یہ اعتاق کو بھی شامل ہے کیونکہ یہاں مراد اعتاق بطور نیابت کے ہے میت سے روزہ
کے بابت بخلاف اُس صورت کے کہ اپنے غلام کو آزاد کرے اور اُسکا ثواب میت کے لیے کردے اسواسطے کہ عتاق معتق کیطرف اصالۃً ہوا اور ولاء اُسی کی رہی
صرف ثواب میت کو ہوا اور بخلاف تبرع کسوۃ و اطعام کے کہ نیابۃً ہو سکتا ہے واسطے نہونے الزام کے قال الشامی و فدیۃ کل صلوۃ و لو وترا کما مر فی قضاء الفوائت کصوم یوم
علی المذہب و فدیہ ہر نماز کا اگرچہ وتر ہو جیسا قضاء فوایت میں مذکور ہوا مثل فدیہ ایک روز کے روزہ کے ہے صحیح مذہب پر ہم اور محمد بن مقاتل نے امام محمد سے اول
روایت کیا ہے کہ ہر روز کی پانچون نماز دن کے لیے نصف صاع ہے پس انھون نے اُس سے رجوع کیا ہے اور کہا ہے کہ ہر نماز فرض ہے جیسا ہر روز کا روزہ فرض ہے اور یہی
صحیح ہے کذا فی السراج وکذا الفطرۃ اور اسیطرح فطرہ ہم یعنی عید کا فطرہ مانند فدیہ ایک دن کے روزہ کے ہے چنانچہ پہلے معلوم ہو چکا اور ممکن ہے کہ تشبیہ مسئلہ تبرع کی ہو اور مطلب یہ کہ اُسکا
کذا الفطرۃ کے معنی یہ کہ ولی فطرہ نکالے میت کی وصیت سے قال الشامی و الاعتکاف الواجب یطعم عنہ لکل یوم کالفطرۃ والوالجیہ اور اعتکاف واجب میں کھانا کھلایا جاوے
میت کی طرف سے ہر روز کے لیے مانند فطرہ کے یعنی مقدار میں کذا فی الوالوالجیہ ہم اگر میت نے وصیت کی ہے تو لزوماً ثلث سے دیا جاویگا ورنہ جوازاً والحاصل ان
ماکان عبادۃ بدنیۃ فان الوصی یطعم عنہ بعد موتہ عن کل واجب کالفطرۃ والمالیۃ کالزکوۃ یخرج عنہ القدر الواجب والمرکب کالحج یحج عنہ رجلا من مال
المیت بحر اور حاصل یہ ہے کہ جو عبادت بدنی ہو جیسے نماز تو وصی میت کی طرف سے کھانا دے اُسکے مرنے کے بعد بدلے ہر واجب کے مثل فطرہ کے اور جو عبادت مالیہ ہو
جیسے زکوۃ پس نکالے میت کیطرف سے بقدر واجب اور جو عبادت مرکب ہے بدنی اور مالی سے یعنی حج تو حج کرادے میت کیطرف سے ایک شخص کو بھیجکر میت کے مال سے
کذا فی البحر و للشیخ الفانی العاجز عن الصوم الفطر و یفدی وجوبا و لو فی اول الشہر اور شیخ فانی کو جو روزہ سے عاجز ہے افطار جائز ہے اور فدیہ دیوے
وجوباً اگرچہ مہینے کے شروع میں دیدے ہم فدیہ اسواسطے واجب ہوا کہ یہ عذر جانیوالا نہیں ہے کہ قضا لازم آوے کذا فی النہر اور فدیہ دینے میں رمضان کا اول و
آخر برابر ہے کذا فی البحر و بلا تعدد فقیر کالفطرۃ لو موسرا والا فیستغفر اللہ اور فدیہ میں تعدد فقیرون کا شرط نہیں ہے اور فدیہ مثل فطرہ کے دے اگر تونگر ہو ورنہ
اللہ تعالی سے استغفار کرے ہم استغفار کا ذکر فتح القدیر اور بحر میں مسئلہ نذر دائمی کے بعد بیان کیا ہے جبکہ نذر کرنے والا روزہ نہ رکھے اور معیشت میں مشغول
ہو جاوے پس ظاہر یہ ہے کہ یہ اُسی کے ساتھ متعلق ہے نہ شیخ فانی کے مسئلہ کے ساتھ جو اُس سے پہلے ہے کیونکہ شیخ فانی سے کسی وجہ سے تقصیر نہیں پائی گئی بخلاف
نادر کے اسواسطے کہ روزہ چھوڑکر جب معیشت میں مشغول ہوا تو ایک قسم کی تقصیر ہوئی اگرچہ معیشت کی مشغولی واجب ہوا سلیے کہ اُسمیں حظ نفس کی ترجیح ہے قال الشامی
ہذا اذا کان الصوم اصلا بنفسہ و خوطب بادائہ وجوب فدیہ شیخ فانی وغیرہ پر اُس صورت میں ہے کہ صوم بذات خود اصل ہو اور بندہ اُسکی ذات کا مخاطب ہو جیسے
رمضان اور اُسکی قضا اور نذر کے روزے مثلاً کسی نے صوم دائمی کی نذر کی یا صوم معین کی نذر کی اور وہ دن معین گذر گیا تو فدیہ جائز ہے کذا فی البحر حتی لو لزمہ الصوم

لکفارۃ یمین او قتل ثم عجز لم تجز الفدیۃ لان الصوم ہنا بدل عن غیرہ یہانتک کہ اگر لازم ہوا صوم کفارہ یمین یا قتل کا پھر عاجز ہو گیا تو فدیہ جائز نہین ہی کیونکہ صوم
یہان غیر کا بدل ہی ہم یہ تفریع ہی اصلا بنفسہ کے مفہوم پر اور کفارہ یمین اور قتل کے ذکر کرنے سے احتراز ہی کفارہ ظہار اور افطار سے جب اعتاق سے عاجز
ہو تنگدستی کے سبب اور روزہ سے زیادت عمر کے سبب تو اُسکو بالنص جائز ہی کہ ۶۰ مسکینون کو کھانا دیوے اور اطعام کفارہ یمین مین صیام کا بدل نہین
بلکہ صیام بدل ہی اطعام کا کذا فی السراج اور بحر مین غایۃ البیان اور خانیہ سے نقل کیا ہی کہ اسیطرح اگر منڈا لیا سر حالت احرام مین تکلیف کی جہت سے اور ذبح
کی مقدور نہین اور نہ تین صاع طعام کی کہ چھ مسکینون پر تقسیم کرے اور وہ شخص شیخ فانی ہی روزہ کی طاقت نہین رکھتا پھر روزہ کے بدلے کھانا دیا تو جائز ہوا
کیونکہ صوم بدل ہی قالہ الشامی ولو کان مسافرا فمات قبل الاقامۃ لم تجب الایصاء اور اگر مسافر ہو پھر مر جاوے اقامت سے پہلے تو فدیہ کی وصیت اسکو واجب نہین
ہم یہ تفریع ہی خو طلب بادائہ پر اور ضمیر کان کی عائد ہی عاجز کیطرف یعنی وصیت اُسپر اس جہت سے واجب نہین کہ اُسکو بقدر فرصت نہین ملی کہ ایام صیام کی قضا
کرتا ومتی قدر قضی لان استمرار العجز شرط الخلیفۃ اور جب قدرت ہو (یعنی شیخ فانی کو جو فدیہ ادا کر چکا ہی) تو قضا کرے اسواسطے کہ دوام عجز کا شرط ہی خلیفہ ہونے فدیہ
کا صوم مین ہم بحر مین کہا ہی کہ صوم کی قید اسواسطے لگائی کہ تیمم خارج ہو جاوے کہ جب پانی پر قدرت ہو تو نماز نہین باطل ہوتی اسواسطے کہ تیمم کا خلیفہ ہونا مشروط ہی
صرف عجز پر پانی سے نہ دوام عجز پر قالہ الشامی وہل تکفی الاباحۃ فی الفدیۃ قولان المشہور نعم واعتمدہ الکمال اور اباحت فدیہ مین کافی ہی یا نہین ہین دو قول
ہین مشہور یہ ہی کہ کافی ہی اور اسی پر کمال نے اعتماد کیا ہی ہم جسمین فقط اطعام وارد ہوا ہی اُسمین اباحت اور تملیک دونون جائز ہین بخلاف اسکے جسمین
لفظ ایتا یا ادا کا ہی اسلیے کہ وہ صرف تملیک کے واسطے ہی قہستانی عن المضمرات وغیرہ ولزم نفل شرع فیہ قصدا کما فی الصلوۃ اور لازم ہی وہ روزہ
نفل کہ شروع کیا ہی اُسکو قصدا جیسا صلوۃ مین مذکور ہوا فلو شرع ظنا فافطر ای فورا فلا قضاء پس اگر شروع کیا واجب کے گمان پر پھر معلوم ہوا کہ واجب
ذمہ پر نہین ہی پھر افطار کیا اُسی وقت یعنی بمجرد معلوم ہونے کے تو قضا اسکے ذمہ لازم نہین ہی اما لو مضی ساعۃ لزمہ القضاء لانہ بمضیہا صار کانہ نوی المضی علیہ
فی ہذہ الساعۃ تجنیس ومجتبی لیکن اگر بعد علم کے ایک ساعت گذر گئی پھر افطار کیا تو اُسپر روزہ قضا لازم ہوا کیونکہ جب ساعت گذری تو گویا اُسنے
نیت روزہ کے بقا کی اس ساعت مین کی کذا فی التجنیس والمجتبی اداء او قضاء ای یجب اتمامہ فان فسد ولو بعروض حیض فی الاصح وجب القضاء
لازم ہی نفل اداءً یا قضاءً یعنی واجب ہی پورا کرنا ادا کی صورت مین پھر اگر فاسد ہو جاوے اگرچہ فساد حیض آنے کی جہت سے ہوا تو اصح
روایت مین قضا واجب ہی الا فی العیدین وایام التشریق فلا یلزم لصیرورتہ صائما بنفس الشروع فیصیر مرتکبا للنہی مگر عیدین اور
ایام تشریق مین کہ اُنمین اتمام لازم نہین نہ اداءً نہ قضاءً اسواسطے کہ روزہ کے شروع کرتے ہی صائم ہو گیا پس مرتکب ہوا نہی کا ہم پس اُسکی
حفاظت واجب نہوئی بلکہ ابطال واجب ہوا اور وجوب قضا مبنی وجوب حفاظت پر ہی پس جیسے اتمام واجب نہوا قضا بھی واجب نہوئی بخلاف اسکے کہ
ان ایام کے صوم کی نذر کی اسواسطے کہ نذر لازم ہو جاتی ہی اسطرح کہ ایام غیر منہیہ مین انکی قضا کرے کیونکہ نفس نذر مین ارتکاب معصیت کا نہین ہی بلکہ
شروع صوم معصیت ہی پس نذر منعقد ہوئی اور قضا لازم ہوئی اور دونون مین کذا فی الطحاوی واما الصلوۃ فلا یکون مصلیا ما لم یسجد بدلیل مسئلۃ الیمین اور
نماز مین تو مصلی نہین شمار کیا جاتا ہی جبتک سجدہ نہ کر چکے بدلیل مسئلہ یمین کے ہم یہ جواب ہی ایک سوال کا سوال کا حاصل یہ ہی کہ اوقات منہیہ مین
چاہیے تھا کہ نماز بھی واجب نہوتی شروع کرنے سے جیسا روزہ ایام منہیہ مین شروع کرنے سے نہین واجب ہوتا جواب کا حاصل یہ ہی کہ نماز مین معصیت کا مباشر صرف
شروع سے نہین ہوتا جبتک کہ سجدہ نکرے کیونکہ اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ نماز نہ پڑھیگا تو بغیر سجدہ کیے حانث نہین ہوتا بخلاف صوم کے ایام منہیہ مین کہ صرف شروع
سے معصیت کا مباشر ہو گیا کذا فی المنح ولا یفطر الشارع فی نفل بلا عذر فی روایۃ وہی الصحیحۃ اور نہ افطار کرے شروع کرنیوالا نفل مین یعنی روزہ نہ توڑے بے عذر
ایک روایت مین یہی روایت صحیحہ ہی ہم یہی ظاہر الروایت ہی کذا فی المنح وغیرہا پس اسکو تنکیر کے ساتھ بیان کرنا نچاہیے تھا قالہ الشامی وفی اخری یحل بشرط ان یکون من نیتہ القضاء

یعنی حالت حیات مین کفارہ یمین کی صورت مین فدیہ کی وصیت کرے ...

وحکاہ الاقوال وتابع الشریعۃ صدر الشریعۃ فی الوقایۃ وشرحہ اور دوسری روایت میں توڑنا حلال ہے بشرطیکہ نیت قضا کی ہو اور اسی کو کمال نے اختیار کیا ہے اور
تاج الشریعۃ نے وقایہ میں اور انکی شرح میں ہم شارح نے صاحب بحر کا اتباع کیا ہے اور جس عبارت میں ماتن کا تصریح اختیار کیا ہے وہ شرح وقایہ میں ہے
والضیافۃ عذر للضیف والمضیف ان کان صاحبہا ممن لا یرضی بمجرد حضورہ ویتأذی بترک الافطار فیفطر والا لا ہو الصحیح من المذہب ظہیریۃ
اور ضیافت عذر ہے مہمان کے لیے اور دعوت کرنیوالے کے لیے یعنی نفل روزہ توڑنے میں نہ فرض روزہ واجب میں بشرطیکہ صاحب ضیافت صرف حاضر ہونے سے
راضی نہ ہو اور ترک افطار سے اسکو ایذا ہو تو افطار کرے ورنہ افطار نہ کرے یہی صحیح مذہب ہے کذا فی الظہیریۃ اور ایک قول یہ ہے کہ قبل الزوال عذر ہے بعد زوال
نہیں اور دوسرا قول یہ کہا گیا ہے کہ اگر اپنے ماں باپ اور پیرا کا ہو کہ قضا رکھ سکتا تو توڑے ورنہ نہیں شمس الائمہ نے کہا کہ یہ قید سب سے بہتر میں کہتا ہوں کہ
قول صحیح میں یہ پہلی تقیید ضروری ہے کیونکہ جب وثوق قضا کا نہیں حاصل ہے تو اپنے آپ کو گناہ سے بچانا بہتر ہے غیر کی رعایت سے شارح نے جو مقید کیا ہے اس قید
کے ساتھ جیسا آگے آتا ہے تو اس سے سب اقوال کا جمع حاصل ہو گیا قال الشامی ولو حلف رجل علی الصائم بطلاق امرأتہ ان لم یفطر افطر ولو کان صائما
قضاء ولا یحنثہ علی المعتمد بزازیہ اور اگر کسی شخص نے روزہ دار کو قسم دی اپنی بی بی کے طلاق کی در صورتیکہ نہ افطار کرے تو روزہ دار افطار کرے یعنی بطریق
مذہب کے اگرچہ روزہ قضائے رمضان ہو اور اسکو قسم میں حانث نہ کرے معتمد روایت پر کذا فی البزازیہ وفی النہر عن الذخیرۃ وغیرہا ہذا اذا کان قبل الزوال اما بعدہ
فلا الا لاحد ابویہ الی العصر لا بعدہ اور نہر میں ذخیرہ وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ افطار قبل الزوال ہو لیکن زوال کے بعد افطار جائز نہیں
مگر ماں باپ کے لیے عصر تک افطار جائز ہے نہ بعد عصر کے وفی الاشباہ دعاہ احد اخوانہ لا یکرہ فطرہ لو صائما غیر قضاء رمضان اور اشباہ میں ہے کہ کسی بھائی نے
دعوت کی تو افطار مکروہ نہیں ہے اگر روزہ ہو سوائے قضائے رمضان کے ہم اور قضائے رمضان کا افطار مکروہ ہے کہ اسکو رمضان کا حکم ہے کذا فی الظہیریہ اور
قضائے رمضان پر اقتصار کرنا ظاہر دلالت کرتا ہے کہ صوم کفارہ اور نذر میں بعذر ضیافت افطار مکروہ نہیں ہے اور یہ روایت ہے ابو یوسف سے لیکن انکے نزدیک
قضائے رمضان میں بھی استثنا نہیں جیسا کہ محیط میں ہے کہ امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ صوم قضا اور کفارہ اور نذر میں افطار کرے تو ظاہر یہ ہے کہ مصنف اسی
روایت پر چلا ہے اس صورت میں قضائے رمضان کا استثنا نہ چاہیے تھا قال الشامی عن الحموی ولا تصوم المرأۃ نفلا الا باذن الزوج الا عند عدم الضرر بہ اور
نفل روزہ نہ رکھے عورت مگر خاوند کی اجازت سے لیکن جب خاوند کو کچھ ضرر نہ ہو تو جائز ہے ہم یعنی اسطرح پر کہ محرم ہو یا مریض ہو یا مسافر ہو تو اسکو منع نہیں ہو سکتا
اور عورت روزہ رکھ سکتی ہے گو وہ منع کرے کیونکہ خاوند کا منع کرنا اپنے حق کی جہت سے ہے یعنی وطی کے سبب تو ان حالات میں روزہ سے اسکا کچھ حرج نہیں کذا فی
السراج اور ظہیریہ میں منع کو مطلق رکھا ہے اور صاحب بحر نے اسی کی تقویت کی ہے کہ روزہ عورت کو دبلا کرتا ہے اگرچہ بالفعل وہ وطی نہ کرے نہر میں کہا ہے کہ میرے
نزدیک منع کا ضرر پر مقصور رہنا اولی ہے کیونکہ ایک روز کا روزہ دبلا ہونیکا باعث نہیں ہے پس باقی رہا اگر حق وطی تو اگر یہ ضرر ہو یعنی خاوند مریض ہو یا مسافر
تو جائز ہے قال الشامی ولو افطرت وجب القضاء باذنہ او بعد البینونۃ اور اگر افطار کرا دیا مرد نے عورت کا روزہ تو قضا واجب ہے مرد کی اجازت سے یا بعد جدائی کے ہم
اس سے معلوم ہوا کہ مرد کو افطار کرا دینا جائز ہے اور اسیطرح غلام کا حال ہے اور بحر میں خانیہ سے نقل کیا ہے کہ اگر عورت نے بلا اجازت نفل حج کا احرام باندھا تو مرد کو اسکا
کھلوانا جائز ہے اور یہی حال نماز کا ہے کذا فی الشامی ولو صام العبد فالحکم بلا اذن المولی لم یجز وان افطر قضی باذنہ او بعد العتق اور اگر غلام نے روزہ رکھا یا اسکے
اسکے حکم میں ہے یعنی باندی اور مدبر اور ام ولد نے بغیر اجازت مولی کے تو نہیں جائز ہے اور اگر افطار کرا دیا تو قضا کریں مولی کی اجازت سے ورنہ بعد آزادی کے ہم نہیں
جائز یعنی مکروہ ہے خانیہ میں کہا ہے مگر اس صورت میں کہ مولی غائب ہو اور اسکا کچھ ضرر نہ ہو یعنی اسکا حال مانند عورت کے ہے لیکن محیط وغیرہ میں ذکر کیا ہے کہ غلام کو
روزہ مکروہ ہے اگرچہ آقا کو کچھ نقصان نہ پہنچا دے کیونکہ اسکے منافع ملک میں مولی کے ہیں بخلاف عورت کے کہ اسکے منافع زوج کے مملوک نہیں ہیں وہ صرف
اپنے حق یعنی وطی کا مالک ہے اور بحر میں اسی کی تقویت کی ہے اور جاننا چاہیے کہ اجیر کا حال بیان نہیں کیا سو سراج میں ہے کہ اگر اسکا روزہ مستاجر کو نقصان کرتا ہے

تو نفل روزہ نچاہیے بدون اجازت اور اگر نقصان نہین کرتا تو اُسکو روزہ جائز ہے ولو نوی مسافر الفطر او لم ینو فاقام و نوی الصوم فی وقتہا
قبل الزوال صح مطلقاً اور اگر نیت کی مسافر نے افطار کی یا نہ نیت کی پھر مقیم ہو گیا اور نیت کر لی روزہ کی نیت کے وقت مین زوال سے پہلے یعنی نصف النہار
شرعی سے پہلے اور کھانے سے پہلے تو صحیح ہے ہر صورت مین ہم یعنی نفل ہو یا نذر معین یا اداے رمضان اس سے معلوم ہوا کہ اسکا محل وہ روزہ ہے جسمین
رات سے نیت کرنی نہین ہے پس اگر اُس روزہ کی نیت کی جسمین رات سے نیت ضرور ہے تو نفل ہوگا کذا فی الطحطاوی قالہ الشامی ویجب علیہ الصوم لو کان
فی رمضان لزوال المرخص اور واجب ہے روزہ اُسپر اگر یہ واقعہ رمضان مین ہو بسبب زائل ہونے مرخص کے یعنی رخصت سفر کی جہت سے تھی جب سفر زائل ہو گیا اور نیت
اقامت کی کر لی روزہ واجب ہو گیا کما یجب علی مقیم اتمام صوم یوم منہ ای رمضان سافر فیہ ای فی ذالک الیوم جیسا واجب ہے مقیم پر تمام کرنا اُس روزہ رمضان
کا جسمین سفر واقع ہوا ہے ہم اسواسطے کہ سفر روزہ شروع نکرنے کو مباح کرتا ہے نہ روزہ توڑنے کو پس اگر فجر کے بعد سفر کیا تو افطار حلال نہین ہے بحر مین کہا ہے کہ یہی حکم ہے
اگر مسافر نے نیت کی رات کو اور صبح ہونے تک اُس نیت کو نہین توڑا پھر روزہ رکھا تو اُس روز افطار حلال نہین اور اگر افطار کرے تو کفارہ لازم نہین ولکن لا کفارۃ
علیہ لو افطر فیہما للشبہۃ فی اولہ وآخرہ اور لیکن کفارہ نہین لازم اگر افطار کیا دونون مسئلون مین یعنی مسافر کہ مقیم ہوا اور مقیم جسنے سفر کیا واسطے وقوع شبہہ کے
اُسکے اول وآخر مین ہم یعنی اول مسئلہ مین شبہہ اول وقت مین ہے اور دوسرے مسئلہ مین آخر مین یہ لف و نشر مرتب ہے قالہ الشامی الا اذا دخل مصرہ لشئ نسیہ فافطر
فانہ یکفر مگر اُس صورت مین کہ اپنے شہر مین داخل ہوا کسی چیز کے لینے کو کہ بھول آیا تھا پھر افطار کر لیا تو اس صورت مین کفارہ دے ہم اسواسطے کہ کھانیکے وقت
وہ مقیم ہے کہ گھر آنیکی جہت سے سفر کو چھوڑ دیا اور یہان قیاس پر عمل ہے نہ استحسان پر اور پہلے مذکور ہو چکا کہ اگر کسی شخص نے کھا لیا پھر سفر کیا یا بکراہ سفر کرایا گیا
تو کفارہ نہین ساقط ہوتا کذا فی الشامی ولو نوی الصائم الفطر لم یکن مفطراً کما لو نوی التکلم فی صلوتہ ولم یتکلم شرح الوہبانیۃ قال وفیہ خلاف الشافعی اور
اگر روزہ دار نے نیت افطار کی کی تو مفطر نہ ہو جاویگا جیسا مذکور ہوا یعنی لا یصام یوم الشک سے پہلے جسطرح نماز مین نیت کی بولنے کی اور نہ بولا کذا فی شرح الوہبانیۃ
ابن شحنہ نے کہا کہ اسمین خلاف ہے شافعی کا ہم طحطاوی نے کہا کہ معتمد مذہب امام شافعی کا بھی یہی ہے کہ اس سے نماز نہین فاسد ہوتی وقضی ایام اغمائہ ولو کان الاغماء مستغرقا
للشہر لندرۃ امتدادہ اور قضا کرے صیام ایام بیہوشی کے اگرچہ تمام ماہ رمضان بیہوش رہا ہو کیونکہ بیہوشی کا بڑھ جانا نادر ہے ہم یعنی بغیر کھانے پینے کے اسقدر
مدت جیتا رہے یہ نادر ہے اور نادر واقعات مین حرج نہین ہے کذا فی الزیلعی سوی یوم حدث الاغماء فیہ او فی لیلتہ فلا یقضیہ الا اذا علم انہ لم ینوہ سواے
اُس روز کے جسمین بیہوشی طاری ہوئی یا اُسکی رات مین سو اُسکو قضا نکرے مگر جب جانے کہ اُسکی نیت نہین کی ہم قضا نکرے اسواسطے کہ ظاہر حال مقتضی ہے کہ
رات سے نیت کی ہوگی اور اگر جنون دن کو حادث ہوا ہے تو بطریق اولی اُسپر حمل کر سکتے ہین یہانتک کہ اگر وہ شخص بیباک ہے رمضان مین کھانے کی عادت
رکھتا ہو یا مسافر ہو تو کل کو قضا کرے کذا قالوا کذا فی الشامی وفی الجنون ان لم یستوعب الشہر قضی مامضی اور جنون مین اگر تمام ماہ نہ رہا ہو جسقدر
ایام گذرے ہون اُنکی قضا کرے ہم اور اگر تمام ماہ رہا ہو تو مطلقاً قضا لازم نہین بلا خلاف قالہ الشامی وان یستوعب الجمیع بان یکفیہ انشاء الصوم فیہ
علی ما مر لا یقضی مطلقاً للحرج اور اگر جنون جملہ اوقات کو احاطہ کرے جنمین صوم شروع ہو سکتا ہے جیسا اول کتاب الصوم مین گذرا تو نہ قضا کرے بالکل واسطے
دفع حرج کے ہم انشاء صوم جسمین ہو سکتا ہے وہ مدت طلوع فجر سے نصف النہار تک ہے ہر دن مین پس حصول افاقہ کا بعد زوال کے اور تمام شب کا معتبر نہین ہے
یعنی اگرچہ نیت اُسمین ہو سکتی ہے لیکن انشاء صوم بالفعل رات کو نہین ہو سکتا اور نہ بعد نصف النہار کے لیکن یہ مخالف ہے مصنف کی مراد کو کہ اُسنے استیعاب کو
مطلق کہا ہے یعنی وہ مقتضی ہے کہ اگر ایک ساعت کا بھی افاقہ ہوا اگرچہ رات کو ہو یا بعد نصف النہار کے تو قضا کرے ورنہ نہین اور ہمنے اول کتاب الصوم
مین اختلاف کا بیان کیا ہے اور یہ کہ دونون قول صحیح ہین اور معتمد دوسرا ہے کیونکہ وہ ظاہر الروایت ہے اور متون مین مذکور ہے اور مطلقاً سے مراد یہ ہے کہ
جنون اصلی ہو یا بعد بلوغ کے عارض ہو گیا ہو اور یہ ظاہر الروایت ہے اور امام محمدؒ سے ایک روایت ہے کہ ان دونون مین فرق ہے اسلیے کہ جب بالغ ہوا

اور پچھلے روزون سے متصل رکھنے چاہیین اور اگر وصل نکرے تب بھی عہدہ سے خارج ہوگا صحیح روایت پر کذا فی البحر واعلم ان صیغۃ النذر تحتمل الیمین فلذا کانت ست صور ذکرہا بقولہ اور جان کہ صیغہ نذر کا احتمال رکھتا ہی قسم کا بھی پس اسلیے چھ صورتین ہوتین انکو مصنف نے ذکر کیا اپنے اس قول سے فان لم ینو بنذرہ الصوم شیئا او نوی النذر فقط دون الیمین او نوی النذر ونوی ان لا یکون یمینا کان فی ہذہ الثلث الصور نذرا فقط اجماعا عملا بالصیغۃ پس اگر نذر کے صیغہ سے کچھ نیت نہین کی یا نذر ہی کی نیت کی نہ قسم کی یا نیت کی نذر کی اور نیت کی قسم نہو نیکی تو ان تینون صورتون مین نذر ہی ہوگی فقط بالاجماع واسطے عمل کرنیکے موافق صیغہ کے م یعنی وجہ اول مین اور اسیطرح دوسرے اور تیسرے مین بطریق اولی وان نوی الیمین وان لا یکون نذرا کان فی ہذہ الصورۃ یمینا فقط اجماعا عملا بتعیینہ وعلیہ کفارۃ یمین ان افطر لحنثہ اور اگر نیت کی قسم کی اور اسکی کہ نذر نہو تو اس صورت مین صرف قسم ہوگی بالاجماع بسبب معین کرنے اس شخص کے اور اسکے ذمہ کفارہ قسم کا لازم ہوگا اگر افطار کرے کیونکہ حانث ہوگیا م یعنی قول نذر کا علی صوم دلالت کرتا ہی التزام پر اور یہ صریح ہی نذر مین پس محمول ہوگا نذر پر بدون نیت کے اور نیت کے ساتھ بطریق اولی لیکن جب نیت کرے کہ نذر نہو تو یمین ہوگی کیونکہ لازم بولا اور ملزوم مراد لیا اسواسطے کہ مباح کو لازم کرنے سے اسکے ترک کی تحریم لازم آتی ہی اور مباح کا حرام کرنا بھی یمین ہی قالہ الشامی وان نواہما او نوی الیمین بلا نفی النذر کان فی الصورتین نذرا ویمینا حتی لو افطر یجب القضاء للنذر والکفارۃ للیمین عملا بعموم المجاز خلافا للثانی اور اگر نیت کی دونون کی یا نیت کی قسم کی بدون نفی کرنے نذر کے تو دونون صورتون مین نذر اور قسم ہوگی یہانتک کہ اگر افطار کرے تو واجب ہوگی قضا بسبب نذر کے اور واجب ہوگا کفارہ قسم کا واسطے عمل کرنیکے عموم مجاز پر برخلاف قول ابو یوسف رح کے م امام ابو یوسف رح کے نزدیک اول صورت مین نذر ہوگی اور دوسری مین قسم اسلیے کہ استعمال صیغہ کا نذر مین حقیقی ہی اور قسم مین مجازی اول صورت مین حقیقت کو ترجیح ہی اور دوسری مین نیت کے باعث مجاز متعین ہی اور چونکہ نذر وقسم کا ہونا بظاہر جمع ہونا حقیقت ومجاز کا ہی ایک لفظ مین اور یہ ہو نہین سکتا اسلیے شارح نے کہا کہ عموم مجاز پر عمل کرنے سے یہ معنی لیے گئے یعنی نذر اور یمین مین منافات نہین ہی کیونکہ دونون وجوب کو تقاضا کرتے ہین مگر نذر بنفسہ وجوب کو چاہتی ہی اور یمین لغیرہ یعنی بواسطہ صیانت اسم خدا تعالی کے پس ہمنے دونونمین جمع کردیا تاکہ دونون دلیلون پر عمل ہو باقی کتب اصول مین مذکور ہی قالہ الشامی والطحطاوی وندب تفریق صوم الست من شوال ولا یکرہ التتابع علی المختار خلافا للثانی حاوی اور مندوب ہی کہ متفرق چھ روزہ رکھے شوال مین اور اسکا پیہم رکھنا مکروہ نہین ہی مذہب مختار پر بخلاف قول ابو یوسف رح کے کذا فی الحاوی والاتباع المکروہ ان یصوم الفطر وخمسۃ بعدہ فلو افطر الفطر لا یکرہ بل یستحب ویسن ابن کمال اور رمضان کے پیچھے روزے رکھنے وہ مکروہ ہین کہ عید کے دن ایک روزہ رکھے اور پانچ عید کے بعد پس اگر عید کو افطار کرے تو مکروہ نہین ہی بلکہ مستحب ومسنون ہی قالہ ابن کمال چنانچہ جامع ترمذی مین وارد ہی کہ جو شخص روزے رمضان کے رکھے پھر چھ روزے شوال کے انکے ساتھ ملاوے تو یہ تمام سال کے روزے ہوے ولو نذر صوم شہر غیر معین متتابعا فافطر یوما ولو من الایام المنہیۃ یستقبل لانہ اخل بالوصف مع خلو شہر من ایام نہی نہر بخلاف السنۃ اور اگر نذر کی کہ ایک مہینے غیر معین کے روزے پے درپے رکھونگا پھر ایک روز افطار کرلیا اگرچہ افطار کا دن ایام خمسہ مین کا ہو تو پھر نئے سرے روزہ رکھے کیونکہ اسنے کھودیا وصف تتابع کو باوجود کہ ایسا مہینا مل سکتا تھا جسمین ایام نہی واقع نہوون کذا فی النہر بخلاف برس کے پیہم روزون کی نذر کے خواہ برس معین ہو یا غیر معین کہ اسمین ایام منہیہ بلاشک واقع ہونگے م یہ جواب ہی اسکا کہ جیسا سال بھر کی نذر مین ایام منہیہ کے بدلے کی قضا آتی تھی ایسا ہی یہان بھی صرف اس روز کی قضا لازم آتی جو مہینے کے بیچ مین واقع ہوا الا ان یستقبل فی نذرہ شہر معین لئلا یقع کلہ فی غیر الوقت تہ استیناف کرے جس صورت مین کہ معین مہینے کے روزے کی نذر کی ہو تاکہ روزے بہا غیر وقت مین واقع نہوون ہم کلہ کی تقیید اسی صورت مین ظاہر ہوتی ہی کہ مہینے کے آخر کا روزہ افطار کیا ہو لیکن اگر دسوین دن افطار کرے مثلا تو نہین ظاہر ہوتی کیونکہ اگر گیارھوین سے استیناف کرے اور پورا مہینا روزے رکھے تو بعض روزے وقت مین ہونگے اور بعض غیر وقت مین قالہ الشامی والنذر من اعتکاف او حج او صلوۃ او صیام او غیرہا غیر المعلق ولو معینا لا یختص بزمان ومکان ودرہم وفقیر اور نذر غیر معلق اعتکاف ہو یا حج

جیسا قضاے رمضان مین وقد بسطہ الشامی کا لصحیح اذا [illegible] مات قبل تمام الشہر لزمہ الوصیۃ بالجمیع بالاجماع کما فی الجنازیۃ بخلاف القضاء فان سببہ
ادراک العدۃ مانند مذر ست سکے کہ نذر کی مہینے کی ادر مہینے کے تمام ہونے سے پہلے مرگیا اور اس [illegible] مین روزہ نہین رکھا تو اُسکو وصیت تمیع مہینے کی
لازم ہی بالاجماع جیسا جنازیہ مین ہی بخلاف قضاے رمضان کے کیونکہ سبب قضا کا ادراک اُسقدر مدت کا ہی یعنی جس صورت مین کہ رمضان فوت ہوجاوے
کسی عذر سے پھر بعض مدت کی اُسکو گنجایش ملی اور روزہ نہ رکھا تو اُسکو وصیت کرنی اُس مقدار کی کہ [illegible] کی ہی بالاتفاق لازم ہی صحیح مذہب پر بخلاف طحاوی
کے کہ اُسنے کہا ہی کہ خلاف اس مسئلہ مین بھی جاری ہی کذا فی الحلبی فروع مسائل جزئیہ جو شارح نے ملحق کیے قال واللہ اصوم لا اصوم علیہ بل ان صام حنث
کما سیجیٔ فی الایمان یہ لفظ کہا واللہ اصوم تو روزہ اُسکے ذمہ لازم نہین بلکہ اگر روزہ رکھیگا تو حانث ہوگا جیسا کتاب الایمان مین آویگا اس جہت سے
کہ مضارع مثبت جواب قسم مین نہین واقع ہوتا مگر نون تاکید کے ساتھ اور نون تاکید مثال مذکور مین نہین تو لا نفی کا حذف ماننا ضرور ہوا یعنی گویا اُسنے واللہ
لا اصوم کہا قالہ الحلبی لیکن علامہ مقدسی نے کہا کہ یہ حکم سابق مین تھا قبل تغیر لغت کے اور اب تو عوام اثبات اور نفی مین صرف لفظ لا کے ہونے اور نہونے سے فرق
کرتے ہین پس یہ مثل اصطلاح فارسی وغیرہ کے ہی قسم کے باب مین قالہ الشامی نذر صوم رجب فدخل وہو مریض افطر وقضی کہ رمضان نذر کی رجب کے روزون کی
پھر رجب آگیا اور یہ مریض ہی تو افطار کرے اور قضا کرے مثل رمضان کے یعنی متصل یا منفصل کذا فی الدرر وصوم الابد فضعف لاشتغالہ بالمعیشۃ افطر وکفر کما مر
یا نذر کی ہمیشہ کے روزے کی پھر ضعیف ہوگیا معیشت مین مشغول رہنے کے سبب سے تو افطار کرے اور فدیہ دے چنانچہ مذکور ہوا یعنی شیخ فانی کے حکم مین کہ مثل فطرہ کے
کھانا دیوے او یوم یقدم فلان فقدم بعد الاکل او الزوال او حیضہا تقضی عندالثانی خلافا للثالث یا نذر کی کہ روزہ رکھونگا جسدن فلانا شخص آویگا سو آیا وہ
کھانے کے بعد یا ضحوہ کبری کے یا حیض آنیکے بعد تو قضا کرے ابو یوسف کے نزدیک بخلاف قول محمد رح کے ہم فتح القدیر اور نہر مین کہا کہ بعد زوال کے آیا تو محمد رح
کہتے ہین کہ اُسپر کچھ لازم نہین اور سواے محمد رح کے اور کسی سے روایت نہین ہی سرخسی نے کہا کہ اظہر یہ ہی کہ دونون برابر ہین یعنی آنا بعد الاکل اور آنا بعد الزوال پس شارح
فرع ثانی مین اسی پر چلا ہی ولو قدم فی رمضان فلا قضاء اتفاقا اور اگر فلانا آیا ماہ رمضان مین تو قضا لازم نہین بالاتفاق کیونکہ انجام کار نذر اسکی
رمضان پر واقع ہوئی اور جو شخص رمضان کی نذر کرے تو اُسپر کچھ لازم نہین ہوتا قالہ الحلبی ولو عنی بہ الیمین کفر فقط الا اذا قدم قبل نیۃ فنواہ عنہ بر بالنیۃ ووقع عن
رمضان اور اگر نیت کی الفاظ نذر سے یمین کی تو قسم کا کفارہ دیوے فقط مگر جبکہ وہ شخص آگیا نیت کرنے سے پہلے پس ادا نذر کی نیت کرلی تو نیت کی
جہت سے نذر ادا ہوگئی اور روزہ رمضان کا واقع ہوا [illegible] کے بیان مین اختصار مخل واقع ہوا ہی نہر کے اتباع سے اور اصل مسئلہ فتح وغیرہ
مین اسطرح مذکور ہی اگر کہا کہ مجھپر خدا کے واسطے روزہ اُس روز کا لازم ہی جس روز فلان شخص آوے اللہ تعالی کے شکر کے لیے اور اس قول سے یمین
کا ارادہ کیا پھر وہ شخص رمضان کے دن مین آیا تو اُسپر کفارہ [illegible] اور قضا نہوگی کیونکہ قسم پوری ہونے کی شرط نپائی گئی یعنی روزہ بہ نیت شکر
اور اگر آیا نیت کرنے سے پہلے پھر اس روزے مین صوم نذر کی نیت کی نہ رمضان کی تو قسم پوری ہوئی نیت کی جہت سے اور یہ روزہ رمضان کے
واسطے بھی کافی ہی قضا لازم نہین اور اس سے مصنف کا کلام واضح ہوجاتا ہی قالہ الشامی ولو نذر شہرا لزمہ کاملا اور اگر نذر کی ایک مہینے کی
تو لازم ہونگے پورے مہینے کے روزے ہم اور جس روز چاہے شروع کرنے عدد کے اعتبار سے نہ ہلال سے اور اگر معین مہینے کی نذر کی تو چاند کے
اعتبار سے مقصود ہوگا کذا فی الفتح او الشہر فبقیتہ یا نذر کی اُس مہینے کی تو باقی رہا ہوا لازم ہوگا اسواسطے کہ اُسکو معرف باللام ذکر کیا ہی
تو جو حاضر ہونے کی جہت سے معہود ہی وہی مراد ہوگا اور اگر تمام مہینے کی نیت کرے تو اُسکی نیت پر رہیگا کیونکہ کلام اُسکا بھی محتمل ہی فتح عن التجنیس
او جمعۃ فالاسبوع الا ان ینوی الیوم یا نذر کی جمعہ کی تو پورا ہفتہ لازم ہوگا مگر یہ کہ نیت کرے خاص روز جمعہ کی ولو نذر صوم یوم السبت
ثمانیۃ ایام صام سبتین ولو قال سبعۃ فسبعۃ اسبابت والفرق ان السبت لا یتکرر فی السبت فحمل علی العدد بخلاف الاول اور اگر نذر کی

رمضان کے ساتھ اور وجہ تاخیر اعتکاف کی شرط ہونا صوم کا ہی بعض اقسام اعتکاف مین اور طلب ہو کہ عشرہ اخیر مین ہم یعنی اعتکاف واجب مین صوم
شرط ہی اور شرط مشروط سے مقدم ہوتی ہی اسلیے رمضان کو مقدم کیا اور اخیر عشرۂ رمضان مین اعتکاف کی تاکید ہی اور روزہ اسپر ختم ہی تو مناسب ہوا کہ
کتاب الصوم کے ختم مین مسائل اعتکاف مذکور ہون قالہ الشامی ہو لغۃ اللبث وشرعا لبث بفتح اللام وتضم المکث ذکر ولو ممیزا فی مسجد جماعۃ لغت مین
اعتکاف کے معنی ٹھہرنا یعنی کسی مقام مین ہو اور اپنے نفس کو حبس کرنا) اور لبث بفتح لام اور ضمہ بھی جائز ہی اور شرع مین ٹھہرنا مذکر کا ہی گو لڑکا عاقل ہی ہو
مسجد جماعت مین ہم بلوغ اسمین شرط نہین ہی جیسا بحر مین ہی اور یہ حکم غلام کو بھی شامل ہی کہ اسکا اعتکاف بھی مولی کی اجازت سے صحیح ہی اور ذکر کی قید لگائی
گو اعتکاف عورت کا بھی مسجد مین متحقق ہی اس لحاظ سے کہ یہان تعریف اعتکاف مطلوب کی مقصود ہی اور اعتکاف عورت کا مسجد مین مکروہ ہی
جیسا آگے مذکور ہوگا قالہ الشامی وہو مالہ امام وموذن ادیت فیہ الخمس اولا مسجد جماعت وہ ہی کہ اُسکے لیے امام اور موذن ہون خواہ نماز پنجگانہ لوگ اسمین
پڑھتے ہون یا نہین وعن الامام اشتراط اداء الخمس فیہ وصححہ بعضہم اور ایک روایت امام صاحب سے یہ ہی کہ نماز پنجگانہ کا ادا ہونا مسجد اعتکاف مین شرط ہی اور بعض
فقہانے اسکی تصیح کی ہم بحر مین ابن ہمام سے اسکی تصیح نقل کی ہی وقالا یصح فی کل مسجد وصححہ السروجی اور صاحبین نے کہا ہی کہ اعتکاف صحیح ہی ہر مسجد مین اور
اسی کی تصیح کی ہی سروجی نے اور یہی اختیار کیا ہی طحاوی نے واما الجامع فیصح فیہ مطلقا اتفاقا اور جامع مسجد مین تو صحیح ہی مطلقا یعنی نماز پنجگانہ ہوتی ہو یا
نہوتی ہو بالاتفاق ہم یہ مذکور ہوا بیان صحت کا ہی نہر مین اور فتح القدیر مین کہا ہی کہ اعتکاف مسجد الحرام مین افضل ہی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد
مین پھر بیت المقدس مین پھر جامع مسجد مین بشرطیکہ اسمین جماعت ہوتی ہو اور اگر جماعت نہوتی ہو تو اپنے محلے کی مسجد افضل ہی تا کہ اسکو نکلنے کی حاجت نہو
پھر جسمین نمازی زیادہ ہون قالہ الشامی او لبث امرأۃ فی مسجد بیتہا یا ٹھہرنا عورت کا ہی اپنے گھر کی مسجد مین ہم مسجد البیت سے مراد وہ جو عورت
کو اور سب کو گھر کے اندر ایک جگہ نماز کے لیے بنالینی مندوب ہی جیسا بزازیہ مین ہی کذا فی النہر اور اس سے معلوم ہوا کہ مردون کو بھی تخصیص کسی موضع کی
گھر مین نوافل کے لیے مستحب ہی اور فرض اور اعتکاف تو مسجدون مین ہوتا ہی چنانچہ ظاہر ہی قالہ الشامی ویکرہ فی المسجد اور اعتکاف عورت کو مسجد مین
مکروہ ہی ہم یعنی تنزیہی جیسا نہایہ مین ظاہر اً معلوم ہوتا ہی کذا فی النہر اور بدائع مین تصریح کی ہی کہ افضل نہین ولا یصح فی غیر موضع صلاتہا من بیتہا کما اذا لم یکن فیہ
مسجد اور نہین صحیح عورت کا اعتکاف سوائے موضع مقرری نماز کے گھر کے اندر جیسا نہین صحیح ہی جب گھر مین مسجد نہو ہم اور وقت اعتکاف کے کسی
موضع کو اس کام کے واسطے مقرر کرے تو چاہیے کہ جائز ہو قالہ الشامی وہل یصح من الخنثی فی بیتہ لم اره والظاہر لا لاحتمال ذکورتہ اعتکاف خنثی کا
صحیح ہی اُسکے گھر مین مین نے اس مسئلہ کو نہین دیکھا اور ظاہر یہ ہی کہ نہین صحیح ہی کیونکہ خنثی مین احتمال مذکر ہونے کا ہی ہم نفی خنثی باعتبار
مونث ہونے کے مقتضی ہی کہ اسکا اعتکاف گھر مین مع الکراہت جائز ہو اور باعتبار مذکر ہونے کے اس بات کو چاہتا ہی کہ کسی وجہ درست نہو
قالہ الحلبی بنیۃ فاللبث ہو الرکن والکون فی المسجد والنیۃ من مسلم عاقل طاہر من جنابۃ وحیض ونفاس شرطان یعنی اعتکاف ٹھہرنا ہی
بشرط نیت کے تو ٹھہرنا رکن ہی اور مسجد مین ہونا اور نیت مسلمان عاقل کی کہ طاہر ہو جنابت اور حیض اور نفاس سے یہ دونون شرطین ہین ہم
بدائع مین طہارت جنابت اور حیض اور نفاس سے شرط اعتکاف کی ٹھہرائی ہی نہر مین کہا کہ یون چاہیے کہ اشتراط طہارت کا حیض ونفاس سے
اعتکاف مین مبنی ہو اشتراط صوم پر نفلی اعتکاف مین اور جس روایت مین صوم شرط نہین تو یہ چاہیے کہ صرف حلت کی شرط ہو جیسے
طہارت جنابت سے اور مین نے نہین دیکھا کہ کسی نے اسکا تعرض کیا ہو اور حاصل یہ ہی کہ طہارت ان تینون سے شرط ہی حلت کی اور طہارت
حیض ونفاس سے شرط صحت کی بھی ہی اعتکاف منذور مین اور ایسے ہی نفل مین بنا بر اُن روایات کے جسمین صوم شرط ہی بخلاف جنابت کے کہ
جنابت کے ساتھ صوم ممکن ہی قالہ الشامی وہو ثلثۃ اقسام واجب بالنذر بلسانہ وبالشروع وبالتعلیق ذکرہ ابن الکمال اور اعتکاف تین

قسم اول ایک واجب ہو بسبب نذر کرنے کے یعنی منت ہو بسبب شروع کرنے کے اور بسبب شرط کرنے کے کہ بیان مین کہا ہو عدم بیان کی قید
سے یہ کافی ہو کہ واجب کرنے مین صرف نیت کافی نہین ہو الا فی النفع اور شروع کرنے سے واجب ہونا قول ضعیف ہو بقول بعض متاخرین کے نفل اعتکاف جو روزہ شرط
ہو اور مذہب صحیح یہ ہو کہ اعتکاف نفل کے لیے مقدار زمانہ ایک ساعت ہو یہ تمام دن تو نہ کے ہو جب شروع کرنے سے واجب ہوگا اور باستحقاق سنت ہو
الغرض یہ اس سے بخوبی معلوم ہوتا ہو کہ نذر اور غیر نذر اور تعلیق دوسری چیز کو کہ معلوم اور حلف علیہ ایک دوسرے سے غیر ہوتے ہین سوا اکے تعلیق
بھی نذر ہی ہو تو شارح کو مناسب تھا کہ یون کہتا واجب بالنذر منجزا و معلقا یعنی واجب ہوتا ہو نذر سے خواہ نذر بدون شرط کے ہو یا کسی شرط پر مشروط
ہو جیسا بحر مین اور امداد مین ہو کذا الطحطاوی و سنة مؤکدة فی العشر الاخیر من رمضان قسم دوم مؤکد ہو رمضان کے اخیر عشرہ مین اور سنت
کفایۃ کما فی البرہان یعنی سنت کفایہ ہو کہ بعض کے کرنے سے اوروں کے ذمہ سے ساقط ہوگا جیسا برہان مین ہو اسکی نظیر جماعت سے تراویح کا
پڑھنا ہو کہ اگر بعض لوگ انکو پڑھین کہ باقیون سے ساقط ہو جاتی ہین پس اگر باقی اشخاص بے عذر ترک پر مواظبت کرین تو گنہگار ہونگے اور اگر ہر شہر
ہر ایک شخص پر ہو تین تو ترک کرنا سنت مؤکدہ کا گناہ ہوتا جو ترک واجب کی نسبت کم ہو کذا فی الشامی لاقترانہا بعدم الانکار علی من لم یفعلہ من الصحابۃ
کیونکہ صحابہ مین سے جس شخص نے انکو ادا نہین کیا تو حضرت نے اُنپر انکار نہین کیا اور نہین تو کام یہ جواب ہو انکا جو ہدایہ کے قول پر کسی نے اعتراض
کیا ہو ہدایہ کا قول یہ ہو کہ صحیح یہ ہو کہ اعتکاف سنت مؤکدہ ہو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسپر اخیر عشرہ رمضان مین مواظبت کی ہو اور
مواظبت دلیل ہو سنت ہونے کی اعتراض کی تقریر یہ ہو کہ مواظبت بغیر ترک کے دلیل ہو وجوب کی تو واجب کہنا چاہیئے نہ سنت مؤکدہ انکا
جواب یہ ہو کہ حضرت نے تارک پر انکار نہین کیا اگر واجب ہوتا تو ضرور ٹوکتے کذا فی الشامی ومستحب فی غیرہ من الازمنۃ ہو بمعنی غیر المؤکدۃ
تیسری قسم اعتکاف مستحب ہو جو اسکے سوا اور زمانون مین ہو اور مستحب یعنی سنت غیر مؤکدہ کے ہو وشرط الصوم لصحۃ الاول اتفاقا فقط
علی المذہب اور شرط کیا گیا ہو روزہ واسطے صحت قسم اول یعنی واجب کے فقط بالاتفاق بنا بر مذہب صحیح کے فقط علی المذہب فقط کے ساتھ
علاقہ رکھتا ہو اور یہی روایت ہو اصل کی اور اسکے مقابل روایت حسن کی ہو کہ نفل اعتکاف مین بھی شرط ہو اور یہ مبنی ہو اختلاف پر اس
بات مین کہ نفل مین تقیید و تقدیر یوم کی ہو یا نہین پس اصل کی روایت پر یوم کی قید و تقدیر نہین ہو اسلیے روزہ بھی شرط نہین اور جس
روایت مین یوم کی قید ہو یعنی حسن کی روایت مین تو اسمین صوم شرط ہو جیسا بدائع وغیرہ مین ہو مین کہتا ہون کہ اسکا مقتضا یہ ہو کہ اعتکاف
مسنون مین بھی صوم شرط ہو کیونکہ وہ رمضان کے عشرہ اخیرہ مین ہوتا ہو یہانتک کہ اگر اعتکاف کرے بلا صوم کسی مرض یا سفر کی جہت سے تو چاہیئے
کہ سنت نہ شمار کیا جاوے بلکہ نفل ہو اور اُس سے سنت کفایہ کی بجا آوری حاصل نہو قالہ الشامی و بسط افلو نذر اعتکاف لیلۃ لم یصح وان
نوی معہا الیوم لعدم محلیتہا للصوم اما لو نوی بہا الیوم صح والفرق لایخفی پس اگر رات کے اعتکاف کی نذر کی تو نہین صحیح ہو اگرچہ اُسکے ساتھ
دن کی نیت بھی کرے کیونکہ رات محل صوم کا نہین ہو لیکن اگر رات بولے اور یوم ارادہ کرے تو درست ہو اور فرق مخفی نہین ہو مگر فرق یہ ہو کہ پہلی
صورت مین یوم کو تابع رات کے کیا ہو اور جب متبوع مین نذر نادرست ہوئی تو تابع مین بھی نادرست ہوئی اور دوسری صورت مین لیلۃ بولا اور
یوم مراد لیا یعنی مجاز مثل دو مرتبہ کا اسطرح کہ پہلے مقید کو یعنی لیلۃ کو مطلق زمانہ مین استعمال کیا پھر اُس مطلق کو مقید مین استعمال کیا یعنی
یوم مقصود ہوا قالہ الحلبی مین کہتا ہون کہ یہ فرع مشکل ہو کیونکہ اطلاق نہار کا مطلق زمانہ پر جائز ہو نہ لیل کا اطلاق اور اگر اسیطرح بولنا
اطلاق و تقیید کے علاقہ سے جائز رکھا جاوے تو چاہیئے کہ اطلاق آسمان کا زمین پر یا درخت خرما کا کسی چیز طویل پر انسان کے سوا
جائز ہو حالانکہ کتب اصول مین اسکے خلاف کی تصریح کی ہو قالہ الشامی بخلاف ما لو قال فی نذرہ لیلا ونہارا فانہ یصح وان

لم یکن اللیل محلا للصوم لانہ یدخل اللیل تبعا بخلاف اسکے کہ کہے اپنی نذر مین رات اور دن کہ یہ نذر درست ہی اگرچہ رات محل صوم کا نہین ہی کیونکہ رات
بالتبع داخل ہی واعلم ان الشرط فی الصوم مراعاۃ وجودہ لا ایجادہ للمشروط قصدا اور واضح ہو کہ صوم مین شرط ہی لحاظ روزہ کے موجود ہونے کا نہ قصدا
رکھنا معتکف کا صوم کو واسطے اعتکاف مشروط کے ہم یعنی اعتکاف مین روزہ کا وجود ضروری ہی نہ ایجاد بہ نیت اعتکاف جیسا وضو وجود نماز کے
لیے شرط ہی نہ یہ کہ قصدا نماز کے لیے وضو کیا ہو فلو نذر اعتکاف شہر رمضان لزمہ واجزاہ صوم رمضان عن صوم الاعتکاف
پس اگر ماہ رمضان کے اعتکاف کی نذر کی تو اعتکاف لازم ہوگا اور روزہ رمضان کا صوم اعتکاف کی جگہ کافی ہوگا لکن قالوا لو صام تطوعا ثم نذر
اعتکاف ذلک الیوم لم یصح لانعقادہ من اولہ تطوعا فتعذر جعلہ واجبا لیکن فقہا نے کہا ہی کہ اگر نفل روزہ رکھا پھر اس روز کے اعتکاف کی نذر
کی تو صحیح نہوگی کیونکہ روزہ شروع مین نفل تھا پھر اسکو واجب کرنا متعذر ہی اور یہی وجہ ہی کہ دن بھر کا اعتکاف پورا ہوا جو اعتکاف واجب
کی اقل مقدار مقررہ ہی کذا فی الشامی وان لم یعتکف رمضان المعین قضی شہرا غیرہ بصوم مقصود اور اگر اس رمضان کا اعتکاف
نہ کیا تو قضا کرے کسی دوسرے مہینے مین ساتھ صوم مقصود کے ہم یعنی پیہم کیونکہ اسنے التزام کیا تھا اعتکاف معین مہینے مین اور وہ فوت ہوگیا
تو اسکی قضا بھی پیاپی ہوگی جیسا اگر واجب کیا اپنے ذمہ اعتکاف رجب کا اور اسمین اعتکاف نہ کیا کذا فی البدائع لعود شرطہ الی الکمال
الاصلی واسطے رجوع کرنے شرط اعتکاف یعنی صوم کے طرف کمال اصلی کے ہم یعنی نذر کی جہت سے صوم مقصود اولًا لازم ہوا تھا لیکن بسبب شرف
رمضان کے ساقط ہوگیا تھا جب رمضان گذر گیا اور اسنے اعتکاف نہ کیا تو وہ نذر بمنزلہ اس نذر کے ہوگی جسمین وقت کی قید نہو تو اسکی شرط نے
کمال کی طرف رجوع کیا کہ اعتکاف واجب ہوا ساتھ صوم مقصود علیحدہ کے بسبب زائل ہونے مانع کے یعنی رمضان کے قالہ الشامی فلم یجز فی
رمضان آخر ولا فی واجب سوی قضاء رمضان الاول لانہ خلف عنہ وتحقیقہ فی الاصول فی بحث الامر پس جائز نہوگا اعتکاف دوسرے
رمضان مین نہ کسی دوسرے واجب صوم مین سوائے قضائے رمضان اول کے کیونکہ قضائے رمضان خلیفہ ہی اول کا یعنی ادائے رمضان کا اور
تحقیق اس مسئلہ کی اصول فقہ مین ہی امر کی بحث مین واقلہ نفلا ساعۃ من لیل او نہار عند محمد وہو ظاہر الروایۃ عن الامام لبناء النفل علی المسامحۃ
وبہ یفتی اور اقل مدت اعتکاف نفل کی ایک ساعت ہی رات کی یا دن کی نزدیک امام محمد رح کے اور یہی ظاہر الروایت ہی امام صاحب سے واسطے
مبنی ہونے نفل کے سہولت پر اور اسی پر فتوی ہی یعنی نفل مین آسانی کی جہت سے وہ باتین جائز ہین کہ فرض و واجب مین نہین ہوتین مثلاً نماز نفل
بیٹھکر پڑھنا باوجود قدرت قیام کے کذا فی الطحطاوی والساعۃ فی عرف الفقہاء جزء من الزمان لا جزء من اربعۃ وعشرین کما یقولہ المنجمون
کذا فی غرر الاذکار وغیرہ اور ساعت فقہا کی اصطلاح مین ایک ادنی جزو ہی زمانہ کا نہ چوبیسواں حصہ شب و روز کا جو منجمون کی اصطلاح ہی جیسا کہ
غرر الاذکار وغیرہ مین مذکور ہی فلو شرع فی نفلہ ثم قطعہ لا یلزمہ قضاءہ لانہ لا یشترط لہ الصوم علی الظاہر من المذہب پس اگر شروع کیا
نفل اعتکاف مین پھر توڑ دیا تو نہین لازم ہی قضا اسکی کیونکہ صوم شرط نہین ہی اعتکاف نفل کے لیے بنا بر ظاہر مذہب کے وما فی بعض المعتبرات
انہ یلزم بالشروع مفرع علی الضعیف قالہ المصنف وغیرہ اور وہ جو بعض معتبر کتابون مین ہی جیسے بدائع کہ اعتکاف شروع کرنے سے لازم ہوتا ہی
سو متفرع ہی ضعیف روایت پر ذکر کیا اسکو مصنف نے اور اسکے غیر نے ہم یعنی حسن کی روایت پر متفرع ہی جسمین یہ ہی کہ اعتکاف کی اقل مدت
ایک یوم ہی قالہ الشامی وحرم علیہ ای علی المعتکف اعتکافا واجبا اما النفل فلہ الخروج لانہ منہ لا مبطل کما مر اور حرام ہی مسجد سے نکلنا اس معتکف کو
کہ اعتکاف واجب کر رہا ہی لیکن نفل مین اسکو خروج جائز ہی اسواسطے کہ خروج اعتکاف کو ختم کرنے والا ہی نفل والے کے حق مین نہ باطل کرنیوالا
جیسا مذکور ہوا کہ نفل اعتکاف کی کمتر مدت ایک ساعت ہی ہم اعتکاف واجب مین نکلنا حرام اسواسطے ہوا کہ یہ ابطال ہی عمل کا اور ابطال عمل کا جائز نہین ہی

قال سے مقابل ولا تجلسوا جماعاً کے ہیں اور نہ باطل کرے اپنے عقود کو الا لخروج الا لحاجۃ الانسان طبیعیۃ کبول وغائط وغسل لو احتلم ولا یمکنہ الاغتسال
فی المسجد کذا فی النہر حرام ہے معتکف کو خروج مسجد سے مگر واسطے حاجت انسانی کے حاجت طبعی ہو جیسے بول و پاخانہ و غسل اگر احتلام ہو جاوے
اور مسجد میں غسل کرنا ممکن نہو کذا فی النہر پس اگر ممکن ہو بطور یکہ مسجد ملوث نہو تو مضائقہ نہیں اور اگر مستعمل پانی سے مسجد ملوث ہو تو غسل سے منع
کیا جاوے کیونکہ نظافت اور صفائی مسجد کی واجب ہے کذا فی البدائع او شرعیۃ کجمعۃ واذان لو موذنا والباب المنارۃ خارج المسجد والجمعۃ وقت الزوال
یا حاجت شرعی ہو جیسے جمعہ اور اذان اگر معتکف موذن ہو اور منارہ کا دروازہ مسجد سے باہر ہو اور واسطے جمعہ کے وقت زوال کے ہم اذان کے لیے موذن
کی قید قول ضعیف ہے اور صحیح یہ ہے کہ موذن اور غیر موذن میں فرق نہیں جیسا بحر اور امداد میں ہے اور بحر میں کہا ہے کہ چڑھنا اُس جگہ پر بجہت اذان دینے کے مفسد
نہیں ہے اگر دروازہ اُسکا مسجد میں ہو اور جو مسجد سے باہر ہو تب بھی یہی حکم ہے ظاہر الروایت میں انتہی میں کہتا ہوں کہ بدائع سے ظاہر اسلوم ہوتا ہے کہ اذان
بھی شرط نہیں ہے کیونکہ اُسنے کہا ہے کہ اگر منارہ پر چڑھا تو اعتکاف فاسد نہوا بلا خلاف اگرچہ دروازہ منارہ کا مسجد سے باہر ہو کیونکہ منارہ مسجد میں ہے
اسواسطے کہ جو چیز مسجد میں ممنوع وہ منارہ میں بھی ممنوع ہے مثل بول وغیرہ کے پس مشابہ ہوا مسجد کے گوشہ کو انتہی لیکن جس صورت میں کہ دروازہ خارج
ہو اُسکو مقید کرنا چاہیئے کہ نکلے اذان کے لیے کیونکہ منارہ گو داخل مسجد ہے لیکن مسجد سے نکل کر جو دروازہ منارہ تک جاویگا وہ نکلنا بے عذر ہے اور اس
تقدیر پر کلام شارح کا ضعیف مذہب پر متفرع نہیں اور جملہ والباب المنارۃ الخ حال ہے موذن سے جسکا مفہوم مخالف معتبر ہے قالہ الشامی ومن بعد منزلہ
ہو معتکف خرج فی وقت یدرک بہا مع سنتہا یحکم فی ذلک رایہ اور جو شخص کہ مسجد اعتکاف اُسکی دور ہو یعنی جامع مسجد سے تو نکلے ایسے وقت کہ جمعہ مع اُسکی
سنتوں کے پاوے اس باب میں اپنی رائے کو حکم کرے یعنی مع خطبہ کے پاوے جیسا بدائع میں ہے مگر اُسکو ذکر نہیں کیا کیونکہ سنتیں پہلے خطبہ کے ہوتی ہیں
قالہ الشامی ویستن بعدہا اربعا او ستا علی الخلاف اور سنتیں پڑھے بعد جمعہ کے چار یا چھ بنا بر خلاف امام صاحب کے اور صاحبین کے یعنی امام کے نزدیک
چار اور صاحبین کے نزدیک چھ کذا فی البدائع ولو مکث اکثر لا یفسد لانہ محل لہ وکرہ تنزیہا لمخالفۃ ما التزمہ بلا ضرورۃ اور اگر جامع مسجد میں زیادہ ٹھہرا
یعنی جیسے ایک رات دن یا اعتکاف وہاں ہی تمام کیا کذا فی السراج تو فاسد نہوگا کیونکہ جامع مسجد محل اعتکاف ہے لیکن ٹھہرنا مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ جو
التزام کیا تھا اُسکی مخالفت کی بے ضرورت ہم اور اسمیں اشارہ ہے کہ جامع مسجد میں ٹھہرنا اور گھر میں ٹھہرنا جب حاجت کے لیے جاوے ان دونوں میں
فرق ہے کہ گھر میں ٹھہرنے سے اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے اور بدائع میں مذکور ہے کہ جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا گیا ہے یعنی رخصت
عیادت مریض اور صلوۃ جنازہ کے باب میں پس ابو یوسف نے کہا ہے کہ محمول ہے اعتکاف نفل پر اور ممکن ہے کہ رخصت محمول ہو اُس صورت پر کہ نکلا کسی
حاجت کے لیے یا جمعہ کے لیے اور راہ میں مریض کی عیادت کرے اور جنازہ کی نماز پڑھے بغیر اسکے کہ قصداً اُسکے واسطے نکلے اور یہ جائز ہے انتہی اور
اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی ضرورت کے واسطے نکل آیا تو ٹھہرنا اُسی صورت میں مضر ہے کہ مسجد میں نہو اور عیادت کے واسطے نہو قالہ الشامی فلو
خرج ولو ناسیا ساعۃ زمانیۃ لا رملیۃ کما مر بلا عذر فسد فیقضیہ پس اگر نکلا معتکف گو بھولے سے ایک ساعت یعنی ایک جزو زمانہ کا
نہ ساعت رملی جیسا پہلے مذکور ہوا بغیر عذر کے تو اعتکاف فاسد ہو گیا پس اسکی قضا کرے ہم سینے اگر اعتکاف واجب بالنذر ہو اور نفل ہو
اگر یوم کے تمام ہونے سے پہلے قطع کیا تو نہیں قضا ہے مگر موافق روایت حسن کے چنانچہ مذکور ہو چکا اور قضا کرے اعتکاف منذور کو
مع صوم کے اتنی بات ہے کہ اگر معینا مسین ہے تو قضا بقدر فساد کے ہوگی ورنہ استیناف کرے کیونکہ اعتکاف لازم ہوا تھا پیاپی
اور فرق نہیں ہے اگر فساد صنع عبد سے بدون عذر کے جیسے جماع یا عذر سے ہو جیسا مرض کی وجہ سے نکل آنا یا بغیر صنع عبد کے ہو جیسے حیض
و نفاس و جنون و بہت سی بیہوشی اور اُسکا حکم یہ ہے کہ جب اپنے وقت سے فوت ہو جاوے تو اگر بعض فوت ہوا ہے تو اُسی قدر قضا کرے فقط

اور استیناف واجب نہین اور اگر کل فوت ہووے تو کل کی قضا کرے پیہم پس اگر قادر رہا اور قضا نہ کی یہانتک کہ مرگیا تو وصیت کرے ہر روز کے لیے
مسکین کا اطعام اور اگر بعض پر قادر رہا تب بھی یہی حکم ہر اگر وقت نذر کے صحیح وسالم ہر اور اگر وقت نذر کے تندرست نہین تھا پھر اگر ایک روز بھی تندرست
ہوگیا تو وہ اُسی خلاف پر ہر جو روزہ کے باب مین مذکور ہوا اور اگر ایک روز کو بھی تندرست نہین ہوا تو اُسپر کچھ لازم نہین کذا فی البدائع ملخصًا الا اذا فسدہ
بالردۃ مگر جبکہ فاسد کردیا اعتکاف مرتد ہوکر اسواسطے کہ ارتداد ساقط کرتا ہر اُسکو جو پہلے واجب ہوا تھا خواہ خداے تعالی کے ایجاب سے ہوا یا بندہ
کے اور نذر بندہ کے واجب کرنے سے ہر قالہ الشامی واعتبرا اکثر النہار قالوا وہو الاستحسان اور خروج مین صاحبین نے اکثر روز کا اعتبار کیا ہر علمانے
کہا ہر کہ یہی استحسان ہر اسواسطے کہ خروج قلیل مین ضرورت ہر کذا فی الہدایہ اور شارح نے اسکو بلفظ قالوا بیان کیا جس سے خلاف اور ضعف کیطرف اشعار
ہر اسوجہ سے کہ کمال نے اسمین بحث کی ہر قالہ الشامی وبحث فیہ الکمال اور اسمین کمال نے بحث کی ہر جسکا حاصل یہ ہر کہ مدار تخفیف کا ضرورت ہوتی ہر اور
بے عذر نکلنے مین ضرورت نہین ہر پس اسکا استحسان ہونا مسلم نہین وان خرج بعذر یغلب وقوعہ وہو ما مر لا غیر لا یفسد وا ما لا یغلب کانجاء غریق
وانہدام مسجد فمسقط للاثم لا للبطلان والا لکان النسیان اولی لعدم الفساد کما حققہ الکمال اور اگر نکلا کسی عذر سے جو غالب الوقوع ہر اور وہ سابقًا
مذکور ہوچکا یعنی طبعی یا شرعی نہ سوا اسکے تو نہین فاسد ہوتا اور جو عذر غالب الوقوع نہین ہر جیسا ڈوبنے کا بچانا یا مسجد کا گرنا سو گناہ کو ساقط کرتا ہر نہ بطلان
کو ورنہ نسیان کی صورت مین بطریق اولی فاسد نہوتا جیسا کمال نے تحقیق کیا ہر خلافا لما فصلہ الزیلعی وغیرہ برخلاف اسکے جو زیلعی وغیرہ نے تفصیل کی ہر ہم
زیلعی نے مفسدات مین شمار کیا ہر نکلنا مریض کی عیادت کو اور جنازہ کی نماز کو اور غریق کے بچانے کو اور آگ بجھانے کو اور جہاد کو جب نفیر عام کو اور ادائے شہادت
کو بخلاف اسکے کہ مسجد کے انہدام کی جہت سے کسی دوسری مسجد مین چلا گیا یا مسجد والے متفرق ہوگئے کہ اس صورت مین صلوۃ خمسہ کی جماعت نہ لگی یا ظالم نے
بزور نکالدیا یا اپنی جان کا یا مال کا خوف ہو لکن فی النہر وغیرہ جعل عدم الفساد لانہدامہ ولبطلان جماعتہ اخراجہ کرہا استحسانا لیکن نہر وغیرہ مین ہر کہ اگر
مسجد گرجاوے یا جماعت باطل ہوجاوے یا کوئی شخص بزور نکالدے تو اعتکاف فاسد نہین ہوتا بدلیل استحسان ہم حاصل یہ ہر کہ امام اعظم کا مذہب یہ ہر کہ اعتکاف
خروج سے فاسد ہوجاتا ہر مگر بول وغائط اور جمعہ کی نماز کے لیے اور بعض مشائخ نے بعض مسائل مین عدم فساد کو مستحسن جانا ہر اور شامی نے اس جگہ بسط کیا ہر وفی
التتارخانیہ عن الحجۃ ولو شرط وقت النذر ان یخرج بعیادۃ مریض وصلوۃ جنازۃ وحضور مجلس علم جاز ذلک فلیحفظ اور تاتارخانیہ مین حجہ سے نقل کیا ہر کہ اگر شرط
کیا وقت نذر کے کہ نکلے گا مریض کی عیادت کے لیے اور نماز جنازہ کے لیے اور مجلس علم مین حاضر ہونے کے لیے تو جائز ہر یہ یاد رہے ہم لفظ شرط سے ایما ہر کہ صرف
نیت پر اکتفا نہین حاصل یہ کہ اسباب غالب الوقوع حکما مستثنی ہین اگرچہ شرط نہ کی ہو اور جو غالب الوقوع نہین ہین تو وہ مستثنی نہین ہین مگر جبکہ شرط کرلی قالہ الشامی
وخص المعتکف باکل وشرب ونوم وعقد احتاج الیہ لنفسہ او عیالہ اور مخصوص ہر معتکف ساتھ کھانے اور پینے اور سونے کے اور عقد کے جسکی ضرورت ہو
خواہ اپنے لیے یا اپنے عیال کے لیے یعنی مسجد مین ہم بادا خل ہر مقصود علیہ یہ یعنی معتکف مقصور ہر کھانے وغیرہ پر مسجد مین اُسکو یہ چیزین حلال نہین سوا مسجد کے یہ معنی
نہین کہ کھانا اور عقد وغیرہ معتکف کے سوا دوسرا مسجد مین نکرے کیونکہ عقد نکاح ورجعت غیر معتکف کو بھی مسجد مین مکروہ نہین قالہ الشامی فلو لتجارۃ کرہ پس
اگر عقد تجارت کے لیے ہر تو مکروہ ہر ہم یعنی اگرچہ اسباب تجارت کو مسجد مین حاضر نہ کیا جاوے اور اسی کو قاضیخان نے اختیار کیا ہر اور زیلعی نے ترجیح دی ہر کیونکہ وہ خدا تعالی
کیطرف متوجہ ہر دنیا سے منقطع ہر اُسکو ان امور دنیادی کیطرف اشتغال نہ چاہیے کذا فی البحر قالہ الشامی کبیع ونکاح ورجعۃ فلو خرج لاجلہا فسد لعدم الضرورۃ مانند
بیع اور نکاح اور رجعت کے رجعت کا عطف اکل پر ہر کیونکہ بیع پر عطف نہین ہوسکتا جب تک عقد مین ایسی تاویل نکرین کہ جس سے رجعت کو بھی شامل ہو کذا
فی الشامی پس اگر نکلا ان امور کے لیے تو اعتکاف فاسد ہوگیا کیونکہ ضرورت خروج کی نہ تھی ہم ظہیریہ مین ہر کہ نکلے بعد غروب کے کھانے پینے کے لیے انتہی اور یہ محمول ہونا چاہیے
اُس صورت پر کہ اُسکے پاس کوئی آدمی ایسا نہو کہ کھانا پہونچادے اسلیے کہ اُسوقت یہ نکلنا حوائج ضروریہ مین ہوگا مثل بول کے کذا فی البحر وکرہ ای تحریما لانہا محل

صحیح روایت مین اسواسطے کہ حالت اعتکاف کی یاد دلاتی ہو ہم درر کے اتباع سے یہ تعمیم کی ہو اسمین اشارہ ہو کہ عنایہ وغیرہ مین جو مذکور ہو وہ مردود ہو یعنی معتکف
تو مسجد مین رہتا ہو اسکو وطی کہان میسر آئی پھر کہا کہ اسکی تاویل علمانے یہ کی ہو کہ جب اپنی حاجت کے لیئے نکلے تو اسوقت وطی کرنی حرام ہو اور شرح تاویلات مین
ذکر کیا ہو کہ صحابہ نکلا کرتے تھے اور اپنی قضاے حاجت یعنی جماع کرکے غسل کرکے پھر اعتکاف کے مقام مین چلے جاتے تھے اسپر یہ آیت نازل ہوئی
(ولا تباشروھن وانتم عاکفون فی المساجد) یعنی انسے صحبت نکرو جسوقت کہ تم مسجدون مین معتکف ہو شیخ اسمعیل نے کہا کہ اسمین نظر ہو کیونکہ مسجد مین
وطی ممکن ہو اگرچہ اسمین حرمت دوسری جہت سے ہو یعنی مسجد مین بحالت جنابت رہنا علاوہ برین ہو سکتا ہو کہ زوجہ معتکف ہو اپنے گھر کی مسجد مین اور
اسکا خاوند اس سے مباشرت کرے تو عورت کا اعتکاف باطل ہو جاویگا اور اصح کا مقابل ابن سماعہ کا قول ہو کہ بھول کر وطی سے اعتکاف نہین جاتا
صوم پر قیاس کرکے کذا فی البرہان اور اصح مذہب کی علت یہ ہو کہ اعتکاف اور صوم مین فرق ہو کیونکہ اعتکاف مین حالت یاد دلانیوالی موجود ہو یعنی
مسجد مین ہونا بخلاف صائم کے قالہ الشامی و یبطل بانزال بقبلۃ او لمس او تفخیذ اور باطل ہوتا ہو اعتکاف انزال سے بسبب بوسہ لینے کے یا ہاتھ
لگانے یا ران مین دینے کے کہ یہ فعل انزال سے بمنزلہ جماع کے ہو گئے و لو لم ینزل لم یبطل وان حرم الکل لعدم الحرج اور اگر انزال نہو تو نہین باطل ہوتا
اگرچہ دواعی وطی کی یہ سب حرام ہین واسطے نہونے حرج کے اور عدم بطلان سے حلت لازم نہین آتی ولا یبطل بانزال بفکر او نظر ولا بسکر لیلا اور نہین باطل
ہوتا اعتکاف انزال سے ساتھ فکر یا نظر کے اور نہ نشے سے رات کو ولا با کل ناسیا لبقاء الصوم بخلاف اکلہ عمدا او ردتہ اور نہین باطل ہوتا کھانے سے
بھول کر کیونکہ روزہ باقی رہتا ہو بخلاف اسکے کہ عمداً کھاوے یا مرتد ہو جاوے کہ انسے باطل ہوتا ہو ہم قاعدہ یہ ہو کہ جو ممنوعات اعتکاف کے
ہین یعنی اعتکاف کی جہت سے منع ہوتی ہین نہ روزے کی جہت سے تو انمین سہو اور عمد اور دن اور رات برابر ہین جیسے جماع اور خروج مسجد سے
اور جو محظورات صوم کے ہین یعنی روزہ کی جہت سے اعتکاف مین ممنوع ہوے ہین تو انمین عمد اور سہو اور رات اور دن مین فرق ہو جیسے کھانا پینا کذا
فی البدائع وکذا اغماءہ وجنونہ ان دام ایاما فان دام جنونہ سنۃ قضاہ استحسانا اور اسیطرح باطل نہین ہوتا بیہوشی اور جنون سے اگرچہ چند روز مین ایام سے
مراد یہ کہ صوم فوت ہو جاوے بسبب عدم امکان نیت کے پس اگر ٹھہر گیا جنون برس روز تو اعتکاف قضا کرے استحسانا ہم اور قیاس یہ ہو کہ قضا نکرے جیسا
صوم رمضان مین وجہ استحسان کی یہ ہو کہ رمضان کے روزون مین جو قضا ساقط ہوئی تو دفع حرج کی جہت سے ساقط ہوئی کیونکہ جنون جب لاحق ہوتا ہو تو کمتر
جاتا ہو چونکہ رمضان ہر سال آتا ہو تو روزون کی قضا مین تنگ ہوگا اور اعتکاف مین یہ بات متحقق نہین کذا فی الفتح قالہ الشامی ولزمہ اللیالی ایضا بنذرہ
بلسانہ اعتکاف ایام ولاءا ای متتابعۃ وان لم یشترط التتابع اور لازم ہونگی اسکو بیچ راتین یعنی انمین اعتکاف بسبب نذر کرنے کے زبان سے اعتکاف
ایام کا مثلاً دس دن کا اگرچہ پیا پے ہونیکی شرط نہ کی ہو ہم ولاء حال ہو لیالی سے اور اصل یہ ہو کہ جب رات اور دن اعتکاف مین داخل ہونگے تو دونون پیاپے
لازم ہونگے اگر متفرق اعتکاف کریگا تو کافی نہوگا کذا فی البحر اسیطرح اگر مہینے غیر معین کے اعتکاف کی نذر کی تو لازم ہوگا اعتکاف ایک مہینے کا کوئی سا ہو
پورے پورے رات دن بخلاف روزہ کے کہ جب نذر کرے مہینے غیر معین کے روزون کی اور پیہم کا ذکر نکرے اور نہ نیت کرے تو اسکو اختیار ہو کہ متفرق رکھلے
اسواسطے کہ اعتکاف عبادت دائمہ ہو اسکی بنا اتصال پر ہو کعکسہ لان ذکر احد العددین بلفظ الجمع وکذا التثنیۃ یتناول الآخر جیسا اسکے برعکس
اور وہ یہ کہ نذر کرے راتون کے اعتکاف کی تو ایام لازم ہونگے اسواسطے کہ ذکر ایک کا دونون عددون مین سے لفظ جمع کے ساتھ
اور اسیطرح تثنیہ کے ساتھ شامل ہو دوسرے کو بھی ہم یعنی بحکم عرف اور عادت کے مثلاً عرف مین کہتے ہین کہ ہم وہان تین روز رہے
یعنی تین دن مع راتون کے اللہ تعالی نے حضرت زکریا علیہ السلام کے قصہ مین فرمایا ثلث لیال سویا اور ثلثۃ ایام الا رمزا
ایک جگہ لیالی سے تعبیر کیا دوسری جگہ ایام سے اور قصہ ایک ہی ہو پس مراد دونون جگہ رات اور دن دونون ہین اور جمع عام ہو

خواہ صرف دن کی نیت یا ایام اور لیالی دونون کی نیت ہو اور جب تثنیہ یولا اور تثنیہ کی صورت مین اختلاف ہو دونون کے نزدیک دونون طرفین کے نزدیک
لازم ہو اور امام ابو یوسف کے نزدیک پہلی رات اسمین داخل نہین قال الشامی فلو نوی فی نذر الایام النہار خاصة صحت نیتہ لنیتہ الحقیقة
پس اگر نذر مین ایام اور نیت کی خاص نہار کی یعنی صرف دن کی تو اسکی نیت صحیح ہو کیونکہ اُسنے حقیقت لغوی کی نیت کی کو عرف مین یوم
آٹھ پہر کو یعنی مجموعہ شب و روز کو کہتے ہین اور جب کسی لفظ کے واسطے حقیقت لغوی ہو اور حقیقت عرفی بھی ہو تو اطلاق کے وقت حقیقت
عرفی کی طرف مصروف ہوتا ہو اسی جہت سے بیان نیت کی ضرورت ہوئی اور جب اُسکی نیت صرف نہار مین درست ہوئی تو اُسکو اعتکاف
ایام کا لازم ہوگا بغیر رات کے اور قبل طلوع فجر کے مسجد مین داخل ہوا کرے اور بعد غروب شمس کے نکلے قال الشامی وان نوی بہا
آخر بالایام اللیالی لا یعمل بنیتہ کلاما اور اگر نیت کی ایام سے لیالی کی تو یہ نیت صحیح نہین ہو بلکہ لازم ہونگے رات اور دن دونون کیونکہ ایسی
نیت کی جو کلام کی محتمل نہین ہو کذا فی البحر اور حاصل یہ کہ یا لفظ مفرد ہو یا تثنیہ یا جمع اور ہر ایک انہین سے یا یوم ہو یا لیل اور ہر ایک مین ان
چھون مین سے یا حقیقت کی نیت ہو یا مجاز کی یا دونون کی یا بالکل نیت نہو یہ چوبیس صورتین ہوئین اور مثنی اور مجموع کا حکم مع اُنکی اقسام
کے مذکور ہوچکا مفرد باقی رہا پس اگر ایک یوم کے اعتکاف کی نذر کی تو فقط یوم ہی لازم ہوگا نیت اُسکی کرے یا نکرے اور اگر اُسکے ساتھ رات
کی بھی نیت کی ہو تو دونون لازم ہونگے اور اگر اعتکاف لیل کی نیت کی ہو تو دن لازم نہوگا جب تک اُسمین نیت یوم کی نہو کذا فی البحر قال الشامی کما لو
نذر اعتکاف شہر و نوی النہار خاصة او نوی عکسہ ای اللیل خاصة فانہ لا تصح نیتہ لان الشہر اسم لمقدر یشمل الایام واللیالی فلا یحتمل ما دونہ
جیسے اگر نذر کیا اعتکاف ایک مہینے کا اور نیت کی دونون کی خاص کر یا نیت کی اُسکے عکس یعنی راتون کی صرف تو اُسکی نیت صحیح نہوگی کیونکہ
شہر یعنی مہینا نام ہو ایک مقدار معین کا جو شامل ہو ایام و لیالی کو پس اُسمین کمتر پر اطلاق کا احتمال نہین ہو ہم یہ جب ہو کہ بلفظ شہر تعبیر
کرے اور اگر ثلثین یوما کہے گا تو اُسکا حال سابق مرقوم ہوچکا قال الشامی الا ان یستثنی اللیالی فیختص بالنہار اگر اس صورت مین
کہ استثنا کرے راتون کا پس خاص ہو جاویگا اعتکاف دنون ہی کا ہم نہر بالضم جمع ہو نہار کا و لو استثنی الایام صح ولا شیٔ علیہ صائم
اور اگر دنون کو استثنا کیا تو استثنا صحیح ہو اور اُسپر کچھ لازم نہوگا چنانچہ مذکور ہوچکا ہم یعنی باب اول مین کہ رات محل صوم نہین حاصل
یہ کہ جب ایام کا یعنی دنون کا استثنا کر لیا تو باقی صرف راتین رہگئین اُن مین اعتکاف منذور صحیح نہین ہو کیونکہ رات کو اعتکاف کی شرط یعنی
صوم کی منافات ہو قال الشامی واعلم ان اللیالی تابعة للایام الا لیلة عرفة ولیالی النحر فتبع للنہار الماضیة رفقا بالناس کما فی
الضحیة او لوالجیة ہذا اور جان لو کہ راتین تابع ہین ایام کی مگر عرفہ کی رات اور قربانی کی راتین سو یہ تابع ہین گذشتہ روز کی
لوگون کی سہولت کے لیے جیسا ولوالجیہ کی اضحیہ مین مذکور ہو اسکو یاد کر لو ہم یعنی ہر شب تابع ہو اُسکی روز کی جو اُسکے بعد ہو چنانچہ
تراویح رمضان کی اول شب مین پڑھی جاتی ہین نہ شوال کی اول شب مین تو اس تقدیر پر جب ذکر کرے نذر مین تثنیہ یا جمع
کو تو مسجد مین داخل ہو قبل غروب کے اور نکلے نذر پوری ہونے کے دن بعد غروب کے چنانچہ خانیہ مین اسکی تصریح کی ہو اور
یہ بھی تصریح کی ہو کہ جب ایاما بولے تو دن سے شروع کرے پس داخل ہو مسجد مین طلوع فجر سے پہلے الخ سو اس تقدیر پر
لیل داخل نہوگی ایام کی نذر مین مگر جب کہ ایام کے عدد معین ذکر کرے کذا فی البحر اور عرفہ کی رات تابع ہو یوم الترویہ کے اور
نحر کی رات تابع ہو عرفہ کے بیان تک کہ دسوین رات کو وقوف عرفات جائز ہو ولیلة القدر دائرة فی رمضان اتفاقا
متقدم و تتاخر خلافا لہما اور شب قدر رمضان مین دائر ہو بالاتفاق مگر امام صاحب کے نزدیک رمضان کی ...

موخر ہوتی رہتی ہی بخلاف صاحبین کے کہ اُنکے نزدیک تاریخ معین ہی مقدم موخر نہین ہوتی وثمرتہ فیمن قال بعد لیلۃ منہ انت حر اوانت طالق لیلۃ القدر فعندہ لا تقع حتی ینسلخ شہر رمضان الآتی لجواز کونہا فی الاول فی الاولے وفی الآتی فی الاخیرۃ وقالا تقع اذا مضی مثل تلک اللیلۃ فی الآتی ولاخلاف انہ لو قال قبل دخول رمضان وقع بمضیہ اور نتیجہ اس اختلاف کا ظاہر ہوتا ہی اس صورت مین کہ کسی شخص نے رمضان کی پہلی تاریخ کے بعد اپنے غلام کو کہا کہ تو آزاد ہی یا بی بی کو کہا کہ تجھکو طلاق ہی شب قدر مین تو امام اعظم کے نزدیک عتق وطلاق واقع نہونگے جب تک کہ دوسرا رمضان بتامہ نہ گذر جاوے کیونکہ ہوسکتا ہی کہ اس رمضان کی شب قدر پہلی تاریخ ہوچکی اور دوسرے کی شب قدر آخری تاریخ مین ہو اور صاحبین کہتے ہین کہ اس رمضان کی جس تاریخ یہ قول کہا ہی جب وہی تاریخ دوسرے رمضان کی گذر گئی تو عتق وطلاق واقع ہوگئے اور اگر رمضان کے شروع سے پہلے یہ قول کہا ہی تو بالاتفاق اسی رمضان کے گذرنے پر عتق وطلاق واقع ہونگے قال فی المحیط والفتوی علے قول الامام لکن قیدہ بکون الحالف فقیہا یعرف الاختلاف والا فہی لیلۃ السابع والعشرین واللہ اعلم محیط مین کہا ہی کہ فتوی امام صاحب کے قول پر ہی لیکن صاحب محیط مین قول امام پر فتوی کو مقید کیا ہی اس بات سے کہ جس نے عتق و طلاق کو شب قدر پر معلق کیا ہی وہ فقیہ ہو اور اختلاف کو جانتا ہو اور اگر شخص مذکور عوام مین سے ہی تو شب قدر ستائیسوین ہی کیونکہ اول تو عوام اُسی کو شب قدر کہتے ہین دوسرے ایک قول اقوال مین سے یہ بھی منقول ہی کہ ستائیسوین رات کو شب قدر ہوتی ہی اور احادیث کثیرہ اُسپر دلالت کرتی ہین امام صاحب نے یہ جواب دیا ہی کہ اُس برس مین اُسی تاریخ مین تھی اور یہ جو شارح نے ذکر کیا کہ شب قدر رمضان مین دائر ہی آگے پیچھے ہوتی رہتی ہی یہ ایک قول ہی امام کا اور بحر مین خانیہ سے منقول ہی کہ مشہور قول امام صاحب کا یہ ہی کہ تمام سال مین دائر ہی کبھی رمضان مین ہوتی ہی کبھی غیر مہینے مین مین کہتا ہون کہ اسی کا موید ہی وہ قول جو شیخ محی الدین ابن عربی نے فتوحات مکیہ مین ذکر کیا ہی کہ لوگون نے لیلۃ القدر کی تاریخ مین اختلاف کیا ہی سو بعض کہتے ہین کہ تمام سال مین دائر ہی اور مین بھی یہی کہتا ہون کیونکہ مین نے اُسکو کبھی شعبان مین دیکھا اور کبھی ماہ ربیع الاول مین اور اکثر رمضان کے عشرۂ اخیرہ مین اور ایک بار عشرۂ اوسط مین اور کبھی جفت راتون مین کبھی طاق مین سو مجھکو یقین ہی کہ وہ سال بھر مین دائر ہی مہینے کی جفت رات ہو یا طاق انتہی اور اس باب مین علما کے اور اقوال بھی ہین جو شمار مین چھیالیس کو پہونچتے ہین

خاتمہ

واضح ہو کہ لیلۃ القدر بڑے مرتبہ کی رات ہی اُسکی طلب مستحب ہی اور وہ برس مین افضل شب ہی قرآن مجید مین اُسکو ہزار مہینے سے افضل فرمایا ہی عمل خیر اُسمین ہزار عمل کے برابر ہی بہ نسبت دوسرے اوقات مین کرنے کے مسلمانون مین سے جسکو خدا تعالی چاہے یہ دولت نصیب کرتا ہی اور جو شخص شب قدر کو دیکھے چاہیے کہ چھپاوے اور اخلاص سے یہ دعا کرے اللہم انا نسئلک الاخلاص فی القول والعمل وحسن الختام عند انتہاء الاجل واللہ اعلم قالہ الشامی والحمد للہ اولاً وآخراً والصلوۃ والسلام علی سیدنا ومولنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

یہانتک ترجمہ مترجم ثانی کا تمام ہوا وللہ الحمد

نفقہ خبیثہ لیکر نکلتا ہی اور رکاب مین پانون ڈالکر لبیک کہتا ہی تو آسمان سے پکارنے والا پکارتا ہی لا لبیک ولا سعدیک تیرا نفقہ حرام اور تیرا حج مقبول نہین ہی کذا فی الترغیب والترہیب لابن حجر و بالکراہۃ کالحج بلا اذن من یجب استیذانہ اور گاہ ہی حج مکروہ کہلاتا ہی چنانچہ حج کرنا بلا اجازت اُس شخص کے جس سے اذن لینا واجب ہی چنانچہ بلا اجازت محتاج والدین کے جانا اور اسیطرح زوجہ اور جمیع اقارب جنکا نفقہ اس شخص پر فرض ہی تو شارح کے بیان سے معلوم ہوا کہ حج فرض بھی ہوتا ہی اور واجب اور نفل اور حرام اور مکروہ بھی اور ظاہر ہی حج مباح نہین ہو سکتا اسواسطے کہ اصلی عبادت ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی

وفی النوازل لو کان الابن صبیحا فللاب منعہ حتی تلتحی اور نوازل مین ہی کہ اگر لڑکا گورا خوبصورت ہو تو اُسکے باپ کو جائز ہی کہ اُسکو سفر حج سے منع کرے داڑھی نکلنے تک بلکہ گھر کے نکلنے سے بھی روک سکتا ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی

علی الفور فی العام الاول عند الثانی واصح الروایتین عن الامام ومالک واحمد حج ایکبار فی الفور فرض ہی پہلے سال مین نزدیک ابی یوسفؒ اور امام مالکؒ اور امام محمدؒ کے اور امام اعظمؒ کی اصح روایت مین اسواسطے کہ احتیاط یہی ہی کہ اول سال امکان مین ادائے حج ہو کیونکہ سال بھر مین حج کا ایک وقت معین ہی اور موت کا کوئی وقت معین نہین تو باوجود قدرت کے تاخیر کرنا گویا معدوم کرنا ہی ابو یوسفؒ کی وہ حدیث دلیل ہی جو امام احمدؒ اور ابن ماجہ اور بیہقی نے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو حج کا ارادہ کرے اُسکو جلدی کرنا لازم ہی اسواسطے کہ گاہے آدمی بیمار ہوتا ہی اور راحلہ گم ہو جاتا ہی اور کوئی حاجت ضروری پیش آجاتی ہی کذا فی العینی شرح الکنز اور محمدؒ اور شافعیؒ کے نزدیک حج علی الفور فرض نہین بلکہ علی التراخی فرض ہی بشرط عدم فوت فیفسق وترد شہادتہ بتاخیرہ ای سنین لان تاخیرہ صغیرۃ وبارتکابہ مرۃ لا یفسق الا بالاصرار بحر ووجہہ ان الفوریۃ ظنیۃ لان دلیل الاحتیاط ظنی ولذا اجمعوا انہ لو تراخی کان

ادا وان اثم بموتہ قبلہ پھر جب حج فی الفور فرض ہوا تو فاسق ہوگا اور اُسکی گواہی مردود ہوگی حج مین تاخیر کرنے سے یعنی چند سال کی تاخیر سے فسق ثابت ہوگا اسواسطے کہ تاخیر حج کی صغیرہ گناہ ہی اور ایکبار صغیرہ کرنے سے مسلمان فاسق نہین ہوتا مگر اصرار سے البتہ فاسق ہوتا ہی کذا فی البحر اور دلیل اس امر کی کہ تاخیر صغیرہ ہی نہ کبیرہ یہ ہی کہ فی الفور کی فرضیت ظنی ہی اسواسطے کہ دلیل احتیاط کی چنانچہ قول سابق کے بیان مین مذکور ہو چکی ظنی ہی نہ قطعی اور گناہ کبیرہ ہونا ثابت نہین ہوتا مگر قطعی دلیل سے نہ ظنی سے و لہذا فقہا کا اجماع ہی اسپر کہ باوجود قدرت کے اگر چند سال تاخیر کی اور پھر حج کیا تو یہ حج ادا ہوگا نہ قضا اگرچہ قبل حج کے مرجانے سے گنہگار ہوگا وقالوا لو لم یحج حتی تلف مالہ وسعہ ان یستقرض ویحج ولو غیر قادر علی وفائہ ویرجی ان لا یواخذہ اللہ تعالی بذلک ای لو ناویا وفاءہ ان قدر کما قیدہ فی الظہیریۃ اور فقہا نے کہا ہی کہ اگر مقدور والے نے حج نہ کیا یہانتک کہ اُسکا مال تلف ہو گیا تو اُسکو جائز ہی کہ قرض لے اور حج کرے اگرچہ اُسکو قدرت نہو ادائے قرض کی اور امید ہی کہ حق تعالے اُسکا مواخذہ نہ کریگا اگر بدون ادا کے مرگیا بشرطیکہ اُسکو ادا کرنے کی نیت ہو در صورت قدرت چنانچہ یہی قید لگائی ہی عدم مواخذہ کی ظہیریہ مین م طحطاوی نے کہا کہ تمرتاشی مین ابو یوسفؒ سے منقول ہی کہ ایسی صورت مین قرض لینا حج کیواسطے لازم ہی علی مسلم لان الکافر غیر مخاطب بفروع الایمان فی حق الاداء وقد حققناہ فیما علقناہ علی المنار حج فرض ہی مسلمان پر نہ کافر پر اسلیے کہ کافر مخاطب نہین فرعی احکام کے ادا کرنے کے حق مین البتہ در حق اعتقاد احکام البتہ مخاطب ہی اور البتہ ہمنے اس مسئلہ اصولی کو شرح منار مین محقق کیا ہی ہم یہان سے تفصیل شرائط حج کی شروع ہوئی تو اجمالاً دریافت کرنا چاہیے کہ شرائط حج کی تین قسم ہین ایک شرائط وجوب حج کی اور دوسری شرائط وجوب ادائے حج کی اور تیسری شرائط صحت حج کی سو شرائط وجوب کی آٹھ ہین بنا بر قول اصح کے اسلام[1] عقل[2] بلوغ[3] حریت[4] وقت[5] قدرت[6] زاد قدرت[7] راحلہ فرضیت[8] حج کا علم اور شرائط وجوب ادا کی پانچ ہین بقول اصح صحت[1] بدن کی قدرت زوال[2] موانع حسیہ امن[3] راہ عدم[4] قیام عدت عورت کے حق مین خروج[5] زوج یا محرم عورت کے ساتھ اور شرائط صحت حج کی چار ہین احرام[1] حج زمانہ[2] خاص مکان[3] خاص اسلام[4] کذا فی منح الغفار حر مکلف عالم بفرضیتہ اما بالکون بدار نا او باخبار عدل او مستورین حج فرض ہی حر مکلف پر جو

یا غلام احرام باندھکر آزاد ہو گیا قبل ٹھہرنے عرفات کے پھر اُسی اگلے احرام پر ہر ایک چلا گیا یعنی دوسرا احرام نہ باندھا تو دونوں کا فرض حج ساقط نہو گا اسلیے
کہ شروع سے نفل تھا پھر نفل کی نیت سے فرض کیونکر ادا ہو تو بعد بلوغ اور آزادی کے حج فرض صغیر اور عبد پر لازم رہیگا **فلو جدد الصبی الاحرام قبل وقوفہ بعرفۃ**
ونوی حجۃ الاسلام اجزاہ پھر اگر صغیر نے بعد بلوغ کے نیا احرام باندھا قبل وقوف عرفات کے اور اس احرام جدید سے فرض حج کی نیت کی تو کافی ہی یعنی
فرضیت ادا ہو گی مترجم احرام جدید اسطرح کرنا چاہیے کہ میقات تک پلٹ جاوے اور وہان دوسرا احرام باندھکر حج کی نیت سے لبیک کہے **ولو فعل العبد المعتق**
ذلک التجدید المذکور لم یجزہ لانعقادہ لازما بخلاف الصبی والکافر والمجنون اور اگر آزاد غلام اسطرح سے نیا احرام باندھیگا تو اُسکو کفایت نہ کریگا یعنی اُسپر سے
فرض حج ساقط نہو گا اسواسطے کہ غلام پر نفل حج شروع کرنے سے لازم ہو گیا تو اُسکو توڑ نہین سکتا بخلاف صغیر اور کافر اور مجنون کے اسواسطے کہ صغیر کا احرام
لازم نہین تو اُسکو احرام توڑنا جائز ہی اور کافر کا احرام سرے سے صحیح نہین بسبب عدم اہلیت کے **والحج فرضہ ثلثۃ الاحرام** اور حج مین تین کام فرض ہین
اول احرام باندھنا فرض وہ ہی جسکے ترک سے حج باطل ہو جاوے اور سال آیندہ مین اُسکی قضا لازم آوے **وہو شرط ابتداءً ولہ حکم الرکن انتہاءً حتی لم یجز لفایت**
الحج استدامتہ یقضی بہ من قابل اور احرام شرط ہی باعتبار ابتدا کے لہذا اُسکی تقدیم حج کے مہینون پر جائز ہی جیسے وضو قبل وقت نماز کے جائز ہی اور احرام کو
رکن کا حکم ہی باعتبار انتہا کے تا اینکہ جسکا احرام باندھکر حج فوت ہو گیا ہو اُسکو احرام کا باقی رکھنا تا کہ سال آیندہ ہی سے حج کی قضا کرے جائز نہین اور اگر
شرط ہوتا ہر طرح سے تو اُسکا باقی رہنا جائز ہوتا **والوقوف بعرفۃ فی اوانہ سمیت بہا لان آدم علیہ السلام وحوا تعارفا فیہا** اور دوسرا فرض عرفات کا ٹھہرنا ہی
اُسکے خاص وقت مین عرفات کا نام عرفات اسواسطے رکھا گیا کہ آدم اور حوا علیہما السلام مین وہین تعارف ہوا یعنی بہشت سے زمین پر متفرق اُترے پھر بعد
مدت عرفات مین یکجا ہوے اور ایک نے دوسرے کو پہچانا **ومعظم طواف الزیارۃ وہما رکنان** اور تیسرا فرض اکثر طواف زیارت کا اور دونون یعنی وقوف
عرفات اور طواف الزیارۃ رکن ہین حج کے لیکن وقوف عرفات قوی تر ہی طواف سے اسواسطے کہ جماع قبل وقوف سے حج فاسد ہو جاتا ہی اور جماع قبل
طواف سے فاسد نہین ہوتا کذا فی العالمگیریہ **وواجبہ نیف وعشرون** اور واجبات حج کے بیس اور کئی ہین چنانچہ پچیس کام ہین چنانچہ شمار واجبات کا
رقم ہندسہ سے معلوم ہو گا واجب وہ ہی جسکے ترک سے حج باطل نہین ہوتا بلکہ ذبح کرنا لازم آتا ہی **وقوف جمع وہو المزدلفۃ سمیت بہ لان آدم اجتمع بحوا**
وازدلف الیہا ای دنا منہا ۱ ٹھہرنا جمع کا یعنی مزدلفہ کا اسکا مزدلفہ اسواسطے نام ہوا کہ آدم حوا کے ساتھ وہان جمع ہوے اور اُنسے قریب ہو گئے **والسعی عند**
الائمۃ الثلثۃ ہو رکن بین الصفا سمی بہ لانہ جلس علیہ آدم صفوۃ اللہ والمروۃ لانہ جلس علیہا امرأتہ وہی حوا ولذا انثت ۲- اور چلنا صفا اور مروہ کے درمیان
اور تینون امامون کے نزدیک سعی کرنا رکن ہی صفا اور مروہ دو پہاڑیان ہین مسجد الحرام کے پاس صفا سو اسواسطے اُسکا نام ہوا کہ آدم صفی اللہ اُسپر بیٹھے اور
مروہ اسواسطے نام ہوا کہ امراۃ یعنی عورت اسپر بیٹھی عورت سے حوا مراد ہین اور اسی واسطے لفظ مروہ مونث ہی مترجم بعضے علما نے وجہ تسمیہ یون بیان
کی ہی کہ صفا ایک مرد کا نام تھا اور مروہ ایک عورت کا نام تھا سو دونون نے بیت اللہ مین حرام کاری کی حق تعالی نے اُنکو پتھر کر ڈالا دونون صورتون کو
دونون پہاڑیون پر لوگون کی عبرت کے واسطے رکھدیا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی واللہ اعلم **ورمی الجمار لکل من حج** ۳- اور کنکریان مارنا جمرات ثلثہ پر
ہر حج کرنیوالے کو خواہ قارن ہو خواہ متمتع خواہ منفرد **وطواف الصدر ای الوداع للآفاقی غیر الحائض** ۴- اور طواف الصدر یعنی رخصت کا طواف
آفاقی کو سواے حائض کے تو مکی اور بستانی اور حائضہ پر طواف الصدر واجب نہین **والحلق او التقصیر** ۵- اور سر منڈانا یا بال کترانا **وانشاء الاحرام**
من المیقات ۶- اور احرام کا شروع کرنا میقات سے یعنی احرام کے مقام سے **ومد الوقوف بعرفۃ الی الغروب ان وقف نہارا** اور دراز کرنا
وقوف عرفات کا غروب آفتاب تک اگر دن مین وقوف کیا ہو یعنی کچھ دن اور رات کے وقت کو جمع کرنا واجب ہی **والبداءۃ بالطواف من الحجر الاسود علی الاشبہ**
لمواظبتہ علیہ السلام وقیل فرض وقیل سنۃ اور واجب ہی حجر اسود سے طواف کا شروع کرنا بنا بر اشبہ قول کے اسواسطے کہ رسول اللہ صلعم ہمیشہ ابتداے طواف حجر اسود سے

حج کا و لبس المخیط ۲۳ - اور جیسے سیے لباس کے پہننے کو ترک کرنا و تغطیۃ الراس والوجہ ۲۴ - اور سر کو ڈھکنا ۲۵ - اور چہرے کو ڈھکنا وافسادہ بطلان کی
ما یجب بترکہ دم فھو واجب صرح بہ فی الملتقی وسیتضح فی الجنایات اور قاعدۂ کلیہ واجبات حج کے دریافت کرنے کا یہ ہی کہ جس فعل کے ترک کرنے سے ذبح کرنا
واجب ہو سو وہ فعل واجب ہی یہی تصریح ہی ملتقی مین اور جن افعال سے ذبح کرنا لازم ہوتا ہی اُسکا بیان باب الجنایات مین واضح ہوگا ہم شارح نے بعد
شمار واجبات کے قاعدہ دریافت واجبات کا اسواسطے بیان کیا کہ واجبات حج ان ۲۵ - امور مین منحصر نہین اسواسطے کہ کوچ کرنا عرفات سے
امام کے ساتھ واجبات سے ہی اور حالانکہ اسکو نہ مصنف نے ذکر کیا نہ شارح نے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی شرح وقایہ اور درر مین پانچ چیزون کو واجب کہا
یعنی وقوف مزدلفہ اور سعی بین الصفا والمروہ اور رمی جمار اور طواف الصدر اور حلق راس کو اور کہا ہی کہ سواے فرائض اور ان واجبات کے باقی افعال
سنت ہین یا مستحب حالانکہ یہ صحیح نہین اسواسطے کہ واجبات پانچ مین منحصر نہین اور ایسے مقام مین شمار کرنا حصر کا مفید ہوتا ہی کذا فی منح الغفار فائدہ جلیلہ
اکثر کتب مین افعال خمسہ مذکورہ کو واجبات مین شمار کیا ہی اور بعضی کتابون مین دریافت واجبات کا ضابطہ مذکورہ مندرج ہی چنانچہ ملتقی الابحر سے شارح نے
نقل کیا اور کسی نے انحصار کرنا واجبات کو ضرور نہین جانا بخیال تکرار کے اسواسطے کہ جنایات مین اسکی خود تصریح موجود ہی لیکن ماتن اور شارح نے ۲۵
واجبات شمار کیے واسطے مزید بصیرت کے رحمۃ اللہ علیہما وغیرہا سنن وآداب کان یتوسع فی النفقۃ ویحافظ علی الطہارۃ وعلی صون لسانہ اور فرائض
اور واجبات کے سوا باقی افعال سنت ہین اور مستحب چنانچہ کشایش اور فراغت سے خرچ کرنا اپنے اوپر اور سواری کے اوپر اسلیے کہ حج مین خرچ کرنا ثواب مین
جہاد کے خرچ کے برابر ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی اور ہمیشہ باطہارت رہنا اور زبان کو غیبت اور سخت گوئی اور دشنام سے بچانا ہر چند زبان کا روکنا ہمیشہ بہتر ہی
علی الخصوص حج مین زیادہ تر اسکا اہتمام لازم ہی قال اللہ تعالیٰ فمن فرض فیہن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج ویستاذن ابویہ ودائنہ وکفیلہ
اور مستحب ہی حج کی اجازت لینا اپنی مان اور باپ سے اور قرضخواہ سے اور قرض کے ضامن سے اگر اسکے کہنے سے اُسنے ضمانت کی ہو اور اگر اسکے بدون
امر کے وہ ضامن ہوا ہو تو اجازت کی کچھ حاجت نہین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ویودع المسجد برکعتین ومعارفہ ویستحلہم ویلتمس دعاہم اور مستحب ہی
محلہ کی مسجد سے دو رکعت نماز پڑھکر رخصت ہونا اور اپنے دوستون سے رخصت ہونا تا کہ وہ دعاے خیر کرین اور مستحب ہی دوستون اور آشناؤن سے
اپنے قصور معاف کروانا اور اُنسے دعا کی درخواست کرنا اور فتح القدیر مین ہی کہ سفر کے وقت خود رخصت ہونے کو جاوے اور جب حج کرکے آوے تو دوستون
کو اُسکے پاس آنا چاہیے ویتصدق بشیٔ عند خروجہ ویخرج یوم الخمیس فقیہ خرج علیہ السلام فی حجۃ الوداع او الاثنین او الجمعۃ بعد التوبۃ والاستخارۃ
اے فی انہ ہل یشتری او یکتری وہل یسافر برا او بحرا وہل یرافق فلانا او لا لان الاستخارۃ فی الواجب والمکروہ لا محل لہا وتمامہ فی النہر اور
مستحب ہی کچھ خیرات کرنا سفر کے وقت اسواسطے کہ صدقہ دافع ہی بلا کا اور سنت ہی سفر کرنا پنجشنبہ کے دن اسواسطے کہ رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے حجۃ الوداع مین اسی دن سفر کیا تھا یا دوشنبہ یا جمعہ کے دن سفر کرنا مستحب ہی بعد توبہ اور استخارہ کرنے کے یعنی اسمین استخارہ کرے
کہ سواری کو مول لے یا کرایہ کرے اور سفر خشکی مین کرے یا دریا مین اور فلانے شخص کو اپنا رفیق سفر کا کرے یا نہ کرے اور یون نہ استخارہ کرے
کہ مین حج کرون یا نہ کرون اسواسطے کہ واجب اور مکروہ مین استخارہ بے موقع ہی ع درکار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست ✤ اور پورا بیان اسکا
نہر الفائق مین ہی اور باقی مضمون نہر الفائق کا یون ہی کہ استخارہ کا طریقہ یہ ہی کہ دو رکعت نماز ادا کرے پہلی رکعت مین قل یا ایہا الکافرون اور دوسری
رکعت مین قل ہو اللہ احد پڑھے پھر استخارہ کی دعا جو احادیث مین ثابت ہی پڑھے پھر توبہ کرے شرائط توبہ کی مراعات کرکے یعنی جنکی حق تلفی کی ہو اُنسے معاف
کراوے اور جسکا مال چوری یا دغابازی یا غصب یا رشوت سے لیا ہو اُسکو پھیر دے حتی الامکان اور جن عبادات مین قصور ہوا ہو اُنکی قضا کرے اور اپنے
گناہون سے نہایت شرمندہ ہوا اور مصمم ارادہ کرے کہ پھر اُن گناہون کو نہ کریگا اسواسطے کہ اس شاہنشاہ کے دربار مین ان نجاسات کو لیجانا

او انہ یکرہ الاحرام بہ قبلہا وان امن علی نفسہ من المحظورات لشبہتہ بالرکن کما مر واطلاقہا یفید التحریم اور البتہ مکروہ ہی احرام باندھنا قبل ان مہینون
کے اگرچہ انسان کو اپنی ذات پر ارتکاب ممنوعات کا خوف نہو بسبب مشابہ ہونے احرام کے ساتھ رکن کے چنانچہ اسکا بیان فرائض حج مین گذرا
اور مطلق ہونا کراہت کا تحریم کا مفید ہوا یعنی قبل کا احرام مکروہ تحریمی ہی والعمرۃ فی العمر مرۃ سنۃ موکدۃ علی المذہب اور عمرہ کرنا تمام عمر مین ایکبار
سنت موکدہ ہی بنا بر قوی مذہب کے اور بعضے علماء حنفیہ کے نزدیک فرض کفایہ ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وصحح فی الجوہرۃ وجوبہا اور جوہرہ مین
وجوب ہونا عمرہ کی تصحیح کی اگر کوئی کہے کہ کلام مجید مین ارشاد ہوا (اتموا الحج والعمرۃ للہ) یعنی تمام کرو حج اور عمرے کو اللہ کے واسطے اس آیت مین اتمام
بصیغہ امر ارشاد ہوا اور امر مفید ہی وجوب کا اسکا جواب شارح نے آیندہ قول مین دیا قلنا المامور بہ فی الآیۃ الاتمام وذلک بعد الشروع وبہ نقول ہم جواب
مین کہتے ہین کہ آیت مین امر ہی اتمام کا اور اتمام نہین ہوتا مگر بعد شروع کرنے فعل کے اور اسکے تو ہم قائل ہین کہ سنت بلکہ نفل بعد شروع کے واجب ہوجاتی ہی
ہم عمرہ مشتق ہی اعتمار سے اور اعتمار لغت مین آباد مکان کی طرف جانیکو کہتے ہین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی عن المغرب وہی احرام وطواف وسعی وحلق
او تقصیر اور شرع مین عمرہ عبارت ہی احرام اور طواف اور سعی بین الصفا والمروہ اور بال منڈانے یا کترانے سے فالاحرام شرط ومعظم الطواف رکن وغیرہما
واجب ہو المختار سو احرام باندھنا عمرہ مین شرط ہی اور اکثر طواف یعنی چار بار یا زیادہ گھومنا گرد بیت اللہ کے فرض ہی اور باقی واجب ہی اور یہی قول
مختار ہی یعنی سعی اور حلق کا عمرے مین واجب ہونا ویفعل فیہا کفعل الحاج اور عمرے کے احرام اور طواف اور سعی مین ویسا کرے جیسا کہ حج کرنیوالا
کرتا ہی اور جب حجر اسود کا بوسہ لے تو لبیک کہنا قطع کرے اور جب سر منڈاوے تو احرام سے باہر ہو کذا فی الطحطاوی عن القہستانی وجازت فی
کل السنۃ وندبت فی رمضان اور جائز ہی عمرہ کرنا تمام سال مین سوائے ایام منہیہ کے اور مستحب ہی رمضان شریف مین ہم سنن ابی داؤد مین
عبداللہ بن عباس سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان مین عمرہ کرنا میرے ساتھ حج کرنیکے برابر ہی اور نسائی مین عبداللہ
سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حج اور عمرہ گناہون کو دور کرتے ہین جیسے لوہار کی بھٹی لوہے کے میل کو صاف کرتی ہی وکرہت
تحریما یوم عرفۃ والاربعۃ بعدہا ای کرہ انشاؤہا بالاحرام حتی یلزم دم وان رفضہا لا اداؤہا فیہا باحرام سابق کقارن فاتہ الحج فاعتمر فیہا ام نہرہ ج
وعلیہ فاستثناء الثانیۃ القارن منقطع فلا یختص بیوم عرفۃ کما توہمہ فی البحر اور مکروہ تحریمی ہی عمرہ کرنا عرفے کے دن اور اسکے بعد چار دن
اور یعنی احرام باندھکر عمرہ شروع کرنا ان دنون مین مکروہ ہی یہانتک کہ اسپر ذبح کرنا لازم آویگا عمرہ شروع کرنے سے اگرچہ بعد احرام کے
اسکا ترک بھی کرے اور احرام سابق سے عمرہ ادا کرنا ان دنون مین مکروہ نہین چنانچہ قران کرنے والے کو حج نملا سو اسنے ان دنون مین
عمرہ کیا تو مکروہ نہین کذا فی السراج اور بنا بر روایت سراج کے استثنا ثانیہ کا قارن کو استثنائے منقطع مین داخل ہی یعنی خانیہ مین جو یون
کہا ہی کہ عمرہ ان دنون مین مکروہ ہی مگر قارن کو مکروہ نہین تو یہ استثنا متصل نہین بلکہ منقطع ہی اسواسطے کہ احرام قارن کا سابق سے ہی
اور مکروہ ان دنون کا احرام ہی تو مستثنیٰ داخل نہین مستثنیٰ منہ مین اسی کا نام منقطع ہی پھر جب سراج کی روایت سے معلوم ہوا کہ پانچ دن
عمرہ مکروہ ہی تو کراہت فقط عرفے کے دن کو مخصوص نرہی جیسا کہ صاحب بحر الرائق نے توہم کیا ہی والمواقیت ای المواضع التی لا یجاوزہا
مرید مکۃ الا محرما خمسۃ اور مواقیت یعنی وہ مکان جنسے بدون احرام کے گذرنا مکے کے جانیوالے کو درست نہین پانچ ہین ہم مواقیت جمع ہی میقات کی لفظ
میقات مشترک ہی درمیان وقت معین اور مکان معین کے اور مراد یہان مکان ہی کذا فی المنح تبعا للبحر اور نہر الفائق مین ہی کہ میقات عبارت ہی وقت معین
سے اور مکان احرام کے واسطے مستعار ہی اور جوہری کا صحاح مین یون کہنا کہ میقات موضع احرام ہی وہ ہمارے قول کے مخالف نہین اسواسطے کہ جوہری
کی عادت نہین تفرقہ کرنا حقیقت اور مجاز مین اور شاید کہ صاحب بحر نے ظاہر کلام جوہری سے دھوکا کھایا کہ اشتراک کا قائل ہوا انتہی کلامہ

معلوم کرنا چاہیے کہ شارع نے علی الاطلاق سے ثبوت منقول کو نہ رکھی ہو اسکو بالکلیہ قدسی قرار دیا اور مسجد الحرام کو اسکا ظرف نہ بنایا اور پتھر سے مسجد الحرام
کو احاطہ کیا اور حرم کو اسکو پہلو قایم کیا اور مواقیت کو حرم کا مجراۃ قرار دیا اور وہان سے احرام باندھنا واجب کیا اس بقعہ مبارک کے اظہار شرف کے
واسطے تو آئین سب فقہا کہتے ہین خواہ بہ نیت حج یا عمرہ جاوین خواہ بہ نیت سکونت تجارت خواہ بہ نیت تجارت ہر صورت احرام واجب ہے

ذو الحلیفۃ بضم ففتح مکان علی ستۃ امیال من المدینۃ وعشر مراحل من مکۃ تسمیہا العوام بابار علی رضی اللہ عنہ یزعمون انہ قاتل الجن فی بعضہا وہو کذب
ایک میقات ذو الحلیفہ ہے بضم حا وفتح لام وہ مکان چھ کوس پر ہے مدینہ طیبہ سے اور دس منزل ہے مکہ معظمہ سے وہان کے کنوین کو عوام بیر علی
کہتے ہین انکا گمان یہ ہے کہ علی مرتضی نے جنون سے قتال کیا وہان کے کسی کنوین مین اور حالانکہ یہ جھوٹ ہے کوئی نہین ثابت نہین یہ میقات ہے اہل مدینہ کا
سب مواقیت سے یہ میقات دور ہے مکہ معظمہ سے وذات عرق بکسر فسکون علی مرحلتین من مکۃ اور ذات عرق بکسر عین وسکون ثانی یہ میقات
مکہ معظمہ سے دو منزل پر ہے جانب مشرق کے وجحفۃ علی ثلث مراحل بقرب رابغ اور جحفہ بضم جیم وسکون حا مکہ سے تین منزل پر ہے قریب رابغ
کے اور یہ بالفعل عوام اسکو رابغ کہتے ہین کذا فی النہر اور یہ قریہ ہے مکہ سے مغرب اور شمال کے درمیان شام کی راہ پر اور یہ میقات ہے اہل مصر
اور مغرب اور شام کا کذا فی المنح جحفہ کا بالفعل نشان باقی نہین رہا لہذا اب رابغ سے احرام کرتے ہین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وقرن علی
مرحلتین من مکۃ وفتح الراء خطاء ونسبۃ اویس الیہ خطاء آخر اور قرن بفتح قاف وسکون ثانی پہاڑ کا نام ہے عرفات سے نظر آتا ہے مکہ سے دو منزل
ہے اور قرن کو بفتح را کہنا خطا ہے جوہری کی اور اویس کی نسبت کرنا اسکی طرف دوسری خطا ہے اسواسطے کہ اویس قرنی اس قبیلہ کیطرف منسوب
ہین جسکو بنو قرن کہتے ہین کذا فی المنح ویلملم جبل علی مرحلتین ایضا اور یلملم بفتح مثناۃ تحتانی ودو لام ملک تہامہ کا پہاڑ ہے یہ بھی دو منزل پر ہے
مکہ معظمہ سے جانب جنوب للمدنی والعراقی ذو الحلیفۃ میقات ہے اہل مدینہ کا اور ذات عرق میقات ہے اہل عراق کا عراق اس ملک کا نام ہے
جسمین بغداد اور کوفہ اور بصرہ اور نجف اور کربلا ہے اور اہل خراسان اور ماوراء النہر کا بھی یہی میقات ہے والشامی الغیر المار بالمدینۃ بقرینۃ ما یاتی در
جحفہ میقات ہے اس شامی کا جو مدینہ ہو کر مکہ مین نہین آیا یہ قید شارح نے بقرینہ آئندہ لگائی والنجدی والیمنی لف ونشر مرتب اور قرن میقات ہے اہل نجد کا
اور یلملم میقات ہے اہل یمن اور اہل ہند کا مصنف نے مواقیت اور بلاد کو بطور لف ونشر مرتب کے ذکر کیا واسطے اختصار کے دیکھو اقرن ہے عرق العراق
یلملم الیمنی ؎ وبذی الحلیفۃ یحرم المدنی ؎ للشام جحفۃ ان مررت بہا ؎ ولاہل نجد قرن فاستبن ؎ اور جمع کیا ہے مواقیت اور اہل مواقیت کو شاعر نے
اپنے قول مین تاکہ حفظ آسان ہو یعنی ذات عرق عراق کا میقات ہے اور یلملم یمنی کا اور ذو الحلیفہ سے مدنی احرام باندھتا ہے اور واسطے شام کے جحفہ ہے
اگر گذرے تو اسی شامی جحفہ کی طرف سے اور اہل نجد کے واسطے قرن میقات ہے سو ظاہر سمجھ لے وکذا ہی لمن مر بہا من غیر اہلہا کالشامی یمر بمیقات
اہل المدینۃ فہو میقاتہ قال النووی الشافعی وغیرہ اور اسی طرح یہ مکانات انکے واسطے بھی میقات ہین جو ان مکانات کی طرف ہو کر نکلے دوسری
طرف والے چنانچہ شام کا رہنے والا مدینہ کی میقات پر ہو کر نکلے تو وہی اسکا میقات ہو جاویگا یعنی شامی کا میقات جحفہ تھا سو وہ ادھر گیا ذو الحلیفہ
ہو کر نکلا تو اب یہین سے اسکو احرام باندھنا چاہیے جحفہ کی طرف جانا اسپر ضرور نہین امام نووی شافعی وغیرہ نے اسطرح ذکر کیا ہے تو ہم شارح نے
اشارہ کیا کہ یہ مسئلہ اتفاقی ہے حنفی شافعی مالکی حنبلی کا اسمین اختلاف نہین وقالوا لو مر بمیقاتین فاحرامہ من الابعد افضل ولو اخرہ الی الثانی لا شئ علیہ
علی المذہب اور علما نے کہا ہے کہ اگر کوئی آدمی دو میقاتون پر گذرا تو اسکا احرام باندھنا اس میقات سے افضل ہے جو مکہ معظمہ سے دور تر ہو اور اگر تاخیر کریگا احرام
باندھنے مین دوسرے میقات تک تو اسپر کچھ گناہ اور کفارہ نہین بنا بر قوی مذہب کے وعبارۃ اللباب سقط عنہ الدم اور لباب کی عبارت یہ ہے کہ ساقط
ہوگیا اسپر سے ذبح کرنا یعنی میقات اول سے بے احرام گذرنے سے ذبح کرنا اسپر لازم ہوگیا تھا جب دوسرے میقات پر اسنے احرام باندھا تو وہ بہت ذبح

کرنا ساقط ہو گیا ولو لم یمر بہا تحری واحرم اذا حاذی احدہا وابعدہا افضل فان لم یکن بحیث یحاذی فعلی مرحلتین اور اگر ایسی راہ سے مکہ کو جاوے کہ کوئی میقات نہ ملے تو وہاں سوچے اور اٹکل کرے اور وہاں سے احرام باندھے جو مقابل اور برابر پڑے کسی میقات کے اور اگر کسی مکان میں دو میقات سے مقابلہ ہوتا ہو تو جو زیادہ تر دور ہو وہ افضل ہے اور اگر ایسی راہ پیش آوے کہ وہاں سے کسی میقات کا سامنا ہوتا ہو یا اٹکل میں نہ آتا ہو تو جب مکہ معظمہ دو منزل پر رہے تو وہاں سے احرام باندھے اسواسطے کہ کوئی میقات دو منزل سے کمتر نہیں وحرم تاخیر الاحرام عنہا کلہا لمن ای لآفاقی قصد دخول مکۃ یعنی الحرم ولو لحاجۃ غیر الحج اور حرام ہے احرام کی تاخیر کرنا ان سب مواقیت سے اس باہر والے کے واسطے جسنے دخول مکہ یعنی دخول حرم کا قصد کیا اگرچہ کسی اور حاجت کے واسطے وہاں گیا سواے حج اور عمرے کے اسواسطے کہ احرام اس مکان پاک کی تعظیم کے واسطے ہے تو یہیں ہر طرح کے جانیوالے برابر ہیں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جو فتح مکہ میں بلا احرام تشریف لیگئے تھے تو یہ امر حضرت کو مخصوص تھا چنانچہ احادیث صحیحہ میں اسکی تصریح موجود ہے کذا فی المنح اما لو قصد موضعا من الحل کخلیص وجدۃ حل لہ مجاوزتہ بلا احرام فاذا حل بہ التحق باہلہ فلہ دخول مکۃ بلا احرام وہو حیلۃ لمن یرید ذلک الا المامور بالحج لمخالفتہ لیکن اگر آفاقی یعنی باہر والا حرم کے سواحل میں کسی مکان کے جانے کا ارادہ کرے جو اندر ہے میقات کے چنانچہ فقط خلیص کا اور جدہ کا ارادہ کرے تو اسکو میقات سے بلا احرام گذرنا حلال ہے پھر جب وہاں گیا تو وہاں کے لوگوں میں ملگیا اور وہاں کے لوگوں کو مکہ میں جانا بلا احرام درست ہے تو اسکو بھی بلا احرام جانا جائز ہے اور یہ حیلہ ہے اس شخص کے واسطے جو دخول مکہ کا بلا احرام قصد کرے مگر مامور بالحج کو یہ حیلہ کرنا جائز نہیں بسبب اسکی مخالفت کے اسواسطے کہ اسکا سفر حج کے واسطے مخصوص نہ رہا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ حج آفاقی کا مامور تھا پھر جب وہ مکہ میں بلا احرام داخل ہوا تو اسکا حج مکی ہو گیا نہ آفاقی اور یہ مسئلہ دریاے شور کے مسافرین کو اکثر واقع ہوتا ہے مثلاً ایک شخص مامور بالحج ہے اور ساحل کے درمیان کنارے پر پہونچا تو اسکو جائز نہیں کہ بندر جدہ کا کہ وہ حرم سے باہر ہے قصد کرے تاکہ مکہ میں بلا احرام داخل ہو کہ مدت تک احرام باندھے رہنا نہ پڑے اور اگر مامور نے احرام حج کا باندھا تو اسکو عمرہ کر کے احرام چھوڑنا درست نہیں بسبب مخالفت امر کے کذا فی البحر اور ظاہرا اگر مامور بالحج بندر جدہ کا قصد کرے پھر جب ایام حج کے قریب ہوں تو کسی نزدیک میقات پر جا کر وہاں سے احرام باندھ آوے تو جائز ہو کذا فی حاشیۃ الطحطاوی لا یحرم التقدیم للاحرام علیہا بل ہو الافضل ان فی اشہر الحج وامن علی نفسہ حرام نہیں تقدیم احرام کی ان مواقیت پر بلکہ مقدم کرنا احرام کا میقات سے افضل ہے بشرطیکہ حج کے مہینوں میں ہو اور اپنی ذات پر اعتماد ہو ممنوعات کے نکرنے کا اور اگر اعتماد نہو تو میقات ہی سے احرام باندھنا افضل ہے کذا فی الجوہرۃ اور شوال سے پہلے احرام باندھنا بالاتفاق مکروہ ہے اعتماد ہو یا نہو کذا فی منح الغفار وحل لاہل داخلہا یعنی لکل من وجد فی داخل المواقیت دخول مکۃ غیر محرم ما لم یرد نسکا للحرج کما لو جاوزہا حطابو مکۃ اور ان لوگوں کے واسطے جو مواقیت کے اندر رہتے ہیں خواہ عین میقات میں ہوں یا علیحدہ حرم کی طرف حلال ہے داخل ہونا مکہ کا بدون احرام کے بوجہ تکلیف کے کثرت آمد و رفت سے تا وقتیکہ حج یا عمرے کا قصد نہ کیا ہو اور اگر حج یا عمرے کا ارادہ ہو گا تو بدون احرام کے انکو بھی دخول جائز نہو گا جیسے حلال ہے بلا احرام داخل ہونا مکہ والوں کو جو لکڑیوں کے واسطے مکہ سے باہر نکل گئے بشرطیکہ مواقیت آفاقی سے تجاوز نہوا ہو اور اگر کوئی وہاں سے بھی باہر نکلے گا تو وہ آفاقی ہو جاویگا اب اسکو بدون احرام کے مکہ میں داخل ہونا جائز نہیں کذا فی حاشیۃ الطحطاوی فہذا میقاتہ الحل الذی بین المواقیت والحرم سو اسکا میقات حل ہے یعنی جو میقات کے اندر ہے وہ حج یا عمرے کے واسطے حل سے احرام باندھے حل بکسر اول وتشدید لام اس موضع کو کہتے ہیں جو مواقیت اور حرم کے درمیان ہے والمیقات لمن بمکۃ یعنی من بداخل الحرم للحج الحرم وللعمرۃ الحل اور مکہ والوں کا یعنی جو حرم کے اندر ہیں انکا میقات حج کے واسطے حرم ہے چاہیں اپنے گھروں کے اندر سے احرام باندھیں اور عمرے کیواسطے حل میقات ہے تحقق نوع سفر اہل حرم کیواسطے میقات حج اور عمرے کا اسواسطے مختلف ہوا تاکہ کچھ سفر کرنا ثابت ہو اسلیے کہ حج ہوتا ہے عرفات میں اور وہ حل میں واقع ہے تو جب اہل مکہ نے حرم میں احرام باندھا تو عرفات تک احرام باندھے جانا پڑا اور عمرہ ہوتا ہے بیت اللہ

ہین حدود حرم ہین ہی تو جب عمرے کا احرام حل ہین باندھا تو بیت اللہ تک دام باندھتے آئے اور دونون سے تو نیت سفر کا مضمون پایا گیا اور تنعیم جو حل ہی اور عمرے کا احرام تنعیم سے باندھنا افضل ہی اور تنعیم ایک مکان کا نام ہی مکہ سے تین کوس تنعیم کا احرام اسواسطے افضل ہوا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ صدیقہ کو فرمایا کہ عمرے کے واسطے وہین سے احرام باندھین ونظم حدود الحرم ابن المقری فقال وللحرم التحدید من ارض طیبۃ ٭ ثلثۃ امیال اذا رمت اتقانہ ٭ وسبعۃ امیال عراق وطائف ٭ وجدۃ عشر ثم تسع جعرانہ ٭ ومن یمن سبع بتقدیم سینہا ٭ وقد کملت فاشکر لربک احسانہ ٭ اور ابن المقری نے حرم کی حدون کو یون نظم کیا ہی کہ حرم کی حد مدینہ طیبہ کیجانب سے تین کوس ہی جبکہ اے مخاطب تو اسکے حفظ کا قصد کرے اور سات کوس عراق اور طائف کی طرف سے اور جدہ کیطرف سے دس کوس ہی پھر جعرانہ کی طرف سے نو کوس ہی اور یمن کیجانب سے سات کوس ہی اور البتہ ہر طرف سے حدود حرم کی پوری ہوگئی سو اپنے رب کے احسان کا شکر ادا کر ناظم نے کہا کہ بیت اخیر مین لفظ سبع کا بتقدیم سین ہے تا تسعہ کے لفظ سے مشتبہ نہو

فصل فی الاحرام

وصفۃ المفرد بالحج اس فصل مین مسائل احرام اور حج مفرد کا بیان ہی مفرد بالحج اسکو کہتے ہین جو خالص حج کیواسطے احرام باندھے عمرے کی شرکت احرام مین نکرے من شاء الاحرام جو احرام کا ارادہ کرے احرام لغت عرب مین دخول فی الحرمۃ کو کہتے ہین یعنی حرمت مین داخل ہونا اور شرع مین احرام عبارت ہی حرمات مخصوصہ کے ذمہ لینے سے بشرط نیت مع الذکر او سوق ہدی کذا فی فتح القدیر والنہر الفائق وہو شرط صحۃ النسک کتکبیرۃ الافتتاح للصلوۃ فالصلوۃ والحج لہما تحریم وتحلیل بخلاف الصوم والزکوۃ اور احرام شرط ہی حج یا عمرے کے صحیح ہونے کی جیسے تکبیر افتتاح یعنی اول بار اللہ اکبر کہنا صحت نماز کی شرط ہی تو نماز اور حج کے واسطے تحریم اور تحلیل ہی بخلاف صوم اور زکوۃ کے کہ انکے لیے تحریم وتحلیل نہین ہم نسک بمعنی مطلق عبادت کے ہی لیکن حج اور عمرہ مین کثیر الاستعمال ہی ثم الحج اقوی من وجہین الاول ان القضاء مطلقا ولو مظنونا بخلاف الصلوۃ پھر حج قوی تر ہی نماز سے دو وجہ سے اول وجہ یہ ہی کہ حج کا قضا کرنا ہر صورت لازم ہی اگرچہ حج مظنون ہو بخلاف نماز کے یعنی اگر آدمی کو گمان ہوا کہ مجھپر حج واجب ہی اور اُسنے احرام باندھا پھر ظاہر ہوا کہ حج واجب نہین تو اسکو ادا کرنا لازم ہی اور اگر ترک کریگا تو اُسپر قضا کرنا واجب ہوگا بخلاف نماز مظنون کے کہ اُسکے فاسد کرنے سے قضا لازم نہین کذا فی الطحاوی عن البحر الثانی انہ اذا اتم الاحرام بحج او عمرۃ لا یخرج عنہ الا بعمل ما احرم بہ وان افسدہ الا فی الفوات فبعمل العمرۃ والاحصار فبذبح الہدی دوسری وجہ یہ ہی کہ جب احرام کو پورا کرے یعنی شروع کرے حج یا عمرہ کے واسطے تو احرام سے نہ نکلے اُسکے بدون عمل کے جسکے واسطے احرام باندھا اگرچہ اُسکو فاسد کرڈالے مگر حج کے فوت ہوجانے مین البتہ احرام سے نکلے عمرہ کرکے اور احصار مین احرام سے نکلے بعد ذبح کرنے ہدی کے یعنی جب احرام مثلا حج کے واسطے باندھا تو بدون حج کے ترک کرنا احرام کا جائز نہین مگر دو صورت مین ایک یہ ہی کہ حج فوت ہوجاوے بسبب گذر جانے موسم کے تو بعد عمرہ کے احرام ترک کرے دوسری صورت یہ ہی کہ بسبب احصار کے حج کے واسطے نجاسکے تو بعد ذبح کرنے ہدی کے احرام کو چھوڑے بخلاف نماز کے کہ اُسین کا ہے بعض منوی کے عمل سے نکلنا جائز ہوجاتا ہی مثلا ایک شخص نے چار رکعت کی نیت کی اور دو رکعت پر سلام پھیرا تو جائز ہی اور کوئی چیز اُسپر لازم نہین کذا فی حاشیۃ الطحاوی توضأ وغسلہ احب وہو للنظافۃ فیستحب بحائض ونفساء وصبی جو احرام باندھنا چاہے وہ وضو کرے اور غسل کرنا اُسکا مستحب ہی اور یہ غسل صفائی اور ستھرائی کے واسطے ہی نہ کہ واسطے طہارت اور دفع نجاست کے تو حیض اور نفاس والی عورت اور صغیر کے حق مین بھی غسل کرنا مستحب ہی والتیمم لہ عند العجز عن الماء لیس بمشروع لانہ ملوث بخلاف جمعۃ وعید ذکرہ الزیلعی وغیرہ ولکن سوی فی الکافی بینہما وبین الاحرام ورجحہ فی النہر اور تیمم کرنا احرام کے واسطے پانی نملنے کے وقت مشروع نہین اسواسطے کہ تیمم سے خاک آلودگی ہوتی ہی نہ صفائی کہ مقصود حاصل ہو بخلاف جمعہ اور عید کے کہ اُنمین تیمم مشروع ہی اگر غسل کیواسطے پانی نملے چنانچہ زیلعی وغیرہ نے اسکو ذکر کیا ہی اور کافی مین جمعہ اور عیدین کو اور احرام کو عدم مشروعیت تیمم مین برابر کہا اور

کافی کی روایت کی ترجیح دی ہی نہر مین اس دلیل سے کہ مٹی کو تحصیل نظافت مین کچھ اثر نہین اسواسطے کہ مٹی ملوث اور متغیر ہی کذا فی النہر وشرط لنیل السنۃ ان
یحرم وہو علی طہارتہ اور شرط غسل کی واسطے حاصل ہونے ثواب سنت کے یہ ہی کہ احرام باندھے غسل کی طہارت پر تو اگر غسل کے بعد وضو ٹوٹیگا پھر احرام
باندھیگا اور وضو کریگا تو اس فضیلت سے محروم رہیگا کذا فی النہر عن البنایۃ وکذا یستحب لمرید الاحرام ازالۃ ظفرہ وشاربہ وعانتہ وحلق راسہ ان اعتادہ والا فتسریحہ
اور غسل کی طرح مستحب ہی احرام کرنیوالے کو اپنے ناخن کا دور کرنا اور مونچھون کا کترانا اور زیر ناف کے بالون کا صاف کرنا اور اپنا سر منڈانا اگر منڈانیکی عادت ہو
اور اگر سر پر بال ہون تو انمین کنگھی کرے ہم بدن اور بالون کا گرد اور غبار اور میل چھڑانا خطمی اور اشنان وغیرہ سے مستحب ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وجماع زوجتہ
او جاریتہ لو معہ ولا مانع منہ کحیض اور مستحب بلکہ سنت ہی اپنی زوجہ یا اپنی لونڈی سے جماع کر لینا قبل احرام کے اگر اُسکے ہمراہ ہو اور کوئی جماع کا مانع نہو جیسا حیض

ولبس ازار من السرۃ الی الرکبۃ اور ازار پہنے یعنی تہ بند باندھے ناف سے زانو تک ورداء علی ظہرہ ویسن ان یدخلہ تحت یمینہ ویلقیہ علی کتفہ الایسر
فان زررہ او خللہ او عقدہ اساء ولا دم علیہ اور چادر کو اپنی پیٹھ پر ڈالے اور مسنون یہ ہی کہ چادر کو پیٹھ پر ڈالکر اپنے ہاتھ کی طرف بغل کے نیچے کرکے
اپنے بائین مونڈھے پر ڈالے سو اگر چادر مین گھنڈی لگائی یا اسکو کانٹے سے اٹکایا یا گرہ لگائی تو برا کیا لیکن یہ قصور نہین کہ ذبح کرنا اُسپر لازم آوے
جدیدین او غسیلین طاہرین ابیضین ککفن الکفایۃ وہذا بیان السنۃ والا فستر العورۃ کاف تہ بند اور چادر نئی ہون یا دونون پرانی دھوئی پاک
سفید ہون جیسا کفن کفایت کا ہوتا ہی اور یہ جو مذکور ہوا تہ بند اور چادر کا سو بیان ہی سنت کا والا احرام کے واسطے ستر عورت کافی ہی وطیب بدنہ ان
کان عندہ لا ثوبہ بما یبقی عینہ ہو الاصح اور بعد غسل اور لباس مذکور کے اور قبل احرام کے اپنے بدن مین خوشبو لگا دے اگر اُسکے پاس ہو اور نہو تو
کسی سے طلب نہ کرے اور اپنے کپڑے مین ایسی خوشبو نہ لگا دے جسکا نشان باقی رہے اور نظر آوے یہی قول صحیح تر ہی دوسرے قول سے ہم بدن مین
خوشبو لگانا ہر طرح سے درست ہی ظاہر الروایت مین خواہ اُسکی ذات باقی رہے جیسے مشک اور غالیہ یا نہ باقی رہے صحیح مسلم مین عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہی
کہ احرام کے وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر مین نے مشک لگایا اور اُسکی چمک نظر آتی تھی لیکن بقول اصح کپڑے مین ایسی خوشبو لگانا درست
نہین جو نمودار ہو وصلی ندبا بعد ذلک شفعا یعنی رکعتین فی غیر وقت مکروہ وتجزیہ المکتوبۃ اور بعد اسکے نماز دوگانہ مستحب پڑھے اُسوقت مین جو مکروہ نہین
اور کافی ہی اُسکو نماز فرض مانند تحیۃ المسجد کے وقال مفرد بالحج بلسانہ مطابقا لجنانہ اللہم انی ارید الحج فیسرہ لی لمشقتہ وطول مدتہ وتقبلہ منی لقول
ابراہیم واسمعیل علیہما السلام ربنا تقبل منا اور فقط حج کا کرنے والا اپنی زبان سے موافق اپنے دل کے یہ دعا کرے (اللہم انی ارید الحج فیسرہ لی وتقبلہ منی)
یعنی خداوندا مین حج کا ارادہ کرتا ہون سو اُسکو میرے واسطے آسان کردے اور اُسکو قبول کر میری جانب سے آسانی کی دعا اسواسطے ہی کہ حج مین مشقت
زیادہ ہی اور مدت دراز اُسکے ادا کرنے مین لگتی ہی تو اُسمین درخواست آسانی کی مناسب ہی اور قبول ہونیکی خواہش کی قید باقتدا دعاے ابراہیم اور اسمعیل علیہما
السلام کے کہ دونون حضرات نے فرمایا کہ اے ہمارے رب قبول کر حج کو ہماری جانب سے بلاشک تو سمیع اور علیم ہی وکذا المعتمر والقارن بخلاف الصلوۃ لان
مدتہا یسیرۃ کذا فی الہدایۃ اور اسی طرح سے عمرہ کرنے والا اور قران کرنے والا آسانی مانگے بخیال مشقت کے بخلاف نماز کے کہ اُسمین آسانی کی دعا ضرور
نہین اسواسطے کہ نماز پڑھنے کی مدت قلیل ہوتی ہی بلا مشقت کذا فی الہدایۃ وقیل یقول کذلک فی الصلوۃ وعممہ الزیلعی فی کل عبادۃ وما فی الہدایۃ اولی
اور بعضے علما نے یعنی صاحب تحفہ اور قنیہ نے محمدؒ سے روایت کی کہ نماز مین بھی بطور حج کے آسانی کی درخواست کرے اور زیلعی نے ہر عبادت مین
اسکو عام کہا ہی اور جو ہدایہ مین ہی وہی بہتر ہی ثم لبی دبر صلوتہ ناویا بہا بالتلبیۃ الحج بیان للاکمل والا فیصح الحج بمطلق النیۃ ولو بقلبہ لکن بشرط
مقارنتہا بذکر یقصد بہ التعظیم کتسبیح وتہلیل ولو بالفارسیۃ ان احسن العربیۃ پھر دوگانہ احرام کے بعد تلبیہ کرے یعنی لبیک کہے اور لبیک کہنے
سے حج کی نیت کرے یہ بیان ہی شروع حج کا بطریق کامل نہو والا حج تو مطلق نیت سے بھی صحیح ہی اگرچہ دل ہی مین نیت حج کی کرکے زبان سے

تو اس احرام کو عمرے کیطرف پھیرے یعنی عمرہ ادا کرے اور قبل شروع افعال کے اسکو اختیار ہے تعیین کا چاہے اس احرام کو حج کیواسطے ٹھہرا دے چاہے عمرے کیواسطے
کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولو اطلق نیۃ الحج صرف للفرض ولو عین نفلا فنفل وان لم یکن حج الفرض شرنبلالیہ عن الفتح اور اگر نیت حج کی مطلق کی یعنی حج فرض یا حج
نفل کی تعیین نہ کی تو فرض حج کیطرف پھیرے یعنی فرض حج اس احرام سے ادا کرے اور اگر اسنے نفل حج کو معین کر لیا تو نفل بہی حج صحیح ہوگا اگرچہ اسنے ہنوز فرض حج کیا نہ ہو
کذا فی شرنبلالیہ عن فتح القدیر ولو اشعر بالحج سنامہا الایسر او جللہا بنیۃ الحل او بعثہا الا المتعۃ وقران ولم یلحقہا لما مر وقلد شاۃ لا یکون محرما لعدم
اختصاصہ بالنسک اور اگر اونٹ میں اشعار کیا یعنی کوہان کی بائین طرف ہلکا سا زخم کر دیا کہ ہدی کا نشان ہو جاوے یا اسکی پیٹھ پر جھول ڈالی یا اسکو روانہ نہ کیا
بہ نیت تمتع یا قران کے اور اسکو جا کر نہ ملگیا چنانچہ ملجانے کا مسئلہ مذکور ہو چکا یا بھیڑ بکری کی گردن مین پٹا ڈالا تو ایسے افعال سے محرم نہوگا اسواسطے کہ یہ کام حج
یا عمرے کیواسطے مخصوص نہین ہم اشعار یعنی قربانی کے اونٹ کا کوہان چیرنا امام اعظم کے نزدیک مکروہ ہے اسواسطے کہ حیوان کی تعذیب ہے اور صاحبین کے نزدیک
خوب ہے اور امام شافعی رح کے نزدیک سنت ہے اسواسطے کہ رسول علیہ السلام اور اصحاب کا فعل ہے ابو جعفر طحطاوی نے کہا کہ اصل اشعار ابو حنیفہ رح کے نزدیک مکروہ نہین
اور کیونکر مکروہ ہو اور حالانکہ احادیث مشہورہ سے ثابت ہے اور امام رح نے مکروہ نہین کہا مگر اس اشعار کو جو امام کے اہل زمانہ کرتے تھے اسواسطے کہ امام رح نے انکو دیکھا کہ نہایت
زخم کاری لگاتے تھے جس سے ہلاکی کا خوف تھا تو سد باب کیواسطے انکے اس فعل کو مکروہ کہا اور اگر اسطرح زخم لگاوے کہ کھال کٹے نہ گوشت تو جائز ہے اور بعضے علما
نے کہا کہ تقدیم اشعار کی تقلید پر امام کے نزدیک مکروہ ہے جیسے تقدیم نکاح کتابیہ کی نکاح مسلمہ پر مکروہ ہے کذا فی العینی شرح الکنز وبعدہ ای الاحرام یتقی
الرفث ای الجماع او ذکرہ بحضرۃ النساء والفسوق ای الخروج عن طاعۃ اللہ والجدال فانہ من المحرم اشنع اور بعد احرام باندھنے کے فورًا اجتناب
کرے اور رفث یعنی عورتون کے جماع سے یا عورتون کے سامنے جماع کی بات چیت سے اور پرہیز کرے فسوق سے یعنی نافرمانی اور طاعت الٰہی کے چھوڑنے
سے اور لڑائی جھگڑے سے اسواسطے کہ محرم کے حق مین یہ زیادہ ترقبیح ہے یعنی خادمون اور رفیقون اور کرایہ دارون سے خرخشہ نہ کرے بلکہ انکی سخت گوئی اور
زبان درازی کا تحمل کرے کہ یہ امور نص قرآنی سے ممنوع ہین فرمایا (فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج) وقتل صید البر لا البحر والاشارۃ الیہ
فی الحاضر والدلالۃ علیہ فی الغائب ومحل تحریمہا ما اذا لم یعلم المحرم اما اذا علم فلا فی الاصح اور پرہیز کرے محرم خشکی کے شکار سے نہ دریا کے شکار سے
اسواسطے کہ دریا کا شکار محرم کو درست ہے بموجب آیت قرآنی کے اور پرہیز کرے موجود شکار کی طرف اشارہ کرنے سے اور غائب شکار کے بتا دینے سے
اور اشارہ کرنا اور بتا دینا شکار کا وہان حرام ہے جب دوسرا محرم شکار کے جانور کو نہ جانتا ہو اور اگر جانتا ہو تو اشارہ کرنیوالے اور بتانیوالے محرم پر
کچھ جرم نہین قول اصح مین والتطیب وان لم یقصدہ ویکرہ شمہ اور بعد احرام کے بچے خوشبو لگانے سے اگرچہ بلا قصد ہو نہ بدن مین خوشبو لگاوے
نہ کپڑے مین اور مکروہ ہے سونگھنا خوشبو کا اور اسیطرح پھول اور میوے کا سونگھنا مکروہ ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وقلم الظفر وستر الوجہ کلہ او بعضہ کفمہ
وذقنہ ثم فی الخانیۃ لا باس بوضع یدہ علی انفہ اور پرہیز کرے محرم ناخن کاٹنے اور چہرہ ڈھکنے سے نہ سب چہرہ چھپاوے نہ تھوڑا چنانچہ اپنا منہ اور ٹھڈی
بھی کپڑے سے نہ چھپاوے ہان خانیہ مین ہے کہ کچھ مضائقہ نہین اپنی ناک پر ہاتھ رکھنے سے والراس بخلاف المیت وبقیۃ البدن اور پرہیز کرے
سر ڈھکنے سے بخلاف میت کے اور باقی بدن کے یعنی محرم اگر مر جاوے تو اسکا سر اور چہرہ ڈھکنا ممنوع نہین اور اسیطرح سر کے سوا زندہ محرم کو باقی
بدن کا کپڑے سے لپیٹنا اگرچہ بے حاجت ہو ممنوع نہین لیکن اس حالت مین مکروہ ہے کذا فی النہر ولو حمل علی راسہ ثیابا کان تغطیۃ لا حمل عدل او طبق
فالم یتقید یوما ولیلۃ فعلیہ صدقۃ اور اگر محرم نے اپنے سر پر کپڑون کو اٹھایا تو سر کا ڈھکنا ثابت ہوا اور گٹھری اور طبق اٹھانے سے
ڈھکنا ثابت نہوگا جب تک کہ ایک دن یا ایک رات سر پر نہ لیے رہے اور اگر اسقدر لیے رہیگا تو اسپر صدقہ دینا لازم ہوگا ام
خانیہ مین ہے کہ جس چیز کو آدمی پہنتے ہین بطور عادت کے اسکو سر پر رکھنے سے محرم لابس قرار دیا جاویگا اور جس چیز کے لباس کرنیکی

اذیت نہیں پہنچاتا اور خطمی تو مثل سدر کے ہے اسیطرح تبیین میں ہوگا کذا فی الطحطاوی وقال ابو یوسف و محمد تحت ستر الکعبۃ فاصابہ راسہ او وجہہ کرہ والا فلا باس بہ
ہو تو مضائقہ نہیں ہے کیونکہ اگر محرم داخل ہوا کعبہ کے غلاف کے نیچے سو اُسکے سر یا چہرے کو غلاف لگ گیا تو مکروہ ہے اور اگر نہ لگا تو کچھ مضائقہ نہیں ولا یغسل
راسہ ولحیتہ بالخطمی لانہ طیب او یقتل الہوام اور محرم نہ بہاوے اپنے سر اور داڑھی کو خطمی کے دھونے سے اسواسطے کہ خطمی امام کے نزدیک خوشبودار
چیزون میں داخل ہے تو دم دینا محرم پر لازم ہوگا یا کہ خطمی کیڑوں کو مارتی ہے اور بالوں کو نرم کرتی ہے اور صاحبین کے نزدیک تو صدقہ واجب ہوگا بخلاف
صابون و دلوک و اشنان اتفاقا بخلاف صابون اور مسور کے آٹے اور اشنان کے کہ اگر ان چیزوں سے بالوں کو دھویگا تو باتفاق امام اور صاحبین کے
اُسپر کچھ لازم نہوگا ہم دلوک بفتح دال مسور کے آٹے کو کہتے ہیں جس سے ہاتھ دھوتے ہیں اور اشنان ایک گھاس ہے کہ میل کو صاف کرتی ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی
زاد فی الجوہرۃ و سدر یعنی جو مشکل زیادہ کیا ہے جوہرہ میں کہ بیر کے پتوں سے بال دھونے میں باتفاق امام اور صاحبین کے کچھ لازم نہیں آتا اور وجہ مشکل ہے
وجہ اشکال کی یہ ہے کہ خطمی اور بیر دونوں سے کیڑے مرتے ہیں اور بال نرم ہوتے ہیں تو لائق یوں تھا کہ صاحبین کے نزدیک بیر کے استعمال سے بھی صدقہ
واجب ہوتا کذا فی منح الغفار طحطاوی محشی نے کہا کہ یہ امر تو بیان میں زیادہ تر قوی ہے باوجود خوشبو کے واللہ اعلم وقصہا ای اللحیۃ وحلق راسہ
وازالۃ شعر بدنہ الا الشعر النابت فی العین فلا شئ فیہ عندنا اور بچے محرم داڑھی کترنے سے اور اپنے سر کے مونڈنے سے اور اپنے بدن کے بال دور کرنے سے
مگر وہ بال جو آنکھ کے اندر ہے جسکو پڑبال کہتے ہیں تو اسکے دور کرنے میں کچھ نہیں ہمارے نزدیک محرم کو بالوں کا دور کرنا اسیطرح جائز نہیں نہ کترنے سے نہ مونڈنے
سے نہ اکھاڑ ڈالنے سے نہ نورہ لگانے سے کذا فی المنح ولبس قمیص وسراویل ای کل معمول علی قدر بدنہ او بعضہ کزردیۃ وبرنس اور پرہیز کرے محرم کرتے اور پاجامے
کے لباس سے یعنی اُس لباس سے پرہیز کرے جو انسان کے تمام قد کے موافق یا بعض بدن کے موافق بنایا جاتا ہے اسطرح پر کہ خود بدن پر ٹھہر جاوے دوخت
کے سبب سے یا چپکانے سے یا کسی اور طرح پر جیسے لوہے کی زرہ اور بارانی کے مانند دامن دراز ٹوپ کذا فی النہر والطحطاوی وقباء ولو لم یدخل یدیہ فی کمیہ جاز
الا ان یزرہ او یخلہ اور بچے قبا کے پہننے سے اور اگر قبا کی دونوں آستینوں میں اپنے ہاتھ ڈالے تو اسطرح کا پہننا جائز ہے مگر یہ کہ اسکو گھنڈی سے یا کانٹے
سے اٹکا دے تو جائز نہیں طحطاوی نے کہا کہ اگر ایسا کریگا تو ظاہر اسپر ذبح کرنا لازم ہوگا اسواسطے کہ یہ از قبیل لباس معتاد کے ہے ویجوز ان یرتدی بالقمیص والجبۃ
ویلتحف بہ فی نوم وغیرہ اتفاقا اور باتفاق یہ جائز ہے کہ قمیص اور جبہ کو بطور چادر کے استعمال کرے اور اسکو سونے وغیرہ میں بدن پر لپیٹے بطور لحاف کے بشرطیکہ
سر اور چہرہ کو نہ ڈھنکے وعمامۃ وقلنسوۃ وخفین الا ان لا یجد نعلین فیقطعہما اسفل من الکعبین عند معقد الشراک فیجوز لبس الذی مورق لا الجوربین اور بچے
پگڑی اور ٹوپی اور موزوں کے پہننے سے مگر یہ کہ نعلین کو نہ پاوے تو دونوں موزوں کو دونوں کعب کے نیچے سے کاٹے کعب سے یہاں قدم کا درمیان والا جوڑ
مراد ہے جہاں نعل کا تسمہ لٹکایا جاتا ہے کعب سے یہاں ٹخنہ مراد نہیں تو سرموزوں کا پہننا محرم کو جائز ہے نہ جراب کا اسواسطے کہ سرموزہ میں قدم کی پشت کی ہڈی
نہیں بند ہوتی اور جراب میں بند ہو جاتی ہے اور نعل کو چپل کہتے ہیں چمڑے کے تلے پر پٹا اور تسمہ سیا ہوتا ہے ہندوستان میں کمار اور بعضے محترز پہنتے ہیں اور سرموزہ
اُن جوتیوں کو کہتے ہیں جنکو موزوں کے اوپر پہنتے ہیں وثوب صبغ بما لہ طیب کورس وہو الکرکم وعصفر وہو زہر القرطم الا بعد زوالہ بحیث لا یفوح فی الاصح
اور پرہیز کرے ایسے کپڑے کے پہننے سے جو خوشبودار چیز سے رنگا ہو جیسے ورس اور کسم کے پھول سے مگر بعد دور ہونے رنگ کے اسطرح پر کہ اس سے خوشبو
نہ آوے پھر اسکا پہننا درست ہے قول صحیح میں ورس ایک خوشبودار گھاس ہوتی ہے یمن میں جسکو کرکم کہتے ہیں اسکا رنگ زرد ہوتا ہے یہ مسائل اُس حدیث سے
ماخوذ ہیں جو صحاح ستہ میں عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یلبس المحرم القمیص ولا العمامۃ ولا البرنس ولا السراویل ولا ثوبا مسہ
ورس ولا زعفران ولا الخفین الا ان لا یجد نعلین فلیقطعہما حتی یکونا اسفل من الکعبین لا یتقی الاستحمام لحدیث البیہقی انہ علیہ الصلوۃ والسلام دخل الحمام
فی الجحفۃ محرم پرہیز نہ کرے غسل کرنے سے اور حمام کے نہانے سے بدلیل بیہقی کی حدیث کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جحفہ کے حمام

مین تشریف لیگئے اور یہ حدیث مصنف ابن ابی شیبہ مین عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہی کذا فی البرہان اور مسلم کی حدیث مین ثابت ہی کہ حضرت نے حالت
احرام مین غسل فرمایا طحطاوی نے کہا کہ غسل جائز ہی لیکن میل چھڑانا مکروہ ہی وا لاستظلال ببیت و محمل لم یصب رأسہ و وجہہ فلو اصاب احدہما کرہ
کماامر اور پرہیز نکرے گھر اور عماری کے سایہ مین ہونے سے بشرطیکہ عماری کی چھت اور پردہ اسکے سر اور چہرے کو نہ لگے سو اگر سر یا چہرے کو لگیگا تو مکروہ ہی چنانچہ
عنقریب مذکور ہو چکا کہ کپڑے ن کا سر پر اٹھانا سر ڈھکنے مین داخل ہی اور کعبہ کا غلاف سر پر لگنا محرم کیواسطے مکروہ ہی و شد ہمیان بکسر الہاء فی وسطہ اور نہ
پرہیز کرے اپنی کمر پر ہمیانی کے باندھنے سے خواہ اسمین اپنا نقد مال ہو یا غیر کا کذا فی المنح و منطقۃ و سیف و سلاح و تختم زیلعی لعدم التغطیۃ واللبس اور نہ
پرہیز کرے پٹکہ باندھ اور تلوار اور ہتھیار کے باندھنے سے اور انگوٹھی کے پہننے سے کذا فی شرح الزیلعی اسواسطے کہ گھر اور محمل کا استظلال تغطیہ نہین اور ہمیانی وغیرہ کا
باندھنا لباس مین داخل نہین و اکتحال بغیر مطیب فلو اکتحل بمطیب مرۃ او مرتین فعلیہ صدقۃ ولو کثیرا فعلیہ دم سراجیہ اور نہ پرہیز کرے سرمہ لگانے سے بشرطیکہ
خوشبودار سرمہ نہو سو اگر خوشبودار سرمہ ایک دو بار لگاویگا تو اُسپر صدقہ دینا لازم ہوگا اور اگر تین بار یا زیادہ لگاویگا اُسپر ذبح کرنا جانور کا واجب ہوگا کذا فی
السراجیہ ولا یتقی ختانا و فصدا و حجامۃ و قلع ضرسہ و جبر کسر و حک رأسہ و بدنہ لکن برفق ان خاف سقوط شعرہ او قملہ فان فی الواحدۃ یتصدق بشئ
وفی الثلث کفا من طعام غرر الاذکار اور محرم پرہیز نہ کرے ختنہ کرنے اور فصد اور پچھنون سے اور اپنی ڈاڑھ اکھاڑنے سے اور ٹوٹی ہڈی کے باندھنے
سے اور اپنے سر اور بدن کے کھجلانے سے لیکن آہستہ کھجلاوے اگر بال یا جون جھڑنے کا خوف ہو اور اگر اسکا خوف نہو تو زور سے کھجلاوے کذا فی المنح
ایک جون مین کچھ صدقہ دے اور تین جون مین مٹھی بھر گیہون خیرات کرے کذا فی غرر الاذکار اور باقی اسکا بیان آگے آویگا و اکثر المحرم التلبیۃ ندبا متی صلی
ولو نفلا او علا شرفا او ہبط وادیا او لقی رکبا جمع راکب او جمعہا رکبان او مشاۃ و کذا لو لقی بعضہم بعضا اور محرم اکثر لبیک کہا کرے بنا بر استحباب جبکے
جبکہ نماز پڑھے اگرچہ نفل نماز ہو یا جب بلندی پر چڑھے یا جب نالی مین اُترے یا جب شتر سوارون یا پیدلون سے ملے اور اسیطرح اگر اپنے قافلہ مین سے جب
ایک دوسرے کو ملے تو لبیک کہے شارح کہتا ہی رکب بسکون ثانی جمع ہی راکب کی جیسے صحب جمع صاحب کی اور ان دونون کی جمع رکبان ہی او اسحرا سے دخل
فی السحر یا جب سحر کے وقت مین داخل ہو تو لبیک کہے ہم سحر کہتے ہین رات کے پچھلے چھٹے حصے کو قبول ہونے دعا کا وہ وقت ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی
اذ التلبیۃ فی الاحرام کالتکبیر فی الصلوۃ حالات اور اوقات مذکورہ مین لبیک کہنا اسواسطے مستحب ہوا کہ لبیک کہنا احرام مین ایسا ہی جیسے اللہ اکبر کہنا
نماز مین تو جیسے نماز مین ایک حال سے دوسرے حال کے انتقال کے وقت اللہ اکبر کہتے ہین ویسے ہی احرام مین انتقال حالات مین لبیک کہنا چاہیے رافعا
استنانا صوتہ بہا بلا جہد کما یفعلہ العوام لبیک اکثر کہا کرے اپنی آواز کو بلند کر کے سنت جانکر نہ چلا کر جیسے عوام لوگ کرتے ہین و اذا دخل مکۃ بدأ بالمسجد
الحرام بعد ما یأمن علی امتعتہ داخلا من باب السلام نہارا ندبا ملبیا متواضعا خاشعا ملاحظا جلالۃ البقعۃ اور جب مکہ معظمہ مین داخل ہو تو اول مسجد
الحرام مین جاوے بعد اسکے کہ اپنے اسباب اور سامان سے خاطر جمع ہو یعنی اول اسباب سفر کو مکان محفوظ مین رکھکر مسجد الحرام مین داخل ہو دن کو
بنا بر استحباب کے اُس دروازہ سے جسکو باب السلام کہتے ہین اور سابق مین اُسکو باب بنی شیبہ کہتے تھے لبیک کہتا خاکسارانہ گڑگڑاتا عظمت اور
جلال اس مکان اقدس کا دھیان کرتے ہوئے اندر جاوے ہم شہر مکہ کی زمین ایک جانب کو اونچی ہی اور دوسری جانب نیچی تو مسنون یہ ہی کہ داخل ہو
بلندی کیطرف سے جدھر قبرستان ہی جسکو جنت المعلا اور کدا بالفتح کاف کہتے ہین اور رخصت کے وقت نیچی جانب سے نکلے جسکو کدا بالضم کاف بولتے ہین
اور داخل ہونا ہر وقت جائز ہی اور دن کو مستحب ہی لیکن اہل ہند کا قافلہ اکثر سحر کے وقت داخل ہوتا ہی اور مستحب ہی کہ مکہ مین داخل ہوتے یہ دعا کرے
(اللّٰہم ہذا حرمک و امنک فلقلت و قولک الحق و من دخلہ کان آمنا اللّٰہم فحرم لحمی و دمی علی النار و قنی عذابک یوم تبعث عبادک) کذا فی شرح المختار
والبرہان و یسن الغسل لدخولہا وہو للنظافۃ فیجب لحائض و نفساء اور مسنون ہی غسل کرنا داخل ہونے کے واسطے اور یہ غسل صفائی کے واسطے ہی

وکبر وہلل وحمد اللہ تعالی وصلی علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم ثم یقبل کفیہ اور اللہ اکبر کہے اور کلمۂ توحید پڑھے اور حق تعالی کی حمد کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر
درود پڑھے پھر اپنی دونون ہتھیلیون کو چومے وفی بقیۃ الرفع فی الحج یجعل کفیہ للسماء الا عند الحجرتین فللکعبۃ اور حجر اسود کے سوا حج کے باقی مکانات مین رفع الیدین
کے وقت ہتھیلیون کے اندر جانب آسمان کی طرف کرے بطور دعا کے مگر حجرتین کے پاس سو وہان کعبۂ معظمہ کیطرف کرے ظاہر الروایت مین کذا فی النہر
عن الخانیۃ وطاف بالبیت طواف القدوم ولیس ہذا الطواف للافاقی لانہ القادم اور بعد استلام کے بیت اللہ کا طواف کرے اس سے پہلے طواف
کو طواف القدوم کہتے ہین یعنی داخل ہونے اور آنے کا طواف اور یہ طواف کرنا آفاقی کو مسنون ہے اسواسطے کہ آنا اور داخل ہونا آفاقی پر صادق آتا ہے نہ اہل مکہ پر
چنانچہ تحیۃ المسجد آنے والے پر سنت ہے نہ مسجد کے بیٹھنے والے پر واخذ الطائف عن یمینہ مما یلے الباب لقصیر الکعبۃ عن یسارہ لان الطائف کالموتم بہا والواحد
یقف عن یمین الامام اور طواف کرنے والا طواف کو اپنے داہنے سے شروع کرے جدھر بیت اللہ کا دروازہ ہے تو اسی صورت مین کعبہ طائف کے بائین
طرف کو واقع ہوگا اور وجہ داہنے سے شروع کرنے کی یہ ہے کہ طواف کرنے والا بجاے مقتدی کے ہے اور کعبہ بجاے امام کے اور حالانکہ ایک مقتدی امام کی
داہنی طرف کھڑا ہوتا ہے طواف مین جب ملتزم کے سامنے ہو تو یہ دعا کرے (اللّٰہم الیک مددت یدی وفیما عندک عظمت رغبتی فاقبل دعوتی واقلنی عثرتی وارحم
تضرعی وعدلی بمغفرتک واعذنی من مضلات الفتن اللہم ان لک علی حقوقا فتصدق بہا علی) اور بیت اللہ کے دروازے کے سامنے کہے (اللّٰہم ہذا
البیت بیتک وہذا الحرم حرمک وہذا الامن امنک وہذا مقام العائذ بک من النار اعوذ بک من النار فاعذنی منہا) اور جب رکن عراقی کے پاس آوے تو کہے اللّٰہم
انی اعوذ بک من الشک والشرک والنفاق والشقاق ومساوی الاخلاق وسوء المنقلب فی المال والاہل والولد) اور جب میزاب رحمت کے مقام پر
تو کہے (اللّٰہم انی اسالک ایمانا لا یزول ویقینا لا ینفذ ومرافقۃ نبیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہم اظلنی تحت ظل عرشک یوم لا ظل الا ظلک واسقنی بکاس
محمد صلے اللہ علیہ وسلم شربۃ لا اظما بعدہا ابدا) اور جب رکن شامی کے سامنے ہو تو کہے (اللّٰہم اجعلہ حجا مبرورا وسعیا مشکورا وذنبا مغفورا وتجارۃ
لن تبور یا عزیز یا غفور) اور جب رکن یمانی کے پاس آوے تو کہے (اللّٰہم انی اعوذ بک من الکفر واعوذ بک من الفقر ومن عذاب القبر ومن
فتنۃ المحیا والممات واعوذ بک من الخزی فی الدنیا والآخرۃ) اور واقدی نے کتاب المغازی مین بسند حدیث مرفوع نقل کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم رکن اور حجر اسود کے درمیان مین یون فرماتے تھے (ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار) اور معلوم کرنا چاہیے
کہ یہ ادعیہ اسوقت ہو سکینگی جب طواف مین ٹھہرنا ہو تو جس طواف مین رمل سنت ہے اسمین استیعاب انکا نہین ہو سکتا اور یہ ادعیہ صحابہ اور
تابعین سے متفرق منقول ہین علماے متاخرین نے انکو یکجا جمع کر لیا ہے کذا فی فتح القدیر ولو عکس اعاد ما دام بمکۃ فلو رجع فعلیہ دم وکذا لو ابتدأ من غیر
الحجر کما مر اور اگر کسی نے بالعکس کرے یعنے اپنے بائین جانب سے طواف شروع کرے تو طواف القدوم کو دوبارہ کرے جب تک کہ مکہ مین مقیم ہے اور اگر
وہان سے چلا آیا تو اسپر جانور کا ذبح کرنا لازم ہوا اور اسیطرح اگر حجر اسود کے سوا اور طرف سے بیت اللہ کا طواف شروع کریگا تو اسپر ذبح کرنا واجب ہوگا چنانچہ
واجبات حج مین مذکور ہو چکا کہ ابتداے طواف حجر اسود سے واجب ہے قالوا ویمر بجمیع بدنہ علی جمیع الحجر فقہا نے کہا ہے کہ شروع طواف مین اپنے تمام بدن کو سارے
حجر اسود کے سامنے کر کے چلے یعنی رکن یمانی کی جانب سے مقابل حجر اسود کے ہو کر طواف کرے اس طرح کل بدن اسکا کل حجر سے سامنا ہو جاویگا جاعلا قبل
شروعہ ردائہ تحت ابطہ الیمنی ملقیا طرفہ علی کتفہ الایسر استنانا وراء الحطیم وجوبا لان منہ ستۃ اذرع من البیت فلو طاف من الفرجۃ لم یجز
کاستقبالہ وجعلیا حاطا قبل شروع طواف کے اپنی چادر کو داہنی بغل سے نکال کر بائین مونڈھے پر ڈال کر حطیم سمیت بیت اللہ کا طواف کرے لغت عرب
مین اسطرح چادر اوڑھنے کو اضطباع کہتے ہین سو یہ سنت ہے اور حطیم کو ملا کر طواف کرنا واجب ہے اسواسطے کہ حطیم مین چھ ہاتھ بیت اللہ کی زمین داخل ہے سو اگر طواف کرنے
اس کشادگی اور رنا کے مین گھسکر جو حطیم اور بیت اللہ کے درمیان مین ہے تو یہ طواف جائز ہوگا جیسے نماز کے وقت فقط استقبال کرنا حطیم کا جائز نہین بنا بر احتیاط کے

مسنون ہے مع کتب احادیث مین ثابت ہے کہ اکڑنے کا طواف مین یہ سبب ہوا کہ جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم ساتھ اصحاب کے مدینہ سے عمرہ کرنے کو آئے
تو مشرکین نے کہا کہ مدینہ کی تپ نے مسلمانون کو توڑ دیا اور دبلا بے طاقت کر ڈالا حضرتؐ نے فرمایا مسلمانون کو کہ اکڑ کے طواف کرین تا کافرون پر رعب پڑے
پھر جب مکہ فتح ہوا تو دسوین سال ہجرت کے حجۃ الوداع کے واسطے تشریف لائے اور بطور سابق رمل کیا نعمت الہی کے یاد کرنے کو کہ بعد خوف کے امن عطا کیا
پھر ہمیشہ یہ عمل صحابہ اور تابعین مین جاری رہا صحیح بخاری مین عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ امیر المومنین عمر فاروقؓ نے کہا کہ ہمکو اس اکڑنے سے کیا حاصل یہ
اکڑنا تو ہمنے مشرکون کو دکھلایا تھا اور اب تو خدا نے انکو ہلاک کر ڈالا پھر فرمایا کہ اس فعل کو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا سو ہم نہین چاہتے ہین کہ اسکو
چھوڑین اور ابو داؤد نے یون روایت کی عمر فاروقؓ سے کہ یہ اکڑنا اور مونڈھون کا کھولنا کسواسطے ہے اور حالانکہ حق تعالی نے اسلام کو غالب کیا اور کفر کو مٹایا لیکن
باوجود اسکے ہم نہ چھوڑینگے اس چیز کو جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین ہم کرتے رہے فلو ترکہ او نسیہ ولو فی الثلثۃ لم یرمل فی الباقی اور اگر رمل کو شوط
اول مین ترک کیا یا بھول گیا تو رمل نہ کرے مگر انھین دونون شوطون مین جو اول کے بعد ہین اور اگر تینون شوطون مین رمل کو ترک کیا یا بھول گیا تو باقی چار شوطون
مین رمل نہ کرے ہکذا فی الفتح والنہر والعالمگیریۃ عن البحر شارح کے کلام مین ظاہرا شرط اول کی جزا ساقط ہو گئی ہے یعنی حق عبارت تینون کتابون کے موافق یون ہے
فلو ترکہ او نسیہ فی الشوط الاول لم یرمل الا فی الشوطین بعدہ ولو فی الثلثۃ لم یرمل فی الباقی لہذا مترجم نے موافق کتب مذکورہ کے پوری عبارت کا ترجمہ کیا
غالب ہے کہ یہ اسقاط کاتبون کی جہت سے ہو مترجم نے دو نسخون مین اسی طرح پایا واللہ اعلم ولو زحمہ الناس وقف حتی یجد فرجۃ فیرمل بخلاف الاستلام لان لہ بدلا اور
اگر ہجوم ہو لوگون کا اور رمل کرنے کی جگہ نہ ملے تو ٹھہر جاوے یہان تک کہ کشادگی پاوے پھر تب رمل کرے بخلاف استلام کے کہ اسکے واسطے بسبب ہجوم کے
توقف کرنا نچاہیے اسواسطے کہ استلام کا بدلا موجود ہے یعنی استقبال، اور رمل کے واسطے کوئی عوض نہین من الحجر الی الحجر فی کل شوط رمل کرے حجر اسود سے
حجر اسود تک تین بار ہر شوط مین دکلما مر بالحجر فعل ما ذکر من الاستلام اور ہر شوط مین جب حجر اسود کے پاس ہو کر نکلے تو استلام کرے اور اگر وہان بسبب
ہجوم کے نہ جا سکے تو عصا یا تلوار اسمین لگا دے اور اسکو چومے اور اگر یہ بھی نہو سکے تو بطور سابق استقبال کرے واستلم الرکن الیمانی وہو مندوب
لکن بلا تقبیل وقال محمد ہو سنۃ ویقبلہ والدلائل یویدہ ویکرہ استلام غیرہما اور رکن یمانی کا استلام کرے اور یہ مستحب ہے امام اعظم کے نزدیک بلا تقبیل یعنے
فقط اسپر ہاتھ رکھے لیکن اسکو نہ چومے اور محمد رح نے کہا کہ رکن یمانی کا استلام مستحب نہین بلکہ سنت ہے اور اسکو چومے بھی اور دلائل احادیث کی محمد رح کے
قول کی تائید کرتے ہین اور سواے حجر اسود اور رکن یمانی کے استلام کرنا مکروہ ہے بسبب عدم ثبوت روایت کے چنانچہ صحیحین وغیرہما مین عبد اللہ بن عمرؓ سے
مروی ہے کہ مین نے نہین دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ ہاتھ لگاتے ہون بیت اللہ کو سواے دو رکن یمانی کے کذا فی البرہان اور ابن عباسؓ سے مروی ہے
کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم رکن یمانی کو چومتے تھے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وختم الطواف باستلام الحجر استنانا ثم صلے شفعا فی وقت مباح یجب
بالجیم علی الصحیح بعد کل اسبوع عند المقام حجارۃ ظہر فیہا اثر قدمی الخلیل اور تمام کرے طواف کو حجر اسود کے استلام پر بنا بر مسنون ہونے کے پھر مباح وقت مین
دو رکعتین نماز پڑھے جو واجب ہین بنا بر قول صحیح کے ہر سات بار گھومنے کے بعد مقام ابراہیم کے پاس مقام ابراہیم ایک پتھر ہے جسمین ابراہیم علیہ السلام کے
دونون قدمون کے نقش ظاہر ہین جب اسمعیلؑ اور ہاجر کے دیکھنے کو تشریف لاتے تو سواری پر سے اوترتے اور چڑھتے اسی پتھر پر قدم مبارک رکھتے تھے اور ایک
روایت یہ ہے کہ جب بحکم الہی حج کے واسطے سب خلق کو پکارا تو اسی پتھر پر قدم رکھے ہوے تھے کذا فی الطحطاوی طبرانی اور ابن عساکر نے بریدہ سے روایت کی
کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدم کو حق تعالے نے زمین پر اوتارا تو آدم نے بیت اللہ کا سات بار طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت
نماز پڑھی پھر دعا کی (اللہم انک تعلم سری وعلانیتی فاقبل معذرتی وتعلم حاجتی فاعطنی سؤالی وتعلم ما عندی فاغفرلی ذنوبی) (اللہم انی اسالک ایمانا یباشر قلبی
ویقینا صادقا حتے اعلم انہ لن یصیبنی الا ما کتبت علی ورضنی بقضائک) تو حق تعالے نے آدم پر وحی اوتاری اور فرمایا اے آدم تونے ایسی دعا مجھ سے

سات بار کرے صفا سے شروع کرے اور ساتوین شوط کو مروہ پر ختم کرے یعنی صفا سے مروہ تک آنا یہ ایک شوط ہوا پھر مروہ سے صفا تک جانا یہ دوسرا شوط
ہوا اسیطرح ساتوان شوط مروہ پر تمام ہوگا فلو بدأ بالمروة لم یعتد بالاول ہو الاصح پھر اگر مروہ سے ابتدا کریگا تو صفا تک شوط اول مین نہ معتبر ہوگا یہی قول اصح
ہے اسواسطے کہ حدیث قولی اور فعلی کے مخالف ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدا صفا سے کی اور فرمایا کہ ابتدا کرو اُس سے جس سے حقتعالی نے ابتدا
کی یعنے فرمایا قرآن مجید مین (ان الصفا والمروة من شعائر اللہ) کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وندب ختمہ برکعتین فی المسجد کختم الطواف اور مستحب ہے ختم کرنا سعی کا دو رکعتون
پر جنکو مسجد الحرام مین جاکر پڑھے مانند ختم طواف کے اسواسطے کہ مسند احمد مین حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد سعی کے دو رکعتین مسجد الحرام
مین جاکر پڑھین سامنے حجر اسود کے اور ابن ماجہ اور حاکم نے بھی اسکو روایت کیا مطلب بن وداعہ سے کذا فی فتح القدیر ثم سکن بمکۃ محرما بالحج ولا یجوز
فسخ الحج بالعمرة عندنا پھر ٹھہرا رہے مکہ معظمہ مین حج کا احرام باندھے ہوے اور عمرہ کرکے حج کا احرام توڑنا ہمارے نزدیک یعنی حنفیون کے جائز نہین یعنے
جب میقات سے حج کا احرام باندھا تو اب عمرہ کرکے احرام حج کا چھوڑنا درست نہین اور وہ جو صحیحین مین حدیث ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ
الوداع مین اصحاب سے عمرہ کروا کر حج کو فسخ کروایا تھا تو یہ حکم فقط اصحاب ہی کو مخصوص تھا اسواسطے کہ صحیح مسلم مین ابو ذر سے حدیث مروی ہے کہ حج کو فسخ کرنا
عمرہ سے یہ صحابہ کبار کو مخصوص تھا ویطاف بالبیت نفلا ما شاء بلا رمل وسعی وہو افضل من الصلوة نافلۃ للآفاقی وقلبہ للمکی اور نفل طواف کیا کرے بیت اللہ
کا جتنا چاہے بدون رمل اور سعی کے طواف کرنا افضل ہے نفل نماز پڑھنے سے مسافر کے حق مین اور اہل مکہ کے واسطے نماز افضل ہے طواف سے وفی البحر ینبغی
تقییدہ بزمن الموسم والا فالطواف افضل من الصلوة مطلقا اور بحر الرائق مین ہے کہ فضیلت صلوۃ مین موسم حج کی قید لگانا لائق ہے یعنی کیونکہ اسواسطے ایام حج
مین طواف سے نماز افضل ہے تاکہ بسبب ہجوم کے مسافر طواف سے نہ محروم رہین اور بعد موسم حج کے تو طواف ہی افضل ہے نفل نماز سے طحطاوی اور ابن حبان
نے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیت اللہ کا طواف نماز ہے مگر یہ کہ خدا نے طواف مین کلام کرنا حلال کر دیا ہے تو جو کہ کلام کرے تو سوائے خیر کے
نہ بولے کذا فی المنح والبرہان اور ترمذی اور نسائی مین یون مروی ہے کہ طواف مثل نماز کے ہے اور ابن ماجہ مین عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے بیت اللہ کا طواف کیا اور دو رکعتین پڑھین گویا اُسنے ایک گردن کو آزاد کیا اور اسی کتاب مین ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رکن یمانی پر ستر فرشتے مقرر ہین سو جو شخص کہ یہ دعا پڑھے (اللّٰہم انی اسئلک العفو والعافیۃ فی الدنیا والآخرة ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ
وفی الآخرة حسنۃ وقنا عذاب النار) تو وہ فرشتے آمین کہتے ہین ترمذی مین عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو
بیت اللہ کا ۵۰ بار طواف کریگا تو وہ اپنے گناہون سے ایسا نکل جاویگا جیسا اُسدن بیگناہ تھا جب ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا کذا فی تیسیر جامع الاصول
وخطب الامام اولی خطب الحج الثلث سابع ذی الحجۃ بعد الزوال وبعد صلوة الظہر وکرہ قبلہ وعلم فیہا المناسک اور حج کے تین خطبون مین سے
پہلا خطبہ ساتوین تاریخ ذی الحجہ کے امام پڑھے دو پہر ڈھلے نماز ظہر کے بعد اور قبل نماز کے مکروہ ہے اور اس خطبہ مین حج کے احکام تعلیم کرے یعنی احرام باندھنا
اور منا اور عرفات کا جانا اور وہان کی نماز اور عرفات کا ٹھہرنا اور وہان سے پھرنا لوگون کو سکھادے ہم حج کے تین خطبہ ہین ایک ساتوین تاریخ مکہ مین اور دوسرا
عرفات مین اور تیسرا گیارھوین کو منا مین اور سب خطبے بعد زوال اور بعد نماز ظہر کے پڑھے جاتے ہین مگر عرفات کا خطبہ بعد زوال قبل نماز ظہر کے ہوتا ہے اور سب
خطبون مین اول تکبیر پھر تلبیہ پھر تحمید واجب ہے مانند خطبہ عیدین کے اور خطبہ جمعہ اور خطبہ استسقا اور خطبہ نکاح مین تحمید سے ابتدا کرنا لازم ہے کذا فی المنح والطحطاوی
فاذا صلی بمکۃ الفجر یوم الترویۃ ثامن الشہر خرج الی منی قریۃ من الحرم علی فرسخ من مکۃ ومکث بہا الی فجر عرفۃ پھر جب ذی الحجہ کی آٹھوین تاریخ فجر کی نماز مکہ مین
پڑھ چکے تو منا کیطرف چلے اور عرفے کی فجر تک وہان رہے آٹھوین تاریخ کو یوم الترویہ کہتے ہین اور منا ایک گانون ہے حرم کی حدین کہ سے تین کوس ہم اقامت
مکہ مین جمیع حالات مین لبیک کہتا رہے سوائے طواف کے اور منا کیطرف چلتے لبیک کہے اور یہ دعا کرے (اللّٰہم ایاک ارجو وایاک ادعو والیک ارغب اللّٰہم

ضرورت سے جمع بین الظہر والعصر جائز ہوا تو اُس حاجت مین منفرد اور جسنے کہ امام کے ساتھ نماز پڑھی دونون برابر ہین ثم ذہب الی الموقف لغسل سن
ووقف الامام علی ناقتہ بقرب جبل الرحمۃ عند الصخرات الکبار مستقبلا القبلۃ پھر نماز کے بعد جاوے طرف موقف کے یعنی ٹھہرنے کے مکان مین جاوے
غسل کرکے کہ مسنون ہی اور امام وقوف کرے اپنے اونٹ پر سوار ہو کر جبل رحمت کے قریب بڑے بڑے کالے پتھرون کے پاس قبلہ رو ہو کر ہم
یہین کھڑا ہونا سنت ہی اور یہ جو عوام کی عادت ہی کہ پہاڑ پر چڑھ کر کھڑے ہوتے ہین سو بے اصل ہی والقیام والنیۃ فیہ ای الوقوف لیست بشرط
ولا واجب فلو کان جالسا جاز حجہ وذلک لان الشرط الکینونۃ فیہ فصح وقوف مجتاز وہارب وطالب غریم ونائم ومجنون وسکران اور کھڑا ہونا اور
وہان کے ٹھہرنے مین نیت وقوف کی کرنا نہ شرط ہی نہ واجب سو اگر موقف مین بیٹھا رہیگا حج اُسکا جائز ہوگا اور یہ جواز اسواسطے ہی کہ وہان کا ہونا شرط ہی حج
کی کسیطرح سے ہو تو صحیح ہی وقوف راہ چلتے اور بھاگتے کا اور مدیون کی تلاش کرنے والیکا اور سونے والیکا اور دیوانے اور مست کا اور اسیطرح حائض اور جنب
کا وقوف اور جسنے جمع بین الصلوتین نہین کی اُسکا وقوف بھی صحیح ہی کذا فی المنح ودعا جہرا بجہد وعلم المناسک ووقف الناس خلفہ بقربہ مستقبلین القبلۃ
سامعین لقولہ خاشعین باکین اور آواز بلند کرکے دعا کرے نہایت اجتہاد اور کوشش سے اور امام مناسک کی تعلیم کرے اپنے اونٹ پر سے اور لوگ
امام کے پیچھے ٹھہرین متصل اُسکے رو بقبلہ ہو کر امام کے قول پر کان لگائے گڑگڑاتے روتے ہوے ہم امام مالک نے موطا مین حدیث صحیح مرفوع نقل کی کہ رسول
خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ افضل دعا یوم عرفہ کی دعا ہی اور جو افضل دعا کہ مین نے کی اور مجھ سے پہلے پیغمبرون نے کی وہ یہ ہی (لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الملک
ولہ الحمد یحیی ویمیت وہو حی لا یموت بیدہ الخیر وہو علی کل شئ قدیر) توحید اور ثنا کو دعا فرمایا اسواسطے کہ کریم کی تعریف کرنا درحقیقت دعا ہی مثل مشہور ہی کہ فقیر کی
صورت سوال ہی علی الخصوص جب تعریف بھی کرنے لگے اور امام احمد بن حنبل نے حدیث صحیح نقل کی عبد اللہ بن عب[illegible]س رضی سے کہ فلانا شخص رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم کے ساتھ سوار تھا سو وہ شخص عورتون کی طرف دیکھنے لگا تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ای میرے بھتیجے اس دن مین جو اپنے کان اور
آنکھ اور زبان کو محفوظ رکھے تو اُسکی مغفرت ہوتی ہی اور بزاز وغیرہ نے عبد اللہ بن عباس رض سے روایت کی کہ مین نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ عرفہ
کے دن دونون ہاتھ پھیلا کے دعا کرتے تھے جیسے کھانا مانگنے والا محتاج ہاتھ پھیلا کر مانگتا ہی کذا فی فتح القدیر اور ثابت ہوا ہی کہ موقف مین حضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے یہ دعا کی (اللہم لک الحمد کالذی نقول وخیرا مما نقول اللہم لک صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی والیک مآبی ولک رب تراثی اللہم انی اعوذ بک من عذاب
القبر ووسوسۃ الصدر وشتات الامر اللہم انی اعوذ بک من شر ما تجیٔ بہ الریح اللہم انک تسمع کلامی وتری مکانی وتعلم سری وعلانیتی ولا یخفی علیک
شئ من امری انا البائس الفقیر المستغیث المستجیر الوجل المشفق المقر المعترف بذنوبہ اسألک مسألۃ المساکین وابتہل الیک ابتہال المذنب الذلیل
وادعوک دعاء الخائف الضریر من خضعت لک رقبتہ وفاضت لک عیناہ وذل جسدہ ورغم انفہ اللہم لا تجعلنی بدعائک شقیا وکن لی رؤفا رحیما
یا خیر المسئولین ویا خیر المعطین) اخرجہ الطبرانی فی المعجم اور سنن بیہقی مین مروی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشتر میری دعا اور باقی
پیغمبرون کی دعا عرفات مین یہ ہی (لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شئ قدیر اللہم اجعل فی قلبی نورا وفی سمعی نورا وفی
بصری نورا اللہم اشرح لی صدری ویسر لی امری واعوذ بک من وساوس الصدر وشتات الامر وفتنۃ القبر اللہم انی اعوذ بک من شر ما
یلج فی اللیل وشر ما یلج فی النہار وشر ما تہب بہ الریاح ومن شر بوائق الدہر) کذا فی سفر السعادت للفیروزآبادی اور اختیار شرح مختار مین ہی
کہ روز عرفہ کی فضیلت اور مقبول ہونے دعا مین کثرت سے احادیث ثابت ہین تو لائق یہ ہی کہ دعا مین بہت کوشش کرے اور جو دعا کہ یاد ہو
کرے اور اگر حفظ پر قادر نہو تو کاغذ مین لکھکر پڑھے اور مستحب ہی کہ اُس دن بعد نماز عصر کے سورۂ فاتحہ اور اخلاص دس بار پڑھ کر یہ دعا
کرے (لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت بیدہ الخیر وہو علی کل شئ قدیر سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ

نالہ ہو منا اور مزدلفہ کے درمیان مین سو اگر کوئی محسر یا بطن عرنہ مین ٹھہر گیا تو جائز ہوگا بقول مشہور ہم صحیح بخاری وغیرہ کتب حدیث مین مصرح ہے کہ عرفات مین بطن عرنہ سے اور مزدلفہ مین محسر سے منع فرمایا کہ وہان کوئی نہ ٹھہرے محسر بضم میم و تشدید سین مکسور اُس وادی کا نام ہے جہان اصحاب الفیل غارت ہوئے محسر کے معنی تھکا دینے والا اور عاجز کر دینے والا چونکہ اصحاب الفیل وہان عاجز ہوئے لہذا اُسکا نام محسر ہوا کذا فی الطحطاوی و نزل عند جبل قزح بضم ففتح لا ینصرف للعلمیۃ والعدل من قازح بمعنے مرتفع اور مزدلفہ مین قزح کے پہاڑ پاس اُترے قزح بضم اول و فتح ثانی لفظ غیر منصرف ہے بسبب علمیت اور عدل کے یعنے معدول ہے قازح سے جسکے معنی اونچا و الاصح انہ المشعر الحرام و علیہ میقدۃ قیل کانون آدم اور قول صحیح تر یہ ہے کہ مشعر الحرام بھی جبل قزح ہے کذا فی الکشاف اور اُس پہاڑ پر آگ جلنے کا ایک مکان ہے بعضون نے کہا کہ وہ آدم علیہ السلام کی بھٹی ہے ہم قرآن مجید مین فرمایا کہ جب تم عرفات سے رجوع کرو تو مشعر الحرام کے پاس حق تعالے کو یاد کرو لہذا شارح نے تصریح کر دی کہ مشعر الحرام سے مراد قزح کا پہاڑ ہے و صلی العشائین باذان و اقامۃ لان العشاء فی وقتہا فلم یحتج الی الاعلام کما لا احتیاج ہنا للامام اور مغرب اور عشا کی وہان نماز پڑھے ایک اذان اور ایک اقامت سے اسواسطے کہ عشا کی نماز اپنے وقت پر ہے تو اعلام کی حاجت نہین چنانچہ یہان جمع بین الصلوتین مین امام کی حاجت نہین ہم یہان سوال وارد ہوتا ہے کہ یہان جمع بین الصلوتین مین کیون دوبار اقامت نہوئی جیسے کہ عرفات کی جمع بین الصلوتین مین ہوئی تھی شارح نے جواب دیا کہ یہان دوسری نماز یعنی عشا اپنے اصلی وقت پر ہے اور لوگ سب جمع ہین تو اعلام کی کچھ حاجت نہین کہ دوسری بار اقامت ہو بخلاف عرفات کے کہ وہان دوسری نماز اپنے وقت پر نہین لہذا اعلام کی حاجت ہے اور امام اعظم کے نزدیک اس جمع بین الصلوتین مین امام اور جماعت مشروط نہین جیسے کہ عرفات مین مشروط ہے حالانکہ احادیث سے دونون مین جماعت ثابت ہے اسواسطے کہ مغرب یہان اپنے وقت سے متاخر ہے اور نماز کو پڑھنا وقت گذرنے کے بعد امر معقول ہے بخلاف عرفات کے کہ وہان عصر اپنے وقت سے متقدم ہے اور تقدیم نماز کی اپنے وقت پر مخالف قیاس ہے ہر طرح سے لہذا اُسمین مورد کی جمیع شروط وارده واجب الرعایت ہین کذا فی دلائل الاسرار عن ابن ملک اور دونون نمازون کے بیچ مین سنت اور نفل نہ پڑھے بلکہ مغرب اور عشا کی سنت کو اور وتر کو بعد مغرب اور عشا کے پڑھے کذا فی المنسک المتوسط للملا رحمہ اللہ و لو صلی المغرب او العشاء فی الطریق او فی عرفات اعادہ لحدیث الصلوۃ امامک اور اگر مغرب کی نماز یا عشا کی نماز راہ مین یا عرفات مین پڑھے تو مزدلفہ مین دوسری بار پڑھے بدلیل اس حدیث کے کہ نماز تیرے آگے ہے ہم صحیحین مین اسامہ بن زید سے مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم جب عرفات سے روانہ ہوئے تو راہ مین اُترے اور پیشاب کیا پھر ناتمام وضو کیا سو مین نے عرض کیا کہ نماز پڑھیے فرمایا کہ نماز تیرے آگے ہے پھر حضرت سوار ہوئے تو جب مزدلفہ مین آ گئے تو پورا وضو کیا پھر مغرب کی نماز اور عشا کی نماز پڑھی تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بجز مزدلفہ کے عرفات اور راہ مین نماز جائز نہین تو واجب الاعادہ ہوگی فنوقتا بالزمان والمکان

والوقت فالزمان لیلۃ النحر والمکان مزدلفۃ والوقت وقت العشاء حتے لو وصل مزدلفۃ قبل العشاء لم یصل المغرب حتے یدخل وقت العشاء فیقضی اللغز ایّ حرۃ تو بمقتضاے حدیث مذکور کے نماز مغرب کی تاخیر کے واسطے ہمنے زمان اور مکان اور وقت کو مقرر اور معین کر لیا سو زمانہ تو یوم النحر کی رات ہے اور مکان خاص مزدلفہ ہے اور وقت مخصوص عشا کا وقت ہے یعنے مغرب کی نماز کو موخر کرنا مزدلفہ مین لیلۃ النحر عشا کے وقت مخصوص ہے یہانتک کہ اگر کوئی مزدلفہ مین پہونچے قبل عشا کے تو مغرب کی نماز نہ پڑھے یہان تک کہ عشا کا وقت آوے تو یہ مسئلہ چیستان اور پہیلی کے لائق ہے چند وجوہ سے یعنے یہان ایسے سوال متصور ہین جنکے جواب مین فقیہ کو حیرانی ہو چنانچہ مترجم چند سوال اور جواب کو مذکور کرتا ہے طحطاوی سے نقل کرکے سوال کون فرض نماز ہے جسمین نہ اذان ہے نہ اقامت جواب عشا کی نماز ہے مزدلفہ مین بشرطیکہ مغرب اور عشا مین فاصلہ نہو سوال کون نماز ہے جو بیوقت پڑھی جاوے اور قضا نہو بلکہ ادا ہو جواب مزدلفہ کی مغرب ہے سوال کون نماز ہے جو اپنے وقت پر پڑھی جاوے اور واجب الاعادہ ہو جواب مزدلفہ کی مغرب ہے اور اسیطرح عشا کی نماز جبکہ راہ یا عرفات مین پڑھی جاوے سوال کون عشا ہے جسکو صاحب ترتیب قبل مغرب کے پڑھے اور صحیح ہو جواب مزدلفہ کی عشا ہے جو اپنے وقت پر

پہنچنے تک صبح صادق ہو گئی سوال کرن نہ تھے پڑھنا ایک خاص مکان میں ہو جب تو جواب مزدلفہ کی مغرب اور عشا ہو الم یطلع الفجر فیعیدہا
الی الجواز وبعدہ لم یعد بطلوع الفجر ... اسوقت تک ہے جب تک صبح صادق نہ ہوئی ہو اور بعد صبح کے درست
جائز ہو جاویگی خواہ مغرب ہو خواہ عشا اسواسطے کہ اعادہ واسطے جمع بین الصلوتین کے تھا عشا کے وقت میں سو اب باقی نہ رہا اور یہ یعنے مغرب و عشا
راہ میں نہ پڑھنا اسوقت تک ہے جب تک طلوع فجر کا خوف نہ ہو راہ میں سو اگر خوف ہو طلوع کا تو دونون نماز کو راہ میں پڑھ لے اسواسطے کہ اگر راہ میں
نہ پڑھیگا تو قضا ہو جاویگی کذا فی منح الغفار ولو صلی العشاء قبل المغرب بمزدلفۃ صلی المغرب ثم اعاد العشاء فان لم یعد حتی طلع الفجر
عاد العشاء الی الجواز اور اگر عشا کی نماز اپنے وقت پر پڑھی قبل مغرب کی نماز کے مزدلفہ میں تو پہلے مغرب پڑھے اور عشا کا اعادہ کرے سو اگر عشا
کا اعادہ نکیا یہانتک کہ فجر ہو گئی تو وہ عشا اب جائز ہو جاویگی چنانچہ امام اعظم کے نزدیک ایک شخص نے ظہر کی نماز ترک کی پھر اسکے بعد پانچ
وقت کی نماز پڑھی حالانکہ ظہر کی اسکو یاد ہے تو پانچون نمازیں جائز نہیں پھر اگر اسنے چھٹی نماز پڑھی تو اب سب نمازیں صحیح ہو گئیں کذا فی المنح عن البحر
عن الظہیریۃ وینوی المغرب اداء ویترک سنتہا اور مزدلفہ میں عشا کے وقت اداء مغرب کی نیت کرے نہ قضا کی اور مغرب کی سنتون کو ترک کرے بنا بر قول
صحیح کے کذا فی الطحطاوی ویحییہا فانہا اشرف من لیلۃ القدر کما افتی بہ صاحب النہر وغیرہ اور یوم النحر کی رات کو بیدار رہے اسواسطے کہ وہ رات
لیلۃ القدر سے شریف تر ہے چنانچہ صاحب نہر وغیرہ نے اسکا فتوی دیا ہے اور اتفاق کہ یہ مضمون ہے کہ کسی نے سوال کیا کہ لیلۃ النحر لیلۃ الجمعہ سے اشرف ہے
یا نہیں اور میلان ناظر اسی طرف تھا پھر میں نے جوہرہ میں دیکھا کہ لیلۃ النحر سارے سال کی راتون سے افضل ہے طحطاوی نے کہا کہ اس قدر کلام سے
ثابت نہیں ہوتا بالمطلوب یہ شب شرف مکانی اور زمانی کی جامع ہے تو مناسب ہے کہ نماز و تلاوت قرآن اور تضرع میں بسر ہو اور فضیلت لیلۃ النحر کی فقط مزدلفہ
میں منحصر نہیں بلکہ افضلیت اسکی اسوجہ سے ہے کہ اسکی عبادت کا ثواب لیلۃ القدر سے زیادہ ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وجزم شراح البخاری سیما القسطلانی بان
عشر ذی الحجۃ افضل من العشر الاخیر من رمضان اور یقین کیا ہے صحیح بخاری کے شارحون نے خصوصا قسطلانی نے اسپر کہ دس روز ذی الحجہ کے افضل ہیں
رمضان کے عشرہ اخیرہ سے صحیح بخاری وغیرہ میں عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی دن ایسا نہیں جسمین
عمل صالح خدا کے نزدیک محبوب تر ہو ان دنون سے یعنے عشرہ ذی الحجہ سے اور طبرانی میں یون ہے کہ ان دنون میں عمل کرنا خدا کے نزدیک عظیم تر اور محبوب
تر ہے سو ان دنون میں تسبیح اور تہلیل اور تحمید اور تکبیر کثرت سے کیا کرو کذا فی الترغیب والترہیب لابن حجر وصلی الفجر بغلس لاجل الوقوف اور فجر کی نماز پڑھے
اندھیرے میں یعنے بعد طلوع صبح صادق کے اول وقت نماز پڑھے واسطے وقوف مزدلفہ کے ثم وقف بمزدلفۃ ووقتہ من طلوع الفجر الی طلوع الشمس ولو مارا
کما فی عرفۃ لکن لو ترکہ بعذر کزحمۃ لا شئی علیہ پھر وقوف کرے مزدلفہ میں اور مزدلفہ کے ٹھہرنے کا وقت طلوع صبح صادق سے ہے طلوع آفتاب تک اگرچہ ان
گذران چلا جاوے مانند عرفات کے لیکن اگر وقوف مزدلفہ کا بسبب عذر کے ترک کرے جیسے کہ ہجوم کے سبب سے تو اسپر کوئی چیز لازم نہیں وکبر وہلل
ولبی وصلی علی المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ودعا اور وہان حالت وقوف میں تکبیر اور تہلیل کرے اور لبیک کہے اور مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود
پڑھتا رہے اور دعا کرے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر یہی سنت ہے چنانچہ حدیث جابر میں صریح ہے اور اختیار شرح مختار میں ہے کہ یون دعا کرے اللہم انت خیر
مطلوب وخیر مرغوب الیہ الہی لکل وفد جائزۃ وقری فاجعل جائزتی وقری فی ہذا المقام ان تقبل توبتی وتجاوز عن خطیئتی وتجمع علی الہدی امری وتجعل الیقین
من الدنیا ہمی اللہم ارحمنی واجرنی من النار واوسع علی الرزق الحلال اللہم لا تجعلہ آخر العہد بہذا الموقف وارزقنیہ ابدا ما ابقیتنی برحمتک یا ارحم الراحمین
واذا اسفر جدا اتی منی ملبیا مہللا فاذا بلغ بطن محسر اسرع قدر رمیۃ حجر لانہ موقف النصاری اور جب خوب روز روشن ہو جاوے تو منا کی طرف
چلے تہلیل کرتا اور درود پڑھتا اور اسفار کی یہ حد ہے کہ جب طلوع شمس تک دو رکعت پڑھنے کی مقدار باقی رہے کذا فی المنح عن المحیط والظہیریۃ

پھر جب محسر کے اندر پہونچے تو شتاب چلے بمقدار پھینک مارنے تیر کے اسواسطے کہ وہ موقف نصاری ہی یعنے اصحاب الفیل کی ہلاکی کا مقام ہی غضب الٰہی وہان نازل ہوا تھا تو وہان سے بھاگنا چاہیے اگر پیدل ہو تو خود شتابی کرے اور اگر سوار ہو تو مرکب کو تیز کرے یہی مسنون ہے طحطاوی نے کہا کہ مسافت وادی محسر کی ۵۴۵ ہاتھ ہی اور یہ جو شارح نے سرعت کی مقدار بیان کی سو تحدید نہین بلکہ تقریب ہی ورمی جمرۃ العقبۃ من بطن الوادی ویکرہ تنزیہا من فوق سبعا حذفا بحبتین ای برؤس الاصابع جب منا مین آوے تو جمرۃ العقبۃ کو نالے کے اندر سے سات کنکریان انگلیون کے سرے سے مارے اور نالے کے اوپر سے مارنا مکروہ تنزیہی ہی کہ مخالف سنت ہی جمرہ مفرد ہی اور جمع اسکی جمار ہی اور جمار چھوٹی چھوٹی پتھریون کو کہتے ہین اور منا مین جمار ان تین مکانون کا نام ہی جنپر کنکریان اور پتھریان پھینکتے ہین ایک کو جمرہ اولی کہتے ہین جو مسجد الخیف کے پاس ہی اور دوسرا جمرہ وسطی اور تیسرا جمرۃ العقبہ اور خذف بخا معجمہ و ذال منقوطہ ٹھیکرے وغیرہ کے پھینکنے کو کہتے ہین کلمہ کی دونون انگلیون سے کذا فی القاموس اور مغرب مین کہا خذفہ یہ ہی کہ ابہام کے سرے کو سبابہ کے سرے پر رکھکر مارے اور ولوالجی نے قول ثانی کی تصحیح کی ہی اسواسطے کہ اس طریق مین شیطان کی زیادہ تر اہانت ہی اور اسطرح پھینکنا اولی اور مارنا سنت کا بیان ہی ورنہ جس طرح سے ماریگا جائز ہی کذا فی المنح صحیح ابن خزیمہ مین عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ابراہیم خلیل اللہ مناسک کے ادا کرنے کو آئے تو شیطان سامنے آیا جمرۃ العقبۃ کے پاس حضرت خلیل نے اسکو سات کنکریان مارین یہانتک کہ زمین کے اندر دھس گیا پھر جمرۂ ثانیہ کے پاس سامنے آیا پھر حضرت نے اسکو سات کنکریان مارین یہانتک کہ وہ زمین مین گھس گیا پھر جمرۂ ثالثہ کے پاس سامنے آیا پھر حضرت نے اسکو سات کنکریان مارین یہانتک کہ زمین کے اندر دھس گیا ابن عباس نے کہا تم شیطان کو مارتے ہو اور اپنے باپ ابراہیم کے دین پر چلتے ہو کذا فی الترغیب والترہیب لا بن حجر ویکون بینہما خمسۃ اذرع اور مارنے والے اور جمرہ مین پانچ ہاتھ کا فاصلہ ہو کذا فی الہدایہ اور بحر الرائق مین ظہیریہ سے منقول ہی کہ اتنا فاصلہ ہونا واجب ہی کذا فی المنح ولو وقعت علی ظہر رجل او جمل ان وقعت بنفسہا بقرب الجمرۃ جاز والا لا وثلثۃ اذرع بعید وما دونہ قریب جوہرۃ اور اگر ایک شخص نے کنکری ماری اور کسی مرد یا اونٹ کی پیٹھ پر گری تو اگر وہ خود گر پڑے جمرہ کے نزدیک تو جائز ہی اور اگر اسکے قریب نہین گری تو جائز نہین یعنی اسکو حساب مین نہ لاوے دوسری مارے اور جمرہ سے تین ہاتھ پر گرنا بعید مین داخل ہی اور اس سے کمتر مین گرنا قریب مین داخل ہی کذا فی الجوہرۃ وکبر لکل حصاۃ ای مع کل منہا اور اللہ اکبر کہے ہر کنکری کے ساتھ اور اختیار شرح مختار مین ہی کہ مارنے کے وقت یون کہے (بسم اللہ واللہ اکبر رغما للشیطان وحزبہ) فتح القدیر مین ہی کہ یہ حسن بن زیاد کی روایت ہی وقطع التلبیۃ باولہا اور لبیک کہنا موقوف کرے پہلی کنکری کے ساتھ اسواسطے کہ صحیحین کی حدیث مین ثابت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ لبیک کہتے رہے یہانتک کہ جمرۃ العقبۃ کی رمی کی اور قطع تلبیہ مین مفرد اور متمتع اور قارن سب برابر ہین فلو رمی باکثر منہا ای السبع جاز لا لو رمی بالاقل فالتقیید بالسبع لمنع النقصان لا الزیادۃ سو اگر سات کنکریون سے زیادہ مارے تو جائز ہی اور اگر سات سے کم ماریگا تو جائز نہین سات کی قید لگانا کمی کے منع کرنے کے واسطے ہی نہ زیادتی کے روکنے کو وجاز الرمی بکل ما کان من جنس الارض کالحجر والمدر والطین والمغرۃ وکل ما یجوز التیمم بہ ولو کفا من تراب فیقوم مقام حصاۃ واحدۃ اور جائز ہی مارنا ہر ایک اُس چیز سے جو زمین کی جنس سے ہی جیسے پتھر اور ڈھیلا اور مٹی اور گیرو اور اسی طرح چونہ اور ہڑتال اور نمک سنگ اور جس چیز سے کہ تیمم کرنا درست ہی اگرچہ مٹھی بھر خاک ہو کہ ایک کنکری کے قائم مقام ہی لا یجوز بخشب وعنبر ولولو کبار وجواہر لانہ اعزاز لا اہانۃ وقیل یجوز جائز نہین مارنا جمرات کا لکڑی اور عنبر اور بڑے موتیون اور جواہرات سے اسواسطے کہ موتی اور جواہرات سے مارنے مین عزت دینا ہی نہ ذلیل کرنا اور حالانکہ مارنے سے یہان شیطان رجیم کی تذلیل مقصود ہی کذا فی مناسک الطرابلسی اور قول ضعیف یہ ہی کہ جواہرات سے مارنا جائز ہی مناسک طرابلسی مین ہی کہ یاقوت سے مارنا جائز ہی کذا فی المنح وذہب وفضۃ لانہ یسمی نثارا لا رمیا وبعر لانہ لیس من جنس الارض وما فی فروق الاشباہ من جوازہ

واغفر لنا ولوالدینا ولجمیع المسلمین اور مستحب ہو کہ بالون کو دفن کردے اور سر کا منڈانا اپنے داہنی طرف سے شروع کرے یہی مسنون ہو کذا فی فتح القدیر وحل
له كل شئ الا النساء قيل والطيب والصيد اور بعد کترانے یا منڈانے کے جو چیزین کہ احرام باندھنے سے ممنوع ہوگئین تھین سو حلال ہوگئین مگر عورتین
ہنوز حلال نہین اور قول ضعیف یہ ہو کہ خوشبو اور شکار بھی ابھی حلال نہین ہم عدم حلت خوشبو خانیہ مین مذکور ہو صاحب بحر نے اُسکو ضعیف کہا ہو اور
ابو اللیث فقیہ کے نزدیک شکار حلال نہین صاحب نہر نے اُسکی تضعیف کی ہو امام اعظم کا مذہب مشہور یہی ہو کہ رمی محلل نہین بلکہ حلق محلل ہو طحاوی
اور دارقطنی کی اس حدیث سے (عن عائشة رض قال رسول الله صلے الله علیه وسلم اذا رمیتم وحلقتم وذبحتم فقد حل لکم الا النساء) یعنے رسول خدا صلی الله
علیه وسلم نے فرمایا کہ جب تمنے رمی اور حلق اور ذبح کیا تو ہر چیز تمکو حلال ہوگئی سواے عورتون کے اور امام شافعی کے نزدیک رمی محلل ہو بدلیل
حدیث ابو داود وابن ماجہ کذا فی البرہان ثم طاف للزیارة یوما من ایام النحر الثلثة بیان لوقته الواجب پھر طواف الزیارت کرے ایام
نحر کے تین دنون مین جس دن چاہے ایام نحر مین طواف کرنا یہ طواف کے واجب وقت کا بیان ہو سبعة بیان للاکمل والا فالرکن اربعة طواف
کرے سات شوط یہ طریق اکمل کا بیان ہو ورنہ طواف مین رکن تو چار ہی شوط ہین ہم طواف الزیارة کو طواف النحر اور طواف الرکن اور طواف الافاضہ
بھی کہتے ہین بلا رمل ولا سعی ان کان سعی قبل ہذا الطواف والا فعلہما لان تکرارہما لم یشرع طواف الزیارة کرے بدون رمل اور بلا سعی کے اگر
اس طواف سے پہلے سعی کرچکا ہو اور اگر نہ کرچکا ہو تو اب دونون کو کرے اسواسطے کہ رمل اور سعی کو مکرر کرنا مشروع نہین وطواف الزیارة اول وقته
بعد طلوع الفجر یوم النحر وہو فیہ ای الطواف فی یوم النحر الاول افضل ویمتد وقته الے آخر العمر اور طواف الزیارة کا شروع وقت بعد طلوع فجر کے ہو
قربانی کے دن اور طواف کرنا قربانی کے پہلے دن مین افضل ہو اسواسطے کہ صحیح مسلم مین عبد الله بن عمر رض سے روایت ہو کہ رسول خدا صلی الله علیه وسلم نے
یوم النحر کو طواف الافاضہ کیا پھر منا کو پلٹ گئے کذا فی البرہان اور طواف الزیارة کا وقت ممتد ہو آخر عمر تک یعنی تمام عمر مین جب طواف کرلیگا فرض ادا ہوگا وحل
له النساء بالحلق السابق حتے لو طاف قبل الحلق لم یحل له شئ فلو قلم ظفرہ مثلا کان جنایة لانه لا یخرج من الاحرام الا بالحلق اور بعد طواف الزیارة کے اُسپر عورتین
حلال ہونگی بسبب حلق سابق کے نہ بسبب اس طواف کے یہان تک کہ اگر طواف کرے قبل حلق کے تو کوئی چیز اُسپر حلال نہوگی اور اگر اپنا ناخن مثلاً کاٹےگا
تو گناہ ثابت ہوگا اسواسطے کہ احرام سے محرم نہین نکلتا بدون حلق کے ہم درحقیقت محلل حلق ہی ہو نہ طواف لیکن حلق کا عمل حلت نسا مین ظاہر نہین
ہوتا مگر بعد طواف کے جیسے طلاق رجعی کا عمل انقضاے مدت کے بعد ظاہر ہوتا ہو کذا فی المنح فان اخرہ عنہا ای ایام النحر ولیالیہا منہا کرہ تحریما ووجب
دم لترک الواجب پھر اگر طواف الزیارة کو ایام نحر سے تاخیر کریگا تو مکروہ تحریمی ہو اور ایام نحر کی راتین بھی دنون کے حکم مین داخل ہین اور تاخیر سے
ذبح کرنا واجب ہوگا بسبب ترک کرنے واجب کے وہذا عند الامکان فلو طہرت الحائض ان قدرت علے اربعة اشواط ولم تفعل لزم دم والا لا اور یہ یعنے
تاخیر سے ذبح لازم ہونا اُسوقت ہو جب کہ طواف کرنا ممکن ہو بلا عذر شرعی سو اگر عورت حائضہ پاک ہوئی یوم ثالث مین قریب غروب آفتاب کے سو اگر
طواف الزیارة کے چار شوط پر قادر تھی اور اُسنے نہ کیا تو اُسپر ذبح کرنا لازم ہوگا اور اگر چار شوط کا زمانہ باقی نہین بعد طہارت کے یا مطلقا طاہر نہوئی تو اُسپر
ذبح لازم نہین بسبب عدم امکان کے ثم اتی منے فیبیت بہا للرمی پھر طواف الزیارة کے بعد منا مین آوے اور وہین رات کو رہے رمی جمار کے واسطے یہی
سنت ہو منا کے سوا اور کہین رہنا ان دنون مین مکروہ ہو کذا فی الطحاوی وبعد زوال ثانی النحر رمی الجمار الثلث یبدأ استنانا بما یلے مسجد الخیف
اور یوم النحر کے دوسرے دن یعنے گیارھوین تاریخ دوپہر ڈھلنے کے بعد تینون جمار کی رمی کرے شروع اُس جمرہ سے کرے جو مسجد الخیف کے پاس ہو یہی مسنون
ہو اور اُسکو جمرہ اولے کہتے ہین خیف بفتح اول وسکون ثانی اونچے مکان کو کہتے ہین چونکہ وہ مسجد اونچے پر ہو لہذا اُسکو مسجد الخیف کہتے ہین ثم بما یلیہ
الوسطی پھر اُس جمرہ کو رمی کرے جو جمرہ اولے کے قریب ہو جسکو جمرة الوسطی کہتے ہین جمرة الاولے اور جمرة الوسطی مین ۵۳ ہاتھ کا فرق ہو کذا فی الطحاوی

[illegible] رمی [illegible] اور چونکہ [illegible]
اور [illegible] اسکی طرف سے [illegible] رمی کرے کذا فی البحر الرائق
[illegible] بعد تمام کل رمی کے بعد [illegible]
[illegible] رمی الیوم [illegible] تحمید و تہلیل اور تکبیر کہتے ہوئے اور درود پڑھتے ہوئے بقدر پڑھنے سورہ بقرہ کے [illegible]
[illegible] توقف کرے اور [illegible] زیادہ تر آسان ہے کذا فی البحر [illegible] توقف کرنا اس رمی کے بعد چاہیے جسکے بعد دوسری
رمی ہو یعنی جمرة الاولی اور جمرة الوسطی کے بعد تو [illegible] کے بعد یعنی جمرة العقبہ کے بعد ٹھہرنا چاہیے تینون دنون مین اسواسطے [illegible]
رمی کے بعد ٹھہرنا چاہیے اسواسطے کہ اسکے بعد [illegible] توقف مین [illegible] رمی کی [illegible] کے بعد [illegible]
کنف وغیرہ [illegible] نحو السماء والقبلة اور دعا کرے اپنے واسطے اور غیرون کے واسطے دونون ہتھیلیان آسمان کی طرف اٹھا کر جیسا کہ بعد نماز کے معمول ہے
ہے ابو یوسف [illegible] کی طرف ہتھیلیان کرے اور یہی ظاہر الروایت ہے کذا فی النہر ثم رمی غدا کذلک ثم بعده کذلک ان مکث وھو
احسب یعنی جمرات ثلثہ کی رمی کرے اسی طرح بارھوین تاریخ کو جو تیرھوین تاریخ کو بھی اسی طرح سے رمی کرے اگر وہان رہے اور تیرھوین تاریخ کا رہنا مناسب
مستحب ہے وان قدم الرمی فیہ ای فی الیوم الرابع علی الزوال جاز فان وقت الرمی فیہ من الفجر الی الغروب وفی الثانی والثالث من الزوال الی طلوع
ذکاء اور اگر یوم النحر کے چوتھے دن یعنی تیرھوین تاریخ رمی کو دوپہر ڈھلنے سے مقدم کرے تو جائز ہے کراہت کے ساتھ امام اعظم رح کے نزدیک ہے واسطے کہ اس
دن مین رمی کا وقت فجر سے غروب تک اور دوسرے اور تیسرے دن یعنی گیارھوین اور بارھوین کو رمی کا وقت زوال آفتاب سے ہے آفتاب کے طلوع ہونے تک
لیکن زوال سے غروب تک مسنون ہے اور [illegible] مکروہ کذا فی الطحاوی ولا النفر من منی قبل طلوع فجر الرابع لا بعده لدخول وقت الرمی اور جائز ہے کوچ کرنا منی سے
قبل طلوع ہونے تیرھوین تاریخ کی فجر کے نہ بعد طلوع ہونے فجر کے اسواسطے کہ رمی کا وقت آگیا تو بعد فجر کے بدون رمی کے کوچ کرنا جائز نہین وجاز الرمی کلہ
راکبا ولکنہ فی الاولیین الاولی والوسطی ماشیا افضل رمحیط لا فی الاخیرة ای العقبة لانہ ینصرف والراکب اقدر علیہ والملتقی فضلیة المشی فی الظہیریة ورجحہ
الکمال وغیرہ اور کل رمی سوار ہو کر درست ہے لیکن جمرة الاولی اور جمرة الوسطی مین پیدل افضل ہے اسواسطے کہ دونون کے بعد ٹھہرنا ہوتا ہے تو اگر وہان سوار ہوگا
تو اور ٹھہرنے والون کو تکلیف ہوگی نہ جمرہ اخیرہ مین یعنے جمرة العقبہ مین سوار ہو کر رمی کرنا افضل ہے اسواسطے کہ انسان اسکے پاس نہین ٹھہرتا بلکہ اسکی رمی
کرنے کے بعد چلا جاتا ہے اور سوار چلنے پر زیادہ تر قادر ہے اور یہ تفصیل ابو یوسف رح سے منقول ہے اور ظہیریہ مین افضلیت پیدل ہونے کی مطلقا بیان کی ہے
یعنے تینون مقام مین پیدل رمی کرنا افضل ہے اور کمال الدین وغیرہ نے اسی قول کو ترجیح دی ہے اس دلیل سے کہ پیدل رمی کرنا تواضع اور خشوع سے
قریب تر ہے علی الخصوص اس زمانہ مین کہ اکثر مسلمان پیدل ہوتے ہین جمار ثلثہ کے رمی مین تو سوار ہونے مین انکو تکلیف رسانی ہے اور رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے جو سوار ہو کر رمی کی تھی تو تعلیم کے واسطے تھی تا کہ لوگ رمی کرنے کا طریقہ سیکھین اور اقتدا کرین چنانچہ حضرت کا طواف کرنا تھا
سوار ہو کر کذا فی البحر ولو قدم ثقلہ ای متاعہ وخدمہ الی مکة واقام بمنی او ذہب لعرفة کرہ ان لم یامن لا ان امن وکذا یکرہ للمصلی جعل نحو نعلہ
خلفہ لشغل قلبہ اور اگر اپنے اسباب اور خادمون کو مکہ کی طرف آگے روانہ کیا اور خود منا مین رہا یا مکہ مین اسباب چھوڑ کر عرفات کو گیا تو مکروہ ہے اگر
اطمینان نہو اسباب کی حفاظت پر اور اگر اسباب محفوظ رکھا ہو کچھ تردد نہو تو منا سے مکہ مین اسباب کا روانہ کرنا یا عرفات کو مکہ مین چھوڑنا مکروہ نہین ہے
اسی طرح نماز پڑھنے والے کو اپنے اسباب کو پیچھے رکھنا مکروہ ہے بسبب تعلق خاطر کے کذا فی البحر عن الجوہرة یعنے عبادت مین تسکین خاطر چاہیے ایسا نہ ہو کہ [illegible]
دل کو کھٹکا رہے کہ یعنی عبادت کا لطف نہین رہتا واذا نفر الحاج الی مکة نزل بالمحصب ساعة ولو ساعة [illegible] بفتحتین لا ظیح ولیست المقبرة منہ جب جاتے منا سے

مکہ کی طرف چلے تو مسنون یہ ہے کہ اول محصب مین اُترے اگرچہ ایک ہی ساعت وہان ٹھہرے محصب بضم اول وفتح ثانی وثالث وتشدید اُس مکان کا نام ہے جو
مکہ اور منا کے درمیان مین ہے اُنمین پتھریان کثرت سے ہین اُسکو ابطح وبطحا اور حصا بجی کہتے ہین اور مکہ کا قبرستان جسکا حجون نام ہے محصب مین داخل نہین ہم
محصب مین اوترنا سنت ہے ادنے رتبہ یہ ہے کہ ساعت بھر ٹھہرے اور اعلے رتبہ یہ ہے کہ ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء مین پڑھے اور ایک نیند لیکر مکہ معظمہ مین آوے
کذا فی الفتح والمنح صحیح بخاری مین انس رضؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر اور مغرب اور عشا پڑھی اور محصب مین ایک نیند لی پھر سوار ہو کر بیت اللہ کا
طواف کیا امام شافعی رحؒ نے کہا کہ نزول محصب کا اتفاقی تھا سنت مؤکدہ نہین اور امام اعظم رحؒ کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے اسواسطے کہ نزول قصدی تھا نہ اتفاقی ایسلیے
کہ صحیح بخاری اور مسلم مین ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ جب ہم منا مین تھے تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ کل ہم بنی کنانہ کی خیف مین اوترینگے
یعنے محصب مین کذا فی البرہان ثم اذا اراد السفر طاف للصدر ای للوداع سبعۃ اشواط بلا رمل وسعی وہو واجب الا علی اہل مکۃ ومن فی حکمہ
فلا یجب بل یندب کمن مکث بعدہ پھر جب مکہ معظمہ سے سفر کا ارادہ کرے تو طواف الصدر یعنی طواف الوداع یعنی پھرنے اور رخصت ہونے کا طواف کرے
سات شوط بدون رمل اور بدون سعی کے اور یہ طواف الوداع واجب ہے مگر اہل مکہ پر اور جو اہل مکہ کے برابر ہین حکم مین یعنی مواقیت کے اندر والے لوگ سو انپر طواف
الوداع واجب نہین بلکہ مستحب ہے چنانچہ اُس مسافر آفاقی پر مستحب ہے جو حج کے بعد وہان رہگیا امام مالک کے نزدیک طواف الوداع سنت ہے مثل طواف القدوم کے
اور ہماری دلیل صحیحین کی حدیث ہے ابن عباس نے کہا کہ لوگون کو حکم ہوا کہ اپنے آخر حال مین بیت اللہ کا طواف کرین اور مسلم مین یون ہے کہ رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی کوچ نکرے بدون طواف کے کذا فی البرہان ثم النیۃ للطواف شرط فلو طاف ہاربًا او طالبًا لم یجز پھر دریافت کرنا چاہیے کہ طواف
کے واسطے نیت شرط ہے سو اگر کوئی شخص بدون نیت طواف کے بیت اللہ کے گرد گھومے کسی شخص سے بھاگ کر یا کسی کے پکڑنے کو تو جائز نہوگا لکن یکفی اصلہا فلو طاف
بعد ارادۃ السفر ونوی التطوع اجزاہ عن الصدر کما لو طاف بنیۃ التطوع فی ایام النحر وقع عن الفرض لیکن طواف مین اصل نیت کفایت کرتی ہے یعنی طواف کی
نیت مین وصف فرضیت اور وجوب ضرور نہین سو اگر ایک شخص نے طواف کیا بعد ارادہ سفر کے اور نیت کی نفل طواف کی تو طواف الوداع ادا ہو جائیگا
چنانچہ اگر طواف کیا نفل کی نیت سے ایام نحر مین تو طواف فرض ادا ہو جاویگا یعنی طواف الزیارۃ ثم بعد رکعتیہ شرب من ماء زمزم پھر طواف الوداع
کے دوگانہ نماز کے بعد زمزم کا پانی پیے دارقطنی نے حدیث مرفوع روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمزم کا پانی جس نیت سے پیے حاصل ہو
اگر تو نے شفا کی نیت سے پیا تو اللہ تجکو شفا دیگا اور اگر تو نے آسودگی کے واسطے پیا تو اللہ تجکو آسودہ کریگا اور اگر قطع تشنگی کے واسطے پیا تو حق تعالی تسکین دیگا اور
یہ زمزم جبرئیل علیہ السلام کا نکالا ہوا ہے اسمعیل علیہ السلام کے پینے کے واسطے کذا فی البرہان اور طریقہ زمزم کا پانی پینے کا بحر الرائق مین یون ہے کہ زمزم کے پاس آوے اور
خود پانی نکالے اور رو بقبلہ کھڑے ہو کر خوب پیٹ بھر تین بار مین پیے اور ہر بار آنکھ اُٹھا کر بیت اللہ کی طرف دیکھتا جاوے اور منھ اور سر اور بدن کو اسکا پانی چپڑے
اور اگر ممکن ہو تو ایک ڈول اپنے اوپر ڈالے عمق زمزم کا ۶۹ ہاتھ ہے اور اوپر کا عرض چار ہاتھ ہے کذا فی حاشیۃ الطحاوی اور حاکم نے مستدرک مین روایت کی کہ عبداللہ
بن عباس رضؓ زمزم کا پانی پیکر یہ دعا کرتے تھے (اللہم انی اسالک علمًا نافعًا ورزقًا واسعًا وشفاء من کل داء)[1] کذا فی فتح القدیر وقبل العتبۃ تعظیمًا للکعبۃ ووضع
صدرہ ووجہہ علے الملتزم وتشبث بالاستار ساعۃ کالمستشفع بہا اور بیت اللہ کے آستانہ فیض آشیانہ کو چومے کعبہ مقدسہ کی تعظیم کے واسطے اور اپنا
سینہ اور منھ ملتزم پر رکھے اور بیت اللہ کے غلاف کو ایک ساعت پکڑے رہے بطور درخواست کنندہ شفاعت کے کعبہ معظمہ سے اسواسطے کہ جو کسی انسان کیطرف ملتجی ہوتا ہے تو
اُسکا کپڑا پکڑتا ہے ملتزم اُس مکان کا نام ہے جو حجر اسود اور دروازہ بیت اللہ کے درمیان مین ہے چار ہاتھ کی اُسکی مسافت ہے جب ملتزم کو لپٹے تو داہنا ہاتھ آستانہ کعبہ پر رکھکر کہے
(السائل ببابک یسئلک من فضلک ومغفرتک ویرجو رحمتک)[2] اور ایک ساعت لپٹا رہے روتا ہوا کذا فی حاشیۃ الطحاوی ولو لم ینلہا وضع یدیہ علے راسہ مبسوطتین
علے الجدار قائمتین والتصق بالجدار ودعا مجتہدًا ویبکی او یتباکے اور اگر غلاف کعبہ کو نپاوے تو دونون ہاتھ اپنے سر پہ کھڑے کرکے دیوار پر

[1] یعنی مین سوال کرتا ہون تجھسے علم نفع دینے والا اور رزق واسع اور شفا ہر مرض سے۔
[2] سائل تیرے دروازہ پر سوال کرتا ہے تجھسے فضل اور مغفرت کا اور توقع کرتا ہے تیری رحمت کی۔

دلیل الخصوص اور عورت مرد کے مانند ہی احکام حج مین جو مذکور ہو چکے بسبب عموم خطاب کے یعنے عورت اور مرد کو بسبب مکلف ہونے کے حکم شرع
برابر ہی جب تک کہ دلیل خصوصیت کی نہ ثابت ہو چنانچہ جہاد اور جمعہ مین عورتین مردون کے شامل نہین لکنہا تکشف وجہہا لا رأسہا ولو سدلت
شیئا علیہ وجافتہ عنہ جاز بل ندب یالیکن عورت بعد احرام کے اپنا چہرہ کھولے رہے اسواسطے کہ عورت کا احرام اُسکے چہرہ مین ہی نہ اُسکے سر مین
تو سر کو نہ کھولے اور اگر چہرہ کے اوپر کوئی چیز ڈالے اور چہرہ سے اُسکو جدا رکھے تو جائز ہی بلکہ مستحب ہی کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ کشف واجب سے مراد یہ ہی
کہ کوئی چیز چہرہ سے نہ لگی رہے اور ہر تقدیر ڈالنا مکروہ ہی کہ وہ چہرہ کو لگا رہتا ہی معمول ہی کہ ایک چیز یا مانند قبہ لکڑیون سے بنا لیتی ہین عورت اُسکو اپنے چہرہ پر رکھتی ہی
اور کپڑا اُسپر ڈال لیتی ہی تو چہرہ بھی نظر نہین آتا اور کپڑا بھی چہرہ کو نہین لگتا کذا فی المنح سنن ابو داؤد اور ابن ماجہ مین عائشہ صدیقہ رضہ سے مروی ہی کہ شتر سوار ہمارے
سامنے گذرتے تھے اور ہم رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محرم تھے جب سوار ہمارے برابر آتے تھے تو ہم چادر اپنے چہرے پر سر پر سے ڈال لیتے تھے پھر جب وہ
ہمسے آگے نکل جاتے تھے تو ہم چہرہ کھول دیتے تھے کذا فی البرہان ولا تلبی جہرا بل تسمع نفسہا دفعا للفتنۃ وما قیل انہ عورۃ ضعیف اور عورت پکار کے لبیک
نہ کہے دفع فساد کے واسطے بلکہ اس طرح کہے کہ آپ سنے اور جو بعضون نے کہا ہی کہ عورت کی آواز عورت ہی یعنے چھپانے کی چیز ہی سو قول ضعیف ہی ولا ترمل
ولا تضطبع ولا تسعی بین المیلین ولا تحلق بل تقصر من ربع شعرہا کما مر اور عورت طواف مین رمل نہ کرے اور چادر سے داہنا ہاتھ باہر نہ نکالے جیسا مرد
نکالتا ہی اور دونون میناروں کے درمیان جھپٹ کر نہ چلے اور سر نہ منڈاوے اسواسطے کہ عورت کو سر منڈانا ایسا ہی جیسا مرد کو ڈاڑھی منڈانا بلکہ چوتھائی سر
کے بال پور کی برابر کترا دے چنانچہ اسکا ذکر مفصل ہو چکا وتلبس المخیط والخفین والحلی اور سیا کپڑا اور موزے اور زیور پہنے بشرطیکہ کپڑا ورس اور زعفران سے
رنگین نہو اور ریشمی کپڑا بھی عورت کو احرام مین پہننا درست ہی کذا فی الطحطاوی ولا تقرب الحجر فی الزحام لمنعہا من مماسۃ الرجال اور حجر اسود کے قریب نجاوے
ہجوم کے وقت اسواسطے کہ عورت کو مردون سے بدن ملانا ممنوع ہی والخنثی المشکل کالمرأۃ فیما ذکر احتیاطا اور خنثی مشکل عورت کے مانند ہی جمیع امور مذکورہ
مین بنابر احتیاط کے وحیضہا لا یمنع نسکا الا الطواف اور عورت کا حیض حج کی کسی عبادت کا مانع نہین سواے طواف کے اسواسطے کہ طواف مسجد الحرام
مین ہوتا ہی اور حائضہ کو مسجد مین جانا جائز نہین ولا شئ علیہا بتاخیرہ اذا لم تطہر الا بعد ایام النحر فلو طہرت فیہا بقدر اکثر الطواف لزمہا الدم بتاخیرہ لباب اور
عورت پر کوئی چیز لازم نہین نہ صدقہ نہ ذبح کرنا طواف کی تاخیر سے جبکہ وہ حیض سے پاک نہووے مگر ایام نحر کے بعد سو اگر وہ ایام نحر مین بقدر اکثر طواف کے
پاک ہو لی اور طواف نکیا تو اسپر ذبح کرنا لازم ہوگا بسبب تاخیر طواف کے کذا فی لباب المناسک وہو بعد حصول رکنیہ یسقط طواف الصدر ومثلہ
النفاس اور حیض دو رکن کے بعد یعنی وقوف عرفات اور طواف الزیارۃ کے بعد طواف الوداع کو ساقط کر دیتا ہی اسواسطے کہ واجبات عذر سے ساقط
ہو جاتے ہین کذا فی الطحطاوی اور نفاس حیض کے مانند ہی جمیع احکام مذکورہ مین والبدن جمع بدنۃ من ابل وبقر اور بدنہ لغت اور شرع مین اونٹ کو بھی
کہتے ہین اور گاے کو بھی کہتے ہین تو جسپر شرع مین بدنہ واجب ہوا اور وہ گاے ذبح کرے تو واجب ادا ہو جاویگا اور امام شافعی رح گاے کو بدنہ نہین کہتے والہدی
منہما ومن الغنم کما یجئ اور ہدی اونٹ اور گاے کی ہوتی ہی اور بھیڑ بکری کی بھی ہوتی ہی چنانچہ اُسکا ذکر آگے آویگا اور ہدی وہ جانور ہی جو مکہ معظمہ مین جاکر ذبح ہو

باب القران

باب القران

یہ باب ہی قران کے احکام مین قران کے معنی لغوی اور شرعی عنقریب مذکور ہونگے ہو افضل لحدیث اتانی آت من ربی وانا بالعقیق فقال یا آل محمد اہلوا بحجۃ وعمرۃ
معا ولانہ اشق اور امام اور صاحبین کے نزدیک قران افضل ہی تمتع اور افراد اور عمرہ سے اس حدیث کی دلیل سے کہ میرے پاس ایک آنے والا میرے رب کے پاس سے
آیا اور مین عقیق مین تھا سو اُسنے کہا کہ اے آل محمد تم حج اور عمرہ کا ساتھ ہی احرام باندھو اور اسواسطے کہ قران زیادہ مشقت والا ہی تمتع وغیرہ سے ثم لفظ وانا بالعقیق
اور معا حدیث مین داخل نہین طحاوی نے ام سلمہ رضہ سے یون روایت کی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اہلوا یا آل محمد بعمرۃ فی حجۃ یعنی مین نے سنا آنحضرت

پہلے عمرے کا طواف کرے یہان تک کہ اگر حج کی نیت سے طواف کریگا تو وہ طواف فقط عمرے کا ہوگا اور اسکی نیت لغو ہوجاویگی لیکن اس نیت سے ذبح کرنا لازم ہوگا اسواسطے کہ تقدیم اور تاخیر مناسک کی ذبح کو واجب نہین کرتی کذا فی الطحطاوی سبعة اشواط یرمل فی الثلثة الاول ویسعی بلا حلق عمرے کا طواف سات شوط کرے اور پہلے تین شوطون مین رمل کرے اور صفا مروہ کے درمیان سعی کرے بدون سر منڈانے کے فلو حلق لم یحل من عمرتہ ولزمہ دمان سو اگر قارن نے بعد عمرے کے سر منڈایا تو اسکے عمرے کا احرام نہ ٹوٹیگا اسواسطے کہ قارن کے عمرے کا احرام یوم النحر کو ٹوٹتا ہی اور اسپر دو جانور ذبح کرنا لازم ہوگا اسواسطے کہ دو احرام مین بسبب حلق کے بے ادبی ہوئی کذا فی المنح والطحطاوی ثم یحج کما مر فیطوف للقدوم ویسعی بعدہ ان شاء پھر حج کرے چنانچہ تفصیل حج کی مذکور ہوچکی تو طواف القدوم کرے اور اسکے بعد سعی کرے اگر چاہے اور چاہے تو طواف الافاضة کے بعد سعی کرے اور یہی افضل ہی چنانچہ مذکور ہوچکا فان اتی بطوافین متوالیین ثم سعیین لہما جاز واساء ولا دم علیہ سو عمرہ اور حج کے واسطے اگر دو طواف متصل کیے یعنی چودہ شوط بلا فاصلہ کیے پھر دو بار سعی کی یعنی ہر سعی مین سات شوط کیے تو جائز ہی اور اسنے برا کیا کہ طواف القدوم کو عمرے کی سعی پر مقدم کیا لیکن اسپر اس تقدیم اور تاخیر سے ذبح کرنا واجب نہین وذبح للقران وہو دم شکر فیاکل منہ بعد رمی یوم النحر لوجوب الترتیب اور بعد رمی یوم النحر کے یعنے جمرة العقبہ کے رمی کے بعد بکری یا گاے کو ذبح کرے بسبب قران کرنے کے اور یہ قربانی اداے شکر کی ہی کہ ایک احرام مین دو عبادتین ادا ہوئین تو قارن اس قربانی سے کھاوے ماتن نے قربانی کو بعد رمی کے ذکر کیا اسواسطے کہ ذبح کرنا قبل رمی کے جائز نہین بسبب وجوب ترتیب کے تم قرآن مجید مین ارشاد ہوا فمن تمتع بالعمرة الی الحج فما استیسر من الہدی فمن لم یجد فصیام ثلثة ایام فی الحج وسبعة اذا رجعتم تلک عشرة کاملة یعنے جو فائدہ لے عمرے سے حج تک سو جو ہدی میسر آوے یعنی ذبح کرے اور جو نپاوے تو تین روزے رکھے حج مین اور سات جبکہ تم رجوع کرو یہ پورے دس روزے ہین تمتع سے مراد تمتع عرفی ہی جو قران کو بھی شامل ہی تو قارن پر ذبح کرنا اور در صورت عدم قدرت دس روزے رکھنا اس آیت سے واجب ہوا وان عجز صام ثلثة ایام ولو متفرقة اخرہا یوم عرفة ندبا رجاء القدرة علی الاصل اور اگر قربانی کرنے سے عاجز ہو بسبب محتاجی کے تو تین روزے رکھے اگرچہ متفرق کرکے رکھے بعد احرام کے مگر تیسرا روزہ عرفہ کے دن رکھنا مستحب ہی بامید قادر ہونے کے اصل پر یعنی شاید عرفہ کے دن تک قربانی خرید کرنے کا مقدور ہوجاوے وسبعة بعد تمام ایام حجة فرضا او واجبا وہو مضی ایام التشریق این شاء لکن ایام التشریق لا تجزیہ لقولہ تعالی وسبعة اذا رجعتم ای فرغتم من افعال الحج فعم من وطنہ منی واتخذہا موطنا اور سات روزے بعد تمام ہونے حج کے رکھے خواہ فرض حج ہو خواہ واجب اور تمامی حج کی بعد گذرنے ایام تشریق کے ہی اور یہ سات روزے جہان چاہے رکھے خواہ منا مین خواہ مکہ مین خواہ اپنے وطن مین لیکن ایام تشریق کا روزہ کفایت نہین کرتا اسواسطے کہ حق تعالے نے فرمایا کہ صوم سات دن کا جبکہ تم رجوع کرو یعنے جبکہ تم افعال حج سے فراغت پاؤ تو فراغت پانا عام ہی اسکو بھی شامل ہی جسکا منا وطن ہی یا جسنے منا کو بعد حج کے وطن ٹھہرایا یا جسکا کہین وطن مقرر نہین خلاصہ یہ کہ رجوع اس آیت مین بمعنی فراغ ہی مجازا اس علاقہ سے کہ فراغ سبب ہی رجوع کرنے کا طرف وطن کے اور امام شافعی نے رجوع کو حقیقی معنی پر رکھا لہذا انکے نزدیک مکہ مین سات روزے رکھنا جائز نہین کذا فی المنح فان فاتت الثلثة تعین الدم سو اگر تین روزے فوت ہوے یعنے ایام حج مین یوم النحر تک نہ رکھے تو اب ذبح کرنا لازم ہوگیا اسواسطے کہ روزے عوض قربانی کے قران مین مخصوص بوقت حج تھے سو وہ وقت جاتا رہا اب روزہ رکھنا کافی نہین اور اصل قربانی بھی اب وہی متعین ہوگئی فلو لم یقدر تحلل وعلیہ دمان سو اگر بعد فوت ہونے صوم کے قربانی پر قادر نہو تو احرام اتارے اور اسپر دو قربانیان واجب ہین ایک قران کی اور دوسری احرام اتارنے کی کذا فی الطحطاوی ولو قدر علیہ فی ایام النحر قبل الحلق بطل صومہ اور اگر قارن قادر ہوا قربانی پر ایام نحر مین قبل حلق کے تو اسکا صوم باطل ہوگا اسواسطے کہ تین دن کا صوم در صورت عدم قدرت تھا سو قدرت حاصل ہوئی تو قربانی اسپر لازم ہوگئی اور اگر بعد حلق کے قادر ہوا تو صوم صحیح ہی اب قربانی اسپر واجب نہین کذا فی الطحطاوی عن البحر فان وقف القارن بعرفة قبل اکثر طواف العمرة بطلت عمرتہ سو اگر قارن نے عرفات مین وقوف کیا طواف عمرے کے چار شوط کرنے سے پہلے تو عمرہ اسکا باطل ہوگیا اسواسطے کہ اب ادا کرنا عمرے کا متعذر ہی کیونکہ

تاریخ کے پہلے احرام باندھنا افضل اور بہتر ہے اور حج کو ادا کرے مانند تنہا حج کرنے والے کے لیکن متمتع طواف الزیارۃ میں رمل کرے اور صفا مروہ کی سعی طواف الزیارۃ کے بعد کرے اگر احرام حج کے بعد پہلے سعی نکر چکا ہو اور ذبح کرے متمتع مثل قارن کے یعنی جیسے قارن پر ذبح واجب ہے ویسے ہی متمتع پر بھی واجب ہے ولم تنب الاضحیۃ عنہ اور قربانی اس ذبح کے قائم مقام نہیں ہو سکتی اسواسطے کہ مسافر پر قربانی واجب نہیں اور یہ ذبح واجب ہے فان عجز عنہ صام کالقران پھر اگر متمتع عاجز ہو ذبح کرنے سے بسبب محتاجی کے تو قران کی طرح روزے رکھے یعنے تین روزے ایام حج میں اور سات بعد فراغت کے وجاز صوم الثلثۃ بعد احرامہا ای العمرۃ لکن فی اشہر الحج لا قبلہ ای الاحرام وتاخیرہ افضل رجاء وجود الہدی کما ادر جائز ہے تین روزے رکھنا عمرے کے احرام کے بعد لیکن حج کے مہینوں میں اور قبل احرام کے تین روزے رکھنا جائز نہیں اور تاخیر کرنا صوم میں عرفہ کے دن تک افضل ہے ہدی کے پاجانے کی امید پر چنانچہ قران میں گذرا وان اراد المتمتع السوق للہدی وہو افضل احرم ثم ساق ہدیہ معہ اور اگر متمتع ارادہ کرے ہدی کے ہانک لیجانے کا اور یہ افضل ہے اس متمتع سے جسکے ہدی ساتھ نہو اسواسطے کہ سنت نبوی کے موافق ہے تو پہلے احرام باندھے یعنی احرام کی نیت سے لبیک کہے پھر ہدی کو ہانک لیچلے اپنے ساتھ اور بدون لبیک کہنے کے فقط ہدی کے ہانکنے سے بھی احرام جائز ہے لیکن افضل نہیں وہو اولی من قودہ الا اذا کانت لا تنساق فیقودہا اور ہدی کا ہانک لیچلنا بہتر ہے اُسکے کھینچ لیچلنے سے مگر جبکہ ہانکنا مشکل ہو جانور کی تکلیف سے یا اُسکی وحشت سے تو کھینچ لیجاوے وقلد بدنتہ وہو اولی من التجلیل اور پٹا گلے میں ڈالے اپنے اونٹ یا گائے کے اور پٹا ڈالنا افضل ہے جھول ڈالنے سے اسواسطے کہ جھول کبھی آرایش کے واسطے بھی ہوتی ہے بخلاف تقلید کے کہ وہ ہدی ہی کے واسطے مخصوص ہے تقلید یہ کہ جانور کے گلے میں پٹا ڈالے یا جوتی اُسمین باندھے یا ٹکڑا چمڑے کا یا کھجور کی چھال تا معلوم ہو کہ یہ جانور سواری کا نہیں بلکہ حرم کو جاتا ہے وکرہ الاشعار وہو شق سنامہا من الایسر او الایمن لان کل واحد لا یحسنہ اما من احسنہ بان قطع الجلد فلا باس بہ اور اشعار مکروہ ہے اشعار یہ ہے کہ اونٹ کے کوہان کو بائیں یا داہنے طرف سے چیرے اشعار اسواسطے مکروہ ہے کہ ہر شخص اسکو خوب نہیں کر جانتا گوشت اور ہڈی تک صدمہ پہونچتا ہے سو جو شخص کہ اشعار خوب کرے یعنی فقط کھال کو کاٹ دے نہ گوشت اور ہڈی کو تو کچھ مضائقہ نہیں بلکہ ایسا اشعار مستحب ہے کذا فی الطحطاوی ہم بحث احرام میں مفصل مذکور ہو چکا کہ امام اعظم رح کے نزدیک اپنے اہل زمانہ کا اشعار مکروہ تھا جو بہت زخم کر دیتے تھے اور یہ نہیں کہ مطلقاً اشعار مکروہ ہے واعتمر ولا یتحلل منہا ثم یحرم للحج کما مر حین لم یسق اور عمرہ ادا کرے اور عمرہ کرنے سے احرام نہ اُتارے اسواسطے کہ ہدی کا ہانکنا مانع ہے احرام اُتارنے سے نحر تک پھر آٹھوین تاریخ حج کا احرام کرے چنانچہ مذکور ہو چکا اس متمتع کے بیان میں جسنے ہدی کو نہیں ہانکا وحلق یوم النحر واذا حلق حل من احرامیہ علی الظاہر اور سر منڈاوے یوم النحر میں اور جبکہ اسنے سر منڈا لیا تو حلال ہو گیا اپنے دونوں احراموں سے یعنی حج اور عمرے کو دونوں احرام حلق کے بعد موقوف ہوئے بنا بر ظاہر کلام علما کے تو معلوم ہوا کہ عمرے کا احرام بعد وقوف عرفات باقی تھا منڈانے تک والمکی ومن فی حکمہ یفرد فقط اور مکہ کا رہنے والا اور جو اسکے حکم میں ہے یعنی جو مواقیت کے اندر رہتا ہے وہ نرا حج کرے فقط یعنی قران اور تمتع نکرے اسواسطے کہ حق تعالی نے فرمایا ذلک لمن لم یکن اہلہ حاضری المسجد الحرام) یعنے وہ تمتع اُس شخص کے واسطے ہے جسکے اہل و عیال مسجد الحرام میں حاضر نہیں ولو قرن او تمتع جاز واساء وعلیہ دم جبر ولا یجزیہ الصوم لو معسرا اور مکی نے اگر قران یا تمتع کیا تو جائز ہے اور اُسنے برا کیا اور اسپر بعوض اس قصور کے ذبح کرنا واجب ہے اور اُسکو روزے رکھنا واجب نہوگا اگر وہ محتاجی سے ذبح نکر سکے م ماتن نے اپنی شرح میں کہا کہ کتب فقہ میں جو یہ مذکور ہے کہ مکی قران اور تمتع نکرے تو نفی سے مراد حلت کی نفی ہے صحت کی نفی ومن اعتمر بلا سوق ہدی ثم بعد عمرتہ عاد الی بلدہ وحلق فقد الم المامًا صحیحًا فبطل تمتعہ اور جس متمتع نے عمرہ کیا بدون ہدی کے ہانکنے کے پھر بعد عمرے کے پھر گیا اپنے شہر کو اور سر منڈایا تو اُسنے المام صحیح کیا تمتع اُسکا باطل ہو گیا ومع سوقہ تمتع کالقارن اور اگر متمتع ہدی لیگیا اور عمرہ کر کے اپنے گھر چلا آیا تو وہ تمتع کرے یعنی تمتع کرنے میں اُسکو اختیار ہے اور اگر بعد اس عمرے کے اُس سال حج نہ کرے تو اُسپر کچھ مواخذہ نہیں اسواسطے کہ حج ہنوز شروع نہین کیا اور چونکہ ہدی کے سبب سے المام صحیح نہیں تو تمتع اُسکا باطل نہین مانند قارن کے

یعنے جیسے قارن کے عمرے کے طواف نہیں ہوتا کذا فی الخلاصہ و من طاف لها اقل من اربعة قبل اشهر الحج واتمها فيها وحج فقد تمتع و لو طاف اربعة قبلها لا اعتبار اطاف اکثر و اگر عمرے کے واسطے چار شوط سے کم طواف کیا حج کے مہینون سے پہلے اور طواف کو باقی چار شوطات پورا کرد یا حج کے مہینون میں تو اسنے تمتع کیا اسواسطے کہ اکثر طواف اشہر حج میں واقع ہوا اور اگر چار شوط طواف کیا قبل اشہر حج کے اور تین شوط اشہر حج میں کیے تو تمتع صحیح نہیں بنا بر اعتبار اکثر طواف کے کوفی او اٰفاقی حل بعمرة فيها واوطن مکة او بصرة او دخل المواقيت او البصرة و حج من عامه تمتع لبقاء سفره کوئی یعنی افاقی نے اشہر حج میں عمرہ کرکے احرام اتارا اور مکہ میں رہا مراد یہ کہ داخل مواقیت رہا یا بصرہ میں رہا بصرے مراد یہ کہ اپنے شہر کے سوا کہین رہا اور اسی سال اسنے حج کیا تو یہ شخص متمتع ہے اسواسطے کہ اسکا سفر منوز باقی ہے و لو افسدها و رجع من البصرة الی مکة و قضاها و حج لا یکون متمتعا الا کالمکی اور اگر اشہر حج میں عمرے کو فاسد کیا الا بسبب جماع کے یا پھر آیا بصرے تک کی طرف اور قضا کیا عمرے کو اور حج کیا تو تمتع نہ ہوگا مگر بہ امام کے اسواسطے کہ کوفی بسبب فساد عمرے کے مانند مکی کے ہوگیا یعنے اسکو مکہ میں رہنا واجب ہوگیا عمرہ قضا کرنے کے واسطے پھر جب وہ اہل مکہ میں ملا تو تمتع نہ ہوا اسواسطے کہ عمرہ اسکا مکی ہوگا نہ افاقی کذا فی الہدایہ الا اذا المّ باهله ثم رجع و اتی بهما لانه سفر آخر و لا يتبغی کون العمرة قضاء عما افسده کہ جبکہ بعد فاسد کرڈالنے عمرے کے اپنے شہر ملا کیا پھر مکہ سے لوٹین احرام باندھ کر پھر آیا اور عمرے اور حج کو حل میں لایا تو البتہ متمتع ہوگا اسواسطے کہ جب اپنے وطن میں پہنچا تو سفر اول ہوچکا پھر جب دوبارہ مکہ میں آیا تو یہ دوسرا سفر ہوا تو اب عمرہ اسکا آفاقی ہوگا اور حج مکی اور یہ امر تمتع کو مضر نہیں کہ یہ عمرہ قضا ہو اس عمرے کی جسکو فاسد کرچکا و ای نسکین افسده اتمه بلا دم للتمتع بل للفساد اور دو عبادتون میں سے جس عبادت کو تمتع فاسد کیے خواہ عمرے کو خواہ حج کو تو اسکو تمام کرے اسواسطے کہ احرام سے نکلنا بدون افعال مقصودہ کے نہیں ہوسکتا اور تمتع کا ذبح کرنا اسپر واجب نہیں اسواسطے کہ دونون عبادتون کے ادا کرنے سے سفر واحد میں تمتع نہیں ہوا لیکن فاسد کرنے سے ذبح کرنا اسپر البتہ لازم ہوگا کذا فی فتح القدیر

باب الجنایات

الجنایة هنا ما یکون حرمته بسبب الاحرام و الحرم یہ باب ہے جنایات حج کا جنایات جمع ہے جنایت کی اور جنایت لغت میں عبارت ہے احداث امر سے اور اصطلاح شرع میں جنایت حرام فعل کا نام اور یہان یعنی کتاب الحج میں جنایت اس فعل کو کہتے ہیں جسکی حرمت ثابت ہو بسبب احرام باندھنے کے یا حرم میں داخل ہونے کے و ترتیب باد مان ادوم او صوم او صدقة نفصلها بقوله اور جنایت سے کبھی دو خون واجب ہوتے ہیں یا ایک خون یا صوم یا صدقہ سو ان امور کی تفصیل کی ہے ماتن نے اپنے آئندہ قول سے الواجب دم علی محرم بالغ فلا شئ علی الصبی خلافا للشافعی و لو ناسیا او جاہلا او مکرھا فیجب علی النائم خطی رأسه خون واجب ہے محرم بالغ پر تو صغیر محرم پر واجب نہیں بخلاف امام شافعی کے اگر بالغ محرم بھولکر جنایت کرے یا جاہل ہو یا اسکی بے اختیاری میں جنایت ہوئی ہو تو خون واجب ہوگا اس سونے والے پر جسکا سر کسی انسان نے ڈھکدیا اور عدم اختیار میں گناہ ساقط ہو نہ جزا کذا فی البحر ان طیب عضوا کاملا و لو فما او کل طیب کثیرا او مابلغ عضوا لو جمع یعنے ذبح کرنا واجب ہے اگر محرم نے خوشبودار چیز لگائی کسی پورے عضو میں جیسے سر اور پنڈلی اور ران میں اگرچہ منہ خوشبودار ہوگیا ہو بسبب خوشبودار چیز کھانے سے یا اندک اندک متفرق خوشبو لگائی مقدار کہ اگر سب کو جمع کیجیے تو بقدر ایک عضو کے ہو جاوے والبدن کالعضو و احد ان اتحد المجلس و الا فلکل طیب کفارة اور تمام بدن ایک عضو کے برابر ہے اگر مجلس متحد ہوا ورنہ تو ہر خوشبو کا کفارہ جدا ہے یعنے اگر ایک مجلس میں خوشبو لگائی تو ایک ہی کفارہ لازم ہے اور اگر چند مجالس میں خوشبو لگائی تو ہر بار خوشبو لگانے کا جدا کفارہ ہے کذا فی النہر و لو ذبح لم یزل لزمه دم آخر اور اگر خوشبو لگا کر جانور کو ذبح کیا اور خوشبو کو بدن سے نہ چھڑایا تو دوسرا جانور ذبح کرنا اسپر لازم ہوا بسبب باقی رکھنے خوشبو کے و ان الثوب المطیب اکثر ویشترط للزوم الدم دوام لبسه یوما اور جو کپڑا کہ اکثر خوشبودار ہو تو خون کے واجب ہونے میں یہ شرط ہے کہ دن بھر اسکو پہنے رہے او خضب بالحناء رأسه او لحيته بخلاف الرقيق اما الملبد فنيه دمان یا محرم نے اپنے سر یا ڈاڑھی میں پتلی مہندی کا خضاب لگایا اور اگر گاڑھی مہندی کو سر پر لگادیا تو اسمین دو خون واجب ہونگے ایک خوشبو لگانے کا اور دوسرا سر ڈھکنے کا بشرطیکہ ایک دن یا ایک رات مہندی لگی رہے یا تمام سر کو مہندی سے چھپ

کذا فی الطحطاوی عن البحر بیہقی مین حدیث مرفوع ہے کہ الحنا طیب یعنی مہندی خوشبو ہے چونکہ مہندی کا خوشبودار ہونا خوب ظاہر نہ تھا لہذا بعد ذکر مطلق خوشبو کے اسکو بھی
ذکر کردیا کذا فی النہر او ادھن بزیت او حل بفتح المہملۃ الشیرج ولو کانا خالصین لانہما اصل الطیب بخلاف بقیۃ الادہان یا روغن زیتون یا میٹھا تیل
بدن مین ملا اگرچہ دونون خالص ہون خوشبو سے اسواسطے کہ دونون تیل اصل ہین خوشبو کی امام اعظم رح کے نزدیک اس راہ سے کہ خوشبودار پھول مثل گلاب
اور بیلا اور چمیلی کے انہین ڈالے جاتے ہین تو دونون خوب خوشبودار ہوجاتے ہین بخلاف اور تیلون کے کہ انکے لگانے سے ذبح کرنا لازم نہین ہوتا حل
بفتح حاے مہملہ وتشدید لام میٹھا تیل ہے یعنی تلون کا تیل جسکو عرب شیرج اور ہم کنجد بھی کہتے ہین اور صاحبین کے نزدیک روغن زیتون اور میٹھے تیل کے لگانے
مین صدقہ واجب ہے نہ ذبح اور خوشبودار تیل مین بالاتفاق ذبح واجب ہے فلو اکلہ او استعطہ او داوی بہ جراحۃ او شقوق رجلیہ او قطر فی اذنیہ لا یجب
دم ولا صدقۃ اتفاقا تو اگر محرم نے روغن زیتون یا میٹھے تیل کو کھایا یا ناک مین ڈالا یا اس سے زخم کی دوا کی یا دونون پانون کی بوائی مین لگایا یا اپنے
دونون کانون مین ٹپکایا تو اسپر نہ ذبح کرنا واجب ہے نہ صدقہ بخلاف المسک والعنبر والغالیۃ والکافور ونحوہا مما ہو طیب بنفسہ فانہ یلزمہ الجزاء
بالاستعمال ولو علی وجہ التداوی بخلاف مشک اور عنبر اور غالیہ اور کافور اور اسیطرح کی چیزون کے جنمین ذاتی خوشبو ہے اسواسطے کہ انکے استعمال سے جزا لازم
آتی ہے اگرچہ بطریق دوا انکو استعمال کرے لیکن محرم کو انکی جزا مین اختیار ہے چاہے ذبح کرے چاہے روزہ رکھے چاہے کھانا کھلادے کذا فی الطحطاوی ولو جعلہ فی طعام
قد طبخ فلا شیء فیہ وان لم یطبخ وکان مغلوبا کرہ اکلہ کشم طیب وتفاح اور اگر مشک وغیرہ کو کھانے مین ڈالکر پکایا تو محرم پر اسمین کوئی چیز لازم نہین خواہ کھانے
مین خوشبو باقی رہے یا نرہے اور اگر خوشبو کو نہ پکایا بلکہ کھانے مین اوپر سے ڈالا اور خوشبو دار مغلوب ہے یعنی کھانے سے کمتر ہے تو اسکا کھانا مکروہ ہے
اگر خوشبو معلوم ہوتی ہو جیسے خوشبو اور سیب کا سونگھنا مکروہ ہے اور جس خوشبو دار چیز کا کھانا معمول جیسے گرم مصالح مانند لونگ اور الائچی اور دارچینی کے جبکہ وہ
کھانے مین مخلوط ہوجاوے تو اسکو کھانا جائز ہے کذا فی منح الغفار او لبس مخیطا لبسا معتادا فلو اتزر بہ او وضعہ علی کتفیہ لا شیء علیہ یا محرم نے سیا کپڑا پہنا
اس طرح پر جس طرح پہننے کی عادت ہے تو اگر مثلا قمیص یا قبا کو خلاف عادت بطور تہ بند کے باندھا یا پاجامہ اپنے دونون مونڈھون پر رکھا تو کوئی چیز اسپر واجب
نہین نہ ذبح نہ صدقہ او ستر راسہ بمعتاد ولو بحمل اجانۃ او عدل فلا شیء علیہ یا اپنا سر چھپایا معمولی لباس سے جیسے ٹوپی یا پگڑی سے اور اگر سر چھپایا
تغار یا گٹھری اٹھانے سے تو کوئی چیز اسپر واجب نہین یوما کاملا او لیلۃ کاملۃ وفی الاقل صدقۃ پورا دن یا پوری رات سیا کپڑا پہنے رہا یا سر چھپائے رہا تو ذبح
کرنا اسپر واجب ہے اور اس سے کم مین یعنی دو تین پہر کے پہننے مین یا ساعت بھر مین صدقہ واجب ہے نہ ذبح والزائد علی الیوم کالیوم وان تدعہ لیلا واعادہ
نہارا او لو جمیع ما یلبس اور ایکدن سے زیادہ پہننا دن کی برابر ہے یعنی جیسے ایکدن کے لباس مین ذبح واجب ہے ویسے دس دن مین اگرچہ محرم رات مین لباس کو
اُتار ڈالتا ہو اور دن مین پھر اسکو پہنتا ہو اگرچہ تمام پوشاک اسنے پہنی ہو یعنی ٹوپی اور قبا اور پاجامہ بہرصورت ایک ہی خون واجب ہے ما لم یعزم علی الترک للبسہ
عند النزع فان عزم علیہ ای الترک ثم لبس تعدد الجزاء کفر للاول اولا ایک روز اور چند روز کا لباس اسوقت تک برابر ہے جب تک محرم نے لباس
اُتارنے کے وقت ترک لباس کا ارادہ نہین کیا سو اگر اُتارنے کے وقت ترک لباس پر عزم کرچکا اور پھر اسنے سیا کپڑا پہنا تو اب جزا متعدد ہوگی یعنی جو بار ترک کا
ارادہ کریگا اتنی بار ذبح کرنا اسپر واجب ہوگا خواہ اول قصور کا اسنے کفارہ دیا ہو یا نہ دیا ہو وکذا یتعدد الجزاء لو لبس یوما فاراق دما للبسہ ثم دام علی
لبسہ یوما آخر فعلیہ الجزاء ایضا لانہ محظور فکان لدوامہ حکم الابتداء اور اسیطرح متعدد ہوگی جزا اگر اسنے سیا کپڑا ایک دن پہنا سو اسنے پہننے کی جزا مین ذبح
کیا پھر اسکو ایکدن اور پہنے رہا تو دوسری جزا بھی اسپر واجب ہوگی اسواسطے کہ لباس محرم کو ممنوع ہے تو دوام لباس کو بعد ذبح کرنے کے حکم ابتداے لباس کا ہوا
یعنے جیسے ابتداے لباس مین جزا واجب ہوئی تھی ویسی ہی بعد ذبح کے دوام لباس سے دوسری جزا واجب ہوئی ودوام اللبس بعد ما احرم وہو لابسہ کانشائہ بعدہ
ولو تردد او نائما اور قائم رکھنا اس لباس کا جسکو احرام کے وقت پہنے ہوئے تھا ایسا ہے گویا اسنے بعد احرام کے اسکو پہنا تو اگر مثلا اس قمیص کو

کیا ہو اور یہ قول صحیح ہو کہ درصورت اعادہ معتبر پہلا ہی طواف ہو اور دوسرا طواف پہلے طواف کے نقصان کا دور کرنے والا تو جب پہلا طواف معتبر ٹھہرا اور صفا و مروہ کی
سعی کا اعادہ کرنا طواف ثانی میں واجب نہیں کذا فی الجوہرۃ وفی الفتح لو طاف للعمرۃ جنبا او محدثا فعلیہ دم وکذا لو ترک من طوافہا شوطا لانہ لا مدخل للصدقۃ فی العمرۃ اور فتح القدیر میں ہے
کہ اگر جنابت یا وضو نہونے میں عمرے کا طواف کیا تو اسپر خون واجب ہے اور اسی طرح خون واجب ہے اگر عمرے کے طواف سے ایک شوط کو ترک کیا اسواسطے کہ عمرے کی جنایات
میں صدقہ کو دخل نہیں **او افاض من عرفۃ** ولو بند بعیرہ **قبل الامام** والغروب یا محرم چلا آیا عرفات سے امام کے آنے سے پہلے اور قبل غروب آفتاب کے
اگرچہ وہاں سے آنا اُسکے اونٹ کے بھاگنے سے ہو یعنے وجوب ذبح میں اختیاری آنا اور بے اختیاری دونوں برابر ہیں ویسقط الدم بالعود ولو بعدہ فی الاصح
غایۃ اور قول صحیح میں ساقط ہوتا ہے خون عرفات میں پھر جانے سے اگرچہ بعد غروب کے وہاں پھر گیا ہو کذا فی الغایۃ **او ترک اقل من سبع الفرض** یعنی ولم یطف
غیرہ حتی لو طاف للصدر انتقل الی الفرض ما یکملہ ثم ان بقی اقل الصدر فصدقۃ والاکثر فدم یا طواف فرض کے سات شوطوں میں سے کمتر کو ترک کیا یعنے
طواف الزیارۃ سے تین شوط یا اس سے کم ترک کیے یعنے اسقدر کے ترک کرنے سے اسوقت ذبح واجب ہوگا جبکہ اُسنے طواف الزیارۃ کے سوا اور کوئی طواف
نہ کیا ہو یہانتک کہ اگر اُسنے طواف الصدر کیا ہو تو طواف الصدر کے شوط طواف الزیارۃ کی طرف منتقل ہو جاوینگے جتنے میں کہ وہ پورا ہو جاوے خواہ ایک شوط
یا دو یا تین پھر بعد اس تکمیل کے اگر اسکے ذمہ پر طواف الصدر سے اقل شوط باقی رہے تو صدقہ واجب ہے اور اکثر شوط رہے تو خون واجب ہے مثلا طواف الزیارۃ کے
تین شوط کم تھے اور طواف الصدر کے پورے سات شوط تھے سو طواف الصدر کے تین شوط سے طواف الزیارۃ کی تکمیل ہوئی باقی رہے چار شوط کمی ہوئی تین شوط کی
اور تین اقل طواف ہیں تو اُسمیں صدقہ واجب ہوگا اور اگر طواف الصدر کے چھ شوط ہوں تو چار شوط کی کمی پڑیگی بعد تکمیل کے اور چار شوط اکثر طواف ہیں تو اُسمیں ذبح
کرنا واجب ہوگا **او ترک اکثرہ بقی محرما ابدا** فی حق النساء **حتی یطوف** فکلما جامع لزمہ دم اذا تعدد المجالس الا ان یقصد الرفض فتح اور طواف الزیارۃ کے اکثر کے
ترک کرنے سے ہمیشہ وہ محرم بنا رہیگا عورتوں کے حق میں یہانتک کہ طواف الزیارۃ کو ادا کرے تو جسبار کہ وہ جماع کریگا اُتنی بار اُسپر ذبح کرنا لازم ہوگا بشرطیکہ مجالس
جماع کی متعدد ہوں مگر یہ کہ جماع ثانی سے ترک حج کا قصد کرے تو ایک ہی بار ذبح کرنا اُسپر لازم ہوگا کذا فی فتح القدیر خواہ ایک مجلس ہو خواہ چند مجالس اور یہ جو کہا
کہ اکثر طواف کے ترک سے محرم بنا رہیگا اسواسطے کہ اکثر بجائے کل ہے تو گویا اُسنے اصلا طواف نہیں کیا کذا فی الطحطاوی **او ترک طواف الصدر او اربعۃ**
منہ ولا یتحقق الترک الا بالخروج من مکۃ یا محرم طواف الصدر کے سب شوط یا چار شوط کو ترک کرے اور ترک کرنا ثابت نہوگا مکہ سے بدون نکلنے کے
اسواسطے کہ طواف الصدر کا کوئی وقت مقرر نہیں عزم سفر پر موقوف ہے **او ترک السعی او اکثرہ او رکب فیہ بلا عذر** یا سب شوط سعی کے یا اکثر کو بدون عذر
کے ترک کرے یا سعی سوار ہو کر بلا عذر کرے اور اگر سعی کو عذر سے ترک کرے یا سوار ہو کر سعی کرے بسبب عذر کے تو اُسپر کچھ لازم نہیں کذا فی الطحطاوے
او الوقوف بجمع یعنی مزدلفۃ **او الرمی کلہ او فی یوم واحد او الرمی الاول او اکثرہ** ای اکثر رمی یوم یا مزدلفہ کا ٹھہرنا ترک کرے یا جمرات ثلثہ
کے کل رمی کو یا ایک دن کی رمی کو یا پہلی رمی یعنے جمرۃ العقبہ کی رمی کو یا ایک دن کے اکثر رمی کو ترک کرے مع کل رمی کا ترک کرنا یہ ہے کہ یوم النحر سے تیرھویں تک
رمی نکرے کسی دن اور جب تک کہ یہ دن باقی ہیں تو اعادہ رمی کا ممکن ہے بترتیب لیکن تاخیر سے امام کے نزدیک ذبح کرنا واجب ہوگا اور اکثر رمی کا ترک کرنا یہ کہ
یوم النحر میں جمرۃ العقبہ کو تین ہی کنکریاں مارے تو چار ترک ہوئیں یا ایام ثلثہ میں کسی دن گیارہ کنکریاں مارنا ترک کرے اور سب ایام کے رمی اور ایک دن
کی رمی ترک کرنے میں ایک ہی بار ذبح کرنا اسواسطے واجب ہوا کہ متحد الجنس ہیں کذا فی حاشیۃ الطحطاوی **او حلق فی حل بحج** فی ایام النحر فلو بعدہا فدمان
او عمرۃ لاختصاص الحلق بالحرم یا حج کے محرم نے سر مونڈا یا حل میں ایام نحر کے اندر تو ایک خون واجب ہے سو اگر بعد ایام نحر کے منڈاویگا تو دو خون واجب ہونگے یا عمرے کے
محرم نے حل میں سر منڈایا تو ایک خون واجب ہے بسبب مخصوص ہونے حلق کے حرم میں **لا دم علی معتمر** خرج ثم رجع من حل الی الحرم **ثم قصر** وکذا الحاج ان رجع فی
ایام النحر والا فدم للتاخیر خون واجب نہیں اُس عمرہ کرنے والے پر جو حرم سے باہر نکلا پھر حل سے حرم کی طرف پلٹ آیا پھر اُسنے بال کترائے یا منڈائے اور

صاع کا صدقہ ہے اور اس سے کم مین مٹھی بھر کا صدقہ ہے شارح کہتا ہے اور ظاہر کلام خزانہ کا اسپر دلالت کرتا ہے کہ ساعت سے مراد ساعت آسمانی ہے یعنی اڑھائی گھڑی جسکو
بالفعل گھنٹہ کہتے ہین اسواسطے کہ ساعت لغوی اور عرفی کی کچھ حد نہین طحطاوی نے کہا کہ صاحب بحر الرائق نے خزانہ کی روایت کی تضعیف کی ہے تو بہتر تھا کہ شارح اسکو
ذکر نہ کرتا او حلق شاربہ او اقل من ربع راسہ او لحیتہ او بعض رقبتہ یا محرم نے اپنی مونچھ کو مونڈا یا اپنے سر یا ڈاڑھی کو چوتھائی سے کم مونڈا یا اپنی گردن کے تھوڑے
بال مونڈے او قص اقل من خمسۃ اظافیر او خمسۃ الی ستۃ عشر متفرقۃ من کل عضو اربعۃ وقد استقرانہ لکل ظفر نصف صاع الا ان یبلغ دما فینقص ما شاء یا پانچ
ناخن سے کم کاٹے یا پانچ ناخن سے سولہ تک متفرق ہر عضو سے چار چار کاٹے یعنے ایک ہاتھ سے چار اور دوسرے ہاتھ سے چار اور ایک پانون سے چار اور دوسرے پانون
سے چار سب سولہ ناخن ہوے اور یہ ثابت ہوچکا کہ ہر ناخن کاٹنے کی جزا مین نصف صاع کا صدقہ ہے تو سولہ ناخن کا صدقہ آٹھ صاع ہوے جسکے تخمیناً کچھ اوپر ۲۴ سیر
گیہون ہوتے ہین تو اتنا دینا چاہیے مگر اس صورت مین جبکہ یہ صدقہ ایک بکری کی قیمت کے برابر ہوجاوے تو جتنا چاہے کم کر ڈالے تاکہ اقل عضو کی جزا عضو کامل کی
جزا کے برابر نہو اسواسطے کہ سابق مذکور ہوچکا کہ عضو کامل کی جزا خون ہے یعنی بکری کا ذبح کرنا طحطاوی نے کہا کتب معتمد مین مثل ہدایہ اور اسکی شروح مین یہی مذکور ہے کہ ہر ناخن
کی جزا نصف صاع ہے بخلاف وقایہ او ر درر کے کہ انمین ایک ہی صدقہ پر اکتفا کی ہے او طاف للقدوم او للصدر محدثا او ترک ثلثۃ من سبع الصدر وجب لکل
شوط منہ و من السعی نصف صاع او احدی الجمار الثلث فیجب لکل حصاۃ صدقۃ الا ان یبلغ دما فکما مر وافاد الحدادی انہ ینقص نصف صاع یا طواف القدوم یا طواف الصدر
کو بے وضو طواف کیا یا طواف الصدر کے سات شوط سے تین شوط کم کر ڈالے اور طواف کے ہر شوط اور سعی کے ہر شوط کے ترک کرنے سے نصف صاع کا صدقہ واجب ہے
یا جمرات ثلثہ سے کسی جمرہ کی رمی ترک کی اور ہر کنکری کے ترک کرنے سے صدقہ واجب ہے یعنی نصف صاع کا مگر یہ کہ صدقہ بکری کی قیمت کے برابر ہوجاوے تو کچھ کم کر ڈالے
چنانچہ ابھی مذکور ہوچکا اور حدادی نے کم کرنے کی حد بیان کی ہے کہ نصف صاع کم کر ڈالے اور طحطاوی نے کہا کہ حدادی کا قول ضعیف ہے معتمد یہی ہے جو متون مین مذکور ہے یعنے
جتنا چاہیے کم کر ڈالے او حلق راس محرم او حلال غیرہ او رقبتہ او قلم ظفرہ بخلاف ما لو طیب عضو غیرہ او البسہ مخیطا فانہ لا شیء علیہ اجماعا ظہیریہ یا محرم کسی غیر شخص کا
سر مونڈے وہ شخص محرم ہو یا غیر محرم یا غیر کی گردن کے بال مونڈے یا اسکے ناخن کاٹے بخلاف اسکے کہ اگر غیر کے کسی عضو مین خوشبو لگاوے یا اسکو سیا کپڑا پہناوے
تو اسپر کچھ لازم نہین بالاتفاق نہ خون نہ صدقہ کذا فی الظہیریہ تصدق بنصف صاع من بر کالفطرۃ تو نصف صاع گیہون کا صدقہ دے مانند صدقہ
عید الفطر کے ہم یہ جواب ہے ان طیب کا یعنی اگر ایک عضو سے کمتر مین خوشبو لگاوے یا ایک دن سے کم سر کو ڈھکے یا سیا کپڑا پہنے یا مونچھ یا ربع سر سے کم
مونڈے یا ہر عضو سے چار ناخن کاٹے یا طواف القدوم یا طواف الصدر کو بے وضو کرے یا تین شوط طواف الصدر کے کم کرے یا کسی جمرہ کی رمی ترک کرے یا غیر کا سر
مونڈے تو نصف صاع گیہون کا صدقہ دے طحطاوی نے کہا گیہون کی قید اتفاقی ہے چاہے نصف صاع گیہون دے چاہے ایک صاع کھجور یا جو دے لہذا شارح نے
صدقہ فطر کی تمثیل دی وان طیب او حلق او لبس بعذر خیر ان شاء ذبح فی الحرم او تصدق بثلثۃ اصوع علی ستۃ مساکین این شاء او صام ثلثۃ ایام ولو
متفرقۃ اور اگر خوشبو لگائی یا بال مونڈے یا کترے یا سیا کپڑا پہنا کسی عذر سے تو اسکو اختیار ہے اگر اسکا جی چاہے تو حرم مین ایک بکری ذبح کرے یا تین صاع گیہون
چھ محتاجون کو صدقہ دے جہان چاہے حرم مین یا غیر حرم مین یا تین روزے رکھے جہان چاہے اگرچہ روزے متفرق ہون طحطاوی نے کہا عذر یہ ہے کہ خوف ہلاکی کا ہو
بسبب شدت سرما کے یا بیماری ہو یا بسبب قتال کے سلاح پہننا پڑے اور ظاہر اخوف سے مراد یہ ہے کہ گمان غالب ہو ہلاکی کا نہ وہم لیکن اس شرط سے کہ موضع ضرورت سے زیادتی
نکرے یعنے اگر فقط ٹوپی پہننے سے ضرورت دفع ہوتی ہے تو پگڑی نہ باندھے اور اگر بے ضرورت باندھیگا تو حرام ہے لیکن ذبح کرنا اس زیادتی سے نہ لازم آویگا جیسا کہ صاحب
بحر الرائق نے گمان کیا ہے چنانچہ شرنبلالی نے اسکی تصریح کی ہے ہم صحاح ستہ مین کعب بن عجرہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور مین
اپنی ہانڈی کے نیچے آگ جلاتا تھا اور جون میرے منھ پر چڑھ رہی تھی سو حضرت نے فرمایا کہ کیا تجکو تکلیف دیتے ہین تیرے سر کے کیڑے مین نے کہا ہان فرمایا کہ
مونڈ ڈال اور تین روزے رکھ یا چھ محتاجون کو کھانا دے ہر محتاج کو نصف صاع یا ذبح کر مجکو معلوم نہین کہ ان تین چیزون مین سے کون چیز پہلے

آیت فی جزیہ یہ آیت ہے یعنی قولہ تعالی فمن کان منکم مریضا او بہ اذی من راسہ ففدیۃ من صیام او صدقۃ او نسک یعنے جو شخص تم مین سے بیمار ہو یا اسکو تکلیف ہو اسکے
سر سے تو فدیہ ہے روزہ یا صدقہ یا قربانی کرنے سے کذا فی تیسیر الوصول الی جامع الاصول و صحیحین کی ایک روایت یون ہے کہ حضرت نے کعب بن عجرہ
سے فرمایا کہ ایک بکری ہر سر مونڈانے کے عوض ذبح کر یا تین روزے رکھ یا چھ مسکینون کو کھانا دے ہر مسکین کو نصف صاع ہو گا صدقہ اور یہ دم قرآن مین مجمل ہے حضرت نے
اسکی تفصیل بیان فرمائی و وطیہ فی احد السبیلین من آدمی ولو ناسیا او مکرہا او نائمۃ او صبیا او مجنونۃ ذکرہ الحدادی لکن الدم والقضاء علیہ قبل وقوف
فرض یفسد حجہ اور محرم کا جماع کرنا انسان سے قبل وقوف عرفات کے اسکے حج کو فاسد کرتا ہے خواہ قبل مین جماع کیا ہو خواہ دبر مین محرم نے خود جماع کیا یا مجبور کر
اپنی خوشی سے کیا یا مجبوری یا بھولکر عورت نے سوتے ہوئے محرم سے مرد صغیر ہو یا بالغ ہو ہوشیار ہو یا دیوانہ صغیرہ و مجنون کی حدادی نے تصریح کی ہے لیکن صغیرہ و مجنون پر دم
نہین ہے اور قضائے حج لازم نہین ہے کیونکہ وطی انسان کی ہر صورت مفسد حج کی انزال ہو یا نہو اور جانور کی وطی مطلقا مفسد نہین اور شارح
نے آدمی کی قید لگائی اور یہ جو فتح القدیر مین ہے کہ وطی صغیرہ کی مفسد حج نہین سو یہ قول ضعیف ہے ولو بغیرہ اور مناسک ابن ضیاء کے مخالف ہے کذا فی النہر و کذا
لو بسطت حشفۃ ذکرہا او ذکر بہیمۃ او ذکر مقطوع اور اسیطرح اگر عورت نے ذکر حمار کو یا ذکر مقطوع کو اپنی شرمگاہ مین داخل کر لیا تو اسکا حج فاسد ہو گیا بالاتفاق
کذا فی النہر و یمضی وجوبا فی فاسدہ کجائزہ و یذبح و یقضی ولو نفلا اور واجب ہے کہ اپنے فاسد حج کو کیے جاے جیسے حج جائز کو کرتے ہین یعنے فاسد ہونا اُسکو بالکل
ترک نہ کر دے بلکہ جسقدر مناسک باقی رہ گئے ہون اُنکو پورا کرے اور ذبح کرے اور اگلے سال اس حج کو قضا کرے اگرچہ یہ حج فاسد فرض نہو بلکہ نفل ہو
تو بھی قضا واجب ہے اصل اس مسئلہ کی وہ حدیث ہے جو ابوداؤد کے مراسیل مین مروی ہے کہ ایک مرد نے اپنی عورت سے صحبت کی اور دونون محرم تھے سو
رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے اسکا مسئلہ پوچھا حضرت نے فرمایا کہ تم دونون اپنے حج کو قضا کرنا اور ہدی لانا اور بیہقی نے بھی اسکو روایت کیا ہے اگرچہ
یہ حدیث مرسل ہے لیکن مرسل امام اعظم رح کے نزدیک حجت ہے علاوہ اسکے دار قطنی نے عبداللہ بن عمر رض سے روایت کی ہے کہ جماع سے حج باطل ہوتا ہے
سائل نے پوچھا جب حج باطل ہوا تو بیٹھ رہے کہا نہین بلکہ لوگون کے ساتھ جاوے جو لوگ کرتے ہین سو وہ بھی کرے یعنے مناسک کو عمل مین لاوے اور سال آئندہ
قضا کرے اور ہدی لاوے اور عبداللہ بن عباس رض اور عبداللہ بن عمرو رض بن العاص کا فتوے اسی کے موافق ہے بیہقی نے کہا کہ ان آثار کی اسناد صحیح
ہین اور امام مالک کے موطا مین علی مرتضے رض اور عمر فاروق رض اور ابوہریرہ رض سے اسی قسم کا فتوے ثابت ہے کذا فی فتح القدیر ولو افسد القضاء لم یجب
قضاؤہ والذی یظہر ان المراد بالقضاء الاعادۃ اور اگر سال آئندہ مین قضائے حج کو بھی فاسد کرے تو کیا قضا کی بھی قضا کرنا واجب ہے یا نہین شارح
کہتا ہے مین نے یہ مسئلہ کسی کتاب فقہ مین نہین دیکھا اور ظاہر القضاء سے مراد بیان اعادہ ہے حج کا یعنے لغوی معنے مراد ہین ہم یہ تقریر صاحب نہر کی ہے
جو مصر کے جامع ازہر مین کسی طالب علم کے سوال کے جواب مین مذکور ہوئی تھی کذا فی النہر ولم یتفرقا وجوبا بل ندبا ان خافا الوقاع اور جب زوجین
قضائے حج کو دوسرے سال آوین تو انپر جدا رہنا واجب نہین بلکہ مستحب ہے اگر وقوع جماع کا خوف ہو اسواسطے کہ شہوت قضا حج کی ترک جماع مین کافی ہے
او وطیہ بعد وقوفہ لم یفسد حجہ وتجب بدنۃ بعدہ قبل الحلق قبل الطواف شاۃ لخفۃ الجنایۃ اور جماع محرم کا بعد وقوع عرفات کے حج کو فاسد نہین کرتا
اسواسطے کہ حدیث مین ثابت ہو چکا کہ جو عرفات مین ٹھہرا اُسکا حج تمام ہوا یعنے فساد سے محفوظ رہا اور اس جماع سے ایک اونٹ یا گاے کا ذبح کرنا
واجب ہے چنانچہ ابن عباس رض سے یہی مروی ہے کذا فی منح الغفار اور بعد سر منڈانے طواف الزیارۃ کے قبل جماع کرنے سے ایک بکری کا ذبح کرنا واجب ہے اسواسطے
کہ اُسکا قصور تھوڑا ہے کیونکہ بعد حلق کے سواے عورتون کے سب اشیا محرم کو حلال ہو جاتے ہین تمام متون فقہ مین یہی روایت ہے ابن ہمام نے کہا کہ اسمین بھی
اونٹ یا گاے کا ذبح کرنا لازم ہے اور بحر الرائق مین اسکو رد کیا ہے کذا فی الطحاوی و وطیہ فی عمرۃ قبل طوافہ اربعۃ مفسد لہا فیمضی
و ذبح و قضی وجوبا و وطیہ بعد اربعۃ ذبح ولم تفسد خلافا للشافعی اور وطی محرم کی اپنے عمرہ مین قبل طواف کرنے چار شوط کے

مفسد ہی عمرے کی تو بعد فاسد ہونے کے عمرے کے افعال کو کیے جاوے اور ایک بکری ذبح کرے اور عمرے کو قضا کرے بنابر وجوب کے اور وطی
محرم کا عمرے مین بعد چار شوط کے مفسد عمرے کا نہین لیکن اس قصور کی جزا مین ایک بکری ذبح کرے بخلاف امام شافعی رح کے کہ اُنکے نزدیک
چار شوط کے بعد وطی سے عمرہ فاسد ہوتا ہی اسواسطے کہ عمرہ اُنکے نزدیک فرض ہی کذا فی الطحطاوی **فان قتل محرم صیدا** ای حیوانا بریا متوحشا باصل
خلقہ اگر قتل کرے محرم صید یعنے شکار کو تو اسپر جزا واجب ہی صید کہتے ہین خشکی کے جانور کو جو اپنی اصل پیدائش سے وحشی ہو ہم خشکی کا جانور وہ
جسکا توالد اور تناسل خشکی مین ہو اگرچہ پانی مین رہا کرتا ہو اور دریائی جانور وہ ہی جسکا توالد اور تناسل پانی مین ہو اگرچہ وہ خشکی مین رہا کرتا ہو چنانچہ مچھلی
اور مینڈک اور کیکڑا اور دریائی کتا اور کچھوا اور گھڑیال اور مگر تو اسکے قتل مین محرم پر جزا واجب نہین اور خشکی کے جانور مین دوسری قید یہ ہی کہ اپنی اصل خلقت
مین وحشی ہو وحشی سے یہ مراد ہی کہ جو اسکو پکڑا چاہے تو بھاگ جاوے خواہ پانوون سے خواہ پرون سے تو پلاو ہرن صید مین داخل ہی اسواسطے کہ اصلی
وحشی ہی اور وحشی اونٹ اور گاے صید مین داخل نہین اسواسطے کہ اُنکی اصل خلقت مین وحشت نہین اور صید جانور ماکول اور غیر ماکول دونون کو شامل ہی تو
سب کا قتل محرم کو حرام ہی حل اور حرم دونون مین سواے اُن جانورون کے جو مستثنے ہین اور مصنف انکو بیان کریگا کذا فی الفتح والطحطاوی او دل علیہ
قاتلہ مصدقا لہ غیر عالم واتصل القتل بالدلالۃ او الاشارۃ والدال والمشیر باق علی احرامہ واخذہ قبل ان ینفلت عن مکانہ یا محرم نے صید پر اُسکے قاتل کو
دلالت کی یعنی قاتل کو شکار بتا دیا کہ فلانے مکان مین ہی دلالت کی پانچ شرطین ہین ایک یہ کہ قاتل دلالت کرنے والے کی تصدیق کرے تصدیق کا
یہ مطلب نہین کہ محرم سے یون کہے کہ تو اس دلالت مین سچا ہی بلکہ تصدیق سے یہ مراد ہی کہ اُسکی تکذیب نکرے تو اگر قاتل نے ایک محرم کی تکذیب کی اور دوسرے
محرم کی دلالت کی تصدیق کرکے صید کو مارا تو اول محرم پر جزا واجب نہوگی اور دوسری شرط یہ ہی کہ قاتل صید سے واقف نہو اور اگر وہ جانتا ہو تو محرم کی دلالت
سے جزا لازم نہوگی تیسری شرط یہ ہی کہ قتل کرنا صید کا دلالت اور اشارت کے متصل واقع ہو چوتھی شرط یہ ہی کہ محرم دلالت کرنے والا اور اشارہ کرنے والا
اپنے احرام پر باقی رہے صید کے قتل ہونے تک تو اگر بتلانیکے وقت احرام ہو اور قتل کے وقت احرام اُتار چکا ہو تو اُسپر جزا لازم نہوگی پانچوین شرط یہ ہی کہ
قاتل نے صید کو لیا ہو قبل اُسکے کہ وہ اپنی جگہ سے بھاگے یعنی جہان محرم نے قاتل کو صید بتایا تھا وہین اُسنے اُسکو گرفتار کیا اور اگر صید وہان سے اُٹھ گیا
اور دوسرے مکان مین گرفتار ہوا تو محرم پر جزا لازم نہوگی دلالت اور اشارہ مین یہ فرق ہی کہ دلالت غیبت مین ہوتی ہی اور اشارہ سامنے ہوتا ہی بدءا او عودا
سہوا او عمدا مباحا او مملوکا محرم کا قتل کرنا صید کو یا اُسکا بتانا اور اشارہ کرنا اول حج مین ہو یا دوسرے تیسرے حج مین اول بار قتل یا دلالت واقع
ہوئی ہو یا دوبارہ بھول کر ہو یا جانکر صید مباح ہو یعنے جنگلی یا کسیکا مملوک لیکن صید مملوک مین دو قیمتین محرم پر واجب ہونگی ایک قیمت مالک کے واسطے اور دوسری
قیمت احرام کی جزا مین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی فعلیہ جزاؤہ ولو سبعا غیر صائل او مستانسا او حماما ولو مسرولا بفتح الواو ما فی رجلیہ ریش کالسراویل
یعنے اگر محرم صید کو قتل کرے یا دلالت کرے تو اسپر اُسکی جزا واجب ہی اگرچہ صید ایسا درندہ جانور ہو جسنے حملہ نکیا یا صید مانوس ہو جیسے پلا ہو ہرن یا کبوتر
ہو اگرچہ مسرول کبوتر ہو مسرول بضم میم وفتح سین وسکون را وفتح واو اُس کبوتر کو کہتے ہین جسکے پانو مین پر ہون مثل پاجامہ کے امام مالک کے نزدیک مسرول
کبوتر صید نہین اسواسطے کہ وہ مانوس ہی وحشی نہین تو اُسکا حکم بط کے برابر ہی ہم کہتے ہین کہ وہ باعتبار اپنی اصل خلقت کے وحشی ہی لیکن وہ اپنے بھاری پن سے
اُڑ نہین سکتا کذا فی المنح او ہو مضطر الی اکلہ کما یلزمہ القصاص لو قتل انسانا واکل لحمہ یا محرم بسبب گرسنگی وغیرہ کے صید کے کھانے مین مجبور اور مضطر ہو
تو بھی اُسپر جزا واجب ہی چنانچہ محرم پر قصاص لازم ہی اگر وہ کسی انسان کو قتل کرے اور اُسکا گوشت کھا وے اضطرار مین یعنی اضطرار سے صید کی جزا اور انسان
مقتول کا قصاص ساقط نہین ولیقدم المیتۃ علی الصید والصید علی مال الغیر ولحم الانسان قیل والخنزیر اور حالت اضطرار مین مردہ جانور کھانا مقدم ہی
صید پر اور صید مقدم ہی مال غیر اور انسان کے گوشت پر اور قول ضعیف مین صید مقدم ہی سور پر ہم تقدیم مردار کی صید پر مین اختلاف روایت ہی فتاوی

رکھے وان فضل عن طعام مسکین اوکان الواجب ابتداءً اقل منہ تصدق بہ او صام یوماً بدلہ اور ایک مسکین کے حصے سے اگر اناج بڑھے یا سرے سے
نصف صاع سے تھوڑا ہی واجب ہوا ہو مثلاً گنجشک خانگی کے قتل سے ربع صاع گیہوں واجب ہوئے ہوں تو اتنا ہی مسکین کو دیوے یعنی نصف صاع سے کمتر
یا اسکے عوض ایک دن روزہ رکھے ولا یجوز ان یفرق نصف صاع علی مساکین قال المصنف تبعا للبحر بہذا ذکروہ ہنا وقدمنا فی الفطرۃ الجواز فینبغی کذلک ہنا
اور جائز نہیں نصف صاع کو چند مساکین پر بانٹنا مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں بحرالرائق کی پیروی کرکے کہا کہ اسی طرح فقہا نے یہاں یعنی جزاے صید
میں ذکر کیا ہے اور صدقہ فطر میں اسکا جواز مقدم ہو چکا ہے تو یہاں بھی اسی طرح لائق ہے علی الخصوص نص قرآنی یہاں مطلق ہے تو اپنے اطلاق پر جاری رہیگی
کذا فی المنح وتکفی الاباحۃ ہنا کدفع القیمۃ اور یہاں اباحت طعام کافی ہے مانند قیمت دینے کے یعنی طعام کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ مساکین کو طعام کا مالک کردیوے
دوسری صورت یہ ہے کہ کھانا پکا کر دونوں وقت انکو پیٹ بھر کے کھلا دے جتنا وہ کھاویں یا نصف نصف صاع کی قیمت ہر مسکین کو دے ولو ان دفع
کل الطعام الی مسکین واحد ہنا بخلاف الفطرۃ لان العدد منصوص علیہ اور جائز نہیں دینا سب طعام کا ایک مسکین کو یہاں بخلاف صدقہ
فطر کے اسواسطے کہ جزاے صید میں تعدد مساکین صرح ہے قرآن میں بلفظ جمع کما لا یجوز دفعہ ای الجزاء الی من لا تقبل شہادتہ لہ کاصلہ وان
علا وفرعہ وان سفل وزوجتہ وزوجہا وہذا ہو الحکم فی کل صدقۃ واجبۃ کما مر فی المصرف جیسا کہ جائز نہیں دینا اس جزا کا ان لوگوں کو
جنکی گواہی اسکے حق میں مقبول نہیں چنانچہ اصل محرم کی اگرچہ اونچی ہو اور شاخ محرم کی اگرچہ نیچے ہو یعنی اپنے اصول اور فروع کو خواہ قریب ہوں یا بعید دینا
جائز نہیں اور زوج کو اپنی زوجہ کا دینا اور زوجہ کا اپنے زوج کا دینا جائز نہیں اور یہی حکم ہے جمیع صدقات واجبہ میں کہ اصول اور فروع اور زوجین کو دینا
جائز نہیں چنانچہ اسکی تفصیل مصرف زکوۃ میں مذکور ہو چکی ووجب بجرحہ ونتف شعرہ وقطع عضوہ ما نقص ان لم یقصد الاصلاح فان قصدہ
کتخلیص حمامۃ من سنور او شبکۃ فلا شئ علیہ وان ماتت اور شکار کے زخمی کرنے اور بال اکھاڑنے سے اور عضو کاٹنے سے واجب ہوتی ہے جزا بقدر نقصان کے بشرطیکہ
یہ امور محرم سے بقصد اصلاح نہ واقع ہوئے ہوں سو اگر بقصد اصلاح ہوئے ہوں چنانچہ کبوتر کے چھڑانے میں بلی سے یا جال سے کچھ پر اور اکھڑ گئے تو اس صورت میں محرم پر
کوئی چیز واجب نہیں اگرچہ وہ اس حال میں مر بھی جاوے ہم جزا بقدر نقصان کا یہ مطلب ہے کہ صحیح سالم جانور کی قیمت لگاوے پھر ناقص کی قیمت ٹھہرائی جاوے
تو جسقدر دونوں قیمتوں میں تفاوت ہو اتنا محرم پر واجب ہے مثلاً صحیح سالم جانور کی ۲۰ درم قیمت تھی اور بعد زخمی ہونے یا عضو کاٹنے کے ۱۰ درم قیمت ہو جاوے
تو دس درم محرم پر واجب ہونگے ان دس درم سے خواہ ہدی مول لیکر حرم میں ذبح کرے یا اناج لیکر مساکین کو صدقہ دے یا بقدر اسکے روزے رکھے ووجب
بنتف ریشہ وقطع قوائمہ حتی خرج من حیز الامتناع اور شکار کے پر اکھاڑنے اور پانوں کاٹنے سے کل قیمت اسکی واجب ہے اسواسطے کہ وہ نکل گیا حیز امتناع سے
یعنی اگر جانور کو کوئی پکڑنا چاہے تو پرندہ اپنے پروں کے سبب سے اڑ جاتا ہے اور چوپایہ اپنے پانوں سے بھاگ جاتا ہے پھر جب پرندے کے پر اکھاڑے یا چوپایہ کے
پانوں کاٹے تو وہ اب آپ کو بچا نہیں سکتا تو گویا اسکو جان سے مارا لہذا کل قیمت اسکی واجب ہوئی کذا فی المنح والطحطاوی وکسر بیضہ غیر المذر اور اسکے انڈے توڑنے سے
کل قیمت انڈے کی واجب ہے بشرطیکہ گندہ نہو اور اگر انڈا گندہ ہوگا تو محرم پر کچھ واجب نہیں وخروج فرخ میت بہ ای بالکسر وقیمتہ واجب ہے مردہ بچہ نکلنے کے
بسبب توڑنے انڈے کے یعنی جو زندہ بچہ کی قیمت ہو سو واجب ہے اور اگر توڑنے سے پہلے معلوم ہو کہ انڈے میں بچہ مردہ ہے تو کچھ واجب نہیں اور اگر معلوم نہو کہ توڑنے سے
پہلے بچہ زندہ تھا یا مردہ تو احتیاطاً قیمت واجب ہے کذا فی الدرر وذبح حلال صید الحرم اور صید حرم کے ذبح کرنے سے غیر محرم پر قیمت واجب ہے یعنی جو شخص کہ
احرام نہیں باندھے وہ حرم کے شکار کو ذبح کرے تو اسپر واجب ہے کہ اسکی قیمت کو تصدق کرے یا ہدی مول لیکر حرم میں ذبح کرے لیکن غیر محرم کو صدقہ کے عوض
روزہ رکھنا جائز نہیں اور اگر غیر محرم خود صید کو ذبح نکرے اور دوسرا شخص اسکی دلالت سے ذبح کرے تو اسپر کچھ لازم نہیں کذا فی الطحطاوی وحلبہ لبنہ وقیمتہ
دودھ کی واجب ہے صید حرم کے دودھ دوہنے سے وقطع حشیشہ وشجرہ حال کونہ غیر مملوک یعنی النابت بنفسہ سواء کان مملوکاً او لا حتی قالوا

لو وقع الصید وقع فی الحرم فہو صید الحرم والا لا اور اعتبار اڑنے والے کے مکان کا ہے سو اگر پرندہ شاخ پر بیٹھا ہے کہ اگر شکار کرے تو حرم کی زمین میں گرے
تو وہ حرم کا شکار ہے اور اگر حرم میں نہ گرے تو وہ حرم کا شکار نہیں ولو کان قوائم الصید القائم فی الحرم ورأسه فی الحل فالعبرة للقوائم بعضها اكثر الا لا
وہذا فی القائم فلو نائما فالعبرة لرأسه لسقوط اعتبار قوائمه فاجمع المبیح والمحرم اور اگر کھڑے صید کے پاؤں حرم میں ہیں اور اسکا سر حل میں ہے تو اعتبار
اسکے پاؤں کا ہے یعنے وہ شکار حرم کا گنا جاویگا اور بعضے پاؤں کا حرم میں ہونا سب پاؤں کے برابر ہے یعنی اگر ایک پاؤں بھی حرم کی زمین میں ہوگا
تو وہ حرم کا شکار ہے نہیں اعتبار ہے شکار کے سر کا یعنی اگر اسکے پاؤں حل میں ہوں اور سر حرم میں تو وہ شکار حل کا ہے نہ حرم کا اور یہ حکم کھڑے شکار کا ہے
سو اگر صید سوتا ہو یعنے لیٹا ہو تو اسکے سر کا اعتبار ہے اسواسطے کہ اس حال میں اسکے پاؤں کا اعتبار ساقط ہے تو یہاں دو امر جمع ہوے ایک اباحت کا اور دوسرا
تحریم کا تو تحریم کا غلبہ ہوگا سو اگر صید لیٹا ہوا اور اسکا سر حرم میں ہو اور پاؤں حل میں تو وہ حرم کا صید ہے اور اگر سر اسکا حل میں ہے تو وہ حل کا صید ہے والعبرة لحالة
الرمی الا اذا رماه من الحل ومر السهم فی الحرم یجب الجزاء استحسانا بدائع اور اعتبار پھینک مارنے کی حالت کا ہے یعنے اگر غیر محرم نے حل سے بندوق یا تیر مارا
شکار کو تو اسپر جزا نہیں لیکن اگر حل سے مارا اور حرم میں تیر گذرا اور شکار کو لگا تو بنا بر استحسان کے اسپر جزا واجب ہے کذا فی البدائع ہم فتاوی عالمگیری میں ہے
کہ اگر رامی اور مرمی دونوں حرم میں ہوں یا ایک حرم میں ہو تو جزا واجب ہے اور اگر دونوں حل میں ہوں تو جزا واجب نہیں بشرطیکہ تیر حرم میں ہوکر نہ نکلا ہو اور
یہی حکم ہے باز اور شکاری کتا چھوڑنے کا ولو شوی بیضا او جرادا او حلب لبن صید فضمنه لم یحرم اکله وجاز بیعه وکره وقیل یتصدق الفداء ان شاء لعدم
الذکاة بخلاف ذبح المحرم او صید الحرم فانه میتة اور اگر حرم کا انڈا یا ٹڈی پکائے یا شکار کا دودھ دوہا اور اسکی قیمت کا ضمان دیا تو اسکا کھانا حرام نہیں اور
اسکا بیچنا جائز ہے اور مکروہ ہے اور اگر چاہے تو اسکو بیچکر اسکی قیمت جزا میں دے انڈے اور ٹڈی کا کھانا اور بیچنا اسواسطے جائز ہوا کہ انہیں ذبح کرنا شرط نہیں
بخلاف ذبح محرم کے اور شکار حرم کے کہ وہ مردار ہے یعنے اگر محرم نے شکار ذبح کیا خواہ حل میں خواہ حرم میں یا غیر محرم نے حرم میں شکار ذبح کیا تو وہ مردار ہوگیا
اسواسطے کہ ذبح کرنا فعل مشروع ہے سو محرم پر اور حرم کے صید پر حرام ہے تو اسکا کھانا اور بیچنا جائز نہیں کذا فی المنح عن السراجیہ اور محرم کو صید کا زندہ بیچنا بھی
جائز نہیں اسواسطے کہ حق تعالی نے فرمایا محرمین کو تمپر حرام ہے صید خشکی کا تو شکار اسکے حق میں ایسا ہوگیا جیسے شراب کذا فی فتح القدیر ولا یرعی حشیشه
بدابة ولا یقطع بمنجل الا الاذخر اور نہ چرائی جاوے گھاس حرم کی امام اعظم رح اور محمد رح کے نزدیک کذا فی البدایہ اور نہ کاٹی جاوے ہنسیے سے سواے
اذخر کے ہم اذخر کا کاٹنا درست ہوگیا بالتماس عباس رض کے چنانچہ صحاح ستہ کی حدیث میں مذکور ہوچکا اذخر بکسر اول وثالث ایک خوشبودار گھاس ہے جسکو ہندی
میں گندھیس اور گندھیل اور بہرابچ کی گھاس کہتے ہیں فلا باس بالکماة لانها کالجاف کچھ مضائقہ نہیں حرم کی کھمبی لینے میں اسواسطے کہ وہ خشک سی چیز ہے گھاس
نہیں ہے ولو قتل قملة من بدنه او القاها او القی ثوبه فی الشمس لتموت تصدق بما شاء کجرادة اور اپنے بدن کی جوں مارنے سے یا اسکے ڈالنے سے یا اپنے
کپڑے کو دھوپ میں ڈالنے سے تاکہ وہ مرجاوے صدقہ دے جتنا چاہے جیسے ٹڈی کے مارنے میں صدقہ واجب ہے یعنی ٹکڑا روٹی یا کھجور یا مٹھی بھر اناج ہم اپنے بدن کی
جوں مارنا اسواسطے منع ہوا کہ وہ بدن کے میل سے پیدا ہوتی ہے اور میل کا چھڑانا بدن سے محرم کو جائز نہیں مانند بال کے ولہذا دوسرے شخص کے بدن کی جوں کا اور یا
زمین کی گری جوں کو مارنا جائز ہے اور اگر کپڑا دھوپ میں ڈالے اور جوں مارنے کی نیت نہو تو اسپر جزا واجب نہیں کذا فی المنح ابوداؤد اور ترمذی میں ابوہریرہ رض سے مروی ہے
رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ٹڈی کو کھاؤ کہ وہ دریا کا صید ہے تو بموجب اس حدیث کے ٹڈی کے قتل میں کچھ مضائقہ نہیں لیکن امام مالک رح کے موطا میں عمر فاروق
رض سے ثابت ہے کہ محرم کے ٹڈی مارنے میں فرمایا التمرة خیر من جرادة یعنے ایک کھجور صدقہ دے اسواسطے کہ کھجور بہتر ہے ٹڈی سے اور ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاق نے بھی
اسیطرح روایت کی ہے اور تمام اصحاب مذاہب حقہ اسمین فاروق اعظم رض کے تابع ہیں واللہ اعلم کذا فی فتح القدیر ویجب الجزاء فیهما ای القملة والجرادة بالدلالة كما فی الصید
اور واجب ہے جزا جوں میں بتانے سے بھی چنانچہ صید میں بتانے سے بھی واجب ہے یعنے اگر محرم نے اپنے بدن کی جوں کسیکو دکھائی یا اشارہ کیا اور

لازم ہونگی ایک حق شرع کی قیمت جو بکری کی قیمت سے زیادہ نہوگی اور دوسری حق مالک کی قیمت جسقدر کہ ہو ولہ ذبح شاۃ ولو ابوہا ظبیا لان الام ہی
الاصل وبقر وبعیر ودجاج وبط اہلی اور جائز ہی محرم کو ذبح کرنا بھیڑ بکری کا اگرچہ اُسکا باپ ہرن ہو اسواسطے کہ ایسی بات مین ماں ہی اصل ہی نہ باپ اور جائز ہی
ذبح کرنا گاے اور اونٹ اور مرغی اور بط اہلی کا اسواسطے کہ یہ جانور اصل خلقت مین وحشی نہین تو یہ صید مین داخل نہین کہ محرم پر انکا ذبح کرنا حرام ہو بط اہلی سے
وہ بط مراد ہی جو گھرون مین اور حوضون مین رہتی ہو اسواسطے کہ وہ بنا بر اصل خلقت کے مالوف اور مانوس ہوتی ہین بخلاف وحشی بط کے جو جنگل مین اُڑتی پھرتی
ہین کہ اُسکے ذبح کرنے مین محرم پر قیمت واجب ہوگی کذا فی الطحطاوی واکل ما صادہ حلال ولو لمحرم وذبحہ فی الحل بلا دلالۃ محرم ولا امرہ بہ ولا اعانۃ فلو
وجد احدہا حل للحلال لا للمحرم علی المختار اور جائز ہی محرم کو کھانا اُس شکار کا جسکو غیر محرم نے شکار کیا ہو اور حل مین ذبح کیا ہو اگرچہ محرم ہی کے واسطے شکار کیا ہو لیکن
جائز ہی بشرطیکہ محرم نے شکار کو نہ بتایا ہو اور نہ اجازت دی ہو شکار کرنے کی اور نہ اسپر اعانت کی ہو سو اگر ان امور ثلثہ سے ایک امر بھی پایا جاویگا تو وہ شکار غیر محرم
کو تو حلال ہوگا اور محرم پر حلال نہوگا بنا بر قول مختار کے جسکو طحطاوی نے روایت کیا ہے امام مالک اور شافعی رح کے نزدیک اگر غیر محرم شکار کریگا محرم کے واسطے
تو اُسکا کھانا محرم کو حلال نہین بدلیل ترمذی اور ابو داؤد کی حدیث کے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا کہ صید تمپر حلال ہی جبتک کہ تم نہ شکار
کرو یا تمھارے واسطے شکار کیا جاوے اُسکا جواب یہ ہی کہ اس حدیث کی یحییٰ بن معین نے تضعیف کی ہی اور اگر صحیح بھی ہو تو یہ مطلب ہی کہ جب محرم کے امر سے
شکار ہوا ہو تو حلال نہین اور امام اعظم رح کی دلیل وہ حدیث ہی جو صحاح ستہ مین ابو قتادہ سے مروی ہی کہ حضرت صلعم کے اصحاب بعضے محرم تھے اور بعضے غیر محرم
سو مین نے ایک گورخر کو دیکھا اور اسکو شکار کیا اور اصحاب رض نے اُسکو کھایا اور اسکا سوال حضرت صلعم سے کیا فرمایا کہ کسی نے تم مین سے امر کیا تھا شکار کا یا
اُسکی طرف اشارہ کیا تھا اصحاب نے کہا کہ نہین حضرت صلعم نے فرمایا تو کھاؤ گوشت کو اور مسلم کی روایت مین ہی کہ کیا تمنے اشارہ کیا تھا یا اعانت کی تھی اصحاب
نے کہا نہین فرمایا کہ کھاؤ طحطاوی نے کہا کہ ابو قتادہ نے فقط اپنے واسطے شکار نہ کیا تھا بلکہ محرم صحابہ رض کے واسطے بھی کیا تھا پھر بھی حضرت صلعم نے اُسکو
مباح فرمایا کذا فی العینی شرح الکنز وتجب قیمتہ بذبح حلال صید الحرم وتصدق بہا ولا یجزیہ الصوم لانہا غرامۃ لا کفارۃ حتی لو کان الذابح محرما اجزاہ الصوم
وقید بالذبح لانہ لا شیٔ فی دلالتہ الا الاثم صید حرم کے ذبح کرنے سے غیر محرم پر قیمت اُسکی واجب ہی تو اس قیمت کو تصدق کرے یا اُس سے ہدی مول لیکر مکہ مین
ذبح کرے کذا فی الطحطاوی اور کفایت نہین کرتا اُسکو روزہ رکھنا اسواسطے کہ یہ جزا غیر محرم پر ڈانڈ ہی نہ کفارہ یہانتک کہ اگر ذبح کرنے والا صید حرم کا
محرم ہوگا تو اُسکو روزہ رکھنا کافی ہوگا اور مصنف رح نے ذبح کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر غیر محرم شکار حرم پر دلالت کریگا تو اُسپر کچھ جزا واجب نہین سواے
گناہ کے ومن دخل الحرم ولو حلالا او احرم ولو فی الحل وفی یدہ حقیقۃ یعنی الجارحۃ صید وجب ارسالہ ای اطلاقہ او ارسالہ للحل ودیعۃ قہستانی علی
وجہ غیر مضیع لہ لان تسییب الدابۃ حرام اور جو شخص کہ حرم مین داخل ہوا اگرچہ احرام نہ باندھے ہو یا جسنے کہ احرام باندھا اگرچہ حل کے اندر احرام باندھا ہو
اور اُسکے حقیقی ہاتھ مین صید ہو حقیقی ہاتھ سے جسمی ہاتھ مراد ہی جسکو جارحہ کہتے ہین تو اُس شخص پر واجب ہی صید کا چھوڑ دینا یعنی اُڑا دینا طائر کا یا حل مین
اُسکو کسیکے پاس بھیجدینا بطور امانت کے کذا فی القہستانی حل مین جانور کو اس طرح روانہ کرے کہ وہ ضائع نہو یعنی چوپایے کو مطلق العنان نکردے اسواسطے کہ
چوپایے کا چھوڑ دینا بطور سانڈ کے حرام ہی کذا فی البحر حرم مین جانور کا چھوڑ دینا اسلیے واجب ہوا کہ جب حرم مین داخل ہوا تو وہ حرم کا صید ہوگیا کذا فی النہر
وفی کراہیۃ جامع الفتاوی شری عصافیر من الصیاد واعتقہا جاز ان قال من اخذہا فہی لہ ولا یخرج عن ملکہ باعتاقہ وقیل لا لانہ تضییع للمال انتہی قلت
وحینئذ فتقیید الاطارۃ بالاباحۃ قبل اور جامع الفتاوی کی کتاب الکراہیۃ مین مذکور ہی کہ ایک شخص نے شکاری سے چڑیے مول لیے اور انکو چھوڑ دیا
تو جائز ہی اگر چھوڑتے وقت یہ کہا ہو کہ جو انکو پکڑے وہ انکا مالک ہی اور اسکے چھوڑ دینے سے اُسکی ملک سے وہ باہر نہین ہوتے خواہ کلام مذکور
کرے یا نہ کرے کذا فی الطحطاوی اور بعضون نے کہا کہ چھوڑنا جائز نہین کہ مال کا ضائع کرنا ہی انتہی کلام الفتاوی شارح کہتا ہی جبکہ جامع الفتاوی سے

یعنے جبکہ محرم مالک ہی نہوا تو محرم نہ لیگا صید کو اُس شخص سے جسنے اُس سے لیا اگرچہ حل مین ہو کذا فی الطحطاوی والصید لا یملکہ المحرم بسبب اختیاری کشراء
وہبۃ بل بسبب جبری والسبب الجبری فی احدے عشر مسئلۃ مبسوطۃ فی الاشباہ فلذا قال تبعا للبحر عن المحیط کالارث وجعلہ فی الاشباہ بالاتفاق لکن فی النہر عن السراج
انہ لا یملک بالمیراث وہو الظاہر اور صید کا مالک نہین ہوتا محرم اختیاری سبب سے مانند بیع اور ہبہ اور صدقہ اور وصیت کے بلکہ جبری یعنی بے اختیاری سبب سے
مالک ہوتا ہے اور جبری سبب سے ملک حاصل ہوتی ہے گیارہ مسئلون مین جو اشباہ مین مشروحا مذکور ہین سو اسی واسطے باتباع بحر الرائق عن المحیط مصنف نے
جبری سبب کی مثال دی کہ جیسے وراثت یعنے محرم صید کو بوراثت البتہ مالک ہوتا ہے اور اسکو اشباہ مین صاحب بحر نے اتفاقی قول قرار دیا ہے لیکن نہر الفائق
مین سراج سے منقول ہے کہ محرم صید کو میراث سے بھی مالک نہین ہوتا اور یہی قول ظاہر ہے اسواسطے کہ محرم کے حق مین صید محرم العین ہے مطلقا لقولہ تعالی (وحرم
علیکم صید البر مادمتم حرما) شارح نے اشارہ کیا کہ ماتن کا قول خلاف ظاہر ہے تو متن مین داخل کرنا اسکا مناسب نہ تھا فان قتلہ محرم آخر بالغ مسلم ضمنا
جزائین الاخذ بالاخذ والقاتل بالقتل پھر اگر محرم کے پکڑے صید کو دوسرے بالغ مسلم محرم نے قتل کیا تو دونون محرم دو جزا کا ضمان دین پکڑنے والا محرم
تو پکڑنے کی جزا دے اور قاتل قتل کرنے کی جو محرم قاتل مین جیسے بالغ اور مسلم کی قید شارح نے لگائی ویسا ہی عاقل کی بھی قید لگانا تھا کہ مجنون نکلجاتا
جیسے صغیر اور نصرانی دونون قیدون سے نکل گیا کذا فی الحاشیۃ الطحطاوی ورجع اخذہ علی قاتلہ لانہ قرر علیہ ما کان بمعرض السقوط اور پکڑنے
والا محرم قاتل محرم سے پھیرلے جسقدر کہ اُسے ضمان دیا اسواسطے کہ قاتل نے پکڑنے والے پر اسکو ثابت کردیا جو معرض سقوط مین تھا یعنے اگر قاتل
اُسکو قتل نکرتا اور پکڑنے والا صید کو چھوڑ دیتا تو جزا ساقط ہوجاتی اور جبکہ قاتل نے اُسکو قتل کر ڈالا تو اب جزا پکڑنے پر متعین ہوگئی وہذا ان کفر
بالمال وان بالصوم فلا علی ما اختیارہ الکمال لانہ لم یغرم شیئا اور یہ پھیر لینا قاتل سے اُس شرط پر ہے جبکہ پکڑنے والے نے مال کا کفارہ دیا ہو اور
اگر اُسنے اُسکی جزا مین روزے رکھے ہون تو پھیر لینا نہین پہونچتا بنا بر اس قول کے جسکو کمال الدین بن الہمام صاحب فتح القدیر نے پسند کیا ہے
اسواسطے کہ اُسنے کچھ ڈانڈ نہین دیا جسکو پھیرلے اور زیلعی نے بھی اس قول پر یقین کیا ہے اور محیط مین منتقی سے یہی قول مصرح ہے کذا فی المنح
ولو کان للقاتل بہیمۃ لا یرجع علی ربہا ولو صبیا او نصرانیا فلا جزاء علیہ للہ تعالے ولکن یرجع الاخذ علیہ بالقیمۃ لانہ یلزمہ حقوق العباد
دونون حقوق اللہ تعالی اور اگر صید حرم کا مارڈالنے والا جانور ہو تو اُسکے مالک سے نہ پھیرلے اور اگر اُسکا قاتل لڑکا ہو یا نصرانی مراد نصرانی
سے کافر ہے تو اُسپر جزا واجب نہین بنا بر حق اللہ کے ولیکن محرم صید کا پکڑنے والا کافر سے اُسکی قیمت پھیرلے اسواسطے کہ کافر پر حقوق العباد لازم ہین
نہ حقوق اللہ وکل ما علی المفرد بہ دم بسبب جنایۃ علی احرامہ یعنے بفعل شئ من محظوراتہ لا مطلقا اذ لو ترک واجبا من واجبات الحج او قطع
نبات الحرم لم یتعدد الجزاء لانہ لیس جنایۃ علی الاحرام فعلی القارن ومثلہ متمتع ساق الہدی دمان اور جسقدر قصور مین تنہا حج کرنے والے پر
ایک خون واجب ہوتا ہے بسبب اسکے احرام کے جنایت کے تو اُس فعل مین قارن پر دو خون واجب ہوتے ہین ایک حج کا خون اور دوسرا
عمرے کا خون اسواسطے کہ قارن دو احرام کا محرم ہے اور جنایت احرام سے اُس چیز کا کرنا مراد ہے جو احرام کے ممنوعات سے ہے نہ ہر طرح کی جنایت
اسواسطے کہ اگر تنہا حج کرنے والا کوئی واجب فعل حج کے واجبات سے ترک کرے یا حرم کی گھاس کاٹے تو اُسپر ایک خون واجب ہوگا اور جبکہ قارن
ان واجب کو ترک کریگا تو اُسپر جزا متعدد نہو گی یعنی دو خون لازم نہ آوینگے اسلیے کہ یہ جنایت احرام پر نہین اور قارن کے مانند تعدد جزا مین وہ متمتع ہے جو ہدی کو
ہانک لیچلا اسواسطے کہ وہ بعد عمرے کے احرام نہین اُتار سکتا بدون حلق یوم النحر کے وکذا الحکم فی الصدقۃ فتنثنی ایضا لجنایۃ علی احرامہ اور ایسا ہی
حکم ہے وجوب صدقہ مین تو صدقہ بھی دوہرا واجب ہوگا قارن پر بسبب اسکے قصور کرنے کے اپنے دو احرام پر الا بمجاوزۃ المیقات غیر محرم مستثنا
منقطع فعلیہ دم واحد لانہ حینئذ لیس بقارن مگر آگے بڑھنے مین میقات سے بدون احرام کے تو اسپر ایک خون لازم ہے اسواسطے کہ اسوقت وہ

اور دونون نہین ہین کہ شکار ذات حرام نہیں ہے تاکہ اسکا تعرض مستحق ہو کہ حرم میں داخل نہیں ولو قتل محرمان صیدا تعدد الجزاء بتعدد القتل ولو کان
دو محرم نے ایک صید کو قتل کیا تو جزا متعدد ہوگی بسبب تعدد قتل کے یعنی احرام دو ہین تو جزا بھی دو لازم ہونگی ولو حلالان لا ان صید الحرم یتحد الجزاء
اور دو غیر محرم نے صید حرم کو قتل کیا تو جزا متعدد نہوگی بلکہ ایک ہی جزا لازم ہوگی بسبب اتحاد محل کے یعنے صید ایک ہے تو جزا بھی ایک ہی ہوگی
وبطل بیع محرم صیدا وکذا کل تصرف وشراؤه ان اصطاده وهو محرم والا فالبیع فاسد اور بیچنا محرم کا صید کو باطل ہے اور اسی طرح بیع تصرفات
مانند ہبہ اور وصیت کے باطل ہین اور محرم کو شکار خرید کرنا بھی باطل ہے اگر اسکو بحالت احرام مین پکڑا ہو اور اگر احرام کی حالت مین نہ گرفتار کیا ہو
تو بیع فاسد ہے فلو قبض المشتری فعطب فی یده فعلیه وعلی البائع الجزاء سو اگر قبضہ کیا مشتری نے صید پر پھر وہ اُسکے ہاتھ مین ہلاک ہوگیا
تو مشتری پر اور بائع پر جزا واجب ہے اگر دونون محرم ہون اور اگر ایک محرم ہوگا تو فقط محرم پر جزا لازم ہوگی کذا فی البحر وفی الفاسد یضمن قیمته ایضا
کما هو حکم البیع الفاسد یعنی مشتری قیمت کا بھی ضامن ہوگا وجوب جزا کے ساتھ چنانچہ مذکور ہو چکا یعنے ایک شخص نے قبل احرام کے صید حرم کو گرفتار کیا
اور بعد احرام کے بیچا اور مشتری کے پاس وہ صید مر گیا تو مشتری پر جزا بھی واجب ہوگی اور بائع کو قیمت بھی دینا پڑیگا اسواسطے کہ بائع اُسکا مالک تھا
بخلاف بیع باطل کے اسمین بائع مالک نہین ہوتا لہذا اسمین مشتری پر ضمان قیمت کا نہین یہ حکم اس صورت مین ہے جبکہ مشتری محرم ہو اور اگر محرم نہوگا تو
اُسپر فقط قیمت دینی لازم ہوگی نہ جزا کذا فی البحر والظبیة ولدت ظبیة بعد ما اخرجت من الحرم وماتا غرمهما ہرنی جسنی حرم سے نکالنے کے بعد
ہرن اور بچہ اُسکا دونون مرگئے تو نکالنے والا دونون کا ضمان دے اسواسطے کہ صید حرم کا بعد اخراج کے بھی مستحق امن کا شرعا ہے لہذا اُسکے ساتھ
بچہ بھی ... واجب ہے تو یہ صفت شرعی امن کی اُسکے بچہ مین بھی سرایت کرگئی تو دونون کا ضمان برابر لازم ہوگیا وان ادی جزاءها ثم ولدت
لم یجز ولدها لعدم سرایة الامن حینئذ وهل یجب ردها بعد الاداء الظاهر نعم اور اگر ہرنی کی جزا اُسنے ادا کی پھر وہ جنی تو بچے کی جزا نہ دے بسبب
نہ سرایت کرنے امن کے اسوقت یعنی جبکہ ماں کا بدلا ادا کیا تو وہی مستحق امن نہ رہی تو بچے مین کاہے کو امن سرایت کریگا اور بعد ادا کرنے ہرنی کی جزا کے کیا
واجب ہے اُسکا پھیر دینا حرم مین ظاہر جواب یہ ہے کہ ہان واجب ہے کذا فی النہر آفاقی مسلم بالغ یرید الحج ولو نفلا او العمرة فلو لم یرد واحدا منهما لا یجب علیه دم
بمجاوزة المیقات وان وجب حج او عمرة اذا اراد دخول مکة او الحرم علی ما سیاتی فی المتن قریبا وجاوز وقته ظاہر ما فی النہر عن البدائع اعتبار الارادة
عند المجاوزة ثم احرم لزمه دم کما اذا لم یحرم آفاقی مسلم بالغ نے حج کا ارادہ کیا اگرچہ نفل حج کا یا عمرے کا قصد کیا اور میقات سے آگے بڑھ گیا پھر
اُسنے احرام باندھا اسپر ذبح کرنا لازم ہوا چنانچہ احرام نہ باندھنے مین لازم ہے اور اگر حج یا عمرے کا ارادہ نکیا تو بلا احرام میقات سے آگے بڑھنے مین
ذبح کرنا واجب نہوگا اگرچہ حج یا عمرہ واجب ہوگا جبکہ دخول مکہ یا حرم کا ارادہ کریگا چنانچہ متن مین یہ مسئلہ عنقریب مذکور ہوگا اور نہر الفائق مین بدائع
سے منقول ہے اُسکا ظاہر مطلب یہ ہے کہ میقات سے بڑھنے کے وقت ارادہ کا اعتبار ہے یعنی بعد مجاوزت میقات کے ارادہ معتبر نہین فان عاد الی المیقات
ثم احرم او عاد الیه حال کونه محرما لم یشرع فی نسک صفة محرما کطواف ولو شوطا وانما قال ولبی لان الشرط عند الامام تجدید التلبیة عند المیقات
بعد العود الیه ناویا فانهما سقط دمه پھر اگر پلٹ آیا کسی میقات کی طرف پھر اُسنے وہان احرام باندھا یا ایسا محرم ہوکر میقات کی طرف پلٹ آیا جسنے کوئی
عبادت ہنوز نہین شروع کی مثلا طواف کا ایک شوط بھی نہین کیا اور میقات پر لبیک بولا تو ذبح کرنا اُسپر سے ساقط ہوگیا ماتن نے لبیک کہنے کو بسبب
کہا کہ امام اعظم کے نزدیک دوبارہ لبیک کہنا میقات کے پاس بعد پھر آنے کے شرط ہے کہ بدون اسکے ذبح کرنا ساقط نہین ہوتا بخلاف صاحبین کے
کہ انکے نزدیک تلبیہ سقوط دم مین شرط نہین میقات کی طرف پلٹ آنا کافی ہے والافضل عوده الا اذا خاف فوت الحج اور افضل یہ ہے کہ پلٹ آنا
میقات کی طرف ہے مگر جبکہ خوف ہو حج کے فوت ہونے کا تو نہ پھرے والا ای وان لم یعد او عاد بعد شروعه لا یسقط الدم اور اگر میقات کی طرف

نہ پلٹ آیا یا پھر آیا بعد شروع کرنے طواف وغیرہ کے تو ذبح کرنا ساقط نہو گا کمکی یرید الحج ومتمتع فرغ من عمرتہ وصار مکیا وخرجا من الحرم واحرما بالحج
من الحل فان علیہما دما لمجاوزۃ میقاتہ المکی بلا احرام وکذا لو احرما بالعمرۃ من الحرم وبالعود کما مر یسقط الدم چنانچہ مکی حج کا ارادہ کرنے والا اور متمتع جو اپنے عمرے
سے فراغت پا کر مکی ہو گیا اور دونوں نکلے حرم سے اور دونوں نے حج کا احرام باندھا حل سے تو دونوں پر خون واجب ہے بسبب بلا احرام بڑھنے کے
میقات اہل مکہ سے اسواسطے کہ اہل مکہ کا میقات حج کے واسطے حرم ہے نہ حل اور اسیطرح اگر مکی اور متمتع نے احرام باندھا عمرہ کا حرم سے تو ذبح کرنا انپر واجب ہے
اسواسطے کہ میقات عمرے کا حل ہے اور میقات کی طرف پلٹ آنے سے جس طرح کہ مذکور ہو چکا ذبح کرنا ساقط ہو جاتا ہے دخل کوفی ای آفاقی البستان ای مکانا
من الحل داخل المیقات لحاجۃ قصدہا ولو عند المجاوزۃ علی ما مر ونیۃ مدۃ الاقامۃ لیست بشرط علی المذہب لہ دخول مکۃ غیر محرم کوفی داخل ہوا بستان میں
یعنے آفاقی اندر میقات کے زمین حل میں سے کسی مکان میں کسی حاجت کے واسطے بالقصد آیا اگرچہ مجاوزت میقات کے نزدیک ارادہ اس حاجت کا کیا ہو
چنانچہ یہ مضمون نہر الفائق سے مذکور ہو گیا تو اس آفاقی کو جائز ہے داخل ہونا مکہ کا بدون احرام باندھے اور مدت اقامت کی نیت شرط نہیں بنا بر مذہب
صحیح کے یعنے پندرہ روز یا زیادہ رہنا بستان میں مشروط نہیں احرام کے عدم وجوب میں بستان بنی عامر ایک بستی ہے داخل میقات خارج حرم کے اور فی الحال اسکا
نام نخلہ محمود ہے وہان سے مکہ معظمہ چوبیس کوس ہے کذا فی الطحطاوی ووقتہ البستان ولا شیء علیہ لانہ التحق باہلہ کما مر اور میقات اس آفاقی کا جو بستان میں
کسی کام کو گیا بستان ہے یعنے حل میقات ہے حج اور عمرے کا اور اسپر مجاوزت میقات سے بلا احرام کوئی چیز واجب نہیں اسواسطے کہ آفاقی بستان میں آنے سے
اہل بستان میں ملگیا تو جیسے بستانی کو دخول مکہ بلا احرام جائز ہے ویسے ہی اسکو بھی جائز ہے اور جیسے بستانی کا میقات حج اور عمرے کا حل ہے ویسے ہی آفاقی کا بھی
حل ہے چنانچہ اسکی تفصیل بیان مواقیت میں گذر گئی وہذہ حیلۃ لآفاقی یرید دخول مکۃ بلا احرام اور یہ حیلہ ہے آفاقی کے حق میں جو مکہ میں جانا چاہے بدون احرام کے
ویجب علی من دخل مکۃ بلا احرام لکل مرۃ حجۃ او عمرۃ اور جو مکہ میں داخل ہو بدون احرام باندھے تو ہر بار بلا احرام جانے میں اسپر ایک حج یا ایک عمرہ
واجب ہے اس مکان اقدس کی تعظیم کے واسطے فلو عاد فاحرم بنسک اجزاہ عن آخر دخولہ وتمامہ فی الفتح سو اگر مکہ میں بلا احرام جا کر پھر میقات کی طرف پلٹ آیا
سو حج یا عمرے کا احرام باندھا تو اسکو کافی ہو گا پچھلے بار کے دخول سے اور پورا بیان اسکا فتح القدیر میں ہے یعنے مثلاً دو بار بلا احرام داخل ہوا تھا تو اس
احرام سے دوسری بار داخل ہونے سے جو حج یا عمرہ واجب ہوا تھا وہ ادا ہو گا اسواسطے کہ اول بار کا حج یا عمرہ اسپر دین ہو گیا سو وہ بدون تعیین نیت
کے ساقط نہو گا کذا فی الفتح وصح منہ ای اجزاہ عما لزمہ بالدخول لو احرم عما علیہ من حجۃ الاسلام او نذرا او عمرۃ منذورۃ لکن فی عامہ ذلک لتدارکہ
المتروک فی وقتہ لا بعدہ لصیرورتہ دینا بتحویل السنۃ اور صحیح ہو گا اس سے یعنی کفایت کر جائیگا اس حج یا عمرہ سے جو اسپر بلا احرام داخل ہونے سے
لازم ہو گیا اگر اسنے احرام باندھا ہو اس عبادت کے واسطے جو اسپر واجب تھی منجملہ حجۃ الاسلام کے یا حج نذر کے یا عمرہ نذر کے لیکن یہ اس صورت میں ہے
جب اسی سال حج یا عمرہ کرے اسواسطے کہ جو متروک ہو گیا تھا اسکو اپنے وقت میں تدارک کر لیا نہ کافی ہو گا دخول بلا احرام سے بعد اس سال کے اسواسطے
کہ متروک دین ہو گیا سال پلٹنے سے جاوز المیقات بلا احرام فاحرم بعمرۃ ثم افسدہا مضی وقضی ولا دم علیہ لترک الوقت لجبرہ بالاحرام
منہ فی القضاء ایک شخص بڑھ گیا میقات سے بلا احرام پھر اسنے عمرہ کا احرام باندھا پھر عمرے کو فاسد کر ڈالا جماع قبل طواف سے تو عمرے کو پورا کرے اور
اسکو قضا کرے اور اسپر خون نہیں میقات کے ترک احرام سے اسواسطے کہ قضا کرنے میں میقات سے احرام باندھتے ہیں اسکا تدارک ہو جاویگا مکی ومن
فی حکمہ طاف لعمرتہ ولو شوطا ای اقل اشواطہا فاحرم بالحج رفضہ وجوبا بالحلق لنہی المکی عن الجمع بینہما مکی نے اور اندر میقات کے رہنے والے نے اپنے
عمرے کا طواف ایک شوط کیا ایک شوط سے مراد یہ کہ تین شوط یا اس سے کم کیا پھر حج کا احرام کیا تو حج کو ترک کرے سر منڈا کر بنا بر وجوب کے اسواسطے کہ
اہل مکہ کو جمع کرنا حج اور عمرے کا ممنوع ہے وعلیہ دم لاجل الرفض وحج وعمرۃ لانہ کفایت الحج حتی لو حج فی سنتہ سقطت العمرۃ ولو افضہا قضاہا فقط اور اسپر

او لعمرتین غیر مشروع فائت الحج نے جبکہ دوسرے حج یا عمرے کا احرام کیا تو اُسپر احرام ثانی کا ترک کرنا واجب ہی اسواسطے کہ دو حج کے احرامون کو اور دو عمرے کے
احرامون کو جمع کرنا مشروع نہین ہم دو حج کے احرام تو ظاہر ہین ایک احرام اُس حج کا جو فوت ہوگیا اور دوسرا احرام حج ثانی کا اور دو عمرے کے دو احرام یون ہوے
کہ ایک احرام تو یہ ہی جو بعد فوت حج کے کیا اور دوسرا احرام اس طرح کہ فائت الحج عمرہ کرکے احرام سے باہر آتا ہی چنانچہ بعد اسکے مذکور ہوتا ہی ولما فاتہ الحج بقی فی حرامہ
فیلزمہ ان یتحلل من احرام الحج بافعال العمرۃ ثم بعدہ لیقضیہ ما احرم بہ لصحۃ الشروع ویذبح للتحلیل قبل ادائہ بالرفض اور جبکہ اُسکا حج فوت ہوا تو احرام اُسکا
باقی رہا تو اُسپر لازم ہی حج کا احرام اُتارنا عمرے کے افعال کرکے پھر بعد اسکے قضا کرے اُسکی جسکا احرام کیا اسواسطے کہ شروع کرنا اسکا صحیح تھا اور ذبح کرے
اسواسطے کہ بسبب ترک کرنے احرام ثانی کے وہ حلال ہوگیا اسکے وقت سے پہلے یعنے واجب تو یہ تھا کہ بعد افعال حج ثانی کے یا عمرہ کے احرام
ثانی سے باہر آتا لیکن بسبب عدم مشروعیت جمع بین الاحرامین کے احرام ثانی کا ترک واجب ہوگیا لہٰذا ذبح کرنا لازم ہوا واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ الطحطاوی

باب الاحصار

باب الاحصار

ہو لغۃ المنع وشرعا منع عن رکن یہ باب ہی احصار کے احکام مین احصار لغت مین بمعنی منع اور حبس کے ہی اور اصطلاح شرع مین احصار عبارت ہی منع رکن سے خواہ
حج کا رکن ہو خواہ عمرے کا اکثر کتب فقہ مین منع وقوف اور طواف کو احصار قرار دیا ہی لیکن اسمین عمرہ داخل نہین رہا حالانکہ عمرہ مین بھی احصار ہوتا ہی لہٰذا شارح رح نے
احصار کی تعریف منع رکن سے کی تا عمرہ بھی داخل رہے اذا احصر بعدو او مرض اوموت محرم او ہلاک نفقۃ حل لہ التحلل جبکہ محرم بند ہوجاوے بسبب دشمن
یا بیماری کے یا محرم یا زوج کے مرجانے سے عورت محرمہ بند ہوجاوے یا خرچ کے ہلاک ہوجانے سے تو حلال ہی اُسکو تحلل یعنے احرام کا اُتارنا اور دشمن عام ہی کافر
آدمی ہو یا غیر اسکے اور وہ بیماری مانع ہی جو جانے اور سوار ہونے سے زیادہ ہوتی ہو اور ہلاکی نفقہ راہ مین اس شرط سے مانع ہی کہ پیدل چلنے کی قدرت نہو بعد
شروع کے اور اگر پیدل چلنے پر قادر ہو تو مانع نہین اگرچہ گھر سے پیدل جانا حج کے واسطے لازم نہین جیسے حج نفل ابتداءً لازم نہین لیکن بعد شروع کے لازم ہی اور
یہ قول محمد کا ہی کذا فی المحیط اور ابو یوسف رح نے کہا کہ اگر بالفعل پیدل چلنے پر قادر ہو اور آیندہ خوف ہو عاجزی اور تھک جانے کا تو اُسپر حج لازم نہین کذا فی النہر
فحینئذ لبعث المفرد دما او قیمتہ فان لم یجد بقی محرما حتی یجد او یتحلل بطواف وعن الثانی انہ یقوم الدم بالطعام ویتصدق بہ فان لم یجد صام عن کل نصف صاع یوما
جب عذرات مذکورہ سے محرم حج کو نہ جاسکے تو اُسوقت مین تنہا حج کا کرنے والا ایک خون یعنے ایک بکری یا اُسپر حرم مین بھیجے یا اُسکی قیمت روانہ کرے تا کہ خرید
کرکے حرم مین ذبح کیجاوے سو اگر بکری یا اُسکی قیمت نپاوے تو محرم بنا رہے یہان تک کہ پاوے یا عمرہ کا طواف اور سعی صفا مروہ کی کرکے احرام اُتارے
اور ابو یوسف رح سے منقول ہی کہ بکری کی قیمت اناج سے کیجاوے اور اُسکا صدقہ دیا جاوے ہر مسکین کو نصف صاع سو اگر اناج بھی نپاوے تو ہر نصف
صاع کی عوض ایک ایکدن روزہ رکھے ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ روایت ابو یوسف رح کی ضعیف ہی بہتر یہ تھا کہ شارح اسکو نہ ذکر کرتا والقارن دمین اور قارن
دو بکریان روانہ کرے حرم کو ایک بکری حج کے بدلے اور دوسری عمرے کے احرام کے عوض فلو بعث واحدا لم یتحلل عنہ سو اگر قارن ایک بکری بھیجے ایک احرام
کے واسطے تو اس احرام سے باہر نہوگا اسواسطے کہ مشروع یہ ہی کہ دونون احرامون سے یکبارگی خارج ہو تو ایک احرام کو قائم رکھنا اور دوسرے کو
اُتارنا خلاف مشروع ہی کذا فی الطحطاوی وعین یوم الذبح لیعلم متی یتحلل اور معین کردے ذبح کا دن کہ فلانی تاریخ ہدی کو ذبح کرے تا معلوم رہے کہ کب
احرام اُتارے اسواسطے کہ تحلل قبل ذبح کے جائز نہین ویذبحہ فی الحرم ولو قبل یوم النحر خلافا لہما اور ذبح کرے ہدی کو حرم مین اگرچہ ذبح یوم النحر سے
پہلے ہو بخلاف صاحبین رح کے کہ اُنکے نزدیک احصار حج مین یوم النحر سے پہلے ذبح کرنا جائز نہین لیکن عمرہ کے احصار مین جائز ہی ولو لم یفعل ورجع الی اہلہ
بغیر تحلل او صبر محرما حتی زال الخوف جاز فان ادرک الحج فبہا ونعمت والا تحلل بالعمرۃ لان التحلل بالذبح انما ہو للضرورۃ حتی لا یمتد احرامہ
فیشق علیہ زیلعی اور اگر محرم محصر نے ہدی کو نہ روانہ کیا اور اپنے گھر پلٹ آیا احرام باندھے یا احرام باندھے ہوے وہین ٹھہر رہا یہان تک کہ خوف

نہ فوت ہو گیا اور مانع مرتفع ہوا تو جاننا چاہیے کہ بعد زوال خوف و رفع کے اگر حج کو پایا تو کیا خوب بات ہے اور اگر صرف حج کو پا سکتا ہو تو عمرہ کر کے احرام سے نکل آنا چاہیے
واسطے کہ حج رہ جانے سے احرام کھولنا بسبب ضرورت کے تھا تاکہ احرام کی مدت دراز ہو جاوے کہ اس پر مشکل پڑ جاوے کذا فی شرح مجمع تحلل ہو جاوے
حلق و تقصیر اور ہدی کے ذبح کرنے سے احرام سے باہر ہو جاتا ہے اگرچہ سر منڈایا جاوے یا بال کترے ہوں [illegible]
فقط بذبح الہدی [illegible] ضروری نہیں چنانچہ اگر محصر نے ہدی کے ذبح ہو جانے کو گمان کیا تو ممنوعات احرام سے کوئی فعل کیا پیچھے خبر محرم کو پہنچی
ہو کہ ہدی ذبح نہ ہوئی تھی یا اس دن ذبح نہ ہوئی تھی تو اس پر جنایت کرنے کی سزا لازم ہوگی ویجب علیه ان حل من حجة ولو نفلا حجة بالشروع
وعمرة للتحلل ان لم یحج من عامه اور اگر حج کا احرام باندھا ہو اگرچہ نفل حج ہو تو اس پر حج واجب ہے بسبب شروع کرنے کے اور عمرہ واجب ہے بسبب
تحلل کے بشرطیکہ اس سال حج نہ کیا ہو اور اگر بعد زوال مانع کے اسی سال حج ادا کیا تو فقط حج لازم ہوگا نہ عمرہ کذا فی الطحطاوی وعلی المعتمر عمرة اور عمرے کا
احرام باندھنے والا اگر روکا جاوے تو اس پر فقط ایک عمرہ واجب ہے وعلی القارن حجة وعمرتان احدهما للتحلل اور قارن پر ایک حج اور دو عمرے واجب ہیں
ایک عمرہ بسبب تحلل کے اور دوسرا قران کا قضا ہیں اسکو اختیار ہے چاہے قران کرے چاہے تینوں کو علیحدہ علیحدہ قضا کرے کذا فی الطحطاوی فان بعث
ثم زال الاحصار وقدر علی ادراک الہدی والحج معاً توجه وجوباً پھر اگر محصر نے ہدی کو روانہ کیا بعد اسکے احصار زائل ہو گیا اور وہ قادر ہے ہدی
اور حج کے پانے پر ساتھ ہی تو اس پر واجب ہے کہ حج کرنے کو روانہ ہو اور اس وقت میں ہرگز جائز نہیں احرام سے خارج ہونا ہدی کے بھیجنے سے کہ ہدی بھیجنا بدلہ
حج کا اور حالانکہ اب خود اصل پر قادر ہو گیا تو عوض کا کچھ اعتبار نہ رہا کذا فی المنح والا یقدر علیهما لا یلزمه التوجه وهی رباعیة اور اگر ہدی اور حج کے پانے پر ساتھ
قادر نہ ہو تو اس پر روانہ ہونا لازم نہیں اور یہ مسئلہ رباعی ہے یعنی چار صورتوں کا محتمل ہے پہلی صورت یہ ہے کہ ہدی اور حج دونوں کو پاوے دوسری صورت
یہ ہے کہ دونوں کو نہ پاوے تیسری صورت یہ کہ فقط ہدی کو پاوے نہ حج کو چوتھی صورت یہ کہ فقط حج کو پاوے نہ ہدی کو پہلی صورت میں تو جانا لازم ہے اور
باقی تین صورتوں میں لازم نہیں لیکن اگر تحلیل کے واسطے جاوے اور عمرہ کرے تو جائز ہے کذا فی المنح اور چونکہ امام کے نزدیک ذبح کرنا قبل
یوم النحر کے جائز ہے تو ادراک صرف حج کا بدون ہدی کے ممکن ہے اور صاحبین کے نزدیک ادراک حج کو ہدی لازم ہے اس واسطے کہ انکے نزدیک قبل یوم النحر
کے ذبح کرنا جائز نہیں کذا فی شرح الوقایة ولا احصار بعد ما وقف بعرفة للامن من الفوات اور احصار نہیں بعد وقوف عرفات کے اس واسطے کہ بعد وقوف
عرفات کے فوت ہو جانا حج کا متصور نہیں تو امن حاصل ہو گیا پھر اگر بعد وقوف عرفات کے احصار قائم رہا تو ترک واجبات سے یعنی وقوف مزدلفہ اور
رمی جمار کے ترک سے ذبح کرنا لازم ہوگا اور اسیطرح تاخیر حلق اور طواف الزیارة سے ذبح لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی والممنوع ولو بمکة من الرکنین محصر
بلا شبه اور جو شخص کہ دو رکن یعنی وقوف عرفات اور طواف الزیارة سے روکا جاوے اگرچہ وہ مکہ میں موجود ہو محصر ہے بقول اصح والقادر علی احدهما
لا اما علی الوقوف فلتمام حجه واما علی الطواف فللتحلل به کما مر اور جو کہ قادر ہو ایک رکن پر وہ محصر نہیں جو وقوف عرفات پر قادر ہو وہ اس واسطے محصر نہیں
کہ وقوف سے حج تمام ہو گیا اور جو طواف پر قادر ہو وہ اس واسطے محصر نہیں کہ وہ طواف کرنے سے احرام سے خارج ہو گیا چنانچہ مذکور ہو چکا کہ طواف
اصل ہے تحلل میں اور ذبح کرنا ہدی کا اسکا بدلہ ہے اصل کے ہوتے بدل کی کچھ حاجت نہیں

باب الحج عن الغیر

یہ باب ہے غیر شخص کی طرف سے حج کرنے کا یعنی بطور نیابت کے دوسرے کی طرف سے حج کرنا الاصل ان کل من اتی بعبادة ما له جعل ثوابها لغیره وان نواها
عند الفعل لنفسه لظاهر الادلة اصل یہ ہے کہ جو شخص کوئی عبادت کرے نماز یا روزہ یا خیرات یا قرأت قرآن یا ذکر یا حج یا عمرہ یا طواف یا اور نیکیاں تو اسکو
جائز ہے کہ اسکا ثواب غیر شخص کے واسطے کر دے اگرچہ عبادت کرنے کے وقت اپنی ذات کے واسطے نیت کی ہو یہ اصل ثابت ہے دلائل قرآن [illegible]

احادیث کی ظاہر دلالت سے بلا ارتکاب تاویل ہم قرآن مجید میں ولد کو ارشاد ہوا کہ والدین کے واسطے یون دعا کرے (رب ارحمهما کما ربیانی صغیرا) یعنے اے پروردگار رب میرے والدین پر رحم کر جیسا کہ انھون نے مجکو لڑکپن میں پالا تو اگر انسان کا عمل دوسرے کو نہ مفید ہوتا تو ولد کی دعا والدین کے حق مین بیفائدہ ہوتی حالانکہ یہ غلط ہے اور حق تعالی نے خبر دی ہے کہ فرشتے مومنین کے واسطے دعاے مغفرت کرتے ہین تو ثابت ہوا کہ ایک کا عمل دوسرے کو مفید ہوتا ہے اور احادیث تو نیابت اور ثواب رسانی مین بکثرت ہین از انجملہ بخاری اور مسلم مین یہ حدیث متفق علیہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم نے دو مینڈھون کو قربانی کیا ایک مینڈھا اپنی طرف سے اور دوسرا اپنی امت کی طرف سے اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ عبادت مالی مین نیابت صحیح ہے اس حدیث کے مضمون کو ابن ماجہ اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالی اور حاکم اور طبرانی اور ابن ابی شیبہ اور اسحق اور ابو یعلی اور بزار اور دار قطنی رح نے چند صحابہ رض سے روایت کیا ہے تو معلوم ہوا کہ قدر مشترک یہ حدیث مشہور ہے اور دار قطنی رح نے روایت کی کہ ایک مرد نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میرے مان باپ تھے جنسے مین انکی زندگی مین نیکی کرتا تھا سو اب کیونکر مین انکے ساتھ نیکی کرون تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ بعد موت کے نیکی یہ ہے کہ نماز پڑھا کر انکے واسطے اپنی نماز کے ساتھ اور روزہ رکھا کر انکے واسطے اپنے صوم کے ساتھ اور یہ بھی اسنے علی مرتضے سے روایت کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قبرستان پر گذرے اور گیارہ بار قل ہو اللہ احد پڑھے اور اسکا ثواب مردون کو بخشے تو اسکو ثواب دیا جاویگا بقدر اموات کے اور ابو حفص عسکری نے روایت کی کہ انس رض نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ہم خیرات کرتے ہین اپنے مردون کی طرف سے اور حج کرتے ہین انکی طرف سے اور دعا کرتے ہین انکے واسطے کیا انکو یہ پہونچتا ہے فرمایا کہ ہان البتہ انکو پہونچتا ہے اور وہ خوش ہوتے ہین اس سے جیسے کوئی تم مین خوش ہوتا ہے طبق سے جب کوئی اسکو تحفہ بھیجے اور سنن ابو داؤد مین مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے مردون پر یس پڑھا کرو تو ان احادیث کثیرہ سے ثابت ہوا کہ اعمال صالحہ کا ثواب غیر کو نافع ہوتا ہے کذا فی فتح القدیر واما قولہ تعالی وان لیس للانسان الا ما سعی ای الا اذا وہبہ لہ کما حققہ الکمال او اللام بمعنی علی کما فی لہم اللعنۃ اور یہ جو قول ہے حق تعالی کا کہ انسان کو کوئی چیز نافع نہین مگر جو کہ اسنے خود کیا تو مراد یہ ہے کہ انسان کو غیر کے عمل سے کچھ حاصل نہین مگر جبکہ غیر بخشے اسکو تو البتہ مفید ہوگا چنانچہ اس مطلب کو ثابت کیا ہے کمال الدین بن ہمام رح نے فتح القدیر مین یا لام اس آیت مین بمعنی علی کے ہے چنانچہ لہم اللعنۃ مین بمعنی علی ہے تو اس صورت مین یہ مطلب آیت کا ہوگا کہ انسان کو کوئی چیز مضر نہین سواے اپنے عمل کے تو نفی مضرت کی ہوئی نہ منفعت کی ہم معتزلہ کا یہ مذہب ہے کہ عبادات کا ثواب سواے فاعل کے غیر کو نہین پہونچتا خواہ عبادت مالی ہو یا بدنی خواہ مرکب مال اور بدن سے اور امام مالک اور شافعی رح کے نزدیک صدقات اور عبادات مالی اور حج مین وصول ثواب جائز ہے اور عبادات بدنی مانند صوم اور صلوۃ اور قرائت قرآن وغیرہ مین وصول جائز نہین معتزلہ آیت مذکورہ سے استدلال کرتے ہین اپنے مذہب پر کہ انسان کو غیر کا عمل مفید نہین اہل سنت نے اس استدلال کے کئی طرح سے جواب دیئے ہین جواب اول یہ ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے بقول ابن عباس رض اس آیت سے (والذین امنوا واتبعتہم ذریتہم بایمان الحقنا بہم) جواب ثانی یہ ہے کہ یہ آیت ابراہیم اور موسی علیہما الصلوۃ والسلام کی قوم کو مخصوص ہے جواب ثالث یہ ہے کہ انسان سے مراد اس آیت مین کافر ہے تو مومن کے حق مین نفی نہین جواب رابع یہ ہے کہ بطریق عدل غیر کو ثواب نہین لیکن بطریق فضل البتہ ثابت ہے جواب خامس یہ ہے کہ لام بمعنی علی ہے کذا فی العینی شرح الکنز لیکن محقق نے فتح القدیر مین کہا کہ ہر چند ظاہر آیت اسی پر دلالت کرتا ہے کہ ایک کا عمل دوسرے کو مفید نہین لیکن حکم دعاء والدین اور استغفار ملائکہ مومنین کے حق مین اور حدیث قربانی کی امت کی طرف سے اسکے سوا اور احادیث ایصال ثواب کی ظاہر آیت کے مخالف ہین تو بالقطع ہمکو ثابت ہوا کہ ظاہر آیت اپنی صرافت اور اطلاق پر باقی نہین بلکہ مقید ہے بقید عدم ہبہ عامل چنانچہ اسکی توضیح ترجمہ آیت مین مذکور ہوگی اور تقیید آیت بہتر ہے نسخ آیت کے قائل ہونے سے اسواسطے کہ آیت مذکورہ از قبیل اخبار ہے حالانکہ خبر مین نسخ جاری نہین اور ابطال معتزلہ کے ضمن مین مالک رح اور شافعی رح کے قول کی بھی نفی ہوگئی یعنے احادیث اور اخبار سابقہ سے عبادات بدنیہ کا بھی ایصال ثواب ثابت ہو گیا اللہ سبحانہ ہو الموفق انتہی کلام المحقق ولقد فضح الزاہدی عن اعتزالہ ہداہ اللہ الموفق اور البتہ زاہدی نے اپنا اعتزال یہان کھول دیا اور توفیق غیر کی دینے والا اللہ تعالی ہے یعنی زاہدی باوجودیکہ بڑا عالم ہے مجتبے کی کتاب الحج مین

بحالت صحت مین پھر وہ بعد فراغت ہونے نائب کے حج سے عاجز ہو گیا اور ہمیشہ عاجز رہا تا موت تک تو وہ حج سقوط فرض مین کافی ہوگا بسبب پائے جانے شرط کے
یعنے نائب کے حج کرنے کے وقت منیب عاجز نہ تھا تو حج نفل کا ثواب نائب کو حاصل ہوگا کذا فی الطحطاوی وبشرط الآمر بہ ای بالحج عنہ فلا یجوز حج الغیر بغیر اذنہ الا اذا
حج او احج الوارث عن مورثہ لوجود الامر دلالۃ اور بجائز ہے نیابت یہ شرط کہ امر کرے منیب نائب کو اپنی طرف سے فرض حج کرنے کا تو جائز نہیں حج فرزند کا
باپ کے واسطے بدون اجازت باپ کے مگر جبکہ وارث خود حج کرے یا غیر سے حج کرا دے مورث کی طرف سے تو البتہ جائز ہے بسبب پائے جانے امر مورث کے بنابر دلالت
حال کے یعنے جب وارث مورث کے مال پر تصرف ہوا تو گویا مورث نے اُس سے کہا کہ میرے اوپر سے فرض ادا کر کذا فی الطحطاوی وبقی من الشرائط النفقۃ من مال الامر کلہا او اکثرہا
وحج المامور بنفسہ وتعیینہ ان عینہ فلو قال یحج عنی فلان لا غیر لم یجز حج غیرہ ولو لم یقل لا غیرہ جاز اور شرائط نیابت حج سے باقی رہا نفقہ یعنے شرط ہے کہ کل نفقہ
نائب کا منیب کے ہاتھ سے ہو یا اکثر نفقہ اُسکے مال سے ہو تو اگر نائب منیب کا مال نہ لے اپنے مال سے حج کرے بطور احسان کے تو منیب کی طرف سے حج نہ ادا ہوگا کذا
فی العالمگیریۃ عن البدائع اور حج کرنا مامور کا بذات خود اور اُسکا متعین ہونا مشروط ہے اگر اُسکو متعین کر دیا ہو سو اگر آمر نے یون کہا ہو کہ مثلاً زید میری طرف سے حج کرے
نہ غیر اُسکا تو غیر زید کا حج کرنا جائز نہیں اور اگر غیر کی نفی نکی ہو تو غیر زید کا حج کرنا جائز ہے واوصلہا فی اللباب الی عشرین شرطا منہا عدم اشتراط الاجرۃ فلو استاجر رجلا بان
قال استاجرتک علی ان تحج عنی بکذا لم یجز حجہ وانما یقول امرتک ان تحج عنی بلا ذکر اجارۃ لباب المناسک مین شرائط نیابت کو بیس تک پہونچایا ہے اُنمین سے ایک شرط
یہ ہے کہ نیابت مین اجرت مشروط نہو تو اگر اجارہ ٹھہرایا ایک مرد سے اسطرح پر کہ اُس سے کہا کہ مین نے تجھسے ٹھیکا کیا اپنی طرف سے حج کرنے کا اتنے مال کے عوض تو اُسکا
حج جائز نہین بلکہ یون کہے کہ مین نے تجکو امر کیا اپنی طرف سے حج کرنے کا بلا ذکر اجارہ مم شارح کا کلام اسکو مقتضی ہوا کہ اجیر کو اجرت نہ ملے اور حج اجیر کا ہو نہ مستاجر کا اور
خانیہ مین مصرح ہے کہ ظاہر الروایت مین حج مستاجر کے واسطے واقع ہوگا اور اجیر کو اجرت مثل ملیگی تو عبارت خانیہ اسکو مقتضی ہے کہ یہ اجارہ فاسدہ ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی
ولو انفق من مال نفسہ او خلط النفقۃ بمالہ وانفق کلہ او اکثرہ جاز وبری من الضمان اور اگر مامور نے کچھ ذاتی مال سے خرچ کیا اور حالانکہ منیب کے نفقہ مین جمع کرنیکی گنجایش
ہے یا مامور نے منیب کے نفقہ مین اپنا مال ملا دیا اور سب مال خرچ کر ڈالا یا اکثر یعنے بمقدار کل مال آمر کے یا اکثر مال آمر کے صرف کیا تو جائز ہے اور مامور ضمانت سے بری ہو گیا
کذا فی الطحطاوی وشرط العجز المذکور للحج الفرض لا للنفل لاتساع بابہ اور شرط عاجزی کی جو مذکور ہوئی تو حج فرض کے واسطے ہے نہ نفل حج کے واسطے اسلیے کہ نفل
مین وسعت ہے تو قادر کو نائب سے حج نفل کروانا صحیح ہے ویقع الحج المفروض عن الآمر علی الظاہر من المذہب وقیل عن المامور نفلا وللآمر ثواب النفقۃ کحج النفل
اور حج فرض آمر کی طرف سے واقع ہوتا ہے بنابر ظاہر مذہب کے اور قول ضعیف یہ ہے کہ مامور کی طرف سے حج نفل واقع ہوتا ہے اور آمر کو نفقہ دینے کا ثواب ہے جیسے نفل
حج مین اور یہ قول اخیر محمد رح کا قول ہے لیکن اس اختلاف کا کچھ ثمرہ نہین اسواسطے کہ سب متفق ہین اس بات پر کہ آمر سے فرض ساقط ہو جاتا ہے اور مامور سے ساقط
نہین ہوتا کذا فی المنح اور ظاہر مذہب کی وہ حدیث دلیل ہے جو صحاح ستہ مین ابن عباس رضہ سے مروی ہے کہ حجۃ الوداع مین ایک عورت خثعم کی قوم کی آئی اُسنے کہا
یا رسول اللہ صلعم میرے باپ پر حج فرض ہوا اور وہ بہت بڈھا ہے اُسکو طاقت نہین کہ اونٹ پر ثابت رہ سکے کیا مین اُسکی طرف سے حج کرون حضرت صلعم نے فرمایا ہان
اور بخاری اور مسلم مین ابن عباس رضہ سے مروی ہے کہ ایک مرد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم کے پاس آیا سو اُسنے کہا کہ میری بہن نے حج کی نذر مانی تھی سو وہ مر گئی حضرت
صلعم نے فرمایا کہ اگر اُسپر قرض ہوتا تو کیا تو ادا کرتا اُسنے کہا ہان مین ادا کرتا فرمایا تو خدا کا قرض ادا کر کہ وہ احق بالقضا ہے کذا فی التیسیر تو اس حدیث سے صاف معلوم ہوا
کہ آمر کی طرف سے حج واقع ہوتا ہے نہ مامور کی طرف سے لکنہ تشترط لصحۃ النیابۃ اہلیۃ المامور لصحۃ الافعال ثم فرع علیہ بقولہ فجاز حج الصرورۃ بمہملۃ من لم یحج والمراۃ
ولو امۃ والعبد وغیرہ کالمراہق وغیرہم اولے لعدم الخلاف لیکن صحت نیابت کے واسطے مشروط ہے اہلیت مامور کی یعنے اسلام اور عقل مامور مین لازم ہے
تاکہ اُسکے افعال صحیح ہون پھر ماتن نے اشتراط اہلیت پر اگلا قول متفرع کر کے کہا تو جائز ہے حج کرنا اُسکا جسنے خود حج نہین کیا اور عورت کا حج جائز ہے اگرچہ وہ لونڈی ہو
اور عبد ماذون وغیرہ کا جیسے صغیر قریب البلوغ کا حج کرنا جائز ہے اور ان اشخاص کے سوا اور شخص بہتر ہے نیابت کے واسطے تا خلاف شافعی نہو صرورۃ بصاد مہملہ مفتوحہ اُسکو

بھریگا تو جائز ہی بشرطیکہ باپ نے وصیت مین یون نہ کہا ہو کہ میرے مال سے حج کیا جاوے اور اسیطرح کا حکم ہی اگر وارث کسی سے حج کروا دے اور جائز ہین
حج فرزند کا عدم رجوع کی نیت سے چنانچہ میت کے قرض کو اگر وارث ادا کرے اپنے مال سے تو متروک سے رجوع کر لینا درست ہی لیکن قرض ادا کرنا بلا نیت عدم رجوع
بھی جائز ہی بخلاف حج کے اسواسطے کہ عاجز کی طرف سے حج کرنا بدون اُسکے امر کے جائز نہین اور قرض ادا کرنا بلا امر بھی جائز ہی کذا فی المنح عن التجنیس ومن حج عن کل من
امریہ وقع عنہ وضمن مالہما لانہ خالفہما ولا یقدر علی جعلہ عن احدہما لعدم الاولویۃ اور جسنے حج کیا دو امر کرنے والون کے واسطے یعنے ایک حج مین دو شخصون کو
شریک کیا تو وہ حج مامور کی طرف سے نفل واقع ہوگا اور اگر انکا مال خرچ کیا ہو تو وہ دونون کے مال کی ضمانت دیگا اسواسطے کہ انکی مخالفت کی کہ ہر ایک کو بلا شرکت
حج مقصود تھا اور مامور قادر نہین کہ حج کو ایک کے واسطے ٹھہرا دے بسبب عدم ترجیح کے وینبغی صحۃ التعیین لو اطلق الاحرام اور لائق یون ہی کہ تعیین صحیح ہو اگر احرام کو
مطلق کیا یعنے امر کا ذکر نکیا ہو احرام کے وقت نہ بطور تعیین نہ بطور ابہام ولو ابہمہ فان عین احدہما قبل الطواف والوقوف جاز اور اگر امر کو مبہم ذکر کیا یعنے یون کہا
کہ مین لبیک کہتا ہون ایک آمر کی طرف سے پھر بعد اسکے اگر دو مین سے ایک کو معین کر لیگا قبل طواف اور وقوف کے تو جائز ہی طرفین کے نزدیک کذا فی الطحطاوی
بخلاف ما لو اہل بحج عن ابویہ او غیرہما من الاجانب حال کونہ متبرعا فعین بعد ذلک جاز لانہ متبرع بالثواب فلہ جعلہ لاحدہما او لہما وفی الحدیث من حج عن
ابویہ فقد قضی عنہ حجتہ وکان لہ فضل عشر حجج وبعث من الابرار بخلاف سابق یہ مسئلہ ہی اگر ایک شخص نے حج کیا اپنے والدین کی طرف سے یا والدین کے سوا اور اجنبی
شخصون کے واسطے حج کیا بطور احسان کے یعنی بلا وصیت اور بدون اُنکے مال کے حج کیا پھر بعد اسکے معین کر لیا ایک کو تو جائز ہی اسواسطے کہ یہ شخص ثواب کا دینے والا ہی
بلا عوض اور حج تو فقط فاعل کی طرف سے واقع ہوگا تو اُسکو اختیار ہی چاہے ایک کو ثواب دے چاہے دونون کو دے اور حدیث مین وارد ہی کہ جو حج کرے اپنے والدین کیطرف سے
تو اُسنے اپنا حج ادا کیا اور ہوگی اُسکے واسطے زیادتی دس حج کی اور یہ شخص قیامت مین نیکون مین مبعوث ہوگا اور جابرؓ سے روایت ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص
اپنے باپ اور اپنی مان کی طرف سے حج کرے تو اُسنے اپنا حج ادا کیا اور اُسکے لیے دس حج کی زیادتی ہوگی اور زید بن ارقم سے روایت ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ جب مرد نے اپنے والدین کیطرف سے حج کیا تو قبول ہوگا اسکی طرف سے اور اسکے والدین کی طرف سے اور اُن دونونکی روحین خوش ہونگی اور خدا کے نزدیک یہ شخص نیکوکار
لکھا جائیگا اور ابن عباسؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اپنے والدین کی طرف سے حج کرے یا انکا قرض ادا کرے تو قیامت کے دن نیکون کے
ساتھ وہ شخص اُٹھایا جائیگا ان احادیث ثلثہ کو دارقطنی نے مذکور کیا ہی یہ جو ماتن اور شارح نے مذکور کیا تو نفل حج کا ذکر تھا اور اگر والدین مین سے کسی پر فرض حج ہو اسکی دو صورتین
ہین کہ حج کی وصیت اُسنے کی یا نہین اگر وصیت کی اور وارث نے اپنے مال سے حج کیا مورث کی طرف سے بطور احسان کے تو مورث کے ذمہ سے حج ساقط نہوگا اور اگر اُسنے وصیت
نہین کی حج کی اور وارث نے اپنی خوشی سے اسکی طرف سے حج کیا یا غیر سے کروایا تو امام اعظمؒ نے کہا کہ اگر خدا نے چاہا تو فرض ساقط ہو جاویگا کذا فی فتح القدیر ودم الاحصار لا غیر علی الآمر
فی مالہ ولو میتا قیل من الثلث وقیل من الکل ثم ان فاتہ لتقصیر منہ ضمن وان بآفۃ سماویۃ لا اور احصار کا خون آمر پر واجب ہی اُسکے مال مین اسواسطے کہ آمر نے مامور کو اسمین
پھانسا تو اُسی پر چھوڑانا بھی لازم ہی اگرچہ آمر میت ہو آمر سے مراد وہ ہی جسکی طرف سے حج کیا جاوے تو اسمین میت بھی داخل ہی کذا فی المنح بعضون نے کہا کہ میت کے ثلث مال سے خرچ کرنا
چاہیے اور بعضون نے کہا کہ کل مال سے اور احصار کے سوا کوئی خون آمر پر لازم نہین پھر اگر حج فوت ہو گیا مامور کی تقصیر سے یعنے اپنے کسی کام مین ایسا مشغول ہو گیا کہ موسم حج کا گذر گیا
تو مال کا ضامن ہوگا اور اگر آسمانی آفت سے جیسے مرض یا حبس سے یا سواری کے مرجانے سے یا کرایہ دار کے بھاگ جانے سے حج فوت ہو گیا تو مامور پر ضمان لازم نہین کذا فی الطحطاوی
ودم القران والتمتع والجنایات علی الحاج الا اذا اذن لہ الامر بالقران والتمتع والا فیصیر مخالفا فیضمن اور قران اور تمتع اور جنایات کا خون حج کرنے والے پر واجب ہی
نہ آمر پر لیکن جب آمر نے مامور کو قران اور تمتع کرنے کا اذن دیا ہو تو آمر پر واجب ہوگا اور اگر قران اور تمتع کا آمر نے اذن نہین دیا تو قران کرنے سے مامور مخالف ہوا آمر کا تو مامور
ہی ضامن ہوگا وضمن النفقۃ ان جامع قبل وقوفہ فیعید بمال نفسہ وان بعدہ فلا لحصول المقصود اور مامور ضامن ہوگا نفقہ کا اگر اُسنے جماع کیا
قبل وقوف عرفات کے اسواسطے کہ حج فاسد ہو گیا تو دوسرے سال مامور حج کو دوبارہ کرے اپنی ذات کے مال سے اور اگر بعد وقوف عرفات کے

اُسکے صدق کا شاہد ہو مثلاً راہ مین حاجیون کا قافلہ لٹا ہو یا مدت تک مینہ کی جھڑی لگ گئی تو البتہ اُسکی تصدیق ہوگی کذا فی الطحطاوی ولو قال حججت وکذبوہ صدق
بیمینہ الا اذا کان مدیون المیت وقد امر بالانفاق اور اگر مامور نے کہا کہ مین حج کر چکا ہون میت کی طرف سے اور وارثون نے اُسکی تکذیب کی تو مامور کی
تصدیق کیجاویگی قسم کے ساتھ مگر اُسوقت تصدیق نہوگی جبکہ مامور قرضدار ہو میت کا اور اُسکو قرض مین سے راہ خرچ کرنے کا امر ہوا ہو ولا تقبل بینتہم
انہ کان یوم النحر بالبلد الا اذا برہنوا علی اقرارہ انہ لم یحج اور مقبول نہونگے وارثون کے گواہ اس بات پر کہ مامور یوم النحر کو اُس شہر مین تھا کیونکہ نفی پر گواہی
مقبول نہین اسواسطے کہ مقصود اس قول سے وارثون کو یہ ہے کہ حج کی نفی ہو جاوے تو اگرچہ وہ قول ظاہر مین اثبات ہے لیکن درپردہ نفی ہے مگر جب وارث
گواہ گذارین مامور کے اس اقرار پر کہ مین نے حج نہین کیا تو البتہ گواہی مقبول ہوگی اسواسطے کہ تلفظ کرنا مامور کا ان الفاظ کو اثبات ہے نہ نفی کذا فی الطحطاوی

باب الہدی

ہو فی اللغۃ والشرع مایہدی الی الحرم من النعم لیتقرب بہ فیہ یہ باب ہے ہدی کے احکام مین ہدی لغت اور شرع مین اُسکو کہتے ہین جو حرم محترم مین چوپایہ حلال
جانور کا تحفہ گذرانا جاوے تاکہ اُسکے ذبح کرنے سے حرم مین حق تعالی کا قرب اور رضامندی حاصل ہو وادناہ شاۃ ہدی کا ادنی رتبہ بھیڑ بکری ہے وہو ابل ابن خمس سنین وبقر
ابن سنتین وغنم ابن سنۃ اور ہدی کی اعلی قسم پانچ برس کا اونٹ ہے اور اوسط قسم دو برس کی گاے بیل ہے اور ادنی قسم ایک برس کی بھیڑ بکری دنبہ ہے ولا یجب تعریفہ
بل یندب فی دم الشکر اور واجب نہین ہدی کو عرفات مین لیجانا یا پٹہ گردن مین ڈالکر یا کوہان کی کھال چیر کر مشہور کرنا بلکہ شکر کے خون مین اشتہار مستحب ہے یعنی قران اور تمتع
اور نفل کے ہدی مین اشتہار بہتر ہے اور جنایات کے ہدی مین اخفا مناسب ہے جیسے قضا کی نماز کو چھپانا افضل ہے کذا فی المنح ولا یجوز فی الہدایا الا ما جاز فی الضحایا کما
سیجئی فیصح اشتراک ستۃ فی بدنۃ شریت لقربۃ وان اختلفت اجناسہا اور جائز نہین ہدی مین مگر جو جانور کہ صحیح سالم جائز ہے قربانیون مین چنانچہ اُسکی تفصیل
کتاب الاضحیہ مین آویگی تو صحیح ہے شریک کر لینا ایک شخص کا چھ شخصون کو اُس اونٹ اور گاے مین جو بہ نیت قربت کے خرید ہوئی ہو اگرچہ اجناس قربت کے مختلف ہون
چنانچہ قران اور تمتع اور احصار اور جزاے صید وغیر ذلک لیکن قربت کا متحد الجنس ہونا مستحب ہے کذا فی المنح ویجوز الشاۃ فی الحج فی کل شئی الا فی طواف الرکن
جنبا او حایضا ووطی بعد الوقوف قبل الحلق کما مر اور جائز ہے بھیڑ بکری کا ذبح کرنا حج کی ہر شی مین مگر طواف الزیارۃ کو جنابت یا حیض یا نفاس کی حالت مین کرنے سے
اور بعد وقوف عرفات قبل حلق کے وطی کرنے مین بھیڑ بکری کافی نہین بلکہ اونٹ یا گاے کا ذبح کرنا یہان واجب ہے چنانچہ باب الجنایات مین مذکور ہو چکا ویجوز اکلہ ای الہدی
کالاضحیۃ من ہدی التطوع اذا بلغ الحرم والمتعۃ والقران فقط ولو اکل من غیرہا ضمن ما اکل اور جائز ہے کھانا ہدی کا بلکہ قربانی کے مانند مستحب ہے کھانا نفل کے
ہدی کا جبکہ وہ حرم تک پہونچ جاوے اور تمتع اور قران کے ہدی کو کھانا جائز ہے فقط اور سواے نفل اور تمتع اور قران کے اور ہدی کو اگر کھاویگا تو بقدر کھالینے کے قیمت
دینا لازم ہوگا اگر نفل کے ہدی کو قبل حرم کے بھیجنے کے ذبح کیا تو اُسکا کھانا جائز نہین کہ وہ صدقہ ہے ہدی نہین تو اُسکا کھانا بھی جائز نہین کذا فی المنح وتعین یوم النحر
ای وقتہ وہو الایام الثلاثۃ لذبح المتعۃ والقران فقط فلم یجز قبلہ بل بعدہ وعلیہ دم اور فقط تمتع اور قران کے ہدی کو ذبح کرنے کے واسطے یوم النحر متعین ہے لفظ
یوم کا یہان بمعنی مطلق وقت ہے تو جمیع اوقات نحر کو شامل ہوگا اور وہ تین دن ہین یعنی دسوین گیارھوین بارھوین تو تمتع اور قران کے ہدی کو ذبح کرنا قبل ایام النحر
کے بالاجماع جائز نہین بلکہ بعد بارھوین کے البتہ کافی ہے لیکن ترک واجب ہوا کہ ایام نحر سے تاخیر ہوئی لہذا اُسپر دوسرا خون واجب ہے امام رح کے نزدیک صاحبین کے
نزدیک اور سواے تمتع اور قران کے جنایات اور نذر اور احصار اور نفل کے ہدی کا ذبح کرنا ایام نحر مین مخصوص نہین کذا فی الطحطاوی وتعین الحرم لا منی للکل
لا الفقراء لکنہ افضل اور سب قسم کے ہدی کے ذبح کرنے کے واسطے حرم متعین ہے منا کی کچھ خصوصیت نہین بقول صحیح اور تصدق ہدی کے گوشت کا حرم کے محتاج کیواسطے
مخصوص نہین بنابر وجوہ کے لیکن حرم کا محتاج افضل ہے غیر سے ویتصدق بجلالہ وخطامہ ای زمامہ اور ہدی کی جھول اور نکیل کو خیرات کر دے اسواسطے کہ صحاح ستہ مین
علی مرتضی سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے مجکو حکم کیا اونٹون کے گوشت اور جھولون اور کھالون کے تصدق کرنے کا محتاجون پر

بالیقین ثابت نہیں چہ جائے حقوق العباد اور اگر حقوق اللہ اور حقوق العباد کل کی تکفیر کے قائل ہو جیسے تو بھی اسکا یہ مطلب نہیں جو اکثر لوگ غلط سمجھتے ہیں کہ
حج سے لوگوں کا قرض دام ساقط ہو جاتا ہے اور اسی طرح صلوۃ اور صوم اور زکوۃ کی قضا ساقط ہو جاتی ہے بلکہ یہ مطلب ہے کہ ادائے حقوق کی تاخیر کا گناہ ساقط
ہو جاتا ہے بالجملہ حج میں جو احادیث تکفیر سیئات کی وارد ہیں انکے عموم اور اطلاق کا کوئی قائل نہیں کذا فی المنح عن البحر و حدیث ابن ماجہ انہ علیہ الصلاۃ والسلام
استجیب لہ حتی فی الدماء والمظالم ضعیف اور یہ حدیث ابن ماجہ کی ضعیف ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا مقبول ہوئی یہاں تک کہ خونریزیوں اور مظالم میں پوری
روایت ابن ماجہ کی عباس بن مرداس سلمی سے یوں ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کی مغفرت کیواسطے عرفات میں دعا کی سوائے مظالم کے اور گناہوں کی مغفرت
ہوئی اور ارشاد ہوا کہ میں مظلوم کے واسطے مواخذہ کرونگا حضرت صلعم نے عرض کیا کہ اے رب اگر تو چاہے تو مظلوم کو جنت عطا کرے اور ظالم کو بخشدے سو اسدن دعا قبول نہوئی
پھر حضرت صلعم نے صبح کو مزدلفہ میں وہی دعا کی سو جو حضرت صلعم مانگتے تھے اسکی اجابت ہوئی علما حدیث نے کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہے اسوسطے کہ عباس بن مرداس کا لڑکا
منکر الحدیث ساقط الاحتجاج ہے ہر چند یہ حدیث ضعیف ہے لیکن اسکے شواہد احادیث صحیحہ بکثرت ہیں از انجملہ چند احادیث مذکور ہوتے ہیں حافظ منذری نے کہا عبد اللہ بن مبارک نے
روایت کی سفیان ثوری سے اور انھوں نے زبیر بن عدی سے اور انھوں نے انس بن مالک رضی سے کہا انس رضی نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے عرفات میں وقوف کیا
اور قریب تھا کہ آفتاب ڈوبے سو حضرت صلعم نے فرمایا کہ اے بلال لوگوں کو خاموش کر سو بلال رضی کھڑے ہو کر لوگوں کو خاموش کیا پھر فرمایا اے لوگو جبرئیل علیہ السلام
میرے پاس آئے اور میرے رب کا مجکو سلام پہونچایا اور کہا کہ اللہ عز وجل نے اہل عرفات اور اہل مشعر کو بخشا اور انکے تبعات یعنی مظالم کا ضامن ہوا تو عمر بن خطاب رضی
کھڑے ہوئے اور کہا یا رسول اللہ یہ مغفرت ہم لوگوں کو مخصوص ہے حضرت صلعم نے فرمایا یہ تمھارے واسطے ہے اور جو لوگ کہ تمھارے بعد آوینگے قیامت تک انکے واسطے بھی تو
عمر بن خطاب رضی نے کہا کہ ہمارے رب کی خیر کثیر اور طیب ہے اور امام مالک کی موطا میں طلحہ بن عبید اللہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا کہ کسی دن
عرفہ سے زیادہ تر ذلیل اور خوار اور غضبناک شیطان نہیں ہوتا اور اسکا سبب کچھ نہیں مگر یہ کہ دیکھتا ہے کہ نزول رحمت کو اور ذنوب عظام کی مغفرت کو کذا فی فتح القدیر اور
صحیح بخاری میں حدیث مرفوع ہے کہ جسنے حج کیا سو عورتوں کی طرف مخاطب نہوا اور گناہوں سے بچا تو گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا شیخ الاسلام
زکریا سے اس حدیث بخاری کا سوال ہوا کہ اس حدیث میں صغائر اور کبائر کی مغفرت مراد ہے یا فقط صغائر کی جواب دیا کہ ظاہر حدیث سے صغائر اور کبائر دونوں کی
مغفرت معلوم ہوتی ہے اور بعض احادیث میں اسکی تصریح بھی ہے لیکن حقوق العباد کے سوا اور معاصی پر محمول کرنا اقرب بدلیل ہے اور شیخ شہاب الدین رملی شافعی رضی سے
اسکا سوال ہوا تو جواب دیا کہ صغائر اور کبائر حتی کہ مظالم کی بھی مغفرت مراد ہے اسواسطے کہ طبرانی اور بزار اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں عبد اللہ بن عمر رضی سے
روایت کی ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ عرفے کے دن دو پہر ڈھلے حق تعالی فرشتوں سے فرماتا ہے کہ میرے بندے پریشان مو غبار آلودہ ہر طرف سے آئے ہیں میری
رحمت کے امیدوار ہو کر تو اگر انکے گناہ مانند شمار ریگ کے یا مثل قطرات باران یا سمندر کے کف کے برابر ہوں تو البتہ میں بخشونگا جاؤ میرے بندے مغفور ہو کر واللہ اعلم
کذا فی منح الغفار اور ملا رحمت اللہ کی منسک متوسط حبکا لباب المناسک نام ہے اسمیں مذکور ہے کہ حج انکے صغیرہ گناہوں کو جو متعلقہ حقوق اللہ ہیں بالاتفاق قطعا
ہدم کر دیتا ہے اور کبائر متعلقہ حق اللہ اور مطلقا مظالم میں اختلاف ہے طیبی قائل ہے کہ حج مظالم اور کبائر کو ہدم کرتا ہے لیکن قول معتمد یہ ہے کہ مظالم اور کبائر تحت مشیت ہے
علے الاطلاق ہیں تمام اہل سنت اور جماعت کے نزدیک چنانچہ شیخ تورپشتی وغیرہ ائمہ کبار نے اسکو مصرح مذکور کیا ہے اور احادیث مغفرت حج میں اور جمہور اہل سنت کے
کے قول میں کچھ منافات نہیں اسواسطے کہ احادیث مذکورہ وعدہ مغفرت پر محمول ہیں بعد صدور مشیت حق یا ان لوگوں کی مغفرت مظالم مراد ہے جنکا حج مقبول ہو
چنانچہ بعد ایت میں ثابت ہوا کہ جسکا حج مقبول ہوگا اسکے مظالم معاف ہو جاوینگے اس طرح کہ حق تعالے اہل حقوق کو ایسا کچھ عطا کریگا کہ وہ راضی
ہو جاوینگے واللہ اعلم ندب دخول البیت اذا لم یشتمل علے ایذاء اور افضل یہ ہے کہ مستحب ہے داخل ہونا اندر بیت اللہ کے بشرطیکہ اپنی ذات کو یا غیر کو تکلیف نہو ہجوم
میں تکلیف ہونا قابل الوجود ہے اور اندر جانے والے کو مستحب ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مصلے پر نماز پڑھے اور عبد اللہ ابن عمر رضی جب داخل

امام اعظم رح اور امام شافعی رح اور امام احمد رح کے نزدیک کعبہ افضل ہے مدینہ سے اور امام مالک رح کے نزدیک مدینہ افضل ہے کذا فی المنح وزیارۃ قبرہ الشریف مندوبۃ بل قیل
واجبۃ لمن لہ سعۃ اور زیارۃ کرنا قبر شریف مصطفوی کا مستحب ہے بلکہ بعض علما نے اسکو واجب کہا ہے جسکو مقدور اور طاقت ہوم انشاء اللہ تعالے عنقریب طریق
زیارت کا بہ تفصیل تمام خاتمہ حج مین مذکور کیا جاویگا واسطے انتفاع مسلمین مشتاقین کے ویبدا بالحج لو فرضا ویخیر لو نفلا ما لم یمر بہ علیہ الصلوۃ والسلام فیبدأ
بزیارتہ لا محالۃ ولینو معہ زیارۃ مسجدہ الشریف فقد اخبر ان الصلوۃ فیہ خیر من الف صلوۃ فی غیرہ الا المسجد الحرام وکذا البقیۃ القرب اور پہلے حج ادا کرے اگر
فرض حج ہو اور اگر نفل حج ہو تو اسمین مختار ہے چاہے پہلے زیارت کرے یا حج لیکن نفل حج مین اختیار اسوقت تک ہے جب تک مدینہ مین ہو کر نہین نکلا اور
اگر حج کے واسطے مدینہ مین ہو کر چلا تو زیارت کرنا ضرور ہے خواہ حج فرض ہو یا نفل اور قبر شریف کی زیارت کے ساتھ چاہیے کہ حضرت صلعم کی مسجد شریف کی زیارت
کی بھی نیت کرے اسواسطے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ اسکی ایک نماز ہزار نماز سے افضل ہے اسکی غیر مسجد مین سوائے مسجد الحرام کے اور اسی طرح باقی
عبادات مانند اعتکاف اور رجا روب کشی کے کہ اسکا ثواب سوائے مسجد الحرام کے اور مساجد سے زیادہ تر ہے مسند احمد اور صحیح ابن خزیمہ اور ابن حبان مین عبد اللہ بن زبیر رض
سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک نماز میری اس مسجد مین اور مساجد کی ہزار نماز سے افضل ہے سوائے مسجد الحرام کے اور ایک نماز مسجد الحرام مین
افضل ہے اسکی سو نمازون سے یعنے مسجد مدینہ سے ابن ہمام رح نے فتح القدیر مین کہا کہ عبد ضعیف کے نزدیک بہتر یہ ہے کہ سفر مدینہ مین فقط قبر شریف کی زیارت کے واسطے نیت کو
خالص کرے مزید اجلال اور تعظیم سید العالمین اسی کو مقتضی ہے اور تاکہ ظاہر حدیث دارقطنی کی موافق ہو جاوے کہ جسکو کوئی حاجت نہو سوائے میری زیارت کے اسکا مین
شفیع ہونگا قیامت کے دن ولا تکرہ المجاورۃ بالمدینۃ وکذا بمکۃ لمن یثق بنفسہ اور مکروہ نہین رہنا مدینہ کا اور اسیطرح مکہ کا اس شخص کو جسکو اپنے نفس پر اعتماد ہو حفظ ادب حرمین
شریفین کا مجاورت مکہ معظمہ مین اختلاف ہے علما کا بعض شافعیہ رح نے مذکور کیا کہ مجاورت مکہ مستحب ہے مگر جب وقوع امر ممنوع کا ظن غالب ہو اور یہی مذہب ہے صاحبین رح کا اور امام
ابو حنیفہ رح اور امام مالک رح کے نزدیک مکروہ ہے اسواسطے کہ انسان کی غالب عادت یہ ہے کہ معیشت مین خلاف خواہش نفسانی سے تنگدل اور افسردہ خاطر ہو جاتا ہے اور کثرت
مشاہدات سے جیسی تعظیم اور توقیر چاہیے ویسی باقی نہین رہتی غالبا اور یہ بھی ہے کہ انسان خطا سے محفوظ نہین اور حرم مین تضاعف معاصی کا خوف ہے چنانچہ ابن مسعود رض
سے مروی ہے اگر یہ روایت صحیح ہو وا لا اسمین تو شک نہین کہ وقوع معاصی حرم مین زیادہ تر قبیح اور خوفناک تر ہے ولہذا عبد اللہ بن عباس نے طائف کا رہنا اختیار کیا تھا اور
فرماتے تھے کہ اگر مین پچاس گناہ طائف مین کرون تو میرے نزدیک محبوب تر ہین مکہ مین ایک گناہ کرنے سے اور ابن مسعود رض سے روایت ہے کہ کسی شہر مین سوائے مکہ کے
ہمت پر قبل عمل کے مواخذہ نہین اسواسطے کہ حق تعالی نے فرمایا (ومن یرد فیہ بالحاد بظلم نذقہ من عذاب الیم) یعنی جو حرم مین کجروی ظلم کا ارادہ کریگا اسکو عذاب دردناک
چکھاوینگے اور عمر فاروق رض سے روایت ہے کہ اگر مجھسے ایک گناہ مکہ مین ہو جاوے وہ غالب تر ہے اور شہر کے ستر گناہون سے ان بعض خاص بندے اللہ تعالی کے جو کشاکش
مقتضائے طبیعت انسانی سے پاک ہین وہ اہل ہین اس سعادت عظمی کے کہ وہ تضاعف حسنات نصیب اہل مکہ ہے ابن ماجہ رح نے عبد اللہ بن عباس رض سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے مکہ مین رمضان پایا سو روزہ رکھا اور قیام شب کیا جتنا کہ ہو سکا تو اسکے واسطے لاکھ رمضان لکھے جاوینگے اور حق تعالی ہر دن مین ایک گردن
آزاد کرنے کا اور ہر رات مین ایک گردن آزاد کرنے کا ثواب لکھیگا اور ہر دن فی سبیل اللہ گھوڑا دینے کا ثواب ہوگا اور ہر چند مدینہ مین تضاعف سیئات کا خوف
نہین لیکن افسردگی اور قلت ادب کا خوف ہے کہ وہ مخالف ہے احترام اور توقیر کے تو وہان کی مجاورت کراہت سے خالی نہین مگر اہل صبر اور اہل ادب کے واسطے
وہان کا رہنا اور وہان کا مرنا سعادہ وسیلہ ہے نجات کا صحیح مسلم مین حدیث مرفوع ہے کہ جو تکلیف اور شدت مدینہ پر صبر کریگا میری امت مین سے ہوگا مین اسکا
شفیع ہونگا قیامت کے دن یا شاہد ہونگا اور ترمذی وغیرہ نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ جس سے ہو سکے مدینہ کا مرنا وہ وہان مرے کہ مین مقرر شفاعت کرونگا وہان کے مرنے والے کی کذا فی فتح القدیر اور مناسک سطر البحی مین ہے
کہ امام ابو حنیفہ رح اور جماعت محتاطین بخوف ملال اور قلت ادب اور حرمت قلب بحجنے سے مجاورت مکہ کی کراہت کے قائل ہین اور امام ابو یوسف رح

مسئلہ اقامت حرمین ۱۲

حضرت صلعم نے فرمایا تونے کیا کہا تھا جب حج کی نیت کی تھی علی مرتضیٰ بولے مین نے یون کہا تھا کہ آلٰہی مین وہ نیت کرتا ہون جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیت کی حضرت صلعم نے فرمایا کہ میرے ساتھ تو ہدی ہی سو تو حلال نہو جیو جابر رضنے کہا کہ جو ہدی کہ علی مرتضیٰ یمن سے لائے تھے اور جو ہدی حضرت صلعم کے ساتھ ہدی تھی سو سب ملا کر سو اونٹ تھے پھر جب یوم الترویہ یعنی آٹھوین تاریخ منا کو چلے تو حج کا احرام کیا اور حضرت صلعم سوار ہوئے اور منا مین جا کر ظہر اور عصر اور مغرب اور عشا اور صبح کی نماز پڑھی پھر تھوڑا ٹھہرے کہ آفتاب نکلا اور حضرت صلعم کے حکم سے کمل کا خیمہ نمرہ مین کھڑا کیا گیا پھر حضرت صلعم روانہ ہوے اور انہین گمان نہ تھا قریش کو کہ حضرت صلعم وقوف کرینگے مزدلفہ مین مشعر الحرام کے نزدیک جیسے کفر مین قریش وہان وقوف کیا کرتے تھے سو حضرت صلعم وہان سے بڑھتے چلے گئے یہان تک کہ عرفات مین پہونچے تو خیمہ کو استادہ پایا نمرہ مین سو اسمین اُترے یہان تک کہ آفتاب ڈھلا پھر بموجب حکم کے قصوا اونٹنی پر کجاوہ باندھا گیا سو حضرت صلعم سوار ہوئے یہان تک کہ نالے کے اندر آئے پھر خطبہ پڑھا لوگون کے واسطے سو فرمایا کہ تمھارے خون اور تمھارے مال تم پر حرام ہین جیسے یہ تمھارا دن اس تمھارے شہر مین اس تمھارے مہینے مین حرام ہی خبردار ہو کہ ہر چیز رسوم جاہلیت سے میرے پانوٗن کے نیچے دبائی گئی یعنی باطل ہو گئی اور جاہلیت کی خونریزیان دبائی گئین یعنے اُنکا دعوی کرنا اب جائز نہین اور پہلا خون جو مین دباتا ہون اپنے خاندان کے خونون سے ابن ربیعہ بن عبد المطلب کا خون ہی جو شیر خوار تھا بنی سعید مین جسکو ہذیل کی قوم نے قتل کیا تھا اور جاہلیت کا بیاج دبایا گیا اور پہلا بیاج جسکو مین دباتا ہون اپنے خاندان سے عباس بن عبد المطلب کا بیاج ہی سو وہ سب کا سب دبا ڈالا گیا پھر ڈرو اللہ سے عورتون کے مقدمہ مین تمنے اُنکو لیا ہی اللہ کی امانت سے اور اُنکی شرمگاہون کو حلال کیا ہی تمنے اللہ کے کلمے یعنی حکم سے اور تمھارا عورتون پر یہ حق ہی کہ تمھارے بستر دنکو نہ روندا وین اُس شخص سے جسکو تم نہین پسند کرتے یعنی زنا نکرین یا اور غیر کو اندر آنے نہ دین سو اگر ایسا کرین تو اُنکو مارو ایسی مار جو سخت اور مزیل لعضا نہو اور عورتون کا حق تمپر کھانا اور کپڑا ہی دستور کے موافق اور مین نے تم مین ایسی چیز چھوڑی ہی کہ تم کبھی گمراہ نہوگے بعد اسکے اگر تم اسکو مضبوط پکڑے رہوگے وہ چیز کتاب اللہ ہی اور تمسے سوال کیا جاویگا میری پیام رسانی کا سو تم کیا کہوگے لوگون نے کہا ہم گواہی دیتے ہین کہ آپنے تبلیغ احکام کی اور پیام ادا کیا اور خیرخواہی کی پھر حضرت صلعم نے شہادت کی اُنگلی آسمان کی طرف اُٹھائی اور لوگون کی طرف جھکائی اور فرمایا خداوندا گواہ رہنا خداوندا گواہ رہنا خداوندا گواہ رہنا پھر بلال رضنے بعد اس خطبہ کے اذان دی اور اقامت کہی سو حضرت صلعم نے ظہر کی نماز پڑھی پھر دوسری بار اقامت کہی سو حضرت صلعم نے عصر کی نماز پڑھی اور دونون فرضون کے درمیان مین کچھ نماز نہین پڑھی یعنے سنت اور نفل کچھ نہ پڑھی سو حضرت صلعم قصوا اونٹنی پر سوار ہوئے یہان تک کہ موقف مین یعنی ٹھہرنے کے مقام مین آئے سو اپنی اونٹنی قصوا کا پیٹ پتھرون کی طرف کو کیا اور حبل المشاۃ کو اپنے سامنے کیا پھر حضرت صلعم قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے اور برابر واقف رہے یہان تک کہ آفتاب غروب ہو گیا اور تھوڑی زردی بھی جاتی رہی یہان تک کہ گردا آفتاب کا غائب ہو گیا اور اونٹنی پر اپنے پیچھے اسامہ کو بٹھلایا پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وہان سے روانہ ہوئے اور اونٹنی کی نکیل کی رسی حضرت صلعم تانے ہوے تھے یہانتک کہ اسکا سر کجاوہ کو لگ جاتا تھا اور حضرت صلعم داہنے ہاتھ سے اشارہ کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے لوگو آہستہ چلو اے لوگو آہستہ چلو تسکین سے چلو یعنی جلد بازی نیکوکاری نہین اور جب کوئی ٹیلا یا پہاڑی آتی تھی تو حضرت صلعم باگ کو تھوڑا ڈھیلا کر دیتے تھے تاکہ چڑھ جاوے یہانتک کہ مزدلفہ مین پہونچے تو مغرب اور عشا کو جمع کیا ایک اذان اور دو اقامت سے اور درمیان مین نوافل کو نہ پڑھا پھر استراحت فرمائی یہان تک کہ فجر نمودار ہوئی پھر فجر کی نماز پڑھی جب فجر ظاہر ہو گئی اذان اور اقامت سے پھر حضرت صلعم قصوا پر سوار ہوئے یہان تک کہ مشعر الحرام مین آئے اور اسپر چڑھ گئے اور متوجہ بقبلہ ہوے سو حقتعالی کی تحمید اور تکبیر اور تہلیل اور توحید کرتے فرماتے رہے یہان تک کہ خوب روز روشن ہو گیا پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم وہان سے روانہ ہوئے آفتاب نکلنے سے پہلے اور فضل بن عباس رض کو پیچھے بٹھلایا یہانتک کہ محسر مین آئے تو اونٹنی کو تھوڑا تیز چلایا پھر حضرت صلعم وہ درمیان والی راہ چلے جو جمرۃ الکبری یعنی جمرۃ العقبہ تک پہونچتی ہی یہان تک کہ جمرۃ العقبہ تک پہونچے جو درخت کے پاس ہی سو اُسکو سات کنکریان مارین مانند سنگریزہ کے ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتے تھے اور نالے کے اندر سے رمی کی پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وہان سے پھرے اور نحر کرنے کے مقام مین آئے سو اپنے دست مبارک سے ترسٹھ اونٹ نحر کیے اور علی مرتضیٰ علیہ السلام کو حکم کیا سو باقی سو اونٹ کو نحر کیا اور اپنی ہدی مین اُنکو شریک کیا پھر حکم کیا کہ ہر اونٹ سے گوشت کا ٹکڑا لیا جاوے سو دیگ مین گوشت ڈالا گیا اور حضرت صلعم نے اور علی مرتضیٰ رضنے اُسمین سے گوشت کھایا اور اُسکا شوربا پیا اور اُسکا دونون نے

اور پیچھے حضرت صلعم کے دیکھنے والے تھے مدینہ میں آئے تو بیمار تھے اس نے جب صاحب کی دوست کے پاس آئے اور روضہ مقدس پر بیٹھ گئے تھے اور ادب
نگاہ کو نیچا رکھنے سے پاس صاحب کی ادب سے سوال کیا مگر کچھ خیال نہ کیا تو کہا کہ تم کچھ سنتے ہو مجھ کو خیال آیا اور جو کچھ گزرے تو میں نے کہا ہم سب ساتھ تھے کہ یہ حبیب صاحب کی
بیت سے باہر آ کر آیا اور اس حال میں اُن پر تو حضرت صلعم نے زیارت سے پیدا کی صاحب فتح القدیر نے کہا کہ اس حدیث کو سعید نے تیسیر میں اور ابن ابی شیبہ و نسائی اور
ابن حبان و بیہقی اور طبرانی نے اپنی سنن میں بھی روایت کیا ہے فصل ثانی قبر شریف کے آداب زیارت میں مثل ابو داؤد ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی ایسا نہیں جو سلام کرے مجھ کو مگر حق تعالیٰ میری روح کو پھیرتا ہے تاکہ میں اسکے سلام کا جواب دیتا ہوں حق جل شانہٗ نے ادب سے آگاہ کیا ہم
کو پس کہ حضرت صلعم اس عالم کی طرف متوجہ ہوتے ہیں سلام کے جواب دینے کے واسطے اور ابو بکر بن ابی شیبہ وغیرہ نے ابو ہریرہ سے روایت کی کہ
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو درود پڑھے میری قبر کے پاس میں اسکو سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھتا ہے وہ مجھکو پہنچایا جاتا ہے فرشتے پہنچاتے
ہیں دارقطنی اور ابو بکر بزار نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص میری قبر کی زیارت کرے میری شفاعت اسکے
واسطے واجب ہو گئی یعنے بالضرور ثابت ہو گئی خبر صادق کے وعدہ صادق سے اور دارقطنی نے امالی میں اور ابو بکر مقری نے اپنے معجم میں اور طبرانی نے معجم کبیر
اور اوسط میں اپنی سند سے عبد اللہ بن عمر سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو میری زیارت کرنے کو آوے گا اسطرح کہ اسکا کچھ مطلب اور
حاجت نہ ہو سوا میری زیارت کے تو مجھ پر لازم ہو گیا کہ میں اسکا شفیع ہوں قیامت کے دن اور حضرت کی زیارت تمام ہو حیات میں جو بعد ممات کے چنانچہ اس حدیث
میں صراحت آئی دارقطنی اور طبرانی نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے حج کیا اور میری قبر کی زیارت کی میری وفات کے
بعد تو گویا اسنے میری زیارت کی میری حیات میں اور دارقطنی اور ابن عدی نے روایت کی عبد اللہ بن عمر سے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے حج کیا
اور میری زیارت نہ کی تو اسنے مجھپر ستم کیا اور حافظ ابن عساکر نے یہ مضمون انس بن مالک سے روایت کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسکا کچھ عذر نہیں
جسکو وسعت اور مقدور ہو میری امت سے اور میری زیارت نہ کرے کذا فی الفتح و تاریخ المدینۃ للسید السمہودی اور حافظ منذری نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ علم میرا بعد وفات کے ویسا ہی ہے جیسا علم میرا حیات میں ہے اور ابن عدی اور ابو یعلیٰ نے بروایت ثقات روایت کیا انس سے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء زندہ ہیں اپنی قبروں میں نماز پڑھتے اور بیہقی نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے قاضی عیاض نے شفا میں کہا ہے کہ زیارت قبر
سید المرسلین اجماعی سنت مسلمین ہے اور تاج الدین سبکی نے زیارت پر اجماع نقل کیا ہے قولاً و فعلاً کذا فی تاریخ المدینہ جب بذلک فضائل زیارت قبر مقدس سید المرسلین
کے معلوم ہوئے تو دریافت کرنا چاہیے کہ علمائے حنفیہ کے نزدیک زیارت قبر شریف کی افضل مستحبات اور اعظم وسائل نجات ہے بلکہ قریب ہے درجہ واجبات سے مقدور ہو
تو اسواسطے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بمزید شفقت ہماری بہتری کے واسطے کیسی کچھ ترغیب دلائی اور کیا کچھ مبالغہ آمیز فرمایا چنانچہ احادیث سابقہ
سے معلوم ہو چکا کذا فی شرح المختار و مناسک الطرابلسی اور مذہب محبت میں زیارت محبوب رب العالمین کی فرض عین ہے بالخصوص کہ معشوق عاشق نواز
بمزید کرم سے اپنے مشتاقوں کو بلاوے اور سرفرازی کا مژدہ سناوے اور نہ حاضر ہونے پر عتاب فرماوے و نعم ما قیل ع از دوست یک اشارت از ما
بسر دویدن ۔ بالجملہ جب بعد ادائے حج کے دولت مصطفوی کا ارادہ کرے تو بعد نماز استخارہ کچھ خیرات کرے پھر بمزید شوق اور ادب سے مدینہ طیبہ
کی طرف روانہ ہو اور راہ میں کثرت درود کرے اور فراغت کے اوقات کو درود خوانی سے مستغرق کرے تا کہ قبل پہنچنے کے تحفہ درود کے پہنچنے سے
حضرت صلعم کو اُسکے حاضر ہونے کی اطلاع ہو رہے پھر جب مدینہ منورہ کی آبادی اور درخت نظر پڑیں تو بکمال خشوع اور خضوع سے درود کی کثرت کرے
اور یہ دعا پڑھے (اللھم ھذا حرم رسولک فاجعلہ وقایۃ لی من النار و امانا من العذاب و سوء الحساب اللھم افتح لی ابواب رحمتک و ارزقنی من زیارۃ
رسولک صلی اللہ علیہ وسلم ما رزقتہ اولیاءک واھل طاعتک واغفرلی وارحمنی یا خیر مسئول) مستحب ہے کہ قبل داخل ہونے کے غسل کرے

يا خير الخلائق أجمعين السلام عليك يا سيد المرسلين وخاتم النبيين السلام عليك يا [illegible]

اور بہتر ہیں سب خلق سے سلام تم پر اے سردار پیغمبرون کے اور ختم کرنے والے نبیوں کے سلام تم پر [illegible]

السلام عليك أيها المبعوث رحمة للعالمين السلام عليك يا شفيع المذنبين السلام عليك يا حبيب [illegible] السلام عليك يا بشير يا نذير

سلام تم پر اے بھیجے ہوئے رحمت عالم کے لوگوں کے سلام تم پر اے سفارش کرنے والے گناہگاروں کے سلام تم پر اے حبیب [illegible] سلام تم پر اے بشیر [illegible]

السلام عليك يا صفوة الله السلام عليك يا أيها الهادي إلى صراط مستقيم السلام عليك يا من وصفه الله بقوله وإنك لعلى خلق عظيم

سلام تم پر اے برگزیدہ اللہ کے سلام تم پر اے راہ بتانے والے سیدھی راہ کے سلام تم پر اے وہ کہ تعریف کی جسکی اللہ نے [illegible] بیشک تم ہو بڑے خلق پر

وبقوله بالمؤمنين رؤوف رحيم السلام عليك يا من سبح الحصى في يديه وحن الجذع إليه السلام عليك يا من أمرنا الله بطاعته

اور اس قول سے کہ ایمان والوں پر شفقت کرنیوالے مہربان سلام تم پر اے وہ کہ تسبیح پڑھی کنکروں نے انکے ہاتھ میں اور مشتاق ہوا ستون انکی طرف سلام تم پر اے وہ کہ حکم کیا ہم کو اللہ نے انکی اطاعت کا

والصلوة والسلام عليه السلام عليك وعلى سائر الأنبياء والمرسلين وعلى ذريتك الطيبين وأزواجك الطاهرات أمهات المؤمنين

اور درود وسلام پڑھنے کا انپر سلام تم پر اور تمام انبیا اور مرسلین پر اور آپکی اولاد پاک پر اور آپکی بیبیوں پاک مسلمانوں کی ماؤں پر

وأصحابك أجمعين كثيرا دائما أبدا كما يحب ربنا ويرضى جزاك الله عنا أفضل ما جزى به رسولا عن أمته أشهد أن لا إله إلا الله وحده

اور آپکے سارے ساتھیوں پر بہت سا سلام ہمیشہ ہمیشہ جیسا کہ پسند کرے ہمارا رب اور خوش ہو اللہ جزائے خیر دے ہماری طرف سے بہتر اس سے کہ جزا دی ہو کسی رسول کو انکی امت کی طرف سے گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں سوا اللہ کے وہ اکیلا ہے

لا شريك له وأشهد أنك عبده ورسوله وخيرته من خلقه أشهد أنك قد بلغت الرسالة وأديت الأمانة ونصحت الأمة

اور کوئی اسکا شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اسکے بندہ اور رسول اور بہتر ہیں اسکے خلق سے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپنے رسالت کو پہنچایا اور امانت کو ادا کیا اور امت کی خیر خواہی کی

وكشفت الغمة وأقمت الحجة وأوضحت المحجة وجاهدت في الله حق جهاده وقاتلت عن دين الله حتى أتاك اليقين فصلى الله على

اور پوشیدہ بات کو واضح کیا اور حجت کو قائم کیا اور راہ کو واضح کیا اور مجاہدہ کیا آپنے اللہ کے باب میں حق اسکے مجاہدہ کا اور لڑے آپ اللہ تعالی کے دین کی طرف سے یہانتک کہ آپکو موت آئی پس رحمت کرے اللہ

روحك وجسدك وقبرك أفضل وأكمل وأزكى وأنمى صلوة دائمة إلى يوم الدين يا رسول الله نحن وفدك وزوار قبرك

آپکی روح اور آپکے بدن اور آپکی قبر پر افضل اور کامل تر اور زیادہ ستھری اور بہت بڑھیا ہمیشہ کو قیامت تک اے رسول اللہ کے ہم آپکے پاس آئے ہیں اور آپکی قبر کی زیارت کرنیوالے ہیں

جئناك من بلاد شاسعة ونواح بعيدة قاصدين قضاء حقك والنظر إلى مآثرك والتيامن

آپکے پاس حاضر ہوئے ہیں بہت مسافت کے شہروں اور دور کے ملکوں سے قصد کرکے آپ کے حق پورا کرنے کو اور دیکھنے کو آپ کے نشانات اور برکت لینے کو

بزيارتك والاستشفاع بك إلى ربنا فإن الخطايا قد قصمت ظهورنا والأوزار قد أثقلت كواهلنا

آپ کی زیارت سے اور سفارش چاہنے کو تم سے طرف اپنے رب کے کہ خطاؤں نے ہماری کمریں توڑدی ہیں اور گناہ ہمارے مونڈھوں پر بھاری پڑ گئے ہیں

وأنت الشافع المشفع الموعود بالشفاعة والمقام المحمود وقد قال الله تعالى ولو أنهم

اور تم سفارش کرنے والے شفاعت قبول کیے ہوئے ہو تم سے وعدہ ہوا سفارش کرنے کا اور مقام محمود کا اور اللہ تعالی نے یوں فرمایا ہے کہ اگر وہ لوگ

إذ ظلموا أنفسهم جاءوك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا

جب برا کیا تھا اپنے اوپر آتے تیرے پاس اور بخشواتے اللہ سے اور بخشواتا انکو رسول تو پاتے اللہ کو توبہ قبول کرنیوالا

رحيما وقد جئناك ظالمين لأنفسنا مستغفرين لذنوبنا فاشفع لنا إلى ربك واسأله

مہربان اور ہم آئے ہیں برا کرکے اپنی جانوں پر بخشوانے والے اپنے گناہوں کو پس سفارش کیجیے ہماری اپنے رب کے پاس اور اس سے سوال کیجیے

أن تميتنا على سنتك وأن تحشرنا في زمرتك وأن توردنا حوضك وأن تسقينا بكأسك غير خزايا

کہ ہمکو آپ کے طریق پر مارے اور یہ کہ آپ کے گروہ میں ہمکو اٹھاوے اور یہ کہ ہمکو آپ کے حوض پر پہونچا دے اور آپ کے پیالے سے پانی پلا دے بغیر رسوا ہون

ولا نادمين الشفاعة الشفاعة يا رسول الله ربنا لا تزغ قلوبنا بعد إذ هديتنا وهب لنا من

نہ شرمندہ سفارش کیجیے سفارش کیجیے اے رسول اللہ کے اے رب ہمارے مت ٹیڑھے کر دل ہمارے بعد اسکے کہ تونے ہمکو ہدایت کی اور دے ہمکو اپنے

لدنك رحمة إنك أنت الوهاب ربنا اغفر لنا ولإخواننا الذين سبقونا بالإيمان ولا تجعل في قلوبنا غلا للذين

پاس سے رحمت بے شک تو ہی بڑا دینے والا رب ہمارے بخشدے ہمکو اور ہمارے اُن بھائیون کو جو ہمسے پہلے ہوگئے ہین ایمان مین اور مت کر ہمارے دلون مین کینہ اُن لوگون کا جو ایمان

آمنوا ربنا إنك رؤف رحيم پھر سرہانے پہونچا دے اسکا جسنے حضرت کو سلام کہنے کو کہا ہو یون کہے السلام عليك يا رسول الله من فلان بن فلان يستشفع

لائے اے رب ہمارے بیشک تو ہی شفقت کرنیوالا مہربان سلام تمپر اے رسول اللہ کے فلان پسر فلان کی طرف سے وہ سفارش چاہتا ہے

بك إلى ربك فاشفع له ولجميع المسلمين پھر درود پڑھے جتنا چاہے پھر داہنی طرف بقدر ایک ہاتھ کے بڑھے صدیق اکبر کے سر کے برابر السلام عليك يا خليفة

آپ سے آپ کے رب کے پاس تو آپ اسکی سفارش فرمائیے اور سب مسلمانون کی سلام تمپر اے نائب

رسول الله السلام عليك يا صاحب رسول الله في الغار السلام عليك يا رفيقه في الأسفار السلام عليك يا أمينه

رسول خدا کے سلام تمپر اے ساتھی رسول خدا کے اندر غار کے سلام تمپر اے اُسکے رفیق سفرون مین سلام تمپر اے اُسکے امین

على الأسرار جزاك الله أفضل ما جزى إماما عن أمة نبيه فلقد خلفته بأحسن خلف وسلكت طريقه ومنهاجه

بھیدون پر تمکو خداے تعالیٰ جزا دے بڑھکر اُس سے کہ جزا دی ہو کسی پیشوا کو اپنے نبی کی امت سے کہ تمنے نیابت کی بہتر نائب ہوکر اور تم چلے اُنکے طریق اور راستہ پر

خير مسلك وقاتلت أهل الردة والبدع ومهدت الإسلام ووصلت الأرحام ولم تزل قائما للحق وناصرا لأهله حتى أتاك

اچھا چلنا تم لڑے مرتدون اور بدعت والون سے اور تمنے درستی کی اسلام کی اور ملایا قرابتون کو تم ہمیشہ رہے قائم حق کے لیے اور مددگار رہے اہل حق کے یہانتک

اليقين فالسلام عليك ورحمة الله وبركاته اللهم أمتنا على حبه ولا تخيب سعينا في زيارته برحمتك يا كريم پھر ایک ہاتھ بڑھا

کہ آئی آپ کو موت پس سلام آپ پر اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اسکی برکتین الٰہی ہمکو موت دے اُنکی محبت پر اور بیکار مت کر ہماری کوشش اُنکی زیارت مین اپنی رحمت سے اے کریم

طرف کو بڑھے تو عمر فاروق رض کی قبر کے سامنے ہو تو یون کہے السلام عليك يا أمير المؤمنين السلام عليك يا مظهر الإسلام السلام عليك يا مكسر الأصنام

سلام تمپر اے سردار ایمان والون کے سلام تمپر اے ظاہر کرنے والے اسلام کے اے توڑنیوالے بتون کے

جزاك الله عنا أفضل الجزاء ورضي عمن استخلفك فلقد كفلت الأيتام ووصلت الأرحام وقوي بك الإسلام وكنت للمسلمين إماما مرضيا

تمکو جزا دے اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے بہتر جزا اور راضی ہو اس سے جسنے تمکو اپنا نائب کیا کہ تمنے ذمہ داری کی یتیمون کی اور ملایا ناتوان کو اور قوی ہوا تمسے اسلام اور تم تھے مسلمانون کے پیشوا پسندیدہ

وهاديا مهديا جمعت شملهم وأغنيت فقيرهم وجبرت كسرهم فالسلام عليك ورحمة الله وبركاته پھر بقدر بالشت کے پیچھے ہٹے اور شیخین کی طرف

اور راہ بتانیوالے راہ یاب جمع کیا تمنے اُنکے تفرق کو اور غنی کیا اُنکی احتیاج کو اور باندھا اُنکی شکستگی کو پس سلام تمپر اور رحمت اللہ کی اور اُسکی برکتین

مین یون عرض کرے السلام عليكما يا ضجيعي رسول الله ورفيقيه ووزيريه ومشيريه والمعاونين له على القيام في الدين و

سلام تم دونون پر اے دو ہمخواب رسول خدا کے اور اُنکے دو رفیق اور دو وزیر اور دو مشورہ دینے والے اور دو مددگار دین مین قائم رہنے کے اور

القائمين بعده بمصالح المسلمين جزاكما الله أحسن جزاء جئناكما نتوسل بكما إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم ليشفع لنا ويسأل ربنا أن يتقبل

بجالانیوالے اُنکے بعد مسلمانون کی مصلحتین جزا دے تم دونون کو اللہ بہتر جزا ہم آئے ہین تم دونون کے پاس وسیلہ پکڑتے ہین تمکو طرف رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے تاکہ وہ سفارش کرین ہماری اور

[illegible] اور جبینت [illegible] ماکون [illegible] سے آگے

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] ظلموا انفسہم جاؤک [illegible]

[illegible] فاستغفروا اللہ واستغفر لہم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما [illegible] سمعنا واطعنا غفرانک ربنا [illegible] ربنا اغفر لنا

ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا ربنا انک رؤف رحیم ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ

حسنۃ وقنا عذاب النار سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین) اور ان الفاظ زیارت مین اختیار رہتا

ہے جسقدر چاہے پڑھا وے اور جو یاد ہو پڑھے اور جس شخص کو اسقدر یاد نہ ہو تو اتنا کہنا کافی ہے السلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ وعلی صاحبیک

ابی بکر الصدیق وعمر الفاروق اور بقدر توفیق جو دعا یاد ہو سو کرے پھر ابو لبابہ کے ستون کے پاس آوے جسمین انہون نے آپ کو باندھا تھا تمام

انکی توبہ قبول ہوئی تھی اور دو ستون منبر اور قبر شریف کے درمیان ہین سو وہان دو رکعت نماز پڑھے اور توبہ کرے اور دعا مانگے پھر

روضہ مین آوے جہان اگلی امام نماز پڑھتا تھا ہو سو جتنا ہو سکے وہان نفل نماز پڑھے اور دعا کرے اور تسبیح اور تہلیل اور استغفار کرے پھر منبر

کے پاس آوے اور بہ نیت برکت اس چیز پر ہاتھ رکھے جسکو رمانہ کہتے ہین جسپر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھنے کے وقت دست مبارک رکھتے تھے

پھر ستون حنانہ کے مقام کی زیارت کرے جو حضرت صلعم کے فراق مین رو یا تھا اور قصہ اسکا احادیث صحیحہ مین مشہور ہے اور اس امر کی کوشش کرے

کہ ایام راتین مسجد نبوی مین بیدار رہے اور منبر اور قبر شریف کے پاس اور اسکے پاس ہی نماز مین اور قرات قرآن مجید اور ذکر اللہ اور دعا مین بسر کرے

کذا فی الاختیار شرح المختار اور بعض الفاظ زیارت تاریخ مدینہ سے منقول ہین اور جب تک مدینہ طیبہ مین رہے یہ مستعد رہے کہ جماعت کی نماز مسجد نبوی

مین نہ فوت ہو کہ سوا مسجد الحرام کے اور مساجد سے ہزار مرتبہ وہان کی نماز افضل ہے پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے بعد قبرستان مدینہ

کی زیارت مستحب ہے جسکو بقیع الغرقد کہتے ہین حدیث مین ثابت ہوا ہے کہ اس مقبرہ سے ستر ہزار بصورت قمر لیلۃ البدر اٹھینگے اور جنت مین بلا حساب

داخل ہونگے اور تاریخ مدینہ مین مذکور ہے کہ دس ہزار صحابی بقیع مین مدفون ہین پھر جب بقیع مین داخل ہو تو یہ دعا کرے السلام علیکم دار قوم مؤمنین و

انا ان شاء اللہ بکم لاحقون اللہم اغفر لاہل البقیع الغرقد اللہم اغفر لنا ولہم اور بقیع کی قبور مشہورہ کی زیارت کرے چنانچہ قبہ اہل بیت مین غربی قبر تو

حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی اور شرقی قبر ہے سبط اکبر امام حسن کی اور امام زین العابدین اور

امام محمد باقر اور امام جعفر صادق کی علیہم السلام اور امیر المؤمنین عثمان ابن عفان رضی اللہ تعالی عنہ کی زیارت کرے اور رقیہ رضی اللہ عنہا دختر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اور فاطمہ بنت اسد علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کی مان کی قبر اور سیدنا ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

قبر اور قبہ ازواج مطہرات کی زیارت کرے اور عثمان بن مظعون اور عبد الرحمن بن عوف کی زیارت کرے اور امام مالک کی قبر کی زیارت کرے کہ یہ قبور

مشہور ہین اور بقیع مین فاطمہ زہرا علیہا السلام کی مسجد کی زیارت کرے جسکو بیت الاحزان کہتے ہین اور وہان نماز پڑھے اور ایک روایت یون ہے

کہ انکی قبر بھی وہین ہے اور مستحب ہے کہ پنجشنبہ کو شہدائے احد کی زیارت کرے لیکن صبح کی نماز پڑھ کے جاوے تاکہ ظہر کی نماز مسجد شریف مین سے

فوت نہو اور ابتدا اسے زیارت سید الشہداء حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ سے کرے اور یون کہے السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار سلام علیکم دار قوم

مؤمنین ان شاء اللہ بکم لاحقون اور آیۃ الکرسی اور سورۃ اخلاص پڑھے کذا فی الاختیار شرح المختار اور خود جبل احد کی زیارت کرے کہ

حدیث مین آیا ہے کہ احد پہاڑ ہے ہمکو چاہتا ہے اور ہم اسکو چاہتے ہین اور ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہ واصحابہ وسلم مصعب بن عمیر کی قبر پر گذرے لیٹے شہدائے احد مین کھڑے وہان کھڑے ہوے اور فرمایا کہ مین گواہی دیتا ہون کہ تم خدا کے

ہو رہی سے بہتر ہو اور اسپنے موسے کی عبادت پر سابق سے زیادہ تر مستعد ہو جاوے کہ یہ مقبول کی یہی علامت ہو کہ آگے سے بہتر ہو جاوے کہ
یا الٰہی قدیمہ اکبر الی عتقدانی تمنا اور ہمارے تمام مسلمین کو حج مبرور اور زیارت مقبول اپنے رحم سے عنایت کرے اور ہماری دستگیری نزد وستہ نہیں
فائدہ جلیلہ بیضے ادب زیارت کے وعظ متعلق مسلمین کے خلاصتہ الوفا تاریخ مدینہ منورہ سے ذکر ہوتے ہیں ازان جملہ ادب زیارت کے یہ ہے کہ
قبر شریف کی دیوار کو ہاتھ سے نہ چھوے نہ چوسے نہ وہان طواف کرے کہ مکروہ ہو اسلیے کہ طواف بیت اللہ کیلیے مخصوص ہے اور چہرہ و پیٹھ کو دیوار سے
لگانا بھی مکروہ ہے بلکہ مقتضاے ادب یہ ہے کہ دور رہے جیسے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں آکر حاضر ہوتا تو دور رہتا یہی حق ہے اور یہی پرستا کی
جماعت ہو اور جو یہ سمجھے کہ چھونے اور چومنے میں محبت اور برکت زیادہ ہے تو یہ اسکی جہالت اور غفلت ہے اسواسطے کہ برکت اور محبت پسندیدہ وہی ہے جو شرع
شریف کے موافق اور قول علما کے مطابق ہے احیاء العلوم میں مصرح ہے کہ قبور کا چھونا اور چومنا یہود و نصاریٰ کی عادت ہے انس بن مالک صحابی نے ایک مرد کو دیکھا
کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم کی قبر شریف پر ہاتھ رکھے ہے تو اسکو منع کیا اور کہا کہ یہ امر حضرت صلعم کے زمانہ میں معروف نہ تھا اور آداب سے یہ ہے کہ
قبر شریف کے پاس جھککر سلام نہ کرے کہ بدعت ہے اور اس سے بڑا زیادہ یہ ہے کہ زمین کو چومے جاہل لوگ جانتے ہیں کہ یہ تعظیم کا کام ہے حالانکہ یہ غلط ہے علامہ عزالدین
بن جماعہ نے کہا کہ مجکو جاہلون سے تعجب نہین آتا بلکہ بعضے علماء سے مجکو تعجب آتا ہے جو اسکی خوبی کا فتویٰ دیتے ہیں جان بوجھکر اور آداب سے یہ ہے کہ قبر مقدس کو پشت
نہ دے نہ نماز مین نہ غیر نماز مین اور نہ قبر کے سامنے نماز پڑھے ابن عبدالسلام نے کہا کہ جب نماز کا ارادہ کرے تو حجرۂ شریفہ کو پیٹھ دیکر نہ کھڑا ہو اور نہ نماز کے آگے کرے
اور لازم ہے کہ قبر شریف کے ادب سے آنکھ نیچی کیے رہے اور بیہودہ گفتگو نہ کرے اور چلا کر نہ بولے اسواسطے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب بعد وفات کے
اسی طرح واجب ہے جیسا کہ حیات میں اسواسطے کہ حیات اور ممات حضرت صلعم کی حدیث میں مصرح ہے اور جب قبر شریف کی طرف ہو کر نکلے اگرچہ حاجت وجہ
کی طرف سے نکلے تو لائق ہے کہ کھڑا ہو جاوے اور سلام عرض کرے امام مالکؒ کا یہ مذہب ہے کہ اہل مدینہ کو لازم نہین کہ جب مسجد مین آوین تو سلام کرین لیکن
مسافرین کو لازم ہے اور باقی مذاہب ثلثہ مین ہر شخص کو سلام کرنا لازم ہے ہر بار بطور استحباب کے اسواسطے کہ خیر کی کثرت بھی خیر ہے جلال الدین صاحب قوت
نے کہا کہ حجرۂ شریفہ کا دیکھنا عبادت ہے بقیاس رویت کعبہ کے اور مسجد سے باہر قبہ شریفہ کو نہایت تعظیم اور محبت سے دیکھتا رہے اور آداب سے یہ ہے کہ ایام
مدینہ کی مدت مین درود کی کثرت کرے اور روزے رکھے اور مسجد شریف کی نماز جماعت پر حریص رہے اور اعتکاف کرے اور ایک رات مسجد مین بیٹھکر
قرآن ختم کرے اور مستحب ہے کہ بعد سلام نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ہر روز بقیع مین جایا کرے امام نووی نے کہا علی الخصوص جمعہ کے دن اور آداب سے
یہ ہے کہ مدینہ کے رہنے والون سے محبت رکھے خصوصاً علما اور صالحین اور سادات اور مسجد کے خادمین سے علی حسب المراتب یہانتک کہ عوام اور وہان کے غلام
جن مین کوئی فضیلت نہین وہ بھی واجب الاحترام ہین بسبب ہمسائگی خیر الانام کے علیہ الصلوۃ والسلام اگرچہ وہان کے عوام تارک السنت اور مرتکب
بدعت ہون لیکن شرف سکونت مدینہ اور ہمسائگی حضرت صلعم بلاشبہہ انکو ثابت ہے بہرصورت ہمارے حق مین واجب التعظیم ہین امید ہے کہ خاتمہ انکا
بخیر ہو اور قرب ظاہری قرب باطنی مین تاثیر کرے ع فیا ساکنی اکناف طیبۃ کلکم + الی القلب من اجل الحبیب حبیب + کذا فی تاریخ السید السمہودی
ہم بنیت اہل مدینہ واجب التعظیم ہین ویسے ہی اہل مکہ لازم التکریم ہین اسواسطے کہ اہل مدینہ ہمسایہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہین اور اہل مکہ
ہمسایہ بیت اللہ ہین تو محبت اور تعظیم اہل حرمین شریفین انسان ایمانی کی نور عین ہے

خاتمۃ الطبع

الحمد للہ کہ جلد اول غایۃ الاوطار ترجمہ اردو درمختار مطبع نامی منشی نولکشور مقام لکھنؤ مین بار چہارم ۱۹۰۰ء مطابق ۱۳۱۸ھ نبوی مین بعنایت ہمتی
جناب منشی پراگ نرائن صاحب مالک مطبع مذکور چھپی

نام کتاب	قیمت
مختصر وقایہ محشی - از امام صدر الشریعہ درسی سند اول -	۹/
عمدۃ البضاعۃ - فی مسائل الرضاعۃ از مولوی تراب علی مرحوم -	۹/
قدوری محشی - تالیف امام ابوالحسن درسی سند اول -	۸/
کتب حدیث اُردو	
مظاہر حق - ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح ترجمہ جناب مولانا محمد قطب الدین دہلوی مرحوم و مغفور کامل چار جلدین ہر حامل المتن یعنی اول عبارت عربی حدیث کی بعدہٗ اُسکا ترجمہ اُردو مین کاغذ سفید گندہ -	عہ ب
ایضاً - کاغذ حنائی و سفید معمولی -	لعہ/ب
تحفۃ الاخیار - ترجمہ اُردو مشارق الانوار مترجمہ مولوی خرم علی - کاغذ سفید و حنائی -	عہ/۱۲ب
ترجمہ جامع ترمذی - حامل المتن جلد اول مترجمہ مولوی فضل احمد انصاری لاہوری کاغذ سفید و حنائی -	ے/ب
ایضاً - جلد دوم کاغذ سفید و حنائی -	ع/ب
کتب حدیث فارسی	
اشعۃ اللمعات حامل المتن شرح مشکوٰۃ از مولانا محدث عبدالحق دہلوی چار مجلدات مین پوری شرح مع ترجمہ - کاغذ سفید و حنائی -	لعہ/ب
کتب حدیث عربی	
تیسیر الوصول الی احادیث جامع الاصول	

نام کتاب	قیمت
از شیخ عبدالرحمن بن علی یمنی معروف -	ع/ب
جامع ترمذی - از امام ابو عیسیٰ رح صحاح ستہ مین سے معروف مع رسالہ اصول حدیث جرجانی و شمائل ترمذی رح	۱۲/ب
قسطلانی - شہاب الدین قسطلانی کی شرح صحیح البخاری مسمّٰی بارشاد الساری معروف بہ قسطلانی دس مجلدات مین یعنی شرح خط نسخ کاغذ سفید ولایتی گندہ -	عہ ب
سنن ابی داؤد - ہر چہار جلد کامل دو جلد مین از امام سلیمان بن اشعث داخل صحاح ستہ معروف جدید الطبع -	۱۲/ب
دلائل الخیرات - با ترجمہ فارسی و اسماے متبرکہ و خواص سارے حسنے معروف -	۸/
زاد السبیل الی الجنۃ والسلسبیل - ذخیرۂ احادیث از مولانا غلام یحییٰ -	۸/
عناصر الخیرات - با ترجمہ اُردو وانا حکیم ناصر علی صاحب آروی بے نقط درود کا مجموعہ -	۱۱/
کتب تفسیر اُردو	
مقدمۂ تفسیر مواہب الرحمن -	۸/ب
تفسیر مواہب الرحمن - پارۂ اول - مولفۂ مولوی امیر علی صاحب مترجم فتاواے عالمگیری مع مقدمہ -	عہ/ب
ایضاً - پارۂ دوم	عہ/ب
ایضاً - پارۂ سوم -	عہ/ب
ایضاً - پارۂ چہارم	عہ/ب

نام کتاب	قیمت
تفسیر مواہب الرحمن - پارۂ پنجم -	عہ/ب
ایضاً - پارۂ ششم -	عہ/ب
ایضاً - پارۂ ہفتم -	عہ/ب
ایضاً - پارۂ ہشتم -	عہ/ب
ایضاً - پارۂ نہم -	عہ/ب
ایضاً - پارۂ دہم -	عہ/ب
ایضاً - پارۂ یازدہم -	عہ/ب
ایضاً - پارۂ دوازدہم -	عہ/ب
ایضاً - پارۂ سیزدہم -	عہ/ب
ایضاً - پارۂ چہاردہم -	عہ/ب
ایضاً - پارۂ پانزدہم -	عہ/ب
ایضاً - پارۂ شانزدہم -	عہ/ب
ایضاً - پارۂ ہفدہم -	عہ/ب
ایضاً - پارۂ ہشتدہم -	عہ/ب
ایضاً - پارۂ نوزدہم -	عہ/ب
ایضاً - پارۂ بستم -	عہ/ب
ایضاً - پارۂ بست و یکم -	عہ/ب
ایضاً - پارۂ بست و دوم -	عہ/ب
ایضاً - پارۂ بست و سوم -	عہ/ب
ایضاً - پارۂ بست و چہارم -	عہ/ب
ایضاً - پارۂ بست و پنجم -	عہ/ب
ایضاً - پارۂ بست و ششم -	عہ/ب
ایضاً - پارۂ بست و ہفتم -	عہ/ب
تفسیر سورۂ فاتحہ مسمّٰی بہ تحفۃ الاسلام از مولوی اکرام الدین -	/۱۲